عطائین

اردو شرح

تفسیر جلالین

3

جلد سوم

تشریح بخدمت

حضرت علامہ مفتی محمد امتیاز قادری

ناشر

ادارہ فیضانِ رضا (رجسٹرڈ)

۱/۳۲ اے، نیو صوابی کالونی، بلاک نمبر ۲ گلشن اقبال، کراچی

عطائین

اردو شرح

تفسیر جلالین

جلد سوم

تشرف بخدمتہ

حضرت علامہ مفتی محمد امتیاز قادری

ناشر

ادارہ فیضانِ رضا (رجسٹرڈ)

۴۲/اے، نیو دھوراجی کالونی، بلاک نمبر ۴ گلشنِ اقبال، کراچی

نامِ کتاب : عطائین اردو شرح تفسیر جلالین
جلد : سوم
مرتب : حضرت علامہ مفتی محمد امتیاز قادری
طبع اول : ۱۰ دسمبر ۲۰۱۲ء بمطابق ۲۵ محرم الحرام ۱۴۳۴ھ
تعداد : ۱۰۰۰
باہتمام : ادارہ فیضان رضا (رجسٹرڈ)، ۴۲/۲۲ اے، نیو دھوراجی کالونی گلشن اقبال بلاک ۴ کراچی۔ ۰۳۲۱-۲۲۴۱۰۵۱

درج ذیل مقامات سے حاصل کیجئے

﴿کراچی﴾

(۱) مکتبہ برکات مدینہ، بہارِ شریعت مسجد ۰۳۲۱-۳۵۳۱۹۲۲
(۲) فیضان مدینہ باب المدینہ
(۳) مکتبہ غوثیہ، پرانی سبزی منڈی
(۴) جیلانی پبلی کیشنز اردو بازار

﴿لاہور﴾

(۱) نعیمی کتب خانہ اردو بازار لاہور ۹۲-۴۲-۷۲۲۸۹۲۷
(۲) مکتبہ جمال کرم دربار مارکیٹ
(۳) کرماوالا بک شاپ، دربار مارکیٹ
(۴) مکتبہ قادریہ دربار مارکیٹ
(۵) مکتبہ اعلیٰ حضرت نزد دربار مارکیٹ
(۶) نظامیہ کتاب گھر اردو بازار
(۷) مکتبہ اسلامیہ اردو بازار ۰۳۲۱-۸۲۶۱۷۶۳
(۸) پروگریسو بکس اردو بازار

﴿راولپنڈی﴾

(۱) احمد بک شاپ
(۲) اسلامک بک شاپ
(۳) مکتبہ قادریہ عطاریہ

﴿فیصل آباد﴾

(۱) مکتبہ اہل سنت، فیضان مدینہ چوک، سوساں روڈ مدینہ ٹاؤن ۰۳۲۱-۶۶۱۳۷۲۶
(۲) مکتبہ اسلامیہ

﴿ملتان﴾

(۱) مکتبہ فیضان سنت، چیپلز مسجد اندرون بوہر گیٹ
(۲) مکتبہ کریمیہ
(۳) ادارہ ضیاء السنۃ
(۴) مکتبہ حاجی مشتاق

﴿حیدرآباد﴾

(۱) مکتبہ سخی سلطان۔

الاهداء

میرے تو سب کچھ آپ ہی ہیں اے رحمت عالم
میں جی رہا ہوں زمانے میں آپ ہی کے لئے

ساری تعریفیں اس خالق کائنات ﷻ کے لئے جس نے اس عالم رنگ و بو کو طرح طرح سے مزین کیا اور کروڑہا کروڑ درود ہوں اس رحمت والے آقا ﷺ کی ذاتِ ستودہ صفات پر جو ہم بے کسوں، غم کے ماروں، دکھ یاروں کا واحد سہارا ہیں۔ اللہ ﷻ کی دی ہوئی توفیق اور فخر کائنات، شاہِ موجودات ﷺ کی نظر کرم کا صدقہ ہے کہ **ادارہ فیضانِ رضا** نے اس خدمت کو سرانجام دیا ۔ہم اللہ رب العزت ﷻ کی بارگاہِ بے کس پناہ میں دعا گو ہیں کہ اللہ ﷻ اس خدمت کو اپنی مقدس بارگاہ میں قبول فرما کر اس پر اجر عظیم سے مالا مال فرمائے۔ ہم اس پر مرتب ہونیوالے اجر و ثواب کو مکی مدنی آقا ﷺ کی بارگاہ اقدس میں پیش کرتے ہیں اور آپ ﷺ کے وسیلے سے تمام انبیائے کرام علیہم السلام، صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین، تبع تابعین، جمیع بزرگان دین، تمام سلاسل کے صوفیاء و اولیاء، بالخصوص شہنشاہِ بغداد سیدنا **حضور غوث پاک قدس** سرہ العزیز کی بارگاہ مقدسہ، **اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی** علیہ الرحمۃ، اور دورِ حاضر کے عظیم دینی رہنما، شیخ طریقت امیر اہلسنت، **مولانا محمد الیاس قادری** صاحب مدظلہ العالی اور ان تمام مومنین و مومنات جو حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر آج تک اور تا قیام قیامت تک پیدا ہونگے سب کو اس اجر و ثواب سے مالا مال کردے، اس ادارے سے وابسطہ جملہ احباب جو اس خدمت کو قارئین تک پہنچانے میں ادارے کے معاون و مددگار رہے، اللہ ﷻ سب کے نامۂ اعمال میں ہدیۂ ثواب پہنچائے، اور مزید اخلاص کی دولت سے مالا مال کرتے ہوئے باقی دو مجلدات پر جلد از جلد کام مکمل کرنے کی توفیق مرحمت فرمائے اور قابل صلاحیت افرادی قوت سے ادارے کو مالا مال فرمائے۔ اللہ ﷻ اہلسنت کی تمام چھوٹی بڑی دینی درس گاہوں اور اداروں کی حفاظت فرمائے۔

ادارہ فیضانِ رضا
نیو دھوراجی کالونی، گلشنِ اقبال بلاک ۴

توجہ کیجئے!

رضائے الٰہی کو پیش نظر رکھتے ہوئے، دین کی سربلندی اور علمائے اہل حق تک قیمتی مواد در باب **عطائین اردو شرح تفسیر جلالین جلد ۳** کو پہنچانے کے لیے نہایت توجہ کے ساتھ شرح لکھنے کا اہتمام کیا ہے۔ اللہ ﷻ اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور قارئین کے لیے نفع بخش بنائے۔ ہماری تمام تر کوششوں کے باوجود ہمیں دعویٰ کمال نہیں، لہٰذا جو خوبی نظر آئے وہ ہمارے بزرگوں کا فیضان سمجھ کر قبول فرمائیں اور اس میں جو خامی ہو وہاں ہماری غیر ارادی کوتاہی کو دخل ہے۔ ہماری خواہش ہے کہ اہل علم اسے پڑھ کر تحریری طور پر اپنی رائے ضرور دیں اور اس شرح میں موجود کسی کمی، کوتاہی یا اضافہ کی جانب توجہ دلانا چاہیں تو ہمارے درج پتہ پر بذریعہ خط روانہ فرمادیں تاکہ ہم اپنی اصلاح کرنے میں کامیاب ہوں اور اس نشاندہی پر آپ کے لیے دعائے خیر کریں۔ رب کریم سب کی کاوشوں کو اپنی بارگاہ میں قبول و منظور فرمائے۔

محمد امتیاز قادری، منتظم ادارہ ہذا

پتہ: ادارہ فیضان رضا، ۲۲/۴ اے، نیو دھوراجی کالونی گلشن اقبال بلاک ۴

تاثرات برائے علماء کرام "عطائین" جلد ۲

استاذ العلماء حضرت علامہ مولانا جمیل احمد نعیمی زید مجدہ

(۱)......

الحمد لله الذى له الاسماء الحسنى والصلوة والسلام على سيدنا محمد ذى المقام الاسنى وعلى اله النقى واصحابه النقى الى يوم الجزاء. قرآن مجید لاریب کتاب ہے جس کی خدمت ہر دور میں ہر ہر زاویئے سے ہوتی رہی، ہر صاحب علم نے اپنے علم کے مطابق اللہ جلّ جلالہٗ کی اس مقدس کتاب میں جاذبیت پیدا کرنے کے لئے کوششیں کیں ہیں اور قرآن کے اسرار و رموز کو ضبطِ تحریر میں لاکر اپنے لئے ابدی انعام واکرام کے دروازے کھولے جانے کا ذریعہ بنایا، انہی میں شیخ جلالین محلی اور شیخ جلال الدین سیوطی کے نام آسمان دنیا میں علوم وفنون کے نگارشات لٹاتے ہوئے جگ مگ جگ مگ کر رہے ہیں۔ ان کی بات ہو اور "تفسیر جلالین" کا ذکر خیر نہ ہو کیوں کر ممکن ہے؟ تاہم ایک عرصے سے تنظیم المدارس کے نصاب میں شامل ہونے کے باوجود اس مختصر تفسیر کی اردو شرح کرنے کا کسی نے بیڑا نہ اٹھایا اور ہمیں خوشی اس بات پر کہ اس خدمت کو ہمارے ہی دارالعلوم (نعیمیہ) کے فارغ التحصیل، قابل قدر فاضل نوجوان، حضرت مولانا مفتی محمد امتیاز قادری نے چند رفقاء کے تعاون سے، تفسیر جلالین شریف کا اردو میں ترجمہ "عطائین" کے نام سے کرنے کی سعادت حاصل کی، چھ چھ پاروں پر مشتمل دو جلدیں منظر عام پر آچکی ہیں جو کہ صحت مند مواد پر مشتمل ہیں۔ پہلی جلد کے مقابلے میں دوسری جلد کو خوب تر پایا، یقیناً کاوش ایسی جو کہ آسان ترجمہ، قرآنی ترکیب، شانِ نزول، تشریح توضیح واغراض پر مشتمل ہر ہر رکوع کا الگ الگ نمایاں اندازِ بیان، ساتھ ہی ہر نئی سورہ کے آغاز میں تعارف کے نام سے مختصر خلاصہ، اور خوشی کی بات یہ ہے کہ تیسری جلد جو آپ کے ہاتھ میں ہے اس میں تنظیم المدارس کے درجہ خاصہ کے نصاب میں پڑھائے جانے والے پانچ پارے ۱۶ تا ۲۰ میں سے ۱۶ تا ۱۸ موجود ہیں۔ بہت کم طلباء ایسے ہوتے ہیں جن پر اساتذہ کو ناز ہوتا ہے اور مولانا موصوف انہی میں سے ایک ہیں جن پر ہمیں ناز اور فخر ہوتا ہے۔ اللہ انہیں مزید کامیابیاں عطا فرمائے اور آنے والے مسائل سے نمٹنے کی ہمت دے، جلد از جلد مزید دو جلدیں بھی مکمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

راقم الحروف:
جمیل احمد نعیمی غفرلہ
ناظم تعلیمات واستاذ حدیث دارالعلوم نعیمیہ
چیرمین سپریم کونسل جمعیت علماء پاکستا
یکم رمضان المبارک ۱۴۳۳ھ، ۲۱ جولائی ۲۰۱۲ء

استاذ العلماء، رئیس دار الافتاء حضرت مولانا مفتی اسماعیل ضیائی زید مجدہ

(۲)......

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم اما بعد مدرسہ فیضانِ رضا کے زیر انتظام مجلس تحقیقات درسی کتب کے تحت ترجمہ و تفسیر، بانی ادارہ و مجلس متذکرہ محترم مکرم مولانا محمد امتیاز قادری نے نہایت محنت سے تفاسیر معتبرہ کی روشنی میں نہایت آسان اردو زبان میں تحریر فرمایا ہے۔ دو جلدیں منظر عام پر آچکی ہیں اور ہم نے انہیں خوب پایا ہے۔ کہیں کوئی کی کوتاہی میری نظر سے نہیں گزری تاہم انسان کوتاہی سے پاک نہیں ہے کہیں کوئی کمی پائیں تو بذریعہ خط ضرور مطلع کریں، مولانا موصوف میرے پاس آتے رہتے ہیں اور فتاویٰ جات کے حوالے سے آگاہی حاصل کرتے ہیں، کئی تصانیف کیں ہیں اور خصوصا جلالین کی شرح بنام عطائین ہمارے سامنے موجود ہے اور یہ اہلسنت کے لیے انتہائی اہم وقت کی ضرورت تھی۔ ادارہ ہذا نے اس ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے اس پر پوری توجہ صرف کی اس اہم کام پر انہیں اور ان کے رفقائے کار کو جتنی مبارکباد دی جائے کم ہے۔ اللہ ﷻ انکے عزائم میں استقامت اور کام میں برکت عطا فرمائے، تحقیق و جستجو کا جذبہ اور جذبہ عمل میں تحریک و قوت ارزان فرمائے اور مزید علمی چراغ روشن کرنے کی توفیق فراواں فرمائے۔

راقم:
اسماعیل ضیائی غفرلہ
خادم دار الافتاء دار العلوم امجدیہ
۱۲ رمضان المبارک ۱۴۳۳ھ، یکم اگست ۲۰۱۲ء

مفتی محمد اسلم نعیمی، ترجمان مرکزی جماعت اہلسنت پاکستان، چیرمین سندھ علماء محاذ کونسل

(۳)......

حامدا، مصلیا ومسلما اما بعد ! زیر نظر کتاب مستطاب عطائین اردو شرح جلالین جلد۲، مفتی محمد امتیاز قادری زید مجدہ کا بلا امتیاز شاندار کارنامہ ہے، قارئین اور بالخصوص دینی طلباء کے لیے اچھی اور عمدہ کاوش ہے۔ جو عصر حاضر میں انمول سعی جمیل ہے جبکہ علمی ذوق رکھنے والوں کے لیے بہترین استفادے کا ذریعہ ہے۔ حضرت موصوف کی دیگر چند کتب بھی نظر سے گزری ہیں جن سے ان کے علمی، تحقیقی اور تدقیق کے ذوق کا اندازہ ہوتا ہے۔ خدا کرے زور قلم اور زیادہ ہو، تحریر بعد از مرگ بھی انسان کو زندہ رکھتی ہے۔ الغرض عطائین اردو شرح جلالین مصنف کا گرانقدر سرمایہ ہے۔ خداوند کریم بطفیل نبی کریم رؤف الرحیم علیہ التحیۃ والتسلیم کے صدقے مقبولیت عامہ و تامہ نصیب کرے اور سعی جلیل کو مستجاب فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الامین ﷺ۔

دعا گو و دعا جو:
مفتی محمد اسلم نعیمی
ترجمان مرکزی جماعت اہلسنت پاکستان
چیرمین سندھ علماء محاذ
۵ مارچ ۲۰۱۲ء، بمطابق ربیع الثانی ۱۴۳۳ھ

حضرت علامہ مفتی عطاء اللہ نعیمی زید مجدہ

(۴)......

الحمد لله وحده والصلوة والسلام على من لا نبی بعده اما بعد اخی فی الدین حضرت مولانا مفتی محمد امتیاز قادری نے مجھ فقیر کو اپنے ادارے ''فیضان رضا'' کی طبع شدہ کتاب 'عطائین' 'ترجمہ وتشریح بر تفسیر جلالین' پر چند کلمات لکھنے کا حکم دیا، فقیر نے دینی خدمات میں مشغولیت کی بناء پر معذرت کرنی چاہی کہ عرصہ بارہ سال سے جمعیت اشاعت اہل سنت نور مسجد کاغذی بازار کراچی کے تحت ''دارالافتاء''، ''درس وتدریس''، ''ترجمہ وتحقیق'' میں ایسا مشغول ہے کہ کسی سمت دیکھنے کی فرصت نہیں ملتی، بہر حال جب اصرار بڑھا تو قلم اٹھاتے ہی بنی۔ مصروفیات کے باعث جلالین جلد اول ودوم کا بالاستیعات تو مطالعہ نہیں کر پایا لیکن جن مقامات کا مطالعہ کیا خوب ہی پایا اور دل سے دعا نکلی کہ ایک نوجوان عالم دین نے اپنے چند رفقاء کو اپنے ساتھ ملا کر مختصر وقت میں عظیم الشان تفسیر کا ترجمہ وتشریح کا کارنامہ انجام دیا، قلبی سکون ملا کہ درس نظامی میں شامل نصاب کتب کا ترجمہ وتشریح کرنے کے لیے ہمارے ہی شہر کراچی میں ایک ادارہ بنام ''فیضان رضا'' کے نام سے کوشش میں مصروف ہے۔ تفسیر جلالین کو اس کے اختصار وجامعیت کے پیش نظر ہر دور کے علماء نے ہاتھوں ہاتھ لیا ہے۔ مختلف مکاتب فکر نے اس کی افادیت کے باعث اسے درس نظامی کا حصہ بنایا۔ تفسیر جلالین پر مختلف ادوار میں عربی زبان میں معتدبہ کام ہوا لیکن تغیر زمان سے طلباء کا مذاق علمی متاثر ہوا، طلباء عربی کتابوں سے استفادہ کرنے کے بجائے اردو شروحات کا رخ کرنے لگے تو اس بات کی اشد ضرورت تھی کہ طلباء کی صحیح رہنمائی کے لئے عربی کتب کو اردو زبان میں علمی دیانت کے ساتھ طلباء تک پہنچایا جائے۔ اور زیر نظر شرح میں اس امر کو ملحوظ رکھا گیا ہے، بعد مطالعہ اس شرح کی افادیت یہ ظاہر ہوئی کہ صرفی نحوی ترکیب کے اہتمام سے علماء اور طلباء کی ضیافت علمی کی گئی ہے تو وہیں ذخیرہ احادیث سے مستند احادیث اور آثار کو بھی ذمہ داری سے نقل کیا گیا، ائمہ، خطباء بھی اس سے استفادہ کر سکتے ہیں نیز مذہب احناف کے بیان کے لئے مستند کتب کے حوالے سے مزین مواد موجود ہے۔ بہر حال عصمت تو کتاب اللہ کے لیے ہے جب علمی فکری دیانت کے حامل افراد کسی کتاب کے تحت کام کرتے ہیں تو حتی الامکان کوشش یہی ہوتی ہے کہ اغلاط کم سے کم ہوں تاہم الانسان مرکب الخطاء والنسیان کے تحت غلطیاں سرزد ہونا لائق مذمت نہیں بلکہ مذموم تو یہ امر ہے کہ غلطی کی نشاندہی کے باوجود بندہ اس غلطی پر ڈٹا رہے اور قبلہ موصوف کو میں نے ایسا نہیں پایا تاہم محض تنقید نہیں بلکہ نشاندہی کا طریقہ بھی ہونا چاہیے لہذا اگر کوئی صاحب کسی طرح کی کمی کوتاہی پر مطلع ہو تو براہ راست ادارہ کے سربراہ سے بذریعہ خط رابطہ فرمائیے وہ ضرور اس غلطی کو سدھارنے کی کوشش کریں گے۔ جس خوبی سے دوسری جلد پیش کی ہے اللہ نے چاہا کہ تیسری جلد بھی ایسی ہی بلکہ اللہ کی مدد مزید شامل حال رہی تو بہتر ہوگی، میں مولانا مفتی محمد امتیاز قادری صاحب اور ان کے ادارے کے تمام اراکین کو خراج تحسین پیش کرتا ہوں اور ان کے علم وعمل میں برکت کی دعا کرتا ہوں۔

راقم:

عطاء اللہ نعیمی غفرلہ

خادم الحدیث والافتاء

۱۵ شعبان المعظم ۱۴۳۳ھ

فہرست

فہرست

فہرست

فہرست

فہرست

فہرست

فہرست

فہرست

فہرست

فہرست

فہرست

فہرست

فہرست

رکوع نمبر: ۱

ثُمَّ تَوَاضَعَ لِلّٰهِ فَقَالَ ﴿وَمَآ اُبَرِّئُ نَفْسِیْ ج﴾ مِنَ الزَّلَلِ ﴿اِنَّ النَّفْسَ﴾ الْجِنْسَ ﴿لَاَمَّارَةٌ ﴾ كَثِيْرَةُ الْاَمْرِ ﴿بِالسُّوْٓءِ اِلَّا مَا﴾ بِمَعْنٰی ﴿رَحِمَ رَبِّیْ ط﴾ فَعَصَمَهٗ ﴿اِنَّ رَبِّیْ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۵۳﴾ وَقَالَ الْمَلِكُ ائْتُوْنِیْ بِهٖٓ اَسْتَخْلِصْهُ لِنَفْسِیْ ج﴾ اَجْعَلْهُ خَالِصًا لِیْ دُوْنَ شَرِيْكٍ فَجَآءَهُ الرَّسُوْلُ وَقَالَ اَجِبِ الْمَلِكَ فَقَامَ وَوَدَّعَ اَهْلَ السِّجْنِ وَدَعَا لَهُمْ ثُمَّ اغْتَسَلَ وَلَبِسَ ثِيَابًا حِسَانًا وَدَخَلَ عَلَيْهِ ﴿فَلَمَّا كَلَّمَهٗ قَالَ﴾ لَهٗ ﴿اِنَّكَ الْيَوْمَ لَدَيْنَا مَكِيْنٌ اَمِيْنٌ ﴿۵۴﴾﴾ ذُوْ مَكَانَةٍ وَّاَمَانَةٍ عَلٰی اَمْرِنَا فَمَا ذَا تَرٰی اَنْ نَّفْعَلَ قَالَ اِجْمَعِ الطَّعَامَ وَازْرَعْ زَرْعًا كَثِيْرًا فِیْ هٰذِهِ السِّنِيْنَ الْمُخْصِبَةِ وَادَّخِرِ الطَّعَامَ فِیْ سُنْبُلِهٖ فَيَاْتِیْ اِلَيْكَ الْخَلْقُ لِيَمْتَارُوْا مِنْكَ فَقَالَ مَنْ لِّیْ بِهٰذَا ﴿قَالَ﴾ يُوْسُفُ ﴿اجْعَلْنِیْ عَلٰی خَزَآئِنِ الْاَرْضِ ج﴾ اَرْضِ مِصْرَ ﴿اِنِّیْ حَفِيْظٌ عَلِيْمٌ ﴿۵۵﴾﴾ ذُوْ حِفْظٍ وَّعِلْمٍ بِاَمْرِهَا وَقِيْلَ كَاتِبٌ وَّحَاسِبٌ ﴿وَكَذٰلِكَ﴾ كَاِنْعَامِنَا عَلَيْهِ بِالْخَلَاصِ مِنَ السِّجْنِ ﴿مَكَّنَّا لِيُوْسُفَ فِی الْاَرْضِ ج﴾ اَرْضِ مِصْرَ ﴿يَتَبَوَّاُ﴾ يَنْزِلُ ﴿مِنْهَا حَيْثُ يَشَآءُ ط﴾ بَعْدَ الضِّيْقِ وَالْحَبْسِ وَفِی الْقِصَّةِ اَنَّ الْمَلِكَ تَوَّجَهٗ وَخَتَّمَهٗ وَوَلَّاهُ مَكَانَ الْعَزِيْزِ وَعَزَلَهٗ وَمَاتَ بَعْدُ فَزَوَّجَهٗ اِمْرَاَتَهٗ زُلَيْخَا فَوَجَدَهَا عَذْرَآءَ وَوَلَدَتْ وَاَقَامَ الْعَدْلَ بِمِصْرَ وَدَانَتْ لَهُ الرِّقَابُ ﴿نُصِيْبُ بِرَحْمَتِنَا مَنْ نَّشَآءُ وَلَا نُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۵۶﴾ وَلَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ خَيْرٌ﴾ مِنْ اَجْرِ الدُّنْيَا ﴿لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ﴿۵۷﴾﴾ وَدَخَلَتْ سِنُو الْقَحْطِ وَاَصَابَ اَرْضَ كِنْعَانَ وَالشَّامَ.

﴿ترجمہ﴾

(پھر حضرت یوسف علیہ السلام نے اللہ عزوجل کی بارگاہ میں تواضع کرتے ہوئے فرمایا) اور میں اپنے نفس کو بے قصور نہیں بتاتا (از خود لغزش سے) بیشک نفس (یعنی جنس نفس) بُرائی کا بڑا حکم دیتا ہے (امارۃ......۱...... کا معنی کثرت سے حکم دینے والا ہے) مگر جس پر (ما بمعنی من ہے) میرا رب رحم کرے (تو اسے عصمت عطا فرمادے) بے شک میرا رب بخشنے والا مہربان ہے۔ اور بادشاہ بولا انہیں میرے پاس لے آؤ کہ میں انہیں خالص اپنے لیے چن لوں گا (یعنی بغیر کسی شریک کے خالص اپنے لیے بنالونگا، پس انکے پاس قاصد آیا اور کہا کہ بادشاہ کے حکم کی تعمیل فرمایئے، آپ علیہ السلام کھڑے ہوئے اور قیدیوں کو الوداع کہا اور ان کے حق میں دعا فرمائی، پھر غسل فرما کر خوبصورت لباس زیب تن فرمایا اور بادشاہِ مصر کے پاس تشریف لے گئے......۲......) پھر جب اس سے بات کی کہا (ان سے یعنی یوسف علیہ السلام سے) بے شک آج آپ ہمارے ہاں معزز اور معتمد ہیں (صاحب مرتبہ اور ہمارے کام کے معتمد ہیں، آپ ہمیں کیا کرنے کا حکم دیتے ہیں؟ آپ نے ارشاد فرمایا: "اس زرخیزی والے سالوں میں غلہ جمع کرو اور ان دو سالوں میں باکثرت غلہ کاشت کرو......۳......) اور غلہ کو اس کی بالیوں میں ذخیرہ کر رکھو، پھر لوگ تمہارے پاس غلہ خریدنے آئیں گے"۔ بادشاہ نے دریافت کیا: میرے پاس ایسا کون ہے؟) فرمایا (یوسف علیہ السلام نے) مجھے زمین کے (یعنی سرزمین مصر کے) خزانوں پر کردیجئے بیشک میں حفاظت کرنے والا علم والا ہوں (یعنی میں حفاظت کرنے والا اور اس معاملے کا علم رکھنے والا ہوں، ایک قول یہ بھی کیا گیا کہ میں حساب وکتاب لکھنے والا ہوں) اور یونہی (ہم نے انہیں قید خانے سے نجات دے کر ان پر انعام فرمایا) ہم نے یوسف کو زمین پر (یعنی زمین مصر پر) قدرت بخشی، رہیں اس میں (یتبوا

بمعنی ینـــزل ہے) جہاں جی چاہے (یعنی تنگی اور قید میں رہنے کے بعد، حضرت یوسف کے واقعہ میں یہ بات پائی جاتی ہے کہ بادشاہ حضرت یوسف کی جانب متوجہ ہوا اور آپ کو عزت کا مکان عطا فرمایا، عزیز مصر کو معزول کیا اور عزیز مصر کے انتقال کے بعد اس کی زوجہ بی بی زلیخا کا نکاح حضرت یوسف سے کر دیا......ہ۔۔۔۔۔۔حضرت یوسف نے بی بی کو کنواری پایا، بی بی زلیخا کے بطن سے آپ کے دولڑکے ہوئے حضرت یوسف نے مصر میں عدل وانصاف قائم کر دیا، اور لوگ آپ کے آگے پیچھے بچھ سے گئے) ہم اپنی رحمت جسے چاہیں پہنچائیں اور ہم نیکوں کا اجر ضائع نہیں کرتے اور آخرت کا ثواب (دنیاوی ثواب کے مقابلے میں) ان کے لیے بہتر جو ایمان لائے اور پرہیزگار ہوئے (اس میں قحط سالی داخل ہے، جو سرزمین کنعان وشام میں رونما ہوئی)۔

﴿ترکیب﴾

﴿وما ابری نفسی ان النفس لامارة بالسوء الا ما رحم ربی﴾:

و: حالیہ، ما: نافیہ، ابری: فعل مضارع بافاعل، نفسی: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ حال ہے ماقبل آیت " انی لم اخنه بالغیب". میں اخنه کے فاعل سے، ان: حرف مشبہ، النفس: اسم، ل: لتاکید، امارة: صفت مشبہ، ھی ضمیر مستثنیٰ منہ، بالسوء: ظرف لغو، الا: للاستثناء، مارحم ربی: مستثنیٰ، اپنے مستثنیٰ منہ سے مل کر فاعل، صفت مشبہ اپنے متعلقات سے ملکر شبہ جملہ ہوکر خبر مل کر جملہ اسمیہ۔

﴿ان ربی غفور رحیم وقال الملک ائتونی به استخلصه لنفسی﴾.

ان ربی...... الخ: جملہ اسمیہ مستانفہ، و: عاطفہ، قال الملک فعل بافاعل ملکر قول، ائتونی به: جملہ فعلیہ، استخلصه لنفسی: جملہ فعلیہ جواب امر، اپنے امر سے ملکر مقولہ۔

﴿فلما کلمه قال انک الیوم لدینا مکین امین﴾.

ف: عاطفہ محذوف جملہ" فجاء الرسول یوسف وقال اجب الملک، فقام مودعا اهل السجن داعیا لهم، لانه کان مشابتهم، وموضع ثقتهم، ثم لبس ثیابه، ودخل علی الملک......الخ" لما: ظرفیہ شرطیہ، کلمه: جملہ فعلیہ شرط، قال: قول، ان: حرف مشبہ، کاف: ضمیر اسم، الیوم: ظرف مستقر اسم سے حال ہے، الدنیا: متعلق بمکین، مکین امین: خبر، ان اپنے اسم وخبر سے ملکر مقولہ، قول مقولہ مل کر جزا، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿قال اجعلنی علی خزائن الارض انی حفیظ علیم﴾.

قال: قول، اجعلنی: فعل بافاعل ومفعول، علی خزائن......الخ: ظرف لغو تمل کر جملہ فعلیہ مقولہ: ان: حرف مشبہ ی: ضمیر اسم، حفیظ علیم: خبر، ملکر جملہ اسمیہ مقولہ ثانی۔

﴿وکذلک مکنا لیوسف فی الارض یتبوا منها حیث یشاء﴾.

و: عاطفہ کذلک: متعلق بمحذوف صفت ہے "یمکین" مصدر محذوف کے لیے، موصوف صفت مل کر مفعول مطلق مقدم مکنا: فعل بافاعل، لام: جار، یوسف: ذوالحال، یتبوا...... الخ: جملہ فعلیہ حال اپنے ذوالحال سے ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، "الامور" مفعول محذوف، فی الارض: ظرف مستقر مفعول سے حال ہے، مکنا: فعل اپنے تمام متعلقات سے مل کر جملہ فعلیہ۔

﴿نصیب برحمتنا من نشاء ولا نضیع اجر المحسنین O ولاجر الاخرة خیر للذین امنوا وکانوا یتقون﴾.

نصیب: فعل بافاعل، برحمتنا: ظرف لغو، من نشآء: مفعول یہ سب مل کر جملہ فعلیہ مستانفہ، و: عاطفہ، لا نضیع: فعل بافاعل، اجر المحسنین: مفعول، یہ سب مل کر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، لام لتاکید، اجر الاخرة: مبتدا، خیر: اسم تفضیل ھو۔

بمعنی ینزل ہے) جہاں جی چاہے (یعنی تنگی اور قید میں رہنے کے بعد، حضرت یوسف کے واقعہ میں یہ بات پائی جاتی ہے کہ بادشاہ حضرت یوسف کی جانب متوجہ ہوا اور آپ کو عزت کا مکان عطا فرمایا، عزیز مصر کو معزول کیا اور عزیز مصر کے انتقال کے بعد اس کی زوجہ بی بی زلیخا کا نکاح حضرت یوسف سے کر دیا......۔ حضرت یوسف نے بی بی کو کنواری پایا، بی بی زلیخا کے بطن سے آپ کے دولڑکے ہوئے حضرت یوسف نے مصر میں عدل وانصاف قائم کر دیا، اور لوگ آپ کے آگے پیچھے بچھ سے گئے) ہم اپنی رحمت جسے چاہیں پہنچائیں اور ہم نیکوں کا اجر ضائع نہیں کرتے اور آخرت کا ثواب (دنیاوی ثواب کے مقابلے میں) ان کے لیے بہتر جو ایمان لائے اور پرہیزگار ہوئے (اس میں قحط سالی داخل ہے جو سرزمین کنعان وشام میں رونما ہوئی)۔

﴿ترکیب﴾

﴿وما ابری نفسی ان النفس لامارة بالسوء الا ما رحم ربی﴾:

و: حالیہ، ما: نافیہ، ابری: فعل مضارع بافاعل، نفسی: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ حال ہے ماقبل آیت " انی لم اخنه بالغیب". میں اخنه کے فاعل سے، ان: حرف مشبہ، النفس: اسم، ل: لتاکید، امارة: صفت مشبہ، ھی ضمیر مستثنی منہ، بالسوء: ظرف لغو، الا: لاستثناء، ما رحم ربی: مستثنی، اپنے مستثنی منہ سے مل کر فاعل، صفت مشبہ اپنے متعلقات سے ملکر شبہ جملہ ہو کر خبر مل کر جملہ اسمیہ۔

﴿ان ربی غفور رحیم وقال الملک ائتونی به استخلصه لنفسی﴾.

ان ربی...... الخ: جملہ اسمیہ مستانفہ، و: عاطفہ، قال الملک فعل بافاعل ملکر قول، ائتونی به: جملہ فعلیہ، استخلصه لنفسی: جملہ فعلیہ جواب امر، اپنے امر سے ملکر مقولہ۔

﴿فلما کلمه قال انک الیوم لدینا مکین امین﴾.

ف: عاطفہ محذوف جملہ" فجاء الرسول یوسف وقال اجب الملک، فقام مودعا اهل السجن داعیا لهم، لانه کان مشابتهم، وموضع ثقتهم، ثم لبس ثیابه، ودخل علی الملک......الخ" لما: ظرفیہ شرطیہ، کلمه: جملہ فعلیہ شرط، قال: قول، ان: حرف مشبہ، کاف: ضمیر اسم، الیوم: ظرف مستقر اسم سے حال ہے، الدنیا: متعلق بمکین، مکین، امین: خبر، ان اپنے اسم وخبر سے ملکر مقولہ، قول مقولہ مل کر جزا، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿قال اجعلنی علی خزائن الارض انی حفیظ علیم﴾.

قال: قول، اجعلنی: فعل بافاعل ومفعول، علی خزائن......الخ: ظرف لغو ہ مل کر جملہ فعلیہ مقولہ: ان: حرف مشبہ ی: ضمیر اسم، حفیظ علیم: خبر، ملکر جملہ اسمیہ مقولہ ثانی۔

﴿وکذلک مکنا لیوسف فی الارض یتبوا منها حیث یشاء﴾.

و: عاطفہ کذلک: متعلق بمحذوف صفت ہے "یمکین" مصدر محذوف کے لیے، موصوف صفت مل کر مفعول مطلق مقدم مکنا: فعل بافاعل، لام: جار، یوسف: ذوالحال، یتبوا...... الخ: جملہ فعلیہ حال اپنے ذوالحال سے ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، "الامور" مفعول محذوف، فی الارض: ظرف مستقر مفعول سے حال ہے، مکنا: فعل اپنے تمام متعلقات سے مل کر جملہ فعلیہ۔

﴿نصیب برحمتنا من نشاء ولا نضیع اجر المحسنین ○ ولاجر الاخرة خیر للذین امنوا وکانوا یتقون﴾.

نصیب: فعل بافاعل، برحمتنا: ظرف لغو، من نشاء: مفعول یہ سب مل کر جملہ فعلیہ مستانفہ، و: عاطفہ، لا نضیع: فعل بافاعل، اجر المحسنین: مفعول، یہ سب مل کر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، لام لتاکید، اجر الاخرة: مبتدا، خیر: اسم تفضیل ھو.

ضمیر فاعل، للذی امنوا...... الخ: ظرف لغو مل کر مشبہ جملہ ہو کر خبر مل کر جملہ اسمیہ۔

﴿تشریح وتوضیح واغراض﴾

نفس امارۃ:

لے...... جان لینا چاہیے کہ نفس کی تین اقسام ہیں جن میں سے ایک نفس امارۃ، دوسری نفس لوامۃ اور تیسری نفس مطمئنۃ ہے۔ نفس کی اقسام اور بالخصوص نفس امارہ کے بارے میں جاننے سے پہلے یہ جان لیں کہ نفس کہتے کسے ہیں؟ علامہ شیخ جرجانی فرماتے ہیں: وہ جوہر لطیف جو زندہ رہنے کی قوت حس اور حرکت ارادیہ کو (اپنے اندر لیے ہوئے) ہوتا ہے اور حکماء اسے ''روح حیوانیہ'' کا نام دیتے ہیں۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ نفس سے مراد وہ جوہر ہے جو بدن انسانی کے لیے تازگی کا سامان پیدا کرتا ہے اور جب انسان کی موت واقع ہو جاتی ہے تو اس کی نورانیت جسم کے ظاہر و باطن سے منقطع ہو جاتی ہے۔ نیند کے اوقات میں نفس کی نورانیت ظاہری جسم سے منقطع ہو جاتی ہے جب کہ باطنی جسم میں نورانیت برقرار رہتی ہے، پس ثابت ہوا کہ نیند اور موت ایک ہی قسم سے تعلق رکھتے ہیں، ہاں اتنا ضرور ہے کہ موت انقطاع کلی اور نیند انقطاع ناقص ہیں۔ پس نفس کا تعلق بدن انسانی سے تین طرح سے ہو سکتا ہے۔ (۱) پس جب نفس کی رانائی تمام اجزائے بدن کے ظاہری و باطنی اعضاء تک پہنچ جائے تو اسے بیداری کی حالت کا نام دیا جاتا ہے اور (۲) جب نفس کی رانائی بدن باطن کے مقابلے میں بدن ظاہر سے نکل جائے تو اسے نیند کا نام دیا جاتا ہے اور (۳) جب نفس کی رانائی بدن انسان سے مکمل طور پر نکل جائے تو اسے موت کا نام دیا جاتا ہے۔

اب نفس اقسام کی بحث کی جاتی ہے: (۱) نفس امارۃ: ایسا نفس جو انسانی طبیعت کو لذات و شہوات حسیہ، اور دل کو شرور و (فتنہ) کی تنزلی اور اخلاق مذمومہ کی جانب مائل کرے۔ (۲) نفس لوامہ: وہ نفس جو انسانی دل کو غفلت ہو جانے پر تنبیہ کرتا رہے، جب کبھی انسان بشری تقاضے کی وجہ سے بُرا کام کر بیٹھے، نفس لوامہ اسے اُس بُرائی پر عار دلائے اور توبہ کی جانب مائل کرے۔ (۳) نفس مطمئنہ: وہ نفس جس کی رانائی انسانی دل کو منور کر دے حتیٰ کہ انسانی دل مذموم صفات اور اخلاق حمیدہ کا لباس پہن لے۔

مزید کچھ اقسام یہ بھی ہیں: (۱) نفس حیوانی: جسم طبعیہ کا وہ کمال جو اسے جزئیات کے ادراک اور حرکت بالارادہ کے کمال تک پہنچا دے۔ (۲) نفس انسانی: جسم طبعیہ کا وہ کمال جو اسے تمام کلیات کے ادراک اور افعال فکری کے ساتھ (کمال) تک پہنچا دے۔

(التعریفات، ج۲۳۹ وغیرہ)۔

علامہ شہاب الدین خفاجی شفاء کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ حضرات انبیائے کرام (اعلان نبوت) سے پہلے بھی اللہ تعالیٰ کی ذات، اس کی صفات کے حوالے سے اپنے دلوں میں شک وغیرہ نہیں رکھتے اس لیے کہ ان حضرات کی جبلت ہی میں توحید وایمان پایا جاتا ہے۔ (نسیم الریاض فی شرح شفاء القاضی عیاض، فصل فی عصمۃ الانبیاء قبل النبوۃ، ج۵، ص ۱۹۳)۔

امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں حضرات انبیائے کرام صغائر اور کبائر سب گناہوں سے پاک ہوتے ہیں اور کفر جو کہ اکبر الکبائر ہے اس سے بدرجہا پاک ہوتے ہیں۔ (فقہ الاکبر، باب منزھون عن الصغائر، ص ۱۰۰)۔ جب حضرات انبیائے کرام اعلان نبوت سے قبل اور بعد گناہوں سے پاک وصاف ہوتے ہیں تو پھر حضرت یوسف نے اپنی جانب نفس امارہ کی نسبت کیوں کی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ (انسانی) طبیعت شہوات کی جانب مائل ہوتی ہے اور اسی کا ارادہ کرتی ہے اور (انسانی) قوی وجوارح (اعضاء) ہر وقت اسی کے زیر اثر رہتے ہیں لیکن جس کے لیے اللہ چاہے انہیں نفس کے شرو فتنہ سے بچا لیتا ہے، لہٰذا آپ نے اپنی عصمت کی نسبت اللہ کی جانب فرمائی اور یہ استثناء منقطع ہے۔ (انوار التنزیل واسرار التأویل المسمی تفسیر البیضاوی، ج۲، ص ۱۷۸)۔

بارگاہوں کا ادب ملحوظ خاطر رکھنا:

۲.....حضرت یوسف کے پاس قاصد آیا اور کہا کہ بادشاہ کے حکم کی تعمیل فرمایئے، آپ علیہ السلام کھڑے ہوئے اور قیدیوں کو الوداع کہا اور ان کے حق میں دعا فرمائی، پھر غسل فرما کر خوبصورت لباس زیب تن فرمایا اور بادشاہِ مصر کے پاس تشریف لے گئے۔ حضرت یوسف کے اس اقدام سے ہم نے جانا کہ بارگاہ جتنی بڑی ہو ادب بھی اتنا زیادہ کیا جاتا ہے۔ قرآن مجید میں حضرت موسیٰ سے اللہ نے خطاب فرمایا﴿فاخلع نعلیک انک بالواد المقدس طوی تو تو اپنے جوتے اتار ڈال، بیشک تو پاک جنگل طوی میں ہے (طٰہٰ:۱۲)﴾ مفسرین کرام ارشاد فرماتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جوتے اتارنے کا حکم اس لیے دیا گیا کہ اس میں تواضع اور بقعہ معظمہ کا احترام اور وادی مقدس کی خاک سے حصولِ برکت کا موقع ہے۔ ہم نے یہ بھی جان لیا کہ کسی ملک کا بادشاہ دنیا کی عزت و دولت اور آسانی فراہم کرسکتا ہے اور اس کی توقیر جائز کہ حضرت یوسف کا عمل اس پر دلیل ہے، مفسرین کی ایک جماعت نے یہ بھی کہا کہ شاہانہ لباس بادشاہ نے آپ کے لیے بھیجے تھے اس لیے آپ نے زیب تن فرمائے خیر مسئلہ پھر بھی ثابت کہ کہیں کسی سے ملاقات کے لیے جانے کے لیے اہتمام کرنے میں حرج نہیں ہوا کرتا۔ مقدس وادی کا ادب کرنا بھی قرآن سے ثابت ہے تاکہ انسان برکات و تجلیات سے محروم نہ رہے۔ نماز اور دیگر عبادات کے لیے پاکی اور صفائی ستھرائی کو شرط قرار دیا گیا کہ انسان اللہ کی بارگاہ کی عظمت کو جانتے ہوئے اس بات کا اہتمام کرے کہ پاک وصاف ہو کر بارگاہ عزوجل میں حاضر ہو۔ کتنے بدنصیب ہیں وہ لوگ جو نبی کی تعظیم کے لیے جائز طریقے اپنانے والے لوگوں پر خواہ مخواہ شرک بدعت حرام ناجائز اور نہ جانے کیا کیا فتویٰ لگاتے رہتے ہیں۔

عہدہ طلب کرنا جائز ہے!

۳.....حضرات انبیائے کرام کو اللہ نے کمال درجہ کا علم عطا فرمایا ہے یہاں حضرت یوسف کی علم و فراست کا بیان ہے لہٰذا آپ نے ارشاد فرمایا: غلے جمع کیے جائیں اور ان فراخی کے سالوں میں کثرت سے کاشت کی جائے اور غلے مع بالوں کے محفوظ کر لیے جائیں اور رعایا کی پیداوار میں سے خمس لیا جائے اس سے جو جمع ہوگا وہ مصر و حوالی مصر کے باشندوں کے لیے کافی ہوگا اور پھر خلق خدا ہر طرف سے تیرے پاس آئے گی اور تیرے ہاں اتنے خزانے و اموال جمع ہو جائیں گے جو تجھ سے پہلوں کے لیے جمع نہ ہوئے، بادشاہ نے کہا ایسا کون کرے گا؟ حضرت یوسف نے فرمایا: تمام خزانے میرے سپرد کر دیجئے، بادشاہ نے کہا کہ آپ سے زائد اس کا مستحق کون ہوسکتا ہے؟ یہاں سے چند مسائل معلوم ہوئے، مسئلہ نمبر۱: ظالم بادشاہ کی طرف سے عہدے قبول کرنا بہ نیت اقامت عدل جائز ہے۔ مسئلہ نمبر۲: اگر احکام دین کے اجراء کافر یا فاسق بادشاہ کی تمکین کے بغیر نہ ہوسکے تو اس میں اس سے مدد لینا جائز ہے۔ مسئلہ نمبر۳: اپنی خوبیوں کا بیان تفاخر و تکبر کے لیے ناجائز ہے مگر دوسروں کو نفع پہنچانے کے لیے یا خلق خدا کے حقوق کی حفاظت کے لیے اگر اظہار کی ضرورت پیش آئے تو ممنوع نہیں اس لیے حضرت یوسف نے بادشاہ سے فرمایا کہ میں حفاظت و علم والا ہوں۔ (کنزالایمان مع خزائن العرفان، حاشیہ نمبر ۱۴۰)۔

بی بی زلیخا کی شادی حضرت یوسف علیہ السلام سے:

۴.....علامہ قرطبی فرماتے ہیں: زلیخا بوڑھی ہو چکی تھی اور حضرت یوسف کے فراق میں رو رو کر نابینا ہو چکی تھی اور اپنے شوہر کے مرنے کے بعد بھیک مانگتی پھرتی تھی، حضرت یوسف نے اس سے نکاح کر لیا، حضرت یوسف نے نماز پڑھی اور اللہ سے دعا کی کہ اللہ اس کا شباب، اس کا حسن اور بینائی لوٹا دے، اللہ نے اس کا شباب، حسن اور بینائی لوٹا دی بلکہ پہلے سے زیادہ حسین ہو گئی اور اس دعا کا قبول ہونا حضرت یوسف کے اکرام کی وجہ سے تھا کیونکہ وہ اللہ کی حرام کی ہوئی چیزوں سے دور رہے تھے، پھر حضرت یوسف نے ان کو اس حال میں پایا کہ وہ کنواری تھی۔ (الجامع الاحکام القرآن، جزء ۹، ۱۰، ص ۱۸۵ وغیرہ، روح البیان، ج ٤، ص ۳٦۰ وغیرہ)۔

علامہ ابوالحسن علی بن محمد ماوردی نے امام ابن جریر کے حوالے سے لکھا ہے کہ زلیخا سے حضرت یوسف کا نکاح ہو گیا تھا، پھر لکھا کہ جن مورخین نے یہ گمان کیا ہے کہ وہ عورت زلیخا تھی انہوں نے لکھا ہے کہ حضرت یوسف نے اس سے نکاح نہیں کیا تھا اور جب زلیخا نے حضرت یوسف کو اقتدار کے زمانہ میں دیکھا تو اس نے کہا: اللہ کے لیے حمد ہے جس نے بادشاہوں کو معصیت کی وجہ سے غلام بنا دیا اور غلاموں کو اطاعت کی وجہ سے بادشاہ بنا دیا، تو حضرت یوسف نے اس کو اپنے گھر میں رکھ لیا اور اس کی کفالت کی حتی کہ وہ مرگئی اور اس سے نکاح نہیں کیا۔ (النکت والعیون، ج۳، ص ۵۲)۔

اغراض: کثیر الامر: جس کا نفس ہو، جاننا چاہیے کہ نفس ایک ہوتا ہے لیکن اس کی صفات بہت سی ہوتی ہیں۔ پس قسم اول نفس امارہ جو کہ بُرائی کا حکم کرتا ہے خواہشات کی دعوت دیتا ہے اور اُنہی کی جانب مائل کرتا ہے اور یہ نفس کافروں اور اُن لوگوں کا ہوتا ہے جو نافرمانیوں پر مصر رہتے ہیں پھر جب اللہ ہدایت دینا چاہے تو اُس کے لئے اسباب مہیا کر دیتا ہے جو اُسے نیکی کا حکم اور بُرائی سے منع کرتا ہے اور اب انسان دوسری قسم نفسِ لوامہ کا حامل ہو گیا ہے جو بندے کو بُرائی پر ملامت کرتا ہے، اور یہ صورت بندے میں مجاھدات، توبہ اور خالق و مالک کی جانب رجوع کرنے سے پیدا ہوتی ہے۔ پھر جب انسان توبہ اور رجوع للہ کی جانب کثرت اختیار کرتا ہے تو اُسے نفس مطمئنہ حاصل ہو جاتا ہے اور یہ نفس کی تیسری قسم ہے جو کہ قدر و قضا پر راضی رہتا ہے اور اِسی راضی بارضا رہنے کی وجہ سے اللہ کی جناب سے انعام و اکرام کا حقدار ہوتا ہے۔ اِنہی کے بارے میں فرمان مقدس نشان ہے ﴿یایتھا النفس المطمئنۃ ارجعی الی ربک راضیۃ مرضیۃ فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی (الفجر:۲۷ تا ۳۰)﴾ اور یہ مقام واصلین ہے اور اس کا دوسرا نام مقام سائرین ہے۔ ثم اغتسل: پس جب قید خانے سے باہر ہوئے تو دروازے پر یہ جملے لکھے "ھذا بیت البلوغ وقبر الاحیاء وشماتۃ الاعداء وتجربۃ الاصدقاء یعنی یہ بالغوں کا گھر، زندوں کی قبر، دشمنوں کی بدزبانی کا نتیجہ، سچوں کی امتحان گاہ ہے"۔

ولبس ثیابا حسانا: یعنی ایسے کپڑے پہنے جو سرداروں کی بارگاہ میں جاتے وقت پہنے جاتے ہیں، طہارت اور حُسن ظاہری اختیار کرنے کا اہتمام فرمایا، اور کپڑے ایک قول کے مطابق آپ علیہ السلام کے پاس موجود تھے اور دوسرے قول کے مطابق بادشاہ نے بھیجے تھے۔

ودخل علیہ: جب حضرت یوسف علیہ السلام دربار میں داخل ہوئے تو عربی زبان میں سلام پیش کیا، بادشاہ وقت نے عرض کی: یہ کون سی زبان ہے؟ فرمایا: یہ میرے چچا اسماعیل کی زبان ہے، پھر اُن کے لیے عبرانی زبان میں دعا فرمائی تو بادشاہ نے اُن سے کہا کہ یہ زبان کون سی ہے؟ فرمایا: میرے آباؤ اجداد کی زبان ہے۔ بادشاہ نے حضرت یوسف علیہ السلام سے ستر زبانوں میں گفت شُنید کی لیکن عبرانی و عربی نہ جان سکتا تھا، بادشاہ حضرت یوسف علیہ السلام سے جس زبان میں کلام کرتا تھا حضرت یوسف علیہ السلام اُسے اُسی زبان میں جواب ارشاد فرماتے جس کی وجہ سے بادشاہ بڑا متعجب ہوا کہ اتنی چھوٹی عمر میں اتنی مہارت، جب کہ حضرت یوسف علیہ السلام کی عمر مبارک اُس وقت فقط تیس سال تھی جس میں سے تیرہ سال بی بی زلیخا کے گھر اور قید میں قیام کرتے ہوئے گزرے ہیں اور سترہ سال اُس سے پہلے زندگی کے جس میں والد صاحب کی شفقت اور بھائیوں کی بے رُخی کے ایام شامل ہیں۔ اس میں وہ ایام بھی شامل ہیں جو آپ علیہ السلام قید میں قیدیوں کو اللہ عزوجل کی عبادت کی دعوت دیتے تھے۔ نبوت ملنے سے پہلے اپنے آباؤ اجداد کے دین کی دعوت دیتے تھے۔

فما ذا تری ان نفعل: بادشاہ نے کہا کہ خواب کی تعبیر اپنی زبان سے سُنا دیجئے، حضرت یوسف علیہ السلام نے اُس خواب کی پوری تفصیل بھی سُنا دی جس جس شان سے کہ اُس نے دیکھا تھا باوجود اِس کے کہ آپ علیہ السلام سے یہ خواب پہلی مرتبہ مجملاً بیان کیا گیا تھا۔ اِس پر بادشاہ کو بہت تعجب ہوا کہنے لگا کہ آپ علیہ السلام نے میرا خواب ہو بہو بیان کر دیا اور کہا کہ خواب تو عجیب تھا ہی مگر آپ علیہ السلام کا اس طرح بیان فرمانا اس سے زیادہ عجیب ہے، اب تعبیر بھی ارشاد فرما دیجئے، حضرت یوسف علیہ السلام نے تعبیر بیان کرنا شروع فرمائی کہ فراخی کے

سات سالوں میں کثرت سے کاشت کیا جائے اور غلہ مع بالوں کے محفوظ کیا جائے اور رعایا کی پیداوار سے خُمس لیا جائے، اس سے جو حاصل ہوگا وہ مصر اور حوالی مصر کے باشندوں کے لئے کافی ہوگا اور پھر خلق خدا ہر ہر جانب سے تیرے پاس غلہ خریدنے آئے گی اور تیرے پاس اتنے خزائن اور غلے جمع ہو جائیں گے جو تجھ سے پہلے کسی کے پاس جمع نہ ہوئے تھے۔

بعد الضيق والحبس: یعنی کنویں اور قید کی زندگی میں صبر سے کام لینے کے بعد انعام واکرام ہوا۔

وفي القصة ان الملك: حضرت ابن عباس وغیرہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت یوسف کے طلبِ منصب والا دن اختتام پذیر ہوا تو بادشاہ نے حضرت یوسف کو بلایا اور اُن کے گلے میں تلوار کا پرتلہ ڈالا اور مہر عطا فرمائی، اور ان کے لئے تخت جو کہ سونے، قیمتی موتی اور یاقوت کا بنا ہوا تھا رکھوایا گیا جس کا طول تیس ذراع اور عرض دس ذراع تھا اور تیس گھوڑے، ساٹھ درباری رکھے گئے اور ان کے لئے استبرق کا حُلہ پیش کیا گیا، یہاں تک کہ تخت پر جلوہ فرما ہوئے اور حضرت یوسف کے قریب ہی بادشاہ مصر جلوہ گر تھے جنہوں نے اپنی بڑی بادشاہی حضرت یوسف کے ذمہ سونپ دی اور عزیز مصر قطفیر کو معذول کر دیا اور حضرت یوسف کو اُس کے منصب پر فائز کر دیا۔

ومات بعده: معزول ہونے کے بعد عزیز مصر انتقال کر گیا۔ فزوجه امرأته: مال ختم ہوا، آنکھیں اندھی ہو گئیں، ماقبل حاشیہ نمبر ۵ میں ملاحظہ فرمالیں۔ (الصاوی، ج۳، ص ۱۸۰ وغیرہ)

رکوع نمبر: ۲

﴿وَجَآءَ اِخْوَةُ يُوْسُفَ﴾ اِلَّا بِنْيَامِيْنُ لِيَمْتَارُوْا لِمَا بَلَغَهُمْ اَنَّ عَزِيْزَ مِصْرَ يُعْطِيْ الطَّعَامَ بِثَمَنِهِ ﴿فَدَخَلُوْا عَلَيْهِ فَعَرَفَهُمْ﴾ اَنَّهُمْ اِخْوَتُهُ ﴿وَهُمْ لَهُ مُنْكِرُوْنَ (۵۸)﴾ لَا يَعْرِفُوْنَهُ لِبُعْدِ عَهْدِهِمْ بِهِ وَظَنِّهِمْ هِلَاكَهُ فَكَلَّمُوْهُ بِالْعِبْرَانِيَّةِ فَقَالَ كَالْمُنْكِرِ عَلَيْهِمْ مَا اَقْدَمَكُمْ بِلَادِيْ فَقَالُوْا لِلْمِيْرَةِ فَقَالَ لَعَلَّكُمْ عُيُوْنٌ قَالُوْا مَعَاذَ اللّٰهِ فَمِنْ اَيْنَ اَنْتُمْ قَالُوْا مِنْ بِلَادِ كِنْعَانَ وَاَبُوْنَا يَعْقُوْبُ نَبِيُّ اللّٰهِ وَلَهُ اَوْلَادٌ غَيْرُكُمْ قَالُوْا نَعَمْ كُنَّا اِثْنَيْ عَشَرَ فَذَهَبَ اَصْغَرُنَا هَلَكَ فِي الْبَرِيَّةِ وَكَانَ اَحَبَّنَا اِلَيْهِ وَبَقِيَ شَقِيْقُهُ فَاحْتَبَسَهُ لِيَتَسَلّٰى بِهِ عَنْهُ فَاَمَرَ بِاِنْزَالِهِمْ وَاِكْرَامِهِمْ ﴿وَلَمَّا جَهَّزَهُمْ بِجَهَازِهِمْ﴾ وَفّٰى لَهُمْ كَيْلَهُمْ ﴿قَالَ ائْتُوْنِيْ بِاَخٍ لَّكُمْ مِّنْ اَبِيْكُمْ ج﴾ اَيْ بِنْيَامِيْنَ لِاَعْلَمَ صِدْقَكُمْ فِيْمَا قُلْتُمْ ﴿اَلَا تَرَوْنَ اَنِّيْٓ اُوْفِي الْكَيْلَ﴾ اُتِمُّهُ مِنْ غَيْرِ بَخْسٍ ﴿وَاَنَا خَيْرُ الْمُنْزِلِيْنَ (۵۹) فَاِنْ لَّمْ تَاْتُوْنِيْ بِهٖ فَلَا كَيْلَ لَكُمْ عِنْدِيْ﴾ اَيْ مِيْرَةَ ﴿وَلَا تَقْرَبُوْنِ (۶۰)﴾ نَهْيٌ اَوْ عَطْفٌ عَلٰى مَحَلِّ فَلَا كَيْلَ اَيْ تُحْرَمُوْا وَلَا تَقْرَبُوْا ﴿قَالُوْا سَنُرَاوِدُ عَنْهُ اَبَاهُ﴾ سَنَجْتَهِدُ فِيْ طَلَبِهٖ مِنْهُ ﴿وَاِنَّا لَفٰعِلُوْنَ (۶۱)﴾ ذٰلِكَ ﴿وَقَالَ لِفِتْيٰنِهٖ﴾ وَفِيْ قِرَاءَةٍ لِفِتْيَانِهٖ وَغِلْمَانِهٖ ﴿اجْعَلُوْا بِضَاعَتَهُمْ﴾ الَّتِيْ اَتَوْا بِهَا ثَمَنَ الْمِيْرَةِ وَكَانَتْ دَرَاهِمَ ﴿فِيْ رِحَالِهِمْ﴾ اَوْعِيَتِهِمْ ﴿لَعَلَّهُمْ يَعْرِفُوْنَهَآ اِذَا انْقَلَبُوْٓا اِلٰٓى اَهْلِهِمْ﴾ وَفَرَغُوْا اَوْعِيَتَهُمْ ﴿لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ (۶۲)﴾ اِلَيْنَا لِاَنَّهُمْ لَا يَسْتَحِلُّوْنَ اِمْسَاكَهَا ﴿فَلَمَّا رَجَعُوْٓا اِلٰٓى اَبِيْهِمْ قَالُوْا يٰٓاَبَانَا مُنِعَ مِنَّا الْكَيْلُ﴾ اِنْ لَّمْ تُرْسِلْ مَعَنَا اَخَانَا اِلَيْهِ ﴿فَاَرْسِلْ مَعَنَآ اَخَانَا نَكْتَلْ﴾ بِالنُّوْنِ وَالْيَاءِ ﴿وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ (۶۳) قَالَ هَلْ﴾ مَا ﴿اٰمَنُكُمْ عَلَيْهِ اِلَّا كَمَآ اَمِنْتُكُمْ عَلٰٓى اَخِيْهِ﴾ يُوْسُفَ ﴿مِنْ قَبْلُ﴾ وَقَدْ فَعَلْتُمْ بِهٖ مَا فَعَلْتُمْ ﴿فَاللّٰهُ خَيْرٌ حٰفِظًا﴾ وَفِيْ قِرَاءَةٍ حَافِظًا تَمْيِيْزٌ كَقَوْلِهِمْ لِلّٰهِ دَرُّهٗ فَارِسًا ﴿وَّهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ (۶۴)﴾ فَارْجُوْا اَنْ يَمُنَّ

بِحِفْظِهٖ﴿وَلَمَّا فَتَحُوْا مَتَاعَهُمْ وَجَدُوْا بِضَاعَتَهُمْ رُدَّتْ اِلَيْهِمْ ؕ قَالُوْا يٰۤاَبَانَا مَا نَبْغِيْ ؕ﴾مَااِسْتِفْهَامِيَّةٌ اَیْ اَیُّ شَیْءٍ نَطْلُبُ مِنْ اِكْرَامِ الْمَلِكِ اَعْظَمُ مِنْ هٰذَا وَقُرِیءَ بِالْفَوْقَانِيَّةِ خِطَابًا لِيَعْقُوْبَ وَكَانُوْا ذَكَرُوْا لَهٗ اِكْرَامَهٗ لَهُمْ﴿هٰذِهٖ بِضَاعَتُنَا رُدَّتْ اِلَيْنَا ۚ وَنَمِيْرُ اَهْلَنَا﴾نَاْتِیْ بِالْمِيْرَةِ لَهُمْ وَهِیَ الطَّعَامُ﴿ وَنَحْفَظُ اَخَانَا وَنَزْدَادُ كَيْلَ بَعِيْرٍ ؕ ﴾لِاَخِيْنَا﴿ذٰلِكَ كَيْلٌ يَّسِيْرٌ (٦٥)﴾سَهْلٌ عَلَى الْمَلِكِ لِسَخَائِهٖ ﴿قَالَ لَنْ اُرْسِلَهٗ مَعَكُمْ حَتّٰى تُؤْتُوْنِ مَوْثِقًا ﴾عَهْدًا﴿مِّنَ اللّٰهِ ﴾بِاَنْ تَحْلِفُوْا﴿لَتَاْتُنَّنِيْ بِهٖۤ اِلَّاۤ اَنْ يُّحَاطَ بِكُمْ ۚ ﴾اَیْ تَمُوْتُوْا اَوْتُغْلَبُوْا فَلَا تُطِيْقُوْا الْاِتْيَانَ بِهٖ فَاَجَابُوْهُ اِلٰی ذٰلِكَ﴿فَلَمَّاۤ اٰتَوْهُ مَوْثِقَهُمْ ﴾ بِذَالِكَ﴿قَالَ اللّٰهُ عَلٰى مَا نَقُوْلُ﴾نَحْنُ وَاَنْتُمْ﴿ وَكِيْلٌ (٦٦)﴾شَهِيْدٌ وَاَرْسَلَهٗ مَعَهُمْ ﴿وَقَالَ يٰبَنِيَّ لَا تَدْخُلُوْا ﴾مِصْرَ﴿مِنْۢ بَابٍ وَّاحِدٍ وَّادْخُلُوْا مِنْ اَبْوَابٍ مُّتَفَرِّقَةٍ ؕ ﴾لِئَلَّا يُصِيْبَكُمُ الْعَيْنُ ﴿وَمَاۤ اُغْنِیْ﴾اَدْفَعُ﴿ عَنْكُمْ﴾بِقَوْلِیْ ذَالِكَ﴿ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ﴾زَائِدَةٌ﴿ شَیْءٍ ؕ ﴾ قَدَرَهٗ عَلَيْكُمْ وَاِنَّمَا ذٰلِكَ شَفْقَةٌ﴿اِنِ﴾مَا﴿ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ؕ ﴾وَحْدَهٗ﴿عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ ۚ ﴾بِهٖ وَثِقْتُ﴿وَعَلَيْهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ (٦٧)﴾قَالَ تَعَالٰی﴿وَلَمَّا دَخَلُوْا مِنْ حَيْثُ اَمَرَهُمْ اَبُوْهُمْ ؕ ﴾اَیْ مُتَفَرِّقِيْنَ﴿مَا كَانَ يُغْنِیْ عَنْهُمْ مِّنَ اللّٰهِ ﴾اَیْ قَضَائِهٖ﴿مِنْ﴾زَائِدَةٌ﴿ شَیْءٍ اِلَّا ﴾لٰكِنْ﴿حَاجَةً فِیْ نَفْسِ يَعْقُوْبَ قَضٰىهَا ؕ ﴾وَهِیَ اِرَادَةُ دَفْعِ الْعَيْنِ شَفْقَةً﴿وَاِنَّهٗ لَذُوْ عِلْمٍ لِّمَا عَلَّمْنٰهُ﴾لِتَعْلِيْمِنَا اِيَّاهُ﴿ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ﴾وَهُمُ الْكُفَّارُ﴿ لَا يَعْلَمُوْنَ (٦٨)﴾اِلْهَامَ اللّٰهِ لِاَوْلِيَائِهٖ.

﴿ترجمہ﴾

(پھر قحط کے سال آپہنچے، کنعان اور شام تک قحط سالی پہنچ گئی) اور یوسف کے بھائی آئے (ماسوا بنیامین کے، تاکہ گھر والوں کے لیے غلہ مہیا کرسکیں، کیونکہ انہیں خبر ملی تھی کہ عزیز مصر ثمن کے عوض غلہ فراہم کرتا ہے) تو اس کے پاس حاضر ہوئے اور عزیز مصر نے انہیں پہچان لیا (کہ وہ تو ان کے بھائی ہیں) اور وہ اس سے انجان رہے (طویل زمانہ گزر جانے اور ان کے فوت ہوجانے کا گمان کرتے ہوئے وہ انہیں نہ پہچان پائے......۱......، پس حضرت یوسف علیہ السلام نے ان سے عبرانی زبان میں گفتگو کی اور انجان شخص کی مانند گفتگو کرنا شروع کردی اور دریافت کیا کہ تمہیں ہمارے شہروں میں کونسی چیز لے آئی؟ تو انہوں نے جواب دیا غلہ کا حاصل کرنا، حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا: "کہیں تم جاسوس تو نہیں ہو"؟ انہوں نے جواباً ارشاد فرمایا: اللہ کی پناہ، حضرت یوسف علیہ السلام نے دریافت کیا: تم کہاں سے تشریف لائے ہو؟ بولے: کنعان کے شہر سے، ہمارے والد گرامی اللہ عزوجل کے نبی ہیں، حضرت یوسف علیہ السلام نے ان سے دریافت کیا: کیا ان کی تمہارے سوا بھی کوئی اولاد ہے؟ بولے جی ہاں، ہم بارہ بھائی تھے، ہمارا ایک بھائی جو ہم سب میں چھوٹا تھا، صحراء میں ہلاک ہوگیا اور وہ ہمارے والد کو سب سے زیادہ محبوب تھا اور ان کا دوسرا سگا بھائی باقی ہے، لیکن انہیں ان کے والد نے اپنے پاس روک لیا ہے کہ اس کی موجودگی میں انہیں تسلی رہے، پس حضرت یوسف علیہ السلام نے خادمین کو حکم دیا کہ انہیں رہائش و مہمان نوازی دیں) اور جب ان کا سامان مہیا کردیا (انکے لیے ان کا پورا ماپ بھر کر دیدیا) تو کہا اپنا سوتیلا بھائی (یعنی بنیامین) میرے پاس لے آؤ......۲......(تاکہ میں جان سکوں کہ تم نے جو کچھ کہا ہے سچ ہے) کیا نہیں دیکھتے کہ میں پورا ناپتا ہوں (میں بغیر کمی کیے ناپ کو پورا کرتا ہوں) اور میں سب سے بہتر

مہمان نواز ہوں پھر اگر اسے لیکر میرے پاس نہ آؤ تو تمہارے لیے میرے پاس ماپ نہیں ہے (یعنی غلہ نہیں) اور میرے پاس نہ پھٹکنا (لاتقربون یا تو نہی ہے یا اس کا عطف فلا کیل کے محل پر ہے یعنی تم ماپ سے محروم رہو گے اور میرا قرب نہ پاسکو گے) بولے ہم اس کی خواہش اس کے باپ سے کریں گے (یعنی اس کے والد گرامی سے اسے لینے کی کوشش کریں گے......۶۱......) اور ہمیں یہ ضرور کرنا ہے اور یوسف نے اپنے غلاموں سے کہا (لفتینه اور لفتیته دونوں قرأتیں، بمعنی غلام ہیں) ان کی پونجی (جو غلہ کے ثمن کے طور پر انہیں دی ہے) ان کی خورجیوں میں رکھ دو (یعنی ان کے برتنوں میں رکھ دو اور وہ پونجی دراہم تھے) شاید وہ اسے پہچانیں جب وہ اپنے گھر کی طرف لوٹ کر جائیں (اور اپنے برتنوں کو خالی کردیں) شاید وہ واپس آئیں......۶۲......(کیونکہ وہ ان دراہم کو اپنے پاس روکنا حلال نہیں سمجھیں گے) پھر جب وہ اپنے باپ کے پاس لوٹ کر گئے بولے اے ہمارے باپ! ہم سے غلہ روک دیا جائے گا (اگر آپ نے ہمارے بھائی کو ان کے پاس نہ بھیجا) تو ہمارے بھائی کو ہمارے ساتھ بھیج دیجئے کہ غلہ لائیں (نکتل کو نون اور یاء دونوں کے ساتھ پڑھا گیا ہے) اور ہم ضرور اس کی حفاظت کریں گے کہا کیا (هل بمعنی ما نافیہ ہے) میں اس کے بارے میں تم پر ویسا ہی اعتبار نہ کرونگا جیسا پہلے اسکے بھائی (یوسف) کے بارے میں کیا تھا (اور تم نے اس کے ساتھ کیا جو کام کیا تھا) تو اللہ سب سے بہتر نگہبان (اور ایک قرأت میں حافظا کو منصوب بطور تمیز پڑھا گیا ہے، جیسا کہ اہل عرب کہتے ہیں لله دره فارسا) اور وہ ہر مہربان سے بڑھ کر مہربان ......۶۴......(پس میں امید کرتا ہوں کہ وہ اس کی حفاظت فرما کر احسان فرمائے گا) اور جب انہوں نے اپنا اسباب کھولا اپنی پونجی پائی کہ انہیں پھیر دی گئی ہے، بولے اے ہمارے باپ! اب ہم اور کیا چاہیں؟ (ما استفہامیہ ہے، بمعنی ای شیء نطلب من اکرام الملک اعظم من هذا، اور ایک قرأت میں خطاب حضرت یعقوب علیہ السلام سے یوں ہے کہ ای تطلب وراء هذا الاحسان او ای شیء تطلب من الدلیل علی صدقنا) یہ ہے ہماری پونجی جو ہمیں واپس کردی گئی اور ہم اپنے گھر کے لیے غلہ لائیں (یعنی ہم اپنے گھر والوں کے لیے غلہ لائیں، نمیرة کے معنی غلہ ہے) اور اپنے بھائی کی حفاظت کریں اور ایک اونٹ کا بوجھ (اپنے بھائی کی وجہ سے) اور زیادہ پائیں یہ دینا بادشاہ کے سامنے کچھ نہیں (بادشاہ کے لیے اس کی سخاوت کی وجہ سے آسان ہے) کہا میں اسے ہرگز تمہارے ساتھ نہ بھیجوں گا جب تک تم مجھے اللہ کا یہ عہد نہ دیدو (موثقا بمعنی عهد ہے، عہد دینا یوں ہے کہ تم قسم کھاؤ) کہ ضرور اسے لیکر آؤ گے مگر یہ کہ گھر جاؤ (یوں کہ تمہارا انتقال ہوجائے، یا تم پر کوئی غالب آجائے کہ تم اسے ساتھ لانے کی طاقت نہ پاؤ، ان لوگوں نے اپنے والد کی بات قبول کرلی) پھر جب انہوں نے یعقوب کو عہد دیدیا (اس بات کا) کہا اللہ گواہ ہے ان باتوں پر جو ہم (یعنی ہم اور تم) کہہ رہے ہیں (وکیل بمعنی شهید ہے) اور کہا اے میرے بیٹوں (مصر میں) ایک دروازے سے داخل نہ ہونا اور جدا جدا دروازوں سے جانا......۶۷......(تاکہ تمہیں نظر بد نہ لگے) اور میں تمہیں نہیں بچا سکتا (یعنی میں تم سے) اللہ کی طرف سے آنے والی کسی چیز سے (جو اس نے تمہارے لیے مقدر فرمادیا ہے میری یہ بات اس کو دور نہیں کرسکتی، آپ نے یہ بات اپنے بچوں پر شفقت کرتے ہوئے فرمائی تھی، من شیء میں من زائدہ ہے) حکم تو سب (ایک) اللہ ہی کا ہے (ان بمعنی ما نافیہ ہے) میں نے اسی پر توکل کیا (یعنی اسی پر بھروسہ کیا) اور بھروسہ کرنے والوں کو اسی پر بھروسہ کرنا چاہیے (اللہ جل جلالہ فرماتا ہے) اور جب وہ داخل ہوئے جہاں سے ان کے باپ نے حکم دیا تھا (یعنی الگ الگ دروازے سے داخل ہوئے) وہ انہیں اللہ سے بچا نہ سکتا (یعنی اللہ کے فیصلہ سے دور نہ کرسکتا تھا) کچھ بھی (الا بمعنی لکن ہے) لیکن یعقوب کے جی کی ایک خواہش تھی جو اس نے پوری کردی......۶۸......(اور وہ خواہش آپ کا اپنی اولاد پر شفقت کی وجہ سے ان سے نظر بد دور کرنے کا ارادہ تھا) اور بے شک وہ صاحب علم ہیں جنہیں ہم نے سکھایا......۶۸......(یعنی ہمارے سکھائے سے) مگر اکثر لوگ (یعنی کفار) نہیں جانتے (اللہ کے الہام کو جو وہ اپنے دوستوں کو فرماتا ہے)۔

﴿ترکیب﴾

﴿وجاء اخوة يوسف فدخلوا عليه فعرفهم وهم له منكرون﴾.
و: عاطفہ ، جاء :فعل، اخوة يوسف : فاعل مل کر جملہ فعلیہ ، ف :عاطفہ، دخلوا :فعل بافاعل ، علیه : ظرف لغو، یہ سب مل کر جملہ فعلیہ، ف: عاطفہ،عرف :فعل بافاعل هم : ذوالحال ،وهم له منكرون : جملہ اسمیہ حال مل کر مفعول، یہ سب مل کر جملہ فعلیہ۔

﴿ولما جهزهم بجهازهم قال ائتونى باخ لكم من ابيكم﴾.
و: عاطفہ، لما : ظرفیہ حینیہ، جهزهم بجهازهم : جملہ فعلیہ شرط، قال :قول، ائتونى : فعل بافاعل ومفعول، ب : جار، اخ : موصوف، لكم :صفت اوّل، من ابيكم : صفت ثانی ،ملکر مجرور،ملکر ظرف لغو،فعل اپنے متعلقات سے مل کر مقولہ مل کر جواب شرط۔

﴿الا ترون اني اوفى الكيل وانا خير المنزلين﴾.
همزه: استفہامیہ، لاترون :فعل بافاعل، ان :حرف مشبہ، ی :ضمیر اسم ،اوفى الكيل : جملہ فعلیہ معطوف علیہ، وانا خير المنزلين: جملہ اسمیہ معطوف مل کر خبر،ان اپنے اسم وخبر سے مل کر جملہ اسمیہ قائم مقام دومفعول،فعل اپنے متعلقات سے مل کر جملہ فعلیہ۔

﴿فان لم تاتونى به فلا كيل لكم عندى ولا تقربون﴾.
ف: عاطفہ، ان :شرطیہ ،لم تاتونى به : جملہ فعلیہ شرط، ف : جزائیہ : لانفی جنس، كيل :اسم،لكم: خبر، عندى ”كم“ سے حال ہے مل کر جملہ اسمیہ جواب شرط، و: عاطفہ، لا تقربون : جملہ فعلیہ ماقبل جواب شرط پر معطوف ہے۔

﴿قالوا سنراود عنه اباه وانا لفعلون﴾.
قالوا: فعل بافاعل ملکر قول،سنراود : فعل بافاعل،عنه : ظرف لغو ،اباه : مفعول،ملکر جملہ فعلیہ ہوکر معطوف علیہ، وانا لفعلون : جملہ اسمیہ معطوف مل کر مقولہ۔

﴿وقال لفتينه اجعلوا بضاعتهم فى رحالهم﴾.
و: عاطفہ،قال لفتيانه :قول، اجعلوا : فعل بافاعل ،بضعتهم : مفعول، فى رحالهم : ظرف لغو مل کر جملہ فعلیہ مقولہ .

﴿لعلهم يعرفونها اذا انقلبوا الى اهلهم لعلهم يرجعون﴾.
لعل : حرف مشبہ ،هم : اسم ،يعرفونها :فعل بافاعل ومفعول، اذا :ظرفیہ متضمن معنی شرط مضاف، انقلبوا الى اهلهم : جملہ فعلیہ شرط مضاف الیہ، جواب شرط محذوف ”فلعلهم يرجعون“ ملکر ظرف يعلمون فعل اپنے متعلقات سے مل کر خبر، لعل اپنے اسم وغیرہ سے مل کر جملہ اسمیہ،لعل :حرف مشبہ، هم :ضمیر اسم ،يرجعون : جملہ فعلیہ خبر، لعل: اپنے اسم وخبر سے مل کر جملہ اسمیہ۔

﴿فلما رجعوا الى ابيهم قالوا ياابانا منع منا الكيل﴾.
ف :عاطفہ،لما : ظرفیہ حینیہ، رجعوا الى ابيهم : جملہ فعلیہ شرط، قالوا :قول، يا ابانا : جملہ فعلیہ ندائیہ ، مُنع منا الكيل : جملہ فعلیہ مقصود بالنداء،مل کر مقولہ، اپنے قول سے مل کر جواب لما.

﴿فارسل معنا اخانا نكتل وانا له لحفظون﴾.
ف: فصیحیہ :اَرسل :فعل با فاعل، معنا : ظرف، اخانا :مفعول مل کر جملہ فعلیہ، نكتل : جملہ فعلیہ جواب امر ، و :عاطفہ، انا: حرف مشبہ واسم، له لحفظون : شبہ جملہ خبر،ان اپنے اسم وخبر سے مل کر جملہ اسمیہ۔

﴿قال هل امنكم عليه الا كما امنتكم على اخيه من قبل﴾.

قال : فعل بافاعل ملکر قول، هل : حرف استفہام: امنکم : فعل بافاعل ومفعول،علیه :ظرف لغو، الا :للحصر، ک جار،ما: مصدر یہ، امنتکم :فعل بافاعل ومفعول: ،علی اخیه : ظرف لغو، من قبل : ظرف حال ہے فاعل سے، یہ سب مل کر بتاویل مصدر مجرور، مل کر ظرف مستقر مصدر محذوف "امنا" کی صفت مل کر مفعول،امنکم فعل اپنے متعلقات سے مل کر جملہ فعلیہ مقولہ .

﴿فالله خیر حافظا وهو ارحم الرحمین﴾.

ف:فصیحہ، الله:مبتدا، خیر :ممیز، حفظا : تمیز ،ملکر خبر مل کر جملہ اسمیہ ،و: عاطفہ، هو ارحم الراحمین : مبتدا خبر ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿لما فتحوا متاعهم وجدوا بضاعتهم ردت الیهم﴾.

و :عاطفہ، لما ظرفیہ حینیہ، فتحوا: فعل بافاعل، متاعهم : مفعول، یہ سب مل کر جملہ فعلیہ شرط، وجدوا :فعل بافاعل، بضاعتم : مفعول اول، ردت الیهم: جملہ فعلیہ مفعول ثانی ،مل کر جملہ فعلیہ جواب شرط، اپنی شرط سے مل کر جملہ شرطیہ .

﴿قالوا یاابانا ما نبغی هذه بضاعتنا ردت الینا﴾.

قالوا: فعل بافاعل ملکر قول، یاا بانا : جملہ ندائیہ، ما : استفہامیہ بمعنی ای شیء مفعول مقدم، نبغی :فعل بافاعل ملکر جملہ فعلیہ مقصود بالندا، اپنی ندا سے مل کر مقولہ، هذه :مبدل منہ، بضاعتنا : بدل مل کر مبتدا، ردت الینا : جملہ فعلیہ خبر مل کر جملہ اسمیہ مستانفہ۔

﴿ونمیر اهلنا ونحفظ اخانا ونزداد کیل بعیر﴾.

و : عاطفہ، نمیر : فعل بافاعل، اهلنا : مفعول ،ملکر جملہ فعلیہ جملہ محذوف "نستظهر ونستعین ونمیر...... الخ" پر معطوف ہے، و: عاطفہ، نحفظ :فعل بافاعل، اخانا ، مفعول ،ملکر جملہ فعلیہ ماقبل پر معطوف ہے، و : عاطفہ، تزداد :فعل بافاعل، کیل بعیر : مفعول، یہ سب مل کر جملہ فعلیہ۔

﴿ذلک کیل یسیرO قال لن ارسله معکم حتی توتون موثقا من الله﴾

ذلک مبتدا، کیل یسیر : خبر، مل کر جملہ اسمیہ، قال:قول، لن ارسل :فعل بافاعل ضمیر مفعول، معکم: ظرف، حتی: جار، توتون : فعل بافاعل ومفعول، موثقا من الله : مفعول ثانی جملہ فعلیہ ہوکر مجرور، مل کر ظرف لغو، مل کر جملہ فعلیہ مقولہ۔

﴿لتاتننی به الا ان یحاط بکم فلما اتوه موثقهم قال الله علی ما نقول وکیل﴾.

لام : قسمیہ، تاتنني : فعل بافاعل ومفعول، به:ظرف لغو ،الا : استثناء، ان یحاط بکم : مصدر مؤول مستثنی مفرغ حال ہے فاعل سے، مل کر جملہ فعلیہ جواب قسم، قسم محذوف کے لیے، ف : عاطفہ، لما :ظرفیہ حینیہ، اتوه موثقهم : جملہ فعلیہ شرط، قال :قول، الله :مبتدا، علی ما نقول :ظرف لغو مقدم، وکیل : صفت مشبہ بافاعل اپنے متعلقات سے مل کر خبر مل کر مقولہ، ملکر جواب لما۔

﴿وقال یا بنی لا تدخلوا من باب واحد وادخلوا من ابواب متفرقة﴾.

و:عاطفہ، قال :قول، بنی : جملہ فعلیہ ندائیہ، لا تدخلوا من باب واحد : جملہ فعلیہ معطوف علیہ، وادخلوا......الخ : جملہ فعلیہ معطوف مل کر مقصود بالندا ،مل کر مقولہ۔

﴿وما اغنی عنکم من الله من شیء ان الحکم الا لله﴾.

و:عاطفہ، ما : نافیہ، اغنی :فعل بافاعل ،عنکم : ظرف لغو، من الله : حال ہے فاعل سے،من:زائدہ، شیء:مفعول،مل کر جملہ فعلیہ، ان : نافیہ، الحکم : مبتدا، الا : للحصر، الله : ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿علیه توکلت وعلیه فلیتوکل المتوکلون﴾.

علیہ : ظرف لغو مقدم، توکلت :فعل بافاعل مل کر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، علیہ : ظرف لغو مقدم، ف: سببیہ، لیتوکل: فعل، المتوکلون : فاعل، مل کر جملہ فعلیہ ماقبل پر معطوف ہے۔

﴿ولما دخلوا من حیث امرھم ابوھم ما کان یغنی عنھم من اللہ من شیء الا حاجۃ فی نفس یعقوب قضھا﴾۔

و: عاطفہ، لما :ظرفیہ حینیہ، دخلوا من حیث امرھم ابوھم : جملہ فعلیہ شرط، ما: نافیہ، کان :فعل ناقص بااسم، یغنی :فعل بافاعل، عنھم : ظرف لغو، من اللہ : حال ہے فاعل سے، من: زائدہ، شیء: مفعول، الا :استثناء، حاجۃ : موصوف، فی نفس یعقوب : صفت اول، قضھا : جملہ صفت ثانی مل کر مستثنی منقطع فاعل سے، ملکر خبر، فعل ناقص مل کر جواب لما۔

﴿وانہ لذو علم لما علمنہ ولکن اکثر الناس لا یعلمون﴾۔

و : حالیہ، ان : حرف مشبہ، ہ: ضمیر اسم، لذو علم لما علمنہ : موصوف صفت مل کر خبر، ان اپنے اسم وخبر سے مل کر جملہ اسمیہ "یعقوب" سے حال ہے، و : حالیہ، لکن : حرف مشبہ، اکثر الناس: اسم، لا یعلمون :خبر، یہ سب مل کر جملہ اسمیہ۔

﴿تشریح وتوضیح واغراض﴾

بھائیوں کا حضرت یوسف علیہ السلام کو نہ پہچاننا:

۱...... حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے: کہ حضرت یوسف کو کنوئیں میں پھینکنے کے بعد اس قحط سالی کے (متذکرہ) دور تک چالیس سال کا عرصہ گزر چکا تھا اسی وجہ سے بھائیوں نے پہچاننے کا انکار کیا، ایک قول یہ کہ بھائیوں نے حضرت یوسف کو اس لیے نہیں پہچانا حضرت یوسف بادشاہ کے تخت پر بیٹھے ہوئے تھے، ایک قول یہ بھی کیا گیا کہ آپ نے تاج پوشی کی ہوئی تھی، ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے کہ حضرت یوسف نے شاہانہ لباس اور گلے میں سونے کا ہار پہنا ہوا تھا۔ یہ سارے اسباب تھے کہ حضرت یوسف کو ان کے بھائی نہ پہچان پائے۔

(الخازن، ج۲، ص ۵۳۸)

بنیامین کو اپنے قریب بلانے کی وجوھات:

۲...... حضرت یوسف علیہ السلام نے بنیامین کو لانے کے لیے انہیں ترغیب بھی دی اور بظاہر دھمکی بھی دی، ترغیب کے طور پر یہ فرمایا: کیا تم یہ نہیں دیکھتے کہ میں پورا پورا ناپ کر دیتا ہوں اور میں بہترین مہمان نواز ہوں اور مفسرین نے یہ بھی کہا ہے کہ حضرت یوسف نے اپنے سوتیلے بھائیوں سے یہ بھی کہا کہ میرے شہر کے قریب بھی نہ آنا، یہ سوتیلے بھائیوں کو خوف دلانے کی انتہائی کوشش تھی اور اس جملہ میں یہ تنبیہ بھی تھی کہ سوتیلے بھائی غلہ کے حصول کے محتاج تھے اور غلہ انہیں حضرت یوسف کے پاس آئے بغیر مل نہیں سکتا تھا لہٰذا اگر حضرت یوسف کی خواہش کا انکار کرتے تو تکلیف میں آجاتے۔

(الخازن، ج۲، ص ۵۳۸)

بنیامین کو روک کر یعقوب علیہ السلام کے رنج میں اضافہ کیوں کیا؟

۳...... اس مقام پر یہ اعتراض ہو سکتا ہے کہ حضرت یوسف کو معلوم تھا کہ حضرت یعقوب بنیامین سے بہت محبت کرتے ہیں اور ان کی جدائی انہیں رنج میں مبتلا کر سکتی ہے، اس کے باوجود انہوں نے بنیامین کو اپنے باپ کے پاس سے بلوانے کے لیے کیوں اقدام کیا اور اپنے باپ کو رنج میں مبتلا کرنے کا انتظام کیوں کیا؟ اس کے حسب ذیل یہ جوابات ہو سکتے ہیں۔

(۱) ہو سکتا ہے کہ حضرت یوسف کو اللہ نے یہ حکم دیا ہو کہ وہ بنیامین کو بلوائیں اور انہوں نے اتباع وحی میں یہ اقدام کیا ہو تا کہ حضرت یعقوب مزید رنج میں مبتلا ہوں اور ان کا ثواب اور بڑھے۔ (۲) یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حضرت یوسف کا یہ ارادہ ہو کہ اس کاروائی سے

حضرت یعقوب،حضرت یوسف کے زندہ ہونے پر متنبہ ہو جائیں کیونکہ خصوصیت سے بنیامین کو بلانے والے حضرت یوسف ہی ہوسکتے ہیں کہ حضرت یوسف اور بنیامین دونوں سگے بھائی تھے۔ (۳) یہ بھی ہوسکتا ہے کہ حضرت یوسف نے یہ ارادہ کیا ہو کہ جب دونوں بیٹے ایک ساتھ والد گرامی کو ملیں گے تو انہیں زیادہ خوشی ہوگی۔ (۴) حضرت یوسف نے اپنے بھائی کو محض ملاقات کے لیے بلایا تھا، مستقل اپنے پاس رکھ لیں اور جانے نہ دیں یہ مطلب ہرگز نہیں تھا، بعد میں جب حضرت یوسف کی بنیامین سے ملاقات ہوئی تو بنیامین نے واپس جانے سے انکار کردیا اور حضرت یوسف کے پاس رہنے پر اصرار کیا، تب حضرت یوسف نے کہا: تم کو روکنے کی یہی صورت ہے کہ تم پر چوری کا الزام لگوا دیا جائے۔ (زادالمسیر، ج٤، ص ٢٤٦،٢٤٩)

حضرت یوسف علیہ السلام نے بھائیوں کا مال انھیں واپس کیوں لوٹایا:

۴......اس کی کئی وجوہات ہوسکتی ہیں: (۱) جب وہ گھر جا کر بوریاں کھولیں گے اور انہیں انکی رقم واپس مل جائے گی تو حضرت یوسف کی کرم نوازی اور سخاوت سے متاثر ہوں گے اور دوبارہ جانے کے لیے راغب ہوں گے جب کہ انہیں غلہ کی طلب بھی تھی۔ (۲) یہ بھی ہوسکتا ہے کہ حضرت یوسف کو یہ خدشہ ہو کہ شاید ان کے باپ کے پاس مزید غلہ خریدنے کے لیے رقم نہ ہو اس لیے انہوں نے پونجی غلہ میں رکھ دی۔ (۳) حضرت یوسف کا یہ بھی ارادہ ہوسکتا ہے کہ زمانہ قحط سالی کا ہے، ہوسکتا ہے کہ والد گرامی کا ہاتھ تنگ ہو، اس طرح والد گرامی کی ان کی جانب سے خدمت ہو جائیگی۔ (۴) قحط سالی میں ان کے بھائیوں اور والد گرامی کو غلہ کی سخت ضرورت تھی ان حالات میں انہوں نے قیمتاً غلہ دینا صلہ رحمی کے منافی سمجھا اور لیے قیمت اسی بوری میں رکھوادی۔ (۵) یہ گمان بھی ہوسکتا ہے کہ جب سوتیلے بھائی قیمت بوری میں دیکھیں گے تو سمجھیں گے کہ نہ جانے انجانے میں یہ قیمت بوری میں رکھ دی ہے اور وہ حضرات انبیائے کرام کی اولاد ہیں، ضرور اس رقم کو واپس کرنے آئیں گے یا یہ معلوم کرنے آئیں گے کہ رقم کیونکر بوری میں رہ گئی۔ (۶) حضرت یوسف بھائیوں پر حسن سلوک کرنا چاہتے تھے لہٰذا انہوں نے اپنا احسان ظاہر کرنا نہ چاہا کہ مبادا انہیں عار محسوس ہو۔ (۷) حضرت یوسف یہ ثابت کرنا چاہتے تھے کہ میں انہیں نہ تو ظلم کرتے ہوئے ان کے بھائی کو بلا رہا ہوں نہ ہی غلہ کی قیمت بڑھانے کی کوشش کر رہا ہوں۔ (۸) حضرت یوسف والد گرامی پر یہ باور کرانا چاہتے تھے کہ ان کا بیٹا "یوسف" اپنے بھائیوں پر کریم ہے، اس لیے تاکہ وہ دوبارہ بیٹوں کو بھیجنے میں عار نہ محسوس کریں۔ (۹) تنگی کے زمانے میں حضرت یوسف کی جانب سے مدد ہو جائے اور چوروں، ڈاکوؤں کے خوف کی وجہ سے رقم بوری میں چھپادی۔ (۱۰) بھائیوں نے حضرت یوسف پر ظالمانہ سلوک کیا لیکن حضرت یوسف نے جواب کے طور پر فیاضی سے کام لیا۔ (التفسیر الکبیر، ج٦، ص ٤٧٩)۔

احسان وانعام خداوندی عزوجل کا بیان:

۵......حضرت کعب کہتے ہیں کہ جب حضرت یعقوب نے یہ کہا کہ اللہ بہتر حفاظت فرمانے والا ہے تو اللہ نے جواباً فرمایا: "میرے عزت وجلال کی قسم! میں ضرور تمہاری جانب دونوں بیٹوں کو لوٹاؤنگا کہ تو نے مجھ پر بھروسہ کیا اور میری حفاظت میں سب کچھ دے دیا کہ تمام اسباب وآلات حفاظت کرنے میں میرے ہی محتاج ہیں اور اللہ ہر قسم کے واسطے سے بے پرواہ ہے اسی لئے اللہ نے کنویں میں حضرت یوسف کی حفاظت کا اہتمام فرمایا اور حضرت دانیال علیہ السلام کا جب کہ بخت نصر نے انہیں کنویں میں پھینکا تھا اور ان پر ایسے پردے ڈال دیئے کہ کنویں کی دیواروں نے کچھ نقصان نہ کیا اور بھوک نے انہیں پریشان کیا تو حضرت جبرائیل ان کے پاس آئے اور عرض گزار ہوئے اور کہا کہ آپ دانیال ہیں؟ حضرت دانیال نے جواباً فرمایا تم کون ہو؟ جواب دیا کہ آپ کے رب عزوجل کا رسول! مجھے آپ کے پاس کھانا پہنچانے کو بھیجا ہے۔ حضرت دانیال نے اللہ کی حمد کی اور فرمایا کہ پاک ہے وہ ذات کہ وہ نہیں بھولتا جب اسے یاد کیا

جائے اور اسی قسم کا معاملہ کنویں میں حضرت یوسف کے ساتھ بھی پیش آیا۔ یہی وجہ ہے کہ جب حضرت یعقوب نے اپنا معاملہ اللہ کے سپرد کیا تو اللہ نے انہیں بھی محروم نہیں کیا۔ (روح البیان ،ج٤، ص۲۷۰وغیرہ)۔

جدا جدا دروازوں سے داخل ہونے کی حکمت:

۶...... یہاں سات مسائل ہیں۔(۱)...... جب حضرت یوسف کے بھائیوں نے واپس جانے کا ارادہ کرلیا تو والد گرامی کو نظر لگنے کا خدشہ ہوا، اس لئے انہیں حکم فرمایا کہ شہر میں ایک ہی دروازے سے داخل نہ ہونا اور شہر مصر کے چار دروازے تھے اور یہ کہ گیارہ آدمی ایک ایسے شخص کے پاس آئے ہیں جو کہ صاحب جمال و وسعت ہیں، یہی وجہ ضحاک، قتادہ اور ابن عباس نے بیان کی۔(۲)...... آیت مبارکہ کے مطالعے سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نظر بد سے بچنے کی کوشش کرنی چاہیے کہ نظر لگ جانا حق ہے، سید عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "نظر بد انسان کو قبر اور اونٹ کو ہانڈی تک پہنچا دیتی ہے، سید عالم ﷺ نے نظر بد سے پناہ مانگی۔ ایک فرمان یہ بھی ہے کہ: "اے اللہ میں تجھ سے شیطان مردود کی جانب سے (القاء کئے جانے والے) ہر برے کلمات، رنج و غم اور بری نظر سے پناہ مانگتا ہوں۔ (۳)...... مسلمان پر واجب ہے کہ جو چیز اسے پسند آئے اُس میں برکت کی دعا کرے، جب برکت کی دعا کرے گا تو نقصان پہنچانے والی بات خود دور ہو جائے گی، کیا سید عالم ﷺ کا فرمان نہیں جانتے کہ فرمایا: "الا برکت" برکت کی دعا دینا اس بات پر دلیل ہے کہ نظر اور دشمن اسے نقصان نہ دے سکیں گے، اور تبریک کے یہ کلمات شریعت محمدی میں محبوب ہیں: "تبارک اللہ احسن الخالقین، اللھم بارک فیہ". (۴)...... جب نظر لگانے والا نظر لگاتا ہے تو برکت کی دعا نہیں کرتا، اسی لئے حضرت یعقوب نے انہیں ایک دروازے سے داخل نہ ہونے پر مجبور کیا، اور ہم جانتے ہیں کہ امر وجوب کے لئے آتا ہے اور والد گرامی کو یہ خوف تھا کہ کہیں نظر بد نہ لگ جائے۔(۵)...... جو آنکھوں کے ذریعے پہنچنے والے نقصان کو پہچانتا ہے وہ دوسروں کو دفع ضرر کی وجہ سے مداخلت سے روکتا ہے۔ اسی لیے بعض علماء نے یہاں تک بیان کردیا کہ کسی فقیر کو اتنا رزق مل جاتا ہے جو اسے گھر میں رہتے ہوئے کفایت کرے تو ایسے شخص کو لوگوں کی اذیت سے بچنے کے لئے گھر میں بیٹھے رہنا ضروری ہے۔(۶)...... کہا جاتا ہے کہ نظر بد بچے کو جلد بڑا کردیتی ہے۔(۷)...... علماء فرماتے ہیں کہ (موجودہ دور میں لوگ) نظر لگانے والوں کی پہچان نہیں کر پاتے لہٰذا جب جان لے کہ نظر لگ چکی ہے تو حدیث ابو امامہ "العائن بالاغتسال للمعین" پر عمل کرتے ہوئے وضو کا حکم دیا جائے۔ (الجامع الاحکام القرآن، الجزء۹، ۱۰، ص ۱۹۱وغیرہ)۔

☆...... حضرت ام سلمہ بیان کرتی ہیں کہ نبی پاک ﷺ نے اپنے گھر میں ایک بچی کو دیکھا جس کے چہرہ کا رنگ متغیر ہو رہا تھا (یعنی اس کا رنگ سُرخی مائل سیاہ تھا یا زرد تھا، بہر حال اس کے چہرے کا رنگ اصل رنگ کے خلاف تھا) آپ نے فرمایا: "اس پر دم کراؤ کیونکہ اس پر نظر بد لگی ہوئی ہے۔ (صحیح بخاری ، کتاب الطب، باب: رقیۃ العین، رقم: ۵۷۳۹، ص ۱۰۱٤)

☆...... حضرت ابن عباس بیان کرتے ہیں کہ نبی پاک ﷺ نے حسن و حسین کو دم کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ تمہارے باپ اسماعیل و اسحٰق بھی دم کرتے ہوئے فرماتے تھے: میں تم کو شیطان، ہر زہریلے کیڑے اور نظر لگانے والی آنکھ سے اللہ کی پناہ میں دیتا ہوں۔

(صحیح بخاری ، کتاب احادیث الانبیاء، باب: ۱۰، رقم ۳۳۷۱، ص ۵٦٥)

☆...... بی بی عائشہ فرماتی ہیں کہ مجھے نظر بد کے دم کرانے کا حکم دیا گیا۔ (صحیح بخاری، کتاب الطب، باب: رقیۃ العین، رقم: ۵۷۳۸، ص ۱۰۱٤)

حضرت یعقوب علیہ السلام کی دلی خواہش:

ے...... یعنی حضرت یعقوب کے دل میں یہ خدشہ گزرا تھا کہ نظر بد نہ لگ جائے اسی لئے آپ علیہ السلام نے وصیت فرمائی کہ مختلف دروازوں سے داخل ہوں، اور اس بارے میں ماقبل اقوال ذکر ہو چکے ہیں۔ ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے کہیں بادشاہ ان کی تعداد

اور قوت دیکھ کر انہیں حسد اور خوف کی وجہ سے پکڑ نہ لے، بعض متاخرین نے کہا کہ حضرت یعقوب نے بیٹوں کے ایک ہی دروازے سے داخل ہونے کو بُرا جانا اور نظر لگنے کا معنی یہاں یہ نہیں کہ جو ماقبل بیان ہوا بلکہ آیت مبارکہ اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ مسلمان پر واجب ہے کہ اپنے مسلمان بھائی کو اس خوف سے بچائے جس میں وہ مبتلا ہے اور اُسے سلامتی ونجات والے راستے پر لانے کی کوشش کرے اس لئے کہ دین خیرخواہی کا نام ہے اور مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے۔(الجامع الاحکام القرآن، الجزء ۹، ۱۰۰۹، ص ۱۹٤)

حضرت یعقوب علیہ السلام کی جانب علم والا ہونے کی توجیہ:

واحدی کہتے ہیں ﴿لما علمناه﴾ میں "ما" مصدر یہ ہے اور "ہ" ضمیر عائد حضرت یعقوب کی جانب لوٹتی ہے، تقدیر عبارت یوں ہوگی کہ وانه لذو علم من اجل تعلیما اياه، اور یہ بھی ممکن ہے کہ "ما بمعنی الذی" ہو، تقدیر عبارت یوں ہوگی وانه لذو علم للشیء الذی علمناه، جب ہم نے اُسے (حضرت یعقوب) کو علم سکھایا تو اُس نے اسے (خوب) سیکھا، اس آیت کے بارے مزید دو اقوال یہ بھی ہیں، (۱) علم سے مراد حفظ یعنی یاد کر لینا ہے، یعنی ہم نے جو اُسے سکھایا اُس نے اسے (خوب) یاد کر لیا، (۲) علم کے تمام فوائد اور ثمرات جان لئے، یعنی جو کچھ سکھایا اسے جانتے ہیں، آخر میں اللہ نے فرمایا ﴿ولكن اكثر الناس لا يعلمون﴾ اس میں بھی دو صورتیں پائی جاتی ہیں، (۱) حضرت یعقوب کی طرح اور کئی لوگ نہیں جانتے، (۲) علم کی جس صفت کو حضرت یعقوب جانتے ہیں اکثر لوگ اُسے نہیں جانتے، مطلب یہ ہے کہ اکثر لوگ مشرک ہیں وہ یہ جاننے سے کوسوں دور ہیں کہ اللہ کس طرح اپنے نیک بندوں کو علم دین کی نعمت عطا فرماتا ہے، جس سے وہ نیک بندے دنیا و آخرت میں نفع اٹھاتے ہیں۔

(التفسیر الکبیر، ج٦، ص ٨٤٥)۔

اغراض: لیمتاروا: تاکہ اہل وعیال کے لئے اشیاء خورد ونوش لائیں، مراد وہ غلہ ہے جو دوسرے شہر سے لایا جائے۔

لبعد عهدهم به: ابو صالح نے ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ حضرت یوسف کو کنویں میں ڈالنے سے لے کر قحط سالی کے دور تک بارہ سال گزر چکے تھے، مزید اسی لیے انہوں نے حضرت یوسف کو نہ پہچانا کہ وہ بادشاہوں کے تخت پر جلوہ فرما تھے اور ان کے سر پر تاج تھا، اور وزراء ارد گرد موجود تھے۔

لعلکم عیون: حضرت یوسف نے (اپنے بھائیوں سے کہا) تم جاسوس ہو جو کہ ہماری پوشیدہ باتوں اور دشمنوں کی خبر گیری کے لئے آئے ہو۔

اوعطف علی محل فلا کیل: ﴿فان لم تاتونی﴾ جواب شرط ہے، اور فلا میں "لا" نافیہ ہے اور نون مرفوع ہر حال میں جازم کیلئے محذوف ہے اور اصل عبارت کا منشا یہ ہے کہ "فلا کیل ولا قرب"۔ **ذلک**: کا مشار الیہ المروادة والاجتهاد ہے۔

وکانت دارهم: جو کہ بڑے سخت ومضبوط قسم کے تھے، اور (انسان پر) دراہم کی شان مخفی نہیں ہوتی لیکن اس میں شک نہیں کہ حضرت یوسف کے بھائی جان ہی نہ پائے جب تک کہ انہوں نے اپنی پونجی نہ کھول لی۔

لانهم لا يستحلون امساكها: حضرت یوسف کے بھائی بھی ثمن کو اپنے پاس روک لینے کو نا جائز سمجھتے تھے اس لیے کہ یہ حضرات بھی دیانتدار وامانتدار تھے، جب انہوں نے اپنے سامان میں دراہم کو پایا تو اُسے واپس کرنے کو چلے اس لئے کہ وہ پاکباز اُس مال کو کھانا ناپسند کرتے تھے جو اُن کے لیے جائز نہ تھا اور یہی حضرت یوسف کا مقصد بھی تھا کہ وہ دراہم کو لوٹانے کی غرض سے واپس آئیں۔ ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے کہ اُنہیں یہ بات ملامت میں ڈالتی تھی کہ انہوں نے اپنے والد حضرت یعقوب و بھائی بنیامین سے غلہ کے حصول کے لیے دراہم لئے تھے اور ایک قول کے مطابق حضرت یوسف نے اس طور پر دراہم کو بھائیوں کے سامان میں رکھوا دیا جس کی وجہ سے اُن پر خواہ مخواہ کوئی الزام وعیب نہ لازم آئے۔

فارجوا ان یمن بحفظه: یعنی اللہ اُن پر دو مصیبتیں اکھٹی نہ کرے گا،کعب الاحبار فرماتے ہیں کہ اللہ نے حضرت یوسف کو (الہام/وحی کے ذریعے) ارشاد فرمایا کہ ہم دونوں (والد حضرت یعقوب اور بھائی بنیامین) کوتمہارے پاس لوٹادیں کہ تم نے ہم پر بھروسہ کیا اور میری حفاظت میں اپنا معاملہ پیش کردیا۔

اعظم من هذا: روایت میں ہے کہ جب بھائیوں نے مصر کے وزیراعظم کے احسان کا ذکر اپنے والد یعقوب سے کیا تو حضرت یعقوب نے اپنے بیٹے بنیامین کو ان کے ساتھ بھیجنے پر رضامندی دے دی، پھر جب سامان سے دراہم برآمد ہوئے تو بھائی بولے کہ اِس اکرام کے بعد اب ہم کونسی چیز اُن سے طلب کریں گے یا ہمارے لئے غلہ وغیرہ ہو جب کہ دراہم بھی لوٹا دیئے گئے ہیں، اگر یعقوب کی اولاد سے نہ ہوتے تو ہم پر اکرام تھوڑے کرتے، حضرت یعقوب نے اُن سے ارشاد فرمایا: جب تم سرزمین مصر میں جاؤ تو اُن سے میرا سلام کہنا اور کہنا کہ ہمارے والد آپ کے لئے دعا کرتے ہیں۔

شفقة: بمعنی رافۃ ہے، اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ پہلی دفعہ والد گرامی نے یہ نہ کہا تھا کہ تم سب الگ الگ دروازوں سے داخل ہونا لیکن اب کی بار ایسا ارشاد فرمایا اس میں کیا حکمت ہے؟ میں اس کے دو جوابات دوں گا اول یہ کہ پہلی مرتبہ میں بنیامین اُن کے ساتھ نہ تھے اس لئے ایسا ارشاد نہ فرمایا اور ثانی یہ کہ یہ لوگ مصر میں مشہور ہو چکے تھے کہ یہ سارے ایک ہی مرد کی اولاد ہیں اور ان کے ساتھ نور نبوت اور جمال نبوت بھی ہے۔ اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ بادشاہ کے نزدیک ان کا کوئی خاص مقام ہو اس لئے الگ الگ دروازوں سے دخول کا ارشاد فرمایا۔ (الصاوی، ج۳، ص ۱۸۳ وغیرہ)

رکوع نمبر:۳

﴿وَلَمَّا دَخَلُوْا عَلٰی یُوْسُفَ اٰوٰی ﴾ضَمَّ اِلَیْهِ﴿اِلَیْهِ اَخَاهُ قَالَ اِنِّیْۤ اَنَا اَخُوْکَ فَلَا تَبْتَئِسْ ﴾تَحْزَنْ﴿بِمَا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ (۶۹) ﴾مِنَ الْحَسَدِ لَنَا وَاَمَرَهُ اَنْ لَا یُخْبِرَهُمْ وَتَوَاطَاءَ مَعَهُ عَلٰی اَنَّهُ سَیَحْتَالُ عَلٰی اَنْ یُّبْقِیَهُ عِنْدَهُ ﴿فَلَمَّا جَهَّزَهُمْ بِجَهَازِهِمْ جَعَلَ السِّقَایَةَ ﴾هِیَ صَاعٌ مِنْ ذَهَبٍ مُرَصَّعٍ بِالْجَوَاهِرِ﴿فِیْ رَحْلِ اَخِیْهِ ﴾بِنْیَامِیْنَ﴿ثُمَّ اَذَّنَ مُؤَذِّنٌ ﴾نَادٰی مُنَادٍ بَعْدَ انْفِصَالِهِمْ عَنْ مَجْلِسِ یُوْسُفَ﴿اَیَّتُهَا الْعِیْرُ ﴾الْقَافِلَةُ﴿ اِنَّکُمْ لَسٰرِقُوْنَ (۷۰) قَالُوْا﴾وَقَدْ﴿ وَاَقْبَلُوْا عَلَیْهِمْ مَّاذَا﴾مَا الَّذِیْ﴿ تَفْقِدُوْنَ (۷۱) قَالُوْا نَفْقِدُ صُوَاعَ ﴾صَاعَ ﴿ الْمَلِکِ وَلِمَنْ جَآءَ بِهٖ حِمْلُ بَعِیْرٍ﴾مِنَ الطَّعَامِ﴿ وَّاَنَا بِهٖ ﴾بِالْحِمْلِ﴿زَعِیْمٌ (۷۲)﴾ کَفِیْلٌ ﴿قَالُوْا تَاللّٰهِ ﴾قَسَمٌ فِیْهِ بِمَعْنَی التَّعَجُّبِ ﴿لَقَدْ عَلِمْتُمْ مَّا جِئْنَا لِنُفْسِدَ فِی الْاَرْضِ وَمَا کُنَّا سٰرِقِیْنَ (۷۳)﴾مَا سَرَقْنَا قَطُّ﴿قَالُوْا﴾اَیِ الْمُؤَذِّنُ وَاَصْحَابُهٗ﴿ فَمَا جَزَآؤُهٗۤ ﴾اَیِ السَّارِقِ﴿ اِنْ کُنْتُمْ کٰذِبِیْنَ (۷۴) ﴾فِیْ قَوْلِکُمْ مَا کُنَّا سَارِقِیْنَ وَوُجِدَ فِیْکُمْ﴿قَالُوْا جَزَآؤُهٗ﴾مُبْتَدَاءٌ خَبَرُهٗ﴿ مَنْ وُّجِدَ فِیْ رَحْلِهٖ﴾یُسْتَرَقُّ ثُمَّ اَکَّدَ بِقَوْلِهٖ ﴿ فَهُوَ﴾اَیِ السَّارِقُ﴿ جَزَآؤُهٗ ط ﴾اَیِ الْمَسْرُوْقِ لَا غَیْرُ وَکَانَتْ سُنَّتُ اٰلِ یَعْقُوْبَ﴿کَذٰلِکَ﴾الْجَزَاءِ﴿ نَجْزِی الظّٰلِمِیْنَ (۷۵)﴾بِالسَّرِقَةِ فَصَرَفُوْا اِلٰی یُوْسُفَ لِتَفْتِیْشِ اَوْعِیَتِهِمْ﴿فَبَدَاَ بِاَوْعِیَتِهِمْ ﴾فَفَتَّشَهَا ﴿قَبْلَ وِعَآءِ اَخِیْهِ﴾لِئَلَّا یُتَّهَمُ ﴿ ثُمَّ اسْتَخْرَجَهَا ﴾اَیِ السِّقَایَةَ ﴿مِنْ وِّعَآءِ اَخِیْهِ ط ﴾قَالَ تَعَالٰی﴿کَذٰلِکَ ﴾الْکَیْدِ﴿کِدْنَا لِیُوْسُفَ ط ﴾عَلَّمْنَاهُ الْاِحْتِیَالَ فِیْ اَخْذِ اَخِیْهِ﴿مَا کَانَ﴾یُوْسُفُ ﴿ لِیَاْخُذَ اَخَاهُ ﴾رَفِیْقًا عَنِ السَّرِقَةِ﴿فِیْ دِیْنِ

الْمَلِكِ﴾حُكْمِ مَلِكِ مِصْرَ لِاَنَّ جَزَائَهُ عِنْدَهُ الضَّرْبُ وَتَغْرِيْمُ مِثْلَي الْمَسْرُوْقِ لَا الْاِسْتِرْقَاقُ﴿اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ ؕ﴾اَخْذَهُ بِحُكْمِ اَبِيْهِ اَىْ لَمْ يَتَمَكَّنْ مِنْ اَخْذِهٖ اِلَّا بِمَشِيَّةِ اللّٰهِ تَعَالٰى بِاِلْهَامِهٖ سُؤَالَ اِخْوَتِهٖ وَجَوَابَهُمْ بِسُنَّتِهِمْ ﴿نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَآءُ ؕ﴾بِالْاِضَافَةِ وَالتَّنْوِيْنِ فِى الْعِلْمِ كَيُوْسُفَ﴿وَفَوْقَ كُلِّ ذِىْ عِلْمٍ﴾مِنَ الْمَخْلُوْقِيْنَ﴿عَلِيْمٌ (۷۶)﴾ اَعْلَمُ مِنْهُ حَتّٰى يَنْتَهِىَ اِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى﴿قَالُوْٓا اِنْ يَّسْرِقْ فَقَدْ سَرَقَ اَخٌ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ﴾اَىْ يُوْسُفُ وَكَانَ سَرَقَ لِاَبِىْ اُمِّهٖ صَنَمًا مِنْ ذَهَبٍ فَكَسَّرَهٗ لِئَلَّا يَعْبُدَهٗ ﴿فَاَسَرَّهَا يُوْسُفُ فِىْ نَفْسِهٖ وَلَمْ يُبْدِهَا﴾يُظْهِرْهَا﴿ لَهُمْ ۚ ﴾وَالضَّمِيْرُ لِلْكَلِمَةِ الَّتِىْ فِىْ قَوْلِهٖ﴿قَالَ ﴾فِىْ نَفْسِهٖ﴿اَنْتُمْ شَرٌّ مَّكَانًا ۚ﴾مِنْ يُوْسُفَ وَاَخِيْهِ لِسَرِقَتِكُمْ اَخَاكُمْ مِنْ اَبِيْكُمْ وَظُلْمِكُمْ لَهٗ ﴿وَاللّٰهُ اَعْلَمُ ﴾عَالِمٌ﴿بِمَا تَصِفُوْنَ (۷۷)﴾تَذْكُرُوْنَ فِىْ اَمْرِهٖ﴿قَالُوْا يٰٓاَيُّهَا الْعَزِيْزُ اِنَّ لَهٗٓ اَبًا شَيْخًا كَبِيْرًا ﴾يُحِبُّهٗ اَكْثَرَ مِنَّا وَيَتَسَلّٰى بِهٖ عَنْ وَلَدِهِ الْهَالِكِ وَيَحْزُنُهٗ فِرَاقُهٗ﴿فَخُذْ اَحَدَنَا ﴾اسْتَعْبِدْهُ مَكَانَهٗ﴿مَكَانَهٗ ۚ﴾ بَدَلًا مِنْهُ﴿اِنَّا نَرٰىكَ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ (۷۸)﴾فِىْ اَفْعَالِكَ﴿قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ ﴾نَصَبٌ عَلَى الْمَصْدَرِ حُذِفَ فِعْلُهٗ وَاُضِيْفَ اِلَى الْمَفْعُوْلِ اَىْ نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ ﴿اَنْ نَّاْخُذَ اِلَّا مَنْ وَّجَدْنَا مَتَاعَنَا عِنْدَهٗٓ ﴾لَمْ يَقُلْ مَنْ سَرَقَ تَحَرُّزًا مِنَ الْكِذْبِ﴿اِنَّآ اِذًا﴾اِنْ اَخَذْنَا غَيْرَهٗ﴿ لَّظٰلِمُوْنَ (۷۹)﴾.

﴿ترجمہ﴾

اور جب وہ یوسف کے پاس گئے اس نے جگہ دی (ملالیا) اپنے بھائی کو اپنے ساتھ کہا یقین جان میں ہی تیرا بھائی ہوں تو غم نہ کھا (تبتئس بمعنی تحزن ہے) اس کا جو (حسد) یہ (ہم سے) کرتے ہیں (حضرت یوسف علیہ السلام نے اسے حکم دیا کہ وہ انہیں اس بات کی خبر نہ دے اور آپ علیہ السلام نے ان کو اپنے ساتھ اس بات پر موافق کرلیا کہ وہ کوئی ایسا حیلہ کریں گے جس کے سبب وہ انکے پاس رہ سکے گا......۱......) پھر جب ان کا سامان مہیا کردیا سقایہ (یعنی غلہ ناپنے کا برتن جو سونے کا تھا اور جواہرات سے مزین تھا) اپنے بھائی (بنیامین) کے کجاوے میں رکھ دیا پھر ایک منادی نے ندادی (اذن مؤذن بمعنی ناد مناد ہے، ان لوگوں کے حضرت یوسف علیہ السلام کی مجلس سے علیحدہ ہوجانے کے بعد) اے قافلہ والو! (العیر کے معنی قافلہ کے ہیں) بیشک تم چور ہو، بولے اور ان کی طرف متوجہ ہوئے (قد مقدر نکال کر اس جانب اشارہ کیا کہ جملہ حالیہ ہے) تم کیا (یعنی کونسی چیز نہیں) پاتے بولے بادشاہ کا پیمانہ نہیں ملتا (صواع بمعنی صاع ہے) اور جو اسے لائے گا اس کے لیے ایک اونٹ کا بوجھ ہے (یعنی ایک اونٹ پر لدنے والا غلہ ہے) اور میں اس کا (یعنی اس بوجھ کا) ضامن ہوں......۲...... (زعیم بمعنی کفیل ہے) بولے خدا کی قسم (اس قسم میں تعجب کا معنی پایا جاتا ہے) تمہیں خوب معلوم ہے کہ ہم زمین میں فساد کرنے نہ آئے اور نہ ہم چور ہیں......۳...... (ہم نے کبھی چوری بھی نہیں کی) بولے (منادی اور اس کے ساتھی) پھر کیا سزا ہے اس کی (یعنی چور کی) اگر تم جھوٹے ہو بولے (جزء ہ مبتداء ہے اس کی خبر من وجد...... الخ ہے) اس کی سزا یہ ہے کہ جس کے اسباب سے ملے (اسے غلام بنایا جائے گا پھر آپ علیہ السلام نے اپنے اس قول سے مؤکد لیا......۴......) تو وہی (یعنی چور) اس کی (چوری کیے گئے مال) کا بدلہ ہے (اس کا غیر نہیں، اور اولاد یعقوب علیہ السلام کا یہی طریقہ تھا) اسی طرح (یعنی یہی سزا ہے جو) ہم بدلہ دیتے ہیں ظالموں کو (جو چوری کرکے ظلم کرتے ہیں پس انہوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو اپنے سامان کی تلاشی

لینے کی اجازت دے دی) تو ابتداءان کی خورجیوں سے کی (پہلے اس کی تلاشی لی) اپنے بھائی کی خورجی سے پہلے (تاکہ ان پر تہمت نہ آئے) پھر اسے (یعنی اس پیالے کو) اپنے بھائی کی خورجی سے نکال لیا (اللہ ارشاد فرماتا ہے) اسی طرح (یہ تدبیر) ہم نے یوسف کو سکھائی......۵...... (یعنی یوسف علیہ السلام کو اپنے بھائی کو اپنے پاس رکھنے کی تدبیر سکھائی) اور نہ تھا اسے (یوسف علیہ السلام کو) کہ اپنے بھائی کو لے لے (چوری کے بدلے میں اسے غلام بنالے) بادشاہ کے دین میں (یعنی ملک مصر کے قانون میں کہ ان کے نزدیک چور کی سزا اس کی پٹائی کرنا، چوری شدہ مال کی دومثل شے جرمانہ کے طور پر دینا تھی، غلام بنانے کی سزا ان کے ہاں تھی ہی نہیں) مگر یہ کہ خدا چاہے (حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائی کو حضرت یعقوب علیہ السلام کے حکم کے مطابق سلوک کیا، حضرت یوسف علیہ السلام کا اپنے بھائی کو لینا ممکن نہ تھا مگر ایسا اللہ عزوجل کی مشیت ہی سے ہونا ممکن ہوا کہ اس رب کائنات نے آپ علیہ السلام کے دل میں اپنے بھائی کا سوال کرنے اور آپ علیہ السلام کے بھائیوں کو ان کی اپنی شریعت کے مطابق جواب دینے کا الہام فرمایا) ہم جسے چاہیں (علم......۶......میں) درجوں بلند کریں (جیسا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو کیا، لفظ درجت کو بصورت مضاف اور مُنوّن دونوں طرح پڑھا گیا ہے) اور ہر علم والے سے (مخلوق میں سے) اوپر ایک علم والا ہے (جو اس سے بڑھ کر علم والا ہے......۷......حتی کہ یہ سلسلہ اللہ تک منتہی ہے) بھائی بولے اگر یہ چوری کرے تو بیشک اس سے پہلے اس کا بھائی (یعنی یوسف علیہ السلام) چوری کر چکا ہے......۸......(آپ علیہ السلام نے اپنے نانا کا سونے کا بت چھپ کر لیا تھا، پھر اسے توڑ دیا تاکہ وہ اس کی عبادت نہ کرسکیں) تو یوسف نے یہ بات اپنے دل میں رکھی اور ان پر ظاہر نہ کی (لم یبدھا بمعنی لم یظھرھا ہے، یبدھا میں ضمیر ھا اس کلمے کی جانب لوٹ رہی ہے جو آپ علیہ السلام کے اس آنے والے فرمان میں ہے) کہا (اپنے جی میں) تم بدتر جگہ ہو (یوسف علیہ السلام اور اس کے سگے بھائی بنیامین کے مقابلے میں، کہ تم نے اپنے ہی بھائی کو اپنے باپ سے چرالیا اور پھر اس پر زیادتی کا تم ذکر کرتے ہو) بولے اے عزیز اس کے باپ بڑے بوڑھے ہیں (وہ اس سے ہم سے زیادہ محبت کرتے ہیں اور اس کے سبب اُنہیں اپنے ہلاک شدہ بیٹے کے بارے میں تسلی ہے اور اس کے فراق میں وہ غمگین ہوجائیں گے) تو ہم میں سے اس کی جگہ کسی کو لے لو (اسکے بدلے ہم میں سے کسی کو غلام بنالو!) بیشک ہم تمہیں احسان کرنے والوں میں دیکھ رہے ہیں......۹......(تمہارے افعال میں) کہا خدا کی پناہ (یہ مفعول مطلق ہونے کی بناء پر منصوب ہے اس کا فعل حذف کردیا گیا ہے اور اسے مفعول کی جانب منصوب کردیا گیا ہے، فعل محذوف یہ ہے نعوذ باللہ من ان ناخذ......الخ) کہ ہم لیں مگر اسی کو جس کے پاس ہمارا مال ملا (حضرت یوسف علیہ السلام......۱۰......نے چوری سے بچنے کے لیے یوں نہ کہا کہ جس نے چوری کی تھی) بیشک ہم جب تو (یعنی اگر ہم اس کے بجائے دوسرے کو پکڑیں گے) ظالم ہونگے۔

﴿ترکیب﴾

﴿ولما دخلوا علی یوسف آوی الیہ اخاہ قال انی انا اخوک﴾

و: عاطفہ، لما: شرطیہ، دخلوا علی یوسف: جملہ فعلیہ شرط، اوی الیہ اخاہ: جملہ فعلیہ جواب لما، قال: قول: ان: حرف مشبہ، ھی: ضمیر اسم، انا اخوک: جملہ اسمیہ خبر مل کر مقولہ مل کر جملہ قولیہ مستانفہ۔

﴿فلا تبتئس بما کانوا یعملون O فلما جھزھم بجھازھم جعل السقایۃ فی رحل اخیہ﴾

ف: فصیحہ، لا تبتئس: فعل بافاعل، بما کانوا......الخ: ظرف لغو مل کر جملہ فعلیہ، ف: عاطفہ، لما: ظرفیہ شرطیہ، جھز ھم بجھازھم: جملہ فعلیہ شرط، جعل......الخ: جملہ فعلیہ جواب شرط مل کر جملہ شرطیہ۔

﴿ثم اذن مؤذن ایتھا العیر انکم لسرقون﴾

ثم :عاطفہ،اذن موذن :فعل بافاعل،ایتھا العیر :جملہ ندائیہ،انکم لسرقون :جملہ اسمیہ مقصود بالندا،مل کرمفعول،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿قالوا واقبلوا علیھم ما ذا تفقدون﴾.

قالوا :فعل بافاعل،واقبلوا علیھم :جملہ فعلیہ حال ہے فاعل سے،ملکرقول، ماذا :اسم استفہام مفعول مقدم،تفقدون :فعل بافاعل،مل کر جملہ فعلیہ ہوکرمقولہ۔

﴿قالوا نفقد صواع الملک ولمن جاء بہ حمل بعیر وانا بہ زعیم﴾.

قالوا: فعل بافاعل، نفقد صواع الملک جملہ فعلیہ مقولہ : و: عاطفہ، لام :جار، من جاء بہ : موصول صلہ مل کر مجرور، اپنے جار سے ملکر ظرف مستقر خبر، حمل بعیر : مبتدامؤخر ،مل کر جملہ اسمیہ، و : عاطفہ، انا : مبتدا، بہ زعیم : شبہ جملہ خبر مل کر جملہ اسمیہ۔

﴿قالوا تاللہ لقد علمتم ما جئنا لنفسد فی الارض وما کنا سرقین﴾.

قالوا : قول: تاللہ : متعلق بفعل محذوف "نقسم" کے لیے، نقسم فعل اپنے متعلقات سے جملہ فعلیہ، لام :جواب قسم، قد : تحقیقیہ، علیھم : فعل بافاعل، ماجئنا : فعل نفی بافاعل، لنفسد فی الارض ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ ،وما ......الخ : جملہ اسمیہ معطوف،مل کرمفعول،مل کر جملہ فعلیہ جواب قسم مل کرمقولہ۔

﴿قالوا فما جزاؤہ ان کنتم کذبین﴾.

قالوا : قول: ف :فصیحہ، ما :اسم استفہام مبتدا، جزاء :خبر، مل کر جملہ اسمیہ مقولہ،ان :شرطیہ، کنتم کذبین : جملہ فعلیہ شرط، جواب شرط محذوف "فما جزاء سرقۃ الصواع"مل کر جملہ شرطیہ .

﴿قالوا جزاؤہ من وجد فی رحلہ فھو جزاؤہ﴾.

قالوا : فعل بافاعل،جزاء ہ :مبتداء، من وجد فی رحلہ : موصول صلہ مل کر مبتدا،فھو جزاء ہ : جملہ اسمیہ خبر مل کر جملہ اسمیہ خبر، مل کر جملہ اسمیہ ہوکرمقولہ مل کر جملہ قولیہ۔

﴿کذلک نجزی الظلمین﴾.

کذلک جار مجرور متعلق بحذوف "جزاء" مصدر محذوف کی صفت،مل کرمفعول مطلق مقدم،نجزی :فعل بافاعل، الظلمین : مفعول یہ سب مل کر جملہ فعلیہ۔

﴿فبدا باوعیتھم قبل وعاء اخیہ ثم استخرجھا من وعاء اخیہ﴾.

ف :عاطفہ، بدا :فعل بافاعل، باوعیتھم : ظرف لغو، قبل وعاء اخیہ : مرکب اضافی ظرف،مل کر جملہ فعلیہ،ثم : عاطفہ، استخرج : فعل بافاعل ،ھا : ضمیر مفعول،من وعاء اخیہ : ظرف لغو،مل کر جملہ فعلیہ ماقبل پر معطوف ہے۔

﴿کذلک کدنا لیوسف ما کان لیاخذ اخاہ فی دین الملک الا ان یشاء اللہ﴾.

کذلک :متعلق بحذوف صفت مصدر محذوف "کیدا" کے لیے،مل کر مفعول مطلق مقدم، کدنا: فعل بافاعل، لیوسف :ظرف لغو،مل کر جملہ فعلیہ، ما : نافیہ،کان :فعل ناقص بااسم، لام :جار، یاخذ :فعل بافاعل، اخاہ : مفعول ، فی دین اللہ : ظرف مستقر حال ہے فاعل سے، الا ان یشاء اللہ :مستثنی منقطع ہے"اخذا" مصدر محذوف اپنے مستثنی سے مل کر مفعول،مل کر جملہ فعلیہ۔

﴿نرفع درجت من نشاء وفوق کل ذی علم علیم﴾.

نرفع : فعل بافاعل، درجت :ظرف، من نشاء :مفعول،مل کر جملہ فعلیہ ، و : عاطفہ، فوق کل ذی علم : ظرف مستقر خبر

مقدم: علیم: مبتدامؤخر،مل کر جملہ اسمیہ۔

﴿قالوا ان یسرق فقد سرق اخ له من قبل﴾.

قالوا : فعل بافاعل،ان :شرطیہ ، یسرق: جملہ فعلیہ شرط ، ف :جزائیہ ، قد :تحقیقیہ ، سرق : فعل ، اخ :موصوف، له : ظرف مستقر صفت،مل کر فاعل، من قبل : ظرف مستقر فاعل سے حال ہے،یہ سب ملکر جملہ فعلیہ جواب شرط۔

﴿فاسرها یوسف فی نفسه ولم یبدها لهم﴾.

ف : عاطفہ ، اسر:فعل، ها : ضمیر راجع بسوئے مابعد آیت" انتم شرمکانا" مفعول، یوسف : فاعل، فی نفسه : ظرف لغو، مل کر جملہ فعلیہ ، و: عاطفہ ، لم یبد :فعل بافاعل، ها:ضمیر مفعول، بهم : ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ ماقبل پر معطوف ہے۔

﴿قال انتم شر مكانا والله اعلم بما تصفون O قالوا یایها العزیز ان له ابا شیخا كبیرا﴾.

قال : فعل بافاعل انتم : مبتدا، شر : ممیز، مکانا :تمیز، مل کر خبر،مل کر جملہ اسمیہ مقولہ ہو : مستانفہ، الله اعلم...... الخ : جملہ اسمیہ مستانفہ ، قالوا:قول، یا یها العزیز : جملہ ندائیہ، ان :حرف مشبہ ، له :خبر، ابا شیخا كبیرا : مرکب توصیفی اسم، یہ سب مل کر اسمیہ مقولہ

﴿فخذ احدنا مكانه انا نراك من المحسنین﴾.

ف: فصیحہ، خذ :فعل بافاعل، احدنا :مفعول، مکانه : ظرف،مل کر جملہ فعلیہ ، انا:حرف مشبہ واسم ، نراك من المحسنین: جملہ فعلیہ خبر مل کر جملہ اسمیہ۔

﴿قال معاذ الله ان ناخذ الا من وجدنا متاعنا عنده﴾.

قال : فعل بافاعل مل کر قول، معاذ الله :مفعول مطلق فعل محذوف " نعوذ " کے لیے،ان:مصدریہ ، ناخذ :فعل بافاعل، الا : للحصر، من وجدنا...... الخ : موصول صلہ مل کر مفعول،نا خذ فعل اپنے متعلقات سے مل کر بتاویل مصدر منصوب بنزع الخافض نعوذ کے متعلق:نعوذ فعل اپنے فاعل مفعول بہ ومفعول مطلق سے مل کر جملہ فعلیہ ہوکر مقولہ ملکر جملہ قولیہ۔

﴿انااذا لظالمون﴾

انا: حرف مشبہ واسم، اذا :حرف جواب وجزاء ، لظلمون : خبر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

تدبیر اختیار کرنا!

۱......مفسرین کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ ﴿ثم اذن مؤذن ایتها العیر انكم لسارقون (یوسف:۷۰)﴾ کے جملے سے ندا کرنا حضرت یوسف کے حکم سے تھا یا نہیں؟، اگر حضرت یوسف کے حکم سے تھی تو پھر رسول کی شان کے لائق کیسے ہوگا کہ رسول تو اللہ کی جانب سے حق پر ہوتا ہے اور رسول ہی اپنی قوم پر چوری، جھوٹ اور بہتان کو منسوب کرے،،اور اگر یہ ندا حضرت یوسف کے حکم سے نہ تھی تو پھر حضرت یوسف نے اسے ناپسند کیوں جانا اور اس سے اپنی برائت کیوں ظاہر فرمائی؟ علماء نے اس کے کئی جوابات دیئے ہیں۔(۱) جب حضرت یوسف نے اپنے بھائی بنیامین سے یہ کہہ دیا کہ وہی حضرت یوسف (ان کے بچھڑے ہوئے بھائی) ہیں تو پھر ارشاد فرمایا: میں یہ چاہتا ہوں کہ تجھے یہاں روک لوں اور تجھے یہاں روکنے کے لئے اس کے سوا کوئی اور حیلہ نہیں ہے،پس اگر تو راضی ہے تو ایسا کیا جائے،جب وہ راضی ہوا تو حیلہ اختیار کرنے کا اہتمام کیا گیا،اسی وجہ سے حضرت یوسف کے دل میں کوئی ملامت نہ رہی پس وہ گناہ بھی نہ رہا۔(۲) اے میرے بھائیوں! تم نے یوسف کو اس کے باپ سے چُرایا تھا، اور بھائیوں نے حضرت یوسف کے

بارے میں جو بھی کلام کیا تھا اور معارضہ پیش کیا تھا وہ ایسا ہی تھا کہ انہوں نے دراصل حضرت یوسف کو والد گرامی سے چُرا کر دور کر دیا تھا۔ (۳) ہوسکتا ہے کہ ندا کرنے والے نے جملہ استفہامیہ اس لئے تلفظ کیا ہو کہ چور خود ہی سامنے آجائے۔ (۴) قرآن مجید میں یہ کہیں نہیں ہے کہ حضرت یوسف کے بھائی اس ندا پر نادم ہوئے ہوں، اور ظاہر حال کے مطابق قول یہی ہے کہ ان کے جی میں یہ بات ضرور آئی کیونکہ اس مقام پر ان کے علاوہ کوئی اور موجود بھی نہیں تھا تو ضرور انہیں میں سے (کسی نے) چوری کی ہے، پھر یہ فرمان ﴿قالوا واقبلوا علیھم ما ذا تفقدون (یوسف:۷۱)﴾ کا کلام ہوا۔ (التفسیر الکبیر، ج۶، ص ۴۸۶ وغیرہ)

انعام کی کفالت کام مکمل کرنے سے پہلے ہوسکتی ہے!

۲...... الفقد کسی چیز کے گم کرنے کو کہتے ہیں، بادشاہ کے پیغام رساں اور اس کے بھائیوں نے کہا کہ ہم نے بادشاہ کا پیالہ گم کیا ہے اور تمہارے علاوہ کسی کو ہم متہم نہیں کرتے، جو ڈھونڈ لائے گا اسے بطور انعام ایک اونٹ غلہ ملے گا اور میں اس بات کا ضامن ہوں، اس آیت میں انعام کے جواز اور کفالت کے جواز پر دلیل ہے اور انعام کی کفالت کام مکمل کرنے سے پہلے بھی ہوسکتی ہے۔
(المظھری، ج۴، ص ۴۳)

علامہ جریر طبری اپنی تفسیر میں ایک قول نقل کرتے ہیں کہ رئیس القوم زعیمھم ومدبرھم یعنی قوم کا سردار اُن کا ضامن اور اُن کے جائز امور کی تدبیر کرنے والا ہوتا ہے۔ علامہ قرطبی اپنی تفسیر میں ارشاد فرماتے ہیں حضرت یوسف علیہ السلام کی جانب سے یہ اعلان کرنا کہ جس نے پیالہ ڈھونڈ لایا اس کے لیے ایک اونٹ غلہ ہے یعنی شئے مجہول کی ضمانت حضرت یوسف علیہ السلام نے کیسے دے دی؟ جب کہ مجہول چیز کی ضمانت دینا جائز نہیں؟ جواب اس کا یہ ہے کہ اُن کے ہاں اونٹ بھر غلہ معین ہوا کرتا تھا جیسا کہ وسق نامی پیمانہ معین ہوتا ہے، پس اس صورت میں ضمانت دینا جائز ہوا۔ اور یہ بھی کہ اونٹ بھر غلہ انعام میں دینا چوری کا بدلہ کیسے ہوسکتا ہے اور نہ ہی چور کے لئے اس کا لینا جائز ہوسکتا ہے لیکن شاید یہ ہو کہ حضرت یوسف علیہ السلام کی شریعت میں یہ امور جائز ہوں کہ چور اگر چوری کا مال دے دیتا ہو تو اُسے کچھ انعام دیا جاتا ہو اور جو چور کی تفتیش یا چوری شدہ مال کو تلاش کر لیتا ہو اُس کے ساتھ سخاوت کی جاتی ہو۔ سید عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان مقدس ہے: "من جاء بآبق فله اربعون درهما" اس حدیث میں یہ صراحت موجود نہیں ہے کہ اُس شخص کے ساتھ چالیس دراہم کا وعدہ عقد ضمان یا غیر عقد ضمان کس صورت میں ہے۔

☆...... حضرت ابوقتادہ بیان کرتے ہیں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص کو لایا گیا تا کہ آپ اس کی نماز جنازہ پڑھائیں، نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اس کی نماز جنازہ خود پڑھ لو، کیونکہ اس پر قرض ہے، حضرت ابوقتادہ نے کہا: وہ قرض میں دونگا، تب نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: تم وہ قرض ادا کرو گے؟ انہوں نے کہا، ہاں! میں پورا قرض ادا کروں گا، تب آپ نے اس شخص کی نماز جنازہ ادا فرمائی۔
(صحیح بخاری، کتاب الکفالة، باب: من تکفل عن میت، رقم: ۲۲۹۵، ص ۳۶۶)

☆...... متذکرہ حدیث سے مال و نفس دونوں کے ضامن ہونے کا ثبوت مل گیا۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا الزعیم غارم یعنی کفیل ضامن ہوتا ہے۔
(ابو داؤد، کتاب الاجارة، باب: فی تضمین العارية، رقم: ۳۵٦۵، ص ٦٦٩)

علامہ مرغینانی فرماتے ہیں: کفالت کی دو قسمیں ہیں (۱)...... کسی شخص کا ضامن ہونا، (۲)...... مال کا ضامن ہونا، کسی شخص کا ضامن ہونا جائز ہے اور اس کا معنی یہ ہے کہ جس شخص کی اُس نے ضمانت دی اس کو حاضر کرنا اس پر لازم ہے اور مال کے ضامن ہونے کا معنی یہ ہے کہ ایک شخص قرض خواہ سے کہے اگر اس مقروض نے قرض ادا نہیں کیا تو میں تمہارا قرض ادا کروں گا، وہ میرے ذمہ ہے یا میں اس کا ضامن ہوں۔ جب ضامن یہ کہے کہ فلاں تاریخ پر اس شخص کو حاضر کردوں گا تو اگر اُس سے صاحب حق مطالبہ کرے تو اسے اس

تاریخ پر اس شخص کو حاضر کرنا ہوگا، اگر ضامن اس کو حاضر کردے تو فبہا ورنہ حاکم اس کو قید کردے، کیونکہ وہ اپنے حق کو ادا نہیں کرسکا، اگر وہ شخص کہیں غائب ہوجائے تو حاکم ضامن کو آنے جانے اور لانے کی مدت کی مہلت دے، اگر مدت گزرنے کے بعد بھی وہ اس شخص کو نہ لاسکے تو حاکم اس کو قید کرے اور اگر وہ شخص مرگیا تو پھر ضامن بری ہوجائے گا کیونکہ اب وہ اس کو حاضر کرنے سے عاجز ہوچکا ہے۔

(الهدايه مع فتح القدير، ج۷،ص ۱٦۱، ۱٥٥، ملخصا)

حضرت یوسف کے بھائیوں کی جانب فساد فی الارض کی نسبت کرنا:

۳۔۔۔۔۔مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ حضرت یوسف کے بھائیوں نے دو باتوں پر قسم اٹھائی، (۱)۔۔۔۔۔وہ زمین میں فساد کرنے نہیں آئے، (۲)۔۔۔۔۔نہ ہی وہ چوری کی نیت سے آئے ہیں، اور یہ بات انہوں نے اس لئے کہی کہ ان کے احوال سے جو کچھ ظاہر ہورہا تھا وہ ان کی صداقت پر دلیل ہے کہ وہ تو خیر اور طاعت پر مواظبت کرنے والے ہیں اور اعلان ہونے پر انہوں نے اپنے سامان کی جانب ہاتھ بڑھائے، مبادا دیگر لوگوں کو نقصان نہ پہنچے اور یہ بات ان کے حق میں فساد فی الارض کی نفی کرتی ہے، اور یہ بھی کہ وہ چور ہوں اس لئے کہ انہوں نے پیالہ واپس کردیا جو ان کے غلے سے برآمد ہوا تھا اور انہوں نے اُسے لینا حلال نہ جانا اور جس میں یہ صفت پائی جائے وہ چور نہیں ہوسکتا۔

(الجمل، ج٤، ص ٦٢)

حضرت یوسف کی شریعت میں چوری کی سزا میں غلام بنانا!

۴۔۔۔۔۔علامہ قرطبی فرماتے ہیں کہ متذکرہ آیت مبارکہ میں جزاؤہ بمعنی یستعبد ہے، یعنی جس کے سامان سے پیالہ برآمد ہوا اُسے غلام بنایا جائے گا۔

(الجامع الاحکام القرآن، الجزء۹، ۱۰، ص۱۹۹)

اللہ عزوجل کے فرمان ﴿جزاؤہ من وجد فی رحلہ فھو جزاؤہ (یوسف:۷۵)﴾ کے تحت حضرات انبیائے کرام یعنی حضرت یعقوب اور ان کے صاحبزادے حضرت یوسف کے نزدیک چوری کرنے والے سے بطور مواخذہ مال کے ساتھ ایک غلام بھی لیا جائے۔

☆۔۔۔۔۔عبدالرزاق، ابن جریر اور ابن المنذر نے کلبی سے روایت کیا ہے کہ ان کے بلاد (شہر) میں چوری کرنے والے سے بطور مواخذہ ایک غلام لیا جاتا تھا۔

(الدرالمنثور، ج٤، ص ٥۱)

حضرت یوسف علیہ السلام کو اللہ عزوجل نے تدبیر سکھائی:

۵۔۔۔۔۔ثمامہ نے انس سے روایت کی ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے وہی چیزیں ان کے لیے لکھیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرض کی تھیں کہ زکوۃ کے ڈر سے متفرق چیزوں کو جمع نہ کیا جائے اور جو چیزیں اکٹھی ہوں انہیں متفرق نہ کیا جائے۔ خشیة الصدقة: اس جملے میں تنازع فعلان پایا جارہا ہے، والخشیة خشیتان: ساعی کو صدقہ کم ہونے کا خوف ہے، اور رب المال کو صدقہ میں اضافہ کا خوف ہے لہذا دونوں ہی کو حکم دیا گیا کہ جمع اور تفریق کے حوالے سے کوئی نئی چیز شامل نہ کریں۔

ولا یفرق بین متفرق : یہ کہ تین آدمیوں میں سے ہر ایک کے پاس چالیس بکریاں ہیں، اب مصدق ان سب بکریوں کو جمع کرکے کل ایک سو بیس پر ایک ہی بکری صدقہ میں ادا کرے (کیونکہ چالیس سے لیکر ایک سو بیس تک ایک ہی بکری واجب الادا ہے)۔ اور نہ ہی جمع شدہ کو الگ الگ کرے کہ دو اشخاص کے پاس ایک سو ایک، ایک سو ایک بکریاں ہیں، اب کل دو سو دو بکریاں ہوئیں، اور قانون ہے کہ (ایک سو اکیس سے لیکر دو سو ایک تک) تین بکریاں صدقہ کے حوالے سے بنتی ہیں، اب ان جمع شدہ کو الگ الگ کرلے اور دو بکریاں زکوۃ میں ادا کرے، ایسا کرنا ناجائز ہے اور یہ قول امام اوزاعی اور سفیان ثوری کا ہے اور امام شافعی نے کہا کہ

اول صورت میں ساعی متفرق کرلے تاکہ ہرایک سے ایک بکری حاصل کرلے اور ثانی صورت میں تین بکریاں حاصل کرے۔امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ ولایفرق بین مجتمع کا معنی یہ ہے کہ دوآدمیوں کے حصہ میں چالیس بکریاں ہیں جس پرایک بکری زکوۃ کے اعتبار سے بنتی ہے۔اب جداجدا کرنے کی صورت میں دونوں فریقین کے حصہ میں بیس بیس بکریاں آئیں اوراس صورت میں کسی پرزکوۃ نہ ہوگی۔ولایفرق بین مجتمع کا معنی یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ایک شخص کے پاس ایک سوبیس بکریاں ہیں اوراب مصدق کے جداجدا چالیس چالیس بکریاں کرنے کی صورت میں تین بکریاں صدقہ کے حوالے سے بنیں گی۔امام ابویوسف فرماتے ہیں کہ ایک شخص کے پاس اسّی بکریاں ہیں اورزکوۃ لینے والا آیا تو کہہ دیا کہ دس بکریاں میری ہیں اوردیگر دس دس میرے بہن بھائیوں کی ہیں یایوں ہو کہ چالیس اس کی اپنی ہوں اورباقی چالیس کسی بھائی یابہن کی ہوں تو کہے ساری میری ہی ہیں تاکہ ایک ہی بکری صدقہ کرنی پڑے۔

(عمدۃ القاری ،کتاب الزکاۃ ،باب لایجمع بین متفرق ، ج ٦، ص ٤٤٠)

شمس الائمہ سرخسی فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک شخص آیا اوراس نے کہا کہ میں نے یہ قسم کھائی ہے کہ میں اپنے بھائی سے بات نہیں کرونگا،اگرمیں نے اس سے بات کی میری بیوی کو تین طلاقیں،آپ ﷺ نے فرمایا:''تم اپنی بیوی کو ایک طلاق دے دو،اورجب اس کی عدت گزرجائے تواپنے بھائی سے بات کرلو،پھراس عورت سے نکاح کرلو''،اوریہ سید عالم ﷺ نے حیلہ کی تعلیم دی اورحیلہ کے جواز میں بکثرت احادیث وآثار ہیں،اورجوآدمی احکام شرع میں غورکرے گاتووہ بہت جلد معاملات کواس طرح پائے گا۔مطلب یہ ہے کہ جس حیلے سے انسان کسی حرام کام سے بچ جائے یاجس حیلہ کی وجہ سے انسان کسی حلال چیز کو حاصل کرلے وہ حیلہ مستحسن ہے،اورمکروہ حیلہ یہ ہے کہ جس حیلہ کی وجہ سے انسان کسی حق کو باطل کرے،یاکسی باطل چیز کوحیلہ سے ملمع کرکے اس کوحق ظاہرکرے،سوجوحیلہ اس طرح ہوگاوہ مکروہ تحریمی ہے کیونکہ اللہ نے فرمایا﴿وتعاونوا علی البر والتقوی ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان یعنی اورتم نیکی اورپرہیزگاری کے کاموں میں ایک دوسرے کی مددکرواورگناہ وزیادتی کے کاموں میں ایک دوسرے کی مددنہ کرو(المائدۃ:۲)﴾۔پس حیلہ کے جواز پرجودلائل ہیں وہ فقط نیکی اوربھلائی کے کاموں پرمعاونت ہے اورجودوسری قسم کا بیان ہے اس میں گناہ اورظلم پرمعاونت ہے۔

(المبسوط، ج ۳۰، ص ۲۰۹ وغیرہ)

ملک العلماء امام علاؤالدین ابی بکربن مسعود کاسانی امام اعظم کے فرمان:''جومفتی لوگوں کوحیلہ سکھائے اس پرپابندی عائد کردی جائے''،کے تحت فرماتے ہیں کہ لان المفتی الماجن یفسد ادیان المسلمین ،والطبیب الجاھل یفسد ابدان المسلمین ،والمکاری المفلس یفسد اموال الناس فی المفازۃ یعنی اس کی وجہ یہ ہے کہ آزادخیال مفتی مسلمانوں کے دین میں بگاڑپیداکرتا ہے اورجاہل طبیب مسلمانوں کے جسم کوتباہ وبربادکرتا ہے اورکرایہ پرچوپایہ دینے والانادارآدمی چٹیل میدان میں لوگوں کے اموال خراب کردیتا ہے۔

(البدائع الصنائع، کتاب الحجر والحبس، ج۷، ص۲۴۹)

حقیقی علم والا کون !

۶......علم سے مراد وہ اعتقاد جازمہ ہے جوواقع کے مطابق ہو،حکماء کہتے ہیں:کسی چیز کی وہ صورت جوعقل میں آجائے علم کہلاتی ہے،اس تعریف میں اول ثانی کوخاص کرتا ہے۔ایک قول یہ بھی کیاجاتا ہے کہ کسی چیز کاایساجانناجواس کے متعلق امورمیں داخل ہو،یامعلوم کے ذریعے کسی چیز کے خفی ہونے کاازالہ ہونا،اورعلم کی نقیض جہل ہے۔ایک قول یہ بھی کیاگیا ہے کہ علم سے مرادکسی چیز کی وہ صفت راسخہ ہے جوکلیات وجزئیات کولئے ہوئے ہو۔

(التعریفات ،ص ۱۵۷)

اللہ کی قسم!ان دونوں (ظاہری وباطنی) علموں کوجاننے والے علمائے کرام سے زمین کبھی خالی نہیں رہی اورنہ ہی ان شاءاللہ

کبھی خالی ہوگی کہ یہ علمائے عظام سید المرسلین خاتم النبیین کے نائب اور مکلف بندوں پر حجت ہونے کی حیثیت سے ان عُلوم کو قائم رکھتے ہیں۔ البتہ ان دونوں علموں کے علماء میں سے بعض وہ ہوتے ہیں جو رضائے الٰہی اور بندوں کی خیر خواہی کے لئے اپنے علم کو قائم رکھتے ہیں اور بعض ان میں سے فاسد و مفسد، گمراہ و گمراہ گر اور نیکوں کا لبادہ اوڑھے ہوتے ہیں جب کہ وہ ان میں سے نہیں ہوتے۔ وہ تو محض جھوٹا لبادہ اوڑھنے والے ہوتے ہیں۔ پس جس طرح بعض صُوفی فاسق، بے دین اور جاہل ہوتے ہیں اِسی طرح بعض فقہاء فاسق، فاجر اور خبیث ہوتے ہیں۔ مگر ان بعض کے فساد و خرابی کی وجہ سے اس قسم کے تمام افراد فاسد و خراب نہیں ہوتے بلکہ وہ طریقہ خراب ہوتا ہے جس کو قائم رکھنے کا وہ فاسد و گمراہ لوگ گمان کئے ہوتے ہیں۔ حضرت سیدنا شیخ عبدالرؤف مُناوی فیض القدیر شرح الجامع الصغیر میں صاحب قوت القلوب حضرت سیدنا شیخ ابوطالب محمد بن محمد بن علی بن عطیہ حارثی مکی سے نقل کرتے ہیں انہوں نے ارشاد فرمایا: ''علم ظاہر و باطن دونوں اصل ہیں جو ایک دوسرے سے مستغنی نہیں اور اسلام و ایمان کی طرح ایک دوسرے سے اس طرح جڑے ہوئے ہیں جیسے جسم اور دل کہ ان میں سے ایک دوسرے جدا نہیں ہوتا اور ایک قول یہ بھی ہے کہ علم باطن دل سے ظاہر ہوتا ہے اور علم ظاہر زبان سے نکلتا ہے پس علم ظاہر کانوں سے تجاوز نہیں کرتا اور محض علم ظاہر والوں کو ایسے علماء نہیں کہا جا سکتا جو انبیائے کرام کے وارث ہیں کیونکہ ان کے وارثین تو وہ باعمل، نیک اور پرہیزگار علماء ہیں جنہیں موروثی علم اسی صفت کے ساتھ ملتا ہے جس صفت پر ہو مورث یعنی اس کے نبی کے پاس تھا۔ وہ علم والا وارث نہیں جس کا علم اس کے خلاف حجت بن جائے اور اس کے دل میں ''نورِ علم'' پہنچنے میں بُری نیت، خبث باطنی اور نفسانی خواہشات کی پیروی رکاوٹ ڈالے اور علم کی حقیقت کو چھپا دے اور وہ اس وعید کا مستحق ہو جائے کہ ﴿فاوردهم النار وبئس المورود تو انہیں دوزخ میں لا اتارے گا اور وہ کیا ہی بُرا گھاٹ اترنے کا(ھود: ۹۸)﴾

ایک بزرگ نے ارشاد فرمایا کہ ''یہ حالت ہمارے زمانے کے اہل علم کی ہے ہم دیکھتے ہیں کہ یہ اہل علم اپنی شکل و صورت، لباس فاخرہ اور پُرکشش سواریوں کی سجاوٹ و خوبصورتی میں لگے رہتے ہیں۔ اگر ان کے باطن پر نظر ڈالی جائے تو معلوم ہو جائے گا کہ جس طرح کسی پہاڑ کے گرنے سے موت کا خوف ہوتا ہے ان کے دلوں میں اسی طرح رزق اور مخلوق کا خوف بھرا ہوا ہے اور انہیں یہ ڈر بھی لگا ہوا ہے کہ کہیں لوگوں کے دلوں سے ہماری عزت و مقام کم نہ ہو جائے نیز اپنی تعریف پر خوشی و مَسَرّت، اِقتِداء کی محبت، بلندی چاہنا، ظالموں اور مالداروں کی خوشامد کرنا، غریبوں کو حقیر جاننا، فقر سے دور بھاگنا، مقامِ حق میں بڑائی مارنا، اپنے مسلمان بھائی سے کینہ اور بُغض و عداوت رکھنا، ذلت کے خوف سے حق و سچ کو چھوڑ دینا اور بولنے میں اپنی خواہش کے پیچھے چلنا، دنیا کی رغبت اور حرص ہونا، بخل و کنجوسی کرنا، لمبی امیدیں باندھنا، اترانا و اکڑنا، دل میں کھوٹ، دھوکا دہی، فخر کرنا، ریاکاری، شہرت چاہنا، مخلوق کی عیب جوئی، چاپلوسی کرنا، خود پسندی، مخلوق کے لئے زیب و زینت، شیخی بگھارنا (ڈینگ مارنا)، تکبر کرنا، دل کے دھوکے اور سختی و بے رحمی کا شکار ہونا، اکھڑ مزاج ہونا، سختی و بداخلاقی سے پیش آنا، تنگ دل ہونا، مال ملنے پر خوش اور جانے پر غمگین ہونا، قناعت اختیار نہ کرنا، دوسرے کے کلام میں طعن کرنا، معاملات میں سختی و تلخی اپنانا، اوچھا و کم ظرف ہونا، عُجلت پسند ہونا، شدت و غصہ کرنا، رحمت و شفقت کی کمی ہونا، محض اپنی عبادت پر بھروسا کرنا، اور نعمتوں کے چھن جانے سے بے خوف ہونا، فضول گفتگو کرنا، مخفی خواہشات کا شکار ہونا، عزت و مرتبہ کی خواہش ہونا، مسلمانوں کو بظاہر بھائی کہنا اور دل میں عداوت رکھنا، اپنی بات ٹھکرائے جانے پر غصہ ہونا، لوگوں کے لئے مبالغہ کی تلاش میں رہنا، صرف اپنی فتح و جیت کی کوشش کرنا، مخلوق سے اُنسیت ہونا جبکہ اللہ سے وحشت ہونا، غیبت، حسد، چغلی، ظلم و زیادتی کرنا، یہ گندگی اور کُوڑے کے وہ ڈھیر ہیں جن میں ان کے باطن مُلَوَّث ہیں اور ان کے ظاہر کو دیکھو تو نماز و روزہ، دنیا سے بے رغبتی اور اچھے اعمال کی بہت اقسام نظر آتی ہیں۔ پس جب بارگاہ الٰہی میں اُن امور سے پردہ اٹھے گا تو یہ ایک کُوڑا خانہ کی مانند ہوں گے جس کو مُرداروں سے ڈھانپ دیا جائے تو وہ بدبودار ہو جاتا ہے۔ یہ ہے وہ ریاکار و چاپلوس علم والا جو اپنی

خواہشات کے لئے تَصَنُّع و بناوٹ اختیار کرتا ہے اور ایسا شخص اپنے عمل میں مخلص نہیں ہوتا کیونکہ اس کا نفس شہوت کی آگ میں جکڑا ہوا اور دل نفسانی خواہشات سے بھرا ہوا ہوتا ہے اور یہ تمام کے تمام عیب ہیں اور غلام میں اگر عیبوں کی کثرت ہو جائے تو اس کی قیمت کم ہو جاتی ہے۔
(فیض القدیر للمناوی،فصل :فی المحلی بال، تحت الحدیث ۵۷۱۷، ج٤،ص۵۱۳)

ہر علم والے کے اوپر علم والا ہے!

۷......امام جریر طبری فرماتے ہیں محمد بن کعب سے روایت ہے کہ ایک شخص نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مسئلہ دریافت کیا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس مسئلے کے بارے میں ارشاد فرمایا تو اُس شخص نے عرض کی کہ یہ مسئلہ یوں نہیں یوں ہے۔ جس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تو نے سچ کہا اور مجھ سے خطا ہوئی پھر آیت مبارکہ ﴿وفوق کل ذی علم علیم (یوسف:۷۶)﴾ تلاوت فرمائی۔ حسن سے روایت ہے کہ ہر عالم سے اوپر کوئی عالم ہے یہاں تک کہ یہ سلسلہ اللہ عزوجل کی ذات پر اختتام پزیر ہوتا ہے۔ (جامع البیان ،الجزء ۱۳، ص ۳۵)

قاضی ثناء اللہ پانی پتی فرماتے ہیں کہ مخلوق میں سے ہر صاحب علم کے اوپر کوئی علم والا ہوتا ہے، علیم سے مراد اللہ کی ذات ہے کیونکہ لغت میں علیم اُسے کہتے ہیں جس کا علم انتہاء کو پہنچا ہوا ہو یا یہ معنی ہیں کہ مخلوق میں سے ہر صاحب علم سے برتر دوسرا صاحب علم ہوتا ہے، اگر چہ تفوق اور برتری کسی وجہ سے ہو۔ جیسا کہ خضر نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا تھا کہ میں اللہ کے علوم میں ایک خاص علم کی مقدار رکھتا ہوں جو اللہ نے مجھے سکھائی ہے اور تم اسے نہیں جانتے اور تو اللہ کے علوم کا وہ حصہ رکھتا ہے جو میں نہیں جانتا۔ اس حدیث کو بخاری وغیرہ نے موسیٰ علیہ السلام اور خضر کے قصہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کر کے لکھا ہے۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''انتم اعلم بامور الدنیا کم تم مجھ سے دنیا کے امور زیادہ جانتے ہو، آیت کا یہ معنی جائز نہیں کہ مخلوق میں سے ہر صاحب علم سے برتر دوسرا صاحب علم ہوتا ہے اور وہ برتری من کل وجہ ہوتی ہے ورنہ تسلسل لازم آئے گا۔ (المظھری ،ج٤، ص٤۵)

حضرت یوسف علیہ السلام پر چوری کا الزام:

۸......سعید بن جبیر اور قتادہ فرماتے ہیں کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے نانا کا ایک بُت تھا جس کی عبادت کی جاتی تھی، آپ نے خفیہ طور پر اٹھالیا اور اس کو توڑ کر راستہ میں پھینک دیا تا کہ اس کی عبادت نہ کی جائے۔ مجاہد فرماتے ہیں کہ حضرت یوسف کے پاس ایک سائل آیا تو آپ نے گھر سے ایک انڈہ اٹھا کر اُسے دے دیا۔ سفیان بن عیینہ فرماتے ہیں کہ آپ نے حضرت یعقوب علیہ السلام کے گھر سے ایک مرغی پکڑی اور سائل کو دے دی۔ وہب فرماتے ہیں کہ آپ فقراء کے لئے کھانا دسترخوان سے چھپا لیتے تھے (البغوی، ص ٤٦٠)

احسان کی نسبت حضرت یوسف علیہ السلام کی جانب ہونا:

۹......اس جملے میں کئی مسائل ہیں ،(۱)......ہم آپ کو نیک دیکھتے ہیں کہ آپ ہمارے ساتھ ایسا اچھا سلوک کرتے ہیں۔(۲)......ہم آپ کو نیک خیال کرتے ہیں کہ آپ نے ہماری تکریم کی ،ہمیں وافر مقدار میں غلہ دیا، ہمیں ہماری طلب سے اچھا دے کر قیمت بھی ہمارے سامان میں رکھ کر واپس لوٹا دی۔(۳)......منقول ہے کہ جب قحط سالی نے شدت اختیار کر لی تو اور قوم کے پاس کچھ نہ بچا جسے بیچ کر غلہ خرید سکیں، اور قوم اپنے آپ کو بیچ کر غلہ خریدنے پر مجبور ہوئی تو ایسی صورت میں آپ لوگوں کو غلہ بھی دیتے اور آزاد بھی کرتے۔ (الرازی، ج٦، ص ٤٩١ ملخصا)

حضرت یوسف علیہ السلام کی سوانح:

۱۰......اگر چہ اس بارے میں بھی اقوال ملتے ہیں کہ حضرت یوسف کے سارے ہی بھائی منصب نبوت پر فائز ہوئے تاہم نص

اس بات واضح دلالت کرتی ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام ہی نبوت ورسالت سے سرفراز کئے گئے، مسند امام احمد کی حدیث پاک ہے کہ ابن عمر سے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا: ''الکریم بن الکریم بن الکریم بن الکریم یوسف بن یعقوب بن اسحق بن ابراھیم'' امام بخاری نے عبداللہ بن محمد سے یہی حدیث روایت کی ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے حالت بلوغت سے پہلے گیارہ ستارے اور سورج وچاند کو سجدہ کرتے ہوئے خواب میں دیکھا جس سے گیارہ بھائی اور والدین ماجدین مراد ہیں (یہ الگ بحث ہے کہ حضرت یوسف کی والدہ محترمہ زندہ تھیں یا سجدہ کرنے والی آپ کی خالہ تھیں)۔ ایک نبی دوسرے نبی کے اوصاف جانتا ہے اسی لئے حضرت یعقوب علیہ السلام نے کہا کہ اس خواب کا ذکر اپنے بھائیوں سے نہ کرنا۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کون سا انسان مکرم محترم ہے؟ جواب ارشاد فرمایا: ''حضرت یوسف بن نبی اللہ ابن نبی اللہ ابن خلیل اللہ''۔ یہود کی طرف سے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے استفسار کیا گیا کہ بتائیں کون کونسے ستاروں نے حضرت یوسف کو سجدہ کیا تھا، سید عالم انتظار وحی کی وجہ سے خاموش رہے، جبرئیل امین علیہ السلام حاضر خدمت ہوئے اور تمام ستاروں کے نام بیان کردیئے، سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا اگر میں بتادوں تو تم ایمان لے آؤ گے انہوں نے کہا کیوں نہیں! سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جریان، طارق، الذیال، ذوالکتفان، قابس، وثاب، عمودان، الفلیق، المصبح، الضروح، ذوالفرغ، الضیاء، والنور''۔ لیکن یہود پھر بھی ایمان نہ لائے۔ (البدایۃ والنھایۃ، باب: ما وقع من الامور العجیبۃ قصۃ یوسف، الجزء الاول، ج ۱، ص ۲۱۹ وغیرہ)

اغراض: **ھی صاع من ذھب**: جس برتن میں بادشاہ (مشروبات وغیرہ) پیتا تھا، اول کے اعتبار سے اِس برتن کا نام ''سقایۃ'' رکھا گیا، اور آخر کے اعتبار سے ''صاع''، اس لئے کہ لفظ صاع کسی چیز کی پیمائش کرنے کے آلے کو کہتے ہیں۔

مرصع بالجواھر: یعنی پیمانہ جواہرات سے مزین ومنقش تھا۔

بعد انفصالھم عن مجلس یوسف: بھائیوں کا حضرت یوسف علیہ السلام کی مجلس سے نکل جانے کے بعد منادی نے ندا کی، ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے کہ جب معاملہ الجھ گیا تو بھائی دوبارہ دربار میں پیش کئے گئے۔

ووجد فیکم: جملہ حالیہ ہے، اس جملہ کا معنی یہ ہے کہ اگر تم اپنے دعوے میں سچے نہ ہوئے تو تمہاری کیا سزا ہونی چاہیے، اور حال یہ ہے کہ ظاہری معاملہ تمہاری قول سے مختلف ہے۔

وکانت سنۃ آل یعقوب: یعنی حضرت یعقوب علیہ السلام کی شریعت وطریقت میں چوری کے حوالے سے یہی طریقہ رائج ہے۔

فصرفوا: یعنی حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کو اس مکان میں لے جایا گیا جہاں بادشاہ کی جماعت (درباری، مہمان) وغیرہ موجود تھے۔

علمناہ الاحتیال الخ: حضرت یوسف کو اللہ نے بذریعہ الہام (حیلہ) کی تعلیم ارشاد فرمادی، پس اس موقع پر یہ نہیں کہا جاسکتا کہ حضرت یوسف نے کیسے اپنے بھائی کو چوری کی تحقیق کے حوالے سے طلب کیا اور ان پر چوری کی تہمت لگائی جب کہ وہ اس سے بری الذمہ تھے۔

لان جزائہ عندہ الضرب: حضرت یوسف نے اپنے بھائی کو روکنے کا یہ طریقہ اختیار کیا۔

والضمیر للکلمۃ: لھم میں موجود ضمیر سے مراد ضمیر عائد ہے جو لفظاً اور رتبۃً دونوں طریقوں سے مؤخر ہے، اور اس صورت میں کلام میں تقدیم وتاخیر ہوگی، تقدیر عبارت یوں ہے ''انتم شر مکانا واسرھا فی نفسہ''، اور یہ دو اقوال میں سے ایک قول ہے اور ایک قول کے مطابق یہ کہا گیا ہے کہ ضمیر عائد اس قول ''فقد سرق اخ لہ من قبل'' سے ہے۔ (الصاوی، ج ۳، ص ۱۸۷ وغیرہ)

رکوع نمبر: ۴

﴿فَلَمَّا اسْتَیْئَسُوْا﴾یَئِسُوْا﴿مِنْهُ خَلَصُوْا﴾اِعْتَزَلُوْا﴿نَجِیًّا ط﴾مَصْدَرٌ یَصْلُحُ لِلْوَاحِدِ وَغَیْرِهٖ اَیْ یُنَاجِیْ بَعْضُهُمْ بَعْضًا﴿قَالَ كَبِیْرُهُمْ﴾سِنًّا رُوْبِیْلُ اَوْ رَاْیًا یَهُوْدَا﴿اَلَمْ تَعْلَمُوْٓا اَنَّ اَبَاكُمْ قَدْ اَخَذَ عَلَیْكُمْ مَّوْثِقًا

﴾عَهْدًا﴿مِّنَ اللّٰهِ﴾فِیْ اَخِیْکُمْ﴿ وَمِنْ قَبْلُ مَا﴾زَائِدَةٌ﴿ فَرَّطْتُّمْ فِیْ یُوْسُفَ ج ﴾وَقِیْلَ مَامَصْدَرِیَّةٌ مُبْتَدَاءٌ
خَبَرُهٗ مِنْ قَبْلُ﴿فَلَنْ اَبْرَحَ ﴾اُفَارِقَ﴿الْاَرْضَ﴾اَرْضَ مِصْرَ ﴿ حَتّٰی یَاْذَنَ لِیْٓ اَبِیْٓ ﴾بِالْعَوْدِ اِلَیْهِ﴿اَوْ یَحْکُمَ
اللّٰهُ لِیْ ج ﴾بِخَلَاصِ اَخِیْ﴿وَهُوَ خَیْرُ الْحٰکِمِیْنَ (۸۰)﴾اَعْدَلُهُمْ﴿اِرْجِعُوْٓا اِلٰٓی اَبِیْکُمْ فَقُوْلُوْا یٰٓاَبَانَآ اِنَّ ابْنَکَ
سَرَقَ ج وَمَا شَهِدْنَا﴾عَلَیْهِ﴿ اِلَّا بِمَا عَلِمْنَا ﴾تَیَقُّنًا مِنْ مُشَاهَدَةِ الصَّاعِ فِیْ رَحْلِهٖ﴿وَمَا کُنَّا لِلْغَیْبِ ﴾ لِمَا
غَابَ عَنَّا حِیْنَ اِعْطَاءِ الْمَوْثِقِ﴿حٰفِظِیْنَ (۸۱) ﴾وَلَوْ عَلِمْنَا اَنَّهٗ یَسْرِقُ لَمْ نَاخُذْهُ﴿وَسْئَلِ الْقَرْیَةَ الَّتِیْ کُنَّا فِیْهَا
﴾هِیَ مِصْرُ اَیْ اَرْسِلْ اِلٰی اَهْلِهَا فَاسْاَلْهُمْ﴿وَالْعِیْرَ﴾اَیْ اَصْحَابَ الْعِیْرِ﴿ الَّتِیْٓ اَقْبَلْنَا فِیْهَا ط ﴾وَهُمْ قَوْمٌ
مِنْ کَنْعَانَ﴿وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ (۸۲) ﴾فِیْ قَوْلِنَا فَرَجَعُوْا اِلَیْهِ وَقَالُوْا لَهٗ ذَالِکَ﴿قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ ﴾زَیَّنَتْ﴿لَکُمْ
اَنْفُسُکُمْ اَمْرًا ط ﴾فَعَلْتُمُوْهُ اِتَّهَمَهُمْ لِمَا سَبَقَ مِنْهُمْ فِیْ اَمْرِ یُوْسُفَ﴿فَصَبْرٌ جَمِیْلٌ ط ﴾صَبْرِیْ ﴿عَسَی
اللّٰهُ اَنْ یَّاْتِیَنِیْ بِهِمْ ﴾بِیُوْسُفَ وَاَخَوَیْهِ ﴿جَمِیْعًا ط اِنَّهٗ هُوَ الْعَلِیْمُ ﴾بِحَالِیْ﴿الْحَکِیْمُ (۸۳)﴾فِیْ
صُنْعِهٖ﴿وَتَوَلّٰی عَنْهُمْ ﴾تَارِکًا خِطَابَهُمْ﴿وَقَالَ یٰٓاَسَفٰی ﴾اَلْاَلِفُ بَدَلٌ مِنْ یَاءِ الْاِضَافَةِ اَیْ یَاحُزْنِیْ ﴿عَلٰی
یُوْسُفَ وَابْیَضَّتْ عَیْنٰهُ ﴾انْمَحَقَ سَوَادُهُمَا وَبُدِّلَ بَیَاضًا مِنْ بُکَائِهٖ ﴿مِنَ الْحُزْنِ﴾عَلَیْهِ﴿ فَهُوَ
کَظِیْمٌ (۸۴)﴾مَغْمُوْمٌ مَکْرُوْبٌ لَا یُظْهِرُ کَرْبَهٗ﴿قَالُوْا تَاللّٰهِ ﴾لَا﴿تَفْتَؤُا ﴾تَزَالُ﴿تَذْکُرُ یُوْسُفَ حَتّٰی تَکُوْنَ
حَرَضًا ﴾ مُشْرِفًا عَلَی الْهَلَاکِ لِطُوْلِ مَرَضِکَ وَهُوَ مَصْدَرٌ یَسْتَوِیْ فِیْهِ الْوَاحِدُ وَغَیْرُهٗ ﴿اَوْ تَکُوْنَ مِنَ
الْهٰلِکِیْنَ (۸۵)﴾اَلْمَوْتٰی ﴿قَالَ﴾ لَهُمْ﴿ اِنَّمَآ اَشْکُوْا بَثِّیْ ﴾هُوَ عَظِیْمُ الْحُزْنِ الَّذِیْ لَا یَصْبِرُ عَلَیْهِ حَتّٰی یَبُثَّ
اِلَی النَّاسِ ﴿وَحُزْنِیْٓ اِلَی اللّٰهِ ﴾لَا اِلٰی غَیْرِهٖ فَهُوَ الَّذِیْ تَنْفَعُ الشَّکْوٰی اِلَیْهِ﴿وَاَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا
تَعْلَمُوْنَ (۸۶)﴾ مِنْ اَنَّ رُءْیَا یُوْسُفَ صِدْقٌ وَهُوَ حَیٌّ ثُمَّ ﴿یٰبَنِیَّ اذْهَبُوْا فَتَحَسَّسُوْا مِنْ یُّوْسُفَ
وَاَخِیْهِ﴾اُطْلُبُوْا خَبَرَهُمَا﴿ وَلَا تَایْئَسُوْا ﴾تَقْنَطُوْا﴿مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ ط ﴾رَحْمَتِهٖ﴿اِنَّهٗ لَا یَایْئَسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ
اِلَّا الْقَوْمُ الْکٰفِرُوْنَ (۸۷)﴾فَانْطَلَقُوْا نَحْوَ مِصْرَ لِیُوْسُفَ﴿فَلَمَّا دَخَلُوْا عَلَیْهِ قَالُوْا یٰٓاَیُّهَا الْعَزِیْزُ مَسَّنَا وَاَهْلَنَا
الضُّرُّ ﴾الْجُوْعُ﴿وَجِئْنَا بِبِضَاعَةٍ مُّزْجٰةٍ ﴾مَدْفُوْعَةٍ یَدْفَعُهَا کُلُّ مَنْ رَآهَا لِرَدَائَتِهَا وَکَانَتْ دَرَاهِمُ زُیُوْفًا اَوْ
غَیْرِهَا﴿فَاَوْفِ﴾اَتِمَّ﴿ لَنَا الْکَیْلَ وَتَصَدَّقْ عَلَیْنَا ط ﴾بِالْمُسَامَحَةِ عَنْ رِدَاءَةِ بِضَاعَتِنَا﴿اِنَّ اللّٰهَ یَجْزِی
الْمُتَصَدِّقِیْنَ (۸۸)﴾یُثِیْبُهُمْ فَرَقَّ عَلَیْهِمْ وَاَدْرَکَتْهُ الرَّحْمَةُ وَرَفَعَ الْحِجَابَ بَیْنَهٗ وَبَیْنَهُمْ ثُمَّ﴿قَالَ ﴾لَهُمْ
تَوْبِیْخًا﴿هَلْ عَلِمْتُمْ مَّا فَعَلْتُمْ بِیُوْسُفَ﴾مِنَ الضَّرْبِ وَالْبَیْعِ وَغَیْرِ ذَالِکَ وَاَخِیْهِ مِنْ هَضْمِکُمْ لَهٗ بَعْدَ
فِرَاقِ اَخِیْهِ﴿ وَاَخِیْهِ اِذْ اَنْتُمْ جٰهِلُوْنَ (۸۹)﴾مَا یَؤُلُ اِلَیْهِ اَمْرُ یُوْسُفَ﴿قَالُوْٓا﴾بَعْدَ اَنْ عَرَفُوْهُ لِمَا ظَهَرَ مِنْ
شَمَائِلِهٖ مُسْتَثْبِتِیْنَ﴿ءَ اِنَّکَ﴾ بِتَحْقِیْقِ الْهَمْزَتَیْنِ وَتَسْهِیْلِ الثَّانِیَةِ وَاِدْخَالِ اَلِفٍ بَیْنَهُمَا عَلَی الْوَجْهَیْنِ﴿
لَاَنْتَ یُوْسُفُ ط قَالَ اَنَا یُوْسُفُ وَهٰذَآ اَخِیْ ز قَدْ مَنَّ ﴾ اَنْعَمَ﴿اللّٰهُ عَلَیْنَا ط ﴾بِالْاِجْتِمَاعِ ﴿ اِنَّهٗ مَنْ یَّتَّقِ ﴾

يَرْحَمُ اللّٰهُ ﴿وَيَصْبِرْ﴾ عَلٰى مَا يَنَالُهُ ﴿فَإِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ (۹۰)﴾ فِيهِ وُضِعَ الظَّاهِرُ مَوْضِعَ الْمُضْمَرِ ﴿قَالُوا تَاللّٰهِ لَقَدْ آثَرَكَ﴾ فَضَّلَكَ ﴿اللّٰهُ عَلَيْنَا﴾ بِالْمُلْكِ وَغَيْرِهِ ﴿وَإِنْ﴾ مُخَفَّفَةٌ أَيْ إِنَّا ﴿كُنَّا لَخٰطِئِينَ (۹۱)﴾ آثِمِينَ فِي أَمْرِكَ فَأَذْلَلْنَا لَكَ ﴿قَالَ لَا تَثْرِيبَ﴾ عَتْبَ ﴿عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ ط﴾ خَصَّهُ بِالذِّكْرِ لِأَنَّهُ مَظِنَّةُ التَّثْرِيبِ فَغَيْرُهُ أَوْلٰى ﴿يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ ز وَهُوَ أَرْحَمُ الرّٰحِمِينَ (۹۲)﴾ وَسَأَلَهُمْ عَنْ أَبِيهِ فَقَالُوا ذَهَبَتْ عَيْنَاهُ فَقَالَ ﴿اِذْهَبُوا بِقَمِيصِي هٰذَا﴾ قَمِيصُ إِبْرَاهِيمَ الَّذِي لَبِسَهُ حِينَ أُلْقِيَ فِي النَّارِ كَانَ فِي عُنُقِهِ فِي الْجُبِّ وَهُوَ مِنَ الْجَنَّةِ أَمَرَهُ جِبْرَائِيلُ بِإِرْسَالِهِ وَقَالَ إِنَّ فِيهِ رِيحَهَا وَلَا يُلْقٰى عَلٰى مُبْتَلًى إِلَّا عُوفِيَ ﴿فَأَلْقُوهُ عَلٰى وَجْهِ أَبِي يَأْتِ بَصِيرًا ج وَأْتُونِي بِأَهْلِكُمْ أَجْمَعِينَ (۹۳)﴾

﴿ترجمہ﴾

پھر جب مایوس ہوگئے (استیئسوا بمعنی یئسوا ہے) الگ ہوئے (جدا ہوگئے) اس سے سرگوشی کرنے لگے (نجیا مصدر ہے، جو کہ ایک سے زائد افراد کے لیے آنے کی صلاحیت رکھتا ہے، یعنی آپس میں سرگوشی کرنے لگے) ان میں کا بڑا (یعنی بڑی عمر والا) بولا (یعنی روبیل یا جوان میں زیادہ سمجھدار تھا، یہودا بولا) کیا تمھیں خبر نہیں کہ تمہارے باپ نے تم سے عہد لیا تھا (تمہارے بھائی کے بارے میں موثقا بمعنی عھد ہے) اور اس سے پہلے یوسف کے حق میں تم نے تقصیر کی (ما زائدہ ہے اور ایک قول کے مطابق ما مصدر یہ ہے جو مبتداء بن رہا ہے اس کی خبر من قبل ہے) تو میں اس زمین (یعنی سرزمین مصر) کو نہ چھوڑوں گا......۱......(یہاں سے نہ ہلوں گا) یہاں تک کہ میرے باپ (اپنی طرف لوٹ آنے کی) مجھے اجازت دیں یا اللہ مجھے حکم فرمائے (میرے بھائی کو آزادی عطا فرما کر) اور اس کا حکم سب سے بہتر (وہ سب سے بڑھ کر عدل فرمانے والا ہے) اپنے باپ کے پاس لوٹ جاؤ پھر عرض کرو کہ اے ہمارے باپ بیشک آپ کے بیٹے نے چوری کی اور ہم گواہ ہوئے......۲......(اس کے خلاف) اتنی ہی بات کے جتنی ہمارے علم میں تھی (یعنی جتنی بات کا ہمیں یقین ہوا، صاع کو اس کی خرجی سے برآمد ہوتا ہوا دیکھ کر) اور ہم غیب کے (یعنی آپ کے ہم سے عہد لیتے وقت جو شے ہمارے لیے غیب......۳......تھی ہم اس کے) نگہبان نہ تھے (اور اگر ہمیں معلوم ہوتا کہ وہ وہاں چوری کرے گا تو ہم اس کو ساتھ نہ لے جاتے) اور اس بستی (مصر) سے پوچھ دیکھئے جس میں ہم تھے (یعنی بستی والوں کے پاس کسی کو بھیج کر معلوم کر لیجئے......۴......) اور اس قافلے سے (یعنی ان قافلے والوں سے) جس میں ہم آئے (قافلے والوں کا تعلق کنعان سے تھا) اور ہم بیشک سچے ہیں (اپنی اس بات میں پس وہ تمام بھائی اپنے والد کے پاس گئے اور ان سے یہ باتیں کہیں) کہا تمہارے نفس نے حیلہ بنا لیا ہے (مزین کر دیا) تمہارے لیے ایک کام......۵......(پھر تم وہ کام کر بیٹھے حضرت یوسف علیہ السلام کے معاملے میں جو کام ان سے سرزد ہوا تھا اس کی وجہ سے آپ علیہ السلام نے ان کی طرف اس بات کی نسبت کر دی) تو صبر اچھا......۶......(میرا صبر ہے) قریب ہے کہ اللہ ان سب کو (یوسف علیہ السلام اور اس کے بھائی کو) مجھ سے ملائے بیشک وہی علم رکھنے والا ہے (میری حالت کا) حکمت والا ہے (اپنی صنعت میں) اور ان سے منہ پھیرا (ان سے بات چیت ترک کرتے ہوئے) اور کہا ہائے افسوس (یا اسفی، میں یاء مضاف الیہ بن رہی ہے الف سے تبدیل شدہ ہے، اصل میں یا حزنی ہے) یوسف کی جدائی پر......۷......اس کی آنکھیں سفید ہوگئیں (رونے کے سبب آنکھوں کے ڈھیلوں کی سیاہی مٹ کر سفیدی سے بدل گئی، یوسف علیہ السلام کے) غم سے تو وہ غصہ کھاتا رہا (مغموم رہے اور کرب میں مبتلا رہے اور اپنی پریشانی اور کرب کو ظاہر نہیں کیا) بولے: خدا کی قسم! آپ ہمیشہ یوسف کی یاد کرتے رہیں گے یہاں تک کہ گور کے کنارے

جاتگیں (یعنی بسبب اپنے مرض کے انتقال کے قریب ہوجائیں، حرضا مصدر ہے جوکہ ایک اور زائد دونوں کے لیے استعمال ہوتا ہے ،تفتؤا سے پہلے لا محذوف ہے جوکہ تـزال کے معنی میں ہے) یا جان سے گزر جائیں (یعنی وفات یافتگان میں سے ہوجائیں) کہا (آپ نے ان لوگوں سے) میں تو اپنی پریشانی (بث، اس غم عظیم کو کہتے ہیں جس پر صبر نہ کیا جاسکے حتی کہ لوگوں پر اس کو ظاہر کردے) اور غم کی فریاد اللہ ہی سے کرتا ہوں (اس کے ماسوا سے تو نہیں کرتا کہ وہی تو وہ ذات ہے جس کی بارگاہ میں فریاد کرنا سود مند ہے) اور مجھے اللہ کی وہ شانیں معلوم ہیں جو تم نہیں جانتے (من جملہ ان میں سے یہ بھی ہے کہ یوسف علیہ السلام حیات ہیں ......۸......اور ان کا خواب سچا تھا پھر آپ نے فرمایا) اے بیٹو! جاؤ یوسف اور اس کے بھائی کا سراغ لگاؤ (ان دونوں کی خبر تلاش کرو) اور اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو......۹......(تـایئسوا بمعنی تـقـنطوا اور روح بمعنی رحمت ہے) اور اللہ کی رحمت سے مایوس نہیں ہوتے مگر نافرمان لوگ (حضرت یوسف کی تلاش کے لیے انہوں نے مصر کا رخ کیا) پھر جب وہ یوسف کے پاس پہنچے بولے اے عزیز! ہمیں اور ہمارے گھر والوں کو مصیبت (یعنی بھوک پہنچی) اور ہم بے قدر پونجی لیکر آئے ہیں (مـزجـاۃ یعنی نا قابل قبول، ان کی شکستگی کو دیکھ کر ہر کوئی واپس کردیتا ہے اور وہ دارہم عیب دار تھے) تو آپ ہمیں پورا (مکمل) ماپ دیجئے اور ہم پر خیرات کیجئے ......۱۰......(ہماری بے قدر پونجی سے درگزر فرماکر) بے شک اللہ خیرات والوں کو صلہ دیتا ہے (انہیں ثواب عطا فرماتا ہے ان کی یہ حالت دیکھ کر آپ پر رقت طاری ہوگئی اور آپ کی رحم دلی جوش میں آئی اور آپ نے اپنے اور ان کے مابین پردے کو اٹھادیا پھر) بولے (انہیں زجر و توبیخ کرنے کے لیے) کچھ خبر ہے تم نے یوسف کے ساتھ کیا کیا......۱۱......(اسے مار پیٹ کر فروخت کردیا) اور اس کے بھائی کے ساتھ (کہ بھائی کی جدائی کے بعد تم نے ان کے ساتھ ناروا سلوک برتا) جب تم نادان تھے (اس حالت سے جس کی جانب یوسف کا معاملہ لوٹتا تھا) بولے (آپ کے اخلاق سے آپ کا یوسف ہونا پہنچان گئے، یقین دھانی کرنے کی غرض سے بولے) کیا سچ مچ آپ یوسف ہی ہیں......۱۲......(اء نک کو دو ہمزہ کی تحقیق و تسہیل اور درمیان میں الف داخل کرنے کے ساتھ پڑھا گیا ہے) کہا میں یوسف ہوں اور یہ میرا بھائی بیشک اللہ نے ہم پر احسان فرمایا (یعنی انعام کیا ہمیں باہم جمع فرماکر) بیشک جو تقوی اختیار کرے (اللہ عزوجل کا خوف کرے) اور صبر کرے (پہنچنے والی مصیبت پر) تو اللہ نیکوں کا اجر ضائع نہیں کرتا (اس آیت میں ضمیر کے بجائے اسم ظاہر استعمال کیا گیا ہے) بولے بیشک خدا کی قسم! بیشک اللہ نے آپ کو ہم پر فضیلت دی ہے (اثرک بمعنی فـضیلک ہے) اور بیشک ہم خطاوار تھے......۱۳......(وان میں انْ مـخففه ہے، اصل میں انّا ہے) ہم آپ کے معاملے میں غلطی پر تھے (کہ ہم نے آپ علیہ السلام کو نیچا دکھانے کی کوشش کی) کہا آج تم پر کوئی ملامت نہیں......۱۴......(تثریب بمعنی ملامت کے ہے، الیوم کو بالخصوص اس لیے ذکر کیا گیا کہ اُس دن میں ملامت نہ ہوئی اور جب اس دن میں ملامت نہ ہوئی تو باقی دنوں میں بدرجہ اولی ملامت نہ ہوگی) اللہ تمہیں معاف کرے اور وہ سب مہربانوں سے بڑھ کر مہربان ہے (پھر آپ علیہ السلام نے ان سے اپنے والد حضرت یعقوب......۱۵......کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے کہا کہ ان کی آنکھیں چلی گئی ہیں، تو فرمایا) میرا یہ کرتا لے جاؤ (یہ وہ کرتا تھا جو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے آگ میں ڈالے جانے کے وقت پہنا تھا، یہ قمیص بطور تعویض حضرت یوسف علیہ السلام کے گلے میں موجود تھا جب کہ آپ کو کنویں میں ڈالا گیا تھا اور یہ جنتی قمیص تھا اس قمیص کو جبرئیل امین نے بھجوانے کا امر کیا تھا اور آپ علیہ السلام سے کہا گیا تھا کہ اس میں جنتی خوشبو ہے اور یہ جس مصیب زدہ پر ڈالی جائے گی اسے شفا ملے گی) اسے میرے باپ کے منہ پر ڈالو ان کی آنکھیں کھل جائیں گی......۱۶......(یات بمعنی یصرّ ہے) اور اپنے گھر بھر کو میرے پاس لے آؤ۔

﴿ترکیب﴾

﴿فلما استیئسوا منه خلصوا نجیا﴾.

ف :عاطفہ، لما: ظرفیہ شرطیہ ، استیئسوا منه : جملہ فعلیہ شرط ،خلصوا :فعل باقاعل نجیا : حال ہے فاعل سے،ملکر جملہ فعلیہ جواب شرط۔

﴿قال کبیرهم الم تعلموا ان اباکم قد اخذ علیکم موثقا من الله﴾.

قال :فعل، کبیرهم : فاعل ملکر قول:همزہ: استفہامیہ، لم تعلموا : فعل نفی باقاعل، ان :حرف مشبہ، اباکم : اسم، قد : تحقیقیہ ، اخذ :فعل باقاعل، علیکم : ظرف لغو، موثقا : موصوف، من الله: صفت مل کر مفعول فعل اپنے متعلقات سے مل کر جملہ فعلیہ ہوکر خبر، ان اپنے اسم وخبر سے مل کر جملہ اسمیہ قائم مقام دومفعول لم تعلموا فعل اپنے متعلقات سے مل کر مقولہ۔

﴿ومن قبل ما فرطتم فی یوسف﴾.

و :عاطفہ، من قبل : ظرف مستقر خبر مقدم، ما : موصولہ ، فرطتم: فعل باقاعل، فی یوسف :ظرف لغو مل کر جملہ فعلیہ صلہ اپنے موصول سے مل کر مبتداء مؤخر، اپنی خبر مقدم سے مل کر جملہ اسمیہ۔

﴿فلن ابرح الارض حتی یاذن لی ابی اویحکم الله لی وهو خیر الحکمین﴾.

ف :عاطفہ، لن ابرح :فعل نفی باقاعل، الارض :مفعول، حتی : جار " ان "مقدرہ، یاذن لی ابی : جملہ معطوف علیہ، او: عاطفہ، یحکم الله لی : جملہ فعلیہ معطوف،ملکر بتاویل مصدر مجرور، ملکر ظرف لغو،مل کر جملہ فعلیہ ، وهو خیر الحکمین : جملہ اسمیہ مستانفہ۔

﴿ارجعوا الی ابیکم فقولوا یابانا ان ابنک سرق﴾.

ارجعوا: فعل باقاعل، الی ابیکم : ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ : ف:عاطفہ، قولوا :قول ، یا بانا : جملہ ندائیہ، ان ابنک سرق: جملہ اسمیہ مقصود بالنداء مل کر مقولہ اپنے قول سے ملکر جملہ فعلیہ قولیہ ماقبل پر معطوف ہے۔

﴿وما شهدنا الا بما علمنا وما کنا للغیب حفظین﴾.

و: عاطفہ، ما شهدنا:فعل نفی باقاعل، الا: للحصر،بما علمنا : ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ، و : عاطفہ ، ما : نافیہ ، کنا:فعل ناقص باقاعل، للغیب :متعلق مقدم، حفظین : اسم فاعل بافاعل اپنے متعلق مقدم سے ملکر خبر،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وسئل القریة التی کنا فیها والعیر التی اقبلنا فیها وانا لصدقون﴾.

و : عاطفہ : اسئل :فعل باقاعل ، القریة : موصوف، التی کنا فیها : صفت،ملکر معطوف علیہ، و :عاطفہ، العیر : موصوف، التی اقبلنا فیها : صفت،ملکر معطوف،ملکر مفعول،ملکر جملہ فعلیہ، و : عاطفہ، انا لصدقون : جملہ اسمیہ ماقبل پر معطوف۔

﴿قال بل سولت لکم انفسکم امرا فصبر جمیل﴾

قال : قول، بل :حرف ایجاب، سولت : فعل، لکم : ظرف لغو ، انفسکم : فاعل، امرا :مفعول،ملکر جملہ فعلیہ ہوکر مقولہ ، ف :عاطفہ، صبر جمیل :خبر،مبتدا محذوف "صبری" کے لیے،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿عسی الله ان یاتینی بهم جمیعا انه هو العلیم الحکیم﴾.

عسی : فعل مقارب ، الله : اسم، ان :مصدریہ، یاتینی :فعل بافاعل ومفعول، ب : جار، هم : ذوالحال، جمیعا : حال،ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو،ملکر بتاویل مصدر خبر ،عسی اپنے اسم وخبر سے ملکر جملہ فعلیہ، انه هو...... الخ ،جملہ اسمیہ مستانفہ۔

﴿وتولی عنهم وقال یااسفی علی یوسف﴾.

و : عاطفہ، تولّٰی: فعل بافاعل، عنهم : ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ، و : عاطفہ، قال :فعل باقاعل، یاسفیٰ : اصل میں "یا اسفی" تھا، یا : حرف ندا قائم مقام "ادعوا" فعل، اس میں "انا" ضمیر فاعل، اسفی : منادی، علی یوسف : متعلق ہے "اسف" کے لیے یا حرف ندا قائم مقام ادعوا، اپنے فاعل ومفعول سے ملکر جملہ فعلیہ مقولہ، اپنے قول سے ملکر جملہ قولیہ۔

﴿وابیضت عینه من الحزن فهو کظیم﴾.

و: عاطفہ، ابیضت : فعل، عیناہ : فاعل ، من الحزن : ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ، ف : عاطفہ، هو : مبتدا، کظیم: خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿قالوا تالله تفتؤا تذکر یوسف حتی تکون حرضا او تکون من الهلکین﴾.

قالوا: قول، تـالله : متعلق " بنقسم" فعل محذوف جملہ قسمیہ، تفتوا : ای لا تفتؤا : فعل ناقص بااسم، تذکر : فعل بافاعل، یوسف : مفعول، حتی : جار، تکون ...... الخ : معطوف علیہ، معطوف ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، تذکر فعل اپنے متعلقات سے ملکر خبر، فعل ناقص اپنے اسم وخبر سے ملکر جملہ فعلیہ مقولہ۔

﴿قال انما اشکوا بثي وحزنی الی الله واعلم من الله ما لا تعلمون﴾.

قال : قول، انما :ان حرف مشبہ وما کافہ، اشکوا : فعل بافاعل، بثی وحزنی : مفعول، الی الله :ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ مقولہ ، و: عاطفہ، اعلم : فعل بافاعل، من الله : ظرف لغو، مالا تعلمون :مفعول، یہ سب مل کر جملہ فعلیہ "اشکو" پر معطوف ہے۔

﴿یبنی اذهبوا فتحسسوا من یوسف واخیه ولا تایئسوا من روح الله﴾.

یبنی : جملہ ندائیہ، اذهبوا: فعل بافاعل ملکر جملہ فعلیہ مقصود بالندا، ف : عاطفہ، تحسسوا : فعل بافاعل، من یوسف واخیه : ظرف لغو ملکر جملہ فعلیہ " اذهبوا" پر معطوف ہے، واخیه لا تایئسوا :فعل نہی بافاعل، من روح الله :ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ ماقبل پر معطوف ہے۔

﴿انه لا یایئس من روح الله الا القوم الکفرون﴾.

ان :حرف مشبہ ضمیر اسم، لا یایئس: فعل، من روح الله : ظرف لغو، الا: للحصر، القوم الکافرون : فاعل، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿فلما دخلوا علیه قالوا یایها العزیز مسنا واهلنا الضر﴾.

ف :عاطفہ، لما : ظرفیہ شرطیہ، دخلوا علیه : جملہ فعلیہ شرط، قالوا : قول، یا یها العزیز: جملہ ندائیہ ،مسنا واهلنا :فعل و مفعول، الضر : فاعل، ملکر جملہ فعلیہ مقصود بالندا، اپنی ندا سے مل کر مقولہ، ملکر جواب شرط۔

﴿وجئنا ببضاعة مزجٰة فاوف لنا الکیل وتصدق علینا ان الله یجزی المتصدقین﴾.

و :عاطفہ، جئنا ببضاعة مزجة : جملہ فعلیہ ماقبل " مسنا" پر معطوف ہے، ف : عاطفہ، اوف لنا الکیل : جملہ فعلیہ ماقبل پر معطوف ہے ،و :عاطفہ، تـصدق علینا : جملہ فعلیہ ماقبل پر معطوف ہے، ان :حرف مشبہ، الله : اسم، یـجزیٔ المتصـدقین : جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿قال هل علمتم ما فعلتم بیوسف واخیه اذ انتم جهلون﴾.

قال: قول ،هل: استفهامیہ، علمتم : فعل بافاعل، ما: موصولہ، فعلتم : فعل بافاعل، بیوسف واخیه :ظرف لغو، اذ:مضاف،

التم جاہلون : جملہ اسمیہ مضاف الیہ، ملکر ظرف، فعل اپنے متعلقات سے ملکر صلہ، ملکر مفعول، علم اپنے متعلقات سے ملکر مقولہ۔

﴿قالوا ء انک لانت یوسف قال انا یوسف وھذا اخی﴾۔

قالوا : قول ، ھمزہ : حرف استفہام، انک جرف مشبہ بااسم،لام : تاکید، انت یوسف : جملہ اسمیہ خبر، ان اپنے اسم وخبر سے ملکر جملہ اسمیہ ہوکر مقولہ، قال:قول،انا یوسف : مبتدا خبر معطوف علیہ ،وھذا اخی :مبتدا خبر،معطوف ملکر مقولہ۔

﴿قد من اللہ علینا انہ من یتق ویصبر فان اللہ لا یضیع اجر المحسنین﴾۔

قد : تحقیقیہ، من اللہ علینا : فعل بافاعل وظرف لغو جملہ فعلیہ ، انہ :حرف مشبہ بااسم، من : شرطیہ مبتدا ، یتق ویصبر: جملہ معطوف علیہ،ملکر شرط ،ف :جزائیہ، ان : حرف مشبہ ،اللہ :اسم، لا یضیع اجر المحسنین : جملہ فعلیہ خبر،ملکر جزا،ملکر خبر، من مبتدا اپنی خبر سے ملکر ان کی خبر،ان اپنے اسم وخبر سے ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿قالوا تاللہ لقد آثرک اللہ علینا وان کنا لخطئین﴾۔

قالوا : قول ، تاللہ : جار مجرور متعلق بمحذوف "نقسم" کے فعل اپنے متعلقات سے مل کر جملہ فعلیہ قسمیہ انشائیہ، لام : تاکید، قد اثرک اللہ علینا : فعل بامفعول وفاعل وظرف :ملکر جملہ فعلیہ جواب قسم، و : عاطفہ، ان :مخففہ ، کنا : فعل ناقص بااسم، لخطئین : خبر،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿قال لا تثریب علیکم الیوم یغفر اللہ لکم وھوارحم الرحمین﴾:

قال : قول ، لا:نفی جنس، تثریب : اسم، علیکم : ظرف مستقر خبر اوّل، الیوم : ظرف مستقر خبر ثانی ، لانفی اپنے متعلقات سے ملکر مقولہ،یغفر اللہ لکم : فعل بافاعل وظرف لغو ملکر جملہ فعلیہ، و : عاطفہ،ھو : مبتداء ارحم الرحمین: خبر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿اذھبوا بقمیصی ھذا فالقوہ علی وجہ ابی یات بصیرا﴾۔

اذھبوا: فعل بافاعل ، ب : جار، قمیصی ھذا : مبدل منہ بدل ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ،ف: عاطفہ، القوہ : فعل امر بافاعل ومفعول، علی : جار، و جہ ابی : مرکب اضافی ہوکر مجرور ،ملکر ظرف لغو، فعل اپنے متعلقات سے ملکر جملہ فعلیہ اذھبوا پر معطوف ہے،یات بصیرا: فعل بافاعل ومفعول ملکر جملہ فعلیہ جواب امر۔

﴿واتونی باھلکم اجمعین﴾۔

و :عاطفہ ، اتونی :فعل بافاعل ومفعول : ب :جار، اھلکم اجمعین : موکدتاکید مجرور، اپنے جار سے ملکر لغو، یہ سب سے ملکر جملہ فعلیہ " اذھبوا" پر معطوف ہے۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

بڑے بھائی نے واپس جانے سے انکار کیوں کیا؟

لـ...... بڑائی کی وجوہات کے بارے میں کچھ اقوال ہیں:ایک قول کے مطابق عقل اور علم میں بڑائی مراد ہے نہ کہ عمر کا بڑا ہونا،ابن عباس اور کلبی کے قول کے مطابق مراد یہوذا ہے جوکہ سب میں عقلمند تھا،مجاہد کے قول کے مطابق شمعون مراد ہے اس لئے کہ اسے بھائیوں پر برتری حاصل تھی،قتادہ ،سُدی اور ضحاک کے مطابق روبیل مراد ہے جوکہ عمر میں بڑا تھا اور اسی نے حضرت یوسف کے قتل کا انکار بھی کیا تھا۔ مافرطتم میں چار وجوہ ہیں:(۱) ما بمعنی ھذا ہے یعنی من قبل ھذا فرطتم فی شان یوسف ولم تحفظوا عھد ابیکم یعنی اس سے پہلے یوسف کے بارے میں تم نے اپنے والدگرامی کی عہد شکنی کرتے ہوئے کیسے تقصیر کی تھی

،(۲)ما مصدر یہ ہے جو کہ محل رفع میں ہے اور مبتداء ہے اور اس کی خبر من قبل ہے، عبارت یوں ہے وقع من قبل تفریطکم فی یوسف یعنی حضرت یوسف کے حوالے سے تمہاری تقصیر پہلے ہی ہو چکی ہے، (۳) منصوب ہونے کی صورت میں اس کا عطف مفعول ﴿الم تعلموا﴾ پر ہوگا، تقدیر عبارت یوں ہوگی الم تعلموا اخذ ابیکم موثقکم وتفریطکم من قبل فی یوسف کیا تم نہیں جانتے کہ تمہارے باپ نے تم سے عہد لیا ہے اور تم پہلے ہی یوسف کے معاملے میں تقصیر کر چکے ہو، (۴) ما موصولہ بمعنی ومن قبل ما فرطتموہ ای قدمتموہ فی حق یوسف من الخیانۃ العظیمۃ یعنی تم حضرت یوسف کے معاملے پہلے ہی بڑی خیانت سے کام لے چکے ہو۔ (البغوی، ص ٤٦١)،(الرازی، ج٦، ص ٤٩٣)

بنیامین کے چور ہونے پر گواہی دینا:

۲......چونکہ پیالہ انہی کے سامان سے برآمد ہوا تھا اسی وجہ سے ظاہر پر گواہی دیدی گئی کہ بنیامین ہی نے چوری کی ہے۔ متذکرہ واقعہ سے واقعاتی شہادت کے حجت ہونے کا ثبوت ملتا ہے۔

☆......حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا: دو عورتوں کے پاس اپنے اپنے بیٹے تھے، اچانک ایک بھیڑیا آ گیا اور ان میں سے ایک کے بیٹے کو کھا گیا، ایک عورت نے دوسری عورت سے کہا کہ تیرے بیٹے کو بھیڑیے نے کھایا ہے اور دوسری نے کہا کہ تیرے بیٹے کو کھایا ہے۔ ان دونوں نے حضرت داؤد علیہ السلام کے مقدمہ پیش کیا، حضرت داؤد علیہ السلام نے بڑی عورت کے حق میں فیصلہ دیدیا، پھر دونوں حضرت سلیمان علیہ السلام کی جناب میں حاضر ہوئیں اور ان کو واقعہ سنایا، انہوں نے کہا کہ چھری لاؤ میں اس بچے کے دو ٹکڑے کر کے دونوں کو ایک ایک ٹکڑا دیتا ہوں، تو چھوٹی عورت کہنے لگی نہ نہ، اللہ آپ پر رحم کرے، یہ اسی کا بیٹا ہے، تب حضرت سلیمان علیہ السلام نے چھوٹی کے حق میں فیصلہ دیا (صحیح مسلم، کتاب الاقضیۃ، باب: بیان اختلاف المجتهدین، رقم: ٤٣٨٦/ ١٧٢٠، ص ٨٦٦)

☆......بڑی عورت نے حضرت سلیمان سے کہہ دیا تھا کہ ٹھیک ہے آپ اس کے دو ٹکڑے کر دیجئے لیکن چھوٹی نے انکار کیا کہ آپ اسی کو دے دیجئے، اس واقعاتی شہادت سے حضرت سلیمان نے جان لیا کہ واقعی میں بچہ اسی کا ہے جبھی یہ دو ٹکڑے کرنے سے منع کرتی ہے۔ اسی طرح قسامت کا فیصلہ بھی واقعاتی شہادت پر مبنی ہے۔ سعید بن مسیب بیان کرتے ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں قسامت کا رواج تھا، نبی پاک ﷺ اس رواج کو برقرار رکھا، انصار کا ایک شخص یہود کے قلعہ میں مقتول پایا گیا تو رسول اللہ ﷺ نے یہود سے ابتدا کی اور ان پر پچاس قسمیں لازم کیں، یہود نے کہا کہ ہم ہرگز قسم نہیں کھائیں گے، رسول اللہ ﷺ نے انصار سے کہا: کیا تم قسم کھاؤ گے؟ انہوں نے قسم کھانے سے انکار کر دیا، سید عالم ﷺ نے یہود پر دیت لازم کر دی کیونکہ مقتول بہرحال ان کے علاقہ میں پایا گیا تھا۔

(سنن ابی داؤد، کتاب الدیات، باب: فی ترک القود بالقسامۃ، رقم: ٤٥٢٦، ص ٨٤٧، بتغیر)

شمس الائمہ سرخسی لکھتے ہیں: جب کوئی شخص کسی محلہ میں مقتول پایا جائے تو اس محلہ والوں پر لازم ہے کہ ان کے پچاس آدمی یہ قسم کھائیں کہ خدا کی قسم نہ ہم نے اس شخص کو قتل کیا ہے نہ ہم اس کے قاتل کو جانتے ہیں، اس قسم کے بعد وہ دیت ادا کریں۔

(المبسوط، ج٢٦، ص ١٠٦)

غیب کے نگہبان نہ ہونے کا محمل:

۳......مجاہد ﴿وما کنا للغیب حافظین﴾ کے بارے میں کہتے ہیں کہ ہمیں معلوم نہ تھا کہ یہ چوری کرے گا۔ عکرمہ سے روایت ہے کہ ہم نہ جانتے تھے کہ آپ کا بیٹا چوری بھی کرے گا۔ قتادہ کا قول ہے کہ بھائیوں نے کہا کہ ہمیں گمان تک نہ تھا کہ آپ کا بیٹا

چوری بھی کرسکتا ہے۔ابن ابی حاتم نے ابی روق سے روایت کیا ہے کہ جب حضرت یوسف نے اپنے بھائی کو چوری کی وجہ سے روک لیا تو حضرت یعقوب نے حضرت یوسف کی جانب اس عنوان سے خط لکھا: **یعقوب بن اسحق بن ابراھیم خلیل الله الی یوسف عزیز فرعون ،اما بعد** بیشک ہمارے آباؤ اجداد پر بلاؤں کا نزول رہا ہے، جدامجد حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈال دیا گیا تو انہوں نے اللہ کی رضا جوئی کے لئے صبر سے کام لیا جس کے نتیجے میں اللہ نے اُس گرم آگ کو ٹھنڈا اور سلامتی والا کردیا، حضرت اسحٰق کو قُربِ الٰہی کی خاطر ذبح کرنے کا حکم ہوا اور انہوں نے صبر کیا تو اللہ نے بڑی قربانی سے نوازا، اللہ نے میری آنکھوں کی ٹھنڈک میرے بیٹے میں بنائی جس کے غم میں بینائی جاتی رہی، کوئی رات ایسی نہ ہوئی اور نہ کوئی دن ایسا ہوا کہ میں نے (اُسے یاد) نہ کیا ہو اور اُسی کے بھائی کو آپ نے چوری کے جُرم میں روک لیا ہے، مجھے آپ کی جانب سے تکلیف پہنچی ہے جب میں اپنے بیٹے کو یاد کرتا ہوں اگر کوئی راہ نکل سکے اس لئے کہ میں نے کسی چور کو پیدا نہیں کیا، (محدثین کے نزدیک یہ اسرائیلی روایات ہے، تحقیق کے مطابق حضرت اسماعیل کی قربانی پیش کی گئی تھی)۔

(الدرالمنثور، ج٤، ص ٥٥)

تھمت کی جگه سے بچنا ضروری ھے:

۴......امام غزالی احیاء العلوم الدین میں فرماتے ہیں . تہمت کی جگہوں سے بچو۔ (کشف الخفاء ج۱، ص ٤٤)۔

☆......بدیل بن ورقاء فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جس شخص نے اپنے آپکو تہمت کی جگہ پر کھڑا کیا اور اس کے متعلق کسی نے بدگمانی کی تو وہ اپنے آپ ہی کو ملامت کرے۔

☆......موسیٰ بن خلف فرماتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ رات کو گشت فرمارہے تھے، آپ نے دیکھا کہ ایک آدمی راستہ میں ایک عورت سے باتیں کررہا ہے، حضرت عمر فاروق نے اس کو مارنے کے لئے دُرّہ نکالا تو اس نے کہا یاامیر المومنین! یہ میری بیوی ہے؟ فرمایا تم اس سے ایسی جگہ باتیں کرتے کہ لوگ تمہیں نہ دیکھتے۔ (مکارم الاخلاق، رقم ٥٣٩، ٥٤١)

☆......سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ بی بی صفیہ بیان کرتی ہیں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے آخری عشرے میں مسجد میں اعتکاف میں بیٹھے ہوئے تھے، میں آپ کی زیارت کے لئے گئی اور کچھ دیر آپ سے باتیں کرتی رہی، جب میں جانے لگی تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم مسجد کے دروازے تک مجھے چھوڑنے آئے، جب میں حضرت ام سلمہ کے دروازے تک پہنچی تو دو انصاری گزرے، نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''ذرا ٹھرو، یہ صفیہ بنت حیی ہے''، دونوں نے کہا سبحان اللہ! یارسول اللہ! اور ان کو یہ وضاحت ناگوار ہوئی، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: شیطان انسان کے خون کی رگوں میں گزر جاتا ہے اور مجھے خطرہ ہوا کہ وہ تمہارے دلوں میں کوئی بدگمانی نہ ڈال دے''۔

(صحیح بخاری ، کتاب الاعتکاف، باب: هل یخرج المعتکف، رقم:٢٠٣٥، ص ٣٢٦)

بنیامین کے متعلق بات گھڑلینے کی توجیه:

۵......جاننا چاہیے کہ جب حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کی باتیں سماعت کیں تو ان کی تصدیق نہ فرمائی جیسا کہ بیٹوں نے حضرت یوسف کے معاملے میں کیا تھا بلکہ ارشاد فرمایا ﴿بل سولت لکم انفسکم امرا فصبر جمیل (یوسف:۸۳)﴾ اسی قسم کا کلام حضرت یوسف کی جدائی کے وقت بھی ارشاد فرمایا تھا ﴿والله المستعان علی ماتصفون (یوسف:۱۸)﴾ یہاں یہ بھی ارشاد فرمایا ﴿عسی الله ان یاتینی بهم جمیعا (یوسف:۸۳)﴾ اس میں کچھ مسائل ہیں: بعض مفسرین کرام نے کہا کہ ﴿بل سولت لکم انفسکم (یوسف:۸۳)﴾ والے فرمان سے مراد جھوٹ اور حیلہ کرنا نہیں جیسا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے معاملے میں فرمایا تھا ﴿بل سولت لکم انفسکم (یوسف:۸۳)﴾ لیکن تم سب نے مجھ سے بنیامین کو الگ نکال لے جانا تھا اور منفعت (حصول

غلہ) کے لئے میرے پاس سے دور کرنا مقصود تھا لیکن تم نہیں جانتے کہ اللہ کا فیصلہ تمہارے منصوبوں کے خلاف ہے، یہ بھی کہا گیا ہے کہ تمہارے جی نے یہ خیال کرلیا ہے کہ بنیامین نے چوری کی ہے حالانکہ وہ چور نہیں ہوسکتا۔ (الرازی، ج٦، ص ٤٩٥)

صبر جمیل:

۶......امام جریر طبری فرماتے ہیں کہ صبر جمیل اسے کہتے ہیں جس میں جزع فزع اور شکایت نہ ہو۔ (الطبری، الجزء ۱۳، ص ٤٧)
مسلمان پر واجب ہے کہ جب اُسے کوئی ناپسندیدہ بات چھ جائے کہ اس کی اپنی جان، اولاد، مال میں پہنچے تو وہ صبر جمیل کا مظاہرہ کرے، اور علیم وحکیم ذات کی بارگاہ میں تسلیم ورضا کا پیکر بنا رہے، اور اس حوالے سے تمام انبیائے کرام اور بالخصوص حضرت یعقوب کی اقتداء کرے، سعید بن عروبہ نے قتادہ سے اور انہوں نے حسن سے روایت کیا ہے کہ بندے کو اللہ کی بارگاہ میں کوئی محبوب وہی چیز بناتی ہے کہ بندہ مصیبت کے وقت صبر کرتے ہوئے غصہ کو پی جائے اور غصہ کا پی جانا یہ ہے کہ بندہ حلم اور درگزر سے کام لے۔ ابن جریج نے مجاہد سے روایت کیا ہے کہ "صبر جمیل" وہ ہوتا ہے جس میں کسی سے بھی شکایت نہ ہو۔ ضحاک نے ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ حضرت یعقوب کو یوسف کے معاملے میں صبر کرنے پر سو شہیدوں کا ثواب ملے گا اسی طرح اس امت میں جو کسی مصیبت پر صبر کرے اسے بھی یعقوب کے برابر ثواب ملے گا۔ (القرطبی، الجزء ۹، ۱۰، ص ۲۰۹ وغیرہ)

حضرت یعقوب علیہ السلام کا حضرت یوسف علیہ السلام کی جدائی پر افسوس:

۷......حضرت یعقوب علیہ السلام نے شدید غم وحسرت میں فرمایا ﴿یاسفی علی یوسف! (یوسف: ۸٤)﴾، حدیث میں ہے کہ امت محمدیہ کے سوا کسی امت نے مصیبت کے وقت "انا للہ وانا الیہ راجعون" نہ کہا کیا دیکھتے نہیں کہ جب حضرت یعقوب علیہ السلام کو مصیبت پہنچی تو انہوں نے کیا ارشاد فرمایا، ابن میسرہ بیان کرتے ہیں کہ اگر اللہ نے مجھے جنت میں داخل فرمایا تو میں حضرت یوسف کا پیچھا کروں کہ انہوں نے اپنے والد گرامی کو کوئی خط وغیرہ نہ لکھا جس سے انہیں کچھ سکون ملتا اور ان کا غم کم ہوتا۔ فقیر (اسماعیل حقی) کہتا ہے کہ سارا معاملہ جو حضرت یعقوب اور ان کی اولاد کے مابین ہوا ظاہری حالت پر مبنی ہے اور اللہ کے حکم اور جبرائیل امین علیہ السلام کے الہام کا نتیجہ ہے ورنہ حضرات انبیائے کرام سے قطع رحم کا پایا متصور ہی نہیں اور سرزمین مصر اور سرزمین کنعان کے مابین آٹھ دن کی مسافت تھی۔ (روح البیان، ج٤، ص ۳۹۲ وغیرہ)

حضرت یوسف علیہ السلام کی ملاقات کا یقین:

۸......حضرت یعقوب کو بذریعہ وحی یا الہام یا کسی اور علم لدنی کے سبب سے حضرت یوسف کی زندگی کا علم تھا اسی لیے فرمایا کہ میں جو جانتا ہوں تم نہیں جانتے، ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے کہ انہیں خواب میں بتا دیا گیا کہ حضرت یوسف سے ملاقات ضرور ہوگی۔ ایک قول کے مطابق خواب میں فرشتے نے حضرت یوسف کے زندہ ہونے کی خبر دی، یہ بھی کہا جاتا ہے کہ حضرت یعقوب چوبیس سال تک اسی تذبذب میں رہے کہ حضرت یوسف زندہ ہیں یا انتقال فرما چکے ہیں حتی کہ ملک الموت کی زیارت ہوئی تو اُن سے پوچھا کہ کیا تو نے حضرت یوسف علیہ السلام کی روح قبض کی ہے؟ ملک الموت نے نفی کا اظہار کیا جس سے آپ علیہ السلام کو مزید یقین حاصل ہوا کہ حضرت یوسف علیہ السلام سے ملاقات ضرور ہونی ہے۔ (روح المعانی، الجزء ۱۳، ص ۵۷)

رحمت الٰہی سے مایوس نہ ہونا:

۹......جب دلائل سے واضح ہو چکا کہ حضرت یوسف علیہ السلام زندہ ہیں تو حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا: میرے بیٹوں

جاؤ، یوسف اور اس کے بھائی کو تلاش کرو۔ حضرت ابن عباس فرماتے ہیں روح اللہ سے مراد اللہ کی رحمت ہے، قتادہ نے کہا کہ اللہ کا فضل ہے، اور ابن یزید نے کہا کہ روح اللہ سے مراد اللہ کی کشادگی ہے اور یہ تمام الفاظ متقارب ہیں۔ جو (مصیبت کے وقت میں) شخص امن حاصل کرتا ہے وہ جانُ لیتا ہے کہ یہ اللہ کی رحمت اور نعمت ہے اور کافر اللہ کی رحمت کو نہیں پہچانتا، اسی لئے وہ اس کی رحمت سے مایوس رہتا ہے۔ (المدارك، ج۲، ص ۱۳۱)

بھائیوں کا حضرت یوسف علیہ السلام کی تلاش کے برخلاف غلہ کا سوال کرنا:

۱......اگر کسی کے ذہن میں یہ سوال رونما ہو کہ حضرت یعقوب نے اپنے بیٹوں سے کہا تھا کہ جاؤ یوسف اور اس کے بھائی بنیامین کا پتہ چلاؤ اور یہ لوگ غلہ کا سوال کرنے میں مصروف ہوگئے۔ جواب اس اشکال کا یہ ہے کہ جب کبھی لوگ کسی کی تلاش میں نکلتے ہیں تو اپنے مطلوب تک پہنچنے کے لئے تمام تر ذرائع اور وسائل، حیلوں بہانوں کو کام میں لاتے ہیں۔ انہوں نے حضرت یوسف کو اپنی بدحالی اور تنگدستی کا ذکر کیا اور یہ بھی بتایا کہ ان کے پاس ادائیگی کے لئے رقم بھی نہیں ہے، اور مزید یہ کہ انہیں غلہ کی شدید حاجت ہے، وہ اس بات کا جائزہ لے رہے تھے کہ اگر بادشاہ کا دل نرم ہوگیا تو ہم اُن سے یوسف اور ان کے بھائی بنیامین کے متعلق بھی پوچھ لیں گے ورنہ خاموش رہیں گے۔ مزجاۃ کا معنی ایسی قیمت ہے جسکو مسترد کر دیا جائے، الازجاۃ کا معنی کم کم یا آہستہ آہستہ چلاتا، ان کے پاس جو پیسے تھے وہ مقدار میں بھی کم تھے اور کیفیت میں بھی کم تھے، اس لئے انہوں نے غلہ کی سخت ضرورت کی وجہ سے سوال کیا کہ ہمیں پورا غلہ دیں اور ہم پر صدقہ کریں۔ (الكبير، ج٦، ص ٥٠٢ وغيره)۔

امام جریر طبری کہتے ہیں کہ بھائیوں نے کہا ﴿وتصدق علينا ان الله يجزى المتصدقين (یوسف:۸۸)﴾ ہوسکتا ہے کہ سید عالم ﷺ کے سوا دیگر حضرات انبیائے کرام کے نزدیک صدقے کا حاصل کرنا حلال ہو۔ (الطبرى، الجزء ۱۳، ص٦٦)

☆......حضرت قبیصہ بن مخارق بیان کرتے ہیں کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: اے قبیصہ! سوال کرنا صرف تین شخصوں میں سے کسی ایک کیلئے جائز ہے: ایک وہ شخص جو مقروض ہو اور اس کے پاس ادائیگی کے لئے پیسے نہ ہوں، دوسرا وہ جس کا تمام مال کسی آفت کی وجہ سے ضائع ہوگیا ہو اور تیسرا وہ جو فاقہ سے ہو اور اس کی قوم میں سے تین آدمی گواہی دیں کہ یہ فاقہ سے ہے، اے قبیصہ! اس کے علاوہ جو شخص سوال کرے گا وہ حرام کھائے گا۔ (ابوداؤد، كتاب الزكوة، باب: ما تجوز فيه المسئلة، رقم: ١٦٤٠، ص ٣٠٨)

حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنا آپ ظاہر کردیا:

۱۱......جب برادران یوسف نے آپ کے سامنے اپنی مشکلات، قحط سالی، قلت طعام، اور دونوں بیٹوں کی جُدائی پر اپنے باپ کے شدید غم کا ذکر کیا تو آپ کا دل پسیج آیا، آپ پر رقت طاری ہوگئی اور جذبہ شفقت ومحبت اور رحمت کے تاثرات سے مغلوب ہوکر آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے، کہا جاتا ہے کہ آپ نے اپنی پیشانی سے تاج ہٹایا جہاں تِل کا نشان تھا اور فرمانے لگے ﴿هل علمتم ما فعلتم﴾ یعنی کس طرح تم نے یوسف اور ان کے بھائی کے مابین جدائی ڈال دی، پھر خود ہی ان کی طرف سے عذر بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ اُس وقت تم نادان اور جاہل تھے اس لئے اس فعل کے مرتکب ہوئے جیسا کہ بعض سلف نے لکھا ہے: "من عصى الله فهو جاهل یعنی اللہ کی نافرمانی کرنے والا جاہل ہوتا ہے"، اللہ نے فرمایا ﴿ثم ان ربك للذين عملوا السوء بجهالة پھر بیشک آپ کا رب ان کے لئے جنہوں نے غلطی کی نادانی سے (النحل:۱۱۹)﴾، بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ پہلے دو دفعہ ملاقات میں حضرت یوسف نے خود کو ظاہر نہیں کیا کیونکہ حکم خداوندی یہی تھا لیکن اب اللہ کے حکم سے بھائیوں سے تعارف کراتے ہوئے اپنا آپ ظاہر کردیا کیونکہ صورت حال جب زیادہ سنگین ہوگئی اور سختی حد سے تجاوز کرگئی تو آیت مبارکہ ﴿فان مع العسر يسرا ان مع العسر

یسرا (الانشراح: ۵،۶) ﴾ کے مصداق بنے اللہ نے سختی کو آسانی سے بدل دیا۔ (ابن کثیر، ج۲، ص۶۰۷)

بھائیوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو پہچان لیا:

۱۲..... جن وجوہات کی بناپر بھائیوں نے حضرت یوسف کو پہچان لیا تھا وہ یہ تھیں، حضرت یوسف کے کلام کرنے کی وجہ سے، ایک قول کے مطابق حضرت یوسف کے مسکرانے کی وجہ سے جب کہ سامنے کے اوپر نیچے کے دو دانت ظاہر ہوئے، ایک قول کے مطابق تاج اتارنے کی وجہ سے نشان دیکھ کر پہچان لیا کہ یہی نشان بی بی سارہ اور حضرت یعقوب کو بھی ماتھے پر تھا۔ (البیضاوی، ج۲، ص ۱۸۹)

اعتراف جرم!

۱۳..... مفسرین کرام نے خاطی اور مخطی میں فرق بیان کیا ہے، خاطی وہ ہے جو قصداً خطا کرے اور مخطی وہ ہے جس سے خطا سرزد ہو جائے، حضرت یوسف کے بھائیوں نے اپنے آپ کو خاطی کہا تھا کیونکہ انہوں نے حضرت یوسف پر جو مظالم کئے وہ عمداً تھے۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے معاف کردیا:

۱۴..... حضرت یوسف نے کہا: آج کے دن تم پر کوئی ملامت نہیں ہے، تثریب کا معنی ہے کسی شخص کو اس کا بُرا کام یاد دلا کر اس کو ملامت کرنا اور عار دلانا۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا: اس کا معنی یہ ہے کہ میں آج کے بعد تم کو تمہاری زیادتیوں پر کبھی ملامت نہیں کرونگا۔ ابن الانباری نے کہا: آپ نے اس طرف اشارہ کیا کہ آج کا دن معاف کرنے کا پہلا وقت ہے اور آپ جیسے شخص کا منصب یہ ہے کہ دوبارہ انہیں ان کا قصور یاد نہ دلائے۔ (تبیان القرآن، ج۵، ص ۸۵۱)

حضرت یعقوب علیہ السلام کی سوانح:

۱۵..... حضرت اسحٰق نے اپنے والد گرامی کی زندگی میں نکاح فرمائی، زوجہ محترمہ اولاد پیدا کرنے سے محروم کی گئیں تھیں، اللہ پھر جب ان کے لئے دعا فرمائی گئی تو وہ حاملہ ہوئیں، اور دو بیٹے پیدا ہوئے ایک کا نام العیص اور دوسرے کا نام یعقوب رکھا گیا۔ حضرت اسحٰق اپنے بڑے صاحبزادے اور ان کی اہلیہ سے چھوٹے صاحبزادے سے زیادہ محبت کرتے تھے۔ حضرت یعقوب جب اپنے والد گرامی کے بڑھاپے کی حالت میں شکار کو جایا کرتے تھے تو فرشتے آپ کے ساتھ معاون ہوتے اور اللہ آپ سے کلام فرماتا، اللہ انہیں بشارتوں سے نوازتا کہ میں تمہیں عنقریب برکتوں سے نوازوں گا، تیری اولاد کثیر ہوگی، اور تیری قدرت میں سلطنت دوں گا اور تیرے بعد تیرے ماننے والوں کو بھی نوازوں گا۔ حضرت یعقوب کے پاس بہت سی بکریاں، چوپائے اور غلام باندیاں تھیں۔

(البدایة والنهایة، اسحق بن ابراهیم مع ذریته، الجزء الاول، ج۱، ص ۲۱۵ وغیرہ)۔

تبرکات کی اھمیت:

۱۶..... مطلب بن عبداللہ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا گیا تھا تو اللہ نے ان کو جنت کی قمیصوں میں سے ایک قمیص پہنائی تھی، حضرت ابراہیم نے یہ قمیص حضرت اسحٰق کو پہنائی اور حضرت اسحٰق نے وہ قمیص حضرت یعقوب کو پہنائی اور حضرت یعقوب نے وہ قمیص حضرت یوسف کو پہنائی، پھر انہوں نے اس قمیص کو لپیٹ کر چاندی کی نلکی میں رکھا اور اس کو حضرت یوسف کے گلے میں ڈال دیا، جس وقت حضرت یوسف علیہ السلام کو کنوئیں میں ڈالا گیا اور جب ان کو قید میں رکھا گیا، اور جس وقت ان کے پاس ان کے بھائی آئے ان تمام اوقات میں وہ نلکی ان کے گلے میں تھی اور اس وقت حضرت یوسف اس نلکی سے قمیص نکال کر بھائیوں کے

حوالے کردی اور کہا: میری اس قمیص کو میرے باپ کے چہرے پر ڈال دو، ان کی آنکھیں روشن ہو جائیں گی۔ ابھی وہ قمیص فلسطین کے علاقے کنعان میں تھی کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا: مجھے یوسف کی خوشبو آرہی ہے۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم، ج۷، ص ۲۱۹۶)

☆......حضرت اسماء بنت عمیس کے آزاد کردہ غلام عبداللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت اسماء کو بتایا کہ حضرت عبداللہ بن عمر مطلقاً ریشم کو حرام کہتے ہیں تو انہوں نے کہا: یہ رسول اللہ ﷺ کا جبہ ہے، انہوں نے ایک طیالسیہ کسروانیہ جبہ نکالا جس میں ریشم کے پیوند لگے ہوئے تھے اور اس کے سامنے اور پیچھے کے چاک پر یا آستینوں پر ریشم کے بیل بوٹے بنے ہوئے تھے، حضرت اسماء نے کہا: یہ جبہ بی بی عائشہ کے پاس تھا جب وہ فوت ہوگئیں تو میں نے اس پر قبضہ کرلیا، نبی پاک ﷺ اس کو پہنا کرتے تھے، ہم بیماروں کے لیے اس کو دھوتے ہیں اور اس کے دھوون سے شفا طلب کی جاتی ہے۔ (صحیح مسلم، کتاب اللباس، باب: النهی عن لبس الحریر، رقم: ۲۰۶۹/۵۳۰۲، ص۱۰۴۶)

☆......علامہ شہاب الدین خفاجی نسیم الریاض میں فرماتے ہیں کہ ہم آپ کے جبہ کو دھو کر اس کا دھوون بیماروں کو پلاتے تھے اور ان کے بدنوں پر ملتے تھے اور رسول اللہ ﷺ کے آثار سے برکت حاصل کرتے تھے تو رسول اللہ ﷺ کی برکت سے اللہ تعالیٰ بیماروں کو شفا عطا فرمادیتا تھا، متعدد بار ایسا بھی ہوا کہ آپ کی مبارک انگلیوں سے کثیر جماعت نے پانی پیا، کم کھانا لوگوں کی جماعت کو کافی ہوگیا۔ سید عالم ﷺ کے پیالوں میں سے ایک پیالہ تھا بیمار اس پیالہ میں پانی ڈال کر پیتے تھے اور شفا طلب کرتے تھے اور اس پینے سے آپ کے آثار کی برکت سے ان کو شفا حاصل ہوتی تھی (نسیم الریاض، ج۳، ص۴۸۹ وغیرہ)

☆......حضرت عثمان بن عبداللہ بن موہب بیان کرتے ہیں کہ میرے گھر والوں نے ایک برتن میں پانی ڈال کر مجھے حضرت ام سلمہ کے پاس بھیجا، اسرائیل نے تین انگلیوں کو ملایا یعنی وہ چاندی سے ملمع کی ہوئی ایک چھوٹی سی ڈبیا تھی تین انگل جتنی، اس میں نبی پاک ﷺ کے مبارک بالوں میں سے ایک کچھ بال تھے، جب کسی انسان کو نظر لگ جاتی یا اس کو کوئی اور بیماری ہو جاتی تو وہ آپ کے پاس ایک برتن بھیج دیتا، میں نے نلکی کی شکل میں ایک ڈبیا دیکھی اس میں سُرخ بال تھے۔

(صحیح البخاری، کتاب اللباس، باب: ما یذکر فی الشیب، رقم: ۵۸۹۶، ص۱۰۳۷)

اغراض: اعتزلوا: جب سارے بھائی مایوس ہو کر بادشاہ کی مجلس سے الگ ہوئے۔

ای ارسل الی اهلها: اس جملے میں اس جانب اشارہ ہے کہ متذکرہ کلام میں مضاف محذوف ہے اور اسی طرح فرمان ﴿والعیر﴾ میں مراد اصحاب العیر ہے۔

صبری: اس سے ماقبل صبر جمیل کا بیان ہے، مراد ایسا صبر ہے جس میں مخلوق سے شکوہ کرنا نہ پایا جائے، اور نہ ہی اللہ کے کام میں جزع وفزع کیا جائے، اسی لیے حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے کام کو اللہ کے سپرد کردیا اور قافلے والوں سے سوال نہ کیا، اور نہ ہی بستی والوں میں سے کسی کو بھیجا جو خبر لائے بلکہ اللہ کی رضا پر راضی بھی رہے اور امید بھی ختم نہ کی۔

الالف بدل من یاء الاضافة اصل میں یا اسفی ہے، فاء کی کسرہ اور یاء کے فتح کے ساتھ، کسرہ کو فتح سے بدل دیا گیا ہے، اور حرکت یاء کو دے دی گئی۔ وکانت دراهم زیوفا: دراہم ردی (عیب دار/گھٹیا) تھے۔

بالمسامحة ہم پر نرمی کیجئے کہ ہمارے بھائی بنیامین کو ہمیں لوٹا دیجئے، اگر یہ کہا جائے کہ انہوں نے اپنے والد کے قول ﴿اذهبوا فتحسسوا من یوسف واخیه﴾ کے خلاف کیا، میں (علامہ صاوی) اس کا جواب یہ دونگا کہ ڈھونڈنے کے کئی طریقے ہیں جن میں سے ایک طریقہ یہ بھی ہے، اس لئے کہ انہوں نے اپنے عجز کا اعتراف کیا، تنگدستی اور شدید ضرورت کا اظہار کیا جس سے دل میں نرمی پیدا ہو جائے، جب حضرت یوسف پر ان کا حال ظاہر ہو جائے گا تو وہ اُن سے نرمی بھی برتیں گے اور اُن پر مہربانی بھی کریں گے۔

ورفع الحجاب: حضرت یوسف علیہ السلام نے پردہ فاش کردیا اور اپنا آپ ظاہر کردیا، اس کا بیان حاشیہ نمبر ۱۱ میں دیکھ لیں۔
وادخال الف بینهما: ائنک میں چار قرائتیں ہیں، دوسرے ہمزہ کی تحقیق اور تسہیل کے ساتھ، الف اور اس کے علاوہ کے ساتھ، اس کے علاوہ بھی پانچ سات قرائتیں ہیں جو ایک ہمزہ کے ساتھ ہیں۔
وهو قميص ابراهيم الذي لبسه حين القي في النار: کا بیان تشریح توضیح میں ہو چکا ہے۔ (الصاوی، ج۳، ص ۱۹۰ وغیرہ)

رکوع نمبر: ۵

﴿وَلَمَّا فَصَلَتِ الْعِيْرُ﴾ خَرَجَتْ مِنْ عَرِيْشِ مِصْرَ ﴿قَالَ اَبُوْهُمْ﴾ لِمَنْ حَضَرَ مِنْ بَنِيْهِ وَاَوْلَادِهِمْ ﴿اِنِّيْ لَاَجِدُ رِيْحَ يُوْسُفَ﴾ اَوْصَلَتْهُ اِلَيْهِ الصَّبَا بِاِذْنِهٖ تَعَالٰى مِنْ مَسِيْرَةِ ثَلَاثَةِ اَيَّامٍ اَوْ ثَمَانِيَةٍ اَوْ اَكْثَرَ ﴿لَوْلَآ اَنْ تُفَنِّدُوْنِ (۹۴)﴾ تُسَفِّهُوْنَ لَصَدَّقْتُمُوْنِيْ ﴿قَالُوْا﴾ لَهٗ ﴿تَاللّٰهِ اِنَّكَ لَفِيْ ضَلٰلِكَ﴾ خَطَائِكَ ﴿الْقَدِيْمِ (۹۵)﴾ مِنْ اِفْرَاطِ لَكَ فِيْ مَحَبَّتِهٖ وَرَجَاءِ لِقَائِهٖ عَلٰى بُعْدِ الْعَهْدِ ﴿فَلَمَّآ اَنْ﴾ زَائِدَةٌ ﴿جَآءَ الْبَشِيْرُ﴾ يَهُوْذَا بِالْقَمِيْصِ وَكَانَ قَدْ حَمَلَ قَمِيْصَ الدَّمِ فَاَحَبَّ اَنْ يُفْرِحَهٗ كَمَا اَحْزَنَهٗ ﴿اَلْقٰهُ﴾ طَرَحَ الْقَمِيْصَ ﴿عَلٰى وَجْهِهٖ فَارْتَدَّ﴾ رَجَعَ ﴿بَصِيْرًا ۚ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ ۚ اِنِّيْٓ اَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ (۹۶) قَالُوْا يٰٓاَبَانَا اسْتَغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَآ اِنَّا كُنَّا خٰطِـِٕيْنَ (۹۷) قَالَ سَوْفَ اَسْتَغْفِرُ لَكُمْ رَبِّيْ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ (۹۸)﴾ اَخَّرَ ذٰلِكَ اِلَى السَّحَرِ لِيَكُوْنَ اَقْرَبَ اِلَى الْاِجَابَةِ وَقِيْلَ اِلٰى لَيْلَةِ الْجُمُعَةِ ثُمَّ تَوَجَّهُوْا اِلٰى مِصْرَ وَخَرَجَ يُوْسُفُ وَالْاَكَابِرُ لِتَلَقِّيْهِمْ ﴿فَلَمَّا دَخَلُوْا عَلٰى يُوْسُفَ﴾ فِيْ مَضْرَبِهٖ ﴿اٰوٰى﴾ ضَمَّ ﴿اِلَيْهِ اَبَوَيْهِ﴾ اَبَاهُ وَاُمَّهٗ اَوْ خَالَتَهٗ ﴿وَقَالَ﴾ لَهُمْ ﴿ادْخُلُوْا مِصْرَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ (۹۹)﴾ فَدَخَلُوْا وَجَلَسَ يُوْسُفُ عَلٰى سَرِيْرِهٖ ﴿وَرَفَعَ اَبَوَيْهِ﴾ اَجْلَسَهُمَا مَعَهٗ ﴿عَلَى الْعَرْشِ﴾ السَّرِيْرِ ﴿وَخَرُّوْا﴾ اَيْ اَبَوَاهُ وَاِخْوَتُهٗ ﴿لَهٗ سُجَّدًا ۚ﴾ سُجُوْدَ اِنْحِنَاءٍ لَا وَضْعَ جَبْهَةٍ وَكَانَ تَحِيَّتُهُمْ فِيْ ذٰلِكَ الزَّمَانِ ﴿وَقَالَ يٰٓاَبَتِ هٰذَا تَاْوِيْلُ رُءْيَايَ مِنْ قَبْلُ ؗ قَدْ جَعَلَهَا رَبِّيْ حَقًّا ؕ وَقَدْ اَحْسَنَ بِيْٓ﴾ اِلَيَّ ﴿اِذْ اَخْرَجَنِيْ مِنَ السِّجْنِ﴾ لَمْ يَقُلْ مِنَ الْجُبِّ تَكَرُّمًا لِئَلَّا يُخْجِلَ اِخْوَتَهٗ ﴿وَجَآءَ بِكُمْ مِّنَ الْبَدْوِ﴾ الْبَادِيَةِ ﴿مِنْۢ بَعْدِ اَنْ نَّزَغَ﴾ اَفْسَدَ ﴿الشَّيْطٰنُ بَيْنِيْ وَبَيْنَ اِخْوَتِيْ ؕ اِنَّ رَبِّيْ لَطِيْفٌ لِّمَا يَشَآءُ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْعَلِيْمُ﴾ بِخَلْقِهٖ ﴿الْحَكِيْمُ (۱۰۰)﴾ فِيْ صُنْعِهٖ وَاَقَامَ عِنْدَهٗ اَبُوْهُ اَرْبَعًا وَعِشْرِيْنَ سَنَةً اَوْ سَبْعَ عَشْرَةَ سَنَةً وَكَانَتْ مُدَّةُ فِرَاقِهٖ ثَمَانَ عَشْرَةَ اَوْ اَرْبَعِيْنَ اَوْ ثَمَانِيْنَ سَنَةً وَحَضَرَهُ الْمَوْتُ فَوَصّٰى يُوْسُفَ اَنْ يَّحْمِلَهٗ وَيَدْفِنَهٗ عِنْدَ اَبِيْهِ فَمَضٰى بِنَفْسِهٖ وَدَفَنَهٗ ثَمَّهٗ ثُمَّ عَادَ اِلٰى مِصْرَ وَاَقَامَ بَعْدَهٗ ثَلَاثًا وَّعِشْرِيْنَ سَنَةً وَلَمَّا تَمَّ اَمْرُهٗ وَعَلِمَ اَنَّهٗ لَا يَدُوْمُ تَاقَتْ نَفْسُهٗ اِلَى الْمُلْكِ الدَّائِمِ ﴿رَبِّ قَدْ اٰتَيْتَنِيْ مِنَ الْمُلْكِ وَعَلَّمْتَنِيْ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ ۚ﴾ تَعْبِيْرِ الرُّءْيَا ﴿فَاطِرَ﴾ خَالِقَ ﴿السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۟ اَنْتَ وَلِيّٖ﴾ مُتَوَلِّيْ مَصَالِحِيْ ﴿فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ تَوَفَّنِيْ مُسْلِمًا وَّاَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ (۱۰۱)﴾ مِنْ اٰبَائِيْ فَعَاشَ بَعْدَ

ذَالِکَ اُسْبُوْعًا اَوْ اَکْثَرَ وَمَاتَ وَلَهٗ مِائَةٌ وَّعِشْرُوْنَ سَنَةً وَتَشَاحَ الْمَصْرِيُوْنَ فِیْ قَبْرِهٖ فَجَعَلُوْهُ فِیْ صُنْدُوْقِ مَرْمَرٍ وَدَفَنُوْهُ فِیْ اَعْلَى النِّيْلِ لِتَعُمَّ الْبَرَكَةُ جَانِبَيْهِ فَسُبْحَانَ مَنْ لَا انْقِضَاءَ لِمُلْكِهٖ ﴿ذٰلِكَ﴾ الْمَذْكُوْرُ مِنْ اَمْرِ يُوْسُفَ ﴿مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ﴾ اَخْبَارِ مَا غَابَ عَنْكَ يَامُحَمَّدُ ﴿نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ ۚ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ﴾ لَدٰى اِخْوَةِ يُوْسُفَ ﴿اِذْ اَجْمَعُوْٓا اَمْرَهُمْ﴾ فِیْ كَيْدِهٖ اَیْ عَزَمُوْا ﴿وَهُمْ يَمْكُرُوْنَ (۱۰۲)﴾ بِهٖ اَیْ لَمْ تَحْضُرْهُمْ فَتَعْرِفُ قِصَّتَهُمْ فَتُخْبِرُبِهَا وَاِنَّمَا حَصَلَ لَكَ عِلْمُهَا مِنْ جِهَةِ الْوَحْيِ ﴿وَمَآ اَكْثَرُ النَّاسِ﴾ اَیْ اَهْلِ مَكَّةَ ﴿وَلَوْ حَرَصْتَ﴾ عَلٰى اِيْمَانِهِمْ ﴿بِمُؤْمِنِيْنَ (۱۰۳) وَمَا تَسْـَٔلُهُمْ عَلَيْهِ﴾ اَیِ الْقُرْآنِ ﴿مِنْ اَجْرٍ ؕ اِنْ﴾ تَاْخُذُهٗ، مَا ﴿هُوَ﴾ اَیِ الْقُرْآنُ ﴿اِلَّا ذِكْرٌ﴾ عِظَةٌ ﴿لِّلْعٰلَمِيْنَ (۱۰۴)﴾.

﴿ترجمہ﴾

اور جب قافلہ (مصر کے شہر عریش) سے جدا ہوا (وہاں سے نکلا) یہاں ان کے باپ نے کہا (اپنے بیٹوں اور پوتوں کو جوانکے پاس موجود تھے) بیشک میں یوسف کی خوشبو پاتا ہوں (یہ خوشبو آپ علیہ السلام کے پاس اللہ کے حکم سے تین دن، آٹھ دن یا اس سے زائد عرصہ کی مسافت سے آپ علیہ السلام کے پاس آئی تھی......۱......) اگر مجھے یہ نہ کہو کہ بہک گیا ہے (تو تم ضرور میری تصدیق کرو گے، تفندون بمعنی تسفھون ہے) بیٹے بولے (ان سے) بیشک آپ اپنی پرانی محبت (ضلال بمعنی خطئک ہے) میں ہیں (یعنی آپ حضرت یوسف کی محبت میں وارفتہ ہو چکے ہیں ایک زمانہ طویل گزرنے کے باوجود بھی ان سے ملنے کی امید کیے ہوئے ہیں) پھر جب خوشخبری سنانے والا (یعنی یہودا قمیص لے کر) آیا (خون آلود قمیص بھی یہی اٹھا کر لایا تھا، انہیں اچھا لگا کہ جس طرح انہوں نے والد گرامی کو غمگین کیا تھا اسی طرح خوش بھی کریں) اسے ڈال دیا (یعنی قمیص کو ڈال دیا) ان کے منہ پر اسی وقت اس کی آنکھیں پھر آئیں (ارتد بمعنی رجع ہے) کہا میں نے نہ کہا تھا کہ مجھے اللہ کی وہ شانیں معلوم ہیں جو تم نہیں جانتے بولے اے ہمارے باپ ہمارے گناہوں کی معافی مانگئے......۲......، بیشک ہم خطا کار ہیں کہا جلد تمہاری بخشش اپنے رب سے چاہوں گا (آپ علیہ السلام نے دعا کو وقت سحر یا شب جمعہ تک مؤخر فرمادیا تا کہ قبولیت کے زیادہ قریب ہو جائے......۳......، پھر ان تمام لوگوں نے مصر کا رخ کیا اور حضرت یوسف اور دیگر بڑے بڑے لوگ ان کے استقبال کیلئے باہر نکل آئے......۴......) پھر وہ سب یوسف کے (خیمہ) میں داخل ہوئے اس نے اپنے ماں باپ کو اپنے پاس جگہ دی (یا اپنے ساتھ ملالیا، ابویہ سے مراد ماں اور باپ دونوں ہیں یا یہاں ماں سے مراد آپ علیہ السلام کی خالہ ہیں) اور کہا (ان سے) مصر میں داخل ہو اللہ چاہے تو امان کے ساتھ (پس داخل ہوئے تو حضرت یوسف علیہ السلام اپنے تخت پر بیٹھ گئے) اور اپنے ماں باپ کو بلند کیا (ان دونوں کو اپنے ساتھ بٹھالیا) عرش پر (یعنی تخت پر) گرے (اس کے والدین اور بھائی) اس کے لیے سجدے میں (یہاں سجدے سے مراد جھکنا ہے، پیشانی کو زمین پر رکھنا مراد نہیں ہے اور اس زمانے میں تعظیم و توقیر کے یہی انداز تھے......۵......) اور یوسف نے کہا اے میرے باپ یہ میرے پہلے خواب کی تعبیر ہے بیشک اسے اللہ میرے رب نے سچا کیا اور بیشک اس نے مجھ پر احسان کیا (بی بمعنی الی ہے) کہ مجھے قید سے نکالا (اپنے بھائیوں کو شرمندگی سے بچانے کے لیے یوں نہ فرمایا کہ مجھے اللہ نے کنویں سے نکالا) اور آپ سب کو گاؤں سے لے آیا (بدو بمعنی بادیۃ یعنی گاؤں ہے) بعد اس کے کہ شیطان نے مجھ میں اور میرے بھائیوں میں ناچاقی کرادی تھی (نزع بمعنی افسد ہے) بیشک میرا رب جس بات کو چاہے آسان کر دے بیشک وہی علم رکھنے والا (اپنی مخلوق پر) اور حکمت والا ہے (اپنی صنعت میں، حضرت یوسف علیہ السلام آپ علیہ السلام کے پاس چوبیس سال یا سترہ برس رہے اور حضرت

یوسف علیہ السلام سے فراق کی مدت یا تو اٹھارہ سال تھی یا چالیس سال یا اسی سال، پھر حضرت یعقوب علیہ السلام کا وصال ہوگیا، آپ نے حضرت یوسف علیہ السلام کو وصیت کی تھی کہ وہ خود انہیں اٹھائیں اور انہیں ان کے والد گرامی حضرت اسحاق علیہ السلام کے پاس دفن فرمائیں ،حسب وصیت آپ علیہ السلام خود تشریف لے گئے اور حضرت یعقوب علیہ السلام کی تدفین کی پھر دوبارہ مصر آگئے ،حضرت یعقوب علیہ السلام کے وصال کے بعد ۲۳ سال تک مصر میں مقیم رہے پھر جب آپ علیہ السلام کا کام مکمل ہوگیا اور آپ علیہ السلام جانتے تھے کہ یہ بادشاہت دائمی نہیں ہے اور آپ علیہ السلام کا نفس مطمئنہ دائمی بادشاہت کا مزید مشتاق ہوا تو اپنے رب سے یوں عرض گزار ہوئے) اے رب بیشک تو نے مجھے ایک سلطنت دی اور مجھے کچھ باتوں کا انجام نکالنا (یعنی خوابوں کی تعبیر) سکھایا اے آسمان اور زمین کے بنانے والے (فاطر بمعنی خالق ہے) تو میرا ولی ہے (تو میرے کام بنانے والا ہے) دنیا اور آخرت میں مجھے مسلمان اٹھا اور ان سے ملا جو تیرے قرب خاص کے لائق ہیں......۶......(یعنی میرے آباء اجداد میں ،اس کے بعد آپ علیہ السلام ایک ہفتہ یا اس سے زائد عرصہ دنیا میں زندہ رہے پھر آپ علیہ السلام کا وصال ہوگیا، وقت وصال آپ علیہ السلام کی عمر مبارک ایک سو بیس ۱۲۰ سال تھی مصریوں کا آپ کی قبر مبارک بنانے کے حوالے سے اختلاف ہوگیا پھر اتفاق رائے سے انہوں نے جسم اقدس کو سنگ مرمر کے تابوت ......۷......میں رکھ کر اس تابوت کو دریائے نیل کے اوپری حصہ میں رکھ دیا تا کہ ان کی برکتیں دونوں کناروں کو شامل ہو جائیں ،پس پاکی ہے اس ذات کیلئے جس کی سلطنت کو فنا نہیں ہے) یہ (یوسف علیہ السلام......۸......کا واقعہ جو مذکور ہے) کچھ غیب کی خبریں ہیں (یعنی وہ خبریں ہیں اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! جو آپ سے پوشیدہ تھیں) جو ہم تمہاری طرف وحی کرتے ہیں اور تم ان کے پاس (یعنی حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کے پاس) نہ تھے جب انہوں نے اپنا کام (حضرت یوسف علیہ السلام کے بارے میں اپنا منصوبہ) پکا کیا تھا (یعنی اس پر عمل کا پکا ارادہ کرلیا تھا) اور وہ داؤں چل رہے تھے (ان کے ساتھ یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس نہیں تھے کہ ان کے قصہ کا علم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہوتا پس اس کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس واقعہ کی خبر دے رہے ہیں اور اس واقعہ کا علم آپ کو وحی کی جہت سے حاصل ہوا ہے) اور اکثر آدمی (یعنی اہل مکہ) تم کتنا ہی چاہو (کہ وہ ایمان لے آئیں) ایمان نہ لائیں گے اور تم اس پر (یعنی قرآن پاک کی تعلیم پر) کوئی اجرت نہیں مانگتے (کہ تم ان سے وہ اجرت لے لوگے) یہ (قرآن) تو نہیں مگر سارے جہاں کو نصیحت ۔

﴿ترکیب﴾

﴿ولما فصلت العیر قال ابوھم انی لاجد ریح یوسف﴾.

و : عاطفہ، لما، شرطیہ، فصلت العیر : فعل بافاعل جملہ فعلیہ شرط، قال ابوھم : قول، انی : حرف مشبہ واسم، لام : تاکیدیہ، اجد ریح یوسف : فعل بافاعل ومفعول جملہ فعلیہ خبر، ان اپنے اسم وخبر سے ملکر جملہ اسمیہ مقولہ، اپنے قول سے ملکر جواب شرط۔

﴿لولا ان تفندون﴾.

لولا : حرف شرط، ان تفندون : فعل بافاعل ومفعول جملہ فعلیہ بتاویل مصدر مبتدا، خبر محذوف ''موجود''، ملکر جملہ اسمیہ شرطیہ ''لصدقتمونی'' ، فعل بافاعل ومفعول جملہ فعلیہ محذوف جواب لولا.

﴿قالوا تاللہ انک لفی ضلالک القدیم﴾.

قالوا : قول، تاللہ : متعلق بمحذوف ''نقسم'' فعل بافاعل وظرف لغو جملہ فعلیہ قسمیہ انشائیہ ، انک : حرف مشبہ بااسم، لام : تاکیدیہ : فی ضللک القدیم : ظرف مستقر خبر : ان، اپنے اسم وخبر سے ملکر جملہ اسمیہ مقولہ۔

﴿فلما ان جاء البشیر القہ علی وجھہ فارتد بصیرا﴾.

ف :عاطفہ، لما : شرطیہ ، ان :زائدہ، جاء البشیر : فعل بافاعل جملہ فعلیہ شرط، القٰہ علی وجھہ : فعل بافاعل ومفعول وظرف لغو جملہ فعلیہ جواب شرط ، ف ، عاطفہ ارتد فعل ھو ضمیر مستتر ذوالحال ، بصیرا : حال، ملکر فاعل، فعل بافاعل ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿قال الم اقل لکم انی اعلم من اللہ ما لا تعلمون﴾.

قال : قول، ھمزہ :استفہامیہ، لم اقل لکم، قول ثانی، انی : حرف مشبہ واسم ، اعلم من اللہ: فعل بافاعل وظرف لغو، ما لا تعلمون : موصول صلہ ملکر مفعول، جملہ فعلیہ ہوکر مقولہ، اپنے قول ثانی سے ملکر سے پھر مقولہ، قول اول مقولہ سے ملکر جملہ فعلیہ قولیہ۔

﴿قالوا یاابانا استغفر لنا ذنوبنا انا کنا خطئین﴾.

قالوا : قول، یا ابانا : جملہ ندائیہ ، استغفر لنا ذنوبنا : فعل بافاعل ومفعول ملکر جملہ تعلیلیہ مقصود بالندا، اپنی ندا سے مل کر مقولہ ، انا : حرف مشبہ واسم، کنا خاطئین : جملہ فعلیہ خبر ، ان اپنے اسم وخبر سے ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿قال سوف استغفرلکم ربی انہ ھو الغفور الرحیم﴾.

قال : قول: سوف : حرف استقبال، استغفر لکم ربی : فعل بافاعل وظرف لغو ومفعول جملہ فعلیہ مقولہ، :انہ : حرف مشبہ واسم ،ھو الغفور الرحیم : مبتداوخبر، ان جملہ اسمیہ خبر، ان اپنے اسم وخبر سے ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿فلما دخلوا علی یوسف آوی الیہ ابویہ﴾.

ف : عاطفہ ، لما :شرطیہ ، دخلوا علی یوسف :فعل بافاعل وظرف لغو جملہ فعلیہ شرط ، اوی الیہ ابویہ : فعل بافاعل وظرف لغو ومفعول جملہ فعلیہ جواب شرط۔

﴿وقال ادخلوا مصر ان شاء اللہ آمنین﴾.

و :عاطفہ : قال:قول،ادخلوا : فعل واؤضمیر ذوالحال،مصر : مفعول، ان :شرطیہ، شاء اللہ : فعل بافاعل جملہ فعلیہ شرط، جواب شرط محذوف " فادخلوا مصرانین " امین ، حال، اپنے ذوالحال سے ملکر فاعل، فعل اپنے متعلقات سے ملکر جملہ فعلیہ مقولہ .

﴿ورفع ابویہ علی العرش وخروا لہ سجدا﴾.

و: عاطفہ ، رفـع ابـویـہ علی العرش : فعل بافاعل ومفعول وظرف لغو جملہ فعلیہ، و : عاطفہ،خرّوا : فعل واؤضمیر ذوالحال، لہ : ظرف لغو، سجدا : حال، ذوالحال سے ملکر فاعل، فعل اپنے متعلقات سے ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وقال یابت ھذا تاویل رؤیای من قبل﴾.

و :عاطفہ، قال،قول، یابت ، جملہ ندائیہ، ھذا :مبتدا : تاویل: مضاف، رء یای : مرکب اضافی ذوالحال، من قبل : ظرف مستقر حال، ملکر مضاف الیہ، اپنے مضاف سے ملکر خبر، مبتدا خبرمل کر جملہ اسمیہ مقصود بالندا، اپنی ندا سے ملکر مقولہ۔

﴿قد جعلھا ربی حقا وقد احسن بی اذ اخرجنی من السجن﴾.

قد : تحقیقیہ ، جعـلـھـاربی حقا : فعل بامفعول وفاعل ومفعول ثانی جملہ فعلیہ حال ثانی " رء یای" کے لیے، و : عاطفہ، قد : تحقیقیہ، احسن بی : فعل بافاعل ومتعلق اول، اذ: مضاف، اخـر جـنـی من السجن : فعل بافاعل ومفعول وظرف لغو جملہ فعلیہ مضاف الیہ، اپنے مضاف سے ملکر متعلق ثانی، فعل اپنے متعلقات سے ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وجاء بکم من البدو من بعد ان نزغ الشیطن بینی وبین اخوتی﴾.

و:عاطفہ ، جاء فعل ھو ضمیر مستتر ذوالحال، بکم : ظرف لغواول، من البدو،ظرف لغوثانی، مِن : جار، بعد: مضاف، ان نزغ

الشیطٰن الخ، فعل بافاعل وظرف جملہ فعلیہ بتاویل مصدر مضاف الیہ،ملکر مجرور،ملکر ظرف مستقر حال،ملکر فاعل، جاء فعل اپنے فاعل اور دونوں ظرفوں سے ملکر جملہ فعلیہ "اخرجنی" پر معطوف ہے۔

﴿ان ربی لطیف لما یشاء انه هو العلیم الحکیم﴾.

ان :حرف مشبہ، ربی :اسم ، لطیف : صفت مشبہ،ھو ضمیر فاعل ، لما یشاء : جار مجرور ظرف لغو،صفت مشبہ اپنے متعلقات سے ملکر خبر،ان اپنے اسم وخبر سے ملکر جملہ اسمیہ،انه : حرف مشبہ واسم ، ھو العلیم الحکیم :جملہ اسمیہ خبر،ان اپنے اسم وخبر سے ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿رب اتیتنی من الملک وعلمتنی من تاویل الاحادیث﴾.

رب :مضاف، کے ضمیر متکلم محذوف کی طرف وحرف ندا محذوف جملہ ندائیہ ، قد تحقیقیہ ، اتیتنی من الملک:فعل بافاعل و مفعول وظرف لغو جملہ فعلیہ معطوف علیہ ،وعلمتنی ......الخ:فعل بافاعل ومفعول وظرف لغو جملہ فعلیہ معطوف،ملکر مقصود بالندا۔

﴿فاطر السموت والارض انت ولی فی الدنیا والاخرة﴾.

فاطر السموات والارض :مرکب اضافی منادی بیا حرف ندا محذوف جملہ فعلیہ ندائیہ، انت :مبتدا، ولی :مرکب اضافی ذوالحال، فی :جار، الدنیا والاخرة :معطوف علیہ مجرور، ملکر ظرف مستقر حال،ذوالحال سے ملکر خبر،مبتدا خبر ملکر جملہ اسمیہ مقصود بالندا .

﴿توفنی مسلما والحقنی بالصلحین﴾.

توفنی: فعل دعا بافاعل،ن وقایہ ی ضمیر ذوالحال، مسلما: حال،ملکر مفعول،فعل اپنے متعلقات سے ملکر جملہ فعلیہ دعائیہ انشائیہ، والحقنی بالصلحین: فعل بافاعل ومفعول وظرف لغو، جملہ فعلیہ دعائیہ انشائیہ ماقبل " توفنی" پر معطوف ہے۔

﴿ذلک من انباء الغیب نوحیه الیک﴾.

ذلک مبتدا، من انباء الغیب، ظرف مستقر خبر اول، نوحیه الیک فعل بافاعل ومفعول وظرف لغو جملہ فعلیہ خبر ثانی،مبتدا اپنی دونوں خبر سے ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿وما کنت لدیھم اذ اجمعوا امرھم وھم یمکرون﴾.

و : عاطفہ،ما : نافیہ ، کنت :فعل ناقص بااسم،لدیھم : ظرف مکان مستقر متعلق بمحذوف " مستقر"، اذ :مضاف ، اجمعوا : فعل وضمیر ذوالحال، امرھم : مفعول، وھم یمکرون : جملہ اسمیہ حال،ذوالحال سے ملکر فاعل،اجمعوا فعل اپنے متعلقات سے ملکر جملہ فعلیہ ہوکر مضاف الیہ،اپنے مضاف سے ملکر ظرف لغو، مستقر : اسم فاعل اپنے ھو ضمیر فاعل ظرف مستقر وظرف لغو سے ملکر شبہ جملہ اسمیہ ہوکر خبر،فعل ناقص اپنے اسم وخبر سے ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وما اکثر الناس ولو حرصت بمومنین﴾.

و :عاطفہ، ما : مشابہ بلیس، اکثر الناس : اسم،و: اعتراضیہ، لو :شرطیہ، حرصت : فعل بافاعل شرط "لم یومنوا" : فعل بافاعل جملہ فعلیہ محذوف جواب لو ملکر جملہ شرطیہ معترضہ ، بمومنین :خبر، ماشابہ بلیس اپنے اسم وخبر سے ملکر جملہ اسمیہ .

﴿وما تسئلھم علیه من اجر ان ھو الا ذکر للعلمین﴾.

و: عاطفہ، ما :نافیہ، تسئلھم : فعل بافاعل ومفعول،علیه :ظرف مستقر حال مقدم،من:زائدہ ،اجر : ذوالحال،اپنے حال سے ملکر مفعول ثانی،فعل اپنے متعلقات سے ملکر جملہ فعلیہ ،ان :نافیہ ،ھو : مبتدا، ذکر : موصوف، للعلمین : ظرف مستقر صفت، اپنے موصوف سے ملکر خبر،مبتدا خبر ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿تشریح وتوضیح واغراض﴾

دور سے خوشبو آنے کا مطلب:

۱...... ابن ابی الہذیل نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ ابھی حضرت یوسف کا قافلہ حضرت یعقوب سے آٹھ راتوں کی مسافت پر تھا کہ حضرت یعقوب کو حضرت یوسف کی خوشبو آ گئی، ابن الہذیل نے دل میں کہا کہ یہ اتنا فاصلہ ہے جتنا بصرہ سے کوفہ تک کا فاصلہ ہے۔

(جامع البیان، الجزء ۱۳، ص ۷۱)

دنیا میں ہی اپنے گناہوں کی معافی مانگ لیجئے:

۲...... بیٹوں نے اپنے گناہوں کی معافی چاہی، اور ہونا بھی یہی چاہیے کہ بندہ اپنے قصور ولغزش دنیا ہی میں معاف کرالیا کرے۔ ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جس نے کسی کی عزت یا اس کی کسی اور چیز پر ظلم کیا ہو اس کو چاہیے کہ وہ اس ظلم کی اس دن کے آنے سے پہلے تلافی کرے جس دن اس کے پاس کوئی دینار ہوگا نہ درہم ہوگا، اگر اس کے پاس کوئی نیک عمل ہوا تو اس کے ظلم کے برابر وہ نیک عمل لے لیا جائے گا اور اگر اس کے پاس نیکیاں ہوئیں تو مظلوم کے گناہ اس کے اوپر لاد دیئے جائیں گے۔

(صحیح البخاری، کتاب المظالم، باب: من کانت له مظلمة، رقم: ۲٤٤۹، ص ۳۹۵)

دعا کو مؤخر کرنے کی وجوہ:

۳...... ظاہر کلام یہی ہے کہ والد گرامی نے فی الحال اپنے بیٹوں کے لئے دعا نہ کی، بلکہ بعد میں دعا کرنے کا وعدہ کیا، اس کی کئی وجوہات ہوسکتی ہیں۔ (۱)...... وقت سحر تک دعا کرنے کو اس لئے مؤخر کیا کہ یہ وقت قبولیت کے زیادہ قریب ہوتا ہے۔ (۲)...... ابن عباس سے منقول ہے کہ شب جمعہ تک دعا کرنے کو مؤخر کیا اس لیے کہ یہ وقت بھی قبولیت کے زیادہ قریب ترین ہوتا ہے۔ (۳)...... جان لیں کہ میرے بیٹے حقیقت میں اپنے گناہوں سے توبہ چاہتے ہیں یا نہیں، اور یہ بھی کہ ان کی توبہ اخلاص سے خالی تو نہیں۔ (۴)...... یعنی میں زمانے مستقبل میں تمہارے لیے دعا پر دوام کروں گا، ہر شب جمعہ پچیس دھائیوں تک دعا کروں گا، جب بھی نماز سے فارغ ہوتے اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی جانب بلند فرما دیتے اور عرض گزار ہوتے کہ اے اللہ حضرت یوسف کے معاملے میں قلیل صبر کو معاف فرما دے اور میرے بچوں نے یوسف کے معاملے میں جو کچھ کیا انہیں بھی معاف فرما دے، اللہ نے ان کی جانب وحی فرمائی اللہ نے آپ کو اور آپ کے بال بچوں کو معاف فرما دیا۔

(الرازی، ج ٦، ص ٥٠٨ وغیرہ)

استقبال کے مختلف انداز:

۴...... تفسیر طبری میں ہے کہ فرقد السنجی بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت یعقوب کے چہرے پر قمیص ڈالی گئی تو ان کی آنکھیں روشن ہو گئیں اور انہیں بتایا کہ حضرت یوسف نے ان سب کو بلایا ہے، پھر جب حضرت یعقوب اور ان کے بیٹے مصر کو روانہ ہوئے تو حضرت یوسف کو خبر ہوتے ہی استقبال کے لیے دخول مصر کے قریب پہنچ گئے۔ حضرت یوسف کے ساتھ مصر کے دیگر معززین بھی تھے۔ جس وقت حضرت یعقوب اپنے بیٹوں کے ہمراہ شہر مصر کے قریب پہنچے تو دیکھا گیا کہ حضرت یعقوب اپنے بیٹے یہوذا کے سہارے چل رہے ہیں۔ جب انہوں نے حضرت یوسف کے ساتھ گھوڑوں پر سوار سرداروں اور معززین کو دیکھا تو یہوذا سے پوچھا کہ یہ مصر کا بادشاہ ہے؟ اُس نے کہا: نہیں بلکہ یہ آپ کا بیٹا ہے! جب دونوں ملنے کے قریب ہوئے تو حضرت یوسف نے سلام میں پہل کرنی چاہی تو ان کو منع کیا گیا کہ والد گرامی حضرت یعقوب سلام میں پہل کرنے کے مستحق ہیں، تب حضرت یعقوب علیہ السلام نے کہا تم پر

سلام ہو اے مجھ سے رنج وغم کو دور کرنے والے۔ (الطبری، الجزء ۱۳، ص ۸۱)

☆......حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ میں نے حضرت فاطمہ بنت رسول اللہ ﷺ سے زیادہ کسی شخص کو عادات، خصائل اور شمائل میں رسول اللہ ﷺ سے مشابہ نہیں دیکھا جب وہ نبی پاک ﷺ کے پاس آتیں تو آپ ﷺ ان کے استقبال کے لیے کھڑے ہو جاتے، ان کو بوسہ دیتے اور ان کو اپنی مجلس میں بٹھاتے۔ (سنن الترمذی، کتاب المناقب، باب: فضل فاطمة، رقم: ۳۸۹۸، ص ۱۰۹۶)

☆......حضرت عکرمہ بن ابی جہل بیان کرتے ہیں کہ فتح مکہ کے دن وہ مکہ سے بھاگ گئے تھے حتی کہ ان کی بیوی ام حکیم بنت الحارث نے نبی پاک ﷺ سے ان کے لیے اجازت طلب کی، آپ نے ان کو مامون قرار دے دیا، وہ یمن جا کر ان کو نبی ﷺ کی خدمت میں لے آئیں، جب نبی پاک ﷺ نے ان کو دیکھا تو ان کے اکرام کے لیے کھڑے ہو گئے اور ان کو گلے لگایا اور فرمایا: ''ہجرت کرنے والے سوار کو خوش آمدید ہو''۔ (اسدالغابہ، عکرمة بن ابی جھل، ج ۳، رقم: ۳۷۳۵، ص ۵٦٦)

باپ کو سجدے کا حکم:

۵......اکثر مفسرین کا خیال ہے کہ آپ علیہ السلام کے والد اور خالہ نے آپ کو سجدہ کیا، آپ کی والدہ راحیل بنیامین کی ولادت کے زمانے میں انتقال کر چکی تھیں، ایک قول یہ بھی ہے کہ آپ کو آپ کے حقیقی والدین نے سجدہ کیا۔ (البغوی، ص ٤٦٥)

ہر چند کہ قیاس اور عقل کا تقاضا یہی ہے کہ حضرت یعقوب حضرت یوسف کو سجدہ نہ کرتے لیکن بعض احکام تعبدی ہوتے ہیں، ان میں عقل کا دخل نہیں ہوتا جیسے تیمم وضو کا قائم مقام ہے جب کہ وضو سے منہ صاف ہوتا ہے لیکن تیمم سے ناک خاک آلود ہوتی ہے، نیز اس میں یہ بھی دکھانا ہے کہ نبی کی ذات میں نفسانیت کا دخل بالکل بھی نہیں ہوتا، اللہ باپ کو حکم دیتا ہے کہ بیٹے کو سجدہ کرے اور باپ طمانیت دل سے بیٹے کو سجدہ کرتا ہے اور اس کے دل میں بیٹے کے خلاف کوئی میل نہیں آتا، ایسے عظیم بندے کی بندگی پر لاکھوں سلام۔

اپنی موت کی دعا کرنا کیسا؟

٦......قتادہ کا قول ہے کہ حضرت یوسف نے اپنے رب سے ملنے کی دعا کی اور ان سے پہلے کسی نبی نے موت کی دعا نہیں کی، ان کا اور اکثر مفسرین کرام کا یہی مختار ہے۔ حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ انہوں نے دین اسلام پر وفات پا جانے کی دعا کی ہے اور انسان کا دین اسلام پر خاتمہ ہونے کی دعا کرنے پر موت کی دعا کرنے کا حکم نہیں لگایا جا سکتا۔ اور یہ بھی جاننا چاہیے کہ خطباء و بلغاء نے دنیا کی مذمت میں کئی باتیں ذکر کی ہیں کہ دنیا کی لذتیں انتہائی قلیل ہیں اور اس سے جو نفع حاصل ہوتا ہے وہ بھی قلیل ہی ہے لیکن ان منافع کے چھوٹے کا غم بہت شدید ہوتا ہے۔ پھر انہوں نے لکھا ہے کہ ہر صاحب عقل و دانش زندگی کے مقابلے میں موت کو ترجیح دیگا۔ کیونکہ دنیا کی نعمتیں زائل ہونے والی ہیں اور آخرت کی نعمتیں باقی ہیں، دنیا کی بڑی نعمتیں کھانے، جماع کرنے اور حکومت و اقتدار میں ہیں۔ کھانے کی لذت بہت عارضی ہے بس جتنی دیر انسان لقمہ چباتا ہے حلق سے لقمہ نگلنے کے بعد کوئی لذت باقی نہیں رہتی، جماع کی لذت بھی بہت عارضی ہے اس کے نتیجہ میں بال بچوں کی ذمہ داریاں پوری کرنے میں انسان تاحیات مشقت میں مبتلا رہتا ہے اور حکومت و اقتدار کی لذت کے ان گنت مسائل، پریشانیاں اور خطرات ہیں، جب صاحب عقل اس بات پر غور و خوض کرے گا تو تمنا یہی کرے گا کہ یہ سب زائل ہو جائیں۔ امام رازی فرماتے ہیں کہ میرا بھی یہی خیال ہے میں جسمانی لذات کے معائب سے واقف ہوں اور چاہوں تو ان کے عیوب بیان کرنے میں بڑی ضخیم کتابیں لکھ سکتا ہوں اور اب اکثر اوقات میں حضرت یوسف کی اپنے لئے کی ہوئی دعا کرتا رہتا ہوں کہ مجھے دنیا سے مسلمان اٹھانا اور مجھے نیک بندوں کے ساتھ ملانا۔ (الرازی، ج ٦، ص ۵۱٦، ملخصا و ملتقطا)

☆......حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سے کوئی شخص کسی مصیبت کی وجہ سے ہرگز موت کی

تمنا نہ کرے اور اگر اس نے ضرور دعا کرنی ہو تو وہ یوں دعا کرے اے اللہ! جب تک میرے لئے زندگی بہتر ہو تو مجھے زندہ رکھ اور جب میرے لئے موت بہتر ہو تو مجھے موت عطا کر"۔ (صحیح بخاری، کتاب المرض، باب: نھی المریض الموت برقم: ۵۶۷۱،ص ۱۰۰٤)

تابوت یوسف علیہ السلام:

۷..... سعید بن عبد العزیز بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت یوسف علیہ السلام پر وفات کا وقت آیا تو انہوں نے اپنے بھائیوں کو بلا کر کہا، اے میرے بھائیو! میں نے دنیا میں کسی سے بھی اپنے اوپر کئے جانے والے ظلم کا بدلہ نہیں لیا اور مجھے ناپسند تھا کہ میں لوگوں کی نیکیاں ظاہر کروں اور گناہ چھپاؤں اور دنیا سے میرا یہی زادراہ ہے، اے میرے بھائیو! میں نے اپنے باپ دادا جیسے عمل کئے ہیں تو تم مجھے ان کی قبروں کے ساتھ ملا دینا اور ان سے اس بات کا پکا وعدہ لیا۔ لیکن انہوں نے اپنے وعدے کو پورا نہیں کیا، حتی کہ اللہ نے حضرت موسیٰ کو مبعوث فرمایا، انہوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کے متعلق معلومات کیں کہ ان کا صندوق کہاں دفن ہے؟، صرف ایک عورت کو اس کا معلوم تھا جس کا نام شارح بنت شیرین یعقوب تھا، اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا میں ایک شرط پر تم کو اس کا پتہ دوں گی، اس نے کہا کہ شرط یہ ہے کہ میں بوڑھی ہوں جوان ہو جاؤں، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا مجھے منظور ہے، اس نے کہا کہ دوسری شرط یہ ہے کہ میں جنت میں آپ کے درجے میں آپ کے ساتھ رہوں، حضرت موسیٰ علیہ السلام اس سے گریز کر رہے تھے کہ وحی نازل ہوئی اور کہا گیا کہ اِس شرط کو بھی مان لیجئے، آپ نے مان لیا پھر جب بُڑھیا کی رہنمائی سے صندوق کو نکالا۔ جب بوڑھی عورت کی عمر ۵۶ سال کو پہنچی تو ۳۲ سال کی ہوگئی، اس نے ۱۶۰۰ یا ۱۴۰۰ سال عمر پائی اور حضرت سلیمان بن داؤد نے اُن سے نکاح کیا۔ (الدر المنثور، ج٤، ص ٧٤)

یادگار یوسف علیہ السلام:

۸..... حسن بصری نے لکھا ہے کہ جب حضرت یوسف کو کنوئیں میں ڈالا گیا تو ان کی عمر ۱۷ سال تھی اور وہ ۸۰ سال اپنے باپ سے غائب رہے اور حضرت یعقوب سے ملاقات کے بعد ۲۳ سال زندہ رہے اور ۱۲۰ سال کی عمر میں وفات پائی، ان کے دو بیٹے اور ایک بیٹی تھی۔

(معالم التنزیل، ج٢، ص ٣٧٩)

جب حضرت یوسف علیہ السلام کی وفات کا وقت قریب آیا تو انہوں نے یہوذا کو وصیت کی اور فوت ہو گئے، ان کی تدفین میں لوگوں کا نزاع ہوا، برکت کے حصول کے لئے ہر ایک چاہتا تھا کہ اس کے محلہ میں حضرت یوسف علیہ السلام کو دفن کیا جائے، پھر انہوں نے اس پر اتفاق کر لیا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو دریائے نیل میں دفن کر دیا جائے تاکہ ان پر سے پانی گزر کر سب تک پہنچ جائے، پھر انہوں نے لکڑی کا ایک صندوق بنا کر اس میں حضرت یوسف علیہ السلام کو دفن کر دیا، پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام اس صندوق کو مصر سے کنعان لے گئے اور وہیں دفن کر دیا۔ جس وقت حضرت یوسف علیہ السلام کا انتقال ہوا حسن بصری کے قول کے مطابق عمر مبارک ۱۲۰ سال تھی۔

(زاد المسیر، ج٤، ص ٢٩٢)

اغراض: من عریش مصر: یعنی کنعان کی جانب متوجہ ہوئے، عریش نامی علاقہ مصر کے مشہور ترین آخری علاقوں میں سے ہے جہاں سے مصر کی حدود کا اختتام ہوتا ہے اور سرزمینِ شام کا آغاز ہوتا ہے اور مفسر نے دونوں باتیں ذکر نہ کیں فقط عریش کو ذکر کیا اس لئے کہ بلاد شام تو سرزمین مصر سے الگ ہی ہے۔

لمن حضر من بنیه واولادھم: ایک قول یہ کیا جاتا ہے کہ سارے ہی بیٹے مصر کو روانہ نہ ہوئے تھے بلکہ بعض بیٹے حضرت یعقوب کے پاس بھی موجود تھے، اور بعض حضرات نے یہ کہا ہے کہ تمام ہی بیٹے مصر کو گئے تھے اسی لیے مفسر نے **لاولادھم** کا قول ذکر کیا ہے۔

اوصلته الیه الصبا: مراد وہ ہوا ہے جو طلوع شمس کے وقت چلتی ہے، اگر کسی کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہو کہ ہوا کا رخ تو چلنے والے کے ساتھ مصر سے شام کی جانب ہونا چاہیے لیکن برعکس قمیص کی خوشبو شام کے اطراف میں خلاف عادت چلنا کیسے ممکن ہو سکتا ہے؟ میں

علامہ صاوی اس کا جواب یہ دوں گا کہ یہ معاملہ خرقِ عادت رونما ہے، مجاہد کے قول کے مطابق جب ہوا قمیص کو لگی تو دنیا میں جنت کی (سی) ہوا پہنچی اور پھر وہ ہوا حضرت یعقوب کو پہنچی اور انہوں نے اُس قمیص سے جنت کی سی ہوا پائی پس اُس وقت یہ ہوا فقط حضرت یعقوب کے لئے نہیں بلکہ دیگر لوگوں کے لیے بھی تازگی کا سبب بنی اور بعض حکماء نے تو یہ تک لکھ دیا کہ اگر یہ ہوا سات دن تک رہتی تو زمین سے زعفران اُگ جاتا، الختصر۔

فاحب ان یفرحہ: یہوذا نے کہا کہ میں ہی خون آلود قمیص والدِ گرامی کے پاس لے کر گیا تھا لہذا یہ قمیص بھی میں ہی لے کر جاؤنگا جس سے اُنہیں غم سے خوشی ملے گی، پس اُس نے قمیص کو کجاوہ میں رکھا اور خود ننگے پاؤں چلا، اس کے ساتھ سات روٹیاں تھیں لیکن وہ ۸۰ فرسخ کی مسافت طے کر کے والدِ گرامی کے پاس پہنچا اور روٹی سے کچھ نہ کھایا۔

او الی لیلۃ الجمعۃ، سجود انحناء: جمعۃ المبارک کے دن دعا کرنے کے حوالے اور سجدہ تعظیمی کے حوالے سے بیان تشریح توضیح میں کردیا ہے۔ فی مضربہ: سرادِ خیمہ ہے، اور یہ خیمہ بادشاہوں کی عادت کے مطابق شہر سے دور تھا۔

مدۃ فراقہ ثمانی عشرۃ: کا بیان تشریح وتوضیح میں دیکھ لیں۔ (الصاوی، ج۳، ص۱۹۵ وغیرہ)

رکوع نمبر: ٦

﴿وَكَاَيِّنْ﴾ وَكَمْ ﴿مِّنْ اٰيَةٍ﴾ دَالَّةٍ عَلٰى وَحْدَانِيَّةِ اللّٰهِ ﴿فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يَمُرُّوْنَ عَلَيْهَا﴾ يُشَاهِدُوْنَهَا ﴿وَهُمْ عَنْهَا مُعْرِضُوْنَ (١٠٥)﴾ لَا يَتَفَكَّرُوْنَهَا فِيْهَا ﴿وَمَا يُؤْمِنُ اَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ﴾ حَيْثُ يَقِرُّوْنَ بِاَنَّهُ الْخَالِقُ الرَّازِقُ ﴿اِلَّا وَهُمْ مُّشْرِكُوْنَ (١٠٦)﴾ بِهٖ بِعِبَادَةِ الْاَصْنَامِ وَلِذَا كَانُوْا يَقُوْلُوْنَ فِىْ تَلْبِيَتِهِمْ لَبَّيْكَ لَاشَرِيْكَ لَكَ اِلَّا شَرِيْكًا هُوَ لَكَ تَمْلِيْكُهٗ وَمَا مَلَكَ يَعْنُوْنَهَا ﴿اَفَاَمِنُوْٓا اَنْ تَاْتِيَهُمْ غَاشِيَةٌ﴾ نِقْمَةٌ تَغْشَاهُمْ ﴿مِّنْ عَذَابِ اللّٰهِ اَوْ تَاْتِيَهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً﴾ فَجْاَةً ﴿وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ (١٠٧)﴾ بِوَقْتِ اِتْيَانِهَا قَبْلَهٗ ﴿قُلْ﴾ لَهُمْ ﴿هٰذِهٖ سَبِيْلِىْٓ﴾ وَفَسَّرَهَا بِقَوْلِهٖ ﴿اَدْعُوْٓا اِلَى﴾ دِيْنِ ﴿اللّٰهِ قف عَلٰى بَصِيْرَةٍ﴾ حُجَّةٍ وَّاضِحَةٍ ﴿اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِىْ ط﴾ اٰمَنَ بِىْ عَطْفٌ عَلٰى اَنَا الْمُبْتَدَاءُ الْمُخْبَرُ عَنْهُ بِمَا قَبْلَهٗ ﴿وَسُبْحٰنَ اللّٰهِ﴾ تَنْزِيْهًا لَهٗ عَنِ الشُّرَكَاءِ ﴿وَمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ (١٠٨)﴾ مِنْ جُمْلَةِ سَبِيْلِهٖ اَيْضًا ﴿وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِىْٓ﴾ وَفِىْ قِرَاءَةٍ بِالنُّوْنِ وَكَسْرِ الْحَاءِ ﴿اِلَيْهِمْ﴾ لَا مَلَائِكَةً ﴿مِّنْ اَهْلِ الْقُرٰى ط﴾ الْاَمْصَارِ لِاَنَّهُمْ اَعْلَمُ وَاَحْلَمُ بِخِلَافِ اَهْلِ الْبَوَادِىْ لِجَفَائِهِمْ وَجَهْلِهِمْ ﴿اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا﴾ اَىْ اَهْلُ مَكَّةَ ﴿فِى الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ط﴾ اَىْ آخِرُ اَمْرِهِمْ مِنْ اِهْلَاكِهِمْ بِتَكْذِيْبِهِمْ رُسُلَهُمْ ﴿وَلَدَارُ الْاٰخِرَةِ﴾ اَىِ الْجَنَّةُ ﴿خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ اتَّقَوْا ط﴾ لِلّٰهِ ﴿اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ (١٠٩)﴾ بِالْيَاءِ وَالتَّاءِ يَا اَهْلَ مَكَّةَ هٰذَا فَتُؤْمِنُوْنَ ﴿حَتّٰى﴾ غَايَةٌ لِمَا دَلَّ عَلَيْهِ وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا فَتَرَاخٰى نَصْرُهُمْ حَتّٰى ﴿اِذَا اسْتَيْئَسَ﴾ يَئِسَ ﴿الرُّسُلُ وَظَنُّوْٓا﴾ اَيْقَنَ الرُّسُلُ ﴿اَنَّهُمْ قَدْ كُذِّبُوْا﴾ بِالتَّشْدِيْدِ تَكْذِيْبًا لَا اِيْمَانَ بَعْدَهٗ وَالتَّخْفِيْفِ اَىْ ظَنَّ الْاُمَمُ اَنَّ الرُّسُلَ اَخْلَفُوْا مَا وَعَدُوْا بِهٖ مِنَ النَّصْرِ ﴿جَآءَهُمْ نَصْرُنَا لا فَنُجِّىَ﴾ بِنُوْنَيْنِ مُشَدَّدًا وَمُخَفَّفًا وَبِنُوْنٍ مُشَدَّدًا

مَاضٍ ﴿مَنْ نَّشَاءُ ؕ وَلَا یُرَدُّ بَاْسُنَا ﴾عَذَابُنَا ﴿عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِیْنَ (١١٠) ﴾اَلْمُشْرِکِیْنَ ﴿لَقَدْ کَانَ فِیْ قَصَصِهِمْ ﴾اَیِ الرُّسُلِ ﴿عِبْرَةٌ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ ؕ ﴾اَصْحَابِ الْعُقُوْلِ ﴿مَا کَانَ ﴾هٰذَا الْقُرْاٰنُ ﴿حَدِیْثًا یُّفْتَرٰی ﴾یُخْتَلَقُ ﴿وَلٰکِنْ ﴾کَانَ ﴿تَصْدِیْقَ الَّذِیْ بَیْنَ یَدَیْهِ ﴾قَبْلَهٗ مِنَ الْکُتُبِ ﴿وَتَفْصِیْلَ ﴾تَبْیِیْنَ ﴿کُلِّ شَیْءٍ ﴾یُحْتَاجُ اِلَیْهِ فِی الدِّیْنِ ﴿وَّهُدًی ﴾مِنَ الضَّلَالَةِ ﴿وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ (١١١) ﴾خُصُّوْا بِالذِّکْرِ لِاِنْتِفَاعِهِمْ بِهٖ دُوْنَ غَیْرِهِمْ.

﴿ترجمہ﴾

اور کتنی ہی نشانیاں (جو اللہ ﷻ کی وحدانیت پر دلالت کرتی ہیں......١...... وکائن بمعنی وکم ہے) آسمانوں اور زمین میں کہ اکثر لوگ ان پر گزرتے ہیں (ان کا مشاہدہ کرتے ہیں) اور ان سے بے خبر ہیں (ان کے بارے میں غور وفکر نہیں کرتے) اور ان میں اکثر وہ ہیں کہ اللہ پر ایمان نہیں لاتے (اس حیثیت سے کہ وہ اللہ ﷻ کے خالق ورازق ہونے کا تو اقرار کرتے ہیں) مگر شرک کرتے ہوئے (اللہ ﷻ کے ساتھ بتوں کی عبادت کرکے اور اسی سبب سے کفار تلبیہ میں یوں کہتے تھے لبیک لا شریک لک الا شریک ھو لک تملکه وما ملک اور بقیہ تلبیہ کو بھی وہ یونہی ذکر کیا کرتے تھے) کیا اس سے نڈر ہو بیٹھے کہ اللہ کا عذاب انہیں آکر گھیرے (یعنی ان پر عذاب چھا جائے) یا قیامت میں ان پر اللہ کا عذاب آجائے (بغتة کے معنی ہیں اچانک) اور انہیں خبر نہ ہو (اس کے آنے سے پہلے اس کے آجانے کی) تم فرماؤ (ان سے) یہ میری راہ ہے (اس جملہ کی تفسیر اگلا قول ہے) میں اللہ (کے دین) کی طرف بلاتا ہوں بصیرت پر ہوں (یعنی واضح دلیل پر) میں اور جو میرے قدموں پر چلیں (امن بی کا عطف انا پر ہے، جو مبتداء مؤخر ہے اور اس کی خبر مقدم ہو من اتبعنی یدعو ہے) اور اللہ کو پاکی ہے (وہ شریکوں سے منزہ ہے) اور میں شرک کرنے والا نہیں (اور اس کی سبیل میں سے یہ بھی ہے) اور ہم نے تم سے پہلے جتنے رسول بھیجے سب مرد ہی تھے جنہیں ہم وحی کرتے......٢......(وہ فرشتے نہ تھے یوحی کو یاء اور نون دونوں کے ساتھ پڑھا گیا ہے) اور سب شہر کے ساکن تھے (اھل القری سے مراد شہری ہیں کیونکہ شہری زیادہ علم رکھنے والے اور تحمل مزاج ہوتے ہیں بخلاف دیہاتیوں کے وہ سخت طبیعت اور جاہل ہوتے ہیں) تو کیا یہ لوگ (یعنی اہل مکہ) زمین پر چلے نہیں تو دیکھتے ان سے پہلوں کا کیا انجام ہوا (ان کے ساتھ آخری معاملہ کیا ہوا کہ انہیں ان کے رسولوں کو جھٹلانے کی پاداش میں ہلاک وبرباد کردیا گیا) اور بیشک آخرت کا گھر (یعنی جنت اللہ سے) ڈرنے والوں کے لیے بہتر تو کیا تمہیں عقل نہیں (اے اہل مکہ! اس بات کی کہ تم بات کو سمجھ کر ایمان لے آؤ تعقلون کو یاء اور تاء دونوں لغتوں کے ساتھ پڑھا گیا ہے) یہاں تک کہ (حتی غایت کے لیے ہے، اس کی جس پر یہ ماقبل فرمان وما ارسلنا من قبلک الا رجالا دلالت کر رہا ہے، معنی یہ ہوگا کہ ان کی مدد متاخر ہوئی حتی کہ) جب امید ہی نہ رہی رسولوں کو ظاہری اسباب کی (استیئس بمعنی یئس ہے) اور انہوں نے (رسولوں نے) گمان کیا (یعنی یقین کرلیا) کہ انہیں جھٹلایا جائیگا......٣......(خوب، اور اس کے بعد لوگ ایمان نہیں لائینگے یہ معنی کذبوا کو مشدد پڑھنے کی صورت میں ہے اور مخفف پڑھنے کی صورت میں معنی یہ ہوگا کہ امتوں نے گمان کرلیا کہ رسولوں نے جو مدد آنے کا وعدہ کیا تھا انہوں نے اسکے برخلاف کیا ہے) اس وقت تمہاری مدد آئی تو بچالیا گیا (نجی کو مشدد اور مخفف دونوں کے ساتھ پڑھا گیا ہے اور نون مشدد مبنی للمفعول بھی ہے) جسے ہم نے چاہا اور ہمارا عذاب (بأس کے معنی عذاب ہے) مجرم (مشرک) لوگوں سے پھیرا نہیں جاتا بیشک ان کی (یعنی رسولوں کی) خبروں سے عقل مندوں کی آنکھیں کھلتی ہیں (اولی الالباب کا معنی عقلمند ہے) یہ (قرآن) کوئی بناوٹ کی (من گھڑت) بات نہیں

لیکن اپنے سے آگے کاموں کی (اپنے سے اگلی کتابوں کی) تصدیق ہے اور ہر چیز کی تفصیل (یعنی ہر چیز کا مفصل بیان جسکی دین میں ضرورت پڑتی ہے) اور ہدایت (گمراہی سے) اور رحمت مسلمانوں کے لیے......ع......(مومنوں کا ذکر بالخصوص اس لیے کیا کہ یہی لوگ قرآن پاک سے نفع اٹھاتے ہیں دوسرے نہیں)۔

﴿ترکیب﴾

﴿وکاین من اية في السموات والارض يمرون عليها وهم عنها معرضون﴾
و: عاطفہ، کاین: ممیز، من: جار، اية: موصوف، في السموت والارض: ظرف مستقر صفت، اپنے موصوف سے ملکر مجرور، اپنے جار سے ملکر ظرف مستقر تمیز، ملکر مبتدا، یمرون: فعل وضمیر ذوالحال، علیھا: ظرف لغو، ولھم عنھا معرضون: جملہ اسمیہ حال، اپنے ذوالحال سے ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ خبر، مبتدا خبر ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿وما يومن اكثرهم بالله الا وهم مشركون﴾۔
و: عاطفہ، ما: نافیہ، یومن: فعل، اکثر ھم: ذوالحال، بالله: ظرف لغو، الا: ادارۂ حصر، وھم مشرکون: جملہ اسمیہ حال، ذوالحال سے ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿افامنوا ان تاتيهم غاشية من عذاب الله﴾۔
ھمزہ: استفہامیہ، امنوا: فعل بافاعل، ان: مصدریہ، تاتیھم: فعل بامفعول، غشیة: موصوف، من عذاب الله: ظرف مستقر صفت، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ بتاویل مصدر مفعول، امنوا: فعل اپنے متعلقات سے ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿او تاتيهم الساعة بغتة وهم لا يشعرون﴾۔
او: عاطفہ، تاتیھم: فعل، ھم: ضمیر مفعول، الساعة: فاعل، بغتة: حال ہے فاعل سے، وھم لا یشعرون: جملہ اسمیہ حال ہے مفعول سے، ملکر جملہ فعلیہ ماقبل "تاتیھم" پر معطوف ہے۔

﴿قل هذه سبيلي ادعوا الى الله على بصيرة انا ومن اتبعني﴾۔
قل: قول، ھذہ: مبتدا، سبیل: مضاف ھی ضمیر ذوالحال، ادعوا: فعل انا ضمیر مستتر مؤکد، الی الله: ظرف لغو اوّل، علی بصیرة: ظرف لغو ثانی، انا: تاکید، ملکر معطوف علیہ، ومن اتبعنی: موصول صلہ معطوف، ملکر فاعل، "ادعوا" اپنے متعلقات سے ملکر مضاف الیہ، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ مقولہ۔

﴿وسبحن الله وما انا من المشركين﴾۔
و: عاطفہ، سبحن الله: مفعول مطلق فعل محذوف "اسبح" کے لیے، اسبح: فعل بافاعل ومفعول مطلق ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، ما: مشابہ بلیس، انا: اسم، من المشرکین: ظرف مستقر خبر، ما اپنے اسم وخبر سے ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿وما ارسلنا من قبلك الا رجالا نوحي اليهم من اهل القرى﴾۔
و: عاطفہ، ما ارسلنا: فعل بافاعل، من قبلک: ظرف مستقر حال مقدم، الا: اداۃ حصر، رجالا: موصوف، نوحی الیھم: فعل بافاعل وظرف لغو جملہ فعلیہ صفت اول، من اھل القری: ظرف مستقر صفت ثانی، موصوف اپنی دونوں صفتوں سے ملکر ذوالحال، اپنے حال مقدم سے ملکر مفعول، ارسلنا فعل اپنے متعلقات سے ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿افلم يسيروا في الارض فينظروا كيف كان عاقبة الذين من قبلهم﴾۔

همزه : استفہامیہ ، ف : عاطفہ، لم يسيروا في الارض : فعل بافاعل وظرف لغو جملہ فعلیہ ، ف : عاطفہ ، ینظروا: فعل بافاعل، کیف : اسم استفہام خبر مقدم، کان : فعل ناقص ، عاقبة : مضاف: الذین من قبلهم : موصول صلہ ملکر مضاف الیہ، ملکر اسم، فعل ناقص اپنے اسم وخبر سے ملکر جملہ فعلیہ ہوکر مفعول، فعل اپنے متعلقات سے ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ولدار الاخرة خير للذين اتقوا﴾.

و: حالیہ، لام: تاکیدیہ، دار الاخرة مبتدا، خیر: اسم تفضیل ھو ضمیر فاعل، الذين اتقوا : ظرف لغو، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ حال ہے، ماقبل "کان" کے اسم "عاقبة" سے۔

﴿افلا تعقلون ○ حتى اذا استيئس الرسل وظنوا انهم قد كُذبوا﴾.

افلا تعقلون : ترکیب گذر چکی، حتی : جار، اذا ظرفیہ متضمن بمعنی شرط مفعول فیہ مقدم، استیئس الرسل : فعل بافاعل اور مفعول فیہ مقدم سے ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ ، ظنوا : فعل بافاعل ، انهم : حرف مشبہ واسم ، قد كذبوا : جملہ فعلیہ خبر، ان اپنے اسم وخبر سے ملکر قائم مقام دو مفعول، فعل اپنے متعلقات سے ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر شرط۔

﴿جاء هم نصرنا فنجي من نشاء﴾.

جاء هم نصرنا : فعل بامفعول وفاعل جملہ فعلیہ جزا ، شرط جزا ملکر جملہ شرطیہ مجرور، حتی: جار اپنے مجرور سے ملکر ظرف مستقر فعل محذوف "تراخی" کے لیے، اصل میں کلام یوں ہے۔" وما ارسلنا من قبلک الا رجالا، فتراخی نصرهم حتی اذا استيئسوا من النصر" ف : عاطفہ، نجی : فعل بافاعل، ومن نشاء: موصول صلہ مفعول، جملہ فعلیہ ماقبل جاء هم پر معطوف ہے۔

﴿ولا يرد باسنا عن القوم المجرمين﴾.

و: عاطفہ، لا یرد: فعل، باسنا : فاعل، عن : جار، القوم المجرمين : مجرور، ملکر ظرف لغو، یہ سب ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿لقد كان في قصصهم عبرة لاولي الالباب ﴾.

لام : جواب قسم محذوف تاکیدیہ ، قد : تحقیقیہ ، کان : فعل ناقص، في قصصهم : ظرف مستقر خبر مقدم ، عبرة : موصوف، لام : جار، اولی الالباب : مرکب اضافی مجرور، ملکر ظرف مستقر صفت، ملکر اسم مؤخر، فعل ناقص اپنے اسم وخبر سے ملکر جملہ فعلیہ جواب قسم محذوف " والله"، جواب قسم سے ملکر جملہ فعلیہ قسمیہ انشائیہ ہوا۔

﴿ما كان حديثا يفترى﴾.

ما : نافیہ ، کان : فعل ناقص ھو ضمیر مستتر راجع بسوئے قرآن اس کا اسم، حديثا: موصوف، یفتری : فعل بانائب الفاعل، جملہ فعلیہ صفت، اپنے موصوف سے ملکر خبر، فعل ناقص اپنے اسم وخبر سے ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ولكن تصديق الذى بين يديه وتفصيل كل شيء وهدى ورحمة لقوم يومنون﴾.

و : عاطفہ، لکن : مخففہ ، تصديق الذى بين يديه : معطوف اول ماقبل "حديثا" پر، وتفصيل كل شئى: معطوف ثانی ، وهدى ورحمة لقوم يؤمنون : شبہ جملہ اسمیہ معطوف ثالث .

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

اللہ عزوجل کی وحدانیت کے دلائل:

۱......آسمان سے مراد ہر وہ چیز ہے کو کسی کے سر سے بلند تر ہو اور اس کو سایہ مہیا کرے، یہی وجہ ہے کہ گھر کی چھت کو بھی سماء

کہتے ہیں، یہ قول امام جوہری (متوفی ۳۹۳ھ) کا ہے اور زمین سے مراد وہ چیز ہے جس پر قدم قرار پکڑ سکیں، چنانچہ سید عالم ﷺ کا فرمان ہے: جنت کی چھت رحمٰن عزوجل کا عرش ہے۔ (فردوس الاخبار للدیلمی، باب السین، رقم: ۳۳٤٤، ك ۱، ص ٤٤٩) یقیناً چھت کے مقابل جو چیز ہوگی اسے زمین ہی کہیں گے جیسا کہ ایک دوسری روایت میں ہے: ''جنت کی زمین زعفران کی ہے''۔

(جامع الترمذی، ابواب صفة الجنة، باب ماجاء فی صفة الجنة، رقم: ۲۵۳٤، ص ۷۲۷)

بعض علماء کے نزدیک زمین ایک ہی ہے جب کہ آسمان سات ہیں جیسا کہ اللہ کا فرمان ہے ﴿الحمد لله الذی خلق السموت والارض سب خوبیاں اللہ کو جس نے آسمان اور زمین بنائے (الانعام: ۱)﴾۔ حضرت سیدنا لاقانی فرماتے ہیں: صحیح یہ بات ہے کہ زمینیں بھی آسمانوں کی طرح سات ہی ہیں جیسا کہ سید عالم ﷺ نے ظلماً زمین غصب کرنے والے کے متعلق فرمایا: ''اسے سات زمینوں کا طوق پہنایا جائے گا''۔ (صحیح البخاری، کتاب المظالم، باب اثم من ظلم شیئا من الارض، رقم: ۲٤٥۲، ص ۳۹٥) اسی آیت کے تحت امام بیضاوی اس اختلاف کا حل یوں ارشاد فرماتے ہیں کہ آیات مبارکہ میں لفظ سموت جمع ارض کو مفرد ذکر کیا گیا ہے حالانکہ زمینیں بھی سات ہی ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ زمینوں کے طبقات ذات اور آثار و حرکات کے اعتبار سے مختلف اور جدا جدا ہیں اور آیات میں زمین سے پہلے آسمان کو ذکر کرنے کی وجہ یہ ہے کہ آسمان شرف اور قدر و منزلت میں ارفع ہیں اور ان کا وجود زمینوں سے پہلے ہوا ہے (البیضاوی، ج ۱، ص) تاہم غور و فکر کرنے والا آسمان و زمین کو دیکھ کر رب کی وحدانیت کا قائل ہو سکتا ہے لیکن اس کے لیے بندے کا رب کی جناب میں سعید ہونا ضرور لکھا ہونا چاہیے۔

نبوت کے حوالے سے مشرکین کے شکوک کا ازالہ:

۲.....ہم نے جتنے رسول و پیغمبر بھیجے سارے مرد ہی تھے نہ کہ فرشتے، پس اس فرمان میں معترضین کے اس قول کا رد ہے کہ اگر اللہ چاہتا تو فرشتے بھیج دیتا اور یہ بات انہوں نے تعجب کرتے اور نبی کی نبوت کا انکار کرتے ہوئے کہی تھی، اللہ فرماتا ہے کہ وہ کیسے ہمارے خاص بھیجے ہوئے رسولوں پر تعجب کرتے ہیں اور حال یہ ہے کہ اِن سے پہلے بھی رسول بشری لباس میں تشریف لائے ہیں۔ اور رسولوں اور فرشتوں کے مابین کثافت و لطافت کا عنصر پایا جاتا ہے اور اگر فرشتے بھی بھیجتا تو وہ بھی بشری حالت ہی میں تشریف لاتے جیسا کہ فرمان باری ہے ﴿ولو جعلناه ملكا لجعلناه رجلا (الانعام: ۹)﴾ اس عبارت سے جنات کا رسول ہونے کا وہم بھی ختم ہو گیا اور یہ بھی کہ اللہ نے عورتوں میں سے کوئی رسول نہیں بھیجے، ہاں اتنا ضرور ہے کہ قُرب خاص کی حقدار ہو سکتی ہیں جیسے بی بی مریم، بی بی آسیہ (زوجہ فرعون)، بی بی خدیجہ، بی بی فاطمہ بنت محمد رسول اللہ ﷺ، بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا۔ (روح البیان، ج ٤، ص ٤۲٥)

وظنوا انهم قد كذبوا میں بعض مترجمین کی لغزشیں:

۳.....محمود الحسن متوفی ۱۳۳۹ھ فرماتے ہیں: یہاں تک کہ جب نا امید ہونے لگے رسول اور خیال کرنے لگے کہ ان سے جھوٹ کہا گیا تھا پہنچی ان کو ہماری مدد پھر بچا لیا ہم نے جن کو چاہا۔

اشرفعلی تھانوی متوفی ۱۳٦۴ھ لکھتے ہیں: یہاں تک کہ پیغمبر مایوس ہو گئے اور ان کو گمان غالب ہو گیا کہ ہمارے فہم نے غلطی کی، ان کو ہماری مدد پہنچی پھر ہم نے جس کو چاہا وہ بچا لیا گیا۔

مفتی محمد شفیع دیوبندی متوفی ۱۳۹٦ھ نے بھی یہی ترجمہ کیا۔

مودودی لکھتا ہے: کذبوا کی قرائت میں چار توجیہات پیش کی گئی ہیں (۱) کذبوا بغیر تشدید کے پڑھا گیا ہے اس کی دو توجیہات ہونگی، پہلی توجیہ یہ ہے کہ لوگوں نے گمان کیا کہ ان سے جھوٹ بولا گیا تھا، یہ صحیح توجیہ ہے اور دوسری توجیہ کا خلاصہ یہ ہے کہ رسولوں نے گمان

کیا کہ ان سے جھوٹ بولا گیا ہے، یہ غلط توجیہ ہے، حضرت عائشہ صدیقہ نے اس توجیہ کو رد کردیا اور امام رازی نے انکی تائید فرمائی ہے۔(۲)اگر کُذِبُوا کو تشدید کے ساتھ پڑھا جائے تو اس کی بھی دو توجیہات ہونگی: پہلی توجیہ یہ ہے کہ رسولوں نے یقین کرلیا کہ ان کی امتوں نے ان کی تکذیب کردی ہے اور دوسری توجیہ یہ کہ رسولوں نے گمان کرلیا کہ جو لوگ ان پر ایمان لاچکے ہیں وہ اب ان کی تکذیب کرینگے، یہ ام المومنین کی توجیہ ہے اور سب سے بہترین توجیہ ہے۔ (تبیان القرآن، ج۵، ص ۸۸۰)۔

قرآن میں ہر چیز کا روشن بیان ھے:

☆......ہر مکلف مسلمان پر لازم ہے کہ وہ قرآن مجید فرقان حمید کے ذریعے اپنی جان، عقل، مال، دین، اور عزت کی حفاظت کرے اور حفاظت سے مراد قرآن کریم پر ایمان لائے اور اس کے احکام کو بخوشی تسلیم کرے۔ اس کتاب میں اللہ نے قیامت تک کے لوگوں کے ایمان لانے، صاحب ایمان کے فلاح و کامرانی کے راستے کا چنا ؤلکھ دیا ہے۔ رب کریم نے ہر ہر زاویے سے انسانی عقل وخرد کے سوچنے کے انداز کے مطابق اسے مکمل تفہیم کرنے کے لئے اتارا ہے۔ علامہ خازن نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول سورۃ البقرۃ کے تحت نقل کیا ہے: ''ہر کتاب کا ایک خلاصہ ونچوڑ ہوتا ہے اور قرآن کا خلاصہ ونچوڑ حروف تہجی ہیں''۔

اغراض: ایقن الرسل :رسولوں کو اللہ کی جانب سے بذریعہ وحی یقین تھا، ان کی قوم نے انہیں جھٹلایا اور ایمان نہ لائے۔ الرسل :یعنی ھود، صالح، لوط، شعیب وغیرہ، یہ بھی احتمال ہے کہ قصصھم میں موجود ضمیر عائد حضرت یوسف اور ان کے بھائیوں کی جانب لوٹتی ہے اور اس کی دلیل ﴿نحن نقص علیک احسن القصص (یوسف:۳)﴾ ہے، مطلب یہ ہے کہ اس واقعے میں حضرت یوسف کے کنویں اور قید سے باہر آنے، عزت وبادشاہت، والد گرامی اور بھائیوں کا طویل مدت کے بعد ملنے کی بشارتیں ہیں، جو اللہ حضرت یوسف کے ساتھ کرم نوازی فرماتا ہے اپنے حبیب محمد ﷺ کے اعزاز، دین اسلام کے اعزاز ومرتبہ اور اپنے دین کے ظاہر کرنے کے لئے اور دشمنوں کی ناک خاک آلود کرسکتا ہے۔ (الصاوی، ج۳، ص ۲۰۰ وغیرہ)۔

ایک اھم بات

صلوا علی الحبیب :صلی اللہ علی محمد

☆......حضرت مستورد بن شداد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی پاک ﷺ کے ساتھ سواروں کی ایک جماعت میں جارہا تھا کہ اسی سفر میں آپ ﷺ ایک جگہ سے گزرے جہاں بکری کا مردہ بچہ پڑا ہوا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تمہارا کیا خیال ہے کہ اسکے مالکوں نے اسکو پھینکا ہوگا تو یہ انکے نزدیک بے وقعت ہوگا؟ صحابہ علیہم الرضوان نے عرض کی کہ اسکے بے وقعت ہونے کی وجہ سے ہی اسکے مالکوں نے اسکو پھینکا ہوگا! آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے جس قدر یہ بکری کا بچہ اپنے مالکوں کے نزدیک بے وقعت ہے اللہ عزوجل کے نزدیک یہ دنیا اس سے بھی زیادہ بے وقعت ہے''۔

(الجامع الترمذی، کتاب الزھد، باب ماجاء فی اھوان الدنیا، رقم:۲۳۲۸، ص ۶۷۵)

سورۃ الرعد مکیۃ الا "لا یزال الذین کفروا الآیۃ"

(سورہ رعد مکیہ ہے، دو آیتوں لا یزال الذین کفروا تصیبھم اور یقول الذین کفروا لست مرسلا کے سوا سب مکی ہیں)
(اس میں ایک چھ رکوع تینتالیس یا پینتالیس آیتیں اور آٹھ سو پچپن کلمے اور تین ہزار پانچ سو چھ حروف ہیں)

تعارف

دوسرا قول یہ ہے کہ یہ سورہ مدنی ہے۔ اس سورہ کے مضامین یہ ہیں کہ ابتداء ہی میں اللہ نے توحید کا بیان فرمادیا کہ سورج، چاند، ستارے، زمین و آسمان سب اللہ کے حکم کے پابند ہیں، زمین میں پہاڑوں کا نصب ہونا اور نہریں جاری ہونا، ہر قسم کے پھل، پودے، مرد و عورت و ہر ذی روح کے جوڑے، نیز دن ورات کی تبدیلی اللہ کی نشانیاں ہیں۔ مرنے کے بعد دوبارہ اٹھائے جانے اور جنت دوزخ کا بیان، نیز اللہ کی مغفرتیں اور بشارتیں اہل ایمان کے لئے جابجا ذکر کی گئی ہیں۔ بدلی والے فرشتے اللہ کے حکم سے انسان کے آگے پیچھے متعین ہیں، اور انسان جب تک اپنی حالت خود نہ بدلے اللہ قوموں کی حالت نہیں بدلتا۔ اندھے اور انکھیارے، روشنی اور اجالے کی مثالوں کے ذریعے انسان کو خالق حقیقی کی معرفت کا درس دے دیا گیا تا کہ انسان اس احکم الحاکمین کی حاکمیت پر بھروسہ کرتے ہوئے اپنے شب روز ایمان کی حالت میں گزارے۔ جس طرح آسمان سے برسنے والا پانی جب مختلف زمینوں پر برستا ہے تو کہیں کھیتیں اگ جاتی ہیں اور کہیں چٹیل میدان برسنے والے پانی سے کوئی نفع نہیں اٹھاتے بالکل اسی طرح بعض انسانی دل قرآنی آیات واحکامات سے خوب نفع اٹھاتے ہیں اور بعض کور باطن محض ایک کان سے سن کر دوسرے کان سے نکال دیتے ہیں۔ جو لوگ اللہ سے ڈرنے والے ہوتے ہیں وہ احکامات کی پابندی کرتے ہیں، اللہ کی رضا کے لئے نمازیں قائم کرتے ہیں، راہ خدا میں چھپ کر اور ظاہر کر کے خرچ کرتے ہیں۔ رزق کا رونا رونے والوں کے لئے بھی پیغام عبرت ہے کہ اللہ جس کے لئے چاہے رزق وسیع کر دے اور جس کے لئے چاہے تنگ فرمادے اسے کوئی روکنے ٹوکنے والا نہیں۔ اور جو دل اللہ کی یاد سے تازہ ہو جاتے ہیں ان کے لئے جنتی نعمتیں وانعام واکرام کی بشارتیں بھی ہیں، اور نافرمانوں کے لئے آگ کی وعیدیں بھی جگہ جگہ بیان کی گئی ہیں۔

رکوع نمبر:۷

بسم الله الرحمن الرحيم اللہ کے نام سے شروع جو بڑا مہربان نہایت رحم والا

﴿الٓمّٓرٰ ﴾اَللّٰہُ اَعْلَمُ بِمُرَادِہٖ بِذَالِکَ﴿تِلْکَ﴾ھٰذِہِ الْاٰیَاتُ﴿ اٰیٰتُ الْکِتٰبِ﴾ اَلْقُرْآنِ وَالْاِضَافَۃُ بِمَعْنٰی مِنْ﴿ وَالَّذِیْٓ اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ ﴾ اَلْقُرْآنُ مُبْتَدَاٌ خَبَرُہٗ ﴿الْحَقُّ﴾ لَاشَکَّ فِیْہِ ﴿وَلٰکِنَّ اَکْثَرَ النَّاسِ﴾اَیْ اَھْلَ مَکَّۃَ﴿ لَا یُؤْمِنُوْنَ (۱) ﴾بِاَنَّہٗ مِنْ عِنْدِہٖ تَعَالٰی﴿اَللّٰہُ الَّذِیْ رَفَعَ السَّمٰوٰتِ بِغَیْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَھَا ﴾اَیِ الْعَمَدُ جَمْعُ عِمَادٍ وَھُوَ الْاُسْطُوَانَۃُ وَھُوَ صَادِقٌ بِاَنْ لَا عَمَدَ اَصْلًا﴿ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ﴾اِسْتِوَاءً یَلِیْقُ بِہٖ﴿ وَسَخَّرَ ﴾ذَلَّلَ﴿الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ؕ کُلٌّ ﴾مِنْھُمَا﴿یَّجْرِیْ﴾فِیْ فَلَکِہٖ﴿ لِاَجَلٍ مُّسَمًّی ؕ﴾یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ﴿یُدَبِّرُ الْاَمْرَ ﴾یَقْضِیْ اَمْرَ مُلْکِہٖ﴿یُفَصِّلُ ﴾یُبَیِّنُ﴿الْاٰیٰتِ ﴾دَلَالَاتِ قُدْرَتِہٖ﴿لَعَلَّکُمْ﴾یَا اَھْلَ مَکَّۃَ﴿ بِلِقَآءِ رَبِّکُمْ﴾ بِالْبَعْثِ﴿تُوْقِنُوْنَ(۲) وَھُوَ الَّذِیْ مَدَّ ﴾بَسَطَ﴿الْاَرْضَ وَجَعَلَ ﴾خَلَقَ﴿فِیْھَا رَوَاسِیَ﴾جِبَالًا﴿ وَاَنْھٰرًا ؕ وَمِنْ کُلِّ الثَّمَرٰتِ جَعَلَ ﴾خَلَقَ﴿فِیْھَا زَوْجَیْنِ اثْنَیْنِ ﴾مِنْ کُلِّ نَوْعٍ﴿یُغْشِی ﴾یُغَطِّیْ﴿اللَّیْلَ

﴾بِظُلْمِہٖ﴿النَّهَارَ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ ﴾دَلَالَاتٍ عَلٰی وَحْدَانِیَتِہٖ تَعَالٰی﴿لِّقَوْمٍ یَّتَفَکَّرُوْنَ (۳)﴾فِیْ صُنْعِ اللّٰہِ﴿وَفِی الْاَرْضِ قِطَعٌ ﴾بِقَاعٌ مُخْتَلِفَةٌ﴿مُّتَجٰوِرٰتٌ ﴾مُتَلَاصِقَاتٌ فَمِنْهَا طِیْبٌ وَسَبْخٌ وَقَلِیْلٌ الرِّیْعِ وَکَثِیْرِہٖ وَهُوَ مِنْ دَلَائِلِ قُدْرَتِہٖ تَعَالٰی﴿وَّجَنّٰتٌ ﴾بَسَاطِیْنُ ﴿مِّنْ اَعْنَابٍ وَّزَرْعٌ ﴾بِالرَّفْعِ عَطْفًا عَلٰی جَنّٰتٍ وَالْجَرِّ عَلٰی اَعْنَابٍ وَکَذَا قَوْلُہٗ﴿وَّنَخِیْلٌ صِنْوَانٌ ﴾جَمْعُ صِنْوٍ وَهِیَ النَّخَلَاتُ یَجْمَعُهَا اَصْلٌ وَاحِدٌ وَتَتَشَعَّبُ فُرُوْعُهَا﴿وَّغَیْرُ صِنْوَانٍ ﴾مُنْفَرِدَةٍ﴿یُّسْقٰی ﴾ بِالتَّاءِ اَیِ الْجَنّٰتِ وَمَا فِیْهَا وَالْیَاءِ اَیِ الْمَذْکُوْرِ﴿بِمَآءٍ وَّاحِدٍ قف وَنُفَضِّلُ ﴾بِالنُّوْنِ وَالْیَاءِ﴿بَعْضَهَا عَلٰی بَعْضٍ فِی الْاُکُلِ ؕ ﴾بِضَمِّ الْکَافِ وَسُکُوْنِهَا فَمِنْ حُلْوٍ وَحَامِضٍ وَهُوَ مِنْ دَلَائِلِ قُدْرَتِہٖ تَعَالٰی﴿اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ﴾الْمَذْکُوْرِ﴿لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ (۴)﴾یَتَدَبَّرُوْنَ﴿وَاِنْ تَعْجَبْ ﴾یَا مُحَمَّدُ مِنْ تَکْذِیْبِ الْکُفَّارِ لَکَ﴿فَعَجَبٌ ﴾حَقِیْقٌ بِالْعَجَبِ﴿قَوْلُهُمْ﴾مُنْکِرِیْنَ لِلْبَعْثِ ﴿ءَ اِذَا کُنَّا تُرٰبًا ءَ اِنَّا لَفِیْ خَلْقٍ جَدِیْدٍ ؕ ﴾لِاَنَّ الْقَادِرَ عَلٰی اِنْشَاءِ الْخَلْقِ وَمَا تَقَدَّمَ عَلٰی غَیْرِ مِثَالٍ سَبَقَ قَادِرٌ عَلٰی اِعَادَتِهِمْ وَفِی الْهَمْزَتَیْنِ فِی الْمَوْضِعَیْنِ التَّحْقِیْقُ وَتَحْقِیْقُ الْاُوْلٰی وَتَسْهِیْلُ الثَّانِیَةِ وَاِدْخَالُ اَلِفٍ بَیْنَهُمَا عَلَی الْوَجْهَیْنِ وَتَرْکُهَا وَفِیْ قِرَاءَةٍ بِالْاِسْتِفْهَامِ فِی الْاَوَّلِ وَالْخَبَرُ فِی الثَّانِیْ وَاُخْرٰی عَکْسُہٗ﴿اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ ۚ وَاُولٰٓئِکَ الْاَغْلٰلُ فِیْٓ اَعْنَاقِهِمْ ۚ وَاُولٰٓئِکَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ (۵)﴾وَنَزَلَ فِی اسْتِعْجَالِهِمُ الْعَذَابَ اسْتِهْزَاءً﴿وَیَسْتَعْجِلُوْنَکَ بِالسَّیِّئَةِ ﴾الْعَذَابِ﴿قَبْلَ الْحَسَنَةِ﴾الرَّحْمَةِ﴿ وَقَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمُ الْمَثُلٰتُ ؕ ﴾جَمْعُ الْمَثُلَةِ بِوَزْنِ السَّمُرَةِ اَیْ عُقُوْبَاتُ اَمْثَالِهِمْ مِنَ الْمُکَذِّبِیْنَ فَلَا یَعْتَبِرُوْنَ بِهَا﴿وَاِنَّ رَبَّکَ لَذُوْ مَغْفِرَةٍ لِّلنَّاسِ عَلٰی ﴾مَعَ﴿ظُلْمِهِمْ ۚ ﴾وَاِلَّا لَمْ یَتْرُکْ عَلٰی ظَهْرِهَا دَابَّةً﴿وَاِنَّ رَبَّکَ لَشَدِیْدُ الْعِقَابِ (۶)﴾لِمَنْ عَصَاہُ﴿وَیَقُوْلُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لَوْلَا ﴾هَلَّا﴿اُنْزِلَ عَلَیْہِ﴾عَلٰی مُحَمَّدٍ﴿ اٰیَةٌ مِّنْ رَّبِّہٖ﴾ کَالْعَصَا وَالْیَدِ وَالنَّاقَةِ قَالَ تَعَالٰی﴿ ؕ اِنَّمَآ اَنْتَ مُنْذِرٌ ﴾مُخَوِّفُ الْکَافِرِیْنَ وَلَیْسَ عَلَیْکَ اِتْیَانُ الْاٰیَاتِ﴿وَّلِکُلِّ قَوْمٍ هَادٍ (۷)﴾نَبِیٌّ یَدْعُوْهُمْ اِلٰی رَبِّهِمْ بِمَا یُعْطِیْهِ مِنَ الْاٰیَاتِ لَا بِمَا یَقْتَرِحُوْنَ.

﴿ترجمہ﴾

الـمـر ...... الخ ...... (حروف مقطعات ہیں، اللہ ﷻ اس کی مراد خوب جانتا ہے) وہ (یعنی یہ آیتیں) جو تمہاری طرف تمہارے رب کے پاس سے اترا حق ہے (والذی انزل ...... الخ مبتداء ہے اور الحق اس کی خبر ہے، مطلب یہ کہ قرآن میں کوئی شک نہیں) مگر اکثر آدمی (یعنی اہل مکہ) ایمان نہیں لاتے (اس پر کہ یہ کتاب اللہ ﷻ کی طرف سے نازل ہوئی ہے) اللہ ہے کہ جس نے آسمانوں کو بلند کیا بے ستونوں کے کہ تم دیکھو (عمد جمع ہے عماد کی، بمعنی ستون اور یہاں یہی مراد ہے کہ آسمانوں کے لیے اصلاً کوئی ستون نہیں ہے)

پھر عرش پر استوا فرمایا (ایسا استواء جو اس کی شان کے لائق ہے......۲) مسخر کیا (تابعدار بنادیا) سورج اور چاند کو (یعنی ان دونوں کو) کہ ہر ایک چلتا ہے (اپنے مدار میں) ایک ٹھرائے ہوئے وعدہ تک (یعنی روز قیامت تک) اللہ کام کی تدبیر فرماتا (اپنی سلطنت کے کاموں کے فیصلے فرماتا ہے) اور بیان فرماتا ہے نشانیاں (یفصل بمعنی یبین ہے، جو اس کی قدرت پر دلالت کرتی ہیں) کہیں تمہیں (اے اہل مکہ) اپنے رب سے ملنے (مرنے کے بعد اٹھائے جانے کے وقت تک) یقین ہو اور وہی ہے جس نے زمین کو پھیلایا (مد کے معنی پھیلانا ہے) اور بنائے (جعل بمعنی خلق ہے) اس میں لنگر (جمے ہوئے پہاڑ) اور نہریں اور دو طرح کے پھل بنائے زمین میں دو دو طرح کے (ہر ہر قسم میں سے دو طرح کے پھل بنائے) رات سے (یعنی اس کے اندھیرے سے) دن کو چھپاتا ہے (یغشی بمعنی یغطی ہے) بیشک اس میں (متذکرہ میں) نشانیاں ہیں......۳ (اللہ عزوجل کی وحدانیت پر دلالت کرنے والی) دھیان کرنے والوں کو (جو اللہ عزوجل کی صفات میں تفکر کرتے ہیں) اور زمین کے مختلف قطعے ہیں (قطع سے مراد مختلف قطعے ہیں) پاس پاس (متجوزات بمعنی متلاصقات ہے، پس ان میں سے کوئی ٹکڑا زرخیز ہے اور کوئی بنجر اور کم کاشت والا اور کوئی زیادہ اور یہ اللہ عزوجل کی قدرت کے دلائل ہیں) اور باغ ہیں (جنات بمعنی بساتین ہے) انگوروں کے اور کھیتی (زرع کا عطف جنات پر ہوگا تو اسے مرفوع اور اعناب پر ہو تو مجرور پڑھیں گے، یونہی اگلے قول کو) اور کھجور کے پیڑ ایک تھال سے اُگے (صنوان جمع ہے صنو کی، مفسر علیہ الرحمۃ نے نخلات سے صنوان کی تفسیر کی ہے جو کہ جمع کا صیغہ ہے اور اس کی اصل صنو واحد ہے جس سے مراد نخلات ہی ہے اور نخیل کی فروعات مختلف آتی ہیں) اور الگ الگ (غیر صنوان بمعنی منفردۃ ہے) پانی دیا جاتا ہے سب کو (تسقی کو یاء اور تاء دونوں کے ساتھ پڑھا جاتا ہے یعنی باغ اور اس میں موجود چیزوں کو پانی دیا جاتا ہے) ایک ہی پانی اور پھلوں میں ہم ایک کو دوسرے سے بہتر کرتے ہیں (نفضل کو نون اور یاء دونوں کے ساتھ پڑھا گیا ہے، اکل کو کاف کے ضمہ اور سکون دونوں کے ساتھ پڑھا گیا ہے اور یہ میوہ جات کھانے میں میٹھے اور کڑوے ہوتے ہیں......۴ اور یہ باتیں اللہ عزوجل کی قدرت کے دلائل میں سے ہیں) بیشک اس میں (یعنی متذکرہ بالا باتوں میں) نشانیاں ہیں عقل والوں کے لیے (یعنی تدبر کرنے والوں کے لیے) اور اگر تم تعجب کرو (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! کفار کے آپ کو جھٹلانے پر) تو اچنبھا (یعنی حقیقی تعجب) تو ان کے (بعث بعد الموت کے منکروں کے......۵) اس کہنے کا ہے کہ کیا ہم مٹی ہو کر پھر نئے بنیں گے (کیونکہ جو مخلوق کو ماقبل اشیاء کو بغیر کسی مثال سابق کے پیدا کرنے پر قادر ہے وہ ان کو دوبارہ پیدا کرنے پر بھی قدرت رکھتا ہے اور اء ذا کنا ترابا اء نا، دونوں جگہوں میں ہمزہ تحقیق کے لیے ہے یا اول مقام پر تحقیق اور ثانی مقام پر تسہیل کے لیے، اور دونوں کے مابین الف کا داخل کرنا اور داخل نہ کرنا پایا جاتا ہے اور ایک قرأت میں اول استفہام کے لیے اور ثانی خبر کے لیے ہے یا اس کے برعکس) وہ ہیں جو اپنے رب سے منکر ہوئے اور وہ ہیں جن کی گردنوں میں طوق ہونگے اور وہ دوزخ والے ہیں انہیں اسی میں رہنا ہے (یہ آیت ان لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی جنہوں نے بطور استہزاء عذاب کے آنے میں جلدی مچائی) اور تم سے عذاب کی جلدی کرتے ہیں (السیئة کے معنی عذاب ہے) رحمت سے پہلے (الحسنة کے معنی رحمت ہے) اور ان سے اگلوں کی سزائیں ہو چکیں (المثلت جمع ہے المثلة کی، جو کہ بروزن السمرة ہے مراد اس سے سزائیں ہیں یعنی انہیں جھٹلانے والوں کے مثل سزائیں واقع ہو چکیں لیکن وہ پھر بھی اس سے عبرت حاصل نہیں کرتے) اور بیشک تمہارا رب تو لوگوں

کے ظلم پر بھی انہیں ایک طرح کی معافی دیتا ہے ۔۔۔۔۔۔۔ ۷ ۔۔۔۔۔۔۔ (علی بمعنی مع ہے ورنہ تو زمین پر چلنے والے کسی کو نہ چھوڑتا) اور بیشک تمہارے رب کا عذاب سخت ہے (ان کے لیے جو اس کی نافرمانی کریں) اور کافر کہتے ہیں (لولا بمعنی ھلا ہے) اُن (محمد ﷺ پر) ان کے رب کی طرف سے کوئی نشانی ۔۔۔۔۔۔۔ ہے ۔۔۔۔۔۔۔ (جیسے عصا، ید بیضاء اور ناقہ وغیرہ اللہ ﷻ نے فرمایا) تم تو ڈر سنانے والے ہو (کافروں کو خوف دلانے والے ہو اور تم پر نشانیاں لیکر آنا لازم نہیں ہے) اور ہر قوم کا ہادی ۔۔۔۔۔۔۔ ۸ ۔۔۔۔۔۔۔ ہوتا ہے (یعنی نبی ہوتا ہے جو کہ اپنی قوم کو رب العالمین کی جانب دی گئی نشانیوں کے ذریعے دعوت دیتا ہے نہ کہ ان کی منہ مانگی نشانیوں کے ذریعے)۔

﴿ترکیب﴾

﴿المر تلک آیت الکتب والذی انزل الیک من ربک الحق﴾

المر: خبر مبتدا محذوف "ھذا" کے لیے، مبتدا خبر ملکر جملہ اسمیہ، تلک مبتدا، آیت الکتب: مرکب اضافی خبر، ملکر جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، الذی: موصوف، انزل الیک من ربک فعل با نائب الفاعل وظرف لغو اول وظرف لغو ثانی ملکر جملہ فعلیہ صلہ، موصول صلہ ملکر مبتدا، الحق: خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ولکن اکثر الناس لا یومنون﴾۔

و: حالیہ، لکن: حرف مشبہ، اکثر الناس: اسم، لا یومنون: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ ماقبل "الحق" سے حال ہے۔

﴿اللہ الذی رفع السموت بغیر عمد ترونھا﴾۔

اللہ: مبتدا، الذی: موصول، رفع: فعل با فاعل، السموت: ذوالحال، بغیر عمد: ظرف مستقر حال اول، ترونھا: جملہ فعلیہ حال ثانی، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ صلہ، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ثم استوی علی العرش وسخر الشمس والقمر کل یجری لاجل مسمی﴾

ثم: عاطفہ، استوی علی العرش: فعل با فاعل وظرف لغو جملہ فعلیہ "رفع السموت" پر معطوف ہے، و: عاطفہ، سخر الشمس والقمر: فعل با فاعل ومفعول جملہ فعلیہ معطوف ثانی، کل: مبتدا، یجری لاجل مسمی: فعل با فاعل وظرف لغو ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ مستانفہ۔

﴿یدبر الامر یفصل الایت لعلکم بلقاء ربکم توقنون﴾۔

یدبر الامر: فعل فاعل ومفعول جملہ فعلیہ ماقبل "اللہ" کی خبر ثانی، یفصل الایت: فعل فاعل ومفعول، جملہ فعلیہ خبر ثالث، لعلکم: حرف مشبہ واسم، بلقاء ربکم: ظرف لغو مقدم، توقنون: فعل با فاعل وظرف لغو مقدم جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ مستانفہ۔

﴿وھو الذی مد الارض وجعل فیھا رواسی وانھرا﴾۔

و: عاطفہ، ھو: مبتدا، الذی: موصول، مد الارض: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، جعل فیھا: فعل با فاعل وظرف لغو، رواسی وانھرا: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر صلہ، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ومن کل الثمرات جعل فیھا زوجین اثنین﴾۔

و: عاطفہ، من کل الثمرات: ظرف لغو مقدم، جعل فیھا: فعل با فاعل وظرف لغو: زوجین اثنین: مرکب توصیفی مفعول، ملکر جملہ فعلیہ ماقبل "جعل فیھا رواسی" پر معطوف ہے۔

﴿یغشی الیل النھار ان فی ذلک لایت لقوم یتفکرون﴾۔
یغشی الیل النھار : فعل بافاعل ومفعول اول وثانی، جملہ فعلیہ مستانفہ، ان :حروف مشبہ، فی ذلک :ظرف مستقر خبر مقدم، لام : تاکید، ایۃ :موصوف، لام :جار، قوم : موصوف، یتفکرون : جملہ فعلیہ صفت، ملکر مجرور، ملکر ظرف مستقر صفت، ملکر اسم موخر، ان اپنی خبر مقدم واسم موخر سے ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿وفی الارض قطع متجورت وجنت من اعناب وزرع ونخیل صنوان وغیر صنوان یسقی بماء واحد﴾۔
و : عاطفہ، فی الارض : ظرف مستقر خبر مقدم، قطع متجورت : معطوف علیہ، و جنت...... الخ : معطوف علیہ، ملکر موصوف، یسقی بماء واحد : جملہ فعلیہ صفت، ملکر معطوف، ملکر مبتدا موخر، اپنی خبر مقدم سے ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ونفضل بعضھا علی بعض فی الاکل﴾۔
و :عاطفہ، نفصل :فعل بافاعل، بعضھا :ذوالحال، علی بعض : ظرف لغو، فی الاکل : ظرف مستقر حال، اپنے ذوالحال سے ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ ما قبل "یسقی بماء واحد" پر معطوف ہے۔

﴿ان فی ذلک لایت لقوم یعقلون﴾۔
ان : حرف مشبہ : فی ذلک ظرف مستقر خبر مقدم، لام : تاکیدیہ، آیت : موصوف ،لقوم یعقلون :صفت، ملکر اسم، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿وان تعجب فعجب قولھم ء اذا کنا ترابا ء انا لفی خلق جدید﴾۔
و : مستانفہ، ان : شرطیہ، تعجب :فعل بافاعل جملہ فعلیہ شرط، ف : جزائیہ، عجب : خبر مقدم، قولھم : مرکب اضافی مبدل منہ، ھمزہ :حرف استفہامیہ، اذا : شرطیہ کنا ترابا : فعل ناقص بااسم وخبر جملہ فعلیہ شرط، ھمزہ :استفہامیہ، اذاجرف مشبہ واسم، لفی خلق جدید : ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ اسمیہ جواب شرط، ملکر جملہ شرطیہ بدل، ملکر مبتدا موخر، ملکر جملہ اسمیہ جواب شرط، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿اولئک الذین کفروا بربھم واولئک الاغلال فی اعناقھم﴾۔
اولئک :مبتدا، الذی : موصول، کفروا بربھم : جملہ فعلیہ صلہ، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ، و : عاطفہ، اولئک :مبتدا، الاغلل : مبتدا ثانی، فی اعناقھم : ظرف مستقر خبر، مبتدا ثانی سے ملکر جملہ اسمیہ ہوکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿واولئک اصحاب النارھم فیھا خلدون﴾۔
و : عاطفہ، اولئک مبتدا، اصحاب النار :خبر اول، ھم فیھا خلدون : جملہ اسمیہ خبر ثانی، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ویستعجلونک بالسیئۃ قبل الحسنۃ وقد خلت من قبلھم المثلت﴾۔
و : عاطفہ، یستعجلونک :فعل بافاعل ومفعول، ب :جار، السیئۃ : ذوالحال، و :حالیہ، قد : تحقیقیہ، خلت من قبلھم المثلت : فعل باظرف لغو وفاعل، جملہ فعلیہ حال ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو ،قبل الحسنۃ ظرف، فعل اپنے متعلقات سے ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وان ربک لذومغفرۃ للناس علی ظلمھم وان ربک لشدید العقاب﴾۔
و : حالیہ ، ان ربک حرف مشبہ واسم، لام : تاکید، ذو : مضاف، مغفرۃ : مصدر ھو ضمیر فاعل، لام : جار، الناس :ذوالحال، علی ظلمھم : ظرف مستقر حال، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، مصدر اپنے متعلقات سے ملکر شبہ جملہ اسمیہ ہوکر مضاف، ملکر خبر، ان اپنے اسم وخبر سے ملکر جملہ اسمیہ، و :عاطفہ، ان ربک حرف مشبہ واسم، لام :تاکیدیہ، شدید العقاب :خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ویقول الذین کفروا لولا أنزل علیہ ایۃ من ربہ﴾۔

و : مستانفہ، یقول الذی کفروا:قول، لولا : حرف تحضیض بمعنی ھلا ، : انزل علیہ : فعل مجہول باظرف لغو، اٰیۃ : موصوف، من: ظرف مستقر صفت، ملکر نائب الفاعل، ملکر جملہ فعلیہ مقولہ۔

﴿انما انت منذر ولکل قوم ھاد﴾.

انما: حرف مشبہ وماکافہ، انت : مبتدا، منذر : خبر، ملکر جملہ اسمیہ، و: مستانفہ ، لکل قوم : ظرف مستقر خبر مقدم، ھاد : مبتدا مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

المر کی تحقیق میں مفسرین کا اجتہاد:

۱......شیخ اسماعیل حقی بروسوی نقل فرماتے ہیں: ''الف'' سے مراد اسم جلالت اللہ ہے، ''لام'' سے مراد جبرائیل ہیں، ''م'' سے مراد محمد رسول اللہ ﷺ کی ذات بالا صفات ہے، ''راء'' سے مراد دیگر رسل ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ ''میں اللہ ہوں جس نے جبرائیل کو محمد (ﷺ) کے پاس قرآن کے ساتھ بھیجا اور دیگر رسل کے پاس بغیر کتاب اور صحائف کے ساتھ بھیجا۔ (روح البیان، ج٤، ص ٤٢٩)

علامہ راغب اصفہانی ''اجتہاد'' کا معنی نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ذہن کا طاقت کو خرچ کرنا اور مشقت کو برداشت کرنا اجتہاد ہے۔ کہا جاتا ہے کہ میں نے اپنی رائے سے اجتہاد کیا، یعنی اپنی فکر کو تھکایا۔ (المفردات، ص ١٠٨)

☆......سید عالم ﷺ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن کا گورنر بنا کر بھیجا، آپ ﷺ نے پوچھا اے معاذ! تم فیصلے کس طرح کرو گے؟ انہوں نے کہا کہ میں کتاب اللہ میں دیکھ کر فیصلہ کروں گا، آپ ﷺ نے فرمایا: اگر وہ مسئلہ کتاب اللہ میں نہ ہو؟ انہوں نے کہا میں رسول اللہ ﷺ کی سنت میں سے فیصلہ کروں گا؟ آپ ﷺ نے پوچھا اگر وہ حکم رسول اللہ ﷺ کی سنت میں نہ ہو؟ انہوں نے جواب دیا میں اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ کے لئے حمد ہے جس نے رسول اللہ کے نمائندہ کو توفیق بخشی''۔
(سنن ابو داؤد، کتاب الاقضیۃ، باب :اجتہاد الرای، رقم: ٣٥٩٢،ص ٦٧٤)

☆......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جب حاکم اجتہاد سے کوئی حکم لگائے اور اس کا حکم صحیح ہو تو اس کے لئے دو اجر ہیں اور جب اس کو حکم میں خطا لاحق ہو تو اس کے لئے ایک اجر ہے''۔
(صحیح بخاری، کتاب اعتصام بالکتاب والسنۃ، رقم: ٧٣٥٢،ص ١٢٦٤)

معلوم ہوا کہ حضرات مفسرین کرام اور اجتہاد کے مرتبے پر پہنچے ہوئے حضرات جب قرآن کے مقطعات کو اللہ عزوجل کے فضل سے جان لیتے ہیں اور ان کے عمدہ معانی ومطالب بیان کرتے ہیں جس کی شریعت نے تعریف وتحسین فرمائی ہے تو سید عالم ﷺ کی ذات کے علم کا عالم کیا ہوگا جن کے قلب اطہر پر نزول قرآن ہوتا تھا۔

اللہ عزوجل کا عرش پر استواء فرمانا:

۲......امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں: اللہ نہ تو جوہر ہے اور نہ ہی عرض، نہ اس کی کوئی حد ہے اور نہ اس کو منازع ہے، نہ اس کا کوئی شریک ہے اور نہ ہی اس کی کوئی مثال ہے، اور (نہ) اس کا ہاتھ، چہرہ اور نفس ہے۔ قرآن مجید میں اللہ نے جو چہرہ، ہاتھ اور نفس کا ذکر کیا ہے وہ اس کی صفات بلا کیف ہیں اور یہ توجیہ نہ کی جائے کہ ہاتھ سے مراد اس کی قدرت یا نعمت ہے کیونکہ اس توجیہ میں اس کی صفت کو باطل کرنا ہے اور یہ قدریہ اور معتزلہ کا قول ہے لیکن اس کا ہاتھ اس کی صفت بلا کیف ہے اور اس کا غضب اور اس کی رضا اس کی صفات میں سے بلا کیف دو صفتیں ہیں۔ (شرح فقہ الاکبر مع شرحہ ، ص ٦٥ وغیرہ)

علامہ تقی الدین احمد بن تیمیہ الحرانی لکھتے ہیں: اہل سنت و جماعت کا عقیدہ یہ ہے کہ اللہ نے جن صفات سے خود کو موصوف کیا ہے اور اس کے رسول ﷺ نے اس کو جن صفات سے موصوف کیا ہے ان صفات پر ایمان رکھا جائے، ان صفات کی نفی کی جائے نہ ان صفات کی تاویل کی جائے، نہ ان صفات کی کیفیت بیان کی جائے، نہ ان صفات کی کوئی مثال بیان کی جائے اور یہ کہ قرآن اللہ کا کلام ہے اور غیر مخلوق ہے، سب کی ابتدا اسی سے ہوئی ہے اور سب نے اسی کی طرف لوٹنا ہے۔ (مجموعة الفتاوى، ج۳، ص ۱۰۷)

علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی فرماتے ہیں: اگر مخالف ان نصوص سے استدلال کرے جو جہت، جسمیت، صورت اور جسمانی اعضاء میں ظاہر ہیں، مثلاً اللہ عزوجل نے فرمایا: تعرج الملائكة والروح اليه یعنی فرشتے اور جبرائیل اس کی طرف چڑھ کر جاتے ہیں (المعارج: ۴)، اور فرمایا: يدالله فوق ايديهم یعنی ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے (الفتح: ۱۰) سید عالم ﷺ نے فرمایا: فان الله خلق آدم على صورته یعنی اللہ نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا فرمایا (صحیح مسلم، البر والصلة، باب: النهى ضرب الوجه، رقم: ۲۶۱۲/۶۶۵۵، ص ۱۲۸۸) جواب یہ ہے کہ اللہ عزوجل کے جسم اور جسمانیت اور جہات سے منزہ ہونے پر دلائل قطعیہ قائم ہیں، اس لئے ان نصوص کے علم کو اللہ کے سپرد کر دینا چاہئے جیسا کہ متقدمین کا سلامتی والا طریقہ ہے اور یا پھر ان کی صحیح تاویلات کی جائیں جیسا کہ متاخرین کا طریقہ ہے تاکہ جاہلوں کے اعتراضات کو دور کیا جاسکے اور کم فہم لوگوں کو اپنے مسلک پر برقرار رکھا جاسکے۔ (شرح العقائد النسفی، ص ۳۸، ملخصاً وملتقطاً)

علامہ شمس الدین احمد بن موسی خیالی المتوفی ۸۷۰ھ فرماتے ہیں: اس کی طرف چڑھ کر جانے سے مراد وہ جگہ ہے جس جگہ عبادت کے ساتھ اس کا قُرب حاصل کیا جاتا ہے، اور ید اللہ سے مراد اس کی قدرت ہے اور اللہ کی صورت سے مراد اس کی صفت علم یا صفت قدرت ہے۔ (حاشية الخيالي، ص ۷۴)۔ اس آیت میں اعلیٰ حضرت کے طریقے کو اپنانے میں بہتری کی راہ نظر آتی ہے کہ اللہ اپنی شان کے مطابق عرش پر قائم ہے یا استواء فرمائے ہوئے ہے۔

زمین، آسمان، درخت، پہاڑ، پھل وغیرہ سے توحید باری کا ثبوت:

۳..... جان لینا چاہیے کہ زمین کے مختلف ٹکڑے اپنی ماہیت کے اعتبار سے مختلف ہوتے ہیں کہیں زمین نرم ہوتی ہے تو کہیں ریتلی، کہیں بنجر ہے تو کہیں معتدل، کہیں پتھر کی بڑی بڑی چٹانیں ہیں تو کہیں محض چٹیل میدان، پھر ان زمینوں کی ساخت اور کیفیت کی بنیاد پر کہیں سبزہ اگتا ہے تو کہیں پھل، کہیں پھول نشو ونما پاتے ہیں تو کہیں جھاڑیاں ہی جھاڑیاں دکھائی دیتی ہیں۔ پھر ایک ہی قسم کے پھل کو مختلف رنگوں اور ذائقوں میں دیکھا جائے تو عقل انسانی حیرت میں پڑ جاتی ہے کہ انسان ایک ہی قسم کے پھل کے ذائقے میں کمی وزیادتی کو پاتا ہے، کوئی میٹھا ہے تو کوئی تُرش، کوئی نمکین ہے تو کوئی بدذائقہ۔ ایک ہی قسم کی زمین پر اگنے والا سبزہ بسا اوقات مختلف ہوتا ہے، انسان غور کرے تو سارا نظام قدرت اُسے ایک ہی فکر دیتا ہے، ایک ہی سوچ دلاتا ہے کہ بس! وحدہ لاشریک لہ ذات ایک ہی ہے۔

پھلوں کی مثال شارحین کی نظر میں!

۴..... سید عالم ﷺ نے فرمایا: کچھ ردی، کچھ عمدہ، کچھ میٹھے اور کچھ کھٹے پھل ہوتے ہیں، اور یہ چیز بھی صانع حکیم کے وجود پر دلالت کرتی ہے۔ مجاہد فرماتے ہیں کہ جیسے اولاد آدم مختلف ہوتے ہیں کوئی نیک وصالح ہے تو کوئی خبیث اور بدطینت حالانکہ تمام کا باپ ایک ہی ہے۔ حسن فرماتے ہیں کہ یہی مثال بنی آدم کے دلوں کی ہے، رحمٰن کے ہاتھوں میں زمین کی ایک مٹی تھی، اس نے اسے ہموار کیا اور بچھایا تو وہ قریب قریب کے ٹکڑے ہوگئی پھر اس پر پانی ڈالا تو اس سے اس کی کلیاں، درخت، پھل نکالے اور اسی زمین سے اس کا شورہ نمک اور خبیث نکالا۔ حالانکہ تمام زمین ایک ہی پانی سے سیراب ہوئی تھی۔ اسی طرح اس نے تمام لوگوں کو آدم علیہ السلام سے پیدا فرمایا پھر اس

نے آسمان سے اپنا قرآن اتارا تو کچھ دل ڈرنے والے اور جھکنے والے ہو گئے اور کچھ سخت اور غافل ہو گئے۔ (المظھری، ج ٤، ص ٦٩)

بعث بعد الموت کا انکار:

۵......امام جوزی فرماتے ہیں کہ مخلوق کی کثیر تعداد ایسی ہے جو مرنے کے بعد دوبارہ اٹھائے جانے کا انکار کرتے ہیں اور یہ شبہ انہیں دو وجوہات کی بنا پر ہوتا ہے اول یہ کہ وہ مادہ منویہ کی جانب دیکھتے ہیں اور دوسرے یہ کہ جب انسان زمین میں دفن کر دیا گیا اور کیڑے مکوڑے کی غذا بن گیا تو پھر دوبارہ اسی طرح کیسے بن پائے گا؟ امام جوزی جوابات دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ انسان کی اصل کی جانب دیکھ لیا جائے تو جواب مل جائے، حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ نے مٹی سے پیدا فرمایا اور اسی آدم کی پشت اطہر سے دیگر انسان بسبب نطفہ بنائے گئے، اسی مٹی سے سبزہ اور دانہ بنتا ہے اور یہی مٹی کیڑے مکوڑوں کے وجود اور ان سے پیدا ہونے والے انڈوں کا ذریعہ ہے۔ اور اسی طرح سونے یا چاندی کے مختلف ٹکڑے بھٹی میں ڈالے جائیں اور یہ ٹکڑے باریک اجزاء کی شکل اختیار کر لینے کے بعد مٹی میں بکھر جاتے ہیں لیکن جب اللہ اپنی قدرت سے ان باریک ذروں کو سمیٹ کر ہمارے سامنے ایک مناسب شکل وصورت میں کر دیتا ہے تو انسان جب کہ اس کا جسم بھاری ہو یا لاغر اس کے بکھرے ہوئے اعضاء کو دوبارہ سمیٹ کر کھڑا کر دینا اس کی شان سے بعید نہیں جب کہ وہ بچپن سے جوان اور پھر بڑھاپے میں جسم کو لاغر و توانا کرتا رہتا ہے۔ اور اس سے زیادہ عجیب بات یہ ہے کہ اپنے انبیائے کرام کے ہاتھوں پر عصا کو اژدھا اور اژدھے کو عصا کر دیتا ہے اور پہاڑوں سے زندہ اونٹنی برآمد کر دیتا ہے اور حضرت عیسیٰ کے دست حق پرست سے کئی مردے بھی زندہ کر دکھائے۔ (تلبیس ابلیس، الباب الخامس، ذکر تلبیس ابلیس علی جاحدی البعث، ص ٩٠ وغیرہ)

نافرمانی کی حالت میں معافی مانگنا:

٦ یعنی بندہ اپنی ذات پر گناہ کر کے ظلم کرتا ہے، سُدی کے قول کے مطابق اس آیت کے مصداق مومنین ہیں اور کتاب اللہ کی یہ آیت اللہ کی رحمت کی زیادہ امید دلاتی ہے کہ گناہ ہوتے مغفرت کی خبر دینا جب کہ توبہ بھی نہیں پائی جا رہی، اور جب توبہ ہو تو گناہ کیونکر معاف نہ ہوں کہ توبہ تو گناہ کو دھو ڈالتی ہے اور دور کر دیتی ہے۔ (المدارك، ج ٢، ص ١٤٣)

اہل سنت وجماعت کے نزدیک یہ آیت بطور جواز دلیل ہے کہ کبیرہ وصغیرہ گناہ بغیر توبہ کیے معاف ہوتے ہیں اس لیے کہ اللہ نے مغفرت کرنے کے ظلم کے ساتھ ذکر کیا ہے اور اللہ گناہ گار کے گناہ کو توبہ سے قبل بھی معاف کر دیتا ہے اور جو توبہ کرنے والا ہے تو وہ ایسا ہے جیسا کہ اس نے گناہ کیا ہی نہیں۔ (روح المعانی، الجزء الثالث عشر، ص ١٣٣)

امام فخر الدین رازی فرماتے ہیں کہ ہمارے اصحاب نے اس آیت سے استدلال کیا ہے کہ اللہ کبیرہ گناہ کرنے والوں کو توبہ کرنے سے پہلے بخش دیتا ہے اور استدلال کی وجہ ﴿لذو مغفرة للناس علی ظلمهم (الرعد: ٦)﴾ فرمان مبارک ہے، یعنی جب وہ گناہ کرنے میں مصروف تھا، جیسا کہ کہا جائے: میں نے ایک امیر شخص کو (حرام) کھانا کھاتے دیکھا، پس آیت کا منشا یہی ہے کہ اللہ گناہ کرنے والے شخص کی حالت گناہ میں مغفرت فرما دے اس لئے کہ جس وقت وہ شخص حرام غذا کھا رہا تھا، عین اس وقت اپنے گناہ پر تائب تو نہیں تھا۔ پس ثابت ہوا کہ اللہ اپنے بندوں کے گناہ کو توبہ کرنے سے پہلے بھی معاف کر دیتا ہے۔ پھر بطور اعتراض ہم یہ کہیں گے کہ کفر کرنے میں لگے رہیں اور عمل (نیک) کو ترک کر دیا جائے؟، پس واجب ہوا کہ اس آیت کے اول حصے کو کبیرہ گناہ کرنے والوں پر محمول کیا جائے اور دوسرے حصے ﴿وان ربک لشدید العقاب (الرعد: ٦)﴾ کو کافروں کے احوال پر محمول کیا جائے۔ ایک قول یہ بھی کیا جاتا ہے کہ عذاب میں تاخیر کرنا اور توبہ تک مہلت دینا مراد ہے کہ بندہ اپنے گناہ کی توبہ کر لے، اس کا جواب یہ ہے کہ سزا دینے میں تاخیر کرنے کو

مغفرت نہیں کہا جاتا اور اگر ایسا ہوتا تو کہا جاتا کہ سارے کافر مغفرت یافتگان ہیں اس لئے کہ ان کا عذاب آخرت تک کے لیے موخر کر دیا گیا ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالی نے مومنین کی مدح میں فرمایا ﴿وان ربک لذو مغفرة للناس على ظلمهم (الرعد:٦)﴾، اور کسی کی مدح کرنے سے اُسے فضیلت دینا مقصود ہوتا ہے اور ہمارے نزدیک آیت کا ظاہر اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ حالت گناہ میں مغفرت ہوتی ہے، اور جب گناہ ہو رہا ہوتا ہے تو گناہ کا ہونا توبہ کرنے کو روکتا ہے۔ پس ہمارا قول درست ہوا اور شبہات دور ہوئے۔

(الرازی، ج۷، ص ۱۲ ملخصا)

کسی کے ذہن میں یہ نہ آئے کہ اللہ عزوجل توبہ سے پہلے ہی گناہ معاف فرما دیتا ہے اس لئے گناہ کرتے رہیں۔ یہ سارا معاملہ اللہ کے فضل پر منحصر ہے، جس کے لئے جو چاہے فیصلہ فرمائے، ہمیں خوف و امید دونوں کے درمیان رہنا چاہیے۔

مشرکین کی فرمائش کے مطابق معجزات کیوں نہ پیش کیے گئے؟

ے...... اس کی وجوہات یہ ہیں: (۱)...... مشرکین مکہ اپنی تسلی اور اطمنان کے لیے معجزات طلب نہیں کرتے تھے، اگر حق و سچ کو پہچاننا ان کا مطلوب ہوتا تو صرف قرآن مجید کا معجزہ ہونا انہیں کافی تھا۔ وہ عناد، سرکشی، کٹ حجتی، اور ہٹ دھرمی کے طور پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمائشی معجزات طلب کرتے تھے جیسے حضرت موسی علیہ السلام کی قوم نے اُن سے کہا تھا کہ ہم آپ پر ایمان نہیں لائیں گے حتی کہ اللہ کو اپنی آنکھوں سے نہ دیکھ لیں۔ (۲)...... اگر بالفرض ان کی ان فرمائشوں کو پورا بھی کر دیا جاتا تو وہ پھر اور معجزات کی فرمائش کرتے اور ان کا یہ سلسلہ کبھی ختم نہیں ہوتا۔ (۳)...... اللہ کو یہ علم تھا کہ اگر بالفرض ان کے مطلوبہ اور فرمائشی معجزات پیش کر دیئے گئے تو یہ پھر بھی ایمان نہیں لائیں گے جیسا کہ اس آیت ﴿ولو علم الله فيهم خيرا ...... وهم معرضون (الانفال:۲۳)﴾ میں فرمایا۔ (۴)...... اللہ کی پچھلی اقوام میں یہ سنت رہی ہے کہ جب کفار کی قوم کسی معجزہ کی فرمائش کرتی اور اس کو وہ معجزہ دے دیا جاتا تو پھر بھی وہ اپنی سرکشی سے باز نہ آتے اور ایک عام عذاب آتا اور ان کافروں کو ملیا میٹ کر دیا جاتا، جیسے حضرت صالح علیہ السلام کی قوم نے یہ مطالبہ کیا کہ اس چٹیل میدان سے اونٹنی نکال کر دکھائی جائے اور جب ان کے اس مطالبے کے موافق اس چٹان سے اونٹنی نکالی گئی تو بھی اپنی سرکشی سے باز نہیں آئے اور ہمہ گیر عذاب نے انہیں گھیر لیا۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہوتے ہوئے عالمگیر عذاب نہیں آسکتا اس لیے کہ قرآن مجید میں اللہ کا وعدہ ہے ﴿وما كان الله ليعذبهم وانت فيهم (الانفال:۳۳)﴾۔

لفظ ھادی کی تفسیر میں اقوال:

۸...... حسن، قتادہ، عطا اور ابن زید وغیرہ نے لکھا ہے کہ ھادی سے مراد اسلام کی دعوت دینے والا ہے اور مراد سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہے اور یہ بھی کہا گیا کہ ہر قوم کا ایک نبی ہوتا ہے جو انہیں عذاب سے ڈراتا ہے۔ عکرمہ اور ابو الضحی نے لکھا ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہی ھادی ہیں اور معنی یہ ہے کہ آپ ڈرانے والے اور ہدایت دینے والے ہیں۔ اسماعیل بن ابی خالد، ابو صالح اور ابو رافع نے کہا کہ ھادی سے مراد قائد اور امام ہے یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم صرف عذاب سے ڈرانے والے ہیں اور ہر قوم کا ایک قائد اور امام ہوتا ہے، ابو العالیہ نے ھادی کی تفسیر عمل کے ساتھ کی ہے۔ سعید بن جبیر نے ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی ﴿انما انت منذر ولكل قوم هاد (الرعد:۷)﴾ تو سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا: اے علی! تم ھادی ہو، میرے بعد تم سے ھدایت پانے والے ھدایت پائیں گے۔
متذکرہ آیت میں ھدایت کے معنی بیان کیے گئے، امام جس کی پیروی کی جاتی ہے وہ قوم سے آگے ہوتا ہے، پس اس صورت میں یہ کہنا جائز ہوگا کہ اللہ عزوجل جس کے ذریعے سے چاہے قوم کو ھدایت دے اور اوامر و نواہی میں قوم اس کی پیروی کریں، اور

یہ کہنا بھی جائز ہے کہ اللہ ﷺ کا نبی امت کی امامت فرماتا ہے اور یہ بھی کہنا جائز ہوگا کہ جو کسی قوم/امت کی امامت کے منصب پر فائز ہو اس کی امامت کو منظور کیا جائے اور اُس کے اور اُس کے اصحاب کے طریقوں پر چلا جائے اور یہ بھی کہنا جائز ہے کہ خیر وشر کی راہ میں وہی داعی ہے۔

(جامع البیان، الجزء ۱۳، ص ۱۳۰ وغیرہ)

امام عبداللہ بن احمد نے زوائد مسند میں، امام ابن ابی حاتم نے اپنی تفسیر میں، امام طبرانی نے **المعجم الاوسط** میں، حاکم نے **المستدرک** میں صحت اسناد کے ساتھ اور امام ابن عساکر نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اس آیت کی تفسیر میں روایت کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ عذاب سے ڈرانے والے ہیں اور میں ہادی ہوں، اور ایک روایت میں یوں ہے کہ ھادی سے مراد بنی ہاشم کا ایک فرد یعنی ''میں'' ہوں۔ اس روایت سے شیعہ حضرات نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ سید عالم ﷺ کی وفات ظاہری کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ خلیفہ بلافصل ہیں، اس کا جواب یہ ہے کہ ہمیں اس حدیث کی صحت میں کلام ہے اور اہل علم کے نزدیک حاکم کی تصحیح کا اعتبار نہیں ہے، اور آیت مبارکہ میں اس مطلوب پر کسی وجہ سے دلیل نہیں ہے، زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد ہدایت پانے والے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ہدایت پائیں گے اور یہ مرتبہ ارشاد ہے، خلافت اور چیز ہوتی ہے۔

بعض علماء یہ بھی کہتے ہیں کہ اگر حدیث صحیح ہو تو بھی خلفاء ثلاثہ کی صحت پر دلیل ہے، کیونکہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ حق اور ہدایت کا نمونہ اور معیار قرار پائے اور انہوں نے جس کام کو کیا اور جس کام کو ترک کیا، اس سب میں ہدایت اور حق ہے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خوشی سے ان خلفاء کی بیعت کی اور ان کی تعریف وتحسین فرمائی اور ان کی خلافت پر کوئی اعتراض نہیں کیا، لہذا حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اقتداء کرنا اور اس معاملہ میں ان کے طریقے کی پیروی کرنا لازم ہے، اس کے خلاف کو ثابت کرنا اپنے آپ کو کانٹوں سے زخمی کرنا ہے، اس کے بعد علامہ آلوسی نے علامہ ابوالحیان اندلسی کی عبارت نقل کی ہے، علامہ ابوالحیان اندلسی کی عبارت کا تقاضا یہ ہے کہ انہوں نے ھادی کو حضرت علی رضی اللہ عنہ میں منحصر نہیں کیا بلکہ اس کو عام قرار دیا ہے اور فرمایا: اے علی! تیرا یہ وصف تمام خلفاء ثلاثہ کو شامل ہے بلکہ سارے ہی صحابہ کو شامل ہے بلکہ سارے ہی علماء امت اس میں داخل ہیں۔

(روح المعانی، الجزء الثالث عشر، ص ۱۳۵)

اغراض: ای اھل مکہ: یہ تفسیر نزول آیات کے اعتبار سے ہے کہ اکثر لوگ نہیں ایمان لاتے، ''النّاس'' کا استعمال عموم کے اعتبار سے ہے نہ کہ خصوص کے اعتبار سے اس لئے کہ ہر زمانے میں کچھ لوگ نہ ماننے والے پائے جاتے ہیں۔

وھو صادق بان لا عمد اصلا: مراد یہ ہے کہ تم دیکھتے نہیں کہ آسمانوں پر ستون وغیرہ کا کوئی وجود نہیں، ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے کہ ''قاف'' نامی پہاڑ پر ستون موجود ہیں، اور یہ زمرد کا پہاڑ ہے جو کہ دنیا پر محیط ہے اور آسمان اس پر قبہ کی مانند ہے، اس صورت میں معنی یہ بنے گا کہ تم ستونوں کی خاصیتیں نہیں دیکھتے۔

یوم القیامۃ: سورج اور چاند کا نور جب ختم ہو جائے گا تو دونوں آگ میں ڈال دیئے جائیں گے، تاکہ ان دونوں کے ذریعے ان کی عبادت کرنے والوں کو عذاب دیا جائے، یہی معنی مفسر نے **یوم القیامۃ** سے لیا ہے، ایک تفسیر یہ بھی ہے کہ **یوم القیامۃ** سے مراد وقت معین ہے جب آسمان ٹوٹے گا، اور سورج ایک سال اور چاند ایک ماہ میں اُسے توڑے گا اور ان دونوں اقوال میں کوئی اختلاف نہیں دلیل فرمان باری ﴿**والشمس تجری لمستقر لھا**......الخ (یس: ۳۸)﴾ ہے، سارے قول صحیح ہیں۔

ثوابت: یعنی پہاڑ زمین میں گاڑ دیئے گئے ہیں تاکہ اس کے رہنے والوں کو ہلا کر نہ رکھ دیں، حدیث میں ہے: ''زمین کا پہلا ٹکڑا جو پیدا کیا گیا وہ بیت اللہ کی زمین ہے پھر اسے پھیلا دیا گیا اور سب سے پہلے ابوقبیس نامی پہاڑ کو پیدا کیا گیا پھر اس سلسلے کو پھیلا دیا گیا''۔

من تکذیب الکفار لک: باوجود اس بات کے کہ تجھے صادق وامین مانتے ہیں لیکن تیری نبوت کو جھٹلاتے ہیں۔

بوزن السمرة: مراد ببول کا درخت ہے۔ لمن عصاه: یعنی جو اللہ کی نافرمانی پر ڈٹا رہے، پس دنیا میں اللہ کی رحمت، غضب مومنین
وکافرین سب پر ہوتا ہے، لیکن آخرت میں فقط مومنین پر رحمت ہوتی ہے۔
کالعصاء والید: لوگوں نے عصاء، ید بیضاء، ناقہ والے معجزات کی خواہش کی، اللہ عزوجل نے ان کے بارے میں ﴿وقالوا لن نومن
لک حتی تفجر لنا من الارض ینبوعا(بنی اسرائیل:۹۰)﴾ نازل فرمائی۔ (الصاوی، ج۳، ص ۲۰۲ وغیرہ)

رکوع نمبر: ۸

﴿اَللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَحْمِلُ كُلُّ اُنْثٰى﴾ مِنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَوَاحِدٍ وَمُتَعَدِّدٍ وَغَيْرِ ذٰلِكَ ﴿وَمَا تَغِيْضُ﴾
تَنْقُصُ ﴿الْاَرْحَامُ﴾ مِنْ مُدَّةِ الْحَمْلِ ﴿وَمَا تَزْدَادُ ط﴾ مِنْهُ ﴿وَكُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهٗ بِمِقْدَارٍ(۸)﴾ بِقَدْرٍ وَحَدٍّ
لَايَتَجَاوَزُهٗ ﴿عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ﴾ مَاغَابَ وَمَا شُوْهِدَ ﴿الْكَبِيْرُ﴾ الْعَظِيْمُ ﴿الْمُتَعَالِ(۹)﴾ عَلٰى خَلْقِهٖ بِالْقَهْرِ
بِيَاءٍ وَدُوْنِهَا ﴿سَوَآءٌ مِّنْكُمْ﴾ فِيْ عِلْمِهٖ تَعَالٰى ﴿مَّنْ اَسَرَّ الْقَوْلَ وَمَنْ جَهَرَ بِهٖ وَمَنْ هُوَ مُسْتَخْفٍ﴾ مُسْتَتِرٌ
﴿بِالَّيْلِ﴾ بِظَلَامِهٖ ﴿وَسَارِبٌ م﴾ ظَاهِرٌ بِذَهَابِهٖ فِيْ سَرْبِهٖ اَيْ طَرِيْقِهٖ ﴿بِالنَّهَارِ(۱۰) لَهٗ﴾ لِلْاِنْسَانِ ﴿مُعَقِّبٰتٌ﴾
مَلٰٓئِكَةٌ تَعْتَقِبُهٗ ﴿مِّنْ بَيْنِ يَدَيْهِ﴾ قُدَّامِهٖ ﴿وَمِنْ خَلْفِهٖ﴾ وَرَائِهٖ ﴿يَحْفَظُوْنَهٗ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ ط﴾ اَيْ بِاَمْرِهٖ مِنَ
الْجِنِّ وَغَيْرِهِمْ ﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ﴾ لَا يَسْلُبُهُمْ نِعْمَتَهٗ ﴿حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ ط﴾ مِنَ الْحَالَةِ
الْجَمِيْلَةِ بِالْمَعْصِيَةِ ﴿وَاِذَآ اَرَادَ اللّٰهُ بِقَوْمٍ سُوْٓءًا فَلَا مَرَدَّ لَهٗ ط﴾ مِنَ الْمُعَقِّبَاتِ وَلَا غَيْرِهَا ﴿وَمَا لَهُمْ﴾ لِمَنْ
اَرَادَ اللّٰهُ تَعَالٰى بِهِمْ سُوْءً ﴿مِّنْ دُوْنِهٖ﴾ اَيْ غَيْرِ اللّٰهِ ﴿مِنْ﴾ زَائِدَةٌ ﴿وَّالٍ(۱۱)﴾ يَمْنَعُهٗ عَنْهُمْ ﴿هُوَ الَّذِيْ يُرِيْكُمُ
الْبَرْقَ خَوْفًا﴾ لِلْمُسَافِرِ مِنَ الصَّوَاعِقِ ﴿وَّطَمَعًا﴾ لِلْمُقِيْمِ فِي الْمَطَرِ ﴿وَّيُنْشِئُ﴾ يَخْلُقُ ﴿السَّحَابَ الثِّقَالَ
(۱۲)﴾ بِالْمَطَرِ ﴿وَيُسَبِّحُ الرَّعْدُ﴾ هُوَ مَلَكٌ مُوَكَّلٌ بِالسَّحَابِ يَسُوْقُهٗ مُتَلَبِّسًا ﴿بِحَمْدِهٖ﴾ اَيْ يَقُوْلُ سُبْحَانَ اللّٰهِ
وَبِحَمْدِهٖ ﴿وَ﴾ تُسَبِّحُ ﴿الْمَلٰٓئِكَةُ مِنْ خِيْفَتِهٖ ج﴾ اَيِ اللّٰهِ ﴿وَيُرْسِلُ الصَّوَاعِقَ﴾ وَهِيَ نَارٌ تَخْرُجُ مِنَ
السَّحَابِ ﴿فَيُصِيْبُ بِهَا مَنْ يَّشَآءُ﴾ فَتُحْرِقُهٗ نَزَلَ فِيْ رَجُلٍ بَعَثَ اِلَيْهِ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم مَنْ يَدْعُوْهُ فَقَالَ مَنْ رَسُوْلُ
اللّٰهِ وَمَا اللّٰهُ اَمِنْ ذَهَبٍ هُوَ اَمْ مِنْ فِضَّةٍ اَمْ نُحَاسٍ فَنَزَلَتْ بِهٖ صَاعِقَةٌ فَذَهَبَتْ بِقَحْفِ رَاْسِهٖ ﴿وَهُمْ﴾ اَيِ
الْكُفَّارُ ﴿يُجَادِلُوْنَ﴾ يُخَاصِمُوْنَ النَّبِيَّ ﴿فِي اللّٰهِ ج وَهُوَ شَدِيْدُ الْمِحَالِ(۱۳)﴾ الْقُوَّةِ اَوِ الْاَخْذِ ﴿لَهٗ﴾ تَعَالٰى ﴿
دَعْوَةُ الْحَقِّ﴾ اَيْ كَلِمَتُهٗ وَهِيَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ﴿وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ﴾ بِالْيَاءِ وَالتَّاءِ يَعْبُدُوْنَ ﴿مِنْ دُوْنِهٖ﴾ اَيْ غَيْرِهٖ
وَهُمُ الْاَصْنَامُ ﴿لَا يَسْتَجِيْبُوْنَ لَهُمْ بِشَيْءٍ﴾ مِمَّا يَطْلُبُوْنَهٗ ﴿اِلَّا﴾ اِسْتِجَابَةً ﴿كَبَاسِطِ﴾ كَاسْتِجَابَةِ
بَاسِطٍ ﴿كَفَّيْهِ اِلَى الْمَآءِ﴾ عَلٰى شَفِيْرِ الْبِئْرِ يَدْعُوْهُ ﴿لِيَبْلُغَ فَاهُ﴾ بِارْتِفَاعِهٖ مِنَ الْبِئْرِ اِلَيْهِ ﴿وَمَا هُوَ بِبَالِغِهٖ ط﴾ اَيْ
فَاهُ اَبَدًا فَكَذٰلِكَ مَاهُمْ بِمُسْتَجِيْبِيْنَ لَهُمْ ﴿وَمَا دُعَآءُ الْكٰفِرِيْنَ﴾ عِبَادَتُهُمُ الْاَصْنَامَ اَوْ حَقِيْقَةُ الدُّعَاءِ ﴿اِلَّا فِيْ
ضَلٰلٍ(۱۴)﴾ ضِيَاعٍ ﴿وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا﴾ كَالْمُؤْمِنِيْنَ ﴿وَّكَرْهًا﴾ كَالْمُنَافِقِيْنَ وَمَنْ

اُكْرِهَ بِالسَّيْفِ وَيَسْجُدُ ﴿ وَّظِلٰلُهُمْ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ ۩ (١٥) ﴾ الْعَشَايَا ﴿قُلْ﴾ يَامُحَمَّدُ لِقَوْمِكَ ﴿ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ قُلِ اللّٰهُ ؕ ﴾ اِنْ لَمْ يَقُوْلُوْهُ لَا جَوَابَ غَيْرُهُ ﴿قُلْ﴾ لَهُمْ ﴿اَفَاتَّخَذْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ﴾ اَىْ غَيْرِهٖ ﴿اَوْلِيَآءَ﴾ اَصْنَامًا مَا تَعْبُدُوْنَهَا ﴿ لَا يَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا ؕ ﴾ وَتَرَكْتُمْ مَالِكَهُمَا اِسْتِفْهَامُ تَوْبِيْخٍ ﴿قُلْ هَلْ يَسْتَوِى الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ ۙ ﴾ اَلْكَافِرُ وَالْمُؤْمِنُ ﴿اَمْ هَلْ تَسْتَوِى الظُّلُمٰتُ وَالنُّوْرُ ۚ ﴾ اَلْاِيْمَانُ لَا ﴿اَمْ جَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ خَلَقُوْا كَخَلْقِهٖ فَتَشَابَهَ الْخَلْقُ﴾ اَىْ خَلْقُ الشُّرَكَاءِ بِخَلْقِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿عَلَيْهِمْ ؕ ﴾ فَاعْتَقَدُوْا اِسْتِحْقَاقَ عِبَادَتِهِمْ بِخَلْقِهِمْ اِسْتِفْهَامُ اِنْكَارٍ اَىْ لَيْسَ الْاَمْرُ كَذَالِكَ وَلَا يَسْتَحِقُّ الْعِبَادَةَ اِلَّا الْخَالِقُ ﴿قُلِ اللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ ﴾ لَا شَرِيْكَ لَهٗ فِيْهِ فَلَا شَرِيْكَ لَهٗ فِى الْعِبَادَةِ ﴿ وَّهُوَ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ (١٦) ﴾ لِعِبَادِهٖ ثُمَّ ضَرَبَ مَثَلًا لِلْحَقِّ وَالْبَاطِلِ فَقَالَ ﴿اَنْزَلَ﴾ تَعَالٰى ﴿مِنَ السَّمَآءِ مَآءً﴾ مَطَرًا ﴿فَسَالَتْ اَوْدِيَةٌۢ بِقَدَرِهَا ﴾ بِمِقْدَارِ مِلْئِهَا ﴿فَاحْتَمَلَ السَّيْلُ زَبَدًا رَّابِيًا ؕ ﴾ عَالِيًا عَلَيْهِ هُوَ مَا عَلٰى وَجْهِهٖ مِنْ قَذَرٍ وَنَحْوِهٖ ﴿وَمِمَّا يُوْقِدُوْنَ ﴾ بِالتَّاءِ وَالْيَاءِ ﴿عَلَيْهِ فِى النَّارِ﴾ مِنْ جَوَاهِرِ الْاَرْضِ كَالذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالنُّحَاسِ ﴿ ابْتِغَآءَ ﴾ طَلَبَ ﴿حِلْيَةٍ ﴾ زِيْنَةٍ ﴿اَوْ مَتَاعٍ ﴾ يُنْتَفَعُ بِهٖ كَالْاَوَانِىْ اِذَا اُذِيْبَتْ ﴿زَبَدٌ مِّثْلُهٗ ؕ ﴾ اَىْ مِثْلُ زَبَدِ السَّيْلِ وَهُوَ خَبَثُهُ الَّذِىْ يَنْفِيْهِ الْكِيْرُ ﴿كَذٰلِكَ ﴾ الْمَذْكُوْرُ ﴿يَضْرِبُ اللّٰهُ الْحَقَّ وَالْبَاطِلَ ؕ ﴾ اَىْ مِثْلَهُمَا ﴿فَاَمَّا الزَّبَدُ ﴾ مِنَ السَّيْلِ وَمَا اُوْقِدَ عَلَيْهِ مِنَ الْجَوَاهِرِ ﴿فَيَذْهَبُ جُفَآءً ۚ ﴾ بَاطِلًا مَرْمِيًّا بِهٖ ﴿وَاَمَّا مَا يَنْفَعُ النَّاسَ ﴾ مِنَ الْمَاءِ وَالْجَوَاهِرِ ﴿فَيَمْكُثُ ﴾ يَبْقٰى ﴿فِى الْاَرْضِ ؕ ﴾ زَمَانًا كَذَالِكَ الْبَاطِلُ يَضْمَحِلُّ وَيُمْحَقُ وَاِنْ عَلَا عَلَى الْحَقِّ فِىْ بَعْضِ الْاَوْقَاتِ وَالْحَقُّ ثَابِتٌ بَاقٍ ﴿كَذٰلِكَ ﴾ الْمَذْكُوْرُ ﴿ يَضْرِبُ ﴾ يُبَيِّنُ ﴿اللّٰهُ الْاَمْثَالَ (١٧) لِلَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمُ ﴾ اَجَابُوْهُ بِالطَّاعَةِ ﴿الْحُسْنٰى ؕ ﴾ اَلْجَنَّةُ ﴿وَالَّذِيْنَ لَمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَهٗ ﴾ وَهُمُ الْكُفَّارُ ﴿لَوْ اَنَّ لَهُمْ مَّا فِى الْاَرْضِ جَمِيْعًا وَّمِثْلَهٗ مَعَهٗ لَافْتَدَوْا بِهٖ ؕ ﴾ مِنَ الْعَذَابِ ﴿اُولٰٓئِكَ لَهُمْ سُوْٓءُ الْحِسَابِ ۙ ﴾ وَهُوَ الْمُؤَاخَذَةُ بِكُلِّ مَا عَمِلُوْهُ وَلَا يُغْفَرُ مِنْهُ شَيْءٌ ﴿وَمَاْوٰهُمْ جَهَنَّمُ ؕ وَبِئْسَ الْمِهَادُ (١٨) النصف ﴾ اَلْفِرَاشُ هِىَ.

﴿ترجمہ﴾

اللہ جانتا ہے جو کچھ کسی مادہ کے پیٹ میں ہے (وہ نر ہے یا مادہ، ایک ہے یا متعدد، سب کا علم ہے) اور پیٹ جو کچھ گھٹتے بڑھتے ہیں (مدت حمل کے دوران......۱......) اور ہر چیز اس کے پاس ایک اندازے سے ہے (ایک قدر اور حد کے مطابق ہے اس سے تجاوز نہیں کرتی) ہر چھپے اور ظاہر کا جاننے والا......۲...... (جو چیز ہم سے غائب ہے اس کا اور جو چیز ہم پر ظاہر ہے اس کا جاننے والا ہے)

بڑا (کبیر بمعنی عظیم ہے) بلندی والا (اپنی مخلوق پر غلبہ رکھتا ہے، متعال کو متعالی بھی پڑھا گیا ہے) برابر ہیں تم میں (یعنی علم الٰہی میں) جو بات آہستہ کہے اور جو آواز سے کہے اور جو رات میں (یعنی رات کے اندھیرے میں) چھپا ہے اور جو دن میں راہ چلتا ہے (مستخف بمعنی مستتر ہے، سارب سے مراد یہ ہے کہ جس کا اپنے رستے پر چلنا بالکل ظاہر ہو، سربۃ بمعنی طریقۃ ہے) اس کے لیے (یعنی انسان کے لیے) بدلنے والے......۳...... (فرشتے) ہیں (جو اس کی نگرانی کرتے ہیں) اس کے آگے (بین یدیہ بمعنی قدامہ ہے) اور پیچھے (بمعنی وراءہ ہے) جو کہ اللہ کے امر کی حفاظت کرتے ہیں (چاہے جنات میں سے ہوں یا کوئی اور) بیشک اللہ کسی قوم سے اپنی نعمت نہیں بدلتا (اپنی نعمت ان سے سلب نہیں فرماتا) جب تک وہ خود اپنی حالت نہ بدلیں (یعنی اپنی اچھی حالت کو معصیت و نافرمانی کر کے نہ بدلیں......۴......) اور جب اللہ قوم سے برائی (یعنی عذاب) دینا چاہے تو وہ پھر نہیں سکتی (اسے محافظ فرشتے وغیرہ کوئی بھی نہیں ٹال سکتا) اور نہیں ان کا (جو ان سے عذاب کو روک سکیں) وہی ہے جو تمہیں بجلی دکھاتا ہے ڈر کو (کڑک کے ساتھ مسافروں کیلئے) اور امید کو (مقیم لوگوں کے لیے بارش کو) اور پیدا فرماتا ہے (ینشیء بمعنی یخلق ہے، بارش سے) بھاری بدلیوں کو (بارش کے ذریعے) اور رعد......۵...... (یہ بادلوں پر متعین فرشتہ ہے جو ان کو ہانکتا ہے اور اس کی حالت یہ ہے کہ) اُسے سراہتا ہوا اس کی پاکی بولتا ہے اور (اس کی پاکی بولتے ہیں) فرشتے اس (اللہ) کے ڈر سے اور کڑک بھیجتا ہے (صواعق سے مراد وہ آگ ہے جو کہ بادلوں سے نکلتی ہے) تو اُسے ڈالتا ہے جس پر چاہے (پس وہ اُسے جلا ڈالتی ہے، یہ آیت مبارکہ اس شخص کے بارے میں نازل ہوئی جس کی طرف نبی پاک ﷺ نے داعیِ اسلام کو بھیجا تھا تو اس نے پوچھا تھا کہ رسول اللہ کون ہیں؟ اور اللہ کیا ہے؟ وہ چاندی کا ہے یا پیتل کا؟ پھر اس پر بجلی گری جس کے سبب اس کے سر کا اوپری حصہ ضائع ہو گیا) اور وہ (یعنی کفار) اللہ میں جھگڑتے ہوتے ہیں (نبی کریم ﷺ سے، وہ کفار اللہ کے بارے میں جھگڑتے ہیں) اور اس کی پکڑ سخت ہے (محال قوت یا پکڑ کو کہتے ہیں) اسی کا (یعنی اللہ کا) پکارنا سچا ہے (یعنی اس کا کلمہ سچا ہے، مراد اس سے لا الہ الا اللہ ھو ہے) اور جنہیں پکارتے ہیں (یعنی جن کی عبادت کرتے ہیں، یدعون یاء اور تاء دونوں لغتوں کے ساتھ ہے) اس کے سوا (یعنی اللہ کے سوا، مراد بت ہیں) وہ ان کی کچھ بھی نہیں سنتے......۶...... (ان باتوں کو کہ وہ ان سے طلب کرتے ہیں) مگر (قبول کرنا، سننا) اس کی طرح جو پھیلائے بیٹھا ہے (یعنی اس ہاتھ پھیلائے ہوئے شخص کی طرح) اپنی ہتھیلیاں پانی کے سامنے (یعنی کنویں کے کنارے بیٹھے ہوئے پانی کو پکار رہا ہو) کہ اس کے منہ میں پہنچ جائے (یعنی از خود کنویں سے بلند ہو کر اس کے منہ میں پہنچ جائے) اور وہ ہرگز نہ پہنچے گا (پس کنویں کا پانی از خود اس کے منہ میں کبھی بھی نہ پہنچے گا، اسی طرح بت بھی ان کی سننے والے نہیں ہیں) اور کافروں کی دعا (یعنی کافروں کا بتوں کو پوجنا یا دعا سے حقیقی دعا ہی مراد ہے) گمراہی ہی ہے (ضلل بمعنی ضیاع ہے) اور اللہ ہی کو سجدہ......۷...... کرتے ہیں جتنے آسمانوں اور زمین میں ہیں خوشی سے (جیسے مومنین) خواہ مجبوری سے (جیسا کہ منافقین یا وہ جنہیں تلوار سے مجبور کیا جائے) اور (سجدہ کرتے ہیں) ان کی پرچھائیوں پر صبح و شام (غدو بمعنی صبح ہے، الاصال بمعنی شام ہے) تم فرماؤ (اے محمد ﷺ! اپنی قوم سے) کون آسمان و زمین کا رب ہے، تم خود ہی فرماؤ اللہ (اگر اس سوال کا جواب نہ دیں، اور اس سوال کا جواب یہی ہے) تم فرماؤ (ان سے) کیا اس کے سوا (یعنی اس کے غیر کو) تم نے اُن کو (یعنی ان بتوں کو جن کی تم پوجا پاٹ کرتے ہو) حمایتی بنا لیا ہے جو اپنا بھلا بُرا نہیں کر سکتے ہیں (اور نفع نقصان کے مالک کو چھوڑ دیا، افاتخذتم میں ہمزہ توبیخ کے لیے ہے) تم فرماؤ کیا برابر ہو جائے گا اندھا (یعنی کافر) اور انکھیارا (یعنی مسلمان) یا کیا برابر

ہو جائیں گی اندھیریاں (یعنی کفر) اور اجالا......۸......(یعنی ایمان) کیا اللہ کے لیے ایسے شریک ٹھرائے ہیں جنھوں نے اللہ کی طرح کچھ نہیں بنایا تو انہیں اِن کا اور اُس کا بنانا ایک معلوم ہوا (یعنی اللہ کی بنائی ہوئی مخلوق اور ان کے شرکاء اُن پر ایک ہو گئی، پس اُن کی اپنی بنائی ہوئی مخلوق کے سبب وہ ان کی عبادت کرنے کے معتقد ہو گئے، ام جعلوا میں استفہام انکاری ہے یعنی معاملہ یوں نہیں اور نہ ہی خالق کے سوا کوئی دوسرا عبادت کا مستحق ہو سکتا ہے) تم فرماؤ اللہ ہر چیز کا بنانے والا ہے (اس کی عبادت کرنے کے معاملے میں کوئی اس کا شریک نہیں) اور وہ اکیلا ہے غالب ہے (اپنے بندوں پر، پھر اللہ نے حق اور باطل کی مثال بیان کرتے ہوئے فرمایا) اس لیے (اللہ عزوجل نے) آسمان سے پانی اتارا (یعنی بارش نازل فرمائی) تو نالے اپنے اپنے لائق بہہ نکلے (اپنے بھرنے کی مقدار کے مطابق) تو پانی کی رَو اس پر ابھرے ہوئے جھاگ اٹھا لائی......۹......(جو اس پر بلند تھے " زبدا " اس جھاگ کو کہتے ہیں جو پانی کی سطح پر بلند ہوتا ہے) اور جس پر آگ دھکاتے ہیں (یوقدون کو یاء اور تاء دونوں لغتوں کے ساتھ پڑھا گیا ہے، یعنی زمین کے جواہرات جیسے سونا، چاندی، تانبا) گہنا (یعنی حلیہ) یا سامان (جس سے نفع اٹھایا جاتا ہے جیسا کہ تانبا پگھلا کر برتن وغیرہ بنائے جاتے ہیں) طلب کرنے کو (ابتغاء بمعنی طلب ہے) اس سے بھی ویسے ہی جھاگ اٹھتے ہیں (یعنی سیلاب کے جھاگ کی مثل، یہاں جھاگ سے مراد وہ میل کچیل ہے جو بھٹی دور کر دیتی ہے) یہی (جو مذکور ہوا) اللہ بتاتا ہے کہ حق اور باطل کی یہی مثال ہے (یعنی یہ حق و باطل کی مثال ہے) تو جھاگ (یعنی سیلاب کا یا جواہر بنانے کی بھٹی کا) تو پھک کر دور ہو جاتا ہے (جو ناکارہ ہوتا ہے اسے پھینک دیا جاتا ہے) اور وہ جو (یعنی پانی اور جواہرات) لوگوں کے کام آئے زمین میں رہتا ہے (یعنی ایک زمانے تک باقی رہتا ہے، یونہی اللہ عزوجل باطل کو کمزور کرتا ہے اور اسے مٹا دیتا ہے اگرچہ بعض اوقات باطل حق پر بلند ہو جاتا ہے لیکن حق ثابت ہوتا اور باقی رہتا ہے) جن لوگوں نے اپنے رب کا حکم مانا (اس کی اطاعت کر کے اس کا حکم مانا) ان کے لیے بھلائی (جنت) ہے اور جن لوگوں (یعنی کفار) نے اس کا حکم نہ مانا اگر زمین میں جو کچھ ہے وہ سب اور اس جیسا اور ان کی مِلک میں ہوتا تو (عذاب سے) اپنی جان چھڑانے کو دے دیتے یہی ہیں جن کا بُرا حساب ہو گا......۱۰......(مراد ان کے ہر عمل کا مواخذہ کیے جانا اور اس میں سے کچھ بھی معاف نہ ہونا ہے) اور ان کا ٹھکانہ جہنم ہے اور کیا ہی بُرا بچھونا ہے (مهاد بمعنی فراش ہے)۔

﴿ترکیب﴾

﴿الله يعلم ما تحمل كل انثىٰ وما تغيض الارحام وما تزداد﴾.

الله: مبتدا، يعلم: فعل بافاعل، ما: موصولہ، تحمل كل انثى: فعل بافاعل صلہ، ملکر معطوف علیہ، وماتغيض الارحام: معطوف اول، وما تزداد: معطوف ثانی، ملکر مفعول، فعل بافاعل ومفعول ملکر جملہ فعلیہ ہو کر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿وكل شيء عنده بمقدار O علم الغيب والشهادة الكبير المتعال﴾.

و: مستانفہ، كل شيء: مرکب اضافی موصوف، عنده: ظرف مستقر صفت، ملکر مبتدا، بمقدار: ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ اسمیہ، عالم: مضاف، الغيب والشهادة: ملکر مضاف الیہ، ملکر خبر اول، مبتدا محذوف "هو" کے لیے، الكبير: خبر ثانی، المتعال: خبر ثالث، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿سواء منكم من اسر القول ومن جهر به﴾.

سوآء : مصدر ہو ضمیر مستتر ذوالحال، منکم : ظرف مستقر حال، ملکر فاعل، مصدر اپنے فاعل سے ملکر شبہ جملہ ہوکر خبر مقدم، من : موصولہ، اسروا لقول : فعل بافاعل ومفعول جملہ فعلیہ صلہ، ملکر معطوف علیہ، ومن جھر بہ : موصول صلہ ملکر معطوف، ملکر مبتدا مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ومن ھو مستخف بالیل وسارب بالنھار﴾.

و: عاطفہ، من : موصولہ، ھو : مبتدا، مستخف بالیل : اسم فاعل باھو ضمیر فاعل وظرف لغو ملکر شبہ جملہ ہوکر معطوف علیہ، و: عاطفہ، سارب بالنھار : اسم فاعل باھو ضمیر فاعل وظرف لغو شبہ جملہ معطوف، ملکر خبر، ملکر موصول، ملکر ماقبل "من اسروا لقول" پر معطوف ہے۔

﴿لہ معقبت من بین یدیہ ومن خلفہ یحفظونہ من امر اللہ﴾.

لہ : ظرف مستقر خبر مقدم، معقبت : موصوف، من بین یدیہ : ظرف مستقر معطوف علیہ، ومن خلفہ : ظرف مستقر معطوف ملکر صفت اول، یحفظونہ من امر اللہ : فعل بافاعل ومفعول وظرف لغو جملہ فعلیہ صفت ثانی، ملکر مبتدا مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتی یغیروا ما بانفسھم﴾.

ان : حرف مشبہ، اللہ : اسم، لا یغیر : فعل بافاعل، ما : موصولہ، بقوم : ظرف مستقر صلہ، ملکر مفعول، حتی : جار، یغیروا : فعل بافاعل، ما : موصولہ، بانفسھم : ظرف مستقر صلہ، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ بتقدیر "ان" بتاویل مصدر مجرور، ملکر ظرف لغو، فعل اپنے متعلقات سے ملکر جملہ فعلیہ خبر، ان اپنے اسم وخبر سے ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿واذا اراد اللہ بقوم سوءا فلا مرد لہ﴾.

و : عاطفہ، اذا : ظرفیہ متضمن بمعنی شرط مفعول فیہ مقدم، اراد اللہ بقوم سوءا : فعل بافاعل وظرف لغو ومفعول ومفعول فیہ مقدم ملکر جملہ فعلیہ شرط، ف : جزائیہ، لا : نفی جنس، مرد : اسم، لہ : ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ اسمیہ جواب شرط، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿وما لھم من دونہ من وال﴾.

و : عاطفہ، ما : نافیہ، لام جار، ھم : ذوالحال، من دونہ : ظرف مستقر حال، ملکر مجرور، ملکر ظرف مستقر خبر مقدم، من : زائدہ، وال : مبتدا مؤخر، اپنی خبر مقدم سے ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ھو الذی یریکم البرق خوفا وطمعا وینشیء السحاب الثقال﴾.

ھو : مبتدا، الذی : موصول، یری : فعل بافاعل، کم : ضمیر ذوالحال، خوفا وطمعا : ملکر حال، ملکر مفعول اول، البرق : مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و : عاطفہ : ینشی : فعل بافاعل، السحاب الثقال : مرکب توصیفی مفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر صلہ، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ویسبح الرعد بحمدہ والملئکۃ من خیفتہ﴾.

و : عاطفہ، یسبح : فعل، الرعد : ذوالحال، بحمدہ : ظرف مستقر حال، ملکر معطوف علیہ، و : عاطفہ، الملئکۃ : ذوالحال، من خیفتہ : ظرف مستقر حال، ملکر معطوف، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ معطوف ثانی "یریکم" کے لیے۔

﴿ویرسل الصواعق فیصیب بھا من یشاء﴾.

و : عاطفہ، یرسل الصواعق : فعل بافاعل ومفعول، جملہ فعلیہ معطوف ثالث "یریکم" کے لیے، ف : عاطفہ، یصیب بھا : فعل، فاعل وظرف لغو، من یشاء : موصول صلہ مفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف رابع "یریکم" کے لئے۔

﴿وھم یجادلون فی اللہ وھو شدید المحال لہ دعوۃ الحق﴾.

و: مستانفہ، هم: مبتدا، یُجادلون: فعل بافاعل، فی: جار، الله: ذوالحال، و: حالیہ، هو: مبتدا، شدید المحال: مرکب اضافی خبر، ملکر جملہ اسمیہ ہوکر حال اول، له: ظرف مستقر خبر مقدم، دعوة الحق: مبتدامؤخر، ملکر جملہ اسمیہ ہوکر حال ثانی، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، فعل اپنے متعلقات سے ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿والذین یدعون من دونه لا یستجیبون لهم بشیء الا کباسط کفیه الی الماء لیبلغ فاه وما هو ببالغه﴾.

و: عاطفہ، الذی: موصول: یدعون: فعل واؤضمیر ذوالحال، من دونه: ظرف مستقر حال، ملکر فاعل، ملکر صلہ، ملکر مبتدا، لا یستجیبون لهم بشیء: فعل بافاعل وظرف لغو اول وثانی، الا: اداۃ حصر، ک: جار، باسط: اسم فاعل مضاف، کفیه: مرکب اضافی مضاف الیہ فاعل، الی الماء: ظرف لغو، لام: جار، یبلغ: فعل ضمیر مستتر ذوالحال، و: حالیہ، ما: حجازیہ، هو: اسم، ببالغه: ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ اسمیہ ہوکر حال، ملکر فاعل: فاه: مفعول، یبلغ فعل اپنے متعلقات سے مل کر مجرور، ملکر ظرف لغو ثانی، باسط: اسم فاعل اپنے متعلقات سے مل کر شبہ جملہ ہوکر مجرور، ملکر ظرف لغو ثالث، لا یستجیبون فعل اپنے فاعل وتینوں ظرف لغو سے ملکر جملہ فعلیہ ہوکر خبر، الذین یدعون: مبتدا اپنی خبر سے ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿وما دعاء الکفرین الا فی ضلال﴾.

و: مستانفہ، ما: نافیہ، دعاء الکفرین: مرکب اضافی مبتدا، الا: اداۃ حصر، فی ضلل: ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ولله یسجد من فی السموت والارض طوعا وکرها وظللهم بالغدو والاصال﴾.

و: مستانفہ، لله: ظرف مستقر خبر مقدم، یسجد: فعل، من: موصولہ: فی السموت والارض: ظرف مستقر صلہ، ملکر ذوالحال، طوعا وکرها: معطوف علیہ ومعطوف، ملکر حال، ملکر معطوف علیہ، و ظللهم: معطوف، ملکر فاعل، ب: جار، الغذو والاصال: معطوف علیہ معطوف مجرور، ملکر لغو، ملکر مبتداء مؤخر، اپنی خبر مقدم سے ملکر جملہ اسمیہ

﴿قل من رب السموت والارض قل الله﴾.

قل: قول، من: مبتدا، رب السموت والارض: مرکب اضافی خبر، جملہ اسمیہ ہوکر مقولہ، ملکر جملہ فعلیہ قولیہ مستانفہ، قل: قول: الله: خبر، مبتدا محذوف "هو" کے لیے، ملکر جملہ اسمیہ مقولہ، ملکر جملہ فعلیہ قولیہ مستانفہ .

﴿قل افاتخذتم من دونه أولیاء لا یملکون لانفسهم نفعا ولا ضرا﴾.

قل: قول: همزه: استفہامیہ، ف: عاطفہ، معطوف علی محذوف "اقررتم بالجواب المذکور فاتخذتم" اتخذتم: فعل بافاعل، من دونه: ظرف مستقر حال مقدم، اولیاء: ذوالحال، ملکر موصوف، لایملکون: فعل واؤضمیر ذوالحال، لا نفسهم: ظرف مستقر حال، ملکر فاعل، نفعا ولا ضرا بملکر مفعول، ملکر جملہ ہوکر صفت، ملکر مفعول، اتخذتم: فعل اپنے فاعل ومفعول سے ملکر جملہ فعلیہ مقولہ۔

﴿قل هل یستوی الاعمی والبصیر ام هل تستوی الظلمت والنور﴾.

قل: قول، هل: استفہامیہ، یستوی: فعل، الاعمی والبصیر: ملکر فاعل، فعل فاعل ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، ام: عاطفہ، هل: استفہامیہ، تستوی: فعل، الظلمت والنور: ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، اپنے معطوف علیہ سے ملکر مقولہ .

﴿ام جعلوا لله شرکاء خلقوا کخلقه فتشابه الخلق علیهم﴾.

ام: منقطعہ چعلوا: فعل بافاعل، لله: ظرف مستقر حال مقدم، شرکاء: ذوالحال، ملکر موصوف، خلقوا: فعل بافاعل، کخلقه:

ظرف مستقر "خلقا" مصدر محذوف کی صفت، مرکب توصیفی مفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، ف :عاطفہ، تشابہ الخلق علیھم: فعل بافاعل وظرف لغو جملہ فعلیہ معطوف، ملکر صفت، ملکر مفعول، جعلوا فعل اپنے متعلقات سے ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿قل اللہ خالق کل شیء وھو الواحد القھار﴾۔

قل : قول، اللہ: مبتدا، خالق کل شیء : مرکب اضافی خبر، ملکر جملہ اسمیہ معطوف علیہ ،و : عاطفہ ،ھو: مبتدا، الواحد : خبر اول، القھار: خبر ثانی، ملکر جملہ اسمیہ معطوف اپنے معطوف علیہ سے ملکر مقولہ۔

﴿انزل من السماء ماء فسالت اودیة بقدرھا فاحتمل السیل زبدا رابیا﴾۔

انزل من السماء ماء : فعل بافاعل وظرف لغو ومفعول جملہ فعلیہ مستانفہ، ف : عاطفہ، سالت اودیة بقدرھا :فعل بافاعل و ظرف لغو، جملہ فعلیہ معطوف اول سے "انزل من الاسماء" پر، ف :عاطفہ :احتمل السیل زبدا رابیا :فعل بافاعل ومرکب توصیفی مفعول ملکر جملہ فعلیہ معطوف ثانی۔

﴿ومما یوقدون علیہ فی النار ابتغاء حلیة او متاع زبد مثلہ﴾۔

و :عاطفہ، ما : موصولہ، یوقدون :فعل واؤضمیر ذوالحال، فی النار :ظرف مستقر حال، ملکر فاعل، علیہ :ظرف لغو ، ابتغاء:مصدر مضاف، حلیة او متاع :ملکر مضاف الیہ، ملکر فاعل مضاف ،مضاف الیہ ملکر مفعول لہ، ملکر جملہ صلہ، ملکر خبر مقدم، زبد مثلہ:مرکب توصیفی مبتدا، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿کذلک یضرب اللہ الحق والباطل﴾۔

کذلک:جار مجرور ظرف مستقر، ضربا مصدر محذوف کی صفت، مرکب توصیفی مفعول مطلق مقدم، یضرب اللہ : فعل بافاعل، الحق والباطل :معطوف علیہ ومعطوف ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿فاما الزبد فیذھب جفاء﴾۔

ف :عاطفہ، اما: شرطیہ: الزبد مبتدا، ف :جزائیہ ، یذھب فعل ھو ضمیر ذوالحال ، جفآء : حال، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ خبر، مبتدا خبر مل کر جملہ اسمیہ ہوکر شرط محذوف "مھما یکن من شیء" کی جزا اپنی شرط سے مل کر جملہ شرطیہ۔

﴿واما ما ینفع الناس فیمکث فی الارض﴾۔

و: عاطفہ، اما:حرف شرط ، ما : موصولہ، ینفع الناس :فعل بافاعل ومفعول مل کر صلہ، ملکر مبتدا،ف : جزائیہ، یمکث فی الارض : فعل بافاعل وظرف لغو ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ ہوکر شرط محذوف "مھما یکن من شیء " کی جزا، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿کذلک یضرب اللہ الامثال﴾۔

کذلک ظرف مستقر "ضربا" مصدر محذوف کی صفت مرکب توصیفی مفعول مطلق مقدم ،یضرب اللہ الامثال :فعل بافاعل ومفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿للذین استجابوا لربھم الحسنیٰ﴾۔

لام : جار، الذین :موصول ،استجابوا لربھم : فعل بافاعل وظرف لغو جملہ فعلیہ صلہ، ملکر مجرو، ملکر ظرف مستقر خبر مقدم، الحسن : مبتدا مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿والذین لم یستجیبوا لہ لو ان لھم ما فی الارض جمیعا ومثلہ معہ لافتدوا بہ﴾۔

و :عاطفہ، الذین :موصول، لم یستجیبوا له : فعل بافاعل وظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ صلہ،ملکر مبتدا، لو : شرطیہ، ان :حرف مشبہ، لھم : ظرف مستقر خبر، مافی الارض :موصول صلہ ملکر ذوالحال ،جمیعا : حال،ملکر معطوف علیہ، و :عاطفہ، مثله : ذوالحال، معه : ظرف مستقر حال،ملکر معطوف،ملکر اسم، ان اپنے اسم وخبر سے ملکر "ثبت"،فعل محذوف کا فاعل،فعل فاعل ملکر شرط، لافتدوا به : فعل بافاعل وظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ جواب لو ملکر جملہ شرطیہ ہوکر خبر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿اولئک لھم سوء الحساب وماواھم جھنم وبئس المھاد﴾

اولئک :مبتدا، لھم سوء الحساب : جملہ اسمیہ خبر،ملکر جملہ اسمیہ، و :عاطفہ، ماواھم : مبتدا، جھنم : خبر،ملکر جملہ اسمیہ، و : عاطفہ، بئس المھاد :فعل ذم بافاعل ملکر خبر مقدم "ھی" مبتدامؤخر محذوف،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿شانِ نزول﴾

☆......وھم یجادلون فی الله ......☆حسن سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے عرب کے ایک نہایت سرکش کافر کو اسلام کی دعوت دینے کے لیے اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت بھیجی ،انہوں نے اس کو دعوت دی کہنے لگا محمد ﷺ کا رب کون ہے؟ جس کی تم مجھے دعوت دیتے ہو،کیا وہ سونے کا ہے یا چاندی کا ہے یا لوہے کا یا تانبے کا،مسلمانوں کو یہ بات بہت گراں گزری اور انہوں نے واپس ہوکر سید عالم ﷺ سے عرض کیا کہ ایسا کافر سیاہ دل سرکش دیکھنے میں نہیں آیا،حضور ﷺ نے فرمایا اس کے پاس پھر جاؤ،اس نے پھر وہی گفتگو کی اور اتنا اور کہا کہ میں محمد ﷺ کی دعوت قبول کر کے ایسے رب کو مان لوں جسے نہ میں نے دیکھا اور نہ پہچانا،یہ حضرات پھر واپس ہوئے اور انہوں نے عرض کیا کہ حضور اس کا خبث تو اور ترقی پر ہے،فرمایا پھر جاؤ،بہ تعمیل ارشاد گئے،جس وقت اس سے گفتگو کررہے تھے اور وہ ایسی سیاہ دلی کی باتیں بک رہا تھا ایک ابر آیا،اس سے بجلی چمکی اور کڑک ہوئی اور بجلی گری اور اس کافر کو جلا دیا،یہ حضرات رضی اللہ عنہم اس کے پاس بیٹھے رہے جب وہاں سے واپس ہوئے تو راہ میں انہیں اصحاب کرام رضی اللہ عنہم کی ایک اور جماعت ملی وہ کہنے لگے کہے وہ شخص جل گیا،ان حضرات نے کہا آپ صاحبوں کو کیسے معلوم ہوگیا؟ انہوں نے کہا: سید عالم ﷺ کے پاس وحی آئی ہے ﴿ویرسل الصواعق فیصیب بھا من یشاء وھم یجادلون فی الله﴾۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

حمل کی مدت اور گھٹنے بڑھنے کا بیان:

۱......حمل کے گھٹنے، بڑھنے، زیادہ اور کم، مکمل و نامکمل ہونے کے بارے میں جانتا ہے،یہ قول حضرت ابن عباس کا ہے۔ (روح المعانی ،الجزء الثالث عشر، ص ۱۳۶) امام فخر الدین رازی فرماتے ہیں کہ حمل کے گھٹنے بڑھنے کی کئی وجوہات ہیں:(۱)......حمل میں موجود بچوں کی تعداد،کبھی ایک،دو،تین......وغیرہ،(۲)......بچہ نامکمل ہے یا مکمل،(۳)......قلیل مدت حمل چھ ماہ ہے یا زیادہ سے زیادہ دو سال امام ابوحنیفہ کے نزدیک،امام شافعی کے نزدیک چار سال تک،امام مالک کے نزدیک پانچ سال ہے،ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے کہ ضحاک دو سال کے حمل کے بعد پیدا ہوئے اور ان کے ساتھ ھرم بن حیان نامی بچہ چار سال بعد پیدا ہوا۔(۴)......خون کی مقدار،کبھی کم اور کبھی زیادہ،(۵)......بغیر مکمل ہوئے حمل کا ساقط یا زائد ہو جانا،(۶)......حال یہ ہے جب حمل برقرار ہو تو حیض نہیں آتا اور جب ایسا ہونے لگے تو بچہ کمزور ہوگا یا حمل ساقط ہو جائے گا۔ (الرازی، ج۷، ص ۱۵)

امام علی بن عمر الدار القطنی التوفی ۳۸۵ھ لکھتے ہیں: حضرت عائشہ بیان کرتی ہیں: عورت کے حمل کی مدت دو سال سے بس اتنی زائد ہے جتنا چرخے کی لکڑی کا سایہ ہوتا ہے۔ (سنن دار القطنی، ج۳، ص ۲۲۱)

عورت حاملہ ہے تو عدت وضع حمل ہے، عورت حرہ ہو یا کنیز ہو یا کتابیہ، عدت طلاق کی ہو یا وفات کی یا متارکہ یا وطی بالشبہ کی حمل ثابت النسب ہو یا زنا کا مثلاً زانیہ حاملہ سے نکاح ہوا اور شوہر مر گیا یا وطی کے بعد طلاق دی تو عدت وضع حمل ہے۔

(ردالمحتار علی الدرالمختار، کتاب الطلاق، باب العدۃ، ج۵، ص ۱۸۹)

کیا علم غیب اللہ کے سوا بھی کسی کو ہے؟

۲......امام فخر الدین رازی فرماتے ہیں: اللہ کو تمام موجودات واجبہ، ممکنہ اور معدومات ممکنہ اور ممتنعہ کا علم ہے، اور امام الحرمین نے کہا کہ اللہ کو غیر متناہی چیزوں کا علم ہے اور ان غیر متناہی چیزوں میں سے ہر چیز کا غیر متناہی وجوہ سے علم ہے۔ (الرازی، ج۷، ص ۱۵)

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی فرماتے ہیں: اصل یہ ہے کہ کسی علم کی اللہ سے تخصیص اور اس کی ذات پاک میں حصر اور اس کے غیر سے مطلقاً نفی چند وجہ سے ہوتی ہے، (۱)......علم کا ذاتی ہونا کہ بذات خود بے عطائے غیر ہو، (۲)......علم کا غنا کہ کسی آلہ وجارحہ وتدبیر وفکر ونظر والتفات وانفعال کا اصلاً محتاج نہ ہو، (۳)......علم کا سرمدی ہونا کہ ازلاً ابداً ہو، (۴)......علم کا وجوب کہ کسی طرح اس کا سلب ممکن نہ ہو، (۵)......علم کا ثبات واستمرار کہ کبھی کسی وجہ سے اس میں تغیر، تبدل، فرق، تفاوت کا امکان نہ ہو، (۶)......علم کا اقصیٰ غایت کمال پر ہونا کہ معلوم ذات، ذاتیات، اعراض، احوال لازمہ، مفارقہ، ذاتیہ، اضافیہ، ماضیہ، آتیہ، موجودہ، ممکنہ سے کوئی ذرہ کسی وجہ سے مخفی نہ رہے، ان چھ وجوہ کی بناء پر مطلق علم حضرت احدیت جل وعلا سے خاص اور اس کے غیر سے قطعاً مطلقاً منفی یعنی کسی کو کسی ذرہ کا ایسا علم جو ان چھ وجوہ میں سے ایک وجہ بھی رکھتا ہو حاصل ہونا ممکن نہیں جو کسی غیر الٰہی کے لئے عقول مفارقہ ہوں خواہ نفوس ناطقہ ایک ذرہ کا ایسا علم ثابت کرے یقیناً اجماعاً کافر ومشرک ہے۔ (اصمام، ص ۶ وغیرہ)

معقبت کے معانی ومطالب میں مفسرین کرام کے اقوال:

۳......قاموس میں ہے کہ رات اور دن کے فرشتوں کو معقبات کہتے ہیں، ایک قول یہ ہے کہ محافظ فرشتے یکے بعد دیگرے کثرت کے ساتھ لوگوں کا تعاقب کرتے ہیں، اور نماز فجر وعصر میں جمع ہوتے ہیں، مجاہد کے قول کے مطابق کوئی انسان ایسا نہیں ہے کہ محافظ فرشتہ اس کی نیند یا بیداری کے وقت میں جنات، انسان اور پیاس وغیرہ کی حالت میں پہنچنے والی چیز سے اس کی بچت کی صورت نہ کرے، عمر بن ابی جندب سے روایت ہے کہ ہم سعید بن قیس کے ساتھ دو صفوں میں کھڑے تھے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ میرے پاس آئے اور نیزہ میرے پاس گاڑ دیا جس کی وجہ سے کچھ اندھیرا سا ہو گیا، سعید نے کہا کہ کیا یہ امیر المومنین ہیں؟ میں نے کہا: ہاں، کہا کیا تجھے خوف نہ ہوا کہ کوئی تجھے مار دے گا؟ عمر بن ابی جندب نے کہا کہ کوئی انسان ایسا نہیں کہ اس کے ساتھ ایک فرشتہ نہ ہو جو اسے کنویں میں گرنے، پہاڑ سے گرنے، پتھر لگنے، جانور کے ایذا پہنچانے سے بچاتا ہے اور جب اللہ کا حکم آ جاتا ہے تو محافظت ختم ہو جاتی ہے۔

علماء کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ ہر انسان پر کل کتنے فرشتے متعین ہیں، ایک قول کے مطابق بیس، اور اکثر کا قول یہی ہے اور یہی صحیح ترین قول ہے اس لئے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیس فرشتوں کے بارے میں سوال کیا تو سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''دائیں جانب ایک فرشتہ مقرر ہے جو کہ دیگر فرشتوں کا سردار بھی مانا جاتا ہے اور بائیں جانب ایک فرشتہ ہے، اس موضوع کا بیان ﴿عن الیمین وعن الشمال قعید﴾(۱۷:ق) سے ملتا ہے، دو فرشتے سامنے اور دو ہی پیچھے جس کا بیان ﴿له معقبات

من بین یدیه و من خلفه یحفظونه من امر الله ﴿الرعد:١١﴾ میں ملتا ہے، اور ایک فرشتہ انسان کی پیشانی پکڑے کھڑا ہوا ہوتا ہے جب بندہ اللہ کی بارگاہ میں عاجزی کرتا ہے تو اسے بلند کرتا ہے اور جب تکبر کرتا ہے تو اُسے نیچا کرتا ہے اور دو فرشتے اس کے ہونٹوں پر متعین ہوتے ہیں جو بندہ سید عالم ﷺ پر درود بھیجتا ہے فرشتہ اسے محفوظ کر لیتا ہے، ایک فرشتہ مُونھ پر متعین ہوتا ہے جو مُونھ میں سانپ جانے سے حفاظت کرتا ہے۔ دو فرشتے آنکھوں پر متعین ہوتے ہیں، پس یہ دس فرشتے ہوئے جو ہر آدمی پر معین ہیں اور رات کے فرشتے دن کے فرشتے باہم (وقت فجر و عصر میں) جمع ہوتے ہیں اس طرح بیس فرشتے ہوئے، اور یہ معاملہ ہر انسان کا ہے، ابلیس پر دن میں اور اس کی ذریت پر رات میں نزول کرتے ہیں۔ (روح المعانی، ج٤، ص ٤٤٨ وغیرہ)،(عطائین، ج١، ص ٦٥)

ابومجلز بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص مراد (جگہ کا نام ہے) سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آیا، وہ اس وقت نماز پڑھ رہے تھے، اس نے کہا کہ آپ اپنی حفاظت کر لیں کیونکہ مراد کے لوگ آپ کے قتل کی سازش کر رہے ہیں، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم میں سے ہر شخص کے ساتھ دو فرشتے ہیں جو ان مصائب سے تمہاری حفاظت کرتے ہیں جو تمہارے لئے مقدر نہیں کئے گئے اور جب تقدیر آجاتی ہے تو وہ مصائب کا راستہ چھوڑ دیتے ہیں اور موت بہت مضبوط ڈھال ہے۔ (جامع البیان، الجزء ١٣، ص ١٤٣)

☆......حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''ہر انسان کے ساتھ ایک جن اور ایک فرشتہ مقرر کیا گیا ہے''، صحابہ کرام نے پوچھا یا رسول اللہ! آپ کے ساتھ بھی، فرمایا: ہاں! میرے ساتھ بھی لیکن اللہ نے اس کے خلاف میری مدد فرمائی وہ مجھے نیکی کے سوا کوئی مشورہ نہیں دیتا''۔ (صحیح مسلم، کتاب صفة القیامة، باب:تحریش الشیطان، رقم:٢٠٠٧/٢٨١٤،ص ١٣٨٥)

جب تک انسان اپنی حالت نہ بدلے:

ع......نعمت کی ناقدری اُس کے زوال کا سبب بنتی ہے، مسلسل نافرمانی کر کے انسان اس بات کو ثابت کرتا ہے کہ وہ اُس نعمت کا حقدار نہ تھا جو اُسے دی گئی ہے لہذا اب وہ نعمت اُس سے مُونھ موڑنے لگتی ہے۔ حالات بدلنے لگتے ہیں، دن آزمائشوں میں بسر ہونے لگتے ہیں۔ کیسے کیسے لوگ صفحۂ ہستی سے مٹا دیئے جاتے ہیں۔ انسانی تاریخ کے گوشوں کو جُنبش دیں تو معلوم ہوگا کہ بڑے بڑے حکمرانوں کے تختے اُلٹنے کی ایک وجہ نعمت کی ناقدری بھی تھی، کیا فرعون کے پاس دنیاوی ساز و سامان، جاہ منصب کی کمی تھی، کیا ہامان اور نمرود خالی ہاتھ تھے؟ کیا انہوں نے زمین میں حکومت نہ کی، کیا دنیاوی آسائشیں انہیں میسر نہ تھیں، بخت نصر جیسا شخص دنیا پر کیسی سلطنت کر گیا لیکن آج اس کا نام لینے والا کوئی نہیں ہے، سب کچھ ہونے کے باوجود خدا کی خدائی کا انکار اور نعمتوں کی ناقدری الامان والحفیظ، ظلم بالائے ظلم یہ کہ انسان کو انسان نہ جانا، کھرے کھوٹے کی تمیز بھی ختم ہوگئی، اخلاقی قدروں کی پامالی اور جبر و بربریت نے میں سسکتی رعایا کی آہ و پکار نے انہیں تباہی کے ایسے عمیق گھڑے میں ڈال دیا کہ آج دنیا میں انہیں کوئی اچھے نام سے یاد نہیں کرتا۔

رعد کے معانی ومطالب:

ف...... رعـــد اس آواز کا نام ہے جو اجسام سماویہ کی رگڑ سے بادل میں پیدا ہوتی ہے، جب دو بادل آپس میں ٹکراتے ہیں تو ایسی آواز کو رعد کہتے ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی پاک ﷺ کے پاس یہود آئے اور انہوں نے کہا اے ابوالقاسم! ہمیں بتایئے کہ رعد کیا چیز ہے؟ آپ نے فرمایا: وہ ایک فرشتہ ہے جس کو بادل کے اوپر مقرر کیا گیا ہے اس کے پاس آگ کا ایک کوڑا ہے وہ اس سے جہاں اللہ چاہتا ہے بادل کو ہانکتا ہے''، انہوں نے کہا اور یہ آواز جو ہم سنتے ہیں یہ کیا چیز ہے؟ فرمایا: ''جہاں بادل کو لے جانے کا حکم دیا وہاں لے جانے کے لئے فرشتہ جب بادل کو کوڑا مارتا ہے تو یہ اس کی آواز ہے''، انہوں نے کہا آپ نے سچ

فرمایا۔ (سنن الترمذی، کتاب تفسیرالقرآن، باب: من سورۃ الرعد، رقم: ۳۱۲۸، ص ۸۹۰)

حقیقی حاجت روا کون؟

۶۔۔۔۔وحدانیت الٰہی کا عقیدہ رکھ کر اگر کوئی مسلمان کسی دوسرے سے اپنی حاجت روائی کے لئے فریاد کرے یا حقیقی حاجت روا اللہ کو جانتا مانتا ہے مگر اس کے مُقرب بندوں سے بھی حاجت روائی رکھنے کی امید ہے اور اس بارے میں ظاہری اسباب مثلاً مزارات اولیاء وانبیاء پر حاضر ہوتا ہے یا نذرونیاز ودیگر ایصال ثواب کے ذرائع اختیار کرکے فائدہ حاصل کرتا ہے تو یہ امور عنداللہ جائز وکار ثواب ہیں۔امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ ''المصنف'' میں فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عباس نے فرمایا: کراماً کاتبین کے علاوہ اللہ عزوجل نے فرشتے مقرر کئے ہیں جو درختوں سے گرنے والے پتوں کو لکھ لیتے ہیں، جب تم میں سے کوئی کسی شخص کو سفر میں کوئی مشکل پیش آئے تو وہ اس طرح پکارے: اے اللہ کے بندو! تم پر اللہ رحم فرمائے میرے مدد کرو۔ (المصنف، ج ۱۰، ص ۳۹۰)

ابن کثیر اپنی معروف کتاب ''البدایۃ والنھایۃ'' میں لکھتے ہیں: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانے میں مسلمانوں کے سپہ سالار جلیل القدر صحابی خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو براہ راست مدد کے لئے پکارا، چنانچہ منقول ہے کہ: ''کان شعارھم یومئذ یا محمداہ'' یعنی اس دن مسلمانوں کا شعار سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو مدد کے لئے پکارنا تھا''۔

حاجی امداداللہ مہاجر مکی لکھتے ہیں: الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ بصیغۂ خطاب میں بعض لوگ کلام کرتے ہیں یہ اتصال معنوی پر مبنی ہے ،لہ الخلق والامر ،عالم امر مقید بجہت وطرف وقرب وبعد وغیرہ نہیں ہے پس اس کے جواز میں شک نہیں ہے۔ (شمائم امدادیہ ،ص ۵۲)

''النبی اولی بالمومنین من انفسھم'' کو بعد لحاظ صلہ من انفسھم کے دیکھئے تو یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی امت کے ساتھ وہ قرب حاصل ہے کہ ان کی جان کو بھی حاصل نہیں کیونکہ اولی بمعنی اقرب ہوا، اور اگر بمعنی احب اولی بالتصرف ہو جب بھی یہی بات لازم آئے گی۔ (تحذیر الناس، ص ۱۰)

شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ اپنی جوانی میں ایک بزرگ کی زیارت کو جا رہے تھے ساتھ میں دو آدمی اور تھے، آپس میں گفتگو ہوئی تو ایک شخص نے کچھ دینوی غرض بتلائی کہ میں اپنے رزق میں برکت کے لئے دعا کراؤں گا، دوسرے شخص نے جو کہ عالم وفاضل تھا کہا کہ میں ان کا امتحان لونگا کہ دیکھوں خالی بزرگ ہی ہیں یا کچھ علم سے بھی تعلق ہے۔ان سے ایسے پیچیدہ سوالات کروں گا جن کا جواب نہ بن پڑے، شیخ عبدالقادر نے کہا کہ میں اس لئے ان کی بارگاہ میں جا رہا ہوں کہ یہ اللہ کے مقبول بندے ہیں شاید ان کی زیارت سے ہمارے نفس کی اصلاح ہو جائے اور اللہ کا ہمارے حال پر فضل ہو جائے۔غرض تینوں ان بزرگ کے پاس پہنچے، ان کو کشف سے ان تینوں کے حال پہلے ہی معلوم تھے۔ ابھی یہ لوگ کچھ عرض کرنے بھی نہ پائے تھے کہ شیخ نے خود ہی سب کے سوالات کے جوابات دے دیئے، جو شخص دینوی غرض سے آیا تھا اس سے فرمایا کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ سونے چاندی کے ڈھیر تیرے قدموں کے نیچے ہونگے یعنی تیرا مقصد پورا ہوا۔ابن السقا نامی عالم سے فرمایا تیرا ایک سوال یہ ہے اور اس کا جواب یہ ہے، غرض سارے سوالات مع جوابات بیان کر دیئے اور کہا کہ میں تیرے چہرے پر کفر کے آثار دیکھ رہا ہوں اور وہ حالت دیکھ رہا ہوں جب تو اسلام سے مرتد ہو جائے گا چنانچہ یہی شخص ایک مرتبہ خلیفۂ وقت کی طرف سے ہرقل بادشاہ کے پاس کوئی پیغام لے کر گیا تھا، بہت بڑا عالم تھا کہ خلیفہ نے

سفارت کے لئے اس کو منتخب کیا مگر اس نے اُن بزرگ کے ساتھ گستاخی کی نیت کی تھی، اس کے وبال میں ہرقل کے پاس جا کر اس کی لڑکی پر فریفتہ ہوا اور اس کے عشق میں نصرانی ہوگیا اور اسی حالت میں مرگیا۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی سے شیخ نے فرمایا کہ مجھے یہ بات نظر آرہی ہے کہ تم ممبر بغداد پر بیٹھے ہوئے یہ کہہ رہے ہو کہ" قدمی هذه علی رقاب کل اولیاء الله یعنی میرا یہ قدم تمام اولیاء کی گردنوں پر ہے"۔ اور میں یہ بھی دیکھ رہا ہوں کہ اولیاء کی گردنیں جھکی ہوئی ہیں۔ اور یہی حال سیدی شیخ عبدالقادر کا ہوا۔ فائدہ: یہ ویسا ہی قصہ ہوا جیسا کہ حضرت خلیل اللہ کی آواز کو اللہ نے تمام عالم میں پہنچا دیا تھا کہ ارواح نے اپنے باپ کی پشت و ماں کے رحم میں جواب دیا لبیک لبیک، اسی طرح شیخ عبدالقادر جیلانی کی آواز خلیل الٰہی کی آواز تھی جس کو تمام عالم کے اولیاء نے سنا خدا نے سب کو آواز پہنچا دی۔

(تھانوی کے پسندیدہ واقعات، ص ۱۴۹ وغیرہ)

سجدہ کے لغوی واصطلاحی معنی:

ے..... متذکرہ آیت کے تحت سجدہ کے معنی کے حوالے سے دو اقوال ہیں: (۱)...... حقیقی سجدہ مراد ہے جو زمین پر پیشانی رکھ کر کیا جاتا ہے، اسی معنی کی بناء پر آیت کے دو معنی کے لحاظ سے دو اشکال بنیں گے ایک یہ کہ اگر چہ لفظ سجدہ عام ہے لیکن اس کے معنی خاص ہونگے جیسے آیت میں ہے ﴿ولله یسجد من فی السموت﴾ یعنی فرشتے اور ﴿والارض (الرعد:۱۵)﴾ یعنی مومنین خوشی سے یا مجبور ہوکر، یعنی مومنین میں سے اللہ کے مخلص بندے خوشی سے سجدہ کرتے ہیں اور منافقین جو کہ دکھاوے کے لئے اسلام کا لبادہ اوڑھے ہوتے ہیں مجبور ہوکر سجدہ کرتے ہیں اس لئے کہ یہ حضرات نہ تو اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لئے سجدہ کرتے ہیں اور نہ ہی اس کے عذاب سے خوف کرتے ہوئے سجدہ کرتے ہیں بلکہ مومنین کے خوف سے سجدہ کرتے ہیں۔ دوسرا معنی یہ ہے کہ لفظ اپنے عموم پر ہو لیکن اس کے معنی میں اشکال پایا جائے جیسے تمام ملائکہ، مومنین میں سے انسان اور جن اللہ کی بارگاہ میں خوش ہوکر سجدہ کرتے ہیں اور جو مجبور ہوکر سجدہ کرتے ہیں اس کے بارے میں منافقین والا قول دلالت کرتا ہے اور کافر چہ جائے کہ انسان میں سے ہوں یا جنات میں سے وہ سرے سے سجدہ ہی نہیں کرتے اور اسی معنی میں اشکال پایا جاتا ہے۔ پہلے اشکال کا جواب یہ ہے کہ زمین و آسمان میں جو کچھ بھی ہے سب پر سجدہ کرنا ضروری ہے اور وجوب کو وقوع وحصول کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے اور دوسرے اشکال کا جواب یہ ہے کہ سجدہ سے مراد اللہ کی عظمت و عبودیت کا اعتراف کرنا ہے لہٰذا آسمان و زمین میں سب کچھ اس بات کا اعتراف کرتے ہیں اور اس پر دلیل ﴿ولئن سالتهم من خلق السموات والارض لیقولن الله (لقمن:۲۵)﴾ ہے، (۲)...... سجدہ کے معنی فرمانبرداری، خضوع اور ممنوعہ چیزوں کو ترک کرنا ہے اور اس حوالے سے زمین و آسمان کی ہر چیز اُس پاک بارگاہ میں سجدہ ریز ہے یعنی ہر چیز پر اُس خالق کی قدرت نافذ ہے۔ مفسرین فرماتے ہیں کہ مومن ہو یا کافر سایہ ہر ایک کا سجدہ کرتا ہے اور مجاہد کے مطابق مومن کا سایہ خوشی اور کافر کا سایہ مجبور ہوکر سجدہ کرتا ہے۔

(الخازن، ج۳، ص ۱۱)

☆...... حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ کا فرمان ہے: "بندہ اپنے رب سے زیادہ قریب اس وقت ہوتا ہے جب وہ سجدہ کر رہا ہوتا ہے پس تم (سجدہ میں) بہت دعا کیا کرو"۔ (صحیح مسلم، کتاب الصلوۃ، باب: ما یقال فی الرکوع، رقم: ۹۷۰/۴۸۲، ص ۲۳۲)

☆...... حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "اعضاء سجدہ کے جلانے کو اللہ نے دوزخ پر حرام فرمایا ہے"۔

(صحیح البخاری، کتاب الاذان، باب: فضل السجود، رقم: ۸۰۶، ص ۱۳۱)

اندھیرے کفر اور اجالے......!

۸...... جس طرح اندھیرا اور اُجالا برابر نہیں، اسی طرح کفر اور ایمان بھی برابر نہیں ہوسکتے، شرک انکار، توحید معرفت برابر

نہیں ہوسکتے، شرکاء کو جمع کے صیغہ کے ساتھ اس لئے لائے ہیں کہ شرک کی اقسام بہت سی ہیں، یہود کا شرک، نصاریٰ کا شرک، بتوں کے ذریعے شرک، مجوسیوں کا شرک جب کہ توحید کی کوئی قسم نہیں ہے۔ (روح المعانی ،الجزء الثالث وعشر، ص ۴۵۹)

پانی کے ذریعے مثال دینا:

۹......جس طرح پانی میں سننے، دیکھنے، جاننے اور کسی کی فریاد کو سننے کی طاقت نہیں ہوتی، پانی پیاسے کو دیکھ سکتا ہے نہ اس کی فریاد سُن سکتا ہے، نہ از خود پیاسے کے منہ تک پہنچ سکتا ہے، یہی حال بتوں کا ہے کہ انہیں بھی نہ ادراک ہے نہ ہی شعور، نہ دیکھ سکتے ہیں، نہ سن سکتے ہیں، نہ اپنے ناک پر بیٹھی ہوئی مکھی اڑا سکتے ہیں، مجبور محض جو خود دوسرے کا محتاج ہو، بغیر کسی کاریگر کے بنائے معرض وجود میں نہیں آئے ایسا بے حس وحرکت بت خدا کیوں کر ہوسکتا ہے۔

آخرت کا حساب کتاب:

۱۰......فرقد سبخی کہتے ہیں کہ ہمیں شہر بن حوشب نے بیان کیا ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''بُرے حساب سے مراد یہ ہے کہ کچھ بھی درگزر نہ کیا جائے''۔ ابراہیم نخعی بیان کرتے ہیں کہ اے فرقد! کیا تو جانتا ہے کہ بُرا حساب کیا ہے؟ فرقد نے کہا میں نے جواب منفی میں دیا تو ابراہیم نخعی نے فرمایا: کسی انسان سے اس کے گناہ کا حساب اس انداز میں لیا جائے کہ اُس سے کچھ بھی درگزر نہ کیا جائے۔ (جامع البیان ،التجزء ۱۳، ص ۱۶۶)

اغراض: وغیر ذلک حمل میں موجود بچے کے اوصاف یعنی کالے گورے، پست طویل، سعید شقی، توانا کمزور ہونے کو جانتا ہے۔

بقدر وحد لا یتجاوزہ: یعنی اللہ نے جس کے لئے جو چیز جس حد کی میعاد میں بنادی ہے اس سے تجاوز نہیں ہوسکتا، چہ جائے کہ معاملہ سعادت وشقاوت ورزق کا ہو۔

ما غاب وماشوھد: یعنی جو چیز ہم سے پوشیدہ یا ظاہر ہے، اگرچہ ہر چیز اللہ کے سامنے ہے، چہ جائے کہ آسمانوں سے اوپر یا زمین کی تہہ میں کوئی چیز ہو۔ **فی علمه تعالیٰ**: یعنی اللہ تمام امور کی حد کو جانتا ہے، اس کے بارگاہ میں کوئی جھروسہ والا معاملہ نہیں ہے۔

للانسان: مراد مومن وکافر ہیں، اور اس میں انسان کے لئے منصب کرامت ہے کہ وہ ہر چیز کو یاد رکھنے والا ہے۔

من الحالة الجميلة: مراد طاعت ہے، اللہ کی عادت کریمہ ہے کہ کسی قوم سے نعمت اُس وقت تک نہیں چھینتا جب تک کہ قوم اپنے اچھے کاموں کو بُرے کاموں سے بدل نہ دے، اور یہی معنیٰ آیت ﴿ذلک بان اللہ لم یک......الخ (الانفال:۵۳)﴾ ہے، سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''جب تو اپنے دل میں تنگی محسوس کرے، اپنے رزق میں کمی پائے، اپنے بدن میں کمزوری پائے تو جان لے کہ تو نے لایعنی بات کہی ہے، پس نعمت بغیر کسی سبب کے اللہ کی جناب سے ہوتی ہے اور وہ نعمت نافرمانی کی وجہ سے سلب ہوجاتی ہے''۔

للمسافرین: مراد یہ ہے کہ مسافروں کو تو بارش کی ضرورت ہوتی ہے، مقیم کو بارشوں سے ڈرایا جاتا ہے جیسا کہ پھلوں اور دانوں کا سوکھ جانا، پس مسافروں کے لئے کبھی بارش باعث خیر ہوتی ہے اور کبھی باعث شر، پس انسان کو ہر وقت خوف وامید کی کیفیت میں ہونا چاہیے کہ اللہ ایسی خیر کو بھی لاتا ہے جس میں شر ظاہر ہوتا ہے اور ایسے شر کو بھی لاتا ہے جس میں خیر ظاہر ہوتا ہے۔

لا الہ الا اللہ: کی دعوت محمد رسول اللہ ﷺ نے دی ہے، اس کلمے کو اسلام کی کنجی کہا جاتا ہے، کوئی بھی اس کلمے کے بغیر دائرہ اسلام میں

داخل نہیں ہوسکتا۔من مدۃ الحمل:کا بیان حاشیہ نمبر۱ میں دیکھ لیں،ملائکۃ:کا بیان حاشیہ نمبر۳ میں دیکھ لیں۔

ضیاع:یعنی کافروں کی دعائیں رائگاں جاتی ہیں،اس لیے کہ کافر اُس سے مانگتے ہیں جو اپنے نفع نقصان کا مالک نہیں ہے،اور اللہ کی بارگاہ میں مانگی جانے والی دعائیں رائگاں نہیں جاتیں۔اللہ ان دعاؤں کو چاہے تو دنیا ہی میں قبول کرلے،چاہے تو آخرت کے لیے محفوظ کرلے کہ اُسے راہ جنت کی ہدایت نواز دے،یہ بھی قبولیت کی ایک صورت ہے۔جس کی طرف آیت ﴿وما كان الله ليعذبهم وانت فيهم وما كان الله معذبهم وهم يستغفرون (الانفال:۳۳)﴾ دلالت کرتی ہیں۔

لا جواب غیرہ:یعنی انہیں (سید عالم ﷺ کی قوم مراد ہے)،اللہ کی وحدانیت کا معترف کرانا مقصود ہے،لیکن وہ حسد کی وجہ سے انکاری ہیں۔الکفر:کفر میں تاریکیوں کی تمام اقسام کو داخل کرلیا گیا ہے،ایمان میں فقط ایک ہی بات ایمان باللہ داخل ہے،اسی لیے ایمان کے نور سے مراد جنت لی گئی اور کفر سے مراد تاریکیاں یعنی جہنم لی گئی۔

ای لیس الامر کذالک یعنی بتوں نے کچھ تخلیق نہیں کیا،اور کافر بھی اس بات کو جانتے تھے لیکن محض حسد اور جہالت کی بنا پر بتوں کی تاثیر کا اظہار کرتے تھے۔کالاوانی:مراد المسکوک (بخل) ہے،جس سے لوگ اپنی زندگی میں نفع اٹھاتے ہیں۔

والحق ثابت:جیسا کہ پانی اور جوہر ثابت ہیں،اور ان کے جھاگ کو پھینک دیا جاتا ہے،اسی طرح باطل کی مثال ہے،جیسا کہ جھاگ جو کہ پانی کی اوپری سطح پر ہوتا ہے اور لوہے کا زنگ جب اسے آگ میں ڈال دیا جائے،اسی طرح حق کی مثال ہے کہ جب تک اس میں باطل کی ملاوٹ ہو قابل منافع نہیں ہوسکتا،یہ آیت امت محمدیہ کیلئے خوشخبری ہے کہ وہ حق پر ثابت رہیں انہیں مخالف عقیدے والے لوگ نقصان نہ دیں گے بلکہ اُسے بلندی تک لے جائیں گے۔

(الصاوی، ج۳، ص ۲۰۶ وغیرہ)

رکوع نمبر:۹

وَنَزَلَ فِیْ حَمْزَةَ وَ اَبِیْ جَهْلٍ ﴿اَفَمَنْ یَّعْلَمُ اَنَّمَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ الْحَقُّ﴾ فَاٰمَنَ بِهٖ ﴿کَمَنْ هُوَ اَعْمٰی﴾ لَا یَعْلَمُهٗ وَلَا یُؤْمِنُ بِهٖ لَا ﴿اِنَّمَا یَتَذَکَّرُ﴾ یَتَّعِظُ ﴿اُولُوا الْاَلْبَابِ (۱۹)﴾ اَصْحَابُ الْعُقُوْلِ ﴿الَّذِیْنَ یُوْفُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ﴾ اَلْمَاخُوْذُ عَلَیْهِمْ وَهُمْ فِیْ عَالَمِ الذَّرِّ اَوْ کُلِّ عَهْدٍ ﴿وَلَا یَنْقُضُوْنَ الْمِیْثَاقَ (۲۰)﴾ بِتَرْکِ الْاِیْمَانِ اَوِ الْفَرَائِضِ ﴿وَالَّذِیْنَ یَصِلُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ یُّوْصَلَ﴾ مِنَ الْاِیْمَانِ وَالرَّحِمِ وَغَیْرِ ذَالِکَ ﴿وَیَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ﴾ اَیْ وَعِیْدَهٗ ﴿وَیَخَافُوْنَ سُوْٓءَ الْحِسَابِ (۲۱)﴾ تَقَدَّمَ مِثْلُهٗ ﴿وَالَّذِیْنَ صَبَرُوْا﴾ عَلَی الطَّاعَةِ وَالْبَلَاءِ وَعَنِ الْمَعْصِیَةِ ﴿ابْتِغَاءَ﴾ طَلَبَ ﴿وَجْهِ رَبِّهِمْ﴾ لَا غَیْرَهٗ مِنْ اَغْرَاضِ الدُّنْیَا ﴿وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْفَقُوْا﴾ فِی الطَّاعَةِ ﴿مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِیَةً وَّیَدْرَءُوْنَ﴾ یَدْفَعُوْنَ ﴿بِالْحَسَنَةِ السَّیِّئَةَ﴾ کَالْجَهْلِ بِالْحِلْمِ وَالْاَذٰی بِالصَّبْرِ ﴿اُولٰٓئِکَ لَهُمْ عُقْبَی الدَّارِ (۲۲)﴾ اَیِ الْعَاقِبَةُ الْمَحْمُوْدَةُ فِی الدَّارِ الْاٰخِرَةِ هِیَ ﴿جَنّٰتُ عَدْنٍ﴾ اِقَامَةٍ ﴿یَّدْخُلُوْنَهَا﴾ هُمْ ﴿وَمَنْ صَلَحَ﴾ آمَنَ ﴿مِنْ اٰبَآئِهِمْ وَاَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّیّٰتِهِمْ﴾ وَاِنْ لَّمْ یَعْلَمُوْا بِعَمَلِهِمْ یَکُوْنُوْنَ فِیْ دَرَجَاتِهِمْ تَکْرِمَةً لَّهُمْ ﴿وَالْمَلٰٓئِکَةُ یَدْخُلُوْنَ عَلَیْهِمْ مِّنْ کُلِّ بَابٍ (۲۳)﴾ مِنْ اَبْوَابِ الْجَنَّةِ اَوِ الْقُصُوْرِ اَوَّلَ دُخُوْلِهِمْ لِلتَّهْنِئَةِ یَقُوْلُوْنَ ﴿سَلٰمٌ عَلَیْکُمْ﴾ هٰذَا الثَّوَابُ ﴿بِمَا﴾ بِمَا ﴿صَبَرْتُمْ﴾ بِصَبْرِکُمْ فِی الدُّنْیَا ﴿فَنِعْمَ عُقْبَی الدَّارِ (۲۴)﴾ عُقْبَاکُمْ ﴿وَالَّذِیْنَ یَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مِیْثَاقِهٖ

وَيَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ وَيُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ ﴾ بِالْكُفْرِ وَالْمَعَاصِيْ ﴿اُولٰٓئِكَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ ﴾اَلْبُعْدُ مِنْ رَحْمَةِ اللّٰهِ﴿وَلَهُمْ سُوْٓءُ الدَّارِ (۲۵)﴾اَيِ الْعَاقِبَةُ السَّيِّئَةُ فِي الدَّارِ الْاٰخِرَةِ وَهِيَ جَهَنَّمُ ﴿اَللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ ﴾يُوَسِّعُهُ﴿لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ ﴾ يُضَيِّقُهُ لِمَنْ يَّشَاءُ﴿وَفَرِحُوْا ﴾اَيْ اَهْلُ مَكَّةَ فَرِحَ بَطَرٍ﴿بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ﴾اَيْ بِمَا نَالُوْهُ فِيْهَا﴿وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا ﴾فِيْ جَنْبِ حَيٰوةِ﴿فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا مَتَاعٌ (۲۶)﴾شَيْءٌ قَلِيْلٌ يُتَمَتَّعُ بِهٖ وَيُذْهَبُ.

﴿ترجمہ﴾

(یہ آیت مبارکہ حضرت حمزہ اور ابوجہل کے حق میں نازل ہوئی) تو کیا وہ جو جانتا ہے جو کچھ تمہاری طرف تمہارے رب کے پاس سے اترا ہے حق ہے (اور وہ اس پر ایمان لے آیا) وہ اس جیسا ہوگا جو اندھا ہے (نہ اسے جانتا ہے اور نہ اس پر ایمان لیکر آتا ہے نہیں، دونوں برابر نہیں ہوسکتے) نصیحت وہی مانتے ہیں جنہیں عقل ہے (یتذکر بمعنی یتعظ ہے اور اولوا الالباب کے معنی صاحب عقل لوگ ہیں) وہ جو اللہ کا عہد......۱...... پورا کرتے ہیں (عہد سے مراد وہ عہد ہے جو اُن سے عالم ذر میں لیا گیا یا ہر قسم کا عہد مراد ہے) اور قول باندھ کر پھرتے نہیں (ایمان یا فرائض کو ترک کرکے) اور وہ کہ جوڑتے ہیں اُسے جس کے جوڑنے کا اللہ نے حکم دیا......۲......(مراد ایمان سے ناطہ جوڑنا اور رشتے داروں سے تعلقات جوڑنا ہے) اور اپنے رب سے (یعنی اس کی وعید سے) ڈرتے ہیں اور حساب کی بُرائی سے اندیشہ رکھتے ہیں (اس کی مثال ماقبل ذکر ہوچکی ہے) اور وہ جنہوں نے صبر کیا......۳......(فرمانبرداری اور آزمائشوں پر اور نافرمانی سے) اپنے رب کی رضا چاہنے کو (اس کے سوا ان کا کوئی دنیاوی مطلوب نہیں، یعنی سازوسامان وغیرہ، ابتغاء بمعنی طلب ہے) اور نماز قائم رکھی اور خرچ کیا (اطاعت گزاری میں) ہمارے دیے سے چھپے اور ظاہر (اور دور کرتے ہیں) بُرائی کو بھلائی سے......۴......(جہالت کو حلم کے ذریعے اور اذیت پر صبر کرتے ہوئے) انہیں کے لیے پچھلے گھر کا نفع ہے (یعنی دار آخرت میں ان کے لیے اچھا انجام ہے) بسنے (رہنے) کے باغ وہ (ہی) ان میں داخل ہونگے جو لائق ہیں......۵......(یعنی امانت دار ہیں) ان کے باپ دادا اور بی بیوں اور بچوں میں......۶......(اگرچہ انہوں نے ان کی مثل عمل خیر نہ بھی کیے ہوں تب بھی عاملین کی عزت افزائی کے لیے یہ بھی ان کے درجات میں داخل ہونگے) اور فرشتے ہر دروازے سے (جنت کے یا محلات کے، داخلے کے وقت ان کی عزت افزائی کے لیے) یہ (کہتے ہوئے داخل ہونگے) سلامتی ہو تم پر......۷......(یہ ثواب) تمہارے صبر کا بدلہ ہے (یعنی یہ دنیا میں تمہارے عمل کرنے کے سبب ملا ہے) تو پچھلا گھر (یعنی تمہارا انجام) کیا ہی خوب ملا اور وہ جو اللہ کا عہد اس کے پکے ہونے کے بعد توڑتے ہیں اور جس کے جوڑنے کو اللہ نے فرمایا اسے قطع کرتے اور (جو کفر و دیگر گناہوں کا ارتکاب کرکے) زمین میں فساد پھیلاتے ہیں ان کا حصہ لعنت ہی ہے (لعنت کا معنی اللہ کی رحمت سے دوری ہے) اور ان کا نصیبہ بُرا گھر......۸......(یعنی دار آخرت میں بُرا انجام ہے) جس کے لیے چاہے اور تنگ کرتا ہے (یعنی رزق کو جس کے لیے چاہے تنگ کرتا ہے) اور کافر (یعنی اہل مکہ) اترا گئے (یعنی تکبر کرتے ہوئے خوش ہوئے) دنیا کی زندگی پر (یعنی ان نعمتوں پر جو انہوں نے دنیا میں پائیں) اور دنیا کی زندگی نہیں آخرت (کی زندگی) کے مقابلے میں مگر کچھ برت لینا (یعنی معمولی شے جس سے نفع اٹھایا جاتا ہے پھر وہ چلی جاتی ہے)۔

﴿ترکیب﴾

﴿افمن یعلم انما انزل الیک من ربک الحق کمن ھو اعمی﴾.

ھمزہ : استفہامیہ، ف : عاطفہ معطوف علی محذوف "الیستوی المؤمن والکافر"، من : موصولہ، یعلم : فعل بافاعل، انما : حرف مشبہ، ما: کافہ، انزل : فعل، الیک ظرف مستقر حال مقدم، الحق : ذوالحال ملکر نائب الفاعل، من ربک: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ مفعول، ملکر جملہ فعلیہ صلہ، ملکر مبتدا، ک: بمعنی مثل مضاف، من ھو اعمی : موصول صلہ، ملکر مضاف الیہ، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿انما یتذکر اولوا الالباب﴾.

انما : حرف مشبہ وماکافہ، یتذکر فعل، اولوا الالباب : مرکب اضافی فاعل، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿الذین یوفون بعھد اللہ ولا ینقضون المیثاق﴾.

الذین : موصول، یوفون بعھداللہ : جملہ فعلیہ معطوف علیہ، ولا ینقضون المیثاق : جملہ فعلیہ معطوف، ملکر صلہ، ملکر معطوف علیہ۔

﴿والذین یصلون ما امر اللہ بہ ان یوصل ویخشون ربھم ویخافون سوء الحساب﴾.

و : عاطفہ، الذین: موصول، یصلون: فعل بافاعل، ما: موصولہ، امر اللہ: فعل بافاعل، ب: جار، ہ: ضمیر مبدل منہ، ان یوصل : جملہ بتاویل مصدر بدل ، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر صلہ، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، ویخشون ربھم : جملہ فعلیہ معطوف اول، ویخافون سوء الحساب : جملہ فعلیہ معطوف ثانی، ملکر صلہ، اپنے موصوف سے ملکر معطوف اول۔

﴿والذین صبروا ابتغاء وجہ ربھم واقاموا الصلوۃ وانفقوا مما رزقنھم سرا وعلانیۃ ویدرؤن بالحسنۃ السیئۃ﴾.

و: عاطفہ، الذین: موصول، صبروا ابتغاء وجہ ربھم : فعل بافاعل ومفعول لہ، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ ، واقاموا الصلوۃ : جملہ فعلیہ معطوف اول، وانفقوا مما رزقنھم : فعل بافاعل وظرف لغو، سرا وعلانیۃ: حال ہے "انفقوا" کے فاعل سے، ملکر جملہ فعلیہ معطوف ثانی، ویدرء ون بالحسنۃ السیئۃ : جملہ فعلیہ معطوف ثالث، ملکر صلہ، ملکر معطوف ثانی، معطوف علیہ اپنے تمام معطوفات سے ملکر مبتدا۔

﴿اولئک لھم عقبی الدار﴾

اولئک: مبتدا، لھم عقبی الدار : جملہ اسمیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ ہوکر خبر، اپنے ماقبل موصول صلہ مبتدا سے ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿جنت عدن یدخلونھا ومن صلح من ابائھم وازواجھم وذریاتھم﴾.

جنت عدن : مبتدا، یدخلونھا: فعل بافاعل ومفعول، و: بمعنی مع مضاف، من : موصولہ، صلح :فعل ھو ضمیر ذوالحال، من: جار، ابائھم وازواجھم وذریاتھم : معطوف علیہ ومعطوف ملکر مجرور، ملکر ظرف مستقر حال، ملکر فاعل، ملکر صلہ، ملکر مضاف الیہ، ملکر مفعول معہ، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿والملائکۃ یدخلون علیھم من کل باب﴾.

و: حالیہ، الملئکۃ :مبتدا، یدخلون علیھم من کل باب : جملہ فعلیہ خبر ملکر جملہ اسمیہ حال ہے ماقبل یدخلونھا کے فاعل سے۔

﴿سلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار﴾.

سلم: مصدر بافاعل، بما صبرتم : ظرف لغو، ملکر شبہ جملہ مبتدا، علیکم : ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ اسمیہ، ف: فصیحہ، نعم عقبی الدار : فعل مدح بافاعل، ملکر جملہ انشائیہ خبر مقدم، ھی ضمیر محذوف مبتدا مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿والذین ینقضون عهد الله من بعد میثاقه ویقطعون ما امر الله به ان یوصل ویفسدون فی الارض﴾۔

و: عاطفہ، الذین: موصول، ینقضون عهد الله من بعد میثاقه: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، ویقطعون ...... ان یوصل: جملہ فعلیہ معطوف اول، ویفسدون فی الارض: جملہ فعلیہ معطوف ثانی، ملکر صلہ، ملکر مبتدا۔

﴿اولئک لهم اللعنة ولهم سوء الدار﴾۔

اولئک: مبتدا، لهم اللعنة: جملہ قسمیہ معطوف علیہ، ولهم سوء الدار: جملہ اسمیہ معطوف، ملکر خبر، مبتدا خبر ملکر پھر خبر ہوئی ماقبل مبتدا "الذین ینقضون" سے ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿الله یبسط الرزق لمن یشاء ویقدر﴾۔

الله: مبتدا، یبسط الرزق لمن یشاء: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، ویقدر: جملہ فعلیہ معطوف، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿وفرحوا بالحیوة الدنیا وما الحیوة الدنیا فی الاخرة الا متاع﴾۔

و: مستانفہ، فرحوا: فعل بافاعل، ب: جار، الحیوة الدنیا: مرکب توصیفی ذوالحال، و: حالیہ، ما: نافیہ، الحیوة الدنیا: ذوالحال، فی: جار، الاخرة: بحذف المضاف "جنب" مضاف الیہ، ملکر مرکب اضافی مجرور، ملکر ظرف مستقر حال، ملکر مبتدا، الا: للحصر، متاع: خبر ملکر جملہ اسمیہ حال، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

عهد پورا کرنے سے متعلق اقوال:

ا...... اس بارے میں متعدد اقوال ہیں، (۱)...... حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے نزدیک اس سے مراد وہ عہد ہے جو اللہ ﷻ نے حضرت آدم علیہ السلام کی پشت سے ان کی تمام اولاد کو نکال کر لیا تھا اور یہ پوچھا تھا کہ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں، تو سب نے یک زبان کہا کیوں نہیں۔ (۲)...... ہر انسان کی عقل میں اللہ نے یہ صلاحیت رکھی ہے کہ وہ ان دلائل سے اللہ کی توحید اور حضرات انبیائے کرام کی نبوت کو پہچان سکے۔ (۳)...... بعض احکام عقلی دلائل سے ثابت ہوتے ہیں جو نا قابل تنسیخ ہوتے ہیں مثلاً قتل کرنا، زنا کرنا، اور جھوٹ بولنا حرام ہے اور ہر شخص جو اپنی عقل سے اللہ کی معرفت حاصل کر سکتا ہے اس کا اللہ سے یہ عہد ہے کہ وہ ان احکام پر عمل کریگا۔ (۴)...... جب انسان کلمہ پڑھ کر اسلام میں داخل ہو گیا تو اس نے اللہ سے یہ عہد کر لیا کہ وہ اس کے تمام فرائض پر عمل کرے گا اور جن کاموں سے اس نے منع کیا ہے ان سے اجتناب کرے گا اور جب اس نے سیدنا محمد ﷺ کی رسالت کو مان لیا تو اس نے یہ التزام کیا ہے کہ اُنکی اتباع کرے گا۔ (۵)...... اکثر مفسرین کرام کا قول یہ ہے کہ یہ کلام ﴿ولا ینقضون المیثاق (الرعد:۲۰)﴾ عہد کو پورا کرنے کے قریب ترین ہے، اس لئے کہ عہد کو پورا کرنا اسے توڑنے کے مقابلے میں قریب ہوتا ہے، اس کی مثال یہ ہے کہ جب اللہ کو واجب الوجود مان لیا تو اس کے غیر کی نفی ہو گئی اس لئے کہ دونوں مفہوم بیک وقت پایا جانا ناممکن ہے کہ اللہ کو واجب الوجود ماننے اور دوسرے کیلئے بھی یہی عقیدہ رکھے لہذا ضروری ہے کہ عہد کے پورا کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو توڑنے سے اجتناب کرے۔ (۶)...... یہ بھی جان لے کہ عہد کو پورا کرنا بڑی سعادتمندیوں کا کام ہے، سید عالم ﷺ نے فرمایا: "اس شخص کا ایمان کامل نہ ہوگا جس میں امانت کی پرواہ کرنا نہ پایا جائے اور اس شخص کا دین کامل نہیں ہو سکتا جو عہد کو پورا نہ کرے" اور اس قسم کی آیات قرآن مجید میں کئی مقامات پر موجود ہیں۔ (۷)...... وعدے کو وہی شخص پورا کرے گا جو مکلف بھی ہو، حاصل کلام یہ ہے کہ ﴿الذین یوفون بعهد الله (الرعد:۲۰)﴾ میں اسی جانب اشارہ ہے۔ (الرازی، ج۷، ص ۳۳)

کن رشتے داروں سے جوڑا جائے:

۲؎......جہاں اللہ نے اپنے حقوق ادا کرنے کا حکم دیا یعنی عبادات بجالانے، عہد پورا کرنے وغیرہ کا، وہیں بندوں کے حقوق کا اہم خیال رکھنے کا بھی حکم ارشاد فرمایا ہے۔ بندوں کے تمام حقوق واجبہ کی رعایت کرنا ضروری ہے، اس میں خاص طور پر رشتے داری نبھانے اور عمومی طور پر ہر مسلمان سے اچھا برتاؤ کرنے، اُن سے نیکی کرنے کا درس ملتا ہے۔ اللہ نے ارشاد فرمایا: ﴿انما المومنون اخوة یعنی مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں(الحجرات:۱۰)﴾۔ اب اسی نسبت سے ہر مسلمان دوسرے مسلمان کے ساتھ نیک سلوک کرے، والدین، بھائی بہن، بیوی بچے، علی الترتیب رشتے داروں کے حقوق کا خاص خیال رکھا جائے۔

☆......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''اس شخص کی ناک خاک آلود (یہ جملہ تین بار ارشاد فرمایا)، عرض کی گئی یارسول اللہ کس کی ناک خاک آلود ہو؟ جواباً ارشاد فرمایا: ''جس نے اپنے والدین کو یا ان میں سے کسی ایک کو بڑھاپے کی حالت میں پایا پھر وہ جنت میں داخل نہیں ہوا''۔ (صحیح مسلم، کتاب البر والصلة، باب: رغم انف من، رقم: ٦٤٠٥/ ٢٥٥١، ص١٢٦٥)

☆......حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ شہنشاہ کون ومکان صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''سب سے بڑی نیکی یہ ہے کہ باپ کے انتقال کے بعد اس کے دوستوں سے تعلق جوڑ کر رکھا جائے''۔ (المرجع السابق، رقم:٦٤٠٨/ ٢٥٥٢)

☆......حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص یہ چاہتا ہے کہ اس کے رزق وعمر میں اضافہ ہو، اس کو چاہیے کہ اپنے رشتے داروں سے میل ملاپ رکھے''۔ (صحیح البخاری، کتاب الادب، باب:من بسط له، رقم ٥٩٨٦، ص١٠٤٨)

☆......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''رحم رحمٰن کی رحمت کے آثار میں سے ایک اثر ہے، اللہ نے (اپنی صفت رحیمی سے) فرمایا ہے کہ جو تجھ سے ملاپ رکھے گا میں اس سے ملاپ رکھوں گا اور جو تجھ سے قطع تعلق کرے گا میں اس سے منقطع رہوں گا۔ (صحیح البخاری، کتاب الادب، باب:من وصل وصل الله، رقم:٥٩٨٨، ص١٠٤٨)

☆......حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''زنا وقطع رحم کے علاوہ کسی گناہ پر اللہ دنیا میں مواخذہ نہیں فرماتا اور آخرت میں بھی اس کی سزا کو ذخیرہ کرتا ہے''۔ (سنن ابو داؤد، کتاب الادب، باب:فی النھی عن البغی، رقم: ٤٩٠٢، ص٩١٧)

دعائیہ کلمات صبر کے منافی نہیں!

۳؎......صبر سے مراد یہ ہے کہ غیر اللہ کے سامنے کسی تکلیف کا شکوہ نہ کرنا کیونکہ اللہ کی بارگاہ میں تکلیف میں مبتلا ہونے کا اظہار کرنا صبر کے منافی نہیں، یہی وجہ ہے کہ جب حضرت سیدنا ایوب علیہ السلام نے رب قدوس کی بارگاہ میں اپنی مصیبت کے دور کرنے کی ان الفاظ میں دعا مانگی ﴿وایوب اذ نادی ربه انی مسنی الضر وانت ارحم الرحمین(الانبیاء:۸۳)﴾ تو اللہ نے اپنے اس فرمان عالیشان سے ان کی تعریف فرمائی ﴿انا وجدنه صابرا﴾ پس اس سے معلوم ہوا کہ پروردگار عزوجل کو کوئی بندہ جب اس کی بارگاہ میں رفع مصیبت کے لئے دعا کرتا ہے تو یہ صبر کے منافی نہیں۔ (التعریفات، ص ١١٠)،(عطائین، ج١، ص ١٩٦)

بُرائی کو بھلائی سے ٹال:

۴؎......یعنی شر کو خیر سے، بُرائی کو احسان سے ٹالتے ہیں، ابن جریر نے ابن زید، انہوں نے ابن جبیر سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ جب انہیں بُرائی پہنچتی تھی تو ان کا عمل فرمان مقدس نشان ﴿واذا خاطبهم الجاهلون قالوا سلاما (الفرقان:٦٣)﴾ ہوتا

تھا، حسن کہتے ہیں کہ جب تمہیں محروم کیا جائے تو عطا کی بارش فرما، جب ظلم کیا جائے تو معاف فرما دے، جب تعلق توڑا جائے تو جوڑنے کے سامان کر۔ ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے کہ جو لوگ بُرائی کو نیکی سے ٹالتے ہیں تو بُرائی مٹادی جاتی ہے (اور نیکی باقی رہتی ہے)، حدیث میں ہے کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ (آپ نے ارشاد فرمایا): ''بندہ جب بُرائی کرے تو ساتھ ہی نیکی بھی کرلے تاکہ نیکی بُرائی کو مٹا دے، پوشیدہ گناہ کا ازالہ پوشیدہ ہے اور اعلانیہ کا ازالہ اعلانیہ ہے''۔ ابن کیسان سے روایت ہے کہ وہ لوگ گناہ ہوجانے کے فوراً بعد توبہ کرتے تھے، ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے صدقہ دے کر بُرائی (عذاب) کو دور کرے، ایک قول کے مطابق یہ ہے کہ جب کوئی ناپسندیدہ بات دیکھے تو اُسے دور کرنے کی سعی کرے۔ (روح المعانی، الجزء الثالث عشر، ص ١٧٧)

☆...... حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''تم سچائی کو لازم پکڑلو، اس لئے کہ سچائی بھلائی کی رہنمائی کرتی ہے اور بھلائی جنت کی طرف لے جاتی ہے اور بندہ سچ بولتا رہتا ہے یہاں تک کہ وہ اللہ کے ہاں صدیق لکھ دیا جاتا ہے اور جھوٹ سے بچو کیونکہ جھوٹ بُرائی کی طرف رہنمائی کرتا ہے اور بُرائی جہنم کی طرف لے جاتی ہے، بندہ جھوٹ بولتا رہتا ہے یہاں تک کہ اللہ کے یہاں بھی جھوٹا لکھ دیا جاتا ہے''۔ (سنن الترمذی، کتاب البر و الصلة، باب: ما جاء فی الصدق، رقم: ١٩٧٨، ص ٥٨٢)

جنت میں لے جانے والے اعمال:

۵...... اس سے پہلی آیت میں اللہ نے مومنوں کی آٹھ خصلتیں بیان فرمائیں، (١)...... جو اللہ سے کئے ہوئے عہد کو پورا کرتے ہیں اور پکے عہد کو توڑتے نہیں، (٢)...... جو رشتوں کو جوڑے رکھتے ہیں، (٣)...... اللہ ﷻ کا خوف رکھتے ہیں، (۴)...... سختی سے لئے جانے والے حساب سے ڈرتے ہیں، (۵)...... اپنے رب کی رضا طلب کرنے میں صبر سے کام لیتے ہیں، (٦)...... نماز قائم کرتے ہیں، (٧)...... ظاہر و پوشیدہ خرچ کرتے ہیں، (٨)...... بُرائی کو اچھائی سے دور کرتے ہیں۔ اللہ رب العالمین نے ان آٹھ خصلتوں پر قائم رہنے والے کو جن خوشخبریوں سے نوازا وہ یہ ہیں۔ (١)...... اللہ ﷻ انہیں دائمی جنتوں میں داخل فرمائے گا، (٢)...... ان کے ماں باپ، آل اولاد، رشتے دار جو بھی نیک ہونگے جنت میں ان کے ساتھ ہونگے، (٣)...... فرشتے ہر دروازے سے ان کو سلام کرتے ہوئے داخل ہونگے، (۴)...... ان کے صبر کرنے کی داد و تحسین فرمائیں گے۔

اہل وعیال کے ساتھ دخول جنت بھی ایک نعمت ہے!

٦...... حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں جس نے اس طرح تصدیق کی جس طرح مسلمانوں نے تصدیق کی تھی خود اس کے عمل ان کی طرح نہ ہوں وہ بھی جنت میں داخل ہونگے، زجاج نے کہا کہ اللہ نے اس آیت میں یہ بیان فرمایا ہے کہ جب تک نیک اعمال نہ ہوں نسب سے کوئی فائدہ نہیں ہوگا بلکہ کسی انسان کے باپ دادا، اس کی بیوی، اور اس کی اولاد نے اگر نیک اعمال نہ کیے ہوں تو وہ جنت میں داخل نہیں ہونگے۔ علامہ واحدی نے کہا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے جو فرمایا وہ صحیح ہے، کیونکہ اللہ نے اطاعت گزار کی جزا میں جنت اس کی اس خوشی کو بھی رکھا ہے کہ اس کے اہل اس کے ساتھ جنت میں داخل ہوں اور یہ اس بات پر دلیل ہے کہ جس نے نیک اعمال کئے اس کے اکرام کی وجہ سے اس کے اہل وعیال کو جنت میں داخل کیا جائے اور اس کے اہل وعیال اپنے نیک اعمال کی وجہ سے جنت میں داخل ہوں تو اس میں اس اطاعت گزار کے اکرام کا کوئی دخل نہیں ہے اور اس کے ساتھ اس کے اہل کو جنت میں داخل کرنے کے وعدہ کا بھی کوئی فائدہ نہیں ہے کیونکہ جو شخص بھی نیک عمل کرے گا وہ جنت میں داخل ہوجائے گا۔ (الرازی، ج ٧، ص ٣٦)

☆...... سید عالم ﷺ کی ایک زوجہ سودہ بنت زمعہ بھاری جسم کی تھیں، وہ سید عالم ﷺ کے پاس بوڑھی ہوگئیں، آپ ﷺ نے انہیں

طلاق دینے کا ارادہ فرمایا تو انہوں نے کہا مجھے طلاق نہ دیں، میرے معاملہ میں آپ کو مکمل اختیار ہے، میں تو صرف یہ چاہتی ہوں کہ میرا حشر آپ کی ازواج میں ہو اور میں اپنی باری حضرت عائشہ کو ہبہ کردی ہے، اور میرا وہ ارادہ نہیں ہے جو دیگر عورتوں کا ہوتا ہے، سید عالم ﷺ نے انہیں اپنے نکاح میں برقرار رکھا اور ان کی وفات سید عالم ﷺ کے نکاح میں ہوئی، ان کی وفات حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور کے آخر وقت میں ہوئی۔ (الاستیعاب، ج٤، ص ٤٢٢، رقم ٣٤٢٨)

جنتیوں کے لئے سلامتی :

ے...... حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ فقراء میں سے ایک شخص سید عالم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر خدمت ہوا، اس نے کہا کہ میں فقراء کا ایک قاصد ہوں، سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''مرحبا، اُس قوم کے نمائندے جو مجھے محبوب ہے''، اس نے کہا یارسول اللہ فقراء کہتے ہیں: امیر لوگ ہر قسم کے خیر کے امورانجام دے لیتے ہیں، وہ حج کرتے ہیں لیکن ہمیں حج کی استطاعت نہیں، وہ صدقہ کرتے ہیں لیکن ہم اس کی طاقت نہیں رکھتے، وہ غلام آزاد کرتے ہیں لیکن ہمیں اس پر قدرت نہیں، مریضوں کی مال وغیرہ سے مدد کرتے ہیں، سید عالم ﷺ نے فرمایا: میری جانب سے فقراء کو یہ پیغام دے دینا اور کہنا کہ جو مجھ سے تین امور میں احتساب کا وعدہ کرے تو امیر لوگ ان سے کچھ آگے نہ ہوں، (۱)...... جنت میں سرخ یاقوت کے کمرے ہونگے جنہیں اہل جنت دیکھیں گے جیسا کہ دنیا میں ستاروں کو دیکھا جاتا ہے یہ کمرے فقط فقراء کے لئے ہوں گے، یا شہید یا مومن فقیر کیلئے، (۲)...... فقراء جنت میں امیر لوگوں کے مقابلے میں نصف دن پہلے داخل ہونگے اور نصف دن کی مقدار پانچ سو سال ہے، (۳)...... جب فقراء یہ کہیں: سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر تو امیر لوگ اس جملے کے کہنے سے فقراء سے آگے نہیں بڑھ سکتے، فقراء کو اس جملے کے ادا کرنے کا دوگنا ثواب ملے گا۔

یہ بھی جاننا چاہیے کہ فرشتوں کے سلام کو دنیا میں سننا اور انہیں دیکھنا خاص بندوں کے ساتھ متعلق ہے، جو فرشتوں کے لطیف جوہر کو سننے اور دیکھنے کی طاقت رکھتے ہیں، امام غزالی ''المنقذ من الضلال'' میں فرماتے ہیں کہ حضرات صوفیاء فرشتوں کو حالت نیند میں دیکھ لیا کرتے تھے، تاکہ ان کے نفوس کو طہارت حاصل ہو اور ان کے دل مزید تزکیہ (پاکیزگی) حاصل کریں، ہر قسم کے نقص وگندگی دور ہو، دنیاوی مال واسباب کی محبتیں ختم ہوں، اللہ کا نام نامی اسم گرامی علمی، عملی، دائمی طور پر بلند ہو، اور فرشتوں کو عالم مثال (خواب) یا عالم نشاۃ (وقت آخر/ جنت میں) کے علاوہ نہیں دیکھا جاسکتا جیسا کہ مخفی نہیں۔ (روح البیان، ج٤، ص ٤٧١)

بُرا ٹھکانہ جہنمیوں کا ہے!

۸...... ماقبل آیات میں مومنین کے لئے انعام واکرام کا وعدہ فرمایا تھا، یہاں بیان فرمایا کہ کافروں کے لئے جہنم کا عذاب ہے، سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ دنیا کی زندگی میں کفار کی اکثریت عیش وعشرت میں نظر آتی، کافر ممالک دنیا میں بڑی ترقی کر چکے ہیں، مال ومتاع بھی بہت ہے، مزید یہ کہ زراعت، صنعت، دفاعی ساز وسامان اور جدید تعلیمی وتکنیکی ادارے، سائنسی علوم میں بے پناہ ترقی وعروج، غرض ہر میدان میں بے پناہ ترقی نظر آتی ہے جب کہ مسلمانوں کا حال بے حد بُرا دکھائی دیتا ہے۔ اگر یہ اللہ کی رحمت سے دور ہیں تو ان کے لئے یہ آسانیاں اور ترقیاں کیسی ہیں؟ اس اعتراض کے کئی جوابات ہوسکتے ہیں: (۱)...... اللہ عزوجل کا فرمان ہے ﴿لیس الانسان الا ما سعی انسان کو وہی کچھ پہنچتا ہے جس کی اُس نے کوشش کی ہے (النجم: ۳۹)﴾، کافر دنیا کی زندگی کو بہتر بنانے کی کوشش کرتا ہے اس لیے اسے دنیا دے دی گئی ہے۔ (۲)...... سید عالم ﷺ نے فرمایا دنیا کی زندگی مومن کے لئے قید خانہ اور کافر کے لیے

جنت ہے(صحیح مسلم، کتاب الزھد، باب:الدنیا سجن المومن، ۲۹۵۶/۷۳۱۱، ص۱۴۵۱) جب دنیاوی زندگی قید کی ہے تو پھر مصائب ومسائل زیادہ ہی ہونے چاہییں۔(۳)......اللہ کا فرمان ہے ﴿وانتم الاعلون ان کنتم مؤمنین﴾ یعنی تم ہی غالب رہو گے اگر(سچے)مومن ہو(اٰل عمران:۱۳۹)۔ مسلمان نے جب اپنے ایمان کو کمزور کرلیا تو اب مصائب ومسائل میں اضافہ بھی ہونے لگا ہے۔(۴)......یہ بھی ہوسکتا ہے کہ مسلمانوں کے لیے بطور آزمائش تنگی ودشواری زیادہ کردی گئی ہو کہ سچے مسلمان اللہ کی بارگاہ میں گڑگڑاتے رہیں اور غافل مسلمان اپنی غفلت کو دور کرنے کی سعی کریں۔

اغراض: او کل عھد: یعنی ہر عہد جو اُن سے لیا گیا، چہ جائے کہ خالق سے متعلق ہو یا مخلوق سے، کافر پر بھی عہد پورا کرنا واجب ہے اور اُسے بھی خیانت کرنا جائز نہیں، اور یہ اوصاف موجود ہوں تو عہد کو پورا کرنا لازم ہوتا ہے، جس کی ماقبل تفصیل گزری اور مابعد بھی تفصیل ہے۔

تفصیلا لہ: تو اس وقت عہد کو پورا کرنے سے مراد یہ ہے کہ حسب طاقت اوامر کو بجالایا جائے اور نواہی سے بچا جائے۔

من الایمان: "لما" کا بیان ہے، معنی یہ ہے کہ وہ لوگ ایمان کو اس کی تمام شرائط، ارکان اور آداب کے ساتھ لاتے ہیں۔

والرحم: مراد قرابت دار ہیں، اس عنوان کے تحت احادیث ہم نے ماقبل تشریح توضیح میں ذکر کردی ہیں۔

وغیر ذلک: رشتے داروں سے صلہ رحمی کے علاوہ دیگر لوگوں سے محبت کرنا، مریض کی عیادت وغیرہ داخل ہیں۔ سید عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا:"لوگوں سے محبت کرنا آدھی سمجھداری ہے"، سید عالم ﷺ نے ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:"اللہ نے لوگوں کو اچھی صورت میں پیدا فرمایا ہے"۔ اور لوگوں سے باہم محبت کا تقاضا یہ ہے کہ جو تجھے محروم کرے تو اسے عطا کرے، جو تجھ سے تعلق توڑے تو اس سے جوڑے، اور جو تجھ پر ظلم کرے تو اُسے معاف کردے۔ ویخشون ربھم: یعنی اللہ سے اُس کے اجلال وتعظیم کی وجہ سے خوف کھاتے ہیں اور اس کے علاوہ کسی سے خوف نہیں کھاتے، اور اللہ کے سوا کسی اور سے التفات بھی نہیں رکھتے۔

علی الطاعۃ: یہاں مفسر نے صبر کے مراتب بیان کرنے کا ارادہ کیا ہے، عمدہ صبر گناہوں سے رُک جانا ہے، مراد یہ ہے کہ ناپسندیدہ کاموں کی جانب التفات نہ کرے، اوسط درجے کا صبر یہ ہے کہ نیکیوں پر استقامت اختیار کرے یعنی اپنی طاقت کے مطابق انہیں بجالائے، ادنیٰ درجے کا صبر یہ ہے کہ مصیبت پر صبر کرے۔ حضرات اولیاء وصدیقین کا صبر یہ ہے کہ وہ شہوات پر بھی صبر کرتے ہیں۔

لا غیرہ من اعراض الدنیا: مراد صبر ہے، کہا جاتا ہے کہ فلاں کیا ہی اچھا صبر کرنے والا اور قوت والا ہے، یا یہ کہا جاتا ہے کہ فلاں شخص پر جزع وفزع کرنے کا عیب نہ لگایا جائے گا، یا دشمنوں کو گالی دینے کا عیب نہیں لگایا جائے گا، یا اسی طرح کے اور امور کا جو اُس نے اللہ کی رضا کے سوا کئے ہوں، اور اللہ کی رضا کے لئے تمام بُرے کاموں سے بچنا عظیم کام ہے اللہ نے ارشاد فرمایا﴿وبشر الصابرین﴾ روایت میں ہے کہ جب قیامت قائم ہوگی تو ایک منادی ندا فرمائے گا:"صبر کرنے والے کھڑے ہوجائیں، تو لوگوں میں سے کچھ لوگ کھڑے ہوجائیں گے، اُن سے کہا جائے گا، جنت کی طرف بڑھو، فرشتے انہیں روکیں گے اور کہیں گے کہ کہاں جاتے ہو؟ وہ کہیں گے: جنت میں، فرشتے کہیں گے: حساب سے پہلے ہی، کہیں گے: ہاں، فرشتے پوچھے گے تم کون لوگ ہو؟ وہ کہیں گے ہم صبر کرنے والے ہیں، فرشتے پوچھیں گے تمہارا صبر کیسا تھا؟ وہ جواب دیں گے ہم اللہ کی فرمانبرداری اختیار کرنے پر صبر کرتے تھے، نافرمانی سے بچنے پر صبر کرتے تھے، مصیبتوں اور دنیاوی پریشانیوں پر صبر کرتے تھے، فرشتے اُن سے کہیں گے: تم پر سلامتی ہو، جنت کیا ہی اچھا ٹھکانہ ہے۔ والاذی بالصبر: بُرائی کو بُرائی سے دور نہ کیا جائے بلکہ بُرائی کو بھلائی سے دور کیا جائے۔

تکرمۃ لھم: اللہ نے فرمانبردار کے لئے ثواب یہ رکھا ہے کہ وہ اپنے اہل کو جنت میں دیکھ کر راضی ہوگا، اگرچہ اس کے اہل وعیال اپنے اعمال صالحہ کی وجہ سے جنت میں داخل ہوئے ہوں جب کہ یہ تعظیم فرمانبردار کے لئے کچھ بھی نہ تھی جو اُسے جنت میں اعلیٰ درجات

کی صورت میں ملنے والی ہے۔

اوالقصور: قصر کی جمع ہے، ان محلات کی لمبائی اور چوڑائی ایک ایک فرسخ ہوتی ہے، جس میں ہزار دروازے جو کہ سونے کے بنے ہوئے ہوتے ہیں، جنتیوں کو ہر دروازے سے تحائف و ھدایا دیئے جاتے ہیں اور فرشتے ﴿سلام علیکم بما صبرتم (الرعد:۲٤)﴾ کہتے ہیں۔ (الصاوی، ج۳، ۲۱۳ وغیرہ)

رکوع نمبر: ۱۰

﴿وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ﴾مِنْ اَهْلِ مَكَّةَ﴿لَوْلَآ ﴾هَلَّا ﴿اُنْزِلَ عَلَيْهِ﴾عَلٰى مُحَمَّدٍ﴿ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ﴾ كَالْعَصَا وَالْيَدِ وَالنَّاقَةِ﴿قُلْ ﴾لَهُمْ﴿اِنَّ اللّٰهَ يُضِلُّ مَنْ يَّشَآءُ﴾اِضْلَالَهٗ فَلَا يُغْنِي الْاٰيَاتُ عَنْهُ شَيْئًا ﴿ وَيَهْدِيْٓ ﴾يُرْشِدُ﴿اِلَيْهِ ﴾اِلٰى دِيْنِهٖ﴿مَنْ اَنَابَ (۲۷)﴾رَجَعَ اِلَيْهِ وَيُبْدَلُ مِنْ مَنْ﴿اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَتَطْمَئِنُّ﴾تَسْكُنُ﴿ قُلُوْبُهُمْ بِذِكْرِ اللّٰهِ ؕ ﴾اَيْ وَعْدِهٖ﴿اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ(۲۸)﴾اَيْ الْقُلُوْبُ الْمُؤْمِنِيْنَ﴿اَلَّذِيْنَ آمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ﴾مُبْتَدَاءٌ خَبَرُهٗ﴿طُوْبٰى ﴾مَصْدَرٌ مِنَ الطِّيْبِ اَوْ شَجَرَةٌ فِي الْجَنَّةِ يَسِيْرُ الرَّاكِبُ فِيْ ظِلِّهَا مِائَةَ عَامٍ مَا يَقْطَعُهَا﴿لَهُمْ وَحُسْنُ مَاٰبٍ(۲۹)﴾ مَرْجِعٌ﴿كَذٰلِكَ ﴾ كَمَا اَرْسَلْنَا الْاَنْبِيَاءَ قَبْلَكَ﴿اَرْسَلْنٰكَ فِيْٓ اُمَّةٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهَآ اُمَمٌ لِّتَتْلُوَا ﴾تَقْرَءُ﴿عَلَيْهِمُ الَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ ﴾اَيِ الْقُرْآنَ﴿وَهُمْ يَكْفُرُوْنَ بِالرَّحْمٰنِ ؕ ﴾حَيْثُ قَالُوْا لَمَّا اُمِرُوْا بِالسُّجُوْدِ لَهٗ وَمَا الرَّحْمٰنُ﴿قُلْ ﴾لَهُمْ يَا مُحَمَّدُ﴿هُوَ رَبِّيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ مَتَابِ (۳۰)﴾وَنَزَلَ لَمَّا قَالُوْا لَهٗ اِنْ كُنْتَ نَبِيًّا فَسَيِّرْ عَنَّا جِبَالَ مَكَّةَ وَاجْعَلْ لَّنَا فِيْهَا اَنْهَارًا وَعُيُوْنًا لِنَغْرِسَ وَنَزْرَعَ وَابْعَثْ لَنَا آبَائَنَا الْمَوْتٰى يُكَلِّمُوْنَا اَنَّكَ نَبِيٌّ﴿وَلَوْ اَنَّ قُرْاٰنًا سُيِّرَتْ بِهِ الْجِبَالُ ﴾نُقِلَتْ عَنْ اَمَاكِنِهَا﴿اَوْ قُطِّعَتْ ﴾شُقِّقَتْ﴿بِهِ الْاَرْضُ اَوْ كُلِّمَ بِهِ الْمَوْتٰى ؕ ﴾بِاَنْ يُّحْيَوا لَمَا آمَنُوْا﴿بَلْ لِّلّٰهِ الْاَمْرُ جَمِيْعًا ؕ ﴾لَا بِغَيْرِهٖ فَلَا يُؤْمِنُ اِلَّا مَنْ يَّشَاءَ اللّٰهُ اِيْمَانَهٗ دُوْنَ غَيْرِهٖ وَاِنْ اُوْتُوْا مَا اقْتَرَحُوْا وَنَزَلَ لَمَّا اَرَادَ الصَّحَابَةُ اِظْهَارَ مَا اقْتَرَحُوا طَمَعًا فِيْ اِيْمَانِهِمْ﴿اَفَلَمْ يَايْئَسِ ﴾يَعْلَمِ﴿الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ ﴾مُخَفَّفَةٌ اَيْ اَنَّهٗ﴿لَّوْ يَشَآءُ اللّٰهُ لَهَدَى النَّاسَ جَمِيْعًا ؕ ﴾اِلَى الْاِيْمَانِ مِنْ غَيْرِ آيَةٍ﴿وَلَا يَزَالُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ﴾مِنْ اَهْلِ مَكَّةَ﴿تُصِيْبُهُمْ بِمَا صَنَعُوْا ﴾بِصُنْعِهِمْ اَيْ بِكُفْرِهِمْ﴿قَارِعَةٌ ﴾دَاهِيَةٌ تَقْرَعُهُمْ بِصُنُوْفِ الْبَلَاءِ مِنَ الْقَتْلِ وَالْاَسْرِ وَالْحَرْبِ وَالْجَدْبِ﴿اَوْ تَحُلُّ ﴾يَامحمدُ بِجَيْشِكَ﴿قَرِيْبًا مِّنْ دَارِهِمْ ﴾مَكَّةَ﴿حَتّٰى يَاْتِيَ وَعْدُ اللّٰهِ ؕ ﴾بِالنَّصْرِ عَلَيْهِمْ﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ (۳۱) ﴾وَقَدْ حَلَّ بِالْحُدَيْبِيَةِ حَتّٰى اَتٰى فَتْحَ مَكَّةَ.

﴿ترجمہ﴾

اور کافر (یعنی اہل مکہ) کہتے کیوں نہ اتری (لولا بمعنی ھلا ہے) ان پر (یعنی محمد ﷺ پر) کوئی نشانی (جیسے عصاء موسوی، ید بیضاء اور ناقۃ اللہ) ان کے رب کی طرف سے تم فرماؤ (ان سے) بیشک اللہ گمراہ کرتا ہے جسے چاہے (جس کو گمراہ کرنا چاہے، پس اس صورت

میں نشانیاں بھی اسے کچھ فائدہ نہیں دیتیں) اور اپنی (یعنی اپنے دین کی) راہ اسے دیتا ہے......ا......(اس کی رہنمائی فرماتا ہے) جو رجوع لائے (یعنی جو اس کی طرف رجوع کرے، اگلا جملہ من اناب سے بدل ہے) وہ جو ایمان لائے چین (یعنی سکون) پاتے ہیں ان کے دل اللہ کی یاد (یعنی اس کے وعدوں) سے سن لو اللہ کی یاد ہی میں دلوں کا چین ہے......۲......(مومنین کے دلوں کا چین ہے) وہ جو ایمان لائے اور اپنے کام کیے (الذین امنوا ...... یہ جملہ مبتداء ہے اور اس کی خبر طوبی ...... ہے) ان کو خوشی ہے......۳......(طوبی "الطیب" کا مصدر ہے، یا اس مراد وہ جنتی درخت ہے، جس کے سائے میں سوار سفر کریگا اور سو سال میں بھی اسے قطع نہ کر سکے گا) اور اچھا کام (اچھی لوٹنے کی جگہ) اسی طرح (جیسے ہم نے آپ ﷺ سے پہلے انبیائے کرام کو بھیجا) ہم نے تم کو اس امت میں بھیجا جس سے پہلے امتیں ہو گزریں کہ تم تلاوت کرو (یعنی پڑھ کر سناؤ) انہیں جو ہم نے تمہاری طرف وحی کی (یعنی قرآن پاک) اور وہ رحمٰن کے منکر ہو رہے ہیں (کہ جب انہیں رحمٰن کو سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا تو کہنے لگے: رحمٰن کیا ہے؟) تم فرماؤ (اُن سے، اے محمد ﷺ!) وہ میرے رب ہیں اس کے سوا کسی کی بندگی نہیں، میں نے اسی پر بھروسہ کیا اور اسی کی طرف میری رجوع ہے (آنے والی آیت مبارک اس وقت نازل ہوئی جب کفار نے سید عالم نور مجسم ﷺ سے کہا: اگر آپ نبی ہیں تو مکہ کے پہاڑ کو چلا کر ہم سے دور کر دیں، ہمارے لیے اس کی جگہ نہریں اور چشمے جاری کر دیں، تاکہ ہم درخت لگائیں اور کھیتی باڑی کریں اور ہمارے فوت شدہ آباؤ اجداد کو زندہ کر دیجئے کہ وہ ہم سے کلام کریں کہ آپ نبی ہیں) اور اگر کوئی ایسا قرآن آتا جس سے پہاڑ ٹل جاتے (اپنی جگہ کو چھوڑ کر کہیں اور منتقل ہو جاتے) یا زمین کٹ جاتی (یعنی پھٹ جاتی) یا مردے باتیں کرتے (یوں کہ اگر مردے زندہ ہوتے تب بھی کافر ایمان نہ لاتے) بلکہ سب کام اللہ ہی کے اختیار میں ہیں......۴......(اس کے غیر کے اختیار میں نہیں، پس وہی ایمان لائے جس کا ایمان لانا وہ چاہے گا دوسرا نہیں، اگرچہ انہیں ان کے طلب کردہ نشانیاں بھی دی جائیں، آیت اس وقت نازل ہوئی جب صحابہ کرام علیہم الرضوان نے ان کفار کے ایمان کی طمع میں ان کی مطلوبہ باتوں کو ظاہر کر دینے کا ارادہ کیا ہے) تو کیا علم نہیں......۵......(ییئس بمعنی یعلم ہے) مسلمانوں کو کہ اللہ چاہتا تو سب آدمیوں کو ہدایت کر دیتا (ایمان لانے کی، بغیر کسی نشانی کے دیکھے) اور کافروں کو (یعنی اہل مکہ کو) ہمیشہ ان کے کیے کی (ان کے فعل یعنی کفر کے سبب) دھمک پہنچتی رہے گی (جو ان کو ہلاک کرتی رہے گی مختلف مصیبتوں کی صورت میں، جیسے قتل کیے جانا، قیدی بنائے جانا، جنگ و خشک سالی کا سامنا ہونا) یا ہم اترو گے (اے حبیب! اپنے لشکر سمیت) ان کے گھروں کے نزدیک یہاں تک کہ اللہ کا وعدہ آئے (ان کے خلاف تمہاری مدد کرنے کا) بیشک اللہ وعدہ کے خلاف نہیں کرتا (سید عالم ﷺ مقام حدیبیہ میں اترے، حتی کہ آپ ﷺ فتح مکہ کے لیے تشریف لے آئے)۔

﴿ترکیب﴾

﴿ویقول الذین کفروا لولا انزل علیه ایة من ربه﴾.

و: عاطفہ، یقول الذین کفروا: قول، لولا: حرف تحضیض، انزل علیه: فعل با ظرف لغو، ایة من ربه: مرکب توصیفی نائب الفاعل، مل کر جملہ فعلیہ مقولہ اپنے قول سے مل کر جملہ فعلیہ قولیہ۔

﴿قل ان الله یضل من یشاء ویهدی الیه من اناب O الذین امنوا وتطمئن قلوبهم بذکر الله﴾.

قل : قول، ان الله: حرف مشبہ واسم، یضل من یشاء : جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، یهدی الیه : فعل بافاعل وظرف لغو، من اناب : موصول صلہ مل کر مبدل منہ الذین :موصول، امنوا : جملہ فعلیہ معطوف علیہ، وتطمئن قلوبهم بذکر الله : جملہ فعلیہ معطوف مل کر صلہ مل کر بدل، ملکر فعل، اپنے متعلقات سے مل کر جملہ فعلیہ معطوف ،ملکر خبر،ان اپنے اسم وخبر سے مل کر جملہ اسمیہ مقولہ، ملکر جملہ فعلیہ قولیہ۔

﴿الا بذکر الله تطمئن القلوب﴾.

الا : حرف تنبیہ، بذکر الله :ظرف لغو مقدم، تطمئن القلوب : فعل بافاعل یہ سب مل کر جملہ فعلیہ۔

﴿الذین امنوا وعملوا الصلحت طوبی لهم وحسن ماب﴾.

الذین : موصول، امنوا وعملوا الصلحت : جملہ فعلیہ معطوف علیہ،معطوف مل کر صلہ اپنے موصول سے ملکر مبتدا، طوبی : معطوف علیہ، وحسن ماب :معطوف مل کر مبتدا، لهم : ظرف مستقر خبر، جملہ اسمیہ خبر، اپنے مبتدا سے مل کر جملہ اسمیہ۔

﴿کذلک ارسلنک فی امة قد خلت من قبلها امم﴾.

کذلک :ظرف مستقر، ارسالا :مصدر محذوف کی صفت مرکب توصیفی مفعول مطلق مقدم ،ارسلنک :فعل بافاعل ومفعول، فی : جار،امة :موصوف، قد خلت :فعل، من قبلها :ظرف مستقر حال مقدم، امم : ذوالحال، ملکر فاعل، ملکر صفت، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ارسلنا فعل اپنے متعلقات سے ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿لتتلوا علیهم الذی اوحینا الیک وهم یکفرون بالرحمن﴾.

لام : جار، تتلوا : فعل بافاعل، علی : جار، هم : ضمیر ذوالحال، وهم یکفرون بالرحمن : جملہ اسمیہ حال، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، الذی اوحینا الیک :موصول صلہ، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ مجرور ، ملکر ظرف لغو ،قبل "ارسلنا" فعل کے لیے۔

﴿قل هو ربی لا اله الا هو﴾.

قل : قول، هو ربی : جملہ اسمیہ مقولہ، ملکر جملہ فعلیہ قولیہ، لا :نفی جنس، اله : مبدل منہ، الا: للحصر، هو: بدل، ملکر اسم "موجود" محذوف خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿علیه توکلت والیه متاب﴾.

علیه : ظرف لغو مقدم، توکلت: فعل بافاعل ملکر جملہ فعلیہ، و :عاطفہ، الیه :ظرف مستقر خبر مقدم ،متاب : مبتدا مؤخر ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ولو ان قرانا سیرت به الجبال اوقطعت به الارض او کلم به الموتی﴾.

و: مستانفہ ،لو :شرطیہ، ان :حرف مشبہ، قرانا :اسم، سیرت به الجبال :جملہ فعلیہ معطوف علیہ، اوقطعت به الارض :جملہ فعلیہ معطوف، اوکلم به الموتی : جملہ فعلیہ معطوف ثانی، ملکر خبر ملکر جملہ اسمیہ "ثبت" فعل محذوف کا فاعل، ملکر جملہ فعلیہ شرط ،جواب شرط محذوف "لما امنوا" ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿بل لله الامر جمیعا افلم یایئس الذین امنوا ان لو یشاء الله لهدی الناس جمیعا﴾.

بل : حرف ایجاب،لله :ظرف مستقر خبر مقدم، الامر جمیعا : ذوالحال حال ملکر مبتدا مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ : همزه :حرف استفہامیہ، ف : عاطفہ، لم یایئس الذین امنوا : فعل بافاعل،ان : مخففہ بانہ ضمیر محذوف اسم، لو : شرطیہ، یشاء الله: جملہ فعلیہ شرطیہ هدی

الناس جمیعا : جملہ فعلیہ جواب شرط ملکر جملہ شرطیہ خبر، ملکر مفعول ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ولا یزال الذین کفروا تصیبهم بما صنعوا قارعة او تحل قریبا من دارهم حتی یاتی وعد الله﴾.

و: عاطفہ، لایزال : فعل ناقص، الذین کفروا : اسم، تصیبهم بما صنعوا قارعة: فعل بامفعول وظرف لغووفاعل، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، او تحل قریبا من دارهم : فعل بافاعل وشبہ جملہ ظرف، حتی یاتی وعدالله: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر خبر، فعل ناقص اپنے اسم وخبر سے ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ان الله لا یخلف المیعاد﴾

ان الله: حرف مشبہ واسم، لا یخلف المیعاد: جملہ فعلیہ خبر ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿شان نزول﴾

☆......وهم یکفرون بالرحمن...... ☆ قتادہ ومقاتل وغیرہ کا قول ہے کہ یہ آیت صلح حدیبیہ میں نازل ہوئی، جس کا مختصر واقعہ یہ ہے کہ سہیل بن عمرو جب صلح کے لئے آیا اور صلح نامہ لکھنے پر اتفاق ہو گیا تو سید عالم ﷺ نے حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ سے فرمایا لکھو بسم اللہ الرحمن الرحیم، کفار نے اس میں جھگڑا کیا اور کہا کہ آپ ہمارے دستور کے مطابق بسمک اللھم لکھوائے، اس کے متعلق آیت میں ارشاد ہوا کہ وہ رحمن کے منکر ہو گئے۔

☆...... ولو ان قرانا...... ☆ کفار قریش نے سید عالم ﷺ سے کہا تھا کہ اگر آپ یہ چاہیں کہ ہم آپ کی نبوت مانیں اور آپ کی اتباع کریں تو آپ قرآن مجید پڑھ کر اس کی تاثیر سے اس مکہ مکرمہ کے پہاڑ ہٹا دیں تا کہ ہمیں کھیتیاں کرنے کے لیے وسیع میدان مل جائیں اور زمین پھاڑ کر چشمہ جاری کیجئے تا کہ ہم کھیتیوں اور باغوں کو ان سے سیراب کریں اور قصی بن کلاب وغیرہ ہمارے مرے ہوئے باپ دادا کو زندہ کر دیجئے وہ ہم سے کہہ جائیں کہ آپ نبی ہیں اس کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

ھدایت وگمراھی اللہ کی جانب سے ھے!

۱...... شیخ ابوالحسن الجرجانی ھدایۃ اور ضلالۃ کی تعریف لکھتے ہوئے فرماتے ہیں: ''الدلالة علی ما یوصل الی المطلوب، وقد یقال :هی سلوک طریق یوصل الی المطلوب یعنی ایسی رہنمائی جو (بندے کو) مطلوب تک پہنچا دے، یہ بھی کہا جاتا ہے کہ سلوک کا وہ راستہ جو مطلوب (مقصود) تک پہنچا دے۔'' هی فقدان ما یوصل الی المطلوب، وقد یقال: هی سلوک طریق لا یوصل الی المطلوب یعنی ایسی رہنمائی کا فقدان جو (بندے کو) مطلوب تک پہنچانے سے روکے، اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ وہ راستہ جو بندے کو مطلوب تک نہ پہنچا سکے، ضلالت کہلاتا ہے۔ (التعریفات، ص ۲۵۱، ۱۴۱)

امام جریر طبری فرماتے ہیں کہ اللہ عزوجل نے اپنے حبیب کو مشرکین کے اعتراض کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ اے محبوب ان سے کہو بیشک اللہ تم میں سے جسے چاہے رسوا کرے میری تصدیق کرنے سے اور جو میں اپنے رب کے پاس سے لایا اس پر ایمان لانے سے، اور جو رجوع لایا اسے اپنی جانب ھدایت سے نوازے، پس بندہ اپنے کفر سے توبہ کر کے اللہ پر ایمان لائے، اور میری فرمانبرداری کرے، جو کتاب میں اپنے رب کے پاس سے لایا ہوں اس کی تصدیق کرے اور اللہ نے کوئی آیت مجھ پر (ایسی) نازل نہیں کی جو

تمہیں گمراہ کرے یا ھدایت دے، ھدایت اور گمراہی اللہ کے دستِ قدرت میں ہے، جسے چاہتا ہے ایمان کی توفیق رفیق دے دیتا ہے اور تم میں سے جسے چاہتا ہے رسوا کرتا ہے، پس وہ ایمان نہیں لاتا۔ (جامع البیان، الجزء ۱۳، ص ۱۷۲)

یاد الٰہی عزّوجلّ دل کا چین ھے:

۴۔۔۔۔۔جانئیں کہ قلب کی چار اقسام ہیں۔(۱)۔۔۔۔۔قلب الکفار والمنافقین: ان کے دل دنیا اور خواہشات سے اطمنان پاتے ہیں جیسے اللہ کا فرمان ﴿ رضوا بالحیاة الدنیا واطمانوا بھا (یونس:۷)﴾۔(۲)۔۔۔۔۔قلب ناس: مراد گناہگار مسلمان کا دل ہے، اللہ کا فرمان ہے ﴿ فنسی ولم نجد له عزما (طٰہٰ:۱۱۵)﴾، یہ دل توبہ اور جنت کی نعمتوں سے اطمنان پاتے ہیں، فرمان باری ہے ﴿ فتاب علیه وهدی (طٰہٰ:۱۲۲)﴾۔(۳)۔۔۔۔۔قلب مشاق: مراد فرمانبردار مومن کا دل ہے جو کہ اللہ عزّوجلّ کی یاد سے اطمنان پاتا ہے، اللہ کا فرمان ہے ﴿ الذین امنوا وتطمئن قلوبھم بذکر الله (الرعد:۲۸)﴾۔(۴)۔۔۔۔۔قلب وحدانی: مراد حضرات انبیائے کرام اور خاص اولیاء کرام کا دل ہے جو کہ اللہ کی یاد سے اطمنان پاتے ہیں جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں فرمایا ﴿ کیف تحیی الموت قال اولم تومن قال بلی ولکن لیطمئن قلبی (البقرة: ۲۶۰)﴾۔ (روح البیان، ج ٤، ص ٤٧٧)

☆۔۔۔۔۔حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''خبردار! کیا میں تمہیں تمہارے اعمال میں سب سے بہتر عمل نہ بتادوں، تمہاری ملکیت میں زیادہ پاکیزہ، جو تمہارے درجات کی بلندی کا سبب بنے، جو تمہارے لیے سونے چاندی کے صدقہ کرنے سے بہتر ہو اور اس سے بھی بہتر ہے کہ تم دشمن پر یلغار کرو یا وہ تم پر یلغار کریں، وہ بہتر چیز اللہ کی یاد ہے''۔

☆۔۔۔۔۔حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے استفسار فرمایا گیا کہ کونسی چیز افضل ہے؟ جواباً ارشاد فرمایا: ''تمہاری موت کے وقت تمہاری زبان اللہ کی یاد میں مصروف ہو'' (تنبیه الغافلین، باب ماجاء فی ذکر الله تعالی، ص ۲۲۲)۔

طوبیٰ کے معانی ومطالب:

۳۔۔۔۔۔طیب کا مصدر ہے، جس کے معنی مومنین کے لیے پاکیزہ زندگی ہے اور نعمت، خیر وسرور ہے۔ ایک معنی یہ بھی کیا جاتا ہے کہ جنت کے ایک درخت کا نام ہے، سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اس درخت کی جڑیں ہمارے دولت خانے اور شاخیں وپھل جنت میں پھیلے ہوئے ہیں''۔

کفار کو فرمائشی معجزات کیوں پیش نہ کئے گئے؟

۴۔۔۔۔۔اللہ اپنے علم سے جانتا ہے کہ اگر کافروں کی فرمائش پوری کردی جائے تب بھی یہ ایمان نہ لائیں گے، یہ حضرات اپنی ضد وہٹ دھرمی میں اتنا آگے نکل چکے ہیں کہ انہیں نبوت کے منصب کا شعور بھی نہیں رہا، یہ حضرات نہیں جانتے کہ انہوں نے اپنے قول وفعل اور طرز معاشرت سے اپنے لئے کیا تباہی مول لی ہے۔ بعث بعد الموت کا بھی انہیں یقین نہیں ہے۔ الغرض ایسے کور باطن کی فرمائش پوری کرنا فائدہ کچھ نہیں دے گا بلکہ اُلٹا نقصان کا سامنا کرنا پڑے گا۔

یٰس کے مختلف معانی مفسرین کرام کی نظر میں!

۵۔۔۔۔۔مفسرین کرام نے ''یٰس'' کے معانی ومطالب میں مختلف طرز عمل اختیار کیا ہے:

(۱)......شیخ مصلح الدین سعدی شیرازی متوفی ۶۹۱ھ اس آیت کا ترجمہ کرتے ہیں: آیا پس ندانستند آنانکہ گردیدآنرا کہ اگر خواہد خدائے ہر آئنہ رہ نماید مردماں راہمہ را، الخ۔ (۲)......شاہ ولی اللہ دہلوی متوفی ۱۱۷۶ھ لکھتے ہیں: آیا ندانستہ اند مسلمانان کہ اگر خواستی خدا راہ نمودے مردماں راہمہ یکجا الخ۔ (۳)......شاہ عبدالقادر متوفی ۱۲۳۰ھ لکھتے ہیں: کیا خاطر جمع نہیں ایمان والوں کو اس پر کہ اگر چاہے اللہ راہ پر لادے سب لوگ۔ (۴)......پیر کرم شاہ الازہری متوفی ۱۴۱۸ھ فرماتے ہیں: کیا نہیں جانتے ایمان والے اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو سب لوگوں کو ہدایت دے دیتا۔ (۵)......علامہ غلام رسول سعیدی: کیا پس ایمان والوں پر منکشف نہیں ہوا کہ اگر اللہ چاہتا تو سب لوگوں کو ہدایت دے دیتا۔ (۶)......اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی متوفی ۱۳۴۰ھ فرماتے ہیں: تو کیا مسلمان اس سے ناامید نہ ہوئے کہ اللہ چاہتا تو سب آدمیوں کو ہدایت کر دیتا۔ (۷)......محدث اعظم ہند سید محمد کچھوچھوی متوفی ۱۹۶۱ء لکھتے ہیں: تو کیا ناامید نہ ہوئے جو ایمان لا چکے اس بات سے کہ اگر اللہ چاہتا تو سب لوگوں کو راہ دے دیتا۔ (۸)......غزالی زماں علامہ سید احمد سعید کاظمی متوفی ۱۴۰۶ھ لکھتے ہیں: تو کیا مسلمان اس بات سے ناامید نہ ہوئے کہ اگر اللہ چاہتا تو سب لوگوں کو ہدایت کر دیتا۔ (تبیان القرآن، ج۶، ص ۹۹ وغیرہ)

اغراض: فلا تغني الآيات عنه شيئا: یعنی نزول آیات نے انہیں کچھ فائدہ نہ دیا، جب کہ دو چیزوں میں سے ایک جائز نہ ہو تو دوسری ضرور جائز ہوا کرتی ہے پس نہ ماننے والوں نے جو بھی حق آیا اسے جادو و کہانت شمار کیا، وہ سید عالم ﷺ سے اُس چیز کا سوال کرتے تھے جسے پورا کرنا حضور ﷺ پر فرض نہ تھا، اللہ نے فرمایا ﴿وما تغني الآيات والنذر عن قوم لا يومنون (یونس:۱۰۱)﴾

او شجرة في الجنة: اس درخت کی بنیاد سید عالم ﷺ کے حجرے مقدسہ میں ہے، اور سید عالم ﷺ کے دولت سرائے اقدس کے ہر ہر کمرے جنت کے باغیچے ہیں۔ اس میں جس رنگ کی ٹہنیاں اور کلیاں ہیں ایسی کہیں نہیں اور اللہ نے جنتی میوے کی طرح کے پھل اور میوے کہیں نہیں پیدا کیے، اور ان میوے و پھل کی پیداوار کا منبع کافور و سلسبیل ہیں۔ ہر پتہ سایہ دار، جنتی کے کپڑے (گویا) غلاف کے شگوفے، زمین سے اگنے والے زیوارات، زین کسے ہوئے گھوڑے، سواری کے اونٹ۔

لما امروا بالسجود له: جیسا کہ اللہ ﷻ کا فرمان ﴿واذا قيل لهم اسجدوا للرحمن قالوا وما الرحمن (الفرقان:۶۰)﴾ یہ قول عناد کی وجہ سے تھا، اور اہل علم کے نزدیک تجاہل عارفانہ کا بین مظاہرہ تھا، رحمٰن اپنے بندوں پر انعام فرماتا ہے، اور بندوں پر ہونے والی نعمتیں دیکھی جاتی ہیں اور نافرمانوں کا قول "وما الرحمن" اور اسی طرح کا فرعون کا قول ﴿وما رب العالمين﴾۔

لما امنوا: لو کا جواب ہے، معنی یہ ہے کہ اگر اللہ ﷻ ان کے مطالبے مان لیتا جب بھی ایمان نہ لاتے، اس لئے کہ اللہ اپنے علم میں یہ بات جانتا تھا کہ یہ ہدایت پانے والے نہیں۔

وقد حل بالحديبية: اس بارے میں دو روایات ملتی ہیں، سن ۶ ھ میں جب سید عالم ﷺ نے عمرے کا ارادہ فرمایا اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو روانہ کیا اور سید عالم ﷺ و دیگر مومنین کو گھر میں یہ روک دیا گیا اور مصالحت اس بات پر ہوئی کہ سید عالم ﷺ اور اُن کے رفقاء سن ۷ ھ میں عمرہ کی سعادت حاصل کریں۔ (۲) سن ۸ ھ جب سید عالم ﷺ نے مکہ فتح کرنے کا ارادہ فرمایا، سید عالم ﷺ نے اپنے رفقاء کو حکم مرحمت فرمایا کہ آگ کی ایک مشعل لے کر نکلے اور دشمن اسلام کو بھگائے، پس مکہ فتح ہوا اور سید عالم ﷺ شان و شوکت کے ساتھ مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے۔ (الصاوی، ج۳، ص ۲۱۶ وغیرہ)

رکوع نمبر: ۱۱

﴿وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ﴾ كَمَا اسْتُهْزِئَ بِكَ وَهٰذَا تَسْلِيَةٌ لِّلنَّبِيِّ ﷺ ﴿فَاَمْلَيْتُ﴾ اَمْهَلْتُ ﴿لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثُمَّ اَخَذْتُهُمْ﴾ بِالْعُقُوْبَةِ ﴿فَكَيْفَ كَانَ عِقَابِ (۳۲)﴾ اَیْ هُوَ وَاقِعٌ مَوْقِعَهٗ فَكَذٰلِكَ اَفْعَلُ

بِمَنِ اسْتَهْزِءَ بِكَ ﴿اَفَمَنْ هُوَ قَآئِمٌ﴾ رَقِيْبٌ ﴿عَلٰى كُلِّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ ج﴾ عَمِلَتْ مِنْ خَيْرٍ وَّ شَرٍّ وَهُوَ اللّٰهُ كَمَنْ لَيْسَ كَذَالِكَ مِنَ الْاَصْنَامِ لَا دَلَّ عَلٰى هٰذَا ﴿وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ ط قُلْ سَمُّوْهُمْ ط﴾ مَنْ هُمْ ﴿اَمْ﴾ بَلْ ﴿اَتُنَبِّئُوْنَهٗ﴾ تُخْبِرُوْنَ اللّٰهَ ﴿بِمَا﴾ اَیْ بِشَرِيْكٍ ﴿لَا يَعْلَمُ فِي الْاَرْضِ﴾ اِسْتِفْهَامُ اِنْكَارٍ اَیْ لَا شَرِيْكَ لَهٗ اِذْ لَوْ كَانَ لَعَلِمَهٗ تَعَالٰى عَنْ ذَالِكَ ﴿اَمْ﴾ بَلْ اَتُسَمُّوْنَهُمْ شُرَكَاءَ ﴿بِظَاهِرٍ مِّنَ الْقَوْلِ ط﴾ بِظَنٍّ بَاطِلٍ لَا حَقِيْقَةَ لَهٗ فِي الْبَاطِنِ ﴿بَلْ زُيِّنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مَكْرُهُمْ وَصُدُّوْا عَنِ السَّبِيْلِ ط﴾ طَرِيْقِ الْهُدٰى ﴿وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ (۳۳) لَهُمْ عَذَابٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا﴾ بِالْقَتْلِ وَالْاَسْرِ ﴿وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَشَقُّ ج﴾ اَشَدُّ مِنْهُ ﴿وَمَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ﴾ اَیْ عَذَابِهٖ ﴿مِنْ وَّاقٍ (۳۴)﴾ مَانِعٍ ﴿مَثَلُ﴾ صِفَةُ ﴿الْجَنَّةِ الَّتِيْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ ط﴾ مُبْتَدَاءٌ خَبَرُهٗ مَحْذُوْفٌ اَیْ فِيْمَا نَقُصُّ عَلَيْكُمْ ﴿تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ط اُكُلُهَا﴾ يُؤْكَلُ فِيْهَا ﴿دَآئِمٌ﴾ لَا يَفْنٰى ﴿وَّظِلُّهَا ط﴾ دَائِمٌ لَا تَنْسَخُهٗ شَمْسٌ لِعَدَمِهَا فِيْهَا ﴿تِلْكَ﴾ اَیْ الْجَنَّةُ ﴿عُقْبَى﴾ عَاقِبَةُ ﴿الَّذِيْنَ اتَّقَوْا صلے﴾ الشِّرْكَ ﴿وَّعُقْبَى الْكٰفِرِيْنَ النَّارُ (۳۵) وَالَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ﴾ كَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَلَامٍ وَغَيْرِهٖ مِنْ مُؤْمِنِي الْيَهُوْدِ ﴿يَفْرَحُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ﴾ لِمُوَافَقَتِهٖ مَا عِنْدَهُمْ ﴿وَمِنَ الْاَحْزَابِ﴾ الَّذِيْنَ تَحَزَّبُوْا عَلَيْكَ بِالْمُعَادَاتِ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ وَالْيَهُوْدِ ﴿مَنْ يُّنْكِرُ بَعْضَهٗ ط﴾ كَذِكْرِ الرَّحْمٰنِ وَمَا عَدَ الْقَصَصِ ﴿قُلْ اِنَّمَآ اُمِرْتُ﴾ فِيْمَا اُنْزِلَ اِلَيَّ ﴿اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ وَلَآ اُشْرِكَ بِهٖ ط اِلَيْهِ اَدْعُوْا وَاِلَيْهِ مَاٰبِ (۳۶)﴾ مَرْجِعِيْ ﴿وَكَذٰلِكَ﴾ الْاِنْزَالِ ﴿اَنْزَلْنٰهُ﴾ اَیِ الْقُرْاٰنَ ﴿حُكْمًا عَرَبِيًّا ط﴾ بِلُغَةِ الْعَرَبِ تَحْكُمُ بِهٖ بَيْنَ النَّاسِ ﴿وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ﴾ اَیِ الْكُفَّارِ فِيْمَا يَدْعُوْنَكَ اِلَيْهِ مِنْ مِلَّتِهِمْ فَرْضًا ﴿بَعْدَ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ لا﴾ بِالتَّوْحِيْدِ ﴿مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا وَاقٍ (۳۷)﴾ مَانِعٍ مِنْ عَذَابِهٖ.

﴿ترجمہ﴾

اورتم سے پہلے رسولوں سے بھی ہنسی کی گئی......۱......(جیسا کہ تم سے استہزاء کیا گیا، اور یہ جملہ سید عالم ﷺ کی تسلی خاطر کے لیے ہے) تو میں نے ڈھیل (مہلت) دی کافروں کو، پھر انہیں پکڑا (عذاب کے ساتھ) تو میرا عذاب کیسا تھا (یعنی وہ برمحل نازل ہوا، پس جو تمہارے ساتھ استہزاء کررہے ہیں میں ان کے ساتھ بھی یہی کروں گا) تو کیا وہ قائم (قائم بمعنی رقیب) ہے ہر جان کا جو اس نے کمایا (چہ جائے کہ کمائی اچھی ہو یا بُری، مراد اللہ ﷻ کی ذات ستودہ صفات ہے نہ کہ بت کسی جان کے رقیب ہیں، دل علی هذا کا جواب محذوف ہے جس کی نظیر اس فرمان افمن شرح الله صدره للاسلام میں ملتی ہے، شان ربوبیت اور بت برابر نہیں ہوسکتے) اور وہ اللہ کے شریک ٹھراتے ہیں تم فرماؤ ان کا نام تو لو (اس کے سامنے کہ وہ کون ہیں؟) یا (ام بمعنی بل ہے، اس سے پہلے ہمزہ محذوف ہے) اسے وہ بتاتے ہو (اللہ ﷻ کو اس بات کی خبر دیتے ہو) جو اس کے علم میں ساری زمین میں نہیں (یعنی اس کا شریک ہونے کی، یہ استفہام انکاری ہے معنی

آیت یہ ہے کہ اس کا کوئی شریک نہیں کیونکہ اگر ہوتا تو اللہ کو اس کا علم ہوتا) یا (یعنی بلکہ، ام بمعنی بل ہے، معنی یہ ہے کہ بلکہ تم نے ان شرکاء کے نام رکھے ہیں) یوں ہی اوپری بات (یعنی باطل گمان جس کی باطن میں کچھ حقیقت نہیں ہے) بلکہ کافروں کی نگاہ میں ان کا فریب (یعنی ان کا کفر) اچھا ٹھہرا ہے اور راہ سے (یعنی ہدایت کی راہ سے) روکے گئے اور جسے اللہ گمراہ کرے اسے کوئی ہدایت کرنے والا نہیں ہے......۲......انہیں دنیا کے جیتے عذاب ہوگا (قتل اور قید کے ذریعے) اور بیشک آخرت کا عذاب سب سے سخت ہے (یعنی دنیاوی عذاب سے بھی سخت ہے) اور انہیں اللہ کے عذاب سے بچانے والا کوئی نہیں ہے......۳......(کوئی اس عذاب کو روکنے والا نہیں ہے) مثل (یعنی حال) اس جنت......۴......کا کہ ڈر والوں کے لیے جس کا وعدہ ہے (مثل الجنة......الخ مبتداء ہے اور اس کی خبر فیما نقص علیکم محذوف ہے) اس کے نیچے نہریں بہتی ہیں اس کے میوے (اکل سے مراد وہ اشیاء ہیں جو جنت میں کھائی جائیں گی) ہمیشہ (کبھی فنا نہیں ہونگے) اور اس کا سایہ (ہمیشہ رہیگا سورج اسے زائل نہیں کریگا کہ وہ جنت میں ہوگا ہی نہیں) یہ (جنت شرک سے) بچنے والوں کا انجام (عقبی بمعنی عاقبة ہے) اور کافروں کا انجام آگ......۵......اور جن کو ہم نے کتاب دی (جیسا حضرت عبد اللہ بن سلام اور دیگر یہود مومنین میں سے) وہ اس پر خوش ہوئے جو تمہاری طرف اترا (کیونکہ وہ اس کے موافق ہے جو ان کے پاس ہے) اور ان گروہوں میں کچھ وہ ہیں (جنہوں نے عداوت کے سبب تمہارے خلاف گروہ بنالیے ہیں جیسے مشرکین اور یہودی) کہ اس کے بعض منکر ہیں......۶......(جیسا کہ رحمٰن کے ذکر اور اس کے علاوہ دیگر قصص سے) تم فرماؤ مجھے تو (جو مجھ پر نازل کیا گیا ہے اس میں) یہی حکم ہے کہ (ان دراصل بان ہے) اللہ کی بندگی کروں اور اس کا شریک نہ ٹھہراؤں، میں اسی کی طرف بلاتا ہوں اور اسی کی طرف مجھے پھرنا (مآب بمعنی مرجع ہے) اور اسی طرح (ہمارا اتارنا کرنا ہے) ہم نے اسے (قرآن پاک کو) عربی فیصلہ اتارا......۷......(لغت عرب میں اتارا، تاکہ تم اس کے ذریعے لوگوں میں فیصلہ کرو) اور اے سننے والے! اگر تو اپنی خواہشوں پر چلے گا (یعنی کفار کی اس باب میں کہ وہ تجھے اپنے دین کی طرف بلاتے ہیں) بعد اس کے کہ تجھے (توحید کا) علم آچکا تو اللہ کے آگے نہ تیرا کوئی حمایتی ہوگا نہ بچانے والا (من اللہ میں من زائدہ ہے اور واق کا معنی ہے کہ اس کے عذاب سے بچانے والا کوئی نہیں)۔

﴿ترکیب﴾

﴿ولقد استهزئ برسل من قبلک﴾.

و : عاطفہ، لام : تاکیدیہ، قد : تحقیقیہ، استھزی : فعل، ب : زائدہ، رسل من قبلک مرکب توصیفی نائب الفاعل، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿فامليت للذين كفروا ثم اخذتهم فكيف كان عقاب﴾.

ف : عاطفہ، امليت للذی کفروا : جملہ فعلیہ معطوف علیہ، ثم اخذ تهم : جملہ فعلیہ معطوف اول، ف : عاطفہ، کیف : اسم استفہامیہ خبر مقدم، کان : فعل ناقص، عقاب : اسم، ی : ضمیر متکلم محذوف ای عقابی، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر جملہ معطوفہ۔

﴿افمن هو قائم على كل نفس بما كسبت﴾.

ہمزہ : استفہامیہ، ف : عاطفہ، معطوف علی محذوف "ایشر کون باللہ اصناما فتجعلون من هو ...الخ" من : موصولہ، ھو : مبتداء، قائم : اسم فاعل با فاعل، علی : جار، کل نفس : ذوالحال، بما کسبت : ظرف مستقر حال، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر شبہ جملہ ہو کر خبر، ملکر جملہ اسمیہ صلہ، ملکر مبتدا، خبر محذوف "کمن لیس کذلک" کے لیے، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿وجعلوا لله شركاء﴾.

و : مستانفہ، جعلوا : فعل با فاعل، للہ : ظرف مستقر حال مقدم، شرکاء : ذوالحال ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿قل سموهم ام تنبؤنه بما لا يعلم في الارض ام بظاهر من القول﴾۔
قل : قول، سموهم : جملہ فعلیہ معطوف علیہ، ام : عاطفہ منقطعہ، تنبئونه : فعل بافاعل ومفعول، بما لا يعلم في الارض : جار مجرور معطوف علیہ، ام :عاطفہ منقطعہ بظاهر من القول : جار مجرور معطوف، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿بل زين للذين كفروا مكرهم وصدوا عن السبيل﴾۔
بل : حرف ایجاب، زين : فعل مجہول، لـلذين كفروا : ظرف لغو، مكرهم : نائب الفاعل، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، وصدوا عن السبيل : جملہ فعلیہ معطوف، ملکر جملہ معطوفہ۔

﴿ومن يضلل الله فما له من هاد﴾۔
و: مستانفہ، من : شرطیہ مفعول بہ مقدم، يضلل الله : فعل بافاعل، ملکر جملہ فعلیہ شرط ، ف : جزائیہ، ما : مشابہ بلیس، له : خبر مقدم، من : زائدہ، هاد: جملہ اسمیہ جواب شرط ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿لهم عذاب في الحيوة الدنيا ولعذاب الاخرة اشق وما لهم من الله من واق﴾۔
لهم : ظرف مستقر خبر مقدم، عذاب :موصوف، فـي الحيوة الدنيا :ظرف مستقر صفت، ملکر مبتدا مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، لام : تاکیدیہ، عذاب الاخرة :مرکب اضافی مبتدا، اشق : خبر، ملکر جملہ اسمیہ، و : عاطفہ، ما: مشابہ بلیس، لهم: ظرف مستقر خبر مقدم، من الله : ظرف مستقر حال مقدم، من :زائدہ، واق :ذوالحال، ملکر اسم مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿مثل الجنة التي وعد المتقون تجري من تحتها الانهر اكلها دائم وظلها﴾۔
مثل : مضاف، الجنة : موصوف، التي وعد المتقون : موصول صلہ، ملکر صفت ملکر ذوالحال، تجري من تحتها الانهر: جملہ فعلیہ، "جنة" موصوف محذوف کی صفت مرکب توصیفی حال اول، اكـلـهـا دائـم وظلها : جملہ اسمیہ حال ثانی، ملکر مضاف الیہ مضاف، ملکر مبتدا، خبر محذوف " فيما قصصناه عليكم " ، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿تلك عقبى الذين اتقوا وعقبى الكفرين النار﴾۔
تلك:مبتدا، عقبى الذين اتقوا: مرکب اضافی خبر، ملکر جملہ اسمیہ ،و : عاطفہ، عقبى الكفرين : مبتدا، النار : خبر، ملکر جملہ اسمیہ

﴿والذين اتينهم الكتب يفرحون بما انزل اليك ومن الاحزاب من ينكر بعضه﴾۔
و : مستانفہ، الـذيـن اتيناهم الكتب : موصول صلہ ملکر مبتدا ،يـفـرحـون بما انزل اليك: فعل بافاعل وظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، من الاحزاب :ظرف مستقر خبر مقدم، من ينكر بعضه : موصول صلہ ملکر مبتدا مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿قل انما امرت ان اعبد الله ولا اشرك به﴾۔
قل : قول، انما : حرف مشبہ، وما :حرف مشبہ اور ما کافہ، امرت :فعل بانائب فاعل، ان : مصدریہ، اعبدالله ولا اشرك به : معطوف علیہ ومعطوف ملکر جملہ فعلیہ بتاویل مصدر مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ مقولہ، ملکر جملہ فعلیہ قولیہ۔

﴿اليه ادعوا واليه ماب﴾۔
اليه ادعوا: فعل با ظرف لغو مقدم وفاعل جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، اليه : ظرف مستقر خبر مقدم، ماب :" اى مابى "مبتدا مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿وكذلك انزلنه حكما عربيا﴾۔
و : عاطفہ، كـذلك :ظرف مستقر، انـزالا : مصدر محذوف کی صفت مرکب توصیفی مفعول مطلق، انـزلـنـا :فعل بافاعل، ہ :ضمیر

ذوالحال، حکما عربیا : حال ہیں، ملکر مفعول،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ولئن اتبعت اھوآئھم بعد ما جاء ک من العلم ما لک من اللہ من ولی ولا واق﴾۔

و : مستانفہ، لام :تاکیدیہ قسمیہ، ان :شرطیہ، اتبعت اھواء ھم: فعل با فاعل ومفعول، بعد ماجاء ک من العلم ظرف ملکر جملہ فعلیہ شرط، ما :مشابہ بلیس، لک ظرف مستقر خبر مقدم، من اللہ : ظرف مستقر حال مقدم، من : زائدہ، ولی ولا واق معطوف علیہ، معطوف ملکر ذوالحال، ملکر اسم مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ جواب قسم قائم مقام جواب شرط، ملکر جملہ قسمیہ

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

سیدعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تسکین خاطر ہمارے لیے درست!

۱......اللہ نے اپنے حبیب علیہ السلام سے فرمایا: اے محبوب علیہ السلام! یہ آپ علیہ السلام کی قوم کے مشرکین آپ علیہ السلام مذاق اڑاتے ہیں۔ اور آپ علیہ السلام سے معجزات طلب کرتے ہیں اور پیش کئے جانے پر جھٹلاتے ہیں، آپ ان کی اذیتوں پر صبر کیجئے، ان کے عذر پیش کرنے پر اللہ کا حکم پورا ہو چکا، اور آپ سے پہلے رسول بھی اسی طرح مذاق اڑائے گئے تھے، انہیں وقت مقرر تک مہلت دی گئی ہے، پھر میرا عذاب اور میری پکڑ پہنچے گی، تو دیکھنے والے دیکھیں گے کہ میرا عذاب کیسا ہوتا ہے۔ (جامع البیان، الجزء ۱۳، ص ۱۸۷ وغیرہ)

ہمیشہ سے اہل حق راہ دین میں ستائے گئے ہیں، بدمذہب اور بدکردار لوگ اُن کا مذاق اڑاتے رہے ہیں۔ ان آیات سے ہمیں کتنا سیکھنے کو ملتا ہے؟ اس کا اندازہ اس بات سے لگائیں کہ سیدعالم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے برگزیدہ بندے ورسول ہیں، قرب ومنزلت کا حال یہ ہے کہ جب چاہیں جو چاہیں ہوسکتا ہے۔ سورج، چاند، ستارے، درخت، پہاڑ، پودے، حیوان سب ان کے تابع ہیں، لیکن راہ خدا میں تکالیف برداشت کر کے ہمیں سکھا گئے کہ ہر دور میں یزیدی کردار رکھنے والے مختلف رنگ وروپ میں موجود ہونگے، ان کا مقابلہ ہمت وجرأت سے کرنے کی ضرورت ہے۔

گمراھی کے باوجود کفار کی مذمت:

۲......شیطانی وساوس کا شکار ہو کر راہ حق سے رکنے والے، حضرات انبیائے کرام کی تکذیب واہانت کرنے والے، اپنے لئے گمراہی کا راستہ اختیار کرتے ہیں، اس لئے اللہ نے ان میں گمراہی کو پیدا کر دیا اور جسے اللہ گمراہ کر دے اسے کوئی ھدایت دینے والا نہیں۔ لہذا اگر کسی کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہو کہ جب خدا ہی نے انہیں گمراہ کر دیا ہے تو پھر دنیا میں ان کی مذمت کیوں کی جارہی ہے۔ اس اشکال کا جواب یہ ہوسکتا ہے کہ اللہ ہمیں درس دینا چاہتا ہے کہ ہمیں ہر وقت اللہ سے ھدایت کا سوالی ہونا چاہیے اور اپنی آخرت کی خیر کے لئے دعا گو ہونا چاہیے۔

کافروں کے لئے دنیا وآخرت میں عذاب!

۳......دنیا میں کافروں کو قتل، جنگ، لعن طعن، مذمت، ذلت ورسوائی، اور مصائب وامراض بھی عذاب میں داخل ہیں یا نہیں اس بارے میں علماء کا اختلاف ہے، بعض کے نزدیک مصیبت عذاب میں داخل ہے اور بعض کے نزدیک ایسا نہیں بلکہ مصیبت پر صبر کرنے کا حکم ہے اور جب صبر کرنے کا حکم ہے تو پھر وہ عذاب نہ ہوئی۔ آخرت کا عذاب زیادہ سخت ہے اور یہ قوت وشدت کے اعتبار

سے، کثرت انواع (اقسام) کے اعتبار سے، راحت والی کوئی چیز اس میں نہ پائی جانے کے لحاظ سے، دوام اور نہ ختم ہونے کے اعتبار سے زیادہ ہے۔
(الرازی، ج۷، ص ۴۶)

جنت کے احوال:

۴......متذکرہ آیت میں اللہ نے جنت کی تین صفات بیان کیں، (۱) اس کے نیچے نہریں بہتی ہیں، (۲) اس کا کھانا دائمی ہے، دنیا کے باغات کے پتے، پھل اور منافع ختم ہو جاتے ہیں لیکن جنت کے پھل دائمی ہیں کبھی ختم نہ ہونگے، (۳) سایہ دائمی ہے، یعنی جنت میں دھوپ، ڈھنڈ، سورج، چاند اور اندھیرا نہیں ہے، اللہ کا فرمان ہے﴿لایرون فیھا شمسا والا زمھریرا (الدھر:۱۳)﴾، جب اللہ نے ان صفات کا بیان کرلیا تو فرمایا کہ آخرت کا گھر پرہیز گاروں کے لئے ہے یعنی جنت۔

یہ بھی یاد رکھیں کہ جنت کے پھل دائمی ہیں، اس میں تین مسائل پائے جاتے ہیں: (۱)......جنت کا پھل کبھی فنا نہ ہوگا، یہ قول جہم اور اُن کے متبعین کا ہے۔ (۲)......جنتیوں کو جنت میں دائمی سکون میسر ہوگا، یہ قول ابوالھذیل اور ان کے پیروکار ہے۔ (۳)......جنتیوں کے پھل کبھی ختم نہ ہونگے، کیونکہ اللہ نے فرمایا﴿اکلھا دائم و ظلھا (الرعد:۳۵)﴾ یعنی دوبارہ ان پھلوں کی پیداوار نہ ہوگی جیسا کہ دنیا میں ہوتا ہے۔
(الرازی، ج۷، ص ۴۷)

معتزلہ کے نزدیک اس وقت آسمانوں میں بہت سی جنتیں ہیں، جن میں فرشتے اور وہ حضرات انبیائے کرام رہتے ہیں جو ابھی تک زندہ ہیں جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام، حضرت ادریس علیہ السلام اور حضرت الیاس علیہ السلام، لیکن جو جنت اللہ نے جزا وسزا کے لئے بنائی ہے اور جس میں دوام وخلود ہوگا وہ ابھی تک معرض وجود میں آئی ہی نہیں، بوقت ضرورت معرض وجود میں آئی گی، اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر یہ نہ مانا جائے تو قرآن کی آیات میں تعارض لازم آئے گا کیونکہ جنت کے پھل اور اس کا سایہ دائمی ہے ان میں فنا نہیں ہے، حالانکہ قرآن کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ جنت فنا ہونے والی چیز ہے جیسا کہ فرمان رب العباد ہے﴿کل شیء ھالک الا وجھہ﴾ یعنی اس کی ذات کے سوا ہر چیز ہلاک ہونے والی ہے (القصص:۸۸)، معتزلہ کے اعتراض کا جواب یہ ہے کہ ہر چیز کے عموم سے جنت کو استثناء حاصل ہے یعنی جنت کے سوا ہر چیز ہلاک ہونے والی ہے اس لیے کہ اللہ نے فرمایا ہے کہ جنت پرہیز گاروں کے لئے بن چکی ہے﴿وجنۃ عرضھا السموات والارض اعدت للمتقین﴾ اور ایسی جنت جس کی پہنائی تمام آسمان اور زمینیں ہیں جو پرہیز گاروں کے لئے تیار کی گئی ہے (ال عمران:۱۳۳)

جہنم کے احوال:

۵......حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے میکائیل علیہ السلام! کیا بات ہے میں نے تجھے کبھی ہنستے ہوئے نہیں دیکھا؟ تو حضرت میکائیل علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: دوزخ کے بن جانے کے بعد میکائیل کیسے ہنس سکتا ہے؟

☆......ابو نعیم نے طاؤس سے روایت کیا ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جب جہنم بنی تو فرشتوں کے دل اُڑے جا رہے تھے اور جب حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش ہوئی تو اُن کے دلوں کو کچھ قرار ملا"۔

☆......محمد بن المنکدر سے روایت ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جب جہنم بنی تو فرشتوں کے خوفزدہ، اڑے اُڑے سے رہنے لگے اور جب حضرت آدم کی پیدائش ہوئی تو اُن سے غم دور ہوا اور جو خوف اُنہیں تھا وہ دور ہوا"۔

(البدور السافرۃ، باب صفۃ جھنم،رقم: ۱۳۰۸، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲،ص ۴۰۹ وغیرہ)

قرآن کے نزول سے کون خوش ہوتا ہے؟

۶......قتادہ کا قول ہے کہ مراد سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب ہیں کہ وہ قرآن کے نزول کی وجہ سے نور قرآن سے مستفیض ہوتے ہیں، اور یہی قول مجاہد اور ابن زید کا ہے۔ مجاہد نے یہ بھی کہا ہے کہ مراد اہل کتاب میں سے ایمان لانے والے مومنین ہیں۔ ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے کہ یہود و نصاریٰ ہیں کہ وہ اپنی کتاب کی تصدیق ہوتے دیکھ کر نزول قرآن سے خوش ہوتے ہیں اور یہی قول اکثر علماء کا ہے۔ (الجامع الاحکام القرآن، الجزء ۱۳، ص ۲۷۶)

لغت قرآن عربی زبان:

ے......بعض مشرکین کو یہ شبہ ہوتا تھا کہ یہ قرآن مجید عربی میں کیوں نازل ہوا، اللہ نے اس شبہ کا ازالہ فرمایا کہ اس سے پہلے حضرات انبیائے کرام پر جو کتابیں نازل ہوئیں وہ ان کی زبانوں میں تھے، اس لئے قرآن بھی عربی زبان میں نازل ہوا، قرآن کو ''حکما'' اس لئے کہا کہ اس میں تمام مکلفین کے لیے احکام حلال، حرام، جائز، ناجائز وغیرہ موجود ہیں۔ (الخازن، ج ۳، ص ۲۲)

معتزلہ کہتے ہیں کہ عربی زبان حادث ہے، اور قرآن مجید چونکہ عربی زبان میں ہے اس لیے یہ بھی حادث قرار پایا، اس کا جواب یہ ہے کہ اس کلام سے یہ لازم آیا کہ کلام لفظی حادث ہے اور ہم بھی اِسے حادث ہی مانتے ہیں لیکن ہم قرآن کو قدیم مانتے ہیں اس لیے اس سے مراد کلام نفسی ہے نہ کہ لفظی۔ (تبیان القرآن، ج ۶، ص ۱۰۷)

اغراض: فکذلک افعل استھزاء بک یہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اکرام کی وجہ سے ہے، عمومی اعتبار سے ایسا نہیں۔

دل علی ھذا: ﴿افمن ھو قائم﴾ کا جواب محذوف ہے، اس کی نظیر اس فرمان مقدس نشان ﴿افمن شرح اللہ صدرہ للاسلام (الزمر:۲۲)﴾ جیسا کہ اللہ نے جس کا دل سخت کر دیا، اور اس کی دلیل اس فرمان ﴿فویل للقاسیۃ قلوبھم (الزمر:۲۲)﴾ میں ملتی ہے، ایک فرمان ﴿افمن یخلق کمن لا یخلق (النحل:۱۷)﴾ میں بھی دلیل ہے۔

من ھم: یہاں مفسر نے معبودان ناحق کی جنس اور نوع کا بیان کیا ہے۔

فائدۃ: علامہ طیبی نے فرمایا اس آیت میں ﴿افمن ھو قائم...... الخ (الرعد:۳۳)﴾ واضح دلائل ہیں: (۱)......مفسر نے آیت مقدسہ کی تفسیر کمن لیس کذلک سے فرمائی، تاکہ کافروں پر دلیل قائم ہو جائے اور ان کے فاسد قیاس کا رد بلیغ ہو جائے، (۲)...... ﴿وجعلوا اللہ شرکاء (الرعد:۳۳)﴾ میں ضمیر ظاہر کو مضمر کی جگہ پر لائے، اس بات کی تنبیہ ہے کہ واحد حقیقی کے مقابلے میں شریک بنا لئے حالانکہ اس کے نام میں کوئی شریک نہیں (تو باعتبار معبود صفات میں کیسے ہو سکتا ہے)، (۳)......فرمان مقدس ﴿قل سموھم﴾ یعنی ان کے نام پکارو اور کہوا ے فلاں! اے فلاں!، پس میرے دلائل کی موجودگی میں معبودان ناحق کا انکار لازم آتا ہے، (۴)......فرمان مقدس ﴿ام تنبئونہ بما لا یعلم (الرعد:۳۳)﴾ اس جملے میں کسی چیز کی نفی سے اس کے لزوم یعنی معلوم کی نفی پر دلیل ہے، (۵)...... ﴿ام بظاھر من القول (الرعد:۳۳)﴾ سے استدراج (ڈھیل دینے) پر دلیل لی گئی ہے، اور ہمزہ تقریر کے لئے ہے جس سے مراد یہ ہے کہ کیا تم اپنے منہ سے ایسی بات نکالتے ہو جو تم نے دیکھی ہی نہیں، پس تم اس پر غور کرو، (۶)......آیت مذکورہ میں تمام امور کو اختصار کے ساتھ جائزہ لیا گیا ہے اور مذکورہ خطاب منادی کے عاجز ہونے پر دلیل ہے۔

ظلھا: جنت میں سایہ ہونے سے مراد یہ ہے کہ وہاں سورج نہ ہوگا، پس سورج کا نہ ہونا اُجالے کے نہ ہونے کے منافی نہیں، عرش باری کے نور سے اُجالے ظاہر ہونگے اس لیے کہ عرش جنت کی چھت ہوگی اور اسی طرح جنتیوں کا نور عرش کے نور پر غالب ہوگا۔

من مومنی الیھود: مراد نصاریٰ کے مومن ہیں، یعنی نجران، حبشہ اور یمن کے مومن، جب انہوں نے قرآن سماعت کیا تو ان کی آنکھیں آنسوؤں سے بھر گئیں۔

کفر بالرحمٰن: جب سید عالم ﷺ نے صلح حدیبیہ کی کتابت فرمائی تو لکھا: ''بسم اللہ الرحمٰن'' تو مشرکین کہنے لگے کہ ہم رحمٰن کو نہیں پہچانتے، کیا یمامہ کا رحمٰن یعنی مسیلمۃ کذاب مراد ہے۔

فیما یدعونک الیہ من ملتھم: یعنی ان کافروں کا کہنا تھا کہ ہم ایک سال آپ کے معبود کی عبادت کریں اور ایک سال آپ ہمارے معبود کی عبادت کریں، اور اسی طرح نماز ایک سال بیت المقدس میں ادا کریں۔ (الصاوی، ج۳، ص۲۱۸ وغیرہ)

رکوع نمبر: ۱۲

وَنَزَلَ لَمَّا عَيَّرُوْهُ بِكَثْرَةِ النِّسَاءِ﴿وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ اَزْوَاجًا وَّذُرِّيَّةً ۭ ﴾اَوْلَادًا وَاَنْتَ مِثْلُهُمْ﴿وَمَا كَانَ لِرَسُوْلٍ ﴾مِّنْهُمْ اَنْ﴿اَنْ يَّاْتِيَ بِاٰيَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ ﴾لِاَنَّهُمْ عَبِيْدٌ مَرْبُوْبُوْنَ﴿ لِكُلِّ اَجَلٍ ﴾مُدَّةٍ﴿كِتَابٌ(۳۸) ﴾مَكْتُوْبٌ فِيْهِ تَحْدِيْدُهٗ﴿يَمْحُو اللّٰهُ ﴾مِنْهُ ﴿مَا يَشَآءُ وَيُثْبِتُ ښ ﴾ بِالتَّخْفِيْفِ وَالتَّشْدِيْدِ فِيْهِ مَا يَشَاءُ مِنَ الْاَحْكَامِ وَغَيْرِهَا﴿وَعِنْدَهٗۤ اُمُّ الْكِتٰبِ(۳۹) ﴾اَصْلُهُ الَّذِيْ لَا يُغَيَّرُ مِنْهُ شَيْءٌ وَهُوَ مَا كَتَبَهٗ فِي الْاَزَلِ﴿وَاِنْ مَّا ﴾ فِيْهِ اِدْغَامُ نُوْنِ اِنِ الشَّرْطِيَّةِ فِيْ مَا الْمَزِيْدَةِ﴿نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِيْ نَعِدُهُمْ﴾بِهٖ مِنَ الْعَذَابِ فِيْ حَيَاتِكَ وَجَوَابُ الشَّرْطِ مَحْذُوْفٌ اَيْ فَذَاكَ﴿اَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ ﴾قَبْلَ تَعْذِيْبِهِمْ﴿فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ ﴾لَا عَلَيْكَ اِلَّا التَّبْلِيْغُ﴿وَعَلَيْنَا الْحِسَابُ(۴۰) ﴾اِذَا صَارُوْا عَلَيْنَا فَنُجَازِيْهِمْ﴿اَوَلَمْ يَرَوْا ﴾اَيْ اَهْلُ مَكَّةَ﴿اَنَّا نَاْتِي الْاَرْضَ ﴾نَقْصُدُ اَرْضَهُمْ﴿نَنْقُصُهَا مِنْ اَطْرَافِهَا ۭ ﴾بِالْفَتْحِ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ ﴿وَاللّٰهُ يَحْكُمُ ﴾فِيْ خَلْقِهٖ بِمَا يَشَاءُ﴿لَا مُعَقِّبَ ﴾رَآدَّ﴿لِحُكْمِهٖ ۭ وَهُوَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ(۴۱) وَقَدْ مَكَرَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ﴾مِنَ الْاُمَمِ بِاَنْبِيَائِهِمْ كَمَا مَكَرُوْا بِكَ﴿فَلِلّٰهِ الْمَكْرُ جَمِيْعًا ۭ ﴾وَلَيْسَ مَكْرُهُمْ كَمَكْرِهٖ لِاَنَّهٗ تَعَالٰى﴿ يَعْلَمُ مَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ ۭ ﴾ فَيُعِدُّلَهَا جَزَاءَهَا وَهٰذَا هُوَ الْمَكْرُ كُلُّهٗ لِاَنَّهٗ يَاْتِيْهِمْ بِهٖ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُوْنَ﴿وَسَيَعْلَمُ الْكُفّٰرُ ﴾الْمُرَادُ بِهِ الْجِنْسُ وَفِيْ قِرَاءَةٍ الْكُفَّارُ﴿لِمَنْ عُقْبَى الدَّارِ(۴۲) ﴾اَيِ الْعَاقِبَةُ الْمَحْمُوْدَةُ فِي الدَّارِ الْاٰخِرَةِ ءَ لَهُمْ اَمِ النَّبِيِّ ﷺ وَاَصْحَابِهٖ ﴿وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ﴾لَكَ﴿لَسْتَ مُرْسَلًا ۭ قُلْ ﴾لَهُمْ ﴿كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًاۢ بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ ۙ ﴾عَلٰى صِدْقِيْ﴿وَمَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتٰبِ(۴۳) ﴾مِنْ مُؤْمِنِي الْيَهُوْدِ وَالنَّصَارٰى.

﴿ترجمہ﴾

(اور آیت مبارکہ اس وقت نازل ہوئی جب کہ عورتوں نے سید عالم ﷺ کو غیرت دلائی) اور بیشک ہم نے تم سے پہلے رسول بھیجے اور ان کے لیے بیبیاں......۱......اور بچے کئے (ذریۃ کے معنی اولاد ہے، اور آپ بھی ان ہی کی مثل ہیں) اور (رسولوں میں سے) کسی رسول کا کام نہیں کہ نشانی لے کر آئے مگر اللہ کے حکم سے (کیونکہ وہ) ہر اجل کی (یعنی مدت کی) لکھت ہے (جس کتاب میں اس کی موت لکھی ہوئی ہے) اللہ جو چاہے مٹاتا ہے (اس کتاب میں سے) اور ثابت کرتا ہے......۲......(یثبت کو مخفف اور مشدد دونوں طرح پڑھا گیا ہے، اس میں جو احکام وغیرہ چاہے ثابت فرماتا ہے) اور اصل لکھا ہوا اس کے پاس ہے (یعنی اس کی اصل جس میں سے کچھ بدلتا نہیں، وہ ہے جسے اس نے ازل میں لکھ دیا) اور اگر (انما میں ان شرطیہ کو ما زائدہ میں ادغام کر کے بھی پڑھا گیا ہے) ہم تمہیں دکھا دیں کوئی وعدہ جو انہیں دیا جاتا ہے (یعنی عذاب نازل ہونے کا، آپ ﷺ کی حیات ظاہری میں اور اس کا جواب شرط فذاک محذوف ہے) یا پہلے ہی اپنے پاس بلائیں (ان کو عذاب دینے سے پہلے) تو بہر حال تم کو صرف پہنچانا ہے (یعنی آپ ﷺ کے ذمہ تبلیغ کرنا ہے) اور حساب لینا ہمارا ذمہ (جب وہ ہمارے پاس آئینگے تو ہم انہیں جزاء دینگے) کیا انہیں (یعنی اہل مکہ کو) نہیں سوجھتا کہ ہم ہر طرف سے ان کی آبادی گھٹاتے آرہے ہیں......۳......(نبی پاک ﷺ کے ہاتھوں فتوحات کے ذریعے، نأتی بمعنی نقصد ہے) اور اللہ حکم فرماتا ہے (اپنی مخلوق کے بارے میں جو چاہتا ہے) اس کا حکم پیچھے ڈالنے والا (اس کو رد فرمانے والا) کوئی نہیں اور ان سے اگلے فریب کر چکے ہیں (ان سے اگلی امتیں اپنے انبیائے کرام کے ساتھ فریب کر چکی ہیں جیسا کہ یہ تمہارے ساتھ فریب کر رہے ہیں) تو ساری خفیہ تدبیروں......۴......کا مالک اللہ ہی ہے (اور ان کا مکر اللہ کی خفیہ تدبیر کی طرح نہیں کیونکہ وہ تو بلند و بالا ہے) جانتا ہے جو کچھ کوئی جان کمائے (پس اس نے اس کی جزاء تیار کی ہوئی ہے اور یہ تمام اس کی خفیہ تدبیر ہے کہ وہ ان کے پاس اس راہ سے آئیگی جس کا انہیں شعور تک نہ ہوگا) اور اب جانا چاہتے ہیں کافر (الکافر سے مراد اسم جنس ہے اور ایک قرائت میں الکفار بھی ہے) کسے ملتا ہے پچھلا گھر (یعنی آخرت میں اچھا انجام انہیں یا نبی پاک ﷺ کو) اور کافر کہتے ہیں (آپ سے) تم رسول نہیں تم فرماؤ (ان سے) اللہ گواہ کافی ہے مجھ میں اور تم میں (میری صداقت پر) اور وہ جسے کتاب کا علم ہے (یعنی یہود و نصاری میں سے جو مومنین ہیں)۔

﴿ترکیب﴾

﴿ولقد ارسلنا رسلا من قبلک وجعلنا لھم ازواجا وذریۃ﴾.

و: مستانفہ، لام: تاکیدیہ قسمیہ، قد: تحقیقیہ، ارسلنا: فعل بافاعل، رسلا من قبلک مرکب توصیفی مفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، جعلنا لھم: فعل بافاعل وظرف لغو، ازواجا وذریۃ: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر قسم محذوف "واللہ" کے لیے جواب قسم، ملکر جملہ قسمیہ۔

﴿وما کان لرسول ان یاتی بایۃ الا باذن اللہ﴾.

و: عاطفہ، ما: نافیہ، کان: فعل ناقص، لرسول: ظرف مستقر خبر مقدم، ان: مصدریہ، یاتی: فعل بافاعل، ب: جار، ایۃ: ذوالحال، الا: للحصر، باذن اللہ: ظرف مستقر حال، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ بتاویل مصدر اسم مؤخر، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿لکل اجل کتاب○ یمحوا اللہ ما یشاء ویثبت وعندہ ام الکتاب﴾.

لکل اجل: ظرف مستقر خبر مقدم، کتاب: اسم مؤخر ملکر جملہ اسمیہ، یمحوا اللہ: فعل بافاعل، ما یشاء: موصول صلہ ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، ویثبت: جملہ فعلیہ معطوف، ملکر جملہ معطوفہ، و: عاطفہ، عندہ: ظرف مستقر خبر مقدم، ام الکتاب

: مبتدا موخر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿وان ما نرینک بعض الذی نعدھم او نتوفینک فانما علیک البلغ وعلینا الحساب﴾.

و: عاطفہ، ان: شرطیہ، ما: زائدہ، نرینک: فعل با فاعل ومفعول، بعض: مضاف، الذی: موصول، نعدھم: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، او نتوفینک: جملہ فعلیہ معطوف،ملکر صلہ،ملکر مضاف الیہ،ملکر مفعول ثانی،ملکر جملہ فعلیہ شرط، ف: جزائیہ، انما: حرف مشبہ اورمکافہ، علیک البلغ: جملہ اسمیہ معطوف علیہ، وعلینا الحساب: جملہ اسمیہ معطوف،ملکر جزا،ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿اولم یروا انا نأتی الارض ننقصھا من اطرافھا﴾.

ھمزہ: حرف استفہامیہ، و: عاطفہ معطوف علی محذوف "انکروا نزول ما اوعد ناھم وشکوا فی ذلک الم ینظروا فی ذالک؟"، لم یروا: فعل با فاعل، انا: حرف مشبہ واسم، نأتی: فعل وضمیر ذوالحال، ننقصھا من اطرافھا: جملہ فعلیہ حال،ملکر فاعل، الارض: مفعول،ملکر جملہ فعلیہ خبر،ملکر جملہ اسمیہ مفعول، لم یروا فعل اپنے متعلقات سے ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿واللہ یحکم لا معقب لحکمہ وھو سریع الحساب﴾.

و: عاطفہ، اللہ: مبتدا، یحکم: جملہ فعلیہ خبر، لا: نفی جنس، معقب: اسم، لحکمہ: ظرف مستقر خبر،ملکر جملہ اسمیہ حال ہے ماتحل "نأتی" کے فاعل سے، و: عاطفہ، ھو: مبتدا، سریع الحساب: خبر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿وقد مکر الذین من قبلھم فللہ المکر جمیعا﴾.

و: مستانفہ، قد: تحقیقیہ، مکر: فعل، الذین من قبلھم: موصول صلہ ملکر فاعل،ملکر جملہ فعلیہ مستانفہ، ف: عاطفہ معطوف علی محذوف "فلا تابہ لمکرھم ولا نخش خیرا منہ" اللہ: ظرف مستقر خبر مقدم، المکر: ذوالحال، جمیعا: حال،ملکر مبتدا مؤخر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿یعلم ما تکسب کل نفس وسیعلم الکفر لمن عقبی الدار﴾.

یعلم: فعل، ماتکسب: مفعول، کل نفس: فاعل،ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، سیعلم الکفار: فعل با فاعل، : لمن: ظرف مستقر خبر مقدم، عقبی الدار: مبتدا مؤخر،ملکر جملہ اسمیہ مفعول،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ویقول الذین کفروا لست مرسلا قل کفی باللہ شھیدا بینی وبینکم ومن عندہ علم الکتب﴾.

و: مستانفہ، یقول الذین کفروا: قول، لست مرسلا: فعل ناقص با اسم وخبر،ملکر جملہ فعلہ مقولہ،ملکر جملہ فعلیہ قولیہ مستانفہ، قل: قول، کفی: فعل، ب: زائدہ، اللہ: معطوف علیہ، ومن عندہ علم الکتاب: موصول صلہ ملکر معطوف،ملکر ممیز، شھیدا بینی وبینکم: شبہ جملہ تمیز،ملکر جملہ فعلیہ مقولہ،ملکر جملہ فعلیہ قولیہ۔

﴿شانِ نزول﴾

☆......ولقد ارسلنا رسلا...... ☆ کافروں نے سید عالم ﷺ پر یہ عیب لگایا تھا کہ وہ نکاح کرتے ہیں، اگر نبی ہوتے تو دنیا ترک کرتے، بی بی بچے سے کچھ واسطہ نہ رکھتے، اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور انہیں بتایا گیا کہ بی بی بچے ہونا نبوت کے منافی نہیں لہذا یہ اعتراض محض بے جا ہے اور پہلے جو رسول آچکے ہیں وہ بھی نکاح کرتے تھے اور ان کے بھی بی بی بچے ہوتے تھے۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

تعدد ازواج پر اعتراض:

۱......مشرکین مکہ سید عالم ﷺ کی ذات پاک پر جہاں دیگر اعتراضات کرتے تھے وہیں تعدد ازدواج پر بھی اعتراض ہوتا تھا، اللہ نے اس اعتراض کے جواب میں فرمایا کہ ہم نے جتنے رسول وپیغمبر بھیجے ان کے لئے بیویاں اور اولاد بھی بنائی، جب گزشتہ رسولوں کے حق میں تعدد ازواج اور اولاد منافی رسالت نہیں تو ان کے لیے کیوں کر منافی ہوگی۔

☆......حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ دن ورات کی ایک ساعت میں تمام ازواج کو مشرف فرماتے تھے اور وہ گیارہ تھیں، قتادہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا کیا آپ اس کی طاقت رکھتے تھے؟ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا ہم یہ باتیں کرتے تھے کہ آپ ﷺ کو تیس مَردوں کی طاقت دی گئی تھی۔(صحیح البخاری کتاب الغسل، باب اذا جامع ثم عاد، رقم: ۲٦۸، ص۴۸)۔

علامہ ابن حجر عسقلانی اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں ایک روایت کے مطابق سید عالم ﷺ کے کُل پندرہ نکاح ہوئے اور گیارہ عورتوں سے رخصتی ہوئی جن میں سے آپ ﷺ کی وفات کے وقت نو ازواج حیات تھیں، اسماعیلی کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ چالیس عورتوں کی طاقت رکھتے تھے۔ حلیہ میں ہے کہ آپ ﷺ کو چالیس جنتی مَردوں کی طاقت تھی، اور امام احمد، نسائی اور حاکم نے صحیح سند کے ساتھ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت نقل کی ہے کہ ایک جنتی مرد کھانے پینے، جماع کرنے اور شہوت میں ایک سو دنیاوی مَردوں کی طاقت رکھتا ہے۔ اس حساب سے ہمارے نبی پاک ﷺ چار ہزار مَردوں کی طاقت رکھتے تھے۔

(فتح الباری، کتاب الغسل، باب اذا جامع ثم عاد، رقم ۲٦۸، ج۱، ص ۴۹۷)

☆......حضرت انس وابن عباس رضی اللہ عنہم روایت کرتے ہیں کہ سید عالم ﷺ نے پندرہ عورتوں سے نکاح کئے، جن میں سے تیرہ کے پاس گئے اور قُربت گیارہ سے فرمائی اور بوقت وصال نو ازواج حیات تھیں۔

چھ ازواج قُریشی تھیں جن کے نام یہ ہیں خدیجہ بن خُوَیلد، عائشہ بنت ابی بکر صدیق، حفصہ بنت عمر بن الخطاب، اُمِّ حَبِیبَہ بنت ابوسفیان، اُمِّ سَلَمَہ ھند بنت امیہ، سُودہ بنت زمعہ بن قیس، چار عربی غیر قریش تھیں جن کے نام یہ ہیں زینب بنت جحش، میمونہ بنت الحارث بن حزن، زینت بنت خزیمہ بن الحارث، جویریہ بنت الحارث بن ابی ضرار بن حبیب بن عائذ، غیر عرب ازواج میں سے صفیہ بنت حُیی بھی تھیں۔ ابوعبیدہ معمر بن المثنی کہتے ہیں کہ سب سے پہلے خدیجہ، پھر سودہ سے مکہ مکرمہ میں، پھر بی بی عائشہ سے ہجرت سے دو سال پہلے، پھر اُمِّ سَلَمَہ سے معرکۂ بدر کے بعد دوسرے سال میں مدینہ منورہ میں، پھر بی بی حفصہ ہجرت کے دوسرے سال میں، پھر زینب بنت جحش سے ہجرت کے تیسرے سال، پھر بی بی جُوَیریہ سے پانچویں سال میں، پھر اُمِّ حَبِیبَہ سے چھٹے سال اور پھر ساتویں سال میں بی بی صَفِیَہ سے، پھر میمونہ بنت حارث، پھر فاطمہ بنت سریج، پھر زینب بنت خزیمہ، پھر ھند بنت یزید، پھر اسماء بنت نعمان، پھر قتیلہ بنت الاشعث، پھر سنا بنت اسماء۔

(۱)......فضائل بی بی خدیجۃ الکبری: ابن شہاب کا قول ہے سب سے پہلے ایمان لانے والی یہی تھیں اور نماز کے فرض ہونے سے پہلے انہوں نے سید عالم ﷺ کی تصدیق فرمائی۔ طبرانی کی صحیح سند سے عبدالرحمٰن بن ابی لیلی نے مرسلا روایت کیا ہے کہ جبرائیل امین سید عالم ﷺ کے ساتھ موجود تھے کہ بی بی خدیجۃ الکبری تشریف لائیں، سید عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ یہ خدیجہ ہیں، جبرائیل امین نے جواباً فرمایا کہ انہیں میری اور میرے رب کی جانب سے سلام پیش کیجئے۔(سبل الھدی والرشاد، باب جماع ابواب ذکر ازواجہ ﷺ، ج۱۱، ص ۱۴۳ وغیرہ)۔

سیدہ خدیجۃ الکبری نے جس وقت سید عالم ﷺ سے نکاح فرمایا اُس وقت آپ کی عمر مبارک چالیس سال تھی، انکی موجودگی میں سید عالم ﷺ نے کسی اور خاتون سے نکاح نہ فرمایا، حضرت ابراہیم کے علاوہ آپ ﷺ کی تمام اولاد اِن ہی کے بطن سے ہوئی، ہجرت سے تین سال پہلے انتقال فرمایا۔

(۲)......فضائل بی بی سودہ: بی بی خدیجۃ الکبری کی وفات کے چند دن بعد سید عالم ﷺ نے حضرت سودہ بنت زمعہ القرشیہ سے نکاح فرمایا، یہ وہ خاتون ہیں کہ انہوں نے اپنی باری بی بی عائشہ کے لئے بخش دی تھی، انہوں نے حضرت عمر کی خلافت کے آخری ایام میں انتقال فرمایا۔ (الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب، رقم:۳٤۲۸)

روایت میں ہے کہ جب بی بی سَودَہ بڑھاپے تک پہنچ چکیں تو سید عالم ﷺ نے انہیں طلاق دینے کا ارادہ فرمایا، انہوں نے سید عالم ﷺ سے عرض حال فرمائی کہ آپ ﷺ مجھے طلاق نہ دیں بلکہ میں اپنی باری بی بی عائشہ کو دیتی ہوں، میں چاہتی ہوں کہ کل قیامت میں آپ ﷺ کی ازواج میں میرا شمار ہو، میں وہ کچھ نہیں چاہتی جو دیگر خواتین چاہتی ہیں، پس انہوں نے سید عالم ﷺ کو طلاق دینے سے روک دیا یہاں تک کہ دیگر ازواج کی طرح دنیا سے رخصت ہوئیں۔ ایک قول کے مطابق ان کا انتقال پُر ملال امیر معاویہ کے دور میں سن ۵٤ھ میں ہوا۔ (سبل الھدی والرشاد، باب:فضائل سودہ بنت زمعہ، ج ١١، ص١٩٩ وغیرہ)

(۳)......فضائل بی بی عائشہ: اِس کے بعد بی بی عائشہ سے نکاح فرمایا، جس وقت بی بی طیبہ کا نکاح سید عالم ﷺ سے ہوا اس وقت ان کی عمر چھ سال تھی اور ہجرت کے پہلے سال ان کی رخصتی ہوئی، بوقت رخصتی عمر صرف نو سال تھی (صحیح البخاری، کتاب مناقب الانصار، باب: تزویج النبی ﷺ، رقم:۳۸۹٤، ص٦٥٤)۔ بی بی عائشہ کے علاوہ کسی کنواری عورت سے آپ ﷺ کا نکاح نہ ہوا اور تمام ازواج میں سے صرف بی بی عائشہ کو یہ شرف حاصل ہے کہ اُن کے بستر پر وحی کا نزول ہوا اور آپ کی برائت میں سورۂ نور کی دس آیات (۱۱تا ۲۰) نازل ہوئیں۔ بڑی فقیہہ اور عالمہ تھیں اور اکابر صحابہ آپ سے مسائل دریافت کرتے تھے۔ آپ نے سترہ رمضان ۵۸ھ میں منگل کے دن وفات پائی اور بقیع میں دفن ہوئیں۔ حضرت ابوہریرہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور اسی رات بقیع شریف میں دفن ہوئیں۔ (الاستیعاب، رقم:۳٤٦۳)۔ بی بی عائشہ کی برکت سے آیت مقدسہ ﴿فتیمموا صعیدا طیبا (النساء:٤۳)﴾ نازل ہوئی جب کہ طیبہ طاہرہ صاحبہ کا ہار کھو گیا تھا۔

(٤)......بی بی حفصہ: اس کے بعد بی بی حفصہ سے نکاح ہوا ان کو سید عالم ﷺ نے طلاق دی تھی پھر رجوع فرمالیا تھا (سنن ابو داؤد، کتاب الطلاق، باب المراجعۃ، رقم ۲۲۸۳، ص٤۲٦)، پہلے پہل ان کا نکاح خُنَیس بن حذافہ سے ہوا جو بدر میں حاضر ہوا اور مدینہ میں انتقال کر گیا، جب بی بی صاحبہ نے عدت پوری فرمالی تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اِن سے نکاح کرنے کا پیغام بھیجا تو انہوں نے کوئی جواب نہ دیا، پھر عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو جب کہ بی بی رُقیہ بنت محمد ﷺ انتقال فرما چکی تھیں لیکن انہوں نے کہا کہ میں ابھی نکاح کرنا نہیں چاہتا، جب حضرت عمر فاروق نے اس بات کا ذکر سید عالم ﷺ سے کیا تو سید عالم ﷺ نے فرمایا: "حفصہ کا نکاح اُس سے کیا جائے تو عثمان سے بہتر ہو اور عثمان کا نکاح اُس سے کیا جائے جو حفصہ سے بہتر ہو"۔ پھر ابوبکر صدیق نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے ملاقات فرمائی اور عرض گزار ہوئے کہ میں سید عالم ﷺ کا راز فاش کرنا نہیں چاہتا تھا لیکن جب آپ نے مجھے بی بی حفصہ سے نکاح کرنے کا پیغام دیا ہے تو جان لیں کہ سید عالم ﷺ نے بی بی حفصہ سے نکاح کا ارادہ ظاہر فرمایا ہے، پھر سید عالم ﷺ نے اُن سے نکاح فرمایا۔ تین ہجری میں نکاح ہوا اور اکتالیس یا پینتالیس ہجری میں ان کی وفات ہوئی۔ (الاصابۃ فی تمییز الصحابہ، کتاب النساء،

حرف الحاء المهملة، رقم۱۱۰۵۳، ج۸، ص ۸۵)۔ابن عباس سے روایت ہے کہ اللہ کا فرمان ﴿واذا اسر النبی الی بعض ازواجه حدیثا (التحریم: ۳) ﴾ نازل ہوا تو بی بی حفصہ سید عالم ﷺ کے پاس تشریف لائیں، آپ ﷺ اُس وقت ماریہ (قبطیہ، خادمہ سید عالم ﷺ) کے ساتھ موجود تھے، سید عالم ﷺ نے بی بی حفصہ سے فرمایا: ''تجھے عائشہ نے خبر نہیں دی کہ میری وفات کے بعد ابوبکر اور ان کے بعد تیرے والد گرامی خلافت کے منصب پر فائز ہونگے، بی بی حفصہ نے جب بی بی عائشہ کے پاس پہنچ کر خبر دی تو بی بی عائشہ نے سید عالم ﷺ کے پاس پہنچ کر عرض کی، اے اللہ کے حبیب! آپ ﷺ کو یہ خبریں کون دیتا ہے؟ فرمایا: علیم وخبیر رب، بی بی عائشہ فرماتی ہیں کہ میں دیکھتی تھی کہ سید عالم ﷺ ماریہ کے حوالے سے اجتناب فرماتے تو آیت نازل ہوئی ﴿یا ایها النبی لم تحرم (التحریم: ۱) ﴾۔

(سبل الهدی، باب مناقب حفصه، ج۱۱، ص ۱۸۵ وغیره)

(۵)......بی بی زینب بنت خزیمہ: اس کے بعد بی بی زینب بنت خزیمہ بن الحارث سے نکاح فرمایا، انہیں اُمُّ المَسَاکِین کہا جاتا ہے، وجہ یہ ہے کہ بی بی صاحبہ مساکین کو کثرت سے کھلاتی تھیں، سید عالم ﷺ کی حیات ظاہری میں پردہ فرمایا اور بقیع مرقد میں دفن ہوئیں۔

(سبل الهدی والرشاد، الباب التاسع فی فضائل ام المومنین زینب بنت خزیمه، ج۱۱، ص ۲۰۵)

(۶)......ام سَلَمَہ بنت ابی امیہ: اس کے بعد اُمِّ سَلَمَہ بنت ابی امیہ بن المغیرہ بن عبداللہ بن عمرو بن مخزوم القرشیۃ المخزومیہ سے نکاح فرمایا، ان کا اصل نام ھند اور ابوعمر کے قول کے مطابق رملہ تھا، ان کے والد کا نام حذیفہ یا سہیل تھا اور لقب زاد الراکب تھا، چوتھے سال میں جمادی الاخر میں سید عالم ﷺ نے ان سے نکاح فرمایا۔ واقدی کے قول کے مطابق شوال المکرم کے مہینے میں سن ۵۹ھ میں انتقال فرمایا اور ابوہریرہ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی، ابن حبان کے مطابق ۶۱ھ میں امام حسین کے شہید ہونے کی اطلاع آنے کے بعد انتقال فرمایا، ابن خیثمہ کے مطابق یزید بن معاویہ کے دور خلافت میں انتقال فرمایا، ابونعیم کہتے ہیں کہ سن ۶۲ھ میں انتقال فرمایا اور سید عالم ﷺ کی ازواج میں سب سے آخر میں ان کا انتقال ہوا۔ (الاصابة، کتاب النساء، حرف السین المهملة، رقم: ۱۲۰۶۵، ج۸، ص ۴۰۴)

(۷)......بی بی زینب بنت جحش: پھر محترمہ بی بی زینب سے نکاح فرمایا، سن ۳ھ یا ۵ھ میں نکاح ہوا، ان کے سبب سے آیت حجاب ﴿فلما قضی زید منها وطرا زوجنا کها (الاحزاب: ۳۷) ﴾ نازل ہوئی، اس سے پہلے سید عالم ﷺ کے لےپالک بیٹے زید کے نکاح میں تھیں۔ سید عالم ﷺ کا ان سے نکاح فرمانے میں ایک راز یہ بھی تھا کہ لےپالک بیٹے کے احکام اور حقیقی بیٹے کے احکام میں فرق ہو جائے۔ ایک ضعیف روایت میں یہ بھی ہے کہ جب بی بی زینب کو یہ معلوم ہوا کہ سید عالم ﷺ اُن سے نکاح کے مشتاق ہیں تو انہوں نے سجدۂ شکر ادا کیا۔ جس وقت ان کا نکاح سید عالم ﷺ سے ہوا اُس وقت ان کی عمر پینتیس سال تھی، پچاس سال کی عمر میں ۲۰ھ میں ان کا انتقال ہوا اور عمر بن عثمان کے قول کے مطابق ۵۳ سال زندگی گزاری۔ (الاصابة، کتاب النساء، حرف الزای المنقوطة، رقم: ۱۱۲۲۷، ج۸، ص ۱۵۵)

(۸)......بی بی جُوَیْرِیہ: پھر جویریہ بنت الحارث سے نکاح ہوا، یہ بنو المصطلق کے قیدیوں میں آئی تھیں، انہوں نے آپ ﷺ سے مکاتبت کی رقم کی ادائیگی میں مدد کی درخواست کی تھی، آپ ﷺ نے ان کی طرف سے رقم ادا کی پھر ان سے نکاح فرمایا۔ آپ ﷺ نے ان سے پانچ یا چھ ہجری میں نکاح کیا جب کہ ان کا انتقال سن ۵۶ھ میں ہوا۔ (الاستیعاب، رقم: ۳۳۱۸)۔

(۹)......بی بی اُمِّ حَبِیْبَہ: پھر بی بی اُمِّ حبیبہ سے نکاح ہوا، ان کا نام رملہ بنت ابی سفیان ہے، جس وقت ان کا نکاح سید عالم ﷺ سے ہوا یہ حبشہ میں تھیں، ان کا نکاح نجاشی نے سید عالم ﷺ سے کرایا، اور مہر چار ہزار درہم تھا، نجاشی نے بی بی صاحبہ کو شُرَحْبِیل کے ساتھ سید

عالم ﷺ کے پاس بھیجا اور مہر کی رقم بھی انہی کے ساتھ روانہ کردی، نجاشی کو سید عالم ﷺ نے کچھ نہ بھیجا۔ بی بی صاحبہ کی فضیلت میں یہ آیت ﴿عسى الله ان يجعل بينكم وبين الذين عاديتم منهم مودة (الممتحنة:۷)﴾ نازل ہوئی۔ تاریخ وفات میں بہت اختلاف ہے تاہم ۴۴ھ، ۴۲ھ، ۵۵ھ میں انتقال فرمایا۔ (سبل الهدى والرشاد، باب في فضائل ام حبيبة، ج ۱۱، ص ۱۹۳ وغیرہ)

(۱۰)......صفیہ بنت حیی: پھر صفیہ بنت حیی بن اخطب سے نکاح ہوا جو کہ بنونضیر کے سردار تھے، یہ حضرت ہارون بن عمران کے نسب سے تھیں، یہ نبی کی بیٹی اور نبی کی زوجہ تھیں اور دنیا کی تمام عورتوں میں سب سے زیادہ حسین تھیں، یہ بھی قید ہوکر آئی تھیں، انہیں آزاد کرکے نکاح فرمایا، ۷ھ میں نکاح ہوا، واقدی نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ سید عالم ﷺ خیبر سے اس وقت تک روانہ نہ ہوئے جب تک کہ بی بی صفیہ اپنے ایام سے فارغ ہوجائیں اور انہیں اپنے ساتھ لے جائیں، پھر جب خیبر سے سات میل سفر طے کرلیا تو بی بی صاحبہ سے خلوت کی جانب متوجہ ہونے کا ارادہ ہوا اور انہیں اپنے ساتھ رات گزارنے کا شرف بخشا۔ ابوعمر روایت کرتے ہیں کہ بی بی صفیہ عقلمند، بردبار اور فاضلہ تھیں، ہمیں روایت پہنچی کہ بی بی صاحبہ ہفتہ کے دن اور یہود سے میل ملاپ کو اچھا جانتی ہیں تو انہوں نے اپنی خادمہ کے ساتھ لکھ بھیجا کہ اللہ نے ہفتہ کے دن کو جمعۃ المبارک سے بدل دیا ہے اور میری اصل یہود ہے (اسلام لانے سے پہلے میرا تعلق یہود سے تھا)، پھر اپنی خادمہ سے پوچھا تجھے میرے بارے میں یہ باتیں کس نے سکھائیں؟ بولی: شیطان نے، کہا: جاؤ تم آزاد ہو۔ اور واقدی کی تحقیق کے مطابق ۵۰ھ میں وفات پائی اور بقیع میں دفن ہوئیں۔

(الاصابة، كتاب النساء، باب الصاد المهملة، رقم: ۱۱۴۰۷، ج ۸، ص ۲۱۰ وغیرہ)

(۱۱)......ام المومنین بی بی میمونہ: پھر بی بی میمونہ بنت الحارث سے نکاح فرمایا، سب سے آخر میں ان سے نکاح کیا، جب آپ عمرۃ القضاء کرنے تشریف لے گئے تھے، تو آپ ﷺ نے مکہ مکرمہ میں ان سے نکاح فرمایا، ان کی شان اقدس میں یہ آیت ﴿وامرأة مؤمنة ان وهبت نفسها للنبي ان اراد النبي ان يستنكحها خالصة لك من دون المؤمنين (الاحزاب: ۵۰)﴾، یہ حضرت معاویہ کے ایام حکومت میں فوت ہوئیں، ان کی قبر مبارک مقام سرف میں ہے، آپ ﷺ نے ۷ھ میں ان سے نکاح کیا اور ان کا انتقال پرملال ۶۱ھ یا ۶۳ھ میں ہوا، حضرت ابن عباس نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔ (اسد الغابه، رقم: ۷۲۹۷، ج ۶، ص ۲۷۵)

مٹانے اور ثابت کرنے کے معنی:

۲......معترضین اعتراض کرتے تھے کہ سید عالم ﷺ ایک دن ایک حکم بیان کرتے ہیں اور دوسرے دن اُسی سے انحراف کرتے ہیں، اس کا کیا سبب ہے؟ اللہ نے جواب دیا ﴿يمحوا الله ما يشاء ويثبت (الرعد: ۳۹)﴾، سعید بن جبیر اور قتادہ کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ شرعی احکام وفرائض میں سے جو چاہتا ہے مٹاتا ہے یا تبدیل فرمادیتا ہے اور دوسرے احکام نازل فرمادیتا ہے اور پھر اُسے منسوخ وتبدیل نہیں فرماتا۔ ابن عباس کا قول ہے کہ اللہ رزق، اجل، سعادت (نیک بخت ہونا) وشقاوت (بد بخت ہونا) میں سے جو چاہے لکھے اور جو چاہے مٹائے اس کی دلیل حضرت حذیفہ بن اسید کی روایت ہے، وہ فرماتے ہیں میں نے سید عالم ﷺ کو فرماتے سُنا، آقائے دوجہاں ﷺ فرماتے ہیں: "جب نطفہ بیالیس راتوں کا ہوجاتا ہے تو اللہ فرشتے کو بھیجتا ہے، فرشتہ اس کی صورت بناتا ہے، اور اس کی آواز، آنکھ، کان ناک، گوشت، ہڈیاں وغیرہ بناتا ہے، پھر کہتا ہے: اے میرے رب! مذکر ہے یا مونث، اللہ جو چاہتا ہے فیصلہ فرماتا ہے پس فرشتہ لکھ لیتا ہے، پھر عرض گزار ہوتا ہے اے میرے رب! عمر کتنی پائیگا؟ اللہ جو چاہتا ہے فیصلہ فرماتا ہے پس فرشتہ اُسے لکھ لیتا ہے، پھر عرض کرتا ہے اے میرے رب! اس کا رزق کتنا ہوگا؟ اللہ جو چاہتا ہے فرماتا ہے اور فرشتہ اُسے لکھ لیتا ہے، پھر فرشتہ اُس صحیفہ

کو لے کر باہر آتا ہے اور اُس میں کوئی کمی بیشی نہیں کی جاتی۔اصل میں المحو کے معنی ہیں لکھے ہوئے کے اثر کو لے جانا اور اسی کی ضد الاثبات ہے، علماء نے اس آیت کو ظاہر پر محمول کیا ہے کہ ہر چیز اپنے ظاہری معنی کا تقاضا کرتی ہے۔ پس اللہ رزق اور اجل میں جو چیز چاہتا ہے زیادہ کر دیتا ہے اور اسی کی مثل سعادت وشقاوت ہے اور ایمان باللہ اور کفر باللہ ہے۔ابن مسعود وابن عمر سے منقول ہے: ''اللہ سعادت وشقاوت، رزق وموت کو مٹا کر جو چاہتا ہے لکھ دیتا ہے''۔حضرت ابن عمر بیت اللہ کا طواف کرتے ہوئے روتے ہوئے فرماتے ہیں: ''اے اللہ! اگر تو نے مجھے سعادت مندوں اور مغفرت یافتگان میں لکھ دیا ہے تو ثابت قدمی عطا فرما اور اگر تو نے مجھے شقی لوگوں میں لکھ دیا ہے تو مجھے سعید کر دے اور مغفرت سے نواز دے، بیشک تو جو چاہے لکھتا ہے جو چاہے مٹاتا ہے اور تیرے پاس اُمّ الکتاب ہے۔ابن مسعود اور بعض آثار سے منقول ہے کہ ایک شخص کی زندگی کے تین دن رہ گئے، اُس نے اللہ کی بارگاہ میں نماز ادا کی تو اس کی زندگی تیس سال تک کردی گئی، یہ روایت بغوی نے بغیر سند کے بیان کی۔ (الخازن، ج۳، ص ۲۲ وغیرہ)

آبادی گھٹانے سے کیا مراد ھے؟

۳......مجاہد نے منصور سے روایت کیا ہے کہ آبادی گھٹانے سے مراد یہ ہے کہ فقہاء وعلماء دنیا سے اُٹھالئے جائیں گے، ایک قول یہ ہے کہ ہر کنارے سے کمی کا سلسلہ ہوگا اور یہ قول ابن عباس کے قول کے مخالف ہے۔عکرمہ اور شعبی نے آبادی گھٹانے سے (مالی) نقصان اور جانوں کا ضائع ہونا مراد لیا ہے، ایک قول یہ کیا گیا ہے کہ اگر زمین تنگ ہوگی تو اتنی تنگ ہوگی کہ تمہیں قضائے حاجت کی جگہ نہ ملنے پائی گی، ایک قول یہ بھی ہے کہ اُمتیں پہلے ہلاک ہونگی اور زمین بعد میں کیا تم نے نہ دیکھا کہ قوم قریش پہلے ہلاک ہوئی اور زمین بعد میں برباد ہوئی؟ کیا تم خوف نہیں کرتے کہ تمہارے ساتھ بھی ایسا ہی معاملہ ہو جائے؟ ابن عباس مجاہد اور ابن جریج نے یونہی روایت کیا ہے۔ابن عباس سے یہ بھی روایت ہے کہ زمین کی برکتیں، پھل اور اہل میں کمی آجائے گی اور یہ ظلم وزیادتی کی وجہ سے ہوگا۔علامہ قرطبی کہتے ہیں کہ آخری قول میرے نزدیک صحیح ترین ہے اس لئے کہ ظلم وزیادتی زمین میں خرابی پیدا کرتی ہے، بسنے والوں کو قتل کرنے اور برکتیں ختم ہونے کا سبب بنتی ہے۔ (الجامع الاحکام القرآن، الجزء ۱۳، ص ۲۸۴)

میں کہتا ہوں کہ علامہ قرطبی نے جو فرمایا ہے کہ آخری قول میرے نزدیک صحیح ترین ہے، درست فرمایا ہے کہ اس لئے کہ موجودہ دور کے حالات کو دیکھتے ہوئے یہی محسوس ہوتا ہے، انسانی قدر ومنزلت ختم، قتل وغارت گری کا دور دورہ اور زمین تنگ ہوتی نظر آرہی ہے۔

خُفیہ تدابیر کا مالک کون؟

۴......ہمارے اسلاف اللہ کی خفیہ تدبیر سے ہر وقت خوف زدہ رہتے تھے، قطعی جنتی ہونے کے باوجود خوف خدا کا حال، سبحن اللہ! ابو احمد حاکم مجاز بن جبل سے روایت ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ایک باغ میں تشریف لے گئے تو وہاں آپ رضی اللہ عنہ نے ایک چڑیا کو سائے میں بیٹھے دیکھ کر حسرت سے ایک آہ کھینچ کر فرمایا: ''اے جانور! تجھے مبارک ہو کہ تو درختوں کے پھل کھاتا ہے اور ان کے سائے میں آرام کرتا ہے اور تجھ سے کسی بات کا حساب نہ ہوگا، کاش کہ ابو بکر تیرے جیسا ہوتا''۔ابن عساکر اصمعی سے روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت صدیق اکبر کی کوئی شخص مدح کرتا تو آپ فرماتے، اے اللہ! تو مجھ سے میرے نفس کا اچھی طرح واقف ہے اور میں ان لوگوں سے اچھی طرح واقف ہوں، اے اللہ! جیسا ان کا میرے بارے میں خیال ہے مجھے اس سے بہتر کر دے اور میرے وہ گناہ بخش دے جنہیں یہ لوگ نہیں جانتے اور ان کی بات سے مجھے گرفت نہ کرنا''۔ (تاریخ الخلفاء، فضائل صدیق اکبر، فصل: ۳۷، ص ۱۵۲ وغیرہ)

ان نفوس قدسیہ کے خوف کا عالم ایسا ہوتا تھا کہ سخت مجاہدات کیا کرتے، کئی کئی دن تک کچھ نہ کھاتے، حضرت سیدنا یوسف بن

حسین فرماتے: ''جب تم راہ سلوک کے کسی طلبگار کو رخصتوں پر عمل کرتے دیکھو تو جان لو کہ اسے کچھ حاصل نہیں ہوگا''۔ حضرت سیدنا سَرِی سَقَطی کے بارے میں منقول ہے کہ آپ فرماتے: ''میرا نفس ۳۰ یا ۴۰ سال تک مجھ سے مطالبہ کرتا رہا کہ میں کھجور کے شیرے میں گاجر ڈبو کر کھاؤں لیکن میں نے اس کی بات نہیں مانی''۔ حضرت سیدنا سہل بن عبداللہ پندرہ دن میں صرف ایک بار کھانا تناول فرماتے تھے، جب رمضان آتا تو جب تک عید کا چاند نہ دیکھ لیتے کھانا نہ کھاتے اور آپ ہررات خالص پانی سے روزہ افطار کرتے۔ سیدنا ابو تراب نخشی بصرہ کے جنگل کے راستے سے، مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تو حضرت سیدنا احمد بن یحییٰ بن جلا نے ان سے ان کے کھانے کے متعلق پوچھا تو انہوں نے فرمایا: ''بصرہ سے نکلا تو میں نے مقام نباج اور پھر ذات عرق میں کھانا کھایا تھا اور ذات عرق سے تم تک پہنچا ہوں''، یعنی فقط دو بار کھانے سے جنگل کا سفر طے فرمالیا۔ حضرت سیدنا ابوعثمان مغربی فرمایا کرتے: ''ربانی والے ۴۰ دن میں ایک مرتبہ اور صَمَدانی والے ۸۰ دن میں ایک مرتبہ کھانا کھاتے ہیں۔ (الرسالۃ القشیریۃ، باب الجوع وترک الشهوۃ، ص ۲۱۳ وغیرہ)

اغراض: لما عیروہ بکثرۃ النساء: کثرت ازواج پر طعن کا جواب ہم نے حاشیہ نمبر۱ میں مفصل بیان کردیا ہے۔

مربوبون: بمعنی مقهورون مغلوبون ہے۔ مکتبوب فیه: یعنی یہ کتاب لوح محفوظ میں بھی موجود ہے۔

وھو ما کتبه في الازل: اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنے علم واراوے سے اسے مقدر فرمایا، مفسر اس جانب گئے ہیں کہ کیا موجودہ قرآن مجید (جو کہ مصحف کی صورت میں موجود ہے) اور لوح محفوظ (ام الکتاب میں) موجود قرآن پاک میں کچھ تغیر وتبدل ہے یا نہیں؟ ایک جواب یہ ہوسکتا ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ازل ہی میں تمام باتوں کا علم عطا فرمادیا، اگر کوئی یہ کہے کہ جب اللہ نے لوح اور قلم کی تخلیق فرمائی تو جمیع ما کان وما یکون کا علم لکھ دیا، پھر قلم اٹھالی گئی اور مصاحف بند کردیئے گئے، میں (علامہ صاوی) اس کا جواب یہ دیا کہ قلم اٹھالینے سے مراد یہ ہے کہ اللہ کے علم کے مطابق معاملہ ہوا، اور ایک قول یہ ہے کہ محو واثبات یعنی مٹانا اور لکھنا فقط فرشتوں کے صحف میں ہوتا ہے اور اس فرمان ﴿وعندہ ام الکتاب﴾ (الرعد:۳۹) سے مراد لوح محفوظ ہے، اور لوح محفوظ پر موجود کتابت میں تغیر وتبدل نہیں ہوسکتا، حاصل کلام یہ ہے کہ لوح محفوظ کے علاوہ میں تغیر وتبدل ہوسکتا ہے جو کہ اللہ کے علم میں ہے اور حقیقت حال اللہ ہی جانتا ہے۔

ای فذاک: مبتداء ہے اور اس کی خبر محذوف ہے، تقدیر عبارت یہ ہے کہ شاف صدرک من اعدائک

فنجازیهم: یعنی خیر وشر کے اعمال مراد ہیں، اللہ نے اپنے نبی کو دنیا میں ان کے عذاب دیئے جانے کی خبر پر جمع فرمایا اور آخرت میں اللہ انہیں عذاب دے گا۔

نقصد ارضهم: مراد مکہ مکرمہ ہے، سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد اور کفار مشرکین کی نعمتیں اور ظاہری شان وشوکت کو زائل کرنا مقصود ہے، اللہ عَزَّوَجَلَّ نے فرمایا ﴿واورثکم ارضهم ودیارهم واموالهم﴾ (الاحزاب:۲۷) اطراف کی سرزمین میں انہیں رسوا کرکے اور بڑائی سلب کرکے، ایک قول یہ بھی ہے کہ کافروں کو تمام روئے زمین میں رسوا کیا جائے گا نہ کہ فقط سرزمین مکہ مکرمہ میں، اور اطراف کی کمی سے مراد علماء، شرفاء، دینی حکمران اور صلحاء کی اموات ہے، اس کی مناسبت اللہ کے اس فرمان ﴿اولم ینظروا﴾ (الاعراف:۱۸۵) کیا وہ نہیں دنیا کے تغیرات کو دیکھتے، خرابیاں، حیات کے بعد ممات، عزت کے بعد ذلت؟ جب یہ مشاہدہ کرلیا ہے تو پھر کفار کے عزت کے بعد ذلیل ہونے سے کون سی بات مانع ہے؟۔

من مومنی الیهود والنصاری: مطلق مومنین مراد ہیں، اس کا جواب اس فرمان ﴿یاایها النبی حسبک اللہ ومن اتبعک من المومنین (الانفال:۶۴)﴾۔ (الصاوی، ج۳، ص ۲۲۱ وغیرہ)

صلوا علی الحبیب: صلی اللہ علی محمد

سورۃ ابراھیم مکیۃ الا الم تر الی الذین بدلوا ۲۸، ۲۹ الایتین

(سورہ ابراہیم مکیہ ہے، سوائے الم تر الی الذین بدلوا ......الخ اور اس کے بعد والی آیت کے)

(اس میں ۷ رکوع، ۵۲ آیتیں، ۸۶۱ کلمے، ۳۴۳۴ حروف ہیں)

تعارف

اللہ ﷻ نے اس سورہ کے آغاز میں ظلمت اور نور کا ذکر فرمایا، ظلمت کو جمع اور نور کو واحد ذکر کر کے یہ باور کرا دیا کہ کفر و گمراہی کے طریقے بہت ہیں جب کہ راہ حق صرف ایک ہی ہے اور وہ دین اسلام ہے۔ سید عالم ﷺ کی رسالت کے عام ہونے کا بیان بھی ابتداء ہی میں آیت نمبر ۴ کے تحت فرما دیا تا کہ قیام قیامت تک ہر شخص جان لے کہ حضور ﷺ کی رسالت عام ہے اور کائنات کے گوشے گوشے میں بسنے والوں کے لئے مشعل راہ ہے۔ فرعون کے ظلم و ستم کا بیان بھی فرمایا اور اسے "بلاء عظیم" کے ذریعے خطاب فرمایا، ساتھ ہی مصیبت و آزمائش پر صبر کرنے اور نعمتوں پر شکر کرنے کا بیان عمومی طور پر فرمایا کہ انسان اپنی ذات پر اللہ ﷻ کے انعام و اکرام کی زیادتی چاہتا ہو تو شکر کا دامن تھام لے کہ اسی سے نعمتوں میں اضافہ ہوتا ہے۔ قوم نوح، عاد، ثمود وغیرہ نے اپنے انبیائے کرام کو جس طرح جھٹلایا اور اللہ کے نافرمان کہلائے، قرآن میں بار بار ان کا ذکر فرمایا گیا اور متذکرہ سورہ میں بھی اللہ ﷻ نے ان کا اجمالی بیان کر دیا۔ منکرین کے کاموں کو راکھ کا ڈھیر کہا گیا جس پر ہوا کا ایک جھونکا آتا ہے تو ساری کمائی ہاتھ سے نکل جاتی ہے لہذا انسان کو اللہ کی وحدانیت کو مان لینے کے سوا کوئی چارہ کار نہیں، ایمان کا درخت ایسا جس کی جڑیں مومنین کے دل میں ہوتی ہیں، اسے اللہ ﷻ نے "شجرۃ طیبۃ" کہہ کر خطاب فرمایا، اگرچہ اس کی جڑیں مومنین کے دلوں میں پیوست ہیں لیکن اس کی شاخیں کائنات میں جگہ جگہ اصحاب رسول ﷺ، محبان اہل بیت رضی اللہ عنہم، اولیائے کاملین اور ان کے پیروکاروں کی صورت میں چمکتی دمکتی دکھائی دیتی ہیں۔ حدیث میں کھجور کے درخت کو ایسا ہی کہا گیا جس کے پتے کبھی نہیں گرتے اور وہ ہر وقت پھل دیتا ہے۔ "شجرۃ خبیثۃ" کی مثال کفر و ضلالت کی ایسی گندگی ہے جیسا کہ اندرائن کا درخت جس کا مزہ بدبودار ہوتا ہے۔ نہ تو اس کی اصل ثابت اور نہ ہی کوئی دلیل و حجت اس کے استحکام کا پیش خیمہ بنے۔ نماز کا اجمالی حکم اور راہ خدا میں خرچ کرنے کی برکتوں کا ذکر بھی کیا گیا ہے۔ چونکہ اس سورہ کا نام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے نام پر رکھا گیا ہے لہذا سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی مبارک دعاؤں کا ذکر خیر بھی "رب اجعل هذا البلد امنا اے میرے رب! اس شہر کو امان والا کر دے" کی صورت میں کیا گیا ہے۔ "رب انهن اضللن كثيرا من الناس اے میرے رب! بیشک بتوں نے بہت لوگ بہکا دیئے"، "ربنا انی اسکنت من ذريتی......الخ اے میرے رب! میں نے اپنی کچھ اولاد ایک نالے میں بسائی جس میں کھیتی نہیں ہوتی تیرے حرمت والے گھر کے پاس"، "ربنا ليقيموا الصلوة......الخ اے میرے رب! اس لئے کہ وہ نماز قائم رکھیں تو تو لوگوں کے کچھ دل ان کی طرف مائل کر دے"، "ربنا انک تعلم ما نخفی......الخ اے ہمارے رب تو جانتا ہے جو ہم چھپاتے ہیں اور ظاہر کرتے اور اللہ پر کچھ چھپا ہوا نہیں"، "الحمد لله الذی......الخ تمام خوبیاں اللہ کو جس نے مجھے بڑھاپے میں اسماعیل و اسحاق دیئے"، "رب اجعلنی مقیم الصلوة ...... الخ اے میرے رب مجھے نماز قائم کرنے والا رکھ اور کچھ میری اولاد کو اے ہمارے رب اور ہماری دعا سن لے"، "ربنا اغفرلی و الوالدی وللمومنين...... الخ اے ہمارے رب مجھے بخش دے اور میرے ماں باپ کو اور سب مسلمانوں کو جس دن حساب قائم ہوگا"۔ الغرض اس سورہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی متذکرہ دعائیں خصوصیت کے ساتھ شامل کی گئی ہیں۔

رکوع نمبر : ۱۳

بسم الله الرحمن الرحیم اللہ کے نام سے شروع جو بڑا مہربان رحم والا

﴿الٓرٰ﴾ اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِمُرَادِهٖ بِذٰلِکَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ ﴿كِتَابٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ﴾ يَامُحَمَّدُ ﴿لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ﴾ الْكُفْرِ ﴿اِلَى النُّوْرِ لا﴾ اَلْاِيْمَانِ ﴿بِاِذْنِ﴾ بِاَمْرِ ﴿رَبِّهِمْ﴾ وَيُبْدَلُ مِنْ اِلَى النُّوْرِ ﴿اِلٰى صِرَاطِ الْعَزِيْزِ﴾ الْغَالِبِ ﴿الْحَمِيْدِ(۱)﴾ الْمَحْمُوْدِ ﴿اللّٰهِ﴾ بِالْجَرِّ بَدَلٌ اَوْ عَطْفُ بَيَانٍ وَمَا بَعْدَهٗ صِفَةٌ وَالرَّفْعِ مُبْتَدَاءٌ خَبَرُهٗ ﴿الَّذِيْ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ط﴾ مِلْكًا وَخَلْقًا وَعَبِيْدًا ﴿وَوَيْلٌ لِّلْكٰفِرِيْنَ مِنْ عَذَابٍ شَدِيْدِ(۲)﴾ اَلَّذِيْنَ﴾ نَعْتٌ ﴿يَسْتَحِبُّوْنَ﴾ يَخْتَارُوْنَ ﴿الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا عَلَى الْاٰخِرَةِ وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ﴾ دِيْنِ الْاِسْلَامِ ﴿وَيَبْغُوْنَهَا﴾ اَيِ السَّبِيْلَ ﴿عِوَجًا ط﴾ مُعَوَّجَةً ﴿اُولٰٓئِكَ فِيْ ضَلٰلٍ بَعِيْدٍ(۳)﴾ عَنِ الْحَقِّ ﴿وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ﴾ بِلُغَةِ ﴿قَوْمِهٖ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ ط﴾ لِيُفْهِمَهُمْ مَا اَتٰى بِهٖ ﴿فَيُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ط وَهُوَ الْعَزِيْزُ﴾ فِيْ مُلْكِهٖ ﴿الْحَكِيْمُ(۴)﴾ فِيْ صُنْعِهٖ ﴿وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَا﴾ التِّسْعَ وَقُلْنَا لَهٗ ﴿اَنْ اَخْرِجْ قَوْمَكَ﴾ بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ ﴿مِنَ الظُّلُمٰتِ﴾ الْكُفْرِ ﴿اِلَى النُّوْرِ لا﴾ الْاِيْمَانِ ﴿وَذَكِّرْهُمْ بِاَيّٰمِ اللّٰهِ ط﴾ بِنِعَمِهٖ ﴿اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ﴾ التَّذْكِيْرِ ﴿لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ﴾ عَلَى الطَّاعَةِ ﴿شَكُوْرٍ(۵)﴾ لِلنِّعَمِ ﴿وَ﴾ اذْكُرْ ﴿اِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهِ اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ اَنْجٰكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ وَيُذَبِّحُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ﴾ الْمَوْلُوْدِيْنَ ﴿وَيَسْتَحْيُوْنَ﴾ يَسْتَبْقُوْنَ ﴿نِسَآءَكُمْ ط﴾ لِقَوْلِ بَعْضِ الْكَهَنَةِ اَنَّ مَوْلُوْدًا يُوْلَدُ فِيْ بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ يَكُوْنُ سَبَبَ ذِهَابِ مُلْكِ فِرْعَوْنَ ﴿وَفِيْ ذٰلِكُمْ﴾ الْاِنْجَاءِ وَالْعَذَابِ ﴿بَلَآءٌ﴾ اِنْعَامٌ اَوْ اِبْتِلَاءٌ ﴿مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ(۶)﴾

﴿ترجمہ﴾

الــــر (حروف مقطعات ہیں، اللہ ﷻ ہی اس کی مراد بہتر جانتا ہے، یہ قرآن) ایک کتاب ہے کہ ہم نے تمہاری طرف اتاری (اے حبیب ﷺ) تاکہ تم لوگوں کو اندھیریوں (یعنی کفر سے) اجالے (یعنی ایمان) کی طرف لاؤ......۱......ان کے رب کے اذن (حکم) سے......۲......(الی صراط العزیز الحمید بدل ہے الی النور سے) اس کی راہ کی طرف جو غالب ہے سراہا گیا (العزیز بمعنی غالب اور الحمید بمعنی محمود ہے) اللہ......۳......(لفظ اللہ بدل یا عطف بیان ہونے کی وجہ سے مجرور ہے اور اس کے مابعد اس کی صفت آرہی ہے اور مرفوع پڑھنے کی صورت میں یہ مبتداء ہے اور اس کی خبر الذی لہ......ہے) اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں اور جو کچھ زمینوں میں ہے (مملوک، مخلوق اور غلام ہونے کی حیثیت سے) اور کافروں کی خرابی ہے ایک سخت عذاب......۴......سے، جنہوں نے (الذین اسم موصول صفت ہے للکفرین کی) آخرت پر دنیا کی زندگی کو اختیار کیا......۵......(یستحبون بمعنی یختارون ہے) اور روکتے ہیں (لوگوں کو) اللہ کی راہ سے (دین اسلام سے) اور اس میں (یعنی اس راستے میں) کجی چاہتے ہیں (عوجا بمعنی معوجۃ ہے) وہ (حق سے) دور کی گمراہی میں......۶......ہیں اور ہم نے ہر رسول......۷......کو اس کی قوم ہی کی زبان (یعنی لغت)

میں بھیجا کہ وہ انہیں صاف بتائے (تاکہ وہ جو دین لیکر آئے ہیں وہ انہیں سمجھا سکیں) پھر اللہ گمراہ کرتا ہے جسے چاہے اور راہ دکھاتا ہے جسے چاہے اور وہ غلبہ رکھنے والا ہے (اپنی سلطنت میں) حکمت والا ہے (اپنی صنعت میں) اور بیشک ہم نے موسیٰ کو اپنی (نو) نشانیاں دے کر بھیجا (اور ان سے کہا) کہ اپنی قوم (بنی اسرائیل کو) اندھیریوں (یعنی کفر) سے اجالے کی طرف (یعنی ایمان کی طرف) لا اور انہیں اللہ کے دن......۸......یاد دلا (جس میں اللہ ﷻ نے اُن پر خصوصی انعام فرمائے) بیشک اس میں نشانیاں ہیں ہر بڑے صبر والے ......۹......کو (جو اطاعت پر صبر کرے) اور (اس کی نعمتوں پر اس کے) شکر گزار کو (اور یاد کرو) جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا کہ یاد کرو اپنے اوپر اللہ کا احسان جب اس نے تمہیں فرعون والوں سے نجات دی جو تم کو بُری مار مارتے تھے اور تمہارے (نومولود) بیٹوں کو ذبح کرتے تھے اور تمہاری بیٹیاں زندہ رکھتے (یستحیون بمعنی یستبقون ہے، ان کا یہ عمل بعض کاہنوں کے اس قول کے سبب تھا کہ بنی اسرائیل میں ایک لڑکا پیدا ہوگا جو فرعون کی بادشاہت جانے کا سبب بنے گا) اور اس میں (یعنی نجات یا عذاب دینے میں) تمہارے رب کا بڑا فضل ہوا (بلاء کا معنی یا تو انعام ہے یا آزمائش)۔

﴿ترکیب﴾

﴿الر کتب انزلنه الیک لتخرج الناس من الظلمت الی النور باذن ربهم الی صراط العزیز الحمید﴾۔

الر : خبر مبتدا محذوف "ھذا" کے لیے، ملکر جملہ اسمیہ، کتبٌ : موصوف، انزلناہ : فعل با فاعل ومفعول، الیک ظرف لغو اول، لام: جار، تخرج: فعل انت ضمیر ذو الحال باذن ربهم : ظرف مستقر حال، ملکر فاعل، من الظلمت : ظرف لغو اول، الی النور : جار مجرور مبدل منہ، الی صراط العزیز الحمید : جار مجرور بدل ملکر ظرف لغو ثانی، فعل اپنے متعلقات سے ملکر جملہ فعلیہ مجرور، ملکر ظرف لغو ثانی، انزلنا فعل اپنے متعلقات سے مل کر صفت، ملکر خبر "ھذا" مبتدا محذوف کے لیے، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿الله الذی له ما فی السموت وما فی الارض وویل للکفرین من عذاب شدید﴾۔

الله : موصوف، الذین : موصول، له : ظرف مستقر خبر مقدم، مافی السموات وما فی الارض : مبتدا مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ صلہ، ملکر صفت، ملکر ماقبل "العزیز الحمید" سے بدل ہے یا عطف بیان، و : مستانفہ، ویل : موصوف، من عذاب شدید : ظرف مستقر صفت، ملکر مبتدا، الکفرین : ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿الذین یستحبون الحیوة الدنیا علی الاخرة ویصدون عن سبیل الله ویبغونها عوجا اولئک فی ضلل بعید﴾۔

الذین : موصول، یستحبون الحیوة الدنیا...... الخ : جملہ فعلیہ معطوف علیہ، ویصدون عن سبیل الله : جملہ فعلیہ معطوف اول، و یبغونها عوجا : جملہ فعلیہ معطوف ثانی، ملکر صلہ، ملکر مبتدا، اولئک فی ضلل بعید : جملہ اسمیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿وما ارسلنا من رسول الا بلسان قومه لیبین لهم﴾۔

و : مستانفہ، ما : نافیہ، ارسلنا : فعل با فاعل، من : زائدہ، رسول : ذو الحال، الا : للحصر، بلسان قومه : ظرف مستقر حال، ملکر مفعول، لیبین لهم : ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ مستانفہ۔

﴿فیضل الله من یشاء ویهدی من یشاء وهو العزیز الحکیم﴾۔

ف : مستانفہ، یضل الله : فعل با فاعل، من یشآء : مفعول ملکر معطوف علیہ، ویهدی من یشآء : فعل با فاعل ومفعول ملکر معطوف ملکر جملہ فعلیہ مستانفہ، و : مستانفہ، هو : مبتدا، العزیز الحکیم : خبر اول وثانی ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ولقد ارسلنا موسی بایتنا ان اخرج قومک من الظلمت الی النور﴾۔

و : مستانفہ، لام: تاکیدیہ، قد: تحقیقیہ ،ارسلنا موسی بایتنا : فعل بافاعل ومفعول وظرف لغو، ان: مفسرہ، اخرج قومک...... الخ : جملہ فعلیہ بیان مفسرہ مفعول،ملکر جملہ فعلیہ قسم محذوف "واللہ" کے لیے جواب قسم،ملکر جملہ قسمیہ۔

﴿وذکرھم بایٰم اللہ ان فی ذلک لایت لکل صبار شکور﴾.

و: عاطفہ، ذکر ھم بایام اللہ: فعل بافاعل ومفعول وظرف لغوملکر جملہ فعلیہ،ان :حرف مشبہ، فی ذلک ظرف مستقر خبرمقدم، لام : تاکیدیہ، آیت: موصوف، لکل صبار شکور :ظرف مستقرصفت، ملکراسم مؤخر،ملکر جملہ اسمیہ .

﴿واذ قال موسی لقومہ اذکروا نعمۃ اللہ علیکم اذ انجکم من آل فرعون یسومونکم سوء العذاب ویذبحون ابنائکم ویستحیون نسائکم﴾.

و: مستانفہ، اذ: ظرفیہ مضاف، قال موسی لقومہ : قول، اذکروا : فعل بافاعل، نعمۃ اللہ : ذوالحال، علیکم : ظرف مستقر حال، ملکر مبدل منہ، اذ: مضاف، انجکم : فعل بافاعل ومفعول ،من : جار، الی فرعون :ذوالحال، یسومونکم سوء العذاب : جملہ فعلیہ حال اول، ویذبحون ابناء کم : جملہ فعلیہ حال ثانی ویستحیون نساء کم : جملہ فعلیہ حال ثالث،ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ مضاف الیہ، ملکر بدل اشتمال، ملکر مفعول، اذکروا فعل اپنے متعلقات سے ملکر مقولہ، ملکر مضاف الیہ،ملکر ظرف "اذکروا" فعل محذوف کے لیے، فعل محذوف اپنے متعلقات سے ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وفی ذلکم بلاء من ربکم عظیم﴾.

و :عاطفہ، فی ذلکم : ظرف مستقر خبر مقدم، بلاء : موصوف، من ربکم : ظرف مستقرصفت اول، عظیم : صفت ثانی،ملکر مبتدا موخر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

کیا تلاوتِ قرآن سے بھی لوگ مسلمان ہوسکتے ہیں؟

۱.....علامہ اسماعیل حقی فرماتے ہیں:قرآن کی آیات میں یہ تاثیر ہے کہ بندے کوقسم قسم کے اندھیروں سے،یعنی کفر،نفاق، شک،اور بدعت کے اندھیروں سے نکال کرایمان کے نورکی طرف لے جاتی ہے،تاریکی چاہے کفرکی ہو یاکسی اورقسم کی بندے کے افعال وصفات کو چُھپالیتی ہے جب کہ ایمان کا نور بندے کے دل میں رب وحدہ لاشریک کی صفات جلیلہ کے انوارکو منورکردیتا ہے ،یہی وجہ ہے کہ اللہ نے عالم ارواح یعنی عالم آخرت کی تخلیق نور سے فرمائی اوراس کاخُلاصہ (پھل/شگوفہ،کسی بھی چیزکااہم حصہ) روح انسانی میں رکھ دیااور عالم دنیایعنی عالم اجسام بنائی تواس کاخُلاصہ انسان کے جسم میں رکھ دیااور کبھی اللہ عالم اجسام کوعالم ارواح کے لئے پردہ میں کردیتاہےاورانسانی جسم کی ظلمتوں کوروح انسان کے نور کے لیے پردہ میں کردیتاہے،اوراللہ نے جہانوں کواسی نور وظلمت سے پیدا کیاہے اور یہ ساری باتیں اللہ کی ذات کے پردہ میں ہونے پردلیل ہیں جیسا کہ سید عالم ﷺ نے ارشادفرمایا:''بے شک اللہ کی ذات بالاصفات نوروظلمت کے ستر پردوں میں پوشیدہ ہےاگران پردوں کو ہٹادیا جائے تورب کے انوار وتجلیات کودیکھنے والوں کے چہرے جُھلس جائیں''۔اوراپنی موجودات میں سے اللہ نے کسی میں یہ ہمت وطاقت نہیں رکھی کہ تاریکی سے نورکی طرف نکل آئیں سوائے انسان کے،اورانسانوں میں سے بھی صرف مومنین کویہ فائدہ ہوتاہے کہ﴿اللہ ولی الذین امنوا یخرجھم من

الظلمات الی النور یعنی اللہ مومنین کو گناہوں کی تاریکی سے ایمان کے نور کی طرف نکالتا ہے (البقرۃ:۲۵۷)۔ (روح البیان، ج۴، ص۵۰۴)

علامہ آلوسی فرماتے ہیں: العزیز بمعنی القادر اور الحمید بمعنی العالم الغنی ہے، یعنی اللہ اپنے علم وقدرت سے جانتا ہے کہ کون قرآن کو سن کر ایمان لائے گا اور کس کے نصیب میں ایمان کا نور نہیں ہے۔ (تفسیر آلوسی، الجزء ۱۳، ص ۲۲۸)

اذن الٰہی عزوجل کے معنی:

۲...... اذن بمعنی توفیق ہے، اور اللہ کا خاص لطف وکرم ہے، باذن ربھم میں موجود ''باء'' تخرج کے متعلق ہے اور فعل کی اضافت نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہے، اس لیے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نیکی کا حکم دینے والے، بُرائی سے منع کرنے والے اور (اللہ کی عطا سے) ہدایت پھیلانے والے ہیں۔ (الجامع الاحکام القرآن، الجزء ۱۳، ص ۲۸۸)

معتزلہ کہتے ہیں کہ ''لتخرج الناس'' میں لام غرض اور حکمت کا ہے، اس کی دلیل یہ ہے کہ اللہ نے قرآن مجید اسی غرض کے لئے نازل فرمایا، اس دلیل کا تقاضا یہ ہے کہ اللہ کے افعال واحکام مصلحتوں کی رعایت کرنے کے لئے ہیں۔ اس کا جواب ہمارے اصحاب یہ دیتے ہیں کوئی شخص کسی بھی کام کو بغیر حصول مقصد کے نہیں کرتا، گویا بندہ اپنی غرض کے حاصل کرنے کے لئے کسی بھی کام کو انجام دیتا ہے لیکن اللہ کے لئے ایسا خیال کرنا محال ہے کہ اللہ کسی مقصود کو حاصل کرنے کے لئے کسی دوسرے کام کو بجالانے کا محتاج ہو۔

بعض حضرات نے یہ شبہ پیش کیا ہے کہ کسی امام یا رسول کی تعلیم کے بغیر معرفت باری تعالیٰ ممکن نہیں اور دلیل آیت مقدسہ ہے، وہ کہتے ہیں کہ اللہ نے آیت مقدسہ میں صاف بیان فرمادیا ہے کہ رسول بندے کو کفر کی تاریکیوں سے نکال کر نور ایمان سے نواز دیتا ہے، اس سے ثابت ہوا کہ معرفت الٰہی صرف تعلیم ہی سے ممکن ہے؟ جواب یہ ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہدایت کا منبہ ہے اور معرفت دلیل ہی سے حاصل ہوتی ہے۔ (التفسیر الکبیر، ج۷، ص ۵۷)

لفظ اسم جلالت ''اللہ'' کے اسرار ورموز:

۳...... اسم جلالت ''اللہ'' کا ہر لفظ ہر زاویے سے بامعنی ہے، مثلاً ابتداء سے الف حذف کریں تو ''للہ یعنی اللہ کے لئے، الف لام حذف کریں تو لہ یعنی اس پاک ہستی کے واسطے، الف اور دونوں لام حذف کریں تو ''ہ'' رہ جاتا ہے جس کے معنی ہیں وہ پاک ذات یعنی اللہ، غرض ہر طرح سے اسم جلالت ''اللہ'' اپنے معنی کے لحاظ سے ہر زاویے سے بامعنی ہے۔

کافروں کا عذاب سخت ہے!

۴...... اے محبوب! تیری مخالفت اور تجھے جھٹلانے کی وجہ سے قیامت میں اُن کے لئے ھلاکت ہے، پھر اگلی آیات میں ھلاکت کے اسباب بیان کردیئے گئے، (۱)...... آخرت کے مقابلے میں دنیاوی زندگی کو پسند کرتے ہیں، یعنی دنیاوی زندگی کو مؤثر جانتے ہیں، دنیا کو یاد رکھتے ہیں اور آخرت کو بھول جاتے ہیں، آخرت کو پیٹھ پیچھے چھوڑ دیتے ہیں۔ (۲)...... سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع سے لوگوں کو روکتے ہیں، (۳)...... راہ خدا کو خراب وبرباد کرنے کی کوشش کرتے ہیں، لیکن اِسے نقصان پہنچانے والا اسے برباد نہیں کرسکتا، اس کی پیروی کرنے والا فقط گمراہ اور جاہل ہی ہوسکتا ہے، جنہیں (اللہ کے فضل کی کوئی) امید نہیں ہوتی۔ (ابن کثیر، ج۲، ص ۶۵۰)

دنیا کی بے ثباتی اور آج کا مسلمان:

۵...... علامہ رازی فرماتے ہیں: دنیا کی زندگی سے وہی محبت کرتا ہے جو آخرت سے غافل ہوتا ہے، اور یہ دنیا کی زندگی گئی

عیوب میں گھری ہوئی ہے اور کئی صفات مذمومہ کا شکار ہے، اسی لئے اس زندگی کو کئی قسم کے عیوب سے تعبیر کیا جاتا ہے۔(۱)...... دنیاوی زندگی دکھ، بیماری، غم، خوف، پریشانی کے دروازے کھول دیتی ہے،(۲)......لذات ایسی کہ جس سے فقط دکھ حاصل ہوں ،روحانی لذات کا حصول ممکن نہ ہو کہ روحانی لذات گناہ سے نہیں بلکہ نیکی سے حاصل ہوتی ہیں،(۳)......دنیاوی زندگی اسباب کے منقطع ہونے، قرضوں اور اموات وغیرہ اسباب کے رونما ہونے کی وجہ سے تنگ ہو جاتی ہے،(۴)......دنیا حقیر و قلیل ہے،اس سے فقط وہی محبت کرے گا جو اس کے عیوب سے غفلت میں ہے اور اُخروی فضائل و مناقب سے غافل ہے،اسی لئے فرمایا ﴿والآخرۃ خیر وابقی یعنی آخرت بہتر واعلی ہے(الاعلی:۱۷)﴾۔ (الرازی، ج۷، ص ۶۰)

حضرت سیدنا امام واحدی لفظ ''الآخرۃ'' کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں: اس سے مراد دارِ آخرت ہے یعنی جنت دنیا سے بہتر، افضل اور ہمیشہ باقی رہنے والی ہے چنانچہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''جس نے آخرت طلب کی اُس کی دنیا کو نقصان ہوگا اور جس نے دنیا طلب کی اُس کی آخرت کو نقصان ہوگا، تو تم باقی رہنے والی چیز کو فانی دنیا پر ترجیح دو''۔(المسند امام احمد بن حنبل، حدیث ابی موسی اشعری، رقم:۱۹۱۹۹،ج ۵،ص ۵۶۵ بتغیر) امام ابو اسحٰق اسفرائنی جب انہیں مبتدعین یعنی گمراہوں کی بدعات کی اطلاع ہوئی تو پہاڑوں پر اُن اکابر علماء کے پاس تشریف لے گئے جو ترک دنیا و مافیہا (یعنی دنیا اور اس کا سامان چھوڑ کر) کے مجاہدات میں مصروف تھے، ان سے فرمایا: ''یا اکلۃ الحشیش انتم ھھنا وامۃ محمد ﷺ فی الفتن اے سوکھی گھاس کھانے والو! تم یہاں ہو اور امت محمد یہ فتنوں میں ہے''۔ انہوں نے جواب دیا کہ امام یہ آپ ہی کا کام ہے ہم سے نہیں ہوسکتا، وہاں سے واپس آئے اور مبتدعین کے رد میں نہریں بہا دیں یعنی شدید و کثیر رد کیا۔ (ملفوظات اعلی حضرت، ج۱، حصہ ۱، ص ۶۳)

آج کا مسلمان غور کرلے، کیا کر رہا ہے، دنیا کی خاطر آخرت کا سودا مہنگا پڑے گا، دنیا سے اتنی ہی رغبت ہو کہ زندگی گزاری جاسکے اور باقی تیاری آخرت کے لیے کرے۔

دور کی گمراهی سے کیا مراد هے؟

۶......کشاف میں ہے کہ آیت مبارکہ میں نسبت مجازی کا استعمال ہے، اور حقیقت میں بعد کو گمراہ کرنے والے فعل کے لئے لایا گیا ہے، اور یہ بھی جائز ہے کہ ضلال سے ایسا فعل مراد لیا جائے جس میں بُعد (دُوری) کا عنصر پایا جائے اس لئے کہ گمراہی کسی شخص کو حق سے دور یا قریب کسی مکان میں ڈال دیتی ہے۔ (روح المعانی، الجزء ۱۳، ص ۲۳۲)

سید عالم ﷺ کی رسالت عام هے!

۷......انبیاء سے کروں عرض کیوں مالکوں کیا نبی ہے تمہارا ہمارا نبی
جیسے سب کا خدا ایک ہے ویسے ہی اِن کا اُن کا تمہارا ہمارا نبی

اللہ ﷻ نے فرمایا: ﴿قل یایھا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعا تم فرماؤ اے لوگوں! میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں (الاعراف:۱۵۸)﴾۔ سید عالم ﷺ سب انسانوں کے ہی نہیں جنات کے بھی رسول ہیں: ارشاد باری ہے ﴿قل لئن اجتمعت الانس والجن ...... لبعض ظھیرا کہو اگر تمام جن اور انس اس قرآن کی مثل لانے پر جمع ہو جائیں تو وہ اس قرآن کی مثل نہیں لاسکتے، خواہ وہ ایک دوسرے کے مددگار ہو جائیں (بنی اسرائیل:۸۸)﴾۔ سید عالم ﷺ تمام جمادات، حیوانات، نباتات بلکہ پوری کائنات کے رسول ہیں، اللہ فرماتا ہے ﴿تبرک الذی نزل الفرقان علی عبدہ لیکون للعلمین نذیرا یعنی بڑی برکت والا ہے جس نے

اپنے مقدس بندوں پر فیصلہ کرنے والی کتاب نازل کی تا کہ وہ تمام جہاں والوں کے لئے ڈرانے والے ہوں (الفرقان: ۱)۔

☆......حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مجھے پانچ ایسی چیزیں دی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی کو نہ دی گئیں ،ایک ماہ کی مسافت سے میرا رعب طاری کر کے میری مدد کی گئی ہے، تمام روئے زمین کو میرے لئے سجدہ گاہ وآلۂ طہارت بنا دیا گیا پس میرا امتی جہاں نماز کا وقت پائے نماز ادا کرلے، میرے لئے مال غنیمت حلال کر دیا گیا جو مجھ سے پہلے کسی کے لئے حلال نہ تھا، پہلے نبی کسی خاص قوم کی طرف مبعوث کیا جاتا تھا اور مجھے تمام لوگوں کی جانب رسول بنا کر بھیجا گیا ہے۔

(صحیح البخاری، کتاب الحیض، باب: التیمم، رقم: ۳۳۵،ص۵۸)

☆......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ لوگوں نے شہنشاہ کائنات نے استفسار فرمایا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کو نبوت سے کب سرفراز کیا گیا؟ جواباً ارشاد فرمایا: ''جب آدم روح وجسم کی کیفیت میں تھے''۔

(سنن الترمذی، کتاب المناقب، باب: ما جاء فی فضل النبی صلی اللہ علیہ وسلم رقم: ۳۶۲۹،ص ۱۰۳۵)

☆......حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ انصار کے بعض گھر والوں کے پاس ایک اونٹ تھا جس پر وہ پانی کی مشکیں وغیرہ لاد کر لاتے تھے، ان کا اونٹ سرکش ہو گیا اور اس نے اپنے اوپر پانی لادنے نہیں دیا، وہ انصار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور انہوں نے کہا ہمارے پاس ایک اونٹ تھا جس پر ہم پانی لاد کر لاتے تھے اب وہ سرکش ہو گیا ہے اور ہمارے کھیت وباغ سوکھے پڑے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب سے فرمایا: چلو! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب اٹھے اور آپ مع اپنے اصحاب کے باغ میں داخل ہوئے جس کے ایک گوشے میں وہ اونٹ کھڑا ہوا تھا، نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم اس کی طرف جانے لگے، انصار نے کہا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! وہ اونٹ کاٹنے والے پاگل کتے کی طرح ہو گیا ہے اور ہمیں خطرہ ہے کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر حملہ کر دے گا، آپ نے فرمایا: مجھے اس سے کوئی خطرہ نہیں ہے، جب اونٹ نے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دیکھا تو وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف آیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آکر سجدہ میں گر گیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو پیشانی سے پکڑا تو وہ پہلے سے بہت زیادہ متواضع اور مطیع تھا، حتی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو کام میں لگا دیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب نے کہا کہ یہ بے عقل جانور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سجدہ کرتا ہے تو ہم عقل والے اس بات کے زیادہ مستحق ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سجدہ کریں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کسی بشر کے لیے لائق نہیں کہ دوسرے بشر کو سجدہ کرے اور اگر کسی بشر کے لئے جائز ہوتا تو میں عورت کو حکم دیتا کہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے کیونکہ خاوند کا اپنی بیوی پر عظیم حق ہے۔ (الترغیب والترھیب رقم: ۲۸۹۳، ج۲، ص ۶۷۵)

اللہ عزوجل کے دن سے مراد :

۸......ابن عباس، ابی بن کعب، مجاھد، قتادہ نے کہا کہ اللہ عزوجل کے دن سے مراد اللہ کی نعمت ہے، مقاتل کہتے ہیں کہ سابقہ امتوں میں ہونے والے واقعات، ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے کہ فلاں شخص عرب کے ایام کو جانتا ہے یعنی فلاں دن میں اللہ نے اُن پر کونسی نعمت یا عذاب نازل فرمایا، اس کا ذکر اس لئے کیا ہے کہ لوگ اللہ کے دن جانتے تھے انہیں وعدہ ووعید کے متعلق ترغیب ہو جائے، ترغیب یہ بھی ہے کہ اللہ نے جو اُن پر نعمتیں کیں ہیں انہیں یاد دلائے، اور سابقہ ایام میں جو لوگ رسول کی رسالت پر ایمان لائے ان کا حال معلوم ہو جائے، اور اللہ کی وعید کے بارے میں تنبیہ اس لئے کہ لوگ اللہ کی پکڑ کو جان لیں، اور اُس مالک کون مکان کی مخالفت اور رسول کی رسالت کو جھٹلانے والوں کا انجام بھی جان لیں۔ اللہ کے دن سے مراد یہ بھی ہے کہ جن دنوں فرعون قوم موسیٰ سے سخت کام لیتا تھا اور اُن کے ہاتھ گردنوں سے باندھ دیئے جاتے تھے، الغرض قبطیوں پر ہونے والے تمام مظالم کا بیان کرنا مقصود ہے۔ (الخازن، ج۳، ص ۲۹)

ہم کہتے ہیں کہ ساری نعمتیں ایک طرف، سید عالم ﷺ کی ذات پاک جیسی نعمت دنیا میں اللہ کی سب سے بڑی نعمت ہے، بلاشبہ جس دن آپ ﷺ اس عالم رنگ وبو میں جلوہ گر ہوئے وہ دن سب سے بڑا عظمت والا مبارک دن ہے لہذا اس دن کو بھی یاد دلانا چاہیے اور یاد رکھ کر اس عظیم نعمت کا خوب چرچا کرنا چاہیے۔

صبر کی تعریف:

۹......کسی چیز کو تنگی میں روک لینے کو صبر کہتے ہیں، اور یہ بھی کہ انسانی عقل اور شریعت جس بات کا تقاضا کرے اس پر عقل کو روک لینا صبر کہلاتا ہے۔

(المفردات، ص ۲۷۷)،(عطائین، ج۱، ص ۷۶)

☆......سید عالم ﷺ نے فرمایا: مصیبت کے وقت صبر کرنا اولی ہے''۔ حضرت علی ؓ کا فرمان ہے کہ: صبر کی مثال ایسی ہے جیسے جسم میں سر کی مثال''۔ رویم کہتے ہیں کہ صبر یہ ہے کہ شکوی ترک کردیا جائے، ذوالنون کہتے ہیں کہ صبر یہ ہے کہ اللہ سے مدد طلب کی جائے۔

(الرسالة القشيرية، باب الصبر، ص ۲۵۵ وغیرہ)

☆......سید عالم ﷺ نے فرمایا: صبر کے ذریعے مصیبت کے دور ہونے کا انتظار کرنا عبادت ہے''۔

(الاربعين في شيوخ الصوفية، ،ذكر ابي الحسن الدينوري، ص ۱۸۹)

اغراض: الكفر: تمام قسم کی اندھیریاں مراد ہیں، جب کہ ایمان میں تعدد نہیں پایا جاتا اس لئے النور کو واحد کے صیغے کے ساتھ استعمال کیا ہے۔

نعت: کافروں کی صفت کا بیان ہے، موصوف اور صفت میں جملہ ''من عذاب شديد'' کے ذریعے فصل لایا گیا ہے، جملہ الذين مبتدا ہے جب کہ اولئك في ضلل بعيد اس کی خبر ہے۔

بنعمه: مراد وہ دن ہے جس میں کوئی نعمت ہوئی، نعمت کو دن کے ساتھ اس لئے خاص کیا کہ اس دن میں وہ نعمت حاصل ہوئی۔

لقول بعض الكهنة: کاہن کی جمع ہے، مراد وہ شخص ہے جو چھپی باتوں کی خبر دیتا ہے، جب کہ نجومی ماضی کی خبریں بتاتا ہے۔

(الصاوی، ج۳، ص ۲۲٤ وغیرہ)

رکوع نمبر: ۱۴

﴿وَاِذْ تَاَذَّنَ﴾ اَعْلَمَ ﴿رَبُّكُمْ لَئِنْ شَكَرْتُمْ﴾ نِعْمَتِي بِالتَّوْحِيْدِ وَالطَّاعَةِ ﴿لَاَزِيْدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ﴾ جَحَدْتُمُ النِّعْمَةَ بِالْكُفْرِ وَالْمَعْصِيَةِ لَاُعَذِّبَنَّكُمْ دَلَّ عَلَيْهِ ﴿اِنَّ عَذَابِيْ لَشَدِيْدٌ (۷) وَقَالَ مُوْسٰى﴾ لِقَوْمِهٖ ﴿اِنْ تَكْفُرُوْا اَنْتُمْ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ۙ فَاِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ﴾ عَنْ خَلْقِهٖ ﴿حَمِيْدٌ (۸)﴾ مَحْمُوْدٌ فِي صُنْعِهٖ بِهِمْ ﴿اَلَمْ يَاْتِكُمْ﴾ اِسْتِفْهَامُ تَقْرِيْرٍ ﴿نَبَؤُا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ قَوْمِ نُوْحٍ وَّعَادٍ﴾ قَوْمِ هُوْدٍ ﴿وَّثَمُوْدَ ۬ ﴾ قَوْمِ صَالِحٍ ﴿وَالَّذِيْنَ مِنْ بَعْدِهِمْ لَا يَعْلَمُهُمْ اِلَّا اللّٰهُ ۭ ﴾ لِكَثْرَتِهِمْ ﴿جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ﴾ بِالْحُجَجِ الْوَاضِحَةِ عَلٰى صِدْقِهِمْ ﴿فَرَدُّوْٓا﴾ اَيِ الْاُمَمُ ﴿اَيْدِيَهُمْ فِيْٓ اَفْوَاهِهِمْ﴾ اَيْ اِلَيْهَا لِيَعَضُّوْا عَلَيْهَا مِنْ شِدَّةِ الْغَيْظِ ﴿وَقَالُوْٓا اِنَّا كَفَرْنَا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ﴾ عَلٰى زَعْمِكُمْ ﴿وَاِنَّا لَفِيْ شَكٍّ مِّمَّا تَدْعُوْنَنَآ اِلَيْهِ مُرِيْبٍ (۹)﴾ مُوْقِعٍ لِلرِّيْبَةِ ﴿قَالَتْ رُسُلُهُمْ اَفِي اللّٰهِ شَكٌّ﴾ اِسْتِفْهَامُ اِنْكَارٍ اَيْ لَا شَكَّ فِيْ تَوْحِيْدِهٖ لِلدَّلَائِلِ

الظَّاهِرَةِ عَلَيْهِ﴿فَاطِرِ ﴾خَالِقِ﴿السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط يَدْعُوكُمْ ﴾ اِلٰى طَاعَتِهٖ ﴿ لِيَغْفِرَ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ
﴾مِنْ زَائِدَةٌ فَاِنَّ الْاِسْلَامَ يُغْفَرُ بِهٖ مَا قَبْلَهٗ اَوْ تَبْعِيْضِيَّةٌ لِاِخْرَاجِ حُقُوْقِ الْعِبَادِ ﴿وَيُؤَخِّرَكُمْ ﴾بِلَا
عَذَابٍ﴿اِلٰى اَجَلٍ مُّسَمًّى ط ﴾اَجَلِ الْمَوْتِ﴿قَالُوْٓا اِنْ ﴾مَا﴿اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ط تُرِيْدُوْنَ اَنْ تَصُدُّوْنَا عَمَّا
كَانَ يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا ﴾مِنَ الْاَصْنَامِ﴿فَاْتُوْنَا بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ(١٠)﴾حُجَّةٍ ظَاهِرَةٍ عَلٰى صِدْقِكُمْ ﴿ قَالَتْ لَهُمْ
رُسُلُهُمْ اِنْ ﴾مَا﴿نَحْنُ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ﴾ كَمَا قُلْتُمْ ﴿ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَمُنُّ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ط
﴾بِالنُّبُوَّةِ﴿وَمَا كَانَ ﴾مَا يَنْبَغِيْ﴿لَنَا اَنْ نَّاْتِيَكُمْ بِسُلْطٰنٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ط ﴾بِاَمْرِهٖ لِاَنَّا عَبِيْدٌ مَرْبُوْبُوْنَ﴿وَعَلَى
اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ(١١)﴾يَثِقُوْا بِهٖ﴿وَمَا لَنَآ اَلَّا نَتَوَكَّلَ عَلَى اللّٰهِ ﴾ اَىْ لَا مَانِعَ لَنَا مِنْ ذٰلِكَ﴿وَقَدْ هَدٰىنَا
سُبُلَنَا وَلَنَصْبِرَنَّ عَلٰى مَآ اٰذَيْتُمُوْنَا ط ﴾عَلٰى اَذَاكُمْ﴿وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ(١٢)﴾

﴿ترجمہ﴾

اور یاد کرو جب تمہارے رب نے سنادیا (یاذن بمعنی اعلم ہے) کہ اگر احسان مانو گے (میری نعمتوں کا، توحید واطاعت کے ذریعے) تو میں تمہیں اور دوں گا اور اگر ناشکری کرو......۱...... (کفر ومعصیت کر کے نعمت کا انکار کرو گے تو میں تمہیں ضرور عذاب دونگا اس بات پر یہ اگلا فرمان دلالت کر رہا ہے) تو میرا عذاب سخت ہے اور موسیٰ نے (اپنی قوم سے) کہا اگر تم اور زمین میں جتنے ہیں سب کافر ہو جائیں تو بیشک اللہ بے پرواہ ہے (اپنی مخلوق سے) حمید ہے (جو معاملہ وہ ان کے ساتھ فرماتا ہے وہ اس میں محمود ہے) کیا تمہیں ان کی خبریں نہ آئیں (الم میں استفہام تقریری ہے) جو تم سے پہلے نوح کی قوم اور (ہود علیہ السلام کی قوم) عاد اور (صالح علیہ السلام کی قوم) ثمود اور جو ان کے بعد ہوئے انہیں اللہ ہی جانے (ان کی کثرت کی وجہ سے) ان کے پاس ان کے رسول روشن دلیلیں لیکر آئے (اپنی سچائی پر واضح دلائل لیکر آئے) تو وہ (امتیں) اپنے ہاتھ اپنے موبھ کی طرف لے گئے......۲...... (تاکہ شدت غصہ کے سبب اپنے ہاتھوں کو چبا ڈالیں) اور بولے ہم منکر ہیں اس کے جو تمہارے ہاتھ بھیجا گیا (تمہارے زعم کے مطابق) اور جس راہ کی طرف ہمیں بلاتے ہو اس میں ہمیں شک میں ڈالنے والی بات ہے (مریب کے معنی شک میں ڈالنے والی چیز ہے) ان کے رسولوں نے کہا کیا اللہ میں شک ہے (افی اللہ میں ہمزہ استفہام انکاری ہے، یعنی اللہ عزوجل کی وحدانیت پر واضح اور ظاہر دلائل ہونے کی وجہ سے اس کی وحدانیت میں تو کوئی شک نہیں) آسمان و زمین کا بنانے والا (فاطر بمعنی خالق ہے) تمہیں بلاتا ہے (اپنی فرمانبرداری کی طرف) کہ تمہارے گناہ بخشے......۳...... (یہاں من اضافی ہے کہ بلاشبہ اسلام ماقبل گناہوں کی معافی کا سبب ہے یا من تبعیضیہ ہے حقوق العباد کو خارج کرنے کے لیے) اور ایک مقررہ وقت تک (یعنی موت کے وقت تک) تمہیں موخر کردے (بغیر کوئی عذاب دیئے) بولے تم تو ہماری طرح ہی آدمی ہو......۴...... تم چاہتے ہو کہ ہمیں اس سے (یعنی ان بتوں سے) باز رکھو جو ہمارے باپ دادے پوجتے تھے اب کوئی روشن سند ہمارے پاس لے آؤ (ایسی ظاہر دلیل جو تمہاری سچائی پر دلالت کرے) ان کے رسولوں نے ان سے کہا ہم تو تمہاری طرح انسان (ان بمعنی ما نافیہ ہے) مگر اللہ اپنے بندوں میں جس پر چاہے (نبوت عطا فرما کر) احسان فرماتا ہے......۵...... اور ہمارا کام نہیں (یعنی ہمیں لائق نہیں کہ) ہم تمہارے پاس کچھ سند لے آئیں مگر اللہ کے اذن (یعنی حکم) سے اور مسلمانوں کو اللہ ہی پر توکل......۶...... (یعنی بھروسہ) چاہئے اور ہمیں کیا ہوا کہ اللہ پر بھروسہ نہ کریں (یعنی ہمارے لیے اس سے کوئی مانع نہیں ہے) اس نے تو ہماری راہیں ہمیں دکھادیں اور تم جو ہمیں ستا رہے ہو (تو تمہاری اذیتوں

پر)ہم ضرور اس پر صبر کریں گے اور بھروسہ کرنے والوں کو اللہ ہی پر بھروسہ چاہیے۔

﴿ترکیب﴾

﴿واذ تاذن ربکم لئن شکرتم لازیدنکم﴾.

و: عاطفہ، اذ: مضاف، تاذن ربکم: فعل بافاعل، لام: تاکید یہ قسمیہ ،ان: شرطیہ، شکرتم: جملہ فعلیہ شرط، لام: تاکید برائے قسم، ازیدنکم: جملہ فعلیہ جواب، قسم قسم محذوف "واللہ" کے لیے، قائم مقام جواب شرط، ملکر جواب قسم، قسم محذوف "واللہ" کے لیے، ملکر مفعول، تاذن اپنے متعلقات سے ملکر جملہ فعلیہ مضاف الیہ، ملکر معطوف ہے ماقبل " اذ انجکم" پر۔

﴿ولئن کفرتم ان عذابی لشدید﴾.

و: عاطفہ، لام: تاکید برائے قسم، ان: شرطیہ، کفرتم: جملہ فعلیہ شرط "لاعدبنکم" محذوف جواب قسم، قسم محذوف "واللہ" کے لیے، قائم مقام جواب شرط، ملکر جواب قسم، قسم محذوف "واللہ" کے لیے، ملکر معطوف ماقبل "لئن شکرتم لا زید نکم" پر۔

ان: حرف مشبہ، عذابی: اسم، لشدید: خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿وقال موسی ان تکفروا انتم ومن فی الارض جمیعا فان اللہ لغنی حمید﴾.

و: مستانفہ، قال موسی: قول، ان: شرطیہ، تکفروا: فعل واؤ ضمیر مؤکد، انتم: تاکید ملکر معطوف علیہ، و: عاطفہ، من فی الارض: موصول صلہ ذوالحال، جمیعا: حال ملکر معطوف، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ شرط، ف: جزائیہ، ان اللہ...... الخ: جملہ اسمیہ جواب شرط ملکر مقولہ، ملکر جملہ فعلیہ قولیہ۔

﴿الم یاتکم نبؤا الذین من قبلکم قوم نوح وعاد وثمود والذین من بعدھم لا یعلمھم الا اللہ﴾.

ھمزہ: حرف استفہامیہ، لم یاتکم: فعل بامفعول، نبا: مضاف، الذین من قبلکم: موصول صلہ ملکر مبدل منہ، قوم: مضاف، نوح وعاد و ثمود: معطوف علیہ و معطوف ملکر مضاف الیہ ملکر بدل، ملکر مضاف الیہ، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ، و: اعتراضیہ، الذین من بعدھم: موصول صلہ ملکر مبتدا، لایعلمھم الا اللہ: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ معترضہ۔

﴿جاء تھم رسلھم بالبینت فردوا ایدیھم فی افواھھم وقالوا انا کفرنا بما ارسلتم بہ﴾.

جاء تھم رسلھم: فعل بامفعول وفاعل، بالبینت: ظرف لغو ملکر جملہ فعلیہ، ف: عاطفہ، ردوا ایدیھم: فعل بافاعل ومفعول، بافواھھم: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، قالوا: قول، انا: حرف مشبہ واسم، کفرنا: فعل بافاعل، بما ارسلتم بہ: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ مقولہ، ملکر جملہ فعلیہ قولیہ۔

﴿وانا لفی شک مما تدعوننا الیہ مریب﴾.

و: عاطفہ، انا: حرف مشبہ واسم، لام: تاکیدیہ، فی: جار، شک موصوف، مما تدعوننا الیہ مریب: ظرف مستقر صفت، ملکر مجرور، ملکر ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ اسمیہ معطوف ہے ماقبل "انا کفرنا..... الخ" پر۔

﴿قالت رسلھم افی اللہ شک فاطر السموت والارض یدعوکم لیغفر لکم من ذنوبکم﴾.

قالت رسلھم: قول، ھمزۃ: حرف استفہامیہ، فی: جار، اللہ: موصوف، فاطر السموت والارض: صفت، ملکر ذوالحال، یدعوکم: فعل بافاعل ومفعول، لیغفر لکم من ذنوبکم: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ حال، ملکر مجرور، ملکر ظرف مستقر خبر مقدم، شک: مبتدا مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ مقولہ، ملکر جملہ فعلیہ قولیہ۔

﴿ویؤخرکم الی اجل مسمی قالوا ان انتم الا بشر مثلنا﴾.

و : عاطفہ، یوخرکم : فعل بافاعل ومفعول، الی اجل مسمی: ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ ماقبل "لیغفرلکم" پر معطوف ہے۔

قالوا: قول، ان : نافیہ، انتم : مبتدا، الا : للحصر، بشر مثلنا : مرکب توصیفی خبر،ملکر جملہ اسمیہ مقولہ۔

﴿تریدون ان تصدونا عما کان یعبد اباؤنا فاتونا بسلطان مبین﴾.

تریدون : فعل بافاعل، ان : مصدریہ، تصدونا : فعل بافاعل ومفعول، عما کان یعبداباؤ نا : ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ بتاویل مصدر مفعول،ملکر جملہ فعلیہ مستانفہ، ف : فصیحہ، اتونا: فعل بافاعل ومفعول، بسلطن مبین: ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿قالت لهم رسلهم ان نحن الا بشر مثلکم﴾.

قالت لهم رسلهم : فعل بافاعل وظرف لغو،ملکر قول، ان : نافیہ، نحن : مبتدا، الا : للحصر، بشر مثلکم : مرکب توصیفی خبر،ملکر جملہ اسمیہ مقولہ،ملکر جملہ قولیہ۔

﴿ولکن الله یمن علی من یشاء من عباده﴾.

و : عاطفہ، لکن : حرف مشبہ، الله : اسم، یمن : فعل بافاعل، علی : جار، من یشاء : موصول صلہ ملکر ذوالحال، من عباده : ظرف مستقر حال،ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿وما کان لنا ان ناتیکم بسلطن الا باذن الله﴾.

و : عاطفہ، ما : نافیہ، کان : فعل ناقص، لنا : ظرف مستقر خبر، ان : مصدریہ، ناتیکم : فعل بافاعل ومفعول، ب : جار، سلطن : ذوالحال، الا : اداۃ حصر، باذن الله : ظرف مستقر حال،ملکر مجرور،ملکر ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ بتاویل مصدر اسم،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وعلی الله فلیتوکل المومنون وما لنا الا نتوکل علی الله وقد هدنا سبلنا﴾.

و : عاطفہ، علی الله : ظرف لغو مقدم، ف : عاطفہ، لام : زائدہ، یتوکل المؤمنون : فعل بافاعل،ملکر جملہ فعلیہ، و : عاطفہ، ما : استفہامیہ مبتدا، لام : جار، نا : ضمیر ذوالحال، ان : مصدریہ، لانتوکل : فعل بافاعل، علی : جار، الله : ذوالحال، وقدهدنا سبلنا : جملہ حال،ملکر مجرور،ملکر ظرف لغو،ملکر بتاویل مصدر حال،ملکر مجرور،ملکر ظرف مستقر خبر، مبتدا خبر ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ولنصبرن علی ما آذیتمونا وعلی الله فلیتوکل المتوکلون﴾.

و : عاطفہ، لام : تاکید برائے قسم، نصبرن : فعل بافاعل، علی : جار، ما اذیتمونا : موصول صلہ مجرور،ملکر ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ جواب قسم، قسم محذوف "والله" کے لیے، وعلی الله فلیتوکل...... الخ: اس آیت ترکیب ماقبل آیت میں گزری۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

شکر کی بحث:

۱......نعمت کا تصور اور اظہار کرنا شکر کہلاتا ہے، جو کہ کشف سے مقلوب (بدلا ہوا) ہے، اور کفر کی ضد ہے جس کے معنی نعمتوں کو بھول جانا اور اس کو چھپانا ہے۔ (المفردات، ص ۲۶۸) حضرت ابو جلد بصری فرماتے ہیں: حضرت سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی مناجات میں سے یہ بھی ہے کہ آپ علیہ السلام نے اللہ کی بارگاہ میں عرض کی: "اے اللہ! میں کس طرح تیرا شکر ادا کروں حالانکہ میرے سارے اعمال تیری سب سے چھوٹی نعمت کا بھی بدلہ نہیں چکا سکتے؟ تو وحی نازل ہوئی: "اے موسیٰ! اقرار نعمت کر کے ابھی تو تو نے شکر کیا ہے" (الزهد للامام احمد

بن حنبل، اخبار موسی، برقم: ۳۴۹، ص ۱۰۳) حضرت سیدنا ابو حازم فرماتے ہیں: "جس نعمت سے اللہ کا قرب حاصل نہ ہو وہ مصیبت و آزمائش ہے"۔ (المجالسۃ وجواھر العلم، الجزء۹، رقم: ۲۱۶۳، ج۱، ص ۵) ۔حضرت سیدنا عمر بن عبد العزیز فرماتے ہیں: "اللہ کی نعمتوں کو شکر کے ذریعے محفوظ کرلو" (حلیۃ الاولیاء، رقم ۳۲۳ عمر بن عبد العزیز، رقم: ۷۴۵۵، ج۵، ص ۳۷۴) حضرت محمد بن لوط انصاری فرماتے ہیں: "شکر نافرمانی ترک کردینے کا نام ہے"۔ (شعب الایمان للبیھقی، باب فی تعدید نعم اللہ، برقم: ۴۵۴۷، ج۴، ص ۱۳۰) شکر کی تین اقسام ہیں: (۱)...... زبان سے شکر یہ ہے کہ زبان اللہ کی نعمتوں پر اعتراف کرے، اور اس کے ماسوا سے گریز کرے ہاں یہ ضرور ہے کہ اپنی ذات، اپنے اردگرد، قوت وطاقت اور کسب کو نہ چھوڑے، کسی اور کی جانب اپنے ہاتھ دراز نہ کرے اس لیے کہ تمام اسباب کا خالق ومالک اللہ ہی ہے لہذا اسی کا ذکر خیر کرے (۲)...... دل سے شکر کرنا یہ ہے کہ دل میں اللہ کا پختہ خیال جمال، اس کے فیصلے پر راضی رہے یعنی تقدیر کا دل میں عقیدہ مضبوط کرلے، تمام حرکات وسکنات، ظاہر وباطن، منافع ولذات اللہ ہی کی طرف سے ہونے کا دل سے عقیدہ خاص رکھے، (۳)...... اعضاء کا شکر یہ ہے کہ انہیں اللہ کی عبادت کی طرف مائل کرے اور اس کے ماسوا یعنی نفس، خواہشات، بیکار ارادے وغیرہ سے اجتناب کرے۔

(فتوح الغیب، المقالۃ التاسعۃ والخمسون، فی الرضا علی البلیۃ والشکر علی النعمۃ، ص ۱۶۱ ملخصاً وملتقطاً)

ھاتھ کو مونھ پر رکھنے کی وجوہ:

۲...... علامہ جریر طبری اس موضوع پر علماء کے اقوال نقل کرتے ہیں: (۱)...... نافرمانوں نے اپنی انگلیاں اپنے مونھ میں ڈال لیں، جب انسان غصے میں ہوتا ہے تو اسی طرح کرتا ہے، (۲)...... جب انہوں نے کتاب اللہ سنی تو اس پر تعجب کیا، اور اپنے ہاتھ اپنے حضرات انبیائے کرام کے مونھ پر رکھ دیے، (۳)...... قتادہ کے قول کے مطابق انہوں نے رسول کے لائے ہوئے پیغام کو رد کردیا، (۵)...... جب حضرات انبیائے کرام کی بات سنتے تو تکذیب کرنے کے انداز میں مونھ پر ہاتھ رکھ لیتے کہ آپ کے کلام کی کوئی حیثیت نہیں معاذ اللہ، (۶)...... ہاتھ مونھ پر رکھنے سے ان کا مقصد فقط حق سے انحراف کرنا، ایمان نہ لانا اور رسالت کو تسلیم نہ کرنا تھا۔

(جامع البیان، الجزء ۱۳، ص ۲۲۵ وغیرہ)

توبه کے بغیر بھی گناہ معاف ھوتے ھیں:

۳...... امام رازی فرماتے ہیں کہ اہل ایمان کے حق میں اللہ بغیر توبہ کی شرط کے بھی گناہ معاف فرمادیتا ہے، دلیل ﴿ یدعوکم لیغفر لکم من ذنوبکم ﴾ ہے، اس آیت میں اللہ عزوجل نے بعض گناہوں کو بغیر توبہ کے قبول کرنے کا وعدہ فرمایا ہے، پس واجب ہے کہ بعض گناہ بغیر توبہ کے معاف ہوجائیں اور ان بعض گناہوں میں کفر داخل نہیں ہے اس لئے کہ کفر کے بارے میں علماء کا اجماع ہے کہ بغیر توبہ کے معاف نہیں ہوسکتا۔

(الرازی، ج۷، ص ۷۲)

بغیر توبہ کے گناہ بخشے جانے کی مثالیں: ﴿ قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ ویغفر لکم ذنوبکم ﴾ یعنی تم فرماؤ اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری اتباع کرو، اللہ تمہیں اپنا محبوب بنالے گا اور تمہارے گناہوں کو بخش دے گا (آل عمران:۳۱)، ﴿ یصلح لکم اعمالکم ویغفر لکم ذنوبکم ﴾ یعنی اللہ تمہارے اعمال کو درست کرے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا (الاحزاب:۷۱) ﴿ ان ربکم لذو مغفرۃ للناس علی ظلمھم ﴾ بیشک تمہارا رب لوگوں کے ظلم کے باوجود ان کی مغفرت فرمادیتا ہے (الرعد:۶)۔

سورۂ رعد کی آیت کے تحت امام رازی فرماتے ہیں کہ اللہ گناہ کبیرہ کے مرتکب کو بھی بغیر توبہ کے بخش دیتا ہے۔ امام بیضاوی فرماتے ہیں کہ آیت مقدسہ کفار کو ایمان لانے کی دعوت اور مومنین کو مزید فرمانبرداری بجالانے اور نافرمانی سے اجتناب کرنے پر دلیل ہے، اور اسی میں لوگوں پر ظلم کرنے سے بچنا بھی داخل ہے۔ (البیضاوی، ج۲، ص ۲۱۷ ملخصا)

نبی کی نبوت میں شبہ کرنا:

۴......انہوں نے رسولوں کو اپنی مثل بشر کہا، ماہیت میں بھی، صورت میں بھی، تمہیں ہم پر کسی قسم کی فضیلت نہیں، پھر تمہیں اس خصوصیت کے ساتھ کیوں خاص کیا گیا، اگر اللہ بشر کی طرف رسول بھیجتا تو افضل جنس سے بھیجتا جیسا کہ وہ کہتے تھے اگر اللہ چاہتا تو فرشتے نازل کرتا، تم چاہتے ہو کہ اپنی دعوت سے ہمیں ان بتوں کی عبادت سے روک دو جس کی پوجا ہمارے باپ دادا کیا کرتے تھے، پس اپنی فضیلت یا اس کرامت پر واضح آیت لے آؤ یا اپنے دعویٰ نبوت پر روشن دلیل پیش کرو، انہوں نے اُن معجزات پر اکتفاء نہ کیا جو نبی لے کر آئے تھے بلکہ اپنی طرف سے دوسری نشانیوں کی عناد اور ہٹ دھرمی کی بناء پر فرمائشیں کیں۔ (المظہری، ج۴، ص ۱۰۵)

نبوت کے اوصاف:

۵......امام رازی فرماتے ہیں کہ جب تک انسان کی روح اور بدن میں علوی اور قدسی صفات نہ ہوں اس میں نبوت کا حصول ممتنع ہے، اور امام غزالی نے لکھا ہے کہ جس طرح عام انسان حیوانات سے عقل کی وجہ سے ممتاز ہوتا ہے اسی طرح نبی عام انسانوں سے ایک خاص وصف کی وجہ سے ممتاز ہوتا ہے اس میں ایک زائد قوت ادراک ہوتی ہے جس کی وجہ سے وہ امور غیبیہ کا ادراک کرتا ہے، فرشتوں کو دیکھتا ہے اور ان کا کلام سنتا ہے، اسی طرح جنات کو دیکھتا ہے اور ان کا کلام سنتا ہے اور نبیوں و رسولوں کو عام انسانوں کی بہ نسبت ایک زائد قوت ادراک ہوتا ہے اور اسی قوت کی وجہ سے عام انسانوں سے ممتاز ہوتے ہیں اور اللہ اپنے بندوں میں سے جس کو نبی بناتا ہے اس کو وہ قوت عطا فرماتا ہے۔ اہل سنت و جماعت کا موقف یہ ہے کہ نبوت کا حصول اللہ کی عطا ہے، وہ جس کو چاہتا ہے یہ مرتبہ عطا فرماتا ہے اور یہ عطا اس پر موقوف نہیں ہے کہ کوئی انسان صفاء باطن، پاکیزگی اور تقرب الی اللہ میں دوسرے انسانوں سے ممتاز ہو اور انہوں نے سورۂ ابراہیم کی اسی آیت سے استدلال کیا ہے جس میں انبیائے کرام نے فرمایا: ہم تمہاری طرح بشر ہی ہیں لیکن اللہ اپنے بندوں میں سے جس کے ساتھ چاہے احسان فرماتا ہے کیونکہ اس آیت میں اللہ نے یہ فرمایا ہے کہ نبوت محض اللہ کا فضل اور احسان ہے، امام رازی اور امام غزالی اور دیگر علماء نے اس آیت کا جواب یہ دیا ہے کہ انبیائے کرام نے تواضع اور انکساری کی وجہ سے اس آیت میں اپنے روحانی اور جسمانی فضائل بیان نہیں فرمائے اور صرف یہ کہنے پر اکتفاء کیا ہے کہ اللہ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہے احسان فرمائے اس لیے کہ یہ بات معروف ہے کہ اللہ نے انہیں مرتبہ نبوت پر اس لئے متعین کیا ہے کہ وہ ان فضائل کے ساتھ متصف تھے جن کی وجہ سے وہ ان خصوصیات کے مستحق ہوئے جیسا آیت مقدسہ سے ظاہر ہے ﴿اللہ اعلم حیث یجعل رسالتہ یعنی اللہ جانتا ہے کہ اس نے اپنی رسالت کہاں رکھنی ہے (الانعام: ۱۲۴)﴾۔ (تبیان القرآن، ج۶، ص ۱۵۹)

توکل کی بحث:

۶......امور دنیا اور آخرت کے حوالے سے مصائب کے دور ہونے اور خواہشوں کے پورے ہونے میں دل کا اللہ کے حضور

مکمل طور پر جم جانا توکل کہلاتا ہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اگر تم اس طرح اللہ پر بھروسہ کرو جیسا کہ اُس پر بھروسہ کرنے کا حق ہے تو تمہیں بھی ایسے ہی رزق دے گا جیسے پرندوں کو دیتا ہے کہ صبح اپنے گھونسلے سے بھوکے نکلتے ہیں اور شام کو سیر ہو کر واپس آتے ہیں"۔ (الترمذی، کتاب الزھد، باب فی التوکل علی اللہ، رقم: ۲۳۴۴، ص) تحقیق یہ ہے کہ توکل اسباب اختیار کرنے کے منافی نہیں ہے، حضرت سہل فرماتے ہیں کہ جس نے کوشش اور کسب کرنے پر لعن طعن کیا اس نے سنت پر لعن طعن کیا اور جس نے توکل کرنے پر لعن طعن کیا اس نے ایمان پر لعن طعن کیا، پس توکل نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا حال ہے اور کسب سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت، پس جو سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حال پر عمل کرے تو وہ سنت کو کیسے چھوڑ سکتا ہے۔ (تزکیۃ النفوس، ص ۹۱ وغیرہ)

اغراض: بالتوحید و الطاعۃ: یعنی میری وحدانیت کا اعتراف کرتے ہوئے فرمانبرداری بجالاؤ۔

لاعذبنکم: جواب قسم مراد ہے، اور جواب شرط محذوف ہے اور قاعدہ ہے کہ دونوں (قسم وشرط) جمع ہو جائیں تو دونوں میں سے آخر کے جواب کو حذف کر دیا جاتا ہے۔

علی زعمکم: کہ انہوں نے اپنے رسول کی رسالت کو نہ پہچانا۔ **فی الریبۃ:** مراد کسی چیز کی جانب نفس کا اطمنان نہ پایا جاتا ہے۔

من زائدۃ: یہ مذہب اخفش کے نزدیک ہے، اور "من" زائدہ ماننے کی صورت میں اثبات میں زیادتی پائی جائے گی اور یہ پرانا طریقہ ہے اور اس طریقہ پر قرآن کی تخریج کرنا جائز نہیں۔

حجۃ ظاھرۃ: یعنی آپ اپنے لائے ہوئے معجزات کے سوا کوئی معجزہ لائیں۔

بامرہ: مراد بارادتہ ہے۔ ای لا مانع من ذلک اس جملے میں اس جانب اشارہ ہے کہ استفہام انکاری نفی کے معنی میں ہے۔

علی اذاکم: مراد "ما" مصدریہ ہونے کی جانب اشارہ کرتا ہے۔ (الصاوی، ج۳، ۱۰۲۲۶ وغیرہ)

رکوع نمبر: ۱۵

﴿وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِرُسُلِهِمْ لَنُخْرِجَنَّكُمْ مِّنْ اَرْضِنَآ اَوْ لَتَعُوْدُنَّ﴾ لَتَصِيْرُنَّ ﴿فِيْ مِلَّتِنَا ط﴾ دِيْنِنَا ﴿فَاَوْحٰٓى اِلَيْهِمْ رَبُّهُمْ لَنُهْلِكَنَّ الظّٰلِمِيْنَ (۱۳)﴾ الْكَافِرِيْنَ ﴿وَلَنُسْكِنَنَّكُمُ الْاَرْضَ﴾ اَرْضَهُمْ ﴿مِنْ م بَعْدِهِمْ ط﴾ بَعْدَ هَلَاكِهِمْ ﴿ذٰلِكَ﴾ النَّصْرُ وَاِيْرَاثُ الْاَرْضِ ﴿لِمَنْ خَافَ مَقَامِيْ﴾ اَيْ مَقَامَهُ بَيْنَ يَدَيْهِ ﴿وَخَافَ وَعِيْدِ (۱۴)﴾ بِالْعَذَابِ ﴿وَاسْتَفْتَحُوْا﴾ اِسْتَنْصَرَ الرُّسُلُ بِاللّٰهِ عَلٰى قَوْمِهِمْ ﴿وَخَابَ﴾ خَسِرَ ﴿كُلُّ جَبَّارٍ﴾ مُتَكَبِّرٍ عَنْ طَاعَةِ اللّٰهِ ﴿عَنِيْدٍ (۱۵)﴾ مُعَانِدٍ لِلْحَقِّ ﴿مِّنْ وَّرَآئِهٖ﴾ اَيْ اَمَامِهٖ ﴿جَهَنَّمُ﴾ يَدْخُلُهَا ﴿وَيُسْقٰى﴾ فِيْهَا ﴿مِنْ مَّآءٍ صَدِيْدٍ (۱۶)﴾ هُوَ مَاءٌ يَسِيْلُ مِنْ جَوْفِ اَهْلِ النَّارِ مُخْتَلِطًا بِالْقَيْحِ وَالدَّمِ ﴿يَّتَجَرَّعُهٗ﴾ يَبْتَلِعُهٗ مَرَّةً بَعْدَ مَرَّةٍ لِمَرَارَتِهٖ ﴿وَلَا يَكَادُ يُسِيْغُهٗ﴾ يَزْدَرِدُهٗ لِقُبْحِهٖ وَكَرَاهَتِهٖ ﴿وَيَاْتِيْهِ الْمَوْتُ﴾ اَيْ اَسْبَابُهُ الْمُقْتَضِيَةُ لَهٗ مِنْ اَنْوَاعِ الْعَذَابِ ﴿مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَّمَا هُوَ بِمَيِّتٍ ط وَمِنْ وَّرَآئِهٖ﴾ بَعْدَ ذَالِكَ الْعَذَابِ ﴿عَذَابٌ غَلِيْظٌ (۱۷)﴾ قَوِيٌّ مُتَّصِلٌ ﴿مَثَلُ﴾ صِفَةُ ﴿الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ﴾ مُبْتَدَاءٌ وَيُبْدَلُ مِنْهُ ﴿اَعْمَالُهُمْ﴾ الصَّالِحَةُ كَصِلَةٍ وَصَدَقَةٍ فِيْ عَدَمِ الْاِنْتِفَاءِ بِهَا ﴿كَرَمَادِ نِ﴾ اشْتَدَّتْ بِهِ الرِّيْحُ فِيْ يَوْمٍ

عَاصِفٍ ؕ ﴾شَدِيْدُ هُبُوْبِ الرِّيْحِ فَجَعَلَتْهُ هَبَاءً ا مَّنْثُوْرًا لَا يَقْدِرُ عَلَيْهِ وَالْمَجْرُوْرُ خَبَرُ الْمُبْتَدَاءِ﴿لَا يَقْدِرُوْنَ ﴾اَيِ الْكُفَّارَ﴿مِمَّا كَسَبُوْا ﴾عَمِلُوْا فِي الدُّنْيَا ﴿عَلٰى شَيْءٍ ؕ ﴾اَيْ لَا يَجِدُوْنَ لَهٗ ثَوَابًا لِعَدَمِ شَرْطِهٖ﴿ ذٰلِكَ هُوَ الضَّلٰلُ﴾الْهَلَاكُ ﴿الْبَعِيْدُ(۱۸) اَلَمْ تَرَ﴾ تَنْظُرْ يَا مُخَاطِبًا اِسْتِفْهَامُ تَقْرِيْرٍ﴿اَنَّ اللّٰهَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ؕ ﴾مُتَعَلِّقٌ بِخَلَقَ﴿اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ وَيَاْتِ بِخَلْقٍ جَدِيْدٍ(۱۹)﴾ بَدَلَكُمْ﴿وَّمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ(۲۰)﴾شَدِيْدٍ﴿وَبَرَزُوْا ﴾اَيِ الْخَلَائِقُ وَالتَّعْبِيْرُ فِيْهِ وَفِيْمَا بَعْدَهٗ بِالْمَاضِيْ لِتَحَقُّقِ وُقُوْعِهٖ﴿لِلّٰهِ جَمِيْعًا فَقَالَ الضُّعَفٰٓؤُا ﴾الْاِتْبَاعُ﴿لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا ﴾ الْمَتْبُوْعِيْنَ﴿ اِنَّا كُنَّا لَكُمْ تَبَعًا ﴾ جَمْعُ تَابِعٍ﴿فَهَلْ اَنْتُمْ مُّغْنُوْنَ ﴾دَافِعُوْنَ﴿عَنَّا مِنْ عَذَابِ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ؕ ﴾ مِنَ الْاُوْلٰى لِلتَّبْيِيْنِ وَالثَّانِيَةُ لِلتَّبْعِيْضِ﴿قَالُوْا ﴾اَيِ الْمَتْبُوْعُوْنَ﴿ لَوْ هَدٰىنَا اللّٰهُ لَهَدَيْنٰكُمْ ؕ ﴾ لَدَعَوْنَاكُمْ اِلَى الْهُدٰى ﴿ سَوَآءٌ عَلَيْنَآ اَجَزِعْنَآ اَمْ صَبَرْنَا مَا لَنَا مِنْ ﴾زَائِدَةٌ﴿مَّحِيْصٍ(۲۱)﴾مَلْجَاءٌ.

﴿ترجمہ﴾

اورکافروں نے اپنے رسولوں سے کہا کہ ہم ضرور تمہیں اپنی زمین سے نکال دینگے یا تم ہمارے دین پر ہوجاؤ......۱......(لتعودن بمعنی لتصیرن ،ملتنا بمعنی دیننا ہے)توانہیں ان کے رب نے وحی بھیجی کہ ہم ضرور ظالموں (یعنی کافروں) کوہلاک کردینگے اورضرور ہم تم کو(ان کی) زمین میں بسائیں گے ان کے (ہلاک ہونے کے) بعد یہ (مدد کیا جانا اور زمین کا وارث بنایا جانا) اس کے لیے ہے جو میرے حضور(یعنی میری بارگاہ میں) کھڑے ہونے سے ڈرے اور میرے (عذاب کی) وعید سے خوف کرے اورانہوں نے فیصلہ مانگا (رسولوں نے اپنی قوم کے خلاف اللہ ﷻ سے مدد طلب کی) اورنامراد ہوا (خسارے میں پڑا) ہرسرکش (اللہ ﷻ کی فرمانبرداری سے تکبر کرنے والا) ہٹ دھرم (جوحق کے ساتھ دشمنی کرے) اسکے آگے (وراء ہ بمعنی امامہ ہے) جہنم ہے (جس میں وہ داخل ہوگا) اور (اس میں) اسے پیپ کا پانی پلایا جائے گا......۲......(ماء صدید سے مرادوہ پانی ہے جودوزخیوں کے پیٹوں سے بہے گا، یہ خون اور پیپ سے ملا ہوا پانی ہوگا) بمشکل اس کا تھوڑا تھوڑا گھونٹ لے گا (کرواہٹ کی وجہ سے اسے لقمہ لقمہ کرکے نگلنا چاہے گا) اور گلے سے نیچے اتانے کی امید نہ ہوگی (اس کے قبیح اور بدمزہ ہونے کی وجہ سے) اوراسے ہرطرف سے موت آئیگی (یعنی موت کے مقتضی اسباب اس کے پاس آئینگے یعنی طرح طرح کے ہلاک کرنے والے عذابات کا اسے سامنا ہوگا) اورمرے گا نہیں......۳......اوراس کے پیچھے (یعنی اس عذاب کے بعد) ایک گاڑھا عذاب (جوقوی اورمتصل ہوگا) اپنے رب سے ،منکروں کی مثل (یعنی حال) ایسا ہے کہ (الذین کفروا ...... الخ، مبدل منہ اور اعمالھم بدل، ملکر مبتدا ہے) ان کے (نیک) کام (جیسے صلہ رحمی ،صدقہ وغیرہ نفع مند، نہ ہونے میں یوں ہیں) جیسے راکھ......۴...... کہ اس پر ہوا کا سخت جھونکا آیا آندھی کہ دن میں (عاصف کا معنی سخت وشدید ہوا کا چلنا ہے ، پس اس آندھی نے ان اعمال کوغبار کے پھیلے ہوئے معمولی ذرات کی طرح کردیا جس پروہ قدرت نہیں رکھتے ؛یہ ماقبل مجرور بہ سے بہم کی خبر ہے) وہ (یعنی کفار) طاقت نہیں رکھتے اس کی جوکمایا (یعنی دنیا میں جوانہوں نے عمل کیے) کچھ بھی (یعنی انہیں ان اعمال کا کچھ ثواب نہ ملے گا کہ شرط ثواب مفقود ہے) یہی ہے دور کی گمراہی (یعنی دور کی ہلاکت) کیا تو نے نہ دیکھا (اے مخاطب ! الم تر میں ہمزہ استفہام تقریری ہے) کہ اللہ نے آسمان وزمین حق کے ساتھ بنائے (الحق، یہ خلق سے متعلق ہے) اگر چاہے تو تمہیں لے جائے اورایک نئی مخلوق لے

آئے......۵......(تمہارے بدلے) اور یہ اللہ پر کچھ دشوار (مشکل) نہیں اور حاضر ہونگے (یعنی مخلوق حاضر ہوگی تحقق وقوع کے سبب اس جملہ اور مابعد کلام کو فعل ماضی کے ساتھ تعبیر کیا گیا) سب اللہ کے حضور تو جو کمزور تھے (یعنی پیروکار) بڑائی والوں سے (یعنی متبوعین سے) کہیں گے ہم تمہارے تابع تھے (تبعا جمع ہے تابع کی) کیا تم سے ہوسکتا ہے کہ اللہ کے عذاب میں سے کچھ ہم سے ٹال دو (مغنون بمعنی دافعون ہے، پہلا من بیانیہ اور دوسرا تبعیضیہ ہے) متبوعین کہیں گے اللہ ہمیں ہدایت کرتا تو ہم تمہیں کرتے (یعنی ہم تمہیں بھی ہدایت کی طرف بلالیتے) ہم پر ایک سا ہے چاہے بیقراری کریں یا صبر سے رہیں ہمیں کہیں پناہ نہیں (من زائدہ ہے، محیص بمعنی ملجاء ہے)۔

﴿ترکیب﴾

﴿وقال الذین کفروا لرسلھم لنخرجنکم من ارضنا او لتعودن فی ملتنا﴾۔

و: عاطفہ، قال الذین کفروا لرسلھم: فعل بافاعل وظرف لغو، ملکر قول، لام: تاکیدیہ برائے قسم، نخرجنکم من ارضنا: فعل بافاعل ومفعول وظرف لغو ملکر جملہ فعلیہ قسم محذوف "واللہ" کے لئے جواب قسم، ملکر معطوف علیہ، او لتعودن فی ملتنا: جملہ فعلیہ قسم محذوف "واللہ" کے لیے جواب قسم، ملکر معطوف، ملکر مقولہ، ملکر جملہ فعلیہ قولیہ۔

﴿فاوحی الیھم ربھم لنھلکن الظلمین﴾۔

ف: عاطفہ، اوحی الیھم ربھم: فعل باظرف لغو وفاعل، لنھلکن الظلمین: جملہ فعلیہ قسم محذوف "واللہ" کے لیے جواب قسم، ملکر مفعول یا بتقدیر قول مقولہ، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ولنسکننکم الارض من بعدھم﴾۔

و: عاطفہ، لام: تاکید برائے قسم، نسکنن: فعل بافاعل، کم: ضمیر ذوالحال، من بعد ھم: ظرف مستقر حال ملکر مفعول، الارض: مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ قسم محذوف "واللہ" کے لیے جواب قسم، ملکر ماقبل "لنھلکن" پر معطوف ہے۔

﴿ذلک لمن خاف مقامی وخاف وعید﴾۔

ذلک مبتدا، لام: جار، من: موصولہ، خاف مقام: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و خاف: فعل بافاعل، وعید: اصل "وعیدی" مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، معطوف ملکر صلہ، ملکر مجرور، ملکر ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿واستفتحوا وخاب کل جبار عنید﴾۔

و: مستانفہ، استفتحوا: فعل بافاعل ملکر جملہ فعلیہ مستانفہ، و: مستانفہ، خاب: فعل، کل جبار عنید: فاعل ملکر جملہ فعلیہ مستانفہ۔

﴿من ورائه جھنم ویسقی من ماء صدید﴾۔

من ورائه: ظرف مستقر خبر مقدم، جھنم: مبتدا مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ ماقبل "جبار" کی صفت ثانی، و: عاطفہ، معطوف علی محذوف "فماذا یکون اذن؟" "قیل یلقی ویسقی" یسقی: فعل مجہول ونائب فاعل، من: جار، ماء: صدید: عطف بیان، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿یتجرعه ولا یکاد یسیغه ویاتیه الموت من کل مکان وما ھو بمیت﴾۔

یتجرعه: فعل بافاعل ومفعول ملکر جملہ فعلیہ مستانفہ، و: عاطفہ، لا یکاد: فعل مقارب وضمیر اسم، یسیغه: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ فعلیہ معطوف اول "یتجرعه" پر، و: عاطفہ، یاتیه: فعل وضمیر ذوالحال، وما ھو بمیت: جملہ اسمیہ حال، ملکر مفعول، الموت:

فاعل،من کل مکان: ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ معطوف ثانی " یجرعہ" پر۔

﴿ومن ورائه عذاب غلیظ ۝ مثل الذین کفروا بربهم﴾

و: عاطفہ، من ورائه : ظرف مستقر خبر مقدم، عذاب غلیظ : مرکب توصیفی مبتدامؤخر،ملکر جملہ اسمیہ،مثل : مضاف،الذین : موصول، کفروا بربهم : جملہ فعلیہ صلہ،ملکر مضاف الیہ،ملکر خبر محذوف " فیما یقص علیکم " کے لیے مبتدا،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿اعمالهم کرماد اشتدت به الریح فی یوم عاصف﴾.

اعمالهم : مبتدا، ک: جار، رماد : موصوف، اشتدت به : فعل با ظرف لغو،الریح : ذوالحال،فی یوم عاصف : ظرف مستقر حال، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ صفت،ملکر مجرور،ملکر ظرف مستقر خبر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿لا یقدرون مما کسبوا علی شیء ذلک هو الضلال البعید﴾.

لایقدرون : فعل بافاعل، مما کسبوا : ظرف مستقر حال، شیء : ذوالحال، ملکر مجرور،علی : جار، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ ماقبل" الذین کفروا" میں" کفروا" کے فاعل سے حال ہے،ذلک:مبتدا،هو الضلل البعید: جملہ اسمیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿الم تر ان الله خلق السموت والارض بالحق﴾

همزه : استفہامیہ، لم تر : فعل بافاعل، ان : حرف مشبہ، الله : اسم، خلق :فعل بافاعل، السموت والارض :مفعول، بالحق : ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ خبر،ملکر جملہ اسمیہ مفعول،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ان یشا یذهبکم ویات بخلق جدید ۝ وما ذلک علی الله بعزیز﴾

ان :شرطیہ، یشا : جملہ فعلیہ شرط ، یذهبکم : جملہ فعلیہ معطوف علیہ، ویات بخلق جدید : جملہ فعلیہ معطوف ملکر جزا،ملکر جملہ شرطیہ، و: عاطفہ، ما : مشابہ بلیس، ذلک اسم، علی الله : ظرف لغو مقدم، ب : زائدہ، عزیز : صفت مشبہ اپنے فاعل وظرف لغو مقدم سے ملکر شبہ جملہ ہوکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿وبرزوا لله جمیعا﴾.

و : مستانفہ، برزوا: فعل واؤ ضمیر ذوالحال، جمیعا : حال ملکر فاعل،لله: ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ مستانفہ۔

﴿فقال الضعفؤا للذین استکبروا انا کنا لکم تبعا﴾

ف: عاطفہ، قال الضعفؤا : فعل بافاعل، للذین استکبروا : ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ قول، انا: حرف مشبہ واسم، کنا : فعل ناقص بااسم، لکم : ظرف مستقر حال مقدم ،تبعا : ذوالحال،ملکر خبر،ملکر جملہ فعلیہ ،خبر ملکر جملہ اسمیہ مقول، ملکر جملہ فعلیہ قولیہ۔

﴿فهل انتم مغنون عنا من عذاب الله من شیء﴾.

ف : عاطفہ، هل : حرف استفہام، انتم : مبتدا، مغنون : اسم فاعل بافاعل، عنا : ظرف لغو، من عذاب الله: ظرف مستقر حال مقدم، من : زائدہ، شیء : ذوالحال ،ملکر مفعول،شبہ جملہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿قالوا لو هدانا الله لهدینکم سواء علینا اجزعنا ام صبرنا﴾.

قالوا : قول، لو:شرطیہ، هدانا الله : جملہ فعلیہ شرط، لام : تاکیدیہ، هدینکم : جملہ فعلیہ جواب شرط،ملکر جملہ شرطیہ مقولہ،ملکر جملہ فعلیہ قولیہ، سواء علینا : شبہ جملہ خبر مقدم،همزه :للتسویة، جزعنا: معطوف علیہ، ام صبرنا :معطوف،ملکر مبتدامؤخر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿مالنا من محیص﴾

ما: مشابہ بلیس، لنا: ظرف مستقر خبر مقدم، من :زائدہ، محیص : اسم مؤخر ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

ایک شبہ کا ازالہ :

۱۔۔۔۔کافروں کا یہ کہنا کہ ہم تمہیں اپنی سرزمین سے نکالیں گے یا تم ہمارے دین میں آجاؤ، بظاہر اس آیت مبارکہ میں یہ شبہ ہوتا ہے کہ حضرات انبیائے کرام پہلے کافروں کے دین میں تھے؟ میں اس کا جواب یہ دیتا ہوں کہ معاذ اللہ! یہاں الــعــود بمعنی الــصــیــرورت ہے، اور اس قسم کے کلام عرب میں کثیر تعداد میں پائے جاتے ہیں اور دوسرے یہ کہ حضرات انبیائے کرام نے رسالت کے اظہار سے پہلے بھی اپنی امتوں کے خلاف اظہار نہیں کیا، اور جب اللہ نے انہیں منصب رسالت کے اعلان کا حکم دیا تو انہوں نے اپنی قوم کے باطن احوال کارد کیا اور انہیں ایک واحد حقیقی رب کی جانب دعوت دی، امت کا اس بات میں اجماع ہے کہ حضرات انبیائے کرام پہلے ہی توحید کے علمبردار تھے اور اس کے علاوہ سے بیزار، اور یہ اللہ کا طریقہ ہے کہ جب کسی قوم کو ہلاک کرتا ہے تو دوسری قوم اس بستی میں آباد ہوتی ہے جو کہ پہلے والوں کے مقابلے میں فرمانبردار ہوتے ہیں۔ (الخازن، ج۳، ص ۳۱)

جهنم کا پانی سخت دشواری:

۲۔۔۔۔سید عالم ﷺ اس آیت ﴿ویسقی من ماء صدید یتجرعه﴾ سے متعلق فرماتے ہیں: جب پانی جہنمی کے قریب کیا جائے گا تو وہ اسے پینے کو ناپسند کرے گا، جب پانی اس کے قریب جائے گا تو اس کے چہرے کی کھال جھلس جائے گی اور سر کی کھال بالوں سمیت اکھڑ جائے گی، جب جہنمی پانی پیئے گا تو اس کی آنتیں کٹ کٹ کر پیچھے کے راستے باہر ہو جائیں گی۔ ابن عباس سے مروی ہے: "ماء صدید" سے مراد وہ پانی ہے جو کافر کی کھال اور گوشت تک کو ادھیڑ دے گا۔ عکرمہ سے روایت ہے "ویسقی من ماء صدید" سے مراد خون اور پیپ ہے"۔ مجاہد سے مروی ہے "ماء صدید" سے مراد خون و پیپ ہے، حسن سے روایت ہے: اگر جہنم کے پانی کا ڈول بھر کر آسمان و دنیا پر ظاہر کر دیا جائے تو زمین والے اس کی بدبو سے فساد میں مبتلا ہو جائیں گے۔ (الدر المنثور، ج ٤، ص ۱۳۸)

جهنم میں موت نهیں!

۳۔۔۔۔جہنمی کو اُس کے جسم کے ہر جوڑ اور عضو سے تکلیف پہنچے گی، میمون بن مہران کہتے ہیں ہر ہڈی، رگ، پٹھے سے موت آئے گی، عکرمہ کہتے ہیں کہ بالوں کے کناروں سے موت آئے گی، ابراہیم تیمی فرماتے ہیں کہ بالوں کی جڑوں سے کناروں سمیت موت آئے گی، ابن جریر کہتے ہیں کہ آگے پیچھے، دائیں بائیں، سر کے اوپری سرے سے پاؤں کے نیچے سمیت، جسم کے سارے اعضاء سے، اللہ جہنم میں جہنمیوں کو ہر قسم کا عذاب دے گا، موت کی ایسی کوئی قسم نہیں جو انہیں نہ پہنچتی ہو لیکن انہیں موت نہ آئے گی۔ (ابن کثیر، ج ۲، ص ٦٥٦)

کافروں کے اعمال صالحه راکه کا ڈھیر:

٤۔۔۔۔مراد غیر مقبول اعمال ہیں، آگ لگنے کے بعد موجود ہونے والا ڈھیر مراد ہے، اس آیت میں اللہ نے کافروں کے اعمال کو بیان کیا کہ جس طرح سخت ہوا راکھ کے ڈھیر کو اڑا کر لاتی ہے، "ریح عاصف" سے مراد یہی سخت ہوا ہے، اور یہ اس لئے کہ کفار اللہ کے مقابلے میں شریک ٹھہراتے ہیں۔ (الجامع الاحکام القرآن، الجزء ۱۳، ص ۳۰۱)

مراد وہ معاملات ہیں جو کفار ایمان اور اخلاص سمجھ کر کرتے تھے، اور ان کے نقصان دہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے

اپنے بدن کو ایسے امور کی طرف لگا دیا جوان کے لئے وبال بن گیا۔ (الرازی، ج۷، ص ۸۱)

اللہ عزوجل ہر مخلوق کے بعد دوسری بھیجتا ہے:

۵......اگر وہ چاہے تو تمہیں ہلاک کردے اور نئی مخلوق لے آئے جو تم سے زیادہ طاقتور ہو، اس آیت کو خلق السموت پر مرتب فرمایا ہے کیونکہ جو آسمانوں اور زمینوں کا خالق ہے جو دوسری تخلیق کے ساتھ تبدیلی پر بھی قدرت رکھتا ہے اور یہ اس کے لئے کوئی مشکل نہیں ہے جیسا کہ خود ہی فرماتا کہ اللہ کے لئے کوئی مشکل ومتعذر نہیں ہے کیونکہ وہ ذاتی طور پر قادر ہے اور اس کی قدرت کسی ایک چیز میں منحصر نہیں ہے، پس جس کی شان یہ ہے وہ اس لائق ہے کہ اس کی عبادت کی جائے اور اس کی اطاعت کی جائے اور اس سے ثواب کی امید رکھی جائے اور اس کے عذاب سے ڈرا جائے۔ (المظھری، ج٤، ص ١٠٩)

اغراض: لتصیرن: جملہ لتعودن میں یہ شبہ پایا جاتا ہے کہ حضرات انبیائے کرام سابق میں دین پر نہ تھے، مفسر نے لتعودن بمعنی صیرورت لیا ہے تاکہ اس وہم کا ازالہ ہوجائے، مزید تشریح توضیح میں جان لیں۔

استنصر الرسل: یعنی رسولوں نے اللہ سے مدد طلب کی۔ خسر: دنیا اور آخرت میں نقصان کو کہتے ہیں۔

متکبر عن طاعة الله: اپنے ماسوا کو حقیر جانتے ہوئے۔ ای امامه: جملہ "الوراء" الامام اور الخلف دونوں معنوں کے لیے مستعمل ہے، مراد ضد، مخالف اور مثل ہے، ایک قول کے مطابق بعد میں آنے والا اسم جیسے خلفک یا امامک مراد ہے۔

هو ما یسیل: ایک قول کے مطابق زانیہ عورت کے مقام قُبل سے نکلنے والا پانی مراد ہے، جو کہ کافر کو پلایا جائے گا۔

بعد ذلک العذاب: اس جملے میں اس جانب اشارہ ہے کہ وراثہ کی ضمیر عذاب کی جانب لوٹ رہی ہے، ایک قول کے مطابق "من کل جبار" کی طرف عائد ہے، یعنی جہنمی کو جہنم میں ہر وقت سخت ترین عذاب کا سامنا ہوگا چہ جائے کہ جہنم کی زندگی ہو، یا دیگر عذاب۔

متصل: یعنی منقطع ہونے والا نہیں بلکہ دائمی عذاب ہوگا۔

فی عدم الانتفاع: یعنی کافروں کے اعمال صالحہ ان کے لئے قابل نفع نہ ہونگے، ان کے ساتھی اپنے کفر کی وجہ سے قیامت کے دن کام نہ آسکیں گے، اس لئے کہ اُس کے عمل کفر کے سبب حبط اور باطل کردیئے جائیں گے، اور صرف بدلہ باقی ہوگا جو کہ آخرت میں دیا جائے گا، دنیا میں نیکی کا بدلہ رزق میں کشادگی اور تندرستی کی صورت میں ہو چکا۔

تنظر: مراد تبصر ہے، پس (دل کی آنکھوں سے) دیکھے، کہ خالق کائنات تمام کمالات سے متصف ہے۔

والتعبیر......الخ: عما کا جواب ہے، کہا جاتا ہے کہ مذکورہ چیزیں (قبر، حساب کتاب، جزا سزا) کا حصول نہ ہوگا، میں (علامہ صاوی) اس کا جواب یہ دونگا کہ مراد یہاں کسی چیز کے وقوع پذیر ہونے کی تحقیق کے لیے ہے، اور اللہ کی ذات پاک ہے، بلند وبالا ہے جمیع ما کان وما یکون کا عالم ہے، ماضی میں جو ہوا اور مستقبل جو ہونے والا ہے سب کو اس کی انتہاء تک جانتا ہے۔

من الاولی للتبیین: کلام میں تقدیم وتاخیر ہے، تقدیر عبارت یہ ہے کہ "فهل انتم مغنون عنا بعض الشيء الذي هو عذاب الله"۔

(الصاوی، ج۳، ص۲۲۸ وغیرہ)

رکوع نمبر: ۱۶

﴿وَقَالَ الشَّيْطٰنُ﴾ اِبْلِيْسُ ﴿لَمَّا قُضِيَ الْاَمْرُ﴾ وَاُدْخِلَ اَهْلُ الْجَنَّةِ الْجَنَّةَ وَاَهْلُ النَّارِ النَّارَ وَاجْتَمَعُوْا عَلَيْهِ ﴿اِنَّ اللّٰهَ وَعَدَكُمْ وَعْدَ الْحَقِّ﴾ بِالْبَعْثِ وَالْجَزَاءِ فَصَدَقَكُمْ ﴿وَوَعَدْتُّكُمْ﴾ اَنَّهٗ غَيْرُ كَائِنٍ

﴿فَاَخْلَفْتُكُمْ ط وَمَا كَانَ لِيَ عَلَيْكُمْ مِّنْ ﴾زَائِدَةٌ﴿سُلْطٰنٍ ﴾ قُوَّةٍ وَقُدْرَةٍ اَقْهَرُكُمْ عَلٰى مُتَابَعَتِيْ﴿اِلَّآ ﴾
لٰكِنْ﴿اَنْ دَعَوْتُكُمْ فَاسْتَجَبْتُمْ لِيْ ط فَلَا تَلُوْمُوْنِيْ وَلُوْمُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ط﴾ عَلٰى اِجَابَتِيْ ﴿مَآ اَنَا بِمُصْرِخِكُمْ
﴾بِمُغِيْثِكُمْ ﴿ وَمَا اَنْتُمْ بِمُصْرِخِيَّ ط﴾ بِفَتْحِ الْيَاءِ وَكَسْرِهَا ﴿اِنِّيْ كَفَرْتُ بِمَآ اَشْرَكْتُمُوْنِ ﴾بِاِشْرَاكِكُمْ
اِيَّايَ مَعَ اللّٰهِ﴿مِنْ قَبْلُ ط ﴾ فِي الدُّنْيَا قَالَ تَعَالٰى﴿اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ﴾الْكَافِرِيْنَ﴿لَهُمْ عَذَابٌ
اَلِيْمٌ(۲۲)﴾ مُؤْلِمٌ﴿وَاُدْخِلَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ ﴾حَالٌ
مُقَدَّرَةٌ﴿فِيْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ ط تَحِيَّتُهُمْ فِيْهَا ﴾مِنَ اللّٰهِ وَمِنَ الْمَلٰئِكَةِ وَفِيْمَا بَيْنَهُمْ﴿سَلٰمٌ (۲۳) اَلَمْ تَرَ﴾تَنْظُرَ﴿
كَيْفَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا﴾وَيُبْدَالُ مِنْهُ﴿كَلِمَةً طَيِّبَةً ﴾اَيْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ﴿كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ﴾هِيَ
النَّخْلَةُ﴿اَصْلُهَا ثَابِتٌ ﴾فِي الْاَرْضِ﴿وَّفَرْعُهَا ﴾غُصْنُهَا﴿فِي السَّمَآءِ(۲۴) تُؤْتِيْٓ ﴾تُعْطِيْ﴿اُكُلَهَا
﴾ثَمَرَهَا﴿كُلَّ حِيْنٍۢ بِاِذْنِ رَبِّهَا ط﴾بِاِرَادَتِهٖ كَذَالِكَ كَلِمَةُ الْاِيْمَانِ ثَابِتَةٌ فِيْ قَلْبِ الْمُؤْمِنِ وَعَمَلِهٖ يَصْعَدُ
اِلَى السَّمَاءِ وَيَنَالُهٗ بَرَكَتُهٗ وَثَوَابُهٗ كُلَّ وَقْتٍ﴿وَيَضْرِبُ ﴾يُبَيِّنُ ﴿اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ
يَتَذَكَّرُوْنَ(۲۵)﴾يَتَّعِظُوْنَ فَيُؤْمِنُوْنَ﴿وَمَثَلُ كَلِمَةٍ خَبِيْثَةٍ﴾هِيَ كَلِمَةُ الْكُفْرِ﴿كَشَجَرَةٍ خَبِيْثَةِ ۨ﴾هِيَ
الْحَنْظَلَةُ﴿اجْتُثَّتْ ﴾اُسْتُؤْصِلَتْ﴿مِنْ فَوْقِ الْاَرْضِ مَا لَهَا مِنْ قَرَارٍ(۲۶)﴾مُسْتَقَرٍّ وَّثَابِتٍ كَذَالِكَ كَلِمَةُ
الْكُفْرِ لَا ثُبَاتَ لَهَا وَلَا فَرْعَ وَلَا بَرَكَةَ﴿يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ ﴾هُوَ كَلِمَةُ التَّوْحِيْدِ﴿فِي
الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ج ﴾ اَيْ فِي الْقَبْرِ لَمَّا يَسْاَلُهُمُ الْمَلَكَانِ عَنْ رَّبِّهِمْ وَدِيْنِهِمْ وَنَبِيِّهِمْ فَيُجِيْبُوْنَ
بِالصَّوَابِ كَمَا فِيْ حَدِيْثِ الشَّيْخَيْنِ﴿وَيُضِلُّ اللّٰهُ الظّٰلِمِيْنَ لا قف﴾الْكُفَّارَ فَلَا يَهْتَدُوْنَ لِلْجَوَابِ
بِالصَّوَابِ بَلْ يَقُوْلُوْنَ لَا نَدْرِيْ كَمَا فِي الْحَدِيْثِ﴿وَيَفْعَلُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ (۲۷) ﴾.

﴿ترجمہ﴾

اور شیطان ......۱......(یعنی ابلیس) کہے گا جب فیصلہ ہو چکے گا (اور جنتی جنت میں اور دوزخی دوزخ میں داخل کر دیئے جائیں گے تو جہنمی شیطان کے گرد جمع ہو جائیں گے) بیشک اللہ نے تم کو سچا وعدہ دیا تھا (مرنے کے بعد اٹھائے جانے اور جزاء دیئے جانے کا، پس اس نے تمہیں اپنا وعدہ سچا کر دکھایا) اور میں جو تم کو وعدہ دیا تھا (کہ ایسا نہ ہوگا) وہ میں نے تم سے جھوٹا کیا اور میرا تم پر کچھ قابو نہ تھا......۲......(مجھے ایسی قوت وقدرت نہ تھی کہ میں تمہیں جبراً اپنی پیروی پر لگا لیتا، من سلطان میں من زائدہ ہے) مگر (الا بمعنی لکن ہے) یہی کہ میں نے تم کو بلایا تم نے میری مان لی تو اب مجھ پر الزام نہ رکھو خود اپنے اوپر الزام رکھو (میری دعوت قبول کر لینے پر) نہ میں تمہاری فریاد کو پہنچ سکوں (مصرخ کے معنی فریاد رسی ہے) نہ تم میری فریاد کو پہنچ سکو (مصرخی کو یاء کی فتح اور کسرہ دونوں کے ساتھ پڑھا گیا ہے) میں بیزار ہوا اس سے جو تم نے مجھے شریک ٹھہرایا......۳......(یعنی تمہارے مجھے اللہ ﷻ کا شریک ٹھہرانے سے میں

بیزار ہوں) پہلے (یعنی دنیا میں، اللہ ﷻ فرماتا ہے) بیشک ظالموں (کافروں) کیلئے دردناک عذاب ہے (الیم بمعنی مؤلم ہے) اور وہ جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے وہ باغوں میں داخل کیے جائیں گے جن کے نیچے نہریں رواں ہمیشہ اس میں رہیں (خلدین حال مقدر ہے) اپنے رب کے حکم سے ان کے ملتے وقت کا اکرام (اللہ ﷻ فرشتوں کی جانب سے اور ان کے آپس کے درمیان کا) سلام ہے کیا تم نے نہ دیکھا (تر بمعنی تنظر ہے) اللہ نے کیسی مثال بیان فرمائی (مثلا بدل ہے اور کلمة طيبة اس کا مبدل منہ ہے) پاکیزہ بات کی (یعنی لا الہ الا اللہ کی) جیسے پاکیزہ درخت......۴......(اس سے کھجور کا درخت مراد ہے) جس کی جڑ (زمین میں) قائم اور شاخیں آسمان میں (فرعها بمعنی غصنها ہے) ہر وقت اپنا پھل دیتا ہے اپنے رب کے حکم سے (یعنی اس کے ارادے سے، تؤتی بمعنی تعطی ہے، اور "اکل" کے معنی پھل ہے اسی طرح کلمہ ایمان ہے جو مومن کے دل میں ثابت ہوتا ہے اور اس کا عمل آسمان کی جانب چڑھتا ہے اور وہ ہر وقت اس کی برکت اور ثواب کو پاتا ہے) اور اللہ لوگوں کے لیے مثالیں بیان فرماتا ہے (یضرب بمعنی یبین ہے) کہ کہیں وہ سمجھیں (نصیحت حاصل کریں اور ایمان لے آئیں) اور گندی بات کی مثال (کلمۂ کفر کی مثال) جیسے ایک گندا پیڑ......۵......(مراد اس سے اندرائن کا درخت ہے) کہ زمین کے اوپر سے کاٹ دیا گیا (اجتثت بمعنی استؤصلت ہے) اب اسے کوئی قیام نہیں (اس کو قیام وثبات حاصل نہیں ہوتا اسی طرح کلمہ کفر ہے اسے نہ تو کوئی ثبات حاصل ہے اور نہ اس کی کوئی شاخ اور اس میں برکت) اللہ ثابت رکھتا ہے ایمان والوں کو حق بات پر (اس سے کلمہ توحید مراد ہے) دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں......۶......(یعنی قبر میں کہ جب فرشتے ان سے ان کے رب، دین اور نبی کے بارے میں دریافت کریں تو مسلمان ان سوالوں کے درست جواب دینگے جیسا کہ صحیحین کی حدیث میں ہے) اور اللہ ظالموں (کافروں) کو گمراہ کردیتا ہے (پس وہ جواب کی راہ نہیں پاتے اور کہتے ہیں کہ ہم نہیں جانتے جیسا کہ حدیث پاک میں مذکور ہے) اور اللہ جو چاہے کرے۔

﴿ترکیب﴾

﴿وقال الشيطن لما قضى الامر ان الله وعدكم وعد الحق﴾.

و : عاطفہ : قال الشيطن : قول، لما : ظرفیہ مفعول فیہ مقدم، قضى الامر : فعل با نائب الفاعل، ملکر جملہ فعلیہ معترضہ، ان الله : حرف مشبہ واسم، وعدكم وعد الحق : جملہ فعلیہ خبر ملکر جملہ اسمیہ مقولہ، ملکر جملہ فعلیہ قولیہ۔

﴿ووعدتكم فاخلفتكم﴾.

و : عاطفہ، وعدتكم : جملہ فعلیہ معطوف ماقبل "وعدكم" پر، ف : عاطفہ، اخلفتكم : فعل بافاعل ومفعول ملکر جملہ فعلیہ ماقبل "وعدتكم" پر معطوف ہے۔

﴿وما كان لى عليكم من سلطن الا ان دعوتكم فاستجبتم لى﴾.

و : عاطفہ، ما : مشابہ بلیس، كان لى : فعل ناقص با ظرف مستقر خبر مقدم، عليكم : ظرف مستقر حال مقدم، من : زائدہ، سلطن : مستثنیٰ منہ، الا : حرف استثناء، ان : مصدریہ، دعوتكم : جملہ فعلیہ معطوف علیہ، فاستجبتم لى : جملہ فعلیہ معطوف ملکر بتاویل مصدر مستثنیٰ، ملکر ذوالحال، ملکر اسم مؤخر، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿فلا تلوموني ولوموا انفسكم﴾.

ف : فصیحہ، لا تلومونی : فعل بافاعل ومفعول،ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، ولوموا انفسکم : فعل بافاعل ومفعول ملکر جملہ فعلیہ معطوف،ملکر شرط محذوف "اذا علمتم انکم اسرعتم فی اجابتی" کی جزا،ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿ما انا بمصرِخکم وما انتم بمصرخی﴾.

ما : مشابہ بلیس، انا : اسم ،ب : زائدہ، مصرخم : خبر،ملکر جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، ما : مشابہ بلیس، انتم : اسم، ب : زائدہ، مصرخی : خبر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿انی کفرت بما اشرکتمون من قبل ان الظلمین لهم عذاب الیم﴾.

انی : حرف مشبہ واسم، کفرت : فعل بافاعل، ب : جار، ما: مصدریہ، اشرکتمون من قبل : فعل بافاعل ومفعول وظرف لغو ملکر جملہ فعلیہ بتاویل مصدر مجرور،ملکر ظرف لغو، جملہ فعلیہ خبر،ملکر جملہ اسمیہ، ان :حرف مشبہ ،والظلمین : اسم، لهم عذاب الیم : جملہ اسمیہ خبر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿وادخل الذین امنوا وعملوا الصلحت جنت تجری من تحتها الانهر خالدین فیها باذن ربهم تحیتهم فیها سلم﴾.

و: مستانفہ، ادخل : فعل مجہول، الذین امنوا وعملوا الصلحت : موصول صلہ ملکر ذوالحال، خلدین فیها : شبہ جملہ حال ملکر نائب الفاعل، جنت : موصوف، تجری من تحتها الا نهر : جملہ فعلیہ صفت ،ملکر مفعول ثانی، باذن ربهم : ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ، تحیتهم : مبتدا، فیها : ظرف مستقر حال مقدم، سلم : ذوالحال ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿الم تر کیف ضرب الله مثلا کلمة طیبة کشجرة طیبة اصلها ثابت وفرعها فی السماء﴾.

ہمزہ : استفہامیہ، لم تر : فعل بافاعل، کیف : حال مقدم، ضرب الله : فعل بافاعل، مثلا: ذوالحال،ملکر مبدل منہ ، کلمة : موصوف، طیبة : صفت اول، ک:جار شجرة : موصوف، طیبة :صفت اول،اصلها ثابت : جملہ اسمیہ معطوف علیہ، وفرعها فی السماء : جملہ اسمیہ معطوف ملکر صفت ثانی، ملکر مجرور، ملکر ظرف مستقر صفت، ملکر بدل ،ملکر مفعول، ضرب فعل اپنے متعلقات سے ملکر جملہ فعلیہ مفعول، لم تر فعل اپنے فاعل ومفعول سے ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿توتی اکلها کل حین باذن ربها ویضرب الله الامثال للناس لعلهم یتذکرون﴾.

توتی اکلها : فعل بافاعل ومفعول، کل حین : ظرف، باذن ربها :ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ صفت ثالث ماقبل "شجرة" کے لئے

﴿ومثل کلمة خبیثة کشجرة خبیثة اجتثت من فوق الارض ما لها من قرار﴾.

و :عاطفہ،مثل کلمة خبیثة : مرکب اضافی مبتدا، ک:جار، شجرة : موصوف، خبیثة:صفت اول، اجتثت من فوق الارض : جملہ فعلیہ صفت ثانی، مالها من قرار : جملہ اسمیہ صفت ثالث، ملکر مجرور، ملکر ظرف مستقر خبر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿یثبت الله الذین امنوا بالقول الثابت فی الحیعة الدنیا وفی الاخرة﴾.

یثبت الله : فعل بافاعل، الذین امنوا : مفعول، ب :جار، القول الثابت : ذوالحال، فی الحیوة الدنیا وفی الاخرة : معطوف علیہ ومعطوف ملکر ظرف مستقر حال،ملکر مجرور،ملکر ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ مستانفہ۔

﴿ویضل الله الظلمین ویفعل الله ما یشاء﴾.

و: عاطفہ، یضل الله الظمین : فعل بافاعل ومفعول،ملکر جملہ فعلیہ، و :عاطفہ،یفعل الله :فعل بافاعل، مایشاء :مفعول ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

متذکرہ آیت میں شیطان سے مراد ابلیس:

۱......ابن جریر نے حسن سے روایت کیا ہے کہ ابلیس منبر پر خطاب کرتے ہوئے ﴿ان اللہ وعدکم وعد الحق (ابراھیم:۲۲)﴾ پڑھے گا، طبرانی نے ابن مبارک سے ''الزھد'' میں اور ابن عساکر نے سند ضعیف سے عقبہ بن عامر سے روایت کیا ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''کافر جب قیامت میں سید عالم ﷺ کو مومنین کی شفاعت کرتے دیکھیں گے تو ابلیس کے پاس آ کر کہیں گے کہ مومنین نے اپنا شفیع پالیا، اُٹھ اور ہماری شفاعت کر، تو نے ہمیں دنیا میں گمراہ کیا، ابلیس کھڑا ہوگا اور اپنی مجلس کو جوش دلائے گا اور کہے گا ﴿وعد الحق ...... الخ﴾۔ (روح المعانی، الجزء ۱۳، ص ۲۶۱)

متذکرہ آیت میں سلطان کا معنی:

۲......شیطان کہے گا کہ میرے پاس کوئی دلیل یا حجت تو تھی نہیں، میں نے اپنے وعدے پر کوئی دلیل پیش نہ کی تھی اور دنیا کی زندگی مزین کردی تھی، تمہیں گمراہ کیا تو تم نے میری پیروی کی، ایک قول یہ بھی ہے کہ تمہیں اپنی دعوت کو ماننے پر مجبور نہ کیا تھا۔ آیت ﴿الا ان دعوتکم (ابراھیم:۲۲)﴾ میں الا استثناء منقطع ہے، یعنی میں نے تمہیں وسوسوں کے ذریعے گمراہ کیا اور تم نے اپنی مرضی سے میری بات مان لی۔ (الجامع الاحکام القرآن، الجزء ۱۳، ۳۰۳)

شیطان کی بے زاری:

۳......قیامت کے دن شیطان ناامیدی اور بیزاری ظاہر کردے گا جیسا کہ ماقبل عنوان کے تحت ہم نے بیان کیا ہے۔ میں نے تمہیں وسوسے میں مبتلا کیا اور تم اللہ کی جانب سے دلائل سن چکے تھے، رسول کو دیکھ کر کلام سن چکے تھے، تم پر کب واجب تھا کہ میری بات مانو؟ میری بات نہ سنتے، ظاہری دلائل کو دیکھ کر بھی میری بات مان کر گمراہ ہوئے اور اب مجھ پر ملامت کرتے ہو کہ میں نے گمراہ کیا تو ملامت میرے مقابلے میں تم پر زیادہ ہونی چاہیے۔ (الخازن، ج۲، ص ۳۴)

ملائکہ اور شیاطین اجسام کثیفہ نہیں ہیں بلکہ ان کے اجسام کا لطیفہ ہونا ضروری ہے، اور جسم کے لطیف ہونے کے باوجود کثیف جسم میں نفوذ کرجاتے ہیں، جیسا کہ انسان کی روح جسم لطیف ہے اور وہ انسان کے بدن میں سرایت کرجاتی ہے، اسی طرح آگ کوئلہ میں نفوذ کرجاتی ہے اور پتوں اور پھولوں کا پانی پتوں اور پھولوں میں سرایت کرجاتا ہے اور پستہ اور بادام اور تلوں کا تیل ان سب میں سرایت کرجاتا ہے، اسی طرح شیطان انسانی جسم میں سرایت کرجاتا ہے اور وسوسے ڈالتا ہے۔ (الرازی، ج۷، ص ۸۷ وغیرہ)

قرآن کی رُو سے پاکیزہ درخت کونسا ہے؟

۴......حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ پاکیزہ درخت سے مراد کھجور کا درخت ہے، انس، مجاہد، ابن مسعود اور ضحاک کے نزدیک بھی یہی قول ہے۔ ابن عباس کا ایک قول یہ بھی ہے کہ مراد کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ ہے۔ جان لینا چاہیے کہ چار باتیں ایسی ہیں کہ جس درخت میں پائی جائیں وہ پاکیزہ درخت کہلاتا ہے۔(۱)......شکل وصورت کے لحاظ سے پاکیزہ درخت ہو، (۲)......اس کی خوشبو پاکیزہ ہو، (۳)......لذت کے اعتبار سے پاکیزہ ہو، (۴)......نفع بخش ہونے کے اعتبار سے پاکیزہ ہو، انسان اسے کھائے تو جسم کو نفع

پہنچے۔کشاف میں ہے کہ کھجور، انجیر، انگور اور انار کا درخت پاکیزہ ہوتا ہے۔ (الرازی، ج۷، ص۸۹ وغیرہ)

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی پاک ﷺ کے پاس تازہ کھجوروں کا ایک خوشہ لایا گیا تو آپ نے یہ آیت پڑھی ﴿ومثلا كلمة طيبة كشجرة طيبة ...... حين باذن بها (ابراہیم:۲۴،۲۵)﴾ آپ ﷺ نے فرمایا یہ کھجور کا درخت ہے، پھر آپ نے پڑھا:﴿ومثل كلمة خبيثة...... مالها من قرار (ابراہیم:۲۶)﴾۔آپ ﷺ نے فرمایا اس سے مراد حنظل یعنی اندرائن کڑوا پھل ہے۔ (سنن الترمذی، كتاب تفسير القرآن، باب: سورة ابراهيم، رقم: ۳۱۳۰، ص۸۹۱)

☆......حضرت عبداللہ بن عمر بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا: درختوں میں سے ایک درخت ایسا ہے جس کے پتے نہیں گرتے اور وہ مسلمان کی مثل ہے، مجھے بتاؤ وہ کون سا درخت ہے؟ لوگ جنگل کے درختوں کے متعلق سوچنے لگے، حضرت عبداللہ بن عمر نے کہا میرے دل میں یہ خیال آیا کہ وہ کھجور کا درخت ہے، پس مجھے (لب کشائی) کرنا ناپسند ہوا، پھر لوگوں نے کہا یا رسول اللہ! ہمیں بتائیے وہ کون سا درخت ہے؟ آپ نے فرمایا وہ کھجور کا درخت ہے۔ (صحيح البخاری، كتاب العلم، باب: قول المحدث، رقم ۶۱، ص۱۴)

قرآن کی رُو سے ناپاک درخت کونسا ھے؟

۵......انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ناپاک خبیث درخت سے مراد حنظل (اندرائن) کا درخت ہے، قتادہ سے روایت ہے کہ اہل علم میں سے ایک شخص دوسرے سے ملاقات کرتا ہے تو کہتا ہے کہ تم خبیث درخت کے بارے میں کیا کہتے ہو؟ کہا کہ اس کی جڑیں نہ تو زمین میں جڑ پکڑتی ہیں اور نہ ہی آسمان کی جانب شاخیں بلند ہوتی ہیں اور ابن عباس کے مطابق کافر کی مثال خبیث درخت سے دی گئی ہے کہ دنیا اور آخرت میں اس کی کوئی حقیقت نہیں، یعنی کافر کا عمل نہ تو دنیا میں مقبول ہے اور نہ ہی آخرت میں۔ ابن ربیع سے مذکور روایت میں یہ زیادتی ہے کہ کافر اپنے اعمال کو اپنی پیٹھ پر لادے جاتا ہے۔ (جامع البیان، الجزء ۱۳، ص ۲۵۰ وغیرہ)

قبر کے سوال جواب:

۶......کلمہ طیبہ سے مراد کلمہ توحید بھی ہے، اور یہی وہ کلمہ ہے جو دنیا میں ایمان لانے کی دلیل اور قبر و آخرت میں نجات کا ذریعہ بنتا ہے۔ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے ﴿يثبت الله الذين امنوا بالقول (ابراہیم:۲۷)﴾ تلاوت فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا: "اللہ اس کو قبر میں ثابت قدم رکھے، جب اس سے پوچھا جاتا ہے تمہارا رب کون ہے؟ تمہارا دین کیا ہے؟ تمہارا نبی کون ہے؟ (صحيح البخاری، كتاب الجنائز، باب: ماجاء فی عذاب القبر، رقم: ۱۳۶۹، ص۲۲۰)

☆......حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب کوئی مسلمان بندہ فوت ہو جاتا ہے تو اس کو اس کی قبر میں بٹھایا جاتا ہے اور اس سے کہا جاتا ہے کہ تیرا رب کون ہے؟ تیرا دین کیا ہے؟ اور تیرا نبی کون ہے؟ پس اللہ اس کو ان کے جوابات میں ثابت قدم رکھتا ہے پس وہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے، میرا دین اسلام ہے اور میرے نبی محمد ﷺ ہیں، پھر اس کی قبر میں وسعت کر دی جاتی ہے اور اس کے لئے اس میں کشادگی کی جاتی ہے پھر حضرت عبداللہ نے متذکرہ بالا آیت پڑھی۔ (المعجم الکبیر، رقم: ۹۱۴۵)

☆......حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب میت کو قبر میں رکھ دیا جائے گا تو اس کے پاس سیاہ رنگ کے نیلی آنکھوں والے دو فرشتے آئیں گے ان میں سے ایک کو منکر اور دوسرے کو نکیر کہا جائے گا، وہ کہیں گے تم اس شخص کے متعلق کیا کہا کرتے تھے؟ پس جو دنیا میں کہا کرتا تھا اشهد ان لا اله الا الله وان محمد عبده ورسوله کہیں گے ہم جانتے تھے کہ تم یہی کہتے تھے، پھر اس کی قبر کو وسیع و منور کر دیا جائے گا، پھر

اس سے کہا جائے گا کہ سو جاؤ، وہ کہے گا میں اپنے گھر والوں کو جا کر اس کی خبر دے دوں، فرشتے اس سے کہیں گے تم دلہن کی طرح سو جاؤ جس کو وہی بیدار کرتا ہے جو اس کو اپنے اہل میں سب سے زیادہ محبوب ہوتا ہے حتی کہ اللہ اس کو اس کی قبر سے اٹھائیگا اور اگر وہ منافق ہوگا تو وہ کہے گا، میں نے لوگوں کو جو کہتے ہوئے سنا میں نے وہی کہہ دیا، میں نہیں جانتا، فرشتے کہیں گے کہ ہم جانتے تھے کہ تم یہی کہو گے پھر زمین سے کہا جائے گا اس پر تنگ ہو کر ایک دوسرے سے مل جاؤ، زمین تنگ ہو کر مل جائے گی اور اس کی پسلیاں ایک دوسرے میں گھس جائیں گی، پھر اس کو عذاب ہوتا رہے گا حتی کہ اللہ اس کو قبر سے اٹھائے گا۔ (سنن الترمذی، کتاب الجنائز، باب: ماجاء فی عذاب القبر، رقم: ۱۰۷۱، ۳۲۵)

اغراض: انه غیر کائن: اس جملے میں اس جانب اشارہ ہے کہ مفعول ثانی ''وعدا'' محذوف ہے۔

علی اجابتی: مراد اپنے رب کی مخالفت ہے۔ قال تعالی: اس جملے میں اشارہ ہے کہ ﴿انی دعوتکم ......الخ﴾ ابلیس کا کلام نہیں ہے، اور ایک قول کے مطابق ابلیس ہی کا کلام ہے۔

حال مقدرۃ: یعنی جہنم میں ہمیشہ رہیں گے، اور جنت میں داخل ہونا نعمتوں کے تمام ہونے کی وجہ سے ہے (یعنی اللہ نے اُس پر اپنی نعمتیں تمام کر دیں)۔

ای لا الہ الا اللہ: اس ذکر کو خاص طور پر اس لیے ذکر کیا کہ یہ جنت کی چابی ہے، اس کے تلفظ کیے بغیر بندہ دائرہ اسلام میں داخل نہیں ہوتا، ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے کہ تمام (مبارک) کلمات اچھے ہوتے ہیں جیسے تسبیح، تحمید، استغفار وغیرہ۔

وعملہ یصعد الی السماء: اللہ نے فرمایا ﴿الیہ یصعد الکلم الطیب والعمل الصالح یرفعہ (فاطر: ۱۰)﴾ اس جملے سے ایمان اور شجر میں شبہ پیدا ہو گیا ہے، اس لیے کہ شجر (درخت) لمبی جڑوں والا، بلند اور پھل دار ہوتا ہے جب کہ ایمان نام ہے دل سے تصدیق کرنے کا اور زبان سے اقرار کرنے کا اور بدن کو عمل خیر سے مزین کرنے کا، پس اکثر لوگ اس ذکر کو کرتے ہیں، اور (اُن پر) انوار و تجلیات کا ظہور ہوتا ہے، اور (اُس کے) دل (میں قدرت کے) بھید چمکتے ہیں، پس اس کے نفع کو وہ پاتا رہتا ہے، پس یہ ایسا ہی ہوا جیسا کہ درخت پتوں سے بھر جاتا ہے۔

ھی الحنظل: اعمال خبیثہ کو حنظل درخت سے تشبیہ دی گئی ہے، اس کی جڑیں زمین کی تہہ میں جگہ نہیں پکڑتیں بلکہ اوپری سطح میں رہتی ہیں، اور نہ ہی ٹہنیاں آسمان کی بلندی کو چھوتی ہیں بلکہ اس کے پتے زمین پر پھیلے ہوئے ہوتے ہیں جیسا کہ خربوزے کے ہوتے ہیں اور اس کے پھل بھی بیکار ہوتے ہیں۔

ای فی القبر: خاص طور سے قبر کا ذکر کیا، اس لیے کہ سوالات کے بعد توحید کا معاملہ فنا نہیں ہوگا بلکہ دیگر فروعات کے بارے حساب موقوف رہے گا۔ (الصاوی، ج۳، ۱۰۳۰، ۲ وغیرہ)

رکوع نمبر: ۱۷

﴿اَلَمْ تَرَ﴾ تَنْظُرَ ﴿اِلَى الَّذِيْنَ بَدَّلُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ﴾ اَیْ شُكْرَهَا ﴿كُفْرًا﴾ هُمْ كُفَّارُ قُرَيْشٍ ﴿وَّاَحَلُّوْا﴾ اَنْزَلُوْا ﴿قَوْمَهُمْ﴾ بِاِضْلَالِهِمْ ﴿دَارَ الْبَوَارِ (۲۸)﴾ اَلْهَلَاكِ ﴿جَهَنَّمَ﴾ عَطْفُ بَيَانٍ ﴿يَصْلَوْنَهَا﴾ يَدْخُلُوْنَهَا ﴿وَبِئْسَ الْقَرَارُ (۲۹)﴾ اَلْمَقَرُّ هِيَ ﴿وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا﴾ شُرَكَاءَ ﴿لِّيُضِلُّوْا﴾ بِفَتْحِ الْيَاءِ وَضَمِّهَا ﴿عَنْ سَبِيْلِهٖ﴾ دِيْنِ الْاِسْلَامِ ﴿قُلْ﴾ لَهُمْ ﴿تَمَتَّعُوْا﴾ بِدُنْيَاكُمْ قَلِيْلًا ﴿فَاِنَّ مَصِيْرَكُمْ﴾ مَرْجِعَكُمْ ﴿اِلَى النَّارِ (۳۰) قُلْ لِّعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَيُنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً مِّنْ

قَبْلِ اَنْ يَّاْتِىَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ ﴾فِدَاءٌ﴿فِيْهِ وَلَا خِلٰلٌ (۳۱)﴾مَخَالَةٌ اَىْ صَدَاقَةٌ تَنْفَعُ هُوَ يَوْمُ الْقِيٰمَةِ﴿اَللّٰهُ الَّذِىْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّكُمْ ۚ وَسَخَّرَ لَكُمُ الْفُلْكَ لِتَجْرِىَ فِى الْبَحْرِ﴾بِالرُّكُوْبِ وَالْحَمْلِ﴿ بِاَمْرِهٖ ﴾بِاِذْنِهٖ﴿وَسَخَّرَ لَكُمُ الْاَنْهٰرَ (۳۲) وَسَخَّرَ لَكُمُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ دَآئِبَيْنِ ۚ ﴾جَارِيَيْنِ فِىْ فَلَكِهِمَا لَا يَفْتَرَانِ﴿وَسَخَّرَ لَكُمُ الَّيْلَ ﴾لِتَسْكُنُوْا فِيْهِ﴿وَالنَّهَارَ (۳۳)﴾لِتَبْتَغُوْا فِيْهِ مِنْ فَضْلِهٖ ﴿وَ اٰتٰكُمْ مِّنْ كُلِّ مَا سَاَلْتُمُوْهُ ؕ ﴾ عَلٰى حَسْبِ مَصَالِحِكُمْ﴿وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ ﴾بِمَعْنٰى اِنْعَامِهٖ﴿لَا تُحْصُوْهَا ؕ ﴾لَا تُطِيْقُوْا عَدَّهَا﴿اِنَّ الْاِنْسَانَ ﴾الْكَافِرَ﴿لَظَلُوْمٌ كَفَّارٌ (۳۴)﴾ كَثِيْرُ الظُّلْمِ لِنَفْسِهٖ بِالْمَعْصِيَةِ وَالْكُفْرِ لِنِعْمَةِ رَبِّهٖ .

﴿ترجمہ﴾

کیاتم نے نہ دیکھا(تر بمعنی تنظر ہے)انہیں جنہوں نے اللہ کی نعمت کو(یعنی اس کی نعمت کے شکر کو) ناشکری سے بدل دی (مراد اس سے کفار قریش ہیں) اور لا اتارا(احلوا بمعنی انزلوا ہے) اپنی قوم کو(یعنی ان کو گمراہ کرکے) تباہی کے گھر......۱......(بوار بمعنی ھلاک ہے) دوزخ (لفظ جھنم عطف بیان ہے) کے اندر جائینگے (یصلونھا بمعنی یدخلونھا ہے) اور کیا ہی بُری جگہ ٹھرنے کی (قرار بمعنی مقر ہے) اللہ کے لیے برابر والے شریک ٹھرا لیے......۲......(اندادا بمعنی شرکاء ہے) کہ بہکا دیں (لیضلوا کو یاء کے فتح اور ضمہ دونوں کے ساتھ پڑھا گیا ہے) اس کی راہ سے (یعنی دین اسلام سے) تم فرماؤ (ان سے) کچھ برت لو (اپنی دنیا سے تھوڑا برت لو) کہ تمہارا انجام (تمہارے پلٹنے کی جگہ) آگ ہے، میرے ان بندوں سے فرماؤ جو ایمان لائے کہ نماز قائم رکھیں اور ہمارے دیئے ہوئے مال میں سے چھپے اور ظاہر خرچ کریں......۳......اس دن کے آنے سے پہلے جس میں نہ بیع (یعنی فدیہ) ہوگی اور نہ یارانہ (نہ نفع دینے والی دوستی، مراد قیامت کا دن ہے) اللہ ہے جس نے آسمان اور زمین بنائے اور آسمان سے پانی اتارا تو اس سے کچھ پھل تمہارے کھانے کو پیدا کیے اور تمہارے لیے کشتی کو مسخر کیا کہ اس کے حکم (اذن) سے دریا میں چلے (سوار ہونے اور سامان اٹھانے کو) اور تمہارے لیے ندیاں مسخر کیں اور تمہارے لیے سورج اور چاند مسخر کیے جو کہ برابر چل رہے ہیں (اپنے مدار میں چل رہے ہیں وہ سستی نہیں کرتے) اور تمہارے لیے رات کو مسخر کیا (کہ اس میں تم راحت حاصل کرو) اور دن کو (تا کہ تم اس میں اللہ ﷻ کا فضل تلاش کرو) اور تمہیں بہت کچھ منہ مانگا دیا (تمہاری مصلحتوں کے عین مطابق) اور اگر اللہ کی نعتیں (انعام) گنو شمار نہ کرسکو گے......۴......(تم اسے گننے کی طاقت نہیں رکھتے) بیشک آدمی (جو کافر ہے) بڑا ظالم (نافرمانی کرکے اپنی جان پر ظلم کرنے والا اور رب کی نعمتوں کا) بڑا ناشکرا ہے (کہ اپنے رب کی نعمتوں کی ناشکری کرتا ہے)۔

﴿ترکیب﴾

﴿الم تر الی الذین بدلوا نعمة الله كفرا واحلوا قومهم دار البوار﴾.

همزة : استفهامیہ، لم تر : فعل بافاعل، الی : جار، الذین : موصول، بدلوا نعمة الله كفرا : جملہ فعلیہ معطوف علیہ، واحلوا قومهم دارالبوار : جملہ فعلیہ معطوف، ملکر صلہ، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿جهنم يصلونها وبئس القرار﴾۔
جهنم : ذوالحال، يصلونها : جملہ فعلیہ حال ملکر ماقبل "دارالبوار" سے بدل ہے، و : حالیہ، بئس القرار : فعل بافاعل ملکر جملہ فعلیہ انشائیہ خبر مقدم، "هی" مبتدا مؤخر محذوف، ملکر جملہ اسمیہ ماقبل "جهنم" سے حال ہے۔

﴿وجعلوا لله اندادا ليضلوا عن سبيله﴾۔
وجعلوا : فعل بافاعل، لله : ظرف لغو، اندادا : مفعول، لام : جار، يضلوا عن سبيله : جملہ فعلیہ مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿قل تمتعوا فان مصيركم الى النار﴾۔
قل : قول، تمتعوا : فعل بافاعل ملکر جملہ فعلیہ مقولہ، ملکر جملہ فعلیہ قولیہ، ف : تعلیلیہ، ان : حرف مشبہ، مصير كم : اسم، الى النار : ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿قل لعبادى الذين امنوا يقيموا الصلوة وينفقوا مما رزقنهم سرا وعلانية﴾۔
قل لعبادى الذين امنوا : قول، يقيموا الصلوة : اصل میں "ليقيموا الصلوة" تھا : جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و : عاطفہ، ينفقوا : اصل میں "لينفقوا" تھا : فعل امر وضمیر ذوالحال، سرا وعلانية : ملکر فاعل، مما رزقنهم : ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر مقولہ، ملکر جملہ فعلیہ قولیہ۔

﴿من قبل ان ياتى يوم لا بيع فيه ولا خلال﴾۔
من : جار، قبل : مضاف، ان : مصدریہ، ياتى : فعل، يوم : موصوف، لابيع فيه : جملہ اسمیہ معطوف علیہ، ولا خلل : جملہ اسمیہ معطوف ملکر صفت، ملکر فاعل ملکر بتاویل مصدر مضاف الیہ، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو ماقبل "ينفقوا" فعل کے لیے۔

﴿الله الذى خلق السموت والارض وانزل من السماء ماء﴾۔
الله : مبتدا، الذى : موصول، خلق السموات والارض : جملہ فعلیہ معطوف علیہ، وانزل من السماء ماء : جملہ فعلیہ معطوف اول، ملکر صلہ، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿فاخرج به من الثمرات رزقا لكم﴾۔
ف : عاطفہ، اخرج : فعل بافاعل، به : ظرف لغو، من الثمرت : ظرف مستقر حال مقدم، رزقا : ذوالحال، ملکر موصوف، لكم : ظرف مستقر صفت، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ ماقبل "خلق" پر معطوف ثانی۔

﴿وسخر لكم الفلك لتجرى فى البحر بامره وسخر لكم الانهر﴾۔
و : عاطفہ، سخر لكم الفلك : فعل بافاعل وظرف لغو ومفعول، لتجرى فى البحر بامره : ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ ماقبل "خلق" پر معطوف ثالث، وسخر لكم الانهر : جملہ فعلیہ معطوف رابع۔

﴿وسخر لكم الشمس والقمر دائبين وسخر لكم اليل والنهار﴾۔
و : عاطفہ، سخر لكم : فعل بافاعل وظرف لغو، الشمس والقمر : ذوالحال، دائبين : حال ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ ماقبل "خلق" پر معطوف خامس، و سخر لكم اليل والنهار : جملہ فعلیہ معطوف سادس۔

﴿واتكم من كل ما سالتموه﴾۔
و : عاطفہ، اتكم : فعل بافاعل ومفعول، من كل ماسالتموه : ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ ماقبل "خلق" پر معطوف سابع۔

﴿وان تعدوا نعمت اللہ لا تحصوھا ان الانسان لظلوم کفار﴾۔

و: عاطفہ، ان :شرطیہ، تعدوا نعمت اللہ : جملہ فعلیہ شرط، لا تحصوھا : جملہ فعلیہ جواب شرط، ملکر جملہ شرطیہ، ان :حرف مشبہ، الانسان :اسم، لظلوم :خبراول کفار : خبر ثانی، ملکر جملہ اسمیہ مستانفہ۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

تباھی کے گھر:

۱۔۔۔۔۔جن لوگوں نے سید عالم ﷺ کی تکذیب کرتے ہوئے اللہ کی نعمتوں کو بدل دیا جب کہ اللہ نے انہیں لوگوں میں بھیجا تو ان کے ساتھ کفر کیا، مراد مشرکین مکہ جن کے بارے میں آیت مذکورہ نازل ہوئی اور یہی قول حضرت ابن عباس وغیرہ کا ہے، ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے کہ یہ آیت اُن لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی جنہوں نے بدر کے دن سید عالم ﷺ سے قتال کیا، ابوطفیل کہتے ہیں کہ میں نے حضرت علی کو فرماتے سنا: سر او کفار قریش ہیں جو بدر کے دن مارے گئے، ایک قول کے مطابق بنو مخزوم و بنو امیہ کے بدکردار لوگ مراد ہیں، پس بنوامیہ حد سے تجاوز کر گئے اور بنو مخزوم بدر کے دن ہلاک ہوئے۔ ابن زید کے قول کے مطابق دار البوار سے مراد جہنم ہے، ایک قول کے مطابق بدر کا دن ہے، حضرت علی اور مجاہد کے قول کے مطابق بوار سے مراد ہلاکت ہے۔ (الجامع الاحکام القرآن، الجزء ۱۳، ص ۳۱۱)

شرک کی مذمت:

۲۔۔۔۔۔اللہ کا فرمان مقدس نشان ہے ﴿ان الشرک لظلم عظیم بیشک شرک بہت بڑا گناہ ہے (لقمان:۱۳)﴾، شرک کی مذمت پر کئی آیات دلالت کرتی ہیں، جو شخص اللہ کا شریک ٹھرائے اور اسی حال میں دنیائے فانی سے رخصت ہو جائے وہ قطعی جہنمی ہے اور جو شخص اللہ کی وحدانیت پر ایمان لائے اور ایمان کی حالت میں دنیا سے رخصت ہوا گر چہ گناہ گار ہونے کی وجہ سے عذاب دیا جائے لیکن جنت میں بہر حال ضرور جائے گا۔ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''کیا میں تمہیں سب سے بڑا گناہ نہ بتادوں؟ اللہ کے ساتھ شریک ٹھرانا''، ایک موقع پر ارشاد فرمایا: ''سات ہلاک کردینے والی چیزوں سے بچو، ان میں سے ایک شرک باللہ ہے''۔ ایک موقع پر فرمایا: ''جس نے اپنا دین بدل لیا اُس سے قتال کرو''۔ (الکبائر، ص ۹)

☆۔۔۔۔۔ابی حاتم نے کعب سے روایت کیا ہے کہ قیامت کے دن لوگ دو گروہوں میں بٹ جائیں گے ایک وہ جن کے چہرے سیاہ پڑ جائیں گے ان سے پوچھا جائے گا، کیا تم نے ایمان لانے کے بعد کفر کیا؟ ایمان لانے سے مراد جد امجد حضرت آدم کی پشت میں اقرار کرنا ہے، اور دوسرے وہ جن کے چہرے سفید ہونگے، پس یہ وہ لوگ ہونگے جنہوں نے دین اسلام کو اپنے لئے خالص کر لیا اور اللہ کی رضا جوئی والے کاموں میں داخل ہوئے۔ (البدور السافرۃ، باب یوم تبیض وجوہ، برقم: ۹۸۸، ص ۳۳۲)

راہ خدا میں خرچ کرنے کی فضیلت:

۳۔۔۔۔۔امام غزالی اپنی معرفت الآراء تصنیف ''احیاء العلوم الدین، باب فضیلۃ الحلال ومذمۃ الحرام'' میں حدیث پاک نقل کرتے ہیں، سید عالم ﷺ کا فرمان مقدس نشان ہے: ''حصول رزق کی کوشش کرنا فرض نماز کے بعد ایک اہم فرض ہے''۔ جب

بقدرِ ضرورت رزقِ حلال کمانا فرض ہوا اور یہ انسانی فطرت کا تقاضا بھی ہے تو چاہیے کہ اس کو صحیح طور پر خرچ بھی کیا جائے۔کیا انسان اپنے بدن کو ہلاکت میں ڈال کر خاطر خواہ عبادات بجالاسکتا ہے؟ جب انسان کا جسم صحیح سلامت ہوگا تو اُسے عبادت کی لذت بھی محسوس ہوگی اور جسم کا صحیح سلامت ہونا رزق حلال پر منحصر ہے لہذا انسان حلال کی کوشش کرے اور اُس حلال کو اپنے اوپر، والدین، بیوی بچے، دیگر دوست احباب اور مزید کشادگی ہونے کی صورت میں جہاں ہوسکے جائز کاموں میں خرچ کر کے آخرت کے اجر کا حقدار بنے۔اللہ کا فرمان ہے﴿انفقوا من طیبت ما کسبتم اپنے پاکیزہ مال میں سے کچھ خرچ کرو (البقرۃ:۲۶۷)﴾سید عالم ﷺ کا فرمایا:''لوگوں میں سب سے بہتر وہ ہے جو دوسروں کو نفع پہنچائے''۔(شعب الایمان للبیہقی، باب فی التعاون علی البر والتقوی، رقم: ۷۶۵۸، ج۶، ص۱۱۷)۔مسلمانوں کو نفع پہنچانے کی کئی صورتیں ہوسکتی ہیں،(۱)......مسلمان پر مال صدقہ کرے یا(۲)......اسے حق بات بیان کرے یا،(۳)......اس کے ساتھ نیک عمل اپنائے یا،(۴)......بُرا عمل ترک کرنے پر تعاون کرے یا،(۵)......اسے نفع بخش علم سکھائے یا،(۶)......اس کے لئے دعا کرے یا،(۷)......اس کے لئے استغفار کرے۔سفیان بن عُیینہ سے منقول ہے:''انسان، چیونٹی، چوہے اور کوے کے سوا کوئی جاندار اپنی غذا کو ذخیرہ نہیں کرتا''۔(حیاۃ الحیوان الکبری، باب الفاء الفار، ج۲، ص۲۷۲)۔ملتقی الابحر میں ہے کہ رشتے دار کے ساتھ صلہ رحمی کرنے کے لیے زیادہ کسب کرنا مستحب ہے۔ (ملتقی الابحر شرح مجمع الانہر، کتاب الکراھیۃ، ج۴، ص۱۸٤)

اللہ ﷻ کی نعمتیں شمار نہیں ہوسکتیں:

۴؎......آیت مقدسہ میں اللہ نے اپنی نعمتیں زمین، آسمان، پانی، پھل پھول، دریا سمندر، سورج، چاند، ستارے، دن، رات وغیرہ نعمتوں کا ذکر فرمانے فرمادیا کہ اگر انسان اپنے رب کی نعمتیں شمار کرنا چاہے تو اُنہیں شمار میں نہیں لاسکتا۔ایمان کی نعمت، سلام کی نعمت، حبیب رب العالمین کی عقیدت ومحبت، مسجد حرام، بیت اللہ، مسجد نبوی، روضہ مُقدسہ وسنہری جالیوں وریاض الجنۃ کی بہاریں، علماء اہل حق کی محبت وعقیدت، فاضل بریلوی کی محبت، شیخ طریقت کا دامن کرم، عبادت خانے، گھربار اہل وعیال، زمینوں میں پھل پھول، پودے، غلہ اور دیگر غذائی اجناس کا اُگنا، سورج کی تمازت سے کھیتیوں کا پک جانا، بارش سے زمین کا سیراب ہونا، سرد وگرم ہواؤں سے مختلف انسانوں اور دیگر جانداروں کو نفع پہنچنا، خوراک کا جسم میں داخل ہونا، ہضم ہونا، فُضلات کا جسم کے مقامات سے باہر نکلنا، اعضائے جسم کا ٹھیک کام کرنا، سننے کے لئے کان، دیکھنے کے لئے آنکھیں، بولنے کے لیے زبان، چلنے کے لیے ٹانگیں، سمجھنے کے لیے دماغ، پکڑنے کے لیے ہاتھ، مساموں سے پسینہ نکلنا، بالوں کا جسم پر اُگنا، لباس کی نعمت، کھانے کے لیے طرح طرح کے اناج وپھل، گوشت کھانے کے لئے حلال جانور کا میسر آنا، یقیناً دماغ کام نہیں کرتا کہ کیا کچھ بن مانگے دے دیا ہے۔

اغراض:ای شکرھا:اس جملے میں اس جانب اشارہ ہے کہ یہاں مضاف محذوف ہے۔

ھم کفار قریش: یعنی انہوں نے اللہ کی نعمتوں کو کفر سے بدل دیا، ان کا نسب تمام نسبوں میں اعلیٰ، شہر تمام شہروں میں ممتاز، مخلوق (اپنے معاملات کی انجام دہی کے لیے) ان کی جانب آتی تھی، پس انہوں نے ان نعمتوں کو بُری مخلوق ہونے اور بتوں کی عبادت کرنے سے تبدیل کردیا۔بدنیاکم: یعنی بتوں کی عبادت کر کے، جملہ خواہشات کے پورے ہونے کے لیے بتوں سے تمطع کرتے تھے، یہاں خاص بتوں کی عبادت کر کے حاصل ہونے والی دنیاوی تباہی مراد نہیں بلکہ عمومی طور پر تمام عبرتیں مراد ہیں، اور اس میں ہر ظلم کرنے والے کے لیے زجر وتوبیخ ہے۔

ای صداقۃ تنفع: یہ جملہ کفر اختیار کرنے والوں پر آیت﴿الاخلاء یومئذ بعضھم لبعض عدو الا المتقین (الزخرف:۶۷)﴾کے

ذریعے ولیل ہے، پس متقی حضرات قیامت کے دن اپنی (نیک) دوستیوں کے فائدہ اٹھائیں گے، اور قبر میں بھی، اور ہر خوف والے مقام میں نیک دوستیاں کام آئیں گی، لیکن کفار کے لیے تمام اسباب کٹ چکے ہیں، ان کے لیے کوئی یارانہ نہیں۔

الحمل: مراد ایک مقام سے دوسرے مقام تک (سامان وغیرہ کے) بوجھ کو پہنچانا۔

لا یفتران: یعنی سورج، چاند، نہ تو تھکتے ہیں اور نہ ہی ٹوٹتے ہیں۔ **بمعنی انعامه:** کا بیان حاشیہ نمبر ۴ تشریح توضیح میں دیکھ لیں۔

فی فلکهما: اپنے محل میں، یعنی چوتھے آسمان پر سورج اور آسمان دنیا پر چاند، اپنی حد میں گردش کرتے نہیں تھکتے۔

لتبتغوا من فضله: یعنی اپنی معاش کے لیے زمین میں سفر کرتے، اللہ نے فرمایا ﴿ومن رحمته جعل لکم اللیل والنهار لتسکنوا فیه ولتبتغوا من فضله (القصص:۷۳)﴾۔

علی حسب مصالحکم: ہر ایک چیز جو انسان مانگے اسے مل جائے ضروری نہیں، مثلاً اگر سلطنت مانگے اور اسے مل جائے ضروری نہیں پھر یہ کہنا کہ ہم نے تمہیں جو تم نے مانگا دیا کیسے درست ہوگا؟، میں (علامہ صاوی) اس کا جواب یہ دوں گا کہ بندے کو کچھ دینا اللہ کی مصلحت کی بنا پر موقوف ہے نہ کہ بندے کی مصلحت کی بنا پر، پس اللہ اپنے بندوں کو اپنی مرضی ومنشا کی بنا پر نوازتا ہے، پس اسی میں سے یہ بھی ہے کہ جسے چاہے رزق میں کمی کردے اور جس کے لیے چاہے وسیع کردے۔

الکافر: مراد ابو جہل ہیں، اسی کے بارے میں آیت مقدسہ نازل ہوئی۔ (الصاوی، ج۳، ص ۲۳۲ وغیرہ)

رکوع نمبر:۱۸

﴿وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ﴾مَكَّةَ﴿اٰمِنًا﴾ذَا اَمْنٍ وَقَدْ اَجَابَ اللّٰهُ تَعَالٰى دُعَائَهُ فَجَعَلَهُ حَرَمًا لَا يُسْفَكُ فِيْهِ دَمُ اِنْسَانٍ وَلَا يُظْلَمُ فِيْهِ اَحَدٌ وَلَا يُصَادُ صَيْدُهُ وَلَا يُخْتَلٰى خَلَاهُ﴿وَّاجْنُبْنِيْ﴾بَعِّدْنِيْ﴿وَبَنِيَّ﴾عَنْ﴿اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ (۳۵) رَبِّ اِنَّهُنَّ﴾اَيِ الْاَصْنَامُ﴿اَضْلَلْنَ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ ج﴾ بِعِبَادَتِهِمْ لَهَا﴿فَمَنْ تَبِعَنِيْ﴾عَلَى التَّوْحِيْدِ﴿فَاِنَّهٗ مِنِّيْ ج﴾مِنْ اَهْلِ دِيْنِيْ﴿وَمَنْ عَصَانِيْ فَاِنَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (۳۶)﴾هٰذَا قَبْلَ عِلْمِهٖ اِنَّهٗ تَعَالٰى لَا يَغْفِرُ الشِّرْكَ﴿رَبَّنَا اِنِّيْ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِيْ﴾اَيْ بَعْضَهَا وَهُوَ اِسْمَاعِيْلُ مَعَ اُمِّهٖ هَاجَرَ﴿بِوَادٍ غَيْرِ ذِيْ زَرْعٍ﴾هُوَ مَكَّةُ﴿عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ لا﴾اَلَّذِيْ كَانَ قَبْلَ الطُّوْفَانِ﴿رَبَّنَا لِيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ فَاجْعَلْ اَفْئِدَةً﴾قُلُوْبًا﴿مِّنَ النَّاسِ تَهْوِيْ﴾تَمِيْلُ وَتَحِنُّ﴿اِلَيْهِمْ﴾قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ لَوْ قَالَ اَفْئِدَةَ النَّاسِ لَحَنَّتْ اِلَيْهِ فَارِسُ وَالرُّوْمُ وَالنَّاسُ كُلُّهُمْ﴿وَارْزُقْهُمْ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُوْنَ (۳۷)﴾وَقَدْ فَعَلَ بِنَقْلِ الطَّائِفِ اِلَيْهِ﴿رَبَّنَا اِنَّكَ تَعْلَمُ مَا نُخْفِيْ﴾مَا نُسِرُّ﴿وَمَا نُعْلِنُ ط وَمَا يَخْفٰى عَلَى اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَآءِ (۳۸)﴾يَحْتَمِلُ اَنْ يَّكُوْنَ مِنْ كَلَامِهٖ تَعَالٰى اَوْ كَلَامِ اِبْرَاهِيْمَ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ وَهَبَ لِيْ﴾اَعْطَانِيْ﴿عَلَى الْكِبَرِ اِسْمٰعِيْلَ﴾وُلِدَ وَلَهٗ تِسْعٌ وَّتِسْعُوْنَ سَنَةً﴿وَاِسْحٰقَ ط﴾وُلِدَ وَلَهٗ مِائَةٌ وَّثِنْتَا عَشَرَةَ سَنَةً﴿اِنَّ رَبِّيْ لَسَمِيْعُ الدُّعَآءِ (۳۹) رَبِّ اجْعَلْنِيْ مُقِيْمَ الصَّلٰوةِ﴾وَاجْعَلْ﴿وَمِنْ ذُرِّيَّتِيْ صلے ق﴾مَنْ يُّقِيْمُهَا وَاَتٰى بِمِنْ لِاِعْلَامِ اللّٰهِ تَعَالٰى لَهٗ اَنَّ مِنْهُمْ كُفَّارًا﴿رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَآءِ (۴۰)﴾اَلْمَذْكُوْرَ﴿رَبَّنَا اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ﴾هٰذَا قَبْلَ اَنْ يُّتَبَيَّنَ لَهٗ عَدَاوَتُهُمَا لِلّٰهِ وَقِيْلَ اَسْلَمَتْ اُمُّهٗ وَقُرِئَ وَالِدِيْ مُفْرَدًا وَّوَلَدِيْ﴿وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ يَوْمَ

يَقُومُ ﴿يَثْبُتُ﴾ الْحِسَابُ ﴿۴۱﴾

﴿ترجمہ﴾

اور (یاد کرو) جب ابراہیم ......۱...... نے عرض کی اے میرے رب اس شہر (یعنی مکہ مکرمہ) کو امن والا کردے......۲......(امنا کے معنی امن والا ہے، اللہ ﷻ نے آپ علیہ السلام کی دعا قبول فرما کر اسے حرم بنادیا کہ اس میں نہ تو انسانی خون بہانے کی اجازت ہے اور نہ ہی اس میں کوئی اور ظلم کرسکتا ہے، اس میں خشکی کا شکار بھی حرام ہے اور اس کی خودرو گھاس کو کاٹنا بھی جائز نہیں ہے) اور مجھے اور میرے بیٹوں کو بتوں کے پوجنے سے بچا......۳......(اجنبنی بمعنی بعدنی ہے، ان نعبد سے قبل عن محذوف ہے) اے میرے رب بیشک انہوں نے یعنی بتوں نے بہت لوگ بہکادیئے (یعنی لوگ ان کی عبادت کرنے کے سبب بہک گئے) تو جس نے میرا ساتھ دیا (توحید پر) تو وہ میرا ہے (یعنی میرے دین پر ہے) اور جس نے میرا کہنا نہ مانا تو بیشک تو بخشنے والا مہربان ہے (یہ بات آپ علیہ السلام نے اس بات کا علم ہونے سے قبل فرمائی تھی کہ اللہ ﷻ شرک کو نہیں بخشے گا) اے میرے رب میں نے اپنی کچھ اولاد......۴......(بعض اولاد سے مراد حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں جنہیں ان کی والدہ ماجدہ بی بی ہاجرہ کے ساتھ مکہ مکرمہ چھوڑا تھا) بسائی ہے ایک وادی میں جس میں کھیتی نہیں ہوتی (اس سے مراد مکہ مکرمہ ہے) تیرے حرمت والے گھر کے پاس (یعنی طوفان نوح سے قبل جہاں تیرا گھر تھا) اے میرے رب اس لیے کہ وہ نماز قائم رکھیں......۵......تو تو لوگوں کے کچھ دل ان کی طرف مائل کردے (افئدة بمعنی قلوب ہے، اور تهوی بمعنی تميل و تحن ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا قول ہے کہ اگر آپ ''افئدة الناس'' کہہ دیتے تو فارس وروم بلکہ تمام ہی لوگ اس کی طرف مائل ہوتے) اور انہیں کچھ پھل کھانے کو دے، شاید وہ احسان مانیں (اللہ ﷻ نے ایسا ہی فرمایا کہ پھل طائف سے مکہ مکرمہ کی جانب منتقل فرمادیئے) اے رب تو جانتا ہے جو ہم چھپاتے ہیں (نخفی بمعنی نسر ہے) اور ظاہر کرتے ہیں اور اللہ پر کچھ چھپا نہیں زمین میں اور نہ آسمان میں (من شیء میں من زائدہ ہے، اس عبارت کے کلام اللہ ہونے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے کلام ہونے دونوں باتوں کا احتمال ہے) سب خوبیاں اللہ کو جس نے مجھے بڑھاپے میں (یعنی بڑھاپے کے باوجود، علی بمعنی مع ہے) اسماعیل و اسحٰق دیئے (اسماعیل علیہ السلام کی پیدائش کے وقت آپ علیہ السلام کی عمر مبارک ۹۹ سال تھی اور حضرت اسحٰق علیہ السلام کی پیدائش کے وقت عمر مبارک ۱۱۲ سال تھی، آیت مبارکہ میں وهب لی بمعنی اعطانی ہے) بیشک میرا رب دعا سننے والا ہے اے میرے رب مجھے نماز قائم کرنے والا رکھ (اور رکھ) کچھ میری اولاد (جو نماز قائم رکھے، آپ علیہ السلام نے من ذریتی میں من تبعیضیہ استعمال فرمایا اس لیے کہ اللہ ﷻ نے آپ علیہ السلام کو بتلایا تھا کہ ان میں کچھ کافر بھی ہونگے) اے ہمارے رب اور ہماری (مذکورہ) دعا سن لے اے ہمارے رب مجھے بخش دے اور میرے ماں باپ کو......۶......(یہ دعا آپ علیہ السلام نے اس وقت کی تھی جب ان دونوں کا دشمن خدا ہونا آپ علیہ السلام پر خوب ظاہر نہیں ہوا تھا اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آپ علیہ السلام کی والدہ ماجدہ ایمان لے آئیں تھیں، اس لفظ کو مفرد بھی پڑھا گیا ہے یعنی والدی یا ولدیّ) اور سب مسلمانوں کو جس دن حساب قائم (ثابت) ہوگا۔

﴿ترکیب﴾

﴿واذ قال ابراهيم رب اجعل هذا البلد آمنا﴾.

و : مستانفہ، اذ :مضاف، قال ابراهيم : قول، رب : جملہ ندائیہ، اجعل :فعل بافاعل، هذا البلد : مفعول اول، امنا: مفعول ثانی،ملکر جملہ فعلیہ مقصود بالندا،اپنی ندا سے ملکر مقولہ،ملکر مضاف الیہ،ملکر ظرف "اذکر "فعل محذوف کے لیے جملہ فعلیہ۔

﴿واجنبنى وبنى ان نعبد الاصنام﴾.

و: عاطفہ، اجنبنی :فعل بافاعل ی ضمیر معطوف علیہ، و بنی :معطوف ملکر مفعول اول، ان نعبد الاصنام : جملہ فعلیہ بتاویل مصدر مفعول ثانی،ملکر جملہ فعلیہ ماقبل "اجعل" پر معطوف ہے۔

﴿رب انهن اضللن كثيرا من الناس﴾.

رب :جملہ ندائیہ، انهن :حرف مشبہ واسم ، اضللن :فعل بافاعل، كثيرا من الناس : مرکب توصیفی مفعول، ملکر جملہ فعلیہ خبر،ملکر جملہ اسمیہ مقصود بالندا۔

﴿فمن تبعنى فانه منى ومن عصانى فانك غفور رحيم﴾.

ف: عاطفہ : من:شرطیہ مبتدا، تبعنى : جملہ فعلیہ شرط ، فانه منى : جملہ اسمیہ جزا،ملکر جملہ شرطیہ خبر،ملکر جملہ اسمیہ، و : عاطفہ، من : شرطیہ مبتدا،عصانى :جملہ فعلیہ شرط، فانك غفور رحيم :جملہ اسمیہ،ملکر جملہ شرطیہ خبر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ربنا انى اسكنت من ذريتى بواد غير ذى زرع عند بيتك المحرم﴾.

ربنا :جملہ ندائیہ، انى :حرف مشبہ واسم ،اسكنت :فعل بافاعل، من ذريتى :ذرية: محذوف کی صفت مرکب توصیفی مفعول، ظرف مستقر، ب : جار، واد: موصوف، غير ذى زرع : صفت اول،عند بيتك المحرم:صفت ثانی، ملکر مجرور،ملکر ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ مقصود بالندا۔

﴿ربنا ليقيموا الصلاة فاجعل افئدة من الناس تهوى اليهم﴾.

ربنا : جملہ ندائیہ، ليقيموا الصلوة : متعلق ہے ماقبل "اسكنت" کے لیے، ف :فصیحہ،اجعل : فعل بافاعل، افئدة من الناس : مرکب توصیفی مفعول اول، تهوى اليهم : جملہ فعلیہ مفعول ثانی ، ملکر جملہ فعلیہ ۔

﴿وارزقهم من الثمرات لعلهم يشكرون﴾.

و:عاطفہ، ارزقهم من الثمرات : فعل بافاعل ومفعول وظرف لغو، جملہ فعلیہ ماقبل "اجعل" پر معطوف ہے، لعلهم : حرف مشبہ واسم، يشكرون : جملہ فعلیہ خبر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ربنا انك تعلم ما نخفى وما نعلن وما يخفى على الله من شىء فى الارض ولا فى السماء﴾.

ربنا : جملہ ندائیہ، انك حرف مشبہ واسم، تعلم: فعل بافاعل، ما يخفى و ما نعلن : مفعول،ملکر جملہ فعلیہ خبر،ملکر جملہ اسمیہ مقصود بالندا، و: عاطفہ، ما: نافیہ يخفى على الله : فعل باظرف لغو، من : زائدہ، شىء : موصوف، فى الارض ولا فى السماء : صفت ملکر فاعل،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿الحمد لله الذى وهب لى على الكبر اسمعيل واسحق﴾.

الحمد: مبتدا، لام : جار ،الله : موصوف، الذى :موصول، وهب : فعل، لام : جار،ى :ضمیر ذوالحال، على الكبر : ظرف

مستقر حال ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، اسمعیل و اسحق : مفعول، ملکر جملہ فعلیہ صلہ، ملکر صفت، ملکر مجرور، ملکر ظرف مستقر خبر، مبتدا خبر ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ان ربی لسمیع الدعاء﴾.

ان ربی : حرف مشبہ واسم، لسمیع الدعاء : خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿رب اجعلنی مقیم الصلوۃ ومن ذریتی ربنا وتقبل دعاء﴾.

رب : جملہ ندائیہ، اجعلنی : فعل بافاعل ی ضمیر معطوف علیہ، ومن ذریتی : ظرف مستقر معطوف، ملکر مفعول، مقیم الصلوۃ : مفعول ثانی، ملکر جملہ مقصود بالنداء، ربنا : جملہ ندائیہ، و : عاطفہ، تقبل دعاء : فعل بافاعل ومفعول ملکر جملہ فعلیہ ماقبل "اجعل" پر معطوف ہے۔

﴿ربنا اغفرلی ولوالدی وللمومنین یوم یقوم الحساب﴾.

ربنا : جملہ ندائیہ، اغفر : فعل بافاعل، لی : معطوف علیہ، والولدی : معطوف اول، وللمومنین : معطوف ثانی ملکر ظرف لغو، یوم یقوم الحساب : ظرف، ملکر جملہ فعلیہ مقصود بالنداء۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

حضرت ابراھیم علیہ السلام کا نسب:

لـ.....حضرت ابراہیم علیہ السلام کا نسب یہ ہے: ابراہیم بن تارخ بن ماحور بن ساروخ بن راعوابن فالغ ابن عابر بن شالخ بن ارفخشذ بن سام بن نوح ہے اور یہ نسب اہل کتاب کی کتب میں منصوص ہے۔ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد گرامی تارخ کی عمر ۷۵ سال ہوئی تو ابراہیم علیہ السلام اور ناحور اور ہاران کی ولادت ہوئی، حضرت ابراہیم اپنے بھائیوں میں منجھلے تھے، ہاران والد تارخ کی زندگی میں ہی سرزمین بابل میں انتقال کر گیا، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بی بی سارہ سے اور ناحور نے اپنے بھائی ہاران کی بیٹی ملکا سے نکاح کیا۔ کہا جاتا ہے کہ بی بی سارہ میں اولاد پیدا کرنے کی صفت نہ تھی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جب آگ میں ڈال دیا گیا تو آپ نے ﴿حسبنا اللہ ونعم الوکیل (ال عمران:۱۷۳)﴾ تلاوت فرمائی، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈال دیا گیا تو فرمایا: "اے اللہ جس طرح تو اپنی شان کے لائق آسمانوں میں ایک ہی رب ہے اسی طرح میں زمین پر تیرا ایک ہی عبادت کرنے والا ہوں"۔ بعض سلف نے یہ بھی روایت کیا ہے کہ حضرت جبرائیل امین تشریف لائے اور مدد پہنچانے کے لئے عرض گزار ہوئے تو منع فرمادیا کہ مجھے تیری کوئی حاجت نہیں ہے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ بارش کے فرشتے کو حکم ہوا کہ ﴿قلنا یانار کونی بردا وسلاما علی ابراھیم (الانبیاء:۶۹)﴾، کعب الاحبار سے روایت ہے کہ اس دن آگ نے کسی کو کچھ نفع نہ دیا اور نہ ہی کچھ جلایا صرف رسیاں جلیں۔ سیدہ عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ چھپکلی کو مارو کیونکہ وہ ابراہیم علیہ السلام پر آگ کو بڑھانے کے لیے پھونک مارتی تھی۔ ایک حدیث میں یہ ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا گیا تو تمام جانور اُسے بجھانے کی کوشش کرتے رہے سوائے چھپکلی کے کہ وہ اسے بھڑکانے کی سعی کرتی تھی"۔(قصص الانبیاء ،قصۃ ابراھم خلیل ،ص ۹۷ وغیرہ)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی وفات کس سن میں ہوئی اس بارے میں کئی اقوال ہیں، ۷۵ ا سال، ۱۶۵ سال، ۲۰۰ سال کی عمر میں وفات پائی سعید بن مسیب سے روایت ہے کہ سب سے پہلے مہمان نوازی کرنے والے حضرت ابراہیم علیہ السلام ہی ہیں، سب سے پہلے مونچھیں ترشوانے والے، سب سے پہلے مختون ہوئے، ایک قول کے مطابق ۱۲۰ سال کی عمر میں مختون ہوئے اور اس کے بعد ۸۰ سال

زندہ رہے، سب سے پہلے انہی کے بال سفید ہوئے، عرض گزار ہوئے یا اللہ یہ کیا ہے؟ فرمایا: تیرا وقار، عرض گزار ہوئے اس میں اضافہ فرما، سب سے پہلے موئے زیر ناف لینے والے، سب سے پہلے شلوار پہننے والے، انکی قبر اور حضرت اسحٰق علیہ السلام کی قبر، حضرت یعقوب علیہ السلام کی قبر، سلیمان بن داود علیہ السلام نے حبرون کے علاقے میں جو کہ موجودہ دور میں شہر خلیل کے نام سے مشہور ہے بنائی گئی۔

(البداية والنهاية، قصة ابراهيم علیہ السلام ج ۱، ص ۱۹۴)

سرزمین مکہ کو امن والا کردیے:

۲..... حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا کے حوالے سے کچھ اشکالات پائے جاتے ہیں جن کے جوابات مفسرین کرام نے دیے ہیں: حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے رب سے دعا کی کہ اس سرزمین کو امن والا کردے لیکن اللہ نے آپ کی دعا قبول نہ فرمائی اس لیے کہ بعض جماعتوں نے کعبہ معظمہ میں خرابیاں کیں ہیں اور مکہ مکرمہ میں لوٹ مار مچائی ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ حضرات انبیائے کرام بتوں کی عبادت کبھی نہیں کرتے، اور جب ایسا ہی ہے تو پھر بتوں کی عبادت سے بچنے کی دعا کیوں مانگی؟ ایک قول یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی اولاد کے بتوں کی عبادت سے بچنے کی دعا کی اور اللہ نے یہ دعا بھی قبول نہ کی اس لیے کہ آپ کی اولاد میں کفار قریش بھی ہیں اور یہ بتوں کی عبادت کرتے ہیں۔ اگر کسی کے ذہن میں یہ سوال آئے کہ کفار قریش حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد نہیں بلکہ ان کی اولاد کی اولاد ہیں، اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خاص اپنی اولاد کے لیے دعا فرمائی ہے؟ ہم اس کا جواب یہ دیں گے مراد اولاد در اولاد جو ان کی نسل سے چلے مراد ہے نہ کہ فقط حضرت اسماعیل و اسحٰق علیہما السلام، اور یہ دونوں حضرات اکابر انبیائے کرام میں سے ہیں، اور حضرت ابراہیم علیہ السلام ضرور جانتے تھے کہ نبی بتوں کی عبادت نہیں کرتے، اگر کوئی یہ کہے تو پھر جاننے کے باوجود دعا کیوں کی، اس کا جواب یہ ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کعبۃ اللہ کی بنیاد مکمل کی تو چاہا کہ لوگ اسے خراب نہ کریں اس لئے امن کی دعا کی اور ایک جواب یہ ہے کہ بستی والے امن میں رہیں اور خرابی نہ کریں۔ (الرازی، ج۷، ص ۱۰۱)

ایمان پر جمادیے:

۳..... مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی ذات کے لیے عصمت اور ثابت قدمی کی دعا مانگی جیسا کہ فرمان مقدس نشان ہے ﴿واجعلنا مسلمین لک﴾ (البقرۃ:۱۲۸) ایک قول یہ بھی ہے کہ آپ جانتے تھے کہ اللہ نے آپ کو بتوں سے محفوظ رکھا ہے لیکن اپنی عاجزی، حاجت اور اللہ کے فضل و رحمت کی جانب متوجہ ہونیکی وجہ سے دعا فرمائی۔ (الخازن، ج۳، ص ۳۹)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد:

۴..... حضرت ابراہیم علیہ السلام کے سب سے بڑے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں جو کہ ہاجرہ قبطیہ مصریہ کے نام سے مشہور ہیں، ان کے بعد اپنی چچازاد بہن بی بی سارہ سے نکاح فرمایا جن سے حضرت اسحاق علیہ السلام پیدا ہوئے، ان کے بعد قطورا بنت یقطن کنعانیہ سے پیدا ہوئے، ان کے بطن سے آپ کے چھ بچے ہوئے جن کے نام یہ ہیں، مدین، زمران، سرج، یقشان، نشق اور ایک بچہ کا نام نہیں بتایا گیا، ان کے بعد حجون بنت امین سے نکاح کیا جن سے پانچ بچے پیدا ہوئے، کیسان، سورج، امیم، لوطان، نافس۔ یہ ساری بحث امام ابوقاسم سہیلی نے اپنی کتاب "التعریف والاعلام" میں ذکر کی ہے۔ (البداية والنهاية، باب ذكر اولاد ابراهيم، ج ۱، ص ۱۹۵)

اہل کتاب والسیر نے لکھا ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بیت المقدس کے شہروں میں رہتے ہوئے بیس سال ہوگئے تو حضرت سارہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کہا: بیشک مجھے میرے رب نے اولاد سے محروم رکھا ہے، آپ علیہ السلام میری باندی سے عمل

تولید کر لیجئے ،شاید اس کے ذریعے اللہ آپ علیہ السلام کو اولاد عطا فرما دے، جب حضرت سارہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بی بی ہاجرہ ہبہ کر دی تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کے ساتھ رات گزاری تو بی بی ہاجرہ حاملہ ہوئیں، جب سے انہیں حمل ہوا تھا وہ بی بی سارہ پر فخر کرنے لگی تھیں، بی بی سارہ کو ان پر رشک آتا تھا، انہوں نے اس کی شکایت حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کی، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا کہ تم ان کے ساتھ جو چاہو سلوک کرو۔ بی بی ہاجرہ ڈر کر فرار ہو گئیں، وہ ایک چشمہ کے پاس پہنچیں تو ایک فرشتہ نے کہا تم ڈرو نہیں، اللہ تم سے جو بچہ پیدا کرنے والا ہے اس میں بہت خیر ہے، اور ان کو واپس جانے کا حکم دیا اور ان کو یہ بشارت بھی دی کہ ان کے ہاں بیٹا ہوگا اور اس کا نام اسماعیل رکھنا، وہ لوگوں سے فتنے کو دور کریں گے، ان کا تمام لوگوں پر ہاتھ ہوگا اور تمام لوگ ان کی مدد کریں گے۔ وہ اپنے تمام بھائیوں کے ملکوں کے مالک ہونگے۔ بی بی ہاجرہ نے اس پر اللہ کا شکر ادا کیا۔ اور یہ بشارت سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر مکمل ہوئی۔ کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی تمام بلاد عرب کے سردار ہیں۔ مشرق و مغرب تمام میں آپ کا دین پھیل گیا۔ اللہ نے آپ کو اتنے علوم نافعہ اور اعمال صالحہ عطا کیے جو مخلوق میں کسی اور کو نہیں دیئے۔ بی بی ہاجرہ واپس ہوئیں، جس وقت حضرت اسماعیل علیہ السلام پیدا ہوئے اس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر مبارک چھیاسی ۸۶ سال تھی، حضرت اسحاق علیہ السلام کی ولادت حضرت اسماعیل علیہ السلام کی ولادت کے تیرہ سال بعد ہوئی، امام ابن سعد کہتے ہیں کہ اس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر پاک ۹۰ سال تھی اور اس کے تیس سال بعد حضرت اسحٰق علیہ السلام پیدا ہوئے۔ (الطبقات الکبری، ج۱، ص ۴۱)،(البدایہ والنہایہ، باب ذکر مولد اسماعیل من ھاجر، ج۱، ص۱۷۱ وغیرہ)

بخاری کی طویل حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ جس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام بی بی ہاجرہ کو سرزمین مکہ میں چھوڑا، اس وقت حضرت اسماعیل علیہ السلام دودھ پیتے بچے تھے، جب مشکیزے کا پانی ختم ہو گیا تو پانی کی تلاش میں صفا سے مروہ کی جانب سات چکر لگائے، پھر انہوں نے اپنے آپ کو مخاطب کر کے کہا کہ اب ٹھر جاؤ، پھر انہوں نے کان لگا کر سنا تو انہیں ایک آواز سنائی دی اور اس نے کہا اگر تمہارے پاس کوئی فریاد رس ہے تو تم نے اس کو اپنی آواز پہنچادی ہے، اچانک دیکھا تو زمزم کے قریب ایک فرشتہ کھڑا تھا، اس فرشتے نے اس جگہ اپنی ایڑی اور پر مارے، حتی کہ پانی نکلنے لگا، بی بی ہاجرہ اپنے ہاتھوں سے اس طرح اس پانی کو حوض کی طرح اکھٹا کرنے لگیں، نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی والدہ ماجدہ پر رحم فرمائے کاش وہ زمزم کو بہتا ہوا چھوڑ دیتیں، یا فرمایا: کاش وہ اس میں سے چلو نہ بھرتیں تو زمزم ایک بہتا ہوا چشمہ بن جاتا، پھر بی بی ہاجرہ نے خود پانی پیا اور اپنے بیٹے کو دودھ پلایا، فرشتے نے کہا: تم فکر نہ کرو اس جگہ بیت اللہ جس کو یہ بچہ اپنے باپ ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ مل کر تعمیر کرے گا، اور اللہ اس کے اہل کو ضائع نہیں کرے گا، اور بیت اللہ کی جگہ سے زمین بلند تھی اس کے دائیں بائیں جانب سے سیلاب گزر جاتے تھے۔

(صحیح البخاری، کتاب احادیث الأنبیاء، باب: قول اللہ تعالی، رقم: ۳۳۶۴، ص ۵۶۱، ملخصاً)

دین ابراھیمی میں نماز کا تصور:

۵......علامہ قرطبی فرماتے ہیں کہ نماز کا خصوصیت کے ساتھ ذکر کرنا اس کی فضیلت کی وجہ سے ہے، اور یہ اللہ کا بندوں سے عہد ہے، سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”پانچ نمازیں اللہ نے اپنے بندوں پر لکھ دیں ہیں، معلوم ہوا کہ سابقہ امتوں میں بھی نماز کا تصور موجود تھا، اگرچہ شکل وصورت وارکان میں تبدیلی ہو۔

قابل محترم ہونے کے اعتبار سے تمام مساجد میں سب سے اول نمبر پر مسجد حرام، مسجد نبوی، پھر بیت المقدس، پھر جامع مساجد، پھر محلے کی مساجد، پھر شارع عام کی مساجد پھر مسجد بیت۔ (الاشباہ والنظائر، باب: القول فی احکام المساجد، ص ۳۶۰)

☆......حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کوئی شخص اپنے گھر میں نماز پڑھے تو وہ ایک نماز ہے، محلّہ کی مسجد میں پڑھے تو پچیس نمازیں، مسجد جامع میں پڑھے تو پانچ سو نمازیں، مسجد اقصی میں ایک نماز پچاس ہزار نمازیں، اور مسجد حرام میں ایک نماز ایک لاکھ ہے۔ (سنن ابن ماجه، کتاب اقامة الصلوة، باب: ما جاء في صلوة في، رقم: ۱۴۱۳، ص ۲۵۱)

☆......حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی پاک ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے میری مسجد میں چالیس نمازیں پڑھیں اور درمیان میں کوئی نماز قضا نہیں ہوئی اس کے لیے دوزخ کے عذاب سے نجات، نفاق سے نجات لکھ دی جاتی ہے۔ (مسند احمد، رقم: ۱۲۶۱۱، ج ۴، ص ۳۰۰)

حضرت ابراھیم علیہ السلام کے والدین موحد تھے!

۲......امام فخر الدین رازی لکھتے ہیں: اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ماں باپ کافر تھے اور کافروں کے لئے استغفار جائز نہیں؟ جواب یہ ہے کہ جس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا کی تھی ان کو یہ معلوم نہیں تھا کہ کافروں کے لئے استغفار کرنا جائز نہیں، والدین سے مراد حضرت آدم و بی بی حوا تھے، تیسرا جواب یہ ہے کہ انہوں نے اسلام کی شرط کے ساتھ دعا کی تھی، والدہ مومنہ تھیں باپ کافر تھے، قرآن مجید میں ہے ﴿ما كان للنبي والذين امنوا ان يستغفروا للمشركين ولو كانوا اولي قربي من بعد ما تبين لهم انهم...... الخ، ایمان والوں اور نبی کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ مشرکین کے لیے استغفار کریں خواہ وہ ان کے رشتے دار ہوں، جب ان پر یہ ظاہر ہو چکا کہ وہ دوزخی ہیں اور ابراہیم نے اپنے باپ کے لئے جو استغفار کیا تھا وہ صرف اس وعدے کی وجہ سے تھا جو وہ اس سے پہلے کر چکے تھے، جب ان کو یہ معلوم ہو گیا کہ وہ اللہ کا دشمن ہے تو وہ اس سے بیزار ہو گئے، بیشک ابراہیم بہت نرم دل اور بہت حلم والا ہے (التوبة: ۱۱۳،۱۱۴)﴾ (الرازي، ج ۷، ص ۱۰۷)

امام رازی اگر چہ بہت بڑے مفسر ہیں لیکن ہمیں یہ تسلیم نہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والدین موحد نہ ہوں، شیخ محقق عبدالحق محدث دھلوی فرماتے ہیں: سید عالم ﷺ کے تمام آبائے کرام حضرت آدم علیہ السلام سے سیدنا عبداللہ تک سب کے سب کفر کی میل اور شرک کی پلیدی سے طاہر و مطہر ہیں جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے خود فرمایا: "مجھے اللہ نے پاک پشتوں سے پاک رحموں تک منتقل فرمایا"، اور بہت سے دوسرے دلائل جن کی متاخرین علماء حدیث نے تقریر و تحریر فرمائی ہے اور مجھے اپنی جان کی قسم! یہ وہ علم ہے کہ متاخرین کو حق سبحانہ نے اس علم سے مخصوص فرمایا یعنی سید عالم ﷺ کے تمام آباؤ اجداد توحید و اسلام کے دین پر تھے، حالانکہ متقدمین کے کلام سے اس کے خلاف ظاہر ہوا ہے اور یہ اللہ کا فضل ہے جس کو چاہے عطا فرماتا ہے اور جسے چاہے اس کے ساتھ خاص فرماتا ہے اور جسے چاہے اس کے ساتھ خاص فرما دیتا ہے اور اللہ علامہ جلال الدین سیوطی کو جزائے خیر عطا فرمائے کہ انہوں نے اس باب میں رسائل تصنیف کئے اور بہترین افادہ اور اجادہ (فائدہ دینے والے عمدہ بیان) سے اس مدعا کو ظاہر و باہر کر دیا اور حاشا للہ (اللہ کی پناہ) کہ اس پاک نور کو پلید اور ظلمات گمراہی کی جگہ میں رکھے اور محشر میں ان کے آباؤ اجداد کو رسوا کرے اور چھوڑ دے (یعنی ہر گز ایسا نہیں ہوسکتا)۔ (اشعة اللمعات، کتاب الفتن، باب فضائل سید المرسلین فصل ۱، ص ۱۳۶)

اغــــراض: اذکـــــر: سید عالم ﷺ سے خطاب ہے، یعنی سید عالم ﷺ کو حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے بیٹے کی مسجد حرام (و گرد و نواح) میں تبلیغ کی خبر دو، تا کہ لوگ عبرت حاصل کریں، اور نہ سمجھنے والوں پر زجر و توبیخ کرو، پس انہوں نے حلال چیزوں میں اعتراض کرنا شروع کر دیا۔

لایسفک فیہ دم انسان حدود حرم میں بیت اللہ اور گرد و نواح کے رہنے والوں کی توہین کی غرض کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے مار کٹائی جائز نہیں، اور جہاں تک حجاج کو ابن زبیر سے باہم لڑائی کا تعلق ہے تو وہ بیت اللہ کی تعظیم کی وجہ سے تھا، حجاج کا دعوی تھا کہ ابن زبیر نے

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بیت اللہ کی بنیاد(کی توسیع ومرمت میں) کچھ کوتاہی کی ہے، جملہ لایسفک فیہ دم انسان سے مراد یہ ہے کسی قسم کی خون ریزی نہ ہوگی، چہ جائے کہ قصاص کا معاملہ ہو، یہی مذہب ابوحنیفہ ہے، ہاں یہ ضرور ہے کہ جس سے بدلہ لینا ہے اُسے حدود سے باہر نکلنے پر مجبور کیا جائے اور باہر نکلنے پر قصاص کی حد نافذ کی جائے۔

ولا یظلم فیہ احد: یعنی کسی پر ظلم وزیادتی نہ کی جائے، اور یہ اللہ کے عذاب کو ظاہر کرتا ہے جیسا کہ فرمان باری ہے ﴿ومن یرد فیہ بالحاد بظلم نذقہ من عذاب الیم (الحج:۲۵)﴾۔

ولا یصاد صیدہ: حرم کی حدود میں شکار نہ کیا جائے، خشکی کا شکار کرنا حرام ہے، چہ جائے کہ مُحرم ہو یا نہ ہو۔

ولا یختلی خلاہ: خود بخود اُگنے والی گھاس نہ اُکھیڑی جائے، علماء نے اس سے اذخر(سبز خوشبودار گھاس)، السنا(ایک قسم کی گھاس)، مسواک، لاٹھی، اور تعمیر کی ضرورت کے لیے لکڑی کاٹنا کہ اس میں بیت اللہ کی توسیع کا مقصد ہے۔

بعبادتھم لھا: اس جملے میں اس جانب اشارہ ملتا ہے کہ بتوں کی جانب گمراہی کی نسبت کرنا مجازی ہے، اس لیے کہ ان کی عبادت کرنے سے گمراہی گلے پڑتی ہے۔

ھذا قبل علمہ: اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اللہ شرک کو معاف نہ کرے گا تو پھر ﴿فانک غفور رحیم (ابراھیم:۳۶)﴾ کہنا کیسے درست ہوسکتا ہے؟ میں (علامہ صاوی) اس کا جواب یہ دوں گا کہ اللہ نے ارشاد فرمایا ﴿ومن عصانی (ابراھیم:۳۶)﴾ مراد کفر کے علاوہ بھی گناہ کبیرہ ہیں، مراد حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اپنی کافر ذریت کے لیے مغفرت طلب کرنا ہے کہ اُن کا خاتمہ بھی اسلام پر ہو جائے۔

تمیل وتحن: اس جملے میں اس جانب اشارہ ہے کہ تھوی بمعنی تمیل ہے، اور اس میں مؤمنین کے لیے دعا کرنا مقصود ہے کہ اللہ انہیں حج بیت اللہ کرنے کے سبب رزق عطا فرمائے، اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ذریت (اولاد) کے مکہ میں رہنے والوں کے لیے اس بات کی دعا کی ہے کہ اور لوگوں کو اللہ اس جانب مائل کردے، تا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد یہاں ٹھری رہے اور آنے والے لوگوں سے (تجارت وغیرہ کے ذریعے) نفع اٹھائے، پس اس دعا میں دین ودنیا دونوں ہی کو جمع کرلیا تھا کہ اس میں اولادِ ابراہیم کے ساتھ دیگر لوگوں کے لیے بھی منافع ہیں۔

وقد فعل بنقل الطائف الیہ: مراد سرزمین شام کا علاقہ ہے، حوران نامی علاقے سے، جسے سرزمین حجاز کا نام دے دیا گیا ہے، پس سرزمین طائف میں چشمے اور نہریں تھیں اور سرزمین حوران میں پتھر، گھاس پھونس اور (کھیت جوتنے والے) بیل، جس کا مشاہدہ ہر دیکھنے والا کرتا، اور یہ اسی فرمان ﴿وارزقھم من الثمرات (ابراھیم:۳۷)﴾ کا پیش خیمہ ہے۔

ھذا قبل ان یتبین لہ عداوتھما للہ: اس جملے میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اپنے والد کے لئے دعائے مغفرت کرنے کا جواب ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اُن کے لیے دعائے مغفرت کیوں فرمائی جب کہ ان کے دونوں والد (تارخ وآزر) کافر تھے؟ ہم نے جواب حاشیہ نمبر ۶ میں دیا ہے ضرور مطالعہ کیجئے۔ (الصاوی، ج۳، ص ۲۳۵ وغیرہ)

رکوع نمبر: ۱۹

قَالَ تَعَالٰی﴿وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ ﴾اَلْكَافِرُوْنَ مِنْ اَهْلِ مَكَّةَ﴿اِنَّمَا يُؤَخِّرُهُمْ﴾بِلَا عَذَابٍ﴿لِيَوْمٍ تَشْخَصُ فِيْهِ الْاَبْصَارُ(۴۲)﴾لِهَوْلِ مَا تَرٰى يُقَالُ شَخَصَ بَصَرُ فُلَانٍ اَيْ فَتَحَهُ فَلَمْ يُغْمِضْهُ﴿مُهْطِعِيْنَ﴾مُسْرِعِيْنَ حَالٌ﴿مُقْنِعِيْ﴾رَافِعِيْ﴿رُءُوْسِهِمْ﴾اِلَى السَّمَاءِ﴿لَا يَرْتَدُّ اِلَيْهِمْ

طَرْفُهُمْ ۚ ﴾بَصَرُهُمْ﴿وَاَفْئِدَتُهُمْ ﴾قُلُوْبُهُمْ﴿هَوَآءٌ (۴۳) ﴾خَالِيَةٌ مِنَ الْعَقْلِ لِفَزْعِهِمْ﴿وَاَنْذِرِ ﴾خَوِّفْ يَامُحَمَّدُ﴿النَّاسَ ﴾الْكُفَّارَ﴿يَوْمَ يَاْتِيْهِمُ الْعَذَابُ ﴾هُوَ يَوْمُ الْقِيٰمَةِ﴿فَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ﴾كَفَرُوْا﴿رَبَّنَا اَخِّرْنَآ ﴾بِاَنْ تَرُدَّنَا اِلَى الدُّنْيَا﴿اِلٰى اَجَلٍ قَرِيْبٍ نُّجِبْ دَعْوَتَكَ ﴾بِالتَّوْحِيْدِ﴿وَنَتَّبِعِ الرُّسُلَ ۚ ﴾فَيُقَالُ لَهُمْ تَوْبِيْخًا﴿اَوَلَمْ تَكُوْنُوْٓا اَقْسَمْتُمْ ﴾حَلَفْتُمْ﴿مِّنْ قَبْلُ ﴾فِي الدُّنْيَا﴿مَا لَكُمْ مِّنْ﴾زَائِدَةٌ﴿ زَوَالٍ (۴۴) ﴾عَنْهَا اِلَى الْاٰخِرَةِ﴿وَسَكَنْتُمْ ﴾فِيْهَا﴿فِيْ مَسٰكِنِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ ﴾بِالْكُفْرِ مِنَ الْاُمَمِ السَّابِقَةِ ﴿ وَتَبَيَّنَ لَكُمْ كَيْفَ فَعَلْنَا بِهِمْ ﴾مِنَ الْعُقُوْبَةِ فَلَمْ تَنْزَجِرُوْا﴿وَضَرَبْنَا ﴾بَيَّنَّا﴿لَكُمُ الْاَمْثَالَ (۴۵) ﴾فِي الْقُرْآنِ فَلَمْ تَعْتَبِرُوْا﴿وَقَدْ مَكَرُوْا ﴾بِالنَّبِيِّ ﷺ﴿مَكْرَهُمْ ﴾حَيْثُ اَرَادُوْا قَتْلَهُ اَوْ تَقْيِيْدَهُ اَوْ اِخْرَاجَهُ﴿وَعِنْدَ اللّٰهِ مَكْرُهُمْ ۚ ﴾اَيْ عِلْمُهُ اَوْ جَزَائُهُ﴿وَاِنْ ﴾مَا﴿كَانَ مَكْرُهُمْ ﴾وَاِنْ عَظُمَ﴿لِتَزُوْلَ مِنْهُ الْجِبَالُ (۴۶) ﴾اَلْمَعْنٰى لَا يُعْبَأُ بِهٖ وَلَا يَضُرُّ اَنْفُسَهُمْ وَالْمُرَادُ بِالْجِبَالِ هُنَا، قِيْلَ حَقِيْقَتُهَا وَقِيْلَ شَرَائِعُ الْاِسْلَامِ الْمُشَبَّهَةُ بِهَا فِي الْقَرَارِ وَ الثَّابِتِ وَفِيْ قِرَائَةٍ بِفَتْحِ لَامِ لَتَزُوْلَ وَرَفْعِ الْفِعْلِ فَاِنْ مُخَفَّفَةٌ وَالْمُرَادُ تَعْظِيْمُ مَكْرِهِمْ وَقِيْلَ الْمُرَادُ بِالْمَكْرِ كُفْرُهُمْ وَيُنَاسِبُهُ عَلَى الثَّانِيَةِ تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَتَنْشَقُّ الْاَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا وَعَلَى الْاُوْلٰى مَاقُرِئَ وَمَا كَانَ﴿فَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ مُخْلِفَ وَعْدِهٖ رُسُلَهٗ ۭ ﴾بِالنَّصْرِ﴿اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ﴾غَالِبٌ لَا يُعْجِزُهٗ شَيْءٌ﴿ذُو انْتِقَامٍ (۴۷) ﴾مِمَّنْ عَصَاهُ اُذْكُرْ﴿يَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَيْرَ الْاَرْضِ وَالسَّمٰوٰتُ﴾هُوَ يَوْمُ الْقِيٰمَةِ يُحْشَرُ النَّاسُ عَلٰى اَرْضٍ بَيْضَاءَ نَقِيَّةٍ كَمَا فِيْ حَدِيْثِ الصَّحِيْحَيْنِ وَرَوٰى مُسْلِمٌ حَدِيْثًا سُئِلَ ﷺ اَيْنَ النَّاسُ يَوْمَئِذٍ قَالَ عَلَى الصِّرَاطِ﴿وَبَرَزُوْا ﴾خَرَجُوْا مِنَ الْقُبُوْرِ﴿لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ (۴۸) وَتَرَى ﴾يَامُحَمَّدُ تَبْصُرُ﴿الْمُجْرِمِيْنَ ﴾الْكَافِرِيْنَ﴿يَوْمَئِذٍ مُّقَرَّنِيْنَ ﴾مَشْدُوْدِيْنَ مَعَ شَيَاطِيْنِهِمْ﴿فِي الْاَصْفَادِ (۴۹) ﴾اَلْقُيُوْدِ اَوِ الْاَغْلَالِ﴿ سَرَابِيْلُهُمْ ﴾قُمُصُهُمْ﴿ مِّنْ قَطِرَانٍ ﴾لِاَنَّهٗ اَبْلَغُ لِاِشْتِعَالِ النَّارِ﴿وَتَغْشٰى ﴾تَعْلُوْا﴿وُجُوْهَهُمُ النَّارُ (۵۰) لِيَجْزِيَ﴾مُتَعَلِّقٌ بِبَرَزُوْا ﴿ اللّٰهُ كُلَّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ ۭ ﴾مِنْ خَيْرٍ وَشَرٍّ﴿اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ (۵۱) ﴾يُحَاسِبُ جَمِيْعَ الْخَلْقِ فِيْ قَدْرِ نِصْفِ نَهَارٍ مِنْ اَيَّامِ الدُّنْيَا لِحَدِيْثٍ بِذَالِكَ﴿هٰذَا ﴾اَلْقُرْآنُ﴿بَلٰغٌ لِّلنَّاسِ ﴾اَيْ اُنْزِلَ لِتَبْلِيْغِهِمْ ﴿وَلِيُنْذَرُوْا بِهٖ وَلِيَعْلَمُوْٓا ﴾بِمَا فِيْهِ مِنَ الْحُجَجِ ﴿اَنَّمَا هُوَ ﴾اللّٰهُ﴿اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَّلِيَذَّكَّرَ ﴾بِاِدْغَامِ التَّاءِ فِي الْاَصْلِ فِي الذَّالِ يَتَّعِظُ﴿اُولُوا الْاَلْبَابِ (۵۲)﴾اَصْحَابُ الْعُقُوْلِ.

﴿ترجمہ﴾

اور اللہ کو ہرگز بے خبر نہ جاننا ظالموں (یعنی کفار مکہ) کے کام سے وہ انہیں ڈھیل دے رہا ہے (بے عذاب دیئے) ایسے دن کے لیے جس

میں آنکھیں کھلی کی کھلی رہ جائینگی......۱......(ان چیزوں کے خوف وگھبراہٹ سے جو آنکھیں دیکھ رہی ہونگی، کہا جاتا ہے کہ) بے تحاشا دوڑتے نکلیں گے (مهطعين بمعنی مسرعين ہے، یہ حال بن رہا ہے) اپنے سر (آسمان کی جانب) اٹھائے ہوئے کہ ان کی پلک (یعنی آنکھ) ان کی طرف لوٹتی نہیں (مقنعی بمعنی رافعی ہے) اوران کے دلوں (افئدة بمعنی قلوب ہے) میں کچھ سکت نہ ہوگی......۲......(گھبراہٹ کی وجہ سے دل عقل سے خالی ہونگے) اور ڈراؤ (اے حبیب ﷺ! انذر بمعنی خوف ہے) لوگوں کو اس دن سے جب ان پر عذاب آئے گا (مراد قیامت کا دن ہے) تو ظالم (یعنی کافر) کہیں گے کہ اے ہمارے رب ہمیں مہلت دے (یوں کہ ہمیں دنیا میں لوٹا دے) تھوڑی دیر کہ ہم تیرا بلانا مانیں (تب ان سے توبیخاً کہا جائے گا) تو کیا تم پہلے (یعنی دنیا میں) قسم نہ کھا چکے تھے (اقسمتم بمعنی حلفتم ہے) کہ ہمیں دنیا سے کہیں ہٹ کر جانا نہیں ہے (یعنی ہمیں آخرت کی طرف نہیں جانا، من زوال میں من زائدہ ہے) اور تم (دنیا میں) ان کے گھروں میں بسے جنہوں نے اپنا بُرا کیا تھا (کفر اختیار کر کے سابقہ امتوں میں سے) اور تم پر خوب کھل گیا ہم نے ان کے ساتھ کیسا کیا (جو عذاب ان کو دیا تم لوگ ان کو دیکھ کر بھی باز نہ آئے) اور ہم نے بیان کیں (ضربنا بمعنی بینا ہے) تم سے مثالیں (قرآن مجید میں، پھر بھی تم نے عبرت حاصل نہ کی) اور بیشک وہ اپنا سا فریب چلے (نبی پاک ﷺ کے ساتھ، یوں کہ انہوں نے آپ ﷺ کو شہید کرنے یا قید کرنے یا ملک بدر کرنے کا ارادہ کرلیا) اور ان کا داؤں اللہ کے قابو میں ہے (یعنی ان کے داؤں کا علم یا جزا دینا) اور ان کا داؤں کچھ ایسا نہ تھا کہ جس سے یہ پہاڑ ٹل جائیں (ان بمعنی ما نافیہ ہے، اگرچہ وہ مکر بہت بڑا تھا، آیت کا معنی یہ ہے کہ ان کے اس مکر کا رخ اور نقصان ان کی اپنی جانوں کی طرف تھا، یہاں جبال سے حقیقی پہاڑ مراد ہیں، یہ بھی کہا جاتا ہے کہ پہاڑ سے ارکان اسلام مراد ہیں جنہیں قرار وثبات میں پہاڑ سے تشبیہ دی گئی ہے اور ایک قرأت میں لتزول لام کے فتح اور فعل کو مرفوع پڑھا گیا ہے، پس اس صورت میں یہ ان مخففہ ہوگا اور اس سے مراد ان کے مکر کی شدت بیان کرنا ہے اور کہا گیا ہے کہ مکر سے مراد ان کا کفر ہے اور یہ معنی ان دوسری آیات کے مناسب ہوگا جو کہ یہ ہے تکاد السموت يتفطرن منه وتنشق الارض وتخر الجبال هدا) تو ہرگز خیال نہ کرنا کہ اللہ اپنے رسولوں سے (مدد کرنے کا) وعدہ خلاف کرے گا بیشک اللہ غالب ہے (عزیز بمعنی غالب ہے اسے کوئی بھی شے عاجز نہیں کر سکتی) بدلہ لینے والا ہے (اپنے نافرمانوں سے، یاد کرو) جس دن بدل دی جائے گی زمین......۳......اس زمین کے سوا اور آسمان......۴......(مراد قیامت کا دن ہے، پس لوگوں کا حشر سفید زمین پر ہوگا جو صاف ستھری ہوگی کہ صحیحین کی حدیث میں ہے کہ امام مسلم نے کہا کہ سید عالم ﷺ سے سوال ہوا کہ اس دن لوگ کہاں ہونگے؟ فرمایا پل صراط پر) اور ظاہر ہونگے (قبروں سے باہر نکل آئیں گے) ایک اللہ کے سامنے جو سب پر غالب ہے اور (اے حبیب ﷺ!) اس دن تم مجرموں (یعنی کافروں) کو دیکھو گے (تری بمعنی تبصر ہے) بیڑیوں میں ایک دوسرے سے جکڑے ہونگے (اپنے شیاطین کے ساتھ بیڑیوں میں جکڑے ہونگے، الاصفاد بمعنی القيود والاغلال ہے) ان کے کرتے (یعنی قمیص) رال کے ہونگے (کیونکہ رال ان کو بہت جلد مشتعل کردیتی ہے) اور ڈھانپ لے گی (بلند ہو جائے گی) آگ ان کے چہروں پر اس لیے کہ اللہ بدلہ دے ("لیجزی"، برزوا کے متعلق ہے) ہر جان کو اس کی (اچھی یا بُری) کمائی کا......۵......بیشک اللہ کا حساب کرتے کچھ دیر نہیں لگتی (وہ دنیاوی دن کے نصف حصہ کی مقدار میں اپنی تمام مخلوق کا حساب لیگا اور اس بارے میں حدیث پاک وارد ہے) یہ (قرآن پاک) لوگوں کو حکم پہنچاتا ہے (یعنی لوگوں کو حکم پہنچانے کے لیے نازل کیا گیا ہے) اور اس لیے کہ وہ اس سے ڈرائے جائیں اور اس لیے کہ وہ جان لیں (اس میں جو دلائل اور حجتیں ہیں ان سے) کہ وہ (یعنی اللہ ﷻ) ایک ہی معبود ہے اور اس لیے کہ عقل والے (اولوا الالباب کے معنی صاحبان عقل ہیں) نصیحت مانیں (لیذکر اصل میں لیتذکر تھا، تاء کو ذال کر کے ذال کا ذال میں ادغام کردیا بمعنی تعيظ ہے)۔

﴿ترکیب﴾

﴿ولا تحسبن الله غافلا عما یعمل الظلمون انما یؤخرھم لیوم تشخص فیه الابصار﴾.

و: مستانفہ، لا تحسبن الله : فعل بافاعل ومفعول، غافلا : اسم فاعل بافاعل، عما یعمل الظلمون :ظرف لغو، ملکر شبہ جملہ ہوکر مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ مستانفہ، انما : حرف مشبہ اور ما کافہ، یؤخرھم : فعل بافاعل ومفعول، لام :جار، یوم :موصوف، تشخص فیه الابصار : جملہ فعلیہ صفت، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ مستانفہ۔

﴿مھطعین مقنعی رؤسھم لا یرتد الیھم طرفھم وافئدتھم ھواء﴾.

مھطعین : حال اول : مقنعی رءوسھم : حال ثانی ہے، ماقبل " الابصار" ذوالحال سے، لا یرتد الیھم طرفھم : فعل باظرف لغو وفاعل، ملکر جملہ فعلیہ مستانفہ، و :مستانفہ، افئدتھم : مبتدا، ھواء : خبر، ملکر جملہ اسمیہ مستانفہ۔

﴿وانذر الناس یوم یاتیھم العذاب فیقول الذین ظلموا ربنا اخرنا الی اجل قریب﴾.

و : عاطفہ، انذر الناس : فعل بافاعل ومفعول، یوم یاتیھم العذاب : مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ " لا تحسبن" پر معطوف ہے،

و: عاطفہ، یقول الذین ظلموا :قول، ربنا : جملہ ندائیہ، اخرنا : فعل بافاعل ومفعول، الی اجل قریب : ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ مقصود بالندا، ملکر مقولہ، ملکر جملہ فعلیہ قولیہ معطوف ہے "یاتیھم" ماقبل پر۔

﴿نجب دعوتک ونتبع الرسل اولم تکونوا اقسمتم من قبل﴾.

نجب دعوتک: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، ونتبع الرسل : جملہ فعلیہ معطوف ، ملکر جواب امر، ھمزہ : استفہامیہ، و: عاطفہ، لم تکونوا : فعل ناقص بااسم اقسمتم من قبل : جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ فعلیہ قول محذوف "فیقال لھم ھذا القول توبیخا و تقریعا" کا مقولہ، ملکر جملہ فعلیہ قولیہ۔

﴿ما لکم من زوال﴾.

ما : مشابہ بلیس، لکم : ظرف مستقر خبر مقدم، من : زائدہ، زوال : اسم مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿وسکنتم فی مسکن الذین ظلموا انفسھم﴾.

و :عاطفہ، سکنتم : فعل بافاعل، فی : جار، مسکن : مضاف، الذین ظلموا انفسھم : مضاف الیہ، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ " اقسمتم" پر معطوف ہے۔

﴿وتبین لکم کیف فعلنا بھم وضربنا لکم الامثال﴾.

و: عاطفہ، تبین لکم : فعل بافاعل وظرف لغو، کیف : حال مقدم ، فعلنا : فعل باضمیر ذوالحال، ملکر فاعل، بھم : ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، وضربنا لکم الامثال : جملہ فعلیہ معطوف، ملکر مفعول، تبین اپنے متعلقات سے ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وقد مکروا مکرھم وعند الله مکرھم وان کان مکرھم لتزول منه الجبال﴾.

و: عاطفہ، قد: تحقیقیہ، مکروا : فعل واو ضمیر ذوالحال، عندالله : جملہ اسمیہ حال، ملکر فاعل، مکرھم :مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، و : عاطفہ، ان : نافیہ، کان مکرھم : فعل ناقص بااسم، لتزول منه الجبال: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿فلا تحسبن الله مخلف وعدہ رسله﴾.

ف :عاطفہ، لا تحسبن الله : فعل بافاعل ومفعول اول، مخلف : اسم فاعل بافاعل مضاف، وعدہ : مفعول اول مضاف الیہ،

رسلہ : مفعول ثانی ملکرشبہ جملہ مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ ماقبل "لاتحسن" پر معطوف ہے۔

﴿ان اللہ عزیز ذوانتقام○ یوم تبدل الارض غیر الارض والسموت﴾۔

ان : حرف مشبہ، اللہ : اسم، عزیز :خبراول، ذوانتقام : خبرثانی، ملکر جملہ اسمیہ، یوم : مضاف، تبدل : فعل مجہول،الارض : معطوف علیہ، والسموات :معطوف ،ملکرنائب الفاعل، غیر الارض : مفعول ثانی،ملکر جملہ فعلیہ مضاف الیہ،ملکر "اذکر"فعل محذوف کاظرف،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وبرزوا للہ الواحد القھار﴾۔

و: عاطفہ، بروز ا: فعل بافاعل ،لام :جار، اللہ : موصوف، الواحد :صفت اول،القھار : صفت ثانی،ملکر مجرور،ملکرظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ ماقبل "تبدل" پر معطوف ہے۔

﴿وتری المجرمین یومئذ مقرنین فی الاصفاد﴾۔

و:عاطفہ، تری : فعل بافاعل ،المجرمین : ذوالحال، مقرنین فی الاصفاد : شبہ جملہ حال،ملکرمفعول،یومئذ:ظرف، فعل اپنے متعلقات سے ملکر جملہ فعلیہ ماقبل "تبدل" پر معطوف ہے۔

﴿سرابیلھم من قطران﴾۔

سرابیلھم : مبتدا، من قطران : ظرف مستقرخبر،ملکر جملہ اسمیہ مستانفہ۔

﴿وتغشی وجوھھم النار ○ لیجزی اللہ کل نفس ما کسبت﴾۔

و : عاطفہ، تغشی وجوھھم النار: فعل بامفعول وفاعل ملکر ماقبل "سرابیلھم من قطران" پرمعطوف ہے،لام : جار، یجزی اللہ: فعل بافاعل، کل نفس :مفعول، وماکسبت :مفعول ثانی مل کر جملہ فعلیہ مجرور،ملکرظرف لغو ماقبل " بروزوا" فعل کے لیے۔

﴿ان اللہ سریع الحساب ○ ھذا بلاغ للناس﴾۔

ان اللہ :حرف مشبہ واسم، سریع الحساب : خبر،ملکر جملہ اسمیہ تعلیلیہ، ھذا : مبتدا،بلغ : موصوف، للناس : ظرف مستقر صفت، ملکرخبر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ولینذروا بہ ولیعلموا انما ھو الہ واحد ولیذکر اولوا الالباب﴾۔

و: عاطفہ،معطوف علیٰ محذوف "لینصحوا ویحذروا"، لینذروا : فعل امر بافاعل،بہ:ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، لیعلموا : فعل امر بافاعل، انما حرف مشبہ اورما کافہ،ھو الہ واحد : جملہ اسمیہ مفعول،ملکر جملہ فعلیہ سے ماقبل "لینذروا" پر معطوف ہے،و:عاطفہ،لیذکر :فعل، اولوالالباب :مرکب اضافی فاعل،ملکر جملہ فعلیہ ماقبل "لینذروا" پر معطوف ہے۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

قیامت کے انجام پذیر ہونے پرعقلی دلائل:

ا......کائنات کا ایک مستقل نظام سیدنا آدم علیہ السلام کی تخلیق سے لے کر آج تک اور تا قیام قیامت تک چلتا رہے گا،انسان اس دنیا میں بستے رہیں گے اور رخصت ہوتے رہیں گے،گردشِ لیل ونہار اور زمانے کی تبدیلیوں کا سلسلہ چلتا رہے گا،لوگوں کے اچھے وبُرے کارنامے بھی وقوع پذیر ہوتے رہیں گے۔ نیک لوگ مساجد، مدارس، فلاحی کام اور دیگر نمایاں خدمات انجام دے کر دنیا سے رخصت ہونگے اور بُرے لوگ قتل وغارت گری،لوٹ مار، فتنہ فساد، ظلم وزیادتی کا ماحول گرم کریں گے،اپنے ناپاک عزائم کو بروئے کار

لائیں۔ یہ عملی جامہ پہنا کر مزید دکھوں میں مبتلا کریں گے۔لیکن ﴿لیجزی اللہ کل نفس ما کسبت تاکہ اللہ ہر نفس کو اس کے کاموں کا بدلہ دے(ابراہیم:۵۱)﴾، ﴿ولا تحسبن اللہ غافلا عما یعمل الظلمون انما یوخرھم لیوم تشخص فیہ الابصار اور اللہ کو ہرگز بے خبر نہ جاننا ظالموں کے کام سے وہ انہیں ڈھیل دے رہا ہے ایسے دن کے لیے جس میں آنکھیں کھلی کی کھلی رہ جائینگی(ابراہیم:۴۲)﴾۔آج کے معاشرے پر نگاہ دوڑانے والا ہر ذی شعور جانتا ہے کہ بے گناہ لوگوں کا قتل عام کرنے والے خود کئی کئی سال تک جیل کی سلاخوں کے پیچھے، مہلک امراض، اور بے موت مرتے ہیں، جنہیں بسا اوقات قبر تک میسر نہیں آتی، کیا انہیں یہ معلوم نہیں چلتا ہے کہ دنیا میں ہم سے بدلہ لیا جارہا ہے، اور یہ تو دنیا میں انہیں درس دیا جارہا ہے کہ باز آجائیں جب کہ قیامت کا حساب کتاب، جزا سزا اور اخروی جنت و دوزخ اٹل ہے جو کہ اس نظام کائنات کے ختم ہونے پر رونما ہوگی۔

☆......ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا:''جس شخص کو بھی ظلماً قتل کیا جائیگا اس کے عذاب کا کچھ حصہ پہلے ابن آدم پر بھی ہوگا کیونکہ وہ شخص پہلا تھا جس نے دنیا میں قتل کرنے کا طریقہ ایجاد کیا''۔

(صحیح البخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب: خلق آدم و ذریتہ، رقم:۳۳۳۵،ص۵۵٤)

☆......سید عالم ﷺ نے فرمایا:''جو شخص اسلام میں نیک کام کی ابتداء کرے یا کسی نیکی کی ایجاد کرے اس کو اپنے عمل کا بھی اجر ملے گا اور بعد میں عمل کرنے والوں کا بھی اجر ملے گا اور ان عمل کرنے والوں کے عمل میں کوئی کمی نہ ہوگی، اور جس نے اسلام میں کسی بُرے عمل کی ابتداء کی یا کوئی بُرا کام ایجاد کیا تو اسے اپنے عمل کا بھی گناہ ہوگا اور بعد میں عمل کرنے والوں کے عمل کا بھی گناہ ہوگا اور ان عمل کرنے والوں کے گناہ میں کوئی کمی نہ ہوگی۔

(سنن ابن ماجہ،باب:من سن سنۃ حسنۃ،رقم ۲۰۳،ص٥٤)

قیامت میں کفِ افسوس کن لوگوں کے لیے ہے؟

ع......نہ ماننے والوں، کافروں اور دیگر ہر وہ لوگ جو صحیح دین اسلام پر نہ تھے، انہیں قیامت میں کف افسوس کے سوا کیا ہاتھ آیئگا؟ دنیا کے نظام میں جیل جانے والا مال دے کر جان چھڑا لیتا ہے، دیگر جائز و ناجائز کئی طریقے ہمارے معاشرے میں رائج ہیں لیکن اللہ کے عذاب سے جان چھڑانا ناممکن ہے، فقط ایک راستہ ہے کہ یا تو اللہ کی رحمت کا آسرا ہو جائے کہ اللہ معاف کردے یا پھر اسلام کی وجہ سے سید عالم ﷺ کی شفاعت کا سہارا مل جائے لیکن ہم یہاں مسلمانوں کی بات نہیں کررہے بلکہ ہمارا موضوع دشمنان اسلام ہیں۔ اللہ نے فرمایا﴿ولو تری اذ وقفوا علی النار...... ونکون من المومنین اور کبھی تم دیکھو جب وہ آگ پر کھڑے کیے جائیں گے تو کہیں گے کاش کسی طرح ہم واپس بھیجے جائیں اور اپنے رب کی آیتیں نہ جھٹلائیں اور مسلمان ہو جائیں(الانعام:۲۷)﴾، ﴿ولو تری اذالمجرمون ناکسوا رؤسھم ...... انا موقنون(السجدہ:۱۲)﴾۔پچھلی امتوں کے حالات وآثار کے بیان قرآن میں دیگر کئی جگہوں پر موجود ہیں، عبرت حاصل کرنی چاہیے، ایمان وہ خزانہ ہے کہ اگر اس کی حفاظت نہ کی جائے تو ضائع ہوسکتا ہے۔

زمین کی تبدیلی کے بارے میں مختلف احادیث:

س......ایک زمین کا دوسری زمین سے تبدیل کیا جانا کیسے ممکن ہے، سید عالم ﷺ نے فرمایا: پہاڑوں کو ریزہ ریزہ کر کے گرادیا جائے گا اور زمین کو رنگے ہوئے چمڑے کی طرح پھیلا دیا جائے گا''۔(ابن ماجہ، کتاب الفتن، باب: طلوع الشمس من مغربھا، رقم:٤٠٨١، ص۶۷۸) حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا:''قیامت کے دن لوگوں کا حشر اس زمین پر کیا جائے گا جو میدہ کی روٹی کی طرح سفید ہوگی اور اس میں کسی کے گھر کی کوئی نشانی نہ ہوگی''۔

(صحیح مسلم، کتاب صفۃ القیامۃ، باب: ابتداء الخلق، رقم:۶۹٤۹/۷۰۹۰، ص۱۳۷٤)

☆......مسروق رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ بی بی عائشہ صدیقہ طیبہ طاہرہ نے یہ آیت ﴿یوم تبدل الارض غیر الارض والسموت جس دن زمین وآسمان دوسرے سے تبدیل کر دیئے جائیں گے (ابراھیم:۴۸)﴾، بی بی عائشہ نے استفسار کیا یارسول اللہ! اس دن لوگ کہاں ہونگے؟ جواب دیا: "پل صراط پر"۔ (صحیح مسلم، کتاب صفۃ القیامۃ، باب: ابتداء الخلق، رقم: ۶۹۵۰/ ۴۲۷۹، ص ۱۳۷۴)

عمرو بن میمون روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ﴿یوم تبدل الارض غیر الارض (ابراھیم:۴۸)﴾ کی تفسیر میں فرمایا، وہ سفید زمین ہوگی گویا کہ وہ چاندی ہے اس میں کوئی حرام خون نہیں بہایا گیا اور نہ اس میں کوئی گناہ کیا گیا ہے"۔

(المعجم الکبیر، رقم: ۱۰۳۲۳، المعجم الاوسط، رقم: ۷۱۶۳)

علامہ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں کہ سید عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: قیامت کے دن لوگوں کا حشر اس زمین پر کیا جائے گا جو سفید میدہ کی مانند ہوگی اور اس میں کسی کے گھر کی کوئی نشانی نہ ہوگی، علامہ خطابی نے کہا ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ وہ زمین بالکل ہموار ہوگی، قاضی عیاض نے کہا اس سے مراد یہ ہے کہ اس زمین پر کوئی عمارت نہ ہوگی، نہ پہاڑیاں اور چٹانیں ہوں گی جس سے زمین پر کوئی علامتیں مقرر کی جائیں، علامہ ابو جمرہ نے کہا اس میں اللہ کی عظیم قدرت پر دلیل ہے اور قیامت جزئیات کی خبر اس لئے دیتی ہے کہ سننے والے کو پہلے سے بصیرت حاصل ہو اور قیامت کی ہولناکیوں کا اس کو پہلے علم ہو جائے اور وہ اپنے آپ کو ان دہشت ناک چیزوں کے لیے تیار کرلے تاکہ ایسا نہ ہو کہ وہ تمام امور اچانک پیش آئیں، اس حدیث میں یہ اشارہ ملتا ہے کہ میدان حشر کی زمین اس موجودہ زمین سے بہت بڑی ہوگی اور زمین کی ان صفات میں یہ حکمت ہے کہ جس زمین میں حساب وکتاب ہوگا وہ زمین ظلم اور گناہوں سے پاک ہو اور اللہ سبحانہ اپنے مومن بندوں پر جو تجلی فرمائے گا وہ ایسی زمین ہو جو اس تجلی کی عظمت وشان کے لائق ہو، جس میں وحدہ لاشریک کا حکم ہو، پس اس لئے مناسب ہے کہ زمین خالص اس کے لیے ہو کہ مجازاً کسی اور کا حکم نافذ نہ ہو اور اس حدیث میں یہ بھی اشارہ ملتا ہے کہ دنیا کی زمین مضمحل ہو جائے گی اور معدوم ہو جائے گی اور اس میں متقدمین کا اختلاف پایا جاتا ہے، بعض کہتے ہیں زمین کا مادہ اور ذات تبدیل کر دی جائے گی، بخاری ومسلم کی حدیث سے یہی مستفاد ہوتا ہے اور بعض کے نزدیک زمین یہی رہے گی لیکن اس کی صفات میں تبدیلی آجائے گی جیسا کہ سنن ابن ماجہ کی روایت سے ثابت ہوتا ہے، مسند امام احمد کی حدیث میں یہ ہے کہ پہاڑوں اور ٹیلوں کو چپٹا کر کے زمین کو پھیلا دیا جائے گا، ان میں تطبیق یوں ہوگی کہ جہاں یہ کہا گیا کہ زمین میدے کی روٹی کی مانند ہوگی مراد محشر کی زمین ہے اور جہاں یہ کہا گیا کہ پہاڑ، ٹیلے، درخت، وادیاں سب کو گرا دیا جائے گا وہ اسی زمین سے متعلق ہے، قیامت میں تمام تغیرات اسی زمین پر وارد ہونگے لیکن محشر میں زمین سفید روٹی کی مانند ہوگی جس سے مسلمان کھائیں گے، وہ اور زمین ہوگی جو اپنی ذات وصفات میں مختلف ہوگی۔ (فتح الباری، کتاب الرقاق، باب: یقبض اللہ الارض یوم القیامۃ، ج ۱۱، رقم: ۶۵۲۱، ص ۴۵۲)

آسمان کی تبدیلی کے بارے میں مختلف اقوال:

۱......آسمانوں کے تبدیل ہونے سے مراد یہ ہے کہ ستارے ٹوٹ پھوٹ جائیں گے، سورج اور چاند کو گہن لگ جائے گا، دروازے بن جائیں گے، کبھی یہ آسمان پگھلی ہوئی دھات اور کبھی دھوئیں کی مانند نظر آئیں گے۔ (الرازی، ج ۷، ص ۱۱۲)

ابن ابی الدنیا اور ابن جریر نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ زمین چاندی کی اور آسمان سونے کے ہوجائیں گے، ابن المنذر نے مجاہد سے روایت کیا ہے کہ زمین وآسمان دونوں ہی چاندی کے ہوجائیں گے۔ (روح المعانی ،الجزء ۱۳، ص ۳۱۹)

اچھی بُری کمائی کے انجام کا دن:

۵......انسان اپنی زندگی کی کمائی کا بدلہ دنیا میں بھی اور آخرت میں ضرور اٹھاتا ہے، ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے سید عالم ﷺ کا فرمان مقدس نشان ہے: ''قیامت کے دن لوگوں کی تین اقسام ہونگی، سواری والے، پیدل اور چہروں کے بل چلنے والے، ایک شخص نے استفسار کیا یارسول اللہ! کیا وہ اپنے چہروں کے بل چلیں گے؟ جواب ارشاد فرمایا: ''جس طرح دنیا میں پاؤں پر چلتے تھے اسی طرح چہروں کے بل چلنے پر قادر ہونگے'' ۔انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سید عالم ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ کافر کو قیامت کے دن چہرے کے بل کیسے جمع کیا جائے گا؟ جواب ارشاد فرمایا: ''کیا وہ دنیا کی زندگی میں اپنے پاؤں پر نہیں چلتا تھا، اسی طرح چہرے کے بل چلے گا'' ۔ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''قیامت کے دن حضرات انبیائے کرام کو میدان حشر کا سواری پر دورہ کرایا جائے گا، حضرت صالح اپنی اونٹنی پر، مجھے بُراق پر، میرے بیٹوں حسن وحسین کو جنتی اونٹنیوں پر، بلال کو جنتی اونٹنی پر سوار کرایا جائے گا پھر وہ اذان کے ساتھ ندا کریں اور کلمۂ شہادت ''اشھد ان محمد رسول اللہ'' کی گونج دیں گے، پس اولین وآخرین میں سے جنہوں نے قبول کیا سو (اُس دن بھی) قبول کیا اور جنہوں نے رد کیا سو (اُس دن بھی) رد کیا۔ (البدور السافرۃ ،باب حشر المتقی راکبا، رقم: ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۲)

اغراض: **مسرعین:** قیامت کے دن ندا دینے والے اسرافیل کی طرف دوڑتے ہونگے، ایک قول کے مطابق ندا دینے والے حضرت جبرائیل علیہ السلام ہونگے جو بیت المقدس کی پہاڑی کی جانب بلائیں گے، مراد زمین سے آسمان کی طرف قریب ترین جگہ ہے، ان لوگوں سے کہا جائے گا: اے بکھری ہوئی ہڈیوں، اے ٹوٹے ہوئے جوڑ، اے پھٹے ہوئے گوشت پوست، بکھرے ہوئے بال، اللہ نے چاہا کہ تمہیں فیصلہ کرنے کے لیے پھر سے جمع کردے، پھر حضرت اسرافیل علیہ السلام صور پھونکیں گے۔

خالیۃ من العقل لفزعھم: حیرت اور شدت خوف کی وجہ سے عقلیں سمجھنے سے قاصر ہونگی، معنی یہ ہے کہ دل (ودماغ) سوچنے اور سمجھنے کی صلاحیت سے فارغ ہوجائیں گے، آنکھیں چندھیا جائیں گی، اس دن کی سختی کی وجہ سے آنکھیں آسمان کی جانب اُٹھی ہوئی ہونگی۔

فیقال لھم: (لوگوں کو آخرت کے بارے میں یاد دلانے والے) یا تو فرشتے ہونگے یا رب العالمین کی ذات پاک۔

حلفتم: جیسا کہ ﴿واقسموا باللہ جھد ایمانھم لا یبعث اللہ من یموت (النحل:۳۸)﴾ میں بیان گزرا۔

حیث ارادوا قتلہ: دار الندوہ میں سید عالم ﷺ کے بارے ناپاک عزم کو تکمیل تک پہنچانے کے لیے منصوبہ بنایا، جس کا بیان ﴿واذ یمکربک الذین کفروا (الانفال:۳۰)﴾ میں گزرا۔

والمراد بالجبال ھنا: اس بارے میں دو اقوال ہیں: ایک قول کے مطابق حقیقتاً پہاڑ مراد ہیں، ایک قول کے مطابق شرائع اسلام مراد ہیں، مجازاً پہاڑ کا ذکر ہوا ہے۔

مشدودین مع شیاطینھم: جس دن کافر اپنے ہاتھ پاؤں گردنوں سے بندھے ہوئے حاضر ہونگے اور ان کے ساتھ شیطان بھی ہونگے جو دنیا کی زندگی میں اُن پر مسلط تھے۔

(الصاوی، ج۳، ص ۲۳۸ وغیرہ)

صلوا علی الحبیب: صلی اللہ علی محمد

سورۃ الحجر مکیۃ وآیاتھا تسع وتسعون آیۃ

(سورہ الحجر مکی ہے اور اس میں ننانوے آیات ہیں)

تعارف

اس سورہ میں چھ رکوع،، چھ سو چؤن کلمے، دو ہزار سات سو ساٹھ حروف ہیں۔ دنیا کی خرمستیاں دھول چاٹتی نظر آئیں گی جب کافر بوقت موت اپنی نگاہوں کے سامنے موت کے مناظر و عذاب کے احوال دیکھے گا۔ ابتدائی مبارک جملوں میں تنبیہ ہے کہ لمبی امیدوں میں گرفتار ہونا اور لذات دنیا کی طلب میں غرق ہو جانا صاحب ایمان کی شان نہیں چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے کہ لمبی امیدیں آخرت کو بھلا دیتی ہیں اور خواہشات کا اتباع حق سے روکتا ہے۔ قرآن مجید ہمیشہ کے لئے رہنے والی کتاب ہے، تا قیام قیامت اس میں کوئی انسان، جن اور ساری مخلوق کے مقدور نہیں کہ اس میں ایک حرف بھی تبدیل کر سکے کیونکہ اللہ ﷻ نے اس کی حفاظت کا وعدہ فرمایا ہے۔ آسمانی برج کا بیان اس پاک سورہ میں مفصل کر دیا گیا ہے اگرچہ کئی اور مقامات پر بھی برج کا ذکر ہے لیکن اس سورہ میں شیطانی عمل دخل کو آسمانوں سے روک دینے کا بیان بھی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت پر شیاطین تین آسمانوں سے روکے گئے لیکن محبوب کبریاء احمد مجتبیٰ ﷺ کی ولادت ہوئی تو انہیں تمام ہی آسمانوں سے روک دیا گیا۔ شہاب ثاقب اس ستارہ کو کہتے ہیں جو شعلہ کی مثل روشن ہوتا ہے اور فرشتے اس سے شیاطین کو مارتے ہیں۔ انسان و جنات کا مبداء پیدائش بھی ذکر کر دیا گیا کہ انسان بجتی ہوئی مٹی اور شیطان بے دھوئیں کی آگ سے پیدا کیا گیا ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے والی کیفیات و حالات کا ذکر بھی اللہ ﷻ نے فصاحت و بلاغت کے ساتھ فرمایا ہے۔ نافرمانوں کے لئے جہنم کی وعید اور اس کے سات دروازوں کا ذکر جو کہ اُن میں سے ہر ایک کے لئے بٹا ہوا ہے اور ساتھ ہی اہل ایمان کے لئے جنت کے باغوں و چشموں اور دیگر انعامات جنت کا مفصل بیان کیا گیا ہے۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام مہمانوں کے انتظار میں رہتے تھے لہٰذا ان کے ہاں آنے والے معزز و مکرم مہمانوں کا ذکر خیر بھی کر دیا گیا ہے۔ قوم لوط اور اصحاب ایکہ پر ہونے والے عذاب کی کیفیات کا ذکر بھی اس مبارک کلام میں موجود ہے۔

رکوع نمبر: ۲۰

بسم اللہ الرحمن الرحیم اللہ کے نام سے شروع جو بڑا مہربان رحم والا

﴿الٓـر﴾ اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِمُرَادِهٖ بِذَالِكَ ﴿ تِلْكَ ﴾ هٰذِهِ الْاٰيَاتُ ﴿ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ ﴾ الْقُرْاٰنِ وَالْاِضَافَةُ بِمَعْنٰى مِنْ ﴿ وَقُرْاٰنٍ مُّبِيْنٍ (۱) ﴾ مُظْهِرٍ لِلْحَقِّ مِنَ الْبَاطِلِ عَطْفٌ بِزِيَادَةِ صِفَةٍ

﴿ترجمہ﴾

الـر (حروف مقطعات ہیں، اللہ ﷻ ہی اس کی مراد بہتر جانتا ہے) یہ (آیتیں) ہیں کتاب (قرآن مجید، اضافت من کے معنی میں ہے) اور روشن قرآن کی (جو کہ حق کو باطل سے ظاہر کرنے والا ہے، مذکورہ جملے وقرآن مبین میں عطف صفت مبین کی زیادتی کی وجہ سے ہے...... یا......)۔

﴿ترکیب﴾

﴿الر تلک ایت الکتب وقرآن مبین﴾.

الر: کے اعراب ماقبل سورۃ ابراہیم میں دیکھ لیں، تلک: مبتداء، ایت الکتب: معطوف علیہ، و: عاطفہ، قرآن مبین: موصوف صفت ملکر معطوف، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ خبریہ۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

آیت متذکرہ کا مختصر خلاصہ:

مفسرین کرام کی ایک جماعت کا قول ہے کہ اس سے مراد "انا اللہ اری یعنی میں اللہ دیکھ رہا ہوں" ہے۔ کتاب اور قرآن کے معنی ایک ہی ہیں، یعنی ایک ہی اسم کے دو نام یہاں ذکر کیے گئے ہیں۔ علامہ بغوی کہتے ہیں کہ اگرچہ کتاب اور قرآن ایک ہی چیز کے دو نام ہیں تاہم کتاب وہ ہوتی ہے جس میں لکھا جاتا ہے اور قرآن وہ ہوتا ہے جس میں بعض بعض احکامات جمع کیے جاتے ہیں۔

(البغوی، ص ۴۸۹)

غرض: وحال المسلمین: ہمیشہ رہنے والی نعمتیں۔

ایک اہم بات

صلوا علی الحبیب: صلی اللہ علی محمد

کیاانسان صرف اپنی فکرکرنا ہی کافی ہے؟

۳......امام جلال الدین سیوطی الشافعی نے اسی آیتِ مبارکہ کے تحت اپنی تفسیر "الدرالمنثور" میں متعدد احادیث نقل کی ہیں جس سے اس آیت مبارکہ کا معنی واضح ہوتا ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ منبر پر تشریف فرماتے اللہ ﷻ کی حمد وثنا کرنے کے بعد آپ نے فرمایا: اے لوگو! تم اللہ ﷻ کا یہ فرمان پڑھتے ہو اور اسے رخصت گمان کرتے ہو؟ خدا ﷻ کی قسم! اس سے سخت تر آیت کا نزول نہیں ہوا خدا ﷻ کی قسم! تمہیں نیکی کا حکم دینا چاہیے برائیوں سے روکنا چاہیے ورنہ اللہ ﷻ تم سب پر عذاب نازل فرمائے گا۔ اس آیت سے مراد یہ نہیں ہے کہ انسان امر بالمعروف ونہی عن المنکر کو ترک کردے بلکہ قدرت کے باوجود اس کام کو ترک کرنا جائز نہیں۔

(المدارك، ج ۱، ص ۴۸۱)

کثرت سوال کی مذمت

☆......حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں خطبہ ارشاد فرمایا آپ ﷺ نے فرمایا: "اے لوگو! اللہ ﷻ نے تم پر حج فرض کیا تو تم اسکے پاک گھر کا حج کرو"، ایک شخص نے عرض کی کیا ہر سال حج کریں یارسول اللہ ﷺ؟ آپ ﷺ نے خاموشی اختیار فرمائی یہاں تک کہ اس شخص نے یہ جملہ تین مرتبہ دہرایا، پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "اگر میں ہاں کہہ دیتا تو تم پر ہر سال حج فرض ہو جاتا اور تم اسکی استطاعت نہ رکھتے، فرمایا: "جن چیزوں کا بیان میں چھوڑ دیا کروں اس چیزوں کا سوال مت کیا کرو کیونکہ تم سے پہلے لوگ اسی وجہ سے ہلاک ہوئے کہ وہ حضرات انبیاء کرام سے بکثرت سوال کیا کرتے تھے اور انبیاء کرام سے اختلاف کیا کرتے تھے لہذا جب میں تمہیں کسی چیز کا حکم کروں تو اس پر بقدر استطاعت عمل کرو اور جس چیز سے منع کروں اسے چھوڑ دو"۔

(صحیح مسلم، کتاب الحج، باب فرض الحج مرة فی العمر، رقم: ۱۳۳۷/۳۱۴۷، ص ۶۲۷)

رکوع نمبر : ۱

﴿رُبَمَا ﴾بِالتَّشْدِيْدِ وَالتَّخْفِيْفِ﴿يَوَدُّ ﴾يَتَمَنّٰى﴿الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ﴾يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِذَا عَايَنُوْا حَالَهُمْ وَحَالَ
الْمُسْلِمِيْنَ﴿لَوْ كَانُوْا مُسْلِمِيْنَ (۲)﴾وَرُبَّ لِتَكْثِيْرِ فَاِنَّهُ يَكْثُرُ مِنْهُمْ تَمَنّٰى ذَالِكَ وَقِيْلَ لِتَقْلِيْلٍ فَاِنَّ الْاَحْوَالَ
تُدْهِشُهُمْ فَلَا يُفِيْقُوْنَ حَتّٰى يَتَمَنَّوْا ذَالِكَ اِلَّا فِيْ اَحْيَانٍ قَلِيْلَةٍ﴿ذَرْهُمْ ﴾اُتْرُكِ الْكُفَّارَ يَامُحَمَّدُ﴿يَاْكُلُوْا
وَيَتَمَتَّعُوْا ﴾بِدُنْيَاهُمْ﴿وَيُلْهِهِمُ﴾يُشْغِلُهُمْ﴿ الْاَمَلُ ﴾بِطُوْلِ الْعُمْرِ وَغَيْرِهٖ عَنِ الْاِيْمَانِ﴿فَسَوْفَ
يَعْلَمُوْنَ (۳)﴾عَاقِبَةَ اَمْرِهِمْ وَهٰذَا قَبْلَ الْاَمْرِ بِالْقِتَالِ﴿وَمَآ اَهْلَكْنَا مِنْ ﴾زَائِدَةٌ﴿قَرْيَةٍ ﴾اُرِيْدَ اَهْلُهَا﴿اِلَّا وَلَهَا
كِتَابٌ ﴾اَجَلٌ ﴿مَّعْلُوْمٌ (۴)﴾مَحْدُوْدٌ﴿مَا تَسْبِقُ مِنْ ﴾زَائِدَةٌ﴿اُمَّةٍ اَجَلَهَا وَمَا يَسْتَاْخِرُوْنَ (۵)﴾يَتَاَخَّرُوْنَ
عَنْهُ﴿وَقَالُوْا ﴾اَیْ كُفَّارُ مَكَّةَ لِلنَّبِيِّ ﷺ ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْ نُزِّلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ ﴾الْقُرْآنُ فِيْ زَعْمِهٖ﴿اِنَّكَ
لَمَجْنُوْنٌ (۶)لَوْ مَا ﴾هَلَّا﴿تَاْتِيْنَا بِالْمَلٰٓئِكَةِ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ (۷)﴾فِيْ قَوْلِكَ اِنَّكَ نَبِيٌّ وَاِنَّ هٰذَا
الْقُرْآنَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ قَالَ تَعَالٰى﴿مَا نُنَزِّلُ ﴾فِيْهِ حَذْفُ اِحْدَى التَّائَيْنِ﴿الْمَلٰٓئِكَةَ اِلَّا بِالْحَقِّ ﴾بِالْعَذَابِ
﴿وَمَا كَانُوْٓا اِذًا ﴾اَیْ حِيْنَ نُزُوْلِ الْمَلٰٓئِكَةِ بِالْعَذَابِ﴿مُّنْظَرِيْنَ (۸)﴾مُؤَخَّرِيْنَ﴿اِنَّا نَحْنُ ﴾تَاكِيْدٌ لِّاِسْمِ اِنَّ
اَوْ فَصْلٌ ﴿نَزَّلْنَا الذِّكْرَ ﴾الْقُرْآنَ﴿وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ (۹)﴾مِنَ التَّبْدِيْلِ وَالتَّحْرِيْفِ وَالزِّيَادَةِ وَالنَّقْصِ﴿وَلَقَدْ
اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ ﴾رُسُلًا﴿فِيْ شِيَعِ ﴾فِرَقِ﴿الْاَوَّلِيْنَ (۱۰)وَمَا ﴾كَانَ﴿يَاْتِيْهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ
يَسْتَهْزِءُوْنَ (۱۱)﴾اِسْتِهْزَاءُ قَوْمِكَ بِكَ وَهٰذَا تَسْلِيَةٌ لِلنَّبِيِّ ﷺ ﴿كَذٰلِكَ نَسْلُكُهٗ ﴾اَیْ مِثْلُ اِدْخَالِنَا
التَّكْذِيْبَ فِيْ قُلُوْبِ اُولٰئِكَ نُدْخِلُهٗ ﴿فِيْ قُلُوْبِ الْمُجْرِمِيْنَ (۱۲)﴾اَیْ الْكُفَّارِ مَكَّةَ﴿لَا يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ ﴾بِالنَّبِيِّ
ﷺ ﴿وَقَدْ خَلَتْ سُنَّةُ الْاَوَّلِيْنَ (۱۳)﴾اَیْ سُنَّةُ اللّٰهِ فِيْهِمْ مِنْ تَعْذِيْبِهِمْ بِتَكْذِيْبِهِمْ اَنْبِيَائَهُمْ وَهٰؤُلَاءِ
مِثْلُهُمْ﴿وَلَوْ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَابًا مِّنَ السَّمَآءِ فَظَلُّوْا فِيْهِ ﴾فِي الْبَابِ﴿يَعْرُجُوْنَ (۱۴)﴾يَصْعَدُوْنَ﴿لَقَالُوْٓا اِنَّمَا
سُكِّرَتْ ﴾سُدَّتْ﴿اَبْصَارُنَا بَلْ نَحْنُ قَوْمٌ مَّسْحُوْرُوْنَ (۱۵)﴾يُخَيَّلُ اِلَيْنَا ذَالِكَ.

﴿ترجمہ﴾

بسااوقات (ربما تشدید وتخفیف دونوں کے ساتھ ہے) آرزوئیں (تمنائیں) کریں گے کافر (قیامت کے دن جب وہ اپنی حالت اور مسلمانوں کے حال کو دیکھیں گے) کاش مسلمان ہوتے......۲ (رُبَّ کثرت کے لیے آتا ہے اکثر کافر قیامت کے دن یہی تمنا کریں گے، اور بعض نے کہا کہ رُبَّ قلت کے لیے آتا ہے قیامت کے دن کے ھول کی وجہ سے متحیر ہونگے اور انہیں اس وقت تک افاقہ نہ ہوگا جب تک وہ اس طرح تمنا نہ کرلیں مگر یہ معاملہ تھوڑی دیر کے لیے ہوگا) انہیں (یعنی کافروں کو اے محمد ﷺ!) چھوڑ دو کہ کھائیں اور برتیں (دنیا میں) اور امید......۲ (یعنی طویل وغیرہ، ایمان لانے سے) انہیں غافل (یعنی مشغول کرے) تو اب جاننا چاہتے ہیں (اپنا انجام، یہ قول قتال کے حکم سے پہلے تھا) اور نہیں کوئی بستی (یعنی اس کے رہنے والے) ہم نے ہلاک کی (من زائدہ ہے) مگر اس حال میں کہ اس کے واسطے لکھا ہوا (کتاب بمعنی اجل ہے) نوشتہ تھا (حد بندی کیا ہوا اس کی ہلاکت کے واسطے) نہیں آگے بڑھ سکتا کوئی (من زائدہ ہے) گروہ اپنے وعدے سے اور نہ پیچھے ہٹے (یعنی ان سے مؤخر نہ ہوسکے) اور بولے (کفار مکہ، نبی

پاک ﷺ سے) اے وہ کہ جن پر ذکر (یعنی قرآن، ان کے اپنے گمان میں) اترا بیشک تم مجنون ہو......۳۔ کیوں نہیں (لـولا بمعنی هـلا ہے) ہمارے پاس فرشتے لاتے اگر تم سچے ہو (اپنی بات میں، کہ اے محمد ﷺ آپ نبی ہیں، یہ قرآن اللہ کی طرف سے ہے، اللہ ﷻ نے فرمایا) ہم نہیں اتارتے (دوتاء میں سے ایک حذف کی گئی ہے) فرشتوں کو حق (عذاب) کے ساتھ اور اس وقت وہ نہیں ہوتے (یعنی فرشتے جب کہ وہ عذاب دینے کو اترتے ہیں) مہلت دیئے ہوئے (منظرین بمعنی مؤخرین ہے) بیشک ہم نے (نحن "ان" "اسم کی تاکید کے لیے ہے یا فصل کے لیے ہے) ہم نے ذکر (یعنی قرآن) اتارا اور بیشک ہم خود اس کے نگہبان ہیں......۴۔......(یعنی اس کی تبدیلی، تحریف، زیادتی اور کمی کے) اور بیشک ہم نے تم سے پہلے (رسول) بھیجے گروہوں میں (شیـع بمعنی فـرق ہے) اور نہیں (تھا) ان کے پاس کوئی رسول مگر وہ اس سے ہنسی کرتے ہیں......۵۔......(جیسا کہ آپ ﷺ کی قوم آپ ﷺ سے ہنسی کرتی ہے، اس مبارک جملہ میں سید عالم ﷺ کے لیے تسکین خاطر ہے) اسی طرح ہم راہ دینگے (یعنی اسی کی مثل ہم تکذیب داخل کرینگے) مجرموں (یعنی کفار مکہ) کے دلوں میں وہ اس (نبی پر ایمان نہیں لاتے) اور اگلوں کی راہ پڑ چکی ہے (یعنی اللہ ﷻ کی راہ انہیں عذاب دینے کی، انبیائے کرام کی تکذیب کی وجہ سے یہ لوگ بھی انہی کی مثل ہیں) اور اگر ہم کھول دیں ان پر کوئی دروازہ آسمان سے تو وہ اس (دروازے) میں چڑھتے رہیں......۶۔......(یعـرجون بمعنی یـصـعـدون ہے) جب بھی یہی کہتے ہیں کہ ہماری نگاہ باندھ دی گئی ہے (سکرت بمعنی سدت ہے) بلکہ ہم پر جادو کیا ہوا ہے۔

﴿ترکیب﴾

﴿ربما یود الذین کفروا لو کانوا مسلمین﴾.

ربما : رب، مخففہ، وما کافہ، یود : فعل، الـذین کفروا : موصول صلہ ملکر فاعل، لو : مصدریہ، کـانوا مسلمین : جملہ فعلیہ بتاویل مصدر مفعول، یود : فعل اپنے متعلقات سے ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ذرھم یاکلوا ویتمتعوا ویلھھم الامل فسوف یعلمون﴾.

ذرھم : فعل امر با فاعل ومفعول ملکر جملہ فعلیہ، یـا کلوا : جملہ فعلیہ معطوف علیہ، ویـتـمتعوا : جملہ فعلیہ معطوف اول، ویلھھم الامل : جملہ فعلیہ معطوف ثانی، ملکر جواب امر، ف : فصیحہ، سوف : حرف استقبال، یـعـلـمون : فعل با فاعل، ملکر جملہ فعلیہ شرط محذوف "اذا کان الامر کذلک" کی جزا، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿وما اھلکنا من قریة الا ولھا کتاب معلوم﴾.

و : مستانفہ، مـا اھلکنا : فعل نفی با فاعل، من : زائدہ، قریة : ذوالحال : الا : حصر، و : حالیہ، لھا کتب معلوم : جملہ اسمیہ حال ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ما تسبق من امة اجلھا وما یستاخرون﴾.

ما تبسق : فعل نفی، من : زائدہ، امة : فاعل : اجلھا : مفعول، ملکر معطوف علیہ، وما یستاخرون : جملہ فعلیہ معطوف، ملکر جملہ معطوفہ

﴿وقالوا یایھا الذی نزل علیه الذکر انک لمجنون﴾.

و : مستانفہ، قالوا : قول، یا : حرف ندا قائم مقام "ادعو" فعل با فاعل، ایھا : مرکب اضافی مبدل منہ، الذین : موصول، نزل علیـه الذکر : جملہ فعلیہ صلہ ملکر بدل، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ ندائیہ، انک : حرف مشبہ واسم، لـمجنون : خبر، ملکر جملہ اسمیہ

مقصود بالندا، ملکر مقولہ، ملکر جملہ فعلیہ قولیہ۔

﴿لو ما تاتینا بالملئکة ان کنت من الصدقین﴾۔

لوما : حرف تحضیض جیسے کہ "ھلا"، تاتینا : فعل بافاعل ومفعول، بالملئکة : ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ،ان :شرطیہ، کنت :فعل ناقص بااسم،من الصدقین :ظرف مستقر خبر،ملکر جملہ فعلیہ شرط، جزا محذوف " اتینا بالملئکة"،ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿ما ننزل الملئکة الا بالحق وما کانوا اذا منظرین﴾۔

ما : نافیہ،ننزل الملئکة :فعل بافاعل ومفعول، الا : اداۃ حصر، بالحق :ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ ، و: عاطفہ،ما : نافیہ، کانوا: فعل ناقص بااسم، اذن :حرف جواب وجزا،منظرین :خبر،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحفظون﴾۔

انا : حرف مشبہ وضمیر مؤکد، نحن : تاکید،ملکر اسم: نزلنا الذکر : جملہ فعلیہ خبر،ملکر جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، انا : حرف مشبہ واسم، له لحفظون :شبہ جملہ خبر،ملکر جملہ اسمیہ ماقبل" انا نحن "پر معطوف ہے۔

﴿ولقد ارسلنا من قبلک فی شیع الاولین﴾۔

و: عاطفہ، لقد: تاکیدیہ قسمیہ تحقیقیہ، ارسلنا :فعل بافاعل،من قبلک :ظرف مستقر صفت اول، فی شیع الاولین: ظرف مستقر صفت ثانی،"رسلا "محذوف موصوف کے لیے مرکب توصیفی مفعول،ملکر جملہ فعلیہ قسم محذوف "واللہ" کے لیے جواب قسم۔

﴿وما یاتیھم من رسول الا کانوا به یستھزؤن﴾۔

و: عاطفہ، ما : نافیہ،یاتیھم : فعل بامفعول، من : زائدہ، رسول : ذوالحال، الا: اداۃ حصر، کانوا به یستھزون: جملہ فعلیہ حال، ملکر فاعل،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿کذلک نسلکه فی قلوب المجرمین﴾۔

کذلک : ظرف مستقر: ادخالا، مصدر محذوف کی صفت، مرکب توصیفی مفعول مطلق مقدم، نسلکه فی قلوب المجرمین: فعل بافاعل ومفعول وظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿لا یومنون به وقد خلت سنة الاولین﴾۔

لا یومنون : فعل واؤ ضمیر ذوالحال، وقد خلت سنة الاولین : جملہ فعلیہ حال،ملکر فاعل، به:ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ ماقبل "المجرمین" سے حال ہے۔

﴿ولو فتحنا علیھم بابا من السماء فظلوا فیه یعرجون O لقالوا انما سکرت ابصارنا بل نحن قوم مسحورون﴾۔

و: عاطفہ، لو: شرطیہ، فتحنا علیھم:فعل بافاعل وظرف لغو،بابا من السماء : مفعول،ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، ف : عاطفہ: ظلوا : فعل ناقص بااسم،فیه یعرجون : شبہ جملہ خبر،ملکر جملہ فعلیہ معطوف ملکر شرط، لام : تاکیدیہ،قالوا: قول، انما سکرت ابصارنا: جملہ فعلیہ معطوف علیہ،بل : حرف اضراب، نحن قوم مسحوزون : جملہ اسمیہ معطوف،ملکر مقولہ،ملکر جواب شرط،ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

کفار کے لیے حسرت وندامت:

۱......حضرت ابن عباس اور انس بن مالک سے روایت ہے کہ وہ یا ہم ﴿ربما یود الذین کفروا لو کانوا مسلمین (الحجر:۲)﴾ کی تلاوت کررہے تھے، انہوں نے کہا کہ آج کے دن اللہ مسلمان خطا کاروں اور جہنمی کافروں کو جمع فرمائے گا پھر مشرکین سے فرمائے گا کہ تمہیں تمہارے معبودوں نے کچھ فائدہ نہ دیا، پس اللہ گناہگار مسلمانوں کو اپنے فضل ورحمت سے جہنم سے نکالے گا اور کافروں پر غضب ناک ہوگا۔ بیہقی نے ابن عباس سے منقول کیا ہے کہ اللہ ہمیشہ شفاعت (قبول) کرے اور داخل جنت کرے گا اور رحم فرمائے گا حتی کہ فرمائے گا کہ جو کوئی مسلمان ہے وہ جنت میں داخل ہوجائے پھر آیت مبارکہ ﴿ربما یود الذین کفروا لو کانوا مسلمین (الحجر:۲)﴾ کی تلاوت کی جائے گی۔ ابونعیم نے انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ سید عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "کلمہ طیبہ پڑھنے والے بعض لوگ اپنے گناہوں کی وجہ سے جہنم میں ہونگے، ان سے لات وعزی کے ماننے والے کہیں گے تمہیں تمہارے کلمے نے کچھ نفع نہ دیا اور تم ہمارے ساتھ آگ میں جل رہے ہو، اللہ اس بات کو ناپسند فرمائے گا، پس وہ جہنم سے نکالے جائیں گے اور انہیں نہر (حیات) میں غوطہ دیا جائے گا جس سے ان کے چہرے چودھویں رات کے چاند کی طرح چمکدار ہو جائیں گے، پس انہیں جنت میں داخل کردیا جائے گا۔ (البدور السافرۃ، باب ربما یود الذین کفروا، رقم: ۱۶۴۲، ۱۶۴۳، ۱۶۴۴، ص ۴۸۰ وغیرہ)

طویل امیدیں بربادی کا سبب ہیں:

۲......دنیاوی امور کے انجام دینے میں لوگ ذرہ برابر بھی سستی وکاہلی کا مظاہرہ نہیں کرتے لیکن جہاں دینی امور کی بات آتی ہے شیطان نے ایسی امیدیں دلائیں ہیں کہ خواہ مخواہ ان کے چکر میں پھنس کر اپنی آخرت برباد کرلیتا ہے۔ سید عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "دو چیزوں نے اولاد آدم کو بوڑھا کردیا ایک مال کی حرص وطمع نے دوسرے طویل امیدوں نے"۔ سید عالم ﷺ نے تین چیزوں پر تنبیہ فرمائی: "یہ اولاد آدم ہے، یہ اس کی امیدیں ہیں اور یہ اس کا وقت رخصت، ایک امید کو پاتا ہے تو ننانوے امیدیں اس سے دور بھاگ جاتی ہیں"۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں سید عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "میں تم میں دو چیزوں کا خوف کرتا ہوں، طویل امیدیں اور خواہشات کی پیروی، اس لیے کہ طویل امید آخرت کو بھلا دیتی ہے اور خواہشات کی پیروی حق سے دور کردیتی ہے"۔

(الرازی، ج۷، ص ۱۱۹)

سید عالم ﷺ کی جانب جنون کی نسبت:

۳......کافروں کا سید عالم ﷺ کی ذات اقدس کی جانب جنون کی نسبت کرنے کی کئی وجوہات ہوسکتی ہیں: (۱)......نزول وحی کے وقت سید عالم ﷺ کا حال انہیں غشی والا محسوس ہوتا تھا اس لیے انہوں نے جنون کی نسبت کی، اس کی دلیل ﴿ویقولون انہ لمجنون وما ھو الا ذکر للعالمین (القلم:۵۱، ۵۲)﴾، ﴿اولم یتفکروا ما بصاحبھم من جنۃ (الاعراف:۱۸۴)﴾، (۲)......ہوسکتا ہے کہ بطور استہزاء ایسا کہتے ہوں جیسا کہ فرعون نے کہا ﴿ان رسولکم الذی ارسل الیکم لمجنون (الشعراء:۲۷)﴾، جیسا کہ قوم شعیب نے کہا ﴿انک لانت الحلیم الرشید (ھود:۸۷)﴾ اور جیسا کہ کہا ﴿فبشرھم بعذاب الیم (آل عمران:۲۱)﴾، اس لیے کہ عذاب کی خبر بظاہر ناممکن نظر آرہی تھی، (۳)......اللہ کا فرمان ﴿یایھا الذی نزل علیہ

الذکر (الحجر:٦)﴾ سید عالم ﷺ اوران کے اصحاب ومتبوعین کے گمان اوراعتقاد کے مطابق، پھر جب یہ کلمات قوم کو سُنائے گئے تو انہوں نے شبہ ظاہر کیا اور کہا ﴿لو ما تاتینا بالملائکة ان کنت من الصادقین (الحجر:٧)﴾، مطلب یہ ہے کہ اگر آپ رسول برحق ہوتے تو آپ ﷺ کی صداقت میں فرشتے نازل ہوتے جو آپ ﷺ کی رسالت کی تصدیق کرتے۔ (الرازی، ج٧، ص١٢١)

قرآن کی حفاظت کا اهتمام:

٤.....یعنی ہم اس میں زیادتی، کمی، تغیر، تبدل، تحریف سے حفاظت کا اہتمام کریں گے، تمام انسانوں اور جنوں میں سے کسی کا بس نہیں چلتا کہ اس قرآن عظیم میں ایک حرف یا کلمہ کی زیادتی کریں یا کمی، اور یہ خاص قرآن کا اعجاز ہے ورنہ دیگر کتب سماوی کا حال یہ ہے کہ کمی وزیادتی اور تحریف سے بچ نہ سکیں، ابن سائب اور مقاتل نے لکھا ہے کہ حفاظت سے مراد سید عالم ﷺ کی ذات پاک ہے اس لئے کہ سید عالم ﷺ کے ساتھ کوئی بُرائی کا ارادہ نہیں کرسکتا ﴿والله یعصمک من الناس (المائدة:٦٧)﴾ اس لئے کہ جب اللہ قرآن کی حفاظت کا اہتمام فرماتا ہے تو صاحب قرآن جناب رسالت ماب ﷺ کی حفاظت بدرجہ اولی ہے۔ ایک قول یہ بھی ہے قرآن میں زیادتی کرنے سے مخلوق عاجز ہے، اور کمی سے بھی، اس لئے کہ اگر کوئی ایسا کرے تو مخلوق اس پر مطلع ہوجاتی ہے کہ فلاں بات قرآن میں نہیں ہے۔ مخلوق کو اللہ نے قرآن کے معارضہ سے بھی محفوظ رکھا ہے، پس مخلوق میں سے کوئی بھی قرآن کا معارضہ پیش نہیں کرسکتا۔ اللہ نے علمائے راسخین کو قرآن پر ایسا محافظ رکھا ہے کہ کوئی اس میں کمی زیادتی نہیں کرسکتا بلکہ علامہ رازی نے ﴿ورفعنا لک ذکرک (الم نشرح:٢)﴾ کے تحت لکھا ہے کہ وقُرّاً یحفظون الفاظ منشورک یعنی آپ کی امت کے قراء آپ کے منشور (قرآن) کی حفاظت کریں گے۔ (الخازن، ج٣، ص٤٩)

هنسی اڑانے کا انجام:

٥.....بعض لوگوں کے مقدر میں ایمان نہیں ہوتا، انہی کور باطن کا یہاں ذکر ہے کہ اے محبوب پچھلی اقوام میں بھی ایسا ہوا ہے، ﴿لا یومنون به وقد خلت سنة الاولین (الحجر:١٣)﴾ میں سید عالم ﷺ کی تسکین خاطر ہے کہ نہیں مانتے تو آپ پریشان نہ ہوں، ھلاکت وبربادی ان کا مقدر بننے والی ہے۔

آسمان چڑھنے کی مثال:

٦.....ابن عباس سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا ﴿ولو فتحنا علیهم بابا من السماء فظلوا فیه یعرجون (الحجر:١٤)﴾ فرشتے ان پر سایہ کریں اور وہ آسمان پر چڑھ دیکھیں تو کہیں گے ہماری آنکھیں چندھیا گئیں، ہم پر شبہ پڑ گیا، ہم پر جادو کردیا، پس ان کا کہنا یہ ہوگا ﴿لو ما تاتینا بالملائکة ان کنت من الصادقین (الحجر:٧)﴾۔ انہی سے ایک قول یہ بھی منقول ہے کہ اگر ان کے لئے آسمان کے راستے کھول دیے جائیں کہ چڑھ دیکھیں تو ان کا آنے جانے میں اختلاف ہوجائے گا۔

(جامع البیان، الجزء ١٤، ص ١٥)

اغراض: ورب لمتکثر: رب کثرت کے لیے ہے اور ما کافہ ہے جس نے حرف جر "باء" کے عمل کو روک دیا ہے۔ رُبّ پر جب ما کافہ داخل ہو تو بعد آنے والا فعل ماضی ہوا کرتا ہے یعنی رب فعل ماضی کے ساتھ خاص ہے لیکن یہاں فعل مضارع ہے، میں (علامہ

صاوی) اس کا جواب یہ دوں گا کہ جب علم الٰہی کی نسبت سے بات کی جائے تو اس میں ماضی ومضارع میں تفاوت کوئی چیز مانع نہیں رکھتی، جہاں تک ماضی ومضارع کے متفاوت ہونے یا نہ ہونے کی بات ہے تو اس کا تعلق ہماری عقلوں کی وجہ سے ہے۔

وقیل للتقلیل: یعنی اُن اوقات کا اعتبار کرنا مقصود ہے جس میں اہل محشر دہشت سے افاقہ پائیں گے اور وہ کم ہوگا، پس کفار شدت ہول کی وجہ سے مدہوش ہونگے اور سوائے بعض اوقات کے افاقہ نہ پائیں گے، پس جب انہیں افاقہ ہوگا تو اُن میں سے اکثر اسلام کی تمنا کریں گے۔

عاقبة امرهم: میں اس جانب اشارہ ہے کہ مفعول ''یعلمون'' محذوف ہے۔

وهذا قبل الامر بالقتال: اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمان ''ذرهم'' میں اس بات کی جانب اشارہ ہے کہ کافروں کو چھوڑ دینے کا مسئلہ آیت قتال سے پہلے تھا۔

او فصل: یعنی ضمیر فصل، ایک اعتراض کیا جاتا ہے کہ ضمیر فصل ہی ضمیر غیبت ہوتی ہے، اور یہ دو اسموں کے مابین واقع ہوتی ہے اور یہاں ایسا نہیں، پس مفسر کے لیے مناسب تھا کہ اول ہی پر اقتصار کرتا۔

وهذا تسلية له: یعنی صبر کرو غم نہ کھاؤ، آپ سے پہلے کوئی ایسا نہیں ہوا کہ جن کا اُن کی قوم نے مذاق نہ اڑایا ہو۔

وهولاء مثلهم: یعنی اے محبوب! اُس عذاب کا انتظار کیجئے جو جھٹلانے والوں پر نازل ہوتا ہے۔ (الصاوی، ج۳، ص ۲۴۲ وغیرہ)

رکوع نمبر: ۲

﴿وَلَقَدْ جَعَلْنَا فِي السَّمَآءِ بُرُوْجًا ﴾اِثْنَیْ عَشَرَ الْحَمَلُ وَ الثَّوْرُ وَالْجَوْزَاءُ وَالسَّرْطَانُ وَالْاَسَدُ وَالسُّنْبُلَةُ وَالْمِیْزَانُ وَالْعَقْرَبُ وَالْقَوْسُ وَالْجَدْیُ وَ الدَّلْوُ وَالْحُوْتُ وَهِیَ مَنَازِلُ الْكَوَاكِبِ السَّبْعَةِ السَّیَّارَةِ اَلْمِرِّیْخُ وَلَهُ الْحَمَلُ وَالْعَقْرَبُ والزُّهْرَةُ وَلَهَا الثَّوْرُ وَالْمِیْزَانُ وَعُطَارِدٍ وله الْجَوْزَاءُ وَالسُّنْبُلَةُ وَالْقَمَرُ وَلَهَا السَّرْطَانُ والشَّمْس وَلَهَا الْاَسَدُ وَالْمُشْتَرِیْ وَلَهُ الْقَوْسُ وَالْحُوْتُ وَزُحَلٍ وَلَهُ الْجَدْیُ وَالدَّلْوُ﴿وَّزَیَّنّٰهَا ﴾بِالْكَوَاكِبِ﴿لِلنّٰظِرِیْنَ (۱۶) وَحَفِظْنٰهَا ﴾بِالشُّهُبِ ﴿مِنْ كُلِّ شَیْطٰنٍ رَّجِیْمٍ (۱۷) ﴾مَرْجُوْمٍ ﴿اِلَّا ﴾لٰكِنْ﴿مَنِ اسْتَرَقَ السَّمْعَ ﴾خَطْفَهُ ﴿فَاَتْبَعَهٗ ﴾لَحِقَهُ﴿شِهَابٌ مُّبِیْنٌ (۱۸) ﴾كَوْكَبٌ مُضِیءٌ یُحْرِقُهُ اَوْ یَثْقُبُهُ اَوْ یَخْبِلُهُ﴿وَالْاَرْضَ مَدَدْنٰهَا ﴾بَسَطْنَاهَا﴿وَاَلْقَیْنَا فِیْهَا رَوَاسِیَ ﴾جِبَالًا ثَوَابِتَ لِئَلَّا تَتَحَرَّكَ بِاَهْلِهَا﴿وَاَنْۢبَتْنَا فِیْهَا مِنْ كُلِّ شَیْءٍ مَّوْزُوْنٍ (۱۹) ﴾مَعْلُوْمٍ مُقَدَّرٍ﴿وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِیْهَا مَعَایِشَ ﴾بِالْیَاءِ مِنَ الثِّمَارِ وَالْحُبُوْبِ ﴿وَ﴾جَعَلْنَا﴿مَنْ لَّسْتُمْ لَهٗ بِرٰزِقِیْنَ (۲۰) ﴾مِنَ الْعَبِیْدِ وَالدَّوَابِّ وَالْاَنْعَامِ فَاِنَّمَا یَرْزُقُهُمُ اللّٰهُ﴿وَاِنْ﴾مَا﴿مِّنْ﴾زَائِدَةٌ﴿شَیْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا خَزَآئِنُهٗ ﴾مَفَاتِیْحُ خَزَائِنِهِ ﴿وَمَا نُنَزِّلُهٗۤ اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ (۲۱) ﴾عَلٰی حَسْبِ الْمَصَالِحِ﴿وَاَرْسَلْنَا الرِّیٰحَ لَوَاقِحَ ﴾تُلَقِّحُ السَّحَابَ فَیَمْتَلِیءُ مَاءً﴿فَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ ﴾السَّحَابِ ﴿ مَآءً ﴾مَطَرًا﴿فَاَسْقَیْنٰكُمُوْهُ ۚ وَمَاۤ اَنْتُمْ لَهٗ بِخٰزِنِیْنَ (۲۲) ﴾اَیْ لَیْسَتْ خَزَائِنُهُ بِاَیْدِیْكُمْ ﴿وَاِنَّا لَنَحْنُ نُحْیٖ وَنُمِیْتُ وَنَحْنُ الْوٰرِثُوْنَ (۲۳) ﴾اَلْبَاقُوْنَ نَرِثُ جَمِیْعَ الْخَلْقِ ﴿وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَقْدِمِیْنَ مِنْكُمْ ﴾اَیْ مَنْ تَقَدَّمَ مِنَ الْخَلْقِ مِنْ لَدُنْ آدَمَ﴿وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَاْخِرِیْنَ (۲۴) ﴾اَلْمُتَاخِرِیْنَ

اِلٰی یَوۡمِ الۡقِیٰمَۃِ﴿وَاِنَّ رَبَّکَ ہُوَ یَحۡشُرُہُمۡ ؕ اِنَّہٗ حَکِیۡمٌ عَلِیۡمٌ (٢٥) ﴾بِخَلۡقِہٖ۔

﴿ترجمہ﴾

اور بیشک ہم نے آسمان میں برج بنائے......١......(بارہ، حمل، ثور، جوزاء، سرطان، اسد، سنبلہ، میزان، عقرب، قوس، جدی، دلو، حوت ، یہ بارہ برج سات ستاروں کی منزلیں ہیں، مریخ ستارے کے لیے حمل اور عقرب، زہرہ کے لیے ثور اور میزان، عطارد کے لیے جوزا اور سنبلہ، قمر کے لیے سرطان، شمس کے لیے اسد، مشتری کے لیے قوس اور حوت، زحل کے لیے جدی اور دلو) اور اسے (یعنی ستاروں کو) آراستہ کیا دیکھنے والوں کے لیے اور ہم نے اسے (یعنی تارے کو) محفوظ رکھا ہر شیطان مردود (مردود بمعنی مرجوم ہے) سے مگر (الا بمعنی لکن ہے) جو چوری چھپے سننے جائے (استرق السمع بمعنی خطف السمع ہے) تو اس کے پیچھے پڑتا ہے روشن شعلہ......٢......(یعنی روشن ستارہ اسے جلا دیتا ہے یا چھید کر دیتا ہے یا مجنون بنا دیتا ہے) اور ہم نے زمین پھیلائی......٣......(مددنھا بمعنی بسطناھا ہے) اور اس میں لنگر ڈالے (یعنی پہاڑ ٹھرے ہوئے، تا کہ زمین پر رہنے والے ہلنے نہ پائیں) اور اس میں ہر چیز اندازے (معلوم مقدار) سے اگائی اور تمہارے لیے اس میں روزیاں کر دیں (معایش یاء کے ساتھ ہے، پھل اور دانے) اور (ہم نے تمہارے لیے) وہ کر دیئے جنہیں تم رزق نہیں دیتے (غلام، جانور، چوپائے کہ اللہ ﷻ انہیں رزق عطا فرماتا ہے) اور نہیں (ان بمعنی ما نافیہ ہے، من زائدہ ہے) کوئی چیز جس کے ہمارے پاس خزانے (یعنی خزانے کی چابیاں) نہ ہوں اور ہم نہیں اتارتے اسے مگر معلوم اندازے سے (یعنی حسب مصالح) اور ہم نے ہوائیں بھیجیں بادلوں کو باردر کرنے والیاں......٤......(یعنی بادلوں کو باردار کرتی ہیں اور انہیں پانی سے بھر دیتی ہیں) تو ہم نے آسمان (بادل) سے پانی اتارا (ماء بمعنی مطرا ہے) پھر وہ تمہیں پینے کو دیا اور تم کچھ اسکے خزانچی نہیں (یعنی اس کے خزانے تمہارے ہاتھ میں نہ تھے) اور بیشک ہم ہی جلائیں اور ہم ہی ماریں اور ہم ہی وارث ہیں (یعنی ہم ہی مالک ہیں اور تمام خزانوں کے مالک بھی) اور بیشک ہمیں معلوم ہے جو تم میں آگے بڑھے (یعنی آدم علیہ السلام سے قریبی زمانے میں مخلوق میں سے تم سے پہلے ہوئے) اور بیشک ہمیں معلوم ہے جو تم سے پیچھے ہوئے......٥......(یعنی قیامت تک جو بھی تمہارے بعد ہوئے) اور بیشک تمہارا رب ہی انہیں قیامت میں اٹھائے گا بیشک وہ اپنی (صنعت میں) حکمت اور اپنی (مخلوق کو) جاننے والا ہے۔

﴿ترکیب﴾

﴿ولقد جعلنا فی السماء بروجا وزینھا للنظرین﴾.

و: عاطفہ، لام: تاکیدیہ قسمیہ، قد: تحقیقیہ، جعلنا فی السماء بروجا: فعل با فاعل وظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ قسم محذوف "واللہ" کے لیے جواب قسم، و: عاطفہ، زینّاھا: فعل با فاعل ومفعول، للنظرین: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وحفظنھا من کل شیطن رجیم الا من استرق السمع فاتبعہ شھاب مبین﴾.

و: عاطفہ، حفظنھا: فعل با فاعل ومفعول، من: جار، کل شیطن الرجیم: مستثنیٰ منہ، الا: استثناء، من استرق السمع: موصول صلہ ملکر مستثنیٰ، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ، ف: عاطفہ، اتبعہ: فعل با مفعول، شھاب مبین: فاعل، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿والارض مددنھا والقینا فیھا رواسی﴾.

و: عاطفہ، الارض: مفعول فعل محذوف "مددنا" کے لیے، ملکر جملہ فعلیہ، مددنھا: فعل با فاعل ومفعول، ملکر جملہ فعلیہ، و:

عاطفہ، القینا فیھا رواسی: فعل بافاعل وظرف لغو ومفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وانبتنا فیھا من کل شیء موزون﴾.

و: عاطفہ، انبتنا فیھا: فعل بافاعل وظرف لغو، من کل شیء: ظرف مستقر، "نباتا" مصدر محذوف کی صفت اول، موزون: صفت ثانی، ملکر مرکب توصیفی مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وجعلنا لکم فیھا معایش ومن لستم لہ برازقین﴾.

و: عاطفہ: جعلنا: فعل بافاعل ومفعول، لام: جار، کم: ضمیر معطوف علیہ، و: عاطفہ، من: موصولہ، لستم لہ برازقین: جملہ فعلیہ صلہ، ملکر معطوف، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، فیھا: ظرف مستقر حال مقدم، معایش: ذوالحال، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وان من شیء الا عندنا خزائنہ وما ننزلہ الا بقدر معلوم﴾.

و: مستانفہ، ان: نافیہ، مِن: زائدہ، شیء: مبتدا، الا: اداۃ حصر، عندنا خزائنہ: جملہ اسمیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، ما: نافیہ، ننزلہ: فعل بافاعل وضمیر ذوالحال، الا: اداۃ حصر، بقدر معلوم: ظرف مستقر حال، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وارسلنا الریح لواقح فانزلنا من السماء ماء﴾.

و: مستانفہ، ارسلنا: فعل بافاعل، الریح: ذوالحال، لواقح: حال، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، ف: عاطفہ، انزلنا: فعل بافاعل، من السماء: ظرف لغو، ماء: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿فاسقینکموہ وما انتم لہ بخزنین﴾.

ف: عاطفہ، اسقینا: فعل بافاعل، کم: ضمیر ذوالحال، و: حالیہ، ما: مشابہ بلیس، انتم: اسم، لہ بخزنین: شبہ جملہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ حال، ملکر مفعول اول وضمیر مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وانا لنحن نحی ونمیت ونحن الوارثون﴾.

و: عاطفہ، انا: حرف مشبہ واسم، لام: تاکیدیہ، نحن: مبتدا، نحی ونمیت: جملہ معطوف علیہ ومعطوف، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ معطوف علیہ، و نحن الوارثون: جملہ اسمیہ معطوف، ملکر خبر، ان اپنے اسم وخبر سے ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ولقد علمنا المستقدمین منکم ولقد علمنا المستاخرین﴾.

و: عاطفہ، لام: تاکیدیہ جواب قسمیہ، قد: تحقیقیہ، علمنا: فعل بافاعل، المستقدمین: ذوالحال، منکم: ظرف مستقر حال، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ قسمیہ محذوف "واللہ" کے لیے جواب قسم، و: عاطفہ، لام: تاکیدیہ جواب قسم، قد: تحقیقیہ، علمنا المستاخرین: فعل بافاعل ومفعول، ملکر جملہ فعلیہ قسم محذوف "واللہ" کے لیے جواب قسم۔

﴿ان ربک ھو یحشرھم انہ حکیم علیم﴾.

ان ربک: حرف مشبہ واسم، ھو یحشرھم: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ، انہ: حرف مشبہ واسم، حکیم: خبر اول، علیم: خبر ثانی، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿شانِ نزول﴾

☆......ولقد علمنا المستقدمین...... ☆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے جماعت نماز کی صف اول کے

فضائل بیان کیے تو صحابہ کرام صف اول حاصل کرنے میں نہایت کوشاں ہوئے اوران کا ازدھام ہونے لگا اور جن حضرات کے مکان مسجد سے دور تھے وہ اپنے مکان بیچ کر قریب خریدنے پر آمادہ ہوئے تا کہ صف اول میں جگہ ملنے سے کبھی محروم نہ ہوں، اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

برج کی تحقیق:

۱......محل کو بھی برج کہتے ہیں، آسمانی منزلیں طے کرنے والے ستاروں کو بھی بُرج کہتے ہیں، ﴿والسماء ذات البروج﴾(بروج:۱)، ﴿الذی جعل فی السماء بروجا﴾، ﴿ولو کنتم فی بروج مشیدة﴾(النساء:۷۸)، یہ بھی درست ہے کہ بروج سے زمینی یا آسمان کے ستاروں کو مراد لیا جائے۔ (المفردات، ص ۵۲)

☆......حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ بستانہ نامی ایک یہودی نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور کہا اے محمد! (ﷺ)، مجھے ان ستاروں کے نام بتائیں جن کو حضرت یوسف علیہ السلام کے سامنے سجدہ کرتے ہوئے دیکھا تھا، نبی کریم ﷺ خاموش رہے اور آپ ﷺ نے کوئی جواب نہیں دیا، اس وقت حضرت جبرئیل علیہ السلام نازل ہوئے اور آپ ﷺ کو ان ستاروں کے نام بتائے، پھر رسول کریم ﷺ نے اس یہودی کو بلوایا اور فرمایا: اگر میں تم کو ان ستاروں کے نام بتادوں تو تم مان لوگے؟ اس نے کہا ہاں! آپ ﷺ نے نام بتائے جربان، الطارق، الذیال، ذوالکتفین، قابس، وثاب، عمودان، الفلیق، المصبح، الضروح، ذوالفرغ، الضیاء، اور النور، اس یہودی نے کہا کہ اللہ کی قسم! ان ستاروں کے یہی نام ہیں۔(تفسیر ابن کثیر، ج ۲، ص ۵۸۳)،(عطائین، ج ۲، ص ۸۵۶)۔

اسلام میں ستاروں کی تاثیر ماننا کفر اور باطل ہے، حضرت زید بن خالد جہنی بیان کرتے ہیں سید عالم ﷺ نے ہمیں حدیبیہ میں صبح کی نماز پڑھائی، آسمان پر رات کی بارش کے اثرات تھے، آپ نماز سے فارغ ہو کر لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے، پھر فرمایا: "تم جانتے ہو تمہارے رب نے کیا فرمایا"؟ صحابہ نے کہا اللہ اور اس کا رسول ہی زیادہ جانتے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: "اللہ نے ارشاد فرمایا ہے میرے بعض بندوں نے صبح کی تو وہ مجھ پر ایمان لانے والے بھی تھے اور میرا کفر کرنے والے بھی تھے، سو جس نے یہ کہا کہ اللہ کے فضل اور اس کی رحمت سے بارش ہوئی ہے وہ مجھ پر ایمان لانے والا ہے اور سیارہ (ستارہ) کا کفر کرنے والا ہے اور جس نے کہا فلاں فلاں ستارے کی وجہ سے بارش ہوئی ہے، وہ میرا کفر کرنے والا ہے اور ستارہ پر ایمان لانے والا ہے۔

(صحیح البخاری، کتاب الاذان، باب: یستقبل الامام الناس، رقم: ۸۴۶، ص ۱۳۷)

علامہ عینی عمدۃ القاری میں مذکورہ بالا حدیث کے تحت فرماتے ہیں کہ متذکرہ حدیث میں کفر سے مشرکین کا کفر مراد ہے کیونکہ اس کو ایمان کے مقابلے میں ذکر کیا گیا ہے، اور یہ ان لوگوں کے متعلق ہے جن کا یہ عقیدہ ہوتا ہے کہ ستاروں کی تاثیر و فعل سے بارش ہوتی ہے۔ اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس سے مراد کفران نعمت ہو، جب کہ اس کا اعتقاد یہ ہو کہ اللہ ہی بارش کو پیدا کرتا ہے تو وہ خطا کار ہے، کافر نہیں ہے، اور اس کی خطا دو وجہوں سے ہے ایک اس وجہ سے کہ اس کا یہ قول شریعت کے مخالف ہے اور دوسرے اس وجہ سے کہ اس کا یہ قول کفار کے مشابہ ہے اور ہم کو کفار کی مخالفت کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: مشرکین اور یہود کی مخالفت کرو، ان کی مشابہت سے منع فرمایا اور اس حکم کا تقاضا یہ ہے کہ اپنے افعال واقوال میں ان کی مخالفت کرو۔

شیطان کو شعلہ یا ستارہ مارے جانے کا بیان:

۲.....علامہ راغب اصفہانی فرماتے ہیں کہ جلتی ہوئی آگ کے چمکدار شعلہ کو شہاب کہتے ہیں۔(المفردات، ص ۲۷۱)
شہاب ثاقب کا ٹکڑا جو راکھ ہونے سے پہلے زمین پر پہنچ جاتا ہے، اور دھماکے کے ساتھ پھٹ جاتا ہے، بعض اوقات ایسے شہابیے زمین پر گر پڑتے ہیں جن کا سائز کافی بڑا ہوتا ہے۔ (اردو لغت، ج۱۶، ص ۷۵۰)

☆.....حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ اپنے اصحاب کی جماعت میں بیٹھے ہوئے تھے، اچانک ایک ستارہ ٹوٹ کر گرا اور فضا روشن ہوگئی، رسول اللہ ﷺ نے پوچھا: ''جب تم زمانہ جاہلیت میں یہ منظر دیکھتے تھے تو اس کے متعلق کیا کہتے تھے؟'' صحابہ کرام نے کہا ہم یہ کہتے تھے کہ کوئی بڑا آدمی پیدا ہوا ہے یا کوئی بڑا آدمی مرگیا ہے۔ پس سید عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''آگ کا یہ شعلہ کسی کی موت پر پھینکا جاتا ہے نہ کسی کی حیات پر، لیکن جب ہمارا رب کسی چیز کے متعلق فیصلہ فرماتا ہے تو حاملین عرش سبحان اللہ کہتے ہیں، پھر آسمان والے سبحان اللہ کہتے ہیں، پھر جو ان کے قریب ہیں وہ سبحان اللہ کہتے ہیں، پھر جو ان کے قریب ہیں وہ سبحان اللہ کہتے ہیں، حتی کہ اس آسمان تک آواز پہنچ جاتی ہے پھر چھٹے آسمان والے، ساتویں آسمان والوں سے پوچھتے ہیں: تمہارے رب نے کیا فرمایا پھر وہ ان کو خبر دیتے ہیں، الغرض دنیا تک اسی طرح خبر پہنچتی ہے، شیاطین چوری سے یہ خبر سن لیتے ہیں اور اپنے چیلوں اور دوستوں کو پہنچاتے ہیں، پھر اگر وہ اسی خبر کو بیان کریں تو حق لیکن وہ تحریف کریں اور کچھ باتوں کا اضافہ کر دیتے ہیں۔
(سنن الترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب: ومن سورۃ الجن، رقم: ۳۳۳۵،۳۳۳٤، ص ۹۵۸ بتغیر)

علامہ قرطبی فرماتے ہیں کہ شہاب آگ کے چمکدار شعلے کو کہتے ہیں، علماء نے کہا ہے کہ ہمیں جو ستارہ ٹوٹتے ہوئے دکھائی دیتا ہے وہی مراد ہو اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ستارہ شیطان کو لگتا ہو تو شعلہ بن جاتا ہو، اور یہ بھی ممکن ہے کہ در حقیقت آگ کا شعلہ ہی ہو لیکن ہمیں ستارہ دکھائی دیتا ہو۔ علماء کا اس بات میں بھی اختلاف ہے کہ شہاب ثاقب کا معاملہ بعثت سے پہلے کا ہے یا بعد کا، اکثر بعثت سے پہلے کا قول مانتے ہیں جب کہ بعض بعد کے قول کے قائل ہیں۔ (الجامع الاحکام القرآن، الجزء ۱٤، ص ۱۳)

زمین گول ہے یا پھیلی ہوئی:

۳.....﴿والارض بعد ذلک دحھا﴾ اور زمین کو آسمان کے بعد پھیلایا (النزعت: ۳۰)، ﴿والارض فرشنھا فنعم المھدون﴾ اور زمین کو ہم نے فرش بنا کر بچھا دیا سو ہم کیا خوب بچھانے والے ہیں (الذرٰیت: ٤۸)۔
بعض لوگ کہتے ہیں کہ ان آیتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ زمین سیدھی اور سپاٹ ہے اور وہ کروی جسم نہیں ہے لیکن یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ جب کوئی بہت بڑا گول جسم ہو تو سیدھا اور سپاٹ ہونا اس کے گول ہونے کے منافی نہیں ہوتا اور جب کسی بہت بڑے گول جسم کے ایک چھوٹے حصے کو دیکھا جائے گا تو وہ سیدھا اور سپاٹ ہی معلوم ہوگا۔ زمین کے گول ہونے پر واضح دلیل یہ ہے کہ جس وقت برصغیر پاک و ہند میں رات ہوتی ہے تو امریکہ اور جزائر غرب الہند میں دن ہوتا ہے۔ اس طرح یورپ، آسٹریلیا، اور افریقہ میں سورج کے طلوع اور غروب کا اور دن اور رات میں کئی کئی گھنٹوں کا فرق ہوتا ہے، اگر تمام زمین سیدھی اور سپاٹ ہوتی تو تمام دنیا میں ایک ہی وقت میں سورج کا طلوع و غروب ہوتا۔ (تبیان القرآن، ج٦، ص ۲٦۱)

لواقح کی تحقیق:

☆...... تلقیح کے معنی یہ ہیں: نر کھجور کا شگوفہ مادہ کھجور میں ڈال دینا، اس بارے میں سید عالم ﷺ کی مشہور حدیث درج ذیل ہے۔ موسیٰ بن طلحہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ کچھ لوگ کھجوروں کے پاس تھے، میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ان لوگوں کے پاس سے گزرا، آپ ﷺ نے فرمایا: ''یہ لوگ کیا کر رہے ہیں؟ انہوں نے کہا یہ لوگ کھجوروں میں پیوند لگا رہے ہیں، یعنی نر کھجوروں کو مادہ کھجور کے ساتھ ملاتے ہیں جس سے وہ پھلدار ہو جاتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میرے گمان میں یہ عمل ان کو کسی چیز سے مستغنی نہیں کرے گا''، جب صحابہ کرام اس بات کی خبر ہوئی تو انہوں نے یہ عمل ترک کر دیا، جب رسول اللہ ﷺ کو اس بات کی خبر ہوئی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر ان کو اس کام میں فائدہ ہے تو کرتے رہیں۔ میں نے اپنے گمان سے بات کہی تھی سو تم میرے گمان پر عمل کرو، البتہ جب میں اللہ کی طرف سے کوئی حکم بیان کروں تو اس پر عمل کرو کیونکہ میں اللہ پر جھوٹ بولنے والا نہیں ہوں''۔

(صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب: وجوب امتثال ماقاله، رقم: ۶۰۲۰/۲۳۶۱، ص ۱۱۷۶)۔

☆...... حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا کچھ لوگوں کے پاس سے گزر ہوا جو کھجوروں میں پیوند لگا رہے تھے، آپ ﷺ نے فرمایا: ''اگر تم یہ نہ کرو تو اچھا ہوگا'' اس کے بعد ردی کھجوریں پیدا ہوئیں، پھر کچھ دنوں بعد آپ ﷺ کا گزر ہوا، آپ ﷺ نے پوچھا: ''اب تمہاری کھجوروں کی کیا کیفیت ہے؟'' عرض خدمت ہوئے کہ آپ نے اس اس طرح فرمایا تھا، آپ نے فرمایا: ''تم اپنی دنیا کے معاملات میں خود ہی جانتے ہو''۔(صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب: وجوب امتثال ما قاله رقم: ۶۰۲۲/۲۳۶۳، ص ۱۱۷۶)

علامہ نووی اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں کہ سید عالم ﷺ دنیا اور معاش سے متعلق بغیر تشریع کے جو بات کہیں، اس پر عمل کرنا واجب نہیں ہے لیکن نبی پاک ﷺ اپنے اجتہاد سے بہ حیثیت تشریع کے جو کچھ ارشاد فرمادیں اس پر عمل کرنا واجب ہے، اور آپ ﷺ نے کھجور میں پیوند لگانے کے ترک کرنے کا جو حکم دیا تھا، وہ بہ حیثیت تشریع کے نہیں تھا، بطور مشورہ تھا، پیوند لگانے کو ترک کرنے سے کھجوروں کی پیداوار میں کمی ہوئی، اس پر آپ ﷺ نے فرمایا ''انتم اعلم بامور دنیاکم ''یعنی تم اپنے دنیاوی امور کو بہتر جانتے ہو، اس لیے کہ آپ کی توجہ اور فکر، آخرت اور معارف الٰہیہ کی طرف مبذول رہتی تھی، اور دنیا کی طرف زیادہ توجہ نہ کرنا کوئی نقص اور عیب نہیں۔(نووی علی مسلم، کتاب الفضائل، باب: وجوب امتثال ما قاله، رقم: ۲۳۶۳، ص ۱۴۴۶)

مُلا علی قاری لکھتے ہیں: یہاں پر ایک اشکال کیا گیا ہے کہ سید عالم ﷺ نے انصار کو کھجور میں پیوند لگاتے ہوئے دیکھا، آپ نے فرمایا: کاش تم یہ طریقہ ترک دیتے، انصار نے اس کو ترک کر دیا، پھر کوئی پیداوار نہیں ہوئی یا ردی کھجوریں پیدا ہوئیں، سید عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''انتم اعلم بامور دنیاکم یعنی تم اپنے دنیاوی معاملات کو بہتر جانتے ہو''۔ اس کا ایک جواب یہ ہے کہ آپ ﷺ نے اپنے گمان سے کہا تھا وحی سے نہیں کہا تھا، شیخ سیدی محمد سنوسی نے کہا ہے کہ آپ ﷺ صحابہ کو توکل پر برانگیختہ کرنا چاہتے تھے، جب انہوں نے آپ ﷺ کے کہنے پر عمل نہیں کیا تو آپ نے فرمایا: ''تم اپنے دنیاوی امور کو بہتر جانتے ہو''، اور اگر وہ آپ کے کہنے کے مطابق عمل کرتے اور ایک یا دو سال تک نقصان برداشت کرتے تو وہ اس مشقت سے بچ جاتے، یہ جواب انتہائی لطیف ہے۔

(نسیم الریاض علی ھامش الشفاء، ج۳، ص ۲۶۳)

شاہ عبدالحق محدث دہلوی اسی حدیث کرتے ہوئے ''اشعۃ اللمعات'' میں ارشاد فرماتے ہیں کہ نزول وحی کے بغیر محض اپنے

اجتہاد سے لوگوں کو اس لئے پیوند کاری سے منع فرمایا کہ یہ زمانہ جاہلیت کا عمل ہے، اور اس کی پھلوں کے کم یا زیادہ ہونے میں کوئی تاثیر اور معقول وجہ نہیں ہے، اور آپ نے اس کی طرف توجہ نہیں فرمائی کہ اللہ کی عادت جاریہ یہ ہے کہ وہ اس عمل سے پھل زیادہ کر دیتا ہے، آپ نے ان کو منع تو کیا تھا مگر سختی سے نہیں بلکہ یہ فرمایا تھا کہ اگر تم پیوند لگانے سے بچو تو بہتر ہے، حدیث پاک میں دلیل ہے کہ سید عالم ﷺ دنیاوی امور کی طرف توجہ نہیں دیتے تھے، کیونکہ اس عمل کے کرنے یا نہ کرنے کے ساتھ کوئی اُخروی سعادت نہیں پہنچتی۔

المستقدمین والمستاخرین مع صف اول کے فضائل:

۵......امام ابو جعفر محمد بن جریر الطبری اس آیت کے تحت کئی اقوال نقل کرتے ہیں: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اللہ کا فرمان ﴿ولقد علمنا المستقدمین منکم ولقد علمنا المستاخرین (الحجر: ۲۴)﴾ میں المستقدمین سے مراد جو انتقال کر چکے ہیں اور المستاخرین سے مراد وہ ہیں جو زندہ ہیں۔ ضحاک کے قول کے مطابق بھی یہی معنی ہیں۔ ابن زید کہتے ہیں کہ المستقدمین سے مراد سابقہ امم کے لوگ ہیں اور المستاخرین سے مراد باقی (موجودہ امت) ہیں۔ شعبی کہتے ہیں کہ جو پہلے پیدا ہوئے وہ المستقدمین اور جو آخر میں پیدا ہوئے وہ المستاخرین ہیں۔ داؤد بن ابی ھند سے عامر نے روایت کیا ہے کہ المستقدمین سے مراد ابتدائی مخلوق اور المستاخرین سے مراد وہ مخلوق ہے جو باپ کی پشت اور ماں کے رحم میں ہیں۔ قتادہ کا قول یہ ہے کہ المستقدمین سے مراد اللہ کے فرمانبردار اور المستاخرین سے مراد نافرمان لوگ ہیں۔ ترمذی کی حدیث میں ہے کہ سید عالم ﷺ کے پیچھے صف میں ایک حسین و جمیل عورت نماز ادا کرتی تھی، بعض لوگ تو ابتدائی صفوں میں نماز ادا کر لیتے تھے کہ اس پر نظر ہی نہ پڑے لیکن بعض آخری صف میں نماز ادا کرتے تھے، پھر جب رکوع کرتے تو عورت کو دیکھتے، تب یہ آیت نازل ہوئی اور فرما دیا گیا کہ بیشک ہم جانتے ہیں جو پہلی صف میں ہیں اور انہیں بھی جو آخری صف میں ہیں۔ (الطبری، الحجر، ۱۴، ص ۳۲ وغیرہ) (سنن الترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورۃ الحجر، رقم: ۳۱۳۳، ص ۸۹۲)۔ متذکرہ حدیث سے صف بندی اور اول صف کی اہمیت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ اذان دینے میں اور صف اول میں نماز پڑھنے میں کتنا اجر و ثواب ہے تو پھر ان کو قرعہ اندازی کے سوا اس میں موقع نہ ملے، تو وہ ضرور اس کے لیے قرعہ اندازی کریں گے اور اگر لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ ظہر کی نماز پڑھنے میں کتنا اجر و ثواب ہے تو وہ ہر صورت میں اس کی طرف سبقت کریں گے۔ (صحیح البخاری، کتاب الاذان، باب: فضل التہجیر، رقم: ۶۵۳ ص ۱۰۷)۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "مردوں کی بہترین صف پہلی اور بدترین صف آخری ہے اور عورتوں کی بہترین صف آخری اور بدترین صف پہلی ہے"۔ (سنن ابو داؤد، کتاب الصلوۃ، باب صف النساء، رقم: ۶۷۸، ص ۱۳۶)۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "نماز میں ہمارے کندھوں کو چھو کر فرماتے تھے، سیدھے کھڑے ہو اور ٹیڑھے نہ ہو ورنہ تمہارے دل بھی ٹیڑھے ہو جائیں گے اور چاہیے کہ تم میں سے عقل اور بلوغ والے میرے قریب کھڑے ہوں، پھر وہ لوگ جو ان کے قریب ہوں اور پھر وہ جو ان کے قریب ہوں۔ (صحیح مسلم، کتاب الصلوۃ، باب: تسویۃ الصفوف، رقم: ۸۵۸/ ۴۳۲، ص ۲۱۴)

اغراض: والمریخ: میم کی کسرہ کے ساتھ، پانچویں آسمان کا ستارا، پس زحل نامی ستارہ ساتویں، مشتری نامی چھٹے، مریخ نامی پانچویں، شمس نامی چوتھے، زھرہ نامی تیسرے، عطارد نامی دوسرے اور قمر نامی پہلے آسمان پر جگمگاتا ہے اور یہی ساتوں آسمان ہیں۔

والشمس ولھا الاسد: شمس نامی سیارے کے محل (مدار گردش) کو اسد کے نام سے منسوب کیا گیا ہے، اور یہ اس بات کے منافی

نہیں ہے کہ یہ سیارہ سارے بروج کی سیر(گردش) کرتا ہے،اس کی ۲۸ منزلیں ہیں، ہر برج پر دو یا تین منزلیں ،اور سورج نامی سیارہ ایک سال میں اس کی گردش مکمل کرتا ہے، اور چاند نامی ایک ماہ میں،اور اللہ نے سیارے اسی لیے بنائے ہیں کہ عالم سفلی کو فائدہ پہنچائیں،جس طرح کھانا اور پینا انسان کو فائدہ پہنچاتا ہے،اور یہی اسباب عادیہ ہیں۔

بـالـكـواكـب :اور ہم نے ستاروں کو آسمان دنیا کے لیے مزین کیا، کیا ایسا ہو سکتا ہے کہ ستارے آسمان دنیا پر ہوں یا عرش پر ثابت ہوں ،اس بارے میں علماء کے اقوال مختلف ہیں۔وهي منازل الكواكب:مراد سیاروں کی سیر کی جگہیں ہیں۔

كوكب مضىء: مراد شہاب ثاقب ہے،جس سے آگ کا شعلہ نکلتا ہے اور یہی صحیح ہے۔او يخبله : جسے لگے اس کے اعضاء میں فساد پیدا کر دیتا ہے، پس شیاطین (چوری چھپے سن کر) غول در غول اپنی وادی سے نکل کر لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں۔

لـئـلا تتحرك باهلها: جب اللہ نے زمین کی تخلیق فرمائی اور اسے پانی پر پھیلا دیا تو زمین ہلنے لگی، پس اس پر پہاڑوں کا لنگر ڈال کر اسے روک دیا۔مـن الـعـبيد: مراد خادم وغیرہ ہیں، پس تم ان (چوپایوں اور خادموں) سے نفع اٹھاتے ہو،تم انہیں رزق نہیں دیتے بلکہ انہیں اللہ رزق عطا فرماتا ہے۔

تلقح السحاب :یعنی پانی اس میں موجیں مارتا ہے۔السحاب: سے مراد آسمان ہے اور آسمان سے مراد ہر بلند چیز ہے،ایک قول یہ بھی ہے کہ حقیقتا آسمان دنیا مراد ہے،اس لیے کہ پانی کے (جمع ہونے کی) اصل آسمان دنیا ہی ہیں۔

المتاخرين :اس جملے میں اس جانب اشارہ ہے کہ المستقدمين اور المستاخرين میں موجودین زائد ہیں،معنی یہ ہے کہ اللہ کا علم اپنی تمام مخلوق کو محیط ہے چہ جائے کہ وہ متقدمین میں سے ہوں یا متاخرین میں سے، فرمانبردار ہوں یا نافرمان، اللہ پر اپنی مخلوق کی کوئی بات پوشیدہ نہیں۔

(الصاوی، ج۳، ص ۲٤٥ وغیرہ)

رکوع نمبر:۳

﴿وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ ﴾آدم﴿مِنْ صَلْصَالٍ ﴾طِيْنٍ يَابِسٍ تُسْمَعُ لَهُ صَلْصَلَةٌ اَىْ صَوْتٌ اِذَا نُقِرَ﴿مِنْ حَمَإٍ ﴾طِيْنٍ﴿مَّسْنُوْنٍ(۲۶)﴾مُتَغَيِّرٍ﴿وَالْجَآنَّ ﴾اَبَاالْجِنِّ وَهُوَ اِبْلِيْسُ﴿خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ ﴾اَىْ قَبْلَ خَلْقِ آدَمَ﴿مِنْ نَّارِ السَّمُوْمِ(۲۷)﴾هِىَ نَارٌ لَا دُخَانَ لَهَا تَنْفُذُ فِى الْمَسَامِ﴿وَ﴾اذْكُرْ﴿اِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّىْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَإٍ مَّسْنُوْنٍ(۲۸) فَاِذَا سَوَّيْتُهٗ ﴾اَتْمَمْتُهٗ﴿وَنَفَخْتُ ﴾اَجْرَيْتُ ﴿فِيْهِ مِنْ رُّوْحِىْ ﴾فَصَارَ حَيًّا وَاِضَافَةُ الرُّوْحِ اِلَيْهِ تَشْرِيْفٌ لِّاٰدَمَ﴿فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِيْنَ (۲۹)﴾سُجُوْدَ تَحِيَّةٍ بِالْاِنْحِنَاءِ﴿فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ(۳۰)﴾فِيْهِ تَاكِيْدَانِ﴿اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ ﴾هُوَ اَبُوالْجِنِّ كَانَ بَيْنَ الْمَلٰٓئِكَةِ﴿اَبٰى ﴾اِمْتَنَعَ﴿اَنْ يَّكُوْنَ مَعَ السّٰجِدِيْنَ (۳۱)قَالَ ﴾تَعَالٰى﴿يٰٓاِبْلِيْسُ مَا لَكَ ﴾مَامَنَعَكَ﴿اَلَّا ﴾زَائِدَةٌ﴿ تَكُوْنَ مَعَ السّٰجِدِيْنَ(۳۲)قَالَ لَمْ اَكُنْ لِّاَسْجُدَ ﴾لَا يَنْبَغِىْ لِىْ اَنْ اَسْجُدَ﴿لِبَشَرٍ خَلَقْتَهٗ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَإٍ مَّسْنُوْنٍ(۳۳)قَالَ فَاخْرُجْ مِنْهَا ﴾اَىْ مِنَ الْجَنَّةِ وَقِيْلَ مِنَ السَّمٰوٰتِ﴿ فَاِنَّكَ رَجِيْمٌ(۳۴)﴾مَطْرُوْدٌ﴿وَّاِنَّ عَلَيْكَ اللَّعْنَةَ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ(۳۵)﴾اَلْجَزَاءِ﴿قَالَ رَبِّ فَاَنْظِرْنِىْٓ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ (۳۶)﴾اَىِ النَّاسُ﴿قَالَ

فَاِنَّکَ مِنَ الْمُنْظَرِیْنَ (۳۷) اِلٰی یَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُوْمِ (۳۸) ﴿وَقْتِ النَّفْخَةِ الْاُوْلٰی﴾ قَالَ رَبِّ بِمَآ اَغْوَیْتَنِیْ ﴿اَیْ بِاِغْوَائِکَ لِیْ وَالْبَاءُ لِلْقَسَمِ وَجَوَابُهٗ﴾ لَاُزَیِّنَنَّ لَهُمْ فِی الْاَرْضِ ﴿الْمَعَاصِیْ﴾ وَلَاُغْوِیَنَّهُمْ اَجْمَعِیْنَ (۳۹) اِلَّا عِبَادَکَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِیْنَ (۴۰) ﴿اَیِ الْمُؤْمِنِیْنَ﴾ قَالَ ﴿تَعَالٰی﴾ هٰذَا صِرَاطٌ عَلَیَّ مُسْتَقِیْمٌ (۴۱) ﴿وَهُوَ﴾ اِنَّ عِبَادِیْ ﴿الْمُؤْمِنِیْنَ﴾ لَیْسَ لَکَ عَلَیْهِمْ سُلْطٰنٌ ﴿قُوَّةٌ﴾ اِلَّا ﴿لٰکِنْ﴾ مَنِ اتَّبَعَکَ مِنَ الْغٰوِیْنَ (۴۲) ﴿الْکَافِرِیْنَ﴾ وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمَوْعِدُهُمْ اَجْمَعِیْنَ (۴۳) ﴿اَیْ مَنِ اتَّبَعَکَ مَعَکَ﴾ لَهَا سَبْعَةُ اَبْوَابٍ ﴿اَطْبَاقٍ﴾ لِکُلِّ بَابٍ ﴿مِنْهَا﴾ مِّنْهُمْ جُزْءٌ ﴿نَصِیْبٌ﴾ مَّقْسُوْمٌ (۴۴).

﴿ترجمہ﴾

اور بیشک ہم نے انسان (یعنی آدم علیہ السلام......۱......) کو بجتی ہوئی مٹی......۲...... سے بنایا (خشک مٹی سے، کہ جس سے کھنکھناہٹ کی آواز آئے یعنی وہ آواز جو ضرب لگانے سے پیدا ہو) جو کیچڑ (یعنی سیاہ مٹی) بدبودار (متغیر بُو) گارا تھی، اور جن (جنوں کے سردار ابلیس......۳......) کو اس سے پہلے (یعنی آدم علیہ السلام سے) پہلے بے دھوئیں کی آگ سے (ایسی آگ جس میں دھواں نہ ہو، جو مسام میں نفوذ کر جائے) اور (یاد کرواے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم!) جب تمہارے رب نے فرشتوں سے فرمایا کہ میں آدمی کو بنانے والا ہوں بجتی مٹی سے جو بدبودار سیاہ گارے سے ہے تو جب میں اسے ٹھیک کرلوں (یعنی مکمل بنالوں) اور (نفخت بمعنی اجریت ہے) اس میں اپنی طرف کی خاص معزز روح (تو وہ زندہ ہو جائے گا، اور روح کی اضافت اپنی ذات مبارکہ کی طرف آدم علیہ السلام کے تشرف کے لیے فرمائی) تو اس کے لیے سجدے میں گر پڑنا (یعنی تحیت کا سجدہ مراد ہے، تعظیم کے لیے) تو جتنے فرشتے تھے سب کے سب سجدے میں گرے......۴...... (کلھم اجمعون میں دو تاکیدیں ہیں) سوا ابلیس کے (وہ جنوں کا سردار تھا جو کہ فرشتوں کے ساتھ رہتا تھا) انکار کیا (رک گیا) کہ سجدہ کرنے والوں میں سے نہ ہو فرمایا (اللہ جل جلالہ نے) اے ابلیس کیا ہوا تجھے (کس چیز نے تجھے منع کیا) یہ کہ نہ (لام زائدہ ہے) ہوا تو سجدہ کرنے والوں میں سے؟......۵...... بولا مجھے زیبا نہیں کہ سجدہ کروں (یعنی مجھے مناسب نہیں کہ سجدہ کروں) کسی بشر کو جسے تو نے بجتی ہوئی مٹی سے بنایا جو سیاہ بدبودار گارے سے تھی......۶...... فرمایا تو نکل جا (جنت سے، یا آسمانوں سے) تو مردود ہے (مردود بمعنی مطرود ہے) اور بیشک قیامت (جزا کے دن تک) تجھ پر لعنت ہے کہا اے میرے رب تو مجھے مہلت دے اس دن تک کہ وہ (لوگ) اٹھائے جائیں تو ان میں سے ہے جن کو اس معلوم وقت (یعنی نفخہ کے وقت) تک مہلت ہے بولا اے رب میرے قسم اس کی کہ تو نے مجھے گمراہ کیا ہے......(یعنی تیرا مجھے گمراہ کرنے کی وجہ سے، باء قسمیہ ہے اور جواب قسم یہ ہے کہ) میں انہیں زمین میں (معاصی پر) بہلاوے دونگا اور میں ضرور ان سب کو راہ دونگا مگر جو ان میں تیرے چنے ہوئے (یعنی مومنین) بندے ہیں فرمایا یہ راستہ سیدھا میری طرف آتا ہے (اور وہ یہ ہے کہ) بیشک میرے بندوں (یعنی مومنین) پر تیرا کچھ زور (قوت) نہیں......۸...... مگر (الا بمعنی لکن ہے) جو تیرا ساتھ دیں (کافر) اور بیشک جہنم ان سب کا وعدہ ہے (یعنی جو تیری پیروی کریں) اس کے سات دروازے (ابواب بمعنی اطباق ہے) ہیں (ان میں سے) ہر دروازے کے لیے حصہ ہے (جزء بمعنی نصیب ہے) بٹا ہوا۔

﴿ترکیب﴾

﴿ولقد خلقنا الانسان من صلصال من حما مسنون﴾.

و: مستانفہ، لام: تاکید جواب قسم، قد: تحقیقیہ، خلقنا الانسان: فعل بافاعل ومفعول، من: جار، صلصال: موصوف، من حما مسنون: ظرف مستقر صفت، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿والجان خلقنه من قبل من نار السموم﴾.

و: عاطفہ، الجان: منصوب علی الاشتغال فعل محذوف "خلقنا" کے لیے مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، خلقنه: فعل بافاعل وضمیر ذوالحال، من قبل: ظرف مستقر حال، ملکر مفعول، من نار السموم: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿واذ قال ربک للملئكة انی خالق بشرا من صلصال من حما مسنون﴾.

و: عاطفہ اذا: مضاف، قال ربک للملئكة: قول، انی: حرف مشبہ واسم، خالق: اسم فاعل بافاعل، بشرا: مفعول، من: جار، صلصال: موصوف، من حمامسنون: ظرف مستقر صفت ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر شبہ جملہ ہوکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ مقولہ، ملکر جملہ فعلیہ قولیہ، ملکر مضاف الیہ، ملکر "اذکر" فعل محذوف کے لیے ظرف، ملکر جملہ فعایہ۔

﴿فاذا سويته ونفخت فيه من روحي فقعوا له سجدين﴾.

ف: عاطفہ، اذا: ظرفیہ متضمن ھی شرط مفعول فیہ مقدم، سویته: فعل بافاعل ومفعول ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و نفخت فیه: فعل بافاعل وظرف لغو، من روحی: ظرف مستقر "روحا" محذوف کے لیے صفت، مرکب توصیفی مفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر شرط، ف: جزائیہ، قعوا: فعل امر وضمیر ذوالحال، سجدین: حال ملکر فاعل، له: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ جواب شرط، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿فسجد الملئكة كلهم اجمعون الا ابليس ابى ان يكون مع السجدين﴾.

ف: عاطفہ معطوف علی محذوف "فحلقه وسواه ونفخ فيه من روحه"، سجد: فعل، الملئكة: موکد، كلهم اجمعون: تاکیدیں، ملکر مستثنی منہ، الا: استثناء، ابلیس: ذوالحال، ابی: فعل بافاعل، ان یکون مع السجدین: جملہ فعلیہ بتاویل مصدر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ حال، ملکر مستثنی ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿قال يا ابليس مالك الا تكون مع السجدين﴾.

قال: قول، یاابلیس: جملہ ندائیہ، ما: استفہامیہ مبتدا، لام: جار، ک: ضمیر ذوالحال: ان لا تکون مع السجدین: جملہ فعلیہ بتاویل مصدر بتقدیر، ب: جار، ملکر ظرف مستقر حال، ملکر مجرور، ملکر ظرف مستقر خبر، ملکر مقصود بالندا، ملکر مقولہ، ملکر جملہ فعلیہ قولیہ۔

﴿قال لم اكن لاسجد لبشر خلقته من صلصال من حما مسنون﴾.

قال: قول، لم اکن: فعل ناقص باسم، لام: جار، اسجد: فعل بافاعل، لام: جار، بشر: موصوف، خلقته من ......الخ: جملہ فعلیہ صفت، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ مجرور، ملکر ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ فعلیہ مقولہ، ملکر جملہ فعلیہ قولیہ۔

﴿قال فاخرج منها فانك رجيم O وان عليك اللعنة الى يوم الدين﴾.

قال: قول، ف: فصیحیہ، اخرج منها: جملہ فعلیہ شرط مقدر "ان تماديت وعصيت" جزا، ملکر جملہ شرطیہ مقولہ، ملکر جملہ قولیہ، ف: تعلیلیہ، انک رجیم: جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، ان علیک: حرف مشبہ وظرف مستقر خبر، اللعنة: ذوالحال، الی یوم الدین: ظرف مستقر حال، ملکر اسم، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿قال رب فانظرنی الی یوم یبعثون﴾.

قال : قول، رب : جملہ ندائیہ، ف : فصیحہ، انظرنی : فعل بافاعل ومفعول، الی یوم یبعثون : ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ شرط محذوف "ان قضیت علی بھذا الجزاء" کی جزا،ملکر جملہ شرطیہ مقصود بالندا،ملکر مقولہ،ملکر جملہ فعلیہ قولیہ۔

﴿قال فانک من المنظرین O الی یوم الوقت المعلوم﴾.

قال : قول، ف : عاطفہ، انک : حرف مشبہ واسم ، من : جار، المنظرین : اسم فاعل بافاعل، الی یوم الوقت المعلوم : ظرف لغو،ملکر شبہ جملہ مجرور،ملکر ظرف مستقر خبر مل کر جملہ اسمیہ مقولہ،ملکر جملہ فعلیہ قولیہ۔

﴿قال رب بما اغویتنی لازینن لھم فی الارض ولاغوینھم اجمعین الا عبادک منھم المخلصین﴾.

قال: قول، رب : جملہ ندائیہ، ب : جار برائے قسم ،ما: مصدریہ،اغویتنی : جملہ فعلیہ بتاویل مصدر مجرور،ملکر "اقسم"فعل کے لیے ظرف مستقر،اقسم فعل اپنے متعلقات سے ملکر جملہ قسمیہ انشائیہ، لا م: تاکیدیہ، ازینن : فعل بافاعل،لا م: جار، ھم : ذوالحال، فی الارض: ظرف مستقر حال،ملکر مجرور،ملکر ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و:عاطفہ،لام : تاکیدیہ، اغوین : فعل بافاعل،ھم: موکد، اجمعین : تاکید،ملکر مستثنیٰ منہ، الا: استثناء، عبادک : موصوف، منھم : ظرف مستقر حال مقدم مخلصین: ذوالحال ملکر صفت،ملکر مستثنیٰ ،ملکر مفعول،ملکر جملہ فعلیہ معطوف،ملکر جواب قسم،ملکر مقصود بالندا،ملکر مقولہ،ملکر جملہ قولیہ۔

﴿قال ھذا صراط علی مستقیمO ان عبادی لیس لک علیھم سلطن الا من اتبعک من الغوین﴾.

قال: قول، ھذا: مبتدا، صراط: موصوف،علی:ظرف مستقر صفت اول، مستقیم:صفت ثانی،ملکر خبر،ملکر جملہ اسمیہ مقولہ،ملکر جملہ قولیہ، ان :حرف مشبہ ،عبادی : مستثنیٰ منہ ، الا :حرف استثناء، من اتبعک: موصول صلہ ملکر ذوالحال، من الغوین: ظرف مستقر حال،ملکر اسم ،لیس لک:فعل ناقص وخبر مقدم،علیھم : ظرف مستقر حال مقدم، سلطن: ذوالحال ملکر اسم مؤخر،ملکر جملہ فعلیہ خبر، ان اپنے اسم وخبر سے ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿وان جھنم لموعدھم اجمعینO لھا سبعۃ ابواب لکل باب منھم جزء مقسوم﴾.

و: عاطفہ، ان جھنم : حرف مشبہ واسم، لام : تاکیدیہ، موعد:مضاف، ھم اجمعین: مؤکدتاکید ملکر مضاف الیہ،ملکر مرکب اضافی خبر،ملکر جملہ اسمیہ، لھا : ظرف مستقر خبرمقدم، سبعۃ ابواب : مبتدامؤخر ملکر جملہ اسمیہ، لکل باب : ظرف مستقر خبر مقدم، منھم :ظرف مستقر حال مقدم، جزء مقسوم: ذوالحال ملکر مبتدامؤخر،ملکر جملہ اسمیہ .

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

حضرت آدم علیہ السلام کا نسب:

١.....لفظِ آدم قرآن مجید میں پچیس (٢۵) مرتبہ استعمال ہوا ہے۔علامہ جلال الدین سیوطی حضرت سیدنا آدم علیہ السلام کے نام کی وجہ تسمیہ ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ حضرت سیدنا عبداللہ ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ "حضرت سیدنا آدم علیہ السلام کو آدم اس لئے کہتے ہیں کیونکہ انہیں ادیم الارض (یعنی زمین کی سطح) سے بنایا گیا،یعنی سرخ،سفید اور سیاہ مٹی سے،یہی وجہ ہے کہ لوگوں کے رنگ بھی مختلف ہیں یعنی سرخ،سفید،سیاہ،پاک اور نجس۔
(الدر المنثور، ج١، ص ١٠٠)،(عطائین ،ج١، ص ٦۵)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے صحابۂ کرام علیہم الرضوان سے نقل کی ہے کہ ابلیس کو جنت سے نکال دیا گیا اور حضرت آدم علیہ السلام جنت میں رہائش پزیر تھے اور جنت میں تنہا چلتے پھرتے تھے اور جنت میں کوئی نہ تھا کہ جس سے آپ علیہ السلام سکون پاتے، پس آپ علیہ السلام سو گئے اور بیدار ہونے پر اپنے سامنے ایک عورت کو کھڑا پایا جسے اللہ عزوجل نے آپ علیہ السلام کی پسلی سے پیدا فرمایا تھا، آپ علیہ السلام نے ان سے کہا کہ تو کون ہے ؟ بولی: عورت، آپ علیہ السلام نے فرمایا: تو کیوں پیدا کی گئی ہے؟ اس نے کہا اس لئے تا کہ آپ علیہ السلام مجھ سے سکون پائیں، فرشتوں نے اپنے علم سے مشاہدہ کرتے ہوئے فرمایا: اے آدم علیہ السلام اس عورت کا نام کیا ہے؟ آدم علیہ السلام نے فرمایا: حوا، بولے حوا کیوں؟ آدم علیہ السلام نے فرمایا: اس لئے کہ اللہ عزوجل نے اسے زندہ چیز سے پیدا فرمایا ہے۔ (قصص الانبیاء، ص۱۳، البدایة والنهایة، باب خلق آدم، الجزء ۱، ج ۱، ص۸۳)

تخلیق انسانی کا مبدء :

۲......عَنْ اَبِی هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ اَخَذَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم بِیَدِیْ فَقَالَ: " خَلَقَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ التُّرْبَةَ یَوْمَ السَّبْتِ وَخَلَقَ فِیْهَا الْجِبَالَ یَوْمَ الْاَحَدِ وَخَلَقَ الشَّجَرَ یَوْمَ الْاِثْنَیْنِ وَخَلَقَ الْمَكْرُوْهَ یَوْمَ الثُّلَثَاءِ وَخَلَقَ النُّوْرَ یَوْمَ الْاَرْبِعَاءِ وَبَثَّ فِیْهَا الدَّوَابَّ یَوْمَ الْخَمِیْسِ وَخَلَقَ آدَمَ علیہ السلام بَعْدَ الْعَصْرِ مِنْ یَوْمِ الْجُمُعَةِ فِیْ آخِرِ الْخَلْقِ فِیْ آخِرِ سَاعَةٍ مِنْ سَاعَاتِ الْجُمُعَةِ فِیْمَا بَیْنَ الْعَصْرِ اِلَی اللَّیْلِ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑا اور فرمایا: "اللہ عزوجل نے ہفتے کے دن مٹی کو پیدا فرمایا، اتوار کے دن پہاڑوں کو، پیر کے دن درختوں کو، ناپسندیدہ چیزوں کو منگل کے دن، بدھ کے روز نور کو، جمعرات کے دن زمین میں چوپائے بسائے اور جمعہ کے دن سب سے آخر میں عصر کی وقت کی آخری گھڑیوں میں حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا"۔

(صحیح مسلم، کتاب صفة القیامة، باب ابتداء الخلق و خلق آدم، رقم: ۲۷۸۹/۶۹۴۸، ص۱۳۷۴)

اور پیدائش انسان کی ابتداء مٹی سے فرمائی، پھر اس کی نسل رکھی ایک بے قدرے پانی کے خلاصہ سے، قرار پکڑنے کی جگہ میں پھر اسے سننے اور دیکھنے والا کر دیا، کہ وہ اس سے پہلے کوئی قابل ذکر چیز نہ تھا۔ اور انسان کو علم اور تعلیم سے شرف بخشا اور اللہ عزوجل نے حضرت آدم علیہ السلام کو اپنے عزت والے بے مثل ہاتھوں سے پیدا فرمایا اور اس جسمے کو صورت دی، اور اس میں اپنی روح پھونکی، اور فرشتوں نے اسے سجدہ کیا، اور اس سے اس کا جوڑا بی بی حوا "ام البشر" کو بنایا اور حضرت آدم علیہ السلام کو ان سے مانوس کر دیا، اور دونوں جنت میں رہنے لگے۔ اللہ عزوجل نے ان دونوں پر اپنی نعمتیں مکمل فرمائیں، پھر ان دونوں کو زمین پر بھیج دیا جس میں اس حکمت والے رب عزوجل کی حکمت کارفرما تھی، اور آدم و حوا علیہما السلام سے زمین میں کئی مرد و عورتیں پھیلا دیں اور اپنی قدرت عظیمہ سے انہیں بادشاہ اور رعایا، فقراء اور غرباء، آزاد اور غلام کر دیا۔ (البدایة والنهایة، ج ۱، ص۵)(عطائین، ج۲، ص ۲۳۸)

☆......حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انسان کو تین مرتبہ بنایا گیا، چمٹنے والی مٹی سے، خشک مٹی سے اور سیاہ بدبودار مٹی سے۔ ابن عساکر نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ آدم کی تخلیق کے لیے تمام روئے زمین سے مٹی لی گئی، پھر اس مٹی کو زمین پر ڈال دیا گیا حتی کہ وہ چمٹنے والی ہوگئی، پھر اس کو چھوڑ دیا گیا حتی کہ وہ سیاہ بدبودار کیچڑ ہوگئی، پھر اللہ نے اپنے شایان شان ہاتھ سے ان کا پتلا بنایا حتی کہ وہ خشک ہوگیا اور ٹھیکرے کی طرح بجنے والی مٹی ہوگیا جب اس پر انگلی ماری جائے تو اس سے کھنکتی ہوئی آواز نکلے۔

(الدر المنثور، ج۴، ص ۱۸۲)

ابلیس لعین کی تحقیق:

؎......لفظِ ابلیس قرآن پاک میں گیارہ مرتبہ آیا ہے۔ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے بعض اصحاب رسول ﷺ سے روایت کی ہے کہ جب اللہ اپنی شان کے لائق بعض چیزوں کی تخلیق سے فارغ ہوکر عرش پر مستوی ہوا تو ابلیس کو دنیا کا بادشاہ کردیا،ابلیس فرشتوں کے قبیلے سے جن تھا،ابلیس جنت کا خازن تھا،اللہ نے فرشتوں کے مقابلے میں ابلیس کو مزید عطا (نوازش) فرمائی،ضحاک کا قول ہے کہ جنات نے جب زمین میں فساد وخونریزی کی تو اللہ نے ابلیس کو فرشتوں کی جماعت کے ساتھ زمین پر بھیجا اور انہوں نے جنات کو قتل کیا اور باقی ماندہ کو جزیروں اور سمندروں کی جانب دھکیل دیا۔ابن عباس سے روایت ہے کہ نافرمانی کے ارتکاب سے پہلے ابلیس کا نام عزازیل تھا،اور اس کا جائے مسکن زمین تھا،یہ فرشتوں سے زیادہ اجتہاد اور علم والا تھا اور جن کہا جاتا تھا۔ابن عباس سے یہ روایت بھی ہے کہ ملائکہ میں سے معزز ترین شخص تھا،جنت کا خازن اور آسمان دنیا اور زمین کا سلطان (بادشاہ) تھا۔ابن عباس ہی سے روایت منقول ہے کہ ابلیس زمین وآسمان کی دیکھ بھال کرتا تھا۔ (البداية والنهاية،باب:خلق الجان وقصة ابليس،ج ١،ص ٦١ وغيره)

حضرت علامہ شیخ سلیمان الجمل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ابلیس لعین کے لعنت کا طوق پہننے سے قبل اس کے مقام ومرتبہ کے بارے میں بتاتے ہوئے فرماتے ہیں کہ حضرت سیدنا کعب الاحبار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:''ابلیس چالیس ہزار سال جنت کا خازن رہا،فرشتوں کے ساتھ اسی ہزار سال رہا،فرشتوں کو بیس ہزار سال درس دیا،تیس ہزار سال کروبیین کا سردار رہا،ایک ہزار سال روحانیین کا سردار رہا، چودہ ہزار سال عرش کے گرد طواف کیا،پہلے آسمان پر اسکا نام عابد،دوسرے پر زاہد،تیسرے پر عارف،چوتھے پر ولی،پانچویں پر تقی،چھٹے پر خازن،ساتویں پر عزازیل اور لوح محفوظ پر اسکا نام ابلیس تھا لیکن وہ اپنے انجامِ کار سے غافل تھا۔'' (الجمل،ج ١، ص ٦٠،٦١)

فرشتوں کے سجدے کی کیفیت:

؎......سجدہ کسے کہتے ہیں چنانچہ سجدہ کی شرعی تعریف کرتے ہوئے علامہ ناصر الدین بیضاوی فرماتے ہیں کہ عبادت کے قصد سے پیشانی کو زمین پر رکھنا سجدہ کہلاتا ہے۔ (تفسير بيضاوی مع حاشيه شيخ زاده،ج ١،ص ٥٢٦)

امام نسفی اس آیتِ مبارکہ کے تحت فرماتے ہیں کہ صحیح قول کے مطابق فرشتوں کو حضرت سیدنا آدم علیہ السلام کو سجدۂ تعظیمی کرنے کا حکم دیا گیا تھا،کیونکہ اگر یہ سجدہ اللہ تعالیٰ کے لئے ہوتا تو ابلیس قطعاً اس سے انکار نہ کرتا،سجدۂ تعظیمی پہلی امتوں میں جائز تھا مگر ہماری شریعت میں جائز نہیں کیونکہ جب حضرت سیدنا سلمان رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم ﷺ کو سجدہ کرنے کا ارادہ فرمایا تو آپ ﷺ نے انکار فرمادیا اور ارشاد فرمایا کہ مخلوق کو اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو سجدہ نہ کرنا چاہئے۔ (المدارك،ج ١،ص ٨٠)

حضرت سیدنا جعفر صادق رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سب سے پہلے حضرت جبرئیل علیہ السلام،پھر میکائیل علیہ السلام،پھر اسرافیل علیہ السلام پھر عزرائیل علیہ السلام اور پھر دیگر فرشتوں نے سجدہ کیا،دن جمعہ کا تھا،وقت زوال سے لیکر عصر تک کا تھا۔ایک قول کے مطابق ملائکہ سو برس اور دوسرے قول کے مطابق پانچ سو برس تک سجدے میں رہے۔ (الجمل،ج ١،ص ٥٩)

فرشتوں نے بحکم الٰہی حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کیا لیکن ہماری شریعت میں کسی کے لئے سجدۂ تعظیمی جائز نہیں ہے چنانچہ مسند

احمد بن حنبل میں ہے کہ ام المومنین صدیقہ فرماتی ہیں کہ ''رسول اللہ ﷺ ایک جماعت مہاجرین وانصار میں تشریف فرما تھے کہ ایک اونٹ نے آکر حضور ﷺ کو سجدہ کیا صحابہ کرام نے عرض کی کہ ہم تو زیادہ مستحق ہیں کہ حضور کو سجدہ کریں فرمایا اللہ کی عبادت کرو اور ہماری تعظیم، اگر میں کسی کو کسی کے سجدے کا حکم دیتا تو عورت کو حکم دیتا کہ شوہر کو سجدہ کرے۔ (فتاوی رضویہ مخرجہ، ج۲۲،ص ۴۴۲)۔

علم کے باوجود سوال کرنا سنت الٰھی ھے:

۵.....جاننا چاہے کہ علم کے باوجود سوال کرنا جہالت کی دلیل نہیں، بلکہ سنت الٰہیہ ہے۔ اللہ نے ابلیس سے مخاطب ہوکر فرمایا ﴿یا ابلیس ما لک الا تکون مع السجدین (الحجر:۳۲)﴾، کیا کوئی یہ کہہ سکتا ہے کہ اللہ کو خبر نہیں تھی کہ اس بدبخت نے سجدہ کیوں نہ کیا؟، اس خبیث کو کیا بیماری لاحق ہوئی؟، بلکہ وجہ یہ ہے کہ اللہ اقرار جرم کرانا چاہتا تھا کہ یہ خبیث اپنی زبان سے بولے کہ اس نے کیوں سجدہ نہ کیا؟۔ اس آیت سے وہ لوگ درس عبرت حاصل کریں جو خواہ مخواہ حضرات انبیائے کرام کی شان میں نقص بیان کرنے کے لیے دلیلیں دیتے ہیں کہ اگر نبی جانتا تو یہ کیوں کہتا۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''ابو وائل نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ میں حوض کوثر پر تمہارا پیش خیمہ ہوں تم میں سے کچھ آدمی مجھے دکھائے جائیں گے اور پھر وہ مجھ سے جدا کردیے جائیں گے، میں عرض کروں گا کہ اے رب! یہ تو میرے ساتھی ہیں؟ فرمایا جائے گا کہ تم نہیں جانتے کہ انہوں نے تمہارے بعد کیا چاند چڑھائے''۔ (صحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب فی الحوض برقم: ۶۵۷۶،ص ۱۱۳۸)

امام کرمانی کہتے ہیں کہ مرتد یا منافقین لوگ ہونگے۔

(عمدۃ القاری، کتاب الرقاق، باب فی الحوض، رقم: ۶۵۷۶،ج ۱۵،ص ۶۴۲)

ابلیس کا سجدہ نہ کرنے کی وجہ:

۶.....بعض محققین نے ذکر کیا ہے کہ فرشتوں کو ہم نے آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے کا حکم دیا تا کہ وہ اس حکم سے عدول نہ کریں اور یہ حکم سجدہ آدم علیہ السلام کی تخلیق سے قبل کیا گیا تھا اور اس بات پر اللہ عزوجل کا کلام شاہد ہے ﴿فاذا سویتہ و نفخت فیہ من روحی فقعوا لہ ساجدین (الحجر:۲۹)﴾ اور اس کا وقوع بعد میں ہوا ﴿اسجدوا لآدم﴾ اور یہ فرمان اس بات پر بین دلیل ہے کہ فرشتوں کو اس بات کا حکم پہلے ہی دے دیا گیا تھا۔ حاصل کلام یہ کہ فرشتوں کو پہلے ہی سجدے کا حکم دے دیا گیا تھا لیکن یہ حکم معلق تھا پھر دوبارہ سابق حکم کی مطابقت کے لئے فرشتوں کو ﴿اسجدوا لآدم﴾ کے خطاب سے نوازا گیا۔ (روح المعانی، الجزء الثامن ،ص ۴۵۶)

فرشتوں کا آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنا آدم علیہ السلام کے دخول جنت سے پہلے تھا اور سب سے پہلے حضرت جبرائیل علیہ السلام پھر میکائیل علیہ السلام پھر اسرافیل علیہ السلام اور آخر میں عزرائیل علیہ السلام نے سجدہ کیا اسکے بعد دیگر مقرب فرشتوں نے سجدہ کیا۔ اور فرشتوں کی مدت سجدہ کے بارے میں اختلاف ہے کہ کتنی دیر تک سجدے میں رہے اس بارے میں ایک قول یہ ہے کہ سو سال تک سجدہ میں رہے اور دوسرا قول پانچ سو سال کا ہے اور اسکے علاوہ اور بھی اقوال پائے جاتے ہیں اور یہ سجدہ تعظیمی تھا۔ (الصاوی، ج ۲،ص ۲۴۵)

حسن کا قول ہے کہ ابلیس فرشتوں میں سے نہ تھا کیونکہ وہ آگ سے پیدا ہوا اور فرشتے نور سے اور اس کا استثناء فرشتوں سے

اس لئے کر دیا گیا کہ وہ بھی آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے میں فرشتوں کے ساتھ شامل تھا، پھر جب اس نے سجدہ نہ کیا تو اللہ عزوجل نے فرمایا کہ ﴿لم یکن من الساجدین (الاعراف:۱۲)﴾ یہی وجہ ابلیس کو فرشتوں سے مستثنیٰ کرنے کی تھی۔ (الخازن، ج ۲،ص ۱۸٤)

ابو نعیم نے حلیہ میں اور دیلمی نے جعفر بن محمد سے اور انہوں نے اپنے جد سے روایت کی ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''دین کے بارے میں سب سے پہلے اپنی رائے سے قیاس کرنے والا ابلیس تھا اللہ عزوجل نے حکم فرمایا کہ آدم علیہ السلام کو سجدہ کرو تو اس نے جواب میں کہا ﴿انا خیر منه خلقتنی من نار و خلقته من طین (ص:۷٦)﴾ ابو جعفر فرماتے ہیں کہ جس نے دین کے معاملے میں اپنی رائے سے قیاس کیا اللہ عزوجل قیامت کے دن اسے ابلیس کے ساتھ کردے گا کیونکہ اس نے ابلیس کی پیروی کی۔ (الدر المنثور، ج ۳،ص ۱۳٤)

جب اللہ عزوجل نے حضرت آدم علیہ السلام میں روح پھونک دی اور فرشتوں کو سجدے کا حکم فرمایا تو ابلیس میں حسد نے جوش مارا اور سجدے کا انکاری ہوا کہ مجھے آگ سے بنایا اور یہ مٹی کی پیداوار ہے، پس اللہ کے حکم کی خلاف ورزی کی اور اپنے رب پر اعتراض کیا اور اپنے رب کے فرمان سے روگردانی کی اور اپنے رب کی رحمت سے دور ہوا، اور عبادت کرنے کے باوجود اپنے مرتبے سے نیچے اُتر گیا، ابلیس فرشتوں کی جنس سے نہیں بلکہ فرشتے نوری ہیں اور یہ ناری یعنی آگ سے پیدا ہوا ہے۔

(البدایة والنهایة، باب: خلق الجان وقصة ابلیس، ج ۱، ص ٦۲)

ابلیس کا گمراھی کی نسبت اللہ کی جانب کرنا:

۷......علامہ رازی فرماتے ہیں کہ ﴿رب بما اغویتنی (الحجر:۳۹)﴾ ابلیس لعین کا قول ہے، جسے دلیل نہیں بنایا جاسکتا۔

آیت پاک کی رُو سے شیطان کا زور کس پر ھے؟

۸......وہ مومنین بندے جنہیں اللہ عزوجل نے اپنی توحید، فرمانبرداری، اور عبادت کے لیے خاص کرلیا ہے، ابلیس لعین نے مخلصین کی قید اس لیے لگائی کہ وہ جانتا تھا کہ اس کا زور نیک بندوں پر نہ چلے گا اور اخلاص کی حقیقت یہی ہے کہ عمل اللہ کے لیے ہو جب عمل اللہ کے لیے ہے تو شیطان کا زور کیسے چل سکتا ہے۔ (الخازن، ج۳، ص ٥٦ ملخصا و ملتقطا)

شیطان انسان کا ازلی دشمن ہے اور اس نے اللہ عزوجل سے اسی وقت یہ کہہ دیا تھا کہ میں لوگوں کو بہکاؤں گا اگلے آگے، پیچھے، دائیں اور بائیں سے۔ شیطان انسان کو بہکاتا ہے اور جن چار سمتوں سے بہکاتا ہے اس کا ذکر بھی فرمادیا جیسا کہ قرآن میں اس کا بیان ملتا ہے۔ سوال یہ ہے کہ چار سمتوں کا ذکر فرمایا گیا لیکن دو سمتوں کا ذکر نہیں ہوا اس کی کیا وجہ ہوسکتی ہے؟ **قاضی ثناء اللہ پانی پتی علیہ الرحمۃ** فرماتے ہیں کہ شیطان نے اوپر اور نیچے دو سمتوں کا ذکر نہ کیا اس کی وجہ یہ ہے کہ اوپر سے اللہ عزوجل کی رحمت نازل ہوتی ہے اور نیچے سے آنا غیر معروف ہے۔ (المظهری، ج ۳،ص ۱٤)، (عطائین، ج۲، ص۲۳۹)

اغراض: ابا الجن وهو ابلیس: یہ دو اقوال میں سے ایک قول ہے، کہا جاتا ہے کہ ابلیس شیاطین کا باپ (سردار) ہے، جنوں کا ایک گروہ جس میں سے کوئی بھی ایمان نہ لایا، جان سے مراد ابوالجن ہے، اس بارے میں تین اصول بنائے گئے ہیں، آدم ابوالبشر (تمام انسانوں کے روحانی باپ) ہیں، ابلیس ابوالشیاطین (تمام شیطانوں کا باپ/سردار) ہے، اور جان سے مراد ابوالجان ہے، مفسرین ان تین اصول میں سے فقط دو کی جانب گئے ہیں یعنی ایک آدم علیہ السلام دوسرا ابلیس لعین۔

تنفذ فی المسام: یعنی شیطان مسام میں داخل ہوجاتا ہے، مسام کے لطیف ہونے اور اپنی شدت نار کی وجہ سے، پس جب انسان میں داخل ہوجائے تو اُسے ختم کردیتے ہیں۔

واضافۃ الروح الیہ: جیسا کہ بیت اللہ اور ناقۃ اللہ کی جانب اضافت ہے بالکل اسی طرح ﴿ونفخت فیہ من روحی(ص:۷۲)﴾ میں اضافت ہے۔

بالانحناء: یعنی پیشانی زمین پر نہ رکھی، اور یہ دو اقوال میں سے ایک قول ہے، ایک قول یہ بھی ہے کہ حقیقی سجدہ مراد ہے، یعنی آدم قبلہ تھے، سجدہ اللہ کو تھا، یا یہ بھی ہوسکتا ہے کہ سجدہ حضرت آدم علیہ السلام کو تھا، مفسرین کرام کے یہ بھی اقوال ملتے ہیں کہ غیر اللہ کو سجدہ کرنا جائز نہیں ہے۔ سجدہ کا محل غیر اللہ تھا اور اللہ ہی کا حکم تھا اور اس کے حکم کی خلاف ورزی کرنا کفر ہے جیسا کہ ابلیس راندۂ درگاہ ہوا۔

لاینبغی لی: بمعنی لایصح ولایلیق ہے۔

وقیل من السموات: اس حوالے سے اختلاف پایا جاتا ہے کہ یہ سجدہ کب ہوا؟، جب حضرت آدم علیہ السلام جنت میں تھے یا اُس وقت جب کہ جنت سے باہر تشریف لائے؟ اگر اول صورت مانی جائے تو ضمیر جنت کی جانب لوٹے گی اور اگر ثانی قول کو درست مانا جائے تو ضمیر السموات کی جانب لوٹے گی۔

وقت النفخۃ الاولی: یعنی جس میں تمام مخلوق فنا ہوجائے گی، پھر اللہ عزوجل ابلیس کو مرنے کے چالیس سالوں کے بعد دوبارہ لوگوں کے ساتھ اٹھائے گا، اور یہ اس کے اکرام کی وجہ سے نہیں بلکہ اہانت اور شقاوت کی وجہ سے ہوگا اور اس کے عذاب میں اضافہ ہوگا۔

(الصاوی، ج۳، ص ۲٤۷ وغیرہ)

رکوع نمبر:۴

﴿اِنَّ الْمُتَّقِیْنَ فِیْ جَنّٰتٍ ﴾بساتین﴿وَّعُیُوْنٍ(۴۵)﴾تجری فیھا ویقال لھم ﴿اُدْخُلُوْهَا بِسَلٰمٍ﴾ای سالمین من کل مخوف او مع سلام ای سلموا وادخلوا﴿ اٰمِنِیْنَ(۴۶)﴾من کل فزع﴿وَنَزَعْنَا مَا فِیْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ ﴾حقد﴿اِخْوَانًا﴾حال منھم﴿ عَلٰى سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِیْنَ(۴۷)﴾حال ایضا ای لا ینظر بعضھم الی قفا بعض لدوران الاسرۃ بھم﴿لَا یَمَسُّهُمْ فِیْهَا نَصَبٌ ﴾تعب﴿وَّمَا هُمْ مِّنْهَا بِمُخْرَجِیْنَ(۴۸)﴾ابدا﴿نَبِّئْ ﴾خبر یا محمد﴿عِبَادِیْۤ اَنِّیْۤ اَنَا الْغَفُوْرُ﴾للمؤمنین﴿ الرَّحِیْمُ(۴۹)﴾بھم﴿وَ اَنَّ عَذَابِیْ ﴾للعصاۃ﴿هُوَ الْعَذَابُ الْاَلِیْمُ(۵۰)﴾المؤلم﴿وَنَبِّئْهُمْ عَنْ ضَیْفِ اِبْرٰهِیْمَ(۵۱)﴾وھم ملئکۃ اثنا عشر او عشرۃ او ثلاثۃ منھم جبرائیل﴿اِذْ دَخَلُوْا عَلَیْهِ فَقَالُوْا سَلٰمًا ؕ﴾ای ھذا اللفظ﴿قَالَ﴾ابراھیم لما عرض علیھم الاکل فلم یاکلوا﴿ اِنَّا مِنْكُمْ وَجِلُوْنَ(۵۲)﴾خائفون﴿قَالُوْا لَا تَوْجَلْ ﴾لاتخف﴿اِنَّا ﴾رسل ربک﴿نُبَشِّرُكَ بِغُلٰمٍ عَلِیْمٍ(۵۳)﴾ذی علم کثیر ھو اسحاق کما ذکر فی ھود﴿قَالَ اَبَشَّرْتُمُوْنِیْ ﴾بالولد﴿عَلٰۤى اَنْ مَّسَّنِیَ الْكِبَرُ﴾حال ای مع مسہ ایای﴿فَبِمَ﴾فبای شیء﴿ تُبَشِّرُوْنَ(۵۴)﴾استفھام تعجب﴿قَالُوْا بَشَّرْنٰكَ بِالْحَقِّ ﴾بالصدق﴿فَلَا تَكُنْ مِّنَ الْقٰنِطِیْنَ(۵۵)﴾الآیسین﴿قَالَ وَمَنْ ﴾ای لا﴿یَّقْنَطُ﴾بکسر

النُّوْنِ وَفَتْحِهَا﴿مِنْ رَّحْمَةِ رَبِّهٖۤ اِلَّا الضَّآلُّوْنَ(۵۶)﴾اَلْكَافِرُوْنَ﴿قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ﴾شَانُكُمْ﴿اَيُّهَا
الْمُرْسَلُوْنَ(۵۷)قَالُوْۤا اِنَّاۤ اُرْسِلْنَاۤ اِلٰى قَوْمٍ مُّجْرِمِيْنَ(۵۸)﴾كَافِرِيْنَ اَیْ قَوْمِ لُوْطٍ لِاِهْلَاكِهِمْ﴿اِلَّاۤ اٰلَ لُوْطٍ ؕ اِنَّا
لَمُنَجُّوْهُمْ اَجْمَعِيْنَ(۵۹)﴾لِاِيْمَانِهِمْ﴿اِلَّا امْرَاَتَهٗ قَدَّرْنَاۤ ۙ اِنَّهَا لَمِنَ الْغٰبِرِيْنَ(۶۰)﴾اَلْبَاقِيْنَ فِي الْعَذَابِ
لِكُفْرِهَا.

﴿ترجمہ﴾

بیشک ڈروالے......۱......باغوں (جنت بمعنی بساتین ہے) اور چشموں میں ہیں......۲......(جو کہ باغوں کے نیچے بہتے ہیں ان سے کہا جائے گا کہ) ان میں داخل ہو سلامتی کے ساتھ (یعنی ہر قسم کے خوف سے صحیح سلامت یا سلام کرتے ہوئے یعنی سلامتی کے ساتھ داخل ہو جاؤ) بے خوف ہو کر (ہر قسم کی گھبراہٹ سے) اور ہم نے ان کے سینوں میں جو کچھ کینے......۳......(غل بمعنی حقد ہے) تھے نکال دیئے کھینچ لیے، آپس میں بھائی ہیں ("اخوانا" صدورهم کی ضمیر سے حال ہے) تختوں پر روبرو بیٹھے (متقبلین حال ہے اخوانا سے، یعنی ایک دوسرے کی گدی کی طرف نہ دیکھیں گے کیونکہ گھومنے والی کرسیوں پر بیٹھے ہوں گے) نہ انہیں اس میں کچھ تکلیف پہنچے (نصب بمعنی تعب ہے) نہ وہ اس میں سے کبھی نکالے جائیں خبردو (خبر دیجئے، اے محمد ﷺ!) میرے بندوں کو کہ بیشک میں ہی ہوں بخشنے والا (مومنین کو) اور مہربان (مومنین پر) اور میرا ہی عذاب (نافرمانوں کے لیے) دردناک (المناک) ہے اور انہیں احوال سناؤ ابراہیم کے مہمانوں کا......۴......(مراد اس سے فرشتے ہیں، جن کی تعداد بارہ یا دس یا تین تھی ان میں جبرائیل علیہ السلام بھی تھے) جب وہ اس کے پاس آئے تو بولے سلام (یعنی سلام کے لفظ کہے) کہا (جب ابراہیم علیہ السلام نے ان کو کھانا پیش کیا اور انہوں نے نہ کھایا) ہمیں تم سے ڈر معلوم ہوتا ہے (وجلون بمعنی خائفون ہے) انہوں نے کہا ڈریئے نہیں (خوف نہ کریں) ہم (آپ علیہ السلام کے رب عزوجل کے رسول ہیں) آپ کو ایک علم والے لڑکے......۵......کی بشارت دیتے ہیں (یعنی بہت علم والا) مراد اس سے حضرت اسحٰق علیہ السلام ہیں جیسا کہ سورۃ ہود میں ذکر ہوا) کہا کیا اس (بیٹے کی مجھے بشارت دیتے ہو کہ مجھے بڑھاپا پہنچ گیا) (الکبر حال ہے، یعنی اس حالت میں کہ بڑھاپا مجھے چھا گیا) بس کس (عجیب) چیز کی بشارت دیتے ہو (فبم استفہام تعجب ہے) بولے ہم نے آپ کو سچی بشارت دی ہے (بالحق بمعنی بالصدق ہے) آپ نا امید نہ ہوں (قانتین بمعنی آیسین ہے) کہا کون (یعنی کوئی نہیں) نا امید ہوتا ہے (یقنط نون کی کسرہ اور فتح کے ساتھ ہے) اپنے رب کی رحمت سے......۶......سوائے گمراہوں (کافروں) کے، کہا پھر تمہارا کیا کام ہے (خطبکم بمعنی شانکم ہے) اے فرشتو! بولے ہم ایک مجرم قوم کی طرف بھیجے گئے ہیں (کافر قوم، مراد قوم لوط......۷......ہے ان کی ہلاکت کے لیے) مگر لوط کے گھر والے ان سب کو ہم بچالیں گے (ان کے ایمان کی وجہ سے) مگر اس کی عورت ہم ٹھہرا چکے ہیں کہ وہ پیچھے رہ جانے والوں میں سے ہے (یعنی وہ اپنے کفر کی وجہ سے عذاب میں مبتلا ہوگی)۔

﴿ترکیب﴾

﴿ان المتقین فی جنت وعیون ادخلوها بسلم آمنین﴾.

ان المتقین: حرف مشبہ واسم، فی جنت وعیون: ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ اسمیہ، ادخلوا: فعل ضمیر ذوالحال، بسلم: ظرف مستقر حال اول، امنین: حال ثانی، ملکر فاعل، ھا: ضمیر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ونزعنا ما فی صدورھم من غل اخوانا علی سرر متقبلین﴾۔
و مستانفہ، نزعنا :فعل بافاعل،ما : موصولہ، فی : جار، صدور :مضاف، ھم : ذوالحال، من غل :ظرف مستقر حال اول،اخوانا :حال، علی سرر متقبلین : شبہ جملہ حال ثالث،ملکر مضاف الیہ،ملکر مجرور،ملکر ظرف مستقر صلہ،ملکر مفعول،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿لا یمسھم فیھا نصب وما ھم منھا بمخرجین﴾۔
لا یمسھم فیھا نصب : فعل نفی با مفعول وظرف لغو وفاعل ملکر جملہ فعلیہ، و :عاطفہ،ما :مشابہ بلیس ،ھم : اسم، منھا بمخرجین: شبہ جملہ خبر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿نبی عبادی انی انا الغفور الرحیمO وان عذابی ھو العذاب الالیم﴾۔
نبی عبادی : فعل بافاعل ومفعول، انی : حرف مشبہ،انا الغفور الرحیم : جملہ اسمیہ خبر،ملکر جملہ اسمیہ معطوف علیہ،و :عاطفہ، ان عذابی : حرف مشبہ واسم،ھو العذاب الیم : جملہ اسمیہ خبر،ملکر جملہ اسمیہ معطوف،ملکر مفعول،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ونبئھم عن ضیف ابراھیم O اذ دخلوا علیہ فقالوا سلما﴾۔
و :عاطفہ، نبئھم :فعل بافاعل ومفعول، عن ضیف ابراھیم :ظرف لغو ملکر جملہ فعلیہ، اذ : مضاف ،دخلوا علیہ :فعل بافاعل وظرف لغو ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ،ف : عاطفہ، قالوا: قول : سلما : فعل محذوف "نسلم" کے لیے مفعول مطلق، ملکر جملہ فعلیہ مقولہ،ملکر معطوف،ملکر مضاف الیہ،ملکر ظرف مستقر "اذکروا" فعل محذوف کے لیے،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿قال انا منکم وجلون O قالوا لا توجل انا نبشرک بغلم علیم﴾۔
قال : قول انا : حرف مشبہ واسم، منکم وجلون : شبہ جملہ خبر،ملکر جملہ اسمیہ مقولہ،ملکر جملہ فعلیہ قولیہ، قالوا : قول،لا توجل :فعل، بافاعل ملکر جملہ فعلیہ قولیہ، انا :حرف مشبہ واسم، نبشرک بغلم علیم : جملہ فعلیہ خبر،ملکر جملہ اسمیہ تعلیلیہ۔

﴿قال ابشرتمونی علی ان مسنی الکبر فبم تبشرون﴾۔
قال : قول، ھمزہ : استفہامیہ، بشر تمو :فعل بافاعل نی : وقایہ ضمیر ذوالحال، علی ان مسنی الکبر :ظرف مستقر حال،ملکر مفعول، ف : زائدہ، بم تبشرون : ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ مقولہ،ملکر جملہ فعلیہ قولیہ۔

﴿قالوا بشرنک بالحق فلا تکن من القنطین﴾۔
قالوا : قول، بشرناک بالحق : فعل بافاعل ومفعول وظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، ف : عاطفہ، لاتکن : فعل ناقص بااسم، من القنطین : ظرف مستقر خبر،ملکر جملہ فعلیہ معطوف قولیہ،ملکر جملہ فعلیہ قولیہ۔

﴿قال ومن یقنط من رحمۃ ربہ الا الضالون﴾
قال : قول، و: عاطفہ، من :استفہامیہ مبتدا،یقنط : فعل ھو ضمیر مبدل منہ،الا :اداۃ حصر :الضآلون : بدل،ملکر فاعل، من رحمۃ ربہ: ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ خبر،ملکر جملہ اسمیہ مقولہ،ملکر جملہ فعلیہ قولیہ۔

﴿قال فما خطبکم ایھا المرسلون﴾۔
قال : قول، ف :عاطفہ ،ما : مبتدا، خطبکم :خبر،ملکر جملہ اسمیہ، ملکر مقصود بالندا، ایھا : مبدل منہ، المرسلون : بدل، ملکر یا حرف ندا قائم مقام "ادعوا" ملکر مفعول،ملکر جملہ فعلیہ ندائیہ،ملکر مقولہ،ملکر جملہ قولیہ۔

﴿قالوا انا ارسلنا الی قوم مجرمین O الا آل لوط﴾.

قالوا: قول، انا: حرف مشبہ واسم، ارسلنا: فعل بانائب الفاعل، الی: جار، قوم: موصوف، مجرمین: اسم فاعل هم ضمیر مستثنی منہ، الا: اداۃ استثناء، ال لوط: مستثنی ملکر فاعل، ملکر شبہ جملہ صفت، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ مقولہ ملکر جملہ فعلیہ قولیہ۔

﴿انا لمنجوهم اجمعین O الا امراته قدرنا انها لمن الغبرین﴾.

انا: حرف مبشہ واسم، لام: تاکیدیہ، منجو: اسم فاعل بافاعل، هم: موکد، اجمعین: تاکید، ملکر مستثنی منہ، الا امراته: مستثنی، ملکر مفعول، ملکر شبہ جملہ خبر اول، قدرنا: فعل بافاعل، ملکر جملہ فعلیہ خبر ثانی، ملکر جملہ اسمیہ، انها لمن الغبرین: جملہ اسمیہ مستانفہ۔

﴿فلما جاء آل لوط المرسلونO﴾.

ف: عاطفہ، معطوف علی محذوف "فخرجوا من عنده وسائر وامم قریته الی قریة قوم لوط"، بما: شرطیہ، جاء ال لوط المرسلون: فعل بامفعول وفاعل ملکر جملہ شرط.

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

متقی کی تعریف وصفات:

۱.....تقوی کا لغوی معنی کسی شے سے اپنی حفاظت کرنے کے ہیں جبکہ اصطلاحی معنی کے حوالے سے اس بارے میں کئی اقوال مروی ہیں: (۱)......بندے کا ماسوا اللہ سے پرہیز کرنا، (۲)......آداب شریعت کی حفاظت کرنا، (۳)......ہر اس چیز سے بچنا جو بندے کو اللہ تعالی سے دور کردے، (۴)......قول وفعل میں آقائے دوجہاں ﷺ کی سنتوں کی پیروی کرنا، (۵)......طاعت وعبادت میں تقوی سے مراد اخلاص اختیار کرنا ہے اور معصیت میں اس سے مراد برائی سے بچنا اور اسے ترک کردینا ہے، (۶)......اہلِ حقیقت کے نزدیک تقوی سے مراد اللہ ﷻ کی عبادت کے ذریعے اس کی ناراضگی سے بچنا ہے یعنی نفس کو اپنے پروردگار ﷻ کی اس ناراضگی سے بچانا جس کا وہ کسی امر کے بجالانے یا اسے ترک کرنے کی وجہ سے مستحق ہوتا ہے۔ (التعریفات، ص ۵۸)

جنت کا بیان:

۲.....ابی موسی اشعری رضی اللہ عنہ نے اس آیت ﴿ولمن خاف مقام ربه جنتان (الرحمن:۴٦)﴾ سے مراد یہ لیا ہے کہ سابقین (صحابہ کرام) کے لیے سونے اور تابعین کے لیے چاندی کی جنت ہوگی۔

☆......حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جنت کے سو درجات ہیں اور ہر دو جنتوں کے مابین آسمان وزمین کا فاصلہ ہے اور جنت الفردوس سب سے بڑا درجہ ہے، اور جنت الفردوس میں چار نہریں بہتی ہیں، اس جنت کے اوپر عرش ہے، جب تم اللہ سے جنت کا سوال کرو تو فردوس کا سوال کرو''۔

☆......ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ قرآن کی ہر آیت کا جنت میں ایک درجہ ہے، اور تمہارے گھروں کا چراغ ہے۔

☆......بی بی عائشہ صدیقہ بیان کرتی ہیں کہ سید عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جنت کے درجات کی تعداد قرآن کی آیات کی تعداد کے برابر ہے، پس جو قرآن پڑھنے والا جنت میں داخل ہوجائے گا تو اس کے اوپر جنت کا کوئی درجہ نہ ہوگا''۔

☆......حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جنت میں درجات ہیں، جس میں صرف تین ہی قسم کے لوگ داخل ہوسکیں گے، امام عادل، صلہ رحمی کرنے والا، اپنے عیال کے معاملے میں صبر کرنے والا کہ جو کمائے حسب حیثیت اُن پر خرچ کرتا ہے''۔

(البدور السافرۃ، باب عدد الجنان و اسمائھا، رقم ۱۷۰۱، ۱۷۰۶، ۱۷۱۷، ۱۷۱۹، ۱۷۲۴، ص ۴۹۴ وغیرہ)

☆......سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جنت کے آٹھ دروازے ہیں، جس میں سے ایک دروازے کا نام ''الریان'' ہے جس میں صرف روزہ دار ہی داخل ہوسکیں گے''۔

☆......حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جو اپنے گھر والوں پر خرچ کرتا ہے اُسے جنت کے دروازے سے ندا کی جائے گی اور کہا جائے گا اے بندے یہ تیرے لیے بھلائی ہے، نمازیوں کو نماز والے دروازے سے، روزے داروں کو باب الریان سے، صدقہ ادا کرنے والوں کو باب الصدقہ سے، جہاد کرنے والوں کو باب الجہاد سے، ابوبکر صدیق نے عرض خدمت کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا کوئی ایسا ہے جسے ہر دروازے سے بُلایا جائے تو سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہاں، تم انہی میں سے ہو''۔

☆......ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جنت میں ایک دروازہ ہے جسے باب الفرح کہتے ہیں اور اِس دروازے سے وہی داخل ہوسکے گا جو بچوں کو خوش رکھے گا''۔

☆......ابوہریرہ اور ابوسعید رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جو شخص پانچ نمازیں ادا کرے، رمضان کے روزے رکھے، زکوٰۃ ادا کرے، سات کبیرہ گناہوں سے بچے، اُس کے لیے قیامت کے دن جنت کے آٹھوں دروازے کھول دیئے جائیں گے۔

☆......حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جو مومن کو کھانا کھلائے یہاں تک کہ وہ پیٹ بھر کے کھالے، اللہ اُسے جنت کے دروازے میں داخل کرے گا جس میں اُسی کے مثل لوگ داخل ہونگے''۔

☆......حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جو شخص اپنے ایمان کے ساتھ تین چیزیں لائے، جنت کے جس دروازے سے چاہے داخل ہوجائے، جس حور سے چاہے نکاح کرلے، وہ تین چیزیں یہ ہیں، (۱)......قرض کی ادائیگی احسن طریقے سے کرے، (۲)......نقصان پہنچانے والے کو معاف کردے، (۳)......ہر فرض نماز کے بعد دس مرتبہ سورۃ الاخلاص پڑھے''۔

☆......بی بی عائشہ صدیقہ طیبہ طاہرہ سے روایت ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جس کی دو بیٹیاں، دو بہنیں، دو پھوپھیاں یا دو خالائیں ہوں اور وہ ان کی کفالت کرے تو جنت کے جس دروازے سے چاہے داخل ہوجائے''۔

(البدور السافرۃ، باب عدد ابواب الجنۃ، رقم: ۱۷۳۹، ۱۷۴۱، ۱۷۴۶، ۱۷۵۰، ۱۷۵۴، ۱۷۵۷، ۱۷۶۱، ص ۵۰۲)

☆......ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جنتیوں کے کمرے ایسے نظر آئیں گے جیسے اُفق مشرق و مغرب سے ستارے دکھائی دیتے ہیں، صحابہ کرام نے عرض کی یارسول اللہ یہ مقام تو فقط حضرات انبیائے کرام کے ہونگے کوئی اور اُس کو نہ پاسکے گا؟ جواب ارشاد فرمایا: ''کیوں نہیں، جس کے قبضے قدرت میں میری جان ہے اللہ پر ایمان والے اور رسولوں کی تصدیق کرنے والے بھی اِس مقام کو پائینگے''۔

☆......ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''بیشک جنت میں ایک کمرہ ہے جس کا باہر اندر سے اور اندر باہر سے نظر آتا ہے، صحابہ نے عرض کی یارسول اللہ یہ کس کے لیے ہے؟ ارشاد فرمایا: ''جو صاف ستھرا کلام کرے (یعنی فحش گوئی نہ

کرے)، لوگوں کو کھانا کھلائے، اور رات قیام کی حالت میں گزارے جب کہ لوگ سو رہے ہوں"۔

☆......عبید بن عمیر سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "ادنی درجے کے جنتی کا جنت میں موتیوں سے بنا ہوا گھر ہوگا جس میں کمرے اور دروازے بھی ہونگے"۔

☆......عمران بن حصین اور ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے سے اس آیت ﴿ومساکن طیبة فی جنات عدن (التوبہ:۷۲)﴾ کے بارے میں سوال کیا گیا تو ارشاد فرمایا: "جنت کے محل موتی کے ہونگے اور اس محل میں ستر گھر ہونگے جو کہ سُرخ یاقوت کے بنے ہونگے اور ہر گھر میں ستر کمرے ہونگے جو سبز زُمرُّد کے ہونگے، اور ہر کمرے میں ستر تخت ہونگے جس کے اوپر ستر بچھونے ہر رنگ کے ہونگے اور اُن بچھونوں پر حوریں اُس کی زوجیت میں ہونگی، ہر کمرے میں ستر دستر خوان ہونگے جس میں ستر رنگ کے (لذیذ) کھانے ہونگے۔

(البدور السافرة، باب غرف الجنة وقصورها وبيوتها ومساكنها، رقم: ۱۷۹۱، ۱۷۹۳، ۱۸۰۰، ۱۸۰۳، ص ۵۱۲ وغیرہ)

☆......ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ "دنیا میں جنت کی مثل سوائے نام کے کوئی چیز نہیں"۔ انہی سے روایت ہے کہ "جنت کے پھلوں کی لمبائی دس ہاتھ ہے جس میں گٹھلی نہیں ہے"۔

☆......ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "میں نے جنت کے انار کو دیکھا تو وہ اونٹ کی پالان نما بڑا تھا"۔ (البدور السافرة، باب ثمرات الجنة، رقم: ۱۸۸۹، ۱۸۹۵، ۱۸۹۷، ص ۵۳۲ وغیرہ)

☆......نسائی نے زید بن ارقم سے روایت کی کہ اہل کتاب میں سے ایک شخص سید عالم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور عرض کی، اے ابو القاسم! کیا آپ کا گمان ہے کہ جنتی جنت میں کھائیں گے اور پئیں گے؟ سید عالم ﷺ نے جواب ارشاد فرمایا: "قسم ہے اُس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، وہ شخص جسے سو آدمی کی جماعت دی گئی وہ بھی کھائیں، پئیں، جماع اور شہوت پوری کریں گے"، اُس شخص نے عرض کی: کیا کھانے پینے (کے بعد) کوئی حاجت بھی ہوگی؟ سید عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "ان کی حاجت جسم کی کھالوں سے خوشبودار پسینے کی صورت میں نکلے گی، اور جب ایسا ہو جائے تو (جان لینا) کہ کھانا ہضم ہو چکا"۔

☆......ابو نعیم نے ابراہیم التیمی سے روایت کیا ہے کہ مجھے یہ خبر ملی ہے کہ جنتی شخص کو سو آدمیوں کی مقدار میں شہوت اور خوراک دی جائے گی اور جب وہ کھالے گا تو پاکیزہ شراب سے سیراب ہوگا جو کہ اس کی کھال سے مشک کے دانوں کی طرح پسینے کی صورت میں نکلے گی پھر اس کی شہوت دوبارہ لوٹا دی جائے گی۔

☆......حضرت جابر رضی اللہ عنہ سید عالم ﷺ سے روایت کرتے ہیں: "جنتی جنت میں کھائیں پئیں گے لیکن بول و براز (پیشاب پاخانہ) نہ کریں گے نہ ہی تھوکیں گے اور نہ ہی ناک کی گندگی ہوگی، ہاضمہ خوشبودار ڈکار اور پسینے کی صورت میں ہوگا، پھر شہوت لوٹا دی جائے گی"۔ (البدور السافرة، باب طعام اهل الجنة، رقم: ۱۹۰۳، ۱۹۰۴، ۱۹۰۵، ص ۵۳۵ وغیرہ)

☆......ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "جنت کی نہروں کے نام سیحان، جیحان، نیل اور فرات ہیں"۔

☆......بیہقی نے حضرت کعب سے روایت کی ہے کہ نہر النیل سے مراد شہد کی نہر ہے، نہر الدجلة سے مراد دودھ کی نہر ہے، نہر الفرات سے مراد شراب کی نہر ہے اور نہر السیحان سے مراد (میٹھے) پانی کی نہر ہے۔

☆......ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جس نے دنیا میں شراب پی اور توبہ نہ کی تو آخرت میں اُسے شراب پینے کو نہ ملے گی''۔ (البدور السافرة، باب انهار الجنة وعيونها، رقم:۱۹۲۲،۱۹۲۵،۱۹۴۹، ص ۵۳۹)

☆......ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جس نے دنیا میں ریشم پہنا وہ آخرت میں نہ پہنے گا''۔

☆......حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے سید عالم ﷺ کو فرماتے ہوئے سُنا: ''(مردوں) ریشم نہ پہنو، سونے چاندی کے برتن میں نہ کھاؤ پیو، اور بڑے چوڑے پیالے میں کھانا نہ کھاؤ، کافروں کے لیے دنیا میں ہے اور تمہارے لیے آخرت میں (حلال) ہے۔

☆......ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کوئی جنتی ایسا نہیں ہوگا کہ اُس کے لیے طوبیٰ (جنت کا ایک باغ) آراستہ نہ کیا جائے، وہ اُس باغ میں جائے گا اور جو چاہے سفید، سرخ، سبز، زرد، سیاہ چیز اپنی پسند کی حاصل کرلے''۔

(البدور السافرة، باب لباس اهل الجنة، رقم: ۱۹۵۸،۱۹۵۹،۱۹۶۲، ص ۵۴۶)۔

کینے کی تعریف ومہلکات:

۳......کسی کی جانب خیانت کی نسبت کرنا کینہ کہلاتا ہے۔ اللہ نے ارشاد فرمایا ﴿ومن يغلل يات بما غل يوم القيامة یعنی جو کینہ رکھے گا اللہ اس کی چھپی بُرائی کو قیامت میں ظاہر کردے گا (ال عمران:۱۶۱)﴾ سید عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''نہ تو خیانت ہونی چاہیے اور نہ ہی چوری''۔

(المفردات، ص ۳۶۵)

☆......دافع رنج وبلا حبیب خدا ﷺ کا فرمان عالیشان ہے: ''ہر ہفتہ کے دوران پیر اور جمعرات کے دن لوگوں کے اعمال پیش کیے جاتے ہیں، پھر بغض وکینہ رکھنے والے دو بھائیوں کے علاوہ ہر مومن کو بخش دیا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ ان دونوں کو لمبے عرصے تک چھوڑ دو یہاں تک کہ یہ اُس بغض سے واپس پلٹ آئیں''۔

(صحیح مسلم، کتاب البر والصلة، باب النهی عن الفحشاء، رقم:۶۴۴۱/۲۵۶۵، ص ۱۲۷۱)

☆......حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ہر جمعہ کو دو مرتبہ اور پیر و جمعرات کو اعمال پیش کیے جاتے ہیں اور ہر مومن کی مغفرت کردی جاتی ہے سوائے اس کے جو آپس میں کینہ رکھتے ہیں، ان سے کہا جاتا ہے کہ کینہ ترک کردو یہاں تک کہ وہ کینہ ترک کردیں''۔ (المرجع السابق، رقم:۶۴۴۲/۲۵۶۵)

حضرت ابراھیم علیہ السلام کی مہمان نوازی:

۴......مراد وہ فرشتے ہیں جو انہیں بیٹے کی خوشخبری اور قوم لوط کی ہلاکت کی خبر دینے آئے تھے، حضرت ابراہیم علیہ السلام کی کنیت ابو الضیفان ہے، ان کے محل کے چار دروازے تھے جو کہ ہمیشہ کھلے رہتے تھے کہ کوئی آنے والا مہمان دروازہ بند نہ پائے۔

(القرطبی، الجزء:۱۴، ص ۳۳)

اگر کسی کے ذہن میں یہ اشکال آئے کہ آنے والے فرشتوں کو مہمان کیوں کہا گیا جب کہ یہ کھاتے ہی نہیں؟ ہم اس کا جواب یہ دیں گے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے گمان کیا کہ میرے پاس مہمان نوازی طلب کرنے آئے ہیں اسی مناسبت سے ''الضیف'' کا

لفظاً استعمال ہوا۔ایک قول یہ بھی ہے کہ جب انسان کے گھر میں کوئی داخل ہوتا ہے تو اُسے مہمان کہا جاتا ہے اگرچہ آنے والا شخص کھانا نہ کھائے۔ (الرازی، ج۷، ص ۱۵۰)

☆......حضرت ابوشریح العدوی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میرے کانوں نے سنا اور میری آنکھوں نے دیکھا کہ سید عالم نور مجسم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "جو شخص اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہیے کہ اپنے پڑوسی کا اکرام کرے، اور جو اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہیے کہ وہ مہمان کی تکریم کرے اور اسے جائزہ دے" صحابہ کرام نے عرض کی یارسول اللہ! جائزہ کیا ہے؟ فرمایا: "ایک دن اور ایک رات اس کی زیادہ خاطر مدارات کرے اور تین دن اس کی ضیافت کرے (کھانا کھلائے)، اور اس سے زیادہ دن اس کی طرف سے صدقہ ہے"۔ "اور جو اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہو اسے چاہیے کہ اچھی بات کرے یا خاموش رہے"۔

(صحيح البخاری، كتاب الادب، باب من كان يومن برقم: ۶۰۱۹، ص ۱۰۵۲ ،صحيح مسلم ،كتاب اللقطة باب الضيافة ونحوها، رقم: ۱۷۲۶، ص ۸۷۲)

علامہ نووی شافعی اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں: مسلمانوں کا اس بارے میں اجماع ہے کہ مہمان کی خاطر تواضع کی جائے، امام شافعی، مالک اور امام اعظم علیہم الرحمۃ اور جمہور کے نزدیک مہمان کی ضیافت کرنا سنت ہے واجب نہیں، جب کہ امام ابولیث اور امام احمد کے نزدیک ایک دن اور رات کی ضیافت کرنا واجب ہے۔امام احمد کے نزدیک دیہاتی اور بستی والے کی ایک دن اور رات ضیافت واجب ہے نہ کہ شہری کی، جمہور کہتے ہیں کہ احادیث میں جو مہمان کی ضیافت کی تاکید آئی ہے اس کی وجہ استحباب میں پختگی ،اخلاق کی تکمیل اور مہمان کے حق کی تاکید کی جانب اشارہ ہے جیسا کہ حدیث میں ہے "جمعہ کے دن غسل کرنا ہر محکم پر واجب ہے" یہ حکم بھی استحباب میں تاکید پیدا کرنے کے لیے ہے۔ (نووی علی مسلم، كتاب اللقطة ،باب الضيافة ونحوها، ص ۱۱۱۲)

☆......حضرت ابوکریمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "ایک رات تو مسلمان پر مہمان کا حق ہے، جو شخص کسی مسلمان کے گھر رہے تو وہ اس مسلمان پر قرض ہے، اب مہمان چاہے تو میزبان سے قرض وصول کرے اور چاہے تو چھوڑ دے۔

(سنن ابو داؤد، كتاب الاطعمة، باب ما جاء في الضيافة برقم: ۳۷۵۰، ص ۷۰۲)

رسولوں کی تعداد کے بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے کہ کتنے رسول آئے؟ حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ تین رسول آئے حضرت جبرائیل علیہ السلام، میکائیل علیہ السلام اور اسرافیل علیہ السلام، ایک قول یہ کیا گیا ہے کہ نوفرشتے آئے، اور ایک قول کے مطابق بارہ فرشتے مراد ہیں، اس کے علاوہ بھی اقوال پائے جاتے ہیں۔حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ایک سو پچھتر سال کی زندگی مبارک گزاری، ان کے اور حضرت نوح علیہ السلام کے مابین ۱۶۴۰ سالوں کا فاصلہ تھا۔حضرت ابراہیم علیہ السلام کے صاحبزادے حضرت اسحٰق علیہ السلام ۱۸۰ سال حیات رہے اور حضرت یعقوب بن اسحٰق نے ۱۴۷ سال کی مبارک زندگی پائی۔ (الصاوی، ج۳، ص ۱۴۵)

فرشتوں نے کہا سلاماً یعنی سلمنا او نسلم علیک سلاما اور جواباً حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا علیکم سلام او سلام علیکم . مرقاۃ شریف میں ہے: قد صح بالاحاديث المتواترة معنى ان السلام باللفظ سنة وجوابه واجب كذلك یعنی جواحادیث تواتر کے درجے تک پہنچی ہوئی ہیں ان سے بصحت ثابت ہے سلام دینا ان کے الفاظ کے ساتھ سنت ہے اور اس کا جواب دینا بھی اسی لفظ سے واجب ہے۔(مرقاة المفاتيح، كتاب الآداب باب السلام ،فصل الثانی، ج۸، ص ۴۷۰) سید عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "ہمارے گروہ میں سے نہیں جو ہمارے غیروں کی شکل بنے، یہ کہ یہود سے مشابہت پیدا کرے اور نہ نصاریٰ سے

کہ یہود کا سلام انگلی سے اشارہ کرنا ہے اور نصاریٰ کا سلام ہتھیلی سے اشارہ (الجامع الترمذی، کتاب الاستیذان والادب، رقم: ۲۷۰۴، ص ۷۷۴)۔ سلام کے متعلق بہت مسائل ہیں، کس کس کو سلام کرنا منع ہے، ہاں بدمذہب کو سلام کرنا حرام ہے، فاسق کو سلام کرنا ناجائز ہے، جو برہنہ ہو یا استنجاء کررہا ہو اسے سلام نہ کیا جائے، جو کھانا کھارہا ہو اسے سلام نہ کیا جائے، جو اذان یا تلاوت یا کسی ذکر میں مشغول ہو اسے سلام نہ کرے، کافر یا مبتدع یا فاسق کو سلام نہ کرنے کی صحیح ضرورت پیش آئے تو لفظ سلام نہ کہے بلکہ ہاتھ اٹھانے یا اور کوئی لفظ کہ نہ سلام ہو نہ تعظیم کہنے پر قناعت کرے، یا مجبور ہو تو آداب کہے یعنی آمیرے پاؤں داب، یا آداب شریعت کہ تو نے اپنے فسق سے ترک کردیے ہیں، بجالا۔ (الفتاوی الرضویۃ مخرجہ، ج۲۲، ص ۳۷۸)

فرشتوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کہا: خوفِ (عذاب) نہ کیجئے ہم قوم لوط کی جانب بھیجے گئے ہیں، یہ جملہ اس وقت کہا گیا جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے انہیں پہچان لیا لیکن یہ نہ جان پائے کہ یہ حضرات کیوں بھیجے گئے ہیں۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ فرشتوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے چہرہ پر خوف کے آثار دیکھے ہوں یا ان کے چہرے کا رنگ بدلتا ہوا دیکھا ہو۔ (المدارک، ج۲، ص ۷۲)(عطائین، ج۲، ص ۸۱۹ وغیرہ)

حضرت اسحٰق علیہ السلام کا نسب:

۵.....حضرت ابراہیم علیہ السلام کے صاحبزادے اور حضرت اسماعیل کے بھائی، ﴿بغلام علیم (الحجر:۵۳)﴾ کی خبر فرشتوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام و بی بی سارہ کو اُس وقت دی جب کہ وہ قوم لوط پر عذاب کرنے کے لیے تشریف لے جارہے تھے، حضرت اسحٰق علیہ السلام بردبار اور صبر کے پیکر بندے تھے، محققین نے یہ بھی فرمایا ہے کہ ذبح کے حوالے سے خواب کی حقیقت یہی ہے کہ مراد حضرت اسماعیل علیہ السلام تھے اس لیے کہ حضرت اسحٰق علیہ السلام اور اُن کے صاحبزادے حضرت یعقوب علیہ السلام کی خبر دینا اس بات پر دلیل ہے کہ یہ حضرات حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بعد پیدا ہونگے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ حضرت اسحٰق علیہ السلام کے بعد ہی حضرت یعقوب علیہ السلام کی خبر دینے میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی آنکھوں کو ٹھنڈا کرنا مراد ہے۔

(البدایۃ والنھایۃ، باب مولد اسحق، ج۱، ص۱۷۹ وغیرہ)(قصص الانبیاء، باب مولد اسحق، ص ۱۲۱ وغیرہ)

رحمت الٰھی سے مایوسی کفر ھے؟

۶.....اے ابراہیم خرق عادت کام کے وجود پذیر ہونے سے مایوس نہ ہونا، اس لیے کہ خرق عادت کام عموماً حضرات انبیائے کرام سے ہوتے رہتے ہیں جن کی گنتی شمار نہیں ہوسکتی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا تعجب میں پڑنا اللہ کی نعمتوں کی تعظیم طلب کرنے کے لیے تھا اس لیے کہ اللہ کے نیک بندے عموماً ایسا تعجب کرتے رہے ہیں۔ علامہ راغب فرماتے ہیں کہ ''قنوط'' کے معنی ہیں خیر سے مایوسی کرنا ہے اور ایسا کرنا کفر ہے۔ اور شوافع کا اس میں اختلاف ہے ان کے نزدیک اللہ کی خفیہ تدبیر سے بے خوف ہوجانا کبیرہ گناہ ہے جیسا کہ حدیث میں ہے، سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کبیرہ گناہوں میں سے ایک یہ ہے کہ اللہ کے ساتھ شریک ٹھرایا جائے، مایوسی اختیار کی جائے اور اللہ کی خفیہ تدبیر سے بے خوف ہوجائے''۔ کمال بن ابی شریف کہتے ہیں کہ اشراک پر عطف کرنا مطلق کفر کے معنی میں ہے جو کہ مغایرت (مخالفت) کا تقاضا کرتا ہے۔

(روح المعانی، الجزء۱۴، ص ۴۰۸ وغیرہ)

قوم لوط پر عذاب:

ے......(حضرت جبرئیل علیہ السلام) نے بستی کو الٹ دیا اور اوپر کا حصہ نیچے اور نیچے کا حصہ اوپر کر دیا اور ان پر پے در پے پتھر برسائے گئے، جس پتھر پر جس کا نام تھا وہ اسی پر پڑا، چہ جائے کہ وہ شہر میں حاضر تھے یا شہر سے غائب کسی سفر وغیرہ میں تھے۔ (قصص الانبیاء، قصہ لوط، ص ۱۴۶)۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے اپنے بازو کے کناروں سے قوم لوط کے گھروں کو اکھیڑ کر رکھ دیا، قوم لوط سات شہروں میں قیام پزیر تھی، بعض محققین کا کہنا ہے کہ قوم لوط میں چار سو انسان تھے، ایک قول یہ بھی بتایا جاتا ہے کہ ان کی تعداد چار ہزار تھی، اور ان کے ساتھ حیوانات بھی تھے، اور ان کے شہروں میں زمینیں، گھر اور دیگر کام کاج کے ٹھکانے تھے۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آسمان کی جانب بلند کر کے الٹ پلٹ کر رکھ دیا یہاں تک کہ آسمان کے فرشتوں نے کتوں کے بھونکنے اور مرغ کی آوازیں سنیں۔ اور ان پر آسمان سے پتھر برسائے اور ہر پتھر پر اس کا نام کندہ تھا جس سے اس شخص کی ہلاکت ہونی تھی جیسا کہ اللہ کا فرمان بھی ہے کہ ﴿مُسَوَّمَةً عِندَ رَبِّكَ لِلْمُسْرِفِينَ(الذاریات:۳۴)﴾۔ (البداية والنهاية، ذكر اولاد ابراهيم، الجزء ۱، ج ۱، ص ۲۰۱)

اغراض: ویقال لھم: جنتیوں سے، جب وہ کسی دوسرے مقام کا ارادہ کریں گے، اور یہ کہ یہیں ٹھہرے رہو، پس جنتیوں کو اُس وقت دخول جنت کا حکم ہوگا، یہ جملہ تحصیل حاصل کے لیے ہے جب کہ ماقبل بیان ہو چکا کہ ﴿ان المتقین فی جنت وعیون (الذاریت:۱۵)﴾، اس جملے کے قائل یا تو فرشتے ہوں گے یا اللہ۔

من کل فزع: یعنی جنتیوں سے قائم رہنے والی نعمتوں کی وجہ سے ہر قسم کا خوف زائل ہو جائے گا۔

حال من ھم: صدورھم کی ضمیر مضاف الیہ سے حال واقع ہو رہا ہے، اور اس کی شرط موجود ہے کہ مضاف جزء ہے مضاف الیہ کا معنی یہ ہوگا کہ "ہم نے ان کے دلوں کے کینے کھینچ نکالے"۔

لدوران الاسرۃ بھم: یعنی جنتی جب آپس میں میل ملاقات کریں گے، پھر لوٹ جانے کا ارادہ کریں گے، ہر جنتی کے لیے تخت گھومتے ہونگے، اس طرح کہ ہر ایک دوسرے کے مد مقابل تخت پر ہوگا، پس ہر جنتی کا تخت اس کا پیرو کار رہوگا اور یہ جنتیوں کی عظیم ترین تعظیم و توقیر کی وجہ سے ہوگا۔

منھم جبرائیل: آنے والے فرشتے بارہ ہوں یا دس یا تین، اُن میں ایک جبرائیل علیہ السلام ضرور تھے۔

استفھام تعجب: یعنی عمر کے اس حصے میں بیٹے کی خوشخبری دینا جب کہ بڑھاپا آچکا، اور یہ تعجب عادت کے اعتبار سے تھا نہ کہ اللہ کی قدرت کی وجہ سے، کیونکہ اللہ کی قدرت پر تعجب کرنے والے ﴿ومن یقنط من رحمة ربه الا الضالون (الحجر:۵۶)﴾ کے زمرے میں آتے ہیں۔ **الباقین فی العذاب:** یعنی ختم نہ ہونے والا عذاب۔ (الصاوی، ج ۳، ص ۲۵۰ وغیرہ)

رکوع نمبر: ۵

﴿فَلَمَّا جَآءَ اٰلَ لُوْطٍ﴾ اَیْ لُوْطًا ﴿الْمُرْسَلُوْنَ(۶۱) قَالَ﴾ لَھُمْ ﴿اِنَّكُمْ قَوْمٌ مُّنْكَرُوْنَ(۶۲)﴾ لَا اَعْرِفُكُمْ ﴿قَالُوْا بَلْ جِئْنٰكَ بِمَا كَانُوْا﴾ اَیْ قَوْمُکَ ﴿فِیْهِ یَمْتَرُوْنَ(۶۳)﴾ یَشُکُّوْنَ وَھُوَ الْعَذَابُ ﴿وَاَتَیْنٰكَ بِالْحَقِّ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ(۶۴)﴾ فِیْ قَوْلِنَا ﴿فَاَسْرِ بِاَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِّنَ الَّیْلِ وَاتَّبِعْ اَدْبَارَهُمْ﴾ اِمْشِ خَلْفَھُمْ ﴿وَلَا یَلْتَفِتْ

مِنْكُمْ اَحَدٌ ﴾لِئَلَّا يَرٰى عَظِيْمَ مَا يَنْزِلُ بِهِمْ﴿وَّامْضُوْا حَيْثُ تُؤْمَرُوْنَ (۶۵)﴾وَهُوَ الشَّامُ﴿وَقَضَيْنَآ
﴾اَوْحَيْنَا﴿اِلَيْهِ ذٰلِكَ الْاَمْرَ ﴾وَهُوَ﴿اَنَّ دَابِرَ هٰٓؤُلَآءِ مَقْطُوْعٌ مُّصْبِحِيْنَ (۶۶)﴾حَالٌ اَىْ يَتِمُّ اِسْتِيْصَالُهُمْ فِى
الصَّبَاحِ ﴿وَجَآءَ اَهْلُ الْمَدِيْنَةِ ﴾مَدِيْنَةُ سَدُوْمَ وَهُمْ قَوْمُ لُوْطٍ لَمَّا اُخْبِرُوْا اَنَّ فِىْ بَيْتِ لُوْطٍ مُرْدًا حِسَانًا
وَهُمُ الْمَلٰئِكَةُ﴿يَسْتَبْشِرُوْنَ (۶۷)﴾حَالٌ طَمْعًا فِىْ فِعْلِ الْفَاحِشَةِ بِهِمْ﴿قَالَ ﴾لُوْطٌ﴿اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ ضَيْفِىْ فَلَا
تَفْضَحُوْنِ (۶۸) وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَلَا تُخْزُوْنِ (۶۹)﴾بِقَصْدِكُمْ اِيَّاهُمْ بِفِعْلِ الْفَاحِشَةِ بِهِمْ﴿قَالُوْٓا اَوَلَمْ نَنْهَكَ عَنِ
الْعٰلَمِيْنَ (۷۰)﴾عَنْ اِضَافَتِهِمْ﴿قَالَ هٰٓؤُلَآءِ بَنٰتِىْٓ اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ (۷۱)﴾مَا تُرِيْدُوْنَ مِنْ قَضَاءِ الشَّهْوَةِ
فَتَزَوَّجُوْهُنَّ قَالَ تَعَالٰى ﴿لَعَمْرُكَ ﴾خِطَابٌ لِلنَّبِىِّ ﷺ اَىْ وَحَيَاتِكَ﴿اِنَّهُمْ لَفِىْ سَكْرَتِهِمْ
يَعْمَهُوْنَ (۷۲)﴾يَتَرَدَّدُوْنَ﴿فَاَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ ﴾صَيْحَةُ جِبْرَائِيْلَ﴿مُشْرِقِيْنَ (۷۳)﴾وَقْتَ شُرُوْقِ الشَّمْسِ
﴿فَجَعَلْنَا عَالِيَهَا ﴾اَىْ قُرَاهُمْ﴿سَافِلَهَا﴾بِاَنْ رَفَعَهَا جِبْرَائِيْلُ اِلَى السَّمَاءِ وَاَسْقَطَهَا مَقْلُوْبَةً اِلَى الْاَرْضِ﴿
وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ حِجَارَةً مِّنْ سِجِّيْلٍ (۷۴)﴾طِيْنٍ طُبِخَ بِالنَّارِ﴿اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ﴾الْمَذْكُوْرِ﴿ لَاٰيٰتٍ﴾دَلَالَاتٍ
عَلٰى وَحْدَانِيَّتِهٖ تَعَالٰى﴿ لِّلْمُتَوَسِّمِيْنَ (۷۵)﴾لِلنَّاظِرِيْنَ الْمُعْتَبِرِيْنَ﴿وَاِنَّهَا ﴾اَىْ قُرٰى قَوْمِ لُوْطٍ﴿لَبِسَبِيْلٍ
مُّقِيْمٍ (۷۶)﴾طَرِيْقِ قُرَيْشٍ اِلَى الشَّامِ لَمْ يَنْدَرِسْ اَفَلَا يَعْتَبِرُوْنَ بِهِمْ﴿اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً
﴾لَعِبْرَةً﴿لِّلْمُؤْمِنِيْنَ (۷۷) وَاِنْ﴾مُخَفَّفَةٌ اَىْ اِنَّهٗ ﴿ كَانَ اَصْحٰبُ الْاَيْكَةِ ﴾هِىَ غَيْضُ شَجَرٍ بِقُرْبِ مَدْيَنَ وَهُمْ
قَوْمُ شُعَيْبٍ ﴿لَظٰلِمِيْنَ (۷۸)﴾بِتَكْذِيْبِهِمْ شُعَيْبًا﴿فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ وقف لازم ﴾بِاَنْ اَهْلَكْنَاهُمْ بِشِدَّةِ الْحَرِّ
﴿وَاِنَّهُمَا﴾اَىْ قُرٰى قَوْمِ لُوْطٍ وَالْاَيْكَةِ ﴿ لَبِاِمَامٍ ﴾طَرِيْقٍ﴿مُّبِيْنٍ (۷۹)﴾وَاضِحٍ اَفَلَا يَعْتَبِرُ بِهِمْ اَهْلُ مَكَّةَ.

﴿ترجمہ﴾

پھر جب فرشتے لوط......۱......کے گھر آئے (آل لوط بمعنی لوط ہے) کہا (ان سے) تم کچھ بیگانہ لوگ ہو (میں تمہیں نہیں پہچانتا) کہا بلکہ ہم تو آپ کے پاس وہ لائے ہیں جس میں (آپ علیہ السلام کی قوم) شک کرتی تھی (مراد عذاب ہے جس کے بارے میں قوم شک کرتی تھی) اور ہم آپ کے پاس سچا حکم لائے ہیں اور ہم (اپنی بات) میں سچے ہیں تو اپنے گھر والوں کو کچھ رات رہے باہر لے جایئے اور آپ ان کے پیچھے (یعنی ان کے نشان قدم پر چلئے) اور تم میں کوئی پیچھے مڑ کر نہ دیکھے (کہ کہیں اسے وہ ہولناک عذاب نظر نہ آئے جو لوگوں پر اتر رہا ہوگا) اور جہاں کو حکم ہے سیدھے چلے جایئے (مراد سرزمین شام ہے) اور ہم نے فیصلہ بھیجا (یعنی وحی) اسے اس امر کا کہ صبح ہوتے ان کافروں کی جڑ کٹ جائے گی (مصبحین حال ہے مقطوع کی ضمیر مستقر سے، یعنی صبح ہونے تک ان کی بنیاد ہی ختم ہو کر رہ جائے گی) اور شہر والے (شہر سدوم والے، مراد قوم لوط ہے، جب ان کو خبر ہوئی کہ لوط علیہ السلام کے گھر میں حسین مرد ہیں، حسین مردوں سے مراد فرشتے ہیں) خوشیاں مناتے (یستبشرون جملہ حالیہ ہے، قوم لوط ان معزز فرشتوں سے بدکاری کی خواہش رکھتے تھے) کہا (لوط علیہ السلام نے) یہ میرے مہمان ہیں مجھے فضیحت نہ کرو اور اللہ سے ڈرو اور مجھے رسوا نہ کرو......۲......(ان مہمانوں کے ساتھ بدفعلی کے ارادے سے) بولے کیا ہم نے تمہیں منع نہ کیا تھا سب جہانوں کی (مہمان نوازی) سے کہا یہ قوم کی عورتیں میری بیٹیاں

ہیں اگر تمہیں کرنا ہے (یعنی اگر تم شہوت پوری کرنا چاہتے ہو تو ان سے نکاح کرو، اللہ ﷻ نے فرمایا) تیری جان کی قسم ......ﷺ...... (نبی پاک ﷺ سے خطاب ہے، یعنی تیری حیاتی کی قسم) وہ اپنے نشہ میں بھٹک رہے ہیں (تردد کررہے ہیں) تو ہولناک آواز (یعنی جبرئیل علیہ السلام کی آواز نے) انہیں آلیا دن نکلتے ہی (یعنی سورج نکلتے ہی) پس کردیا ہم نے اس (بستی) کا اوپر کا حصہ نیچے کا حصہ (اس طرح کہ جبرائیل علیہ السلام نے اسے آسمان کی جانب اٹھالیا اور اسے زمین پر پٹخ دیا) اور ان پر کنکر کے پتھر برسائے (آگ کی پکی ہوئی مٹی کے) بیشک اس میں (یعنی مذکورہ واقعہ میں) نشانیاں ہیں (اللہ ﷻ کی وحدانیت پر دلیلیں ہیں) فراست والوں کے لیے (دیکھنے والوں کے لیے عبرتیں ہیں) اور بیشک وہ (قوم لوط کی) بستی اسی راہ پر ہے (وہ راستہ جس پر قریش شام تک کا سفر کرتے تھے، اس کے نشان مٹے نہیں، تو کیا تم عبرت حاصل نہیں کرتے) بیشک اس میں نشانیاں ہیں (عبرت کے لیے) ایمان والوں کو اور بیشک (ان مخففہ ہے، اصل میں انہ تھا) جھاڑی والے ......ﷺ...... (مدین کے قرب وجوار میں جھاڑی، مراد قوم شعیب ہے) ضرور ظالم ہیں (حضرت شعیب علیہ السلام کو جھٹلانے کے حوالے سے) تو ہم نے ان سے بدلہ لیا (یہ کہ ہم نے ان کو سخت گرمی سے ہلاک کردیا) اور بیشک دونوں بستیاں (قوم لوط اور ایکہ کی) کھلے (واضح) راستے پر ہیں (امام بمعنی طریق ہے، تو تم اے اہل مکہ عبرت حاصل نہیں کرتے)۔

﴿ترکیب﴾

﴿قال انکم قوم منکرون﴾.

قال: قول، انکم: حرف مشبہ واسم، قوم منکرون: خبر، ملکر جملہ اسمیہ مقولہ، ملکر جزا، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿قالوا بل جئنک بما کانوا فیه یمترون O واتینک بالحق وانا لصدقون﴾.

قالوا: فعل، بل: عاطفہ، جئنک: فعل بافاعل ومفعول، بما کانوا فیه یمترون: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ مقولہ، ملکر جملہ فعلیہ قولیہ، و: عاطفہ، اتینک بالحق: فعل بافاعل ومفعول وظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ: انا لصدقون: جملہ اسمیہ۔

﴿فاسر باهلک بقطع من اللیل﴾.

ف: فصیحہ، اسر: فعل وضمیر ذوالحال، باهلک: ظرف مستقر حال، ملکر فاعل، ب: جار، قطع: موصوف، من الیل: ظرف مستقر صفت، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿واتبع ادبارهم ولا یلتفت منکم احد وامضوا حیث تومرون﴾

و: عاطفہ، اتبع ادبارهم: فعل بافاعل ومفعول، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، لا یلتفت: فعل نہی، منکم: ظرف مستقر حال مقدم، احد: ذوالحال، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ و: عاطفہ، امضوا: فعل بافاعل، حیث تؤمرون: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وقضینا الیه ذلک الامر ان دابر هولاء مقطوع مصبحین﴾.

و: عاطفہ، قضینا الیه: فعل بافاعل وظرف لغو، ذلک الامر: مرکب توصیفی مبدل منہ، ان دابر هؤلاء: حرف مشبہ واسم، مقطوع: اسم مفعول ھو ضمیر ذوالحال، مصبحین: حال، ملکر فاعل، ملکر خبر، ان اپنے اسم وخبر سے ملکر جملہ اسمیہ بدل، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وجاء اهل المدینة یستبشرون O قال ان هؤلاء ضیفی فلا تفضحون﴾.

و: عاطفہ، جاء: فعل، اهل المدینة: ذوالحال، یستبشرون: جملہ فعلیہ حال، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ، قال: قول، ان هؤلاء: حرف

مشبہ واسم،ضیفی : خبر،ملکر جملہ اسمیہ مقولہ،ملکر جملہ فعلیہ قولیہ ، ف :فصیحہ، لا تفضحون : فعل بافاعل ومفعول ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿واتقوا اللہ ولا تخزون O قالوا اولم ننھک عن العلمین O قال ھؤلاء بنتی ان کنتم فعلین﴾۔

متذکرہ دوآیات کی مثل ترکیب سابق میں گزر چکی ہیں،قال : قول، ھؤلاء بنتی : مبدل منہ،ملکر " ناکحوا "فعل محذوف کا مفعول ،ملکر جملہ فعلیہ مقولہ،ملکر جملہ قولیہ،ان : شرطیہ، کنتم فعلین: جملہ فعلیہ شرط، جزا محذوف "فانکحوھن"،ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿لعمرک انھم لفی سکرتھم یعمھون﴾

لام : تاکیدیہ جواب قسم ، عمرک : مبتدا،خبر محذوف "قسمی"،ملکر جملہ اسمیہ قسم محذوف "اقسم" کے لیے جواب قسم،ملکر جملہ قسمیہ معترضہ، انھم: حرف مشبہ واسم، لفی سکرتھم یعمھون : جملہ فعلیہ خبر،ملکر جملہ اسمیہ معترضہ۔

﴿فاخذتھم الصیحۃ مشرقین Oفجعلنا عالیھا سافلھا وامطرنا علیھم حجارۃ من سجیل﴾

ف: عاطفہ ،اخذت :فعل : ھم : ذوالحال، مشرقین : حال ملکر مفعول ،الصیحۃ : فاعل ملکر جملہ فعلیہ ، ف : عاطفہ، جعلنا : فعل بافاعل ،عالیھا و سافلھا : ملکر مفعول ثانی ،ملکر جملہ فعلیہ، و : عاطفہ، امطرنا علیھا : فعل بافاعل وظرف لغو، حجارۃ : موصوف، من سجیل : ظرف مستقر صفت، ملکر مفعول،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ان فی ذلک لایت للمتوسمین O وانھا لبسبیل مقیم﴾

ان : حرف مشبہ، فی ذلک : ظرف مستقر خبر مقدم، لام: تاکیدیہ، آیت : موصوف، للمتوسمین : ظرف مستقر صفت،ملکر مبتدا مؤخر،ملکر جملہ اسمیہ، و : عاطفہ، انھا : حرف مشبہ واسم، لبسبیل مقیم : ظرف مستقر خبر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ان فی ذلک لایۃ للمومنینO وان کان اصحب الایکۃ لظلمین﴾

ان : حرف مشبہ،فی ذلک : ظرف مستقر خبر مقدم،: لایۃ للمومنین : مبتدا مؤخر،ملکر جملہ اسمیہ، و: عاطفہ : ان :مخففہ وضمیر محذوف اسم، کان اصحب الایکۃ لظلمین : جملہ فعلہ خبر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿فانتقمنا منھم وانھما لبامام مبینO ﴾

ف: عاطفہ، انتقمنا منھم : فعل بافاعل وظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ، و : عاطفہ، انھما : حرف مشبہ واسم ، لبامام مبین : ظرف مستقر خبر،ملکر جملہ اسمیہ، و : عاطفہ، لام : تاکید جواب قسم۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

حضرت لوط علیہ السلام کا نسب:

۱......حضرت لوط علیہ السلام کا سلسلہ نسب یہ ہے لوط بن ھارون بن آزر، آپ علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بھتیجے تھے ،آپ علیہ السلام نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ سرزمین شام کی جانب ہجرت کی، آپ علیہ السلام کو اللہ عزوجل نے سدوم اوراس کے آس پاس کے علاقے کی طرف رسول بنا کر بھیجا۔ آپ علیہ السلام اپنی قوم کو اللہ عزوجل کی عبادت کی طرف بلاتے، انہیں نیکی کا حکم دیتے اور گناہوں اور بے حیائی کے کاموں سے روکتے جو خود ان کی اپنی ایجاد تھے اور پہلے کسی نے ان کاموں کا ارتکاب نہ کیا تھا،وہ گناہ کا کام یہ تھا کہ وہ عورتوں کو چھوڑ کر مرد سے اپنی خواہش پوری کرتے،اور یہ ایسی بُرائی تھی جس کے بارے میں حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر اب تک ان کے سوا کسی کو خیال نہ آیا تھا اور نہ ہی پہلے یہ چیز معروف تھی۔ اہل سدوم نے اس برائی کو رواج دیا خلیفہ ولید بن عبدالملک بانی جامع مسجد

دمشق فرماتے ہیں کہ اگر اللہ ﷻ قرآن مجید میں قوم لوط کا قصہ بیان نہ کرتا تو مجھے اس بات کو گمان بھی نہ ہوتا کہ کوئی مرد بھی مرد سے ایسا فعل کرسکتا ہے۔ (ابن کثیر، ج ۲ ص ۲۸۶)

اکثر تابعین کا یہ قول ہے کہ حضرت لوط علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بھتیجے ہیں۔ مستدرک میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بھی یہی منقول ہے۔ ابن عساکر نے سلیمان بن صرد سے روایت کیا ہے کہ حضرت لوط علیہ السلام کے والد حضرت ابراہیم علیہ السلام کے چچا تھے۔ ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے کہ حضرت لوط علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے خالہ زاد بھائی ہیں اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زوجہ بی بی سارہ حضرت لوط علیہ السلام کی صاحبزادی تھیں۔ (روح المعانی، الجزء الثامن، ص ۵۶۰)، (عطائین، ج۲، ص۲۹۶ وغیرہ)

قوم لوط کی بُری عادت:

۲..... قوم لوط کی بُری خصلت یہ تھی کہ عورتوں کو چھوڑ کر مَردوں سے خواہش پوری کرتے تھے، جس کی وجہ سے عذاب الٰہی کا شکار ہوئے۔ اگر کوئی شخص غیر محل یعنی دبر میں وطی کرے تو امام اعظم کے نزدیک مطلقاً حد نہیں بلکہ ایسی صورت میں تعزیر ہے جبکہ صاحبین کے نزدیک اجنبی پر ایسا فعل کرنے کی صورت میں حد لازم ہوگی جبکہ اگر کوئی شخص ایسا فعل کسی باندی، غلام یا زوجہ سے کرے تو بالاجماع حد نہ ہوگی بلکہ تعزیر ہوگی، درر میں ہے کہ ایسے شخص کو آگ میں جلا دیا جائے یا اس پر دیوار گرادی جائے اور پھر اوپر سے پتھر مار مار کر سنگسار کر دیا جائے، الحاوی میں ہے کہ ایسا فعل کرنے والے کو کوڑے لگانا زیادہ صحیح ہے، فتح القدیر میں ہے کہ ایسے شخص کو قید کیا جائے حتیٰ کہ مرجائے یا توبہ کرلے، اور اگر پھر یہی جرم کرے تو امام وقت اسے قتل کردے۔ (الدر المختار، کتاب الحدود، باب الوطی یوجب الحد، ج ٦، ص ٣٨)

سید عالم ﷺ کی جان کی قسم کھانا:

۳..... اللہ نے حضرت آدم کو اپنا صفی بنایا، حضرت ابراہیم کو خلیل، حضرت نوح کو نجی، حضرت موسیٰ کو کلیم، حضرت یوسف کو صدیق، حضرت عیسیٰ کو مسیح، لیکن سید عالم ﷺ کو محبوب کا خطاب عطا فرما کر کہیں فرمایا ﴿یـــــا ایھـــــا المدثر (المدثر:۱)﴾، کہیں فرمایا ﴿یایھا المزمل (المزمل:۱)﴾، ﴿یسین (یسین:۱)﴾ ﴿طٰہٰ (طہ:۱)﴾ ﴿لااقسم بھذا البلد وانت حل بھذا البلد (البلد:۲،۱)﴾۔ یہ ساری نوازشیں اسی لیے ہیں کہ محبوب محبت میں نہیں میرا تیرا، جس طرح رب العالمین نے اپنے حبیب کی شان عظمت نشان کی رعنائیاں بیان فرمائیں ہیں اُسی طرح جن لوگوں نے محبوب کبریا کی معیت اور سنگت حاصل کی ہے وہ بھی آپ کی زندگی جیسی بندگی کہیں نہیں پاتے، آپ ﷺ کی غلامی کو آزادی پر ترجیح دیتے ہیں۔

جب سید عالم ﷺ کا نکاح بی بی خدیجۃ الکبریٰ سے ہوا تو انہوں نے زید کو بطور ہدیہ آپ ﷺ کے حوالے کردیا، زید کے والد اور چچا ان کو ڈھونڈتے پھر رہے تھے۔ کسی نے بتایا کہ فلاں جگہ زید غلامی کی زندگی بسر کررہے ہیں۔ پس زید کے والد حارثہ اور چچا فدیہ کی رقم لے کر مکہ مکرمہ پہنچے، انہوں نے سید عالم ﷺ کے متعلق دریافت کیا تو بتایا گیا کہ آپ ﷺ مسجد میں ہیں۔ وہ دونوں مسجد میں گئے اور پکار کر کہا: اے عبدالمطلب کے بیٹے! اے سردار قوم کے بیٹے! آپ لوگ اللہ کے حرم کے رہنے والے ہیں، لوگوں کو رہا کرتے ہیں، اسیروں کو کھانا کھلاتے ہیں، ہم اپنے بیٹے اور آپ کے غلام کے سلسلے میں آپ کے پاس آئے ہیں۔ آپ ہم پر احسان فرمائیں اور اس کا فدیہ لے کر اس کو آزاد کردیں۔ آپ نے پوچھا کہ وہ کون ہے؟ انہوں نے کہا کہ زید بن حارثہ! آپ نے فرمایا: "میں اس کو بلاتا ہوں، تم اس کو اختیار دینا، اگر وہ تمہارے ساتھ جانا پسند کرے تو میں بغیر فدیہ کے اس کو تمہارے حوالے کردوں گا اور اگر وہ میرے ساتھ رہنا

چاہے تو میں اُسے چھوڑنے والا نہیں"، انہوں نے اس تجویز کو منظور کرلیا اور آپ ﷺ نے زید کو بلایا اور پوچھا: "کیا تم ان لوگوں کو پہچانتے ہو؟" زید نے کہا: میرے والد اور چچا ہیں۔ اب تم مجھے یا ان کو اختیار کرلو، حضرت زید بن حارث نے کہا: میں آپ ﷺ کے مقابلے میں کسی کو بھی اختیار نہیں کرسکتا، آپ ہی میرے باپ اور چچا کے حکم میں ہیں۔ حضرت زید کے والد اور چچا نے کہا: اے زید تم پر افسوس ہے! کیا تم غلامی کو آزادی پر ترجیح دے رہے ہو؟ حضرت زید نے عرض کی: میں نے اس کریم شخص کی زندگی میں وہ چیز دیکھی ہے کہ میں ان کے مقابلہ میں کسی کو اختیار نہیں کرسکتا۔ (الاصابہ، ج۲، ص۴۹۵ وغیرہ، رقم: ۲۸۹۷)

اصحاب ایکہ سے مراد کون ھیں؟

۔۔۔۔۔ایکہ کا معنی ہے گھنا جنگل، درختوں کا جھنڈ، تبوک یا مدین کے قریب ایک بستی ہے، اس کو بھی ایکہ کہتے ہیں، اصحاب الایکہ سے حضرت شعیب کی قوم مراد ہیں، اس قوم کا نام بنو مدیان تھا، مدین کے مرکزی شہر کو بھی کہتے ہیں اور ان کے پورے علاقے کو بھی، یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ایکہ تبوک کا قدیم نام تھا، اس کا لغوی معنی گھنا جنگل ہے۔ آج کل ایک پہاڑی کا نام ہے جو جبل اللوز سے وادی افل میں آکر گرتا ہے اور یہ علاقہ حجاز سے فلسطین وشام جاتے ہوئے راستے میں پڑتا ہے۔ (تبیان القرآن، ج۶، ص ۳۰۷ وغیرہ)۔

اغراض: **امش خلفهم**: اے لوط! اپنے گھر والوں کو رات گئے لے چلیں، اور پیچھے چلیں تاکہ اطمنان رہے۔

وهو الشام: پس اللہ نے ان کے لیے زمین کو لپیٹ دیا یہاں تک کہ انہوں نے عذاب سے نجات پائی، اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس پہنچے۔ای **وقت شروق الشمس**: یعنی سورج کے طلوع ہونے کے وقت، اور یہ عذاب کے ختم ہونے کا وقت ہے، جب کہ اس کی ابتدا کا وقت طلوع صبح کا تھا۔ای **قراهم**: چار بستیاں مراد ہیں، جس میں رہنے والے چار ہزار، پانچ یا چالیس ہزار آدمی تھے۔

هي غيضة شجر: مراد دراصل درخت ہے جو قوم لوط کے مکانات کے اردگرد تھے اور بڑی تعداد میں تھے، درخت کی جانب نسبت کرنے کی وجہ یہ ہے کہ قوم اسی درخت کے ذریعے کمائی کرتی اور رہائش بھی اسی کے پاس رکھی ہوئی تھی، کہا جاتا ہے مراد کھجور کے درخت تھے۔

بتكذيبهم شعيبا: یعنی قوم نے ناپ تول اور رہزنی کے معاملے میں (بھی) حضرت شعیب علیہ السلام کی تکذیب کی۔

بشدة الحر: اللہ نے اُن پر گرمی کا عذاب مسلط کردیا۔ (الصاوی، ج۳، ص ۲۵۳ وغیرہ)

رکوع نمبر: ۶

﴿وَلَقَدْ كَذَّبَ اَصْحٰبُ الْحِجْرِ﴾وَادٍ بَيْنَ الْمَدِيْنَةِ وَالشَّامِ وَهُمْ ثَمُوْدُ﴿الْمُرْسَلِيْنَ (۸۰)﴾بِتَكْذِيْبِهِمْ صَالِحًا لِاَنَّهُ تَكْذِيْبٌ لِبَاقِي الرُّسُلِ لِاشْتِرَاكِهِمْ فِي الْمَجِيْءِ بِالتَّوْحِيْدِ﴿وَ اٰتَيْنٰهُمْ اٰيٰتِنَا﴾فِي النَّاقَةِ﴿فَكَانُوْا عَنْهَا مُعْرِضِيْنَ (۸۱)﴾لَايَتَفَكَّرُوْنَ فِيْهَا﴿وَكَانُوْا يَنْحِتُوْنَ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا اٰمِنِيْنَ(۸۲)فَاَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ مُصْبِحِيْنَ(۸۳)﴾وَقْتَ الصَّبَاحِ﴿فَمَآ اَغْنٰى﴾دَفَعَ﴿عَنْهُمْ﴾الْعَذَابَ﴿مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ(۸۴)﴾مِنْ بِنَاءِ الْحُصُوْنِ وَجَمْعِ الْاَمْوَالِ﴿وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ وَاِنَّ السَّاعَةَ لَاٰتِيَةٌ﴾لَا مُحَالَةَ فَيُجَازٰى كُلُّ اَحَدٍ بِعَمَلِهِ﴿فَاصْفَحِ﴾يَامُحَمَّدُ عَنْ قَوْمِكَ﴿الصَّفْحَ الْجَمِيْلَ(۸۵)﴾اَعْرِضْ عَنْهُمْ اِعْرَاضًا لَاجَزْعَ فِيْهِ وَهٰذَا مَنْسُوْخٌ بِاٰيَةِ السَّيْفِ﴿اِنَّ رَبَّكَ هُوَ الْخَلّٰقُ

﴿لِكُلِّ شَیْءٍ﴾﴿الْعَلِیْمُ (٨٦)﴾بِكُلِّ شَیْءٍ﴿وَلَقَدْ اٰتَیْنٰكَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِیْ﴾قَالَ النَّبِیُّ ﷺ هِیَ الْفَاتِحَةُ
رَوَاهُ الشَّیْخَانِ لِاَنَّهَا تُثْنٰی فِیْ كُلِّ رَكْعَةٍ﴿وَالْقُرْآنَ الْعَظِیْمَ (٨٧) لَا تَمُدَّنَّ عَیْنَیْكَ اِلٰی مَا مَتَّعْنَا بِهٖۤ اَزْوَاجًا
﴾اَصْنَافًا﴿مِّنْهُمْ وَلَا تَحْزَنْ عَلَیْهِمْ﴾اِنْ لَّمْ یُؤْمِنُوْا﴿وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ﴾ءَ لِنْ جَانِبَكَ﴿
لِلْمُؤْمِنِیْنَ (٨٨) وَقُلْ اِنِّیْۤ اَنَا النَّذِیْرُ﴾مِنْ عَذَابِ اللّٰهِ اَنْ یُّنَزِّلَ عَلَیْكُمْ﴿الْمُبِیْنُ (٨٩)﴾اَلْبَیِّنُ الْاِنْذَارِ﴿كَمَا
اَنْزَلْنَا﴾الْعَذَابَ﴿عَلَی الْمُقْتَسِمِیْنَ (٩٠)﴾اَلْیَهُوْدِ وَالنَّصَارٰی﴿الَّذِیْنَ جَعَلُوا الْقُرْآنَ﴾اَیْ كُتُبَهُمُ الْمُنْزَلَةَ
عَلَیْهِمْ﴿عِضِیْنَ (٩١)﴾اَجْزَاءً حَیْثُ آمَنُوْا بِبَعْضٍ وَكَفَرُوْا بِبَعْضٍ وَقِیْلَ الْمُرَادُ بِهِمُ الَّذِیْنَ اقْتَسَمُوْا طُرُقَ
مَكَّةَ یَصُدُّوْنَ النَّاسَ عَنِ الْاِسْلَامِ وَقَالَ بَعْضُهُمْ فِی الْقُرْآنِ سِحْرٌ وَّبَعْضُهُمْ كَهَانَةٌ وَّبَعْضُهُمْ شِعْرٌ
﴿فَوَرَبِّكَ لَنَسْئَلَنَّهُمْ اَجْمَعِیْنَ (٩٢)﴾سُؤَالَ تَوْبِیْخٍ﴿عَمَّا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ (٩٣) الربع فَاصْدَعْ﴾یَامُحَمَّدُ﴿بِمَا
تُؤْمَرُ﴾اَیْ اِجْهَرْ بِهٖ وَامْضِهٖ﴿وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِیْنَ (٩٤)﴾هٰذَا قَبْلَ الْاَمْرِ بِالْجِهَادِ﴿اِنَّا كَفَیْنٰكَ
الْمُسْتَهْزِءِیْنَ (٩٥)﴾بِكَ بِاَنْ اَهْلَكْنَا كُلًّا مِنْهُمْ بِاٰیَةٍ وَهُمُ الْوَلِیْدُ ابْنُ الْمُغِیْرَةِ وَالْعَاصُ بْنُ وَائِلٍ وَعَدِیُّ بْنُ
قَیْسٍ وَالْاَسْوَدُ بْنُ الْمُطَّلِبِ وَالْاَسْوَدُ بْنُ عَبْدِ یَغُوْثَ﴿الَّذِیْنَ یَجْعَلُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا آخَرَ﴾صِفَةٌ وَقِیْلَ
مُبْتَدَاءٌ وَلِتَضَمُّنِهٖ مَعْنَی الشَّرْطِ دَخَلَتِ الْفَاءُ فِیْ خَبَرِهٖ وَهُوَ﴿فَسَوْفَ یَعْلَمُوْنَ (٩٦)﴾عَاقِبَةَ اَمْرِهِمْ﴿وَلَقَدْ
﴾لِلتَّحْقِیْقِ﴿نَعْلَمُ اَنَّكَ یَضِیْقُ صَدْرُكَ بِمَا یَقُوْلُوْنَ (٩٧)﴾مِنَ الْاِسْتِهْزَاءِ وَالتَّكْذِیْبِ﴿فَسَبِّحْ
﴾مُتَلَبِّسًا﴿بِحَمْدِ رَبِّكَ﴾اَیْ قُلْ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ﴿وَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِیْنَ (٩٨)﴾الْمُصَلِّیْنَ﴿وَاعْبُدْ
رَبَّكَ حَتّٰی یَاْتِیَكَ الْیَقِیْنُ (٩٩)﴾الْمَوْتَ.

﴿ترجمہ﴾

بیشک حجر والوں نے جھٹلایا......۱......(مدینہ اور شام کے مابین ایک وادی ہے، مراد قوم ثمود ہے) رسولوں کو (حضرت صالح علیہ السلام کو،......۲...... باقی رسولوں کی تکذیب اس لئے ہوئی کہ سب رسول توحید کی دعوت دینے میں شریک تھے) اور ہم نے ان کو اپنی نشانیاں......۳......(اونٹنی) دیں تو وہ ان سے منہ پھیرے رہے (کہ وہ ان نشانیوں میں تفکر نہیں کرتے) اور وہ پہاڑوں میں گھر تراشتے تھے بے خوف تو انہیں صبح ہوتے (یعنی وقت صبح) چنگھاڑ نے آلیا تو کچھ کام نہ آیا (یعنی دفع ہوا) ان سے (عذاب) اس سے جو وہ کماتے تھے......۴......(یعنی مضبوط قلعے بنانے اور مال جمع کرنے سے) اور ہم نے آسمان و زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے عبث نہ بنایا اور بیشک قیامت آنے والی ہے (لامحالہ ہر شخص اپنے عمل کی جزاء پائے گا) تو درگزر کرو......۵......(اے محمد ﷺ! اپنی قوم سے) درگزر کرنا اچھا (یعنی ان سے انتقام لینے کے معاملے سے اعراض کریں، اور اس معاملے میں بے صبری نہ کریں اور یہ حکم آیت سیف سے منسوخ ہے) بیشک تمہارا رب ہی بہترین پیدا کرنے والا ہے (ہر چیز کو) جاننے والا ہے (سب کچھ) اور ہم نے تم کو سات آیتیں دیں جو دہرائی جاتی ہیں......۶......(نبی پاک ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ سات آیات سے مراد سورۃ فاتحہ ہے، اسے بخاری و مسلم نے روایت کیا، اس وجہ سے ان آیات کی تکرار ہر رکعت میں کی جاتی ہے) اور عظمت والا قرآن اپنی آنکھ اٹھا کر رشک سے اس چیز کو نہ دیکھیں جو ہم نے ان

کے کچھ جوڑوں (ازواجا بمعنی اصنافا ہے) کو برتنے کو دی اور ان کا کچھ غم نہ کھاؤ......ے......(یعنی ان کے ایمان نہ لانے کا) اور اپنی رحمت کے پروں میں لے لو مسلمانوں کو (ان سے تواضع سے کام لو) اور فرماؤ کہ میں ہی ہوں صاف (المبین بمعنی البین ہے) ڈر سنانے والا (اللہ ﷻ کے عذاب سے کہ تم پر نازل ہو) جیسا کہ ہم نے اتارا (عذاب) بانٹنے والوں پر (یعنی یہود ونصاری پر) جنہوں نے کلام الٰہی کو بنایا (یعنی ان پر اترنے والی کتابوں کو) تکے بوٹی......۸......(یعنی اجزا کے بعض پر ایمان لائے اور بعض کا انکار کیا، اور بعض نے کہا کہ اس سے مراد وہ لوگ ہیں جنہوں نے مکہ کے راستوں کو بانٹ رکھا تھا تا کہ لوگوں کو اسلام سے روک سکیں اور بعض نے قرآن کو سحر، بعض نے کہانت اور بعض نے شعر کہا) تو تمہارے رب کی قسم ہم ضرور ان سب سے پوچھیں گے (زجر و توبیخ کرتے ہوئے) وہ جو کچھ کرتے تھے تو اعلانیہ کہہ دو (اے محمد ﷺ!) جس بات کا تمہیں حکم ہے (اسے نافذ کر دو) اور مشرکوں سے منہ پھیر لو (یہ حکم جہاد کے حکم سے پہلے تھا) بیشک ان ہنسنے والوں پر ہم تمہیں کفایت کرتے ہیں......۹......(یعنی ان میں سے ہر ایک کو آفت میں مبتلا کرنے پر، ان لوگوں میں ولید بن مغیرہ، عاص بن وائل، عدی بن قیس، اسود بن مطلب، اسود بن عبد یغوث شامل تھے) جو اللہ کے ساتھ دوسرا معبود ٹھہراتے ہیں (جملہ الذین یجعلون صفت ہے یستھزؤن کی یا ایک قول کے مطابق مبتدا ہے، اور جب شرط کا معنی متضمن ہو تو اس کی خبر پر فاء داخل ہوتی ہے اور وہ یوں ہے فسوف یعلمون) تو اب جان جائیں گے (اپنے کئے کا انجام) اور بیشک (قد تحقیق کے لئے ہے) کہ ان کی باتوں سے تم تنگ دل ہوتے ہو (یعنی ان کے استہزاء اور تکذیب کرنے سے) تو پاکی بولو (مستقل مزاجی سے) اپنے رب کو سراہتے ہوئے (یعنی سبحان اللہ وبحمدہ کہو) اور سجدہ والوں میں ہو (یعنی نماز پڑھنے والوں میں) اور عبادت کرو اپنے رب کی یہاں تک کہ آجائے تمہارے پاس یقین (یعنی موت)۔

﴿ترکیب﴾

﴿ولقد كذب اصحب الحجر المرسلين﴾.

قد: تحقیقیہ، كذب اصحاب الحجر المرسلين: فعل بافاعل ومفعول، ملکر جملہ فعلیہ قسم محذوف "واللہ" کے لیے جواب قسم۔

﴿واتينهم ايتنا فكانوا عنها معرضين O وكانوا ينحتون من الجبال بيوتا آمنين﴾.

و: عاطفہ، اتینھم اتینا: فعل بافاعل ومفعول اول وثانی، ملکر جملہ فعلیہ، ف: عاطفہ، کانوا: فعل ناقص باسم، عنھا معرضین: شبہ جملہ خبر: ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، کانوا: فعل ناقص بااسم، ینحتون: فعل وضمیر ذوالحال، امنین: حال، ملکر فاعل، من الجبال: ظرف لغو، بیوتا: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ خبر، فعل ناقص اپنے اسم وخبر سے ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿فاخذتهم الصيحة مصبحين O فما اغنى عنهم ما كانوا يكسبون﴾.

ف: عاطفہ، اخذت: فعل، ھم: ذوالحال، مصبحین: حال، ملکر مفعول، الصیحۃ: فاعل، ملکر جملہ فعلیہ، ف: عاطفہ، ما اغنی: فعل نفی، عنھم: ظرف لغو، ما کانوا یکسبون: موصول صلہ ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وما خلقنا السموت والارض وما بينهما الا بالحق وان الساعة لاتية فاصفح الصفح الجميل﴾.

و: عاطفہ، ما: نافیہ، خلقنا: فعل بافاعل، السموت والارض وما بینھما: معطوف علیہ ومعطوفین، ملکر ذوالحال، الا: اداۃ حصر، بالحق: ظرف مستقر حال، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، ان الساعۃ: حرف مشبہ واسم، لاتیۃ: خبر، ملکر جملہ اسمیہ، ف: فصیحہ، اصفح: فعل امر بافاعل، الصفح الجمیل: مفعول مطلق، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ان ربک ھو الخلق العلیم O ولقد اتینک سبعا من المثانی والقران العظیم﴾.

ان ربک : حرف مشبہ واسم، ھو: ضمیر فصل، الخلق العلیم : خبر،ملکر جملہ اسمیہ،و : مستانفہ، لام : تاکید جواب قسم، قد: تحقیقیہ، اتینک : فعل بافاعل ومفعول، سبعا من المثانی : مرکب توصیفی معطوف علیہ، والقرآن العظیم : معطوف،ملکر مفعول،ملکر جملہ فعلیہ "اقسم" قسم محذوف کے لیے جواب قسم۔

﴿لا تمدن عینیک الی ما متعنا بہ ازواجا منھم ولا تحزن علیھم واخفض جناحک للمومنین﴾.

لا تمدن : فعل نہی بافاعل، عینیک: مفعول، الی : جار، ما : موصول، متعنابہ ازواجا منھم : جملہ فعلیہ صلہ،ملکر مجرور،ملکر ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ، و : عاطفہ، لا تحزن علیھم : فعل بافاعل وظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ ماقبل "لاتمدن" پر معطوف، و: عاطفہ، اخفض جناحک للمومنین: فعل بافاعل ومفعول وظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ ماقبل "لاتمدن" پر معطوف ہے۔

﴿وقل انی انا النذیر المبین O کما انزلنا علی المقتسمین O الذین جعلوا القران عضین﴾.

و : عاطفہ، قل :قول، انی : حرف مشبہ واسم، انا النذیر المبین : جملہ اسمیہ خبر،ملکر جملہ اسمیہ مقولہ،ملکر جملہ فعلیہ قولیہ، ک : جار، ما : موصول، انزلنا : فعل بافاعل، علی : جار، المقتسمین : موصوف، الذین :موصول، جعلوا القرآن عضین جملہ فعلیہ صفت،ملکر مجرور،ملکر ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ صلہ،ملکر مجرور،ملکر ظرف لغو ماقبل فعل "لقداتینک" کے لیے۔

﴿فوربک لنسئلنھم اجمعین O عما کانوا یعملون﴾.

ف:عاطفہ،وربک : جار مجرور متعلق باقسم،ملکر جملہ فعلیہ قسمیہ انشائیہ، لام : تاکیدیہ، نسئلن : فعل بافاعل،ھم ضمیر مؤکد، اجمعین : تاکید،ملکر مفعول،عما کانوا یعملون: ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ جواب قسم،ملکر جملہ فعلیہ قسمیہ۔

﴿فاصدع بما تؤمر واعرض عن المشرکین﴾.

ف:فصیحہ، اصدع : فعل بافاعل ، بما تؤمر : ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ ،و : عاطفہ، اعرض : فعل بافاعل، عن المشرکین : ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ معطوف،ملکر شرط محذوف "ان عرفت ھذا" کے لیے جزا،ملکر جملہ شرط۔

﴿انا کفینک المستھزئین O الذین یجعلون مع اللہ الھا اخر فسوف یعلمون﴾.

انا : حرف مشبہ واسم، کفینک : فعل بافاعل ومفعول ،المستھزء ین: موصوف، الذین : موصول، یجعلون مع اللہ : فعل بافاعل ومفعول، الھا اخر : مفعول ثانی،ملکر جملہ فعلیہ صلہ،ملکر صفت،ملکر مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ خبر،ملکر جملہ اسمیہ ،ف : مستانفہ، سوف : استقبالیہ، یعلمون: فعل بافاعل ومفعول محذوف "عاقبۃ امرھم "،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ولقد نعلم انک یضیق صدرک بما یقولون﴾.

و: عاطفہ لام: تاکید جواب قسم، قد :تحقیقیہ ، نعلم : فعل بافاعل، انک :حرف مشبہ واسم، یضیق صدرک : فعل بافاعل،بما یقولون : ظرف،ملکر خبر،ملکر جملہ اسمیہ مفعول،ملکر جملہ فعلیہ قسم محذوف "واللہ" کے لیے جواب قسم،ملکر جملہ فعلیہ قسمیہ۔

﴿فسبح بحمد ربک وکن من السجدین O واعبد ربک حتی یاتیک الیقین﴾.

ف: فصیحہ : سبح : فعل بافاعل،بحمد ربک : ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ ،و :عاطفہ، کن : فعل ناقص بااسم، من السجدین : ظرف مستقر،ملکر جملہ فعلیہ معطوف و : عاطفہ، اعبدربک : فعل بافاعل ومفعول، حتی یاتیک الیقین :

ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ معطوف ثانی، ملکر جملہ معطوفہ۔

﴿شان نزول﴾

☆......انا کفینک المستھزء ین...... ☆ کفار قریش کے پانچ سردار عاص بن وائل سہمی، اسود بن مطلب، اسود بن عبد یغوث، حارث بن قیس اور ان سب کا افسر ولید بن مغیرہ مخزومی، یہ لوگ نبی کریم ﷺ کو بہت ایذا دیتے اور آپ کے ساتھ استہزاء وتمسخر کرتے ، اسود بن مطلب کے لیے سید عالم ﷺ نے دعا کی تھی کہ یارب اس کو اندھا کردے ایک روز سید عالم ﷺ مسجد حرام میں تشریف فرما تھے یہ پانچوں آئے اور انہوں نے حسب دستور طعن وتمسخر کے کلمات کہے اور طواف میں مشغول ہوگئے، اسی حال میں حضرت جبرائیل امین حضرت کی خدمت میں پہنچے اور انہوں نے ولید بن مغیرہ کی پنڈلی کی طرف اور عاص کے کف پا کی طرف اور اسود بن مطلب کی آنکھوں کی طرف اور اسود بن یغوث کے پیٹ کی طرف اور حارث بن قیس کے سر کی طرف اشارہ کیا اور کہا میں ان کا شر دفع کردوں گا چنانچہ تھوڑے سے عرصہ میں یہ ہلاک ہوگئے، ولید بن مغیرہ تیر فروش کی دوکان کے پاس سے گزرا اور اس کے تہہ بند میں ایک پیکان چھبا مگر اس نے تکبر سے اس کو نکالنے کے لیے سر نیچا نہ کیا اس سے اس کی پنڈلی میں زخم آیا اور اسی میں مرگیا، عاص بن وائل کے پاؤں میں کانٹا لگا اور نظر نہ آیا، اس سے پاؤں ورم کر گیا اور یہ شخص بھی مرگیا، اسود بن مطلب کی آنکھوں میں ایسا درد ہوا کہ دیوار میں سر مارتا تھا اسی میں مرگیا اور یہ کہتا ہوا مرا کہ مجھ کو محمد نے قتل کیا ہے، اسود بن یغوث کو استسقا ہوا اور کلبی کی روایت میں ہے کہ اس کو لو لگی اور اس کا مونھ اس قدر کالا ہوگیا کہ گھر والوں نے نہ پہچانا اور نکال دیا اور اسی حال میں مرگیا اور کہتا گیا کہ مجھے محمد کے رب نے مارا ہے، حارث بن قیس کی ناک سے خون اور پیپ جاری ہوا، اسی میں ہلاک ہوگیا، ان کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

حجر والے کون ھیں؟

۱......علامہ راغب اصفہانی فرماتے ہیں حجر سے مراد منع کرنا ہے،، عقل کو بھی حجر کہتے ہیں اس لیے کہ عقل انسان کو غلط کاموں اور خواہشات نفسانی سے منع کرتی ہے۔ متذکرہ آیت میں حجر والوں سے قوم ثمود مراد ہے۔ حجر سے مراد ممنوع تحریمی بھی ہوتا ہے جیسے کہ کہا گیا﴿وقالوا ھذہ انعم وحرث حجر (الانعام:۱۳۸)﴾، جب کسی دو ذاتوں کے مابین پردہ ہو جیسا کہ کفار جب فرشتوں کو ملاحظہ فرماتے تو نفع کی امید رکھتے لیکن اللہ نے ارشاد فرمایا﴿وجعل بینھما برزخا وحجرا محجورا (الفرقان:۵۳)﴾ یعنی کافروں کے لیے ان میں کوئی راہ نہیں۔

(المفردات، ص ۱۱۶)

علامہ جریر طبری وادی حجر کے بارے میں مختلف اقوال نقل کرتے ہیں: حجر والوں مراد قوم ثمود ہے، ابن عمر کہتے ہیں کہ ہم سید عالم ﷺ کے ساتھ مقام حجر سے گزر رہے تھے کہ سید عالم ﷺ نے ہمیں ارشاد فرمایا: ''ان لوگوں کے گھروں میں داخل نہ ہونا جنھوں نے خود پر ظلم کیا ہے اور جو باقی رہ جائیں اُن پر بھی ویسا ہی عذاب آئے، پھر سید عالم ﷺ نے سختی فرمائی یہاں تک کہ جلدی گزر گئے۔

(الطبری، الجزء ۱٤، ص ٦١)

حضرت صالح علیہ السلام کا نسب:

۲......قوم ثمود کا سلسلہ نسب یہ ہے ثمود بن عابر بن ارم بن سام بن نوح اور یہاں ثمود سے مراد قبیلہ ثمود ہے۔ابوعمرو بن العلاء فرماتے ہیں کہ اس بستی کا نام ثمود پانی کی قلت کی وجہ سے رکھا گیا اور الثمد کے معنی بھی مائے قلیل ہے ان لوگوں کے مکانات حجاز اور شام کے مابین حجر سے وادی القریٰ تک ہیں اور قرآن مجید میں جو یہ کہا کہ ہم نے ثمود کی طرف ان کے بھائی صالح کو بھیجا اس سے نسبی بھائی مراد ہے دینی نہیں،اور اس سے مراد صالح بن عبید بن آسف بن ماشیح بن عبید بن خادر بن ثمود ہے۔ (البغوی،ص ۳۱۰)

حضرت صالح علیہ السلام اور ہود علیہ السلام کے مابین سو سال کا زمانہ ہے۔اور حضرت صالح علیہ السلام نے دو سو اسّی سال کی زندگی گزاری۔
(الجمل،ج ۳،ص ۶۲)

نووی کہتے ہیں کہ حضرت صالح علیہ السلام اپنی قوم کے پاس بیس سال رہے اور مکہ مکرمہ میں آپ علیہ السلام نے وفات پائی اس وقت آپ علیہ السلام کی عمر مبارک اٹھاون سال تھی۔ (روح المعانی، الجزء الثامن ،ص ۵۵۶)

حضرت صالح علیہ السلام کا معجزہ:

۳......اکثر مفسرین کا کہنا ہے کہ ایک دن قوم ثمود جمع ہوئی۔ان کے پاس اللہ عزوجل کے رسول حضرت صالح علیہ السلام تشریف لائے اور انہیں نصیحت کی،اللہ عزوجل کے عذاب سے ڈرایا،وعظ کیا اور اللہ عزوجل کی وحدانیت کو ماننے کا حکم دیا۔قوم نے کہا کہ اگر آپ علیہ السلام ہمارے لئے اس پہاڑ (سامنے موجود پہاڑ کی جانب اشارہ کرتے ہوئے کہا) سے ایک زندہ اونٹنی نکال دیں جس میں فلاں فلاں خصوصیات ہونی ضروری ہیں،اور ساتھ ہی انہوں نے اس اونٹنی کے اوصاف ذکر کرنا شروع کردیئے۔حضرت صالح علیہ السلام نے فرمایا کہ''اگر میں تمہاری فرمائش کے مطابق کردوں تو کیا تم میری دعوت کو قبول کرلوگے؟اور میری نبوت کی تصدیق کروگے؟''انہوں نے اقرار کیا،حضرت صالح علیہ السلام نے اس پر عہد و پیمان لئے (کیونکہ آپ علیہ السلام جانتے تھے کہ ان میں کئی ایسے بھی ہونگے جو معجزہ دیکھنے کے بعد بھی ایمان نہ لائیں گے اور میری نبوت کی تصدیق نہ کریں گے) پھر آپ علیہ السلام نے نماز کی جانب توجہ فرمائی اور اللہ عزوجل کے حضور نماز میں مشغول ہوگئے،پھر اللہ عزوجل سے قوم کی طلب کے مطابق دعا گو ہوئے،اللہ عزوجل نے پہاڑ کو حکم عطا فرمایا کہ وہ پھٹے اور اس میں سے مطلوبہ خصوصیات کی حامل اونٹنی برآمد ہو،پھر جب انہوں نے امر عظیم،ڈرانے والا منظر،قدرت باہرہ،دلیل قاطعہ،برہان ساطعہ دیکھ لی تو ان میں اکثر ایمان لے آئے لیکن اکثر کفر،گمراہی اور عناد پر ہی ڈٹے رہے،اسی مناسبت سے اللہ عزوجل نے فرمایا﴿فَظَلَمُوْا بِهَا﴾یعنی وہ حد سے بڑھے اور حق کی پیروی نہ کی۔

حضرت صالح علیہ السلام نے فرمایا﴿هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ لَكُمْ اٰيَةً (الاعراف:۷۳)﴾ناقہ کی اضافت اللہ عزوجل کی جانب کی،یہ اضافت تشریفی اور تعظیمی ہے،جیسے اللہ عزوجل کا فرمان﴿بَيْتُ اللّٰهِ،عَبْدُ اللّٰهِ﴾تمہارے لئے اللہ عزوجل کی نشانی ہیں یعنی یہ نشانی اس صدق پر دلیل ہے جو میں تمہارے پاس لایا ہوں،لہٰذا اسے چھوڑ دو کہ یہ اللہ عزوجل کی زمین سے کھائے﴿وَلَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ فَيَاْخُذَكُمْ عَذَابٌ قَرِيْبٌ (ھود:۶۴)﴾اس بات پر اتفاق ہوا کہ یہ ناقہ اپنے ظاہری حال پر برقرار رہے اور زمین میں جہاں چاہے چرتی پھرے،اور ایک دن چھوڑ کر ایک دن اسے پانی پر چھوڑ دیا جائے،جس دن اسے پانی پر چھوڑا جاتا تھا اس دن کنوئیں کا سارا پانی پی جاتی تھی۔دوسرے دن صبح لوگوں کی حاجت پوری کرنا دشوار ہوتا تھا،قوم سے کہا گیا کہ اس کا دودھ ان کے لئے کفایت کرے گا جیسا کہ باری عزوجل کا فرمان ہے﴿لَهَا شِرْبٌ وَّلَكُمْ شِرْبٌ﴾قوم سے صبر نہ ہوسکا اور انہوں نے اس بات پر اتفاق کرلیا کہ اس کی کونچیں کاٹ دی جائیں،شیطان نے قوم کو ان کا عمل مزین کرکے دکھایا کہ یہی ان کے لئے بہتر ہے۔ (البدایۃ والنہایۃ،قصۃ صالح نبی ثمود الجزء ۱،ج ۱،ص ۱۵۰ وغیرہ)

ناقہ کی کونچیں کاٹنے والا بدبخت کون تھا؟

٢......قوم کے سردار قدار بن سالف بن جندع نے اونٹنی کی کونچیں کاٹ ڈالیں، یہ شخص بھورے رنگ کا مالدار آدمی تھا، اس شخص کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ زنا سے پیدا شدہ تھا، یہ کام اتفاق رائے سے ہوا اس لئے اس کے کام کو سب نہ ماننے والوں کی جانب منسوب کیا۔ (البداية والنهاية، قصة صالح بنی ثمود، الجزء ١، ج ١، ص ١٥١)

قوم صالح پر عذاب کی صورت:

٣......قوم صالح پر عذاب کی صورت اس طرح بنی کہ جمعرات کی صبح جس کو ایام النظرة کہا گیا ان کے چہرے زرد پڑ گئے جیسا کہ حضرت صالح علیہ السلام نے انہیں عذاب سے ڈرایا تھا، دوسرے دن صبح ان کے چہرے سرخ ہو گئے اور یہ دن جمعہ کا تھا جسے ایام التأجیل کہا گیا ہے، پھر تیسرے دن ان کے چہرے سیاہ پڑ گئے اور یہ ہفتے کا دن تھا جسے ایام المتاع کہا گیا، چوتھے دن کی صبح اتوار کے دن قوم خوشبو لگا کر عذاب کے انتظار میں بیٹھ گئی، انہیں معلوم نہ ہوتا تھا کہ عذاب کیسے اور کس جانب سے آئے گا؟ جب سورج طلوع ہوا، آسمان سے ایک زوردار آواز آئی اور ان کے نیچے یعنی زمین سے شدید زلزلہ آیا سے روحیں پرواز کر گئیں، نفوس چلے گئے، ہلنا جلنا بند ہو گیا، آوازیں تھم گئیں اور حقیقت ظاہر ہوئی اور گویا صبح ان کی اس حال میں ہوئی کہ وہ اپنے گھروں میں اوندھے پڑے رہ گئے کہ نہ تو ان میں روح باقی اور نہ ہی کوئی حس و حرکت۔ (البداية والنهاية، قصة صالح بنی ثمود، الجزء ١، ج ١، ص ١٥٣) (عطائین، جلد ٢، ص ٢٩٦)

درگزر کی اہمیت وافادیت:

٥......لغت کے علماء فرماتے ہیں کہ کسی پر ملامت کرنے کو ترک کر دینا درگزر کہلاتا ہے اور یہ معاف کرنا سے زیادہ بلیغ ہے، اسی لیے سید عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا ﴿فاعفوا واصفحوا حتی یاتی اللہ بامرہ پس معاف کرو اور درگزر کرو یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم لے آئے (البقرۃ:١٠٩)﴾، کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ انسان معاف کر دیتا ہے لیکن درگزر نہیں کرتا جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿فاصفح الصفح الجمیل پس تم اچھی طرح درگزر کرو (الحجر:٨٥)﴾۔ (المفردات، ص ٢٨٥ وغیرہ)

☆......اللہ کے محبوب دانائے غیوب فرماتے ہیں: ''بیشک اللہ ایسا نرمی فرمانے والا ہے کہ ہر کام میں نرمی کو پسند فرماتا ہے''۔

(صحیح البخاری، کتاب استتابة المرتدین، باب اذا عرض الذمی، رقم ٦٩٢٧، ص ١١٩٣)

☆......شہنشاہ مدینہ ﷺ کا فرمان خوشبودار ہے: ''جس چیز میں نرمی ہوتی ہے اسے زینت بخشتی ہے اور جس چیز سے نکل جاتی ہے اسے عیب دار کر دیتی ہے''۔ (صحیح مسلم، کتاب البر والصلة، باب فضل الرفق، رقم ٦٤٩٧/٢٥٩٤، ص ١٢٨٠)۔ انسان درگزر کرتا رہے، عاجزی کا بازو بچھاتا رہے، بدلہ لینے کی خواہش دل سے نکال دے، اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لیے درگزر سے کام لے، بہتر نتائج مرتب ہوں گے۔ معاشرے سے ظلم وزیادتی ختم کرنے میں مدد ملے گی۔

السبع المثانی کے بارے میں اقوال:

٦......علماء کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ سبع مثانی سے کیا مراد ہے؟ ایک قول یہ کیا گیا ہے کہ مراد سورۃ الفاتحہ ہے، یہ قول

حضرت علی، ابوہریرہ، ربیع بن انس، ابوالعالیہ اور حسن رضی اللہ عنہم وغیرہم کا ہے۔ اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”سورۃ الفاتحہ ام القرآن، ام الکتاب اور سبع مثانی ہے“۔ ایک قول یہ ہے کہ قرآن مجید میں (خاص طور پر) سات اقسام کے امور پر بحث موجود ہے اس لیے اسے سبع مثانی کہتے ہیں وہ سات امور یہ ہیں، نیکی کا حکم، برائی پر مذمت، جنت کی بشارت، جہنم سے ڈرانا، مثالیں قائم کرنا، نعمتوں کا پرچار، سابقہ امتوں کے احوال کا بیان۔ زیاد بن مریم کہتے ہیں اول قول صحیح ترین ہے اس لیے کہ اس بارے میں نص قرآنی موجود ہے۔ (الجامع الاحکام القرآن، الجزء ۱۴، ص ۵۱)

سید عالم ﷺ کا متاع دنیا کی طرف دیکھنا درست یا......!

ے...... بظاہر آیت کے ترجمے سے یہی مستفاد ہے کہ سید عالم ﷺ کو دنیاوی مال و متاع کی جانب رغبت سے منع فرمایا گیا ہے لیکن در حقیقت یہ امت مسلمہ کو تعریض کی گئی ہے یعنی بظاہر سید عالم ﷺ سے خطاب ہے لیکن حقیقت میں آپ ﷺ کی امت کو دنیاوی رغبت سے منع کیا گیا ہے۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی پاک ﷺ دعا فرماتے: ”اے اللہ! تو مجھے مسکینوں میں زندہ رکھ اور مسکینوں میں موت دے، اور کل قیامت میں میرا حشر مسکینوں کے ساتھ کرنا“۔

(سنن الترمذی، کتاب الزھد، باب: ما جاء ان الفقراء، رقم: ۲۳۵۹، ص ۶۸۲)

☆...... حضرت عطیہ بن ابی سعید سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ”فقراء و مہاجرین اغنیاء سے پانچ سو سال پہلے جنت میں جائیں گے“۔ (المرجع السابق، رقم: ۲۳۵۸)

☆...... ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”میرے احباب میں سے میرے نزدیک زیادہ قابل رشک وہ مومن ہے جو کم مال والا ہو، نماز میں اس کا زیادہ حصہ ہو، اپنے رب کی اچھی عبادت کرتا ہو، اور تنہائی میں اس کی اطاعت کرتا ہو، لوگوں میں گم نام ہو، اس کی طرف انگلیوں سے اشارہ نہ کیا جاتا ہو، اس کا رزق بقدر ضرورت ہو اور وہ اس پر صبر کرتا ہو۔ پھر آپ ﷺ نے دو انگلیاں مار کر ارشاد فرمایا: اس کی موت جلد آئے گی اور اس پر رونے والے کم ہونگے اور اس کی میراث کم ہوگی۔

(ابن ماجہ، کتاب الزھد، باب من لا یوبہ لہ، رقم: ۴۱۱۷، ص ۶۸۵)

☆...... حضرت عمر بن عبدالعزیز کو ایک روز اطلاع ملی کہ سپہ سالار کے باورچی خانے کا یومیہ خرچ ایک ہزار درہم ہے، اس خبر سے آپ کو بے حد افسوس ہوا، آپ نے باورچیوں کو حکم دیا کہ پرتکلف کھانوں کے ساتھ ہی جو شریف کا دلیہ بھی تیار کیا جائے، سپہ سالار جب دعوت پر حاضر ہوا تو خلیفہ نے قصداً کھانا منگوانے میں اس قدر تاخیر فرما دی کہ سپہ سالار بھوک سے بیتاب ہو گیا۔ بالآخر امیر المومنین عمر بن عبدالعزیز نے جو شریف کا دلیہ منگوایا۔ سپہ سالار چونکہ بہت بھوکا تھا اس لیے اس نے جو شریف کا دلیہ کھانا شروع کر دیا اور جب پرتکلف کھانے آئے اس کا پیٹ بھر چکا تھا۔ دانا خلیفہ نے پرتکلف کھانوں کی جانب اشارہ کر کے فرمایا، آپ کا کھانا تو اب آیا ہے کھایئے! سپہ سالار نے انکار کیا اور کہا کہ حضور! میرا پیٹ تو دلیہ ہی سے بھر چکا ہے۔ امیر المومنین نے ارشاد فرمایا: سبحن اللہ! دلیا بھی کتنا عمدہ کھانا ہے کہ پیٹ بھی بھر دیتا ہے اور ہے بھی اتنا سستا کہ ایک درہم میں دس آدمیوں کو سیر کر دے۔ (مغنی الواعظین، ص ۴۹۱)

کلام الٰہی عزوجل کی ناقدری:

ے...... مراد یہود و نصاری ہیں، جو قرآن کے بعض پر ایمان لاتے اور بعض کا انکار کرتے، بعض حضرات قرآن کو جادو کہتے

بعض نے اسے کہانت کہا، بعض کہتے کہ پہلے لوگوں کی کہانیاں ہیں۔ایک قول یہ بھی ہے کہ لنسئلنھم کی ضمیر کا مرجع تمام مخلوق کافر وسلمان ہیں اس لیے کہ لنسئلنھم عمومیت کا تقاضا کرتا ہے، پس اہل علم کی ایک جماعت نے سید عالم ﷺ کی حدیث کی جانب توجہ کرائی کہ سید عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''ہرایک سے اس کے عمل کے بارے میں پوچھا جائے گا، جس نے کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ کہا اُس سے بھی۔ (الخازن، ج۳، ص ٦٤)

☆.....زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''جس نے اخلاص کے ساتھ لا الہ الا اللہ کہا وہ جنت میں داخل ہو جائے گا، آپ سے پوچھا گیا کہ یارسول اللہ! اخلاص کا کیا معیار ہے؟ آپ نے فرمایا: ''وہ اللہ کی حرام کی ہوئی چیزوں سے اجتناب کرے''۔ (الجامع الصغير، رقم: ۸۸۹٦)

خدا مصطفی کے کفیل ہیں:

۹.....اللہ نے اپنے محبوب سے فرمایا: اے محبوب ان مذاق اڑانے والوں کا کچھ غم نہ کیجئے بلکہ احکامات کو کھول کر بیان کیجئے ، آپ ﷺ کے لیے اللہ کافی ہے اور ان بدبخت لوگوں سے بدلہ لینے کے لیے بھی کافی ہے جو آپ کو اذیت پہنچاتے ہیں، مراد کافروں کے پانچ بڑے سرغنہ ہیں۔سعید بن جبیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مذاق اڑانے وا . ولید بن مغیرہ، عاص بن وائل، ابوزمعہ، اسود بن عبد یغوث، حارث بن عیطلۃ ہیں۔جبرائیل امین علیہ السلام آئے اور انہوں نے ولید کے سر کی جانب اشارہ کیا، سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''یہ تم نے کیا کیا؟ عرض گزار ہوئے آپ کا بدلہ لے لیا، عاص بن وائل کے پیٹ/ پاؤں کی جانب اشارہ کیا، سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''اے جبرائیل یہ تو نے کیا کیا؟'' جواب دیا کہ آپ ﷺ کا بدلہ لے لیا، ابوزمعہ کی آنکھ کی جانب اشارہ کیا، سید عالم ﷺ نے فرمایا اے جبرائیل یہ تو نے کیا کیا؟ عرض گزار ہوئے کہ آپ ﷺ کا بدلہ لے لیا، اسود کے سر کی جانب اشارہ کیا اور کہا کہ آپ ﷺ کا بدلہ لے لیا، اور سید عالم ﷺ نے فرمایا میرے خالہ زاد کو چھوڑ دے، عرض گزار ہوئے بدلہ لے لیا، حارث کے پیٹ کی جانب اشارہ کیا اور کہا کہ بدلہ لے لیا۔پس ولید بن مغیرہ قبیلہ خزاعہ کی جانب نکلا، تکبر سے کپڑا لٹکائے رہتا، عورتیں اس کے ساتھ ہوتیں، اس کے پاؤں میں کچھ چبھ گیا جسے نکالنے میں اُس نے حیا کی، پس اسی زخم کی وجہ سے مرگیا، عاص بن وائل میں حاجت کے لیے خچر سے اترا، کانٹا پاؤں میں چبھ گیا اور نکل نہ پایا کہ اس کا انتقال ہو گیا، ابوزمعہ اندھا ہو گیا، اسود کے سر میں پھوڑے پڑ گئے، اور حارث کے پیٹ میں زرد پانی پڑ گیا اور غلاظت اس کے موںھ سے نکلتی تھی۔ (جامع البيان، الجزء ١٤، ص ٨٥)

اغراض: واد بین المدینۃ والشام: مدینہ وشام کے مابین قوم ثمود کا علاقہ ہے، شام سے حجاز جانے والے اسی راستے سے گزرتے ہیں۔

لانہ تکذیب لباقی الرسل: عما کا جواب ہے، تمام رسولوں کو جھٹلانے کی بات صحیح نہیں ہے بلکہ انہوں نے فقط حضرت صالح علیہ السلام کو جھٹلایا تھا۔فی الناقۃ: کا بیان حاشیہ نمبر ۳ میں دیکھ لیں۔

لایفکرون: یعنی ملامت نہ کرو اور نہ ہی ناقہ کی جانب بُری نگاہ سے نہ دیکھو۔وقت الصباح: یعنی تین دن گزرنے کے بعد۔

فیجازی کل واحد بعملہ: یعنی بُرائی کرنے والے کو انتقام اور نیکی کرنے والے کو انعام دیا جائے گا۔

وھذا منسوخ: اپنی قوم سے درگزر کرنے کا حکم آیت قتال سے پہلے کا ہے، ایک قول یہ ہے کہ آیت محکمات میں سے ہے اور محکم آیت قتال کے حکم کے منافی نہیں، مقصود یہ ہے کہ خلق خدا سے اچھے اخلاق سے پیش آئیں، بُرائی کو معاف کردیں، اگر مشرکین قتال کے

در پے ہوں تو اللہ کی رضا جوئی کے لیے اُن سے قتال کریں۔

لانہا تثنی فی کل رکعۃ: ہر رکعت میں سورۃ الفاتحہ پڑھے، یہ تمام وجوہ میں سے ایک وجہ ہے کہ اس کا نام سبع مثانی رکھا گیا ہے، ایک وجہ یہ بھی ہے کہ یہ اللہ اور بندے کے مابین ایک واسطہ ہے، اس کا نصف حصہ ثناء اور باقی نصف حصہ دعا پر مشتمل ہے۔

الن جانبک: یعنی ان کے ساتھ تواضع ورحمدلی کا معاملہ فرمائیں، جس طرح پرندہ اپنے بچوں کو اپنے پروں میں رحمت اور شفقت کرتے ہوئے لے لیتا ہے، سید عالم ﷺ نے مومنین کے ساتھ ایسا ہی فرمایا۔

الیہود والنصاری: یعنی انہوں نے کتب الٰہیہ کی قسمیں کھائیں، پس بعض حصوں پر جوان کی خواہشات کے موافق ہوئے، ایمان لائے اور بعض کا انکار کردیا۔

وقیل المراد بھم الذین اقتسموا طرق مکۃ: مراد سولہ آدمی ہیں، مزید حاشیہ نمبر ۹ میں پڑھ لیں۔

سوال توبیخ: عما کا جواب ہے، اعتراض کیا جاتا ہے کہ سوال ان حضرات کا یہاں ہوا اور جواب سورۃ الرحمٰن میں ﴿فیومئذ لا یسئل عن ذنبہ انس ولا جان (الرحمن:۳۹)﴾ میں ہوا ہے، (میں علامہ صاوی اس کا) جواب یہ دوں گا کہ سورۃ الرحمٰن میں نفی سوالِ اکرام واحترام کی وجہ سے ہے اور یہاں اثباتِ سوالِ توبیخ کی وجہ سے ہے۔

الموت: کا نام یقین رکھا، اس لئے کہ اس کے وقوع پذیر ہونے پر یقین کامل ہوتا ہے۔ (الصاوی، ج۳، ص۲۰٤ وغیرہ)

ایک اہم بات

فیض القدیر شرح الجامع الصغیر میں ہے: اصول وعقائد میں اختلاف ناجائز ہے اور فروعی اعمال میں اختلاف ہونا رحمت ہے کہ اس اختلاف کے سبب سے ایک امام کے مقلد کے لیے عندالضرورت دوسرے امام کے قول پر عمل ممکن ہوگا۔ **فیض القدیر** میں علامہ سبکی علیہ الرحمۃ کے حوالے سے ہے کہ مقلد کے دوسرے امام کے مذہب کی طرف منتقل ہونے کی متعدد صورتیں ہیں۔

☆......ایک امام کا مقلد دوسرے امام کے مذہب کو راجح گمان کرکے اس کے مذہب کی طرف منتقل ہوجاتا ہے۔

☆......دوسرے امام کے بیان کردہ فروعی مسئلہ کو باعتبارِ دلیل راجح سمجھ کر اسے اختیار کرلیتا ہے۔ دوسرے امام کے قول میں ایسی رخصت ہو جو اس کے امام کے مذہب میں نہ ہو تو مقلد ضرورت متحقق ہونے کی صورت میں اس امام کے قول پر عمل کرنے پر مجبور ہو، یہ صورت بھی جائز ہے۔

☆......دوسرے امام کے قول پر عمل سے مقصود آسانی حاصل کرنا ہو ایسی صورت میں دوسرے امام کے قول کو اختیار کرنا جائز نہیں کیونکہ ایسا شخص اپنی خواہش کا پیروکار ہوگا دین کی اتباع کرنے والا نہیں۔

☆......دوسرے ائمہ اکرام کے اقوال بربنائے آسانی وسہولت بکثرت عمل کرنا یہ صورت بھی ناجائز ہے۔

☆......دو ائمہ کے اقوال سے ایسی حقیقت مرکب ہو جو اجماعاً جائز نہ ہو۔

☆......درپیش آنے والے ایک ہی مسئلہ کبھی ایک امام کے قول کو اختیار کرے اور کبھی دوسرے امام کے قول پر عمل کرے، مثلاً پڑوسی پر شفعہ کرنے کے لیے احناف کے قول پر عمل کرے اور جب پڑوسی کی وجہ سے اس کے خلاف شفعہ کیا جائے تو اپنے آپ کو شافعی گروانے۔

(فیض القدیر، ج۱، ص۱۱، دارالمعرفۃ)، (درس عقود رسم المفتی، ص۲۳۰)

سورة النحل مكية الا وان عاقبتم ۱۲۸،۱۲۶ الى آخرها و آياتها ۱۲۸

(سورہ النحل مکی ہے، مگر آیت وان عاقبتم سے آخر سورت تک جو آیات نازل ہوئی وہ مدنی ہیں، کل ۱۲۸ آیات ہیں)

(اس سورہ میں سولہ رکوع، ۱۲۸ آیات، ۲۸۴۰ کلمے اور ۷۷۰۷ حروف ہیں)

تعارف

کفار کے استہزاء و تکذیب کو رد کرتے ہوئے انہیں عذاب موعود اور قیامت کے قائم ہونے پر بطور دلیل آیت مقدسہ نازل فرمائی تا کہ ان کے باطل عقائد و فاسد خیالات کا صدباب ہو سکے۔ سابقہ ادوار میں چونکہ ترقی پذیر دور نہ تھا اس لئے لوگ جانوروں پر سواری کرتے اور قیمتی جانور اپنے پاس رکھ کر دوسروں پر بڑائی جتاتے اللہ ﷻ نے جانوروں سے حاصل ہونے والے منافع اور ان کی سواری و دیگر ضروریات سے متعلق بیان فرما کر بیچ کی راہ چلنے کا درس دیا۔ تین اقسام کے پھل مثلاً زیتون، انگور اور کھجور کا بیان فرما کر ان کی افادیت کا بیان کر دیا۔ اجمالاً سمندری جانوروں کے گوشت کو بطور نعمت اور سمندروں سے حاصل ہونے والے دیگر منافع مثلاً گہنا و مونگے جیسے زیورات کا بیان اور ساتھ ہی ساتھ کشتی کے سفر سے حاصل ہونے والی آمدن کا ذکر خیر بھی فرما دیا۔ جاننا چاہئے کہ اللہ ﷻ نے اتنی نعمتیں عطا فرما دی ہیں کہ انسان انہیں شمار میں لا ہی نہیں سکتا۔ امم سابقہ کے واقعات بھی ہماری رہنمائی و ھدایت کے لئے ہی بیان کئے گئے تا کہ انسان سابقہ قوموں کے عذابات کو جان کر سبق حاصل کریں۔ فرشتوں کا اللہ ﷻ کے اذن سے روح قبض کرنے، جنت کے انعام و اکرام اور جہنم کی وعید و وعدے کا بیان بھی کر دیا گیا۔ شیطان انسان کا ازلی دشمن ہے اور اسی دشمن کی دشمنی نے انسانوں میں کچھ کو بتوں کی پوجا پاٹ پر لگا رکھا ہے اللہ ﷻ نے جس طرح دیگر مقامات پر شیطانی کی دشمنی کا ذکر کیا اسی طرح متذکرہ سورہ میں بھی بطور نصیحت ذکر فرما دیا۔ راہ دین میں تکالیف پر اپنے جان و مال کی قربانی دینے والے اور ہجرت کرنے والوں کا مقام بلند و بالا ہوا کرتا ہے اللہ ﷻ نے ہجرت کرنے والوں کے لئے دنیا و آخرت میں بھلائی کا وعدہ کرتے ہوئے انہیں آخرت کی بڑی بھلائی کا سبق دیا۔ علم و علماء کی حیثیت اپنی جگہ مسلم ہے لہذا علماء سے مربوط رہنے کا درس بھی دیا۔ زمانہ جاہلیت کے فرسودہ خیالات و باطل اعتقادات کا رد و بلیغ بھی فرمایا خصوصاً بیٹی کی پیدائش پر غم و غصے کا پایا جانا، موتھ چھپاتے پھرنا، زندہ در گور کر دینا وغیرہ کا بیان حسین پیرائے میں کر دیا۔ قدرت الٰہی کا حسین شاہکار کہ جانور کے پیٹ میں خون، غلاظت و دیگر آلائش ہونے کے باوجود صاف ستھرا دودھ اللہ ﷻ کی قدرت کا عظیم شاہکار نہیں تو کیا ہے۔ بڑھاپا خود بہت بڑی بیماری ہے اللہ ﷻ نے بڑھاپے کی کمزوریوں اور عقل کے پھر جانے کو نکمی عمر کے ساتھ تعبیر کیا۔ دو قسم کے گھر ایک وہ جس تک انسان ہجرت کر کے آئے اور زمین میں عمارت کی صورت میں اسے تعمیر کرے اور دوسرے وہ جسے انسان جہاں چاہے لے جائے اور خیمہ کی صورت میں نصب کر کے رہائش اختیار کر لے، ساتھ ہی پہاڑوں میں رہائش پذیر لوگوں اور سرنگیں بنانے والوں کا بیان بھی کر دیا کہ یہ پہاڑ بھی انسان کے لئے سہولیات کا سامان بہم پہنچاتے ہیں۔ اعمال کی جزا کا تعلق ایمان سے ہے لہذا ایمان نہ ہونے کی صورت میں کتنے ہی عمل کر لئے جائیں کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ حلال و حرام جانوروں کی تفصیل اور حالت اضطرار میں مردار کھانے کی کیفیت اور ملت ابراہیمی کے تقاضے بھی بیان کر دیئے گئے۔

رکوع نمبر: ۷

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ کے نام سے شروع جو بڑا مہربان رحم والا

لَمَّا اسْتَبْطَأَ الْمُشْرِكُوْنَ الْعَذَابَ نَزَلَ﴿اَتٰى اَمْرُ اللّٰهِ﴾اَیِ السَّاعَةُ وَاَتٰی بِصِيْغَةِ الْمَاضِیْ لِلتَّحْقِيْقِ وُقُوْعِهٖ اَیْ قَرُبَ﴿فَلَا تَسْتَعْجِلُوْهُ ﴾تَطْلُبُوْهُ قَبْلَ حِيْنِهٖ فَاِنَّهٗ وَاقِعٌ لَا مُحَالَةَ﴿سُبْحٰنَهٗ﴾تَنْزِيْهًا لَهٗ﴿وَتَعٰلٰی عَمَّا يُشْرِكُوْنَ (۱)﴾بِهٖ غَيْرَهٗ﴿يُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِكَةَ﴾اَیْ جِبْرَائِيْلَ﴿بِالرُّوْحِ﴾بِالْوَحْیِ﴿مِنْ اَمْرِهٖ﴾بِاِرَادَتِهٖ﴿عَلٰی مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ﴾وَهُمُ الْاَنْبِيَاءُ﴿اَنْ﴾مُفَسِّرَةٌ﴿اَنْذِرُوْٓا﴾خَوِّفُوا الْكَافِرِيْنَ بِالْعَذَابِ وَاَعْلِمُوْهُمْ﴿اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاتَّقُوْنِ (۲)﴾خَافُوْنِ﴿خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ﴾اَیْ مُحِقًّا﴿تَعٰلٰی عَمَّا يُشْرِكُوْنَ (۳)﴾بِهٖ مِنَ الْاَصْنَامِ﴿خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ﴾اِلٰی اَنْ صَيَّرَهٗ قَوِيًّا شَدِيْدًا﴿فَاِذَا هُوَ خَصِيْمٌ﴾شَدِيْدُ الْخُصُوْمَةِ﴿مُّبِيْنٌ (۴)﴾بَيِّنُهَا فِیْ نَفْیِ الْبَعْثِ قَائِلًا مَنْ يُّحْیِ الْعِظَامَ وَهِیَ رَمِيْمٌ﴿وَالْاَنْعَامَ﴾الْاِبِلَ وَالْبَقَرَ وَالْغَنَمَ وَنَصْبُهٗ بِفِعْلٍ يُفَسِّرُهٗ﴿خَلَقَهَا لَكُمْ﴾فِیْ جُمْلَةِ النَّاسِ﴿فِيْهَا دِفْءٌ﴾مَا تَسْتَدْفِئُوْنَ بِهٖ مِنَ الْاَكْسِيَةِ وَالْاَرْدِيَةِ مِنْ اَشْعَارِهَا وَاَصْوَافِهَا﴿وَمَنَافِعُ﴾مِنَ النَّسْلِ وَالدَّرِّ وَالرُّكُوْبِ﴿وَمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ (۵)﴾قَدَّمَ الظَّرْفَ لِلْفَاصِلَةِ﴿وَلَكُمْ فِيْهَا جَمَالٌ﴾زِيْنَةٌ﴿حِيْنَ تُرِيْحُوْنَ﴾تَرُدُّوْنَهَا اِلٰی مَرَاحِهَا بِالْعَشِیِّ﴿وَحِيْنَ تَسْرَحُوْنَ (۶)﴾تُخْرِجُوْنَهَا اِلَی الْمَرْعٰی بِالْغَدَاةِ﴿وَتَحْمِلُ اَثْقَالَكُمْ﴾اَحْمَالَكُمْ﴿اِلٰی بَلَدٍ لَّمْ تَكُوْنُوْا بٰلِغِيْهِ﴾وَاصِلِيْنَ اِلَيْهِ عَلٰی غَيْرِ الْاِبِلِ﴿اِلَّا بِشِقِّ الْاَنْفُسِ﴾بِجُهْدِهَا﴿اِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ (۷)﴾بِكُمْ حَيْثُ خَلَقَهَا لَكُمْ﴿وَّ﴾خَلَقَ﴿الْخَيْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِيْرَ لِتَرْكَبُوْهَا وَزِيْنَةً﴾مَفْعُوْلٌ لَهٗ وَالتَّعْلِيْلُ بِهِمَا لِتَعْرِيْفِ النِّعَمِ لَا يُنَافِیْ خَلْقَهَا لِغَيْرِ ذَالِكَ كَالْاَكْلِ فِی الْخَيْلِ الثَّابِتِ بِحَدِيْثِ الصَّحِيْحَيْنِ﴿وَيَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ (۸)﴾مِنَ الْاَشْيَاءِ الْعَجِيْبَةِ الْغَرِيْبَةِ﴿وَعَلَی اللّٰهِ قَصْدُ السَّبِيْلِ﴾اَیْ بَيَانُ الطَّرِيْقِ الْمُسْتَقِيْمِ﴿وَمِنْهَا﴾اَیِ السَّبِيْلِ﴿جَآئِرٌ﴾حَائِدٌ عَنِ الْاِسْتِقَامَةِ﴿وَلَوْ شَآءَ﴾هِدَايَتَكُمْ﴿لَهَدٰىكُمْ﴾اِلٰی قَصْدِ السَّبِيْلِ﴿اَجْمَعِيْنَ (۹)﴾فَتَهْتَدُوْنَ اِلَيْهِ بِاخْتِيَارٍ مِّنْكُمْ.

﴿ترجمہ﴾

(جن مشرکین نے عذاب میں بہت تاخیر جانی، تو آیت نازل ہوئی) آ گیا اللہ کا حکم (یعنی قیامت، ماضی کا صیغہ اس لئے لائے تاکہ عذاب کے قریب واقع ہونا محقق ہو جائے ......ل......) تو اس کی جلدی نہ کرو (یعنی اس کے وقت سے قبل اس کی طلب نہ کرو، عذاب تو آ کر ہی رہے گا) پاکی ہے اسے (یعنی اس کے لئے تقدیس ہے) اور برتری ہے شریکوں سے (یعنی اللہ اپنے غیر سے برتر ہے) اتارتا ہے ملائکہ کو (یعنی جبرئیل علیہ السلام کو) وحی لے کر (بالروح بمعنی بالوحی ہے) اپنے حکم سے (یعنی ارادے سے) اپنے بندوں پر جسے چاہے (مراد حضرات انبیائے کرام ہیں) یہ کہ (ان مفسرہ ہے) ڈراؤ تم (یعنی کافروں کو عذاب کا خوف دلاؤ، ملامت کرو) کہ میرے سوا

کوئی معبود نہیں تو مجھ سے ڈرو (یعنی خوف کرو) اس نے آسمان اور زمین حق (بجا) بنائے، بلند ہے وہ اس سے جو وہ شریک (بتوں میں سے بناتے ہیں) اس نے آدمی کو ایک نتھری بوند سے بنایا (یعنی منی سے، اسے اتنا طاقتور بنایا) تو جبھی جھگڑالو......۲......(یعنی شدید جھگڑنے والا) ہے کھلا (قیامت میں اٹھنے کا، کہ کون بوسیدہ ہڈیوں کو جلائے گا؟) اور چوپائے (اونٹ، گائے، بکری) پیدا کئے اس نے تمہارے لئے (یعنی تمام لوگوں کے لئے) ان میں گرم لباس......۳......(کہ ان چوپایوں کے بال اور اون کے بنے ہوئے کمبلوں اور چادروں سے تم گرمی حاصل کرتے ہو) اور منافع ہیں (افزائش نسل، دودھ اور سواری) اور ان میں سے کھاتے ہو (ظرف کو فاصلہ کے لئے مقدم کیا) اور تمہارا ان میں تجمّل (زینت) ہے جب شام کو انہیں واپس لاتے ہو (یعنی ان جانوروں کو چرا کر لاتے ہو) اور جب چرنے کو چھوڑتے ہو (یعنی چراگاہوں کی طرف صبح کو) اور وہ تمہارا بوجھ اٹھا کر لے جاتے ہیں (اثقالکم بمعنی احمالکم ہے) اسے شہر تک کہ اس تک نہ پہنچتے (یعنی بغیر اونٹوں کے اس تک نہ پہنچتے) مگر ادھ مرے ہو کر (یعنی بہت مشقت ہے) بیشک تمہارا رب نہایت مہربان رحم والا ہے (تم پر، کہ اس نے تمہارے لئے چوپائے پیدا کیے) اور (پیدا کیے) گھوڑے، خچر اور گدھے......۴......کہ ان پر سوار ہو اور زینت کے لیے (زینة مفعول لہ ہے، رکوب اور زینة ان دونوں علتوں سے یہ لازم نہیں آتا کہ ان کی پیدائش کی اور کوئی غرض نہ ہو جیسا کہ گھوڑے کا گوشت کھانا صحیحین کی حدیث سے ثابت ہے) اور وہ پیدا جس کی تمہیں خبر نہیں (یعنی عجیب وغریب اشیاء) اور بیچ کی (سیدھی راہ) ٹھیک اللہ تک ہے اور کوئی (راہ) ٹیڑھی ہے (سیدھی راہ سے ہٹی ہوئی) اور اگر اللہ چاہتا (تمہاری ھدایت) تو ھدایت دیتا (سیدھی راہ کی طرف) سب کو (تو تم اپنے اختیار سے اس تک پہنچ جاتے)۔

﴿ترکیب﴾

﴿اتی امر اللہ فلا تستعجلوہ سبحنہ وتعلی عما یشرکون﴾.

اتی امر اللہ: فعل بافاعل ملکر جملہ فعلیہ، ف: عاطفہ، لا تستعجلوہ: فعل بافاعل ومفعول ملکر جملہ فعلیہ، سبحنہ: مرکب اضافی مفعول مطلق فعل محذوف "نسبح" کے لیے، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، تعلی: فعل بافاعل، عما یشرکون: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وینزل الملئکۃ بالروح من امرہ علی من یشاء من عبادہ﴾.

ینزل: فعل بافاعل، الملئکۃ: ذوالحال، من امرہ: ظرف مستقر حال، ملکر مفعول، بالروح: ظرف لغو، علی: جار، من یشاء: موصول صلہ ملکر ذوالحال، من عبادہ: ظرف مستقر حال، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو ثانی، یہ سب ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ان انذروا انہ لا الہ الا انا فاتقون﴾.

ان: مصدریہ، انذروا: فعل بافاعل، انہ: حرف مشبہ واسم، لا الہ الا انا: جملہ اسمیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ مفعول، ملکر جملہ فعلیہ بتاویل مصدر نائب "بالروح" میں "الروح" سے بدل ہے، ف: فصیحہ، اتقون: فعل بافاعل ومفعول، ملکر جملہ فعلیہ شرط۔

﴿خلق السموت والارض بالحق تعالی عما یشرکون○ خلق الانسان من نطفۃ فاذا ھو خصیم مبین﴾.

خلق: فعل بافاعل، السموت والارض: ذوالحال، بالحق: ظرف مستقر حال، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، تعلی عما

یشرکون : جملہ فعلیہ، خلق الانسان من نطفۃ : فعل بافاعل ومفعول وظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ، ف:عاطفہ،اذا:فجائیہ، ھو : مبتدا، خصیم مبین : خبر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿والانعام خلقھا لکم فیھا دفء ومنافع ومنھا تاکلون﴾.

و:عاطفہ، الانعام :منصوب علی اشتغال مفعول "خلق" فعل محذوف کے لیے،ملکر جملہ فعلیہ،خلقھا : فعل بافاعل ومفعول ملکر جملہ فعلیہ، لکم: ظرف مستقر خبر مقدم ،فیھا : ظرف مستقر حال مقدم، دفء ومنافع : ذوالحال،ملکر مبتدا مؤخر،ملکر جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، منھا :ظرف لغو مقدم، تاکلون : فعل بافاعل،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ولکم فیھا جمال حین تریحون وحین تسرحون﴾.

و لکم : ظرف مستقر خبر مقدم، فیھا: ظرف مستقر حال مقدم : جمال: ذوالحال،ملکر موصوف ، حین : مضاف، تریحون : جملہ فعلیہ مضاف الیہ،ملکر معطوف علیہ، وحین تسرحون : مرکب اضافی معطوف،ملکر متعلق بمحذوف صفت،ملکر مبتداء مؤخر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿وتحمل اثقالکم الی بلد لم تکونوا بالغیہ الا بشق الانفس﴾.

و:عاطفہ، تحمل اثقالکم : فعل بافاعل ومفعول،الی: جار، بلد : موصوف، لم تکونوا : فعل ناقص بااسم : بالغیہ : مضاف وضمیر ذوالحال، الا : اداۃ حصر، بشق الانفس :ظرف مستقر حال،ملکر مضاف الیہ ملکر خبر،ملکر صفت،ملکر مجرور،ملکر ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ان ربکم لرء وف رحیم O والخیل والبغال والحمیر لترکبوھا وزینۃ﴾.

ان ربکم : حرف مشبہ واسم، لرء وف رحیم : خبر،ملکر جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، الخیل : معطوف علیہ، والبغال : معطوف اول، والحمیر: معطوف ثانی،ملکر ماقبل "الانعام" پر معطوف ہے، لترکبوھا: ظرف مستقر معطوف علیہ، وزینۃ : معطوف ملکر مفعول لہ،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ویخلق ما لا تعلمون O وعلی اللہ قصد السبیل ومنھا جائر﴾.

و: مستانفہ، یخلق : فعل بافاعل، مالا تعلمون : مفعول،ملکر جملہ فعلیہ، و: مستانفہ، علی اللہ: ظرف مستقر خبر مقدم ،قصد السبیل : مبتدا مؤخر،ملکر جملہ اسمیہ،و : عاطفہ، منھا : ظرف مستقر خبر مقدم، جائر :صفت ھو موصوف راجع بسوئے "سبیل" کے لیے مرکب توصیفی ،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ولو شاء لھداکم اجمعین﴾.

و: عاطفہ لو : شرطیہ، شاء : فعل بافاعل،ھدایتکم مفعول محذوف، ملکر جملہ فعلیہ شرط، لام: تاکیدیہ، ھدی فعل بافاعل، کم : موکد، اجمعین: تاکید، ملکر مفعول،ملکر جملہ فعلیہ جواب شرط،ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿شان نزول﴾

☆...... خلق الانسان من نطفۃ...... ☆ یہ آیت ابی بن ابی خلف کے حق میں نازل ہوئی جو مرنے کے بعد زندہ ہونے کا انکار کرتا تھا، ایک مرتبہ وہ کسی مردے کی گلی ہوئی ہڈی اٹھالایا اور سید عالم ﷺ سے کہنے لگا کہ آپ کا خیال یہ ہے کہ اللہ ﷻ اس ہڈی کو زندگی دے گا ،اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور نہایت نفیس جواب دیا گیا کہ ہڈی تو کچھ نہ کچھ عضوی شکل رکھتی ہے، اللہ نے منی کے ایک چھوٹے

قطرے سے تجھ جیسا جھگڑالو انسان پیدا کر دیا ہے، یہ دیکھ کر بھی تو اس کی قدرت پر ایمان نہیں لاتا۔

﴿تشریح و توضیح واغراض﴾

مستقبل کے عذاب کو ماضی کے صیغے کے ساتھ تعبیر کرنا:

۱:.....جس چیز کے وقوع پذیر ہونے میں کوئی تردد نہ ہو، دلائل عقلی و قطعی موجود ہوں اسے ماضی کے صیغے سے تعبیر کرنا جائز ہے اگر چہ وہ معاملہ مستقبل میں ہونے والا ہو، جیسا کہ فرمان باری ہے ﴿اذا زلزلت الارض زلزالها واخرجت الارض اثقالها وقال الانسان مالها اور جب زمین زلزلے سے ہلا دی گئی، اور جب زمین نے اپنے تمام بوجھ باہر نکال دیئے اور انسان نے تعجب سے کہا اس کو کیا ہوا (الزلزال:۱تا۳)﴾۔ اس قسم کی اور کئی مثالیں قرآن وحدیث میں ملتی ہیں۔ ابن جریر طبری کہتے ہیں کہ امر اللہ سے مراد احکام، حدود اور فرائض ہیں۔

انسان جھگڑالو کیوں ہے؟

۲:.....جس نطفے سے انسان کی تخلیق کی جاتی ہے وہ چار مراحل سے مرکب ہوتا ہے۔ پہلے مرحلہ میں معدے سے حاصل ہونے والی غذا کا عنصر، دوسرے جگر سے حاصل ہونے والے مادے کا عنصر، تیسرے یہ کہ انسانی رگوں سے حاصل ہونے والے عناصر، چوتھے نمبر پر یہ سارے عناصر انسانی اعضاء میں منقسم ہوتے ہیں۔ پس انسانی غذا کے بعض اجزاء ہڈیوں میں پہنچ کر ان پر اثر انداز ہوتے ہیں اور بعض گوشت، پٹھوں اور رگوں پر اپنے اپنے آثار چھوڑتے ہیں، انسان کے اندر شہوت پیدا کرتے ہیں، پس یہی وجہ ہے کہ انسانی نطفہ مختلف اجزا سے مل کر مختلف طبیعتوں کا مرکب بن جاتا ہے۔ مختلف تغیرات سے گزر کر انسانی نطفے کی تخلیق کا بیان قرآن میں واضح ہے چنانچہ ارشاد باری ﷻ ہوا ﴿ولقد خلقنا الانسان من سلالة من طين ثم جعلناه نطفة في قرار مكين (المومنون:۱۲۔ تا ۱۳)﴾۔ پس جب نطفہ میں برائی کے عناصر کی بہتات ہوگی تو جھگڑالو ہوگا یعنی انسان پستی، جہالت، کفران نعمت کی طرف گرتا جاتا ہے اور اپنی دنیا و آخرت دونوں ہی برباد کر دیتا ہے۔ (الرازی، ج۷، ص ۱۷۳ وغیرہ، ملخصاً)

اون کے لباس پہننا جائز ہے:

۳:.....متذکرہ آیت مبارکہ میں اون کے لباس پہننے کی دلیل موجود ہے، سید عالم ﷺ اور آپ ﷺ سے پہلے حضرات انبیائے کرامؑ نے بھی اون کے لباس زیب تن فرمائے۔ حضرت مغیرہ بن شعبہ سے روایت ہے کہ ایک سفر میں رات کے وقت میں نبی پاک ﷺ کے ساتھ تھا، آپ ﷺ نے مجھ سے پوچھا: کیا تمہارے پاس پانی ہے؟ میں نے کہا جی ہاں! آپ سواری سے اترے اور ایک طرف کو گئے حتی کہ رات کی سیاہی میں چھپ گئے، پھر آپ ﷺ آئے تو میں نے برتن سے آپ کے اوپر پانی ڈالا آپ ﷺ نے اپنا چہرہ دھویا، آپ نے اون کا جبہ پہنا ہوا تھا، آپ کے لیے اس کی آستینوں سے اپنی کلائیاں نکالنا مشکل ہوا حتی کہ آپ ﷺ نے جبہ کے نیچے سے اپنی کلائیاں نکال لیں۔ (صحيح مسلم، كتاب الطهارة، باب: مسح الخفين، رقم: ۲۷۴/۱۰۱۰، ص ۱۵۰)

گھوڑے، خچر اور گدھے کی افادیت کا بیان:

ﷺ.....اللہ ﷻ نے دو آیات میں مختلف جانوروں کا ذکر کیا، انعام یعنی چوپائے جیسے اونٹ، گائے اور بکریوں کا ذکر کیا جس سے انسان سواری کے کام بھی لیتا ہے اور ان کی کھالوں سے اون وغیرہ بھی حاصل کرتا ہے اور انہیں کھانے کے طور پر بھی استعمال کیا جاتا ہے کہ یہ حلال جانور ہیں اور ان کا دودھ بھی پیا جاتا ہے۔ بعد میں نام لے کر تین چوپائے مزید ذکر فرمائے یعنی گھوڑے، خچر اور گدھے۔

علامہ علاؤالدین حصکفی فرماتے ہیں: امام ابو یوسف اور امام محمد کے نزدیک گھوڑے حلال ہیں، اور امام شافعی، امام احمد کے نزدیک بھی حلال ہیں اور امام اعظم کے نزدیک حلال نہیں ہیں اور ایک قول یہ ہے کہ وفات سے تین دن پہلے امام ابو حنیفہ نے گھوڑے کی حرمت سے رجوع کر لیا تھا، اور اسی پر فتویٰ ہے (عنایہ)، اور گھوڑی کا دودھ پینے میں کوئی حرج نہیں۔

علامہ ابن عابدین الشامی فرماتے ہیں: الاختیار، قدوری اور ھدایہ میں مذکور ہے کہ امام ابو حنیفہ کے نزدیک گھوڑے کا گوشت کھانا مکروہ ہے، اور مکروہ تحریمی کا اطلاق اس پر ہوتا ہے جو حلال نہ ہو، (شرنبلالیہ)، اس سے معلوم ہوا کہ گھوڑا انجاست کی وجہ سے حرام نہیں ہے، اس لیے غایۃ البیان میں ظاہر الروایۃ سے نقل کر کے لکھا ہے کہ گھوڑے کا جھوٹا پاک ہے اور اس کا کھانا اس کے احترام کی وجہ سے حرام ہے کیونکہ گھوڑوں سے اللہ کے دشمنوں کو ڈرایا جاتا ہے اور نجاست کی وجہ سے اس کا کھانا حرام نہیں ہے، اسی وجہ سے اس کا جھوٹا بھی نجس نہیں ہے جیسے آدمی کا حال ہے، مصنف نے لکھا ہے کہ اسی پر فتویٰ ہے لہٰذا اس کا کھانا مکروہ تحریمی ہے اور یہی ظاہر الروایۃ ہے جیسا کہ کفایۃ البیہقی میں مذکور ہے اور یہی صحیح ہے جیسا کہ فخر الاسلام نے لکھا ہے، قہستانی، الخلاصہ، الھدایہ، المحیط، المغنی، قاضی خان اور العمادی اور دیگر متون میں لکھا ہے کہ صحیح یہ ہے کہ گھوڑے کا کھانا مکروہ تحریمی ہے اور اگر یہ کہا جائے کہ امام اعظم کے نزدیک اس کا کھانا مکروہ تنزیہی ہے تو پھر امام اعظم و صاحبین کے مابین کوئی اختلاف نہیں رہتا کیونکہ صاحبین اگرچہ گھوڑا کھانے کو حلال کہتے ہیں لیکن وہ اس کو مکروہ تنزیہی کہتے ہیں۔ شرنبلالیہ میں برھان سے اسی طرح منقول ہے اور یہ اختلاف خشکی کے گھوڑے میں ہے اور دریائی گھوڑا بالاتفاق حرام ہے۔

(ردالمحتار علی درالمختار، کتاب الذبائح، ج۹، ص ٤٤٢)

علامہ علاؤالدین حصکفی فرماتے ہیں: پالتو گدھوں کا کھانا حلال نہیں ہے اس کے برخلاف جنگلی گدھوں کو کھانا جائز ہے اور ان کے دودھ بھی حلال ہیں، اگر خچر کی ماں گدھی ہو تو اس کا کھانا جائز نہیں ہے، اور اگر اس کی ماں گائے ہو تو بالاتفاق کھانا جائز ہے، اور اگر اس کی ماں گھوڑی ہو تو وہ اپنی ماں کی طرح حلال ہے، علامہ شامی نے لکھا ہے کہ جانوروں کی حلت و حرمت کا مدار ماں پر ہوتا ہے گھوڑی کا گوشت کھانے میں اختلاف ہے آیا اس کا گوشت کھانا مکروہ تحریمی ہے یا تنزیہی یا بلا کراہت جائز، اگر خچر کی ماں گھوڑی ہو تو خچر کا گوشت کھانے کا بھی وہی حکم ہے جو اس کی ماں کا ہے۔

(المرجع السابق)

اغراض: والا وان عاقبتم: حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد ہجرت کے بعد نازل ہوئی، مفسر کا ظاہری کلام یہ تقاضا کرتا ہے کہ سوائے آیت نمبر ۱۲۶ تا ۱۲۸ کے تمام سورۃ مکی ہے اور یہی مشہور ترین قول ہے، ایک قول یہ بھی ہے کہ سوائے پانچ آیات کے جن میں سے تین ماقبل مذکور ہو چکی باقی آیت نمبر ۴۱، اور ۱۱۰ ہیں۔

استبطا المشر کون العذاب: حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ جب آیت مقدسہ ﴿ اقتربت الساعة وانشق القمر

(القمر:۱)﴾ نازل ہوئی تو بعض کافروں نے استہزاء کیا، مزید بیان شان نزول میں دیکھ لیں۔
ای الساعة: مفسرین کرام اس جانب گئے ہیں کہ اللہ کے حکم سے مراد قیامت ہے، ایک قول یہ بھی ہے کہ امراللہ سے مراد دنیا میں نافرمانوں سے قتال بالسیف کرنا ہے۔
واتی بصیغة الماضیة: مجاز کے طور ماضی کا صیغہ استعمال کیا گیا ہے، کلام میں استعارہ تبعیہ استعمال کیا گیا ہے لیکن اس میں مستقبل کی جانب تشبیہ دی گئی ہے۔
فانه واقع لا محالة: یعنی اس سے راہِ فرار ممکن نہیں ہے۔ غیرہ: میں اس جانب اشارہ ہے کہ مفعول ''یشرکون'' محذوف ہے۔
ای جبرائیل: جمع کا صیغہ ''الملئکة'' تعظیم کے لیے استعمال کیا گیا ہے، مراد فقط جبرائیل علیہ السلام ہیں۔
بالوحی: اسے روح بھی کہتے ہیں، اس لیے کہ اس میں دلوں کی حیات ہوتی ہے، حیات ابدی حاصل ہوتی ہے، اور اس سے راہ فرار حاصل کرنے والا ہلاکت میں جا پڑتا ہے، جس طرح روح کا تعلق جسم سے ہوتا ہے کہ اس کے سوا جسم بے حس وحرکت ہو جاتا ہے۔
بالعذاب: میں اس جانب اشارہ ہے کہ معمول ''الانذار'' محذوف ہے۔
ایٔ محقا: میں اس جانب اشارہ ہے کہ ''بالحق'' میں موجود جار مجرور محل نصب میں بر بنائے حال ہیں۔
الی ان صیرہ قویا وشدته: ایک مقدر سوال کا جواب دینا مقصود ہے، کہا جاتا ہے کہ انسان کھلا جھگڑالو ہے، یہ صفت تخلیق کے عمل میں قوت وشدت پیدا ہونے کی وجہ سے آجاتی ہے۔
فی نفی البعث: فی سببیہ ہے، معنی یہ ہے کہ آدمی جھگڑا کرتا ہے، اس لیے کہ دوبارہ اٹھائے جانے کا منکر ہے۔
للفاصلة: یعنی ظرف کو حصر کے لیے مقدم نہیں کیا، اس لیے کہ انسان چوپائے کے علاوہ میں بھی کھاتا ہے اور ایسا کرنے سے اسے منع نہیں کیا گیا جیسا کہ فرمان مقدس نشان ہے ﴿قل من حرم زینة الله التی اخرج لعباده والطیبات من الرزق (الاعراف:۳۱)﴾
لاینافی خلقهما لغیر ذلک: سواری اور زینت کے حصول کے لئے جانور رکھا جانا باقی ماندہ فوائد کے لیے استعمال کیے جانے کے منافی نہیں، بلکہ انہیں کھانے کے لیے بھی پیدا کیا گیا ہے، اور یہی قول امام شافعی کا ہے، باقی ائمہ ثلاثہ کے نزدیک گھوڑے کا کھانا حرام ہے جیسا کہ دیگر (حرام) چوپائے، ان کا کہنا یہ ہے کہ ان چوپایوں کو کھانے کے مقابلے میں سواری کرنا زیادہ قابل نفع ہے اور اگر گھوڑے کا گوشت کھانا جائز ہوتا تو اللہ اس کا بھی نام لے کر ذکر کرتا لیکن اللہ نے ایسا نہیں کیا جس کی وجہ ہم نے حرام کا قول کیا ہے، اور جہاں تک گوشت کھانے کا تعلق ہے تو اللہ نے گوشت کھائے جانے والے چوپایوں کا خاص طور پر ذکر کر دیا ہے جیسے فرمایا ﴿ومنها تاکلون (المومنون:۲۱)﴾۔
بحدیث الصحیحین: اسماء بنت ابوبکر صدیق سے روایت ہے کہتی ہیں: ''ہم نے سید عالم ﷺ کے عہد میں گھوڑا نحر کیا اور ہم مدینہ میں تھے اور ہم نے اسے کھایا''۔
من العجائب العجیبة: یعنی پرندے، درندے، وحشی جانور وغیرہ حیوانات۔ ای بیان الطریق المستقیم: سے مراد ھدایت اور حق کے طریقے بیان کرنا ہے، اور اسی مقصد کے لیے رسولوں کا بھیجا جانا اور کتابوں کا نازل کرنا ہے۔ (الصاوی، ج۳، ص ۲۰۹ وغیرہ)

رکوع نمبر: ۸

﴿هُوَ الَّذِیْۤ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً لَّكُمْ مِّنْهُ شَرَابٌ ﴿تَشْرَبُوْنَهُ﴾ وَّمِنْهُ شَجَرٌ ﴿يَنْبُتُ بِسَبَبِهِ﴾ فِیْهِ تُسِیْمُوْنَ(۱۰)﴾ ﴿تَرْعَوْنَ دَوَابَّكُمْ﴾ يُنْۢبِتُ لَكُمْ بِهِ الزَّرْعَ وَ الزَّیْتُوْنَ وَ النَّخِیْلَ وَ الْاَعْنَابَ وَ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِؕ

اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ﴾الْمَذْکُوْرِ﴿لَاٰیَةً ﴾دَالَّةً عَلٰی وَحْدَانِیَّتِهٖ تَعَالٰی﴿لِّقَوْمٍ یَّتَفَکَّرُوْنَ(۱۱)﴾فِیْ صُنْعِهٖ
فَیُؤْمِنُوْنَ﴿وَسَخَّرَ لَکُمُ الَّیْلَ وَالنَّهَارَ ۙ وَالشَّمْسَ ﴾ بِالنَّصْبِ عَطْفًا عَلٰی مَاقَبْلَهٗ وَالرَّفْعُ مُبْتَدَاءٌ﴿وَالْقَمَرَ ؕ
وَالنُّجُوْمُ ﴾بِالْوَجْهَیْنِ﴿مُسَخَّرٰتٌۢ ﴾بِالنَّصْبِ حَالٌ وَالرَّفْعِ خَبَرٌ﴿بِاَمْرِهٖ ؕ﴾بِاِرَادَتِهٖ﴿اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ
لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ(۱۲)﴾یَتَدَبَّرُوْنَ وَسَخَّرَ کُمْ﴿وَمَا ذَرَاَ ﴾خَلَقَ﴿لَکُمْ فِی الْاَرْضِ﴾ مِنَ الْحَیْوَانِ وَالنَّبَاتِ وَغَیْرِ
ذَالِکَ﴿ مُخْتَلِفًا اَلْوَانُهٗ ؕ﴾کَاَحْمَرَ وَاَخْضَرَ وَاَصْفَرَ وَغَیْرِهَا﴿اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیَةً لِّقَوْمٍ
یَّذَّکَّرُوْنَ(۱۳)﴾یَتَّعِظُوْنَ﴿وَهُوَ الَّذِیْ سَخَّرَ الْبَحْرَ﴾لِرُکُوْبِهٖ وَالْغَوْصِ فِیْهِ﴿ لِتَاْکُلُوْا مِنْهُ لَحْمًا طَرِیًّا
﴾هُوَالسَّمَکُ﴿وَّتَسْتَخْرِجُوْا مِنْهُ حِلْیَةً تَلْبَسُوْنَهَا ۚ﴾ هِیَ اللُّؤْلُؤُ وَالْمَرْجَانُ ﴿ وَتَرَی ﴾ تَبْصُرُ﴿الْفُلْکَ
﴾السُّفُنَ﴿مَوَاخِرَ فِیْهِ ﴾ تَمْخَرُ الْمَاءَ اَیْ تَشُقُّهٗ بِجَرْیِهَا فِیْهِ مُقْبِلَةً وَمُدْبِرَةً بِرِیْحٍ وَاحِدَةٍ ﴿ وَلِتَبْتَغُوْا
﴾عَطْفٌ عَلٰی لِتَاکُلُوا تَطْلُبُوا ﴿مِنْ فَضْلِهٖ ﴾تَعَالٰی بِالتِّجَارَةِ ﴿وَلَعَلَّکُمْ تَشْکُرُوْنَ(۱۴)﴾ اللّٰهَ عَلٰی
ذَالِکَ﴿وَاَلْقٰی فِی الْاَرْضِ رَوَاسِیَ ﴾جِبَالًا ثَوَابِتَ لِ﴿اَنْ﴾لَّا﴿ تَمِیْدَ ﴾تَتَحَرَّکَ﴿بِکُمْ وَ﴾جَعَلَ فِیْهَا
﴿ اَنْهٰرًا﴾ کَالنِّیْلِ﴿وَّسُبُلًا ﴾طُرُقًا﴿لَّعَلَّکُمْ تَهْتَدُوْنَ(۱۵)﴾اِلٰی مَقَاصِدِکُمْ﴿وَعَلٰمٰتٍ ؕ ﴾تَسْتَدِلُّوْنَ بِهَا عَلَی
الطُّرُقِ کَالْجِبَالِ بِالنَّهَارِ ﴿وَبِالنَّجْمِ ﴾بِمَعْنَی النُّجُوْمِ﴿هُمْ یَهْتَدُوْنَ(۱۶)﴾اِلَی الطُّرُقِ وَالْقِبْلَةِ
بِاللَّیْلِ﴿اَفَمَنْ یَّخْلُقُ ﴾وَهُوَ اللّٰهُ ﴿کَمَنْ لَّا یَخْلُقُ ؕ﴾ وَهُوَ الْاَصْنَامُ حَیْثُ تُشْرِکُوْنَهَا مَعَهٗ فِی الْعِبَادَةِ
؟لَا ﴿اَفَلَا تَذَکَّرُوْنَ(۱۷)﴾هٰذَا فَتُؤْمِنُوْنَ﴿وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا ؕ ﴾تَضْبِطُوْهَا فَضْلًا اَنْ تُطِیْقُوا
شُکْرَهَا﴿اِنَّ اللّٰهَ لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ(۱۸)﴾حَیْثُ یُنْعِمُ عَلَیْکُمْ مَعَ تَقْصِیْرِکُمْ وَعِصْیَانِکُمْ ﴿وَاللّٰهُ یَعْلَمُ مَا
تُسِرُّوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ (۱۹) وَالَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ ﴾بِالتَّاءِ وَالْیَاءِ﴿مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾وَهُوَ الْاَصْنَامُ﴿ لَا یَخْلُقُوْنَ شَیْئًا
وَّهُمْ یُخْلَقُوْنَ (۲۰)﴾یُصَوَّرُوْنَ مِنَ الْحِجَارَةِ وَغَیْرِهَا﴿اَمْوَاتٌ ﴾لَا رُوْحَ فِیْهِمْ خَبَرٌ ثَانٍ﴿غَیْرُ اَحْیَآءٍ ۚ
﴾تَاکِیْدٌ﴿وَمَا یَشْعُرُوْنَ ۙ ﴾اَیِ الْاَصْنَامُ﴿اَیَّانَ ﴾وَقْتَ﴿یُبْعَثُوْنَ(۲۱)﴾اَیِ الْخَلْقُ فَکَیْفَ یُعْبَدُوْنَ اِذْ لَا
یَکُوْنَ اِلٰهًا اِلَّا الْخَالِقُ الْحَیُّ الْعَالِمُ بِالْغَیْبِ.

﴿ترجمہ﴾

وہی ہے جس نے آسمان سے پانی اتارا اس سے تمہارا پینا ہے (یعنی تم اس سے پیتے ہو) اور اس سے درخت ہیں (یعنی پانی کی وجہ سے درخت اُگتے ہیں) جن سے چراتے ہو (اپنے چوپائے) اس پانی سے تمہارے لئے کھیتی اگاتا ہے اور زیتون اور کھجور اور انگور اور ہر قسم کے

پھل......۱...... بیشک اس (پانی اتارنے اور کھیتی اگانے) میں نشانی ہے (جو کہ اللہ کی وحدانیت پر دلیل ہے) دھیان کرنے والوں کے لیے (جو اس کی صفت میں دھیان کرتے ہوئے ایمان لاتے ہیں) اور اس نے تمہارے لیے مسخر کئے رات اور دن اور سورج (الشمس پر ماقبل کی وجہ سے نصب ہے اور رفع مبتداء ہونے کی وجہ سے ہے) اور چاند اور ستارے......۲......(ان سب میں بھی نصب اور رفع دونوں صورتیں ہونگی) مسخر ہیں (مسخرت میں دو قرائتیں ہیں نصب حال ہونے کی وجہ سے اور رفع خبر کی وجہ سے) اس کے حکم سے (یعنی اس کے ارادے سے) بیشک اس آیت میں نشانیاں ہیں عقلمندوں کو (کہ وہ تدبر کرتے ہیں) اور (مسخر کیے تمہارے لیے) جو اس نے پیدا کیا (ذرأ بمعنی خلق ہے) تمہارے لیے زمین میں (حیوان، نباتات وغیرہ) رنگ برنگ (سرخ، زرد، سبز وغیرہ......۳......) بیشک اس میں نشانی ہے یاد کرنے والوں کو (جو نصیحت پکڑتے ہیں) اور وہی ہے جس نے تمہارے لیے دریا مسخر کیے (تا کہ اس میں جہاز رانی اور غوطہ زنی ممکن ہوسکے) کہ اس میں سے تازہ گوشت کھاتے ہو (یعنی مچھلی......۴......) اور اس میں سے گہنا نکالتے ہو جسے پہنتے ہو (موتی اور مرجان......۵......) اور دیکھے (تری بمعنی تبصر ہے) کشتیاں (الفلک بمعنی السفن ہے) اس میں کہ پانی چیر کر چلتی ہیں (کشتیوں کے چلنے کی وجہ سے پانی آگے پیچھے ہٹ جاتا ہے، ہموار ہوا کے ساتھ) تا کہ تلاش کرو (لتبتغوا کا عطف لتاکلوا پر ہے، یعنی طلب کرو) اس کا فضل (تجارت کے ذریعے) اس امید پر کہ شکر گزار ہو جاؤ (اللہ کے، اس انعام پر) اور اس نے زمین میں لنگر ڈالے (مضبوط پہاڑ......۶......) یہ کہ نہ (ان بمعنی ما نافیہ ہے) ہل جائے (حرکت کرے) تمہیں لے کر اور ندیاں (جیسا کہ دریائے نیل) اور راستے (سبلا بمعنی طرقا ہے) کہ تم (اپنے مقاصد کی طرف) راہ پاؤ اور علامتیں (کہ جس سے تم راستے کی رہنمائی پاتے ہو جیسا کہ پہاڑ اور نہریں) اور ستارے (نجم بمعنی نجوم ہے) سے وہ راہ پاتے ہیں (رات میں راستے اور قبلہ کی) تو کیا جو بنائے (مراد ذات باری ﷻ ہے) وہ ایسا ہو جائے گا جو نہ بنائے گا (مراد بت ہیں کہ جن کو تم عبادت میں اللہ ﷻ کا شریک بناتے ہو، نہیں) تو کیا تم نصیحت نہیں مانتے (ان باتوں سے، تو ایمان لے آؤ) اور اگر اللہ کی نعمتیں گنو تو انہیں شمار نہ کرسکو گے (ان نعمتوں کو شکر کرنے کے اعتبار سے ضابطے میں نہیں لا سکتے) بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے (کہ جس نے تمہارے قصور اور نافرمانی کے باوجود تم پر نعمتیں فرمائیں) اور اللہ جانتا ہے جو چھپاتے اور ظاہر کرتے ہو اور جنہیں پوجتے ہیں (یدعون تاء اور یاء دونوں لغتوں کے ساتھ ہے، یعنی تم عبادت کرتے ہو) اللہ کے سوا (ان معبود سے مراد بت ہیں......۷......) وہ کچھ بھی نہیں بناتے اور وہ خود بنائے ہوئے ہیں (پتھر وغیرہ سے) مردے ہیں (ان میں روح نہیں، اموات خبر ثانی ہے ھم کی) زندہ نہیں (تاکید ہے) اور انہیں (یعنی بتوں کو) خبر نہیں کب (یعنی کس وقت) اٹھائے جائیں گے (لوگ، پھر کیسے ان کی عبادت کرتے ہیں جب کہ وہ بت معبود نہیں، معبود تو وہ ہے جو پیدا کرنے والا، زندہ اور غیب کا جاننے والا ہے)۔

﴿ترکیب﴾

﴿ھو الذی انزل من السماء ماء لکم منه شراب﴾ .

ھو : مبتداء، الذی : موصول، انزل من السماء : فعل بافاعل وظرف لغو، ماء : موصوف، لکم : ظرف مستقر خبر مقدم، منه : ظرف مستقر حال مقدم، شراب : ذوالحال ملکر مبتداء مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ صفت، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ صلہ، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ومنه شجر فیه تسیمون ○ ینبت لکم به الزرع والزیتون والنخیل والاعناب ومن کل الثمرات﴾.

و : مستانفہ، منه : ظرف مستقر خبر مقدم، شجر : موصوف، فیه تسیمون : جملہ فعلیہ صفت، ملکر مبتداء مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ،

ینبت لکم به: فعل بافاعل وظرف لغو اول وثانی، الزرع والنخیل والاعناب: معطوف علیہ ومعطوف اول وثانی، ومن کل الثمرات: ظرف مستقر معطوف ثالث، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ان فی ذلک لاية لقوم يتفكرون﴾.

ان: حروف مشبہ، فی ذلک: ظرف مستقر خبر مقدم، لام: تاکیدیہ، آیۃ: موصوف، لام: جار، قوم: موصوف، یتفکرون: جملہ فعلیہ صفت، ملکر مجرور، ملکر ظرف مستقر صفت، ملکر اسم مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿وسخر لكم اليل والنهار والشمس والقمر والنجوم مسخرت بامره ان فی ذلک لايت لقوم يعقلون﴾.

و: عاطفہ، سخر لکم: فعل بافاعل وظرف لغو، الیل والنہار والشمس والقمر: معطوف علیہ ومعطوفات ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ النجوم: مبتدا، مسخرت بامرہ: شبہ جملہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ، ان فی ذلک ......الخ: جملہ اسمیہ۔

﴿وما ذرالكم فی الارض مختلفا الوانه ان فی ذلک لاية لقوم يذكرون﴾.

و: عاطفہ، ما: موصولہ، ذرالکم فی الارض: فعل بافاعل وظرف لغو اول وثانی، ملکر جملہ فعلیہ، ملکر ذوالحال، مختلفا: اسم فاعل، الوانہ: فاعل، ملکر شبہ جملہ حال، ملکر ماقبل "الیل والنہار" پر معطوف، ان: حرف مشبہ، فی ذلک: خبر مقدم، لا یۃ لقوم...... الخ: اسم مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿وهو الذی سخر البحر لتاكلوا منه لحما طريا وتستخرجوا منه حلية تلبسونها﴾.

و: عاطفہ، ھو: مبتدا، الذین: موصول، سخر البحر: فعل بافاعل ومفعول، لام: جار، تاکلوا منہ لحما طریا: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و تستخرجوا منہ: فعل بافاعل وظرف لغو، حلیۃ: موصوف، تلبسونہا: جملہ فعلیہ صفت، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ صلہ، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿وترى الفلک مواخر فيه ولتبتغوا من فضله ولعلكم تشكرون﴾.

و: اعتراضیہ، تری: فعل بافاعل، الفلک: ذوالحال، مواخر فیہ: شبہ جملہ حال، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ معترضہ، و: عاطفہ، لام: جار، تبتغوا من فضلہ: جملہ فعلیہ مجرور، ملکر معطوف ہے ماقبل "لتاکلوا منہ لحماطریا" پر، و: مستانفہ، لعلکم: حرف مشبہ واسم، تشکرون: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿والقى فی الارض رواسى ان تميد بكم وانهارا وسبلا لعلكم تهتدون﴾.

و: عاطفہ، القی فی الارض: فعل بافاعل وظرف لغو، رواسی: محذوف کی صفت، مرکب توصیفی معطوف علیہ، وانہارا وسبلا: معطوفین، ملکر مفعول، ان تمید بکم: جملہ بتاویل مصدر مفعول لہ، ملکر جملہ فعلیہ، لعلکم: حرف مشبہ واسم، تھتدون: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿وعلمت وبالنجم هم يهتدون﴾.

و: عاطفہ، علمت: مفعول معطوف ہے ماقبل "وانہارا وسبلا" پر، و: عاطفہ، بالنجم: ظرف لغو مقدم، یہتدون: فعل بافاعل وظرف لغو مقدم سے ملکر جملہ فعلیہ خبر، ھم: مبتدا، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿افمن يخلق كمن لا يخلق افلا تذكرون﴾.

ھمزہ : استفہام انکاری، ف : عاطفہ، عن : موصولہ، یخلف : فعل بافاعل ملکر صلہ، ملکر مبتدا، ک : جار، من لا یخلق : موصول صلہ ملکر مجرور، ملکر ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ اسمیہ، ھمزہ: حرف استفہامیہ، ف : عاطفہ، لا تذکرون : فعل نفی بافاعل جملہ فعلیہ۔

﴿وان تعدوا نعمۃ اللہ لا تحصوھا ان اللہ لغفور رحیم﴾.

و: مستانفہ، ان : شرطیہ، تعدوا نعمۃ اللہ : فعل بافاعل ومفعول جملہ فعلیہ شرط، لا تحصوھا : فعل بافاعل ومفعول جملہ فعلیہ جزا ملکر جملہ شرطیہ، ان اللہ لغفور رحیم : حرف مشبہ واسم وخبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿واللہ یعلم ما تسرون وما تعلنون O والذین یدعون من دون اللہ لا یخلقون شیئا وھم یخلقون﴾.

و: مستانفہ، اللہ : مبتدا، یعلم : فعل بافاعل، ماتسرون : موصول صلہ معطوف علیہ، وما تعلنون : معطوف، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ فعلیہ صلہ، ملکر مبتدا، لا یخلقون : فعل وضمیر ذوالحال، وھم یخلقون : جملہ اسمیہ حال ملکر فاعل، : شیئا : مفعول، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿اموات غیر احیاء وما یشعرون ایان یبعثون﴾.

اموات : موصوف، غیر احیاء : صفت، ملکر معطوف علیہ، و : عاطفہ، مایشعرون : فعل بافاعل، ایان : ظرف مقدم، یبعثون : فعل بانائب الفاعل وظرف مقدم، ملکر جملہ فعلیہ مفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر "ھم" مبتدا محذوف کے لیے خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

زیتون، کھجور، انگور اور دیگر پھلوں کا بیان:

۱...... کھجور کا مزاج گرم ہے اس کی اصلاح انار اور سکنجبین سے ہوجاتی ہے، اور اس میں وٹا منز (حیاتین) اور تمام اہم معدنی نمکیات پائے جاتے ہیں، اس کے استعمال سے خون کے سرخ ذرات میں اضافہ ہوتا ہے، یہ کلسٹرول کو متوازن رکھتی ہے، مدینہ منورہ کی عجوہ کھجور خاص طور پر دل کے لئے مفید ہے، یہ پیٹ کے کیڑے مارتی ہے اور پیشاب کھول کر لاتی ہے، سوگرام کھجور میں ۲۱۴ حرارے، ۲ گرام پروٹین، ۷۳ گرام نشاستہ، ایک گرام چکنائی، ۵۰۔۵ گرام کیلشیم، ۹۔۲ گرام سوڈیم، ۰۰۔۷۹ ملی گرام پوٹاشیم، ۷۲ ملی گرام فاسفورس، ۵۰۔۳ ملی گرام فولاد اور ۷ ملی گرام پھوک ہوتا ہے۔

اللہ ﷻ نے کھجور کے بعد انگور کا ذکر فرمایا کیونکہ انگور تمام پھلوں میں افضل ہے کیونکہ یہ پھل بھی اول سے لے کر آخر تک نفع بخش ہے اس سے سرکہ اور نبیذ بھی بنایا جاتا ہے۔ انگور دو قسم کے ہوتے ہیں ایک چھوٹا انگور ہوتا ہے جب یہ خشک ہوجائے تو اسے کشمش کہتے ہیں اور دوسرا بڑا انگور جب یہ خشک ہوجائے تو اسے منقی کہتے ہیں، انگور کا مزاج گرم تر ہے یہ زود ہضم اور کثیر الغذا ہوتا ہے۔ خون صالح بکثرت پیدا کرتا ہے اور بدن کو فربہ کرتا ہے۔ سوگرام انگور میں ۶۹ حرارے، ایک گرام پروٹین، ۱۶ گرام نشاستہ، ایک گرام چکنائی، ۱۷ ملی گرام کیلشیم، ۲۱ ملی گرام فاسفورس، ۶۔۰ ملی گرام فولاد، ۱۰۰ ملی گرام وٹامن اے، ۰۷۔۰ ملی گرام وٹامن بی اور ۴۲ ملی گرام وٹامن سی ہوتا ہے۔

انگور کے بعد زیتون کا ذکر فرمایا، اس کا پھل سبز اور سیاہ دو رنگ کا ہوتا ہے۔ یہ فلسطین، ایران، عرب اور جنوبی یورپ میں پیدا

ہوتا ہے۔اسکا تیل بہت مفید ہے،سردی کے دردوں میں اس سے بدن پر مالش کی جاتی ہے یہ بدن کو غذائیت بخشتا ہے،اعصاب کو تقویت دیتا ہے،بڑھاپے کے تمام عوارض میں مفید ہے،جدید سائنسی تحقیق سے معلوم ہوتا ہے کہ روغن زیتون کولسٹرول کو حل کر لیتا ہے

انار دو قسم کا ہوتا ہے سرخ دانوں والا اور سفید دانوں والا،سرخ دانوں والے کا ذائقہ کھٹا میٹھا ہوتا ہے اور سفید دانوں والا شیریں ہوتا ہے۔اس کا مزاج سرد تر ہے اس میں غذائیت کم ہے خون صالح پیدا کرتا ہے،اس میں تریاقیت کی خصوصیات بھی پائی جاتی ہیں ۱۰۰ گرام انار میں ۳۲ ملی گرام کیلشیم،۲۵ گرام فاسفورس،۳ ملی گرام فولاد،۲۳۰ ملی گرام وٹامن اے،۱۰۸ ملی گرام وٹامن بی اور ۳۸ ملی گرام وٹامن سی ہوتا ہے۔

(تبیان القرآن ج۶،ص۶۰۷،۶۰۸)(عطائین ج۲،ص۱۵۶ وغیرہ)

سورج، چاند ،ستارے کا سائنسی بیان:

۲ـــسورج آگ کا گولا ہے جو کہ زمین سے بہت قریب ہے اور یہ ستارہ بھی کہلاتا ہے،مشرق سے نکلتا ہے اور مغرب میں غروب ہوتا ہے۔چاند کے پاس اپنی روشنی نہیں ہوتی بلکہ وہ سورج سے روشنی لیتا ہے،یہ زمین کا ایک چوتھائی حصہ ہوتا ہے اور یہ بھی زمین سے قریب ہوتا ہے،جہاں تک یہ بات ہے کہ چاند پر زندگی کے آثار ہیں یا نہیں تو سائنس کہتی ہے کہ چاند پر زندگی نہیں پائی جاتی اس لیے کہ چاند پر نہ تو ہوا ہے اور نہ ہی پانی،اور چاند کی کشش ثقل زمین کا چھٹا حصہ ہے۔ستارے گرم ہوا سے بنے ہیں ان کے پاس اپنی روشنی اور تپش ہوتی ہے۔اپنی اصل شکل کے اعتبار سے بہت بڑے ہوتے ہیں لیکن ہمیں چھوٹے لگتے ہیں اور الگ الگ رنگوں میں پائے جاتے ہیں لال،نیلا،پیلا اور سفید۔

قسم قسم کے رنگ برنگی پھل پھول سبزیوں کا بیان:

۳ـــایک ہی زمین سے پیدا ہونے والی مختلف چیزیں مثلاً حیوانات،حشرات الارض،معدنیات،نباتات،جمادات،الغرض قدرت الٰہی کی عظیم کاریگری کا منہ بولتا ثبوت ہے،ان تمام عجائبات واشیاء سے انسان طرح طرح کے فوائد حاصل کرتا ہے۔قسم قسم کے رنگ برنگے پھل پھول اور سبزیاں کئی طریقے سے انسانی جسم کی نشو ونما میں معاون ثابت ہوتے ہیں۔ایک ہی قسم کا پھل کئی رنگوں میں پایا جاتا ہے مثلاً اناری کو دیکھ لیں سرخ بھی ہے اور سفید بھی،سبزیوں میں مرچ کو دیکھ لیں سرخ بھی پائی جاتی ہے،اور سبز بھی،گلاب کا پھول کئی رنگوں میں پایا جاتا ہے۔حیوانات میں سے بعض (گوشت ودودھ کے لحاظ سے) کھانے پینے اور بعض سواری ،مالبرداری کے لیے استعمال کیے جاتے ہیں۔بعض جانوروں کی کھالوں سے قیمتی دیدہ زیب اشیاء بنائی جاتی ہیں۔زمین سے حاصل ہونے والا لوہا،تانبا اور دیگر معدنی ذخائر ہمارے شب وروز کے معاملات میں کئی طرح سے معاون ومددگار ہیں۔الغرض یہ تمام قدرتی کارنامے ایک واحد حقیقی ذات کی جانب توجہ دلاتے ہیں،انسان اپنی زندگی کا منشا یہی سمجھے اور اسی کی عبادت میں مصروف عمل رہے۔

دریائی جانوروں کی حلت وحرمت کا بیان:

۴ـــسمندر بھی اللہ کی نعمت عظیمہ ہے،اللہ نے اسے انسان کے لیے مسخر کر دیا ہے یعنی انسان کو سمندر پر تصرف کرنے پر قادر کر دیا ہے۔سمندر میں اللہ نے کیا کچھ رکھا ہے،یہ ایک الگ بحث ہے تاہم سمندری جانوروں کے بارے میں فقہائے کرام کے

اقوال مختلف ہیں۔ امام علاؤالدین کاسانی فرماتے ہیں: حیوان کی دو قسمیں ہیں، ایک وہ جو سمندر میں زندہ رہتی ہے اور دوسری وہ جو خشکی میں زندہ رہتی ہے۔ رہے وہ جانور جو سمندر میں زندہ رہتے ہیں تو مچھلی کے سوا تمام جانوروں کا کھانا حرام ہے۔ مچھلی کا کھانا حلال ہے۔ ہاں جو مچھلی طبعی موت مر کر سطح آب پر نمودار ہو جائے اسے کھانا جائز نہیں، یہ ہمارے اصحاب کا قول ہے۔ ابن ابی لیلیٰ کہتے ہیں کہ مچھلی کے سوا مینڈک، کیکڑے، سمندری سانپ، سمندری کتے، سمندری خنزیر وغیرہ کو بھی ذبح کر کے کھانا جائز ہے اور لیث بن سعد کا بھی یہی قول ہے لیکن انہوں نے سمندری انسان اور سمندری خنزیر کو کھانا جائز نہیں لکھا۔ امام شافعی فرماتے ہیں کہ یہ تمام جانور بغیر ذبح کے حلال ہیں ان کو پکڑنا ہی ان کو ذبح کرنا ہے اور جو مچھلی مر کر سطح آب پر نمودار ہو جائے وہ بھی حلال ہے۔ ائمہ ثلاثہ کی دلیل یہ آیت ہے ﴿احل لکم صید البحر و طعامہ متاعا لکم وللسیارۃ تمہارے لیے سمندری شکار اور اس کا طعام حلال کر دیا گیا ہے اور مسافروں کے فائدے کو﴾(المائدۃ: ۹۶) اور شکار کا اطلاق مچھلی کے علاوہ دیگر جانوروں پر بھی ہوتا ہے، اور اس کا تقاضا یہ ہے کہ سمندر کے تمام جانور حلال ہوں، اور جب سید عالم ﷺ سے سمندر کے متعلق پوچھا گیا تو ارشاد فرمایا: "اس کا پانی پاک کرنے والا ہے اور اس کا مردار حلال ہے" (سنن الترمذی، کتاب الطھارۃ، باب ما جاء فی ماء البحر، رقم: ۶۹، ص ۳۳)۔ ہمارے دلائل یہ ہیں کہ اللہ نے ارشاد فرمایا: ﴿حرمت علیکم المیتۃ والدم ولحم الخنزیر یعنی تم پر مردار اور خون اور خنزیر حرام کیا گیا ہے﴾(المائدۃ: ۳)، اس آیت میں مطلقاً مردہ جانور کو حرام کہا گیا ہے چہ جائے کہ وہ خشکی کا ہو یا سمندر کا۔ ارشاد باری ہے: ﴿ویحرم علیھم الخبائث اور نبی ان پر خبیث چیزوں کو حرام کرتے ہیں﴾(الاعراف: ۱۵۷)۔

مینڈک، کیکڑا، سانپ وغیرہ خبیث جانور ہیں، سید عالم ﷺ سے سوال کیا گیا کہ مینڈک کی چربی کو دوا میں استعمال کیا جاتا ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا: "وہ خبائث میں سے ایک خبیث جانور ہے"۔ (یہاں جزئیات سے قاعدہ کلیہ پر استدلال ہے) اور ائمہ ثلاثہ کا اس آیت ﴿احل لکم صید البحر و طعامہ یعنی تمہارے لیے دریائی جانور اور ان کا گوشت حلال کیا گیا ہے﴾(المائدۃ: ۹۶) سے استدلال کرنا اطلاق مجازی ہے اور یہاں صید بمعنی مصید ہے یعنی شکار کیا ہوا، لغت میں شکار اسے کہتے ہیں جو جانور گھبرا کر بھاگ رہا ہو اور بغیر حیلہ کے اس کو پکڑا نہ جاسکتا ہو، یا تو وہ اڑ جائے یا بھاگ جائے اور یہ حالت شکار کے وقت میں ہوتی ہے پکڑنے کے بعد نہیں ہوتی، اس لیے کہ پکڑنے کے بعد تو وہ گوشت ہو جاتا ہے شکار نہیں رہتا اور اس پر دلیل ﴿وحرم علیکم صید البر ما دمتم حرما اور تم پر خشکی کا شکار حرام کر دیا گیا جب تک تم احرام میں ہو﴾(المائدۃ: ۹۶)۔ اس سے مراد محرم کا شکار کرنا یا شکار کی جانب رہنمائی کرنا مراد ہے اور ان دونوں صورتوں میں محرم کے لیے خشکی کا جانور کھانا حلال ہے۔ (البدائع والصنائع، کتاب الذبائح والصیود، ج ۵، ص ۵۲)

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی سے جھینگے سے متعلق پوچھا گیا تو جواب ارشاد فرمایا: حمادیہ میں علماء کے دونوں قول نقل ہیں بعض حرام کہتے ہیں اور بعض حلال، جہاں انہوں نے کہا کہ وہ کیڑا ہے جسے جھینگا کہا جاتا ہے بعض کے نزدیک حرام ہے کیونکہ وہ مچھلی کے مشابہ نہیں ہے، جب کہ ہمارے نزدیک سمندری شکار میں مچھلی کی اقسام ہی مباح ہیں، اور جھینگا ان میں سے نہیں ہے، اور بعض نے کہا یہ حلال ہے کیونکہ اس کا نام مچھلی ہے۔ عبارت حمادیہ سے ظاہر یہی ہے کہ ان کے نزدیک قول حرمت ہی مختار ہے کہ اسی کو تقدیم دی "والتقدیم اٰیۃ التقدیم یعنی مقدم کرنا مقدم بنانے کی علامت ہے"۔ اور جھینگے کو دو یعنی کیڑا کہا اور کیڑے حرام ہیں، اور اہل

حلت کی طرف ... دلیل میں یہ نہ کہا کہ وہ مچھلی ہے بلکہ یہ کہ اس کو مچھلی کا نام بولا جاتا ہے، تحقیق مقام یہ ہے کہ ہمارے مذہب میں مچھلی کے سوا تمام دریائی جانور مطلقاً حرام ہیں تو جن کے خیال میں جھینگا مچھلی کی قسم سے نہیں ان کے نزدیک حرام ہوا چاہیے، مگر فقیر نے کتب لغت و کتب طب و کتب علم حیوان میں بالاتفاق اسی کی تصریح دیکھی کہ وہ مچھلی ہے۔ قاموس میں ہے کہ ''اربیان'' کیڑے کی طرح مچھلی ہے۔ اور معراج الدرایہ میں ہے کہ اگر پرندے کے گھونسلے میں مچھلی پائی جائے کھائی جائے، اور امام شافعی کے نزدیک نہ کھائی جائے کیونکہ پرندے کی بیٹھ کی طرح ہے، اور ان کے ہاں پرندے کی بیٹھ نجس ہے اور ہم کہتے ہیں کہ بیٹھ تب بنے گی جب ہوجائے گی، اور چھوٹی مچھلی جس کو بغیر چاک کیے بھون لیا جاتا ہے شافعی حضرات فرماتے ہیں حلال نہیں کیونکہ اس کی بیٹھ نجس ہے اور باقی ائمہ حلال کہتے ہیں۔ مگر فقیر نے جواہر الاخلاطی میں تصریح دیکھی کہ ایسی چھوٹی مچھلیاں سب مکروہ تحریمی ہیں اور یہ کہ یہی صحیح تر ہے۔

(الفتاوی الرضویه مخرجه، ج ۲۰، ص ۳۳۶ وغیرہ)

خلیفہ ہارون الرشید نے اپنا شکاری باز فضاء میں اڑایا اڑتے اڑتے وہ نظروں سے اوجھل ہوگیا اور کچھ دیر بعد اپنے پنجے میں ایک فضائی مچھلی دبوچے اتر آیا۔ خلیفہ کو بڑی حیرت ہوئی، اس نے زبردست عالم حضرت سیدنا مقاتل کی خدمت میں فتوی پوچھا فرمایا آپ کے جدامجد حضرت ابن عباس فرماتے ہیں: فضاؤں میں طرح طرح کی مخلوق رہتی ہے جن میں بعض سفید رنگ کے جانور بھی ہوتے ہیں جو مچھلی جیسے بچے جنتے ہیں، ان کے بازو تو ہوتے ہیں مگر پر نہیں ہوتے، اس کے بعد حضرت مقاتل نے اُس کو کھانے کی اجازت دی تو اس جانور کا احترام کیا گیا۔

(حیات الحیوان الکبری، ج ۱، ص ۱۵۷)

حضرت امام برھان الدین ابراہیم زرنوجی فرماتے ہیں، حکیم جالینوس (ماہر یونانی طبیب) کا قول ہے کہ انار میں کثیر منافع ہیں جب کہ مچھلی میں بہت زیادہ نقصانات ہیں مگر تھوڑی سی مچھلی کھانا ڈھیروں انار سے بہتر ہے۔ (تعلیم المتعلم طریق التعلم، ص ۴۲)

زیورات کا بیان:

☆...... بی بی عائشہ صدیقہ بیان کرتی ہیں کہ سید عالم ﷺ کے پاس نجاشی کی طرف سے وہ زیورات آئے جو اس نے آپ ﷺ کو ہدیہ کئے تھے، ان میں سونے کی ایک انگوٹھی تھی جس میں حبشی نگینہ تھا، سید عالم ﷺ نے اس سے اعراض کرتے ہوئے ایک چھڑی یا اپنی انگلیوں سے ایک انگوٹھی اٹھائی پھر حضرت زینب کی صاحبزادی حضرت امامہ بنت ابی العاص کو بلا کر فرمایا: ''تم یہ انگوٹھی پہن لو''۔

(سنن ابن ماجه، کتاب اللباس، باب: النهی عن خاتم الذهب، رقم: ۳۶۴۴، ص ۶۰۶)

☆...... حضرت ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''میری امت کے مردوں پر ریشم اور سونا حرام کردیا گیا ہے اور میری امت کی عورتوں پر حلال کردیا گیا ہے''۔

(سنن النسائی، کتاب الزینة، باب: تحریم الذهب، رقم: ۵۱۵۸، ص ۱۱۷۴)

مردوں کے لیے سونے کے زیور پہننا جائز نہیں ہے، جیسا کہ حدیث بالا میں صاف بیان ہوا، اور چاندی کے زیوارت بھی ناجائز ہیں کہ یہ بھی اسی کے حکم میں داخل ہیں۔ البتہ چاندی کی انگوٹھی اور منطقہ (کمر کی پٹی) اور تلوار کا زیور چاندی کا بنانا جائز ہے، اور چاندی نے سونے سے مستغنی کردیا کیونکہ وہ دونوں ایک جنس سے ہیں، اور الجامع الصغیر میں ہے کہ صرف چاندی کی انگوٹھی بنائی جائے اور اس میں یہ تصریح ہے کہ پتھر، لوہے اور پیتل کی انگوٹھی بنانا جائز نہیں ہے، اور مردوں کے لیے سونے کی انگوٹھی پہننا حرام ہے اور عورتوں کے لیے جائز ہے کیونکہ زینت ان کا حق ہے، صرف قاضی اور سلطان کے لیے انگوٹھی بنائی جائے کیونکہ انہیں مہر لگانے کی

ضرورت ہوتی ہے، اور ان کے غیر کے لیے انگوٹھی نہ پہننا افضل ہے کیونکہ ان کو ضرورت نہیں ہے، سونے سے دانت نہ باندھا جائے ، چاندی سے باندھا جائے، یہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک ہے لیکن امام محمد کے نزدیک سونے سے باندھنے میں بھی حرج نہیں ہے اور امام ابویوسف کے اس بارے میں دو قول ہیں۔ صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ حضرت عرفجہ بن اسعد الکنانی کی جنگ کلاب میں ناک کٹ گئی، انہوں نے چاندی کی ناک بنالی تو اس میں بدبو ہوگئی، سید عالم ﷺ نے انہیں حکم دیا کہ سونے کی ناک بنا کر لگالیں۔

(سنن الترمذی، کتاب اللباس، باب: ما جاء فی شد الانسان، رقم: ۱۷۷۶، ص ۵۳٤)

زمین کو ہلنے نہیں دیتے پہاڑ مگر......!

یے......اللہ نے پہاڑ کو زمین پر بطور لنگر ڈال دیا ہے، زمین ساکن ہے، ہاں جہاں سے اللہ چاہتا ہے اُسے ہلا دیتا ہے۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ ان عظیم پہاڑوں کی موجودگی میں بھی زلزلے آتے ہیں یعنی زمین ہلنا شروع ہوجاتی ہے۔ فاضل بریلوی فرماتے ہیں: اصل باعث آدمیوں کے گناہ ہیں، اور پیدا یوں ہوتا ہے کہ ایک پہاڑ تمام زمین کو محیط ہے اور اس کے ریشے زمین کے اندر اندر سب جگہ پھیلے ہوئے ہیں جیسے بڑے درخت کی جڑیں دور تک اندر اندر پھیلی ہوئی ہوتی ہیں جس زمین پر معاذ اللہ زلزلہ کا حکم ہوتا ہے وہ پہاڑ اپنے اس جگہ کے ریشے کو جنبش دیتا ہے زمین ہلنے لگتی ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

(الفتاوی الرضویہ مخرجہ، ج۲۷، ص ۹۳)

اللہ ﷻ کے سوا کسی کی عبادت ہرگز جائز نہیں!

یے......اللہ نے فرمایا ﴿والذین یدعون من دون اللہ﴾ کی تفسیر میں علامہ آلوسی نے فرمایا: والالھۃ الذین تعبدونھم ایھا الکفار یعنی اے کافرو وہ معبود جن کی تم عبادت کرتے ہو (تمہیں ہرگز نفع نہ دیں گے)۔ بعض نام نہاد مسلمان کہلانے والے اس قسم کی آیات کو خواہ مخواہ حضرات انبیائے کرام اور اولیائے عظام کی جانب چسپاں کرتے ہیں اور بھولے بھالے مسلمانوں کو دین سے دور کرنے کا ساماں کرتے ہیں۔

(۱)......مولانا اشرف علی تھانوی کا ترجمہ: اور جن کی یہ لوگ اللہ کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہیں وہ کسی چیز کو پیدا نہیں کر سکتے اور خود ہی مخلوق ہیں۔

(۲)......مفتی محمد شفیع کا ترجمہ: اور جن کی یہ لوگ خدا کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہیں وہ کسی چیز کو پیدا نہیں کر سکتے اور وہ خود ہی مخلوق ہی۔

(۳)......اسماعیل دہلوی اسی قسم کی آیت ﴿ویعبدون من دون اللہ مالا یملک لھم رزقا من السموت والارض شیئا ولا یستطیعون اور مشرک اللہ کو چھوڑ کر ان کی عبادت کرتے ہیں جو آسمان وزمین سے روزی پہنچانے میں کچھ بھی دخل نہیں رکھتے اور نہ رکھ سکتے ہیں (النحل ۷۳)﴾۔ یعنی ایسے لوگوں کی اللہ کی سی تعظیم کرتے ہیں جو قطعی بے بس ہیں، روزی پہنچانے میں ان کا کچھ بھی دخل نہیں، معلوم نہیں عوام میں جو بات مشہور ہے کہ بزرگوں کو عالم میں تصرف کی تو قدرت ہے، مگر تقدیر الٰہی پر شاکر ہیں، ادب سے دم نہیں مارتے، ورنہ اگر چاہیں تو کائنات کو زیروزبر کر دیں، (نامعلوم کہاں سے لی گئی ہے حالانکہ قرآن وحدیث کی رو سے) یہ قطعی غلط ہے؛ کائنات میں نہ انہیں بالفعل دخل ہے نا بالقوۃ یعنی ان میں اس قسم کے تصرف کی صلاحیت وقدرت ہی نہیں۔

(تقویۃ الایمان، پانچواں باب، شرف فی التصرف کی تردید، ص ۶۷ وغیرہ)

علامہ آلوسی اور دیگر مفسرین کرام یہاں بھی بتوں کی عبادت مراد لیتے ہیں کہ کفار مکہ بتوں کو اللہ کی بارگاہ میں متصرف جان کر

پوجتے ہیں۔ مودودی صاحب اور ان کے نظریے کے حامل حضرات نے خوامخواہ اپنی حسد کی آگ کے تحت قرآن کے غلط معانی ومطالب بیان کر کے امت مسلمہ کو فتنہ میں مبتلا کیا۔ حضرات انبیائے کرام واولیائے عظام کی شان بڑی ارفع واعلیٰ ہے۔ مسلمان انہیں حاجت روا مانتا ہے مگر اللہ کے اذن سے نہ کہ بغیر اذن کے۔

☆...... حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانے میں سخت قحط سالی ہوئی، حضرت بلال بن حارث مزنی سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ پر حاضر ہوئے اور عرض کیا، اپنی امت کے لیے بارش کی دعا کیجئے۔ حافظ ابن ابی شیبہ اپنی سند کے ساتھ لکھتے ہیں: مالک الدار جو حضرت عمر فاروق کے دور میں وزیر خوراک تھے، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر کے زمانہ میں (ایک بار) لوگوں پر قحط آ گیا، ایک شخص (حضرت بلال بن حارث مزنی) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر انور پر گیا اور عرض کیا، یارسول اللہ! اپنی امت کے لیے بارش کی دعا کیجئے کہ وہ ہلاک ہو رہے ہیں، نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم اس شخص کے خواب میں تشریف لائے اور فرمایا: عمر کے پاس جاؤ، ان کو سلام کہو اور یہ خبر دو کہ تم پر یقیناً بارش ہوگی اور ان سے کہو کہ تم پر سوجھ بوجھ لازم ہے، تم پر سوجھ بوجھ لازم ہے، پھر وہ حضرت عمر کے پاس گئے اور ان کو یہ خبر دی، حضرت عمر رونے لگے اور کہا: اے اللہ! میں صرف اسی چیز کو ترک کرتا ہوں جس سے میں عاجز ہوں (مصنف ابن ابی شیبہ، ج۱۲، ص ۳۲)

اغراض: ینبت بسببه: اس جملے میں اس جانب اشارہ ہے کہ آیت مبارکہ ﴿هو الذی انزل من السماء ماء لکم منه شراب ومنه شجر (النحل: ۱۰)﴾ میں دوسرا من سببیہ اور پہلا ابتدائیہ ہے۔

المذکور: پانی کے اتارنے اور نباتات کے پیدا کرنے کے بارے میں بیان کیا جارہا ہے۔

بالنصب: آیت مبارکہ ﴿وسخر لکم الیل والنهار و......الخ (النحل: ۱۲)﴾ منصوب ہیں، اور انہیں مرفوع بھی پڑھا گیا ہے۔

من الحیوانات والنبات: سارے ہی حیوانات ونباتات اولادِ آدم کے بس میں کر دیئے ہیں، جس سے اولادِ آدم فائدہ اٹھاتی ہے۔

وغیرہ ذلک جیسا کہ پتھر، معدنیات اور نہریں۔ بالتجارۃ: پس لوگ حصول معاش کے لیے سمندری سفر کرتے ہیں۔

حیث ینعم علیکم مع: یعنی تمہارے گناہوں کی وجہ سے اللہ تم سے اپنی نعمتیں منقطع نہ کرے گا، بلکہ اللہ نے تم پر وسعت فرمائی۔

ای الخلق: مناسب یہ ہے کہ ضمیر الاصنام کی جانب لوٹے، معنی یہ ہے کہ بت شعور نہیں رکھتے جب تک اللہ نہ چاہے، ابن عباس نے فرمایا: اللہ عزوجل نے بتوں کو مبعوث فرمایا اور ان کی روحیں تھیں اور ان کے ساتھ ان کے شیاطین بھی تھے، پس بتوں کے پوجنے والوں نے بڑائی دکھائی، پس اللہ نے سب کو آگ میں جھونکنے کا حکم ارشاد فرمایا۔ (الصاوی، ج۳، ص ۱۰۶۲ وغیرہ)

رکوع نمبر: ۹

﴿اِلٰهُكُمْ﴾ اَلْمُسْتَحِقُّ لِلْعِبَادَةِ مِنْكُمْ ﴿اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ﴾ لَانَظِيْرَ لَهٗ فِي ذَاتِهٖ وَلَا فِي صِفَاتِهٖ وَهُوَ اللّٰهُ تَعَالٰى ﴿فَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ قُلُوْبُهُمْ مُّنْكِرَةٌ﴾ جَاحِدَةٌ لِلْوَحْدَانِيَةِ ﴿وَّهُمْ مُّسْتَكْبِرُوْنَ (۲۲)﴾ مُتَكَبِّرُوْنَ عَنِ الْاِيْمَانِ بِهَا ﴿لَا جَرَمَ﴾ حَقًّا ﴿اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ؕ﴾ فَيُجَازِيْهِمْ بِذٰلِكَ ﴿اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْتَكْبِرِيْنَ (۲۳)﴾ بِمَعْنٰى اَنَّهٗ يُعَاقِبُهُمْ وَنَزَلَ فِي النَّضْرِ بْنِ الْحَارِثِ ﴿وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ مَّا﴾ اِسْتِفْهَامِيَّةٌ ﴿ذَآ﴾ مَوْصُوْلَةٌ ﴿اَنْزَلَ رَبُّكُمْ ۙ﴾ عَلٰى مُحَمَّدٍ ﴿قَالُوْٓا اَسَاطِيْرُ﴾ اَكَاذِيْبُ ﴿الْاَوَّلِيْنَ (۲۴)﴾

﴿وَاضَلالًا لِلنَّاسِ﴾﴿لِيَحْمِلُوْٓا﴾﴿فِىْ عَاقِبَةِ الْاَمْرِ﴾﴿اَوْزَارَهُمْ﴾﴿ذُنُوْبَهُمْ﴾﴿كَامِلَةً﴾﴿لَمْ يُكْفَرْ مِنْهَا شَىْءٌ﴾﴿يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۙ وَمِنْ﴾﴿بَعْضِ﴾﴿اَوْزَارِ الَّذِيْنَ يُضِلُّوْنَهُمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ ؕ﴾﴿لِاَنَّهُمْ دَعَوْهُمْ اِلَى الضَّلَالِ فَاتَّبَعُوْهُمْ فَاشْتَرَكُوْا فِى الْاِثْمِ﴾﴿اَلَا سَآءَ﴾﴿بِئْسَ﴾﴿مَا يَزِرُوْنَ (۲۵)﴾﴿يَحْمِلُوْنَهٗ حَمْلَهُمْ هٰذَا.

﴿ترجمہ﴾

تمہارا معبود (تمہاری عبادت کا مستحق) ایک معبود ہے (اس کی ذات وصفات ......۱ میں اس کا کوئی نظیر نہیں، وہ اللہ ﷻ ہے) تو وہ آخرت پر ایمان نہیں لاتے ان کے دل منکر ہیں (اس کی وحدانیت کے انکاری) اور وہ مغرور ہیں (آخرت پر ایمان لانے سے تکبر کرتے ہیں) کوئی شک نہیں (حق بات یہ ہے کہ) اللہ جانتا ہے جو چھپاتے اور جو ظاہر کرتے ہیں (اللہ انہیں اس کے مطابق جزاء دے گا) بیشک وہ مغروروں کو پسند نہیں فرماتا (وہ انہیں سزا دے گا، یہ آیت نضر بن حارث کے بارے میں نازل ہوئی) اور جب ان سے کہا جائے (ما استفهاميه ہے) کیا (ذا موصولہ ہے) تمہارے رب نے اتارا (محمد ﷺ پر) کہیں گے (وہ) کہانیاں ہیں (جھوٹی) اگلوں کی (لوگوں کو گمراہ کرنے کے لیے) تاکہ اٹھائیں (اپنے کام کی سزا) اپنا بوجھ (یعنی اپنے گناہوں کا بوجھ) پورا (اس میں کچھ نہ چھپایا جائے گا) قیامت کے دن اور (کچھ) بوجھ انکے جنہیں اپنی جہالت سے گمراہ کرتے ہیں......۲ (اس لیے کہ وہ انہیں گمراہی کی دعوت دیتے تھے تو جنہوں نے ان کی پیروی کی وہ گناہ میں برابر شریک رہے) سن لو کیا ہی برا (ساء بمعنی بئس ہے) بوجھ اٹھاتے ہیں (یعنی وہ برا بوجھ اٹھانے والے ہیں)۔

﴿ترکیب﴾

﴿الهكم اله واحد فالذين لا يومنون بالاخرة قلوبهم منكرة وهم مستكبرون﴾.

الهكم : مبتدا، اله : خبر اول، واحد : خبر ثانی، ملکر جملہ اسمیہ، ف : فصیحہ، الذين : موصول، لا يومنون بالاخرة : جملہ فعلیہ صلہ، ملکر مبتدا، قلوبهم منكرة : جملہ اسمیہ معطوف علیہ، وهم مستكبرون : جملہ اسمیہ معطوف، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿لا جرم ان الله يعلم ما يسرون وما يعلنون انه لا يحب المستكبرين﴾.

لا : نافیہ، لا جرم : بمعنی ثبت فعل، ان الله : حرف مشبہ واسم، يعلم : فعل بافاعل، مايسرون : معطوف علیہ، ومايعلنون : معطوف، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ فاعل، ملکر جملہ فعلیہ، انه : حرف مشبہ واسم، لا يحب المستكبرين : جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿واذا قيل لهم ما ذا انزل ربكم قالوا اساطير الاولين﴾.

و : مستانفہ، اذا : ظرفیہ متضمن معنی شرط مفعول فیہ مقدم، قيل لهم : قول، ماذا : اسم استفہامیہ مفعول مقدم، انزل ربكم : فعل بافاعل ملکر جملہ فعلیہ مقولہ، ملکر شرط، قالوا : قول، اساطير الاولين : "هم" مبتدا محذوف کے لیے خبر، ملکر جملہ اسمیہ مقولہ، ملکر جزا، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿ليحملوا اوزارهم كاملة يوم القيمة ومن اوزار الذين يضلونهم بغير علم﴾.

لام: جار، یحملوا : فعل بافاعل،اوزارھم : ذوالحال، کاملۃ :حال، ملکر معطوف علیہ، و: عاطفہ، من : جار، اوزار :مضاف، الذین : موصول، یضلونھم : فعل بافاعل وضمیر ذوالحال، بغیر علم :ظرف مستقر حال،ملکر مفعول،ملکر صلہ،ملکر مضاف الیہ،ملکر مجرور،ملکر ظرف مستقر معطوف،ملکر مفعول، یوم القیمۃ : ظرف،ملکر جملہ فعلیہ مجرور،ملکر ظرف لغو"قالوا" کے لیے۔

﴿الا ساء ما یزرون﴾

الا : حرف تنبیہ، سآء : فعل، مایزرون :فاعل،ملکر جملہ انشائیہ خبر مقدم "وزرھم" مبتدامؤخر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿شان نزول﴾

☆......واذا قیل لھم ماذا انزل ......☆یہ آیت نضر بن حارث کی شان میں نازل ہوئی،اس نے بہت سی کہانیاں یاد کر لی تھیں،اس نے جب کوئی قرآن کریم کی نسبت دریافت کرتا تو وہ یہ جاننے کے باوجود کہ قرآن شریف کتاب معجزہ اور حق وہدایت سے مملو ہے، لوگوں کو گمراہ کرنے کے لیے یہ کہہ دیتا کہ یہ پہلے لوگوں کی کہانیاں ہیں،ایسی کہانیاں مجھے بھی بہت یاد ہیں،اللہ فرماتا ہے کہ لوگوں کو اس طرح گمراہ کرنے کا انجام یہ ہے۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

صفاتِ باری ﷻ شرح عقائد کی روشنی میں!

۱......صفات باری تعالی کے حوالے سے معتزلہ،فلاسفہ،کرامیہ اور اشاعرہ میں اختلاف پایا جاتا ہے اس اختلافی نزاع کی نوعیت کیا ہے؟ ہم اسے جاننے کی کوشش کرتے ہیں۔چنانچہ(۱)......معتزلہ وفلاسفہ کے نزدیک نزاع یہ ہے کہ جس طرح ہماری طرح کے عالم کے لیے علم کا ہونا مانا جاتا ہے جو کہ عرض ہے اور اس کی ذات کے ساتھ قائم ہے،اس پر زائد بھی ہے اور حادث بھی،تو کیا ذات باری تعالی کے لیے بھی ایسا ہی علم مانا جائے گا جو کہ اس کی ذات ازلی کے ساتھ قائم ہو،اس کی ذات پر زائد ہو اور اسی طرح تمام صفات کا حال ہو؟ معتزلہ اور فلاسفہ اس بات کا انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اللہ کی صفات بعینہ اس کی ذات ہیں اور اس کی ذات کو معلومات کے ساتھ تعلق کے اعتبار سے عالم اور مقدورات کے ساتھ تعلق ہونے کے اعتبار سے قادر کہا جاتا ہے اور یہی دیگر صفات کا حال ہے۔

تاہم خلاصہ یہ کہ معتزلہ نے (صفات کی نفی پر) دلیل پیش کی کہ صفات باری تعالی کو ثابت کرنے میں ایک طرف توحید کا ابطال لازم آتا ہے کہ وہ صفات ایسی موجودات ہوں گی جو کہ اللہ کی ذات کا غیر ہوں گی جس سے غیر اللہ کا قدیم ہونا لازم آیا اور دوسری جانب تعدد واجب لذاتہ بھی لازم آئے گا۔یہی وجہ ہے کہ مصنف نے وھی لا ھو ولا غیرہ فرمایا۔(۲)......کرامیہ: عبداللہ محمد بن کرام کے متبعین مراد ہیں جو کہ سلطان محمود بن سبکتگین کے دور میں ہوئے،یہ لوگ صفات باری تعالی کو حادث مانتے ہیں۔ان کے نزدیک ذات باری تعالی کے ساتھ حوادث کا قیام جائز ہے۔ان کی دلیل یہ ہے کہ کیا سمع کا وجود بغیر مسموع کے، بصر کا وجود بغیر مبصر کے،کلام کا تحقق بغیر مخاطب کے ہوسکتا ہے؟ جس طرح مسموع،مبصر اور مخاطب حادث ہیں اسی طرح سمع، بصر اور کلام بھی حادث ہوں گے۔(۳)......اشاعرہ:اہل سنت وجماعت کا گروہ ہے اور مراد متقدمین اشاعرہ ہیں جن کا عقیدہ یہ تھا کہ تعدد قدماء لازم نہ آئے اسی وجہ سے وہ صفات باری تعالی کو نہ تو عین واجب مانتے تھے اور نہ ہی غیر،لیکن متاخرین اشاعرہ نے عین اور غیر کے مابین پیچیدگی جانی اور کہا کہ صفات باری

تعالیٰ اس کی ذات کا غیر ہیں اور ایجاب کے ذریعے اس کا ممکن ہونا ثابت ہوتا ہے اور تعدد قدماء کو باطل جانا اور بعض متاخرین نے اس معاملے میں سکوت اختیار کیا۔

(تلخیص از شرح عقائد، ص ۴۹، نبراس، ص ۱۳۰)

دوسرے کے گناہوں کا وبال:

۷......جس طرح نیکی کے پھیلانے والے محروم نہیں رہتے بالکل اسی طرح بُرائی کے پھیلانے والے بھی آنے والے وبال سے بچ نہیں سکتے۔ کفار مکہ لوگوں کی راہ میں بیٹھ کر ہر آنے جانے والے کو سیدھی راہ سے، قرآن سے، اور سید عالم ﷺ کی نبوت کے بارے میں گمراہ کرتے، گویا کہ وہ دوسروں کی گمراہی کا سبب بنتے۔ سید عالم ﷺ کا فرمان مقدس نشان ہے: ''جس شخص کو بھی ظلماً قتل کیا جائے، آدم کے پہلے بیٹے (قابیل) پر اس کا خون ہوگا، کیونکہ وہ شخص تھا جس نے قتل کا طریقہ ایجاد کیا۔

(صحیح البخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب: خلق آدم، رقم: ۳۳۳۵، ص ۵۵٤)

☆......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے سید عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جس نے ھدایت کی دعوت دی اس کو اس کی اتباع کرنے والوں کے اجور کی مثل اجر بھی ملے گا اور ان کے اجور میں کوئی کمی نہیں ہوگی اور جس شخص نے گمراہی کی دعوت دی اس کے اوپر اس کی اتباع کرنے والوں کے گناہوں کی مثل بھی گناہ ہوں گے اور ان کے گناہوں میں کوئی کمی نہیں ہوگی۔

(صحیح مسلم، کتاب العلم، باب: من سن سنة، رقم: ٦٦٩٩/ ٢٦٧٤، ص ١٣١٧)

☆......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سید عالم ﷺ نے فجر کی نماز کے وقت حضرت بلال سے فرمایا: ''اے بلال! یہ بتاؤ کہ اسلام میں ایسا کونسا عمل ہے جس کے اجر کی تمہیں سب سے زیادہ توقع ہے کیونکہ میں نے جنت میں اپنے آگے تمہاری جوتیوں کی آواز سنی ہے؟ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے کہا میرے نزدیک میرے جس عمل کے اجر کی زیادہ توقع ہے وہ یہ ہے کہ میں دن اور رات جب بھی وضو کرتا ہوں تو اس وضو سے جتنی نماز میرے لیے مقدر کی گئی ہے میں وہ نماز پڑھتا ہوں''۔

(صحیح البخاری، کتاب التہجد، باب: فضل الطهور بالليل، رقم ۱۱٤۹، ص ١٨٤)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی اس حدیث کی شرح کے تحت لکھتے ہیں: اس حدیث سے مستفاد ہوتا ہے کہ اپنے اجتہاد سے نفلی عبادت کا وقت معین کرنا جائز ہے، کیونکہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اپنے اجتہاد سے سے ہر وضو کے بعد نماز پڑھنے کا وقت معین فرمایا اور نبی پاک ﷺ نے اس کی تصویب اور تصحیح فرمائی، امام ابن جوزی نے فرمایا اس حدیث میں اس پر ترغیب دی ہے کہ ہر وضو کے بعد نماز پڑھی جائے تاکہ وضو اپنے مقصود سے خالی نہ رہے اور مہلب نے کہا اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ بندہ اپنے جس عمل کو مخفی رکھتا ہے اللہ اس عمل پر بہت عظیم اجر عطا فرماتا ہے اور اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ صالحین کو اللہ جن اعمال صالحہ کی ہدایت دیتا ہے ان سے ان اعمال کے متعلق سوال کرنا چاہیے تاکہ دوسرے لوگ اس عمل میں ان کی اقتداء کر سکیں۔

(فتح الباری، کتاب التہجد، باب: فضل الطهور، رقم: ۱۱٤۹، ج ۳، ص ٤٢)

انسان کو چاہیے کہ اپنی ذات کو خیر کے پھیلنے کا ذریعہ بنائے نہ کہ بُرائی کے، اپنے اعمال کے حساب کتاب کی ہمیں طاقت نہیں دوسروں کے گناہوں کا حساب کیسے دینگے۔

اغراض: متکبرون: مستکبرون میں اس جانب اشارہ ہے کہ لفظ سین تاکید کے لیے زائد لایا گیا ہے۔

حقا: مفعول مطلق ہے، محذوف فعل کا، اصل عبارت یوں ہے حق حقا۔

ان یعاقبھم : حسین بن علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ وہ مساکین کے پاس سے گزرے تو وہ کھانا کھا رہے تھے، انہوں نے کہا: اے ابو عبداللہ! کھانا کھائیں، پس آپ سواری سے اترے اوران کے پاس بیٹھے اور کہا ﴿انہ لا یحب المستکبرین (النحل: ۲۴)﴾، پھر (ان کے ساتھ) کھانا کھایا اور کھانے سے فارغ ہونے کے بعد فرمایا: میں تم سے جو سوال کروں تم اس کا مجھے جواب دینا، پس وہ مساکین حضرت حسین بن علی کے ساتھ تشریف لے گئے، حسین بن علی نے انہیں کھلایا، پلایا، نوازش کرتے ہوئے رخصت ہوئے، حدیث میں ہے: ''قیامت کے دن تکبر کرنے والے چیونٹی کی مثل ہونگے''۔

ونزل فی النضر بن الحرث: کا بیان شان نزول میں دیکھ لیں۔

فی عاقبة الامر: اس جملے میں اس جانب اشارہ ہے کہ ''لیحملوا'' میں لام عاقبت وصیرورت کا ہے، معنی یہ ہے کہ انہوں نے قرآن کو اگلوں کی کہانیاں کہا، پس اسی گناہ کی وجہ سے ان کا انجام ہونا ہے۔

فاشترکوا فی الاثم: یعنی گناہ کا انجام، پس لوگوں کو ان کے گناہوں اور گمراہیوں کی وجہ سے بُرے انجام کا سامنا کرنا پڑے گا اور پیروکاروں کو اندھی تقلید وپیروی کی وجہ سے بھی بُرے انجام کا سامنا کرنا پڑے گا کیونکہ شریعت مطہرہ میں جہالت کوئی عذر نہیں۔

(الصاوی، ج۳، ص ۲٦٤ وغیرہ)

رکوع نمبر: ۱۰

﴿قَدْ مَكَرَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ﴾وَهُوَ نَمْرُوْدُ بَنٰى صَرْحًا طَوِيْلًا لِيَصْعَدَ مِنْهُ اِلَى السَّمَاءِ لِيُقَاتِلَ اَهْلَهَا﴿ فَاَتَى اللّٰهُ ﴾قَصَدَ﴿بُنْيَانَهُمْ مِّنَ الْقَوَاعِدِ ﴾الْاَسَاسِ فَاَرْسَلَ عَلَيْهِ الرِّيْحَ وَ الزَّلْزَلَةَ فَهَدَمَتْهَا﴿فَخَرَّ عَلَيْهِمُ السَّقْفُ مِنْ فَوْقِهِمْ ﴾اَىْ وَهُمْ تَحْتَهُ﴿وَاَتٰهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُوْنَ (۲٦) ﴾مِنْ جِهَةٍ لَا يَخْطُرُ بِبَالِهِمْ وَقِيْلَ هٰذَا تَمْثِيْلٌ لَا فَسَادَ مَا اَبْرَمُوْا مِنَ الْمَكْرِ بِالرُّسُلِ﴿ثُمَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُخْزِيْهِمْ ﴾يُذِلُّهُمْ ﴿وَيَقُوْلُ ﴾لَهُمُ اللّٰهُ عَلٰى لِسَانِ الْمَلٰئِكَةِ تَوْبِيْخًا ﴿اَيْنَ شُرَكَآءِ ىَ ﴾بِزَعْمِكُمْ﴿الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تُشَآقُّوْنَ ﴾تُخَالِفُوْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ﴿فِيْهِمْ ؕ﴾فِىْ شَانِهِمْ﴿ قَالَ﴾اَىْ يَقُوْلُ﴿ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ ﴾مِنَ الْاَنْبِيَاءِ وَالْمُؤْمِنِيْنَ﴿اِنَّ الْخِزْىَ الْيَوْمَ وَالسُّوْٓءَ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ (۲۷) ﴾يَقُوْلُوْنَهُ شَمَاتَةً بِهِمْ﴿الَّذِيْنَ تَتَوَفّٰهُمُ ﴾بِالتَّاءِ وَالْيَاءِ﴿الْمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِىْٓ اَنْفُسِهِمْ ۠ ﴾بِالْكُفْرِ﴿فَاَلْقَوُا السَّلَمَ﴾اِنْقَادُوْا وَاسْتَسْلَمُوا عِنْدَ الْمَوْتِ قَائِلِيْنَ﴿ مَا كُنَّا نَعْمَلُ مِنْ سُوْٓءٍ ؕ ﴾شِرْكٍ فَتَقُوْلُ الْمَلٰئِكَةُ ﴿بَلٰٓى اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ (۲۸)﴾فَيُجَازِيْكُمْ بِهٖ وَيُقَالُ لَهُمْ﴿فَادْخُلُوْٓا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ فَلَبِئْسَ مَثْوَى ﴾مَاوٰى﴿الْمُتَكَبِّرِيْنَ (۲۹)وَقِيْلَ لِلَّذِيْنَ اتَّقَوْا ﴾الشِّرْكَ﴿مَاذَآ اَنْزَلَ رَبُّكُمْ ؕ قَالُوْا خَيْرًا ؕ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا﴾بِالْاِيْمَانِ﴿فِىْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ ؕ ﴾حَيَاةٌ طَيِّبَةٌ﴿وَلَدَارُ الْاٰخِرَةِ ﴾اَىِ الْجَنَّةِ﴿خَيْرٌ ؕ ﴾مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيْهَا قَالَ تَعَالٰى فِيْهَا﴿وَلَنِعْمَ دَارُ

الْمُتَّقِیْنَ (۳۰) ﴾ هِیَ ﴿جَنّٰتُ عَدْنٍ ﴾ إِقَامَةٍ مُبْتَدَاءٌ خَبَرُهُ ﴿يَّدْخُلُوْنَهَا تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ لَهُمْ فِیْهَا مَا يَشَآءُ وْنَ ؕ كَذٰلِكَ يَجْزِی اللّٰهُ الْمُتَّقِیْنَ (۳۱) الَّذِیْنَ ﴾ نَعْتٌ ﴿تَتَوَفّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ طَیِّبِیْنَ ۙ ﴾ طَاهِرِیْنَ مِنَ الْكُفْرِ ﴿يَقُوْلُوْنَ ﴾ لَهُمْ عِنْدَ الْمَوْتِ ﴿ سَلٰمٌ عَلَيْكُمُ ۙ ﴾ وَيُقَالُ لَهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ ﴿ادْخُلُوا الْجَنَّةَ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ (۳۲) هَلْ ﴾ مَا ﴿يَنْظُرُوْنَ ﴾ يَنْتَظِرُ الْكُفَّارُ ﴿اِلَّآ اَنْ تَاْتِيَهُمُ ﴾ بِالتَّاءِ وَالْيَاءِ ﴿الْمَلٰٓئِكَةُ ﴾ لِقَبْضِ اَرْوَاحِهِمْ ﴿اَوْ يَاْتِیَ اَمْرُ رَبِّكَ ؕ ﴾ الْعَذَابُ اَوِ الْقِيٰمَةُ الْمُشْتَمِلَةُ عَلَيْهِ ﴿كَذٰلِكَ ﴾ كَمَا فَعَلَ هٰٓؤُلَآءِ ﴿فَعَلَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ ﴾ مِنَ الْاُمَمِ كَذَّبُوْا رُسُلَهُمْ فَاُهْلِكُوْا ﴿وَمَا ظَلَمَهُمُ اللّٰهُ ﴾ بِاِهْلَاكِهِمْ بِغَيْرِ ذَنْبٍ ﴿وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ (۳۳) ﴾ بِالْكُفْرِ ﴿فَاَصَابَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا عَمِلُوْا ﴾ اَیْ جَزَاؤُهَا ﴿وَحَاقَ ﴾ نَزَلَ ﴿بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُ وْنَ (۳۴) ﴾ اَیِ الْعَذَابُ.

﴿ترجمہ﴾

بیشک ان سے اگلوں نے فریب کیا (مراد نمرود ......ا...... ہے، اس نے ایک بلند عمارت بنائی تا کہ اس پر چڑھ کر آسمان والوں سے جنگ کرے) تو اللہ نے لیا (یعنی قصد کیا) ان کی عمارت کو جڑوں سے (نیوے سے، تو اللہ ﷻ نے اس پر ہوا اور زلزلہ بھیجا جس نے عمارت کو منہدم کردیا) تو اوپر سے ان پر چھت گر پڑی (اور وہ چھت کے نیچے تھے) اور عذاب ان پر وہاں سے آیا جہاں سے انہیں خبر نہ تھی (یعنی اس جہت سے کہ انہیں کھٹکا تک نہ گزرا تھا، بعض نے کہا کہ ان کفار نے جو پیغمبروں کے ساتھ مکر کا جال بنا تھا یہ اس کی تمثیل ہے) پھر قیامت کے دن انہیں رسوا کرے گا (ذلیل کرے گا) اور فرمائے گا (اللہ ﷻ ان سے، فرشتوں کی زبانی زجر و توبیخ کرتے ہوئے) کہاں ہیں میرے شریک (تمہارے گمان کے مطابق) جن میں تم جھگڑتے تھے (یعنی مومنین سے مخالفت کرتے تھے) کہا (کہیں گے) علم والے (حضرات انبیاء اور مومنین) آج نری رسوائی اور بُرائی کافروں پر ہے (ان کی خراب حالت پر خوش ہوتے ہوئے کہیں گے) وہ کہ موت دیتے ہیں (تتوفھم یاء اور تاء دونوں کے ساتھ ہے) فرشتے، اس حال پر کہ وہ اپنا بُرا کر رہے ہیں (کفر کرکے) اب صلح ڈالیں گے (تابعدار ہو کر اور مرتے وقت اسلام قبول کرتے ہوئے یہ کہتے ہوئے کہ......۲......) ہم تو کچھ بُرائی نہ کرتے تھے (شرک نہ کرتے تھے، فرشتے جواباً کہیں گے) ہاں کیوں نہیں اللہ خوب جانتا ہے جو تمہارے کرتوت ہیں (وہ تمہیں ان پر بدلہ دے گا اور ان سے کہا جائے گا) اب جہنم کے دروازوں میں جاؤ کہ ہمیشہ اس میں رہو تو کیا ہی بُرا ٹھکانہ (مثوی بمعنی ماوی ہے) مغروروں کا اور بچنے والوں (شرک سے) کہا گیا تمہارے رب نے کیا اتارا بولے خوبی جنہوں نے بھلائی کی (ایمان لاکر) اس دنیا میں ان کیلئے بھلائی ہے (پاکیزہ زندگی) اور بیشک پچھلا گھر (جنت) سب سے بہتر (دنیا اور جو کچھ اس میں ہے اس سے، اللہ نے فرمایا) اور ضرور کیا ہی اچھا گھر پرہیزگاروں کا (جنت) باغات ہیشگی کے (قیام گاہیں، اقامۃ مبتداء ہے، اس کی خبر یدخلونھا ......الخ ہے) جن میں جائیں گے ان کے نیچے نہریں رواں انہیں وہاں ملے گا جو چاہیں ایسا ہی (صلہ) دیتا ہے اللہ پرہیزگاروں کو وہ

لوگ (الذین صفت ہے للمتقین کی) جن کی جان فرشتے نکالتے ہیں ستھرے پن میں ہیں......۔ (کہ وہ کفر سے پاک ہیں) یہ کہتے ہوئے (ان سے موت کے وقت) کہ سلامتی ہو تم پر (اور آخرت میں ان سے کہا جائے گا) جنت میں جاؤ بدلہ اپنے کیے کا نہیں (هل بمعنی ما نافیہ ہے) انتظار کرتے (کفار) مگر یہ کہ ان پر آئیں (تاتیھم تاء اور یاء دونوں کے ساتھ ہے) فرشتے (ان کی روحیں قبض کرنے کے لیے) یا تمہارے رب کا حکم (عذاب یا قیامت جو اللہ کے عذاب پر مشتمل ہے) اسی طرح (جیسا کہ ان لوگوں نے کیا) ان سے اگلے لوگوں نے کیا (یعنی اگلی امتوں نے رسولوں کو جھٹلایا تو وہ ہلاک ہوئے) اور اللہ نے ان پر کچھ ظلم نہ کیا (کہ انہیں بغیر گناہ کے عذاب کیا) وہ خود ہی اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے (کفر کرکے) تو ان کی بُری کمائیاں ان پر پڑیں (یعنی برائی کا بدلہ) اور گھیر لیا (نازل ہوا) ان پر (عذاب) جس پر ہنستے تھے۔

﴿ترکیب﴾

﴿قد مکر الذین من قبلھم فاتی اللہ بنیانھم من القواعد﴾

قد: تحقیقیہ، مکر: فعل، الذین من قبلھم: موصول صلہ، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ، ف: عاطفہ، اتی اللہ بنیانھم من القواعد: فعل با فاعل و مفعول و ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿فخر علیھم السقف من فوقھم واتھم العذاب من حیث لا یشعرون﴾.

ف: عاطفہ، خر علیھم: فعل با ظرف لغو، السقف: ذوالحال، من فوقھم: ظرف مستقر حال، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، اتھم العذاب: فعل با مفعول و فاعل، من حیث لا یشعرون: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ثم یوم القیمة یخزیھم ویقول این شرکاءی الذین کنتم تشاقون فیھم﴾.

ثم: عاطفہ، یوم القیمة: ظرف مقدم، یخزیھم: فعل با فاعل و مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، یقول: قول، این: اسم استفہامیہ ظرف مستقر خبر مقدم، شرکاءی: موصوف، الذین: موصول، کنتم تشاقون فیھم: جملہ فعلیہ صلہ، ملکر صفت، ملکر مبتدا مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿قال الذین اوتوا العلم ان الخزی الیوم والسوء علی الکفرین﴾.

قال: فعل، الذین اوتوا العلم: فاعل ملکر قول، ان: حرف مشبہ، الخزی: مصدر با فاعل، الیوم: ظرف، ملکر شبہ جملہ معطوف علیہ، والسوء: معطوف، ملکر اسم، علی الکفرین: ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ اسمیہ مقولہ، ملکر جملہ فعلیہ قولیہ۔

﴿الذین تتوفھم الملئکة ظالمی انفسھم فالقوا السلم ما کنا نعمل من سوء﴾.

الذین: موصول، تتوفھم: فعل و ذوالحال، ظالمی انفسھم: حال، ملکر مفعول، الملئکة: فاعل، ملکر جملہ فعلیہ صلہ، ملکر ما قبل "الکافرین" کی صفت، ف: مستانفہ، القوا: فعل و ضمیر ذوالحال، ما: نافیہ، کنا: فعل ناقص باسم، نعمل: فعل با فاعل، من: زائدہ، سوء: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ فعلیہ مقولہ، قول محذوف "قائلین" کے لیے، ملکر حال، ملکر فاعل، السلم: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ مستانفہ۔

﴿بلی ان اللہ علیم بما کنتم تعملون فادخلوا ابواب جھنم خالدین فیھا﴾.

بلی: حرف ایجاب، ان اللہ: حرف مشبہ و اسم، علیم: صفت مشبہ با فاعل، بما کنتم تعملون: ظرف لغو، ملکر شبہ جملہ خبر، ملکر

جملہ اسمیہ، ف ... ، ادخلوا : فعل وضمیر ذوالحال، خلدین فیھا : شبہ جملہ حال، ملکر فاعل، ابواب جھنم : مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿فلبئس مثوی المتکبرین ○ وقیل للذین اتقوا ما ذا انزل ربکم قالوا خیرا﴾.

ف : مستانفہ، لام : تاکیدیہ، بئس : فعل ذم، مثوی المتکبرین : فاعل، ملکر جملہ فعلیہ انشائیہ خبر مقدم، "ھی" مبتدا مؤخر محذوف ملکر جملہ اسمیہ، و : مستانفہ، قیل للذین اتقوا : قول، ماذا : اسم استفہامیہ مفعول مقدم، انزل ربکم : فعل بافاعل ملکر جملہ فعلیہ مقولہ ملکر جملہ فعلیہ قولیہ، قالوا : قول، خیرا : مفعول، فعل محذوف "انزل" فعل بافاعل ومفعول، ملکر جملہ فعلیہ مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿للذین احسنوا فی ھذہ الدنیا حسنۃ ولدار الاخرۃ خیر ولنعم دار المتقین﴾.

لام : جار، الذین : مفعول، احسنوا فی ھذہ الدنیا : جملہ فعلیہ صلہ، ملکر مجرور، ملکر ظرف مستقر خبر مقدم، حسنۃ : مبتدا مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ مستانفہ، و : عاطفہ، لام . ابتدائیہ برائے تاکید، دار الاخرۃ : مبتدا، خیر : خبر، ملکر جملہ اسمیہ، و : عاطفہ، لام : تاکیدیہ، نعم : فعل مدح، دار المتقین : فاعل ملکر "ھی" مبتدا مؤخر محذوف کے لیے خبر مقدم، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿جنت عدن یدخلونھا تجری من تحتھا الانھار لھم فیھا ما یشاء ون﴾.

جنت عدن : ذوالحال، یدخلونھا : جملہ فعلیہ حال اول، تجری من تحتھا الانھر : جملہ فعلیہ حال ثانی، لام : جار، ھم : ذوالحال، فیھا : ظرف مستقر حال، ملکر مجرور، ملکر ظرف مستقر خبر مقدم، مایشآء ون : موصول صلہ ملکر مبتدا مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ حال ثالث ملکر "ھی" مبتدا محذوف کے لیے خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿کذلک یجزی اللہ المتقین﴾.

کذلک : ظرف مستقر "جزاء" مصدر محذوف کے لیے صفت، مرکب توصیفی مفعول مطلق مقدم، یجزی اللہ المتقین : فعل بافاعل ومفعول ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿الذین تتوفھم الملئکۃ طیبین یقولون سلم علیکم ادخلوا الجنۃ بما کنتم تعملون﴾.

الذین : موصول، تتوفی : فعل، ھم : ضمیر ذوالحال، طیبین : حال، ملکر مفعول، الملئکۃ : ذوالحال، یقولون : قول، سلم علیکم : جملہ اسمیہ مقولہ اول، ادخلوا الجنۃ ...... الخ : جملہ فعلیہ مقولہ ثانی، ملکر حال، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ صلہ، ملکر ماقبل "ولنعم دار المتقین" میں المتقین کی صفت۔

﴿ھل ینظرون الا ان تاتیھم الملئکۃ او یاتی امر ربک﴾.

ھل : حرف استفہام نفی، ینظرون : فعل بافاعل، الا : اداۃ حصر، ان : مصدریہ، یاتیھم الملئکۃ : جملہ فعلیہ معطوف علیہ، اویاتی امر ربک : جملہ فعلیہ معطوف، ملکر بتاویل مصدر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿کذلک فعل الذین من قبلھم وما ظلمھم اللہ ولکن کانوا انفسھم یظلمون﴾.

کذلک : ظرف مستقر "فعلا" مصدر محذوف کی صفت، مرکب توصیفی مفعول مطلق مقدم، فعل : فعل، الذین من قبلھم : موصول صلہ ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ، و : عاطفہ، ماظلمھم اللہ : فعل نفی بامفعول وفاعل، ملکر جملہ فعلیہ، و : اعتراضیہ، لکن : مخففہ یا استدراک، کانوا : فعل ناقص بااسم، انفسھم یظلمون : جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ فعلیہ معترضہ۔

﴿فاصابھم سیئات ما عملوا وحاق بھم ما کانوا بہ یستھزء ون﴾.

ف : عاطفہ، اصابھم : فعل بامفعول، سیئات ماعملوا : فاعل، ملکر جملہ فعلیہ، و : عاطفہ، حاق بھم : فعل باظرف لغو، ماکانوا بہ یستھزء ون : موصول صلہ ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

نمرودکا نسب اور اُس کی بربادی:

۱۔۔۔۔۔علمائے نسب واخبار نے لکھا ہے کہ نمرود ملک بابل کا بادشاہ تھا، اورکا پورا نام نمرود بن کنعان بن کوش بن سام بن نوح تھا، یہی قول مجاہد بھی کرتے ہیں۔ بعض لوگوں نے لکھا ہے کہ نمرود کا نسب یوں ہے: نمرود بن فالح بن عامر بن صالح بن ارفخشذ بن سام بن نوح، اور مجاہد کا بھی یہی قول ہے(گویا کہ مجاہد کے اس بارے میں دو اقوال ہیں)۔ دنیا میں چار بادشاہ ہوئے جو ساری سلطنت پر حکومت کرگئے: جس میں سے دو مسلمان اور دو کافر تھے۔ مسلمانوں میں ذوالقرنین اور سلیمان علیہ السلام، اور کافروں میں نمرود اور بخت نصر، کہا جاتا ہے کہ نمرود چار سو سال تک دورِ خلافت (یعنی بادشاہ) رہا۔ یہ سرکش اور ضدی، زیادتی کرنے والا، حد سے بڑھنے والا تھا اور دنیا پر فریفتہ تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب اُسے ایک واحد حقیقی کی عبادت کی جانب دعوت حق دی تو اُسے ضد چڑھ گئی، اس کی لمبی امیدوں نے اُسے صانع عالم کے انکار پر مجبور کردیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے اس بارے میں بحث وتکرار کرنے لگا۔ خود کو خدا بنالیا، جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا کہ میرا رب تو مارتا اور زندہ کرتا ہے تو کہا میں بھی ایسا ہی کرتا ہوں۔ دو قیدیوں کو بلوایا اور ایک کو زندہ چھوڑ دیا دوسرے کو قتل کردیا اور کہا کہ دیکھو میں بھی زندہ کرتا اور مارتا ہوں۔

حضرت خلیل علیہ السلام نے کہا میرا رب وہ ہے جو سورج کو مشرق سے لاتا ہے اگر تو واقعی خدا ہے تو اُسے مغرب سے لاکر دکھا۔ لیکن نمرود عاجز آگیا اور بوکھلا گیا۔ زید بن اسلم کہتے ہیں کہ اللہ نے نمرود کی ھدایت کے لیے نبی بھیجا تو اس نے انکار کردیا، تین مرتبہ اس کی جانب دعوت حق پیش کی گئی لیکن اس نے انکار ہی کیا۔ اللہ نے قوم نمرود پر مکھی مچھر بھیجے جو ان کے گوشت کھاتے اور خون چوستے تھے۔ اور ہڈیوں کو چھوڑ دیتے۔ ایک (لنگڑا) مچھر اس کے نتھنے میں گھس گیا جو چار سو سال تک اُسے تکلیف دیتا رہا، ہر آنے والے درباری اس کے سر پر ضرب مارتے جس سے بادشاہ کو راحت ملتی حتیٰ کہ اسی تکلیف کی وجہ سے اللہ نے اُسے ھلاک کردیا۔

(البدایۃ والنھایۃ، باب ذکر مناظرۃ ابراھیم خلیل مع من ادعی الربوبیۃ، ج ۱، الجزء الف، ص ۱٦۵ وغیرہ)

بوقت موت قبول اسلام کا مسئلہ:

۲۔۔۔۔۔آخر وقت دو ہیں، ایک وہ کہ ہنوز پردے باقی اس رہیں اور یہ وقت قول ایمان ہے، دوسرا وہ حقیقی آخر جب حالت غرغرہ ہو، پردے اُٹھ جائیں جنت ونار پیش نظر ہوجائیں، یومنون بالغیب کا محل نہ رہے، کافر کا اس وقت اسلام لانا بالاجماع مردود و نامقبول ہے، اللہ عزوجل نے فرمایا: ﴿فلم یک ینفعھم ایمانھم لما راو ......الخ تو ان کے ایمان نے انہیں کام نہ دیا جب انہوں نے ہمارا عذاب دیکھ لیا، اللہ کا دستور جو اس کے بندوں میں گزر چکا اور وہاں کافر گھاٹے میں ہیں(المومن:۸۵) ﴾۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”ان اللہ یقبل توبۃ العبد ما لم یغرغر، رواہ احمد وترمذی، وحسنہ وابن ماجہ والحاکم وابن حبان والبیھقی فی الشعب کلھم عن سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنھما اللہ نے سکرات موت سے پہلے پہلے توبہ قبول فرماتا ہے، اس کو روایت کیا احمد نے، ترمذی نے اور ترمذی نے اس کو حسن کہا، نیز روایت کیا اس کو ابن ماجہ، حاکم، ابن حبان اور امام بیہقی نے شعب میں، ان تمام نے سید عبداللہ

بن عمر سے روایت کیا۔ (الفتاوی الرضویہ مخرجہ، شرح المطالب فی مبحث ابی طالب، ج۲۹، ص ۷۳۴)

متقین کی صفات کا بیان:

حضرت علی بن محمد بن علی الجرجانی اپنی کتاب التعریفات میں تقوی کے بارے میں فرماتے ہیں کہ اس کے لغوی معنی کسی شے سے اپنی حفاظت کرنا کے ہیں جبکہ اصطلاحی معنی کے حوالے سے اس بارے میں کئی اقوال مروی ہیں: (۱)...... بندے کا ماسوا اللہ سے پرہیز کرنا، (۲)...... آدابِ شریعت کی حفاظت کرنا، (۳)...... ہر اس چیز سے بچنا جو بندے کو اللہ تعالیٰ سے دور کردے، (۴)...... قول و فعل میں آقائے دو جہاں ﷺ کی سنتوں کی پیروی کرنا۔ (۵)...... طاعت وعبادت میں تقوی سے مراد اخلاص اختیار کرنا ہے اور معصیت میں اس سے مراد برائی سے بچنا اور اسے ترک کردینا ہے، (۶)...... اہلِ حقیقت کے نزدیک تقوی سے مراد اللہ تعالیٰ کی عبادت کے ذریعے اس کی ناراضگی سے بچنا ہے یعنی نفس کو اپنے پروردگار عزوجل کی اس ناراضگی سے بچانا جس کا وہ کسی امر کے بجالانے یا اسے ترک کرنے کی وجہ سے مستحق ہوتا ہے۔ (التعریفات، ص ۵۸)

حضرت سیدنا وہب بن مُنَبِّہ فرماتے ہیں: ''بنی اسرائیل کے ایک نوجوان نے ہر قسم کے گناہوں سے توبہ کی، پھر ستر سال تک مسلسل عبادت کرتا رہا۔ دن کو روزہ رکھتا اور رات کو جاگتا۔ اُس کے تقوی کا عالم یہ تھا کہ نہ کسی سایہ کے نیچے آرام کرتا اور نہ ہی کوئی عُمدہ غِذا کھاتا۔ جب اس کا انتقال ہوا تو اُس کے بعض دوستوں نے اُسے خواب میں دیکھ کر پوچھا: ما فعل اللہ بک؟ یعنی اللہ نے تیرے ساتھ کیا معاملہ فرمایا؟ اُس نے بتایا کہ اللہ نے میرا حساب لیا، پھر سب گناہوں کو بخش دیا مگر آہ، ایک تنکا، جسے میں نے اُس کے مالک کی مرضی کے بغیر لے لیا تھا اور اُس سے دانتوں میں خِلال کر لیا تھا وہ تنکا اُس کے مالک سے معاف کروانا رہ گیا تھا، افسوس صد افسوس! اسی سبب سے مجھے ابھی تک جنت سے روکا ہوا ہے۔ (تنبیہ المُغتَرِین، ص ۵۱)

اغراض: بنی صرحا طویلا: یعنی بابل کے علاقے میں نمرود نے طویل عمارت بنائی، اس کی طوالت پانچ ہزار زراع (کہنی سے بیچ کی انگلی تک کا حصہ بطور پیمائش ایک ذراع کہلاتا ہے) تھی، اور کہا جاتا ہے کہ اس کا طول دو فرسخ تھا۔

فارسل علیہ الریح والزلزلۃ فھدمتھا: یعنی نمرود اور اس کے سب پیروکار مع اس کی عالیشان بلند عمارت دریا برد ہوگئی، اس طرح کہ نمرود نیچے اور باقی سب اس کے اوپر تھے۔

وقیل ھذا تمثیل لافساد ما ابرموہ: آیت اپنے عموم پر ہے، یعنی اللہ نے ان لوگوں کی جو حضرات انبیائے کرام کے ساتھ مکروفریب کرتے ہیں تو اللہ انہیں اس کی سزا دیتا ہے اگر چہ وہ بڑی عالیشان عمارت بنائیں لیکن اللہ اُسے منہدم کر دیتا ہے، مقصود مثال بیان فرمانا ہے۔

علی لسان الملائکۃ: قیامت کے دن فرشتوں کے ذریعے اللہ عزوجل اُن نافرمانوں سے ہم کلام ہوگا، یعنی کافروں سے بنفسِ نفیس کلام نہ فرمائے گا، ایک قول یہ بھی ہے کہ اللہ اُن سے کلام فرمائے گا اور یہ فرمان ﴿ولا یکلمھم اللہ یوم القیامۃ (البقرۃ: ۱۷۴)﴾ کی وجہ سے کافروں سے اللہ رحمت و تعظیم والا کلام نہ فرمائے گا۔

تخالفون المومنین: یعنی تم مومنین سے ان کی شان کے بارے میں جھگڑتے تھے۔

شماتۃ بھم: مومنین کو دنیا میں ملنے والی پریشانی پر مسرت کرتے تھے، پس کافروں کے لیے قیامت میں جب حق کھل جائے گا تو حضرات انبیائے کرام اور مومنین کے ساتھ استہزاء کا بدلہ دیا جائے گا اور مومنین کی خوب تعظیم و توقیر ہوگی اور کافروں کو قسم قسم کے عذاب

میں مبتلا کیا جائے گا، پس مومنین اس پر خوشی کریں گے اور اللہ مومنین کے سردار (حضرات صالحین) سے فرمائے گا کہ آج کے دن رسوائی اور بُرائی کافروں کے لیے ہے۔

ویقال لھم: یعنی ان کی روحوں کے نکلنے کے وقت، یعنی جہنم میں داخل ہونے کے وقت میں انہیں بطورِ جزِ ہیشگی کا مژدہ سنایا جائے گا۔

حیــاة طیبة: جب کسی بندے پر اللہ کا فضل ہوتا ہے تو اس کی زندگی خوشگوار ہوتی ہے، پس اس شخص کے قرب، محبت، علم، معارفت اور مشاہدے میں اضافہ ہوتا ہے، اس کے علاوہ حصول دنیا کے حوالے سے دیگر کرامتوں میں بھی اضافہ ہوتا ہے۔

عنـدالـمـوت: روایت میں ہے کہ جب کسی بندۂ مومن کو موت سے مشرف کیا جاتا ہے تو ملک الموت اس کے پاس آتے ہیں اور کہتے ہیں: ''سلام ہوا ے اللہ کے دوست! اللہ تجھے سلام پیش کرتا ہے اور جنت کی بشارت دیتا ہے''۔ **فی الاخـرة:** یہ دو اقوال میں سے ایک قول ہے، ایک قول یہ ہے کہ ''سـلام عـلـیـکـم'' کا قول روح کے خارج ہونے کے وقت ہوتا ہے، یہ حکم جنت میں روح کے داخل ہونے کے وقت میں ہوگا نہ کہ جسم کے دخول کے وقت میں، اس کی دلیل ﴿یاایتھا النفس المطمئنة ارجعی الی ربک راضیة مرضیة(الفجر:۲۷،۲۸)﴾ میں ہے، یہ مقالہ مومنین سے روح کے نکلتے وقت ہوگا۔ (الصاوی، ج۳، ص ۲۶۵ وغیرہ)

رکوع نمبر: ۱۱

﴿وَقَالَ الَّذِیْنَ اَشْرَکُوْا﴾مِنْ اَھْلِ مَکَّۃَ﴿ لَوْ شَآءَ اللّٰہُ مَا عَبَدْنَا مِنْ دُوْنِہٖ مِنْ شَیْءٍ نَّحْنُ وَلَآ اٰبَآؤُنَا وَلَا حَرَّمْنَا مِنْ دُوْنِہٖ مِنْ شَیْءٍ ؕ ﴾مِنَ الْبَحَائِرِ وَالسَّوَائِبِ فَاِشْرَاکُنَا وَتَحْرِیْمُنَا بِمَشِیَّتِہٖ فَھُوَ رَاضٍ قَالَ تَعَالٰی﴿کَذٰلِکَ فَعَلَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِھِمْ ۚ ﴾اَیْ کَذَّبُوا رُسُلَھُمْ فِیْمَا جَاؤُا بِہٖ﴿فَھَلْ ﴾فَمَا﴿عَلَی الرُّسُلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِیْنُ (۳۵)﴾اِلَّا بَلَاغُ البَیِّنِ وَلَیْسَ عَلَیْھِمْ ھِدَایَۃٌ﴿وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِیْ کُلِّ اُمَّۃٍ رَّسُوْلًا ﴾کَمَا بَعَثْنَاکَ فِیْ ھٰؤُلَاءِ ﴿اَنِ ﴾اَیْ بِاَنِ﴿اعْبُدُوا اللّٰہَ ﴾وَحِّدُوْہُ﴿وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ ۚ ﴾الْاَوْثَانَ اَنْ تَعْبُدُوْھَا﴿فَمِنْھُمْ مَّنْ ھَدَی اللّٰہُ ﴾فَاٰمَنَ﴿وَمِنْھُمْ مَّنْ حَقَّتْ ﴾وَجَبَتْ﴿عَلَیْہِ الضَّلٰلَۃُ ؕ ﴾فِیْ عِلْمِ اللّٰہِ فَلَمْ یُؤْمِنْ﴿فَسِیْرُوْا ﴾یَا کُفَّارُ مَکَّۃَ﴿فِی الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا کَیْفَ کَانَ عَاقِبَۃُ الْمُکَذِّبِیْنَ (۳۶)﴾رُسُلَھُمْ مِنَ الْھَلَاکِ﴿اِنْ تَحْرِصْ ﴾یَا مُحَمَّدُ﴿عَلٰی ھُدٰھُمْ ﴾وَقَدْ اَضَلَّھُمُ اللّٰہُ لَا تَقْدِرُ عَلٰی ذٰلِکَ﴿فَاِنَّ اللّٰہَ لَا یَھْدِیْ ﴾بِالْبِنَاءِ لِلْمَفْعُوْلِ وَالْفَاعِلِ﴿مَنْ یُّضِلُّ ﴾مَنْ یُّرِیْدُ اِضْلَالَہٗ ﴿وَمَا لَھُمْ مِّنْ نّٰصِرِیْنَ (۳۷)﴾مَانِعِیْنَ مِنْ عَذَابِ اللّٰہِ﴿وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰہِ جَھْدَ اَیْمَانِھِمْ ۙ ﴾اَیْ غَایَۃَ اِجْتِھَادِھِمْ فِیْھَا﴿ لَا یَبْعَثُ اللّٰہُ مَنْ یَّمُوْتُ ؕ ﴾قَالَ تَعَالٰی﴿بَلٰی ﴾یَبْعَثُھُمْ﴿وَعْدًا عَلَیْہِ حَقًّا ﴾مَصْدَرَانِ مُؤَکِّدَانِ مَنْصُوْبَانِ بِفِعْلِھِمَا الْمُقَدَّرِ اَیْ وَعَدَ ذَالِکَ وَعْدًا وَحَقَّہٗ حَقًّا ﴿وَّلٰکِنَّ اَکْثَرَ النَّاسِ﴾ای اَھْلِ مَکَّۃَ﴿ لَا یَعْلَمُوْنَ (۳۸)﴾ذٰلِکَ﴿لِیُبَیِّنَ ﴾مُتَعَلِّقٌ یَبْعَثُھُمُ الْمُقَدَّرِ ﴿لَھُمُ الَّذِیْ یَخْتَلِفُوْنَ ﴾مَعَ الْمُؤْمِنِیْنَ﴿فِیْہِ ﴾مِنْ اَمْرِ الدِّیْنِ بِتَعْذِیْبِھِمْ وَاِثَابَۃِ الْمُؤْمِنِیْنَ﴿وَلِیَعْلَمَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا

اَنَّهُمْ كَانُوْا كٰذِبِيْنَ (۳۹) ﴿فِى اِنْكَارِ الْبَعْثِ ﴿اِنَّمَا قَوْلُنَا لِشَىْءٍ اِذَا اَرَدْنٰهُ ﴾اَىْ اَرَدْنَا اِيْجَادَهٗ وَقَوْلُنَا مُبْتَدَاءٌ خَبَرُهٗ﴿اَنْ نَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ (۴۰) ﴾اَىْ فَهُوَ يَكُوْنُ وَفِىْ قِرَاءَةٍ بِالنَّصْبِ عَطْفًا عَلٰى نَقُوْلَ وَالْاٰيَةُ لِتَقْرِيْرِ الْقُدْرَةِ عَلَى الْبَعْثِ.

﴿ترجمہ﴾

اورمشرک بولے(مکہ کے رہنے والے) اللہ چاہتا......۱......تو اس کے سوا کچھ نہ پوجتے نہ ہم اور نہ ہمارے باپ دادا اور نہ اس سے جدا ہوکر ہم کوئی چیز حرام ٹھہراتے (بحائر وسوائب میں سے، تو ہمارا شریک ٹھرانا جانوروں کو حرام کرنا ان کے اپنے ارادے سے تھا اور وہ اس سے راضی تھے اللہ تعالیٰ نے فرمایا) ایسا ہی ان سے اگلوں نے کیا (یعنی رسولوں کو جھٹلایا جب وہ ان کے پاس آئے) تو نہیں (فھل بمعنی بما ہے) مگر رسولوں پر صاف پہنچا دینا (کھلا پہنچا دینا اور ان کے واسطے ہدایت نہیں) اور بیشک ہم نے ہر امت میں ایک رسول بھیجا (جیسا کہ ہم نے آپ لوگوں کو ان میں بھیجا) کہ (ان بمعنی بان ہے) اللہ کو پوجو (اسی کی عبادت کرو) اور شیطان سے بچو (بتوں سے کہ ان کی عبادت میں لگ جاؤ) تو ان میں سے کسی کو اللہ نے راہ دکھائی (تو وہ ایمان لایا) اور ٹھیک (حقت بمعنی وجبت ہے) گمراہی کسی پر اتری......۲......(اللہ تعالیٰ کے علم میں، تو وہ ایمان لے آیا) چلو (اے کفار مکہ) زمین میں پھر دیکھو کیسا انجام ہوا جھٹلانے والوں کا (رسولوں کو، کہ وہ ہلاک ہوئے) اگر حرص کرو (اے محمد ﷺ!) ان کی ہدایت کی (کہ اللہ نے انہیں گمراہ کیا، تم ان کی ہدایت پر قادر نہیں ہوسکتے) بیشک اللہ نہیں ہدایت دیتا (یھدی معروف و مجہول دونوں طریقوں سے استعمال ہوا ہے) جسے گمراہ کرے (یعنی اس کی گمراہی کا ارادہ کرے) ان کا کوئی مددگار نہیں (کہ انہیں اللہ کے عذاب سے بچالے) اور انہوں نے اللہ کی قسم کھائی اپنے حلف میں حد کی کوشش سے......۳......(یعنی انتہاء درجے کی کوشش سے) کہ مردے نہ اٹھائے گا (اللہ) ہاں کیوں نہیں (اٹھائے گا انہیں) سچا وعدہ اس کے ذمہ پر (وعدا اور حقا دونوں مفعول مطلق کے لیے تاکید ہیں اور فعل مقدر کی وجہ سے منصوب ہیں یعنی وعد ذلک وعدا وحقہ حقا) لیکن اکثر لوگ (یعنی اہل مکہ) نہیں جانتے (یہ بات) تاکہ صاف بیان کردے (لیبین لفظ یبعثھم کے متعلق ہے) انہیں جس بات میں جھگڑتے تھے (مومنین سے) جس میں (یعنی دوبارہ اٹھائے جانے کے بعد کافروں کو عذاب اور مومنین کو ثواب دینے کے معاملے میں) اور اس لیے کہ کافر جان لیں کہ وہ جھوٹے تھے (بعث کے انکار کے معاملے میں) جو چیز ہم چاہیں اس سے ہمارا فرمانا یہی ہوتا ہے (یعنی جس چیز کی ایجاد کا ارادہ کریں، اور قولنا مبتداء ہے، ان نقول......الخ اس کی خبر ہے) کہ ہم کہیں ہوجا وہ فوراً ہوجاتی ہے......۴......(یکون ایک قرائت کے مطابق نقول پر عطف ہونے کی وجہ سے منصوب ہے، یہ آیت قیامت پر قدرت ہونے کو ثابت کرنے کے لیے ہے)۔

﴿ترکیب﴾

﴿وقال الذین اشرکوا لو شاء اللہ ما عبدنا من دونہ من شیء ولا اباؤنا﴾.

و: مستانفہ، قال الذین اشرکوا: فعل بافاعل ملکر قول، لو: شرطیہ، شاء اللہ: فعل بافاعل "خلاف طریقتنا" محذوف مفعول ملکر جملہ فعلیہ شرط، ما: نافیہ، عبدنا: فعل وضمیر موکد، نحن ولا اباؤنا: ملکر تاکید، ملکر فاعل، من دونہ: ظرف مستقر حال مقدم، من: زائدہ، شیء: ذوالحال، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ جزا، ملکر جملہ شرط، ملکر مقولہ، ملکر جملہ فعلیہ قولیہ۔

﴿ولا حرمنا من دونه من شیء كذلك فعل الذين من قبلهم﴾۔
و: عاطفہ، لا: نافیہ، حرمنا: فعل بافاعل، من دونه: ظرف مستقر حال مقدم، من: زائدہ، شیء: ذوالحال ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ ماقبل "ماعبدنا من دونه" پر معطوف ہے، كذلك فعل...... الخ، اس کی ترکیب ماقبل گزر چکی۔

﴿فهل على الرسل الا البلغ المبين ○ ولقد بعثنا فی كل امة رسولا ان اعبدوا الله واجتنبوا الطاغوت﴾۔
ف: عاطفہ، هل: حرف استفہام منفی، على الرسل: ظرف مستقر خبر مقدم، الا: حصر، البلغ المبين: مرکب توصیفی مبتدا مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، لام: تاکیدیہ جواب قسم، قد: تحقیقیہ، بعثنا فی كل امة رسولا: فعل بافاعل وظرف لغو مفعول، ان: مصدریہ، اعبدوا الله: جملہ فعلیہ معطوف علیہ واجتنبوا الطاغوت: جملہ فعلیہ معطوف، ملکر بتاویل مصدر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ قسم محذوف "نقسم" کے لیے جواب قسم، ملکر جملہ قسمیہ۔

﴿فمنهم من هدى الله ومنهم من حقت عليه الضللة﴾۔
ف: مستانفہ، منهم: ظرف مستقر خبر مقدم، من: نکرہ موصوفہ، هدى الله: جملہ فعلیہ صفت، ملکر مبتدا مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، منهم: ظرف مستقر خبر مقدم، من: نکرہ موصوفہ، حقت عليهم الضللة: جملہ فعلیہ صفت، ملکر مبتدا مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ ماقبل "منهم من هدى الله" پر معطوف ہے۔

﴿فسيروا فی الارض فانظروا كيف كان عاقبة المكذبين﴾۔
ف: فصیحہ، سيروا فی الارض: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، ف: عاطفہ، انظروا: فعل بافاعل، كيف: اسم استفہامیہ خبر مقدم، كان عاقبة المكذبين: فعل ناقص بااسم، ملکر جملہ فعلیہ مفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر شرط محذوف "ان اردتم الاهتداء والا استدلال على الطريق المثلى" کی جزا، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿ان تحرص على هدهم فان الله لا يهدى من يضل وما لهم من نصرين﴾۔
ان: شرطیہ، تحرص على هداهم: جملہ فعلیہ شرط، ف: جزائیہ، ان الله: حرف مشبہ واسم، لا يهدى: فعل بافاعل، من يضل: موصول صلہ ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ جزا، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿وما لهم من نصرين ○ واقسموا بالله جهد ايمانهم لا يبعث الله من يموت﴾
و: عاطفہ، ما: بمشابہ لیس، لهم: ظرف مستقر خبر مقدم، من: زائدہ، نصرين: اسم مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ، و: مستانفہ، اقسموا: فعل وضمیر ذوالحال، جهد ايمانهم: حال، ملکر فاعل، بالله: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ قسمیہ، لا يبعث الله: فعل نفی بافاعل، من يموت: موصول، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ جواب قسم، ملکر جملہ قسمیہ۔

﴿بلى وعدا عليه حقا ولكن اكثر الناس لا يعلمون﴾۔
بلى: حرف ایجاب، وعدا: موصوف، عليه: ظرف مستقر صفت اول، حقا: صفت ثانی، ملکر مفعول مطلق فعل محذوف "وعد" کے لیے ملکر جملہ فعلیہ، و: مستانفہ، لكن: حرف مشبہ، اكثر الناس: اسم، لا يعلمون: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ليبين لهم الذى يختلفون فيه وليعلم الذين كفروا انهم كانوا كذبين﴾۔
لام: جار، يبين: فعل بافاعل، لهم: ظرف لغو، الذى يختلفون فيه: موصول صلہ ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ مجرور، ملکر معطوف

علیہ، و : عاطفہ، لام: جارہ، یعلم الذین کفروا : فعل با فاعل، انھم کانوا کذبین : جملہ اسمیہ مفعول، ملکر جملہ فعلیہ مجرور، ملکر معطوف، ملکر ظرف لغو فعل محذوف "یبعث " کے لیے جس پر "بلی" دلالت کررہا ہے، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿انما قولنا لشیء اذا اردنہ ان نقول لہ کن فیکون﴾۔

انما : حرف مشبہ وما کافہ، قول بمصدر مضاف، نا : ضمیر فاعل مضاف الیہ، لشیء : ظرف لغو اول، اذا : مضاف، اردنہ : جملہ فعلیہ مضاف الیہ، ملکر ظرف مصدر، ملکر مبتداء، ان: مصدریہ، نقول لہ :قول، کن: فعل امر با فاعل ملکر مقولہ تاویل مصدر خبر، ملکر جملہ اسمیہ، ف : فصیحہ، یکون : فعل با فاعل، ملکر جملہ فعلیہ شرط محذوف "اذا قلنا ذلک" کی جزا، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿شان نزول﴾

☆...... واقسموا باللہ جھد ایمانھم ......☆ ایک مشرک ایک مسلمان کا مقروض تھا، مسلمان نے مشرک پر تقاضا کیا دوران گفتگو اس نے اس طرح اللہ کی قسم کھائی کہ اس کی قسم جس سے میں مرنے کے بعد ملنے کی تمنا رکھتا ہوں، اس پر مشرک نے کہا کہ کیا تیرا یہ خیال ہے کہ تو مرنے کے بعد اٹھے گا اور مشرک نے قسم کھا کر کہا کہ اللہ مردے نہ اٹھائے گا، اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

کیا بُرائی کی نسبت اللہ کی جانب کرسکتے ھیں؟

۱...... مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ مشرکین نے یہ بات بنالی تھی کہ اگر اللہ ﷻ چاہتا تو ہم شریک نہ ٹھہراتے، اور یہ بات انکے (یعنی مشرکین کے) کفر اور شرک پر قائم رہنے کی دلیل تھی، اور مشرکین کا یہ بھی کہنا تھا کہ اللہ ﷻ اس بات پر قادر ہے کہ ہمارے اور ہمارے باطل عقیدے (یعنی کفر و شرک) کے مابین حائل ہوجاتا یہاں تک کہ ہم ایسا نہ کرتے اور جبکہ اللہ ﷻ نے ایسا نہیں کیا تو اسکا مطلب یہ ہے کہ وہ راضی ہے، اور اس نے ہمیں اس کا حکم دیا۔ (الخازن، ج۲، ص۱۶۹)

اسی طرح قرآن مجید میں یہ بھی ہے کہ ﴿وَقَالَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا عَبَدْنَا مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَيْءٍ﴾ (النحل:۳۰) علامہ صاوی فرماتے ہیں کہ مشرکین نے یہ بات محض اپنے آپ کو حق پر ظاہر کرنے کیلئے کہی تھی نہ کہ قبائح پر عذر کرتے ہوئے وہ دعوی کرتے تھے کہ اسکی مشیئت اس کی رضا کو مستلزم ہے۔ پس اللہ ﷻ وہی چاہتا ہے جو اسکی رضا ہوتی ہے اور کفار سے کفر اس کی مشیئت سے واقع ہوا ہے تو وہ اس سے راضی بھی ہے تو اے محمد ﷺ آپ یہ کیسے کہتے ہو کہ اللہ ﷻ ہمیں اس کام پر عذاب دے گا جس سے وہ راضی ہے؟ اس شبہ کے ازالہ کا خلاصہ یہ ہے کہ اس کی مشیئت اس کی رضا کو مستلزم نہیں ہے بلکہ معاملہ یہ ہے کہ اگرچہ قبائح اسکی مشیئت میں داخل ہیں مگر وہ قبیح باتوں سے راضی نہیں ہے اور حسن بھی اس کی مشیئت میں داخل ہے اور وہ اس سے راضی بھی ہوتا ہے پس ہر چیز اس کی مشیئت میں داخل ہے۔ (الصاوی، ج۲، ص۲۳۱)،(عطالین، ج۲، ص۲۰۵ وغیرہ)

"حقت علیہ الضللۃ" کا معنی:

۲...... امام رازی فرماتے ہیں کہ اللہ نے فرمایا: ان میں سے بعض وہ ہیں جن پر گمراہی ثابت ہوگئی، یہ آیت ہمارے مذہب پر

دلالت کرتی ہے کیونکہ جب اللہ ﷻ نے خبر دی کہ ان پر گمراہی ثابت ہوگئی تو اب یہ محال ہے کہ ان سے گمراہی صادر نہ ہو ورنہ اللہ کی خبر صادق، کاذب ہو جائے گی اور یہ محال ہے اور جو چیز محال کو مستلزم ہو وہ بھی محال ہوتی ہے، اس لیے ان کا گمراہ ہونا بھی محال ہے اور ان کا گمراہ ہونا عقلاً واجب ہے۔ اللہ کی سنت قدیمہ ہے کہ بعض میں ایمان کو رکھ دیتا ہے اور بعض کو گمراہ کر دیتا ہے، لیکن اس سے اللہ کی پاک بارگاہ میں اعتراض نہیں کیا جا سکتا، متکلمین و مفسرین ایک وجہ یہ بیان کرتے ہیں کہ مشرکین کا یہ قول ﴿ولو شاء الله ما عبدنا (النحل: ۳۵)﴾ بطور استہزاء تھا جیسا کہ حضرت شعیب علیہ السلام کو ان کی قوم نے کہا ﴿انک انت الحلیم الرشید (ھود: ۸۷)﴾۔ (الرازی، ج۷، ص ۲۰۴)۔

اس تقریر سے یہ الزام عائد نہیں ہوتا کہ جب ان پر گمراہی ثابت ہو چکی اور انہیں گمراہی واجب ہے تو پھر ان کا قصور کیا ہوا؟

ہم جواب یہ دیں گے کہ اللہ اپنے علم ازلی سے جانتا تھا کہ کافروں کو اختیار دیا جائے گا اور یہ اپنے اختیار سے گمراہی کو گلے لگائیں گے۔

اللہ ﷻ کے نام کی قسمیں کھانا:

۳......عربی زبان میں عموماً تین حروف کے ساتھ قسم اٹھائی جاتی ہے واو، باء اور تاء جیسے واللہ، باللہ اور تاللہ کیونکہ یہ تینوں حروف قسم میں معروف بھی ہیں اور قرآن میں مذکور بھی۔ (الھدایة، کتاب الایمان، باب فصل فی الکفارة، ج۴، ص۷)

قسم اللہ ﷻ کے ناموں کے ساتھ اٹھائی جاتی ہے جیسے باللہ، اور اسی طرح اللہ کے سارے اسماء الرحمٰن، الرحیم وغیرہ کا حکم ہے چاہے وہ نام لوگوں میں متعارف ہوں یا نہ ہوں، یہی ہمارے اصحاب کا ظاہر مذہب ہے اور یہی صحیح ہے۔

(الھندیة، کتاب الایمان، ج۲، ص۵۸، الجوھرہ، کتاب الایمان، الجزء الثانی، ص۲۸۹)

قرآن کریم میں قسم کا کفارہ دس مسکینوں کو کھانا کھلانا، یا کپڑے پہنانا یا ایک غلام آزاد کرنا مذکور ہے اور ان تمام باتوں پر قدرت نہ ہونے کی صورت میں تین روزے رکھنے کا حکم ہے۔ اب ہم اس مسئلے کو قدرے تفصیل سے بیان کرتے ہیں۔

قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: ”مَنْ حَلَفَ عَلٰى يَمِيْنٍ فَرَأٰى غَيْرَهَا خَيْرًا مِنْهَا فَلْيَأْتِهَا وَلْيُكَفِّرْ عَنْ يَمِيْنِهٖ“ نبی پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”جو شخص قسم اٹھائے اور اس قسم کے علاوہ بات میں بھلائی پائے تو اسے چاہیے کہ اس بھلائی والی بات کو اپنا لے اور قسم کا کفارہ ادا کر دے“۔ (صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب ندب من حلف یمینا، برقم: ۴۲۶۲/۱۶۵۰، ص ۸۲۰)

کفارۂ قسم یہ ہے کہ حانث ایک غلام آزاد کرے جس طرح کفارۂ ظہار میں کرتا ہے (چاہے غلام مسلمان ہو یا کافر، مرد ہو یا عورت، چھوٹا ہو یا بڑا کیونکہ اللہ ﷻ نے دونوں مقامات پر مطلق گردن آزاد کرنے کا حکم دیا ہے، ہاں یہ ضروری ہے کہ اندھا نہ ہو، دونوں ہاتھ یا پاؤں کٹے ہوئے نہ ہوں یا مخالف سمت ایک ہاتھ اور ایک پاؤں بھی کٹا ہوا نہ ہو، جیسا کہ ہدایہ میں ہے) اور اگر چاہے تو دس مسکینوں کو ایک ایک کپڑا پہنائے ایک کپڑے سے زیادہ بھی دے سکتا ہے اور کپڑا دینے میں ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ اتنا کپڑا دے کہ جس سے نماز درست ہو، اور اگر چاہے تو دس مسکینوں کو کھانا کھلائے جیسا کہ کفارۂ ظہار میں کرتا ہے۔ اور کفارہ دینے والے کے لئے ان تینوں چیزوں میں سے ایک چیز واجب ہوگی اور اگر ان تینوں چیزوں میں سے کچھ بھی نہ دے سکتا ہو تو پے درپے تین دن کے روزے رکھے۔

(الھدایة، کتاب الایمان، باب فصل فی الکفارة، ج۴، ص۱۰)

لفظ"کُن" فرمانے کی حکمتیں:

یہ اس مقام پر ایک اشکال ذہن میں آتا ہے جس کا شافی کافی جواب امام رازی نے دیا ہے، اعتراض یہ ہے کہ جب کوئی چیز موجود نہ ہوتو اس کے بارے میں اللہ کا یہ فرمانا "ہوجا" تو یہ معدوم کو خطاب ہے اور اللہ کی ذات کے لیے معدوم کا خطاب کرنا عبث ہے، کہ اللہ کی شان سے وراءبات ہے یا اگر وہ چیز موجود تھی تو پھر اللہ کا فرمانا "ہوجا" سے تحصیل حاصل لازم آئے گا۔ جواب اس کا یہ ہے کہ وہ چیز اللہ کے علم اجمالی میں موجود تھی جس کی توجیہ کرتے ہوئے اللہ نے "ہوجا" فرمایا، اس صورت میں معدوم سے خطاب لازم نہ آئے گا۔ بلکہ ہوا یوں کہ وہ چیز پہلے موجود ذہنی میں تھی اور بعد میں موجود خارج میں ہوگئی اور اس بناء پر تحصیل حاصل بھی نہ ہوا۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اللہ نے مخلوق کو سمجھانے کے لیے یہ مثال دی ہو کہ وہ کسی چیز کا ارادہ فرمائے تو اُسے پیدا کرنے میں (وجود میں لانے میں) ذرا دیر نہیں لگتی۔ (الرازی، ج۷، ص ۲۰۷ وغیرہ)

اغراض: فهو راض بـه: بحائر، سوائب وغیرہ کو اللہ کا شریک بنانے کے حوالے سے کفار کا کلام کہ ہمارے شریک بنانے سے اللہ راضی ہے، پس یہ شبہات ہیں جو کافروں نے اس مسئلے کے بارے میں رکھے۔

فلم یومن: من کا اعتبار کرتے ہوئے مفرد صیغہ یومن لائے، ایک نسخہ میں معنی کی رعایت کے لیے فلم یومنوا جمع کے صیغے کے ساتھ مذکور ہے۔

بالبناء للفاعل والمفعول: معنی یہ ہے کہ اگر اللہ کسی کی گمراہی چاہے تو اس کے لیے ہدایت ممکن نہیں، پس اے محبوب! آپ ان کی ھدایت کے بارے میں (زیادہ جستجو) نہ کریں، اگر کسی کے ذہن میں اعتراض رونما ہو کہ اگر اللہ ہی کی ہدایت سے کام چلے گا تو پھر مکلف ہونے کا معاملہ کیسے درست ہوگا؟ جواب یہ ہے کہ اللہ مکلف ہونے کے بارے میں سوال نہ کرے گا۔

ای غایة اجتهادهم: یعنی طاقت پر کوشش کرنا، الجهد فتح کے ساتھ ہو تو مراد کوشش کرنے میں مشقت اٹھانا ہے، اور اگر الجُهد ہو تو مراد کوشش میں حسب طاقت سعی مراد ہے۔

وعد ذلک: صحیح قول یہ ہے کہ یوں کہا جائے وعد ذلک وعدا وحقه حقا۔ من امر الذین: مراد دوبارہ اٹھائے جانے کا دن ہے۔

والاية لتقرير القدرة على البعث: اس جملے میں اس بات کا رد ہے کہ جسے اللہ نے موت دیتی ہے اُسے بھیجتا ہی نہیں، اور متذکرہ حکم بطور کنایہ جلدی سے پیش آنے والی چیز کو ارادہ کے ساتھ متعلق کرنے کے لیے لایا گیا ہے، اور ثم، کاف اور نون کا استعمال نہیں کیا، مگر یہ احتیاط ضرور کی گئی ہے کہ لایعقل کے حوالے سے خطاب ہوجائے، حاصل کلام یہ کہ اگر خطاب کسی چیز کے وجود میں آجانے کے بعد ہو تو بھی محال ہے، جس طرح وجود سے پہلے محال ہے۔ (الصاوی، ج۳، ص ۲۶۹ وغیرہ)

رکوع نمبر: ۱۲

﴿وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا فِي اللّٰهِ﴾لِاِقَامَةِ دِيْنِهٖ﴿مِنْۢ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا﴾بِالْاَذٰى مِنْ اَهْلِ مَكَّةَ وَهُمُ النَّبِيُّ وَاَصْحَابُهٗ﴿لَنُبَوِّئَنَّهُمْ﴾نُنْزِلَنَّهُمْ﴿فِي الدُّنْيَا﴾دَارًا﴿حَسَنَةً﴾هِيَ الْمَدِيْنَةُ﴿وَلَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ﴾اَيِ الْجَنَّةِ﴿اَكْبَرُ ۘ﴾اَعْظَمُ﴿لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ (۴۱)﴾اَيِ الْكُفَّارُ اَوِ الْمُتَخَلِّفُوْنَ عَنِ الْهِجْرَةِ مَا لِلْمُهَاجِرِيْنَ

مِنَ الْكَرَامَةِ لَوْ عَلِمُوْهُمْ هُمْ ﴿اَلَّذِيْنَ صَبَرُوْا﴾ عَلٰى اَذَى الْمُشْرِكِيْنَ وَالْهِجْرَةُ لِاِظْهَارِ الدِّيْنِ ﴿وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ (۴۲)﴾ فَيَرْزُقُهُمْ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُوْنَ ﴿وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ﴾ لَا مَلٰٓئِكَةً ﴿فَاسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ﴾ اَلْعُلَمَاءُ بِالتَّوْرَاةِ وَالْاِنْجِيْلِ ﴿اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ (۴۳)﴾ ذَالِكَ فَاِنَّهُمْ يَعْلَمُوْنَهُ وَاَنْتُمْ اِلٰى تَصْدِيْقِهِمْ اَقْرَبُ مِنْ تَصْدِيْقِ الْمُؤْمِنِيْنَ بِمُحَمَّدٍ ﷺ ﴿بِالْبَيِّنٰتِ﴾ مُتَعَلِّقٌ بِمَحْذُوْفٍ اَيْ اَرْسَلْنَاهُمْ بِالْحُجَجِ الْوَاضِحَةِ ﴿وَالزُّبُرِ﴾ الْكُتُبِ ﴿وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ﴾ القرآن ﴿لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ﴾ فِيْهِ مِنَ الْحَلَالِ وَالْحَرَامِ ﴿وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ (۴۴)﴾ فِيْ ذَالِكَ فيعتبرون ﴿اَفَاَمِنَ الَّذِيْنَ مَكَرُوا﴾ الْمَكَرَاتِ ﴿السَّيِّاٰتِ﴾ بِالنَّبِيِّ فِيْ دَارِ النَّدْوَةِ مِنْ تَقْيِيْدِهٖ اَوْ قَتْلِهٖ اَوْ اخراجه كما ذكر فِي الْاَنْفَالِ ﴿اَنْ يَّخْسِفَ اللّٰهُ بِهِمُ الْاَرْضَ﴾ كَقَارُوْنَ ﴿اَوْ يَاْتِيَهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حيث لا يشعرون (۴۵)﴾ اَيْ مِنْ جِهَةٍ لَا تَخْطُرُ بِبَالِهِمْ وَقَدْ اُهْلِكُوْا بِبَدْرٍ وَلَمْ يَكُوْنُوْا يَقْدِرُوْا ذَالِكَ ﴿اَوْ يَاْخُذَهُمْ فِيْ تَقَلُّبِهِمْ﴾ فِيْ اَسْفَارِهِمْ لِلتِّجَارَةِ ﴿فَمَا هُمْ بِمُعْجِزِيْنَ (۴۶)﴾ بِفَائِتِيْنَ الْعَذَابَ ﴿اَوْ يَاْخُذَهُمْ عَلٰى تَخَوُّفٍ﴾ تَنَقُّصٍ شَيْئًا فَشَيْئًا حَتّٰى يُهْلِكَ الْجَمِيْعَ مِنَ الْفَاعِلِ اَوِ الْمَفْعُوْلِ ﴿فَاِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ (۴۷)﴾ حَيْثُ لَمْ يُعَاجِلْهُمْ بِالْعُقُوْبَةِ ﴿اَوَلَمْ يَرَوْا اِلٰى مَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ﴾ لَهٗ ظِلٌّ كَشَجَرٍ وَجَبَلٍ ﴿يَتَفَيَّؤُا﴾ يَمِيْلُ ﴿ظِلٰلُهٗ عَنِ الْيَمِيْنِ وَالشَّمَآئِلِ﴾ جَمْعُ شِمَالٍ اَيْ عَنْ جَانِبَيْهَا اَوَّلَ النَّهَارِ وَآخِرَهٗ ﴿سُجَّدًا لِّلّٰهِ﴾ حَالٌ اَيْ خَاضِعِيْنَ بِمَا يُرَادُ مِنْهُمْ ﴿وَهُمْ﴾ اَيِ الظِّلَالُ ﴿دٰخِرُوْنَ (۴۸)﴾ صَاغِرُوْنَ نُزِّلُوْا مَنْزِلَةَ الْعُقَلَاءِ ﴿وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ مِنْ دَآبَّةٍ﴾ اَيْ نَسَمَةٍ تَدِبُّ عَلَيْهَا اَيْ يَخْضَعُ لَهٗ بِمَا يُرَادُ مِنْهُ وَغُلِّبَ فِي الْاِيْمَانِ بِمَا لَا يَعْقِلُ لِكَثْرَتِهٖ ﴿وَالْمَلٰٓئِكَةُ﴾ خَصَّهُمْ بِالذِّكْرِ تَفْضِيْلًا ﴿وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ (۴۹)﴾ يَتَكَبَّرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهٖ ﴿يَخَافُوْنَ﴾ اَيِ الْمَلٰٓئِكَةُ حَالٌ مِنْ ضَمِيْرِ يَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿رَبَّهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ﴾ حَالٌ مِنْ هُمْ اَيْ عَالِيًا عَلَيْهِمْ بِالْقَهْرِ ﴿وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ (۵۰) السجدة﴾ بِهٖ.

﴿ترجمہ﴾

اور جو اللہ کی راہ میں اپنے گھر بار چھوڑے (اپنے دین کے اظہار کے لیے......۱......) مظلوم ہو کر (اہل مکہ کی اذیت کی وجہ سے اور گھر بار چھوڑنے والے نبی پاک ﷺ اور ان کے اصحاب تھے) ضرور ہم انہیں جگہ دیں گے (یعنی ان کی مہمان نوازی کریں گے) دنیا میں (گھر) اچھا (مراد مدینہ منورہ میں جگہ دینا ہے) اور آخرت کا اجر (یعنی جنت) بہت بڑی ہے (اکبر بمعنی اعظم ہے) کسی طرح لوگ جانتے (یعنی کفار یا وہ لوگ مراد ہیں جو ہجرت کرنے سے رہ گئے وہ اگر مہاجرین کے مرتبہ کو جان لیتے) وہ جنہوں نے صبر کیا......۲......(مشرکین کی اذیت پر اور دین کے اظہار کے لیے ہجرت کرنے پر) اور اپنے رب ہی پر بھروسہ کرتے ہیں (عنقریب وہ

انہیں رزق دیگا جہاں سے انہیں گمان بھی نہ ہوگا) اور ہم نے تم سے پہلے نہ بھیجے مگر مرد (نہ کہ فرشتے) جن کی طرف ہم وحی کرتے ......۳؎......تو اے لوگوں علم والوں سے پوچھو (یعنی علمائے توریت اور انجیل سے) اگر تمہیں علم نہیں......۴؎...... (کہ رسول انسانوں میں سے ہوتے ہیں تو تمہیں معلوم ہو جائے گا اور تمہارے لیے ان علماء کی تصدیق زیادہ قابل اطمنان ہوگی اس تصدیق کی بہ نسبت جو مسلمان محمد ﷺ کی کرتے ہیں) روشن دلیلیں (بالبینت محذوف ارسلنا هم بالحجج الواضحة کے متعلق ہے) اور کتابیں لے کر آئے (الزبر بمعنی الکتب ہے) اور اے محبوب ہم نے تمہاری طرف یہ یادگار اتاری (یعنی قرآن......۵؎......) کہ تم لوگوں سے بیان کردو جوان کی طرف اترا (اس کتاب میں حلال وحرام) اور کہیں وہ دھیان دیں (نازل کردہ میں، اور عبرت پکڑیں) تو کیا بے خوف ہیں جنہوں نے مکر کیے (نبی پاک ﷺ سے متعلق، دار الندوہ......۶؎......میں، آپ ﷺ کے قید کرنے یا قتل کرنے یا شہر بدر کرنے کے بارے میں جیسا کہ سورۃ انفال میں گزر چکا) کہ اللہ انہیں زمین میں دھنسا دے (جیسا قارون زمین دوز ہوا......۷؎......) یا انہیں وہاں سے عذاب آئے جہاں سے انہیں خبر نہ ہو (یعنی اس سمت سے جہاں سے عذاب آنے کا خطرہ ہی نہ ہو اور وہ بدر میں ہلاک ہوئے اور انہیں اس کا گمان تک نہ تھا) یا انہیں چلتے پھرتے پکڑ لے (یعنی ان کے تجارتی سفروں میں) کہ وہ عاجز نہیں کر سکتے (یعنی عذاب دور نہیں کر سکتے) یا انہیں خوفزدہ کر کے پکڑ لے (چیزوں میں کمی کر کر کے تمام چیزوں کو ہلاک کر دے، علی تخوف، تاخذهم کے فاعل یا مفعول سے حال ہے) بیشک تمہارا رب نہایت مہربان رحم والا ہے (اس حیثیت سے کہ وہ سزا دینے میں جلدی نہیں کرتا) کیا انہوں نے نہ دیکھا کہ جو چیز اللہ نے بنائی ہے (سایہ، درخت اور پہاڑ اسی کے لیے) جھکتے ہیں (یعنی اس کی جانب مائل ہوتے ہیں) اس کے سائے دائیں اور بائیں جانب (شمائل، شمال کی جمع ہے یعنی صبح وشام کے دونوں جانب) سجدے کرتے ہوئے (سجدا لله، ظلله کی جمع سے حال ہے یعنی خضوع کا ارادہ کرتے ہوئے جھک جائیں) اور یہ (یعنی سائے) اس کے حضور عاجزی کرنے والے ہیں (ذلیل ہیں، ان سایوں کو تابعداری کے وصف کی وجہ سے بمنزلہ عقلاء مانا گیا ہے) اور اللہ ہی کو سجدہ کرتے ہیں جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں چلنے والا ہے (یعنی زمین میں چلنے والا ہر جاندار اس کے حضور عاجزی کرتا ہے جس کے واسطے اللہ ﷻ نے اسے پیدا کیا ہے اور ما کے ساتھ غیر ذوی العقول چیزوں کو تعبیر کرنے میں ان کی کثرت کی جانب رعایت کی گئی ہے) اور فرشتے (فرشتوں کا ذکر ان کی فضیلت کی وجہ سے خصوصیت سے کیا گیا ہے) اور وہ غرور نہیں کرتے......۸؎...... (یعنی اس کی عبادت کرنے سے تکبر نہیں کرتے) خوف کرتے ہیں (فرشتے، "الملائكة" يستكبرون کی ضمیر سے حال ہے) اپنے رب سے (هم ضمیر سے حال ہے، جو کہ اپنے مرتبہ کی وجہ سے ان پر غالب ہے) اور وہی کرتے ہیں جو انہیں حکم ہو۔

﴿ترکیب﴾

﴿والذين هاجروا في الله من بعد ما ظلموا لنبوئنهم في الدنيا حسنة﴾.

و: عاطفہ، الذين: موصول، هاجروا: فعل وضمیر ذوالحال، من بعد ما ظلموا: ظرف مستقر حال، ملکر فاعل، في الله: ظرف لغو

بملکر جملہ فعلیہ صلہ،ملکر مبتدا، لام:ابتدائیہ جواب قسم، نبوئنھم : فعل بافاعل وضمیر ذوالحال، في الدنيا : ظرف مستقر حال،ملکر مفعول ،حسنة : صفت "دارًا" موصوف،ملکر مفعول ثانی،ملکر جملہ فعلیہ قسم محذوف کے لیے جواب قسم،ملکر جملہ قسمیہ خبر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ولاجر الاخرة اكبر لو كانوا يعلمون﴾.

و: مستانفہ، اجر الاخرة : مبتدا، اكبر : خبر،ملکر جملہ اسمیہ، لو : شرطیہ، كانوا يعلمون : فعل ناقص بااسم وخبر ملکر جملہ فعلیہ شرط، جزامحذوف (جس پر ماقبل کلام دلالت کر رہا ہے)،ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿الذين صبروا وعلى ربهم يتوكلون ○ وما ارسلنا من قبلك الا رجالا نوحي اليهم﴾.

الذين صبروا : موصول صلہ ملکر خبر مبتدا محذوف "هم" کے لیے خبر،ملکر جملہ اسمیہ،و :مستانفہ، ما : نافیہ، ارسلنا : فعل وضمیر ذوالحال، من قبلك :ظرف مستقر حال،ملکر فاعل، الا : حصر، رجالا :موصوف، نوحي اليهم : جملہ فعلیہ صفت،ملکر مفعول،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿فاسئلوا اهل الذكر ان كنتم لا تعلمون﴾.

ف : فصیحہ، اسئلوا اهل الذكر : فعل بافاعل ومفعول ملکر جملہ فعلیہ،شرط محذوف" ان شككتم فيما ذكر" کی جزا،ملکر جملہ شرطیہ،ان :شرطیہ، كنتم لا تعلمون : جملہ فعلیہ،جزامحذوف " فاسئلوا" کی شرط،ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿بالبينت والزبر وانزلنا اليك الذكر لتبين للناس ما نزل اليهم﴾.

ب : جار، البينت والزبر :معطوف علیہ ومعطوف ملکر مجرور،ملکر ظرف مستقر ہوکر ماقبل " الا رجالا نوحي اليهم" میں "رجالا" سے حال ہے، و: عاطفہ، انزلنا اليك الذكر :فعل بافاعل وظرف لغو ومفعول، لام :جار، تبين للناس : فعل بافاعل وظرف لغو، مانزل اليهم : موصول صلہ ملکر مفعول،ملکر جملہ فعلیہ بتقدیر ان مجرور،ملکر ظرف لغو،جملہ فعلیہ ماقبل "ارسلنا" پر معطوف ہے۔

﴿ولعلهم يتفكرون ○ افامن الذين مكروا السيئات ان يخسف الله بهم الارض او ياتيهم العذاب من حيث لا يشعرون﴾.

و: مستانفہ، لعلهم : حرف مشبہ واسم، يتفكرون : جملہ فعلیہ خبر،ملکر جملہ اسمیہ، همزه : اداۃ استفہام، ف : عاطفہ،معطوف علی محذوف "الم يتفكروا ...... الخ" امن : فعل، الذين مكروا السيئات : موصول صلہ،ملکر فاعل، ان :مصدریہ، يخسف الله بهم الارض : فعل بافاعل وظرف لغو ومفعول ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ،او: عاطفہ، ياتيهم : فعل وضمیر ذوالحال، من حيث لا يشعرون : ظرف مستقر حال ملکر مفعول ،العذاب :فاعل،ملکر جملہ فعلیہ معطوف،ملکر بتاویل مصدر مفعول،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿او ياخذهم في تقلبهم فما هم بمعجزين﴾.

او :عاطفہ، يا خذهم : فعل بافاعل ذوالحال،في تقلبهم : ظرف مستقر حال،ملکر مفعول،ملکر جملہ فعلیہ ماقبل "يخسف الله" پر معطوف ہے، ف : عاطفہ، ما:مشابہ بلیس، هم : اسم، بمعجزين : ظرف مستقر خبر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿او ياخذهم على تخوف فان ربكم لرء وف رحيم﴾.

او: عاطفہ، يا خذهم: فعل بافاعل وضمیر ذوالحال، على تخوف :ظرف مستقر حال،ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف ثالث " يخسف الله "، ف : تعلیلیہ، ان ربكم: حرف مشبہ واسم، الرؤف :خبراول، رحيم : خبر ثانی،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿اولم يروا الى ما خلق الله من شيء يتفيؤا ظلله عن اليمين والشمائل سجدا لله وهم دخرون﴾.

ہمزہ : استفہامیہ، و : عاطفہ معطوف علیٰ محذوف " الم ینظروا" لم یروا : فعل بافاعل، الی : جار، ما خلق اللہ : موصول صلہ ملکر ذوالحال، من : جار، شیء : موصوف، یتفیؤا : فعل، ظللہ : مرکب اضافی ذوالحال، سجدا : صفت اس میں "ھم" ضمیر ذوالحال، وھم داخرون : جملہ اسمیہ حال، ملکر فاعل، للہ : ظرف لغو، ملکر مشبہ جملہ اسمیہ ہوکر حال، ملکر فاعل، عن الیمین والشمائل : ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ صفت، ملکر مجرور، ملکر ظرف مستقر حال، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، "لم یروا" ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وللہ یسجد ما فی السموت وما فی الارض من دابۃ والملئکۃ وھم لا یستکبرون﴾۔

و : اللہ : ظرف لغو مقدم، یسجد : فعل، مافی السموت وما فی الارض : ملکر ذوالحال، من دابۃ : ظرف مستقر حال، ملکر معطوف علیہ، و : عاطفہ، الملئکۃ : معطوف، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ، و : عاطفہ، ھم : مبتدا، لایستکبرون : جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿یخافون ربھم من فوقھم ویفعلون مایؤمرون﴾۔

یخافون : فعل بافاعل، ربھم : ذوالحال، من فوقھم : ظرف مستقر حال، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و : عاطفہ، یفعلون : فعل بافاعل، مایؤمرون : موصول صلہ ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر ماقبل "لایستکبرون" سے بدل ہے۔

﴿شانِ نزول﴾

☆......والذین ھاجروا فی اللہ......☆ قتادہ نے کہا یہ آیت اصحاب رسول ﷺ کے حق میں نازل ہوئی جن پر اہل مکہ نے بہت ظلم کئے اور انہیں دین کی خاطر وطن چھوڑنا ہی پڑا، بعض ان میں سے حبشہ چلے گئے پھر وہاں سے مدینہ طیبہ آئے اور بعض مدینہ شریف ہی کو ہجرت کر گئے۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

راہ دین کے قافلے:

۱......حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے سید عالم ﷺ کو ارشاد فرماتے سُنا: ''جو شخص اللہ کی راہ میں نکلا اور مر گیا تو شہید ہے یا اسے اس کے گھوڑے یا اونٹ نے کچل دیا یا زہریلے جانور نے کاٹ لیا یا اپنے بستر پر ہی مر گیا یعنی اللہ کے حکم سے جس طرح بھی مرے وہ شہید ہی ہے اور اسے جنت ملے گی۔ (سنن ابو داؤد، کتاب الجھاد، باب فیمن مات غازیا، رقم:۲۴۹۹، ص ٤٦٨)۔

ہمیشہ سے اہل ایمان کا یہ دستور رہا ہے کہ اعلائے کلمۃ الحق کے لیے گلی گلی، بستی بستی، شہر بہ شہر اور ملک بہ ملک سفر کرتے رہتے ہیں۔ سیدنا آدم علیہ السلام سے لے کر محمد مصطفی احمد مجتبیٰ ﷺ تک اور پھر سید عالم ﷺ کی ذریت ﴿ادع الی سبیل ربک بالحکمۃ والموعظۃ الحسنۃ (النحل:۱۲۵)﴾ پر عمل کرتے ہوئے لوگوں کو راہ دین کی طرف گامزن کرنے کے لیے منفرد یا قافلوں کی صورت میں راہ خدا میں سفر کرتے ہیں۔ سید عالم ﷺ کی خدمت میں رہنے والے پیارے صحابہ آج دنیا بھر میں مختلف مقامات پر آرام فرما ہیں ،اگر یہ اپنے اپنے شہروں میں ہی مقید رہتے اور دین کی سربلندی کے لیے سفر اختیار نہ کرتے تو دنیا بھر میں ان کے مزارات انوار و تجلیات کا مرکز کیسے بنتے۔ کائنات کے گوشے گوشے میں پھیلنے والے ہمارے بزرگان دین کی زندگیاں کھنگالیں تو پہاڑوں، صحراؤں، دریاؤں ،ویرانوں اور بیابانوں کا رخ کر لیا اور آج وہی ویرانے عوام و خواص کی نگاہوں کا مرکز بنے ہوئے ہیں۔ ذرا معلوم کریں کہ حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری، سرکار غریب نواز، عبداللہ شاہ غازی کے آبائی شہر کہاں تھے اور آج سے سینکڑوں سال پہلے پردہ فرمانے والے یہ

بزرگانِ دین کس سن ہجری میں یہاں آئے اور آج ان شہروں کی آبادی کا حال کیا ہے۔

آج کے پُرفتن دور میں اس طرح دور دراز سفر کرنا، لوگوں کو بُلا بُلا کر مساجد کی طرف لانا، دنیا بھر میں امر بالمعروف ونھی عن المنکر کی دھوم مچانا دعوتِ اسلامی کے پلیٹ فارم پر عام نظر آتا ہے۔ مدنی قافلوں میں سفر کے نام پر جتنا زور شیخِ طریقت امیرِ اہلسنت کو دیتے دیکھا ہے، اپنی زندگی میں راہِ دین کے لیے سفر کرنے کا ایسا ذہن کہیں اور نہیں ملتا۔

راہ دین میں آزمائش پر صبر:

۲......راہِ خدا میں آزمائش کی بحث کی جائے اور سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کو بھول جائیں، کیسے ہوسکتا ہے؟ بلال حبشی رضی اللہ عنہ بظاہر امیہ کی غلامی میں تھے، درحقیقت پیارے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاص غلام تھے۔ دین و دنیا کی تمام تر سعادتیں میسر تھیں کیونکہ مدنی مصطفیٰ کا دامن ان کے ہاتھ میں تھا۔ امیہ طرح طرح کی زیادتیاں کرتا، عرب کی تپتی زمین پر برہنہ جسم لیٹا دیتا اور اوپر سے بھاری پتھر رکھ دیتا جس سے چربی پگھل پگھل کر تپتی زمین کو سرد کردیتی۔ آہ! یہی نہیں بلکہ طرح طرح سے ظلم وستم کرتا۔ امام بخاری کا نام سب ہی لیتے ہیں لیکن بہت کم لوگ جانتے ہیں کہ حدیث کی خدمت ہم تک پہنچانے کے لیے کتنے مصائب وآلام برداشت کیے، سولہ سال کی عمر میں حصول حدیث کے لیے سفر اختیار کیا اور کئی مرتبہ ایسا ہوا کہ کھانے کو کچھ نہ ہوتا تو ایک ہی بادام پر کئی دن گزارا کرتے، چمڑے جلا کر پانی میں گھول کر پی جاتے اور یہ صرف انہی کے نہیں کئی بزرگانِ دین کے اوصاف ہیں۔ کھولتے تیل کی دیگوں میں جل بھن جانے کو پسند فرمایا لیکن دین سے منہ نہ موڑا، جانوں کے نظرانے تو دے دیئے لیکن نانا جان کے دین پر آنچ نہ آنے دی۔ ایک طرف تو شہدائے کربلا و بدر و حنین و اُحد کی داستانیں غمناک ہیں اور دوسری جانب اپنے گریبانوں میں دیکھتے ہیں تو صرف کھوٹے سکے بنے نظر آتے ہیں۔ ہمیں تو معمولی سی تکلیف بھی گوارا نہیں ہوتی۔ ذرا سی طبیعت خراب ہو تو فرائض میں کوتاہی کر جائیں، گاہک زیادہ ہوں تو جماعت بلکہ نماز ہی قضاء ہو جائے اور غلامیِ رسول میں موت بھی قبول ہے کے نعرے جتنے چاہیں لگوالیں۔ خدا ہمارے حال پر رحم فرمائے۔ آمین۔

نبوت صرف مَردوں کے ساتھ خاص ہے:

۳......اللہ عزوجل نے مردوں کو عورتوں پر ان امور میں فضیلت دی: عقل، دین، خلافت، دانائی، شہادت، جہاد، جمعہ، جماعت، امامت، نبوت۔ انہی خصوصیات میں سے بعض یہ ہیں کہ مرد بیک وقت چار عورتیں اپنے نکاح میں رکھ سکتا ہے جبکہ عورت کیلئے جائز نہیں کہ وہ ایک شوہر سے نکاح قائم ہوتے ہوئے دوسرے سے نکاح کرے۔ اور اسی طرح مرد کو اذان، خطبہ، تکبیر، تشریق، حدود وقصاص کی شہادت، ورثہ میں دوگنے حصہ اور تعصیب اور نکاح وطلاق کے مالک ہونے اور نسبوں کے انکی طرف منسوب کیے جانے، اور نماز روزہ کے کامل طور پر قبول کیے جانے کے ساتھ انکے لیے کوئی ایسا وقت نہیں کہ نماز وروزہ کے قابل نہ ہوں اور داڑھی وعمامہ سے فضیلت دی۔

(ماخوذ از خازن، ج ۱، ص ۳۷۰، خزائن، حاشیہ نمبر ۱۰۰)

☆......حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "لَنْ يُفْلِحَ قَوْمٌ وَلَّوْا أَمْرَهُمْ امْرَأَةً یعنی وہ قوم کبھی بھی فلاح نہیں پاسکتی جنہوں نے کسی عورت کو اپنے کام کا والی بنالیا ہو"۔

(صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب النبی صلی اللہ علیہ وسلم، رقم ۴۴۲۵، ص ۷۵۳)

اھل علم کی فضیلت:

۴......حضرت ابو امامہ باہلی سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا: ''رسول اللہ ﷺ کے سامنے دو آدمیوں کا ذکر کیا گیا، ایک ان میں سے عابد تھا دوسرا عالم، تو سرکار ﷺ نے فرمایا: ''عابد پر عالم کی فضیلت ایسی ہے جیسے کہ میری فضیلت تمہارے ادنی آدمی پر''، پھر حضور ﷺ نے فرمایا: ''لوگوں کو بھلائی سکھانے والے پر اللہ رحمت نازل فرماتا ہے اور اس کے فرشتے نیز زمین و آسمان کے رہنے والے یہاں تک کہ چیونٹیاں اپنے سوراخوں میں اور مچھلیاں (پانی میں) اس کے لیے دعائے خیر کرتی ہیں۔

(سنن الترمذی، کتاب العلم، باب ماجاء فی فضل الفقه الخ، رقم: ٢٦٩٤، ص ٧٧١)

☆......حضرت کثیر بن قیس نے فرمایا کہ میں حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ کے ساتھ دمشق کی مسجد میں بیٹھا تھا تو ایک آدمی نے آکر کہا کہ اے ابو درداء رضی اللہ عنہ بیشک میں رسول اللہ ﷺ کے شہر مدینہ منورہ سے یہ سن کر آیا ہوں کہ آپ کے پاس کوئی حدیث ہے جسے آپ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں اور میں کسی دوسرے کام سے نہیں آیا۔ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے سید عالم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''جو شخص علم دین حاصل کرنے کے لیے سفر کرتا ہے تو خدا تعالی اسے جنت کے راستوں میں سے ایک راستہ پر چلاتا ہے اور طالب علم کی رضا حاصل کرنے کے لیے فرشتے اپنے پروں کو بچھا دیتے ہیں اور ہر وہ چیز جو آسمان میں ہے یہاں تک کہ مچھلیاں پانی کے اندر عالم کے لیے دعائے استغفار کرتی ہیں اور عالم کی فضیلت عابد پر ایسی ہے جیسی چودھویں رات کے چاند کی فضیلت ستاروں پر، اور علمائے کرام انبیائے کرام کے وارث و جانشین ہیں۔ انبیائے کرام کا ترکہ دینار و درہم نہیں ہیں، انہوں نے وارثت میں صرف علم چھوڑا ہے تو جس نے اسے حاصل کیا اس نے پورا حصہ پالیا''۔(سنن ابو داؤد، کتاب العلم، باب الحث علی طلب العلم، رقم: ٣٦٤١، ص ٦٨٤)

☆......حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ رات میں ایک گھڑی علم دین کا پڑھنا پڑھانا رات بھر کی عبادت سے بہتر ہے۔ (مشکوۃ المصابیح، کتاب العلم، الفصل الثالث، رقم: ٢٥٦، ص ٣٦)

☆......حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سید عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''خدائے تعالی جس شخص کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے تو اسے دین کی سمجھ عطا فرماتا ہے اور میں تقسیم کرتا ہوں اللہ دیتا ہے۔(صحیح البخاری، کتاب العلم، باب من یرد الله به خیرا الخ، رقم ٧١، ص ١٧)

قرآن کی فضیلت:

۵......ہر مسلمان مکلف پر لازم ہے کہ وہ قرآن مجید کے ذریعے اپنی جان، عقل، مال، دین اور عزت کی حفاظت کرے اور حفاظت سے مراد قرآن مجید پر ایمان لائے اور اس کے احکام کو بخوشی تسلیم کرے یہاں تک کہ مذکورہ پانچوں چیزیں اس کے لیے شریعت کے قلعے میں آکر ہر تعارض کرنے والے سے محفوظ و مامون ہو جائیں۔ اللہ نے ارشاد فرمایا: ﴿انزلنه مبارک یعنی برکت والی کتاب ہم نے اُتاری (الانعام: ١٠٠)﴾، علامہ خازن اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں: قرآن مجید کی برکت والی کتاب ہونے سے مراد یہ ہے کہ اس کا نفع کثیر ہے اور اس کی خیر و برکت وافر ہے اور یہ تحریف و تبدیل و نسخ سے پاک ہے۔ (الخازن، ج ٢، ص)

☆......حضرت سیدنا ابن عباس نے ارشاد فرمایا: شفاء سے مراد یہ ہے کہ قرآن حکیم ہر مرض سے نجات دینے والا ہے''۔ اس معنی کے

اعتبار سے مراد یہ ہے کہ قرآن مجید سے برکت حاصل کی جائے کہ اللہ اس کے ذریعے بیشمار تکالیف اور ضرر دینے والی چیزوں کو دور فرماتا ہے اور اس کی تائید اللہ کے حبیب ﷺ کے اس فرمان سے بھی ہوتی ہے: ''جو قرآن مجید کے ذریعے شفا حاصل نہیں کرتا اللہ اس کو شفا نہیں دیتا''۔ (کنزالعمال، کتاب الطب، قسم الاول، رقم: ۲۸۱۰۲، ج۵، الجزء ۱۰، ص ۵)

☆......حضرت قتادہ سے مروی ہے کہ اویس قرنی نے فرمایا: ''جو بھی قرآن مجید کی مجلس کو اختیار کرے گا یا تو اس کو فائدہ حاصل ہوگا یا نقصان اٹھائے گا کیونکہ اللہ نے اس کا فیصلہ فرمادیا ہے کہ یہ قرآن مجید مومنین کیلئے رحمت وشفا ہے اور اس سے ظالم یعنی کفار کو خسارہ اور نقصان ہی بڑھتا ہے۔ (الدرالمنثور، ج٤، ص ٣٦٠)

دارالندوۃ کی سازش ناکام:

۶......حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما نے فرمایا کہ کفار قریش دارالندوہ یعنی دار قصی بن کلاب میں جمع ہوئے اور قریش کے سارے ہی فیصلے اس میں ہوتے تھے، یہاں وہ سید عالم ﷺ کی نسبت مشورہ کرنے جمع ہوئے اس دن کو یوم الزحمۃ کا نام دیا گیا ہے۔ اس مشاورت میں قریش کے معزز لوگ شریک ہوئے تھے جن میں بنی عبد شمس سے عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ، ابوسفیان بن حرب، (جو کہ بعد میں اسلام لے آئے)، بنی نوفل بن عبد مناف سے طعیمہ بن عدی، جبیر بن مطعم (یہ بھی بعد میں اسلام لے آئے)، بنی عبد الدار بن قصی سے نضر بن حرث بن کلدۃ، بنی اسد بن عبد العزی سے ابوبختری بن ہشام، زمعہ بن الاسود (یہ بعد میں اسلام لے آئے)، حکیم بن حزام (یہ بھی بعد میں اسلام لے آئے)، بنی مخزوم سے ابوجہل بن ہشام، بنی سہم سے نبیہ اور منبہ حجاج کے بیٹے، بنی جمح سے امیہ بن خلف اس کے علاوہ اور بھی بہت سے تھے کہ جن کو قریش میں شمار نہیں کیا جاتا اور ابلیس لعین ایک بڈھے کی صورت میں آیا اور کہنے لگا کہ میں شیخ نجدی ہوں مجھے تمہارے اس اجتماع کی اطلاع ہوئی تو میں آیا مجھ سے تم کچھ نہ چھپانا میں تمہارا رفیق ہوں اور اس معاملہ میں بہتر رائے سے تمہاری مدد کروں گا انہوں نے اس کو شامل کرلیا اور سید عالم ﷺ کے متعلق رائے زنی شروع ہوئی ابوالبختری نے کہا کہ میری رائے یہ ہے کہ محمد ﷺ کو پکڑ کر ایک مکان میں قید کردیا جائے اور مضبوط بندشوں سے باندھ دیا جائے دروازہ بند کرکے صرف ایک سوراخ چھوڑ دو جس سے کبھی کبھی کھانا پانی دیا جائے اور وہیں وہ ہلاک ہوکر رہ جائیں، اس پر شیطان لعین جو شیخ نجدی بنا ہوا تھا بہت ناخوش ہوا اور بولا بہت ناقص رائے ہے یہ خبر مشہور ہوگی اور ان کے اصحاب ﷺ آئیں گے اور تم سے مقابلہ کریں گے اور ان کو تمہارے ہاتھ سے چھڑا لیں گے، لوگوں نے کہا شیخ نجدی ٹھیک کہتا ہے پھر ہشام بن عمرو کھڑا ہوا اس نے کہا کہ میری رائے یہ ہے کہ ان کو یعنی محمد ﷺ کو اونٹ پر سوار کرکے اپنے شہر سے نکال دو پھر وہ جو کچھ بھی کریں اس سے تمہیں کچھ ضرر نہیں ابلیس نے اس رائے کو بھی ناپسند کیا اور کہا جس شخص نے تمہارے ہوش اڑادیئے اور تمہارے دانشمندوں کو حیران بنادیا اس کو تم دوسروں کی طرف بھیجتے ہو تم نے اس کی شیریں کلامی سیف زبانی دل کشی نہیں دیکھی ہے؟! اگر تم نے ایسا کیا تو وہ دوسری قوم کے قلوب تسخیر کرکے ان لوگوں کے ساتھ تم پر چڑھائی کریں گے، اہل مجمع نے کہا کہ شیخ نجدی کی رائے ٹھیک ہے اس پر ابو جہل کھڑا ہوا اور اس نے کہا کہ میرے پاس ایک رائے ہے، لوگوں نے کہا اے ابوالحکم کیا؟ اس نے کہا کہ قریش کے ہر ہر خاندان سے ایک ایک عالی جوان منتخب کیا جائے اور ان کو تیز تلواریں دیں جائیں وہ سب یک بارگی حضرت (محمد ﷺ) پر حملہ آور ہوکر قتل کردیں (معاذ اللہ ﷺ) تو بنی ہاشم قریش کے تمام قبیلوں سے نہ لڑسکیں گے غایت یہ کہ خون کا معاوضہ دینا پڑے وہ دے دیا جائے گا، ابلیس لعین نے اس تجویز کو پسند کیا اور ابوجہل کی بہت تعریف کی اور اسی پر سب کا اتفاق ہوگیا۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے سید عالم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوکر واقعہ گوش گزار کیا اور عرض کی کہ حضور ﷺ اپنی خواب گاہ میں شب کو نہ رہیں اللہ عزوجل نے اذن دیا ہے کہ مدینہ طیبہ کا عزم فرمائیں، حضور ﷺ

حضرت علی رضی اللہ عنہ کو شب میں اپنی خواب گاہ میں رہنے کا حکم فرمایا: ''ہماری چادر شریف اوڑھو تمہیں کوئی ناگوار بات پیش نہ آئے گی''، اور حضور ﷺ دولت سرائے اقدس سے باہر تشریف لائے اور مشت خاک دست مبارک میں لی اور آیت ﴿انا جعلنا فی اعناقھم اغلالا (یسین:۸)﴾ پڑھ کر محاصرہ کرنے والوں پر ماری سب کی آنکھوں اور سروں پر پہنچی سب اندھے ہوگئے اور حضور ﷺ کو نہ دیکھ سکے۔ سید عالم ﷺ مع ابوبکر رضی اللہ عنہ کے غار ثور میں تشریف لے گئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو لوگوں کی امانتیں پہنچانے کے لئے مکہ مکرمہ میں چھوڑا، مشرکین رات بھر سید عالم ﷺ کی دولت سرائے اقدس کا پہرہ دیتے رہے صبح جب قتل کے ارادے سے حملہ آور ہوئے تو دیکھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں، ان سے حضور ﷺ کو دریافت کیا کہ کہاں ہیں؟ انہوں نے فرمایا: ہمیں معلوم نہیں تو تلاش کے لئے نکلے جب غار پر پہنچے تو مکڑی کے جالے دیکھ کر کہنے لگے کہ اگر اس میں ہوتے تو یہ جالے باقی نہ رہتے۔ حضور اس غار میں تین دن ٹھہرے پھر مدینہ طیبہ روانہ ہوئے۔

(سبل الھدی والرشاد، باب الثانی فی سبب ھجرۃ النبی ﷺ، ج٤، ص ٢٣١ وغیرہ ملخصاً)

قارون کی ھلاکت:

۷......حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے قول کے مطابق حضرت موسی علیہ السلام کا چچازاد بھائی تھا، اس کا سلسلہ نسب یوں تھا: قارون بن یصھر بن قاھث وموسی بن عمران بن ھافث۔ توریت بہت اچھی آواز میں تلاوت کرتا تھا لیکن اللہ کا دشمن تھا جیسا کہ سامری منافق اللہ کا دشمن تھا۔ مال کی کثرت پر سرکشی کرنے کی وجہ سے اسے ھلاک کیا گیا اس کے مال کا بیان اللہ نے یوں فرمایا: ﴿واتینہ من الکنوز ما ان مفاتحہ ......الخ (القصص:٧٦)﴾۔ قارون نے سرکشی سے حضرت موسی علیہ السلام سے کہا کہ اے موسی علیہ السلام اگر تجھے نبوت کے ذریعے فضیلت دی گئی ہے تو مجھے مال کے ذریعے فضیلت دی گئی ہے۔ اگر تو چاہتا ہے کہ مجھے زمین سے نکال باہر کرے تو تو مجھے پکارے یا میں تجھے بلاؤں گا۔ پس حضرت موسی علیہ السلام نکلے اور قارون بھی اپنی قوم کے ساتھ نکلا، حضرت موسی علیہ السلام نے کہا تو بلائے گا یا میں بلاؤں، اُس نے کہا کہ میں بلاؤں گا۔ پس جب اس نے حضرت موسی علیہ السلام کو بلایا تو حضرت موسی علیہ السلام نے اسے جواب نہ دیا اور جب حضرت موسی علیہ السلام نے اُسے بلایا تو اس نے جواب دیا، حضرت موسی علیہ السلام نے اللہ کی بارگاہ میں دعا کی: ''اے اللہ زمین برابر کردے، آج کے دن اس کی سرکشی (بڑھ) گئی ہے، پس اللہ نے حضرت موسی علیہ السلام کو وحی فرمائی اور حضرت موسی علیہ السلام نے اللہ کے اذن سے زمین کو حکم دیا کہ اسے پکڑ لے، زمین نے قارون کو قدموں سے پکڑنا شروع کردیا، پھر ٹخنوں اور گھٹنوں کے بل پکڑ لیا یہاں تک کہ اپنے مال واسباب سمیت زمین دوز ہوگیا۔ حضرت موسی نے زمین کی جانب اشارہ کیا تو زمین پھر سے برابر ہوگئی۔ قتادہ کہتے ہیں کہ قیامت تک قارون روزانہ زمین میں دھنستا رہے گا، اور ابن عباس کے قول کے مطابق ساتوں زمین تک دھنستا رہے گا۔

(البدایۃ والنھایۃ، الجزء الاول، قصۃ قارون وموسی، ج١، ص ٣٤٥ وغیرہ)

غرور وتکبر کی مذمت:

۸......اللہ کے محبوب دانائے غیوب ﷺ نے فرمایا: ''ایک شخص اپنا پسندیدہ حلہ یعنی لباس پہنے، کنگھا کرکے اتراتا ہوا چل رہا تھا کہ اللہ نے اسے زمین میں دھنسادیا، اب وہ قیامت تک زمین میں دھنستا رہے گا''۔

(صحیح البخاری، کتاب اللباس، باب من جر ثوبہ، رقم: ٥٧٨٩/ ٥٧٩٠، ص ١٠٢١)

☆......حضرت عمرو بن العاص کہتے ہیں کہ تاجدار رسالت ﷺ نے مجھے دو زرد رنگ کے کپڑوں میں دیکھ کر فرمایا کہ یہ کفار کے رنگ

ہیں انہیں نہ پہنا کرو"۔ (صحیح مسلم، کتاب اللباس، باب: النھی عن لبس، رقم: ۵۳۲۷/۲۰۷۷، ص ۱۰۵۰)

☆...... سید عالم ﷺ نے فرمایا: "جو شخص تکبر سے اپنے کپڑے گھسیٹے گا اللہ قیامت کے دن اس پر نظر رحمت نہ فرمائے گا"۔

(صحیح مسلم، کتاب اللباس، باب تحریم جر الثوب خیلاء، رقم: ۵۳۴۸/۲۰۸۵، ص ۱۰۵۳)

اغراض: لاقامة دينه: اس جملے میں اس جانب اشارہ ہے کہ **فی** بمعنی **لام** ہے، اور کلام میں مضاف حذف ہے۔

اقرب من تصديق المومنين بمحمد : کفار مکہ یہ اعتقاد رکھتے تھے کہ اہل کتاب کے پاس موجود کتاب کا علم بہت قدیم ہے، اور اللہ ﷻ نے ان کے پاس اپنے رسول بھیجے، جیسا کہ حضرت موسی علیہ السلام، حضرت عیسی علیہ السلام اور حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام وغیرہ، اور یہ سارے ہی بشر تھے، پھر جب ان سے سوال کیا جائے تو جواب دینا ان کے لیے لازم ہے اس لیے کہ ان کے پاس جو رسول آئے وہ بھی بشر ہی تھے، تو ایسے میں شک وغیرہ زائل ہو جانا چاہیے۔

متعلق بمحذوف : ایک سوال مقدر کے جواب میں ہے، سوال مقدر یہ ہے کہ رسولوں کو کیوں بھیجا گیا؟ جواب یہ ہے کہ انہیں واضح نشانیاں دے کر (تبلیغ احکام الٰہی) کے لیے بھیجا گیا، اور یہ اس مقام پر بہترین جواب ہے۔

القرآن: اس کا ایک نام ذکر ہے، اس لیے کہ یہ نصیحتوں پر مشتمل کتاب ہے جس سے صاحب عقل نصیحت پکڑتے ہیں، اور غافلوں کو تنبیہ کی جاتی ہے۔ **المكرات:** کاف کی فتح کے ساتھ، اس کی جمع مکرۃ ہے۔ **له ظل:** اس جملے سے فرشتے اور جنات کو خارج کر دیا گیا ہے۔

وقد اهلكوا ببدر : مراد وہ لوگ ہیں جو دار الندوہ میں سازش کرنے لیے جمع ہوئے تھے۔

يقدروا ذلک یعنی وہ ہلاکت کا اعتقاد و گمان نہ رکھتے ہیں کہ بدر میں ہلاک کر دیئے جائیں گے۔

اى جانبيهما: اس جملے میں اس جانب اشارہ ہے کہ کلام میں مضاف حذف ہے۔

بما يراد منهم: لمبائی، چوڑائی اور جانب آخر یعنی ہر طرف سے اللہ کی مخلوق اس کی تسبیح کرتی ہے۔

نزلوا :داخرون کو واو اور نون کے ساتھ جمع کے صیغے کے ساتھ عقلاء کی منزلت میں بیان کیا گیا ہے، اور ایسا کرنا طاعت و فرمانبرداری کے ساتھ موصوف کرنے کے لیے ہے، اور یہی صاحبان عقل کا نمایاں وصف ہے، حالانکہ درخت و پہاڑ کا شمار عقلاء میں نہیں ہوتا۔

اى يخضع له : مراد لغوی سجدہ کرنا ہے۔ **يتكبرون عن عبادته:** یعنی اپنے رب کی عبادت سے تکبر نہیں کرتے، اور نہ ہی عبادت ترک کرتے ہیں۔ (الصاوی، ج۳، ص ۲۷۰ وغیرہ)

رکوع نمبر: ۱۳

﴿وَقَالَ اللّٰهُ لَا تَتَّخِذُوْٓا اِلٰهَيْنِ اثْنَيْنِ ج﴾ تَاكِيْدٌ ﴿اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ج﴾ اَتٰى بِهٖ لِاِثْبَاتِ الْاُلُوْهِيَّةِ وَالْوَحْدَانِيَّةِ ﴿فَاِيَّايَ فَارْهَبُوْنِ (۵۱)﴾ خَافُوْنَ دُوْنَ غَيْرِيْ وَفِيْهِ الْتِفَاتٌ عَنِ الْغَيْبَةِ ﴿وَلَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ مِلْكًا وَخَلْقًا وَعَبِيْدًا ﴿وَلَهُ الدِّيْنُ﴾ الطَّاعَةُ ﴿وَاصِبًا ط﴾ دَائِمًا حَالٌ مِنَ الدِّيْنِ وَالْعَامِلُ فِيْهِ مَعْنَى الظَّرْفِ ﴿اَفَغَيْرَ اللّٰهِ تَتَّقُوْنَ (۵۲)﴾ وَهُوَ الْاِلٰهُ الْحَقُّ وَلَا اِلٰهَ غَيْرُهٗ وَالْاِسْتِفْهَامُ لِلْاِنْكَارِ اَوِ التَّوْبِيْخِ ﴿وَمَا بِكُمْ مِّنْ نِّعْمَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ﴾ اَيْ لَا يَاْتِيْ بِهَا غَيْرُهٗ وَمَا شَرْطِيَّةٌ اَوْ مَوْصُوْلَةٌ ﴿ثُمَّ اِذَا مَسَّكُمُ﴾ اَصَابَكُمُ ﴿الضُّرُّ﴾ الْفَقْرُ وَالْمَرَضُ ﴿فَاِلَيْهِ تَجْئَرُوْنَ (۵۳)﴾ تَرْفَعُوْنَ اَصْوَاتَكُمْ بِالْاِسْتِغَاثَةِ وَالدُّعَاءِ وَلَا

تَدْعُونَ غَيْرَهُ ﴿ ثُمَّ إِذَا كَشَفَ الضُّرَّ عَنكُمْ إِذَا فَرِيقٌ مِّنكُم بِرَبِّهِمْ يُشْرِكُونَ (٥٤) لِيَكْفُرُوا بِمَا آتَيْنَاهُم ﴾مِنَ النِّعْمَةِ﴿فَتَمَتَّعُوا ﴾ بِاجْتِمَاعِكُمْ عَلَى عِبَادَةِ الْاَصْنَام اَمْرُ تَهْدِيْدٍ﴿فَسَوْفَ تَعْلَمُونَ (٥٥)﴾عَاقِبَةَ ذَالِكَ﴿وَيَجْعَلُونَ﴾اَىِ الْمُشْرِكُونَ﴿لِمَا لَا يَعْلَمُونَ﴾ اَنَّهَا لَاتَضُرُّ وَلَا تَنْفَعُ وَهِيَ الْاَصْنَامُ﴿نَصِيبًا مِّمَّا رَزَقْنَاهُمْ ﴾ مِنَ الْحَرْثِ وَالْاَنْعَامِ بِقَوْلِهِمْ هٰذَا لِلّٰهِ وَهٰذَا لِشُرَكَائِنَا﴿ تَاللّٰهِ لَتُسْأَلُنَّ﴾ سُوَالُ تَوْبِيْخٍ وَفِيْهِ اِلْتِفَاتٌ عَنِ الْغَيْبَةِ﴿عَمَّا كُنتُمْ تَفْتَرُونَ (٥٦)﴾عَلَى اللّٰهِ مِنْ اَنَّهُ اَمَرَكُمْ بِذَالِكَ﴿وَيَجْعَلُونَ لِلّٰهِ الْبَنَاتِ ﴾بِقَوْلِهِمِ الْمَلٰئِكَةُ بَنَاتُ اللهِ﴿سُبْحَانَهُ﴾تَنْزِيْهًا لَهُ عَمَّا زَعَمُوا﴿ وَلَهُم مَّا يَشْتَهُونَ (٥٧) ﴾اَىِ الْبَنُوْنَ وَالْجُمْلَةُ فِي مَحَلِّ رَفْعٍ اَوْ نَصْبٍ بِيَجْعَلُ الْمَعْنٰى يَجْعَلُوْنَ لَهُ الْبَنَاتِ الَّتِي يَكْرَهُونَهَا وَهُوَ مُنَزَّهٌ عَنِ الْوَلَدِ وَيَجْعَلُوْنَ لَهُمُ الْاَبْنَاءُ الَّذِيْنَ يَخْتَارُوْنَهَا فَيَخْتَصُّوْنَ بِالْاَبْنَاءِ لِقَوْلِهِ فَاسْتَفْتِهِمْ اَلِرَبِّكَ الْبَنَاتُ وَلَهُمُ الْبَنُوْنَ﴿وَإِذَا بُشِّرَ أَحَدُهُم بِالْأُنثَىٰ ﴾تُوْلِدُ لَهُ﴿ظَلَّ ﴾صَارَ﴿وَجْهُهُ مُسْوَدًّا ﴾مُتَغَيِّرًا تَغَيُّرَ مُغْتَمٍّ﴿وَهُوَ كَظِيمٌ (٥٨) ﴾مُمْتَلِيءٌ غَمًّافَكَيْفَ تُنْسَبُ الْبَنَاتُ اِلَيْهِ تَعَالٰى﴿يَتَوَارَىٰ ﴾يَخْتَفِيْ﴿مِنَ الْقَوْمِ ﴾اَىْ قَوْمِهٖ﴿مِن سُوءِ مَا بُشِّرَ بِهِ ﴾خَوْفًا مِنَ التَّعْيِيْرِ مُتَرَدِّدًا فِيْمَا يَفْعَلُ بِهٖ ﴿أَيُمْسِكُهُ ﴾يَتْرُكُهُ بِلَا قَتْلٍ﴿عَلَىٰ هُونٍ ﴾هَوَانٍ وَذُلٍّ﴿أَمْ يَدُسُّهُ فِي التُّرَابِ﴾بِاَنْ يَئِدَهُ﴿أَلَا سَاءَ ﴾بِئْسَ﴿مَا يَحْكُمُونَ (٥٩)﴾حُكْمُهُمْ هٰذَا حَيْثُ نَسَبُوا لِخَالِقِهِمُ الْبَنَاتُ اللَّاتِيْ هُنَّ عِنْدَهُمْ بِهٰذَا الْمَحَلِّ ﴿لِلَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ ﴾اَىِ الْكُفَّارِ﴿مَثَلُ السَّوْءِ ﴾اَىِ الصِّفَةِ السُّوْاٰى بِمَعْنَى الْقَبِيْحَةِ وَهِيَ وَاْدُهُمُ الْبَنَاتِ مَعَ اِحْتِيَاجِهِمْ اِلَيْهِنَّ لِلنِّكَاحِ﴿وَلِلّٰهِ الْمَثَلُ الْاَعْلٰى ﴾الصِّفَةِ الْعُلْيَا وَهُوَ اَنَّهُ لَااِلٰهَ اِلَّا هُوَ﴿وَهُوَ الْعَزِيزُ ﴾فِيْ مِلْكِهٖ﴿الْحَكِيمُ (٦٠)﴾ فِيْ خَلْقِهٖ.

﴿ترجمہ﴾

اورالله نے فرمایا کہ دوخدانہ ٹھہراؤ(اثنین الھین کی تاکید ہے)وہ توایک ہی معبود ہے(واحد الوہیت اوروحدانیت کے ثبوت کے لیے آتا ہے)تو مجھی سے ڈرو(یعنی میرے سوا کسی سے خوف نہ کرو،)اوراسی کا ہے جو کچھ آسمانوں اورزمین میں ہے(یعنی اسی کی ملکیت،مخلوق اورغلام ہیں)اوراسی کی فرمانبرداری(طاعت گزاری)لازم ہے(ہمیشہ،واصباً حال ہے دین سے،اوراس میں عامل ظرف کے معنی کے استقرار کے لیے ہے)تو اللہ کے سوا کسی اور سے ڈروگے(اوروہ سچا خدا ہے اوراس کے سوا کوئی معبود نہیں اور افغیر میں ہمزہ انکاری یا توبیخی ہے)اورتمہارے پاس جونعمت ہے سب اللہ کی طرف سے ہے(جو کہ اللہ کے سوا کوئی نہیں دیتا اور ما شرطیہ یا موصولہ ہے)پھر جب تمہیں پہنچی(مسکم بمعنی اصابکم ہے)تکلیف(فقراورمرض وغیرہ کی تکلیف)تواسی کی طرف پناہ لے جاتے ہو(یعنی اسی کی طرف آوازیں،استغاثہ اوردعا میں بلند کرتے ہو نہ کہ کسی دوسرے کے حضور......۱......)پھر جب وہ تم سے برائی ٹال دیتا ہے توتم میں ایک گروہ اپنے رب کا شریک ٹھہرانے لگتا ہے کہ ہماری دی ہوئی(نعمتوں)کی ناشکری کرے......۲......تو کچھ

برت لو (بتوں کی عبادت پر جمع ہوکر، یہ حکم تہدید کے لیے ہے) کہ عنقریب جان جاؤ گے (اس کا انجام) اور مقرر کرتے ہیں (مشرکین) انجانی چیزوں کے لیے (جو کہ انہیں نفع دیں نہ ہی نقصان اور ان چیزوں سے مراد بت ہیں) ہماری دی ہوئی روزی (کھیتی اور چوپائے میں سے حصہ، اور وہ اس طرح کہ وہ کہتے کہ یہ حصہ اللہ کے لیے اور یہ ہمارے شرکاء کے لیے) خدا کی قسم! تم سے ضرور سوال ہونا ہے (سوال بطور توبیخ کے لیے ہے، لتسئلن میں غائب کے صیغے کے ساتھ التفات پایا جارہا ہے) جو کچھ جھوٹ باندھتے تھے (اللہ ﷻ پر کہ اللہ ﷻ نے حصے مقرر کرنے کا حکم دیا ہے) اور اللہ کے لیے بیٹیاں ٹھراتے ہیں (اپنے اس قول کے ذریعے کہ فرشتے اللہ ﷻ کی بیٹیاں ہیں) پاکی ہے اسے (یعنی وہ منزہ ہے، اس گمان سے جو وہ کرتے ہیں) اور اپنے لیے جو اپنا جی چاہتا ہے (یعنی بیٹے ٹھراتے ہیں اور جملہ لھم ما یشتھون محل رفع میں ہے یا نصب میں یجعل کی وجہ سے ہے، یعنی وہ اللہ کے لیے بیٹیاں ٹھراتے ہیں جسے خود بھی ناپسند کرتے ہیں حالانکہ اللہ اولاد سے پاک ہے اور اپنے لیے بیٹے ٹھراتے ہیں جو کہ ارفع واشرف ہے جیسا کہ ایک اور فرمان ہے فاستفتھم الربک البنات ولھم البنون) اور جب ان میں سے کسی کو بیٹی......۳......(ہونے کی) خوشخبری دی جائے تو ہو جاتا ہے (ظل بمعنی صار ہے) اس کا منھ کالا (چہرے کا رنگ فق پڑ جاتا ہے اور وہ غمگین ہو جاتے ہیں گویا کہ بات کرنے کے قابل نہیں رہتے) اور وہ غصہ کھاتا ہے (یعنی غم سے بھر آتا ہے تو کیسے اللہ کی طرف بیٹیوں کی نسبت کرتے ہو؟) چھپتا پھرتا ہے (یتوری بمعنی یختفی ہے) قوم سے (یعنی اپنی قوم سے) اس بشارت کی برائی کے سبب (یعنی عار دلانے کے خوف سے، اس خوف سے تردد کرتے ہوئے کہ اس کے ساتھ کیا کیا جائے) کیا اسے روک رکھے گا (یعنی چھوڑ دے گا بغیر قتل کیے) ذلت کے ساتھ (یعنی رسوائی کے ساتھ) یا اسے مٹی میں دبا دے گا (زندہ درگور کردے) ارے بہت ہی برا (ساء بمعنی بئس ہے) حکم لگاتے ہیں (کہ اپنے رب کی جانب ایسی نسبت کرتے ہیں جن کی وقعت ان کے اپنے نزدیک ایسی ہے) جو آخرت پر ایمان نہیں لاتے (یعنی کافر) برا حال ہے (یعنی بڑی بری عادت ہے کہ لڑکیوں کو باوجود نکاح کی احتیاج کے زندہ درگور کردیتے ہیں) اور اللہ کی شان سب سے بلند (اور بلند صفت ......ہے......کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ ہے) اور وہی غالب (اپنی سلطنت میں) حکمت والا ہے (اپنی مخلوق میں)۔

﴿ترکیب﴾

﴿وقال اللہ لا تتخذوا الھین اثنین انما ھو الہ واحد فایای فارھبون﴾.

و: مستانفہ، قال اللہ: قول، لا تتخذوا: فعل بافاعل، الھین اثنین: مرکب توصیفی مفعول، ملکر مقولہ، ملکر جملہ فعلیہ قولیہ، انما: حرف مشبہ وما کافہ، ھو: اسم، الہ واحد: مرکب توصیفی خبر، ملکر جملہ اسمیہ، ف: فصیحہ، ایای: منصوب باشتغال مفعول فعل مقدر "ارھبون" کے لیے، ملکر جملہ فعلیہ، ارھبون: فعل امر بافاعل ومفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ولہ ما فی السموت والارض ولہ الدین واصبا﴾.

و: مستانفہ، لہ: ظرف مستقر خبر مقدم، مافی السموات والارض: موصول صلہ ملکر مبتدا مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، لام: جارہ، ہ: ضمیر ذوالحال، واصبا: حال، ملکر مجرور، ملکر ظرف مستقر خبر مقدم، الدین: مبتدا مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿افغیر اللہ تتقون﴾.

ھمزہ: استفہام انکاری، ف: عاطفہ معطوف علی محذوف "کیف ترھبوا من غیرہ"، غیر اللہ: مفعول مقدم، تتقون: فعل

بافاعل ومفعول مقدم سے مل کر جملہ فعلیہ۔

﴿وما بكم من نعمة فمن الله ثم اذا مسكم الضر فاليه تجئرون﴾.

و: عاطفہ ،ما : موصولہ، بکم : ظرف مستقر صلہ مل کر ذوالحال، من نعمة : ظرف مستقر حال مل کر مبتدا، ف : جزائیہ، من الله : ظرف مستقر خبر، مل کر جملہ اسمیہ، ثم : عاطفہ، اذا : ظرفیہ متضمن معنی شرط مفعول فیہ مقدم ، مسکم الضر : فعل بامفعول فاعل، مل کر جملہ فعلیہ شرط، ف : جزائیہ، الیه : ظرف لغو مقدم، تجئرون : فعل بافاعل، مل کر جملہ فعلیہ جزا، مل کر جملہ شرطیہ۔

﴿ثم اذا كشف الضر عنكم اذا فريق منكم بربهم يشركون﴾.

ثم : عاطفہ، اذا : ظرفیہ متضمن معنی شرط مفعول فیہ مقدم ، کشف الضر عنکم : فعل بافاعل وظرف لغو، مل کر جملہ فعلیہ شرط ،اذا : فجائیہ، فریق منکم : مرکب توصیفی مبتدا، بربهم : ظرف لغو مقدم، یشرکون : فعل بافاعل وظرف لغو مقدم سے مل کر جملہ فعلیہ خبر، مل کر جملہ اسمیہ جزا، مل کر جملہ شرطیہ۔

﴿ليكفروا بما اتينهم فتمتعوا فسوف تعلمون﴾.

لام : جار، یکفروا : فعل بافاعل، بما اتینهم : ظرف لغو، مل کر جملہ فعلیہ، بتقدیر ان مجرور، مل کر ظرف لغو، ماقبل فعل "یشرکون" کے لیے، ف : عاطفہ، تمتعوا : جملہ فعلیہ "قُل" قول محذوف کے لیے مقولہ، مل کر جملہ قولیہ، ف : فصیحہ، سوف : حرف استقبال، تعلمون : فعل بافاعل "عاقبة ذلک" مفعول محذوف مل کر جملہ فعلیہ۔

﴿ويجعلون لما لا يعلمون نصيبا مما رزقنهم﴾.

و : عاطفہ، یجعلون : فعل بافاعل، لام : جار، ما : موصولہ، لایعلمون : فعل بافاعل، نصیبا : موصوف، مما رزقنهم : جار مجرور ظرف مستقر صفت، مل کر مفعول، مل کر جملہ فعلیہ صلہ، مل کر مجرور، مل کر ظرف لغو، مل کر جملہ فعلیہ۔

﴿تالله لتسئلن عما كنتم تفترون ويجعلون لله البنت سبحنه ولهم ما يشتهون﴾.

ت : جار، الله : مجرور مل کر ظرف مستقر "اقسم" فعل محذوف کے لئے، مل کر جملہ فعلیہ قسمیہ انشائیہ ، و : عاطفہ، یجعلون : فعل بافاعل، لله : ظرف لغو، البنت : مفعول، مل کر جملہ فعلیہ، سبحنه : منصوب مفعول مطلق فعل محذوف "نسبح" مل کر جملہ فعلیہ معترضہ، و : مستانفہ، لهم : ظرف مستقر خبر مقدم، مایشتهون : موصول صلہ مل کر مبتدا موخر، مل کر جملہ اسمیہ مستانفہ۔

﴿واذا بشر احدهم بالانثى ظل وجهه مسودا وهو كظيم﴾.

و : حالیہ، اذا : ظرفیہ متضمن معنی شرط مفعول فیہ مقدم، بشر احدهم : فعل مجہول بافاعل، بالانثی : ظرف لغو، جملہ فعلیہ شرط، ظل وجهه : فعل ناقص بااسم، مسودا : اسم فاعل وضمیر ذوالحال، وهو کظیم : جملہ اسمیہ حال، مل کر فاعل، مل کر شبہ جملہ ہو کر خبر، مل کر جملہ فعلیہ جزا، مل کر جملہ شرطیہ حال ہے ماقبل "یجعلون" کی ضمیر سے۔

﴿يتوارى من القوم من سوء ما بشر به ايمسكه على هون ام يدسه فى التراب﴾.

یتواری : فعل بافاعل، من القوم : ظرف لغو اول، من سوء مابشر به : ظرف لغو ثانی، مل کر جملہ فعلیہ حال ہے ماقبل "کظیم" کی ضمیر سے، همزہ : استفہامیہ ،یمسک فعل وضمیر ذوالحال، علی هون : ظرف مستقر حال، مل کر فاعل "ہ" ضمیر مفعول مل کر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، ام : عاطفہ، یدسه فی التراب : جملہ فعلیہ معطوف، مل کر "یتواری" کے فاعل سے حال ہے۔

﴿الا ساء ما یحکمون○ للذین لا یؤمنون بالاخرۃ مثل السوء وللہ المثل الاعلی وھو العزیز الحکیم﴾.

الا : حرف تنبیہ، ساء : فعل، بما یحکمون : موصول صلہ ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ انشائیہ، لام : جار، الذین لا یؤمنون بالاخرۃ : موصول صلہ ملکر مجرور، ملکر ظرف مستقر خبر مقدم، مثل السوء : مبتداء مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ ، و : عاطفہ، للہ : ظرف مستقر خبر مقدم، المثل الاعلی : مبتداء مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ، و : عاطفہ، ھو : مبتداء، العزیز : خبر اول ، الحکیم : خبر ثانی، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

توحید باری ﷻ کے دلائل:

۱......جس طرح بنانے والا ایک ہے، اسی طرح باز رکھنے والا بھی ایک ہی ہے۔ واجب الوجود ایک ہے اگر ایک سے زائد وجوب میں شریک ہوتے تو ایک ہونا محال ہوتا، لہذا واجب الوجود صرف اللہ ہی ہے۔ اگر ایک سے زائد خدا ہوتے تو کائنات کے نظام میں فساد آجاتا، اس لیے کہ کسی معاملے میں بیک وقت انکار واقرار کی صورت پیدا ہو جاتی۔ عادت یہ ہے کہ کسی مسئلے میں کئی حاکم ہوں تو کرنے نہ کرنے، باز رکھنے یا نہ رکھنے وغیرہ کے حوالے سے فساد آجاتا ہے۔ **قدم ہونے پر دلائل : ازلی ہے،** تعدد قدیم اہل سنت وجماعت کے نزدیک محال ہے۔ اس کی ذات قدیم ازلی ابدی ہے اور صفات بھی قدیم ازلی ابدی ہیں۔ یعنی اللہ کی صفات اور اس کے اسماء تمام کے تمام ازلی ہیں اس کی نہ تو کوئی ابتداء ہے اور نہ ہی کوئی انتہاء، اس کی صفات اور اسماء میں کسی قسم کا تجدد (نیا پیدا شدہ کوئی وصف یا اسم) نہیں ہوسکتا، اس لیے کہ اللہ تعالی واجب الوجود ہے اپنی ذات کامل میں اپنی ذات وصفات کے حوالے سے، اگر کوئی اللہ کی شان میں کسی وصف کے زائل ہونے کو مانے تو ایسا ماننا محال ہے۔ (نبراس، ص ۱۰۱ وغیرہ)، (بہار شریعت مخرجہ، ج ۱، ص ٤)

عالم حادث ہے (نو پید چیز جو عدم سے وجود میں آئے، اس کی ضد قدیم ہے) ، اور اس کا صانع واجب الوجود رب تعالی کی ذات مبارکہ ہے۔ اسم جلالت اللہ کی تعریف واجب سے کی گئی ہے اس لیے کہ حق سبحانہ وتعالی تمام نئی چیزوں کا پیدا کرنے والا ہے اور تمام ممکنات کا سلسلۂ آغاز اسی کی ذات کے زیر قدرت ہے۔ اور اللہ تعالی قدیم ازلی اور منزہ ہے ہر قسم کے اجسام واعراض سے (اور اسے کوئی نئی چیز پیدا کرنے کے حوالے سے کسی دوسرے کی حاجت بھی نہیں) ، اور یہی وجہ اللہ تعالی کے واجب الوجود ہونے کی ہے جو اس ذات مقدسہ کی جانب وضع کی گئی ہے۔ (شرح عقائد، بحث ان العالم محدث، ص ۳۲)

شکر کرنے یا نہ کرنے کا بیان:

۲......سختی اور مصیبت میں شکر ادا کرنا لازم ہے کیونکہ کفر کی مصیبت کے سوا اور کوئی ایسی مصیبت نہیں ہے جس میں کوئی ایک خوبی موجود نہ ہو لیکن تم اس سے واقف اور آگاہ نہیں ہو حق تعالی تمہاری بھلائی کو خوب جانتا ہے بلکہ ہر بلا پر پانچ طرح کا شکر واجب ہے ایک یہ کہ اس کی مصیبت کا تعلق جسم سے تھا دین سے نہ تھا، کسی شخص نے شیخ عبد اللہ بن سہل تستری سے پوچھا کہ چور میرے گھر میں گھس کر تمام مال چرا کرلے گیا انہوں نے فرمایا کہ اگر شیطان تیرے دل کے اندر گھس کر ایمان چرا کر لے جاتا تو کیا کرتا۔

دوسری قسم شکر کی یہ ہے کہ کوئی بیماری اور بلا ایسی نہیں ہے کہ دوسری اس بلا سے بدتر نہ ہو پس اس پر شکر کرو کہ تم بدتر بلا اور مصیبت میں گرفتار نہیں ہوئے جو شخص ہزار مار کے لائق ہو اور سو سے زیادہ اس کو نہ ماریں تو یہ اس کے لئے شکر کا مقام ہے۔ منقول ہے کہ

کسی بزرگ کے سر پر ایک شخص نے طشت بھر کر خاک ڈال دی، انہوں نے شکر ادا کیا، لوگوں نے پوچھا کہ شکر کا کون سا موقع ہے تو انہوں نے کہا کہ میں تو اس لائق تھا کہ مجھ پر طشت بھر کر انگارے ڈالے جاتے اور اس کے بجائے راکھ ڈالی گئی تو یہ مقام شکر گذاری کا ہے۔

تیسرے یہ کہ کوئی دنیاوی عذاب ایسا نہیں ہے جس کو آخرت پر موقوف رکھا جائے، آخرت کا عذاب تو اس سے سخت اور بدتر ہوگا، پس اس بات کا شکر بجالائے کہ یہ عذاب دنیا میں ہوا اور دنیا کا عذاب آخرت کی رہائی کا سبب ہے، حضور پرنور ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ جس کو دنیا میں عذاب دیا جاتا ہے اس کو آخرت میں عذاب نہیں دیں گے، کیونکہ سختی اور بلا گناہوں کا کفارہ ہوتی ہے، پس جب انسان گناہوں سے پاک ہوگیا تو پھر اس پر عذاب کیوں ہوگا، طبیب تم کو کڑوی دوا دیتا ہے تمہاری فصد کھولتا ہے اگرچہ ان دونوں سے اذیت ہوتی ہے لیکن شکر کا مقام ہے کہ تم نے اس تھوڑی تکلیف سے بڑی بیماری سے نجات پالی۔

چوتھی قسم یہ ہے کہ جو بلا تم پر آنے والی تھی وہ لوحِ محفوظ میں لکھی تھی وہ آئی اور آ کر ٹل گئی، تب بھی مقام شکر ہے، شیخ ابوسعید ابو الخیر گدھے پر سے گر گئے انہوں نے الحمد للہ کہا، لوگوں نے پوچھا کہ شکر کس بات کا ادا کیا ہے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ گدھے سے اس طرح گرنا ازل میں مقدر ہو چکا تھا اور گدھے پر سے گرنے سے یہ آفت ٹل گئی، پس اس آفت کے گزر جانے پر اللہ کا شکر ادا کر رہا ہوں۔

پانچویں قسم یہ ہے کہ دنیا کی مصیبت دو وجہ سے آخرت کے ثواب کا باعث ہوتی ہے ایک یہ کہ اس مصیبت کا اجر بڑا ہے اور دوسرا باعث یہ کہ سب گناہوں سے بڑا گناہ یہ ہے کہ تم نے دنیائے فانی سے ایسا دل لگایا کہ اس کو اپنی بہشت سمجھ لیا اور خداوند تعالیٰ کے حضور میں جانے کو قید خانہ تصور کیا کرتا تھا اور جس کو دنیا میں مصیبت میں گرفتار کرتے ہیں اس کا دل دنیا سے بیزار ہو جاتا ہے اور دنیا اس کے حق میں قید خانہ اور موت نجات بن جاتی ہے اور کوئی بلا ایسی نہیں ہے جس میں حق تعالیٰ کی طرف سے تنبیہ نہ ہو، حدیث شریف میں آیا ہے کہ حق تعالیٰ اپنے دوستوں کی غم خواری ان کو محنت و بلا میں گرفتار کر کے فرماتا ہے جس طرح تم دنیا میں کسی کی خبر گیری اور غم خواری کھانے پینے سے کرتے ہو۔ (ماخوذ از کیمیائے سعادت مترجم، ص ۶۹۰)، (عطائین، ج ۱، ص ۲۰۱)

بیٹیوں کے فضائل:

۱۔۔۔۔۔امام رازی لکھتے ہیں کہ جو لوگ بیٹیوں کو قتل کرتے تھے ان کفار کے طریقے جدا جدا تھے، ان میں سے بعض گڑھا کھود کر بیٹی کو اس میں ڈال کر گڑھا بند کر دیتے حتیٰ کہ وہ مر جاتی، اور بعض اس کو پہاڑ کی چوٹی سے پھینک دیتے تھے، بعض اس کو غرق کر دیتے تھے، بعض اس کو ذبح کر دیتے تھے، ان کا یہ اقدام بعض اوقات غیرت اور حمیت کی بناء پر ہوتا تھا اور بعض اوقات فقر و فاقہ کے خوف کی وجہ سے وہ ایسا کیا کرتے تھے۔ (الرازی، ج ۷، ص ۲۲۵ وغیرہ)

☆۔۔۔۔۔حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ شہنشاہ کون ومکان کی مدنی سلطان ﷺ نے فرمایا "جس کی تین بیٹیاں یا بہنیں ہوں یا دو بیٹیاں یا بہنیں ہوں پھر وہ ان کی اچھی طرح پرورش کرے اور ان کی معاملے میں اللہ عزوجل سے ڈرتا رہے تو اس کے لئے جنت ہے"۔ (سنن الترمذی، کتاب البر و الصلۃ، باب ماجاء فی النفقۃ، رقم ۱۹۲۳، ص ۵۷۰)

☆۔۔۔۔۔ایک روایت میں ہے: "جس کی تین بیٹیاں یا بہنیں ہوں اور وہ ان کے ساتھ اچھا سلوک کرے تو وہ جنت میں داخل ہوگا۔ ایک

روایت میں ہے: ''پھر وہ ان کی اچھی تربیت کرے اور ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کرے تو اس کے لئے جنت ہے''۔
(ایضا، رقم ۱۹۱۹، ص ۵۶۹)

☆......انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس شخص نے دو لڑکیوں کی پرورش کی حتی کہ وہ دونوں بالغ ہو گئیں، آپ نے اپنی انگلیوں کو ملا کر فرمایا قیامت کے دن میں اور وہ اس طرح ہوں گے''۔
(صحیح مسلم، کتاب البر والصلة، باب: فضل احسان الی البنات، رقم: ۶۵۹۰/ ۲۶۳۱، ص ۱۲۹۵)

اللہ عزوجل کے لیے اچھی صفات کا معنی:

☆......یہاں ان لوگوں کا بیان ہے جو اللہ کے لئے بیٹیوں کو مانتے ہیں حالانکہ اپنے لیے پسند نہیں کرتے، پھر فرمایا کہ ان ہی کی بُری صفات ہیں یعنی یہ لوگ جاہل گمراہ ہیں۔ جاہل اس لیے کہ نہیں جانتے کہ اللہ کی اولاد نہیں ہوسکتی کیونکہ اولا د والد کی جنس سے ہوتی ہے۔ پس ہونا یہ چاہیے کہ اللہ کے لیے وہی صفات بیان کی جائیں جو مالک بحر و بر نے خود اپنے لیے بیان کیے۔

اغراض: ملکا وخلقا وعبیدا: یعنی جو کچھ آسمانوں اور زمینوں میں ہے سب اللہ کی مخلوق ہے، اللہ عزوجل ان میں جیسا چاہتا ہے تصرف کرتا ہے۔

والعامل فیہ معنی الظرف: جار و مجرور سے حاصل ہونے والے مفہوم کو قائم رکھنے کے لیے، یعنی اللہ عزوجل کا دین اس کے لیے ہمیشہ قائم رہنے کے لیے ہے، اور یہ بات ظاہر ہے کہ الدین ترکیب میں جار مجرور سے مل کر فاعل ہے، اگر الدین کو مبتدا موخر بنائیں اور جار مجرور کو خبر مقدم کریں تو مفسر کا قول نامناسب رہے گا کہ عامل ایک ہی ہے اور مبتدا خبر کا معمول نہیں ہوسکتا، پس اس صورت میں بہتر صورت یہی ہے کہ دائما کو کائن کی ضمیر سے حال بنائیں، تقدیر عبارت یوں ہوگی ''والدین ثابت لہ حال کونہ واصبا''۔

والاستفہام للانکار: یعنی تمہارے لیے اللہ کے سوا کسی سے ڈرنا جائز نہیں ہے، نہ تو اس کے سوا کسی سے ڈرو نہ ہی کسی اور کی عبادت کرو، پس حکم صرف اللہ ہی کا مانو، جیسا کہ اپنے رسول کی بات ماننا اور حقیقت میں یہی پرہیزگاری ہے۔

او موصولۃ: بمعنی الذی ہے، اور جار مجرور محذوف صلہ ما کے متعلق ہیں۔

عاقبۃ ذلک یعنی جہنم میں ہمیشہ رہنا۔ **من الحرث:** لما کا بیان ہے، مراد کھیتیاں ہیں۔

وھی الاصنام: لما کی تفسیر ہے، مشرکین بتوں کو خدا بناتے ہیں حالانکہ یہ بت نہ تو انہیں نفع دے سکتے ہیں اور نہ ہی نقصان پہنچا سکتے ہیں۔

وفیہ التفات عن الغیبۃ: یہ جملہ کافروں پر زجر و توبیخ میں زیادتی کرنے کے لیے ہے۔

بقولھم الملائکۃ بنات اللہ: یہاں پر وہ بنات مراد نہیں ہیں جو ان کی سُلبی بیٹیاں ہیں بلکہ یہاں تو وہ بنات مراد ہیں جو یہ کفار اللہ کی جانب منسوب کرتے ہیں یعنی فرشتے، جنہیں اللہ کی بیٹیاں بناتے ہیں، اس قول کے قائل بنو کنانہ اور خزاعہ تھے۔

بھذا المحل: مراد حقارت اور ذلت ہے۔ **فی خلقہ:** مراد کسی چیز کو اس کے محل میں رکھنا ہے۔

فی ملکہ: یعنی اللہ اپنی ملکیت میں غالب ہے، اسے کوئی چیز عاجز نہیں کرسکتی۔

(الصاوی، ج۳، ص ۲۷۳ وغیرہ)

رکوع نمبر: ۱۴

﴿وَلَوْ یُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِظُلْمِهِمْ﴾ بِالْمَعَاصِیْ ﴿مَّا تَرَكَ عَلَیْهَا﴾ اَیِ الْاَرْضِ ﴿مِنْ دَآبَّةٍ﴾ نَسَمَةٍ تَدِبُّ

عَلَيْهَا ﴿وَّلٰكِنْ يُّؤَخِّرُهُمْ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ۚ فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ (۶۱) ﴾ عَلَيْهِ ﴿وَيَجْعَلُوْنَ لِلّٰهِ مَا يَكْرَهُوْنَ ﴾ لِاَنْفُسِهِمْ مِنَ الْبَنَاتِ وَالشَّرِيْكِ فِى الرِّيَاسَةِ وَاِهَانَةِ الرُّسُلِ ﴿وَتَصِفُ ﴾ تَقُوْلُ ﴿اَلْسِنَتُهُمْ ﴾ مَعَ ذَالِكَ ﴿الْكَذِبَ ﴾ وَهُوَ ﴿اَنَّ لَهُمُ الْحُسْنٰى ؕ ﴾ عِنْدَ اللّٰهِ اَيِ الْجَنَّةَ كَقَوْلِهِ وَلَئِنْ رُّجِعْتُ اِلٰى رَبِّىْٓ اِنَّ لِىْ عِنْدَهٗ لَلْحُسْنٰى قَالَ تَعَالٰى ﴿لَا جَرَمَ ﴾ حَقًّا ﴿اَنَّ لَهُمُ النَّارَ وَاَنَّهُمْ مُّفْرَطُوْنَ (۶۲) ﴾ مُتْرَكُوْنَ فِيْهَا اَوْ مُقَدَّمُوْنَ اِلَيْهَا وَفِىْ قِرَاءَةٍ بِكَسْرِ الرَّاءِ مُتَجَاوِزُوْنَ ﴿تَاللّٰهِ لَقَدْ اَرْسَلْنَآ اِلٰٓى اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ ﴾ رُسُلًا ﴿ فَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ ﴾ السَّيِّئَةَ فَرَاَوْهَا حَسَنَةً فَكَذَّبُوا الرُّسُلَ ﴿ فَهُوَ وَلِيُّهُمُ ﴾ مُتَوَلِّىْ اُمُوْرِهِمْ ﴿الْيَوْمَ ﴾ اَىْ فِى الدُّنْيَا ﴿وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ (۶۳) ﴾ مُؤْلِمٌ فِى الْاٰخِرَةِ وَقِيْلَ الْمُرَادُ بِالْيَوْمِ يَوْمُ الْقِيٰمَةِ عَلٰى حِكَايَةِ الْحَالِ الْاٰتِيَةِ اَىْ لَا وَلِىَّ لَهُمْ غَيْرُهٗ وَهُوَ عَاجِزٌ عَنْ نَصْرِ نَفْسِهٖ فَكَيْفَ يَنْصُرُهُمْ ﴿وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ ﴾ يَامُحَمَّدُ ﴿ الْكِتٰبَ ﴾ الْقُرْاٰنَ ﴿اِلَّا لِتُبَيِّنَ لَهُمُ ﴾ لِلنَّاسِ ﴿الَّذِى اخْتَلَفُوْا فِيْهِ ۙ ﴾ مِنْ اَمْرِ الدِّيْنِ ﴿وَهُدًى ﴾ عَطْفٌ عَلٰى لِتُبَيِّنَ ﴿ وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ (۶۴) ﴾ بِهٖ ﴿وَاللّٰهُ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ ﴾ بِالنَّبَاتِ ﴿بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ ﴾ يُبْسِهَا ﴿اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ ﴾ الْمَذْكُوْرِ ﴿ لَاٰيَةً ﴾ دَالَّةً عَلَى الْبَعْثِ ﴿لِّقَوْمٍ يَّسْمَعُوْنَ (۶۵) ﴾ سِمَاعَ تَدَبُّرٍ.

﴿ترجمہ﴾

اور اگر اللہ لوگوں کو ان کے ظلم ......۱...... (نافرمانی) پر گرفت کرتا تو نہیں چھوڑتا (زمین میں) کوئی چلنے والا (یعنی جاندار) لیکن انہیں ایک ٹھرائے وعدے تک مہلت دیتا ہے پھر جب ان کا وعدہ آئے گا نہ پیچھے رہے (ان سے) ایک گھڑی اور نہ آگے بڑھیں (ان پر) اور اللہ کے لیے وہ ٹھراتے ہیں جو اپنے لیے ناگوار ہے (یعنی اپنے لیے بیٹیاں ناپسند کرتے ہیں اور ریاست میں شریک اور رسولوں کی توہین ہے) اور بیان کرتی ہیں (تصف بمعنی تقول ہے) ان کی زبانیں (یعنی مذکورہ باتیں) جھوٹ (اور وہ یہ ہے کہ) ان کے لیے بھلائی ہے (اللہ کے پاس یعنی جنت، اللہ کے اس فرمان کے تحت کہ ولئن رجعت الی ربی وان لی عندہ للحسنی، اللہ ﷻ فرماتا ہے) کوئی شک نہیں (یہ سچ ہے کہ) ان کے لیے آگ ہے اور وہ حد سے گزارے ہوئے ہیں (جہنم میں جھونکے جانے والے، یا سب سے پہلے جہنم میں داخل کیے جانے والے اور ایک قرائت میں مفرطون راء کی کسرہ کے ساتھ ہے یعنی حد سے تجاوز کرنے والے ہیں) خدا کی قسم ہم نے تم سے پہلے کتنی امتوں کی طرف (رسول) بھیجے تو شیطان نے ان کے کرتوت ان کی آنکھوں کے سامنے بھلے کر دکھائے ......۲...... (یعنی انہیں ان کے بُرے اعمال اچھے کر دکھائے تو انہوں نے رسولوں کو جھٹلایا) آج (یعنی دنیا میں)۔

اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے (الیم بمعنی مولم ہے، آخرت میں، ایک قول حال کی حکایت کرتے ہوئے قیامت کے دن کا عذاب مراد ہے، اس دن ان کا کوئی حمایتی نہ ہوگا اور خود اپنی ذات کو بچانے سے عاجز ہونگے پھر دوسروں کی مدد کیسے کر سکیں گے؟)

اور ہم نے تم پر (اے محمد ﷺ!) نازل نہیں کی کتاب (قرآن مجید) مگر (لوگوں کو) بیان کرنے کے لئے جو (دینی معاملات) میں اختلاف کرتے ہیں اور ھدایت (ھدی کا عطف لتبین پر ہے) اور رحمت ایمان والوں کے لئے (اس کے سبب) اور اللہ نے آسمان سے پانی اتارا تو اس سے زمین (نباتات) پیدا کیے مردہ (خشک) ہونے کے بعد، بیشک اس میں (مذکورہ حکم میں) نشانی ہے (بعث بعد الموت پر) سننے والی قوم کے لئے (جو قبولیت کے کانوں سے) سنتی ہے۔

﴿ترکیب﴾

﴿ولو یؤاخذ اللہ الناس بظلمھم ما ترک علیھا من دابۃ﴾.

و : عاطفہ، لو : شرطیہ، یواخذ اللہ الناس بظلمھم : فعل بافاعل ومفعول وظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ شرط ، ما ترک : فعل نفی بافاعل، علیھا : ظرف مستقر حال مقدم، من : زائدہ، دابۃ : ذوالحال ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ جواب شرط، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿ولکن یؤخرھم الی اجل مسمی فاذا جاء اجلھم لا یستاخرون ساعۃ ولا یستقدمون﴾.

و : عاطفہ، لکن : استدارک، یؤخرھم : فعل بافاعل ومفعول، الی اجل مسمی : ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ، ف : مستانفہ، اذا : ظرفیہ متضمن معنیٰ شرط مفعول خبر مقدم، جاء اجلھم : فعل بافاعل، ملکر جملہ فعلیہ شرط، لا یستاخرون ساعۃ : فعل بافاعل وظرف ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، ولا یستقدمون : جملہ فعلیہ معطوف، ملکر جزاء، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿ویجعلون للہ ما یکرھون وتصف السنتھم الکذب ان لھم الحسنی﴾.

و : عاطفہ : یجعلون للہ : فعل بافاعل وظرف لغو، ما یکرھون : مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، و : عاطفہ : تصف السنتھم : فعل بافاعل، الکذب : مبدل منہ، ان لھم الحسنیٰ : جملہ اسمیہ بدل، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿لاجرم ان لھم النار وانھم مفرطون﴾.

لاجرم : بمعنی "ثبت" فعل، ان : حرف مشبہ، لھم : ظرف مستقر خبر مقدم، النار : اسم، ملکر جملہ اسمیہ معطوف علیہ، و : عاطفہ، انھم : حرف مشبہ واسم، مفرطون : خبر، ملکر جملہ اسمیہ معطوف، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿تاللہ لقد ارسلنا الی امم من قبلک﴾.

ت : قسمیہ جار، اللہ : اسم جلالت مجرور، ملکر ظرف مستقر "اقسم" فعل محذوف کے لیے، ملکر جملہ قسمیہ انشائیہ، لام : تاکیدیہ، قد : تحقیقیہ، ارسلنا : فعل بافاعل، الی : جار، امم : موصوف، من قبلک ظرف مستقر صفت، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ جواب قسم، ملکر جملہ قسمیہ۔

﴿فزین لھم الشیطن اعمالھم فھو ولیھم الیوم ولھم عذاب الیم﴾.

ف : عاطفہ، زین لھم الشیطن اعمالھم : فعل وظرف لغو وفاعل ومفعول، ملکر جملہ فعلیہ، ف : عاطفہ، ھو : مبتداء، ولیھم : مرکب اضافی ذوالحال، الیوم : ظرف مستقر حال ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ، و : عاطفہ، لھم : ظرف مستقر خبر مقدم، عذاب الیم : مبتدا مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿وما انزلنا علیک الکتب الا لتبین لھم الذی اختلفوا فیہ وھدی ورحمۃ لقوم یومنون﴾.

و : عاطفہ، ما : نافیہ، انزلنا : فعل بافاعل، علیک : ظرف لغو، الکتب : مفعول، الا : حصر، لام : جار، تبین لھم : فعل بافاعل وظرف لغو، الذی اختلفوا فیہ : موصول صلہ ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و : عاطفہ، ھدی ورحمۃ : معطوف علیہ و معطوف، ملکر موصول، لام : جار، قوم : موصوف، یومنون : جملہ فعلیہ صفت، ملکر مجرور، ملکر ظرف مستقر صفت، ملکر معطوف، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ما انزل اپنے متعلقات سے ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿واللہ انزل من السماء ماء فاحیا بہ الارض بعد موتھا﴾.

و: مستانفہ، اللّٰہ: مبتدا، انزل من السماء ماء: فعل بافاعل وظرف لغو مفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، ف: عاطفہ، احیاء به: فعل بافاعل وظرف لغو، الارض: ذوالحال، بعد موتها: ظرف مستقر حال، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ان فی ذلک لاية لقوم يسمعون﴾۔

ان: حرف مشبہ، فی ذلک ظرف مستقر خبر مقدم، لام: تاکیدیہ، اية: موصوف، لام: جار، قوم يسمعون: جملہ فعلیہ صفت، ملکر مجرور، ملکر ظرف مستقر صفت، ملکر مبتدا مؤخر، ان اپنے اسم وخبر سے ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

ظلم کی تعریف، ظالمین پر عذاب کا بیان:

۱......شیخ جرجانی فرماتے ہیں: ''کسی چیز کو اس کے غیر محل میں رکھنا ظلم ہے، شرعی لحاظ سے ظلم یہ ہے کہ حق سے باطل کی جانب تجاوز کرنا، ایک قول یہ بھی ہے کہ غیر کی ملکیت میں تصرف کرنا ظلم کہلاتا ہے یا حد سے بڑھ جانا''۔ (التعريفات، باب الظاء، ص ۱٤۷)

لوگوں کا ظلم اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ زمین پر موجود سارے جانداروں کو ھلاک و برباد کردیا جائے لیکن ایسا نہیں ہوتا، اس کی کئی وجوہات ہیں: (۱)......آیت مبارکہ کا مفہوم یہ ہے کہ اگر اللہ لوگوں کے کفر اور معصیت کی وجہ سے ان پر گرفت فرماتا تو ان کو فورا ہلاک کردیتا اور پھر ان کی نسل وجود میں نہ آتی اور یہ بات بدیہی ہے کہ ہر شخص کے آباؤاجداد میں ایسے لوگ ضرور ہونگے جو عذاب کے مستحق ہوں اور جب انہیں ہلاک کردیا جاتا تو ان کی نسل کیسے آگے بڑھتی اور اس سے یہ لازم آتا کہ دنیا میں کوئی آدمی بھی نہ ہوتا اور جب دنیا میں انسان نہ ہوتے تو پھر جانور بھی نہ ہوتے، کیونکہ جانوروں کو انسانوں کے فائدے کے لیے پیدا کیا گیا ہے۔ (۲)......جب لوگ کفر ومعصیت کرتے تو اللہ سب انسانوں اور جانوروں کو ہلاک کردیتا اور ظالموں کے حق میں یہ ہلاکت عذاب ہوتی اور غیر ظالموں کے حق میں یہ ہلاکت امتحان ہوتی اور ان کو اس پر آخرت میں اجر ملتا۔ (۳)......احادیث سے ثابت ہے کہ بعض اوقات اللہ لوگوں کو بالعموم ہلاک کردے گا اور ان میں صالحین بھی ہونگے اور فاسقین بھی، جیسا ہے حضرت عمر بیان کرتے ہیں کہ سید عالم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''جب اللہ کسی قوم کو عذاب دیتا ہے تو جو لوگ بھی اس قوم میں ہوں ان سب کو عذاب پہنچتا ہے، پھر ان سے کا ان سب کے اعمال کے حساب سے حشر کیا جائے گا۔ (صحيح البخاری، کتاب الفتن، باب: اذا انزل الله بقوم عذابا، رقم: ۷۱۰۸، ص ۱۲۲٤)(ملخص از الرازی، ج ۷، ص ۲۲۸)

امام ابو یوسف فرماتے ہیں: رُؤْيَةُ وَجْهِ الظَّالِمِ تُسَوِّدُ الْقُلُوْب ظالم کا چہرہ دیکھنا دل کو کالا کرتا ہے'' (سبع سنابل، ص ۹۵)

اعمال کی تزیین وآرائش شیطان کی طرف سے ہے:

۲......علامہ محمد آفندی اپنی مایہ ناز کتاب ''الحديقة الندية'' میں فرماتے ہیں: وان الشيطان للانسان عدو مبين يصد عنه صدا باقصى جهدا انما يدعو حزبه ليكونوا من اصحاب السعير فخذوا حذركم واتخذوه عدوا فانه كلب منير لغاية بغيته سلب الايمان والخلود الدائم في النيران ثم الفسق به الا عند الياس من غيره نعوذ بالله ثم نعوذ بالله من شره یعنی بیشک شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے وہ اپنی انتہائی کوشش سے بندے کو اُخروی کامیابی سے روکتا ہے۔ وہ اپنے پیروکاروں کو اس لئے اپنی طرف بلاتا ہے تاکہ وہ جہنمی ہو جائیں، لہذا تم ہوشیار رہو اور اسے اپنا دشمن ہی رکھو کیونکہ وہ ہلاک کرنے والا کتا ہے۔ اس کی سب سے بڑی چاہت یہ ہے کہ بندے کا ایمان چھن جائے اور وہ ہمیشہ کے لئے جہنم کا ایندھن بن جائے یا پھر وہ ظاہری فسق اور اپنی جان پر ظلم

(یعنی نافرمانی) کرنے والا ہو جائے اور شیطان کی ادنی چاہت یہ ہے کہ (اگر بندہ سلب ایمان اور ظاہری نافرمانی سے بچ بھی جائے تو) وہ بھلائی کے کاموں سے رک جائے اور بلند مراتب اور علمی درجات حاصل نہ کرے اور شیطان ان آخری دو باتوں کی طرف اسی وقت آتا ہے جب سلب ایمان اور ظاہری فسق میں مبتلا کرنے سے مایوس ہو جائے اور ہم اس کے شر سے بار بار اللہ کی پناہ طلب کرتے ہیں۔

﴿واذ زين لهم الشيطان اعمالهم وقال لا غالب لكم اليوم من الناس وانى جار لكم﴾ یعنی اور جب کہ شیطان نے ان کی نگاہوں میں ان کے کام بھلے کر دکھائے اور بولا آج تم پر کوئی شخص غالب آنے والا نہیں اور تم میری پناہ میں ہو (الانفال: ۴۸)۔ علامہ بیضاوی اس آیت کے تحت فرماتے ہیں: ''اس سے مراد شیطان نے ان (کفار) کی نگاہ میں ان کی رسول سے دشمنی وغیرہ اعمال کو اچھا کر کے دکھایا اور انہیں اس طرح کے وسوسے میں ڈالا وقال لا غالب لكم اليوم من الناس وانى جار لكم یعنی اس نے کفار کے دلوں میں مذکورہ بات ڈال اور یہ بھی کہ اپنے جن افعال کو وہ عبادت سمجھتے ہیں ان میں شیطان کی پیروی ان کو بچانے والی ہے یہاں تک کہ انہوں نے یہ دعا مانگی: اے پروردگار! دونوں گروہوں مین سے ایک گروہ اور دونوں دینوں میں سے افضل دین والوں کی مدد فرما''۔ (البیضاوی، ج۲، ص ۲۵)۔

اغراض: والشريك في الرياسة: مراد بت ہیں، انہیں اللہ کی الوہیت میں شریک بنالیا۔

واهانة الرسل: جیسا کہ انہوں نے سید عالم ﷺ کی اہانت کی، اپنے لیے بیٹیوں کو ناپسند فرماتے اور اللہ کے لیے اس کی سلطنت میں شریک بناتے اور رسولوں کی تذلیل کرتے، اپنے لئے جو ناپسند کرتے اللہ کے لیے وہی منسوب کرتے جیسا کہ بیٹیاں، اور اللہ کی خدائی میں دوسروں کو شریک کرتے۔

قال تعالى: اللہ ﷻ کا فرمان ﴿لا جرم ان الله يعلم ...... الخ (النحل: ۲۳)﴾ کافروں کے قول کے رد بلیغ اور زجر کرنے کے لیے ہے۔

او مقدمون اليها: یعنی دوسروں کے مقابلے میں پہلے ہی مذکورہ اوصاف کے حاملین کفار جہنم میں جائیں گے۔

اى لا ولى لهم: یعنی اللہ ان کا مددگار و مستعان نہ ہوگا۔ **من امر الدين:** مراد توحید، عبادات و معاملات وغیرہ کے احکامات ہیں۔

دالة على البعث: یعنی اللہ اس بات پر قادر ہے کہ زمین کو خشک ہو جانے کے بعد پانی کے ذریعے دوبارہ زندہ کر دے، اس بات پر بھی قادر ہے کہ انسان کو مر جانے کے بعد دوبارہ زندہ کر کے کھڑا کر دے۔

سماع تدبر: مراد دلوں کا سماع (سُننا) ہے، نہ کہ کانوں کا سماع۔ (الصاوی، ج۳، ص ۲۷۵ وغیرہ)

رکوع نمبر: ۱۵

﴿وَاِنَّ لَكُمْ فِى الْاَنْعَامِ لَعِبْرَةً ؕ﴾ اِعْتِبَارًا ﴿نُسْقِيْكُمْ﴾ بَيَانٌ لِّلْعِبْرَةِ ﴿مِّمَّا فِى بُطُوْنِهٖ﴾ اَىِ الْاَنْعَامِ ﴿مِنْ﴾ لِلْاِبْتِدَاءِ مُتَعَلِّقَةٌ بِنُسْقِيْكُمْ ﴿بَيْنِ فَرْثٍ﴾ ثِقْلُ الْكَرِشِ ﴿وَّدَمٍ لَّبَنًا خَالِصًا﴾ لَا يَشُوْبُهٗ شَيْءٌ مِّنَ الْفَرْثِ وَالدَّمِ مِنْ طَعْمٍ اَوْ لَوْنٍ اَوْ رِيْحٍ وَهُوَ بَيْنَهُمَا ﴿سَآئِغًا لِّلشّٰرِبِيْنَ (۶۶)﴾ سَهْلَ الْمُرُوْرِ فِى حَلْقِهِمْ لَا يَغُصُّ بِهٖ ﴿وَمِنْ ثَمَرٰتِ النَّخِيْلِ وَالْاَعْنَابِ﴾ ثَمَرٌ ﴿تَتَّخِذُوْنَ مِنْهُ سَكَرًا﴾ خَمْرًا تُسْكِرُ سُمِّيَتْ بِالْمَصْدَرِ وَهٰذَا قَبْلَ تَحْرِيْمِهَا ﴿وَّرِزْقًا حَسَنًا ؕ﴾ كَالتَّمْرِ وَالزَّبِيْبِ وَالْخَلِّ وَالدِّبْسِ ﴿اِنَّ فِى ذٰلِكَ﴾ الْمَذْكُوْرِ ﴿لَاٰيَةً﴾ عَلٰى

قُدْرَتِهٖ ﴿لِقَوْمٍ يَعْقِلُوْنَ (۶۷)﴾ يَتَدَبَّرُوْنَ ﴿وَاَوْحٰى رَبُّكَ اِلَى النَّحْلِ﴾ وَحْيَ اِلْهَامٍ ﴿اَنِ﴾ مُفَسِّرَةٌ اَوْمَصْدَرِيَّةٌ ﴿اتَّخِذِىْ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا﴾ تَاْوِىْ اِلَيْهَا ﴿وَمِنَ الشَّجَرِ﴾ بُيُوْتًا ﴿وَمِمَّا يَعْرِشُوْنَ (۶۸)﴾ اَىِ النَّاسِ يَبْنُوْنَ لَكِ مِنَ الْاَمَاكِنِ وَاِلَّا لَمْ تَاْوِ اِلَيْهَا ﴿ثُمَّ كُلِىْ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ فَاسْلُكِىْ﴾ اُدْخُلِىْ ﴿سُبُلَ رَبِّكِ﴾ طُرُقَهٗ فِىْ طَلَبِ الْمَرْعٰى ﴿ذُلُلًا ط﴾ جَمْعُ ذَلُوْلٍ حَالٌ مِنَ السُّبُلِ اَىْ مُسَخَّرَةٌ لَكِ فَلَا تَعْسِرُ عَلَيْكِ فَاِنْ تَوَعَّرَتْ وَلَا تَضِلِّىْ عَنِ الْعَوْدِ مِنْهَا وَاِنْ بَعُدَتْ وَقِيْلَ حَالٌ مِنَ الضَّمِيْرِ فِىْ اُسْلُكِىْ اَىْ مُنْقَادَةً لِمَا يُرَادُ مِنْكِ ﴿يَخْرُجُ مِنْ بُطُوْنِهَا شَرَابٌ﴾ هُوَ الْعَسَلُ ﴿مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ فِيْهِ شِفَآءٌ لِّلنَّاسِ ط﴾ مِنَ الْاَوْجَاعِ قِيْلَ لِبَعْضِهَا كَمَا دَلَّ عَلَيْهِ تَنْكِيْرُ شِفَاءٍ اَوْلِكُلِّهَا بِضَمِيْمَةٍ اِلٰى غَيْرِهٖ اَقُوْلُ وَبِدُوْنِهَا بِنِيَّةٍ وَقَدْ اَمَرَ بِهٖ ﷺ مَنِ اسْتَطْلَقَ بَطْنُهٗ رَوَاهُ الشَّيْخَانِ ﴿اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ (۶۹)﴾ فِىْ صُنْعِهٖ تَعَالٰى ﴿وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ﴾ وَلَمْ تَكُوْنُوْا شَيْئًا ﴿ثُمَّ يَتَوَفّٰكُمْ لا قف﴾ عِنْدَ اِنْقِضَاءِ آجَالِكُمْ ﴿وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرَدُّ اِلٰى اَرْذَلِ الْعُمُرِ﴾ اَىْ اَخَسِّهٖ مِنَ الْهَرَمِ وَالْخَرَفِ ﴿لِكَىْ لَا يَعْلَمَ بَعْدَ عِلْمٍ شَيْئًا ط﴾ قَالَ عِكْرِمَةُ مَنْ قَرَءَ الْقُرْاٰنَ لَمْ يَصِرْ بِهٰذِهِ الْحَالَةِ ﴿اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ﴾ بِتَدْبِيْرِ خَلْقِهٖ ﴿قَدِيْرٌ (۷۰)﴾ عَلٰى مَا يُرِيْدُهٗ.

﴿ترجمہ﴾

اور بیشک تمہارے لیے چوپایوں میں نگاہ حاصل کرنے (یعنی غور کرنے) کی جگہ ہے ہم تمہیں پلاتے ہیں (نگاہ حاصل ہونے کا بیان ہے) اس چیز میں سے جو ان (جانوروں) کے پیٹ میں ہے (من ابتدائیہ ہے اور اس کا تعلق نسقیکم کے ساتھ ہے) گوبر (او جھری کی غلاظت) اور خون کے بیچ میں سے خالص (جس کے ذائقہ میں گوبر وخون کا شائبہ تک نہ ہو اور نہ ہی بو ورنگت پائی جائے) سہل اترتا پینے والوں کے لیے......۱......(یعنی گلے سے آسانی سے اترتا ہے، پینے میں تنگی نہ کرے) اور کھجور وانگور کے پھل میں سے (ثمرت جمع ہے ثمر کی) کہ اس سے نبیذ بناتے ہو......۲......(یعنی نشہ آور شراب، سکر مصدر بمعنی شراب کے ہے اور یہ نزول تحریم سے پہلے ہوتا تھا) اور اچھا رزق (کھجور، خشک انگور، سرکہ اور کھجور کا شیرہ) بیشک اس میں (مذکورہ باتوں میں) نشانی ہے (اللہ ﷻ کی قدرت پر) عقل والوں کے لیے (جو تدبر کرتے ہیں) اور تمہارے رب نے شہد کی مکھی......۳......کو وحی (الہام) کیا کہ (ان مفسرہ یا مصدریہ ہے) کہ پہاڑوں میں گھر بنا (اس میں ٹھکانہ کرنے کے لیے) اور درختوں (میں گھر) اور چھتوں میں (یعنی لوگ مکھیوں کے لیے چھتے بناتے ہیں اور بغیر الہام کے ایسا نہ ہوتا) پھر ہر قسم کے پھلوں میں سے کھا اور راہیں طے کر (اسلکی بمعنی ادخلی ہے) اپنے رب کی (یعنی اپنی غذا کی تلاش کر، الہام کے مطابق) جو تیرے لیے آسان اور نرم ہیں (ذلل جمع ہے ذلول کی، سبل سے حال واقع ہو رہا ہے یعنی تیرے لیے مسخر ہیں اور اس میں کوئی دشواری نہیں ہے اور اگر دشواری ہوتی تو واپس لوٹ کر نہ آسکتی اگرچہ کتنے ہی دور سہی اور ایک قول یہ ہے کہ ذللا، اسلکی کی ضمیر سے حال ہے یعنی جو تیرے لیے الہام کیا گیا ہے تو وہی کرتی رہ) اس کے پیٹ سے ایک پینے کی چیز (شہد) رنگ برنگ نکلتی ہے جس میں لوگوں کی تندرستی ہے......۴......(یعنی امراض سے نجات ہے، جب کہ بعض کے نزدیک کچھ

امراض سے نجات حاصل ہوتی ہے جس پر لفظ شفاء کا نکرہ ہونا دلالت کرتا ہے یا کل امراض سے نجات حاصل ہوتی ہے چہ جائے کہ موسم سرما کے امراض ہوں یا گرما کے اور اس کے ساتھ کوئی اور چیز نہ ہی ملائی جائے، مولانا جلال الدین سیوطی شافعی فرماتے ہیں کہ شفاء جازمہ کی نیت سے بھی شہد استعمال کیا جاسکتا ہے، سید عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا شیخین کی روایت ہے کہ ایک شخص نے حضور پرنور ﷺ کی بارگاہ میں پیٹ کے درد کی شکایت کی تو اسے شہد پینے کا حکم ارشاد فرمایا) بیشک اس میں نشانی ہے دھیان کرنے والوں کے لیے (جو اللہ ﷻ کی صنعت میں دھیان کرتے ہیں) اور اللہ نے تمہیں پیدا کیا (جب تمہارا کچھ وجود نہ تھا) پھر تمہاری جان قبض کرے گا (تمہاری اجـــل کے وقت) اور تم میں سے کوئی سب سے ناقص عمر کی جانب پھیرا جاتا ہے (بڑھاپے اور عقل کے شدید خراب کرنے والے بڑھاپے کی طرف) تاکہ جاننے کے بعد بھی کچھ نہ جانے......۵......(عکرمہ کا قول ہے کہ جو قرآن پڑھے وہ اس شدید بڑھاپے کی حالت کو نہ پہنچے گا) بیشک اللہ جانتا ہے (اپنے خلق کی تدبیر) اور سب کچھ کرسکتا ہے (جو وہ چاہے)۔

﴿ترکیب﴾

﴿وان لکم فی الانعام لعبرة نسقیکم مما فی بطونه من بین فرث ودم لبنا خالصا سائغا للشربین﴾۔

و: عاطفہ، ان: حروف مشبہ، لکم: ظرف مستقر خبر مقدم، فی الانعام: ظرف مستقر حال مقدم، لام: تاکیدیہ، عبرة: ذوالحال ملکر اسم مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ، نسقیکم: فعل بافاعل ومفعول، من: جار، ما فی بطونه: موصول صلہ ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، من بین فرث ودم: ظرف مستقر حال مقدم، لبنا: موصوف، خالصا: صفت اول، سائغا للشربین: شبہ جملہ صفت ثانی، ملکر ذوالحال، ملکر مفعول ثانی، نسقی فعل اپنے متعلقات سے ملکر جملہ فعلیہ، مبتدا محذوف "ھی" کے لیے خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ومن ثمرت النخیل والاعناب تتخذون منه سکرا ورزقا حسنا﴾۔

و: عاطفہ، من ثمرت النخیل والاعناب: ظرف مستقر خبر مقدم "ثمر" موصوف محذوف، تتخذون منه: فعل بافاعل وظرف لغو، سکرا ورزقا حسنا: معطوف علیہ، معطوف ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ صفت، ملکر مبتدا مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ان فی ذلک لایة لقوم یعقلون﴾۔

ان: حرف مشبہ، فی ذلک: ظرف مستقر خبر مقدم، لام: تاکیدیہ، ایة: موصوف، لقوم یعقلون: ظرف مستقر صفت، ملکر اسم مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿واوحی ربک الی النحل ان اتخذی من الجبال بیوتا ومن الشجر ومما یعرشون﴾۔

و: مستانفہ، اوحی ربک: فعل بافاعل، الی النحل: ظرف لغو، ان: مفسرہ، اتخذی: فعل بافاعل، من الجبال: معطوف علیہ، ومن الشجر: معطوف اول، ومما یعرشون: معطوف ثانی، ملکر ظرف لغو، بیوتا: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، ان مفسرہ سے ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ثم کلی من کل الثمرات فاسلکی سبل ربک ذللا﴾۔

ثم: عاطفہ، کلی: فعل بافاعل، من کل الثمرات: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، ف: عاطفہ، اسلکی: فعل بافاعل، سبل ربک ذوالحال، ذللا: حال، ملکر مفعول، ملکر جملہ معطوف، ملکر جملہ معطوفہ۔

﴿یخرج من بطونها شراب مختلف الوانه فیه شفاء للناس ان فی ذلک لایة لقوم یتفکرون﴾۔

یخرج من بطونها : فعل باظرف لغو، شراب : موصوف، مختلف الوانه : شبہ جملہ صفت اول، فیه: خبر مقدم، شفاء للناس: مبتدا مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ صفت ثانی، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ، ان :حرف مشبہ، فی ذلک :ظرف مستقر خبر مقدم، لاٰیة لقوم یتفکرون : اسم مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿والله خلقکم ثم یتوفکم ومنکم من یرد الی ارذل العمر لکی لا یعلم بعد علم شیئا﴾۔

و: مستانفہ، الله : مبتدا، خلقکم : جملہ فعلیہ معطوف علیہ، ثم یتوفکم : جملہ فعلیہ معطوف، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ ، و : عاطفہ، منکم : ظرف مستقر خبر مقدم، من : موصولہ، یرد : فعل با ضمیر نائب الفاعل، الی ارزل العمر : ظرف لغو، لام: جار، کی: مصدریہ، یعلم : فعل با فاعل، بعد علم : ظروف، شیئا :مفعول، ملکر جملہ فعلیہ بتاویل مصدر مجرور، ملکر ظرف لغو ثانی، ملکر جملہ فعلیہ صلہ، ملکر مبتداء مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ معطوف علی محذوف " منکم من یبقی محتفظا بقوة جسمه وعلقه"۔

﴿ان الله علیم قدیر﴾

ان الله : حرف مشبہ واسم، علیم : خبر اول، قدیر : خبر ثانی، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

غلاظت اور خون کی موجودگی میں صاف دودھ پیدا کرنا:

۱ ...... اس مقام پر ایک اعتراض وارد ہوتا ہے کہ خون اور دودھ اوجھڑی میں یقیناً پیدا نہیں ہوتا، جب جانور کو ذبح کیا جاتا ہے تو اوجھڑی الگ کر دی جاتی ہے اور اس میں نہ تو خون ہوتا ہے نہ ہی دودھ، پھر اس طرح کے استدلال کا کیا فائدہ؟ صحیح بات یہ ہے کہ جب کوئی جان دار غذا کھاتا ہے تو اگر وہ جاندار انسان ہو تو غذا اس کے معدے میں پہنچ جاتی ہے اور اگر مویشی ہو تو اوجھڑی میں پہنچ جاتی ہے، مویشیوں میں سے بھی جب مادہ مویشی غذا کھائے تو وہ غذا یا چارہ اوجھڑی میں پہنچ کر پک جاتا ہے اور ہضم اول حاصل ہوتا ہے، پس صاف جو ہر جگر جذب کر لیتا ہے اور کثیف اجزاء انتڑیوں میں اتر جاتے ہیں اور یہی صاف جو ہر جو جگر میں پہنچا مزید پکنے کے عمل کو طے کر کے خون بنتا ہے اور یہ ہضم ثانی ہے اور یہ خون صفراء وسوداء سے مخلوط ہوتا ہے اور اس میں پانی کے اجزاء بھی ہوتے ہیں، اب صفراء تلی کی طرف چلا جاتا ہے اور پانی گردوں کی طرف چلا جاتا ہے اور گردوں سے مثانے کی جانب اور خون رگوں میں چلا جاتا ہے اور یہ وہ رگیں ہیں جو جگر میں پیدا ہوتی ہیں اور یہاں ہضم ثالث حاصل ہوتا ہے، اب جگر اور تھنوں کے مابین باریک باریک رگیں ہیں، جگر سے خون ان رگوں میں آتا ہے اور رگوں سے تھنوں میں اترتا ہے، ان تھنوں میں سفید رنگ کے نرم ونازک غدود ہوتے ہیں جو کہ اللہ کی قدرت سے دودھ میں منتقل ہوتے ہیں یعنی یہی خون اپنی سرخی چھوڑ کر دودھ کی رنگت و ذائقہ اختیار کر لیتا ہے۔

اگر یہ کہا جائے کہ مذکر کے بطن میں دودھ کیوں نہیں پیدا ہوتا؟ مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ ہر حیوان کا ایک مزاج ہے، نر حیوان کا مزاج گرم وخشک ہوتا ہے جب کہ مادہ کا مزاج سرد ترین ہوتا ہے۔ چونکہ مونث کے بطن میں بچہ رہتا ہے اس لیے مونث کے بطن کو زیادہ رطوبات والا رکھنا ضروری ہے۔ اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ بچہ رطوبتوں سے پیدا ہوتا ہے اس لیے ضروری ہے کہ مادہ کے جسم میں

زیادہ رطوبتیں ہوں، ایک وجہ یہ ہے کہ بچہ بتدریج بڑا ہوتا ہے لہٰذا ضرورت اس امر کی ہے کہ مادہ کے جسم میں بڑھنے کی صلاحیت ہو۔ پس واضح ہے کہ مادہ اور اس کے پیٹ میں موجود بچے کے بڑھنے کے ساتھ ساتھ رطوبتیں ماں کے پستانوں اور تھنوں میں پہنچ جاتی ہیں تاکہ وہ اس نومولود بچہ کی غذا کا مادہ بن جائیں، پس یہ فرق مذکر ومونث میں اللہ نے رکھا ہے۔ (الرازی، ج۷، ص ۲۳۲ وغیرہ)

کھجور اور انگور کا ناجائز استعمال :

۲...... اللہ نے طرح طرح سے کائنات کو سجا کر ہمارے لئے بے شمار منفعتیں پیدا کر دی ہیں، بس ہونا یہی چاہیے کہ ہر چیز جو استعمال کی جارہی ہے شرعی نقطہ نگاہ سے اس کی حلت وحرمت دیکھ لی جائے، مبادا ناجائز طریقے سے حاصل ہونے والی جائز حاجت کو پورا کرنا بھی ناجائز ہو جاتا ہے۔ کھجور وانگور جیسے پھل کھانا جائز ہے لیکن فقہائے کرام فرماتے ہیں کہ کھجوروں یا انگوروں کو پانی میں ڈال دیا جائے تو اس پانی کو نبیذ کہتے ہیں پھر اس کو ہلکا سا جوش دیا جائے تو یہ نبیذ حلال ہے، اور اگر اس کو جوش نہ دیا جائے اور وہ مشروب پڑے پڑے جھاگ چھوڑ دے تو پھر نشہ آور ہو جاتا ہے اور یہ نبیذ حرام ہے۔ (الدر المختار مع ردالمحتار، کتاب الاشربۃ، ج ۱۰، ص ۲۷)

ائمہ ثلاثہ کے نزدیک ہر نشہ آور مشروب خمر ہے اور ہر نشہ آور مشروب کا وہی حکم ہے جو خمر کا ہے یعنی وہ حرام ہے، علامہ قدامہ حنبلی فرماتے ہیں کہ ہر نشہ آور مشروب حرام ہے خواہ قلیل ہو یا کثیر، اور وہ خمر ہے اور انگور کا شیرہ کی تحریم کا جو حکم ہے وہی اس کا حکم ہے، اور اس کے پینے پر حد لگانا واجب ہے (مراد اسی کوڑے ہیں)، حضرت عمر، علی، ابن مسعود، ابن عمر، ابوہریرہ، سعد بن ابی وقاص، ابی بن کعب، انس اور عائشہ رضی اللہ عنہم کا یہی مذہب ہے فقہائے تابعین وتبع تابعین میں سے طاؤس، مجاہد، قاسم، قتادہ، عمر بن عبدالعزیز، مالک، شافعی، ابوثور ابوعبید اور اسحاق رحمہم اللہ کا یہی مذہب ہے۔ ہماری دلیل یہ ہے کہ ابن عمر بیان کرتے ہیں کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''ہر نشہ آور مشروب خمر ہے اور ہر خمر حرام ہے۔ (سنن ابو داؤد، کتاب الاشربۃ، باب النہی عن المنکر، رقم: ۳۶۸۰، ۶۹۱)

☆...... حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس مشروب کی کثیر مقدار نشہ آور ہو اس کی قلیل مقدار بھی حرام ہے''۔ (المرجع السابق، رقم: ۳۶۸۱)

☆...... حضرت عائشہ بیان کرتی ہیں کہ سید عالم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''ہر نشہ آور حرام ہے اور جو مشروب فرق (بارہ کلو) کی مقدار میں نشہ آور ہو اس سے ایک چلو پینا بھی حرام ہے۔ (سنن الترمذی، کتاب الاشربۃ، باب: ما اسکر کثیرہ فقلیلہ، رقم: ۱۸۷۳، ص ۵۵۸)

حضرت عمر نے فرمایا: ''خمر کی تحریم نازل ہوئی اور یہ انگور، چھوہارے، شہد، گندم، اور جو سے بنتی ہے اور خمر اس چیز کو کہتے ہیں جو عقل ڈھانپ لے (صحیح البخاری، کتاب الاشربۃ، با قول اللہ تعالیٰ، رقم: ۵۵۸۱، ص ۹۹۰)، نیز اس لئے کہ نشہ آور مشروب انگور کے شیرے کے مشابہ ہے اور امام احمد نے کہا نشہ آور مشروب پینے کی رخصت میں کوئی حدیث صحیح نہیں ہے۔ (المغنی، ج۳، ص ۱۳۶)

علامہ کاسانی حنفی لکھتے ہیں: انگور کے کچے شیرہ میں جب جوش پیدا ہو جائے اور گاڑھا ہو جائے اور اس میں جھاگ دینے لگے تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک خمر ہے، امام ابو یوسف اور امام محمد کے نزدیک جب انگور کے کچے شیرے میں جوش آجائے اور وہ گاڑھا ہو جائے تو وہ خمر ہے خواہ اس میں جھاگ پیدا ہوں یا نہ ہوں۔ (البدائع الصنائع، کتاب الاشربۃ، ج۵، ص ۱۷۰)

امام اعظم اور امام ابو یوسف کے نزدیک خمر کے علاوہ جس مشروب کی کثیر مقدار نشہ آور ہو اس کی قلیل مقدار پینا جائز ہے، اور

امام محمد اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک اس کی قلیل مقدار پینا ناجائز ہے، ان کی دلیل یہ حدیث ہے، حضرت عائشہ فرماتی ہیں سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''جس کی کثیر مقدار نشہ دے اس کی قلیل مقدار بھی حرام ہے'' (سنن الترمذی، کتاب الاشربۃ، باب: ما اسکر کثیرہ، رقم: ۱۸۷۲، ص ۵۵۸)

علامہ کاسانی اس حدیث کا جواب یہ دیتے ہیں کہ یحییٰ بن معین نے اس حدیث کو رد کر دیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث نبی پاک ﷺ سے ثابت نہیں ہے، حافظ زیلعی نے کہا ہے کہ اس حدیث کی سند میں ابو عثمان مجہول ہیں، امام دار قطنی نے اس حدیث کی کئی اسانید ذکر کی ہیں اور وہ سب ضعیف ہیں۔ (نصب الرایہ، ج ۵، ص ۱۴)

اس حدیث کے حوالے سے دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث ان لوگوں پر محمول ہے جو اس قسم کے مشروبات کو بطور لہو لعب پئیں اور جو بدن میں طاقت وقوت کے لحاظ سے اسے پئیں وہ اس حکم میں داخل نہیں ہیں، (الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الاشربۃ، ج ۱۰، ص ۴۳)

تیسرا جواب یہ ہے کہ جس مشروب کی کثیر مقدار نشہ آور ہو اس کا وہ آخری گھونٹ ہے جس سے وہ نشہ پیدا ہوا اور اس کی قلیل مقدار جو غیر نشہ آور ہے وہ حرام نہیں ہے اور یہ حدیث اس آخری گھونٹ پر محمول ہے (البدائع الصنائع، کتاب الاشربۃ، ج ۵، ص ۱۷۴)

شہد کی مکھی کا بیان:

۳.....علامہ تفتازانی فرماتے ہیں وحی کا اطلاق الہام پر بھی ہوتا ہے، الهمني ربي یعنی مجھے میرے رب نے الہام (وحی) کی۔ (شرح العقائد النسفیہ، ص ۲۳ ، فی بحث الالہام)۔ اگر اس بات کو نہ مانا جائے تو پھر یہ بتائیں کہ جانور کا پیدائشی بچہ اپنی ماں کے تھنوں کو چوستا ہے تو کیا کوئی خارجی چیز اسے سکھاتی ہے؟، اللہ اس کے دل میں بات ڈالتا ہے، جس طرح باقی فطری عمل کرتے ہیں اسی طرح یہ معاملہ بھی ہوتا ہے۔ اسی طرح شہد کی مکھی کو بھی اللہ ہی سکھاتا ہے کہ وہ طرح طرح کے پھلوں کا رس چوس کر اپنے چھتے میں انڈیل دیتی ہیں۔ مولانا جلال الدین رومی ''مثنوی'' میں فرماتے ہیں ایک بار تاجدار مدینہ ﷺ نے شہد کی مکھی سے دریافت کیا کہ تو شہد کیسے بناتی ہے اس نے عرض کی یا حبیب اللہ ﷺ ہم باغ میں جا کر ہر قسم کے پھولوں کا رس چوستی ہیں پھر وہ رس اپنے میں لئے ہوئے اپنے چھتوں پر آجاتی ہیں اور وہاں اُگل دیتی ہیں وہی شہد ہے، ارشاد فرمایا کہ پھولوں کا رس ترش بھی ہوتا ہے، لیکن شہد میں مٹھاس ہی مٹھاس ہوتی ہے اس کی کیا وجہ ہے؟ تو وہ کہتی ہے کہ ہم چھتے سے لیکر راستے بھر آپ ﷺ پر درود پڑھتی ہیں جس کی وجہ سے وہ ترش مزہ مٹھاس میں بدل جاتا ہے۔

طب نبوی سے علاج:

۴.....کوئی مرض لاعلاج نہیں ہے، سید عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''ہر مرض کا علاج ہے، جب دوا مرض تک پہنچا دی جاتی ہے تو مرض اللہ کے حکم سے ٹھیک ہو جاتا ہے۔ (صحیح مسلم، کتاب الطب، باب لکل داء دواء، رقم: ۵۶۳۴/۲۲۰۴، ص ۱۱۰۳) ۔ اس حدیث پاک کی رو سے ڈاکٹروں کے اس قول کی تردید ہوگئی کہ کینسر یا فلاں بیماری لاعلاج ہے، یقیناً بڑھاپے اور موت کے سوا کوئی ایسی بیماری نہیں جس کی دوا نہ ہو، ہاں یہ الگ بات ہے کہ کئی امراض کا علاج اطباء اب تک دریافت نہیں کر پائے، بہر حال رب ذوالجلال چاہے تو دوا شفاء کا ذریعہ بنے ورنہ عین ممکن ہے کہ وہی دوا موت کا سبب بن جائے اور یہ بھی اکثر دیکھا گیا ہے کہ ماہر ڈاکٹر کی طرف سے ملنے والی درست دوا کے باوجود کسی مریض کو منفی اثر ہو جاتا ہے۔ اور وہ مزید بیمار، معذور یا فوت ہو جاتا ہے پھر بعض لوگوں کی جہالت کے باعث بے چارے ڈاکٹر کی شامت آجاتی ہے۔ ملا علی قاری ''مرقاۃ'' میں فرماتے ہیں ''جب اللہ کسی بیماری کی شفا نہیں چاہتا تو دواء اور مرض کے درمیان ایک

فرشتہ آڑ بن جاتا ہے جس کی وجہ سے دواء مرض پر واقع نہیں ہوتی جب شفاء کا ارادہ ہوتا ہے تو وہ پردہ ہٹا دیا جاتا ہے جس سے دوا مرض پر واقع ہو جاتی ہے اور شفاء حاصل ہو جاتی ہے۔ (مرقاة المفاتيح، كتاب الطب، باب الفصل الاول، ج٨، رقم: ٣٠١٠، ص٣٤٥)

انسان کا ارتقائی منزلیں طے کرنا:

۵......انسانی زندگی اپنے ارتقائی منازل طے کرتی ہوئی زندگی کے شب و روز گزار رہی ہے، باپ کی پشت سے ماں کے رحم میں منتقل ہونے والا نطفہ مختلف مراحل سے گزر کر دنیا میں نومولود بچہ کی شکل میں جانا مانا جاتا ہے۔ پھر یہی نومولود بچہ اپنی زندگی کے شب و روز گزار کر بچپن، جوانی اور پھر ادھیڑ عمر تک پہنچ جاتا ہے۔ پھر ارذل عمر شروع ہو جاتی ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں یہ پچھتر سال کی عمر ہوتی ہے جس میں انسان بڑھاپے کی شدت کے باعث اپنے اوسان کھونے لگتا ہے۔

☆......حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ سے پناہ طلب کرتے تھے اور فرماتے تھے: "اے اللہ میں سُستی سے تیری پناہ مانگتا ہوں اور میں بزدلی سے تیری پناہ مانگتا ہوں اور میں ارذل عمر سے تیری پناہ مانگتا ہوں اور میں بخل سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔
(صحيح البخاری، كتاب الدعوات، باب التعوذ من ارذل العمر، رقم: ٦٣٧١، ص١١٠٧)

☆......مصعب اپنے والد گرامی سے روایت کرتے ہیں انہوں نے کہا ان کلمات سے پناہ طلب کرو جن کلمات سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پناہ طلب فرمائی، اے اللہ! میں بزدلی سے تیری پناہ طلب کرتا ہوں، بخل سے تیری پناہ طلب کرتا ہوں، اور میں اس سے تیری پناہ طلب کرتا ہوں کہ میں ارذل عمر کی طرف لوٹا دیا جاؤں اور میں دنیا کے فتنہ اور عذاب قبر سے تیری پناہ میں آتا ہوں (المرجع السابق، رقم: ٦٣٧٤)

اغراض: والکرش: الکبد کے وزن پر ہے۔ وھو بینھما: جانور جب چارہ کھاتا ہے تو وہی چارہ پک کر جگالی بنتا ہے، پھر اللہ اسے نچلی سطح یعنی گوبر کر دیتا ہے، پھر اوسط سطح یعنی خالص دودھ بن جاتا ہے جس میں غلاظت اور خون وغیرہ کی بو نہیں ہوتی، مزید بیان حاشیہ نمبر ا میں دیکھ لیں۔

سھل المرور: یعنی اللہ نے ماں کے دودھ کو بچے کی غذا بنا دیا، اور اسی جانور کے دودھ سے فائدہ اٹھانے والا یہ بھی دعا کرتا ہے: "اللھم بارک لنا فیه وزدنا منه"، حالانکہ اس کے علاوہ معاملات میں ایسا نہیں ہوتا بلکہ یہ کہتا ہے: "وعوضنا خیرا منه"۔

خمرا: اہل حبشہ کی لغت میں سرکے کا نام خمر ہے، ایک قول یہ بھی کیا جاتا ہے کہ انگور کے رس کو جو کہ حلوہ کی مانند ہوتا ہے اسے خمر کہتے ہیں، اور اسی سے بطور تاویل سکرا بھی کہتے ہیں، اور یہ اقوال دو تفسیروں کے مطابق ہے، باقی احتمالات بھی ہو سکتے ہیں۔

وھذا قبل تحریمھا: یہ مکی سورت ہے، اور شراب کی حرمت مدینہ میں نازل ہوئی اور سورۃ المائدہ مدنی ہے جس میں شراب کی حرمت نازل ہوئی۔ والدبس: مراد کھجور کا شیرہ ہے، اور انگور کے شیرے پر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے۔

المذکور: مذکورہ کیفیات (پیٹ میں چارہ، گوبر اور خون کی آمیزش) کے باوجود دودھ کا صاف شفاف نکلنا، اور شراب اور رزق کو بھی ثمرات میں شمار کر لیا۔ وحی الھام: مراد رشد و ھدایت ہے، نبوت کی وحی مراد نہیں، اور یہ الھام بنی آدم میں کسی کے ساتھ خاص نہیں کیا گیا، ہاں یہ ضرور ہے کہ انسان ہونا ضروری ہے۔

یبنون لک: کبھی ایسا ہوتا ہے کہ شہد کی مکھی کا چھتہ موم اور پانی کا ہوتا ہے جو کہ پہاڑوں پر بنا ہوا ہوتا ہے اور کبھی درختوں پر، یہ جنگلی مکھیاں ہوتی ہیں اور کبھی یہ چھتہ خالی مکانوں میں ہوتا ہے جو کہ اہلی مکھیاں کہلاتی ہیں۔

ای منقادۃ لما یراد منک۔ پس یہ کھیاں آپس میں کام تقسیم کر لیتی ہیں، بعض موم بنانے میں، بعض شہد، بعض پانی لانے میں اور بعض گھر بنانے میں مصروف ہوتی ہیں۔ قبل لبعضھا: یعنی امراض وغیرہ میں، جیسا کہ بلغم، سردی لگنے، اور باقی امراض میں شہید مفید رہتا ہے۔

اقول وبدونھا بنیتہ: کلیتاً شفاء کی نیت سے شہد استعمال کیا جائے، اللہ نے اس کے استعمال کرنے میں شفاء رکھی ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿فیہ شفاء للناس یعنی اس میں لوگوں کے لیے شفاء ہے﴾، سید عالم ﷺ کے پاس ایک شخص حاضر ہوا اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ میرے بھائی کے پیٹ میں تکلیف ہے، فرمایا: ''اسے شہد پلا دے'' اس نے حکم کی تعمیل کی لیکن بعد میں آکر دوبارہ یہی عرض کی کہ میرے بھائی کے پیٹ میں تکلیف ہے، سید عالم ﷺ نے اسے پھر شہد کے استعمال کا حکم دیا، غرض تین مرتبہ ایسا ہی ہوا، چوتھی بار جب اس نے تکلیف کی شکایت کی تو سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''اللہ سچ فرماتا ہے تیرے بھائی کا پیٹ جھوٹا ہے، جاؤ اسے شہد پلاؤ'' بہر حال چوتھی مرتبہ میں مریض کو افاقہ ہوا۔

من قرأ القرآن: یعنی اس قرآن پر عمل بھی کرے، علماء کرام اس پر عمل کرنے والے ہوتے ہیں اور پرانی حالت پر جمے نہیں رہتے۔ پس اس کی تلاوت کی برکت سے عمر، علم، معرفت اور عقل میں اضافہ ہوتا ہے جیسا کہ مشاہدہ ہے۔ (الصاوی، ج۳، ص ۲۷۷ وغیرہ)

ایک اھم بات

صلوا علی الحبیب: صلی اللہ علی محمد

مفھوم کا حکم

مفہوم کی دو قسمیں ہیں ان میں پہلی قسم بالاتفاق معتبر ہے۔ اختلاف دوسری قسم اور اس کی اقسام میں ہے۔ شوافع کے نزدیک ماسوا مفہوم لقب کے مفہوم مخالف کی تمام ہی اقسام معتبر ہیں، اسی بناء پر شوافع علوفۃ (جس جانور کو گھر پر چارہ دیکر پالا گیا ہو) پر زکوۃ نہ ہونے، غیر حاملہ بائنہ کو نفقہ نہ دیئے جانے، مطلقہ ثلاثہ کا نکاح کر لینے کے بعد پہلے شوہر کے حق میں حلال ہو جانے، اور تہمت کی سزا اسی کوڑوں سے زائد نہ ہونے پر استدلال کرتے ہیں۔ احناف کے نزدیک یہ تمام ہی اقسام فقط کلام شارع میں معتبر نہیں ہیں۔ اس کی مکمل تحقیق کتب اصول میں ہے۔

(۱) امام اہلسنت فاضل بریلوی فرماتے ہیں: عباراتِ کتب میں مفہوم مخالف بلاشبہ معتبر ہے، شامی میں ہے: عباراتِ کتب میں مفہوم مخالف حجت ہوتا ہے خواہ وہ مفہوم لقبی ہو۔ علماءِ اصول نے یہی تصریح کی ہے نیز اسی میں ہے کہ سوال کے وقت اسی پر فتوی ہوگا کیونکہ عباراتِ کتب میں مفہوم مخالف حجت ہوتا ہے یہ یاد رہے کہ مفاہیم کتب حجت تو ہیں لیکن ان کی حجت قطعی نہیں ہے۔

(فتاوی رضویہ مخرجہ، ج:۵، ص:۲۹٤)

(۲) امام اہلسنت فاضل بریلوی فرماتے ہیں: یہ واضح طور پر معلوم ہے کہ مفہوم کی دلالت قطعی نہیں ہوتی کیونکہ کتب میں بہت سی قیود غیر احترازی آتی ہیں تو اب نصوص کو صحیح مذہب پر محمول کرنا اولیٰ ہے۔ (فتاوی رضویہ مخرجہ، ج۳، ص ۱۳٦)

رکوع نمبر:۱۶

﴿وَاللّٰهُ فَضَّلَ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ فِي الرِّزْقِ ج﴾ فَمِنْكُمْ غَنِيٌّ وَفَقِيْرٌ وَمَالِكٌ وَمَمْلُوْكٌ ﴿فَمَا الَّذِيْنَ فُضِّلُوْا﴾ اَيِ الْمَوَالِيْ ﴿بِرَآدِّيْ رِزْقِهِمْ عَلٰى مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ﴾ اَيْ بِجَاعِلِيْ مَا رَزَقْنَاهُمْ مِنَ الْاَمْوَالِ وَغَيْرِهَا شَرِكَةً بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ مَمَالِيْكِهِمْ ﴿فَهُمْ﴾ اَيِ الْمَمَالِيْكُ وَالْمَوَالِيْ ﴿فِيْهِ سَوَآءٌ ط﴾ شُرَكَاءُ الْمَعْنٰى لَيْسَ لَهُمْ شُرَكَاءُ مِنْ مَمَالِيْكِهِمْ فِيْ اَمْوَالِهِمْ فَكَيْفَ يَجْعَلُوْنَ بَعْضَ مَمَالِيْكِ اللّٰهِ شُرَكَاءَ لَهُ ﴿اَفَبِنِعْمَةِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ (۷۱)﴾ يَكْفُرُوْنَ حَيْثُ يَجْعَلُوْنَ لَهُ شُرَكَاءَ ﴿وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا﴾ فَخَلَقَ حَوَّاءَ مِنْ ضِلْعِ آدَمَ وَسَائِرِ النَّاسِ مِنْ نُطَفِ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ ﴿وَّجَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ بَنِيْنَ وَحَفَدَةً﴾ اَوْلَادًا لِاَوْلَادٍ ﴿وَّرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ ط﴾ مِنْ اَنْوَاعِ الثِّمَارِ وَالْحُبُوْبِ وَالْحَيْوَانِ ﴿اَفَبِالْبَاطِلِ﴾ الصَّنَمِ ﴿يُؤْمِنُوْنَ وَبِنِعْمَتِ اللّٰهِ هُمْ يَكْفُرُوْنَ (۷۲)﴾ بِاِشْرَاكِهِمْ ﴿وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾ اَيْ غَيْرَهُ ﴿مَا لَا يَمْلِكُ لَهُمْ رِزْقًا مِّنَ السَّمٰوٰتِ﴾ بِالْمَطَرِ ﴿وَالْاَرْضِ﴾ بِالنَّبَاتِ ﴿شَيْئًا﴾ بَدَلٌ مِنْ رِزْقًا ﴿وَّلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ (۷۳)﴾ يَقْدِرُوْنَ عَلٰى شَيْءٍ وَهُوَ الْاَصْنَامُ ﴿فَلَا تَضْرِبُوْا لِلّٰهِ الْاَمْثَالَ ط﴾ لَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَشْبَاهًا تُشْرِكُوْنَهُمْ بِهٖ ﴿اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ﴾ اَنْ لَّا مِثْلَ لَهٗ ﴿وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ (۷۴)﴾ ذٰلِكَ ﴿ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا﴾ وَيُبْدَلُ مِنْهُ ﴿عَبْدًا مَّمْلُوْكًا﴾ صِفَةٌ تُمَيِّزُهٗ مِنَ الْحُرِّ فَاِنَّهٗ عَبْدُ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿لَّا يَقْدِرُ عَلٰى شَيْءٍ﴾ لِعَدَمِ مِلْكِهٖ ﴿وَّمَنْ﴾ نَكِرَةٌ مَوْصُوْفَةٌ اَيْ حُرًّا ﴿رَّزَقْنٰهُ مِنَّا رِزْقًا حَسَنًا فَهُوَ يُنْفِقُ مِنْهُ سِرًّا وَّجَهْرًا ط﴾ اَيْ يَتَصَرَّفُ فِيْهِ كَيْفَ يَشَاءُ وَالْاَوَّلُ مَثَلُ الْاَصْنَامِ وَالثَّانِيْ مَثَلُهٗ تَعَالٰى ﴿هَلْ يَسْتَوٗنَ ط﴾ اَيِ الْعَبِيْدُ الْعَجَزَةُ وَالْحُرُّ الْمُتَصَرِّفُ لَا ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ط﴾ وَحْدَهٗ ﴿بَلْ اَكْثَرُهُمْ﴾ اَيْ اَهْلُ مَكَّةَ ﴿لَا يَعْلَمُوْنَ (۷۵)﴾ مَا يَصِيْرُوْنَ اِلَيْهِ مِنَ الْعَذَابِ ﴿وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا﴾ وَيُبْدَلُ مِنْهُ ﴿رَّجُلَيْنِ اَحَدُهُمَآ اَبْكَمُ﴾ وُلِدَ اَخْرَسَ ﴿لَا يَقْدِرُ عَلٰى شَيْءٍ﴾ لِاَنَّهٗ لَا يَفْهَمُ وَلَا يُفْهِمُ ﴿وَّهُوَ كَلٌّ﴾ ثَقِيْلٌ ﴿عَلٰى مَوْلٰهُ لا﴾ وَلِيِّ اَمْرِهٖ ﴿اَيْنَمَا يُوَجِّهْهُ﴾ يَصْرِفْهُ ﴿لَا يَاْتِ﴾ مِنْهُ ﴿بِخَيْرٍ ط﴾ بِنُجْحٍ وَهٰذَا مَثَلُ الْكَافِرِ ﴿هَلْ يَسْتَوِيْ هُوَ لا﴾ اَيِ الْاَبْكَمُ الْمَذْكُوْرُ ﴿وَمَنْ يَّاْمُرُ بِالْعَدْلِ لا﴾ اَيْ وَمَنْ هُوَ نَاطِقٌ نَافِعٌ لِّلنَّاسِ حَيْثُ يَاْمُرُ بِهٖ وَيَحُثُّ عَلَيْهِ ﴿وَهُوَ عَلٰى صِرَاطٍ﴾ طَرِيْقٍ ﴿مُّسْتَقِيْمٍ (۷۶)﴾ وَهُوَ الثَّانِي الْمُؤْمِنُ لَا وَقِيْلَ هٰذَا مَثَلُ اللّٰهِ تَعَالٰى وَالْاَبْكَمُ لِلْاَصْنَامِ وَالَّذِيْ قَبْلَهٗ فِي الْكَافِرِ وَالْمُؤْمِنِ.

﴿ترجمہ﴾

اور اللہ نے تم میں ایک دوسرے پر رزق میں بڑائی دی......۱......(پس تم میں بعض کو مالدار، بعض کو غریب، بعض کو مالک کیا اور بعض کو غلام) تو جنہیں بڑائی دی ہے (یعنی بزرگ کیا) وہ اپنا رزق اپنے باندی غلام کو نہ پھیر دیں گے (کہ ہم نے انہیں جو مال وغیرہ دیا ہے اس میں مالک اور غلام شریک ہو جائیں) وہ (مالک اور غلام) سب اس میں برابر ہو جائیں (شریک ہو جائیں، معنی یہ ہے کہ جب مالک کے مال میں غلام برابر شریک نہیں ہوتا تو اللہ ﷻ کی قدرت میں لوگ کیسے شریک ٹھہراتے ہیں؟......۲......) تو کیا اللہ کی نعمت سے مکرتے ہیں (یعنی اللہ ﷻ کی نعمتوں کا انکار کرتے ہیں، اس طرح کہ اللہ ﷻ کا شریک ٹھہراتے ہیں) اور اللہ نے تمہارے لیے تمہاری جنس سے عورتیں بنائیں (بی بی حوا کو حضرت آدم علیہ السلام کی پسلی سے پیدا فرمایا اور اسی طرح ساری عورتیں مردوں وعورتوں کے باہم نطفے سے) اور تمہارے لیے تمہاری عورتوں سے بیٹے اور پوتے پیدا کیے (حفدۃ، اولاد در اولاد کو کہتے ہیں) اور تمہیں ستھری چیزوں سے روزی دی (یعنی پھلوں، دانوں اور حیوانوں سے) تو کیا جھوٹی بات پر (یعنی بتوں کو معبود بناتے ہوئے) ایمان لاتے ہیں اور اللہ کے فضل سے منکر ہوتے ہیں (اس کا شریک ٹھہرا کر) اور اللہ کے سوا ایسوں کو پوجتے ہیں (من دون اللہ بمعنی من غیرہ ہے) جو انہیں آسمان سے (بارش کے ذریعے) اور زمین سے (نباتات کے ذریعے) کچھ بھی روزی دینے کا اختیار نہیں رکھتے......۳......(شیئا بدل ہے رزقا سے، یعنی بت کسی چیز کی قدرت نہیں رکھتے) تو اللہ کے لیے مانند نہ ٹھہراؤ (یعنی اللہ ﷻ کے مشابہ نہ ٹھہراؤ کہ ان کو شریک بنانے لگو) بیشک اللہ جانتا ہے (کہ کوئی اس کا مثل نہیں ہوسکتا) اور تم نہیں جانتے (اس بات کو) اللہ نے ایک کہاوت بیان فرمائی (مثلاً مبدل منہ ہے) ایک بندہ ہے (مملوکا صفت کا صیغہ ہے، عبدا مملوکا اس لیے فرمایا کہ آزاد بندے کا عبداللہ سے امتیاز ہو جائے) دوسرے کی ملک آپ کچھ مقدور نہیں رکھتا (یعنی دوسرے کی چیز کا مالک نہیں ہوسکتا) اور جسے (من نکرہ موصوفہ ہے، مراد آزاد شخص ہے) ہم نے اپنی طرف سے اچھی روزی عطا فرمائی تو وہ اس میں سے خرچ کرتا ہے چھپے اور ظاہر (یعنی جیسے چاہے خرچ کرے چاہے تو بتوں پر یا راہ خدا میں) کیا وہ برابر ہو جائیں گے (خرچ کرنے کے اعتبار سے عبد مملوک اور عبداللہ نہیں) سب خوبیاں اللہ کو ہیں (ایک اللہ ﷻ کو) بلکہ ان (اہل مکہ) میں اکثر کو خبر نہیں (کہ دلائل واضح ہونے کے باوجود وہ لوگ شریک ٹھہرا کر عذاب کو دعوت دیتے ہیں) اور اللہ نے کہاوت بیان فرمائی (مثلا مبدل منہ ہے) دو مرد جس میں ایک گونگا (ابکم بمعنی اخرس ہے) کچھ کام نہیں کرسکتا (کہ نہ تو کچھ سمجھ سکتا ہے اور نہ ہی سمجھا سکتا ہے) اپنے آقا پر (اس کے حکم پر عمل کرنے کے حوالے سے) بوجھ ہے (کَلٌّ بمعنی ثقیل ہے) جدھر بھیجے (یوجھہ بمعنی یصرفہ ہے) نہ لائے (آقا کے پاس) کوئی بھلائی (نجات والی بات، یہ کافر کی مثال ہے) کیا برابر ہو جائے گا یہ (متذکرہ گونگا شخص) اور وہ جو انصاف کا حکم کرتا ہے......۴......(جو بولنے والا ہے، لوگوں کو نفع پہنچانے والا، جس بات کا حکم کیا جائے کرنے اور نہ کرنے والا) اور وہ سیدھی راہ پر ہے (دوسری مثال سے مراد مومنین ہیں؟ نہیں، ایک قول یہ کیا گیا ہے کہ یہ مثال اللہ ﷻ کے لیے ہے اور گونگے شخص کی مثال بتوں کے لیے تھی، اور ماقبل مذکور کلام عبدا مملوکا سے مراد کافر اور، ومن رزقناہ سے مراد مومنین ہیں)۔

﴿ترکیب﴾

﴿واللہ فضل بعضکم علی بعض فی الرزق﴾۔

و: عاطفہ، اللہ: مبتداء، فضل: فعل با فاعل، بعض: مضاف، کم: ضمیر ذو الحال، فی الرزق: ظرف مستقر حال، ملکر مضاف الیہ، ملکر مفعول، علی بعض: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿فما الذین فضلوا برادی رزقھم علی ما ملکت ایمانھم فھم فیہ سواء﴾۔

ف : عاطفہ، مـا : مشابہ بلیس، الـذی فـضـلـوا : موصول صلہ ملکر اسم ،ب : زائدہ، رادی : اسم فاعل مضاف، ھـم ضمیر فاعل، رزقھم : مضاف الیہ مفعول، علی ماملکت ایمانھم : ظرف لغو،ملکر شبہ جملہ خبر،ملکر جملہ اسمیہ، ف : عاطفہ، ھم : مبتدا، فیہ سواء : شبہ جملہ خبر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿افبنعمۃ اللہ یجحدون واللہ جعل لکم من انفسکم ازواجا﴾.

ھمزہ : استفہامیہ، نـعمۃ اللہ : ظرف لغو مقدم، یجحدون: فعل با فاعل،ملکر جملہ فعلیہ، و : عاطفہ، اللہ : مبتدا، جعل لکم : فعل با فاعل وظرف لغو ،من انفسکم : ظرف مستقر حال مقدم، ازواجا : ذوالحال ملکر مفعول،ملکر جملہ فعلیہ ہوکر خبر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿وجعل لکم من ازواجکم بنین و حفدۃ ورزقکم من الطیبت﴾.

و: عاطفہ، جعل لکم : فعل با فاعل وظرف لغو، من ازواجکم : ظرف مستقر حال مقدم، بـنین و حـفدۃ : ذوالحال ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ ماقبل "جـعـل لـکـم من انفسکم" پر معطوف ہے،و: عاطفہ، رزقـکم : فعل با فاعل ومفعول،مـن الطیبت : ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿افبالباطل یومنون وبنعمت اللہ ھم یکفرون﴾.

ھمزہ :استفہامیہ،ف :عاطفہ، معطوف علی محذوف "یکفرون باللہ"، بالباطل :ظرف لغو مقدم، یومنون :فعل با فاعل،ملکر جملہ فعلیہ، و :عاطفہ، بنعمۃ اللہ : ظرف لغو مقدم، یکفرون :فعل با فاعل ملکر جملہ فعلیہ، خبر ھم: مبتدا،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ویعبدون من دون اللہ ما لا یملک لھم رزقا من السموت والارض شیئا ولا یستطیعون﴾.

و : عاطفہ، یعبدون :فعل با فاعل ،مـن دون الـلـہ: ظرف مستقر حال مقدم،مـا : موصولہ، لایـمـلـک لـھـم :فعل با فاعل وظرف لغو،رزقـا : موصوف، مـن الـسـمـوت والارض:ظرف مستقر صفت، ملکر مبدل منہ، شـیـئـا : بدل،ملکر مفعول،ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، ولا یستطیعون : جملہ فعلیہ معطوف ملکر صلہ،ملکر ذوالحال،ملکر مفعول،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿فلا تضربوا للہ الامثال ان اللہ یعلم وانتم لا تعلمون﴾.

ف: مستانفہ، لا تضربوا اللہ الامثال : فعل نہی با فاعل وظرف لغو ومفعول ملکر جملہ فعلیہ، ان اللہ : حرف مشبہ واسم، یعلم : فعل وضمیر ذوالحال، وانتم لا تعلمون : جملہ اسمیہ حال،ملکر فاعل،ملکر جملہ فعلیہ خبر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ضرب اللہ مثلا عبدا مملوکا لا یقدر علی شیء ومن رزقنہ منا رزقا حسنا﴾.

ضرب اللہ : فعل با فاعل، مثلا: مبدل منہ، عبدا : موصوف، مملوکا : صفت اول، لا یقدر علی شیء : جملہ فعلیہ صفت ثانی، ملکر بدل،ملکر مفعول،ملکر جملہ فعلیہ، و : عاطفہ، من : موصولہ، رزقنہ رزقا حسنا : جملہ فعلیہ صلہ،ملکر معطوف ہے "عبدا مملوکا" پر۔

﴿فھو ینفق منہ سرا وجھرا ھل یستون﴾.

ف : عاطفہ، ھو : مبتدا، یـنـفـق : فعل با فاعل،مـنـہ:ظرف لغو، سـرا و جـھـرا :معطوف علیہ ملکر "انـفـاقـا" مصدر محذوف کے لیے صفت، مرکب توصیفی مفعول مطلق، ملکر جملہ فعلیہ، ھل :حرف استفہامیہ نفی،یستون :فعل با فاعل،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿الحمد للہ بل اکثرھم لا یعلمون O وضرب اللہ مثلا رجلین احدھما ابکم لا یقدر علی شیء﴾.

الحمد : مبتدا، للہ : ظرف مستقر خبر،ملکر جملہ اسمیہ،بل: حرف اضراب، اکثر ھم : مبتدا، لا یـعـلـمون : جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ،ضـرب اللہ : فعل با فاعل ،مثلا مبدل منہ، رجلین : بدل، ملکر مفعول،ملکر جملہ فعلیہ، احـدھما : مبتدا، ابکم :

موصوف، لا یقدر علی شیء: جملہ فعلیہ صفت، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿وھو کل علی مولٰہ اینما یوجھہ لا یات بخیر﴾.

و : حالیہ، ھو : مبتدا، کل : مصدر ھو ضمیر فاعل، علی مولٰہ : ظرف لغو ملکر شبہ جملہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ، "ابکم" ماقبل سے حال ہے، اینما : ظرف متضمن معنی شرط مفعول فیہ مقدم، یوجھہ : فعل با فاعل ومفعول ملکر جملہ فعلیہ شرط، لا یات : فعل با فاعل بخیر : ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ جزا، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿ھل یستوی ھو ومن یامر بالعدل وھو علی صراط مستقیم﴾.

ھل : حرف استفہامیہ نفی، یستوی : فعل ھو ضمیر مستتر موکد، ھو : تاکید معطوف علیہ، و : عاطفہ، من : موصولہ، یامر بالعدل: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، وھو علی صراط مستقیم : جملہ اسمیہ معطوف، ملکر صلہ، ملکر معطوف، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

تقسیم رزق کا مسئلہ:

۱.....حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فقراء مہاجرین رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوکر کہنے لگے مال دار لوگ تو بلند درجات اور دائمی جنت کو لے گئے، آپ ﷺ نے فرمایا: اس کی کیا وجہ ہے؟ انہوں نے کہا وہ ہماری طرح نماز پڑھتے ہیں ہماری طرح روزے رکھتے ہیں اور وُہ صدقہ اور خیرات بھی کرتے ہیں اور ہم صدقہ اور خیرات نہیں کرسکتے اور وہ غلام آزاد کرتے ہیں اور ہم غلام آزاد نہیں کرسکتے۔ تب رسول ﷺ فرمایا کیا میں تم کو ایسی تعلیم نہ دوں کہ تم ان کے درجہ کو پالو جو تم پر سبقت کر رہے ہیں اور تم اپنے بعد والوں پر سبقت حاصل کرلو اور تم سے کوئی شخص افضل نہیں ہو مگر وہ جو تمہاری مثل عمل کرے، انہوں نے کہا کیوں نہیں یا رسول اللہ! آپ ﷺ نے فرمایا: تم ہر نماز کے بعد ۳۳، ۳۳ مرتبہ سبحان اللہ، اللہ اکبر اور الحمد للہ پڑھو، ابو صالح نے کہا فقراء مہاجرین پھر دوبارہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور کہنے لگے ہمارے جو مال دار بھائی تھے وہ بھی ہماری طرح عمل کرنے لگے۔ تب رسول اللہ نے فرمایا: یہ اللہ کا فضل ہے وہ جس کو چاہے عطا فرمائے۔ (صحیح مسلم، کتاب المساجد، باب: استحباب الذکر، رقم ۱۲۳۳/۵۹۵، ص ۲۷۵)

جب آقا وغلام برابر نہیں تو پھر خالق کی برابری کیسی؟

۲.....اللہ عزوجل کا فرمان بت خدا کی خدائی میں شریک نہیں ہوسکتے۔ کافروں کا یہ کہنا یہ بت چھوٹے معبود ہیں جو کہ اللہ عزوجل کے شریک ہیں ہم ان کی عبادت کرتے ہیں اور یہ ہماری سفارش بڑے خدا سے کریں گے، دنیا کی مثال دینے کے بعد اللہ عزوجل نے توحید کی دعوت دی اور فرمایا کہ مالدار اور فقیر برابر نہیں، دنیاوی منصب وعہدہ بھی آپس میں درجات کی تبدیلی کا باعث ہوتا ہے یعنی ایک ہی فیکٹری میں چپراسی اور مینیجر کا درجہ ایک نہیں بلکہ دونوں علیحدہ علیحدہ عہدوں پر فائز ہیں، مالی حالت بھی مختلف ہے، رہن سہن کے طور طریقے بھی جدا ہوتے ہیں الغرض اتنا بڑا فرق ہے کہ بعض مالدار اپنے سامنے کسی غریب کو بٹھانا تک گوارا نہیں کرتے۔ اب غور کریں کہ بندہ اللہ کے ساتھ شریک کیسے ہوسکتا ہے؟

بت خود مجبور ہیں:

۳؎......جو کسی کے بنائے وجود میں نہ آئیں، ناک پر مکھی بیٹھ جائے تو ہٹا نہ سکیں، نقصان پہنچانے والے کو نقصان پہنچانے سے روک نہ سکیں جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بت توڑ ڈالے اور کلہاڑا بڑے بت کے کندھے پر رکھ دیا تھا، زمین و آسمان میں کسی کو نہ تو نفع دے سکیں نہ ہی نقصان پہنچا سکیں۔ بھلا یہ بت کہاں کے خدا ہوئے؟ اور کس نے ان میں خدائی طاقتیں بھر دیں؟ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اللہ نے یہ ساری مثالیں کیوں قائم کیں؟ اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ مخلوق اللہ کی تخلیق میں شبہ نہ کریں، دوسری وجہ یہ ہے کہ مخلوق اللہ کی ذات کے بارے میں مثالیں قائم نہ کریں کیونکہ وہ واحد حقیقی ہے، یہ زجاج کا قول ہے، تیسری وجہ یہ ہے کہ ایک واحد حقیقی کا عقیدہ نہ رکھنے والوں کا طرز عمل یہ تھا کہ ہم سورج، چاند، ستاروں وغیرہ چھوٹے معبودوں کی عبادت اس لیے کرتے ہیں کہ ہم سے یہ چھوٹے خدا راضی ہو جائیں اور پھر جب یہ بڑے خدا سے ہماری سفارش کریں گے تو (واحد حقیقی) بڑا خدا ہم سے راضی ہو گا۔ چوتھی وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ اللہ خاص اپنی عبادت کا درس دینے کے لیے مثالیں بیان کرتا ہے تا کہ مخلوق خاص اسی کی عبادت کرے اس کی وجہ یہ بھی ہے کہ اللہ جانتا ہے کہ کون عذاب کا حقدار بنے گا اور کون نجات پائے گا؟ پس قیاسی مثالوں کے ذریعے اللہ اپنی جانب سے حجت قائم کرنا چاہتا ہے۔

لائق اور نالائق غلام برابر نہیں ہوسکتے:

۴؎......امام رازی فرماتے ہیں کہ یہاں دو صورتیں ہیں: اول یہ ہے کہ ایک غلام جو کسی چیز کو خرچ کرنے پر قدرت نہیں رکھتا، اور ایک آزاد شخص جو بہت زیادہ مال راہ خدا میں خرچ کرتا رہتا ہے، پس ہر شخص جانتا ہے کہ دونوں ہرگز برابر نہیں ہو سکتے، اسی طرح عاقل شخص جو رزق کے حصول پر قادر ہے اور بت جو کہ عاجز محض ہے کیسے برابر ہو سکتے ہیں۔ ثانی یہ ہے کہ غلام شخص سے مراد کافر ہے یعنی وہ اللہ کی عبادت اور فرمانبرداری سے عاجز فقیر کی طرح یکسر محروم ہے، اور مومن جو اللہ کی عبادت بجالا کر اس کا قرب حاصل کرتا ہے دونوں برابر نہیں ہو سکتے۔

فقہائے کرام نے اس آیت سے بطور دلیل فرمایا کہ غلام کسی چیز کو خرچ کرنے کا اختیار ہی نہیں رکھتا، پھر یہ کہنا کیسے جائز ہو سکتا ہے؟ ہم کہتے ہیں اس کے دو جواب ہیں ایک یہ ہے کہ مذکورہ حکم اپنے وصف کے اعتبار سے لاگو ہوگا اور غلامی میں ذلت وقہر وغضب کے اوصاف پائے جاتے ہیں جس طرح اللہ کا فرمان ﴿لا یقدر علی شیء (النحل:۷۶)﴾، پس آیت مذکورہ اسی بات کا تقاضا کرتی ہے کہ غلامی کے وصف نے اس سے اپنی مرضی سے خرچ کرنے کی صلاحیت چھین لی، دوسرا جواب یہ ہے کہ اللہ نے فرمایا﴿ومن رزقناہ منا رزقا حسنا (النحل:۷۵)﴾، پس قسم ثانی قسم اول سے ممتاز ہے یعنی دوسری قسم میں یہ ہے کہ اللہ اسے رزق دیتا ہے، پس اس صورت میں پہلے دونوں اقسام میں فرق کرنا ضروری ہوگا، اس لیے کہ یہ تو ضرور ثابت ہو رہا ہے کہ اللہ غلام کو بھی رزق عطا فرما رہا ہے چہ جائے کہ رزق قلیل ہے یا کثیر، پس دونوں جوابات کی روشنی میں ہم اس نتیجے پر پہنچ گئے کہ آیت کا ظاہر اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ غلام کسی چیز کا مالک نہیں ہوتا نہ کسی چیز پر قدرت رکھتا ہے۔ پھر اس بارے میں فقہائے کرام کا اختلاف ہوا کہ غلام تنفیذ طلاق پر قادر ہے یا نہیں؟ اکثر فقہاء کہتے ہیں کہ طلاق کا مالک ہوتا ہے، لیکن مال اور جس چیز کی بنیاد مال پر ہوتی ہے اس کا مالک نہیں ہوتا، اختلاف اس بات میں بھی ہے کہ ایک شخص کسی چیز کا مالک ہے وہ اس چیز کی ملکیت غلام کو دے سکتا ہے یا نہیں؟ آیت کا ظاہر اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ نہیں دے سکتا۔ غلام شخص تصرف کا اختیار نہیں رکھتا اس کا کیا جواب ہے؟ جواب یہ ہے کہ غلامی کی اقسام ہوتی

ہیں مکاتب اور ماذون تصرف کا اختیار نہیں رکھتے، جب کہ آزاد بندہ بھی اللہ کا غلام ہوتا ہے یعنی عبداللہ ہوتا ہے اور اسے تصرف کا اختیار ہوتا ہے۔ (الرازی، ج۷، ص ۲٤٦ وغیرہ)

اغراض: المعنی لیس لھم شرکاء: یعنی جس طرح فقیر غنی کے مقابلے میں نہیں ہوتا، بادشاہ غلام کے برابر میں نہیں ہوتا، اللہ کے سوا کسی اور کے لئے الوہیت کا وصف کیوں کر متصف کیا جا سکتا ہے۔

فخلق حواء من ضلع آدم: یعنی بائیں پسلی سے پیدا کیا گیا۔

اولاد الاولاد یعنی اولاد کی اولاد کو "حفدۃ" کا نام دیا گیا، اس لیے کہ یہ اپنے اجداد کی خدمت کرتے، ان کی بات ماننے میں جلدی کرتے، یہاں حافد کا معنی خادم ہے۔

مالا یملک یعنی بت کسی چیز کے مالک نہیں ہیں، نہ تو نفع دینے کے مالک اور نہ ہی تکلیف دور کرنے کے مالک۔

ان لا مثل لہ: معنی یہ ہے کہ اللہ ضرب المثل کی کیفیت جانتا ہے لیکن تم اس کی کیفیت نہیں جانتے۔

صفۃ تمیزہ من الحر: اس سوال کے جواب میں ہے کہ بندہ چاہے آزاد ہو یا غلام اللہ کا تو غلام ہی ہے؟ میں (علامہ صاوی) اس کا جواب یہ دوں گا کہ یہاں رقیت مراد ہے، اللہ عزوجل کی نسبت سے غلامی مراد نہیں۔

والاول مثل الاصنام والثانی مثلہ تعالی: اس مثال سے شرک کا ابطال مقصود ہے، اور کافروں کا رد کرنا بھی، جیسا کہ اللہ عزوجل کا فرمان: "تم (آزاد) اور غلام برابر نہیں ہو، تم اپنی مرضی سے خرچ کر لیتے ہو لیکن غلام نہیں کر سکتا، پس پھر تم کیسے بتوں کو اللہ عزوجل کا شریک بناتے ہو جو کہ قادر مطلق کے مقابلے میں کمزور ترین ہیں۔

فیشرکون: یعنی غیر اللہ کی عبادت کرتے ہیں، براہین قاطعہ اور واضح دلائل کے قائم ہونے کے باوجود اللہ کی وحدانیت کو نہیں مانتے۔

ولد اخرس: اس جملے کی تفسیر اس طرح کی جائے تو مناسب ہوگا یعنی وہ شخص جو نہ سن سکتا ہے نہ ہی بول سکتا ہے۔

فی الکافر والمومن، کافر سے مراد ابوجہل اور مومن سے مراد سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک ہے۔ (الصاوی، ج۳، ص ۲۸۰ وغیرہ)

رکوع نمبر: ۱۷

﴿وَلِلّٰهِ غَیْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط﴾ اَیْ عِلْمُ مَا غَابَ فِیْهِمَا ﴿وَمَآ اَمْرُ السَّاعَةِ اِلَّا كَلَمْحِ الْبَصَرِ اَوْ هُوَ اَقْرَبُ ط﴾ مِنْهُ لِاَنَّهٗ بِلَفْظِ كُنْ فَیَكُوْنُ ﴿اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ (۷۷) وَاللّٰهُ اَخْرَجَكُمْ مِّنْۢ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ شَیْئًا لا﴾ اَلْجُمْلَةُ حَالٌ ﴿وَّجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ﴾ بِمَعْنَى الْاَسْمَاعِ ﴿وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْئِدَةَ﴾ اَلْقُلُوْبَ ﴿لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ (۷۸)﴾ عَلٰى ذٰلِكَ فَتُؤْمِنُوْنَ ﴿اَلَمْ یَرَوْا اِلَى الطَّیْرِ مُسَخَّرٰتٍ﴾ مُذَلَّلَاتٌ لِلطَّیَرَانِ ﴿فِیْ جَوِّ السَّمَآءِ ط﴾ اَیِ الْهَوَاءِ بَیْنَ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ ﴿مَا یُمْسِكُهُنَّ﴾ عِنْدَ قَبْضِ اَجْنِحَتِهِنَّ وَبَسْطِهَا اَنْ یَّقَعْنَ ﴿اِلَّا اللّٰهُ ط﴾ بِقُدْرَتِهٖ ﴿اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ (۷۹)﴾ هِیَ خَلْقُهَا بِحَیْثُ یُمَكِّنُهَا الطَّیَرَانَ وَخَلْقُ الْجَوِّ بِحَیْثُ یُمْكِنُ الطَّیَرَانُ فِیْهِ وَاِمْسَاكُهَا ﴿وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْۢ بُیُوْتِكُمْ سَكَنًا﴾ مَوْضِعًا تَسْكُنُوْنَ فِیْهِ ﴿وَّجَعَلَ لَكُمْ مِّنْ جُلُوْدِ الْاَنْعَامِ بُیُوْتًا﴾ كَالْخِیَامِ وَالْقِبَابِ ﴿تَسْتَخِفُّوْنَهَا

﴿لِلْحَمْلِ﴿يَوْمَ ظَعْنِكُمْ﴾سَفَرِكُمْ﴿وَيَوْمَ اِقَامَتِكُمْ ۙ وَمِنْ اَصْوَافِهَا ﴾ اَيِ الْغَنَمِ ﴿ وَاَوْبَارِهَا ﴾ اَيِ
الْاِبِلِ﴿ وَاَشْعَارِهَآ﴾اَيِ الْمَعْزِ﴿ اَثَاثًا﴾مَتَاعًا لِبُيُوتِكُمْ كَبُسُطٍ وَاَكْسِيَةٍ﴿ وَّمَتَاعًا﴾تَتَمَتَّعُوْنَ بِهٖ﴿ اِلٰى
حِيْنٍ (۸۰)﴾تَبْلٰى فِيْهِ﴿وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّمَّا خَلَقَ ﴾مِنَ الْبُيُوْتِ وَالْغَنَمِ وَالْغَمَامِ﴿ظِلٰلًا﴾جَمْعُ ظِلٍّ تَقِيْكُمْ
حَرَّ الشَّمْسِ ﴿ وَّجَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الْجِبَالِ اَكْنَانًا ﴾جَمْعُ كِنٍّ وَهُوَ مَا يُسْتَكَنُّ فِيْهِ كَالْغَارِ وَالسِّرْدَابِ
﴿وَّجَعَلَ لَكُمْ سَرَابِيْلَ ﴾قُمُصًا﴿ تَقِيْكُمُ الْحَرَّ ﴾ اَىْ وَالْبَرْدَ ﴿ وَسَرَابِيْلَ تَقِيْكُمْ بَاْسَكُمْ ؕ﴾ حَرْبَكُمْ
اَيِ الطَّعْنَ وَالضَّرْبَ فِيْهَا كَالدُّرُوْعِ وَالْجَوَاشِنِ﴿كَذٰلِكَ﴾ كَمَا خَلَقَ هٰذِهِ الْاَشْيَاءَ ﴿ يُتِمُّ نِعْمَتَهٗ﴾فِى
الدُّنْيَا﴿عَلَيْكُمْ ﴾بِخَلْقِ مَا تَحْتَاجُوْنَ اِلَيْهِ﴿لَعَلَّكُمْ﴾يَااَهْلَ مَكَّةَ﴿ تُسْلِمُوْنَ (۸۱)﴾ تُوَحِّدُوْنَهٗ﴿ فَاِنْ تَوَلَّوْا
﴾اَعْرَضُوا عَنِ الْاِسْلَامِ﴿فَاِنَّمَا عَلَيْكَ﴾يَامُحَمَّدُ﴿ الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ (۸۲)﴾اَلْاِبْلَاغُ الْبَيِّنُ وَهٰذَا قَبْلَ الْاَمْرِ
بِالْقِتَالِ﴿يَعْرِفُوْنَ نِعْمَتَ اللّٰهِ﴾اَىْ يُقِرُّوْنَ بِاَنَّهَا مِنْ عِنْدِهٖ﴿ ثُمَّ يُنْكِرُوْنَهَا﴾بِاِشْرَاكِهِمْ ﴿ وَاَكْثَرُهُمُ
الْكٰفِرُوْنَ (۸۳)﴾.

﴿ترجمہ﴾

اوراللہ ہی کے لیے ہیں آسمان وزمین کی چھپی چیزیں (یعنی اللہ عزوجل ہی جانتا ہے جوان کے مابین چھپا ہوا ہے) اور قیامت کا معاملہ نہیں مگر جیسے پلک کا مارنا بلکہ اس سے بھی قریب (اس لیے کہ قیامت لفظ کن کہنے سے برپا ہو جائے گی) بیشک اللہ سب کچھ کرسکتا ہے اور اللہ نے تمہیں تمہاری ماؤں کے پیٹ سے پیدا کیا کہ کچھ نہ جانتے تھے (شیئا جملہ حالیہ ہے) اور تمہیں کان (یعنی قوت سماعت) اور آنکھ اور دل دیئے (الافئدة کے معنی قلوب ہے) کہ تم احسان مانو......۱......(متذکرہ نعمتوں پر، پھر ایمان لے آؤ) کیا انہوں نے پرندے نہ دیکھے حکم کے باندھے (مسخرت بمعنی مذللات ہے) آسمان کی فضا میں (یعنی آسمان وزمین کے مابین ہواؤں میں) انہیں کوئی نہیں روکتا (ان کے پروں کو پکڑتے اور پھلاتے ہوئے) سوا اللہ کے (یعنی اس کی قدرت کے) بیشک اس میں نشانیاں ہیں ایمان والوں کو......۲......(ان پرندوں کی تخلیق میں کہ انہیں جب چاہے روک لے، اسی طرح فضاؤں کو بھی اللہ عزوجل ہی نے پیدا کیا ہے کہ ان میں پرندوں کو اڑنا اور رک جانا ممکن بنایا) اور اللہ نے تمہیں گھر دیئے بسنے کو (جن میں سکون حاصل کرتے ہو) اور تمہارے لیے چوپایوں کی کھالوں سے کچھ گھر بنائے (جیسا کہ خیمے اور قبے) جو تمہیں ہلکے پڑتے ہیں (اٹھانے کے حوالے سے) تمہارے سفر کے دن (ظعنکم بمعنی سفرکم ہے) اور منزلوں پر ٹھرنے کے دن اور ان کی اُون (یعنی بھیڑوں کی) اور رونگٹے (اونٹوں کے) اور بال (بکریوں کے) اور سامان (خانگی ضروریات کا، جیسا کہ بچھونے اور کپڑے) اور برتنے کی چیزیں (کہ جس سے تم نفع اٹھاتے ہو) ایک وقت تک......۳......(یعنی ان اشیاء کے بوسیدہ ہونے تک) اور اللہ نے تمہیں اپنی بنائی ہوئی چیزوں (گھر، درخت اور بادل) سے سائے دیئے (ظللا جمع ہے ظل کی، یعنی یہ چیزیں تمہیں سورج کی طمازت سے محفوظ رکھتی ہیں) اور تمہارے لیے پہاڑوں میں چھپنے کی جگہ بنائی (اکنانا جمع ہے کن کی، مراد اس سے غار اور سرنگ ہیں) اور تمہارے لیے کچھ پہناوے (قمیص) بنائے کہ

تمہیں گرمی سے بچائیں (اور سردی سے بھی) اور کچھ پہناوے کہ لڑائی میں تمہاری حفاظت کریں......یے.....(یعنی تمہاری جنگوں میں زرہ وغیرہ) یونہی (جیسا کہ ان اشیاء کو پیدا فرمایا) اپنی نعمت (جن اشیاء کے تم محتاج ہو انہیں پیدا کرکے) تم پر پوری کرتا ہے (دنیا میں) کہ (اے اہل مکہ) تم فرمان مانو (اس کی توحید بجالاؤ) پھر اگر وہ منہ پھیریں (یعنی اسلام سے اعراض کریں) تو تم پر (اے محبوب ﷺ) نہیں مگر صاف پہنچا دینا (کھلا پہنچا دینا، یہ فرمان قتال کے حکم سے پہلے تھا) اللہ کی نعمت پہچانتے ہیں (یعنی اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ یہ نعمت اللہ کی جناب سے ہی ہے) پھر اس کے منکر ہوتے ہیں (ان میں شریک ٹھہرا کر) اور ان میں اکثر کافر ہیں۔

﴿ترکیب﴾

﴿ولله غيب السموت والارض وما امر الساعة الا كلمح البصر اوهو اقرب﴾۔

و: مستانفہ، لله: ظرف مستقر خبر مقدم، غيب السموت والارض: مبتدا مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، ما: نافیہ، امر الساعة: مبتدا، الا: حصر، کلمح البصر: ظرف مستقر شبہ جملہ ہوکر معطوف علیہ، اوهو اقرب: جملہ اسمیہ معطوف، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ان الله على كل شيء قدير ○ والله اخرجكم من بطون امهتكم لا تعلمون شيئا﴾۔

ان الله على ...... الخ: کی ترکیب گزر چکی، و: عاطفہ، الله: مبتدا، اخرج: فعل بافاعل، کم: ضمیر ذوالحال، لا تعلمون شيئا: جملہ فعلیہ حال، ملکر مفعول، من بطون امهتكم: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿وجعل لكم السمع والابصار والافئدة لعلكم تشكرون﴾۔

و: عاطفہ، جعل لكم: فعل بافاعل وظرف لغو، السمع والابصار والافئدة: معطوف علیہ ومعطوفین، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ ماقبل "اخرجكم" پر معطوف ہے، لعلكم: حرف مشبہ واسم، تشكرون: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿الم يروا الى الطير مسخرات في جو السماء ما يمسكهن الا الله﴾۔

همزه: حرف استفہامیہ، لم يروا: فعل نفی بافاعل، الى: جار، الطير: ذوالحال، مسخرت في جو السماء: شبہ جملہ اسمیہ حال اول، ما يمسكهن: فعل نفی بامفعول، الا: حرف حصر، الله: فاعل، ملکر جملہ فعلیہ حال ثانی، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ان في ذلك لايت لقوم يومنون﴾۔

ان: حرف مشبہ، في ذلك: ظرف مستقر خبر مقدم، لام: تاکیدیہ، ايت: موصوف، لام: جار، قوم: موصوف، يومنون: جملہ فعلیہ صفت ملکر مجرور، ملکر ظرف مستقر صفت، ملکر اسم مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿والله جعل لكم من بيوتكم سكنا﴾۔

و: مستانفہ، الله: مبتدا، جعل لكم: فعل بافاعل وظرف لغو، من بيوتكم: ظرف مستقر حال مقدم، سكنا: ذوالحال، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿وجعل لكم من جلود الانعام بيوتا تستخفونها يوم ظعنكم ويوم اقامتكم ومن اصوافها واوبارها واشعارها اثاثا ومتاعا الى حين﴾۔

و: عاطفہ، جعل لكم: فعل بافاعل وظرف لغو، من جلود الانعام: ظرف مستقر حال مقدم، بيوتا: موصوف، تستخفونها: فعل بافاعل ومفعول، يوم ظعنكم ويوم اقامتكم: ملکر جملہ فعلیہ صفت، ملکر ذوالحال، ملکر معطوف علیہ، و: عاطفہ، من اصوافها و اوبارها و اشعارها: ظرف مستقر حال مقدم، اثاثا: معطوف علیہ، ومتاعا الى حين: معطوف، ملکر ذوالحال، ملکر

معطوف، مکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ ماقبل "جعل" پر معطوف ہے۔

﴿والله جعل لكم مما خلق ظللا و جعل لكم من الجبال اكنانا و جعل لكم سرابيل تقيكم الحر وسرابيل تقيكم باسكم﴾

و: عاطفہ، الله: اسم جلالت مبتداء، جعل لكم: فعل بافاعل وظرف لغو، مما خلق: ظرف مستقر حال مقدم، ظللا: ذوالحال، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، وجعل لكم من الجبال اكنانا: جملہ فعلیہ معطوف اول، و: عاطفہ، جعل لكم: فعل بافاعل وظرف لغو، سرابيل: موصوف، تقيكم الحر: جملہ فعلیہ صفت، ملکر معطوف علیہ، وسرابيل تقيكم باسكم: معطوف، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف ثانی، اپنے معطوف علیہ سے ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿كذلك يتم نعمته عليكم لعلكم تسلمون﴾

كذلك: ظرف مستقر "اتماما" مصدر محذوف کی صفت، مرکب توصیفی مفعول مطلق مقدر، يتم نعمته عليكم: فعل بافاعل ومفعول وظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ، لعلكم: حرف مشبہ واسم، تسلمون: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿فان تولوا فانما عليك البلغ المبين﴾

ف: مستانفہ، ان: شرطیہ، تولوا: جملہ فعلیہ شرط، جزا محذوف "فلا غضاضة عليك" ملکر جملہ شرطیہ، ف: تعلیلیہ، انما: حرف مشبہ وماکافہ، عليك: ظرف مستقر خبر مقدم، البلغ المبين: مبتدا مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿يعرفون نعمت الله ثم ينكرونها واكثرهم الكفرون﴾

يعرفون نعمت الله: فعل بافاعل ومفعول ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، ثم: عاطفہ، ينكرون: فعل وضمیر ذوالحال، واكثرهم الكفرون: جملہ اسمیہ حال، ملکر فاعل، ها: ضمیر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر جملہ معطوفہ۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

آنکھ، کان اوردل کے ذریعے احسان کا ذکر:

ل۔۔۔۔۔۔اللہ نے تمہیں یہ حواس عطا فرمائے تاکہ تم جہل سے علم کی جانب منتقل ہوجاؤ، تمہارے لئے سماعت کو پیدا کیا تاکہ تم نصوص قرآن کو سن (جان) لو، اور سنت رسول کو تاکہ تم اس کی مدد سے اپنے دینی معاملات کا حل کرلو، تمہارے لیے آنکھیں بنائیں تاکہ اس کی مدد سے تم اللہ کی قدرت کے عجائبات دیکھ سکو، اس کی مخلوق کے غرائبات دیکھ لو، اور اس کی وحدانیت پر استدلال کرلو۔ اور تمہارے لیے دل بنائے تاکہ تم عقل سے کام لو، اللہ کی وحدانیت کے دلائل پر غوروخوض کرو، ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: اللہ نے اس آیت سے ارادہ فرمایا ہے کہ بندہ اللہ کی بیان کردہ نصیحتوں کو سُنے، اس پر ہونے والی نعمتوں کو دیکھے کہ اللہ نے اُسے اُسکی ماں کے پیٹ سے پیدا کیا، تمہیں چاہیے کہ تم عظمتِ خداوندی کو جانو، اس آیت کے معنی کے بارے میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ اللہ نے تمہیں ماؤں کے پیٹ میں برابر شکل وصورت دے کر پیدا کیا، پھر ماں کے پیٹ کی تنگی سے وسعت (دنیا) کی جانب پیدا کیا، اور حواس کو تمہارے جہل کے ازالے کے لئے معاون کردیا جس کے ساتھ تم پیدا ہوئے تھے، اور علم وعمل کو حواس کا تابع کردیا، جو نعمت کا شکر کرے اور اس خالق کی عبادت بجالائے اور اس کے حقوق کا خیال رکھے اور ان امور کی جانب کوشش کرے جو اسے آخرت کی جانب ترقی دینے میں معاون ثابت ہوں۔ اگر کوئی اعتراض کرے کہ اللہ نے حواس ماں کے پیٹ سے باہر آنے پر دیئے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ نے یہ حواس تمام لوگوں کو ان کی ماؤں کے پیٹ ہی میں عطا فرمادیے، علماء اس کا جواب یہ بھی دیتے ہیں کہ دنیا میں ماں کے پیٹ سے تشریف لانے کا

ذکر پہلے ہوا اور بعد میں حواس کا ذکر ہو تو اس سے یہ کہیں لازم نہیں آتا کہ حواس دنیا میں تشریف لانے کے بعد دیئے جاتے ہیں۔
(الخازن، ج۳، ص ۹۱)۔

پرندے حکم خداوندی کے پابند ہیں:

۲......اللہ عزوجل کی عظیم قدرت ہے کہ اس نے پرندوں کو آسمان میں اڑنے کے قابل بنایا اور آسمان کو ان کے لیے مسخر کر دیا، اگر ایسا نہ مانا جائے تو پرندے آسمان کی بلندی پر نہیں پہنچ سکتے۔ اللہ کا یہ فرمان: ﴿ان فی ذلک لایات لقوم یومنون یعنی پرندوں کے بلندی پر اڑنے میں ایمان والوں کے لیے نشانیاں ہیں (النحل:۷۹)﴾ یعنی اللہ یہ فرمانا چاہتا ہے کہ پرندوں کے لیے آسمان میں اڑنے کو ممکن بنا دینا اس بات پر دلیل ہے کہ وحدہ لاشریک رب ایک ہی ہے جس کی الوہیت میں بتوں کا کوئی حصہ نہیں ہے۔ یعنی قوم کو اپنے حواس کی موجودگی میں دیکھ کر تو اقرار کرنا چاہیے۔ (جامع البیان القرآن، الجزء ۱۴، ص ۱۸۲ وغیرہ)

گھربار ودیگر نعمتوں کا ذکر:

۳......جاننا چاہیے کہ انسان دو قسم کے گھروں میں رہتا ہے: (۱)......جو گھر لکڑی، مٹی یا اسی قسم کی دیگر چیزوں کے بنے ہوئے گھروں میں رہتا ہے، جس پر چھت کا قیام ممکن ہو، اس مفروضے کی جانب آیت مقدسہ ﴿واللہ جعل لکم من بیوتکم سکنا (النحل:۸۰)﴾ اشارہ کرتی ہے، یہ گھر کی وہ قسم ہے جو کسی جگہ منتقل نہیں ہو سکتا بلکہ انسان اس کی جانب منتقل ہو کر آتے ہیں۔
(۲)......قبے، کپڑے اور اون کے خیمے وغیرہ، اس جانب آیت مقدسہ ﴿وجعل لکم من جلود الانعام بیوتا تستخفونها یوم ظعنکم ویوم اقامتکم (النحل:۸۰)﴾ اشارہ کرتی ہے۔ یہ گھر کی وہ قسم ہے جو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہونے کی صلاحیت رکھتی ہے، جان لینا چاہیے کہ اس قسم سے مراد چمڑے کے خیمے وغیرہ ہیں، اور اہل عرب کا پہلے سے دستور چل رہا ہے کہ وہ جانوروں کے چمڑوں کو اپنے سفر میں بطور خیمہ استعمال کیا کرتے تھے۔ (الرازی، ج۷، ص ۲۵۲)

جنگی سازوسامان کا ذکر:

۴......حضرت مجاہد سے روایت ہے کہ اللہ نے فرمایا ﴿یعرفون نعمۃ اللہ ثم ینکرونها (النحل:۸۳)﴾، یہ گھر، چوپائے اور جو ان سے رزق حاصل کیا جاتا ہے اور لوہے کے سازوسامان اور کپڑے، کفار انہیں جان پہچان کر اللہ کی نعمتوں کا انکار کرتے ہوئے کہتے تھے کہ یہ ہمارے باپ دادوں کا ورثہ ہے جس کے ہم وارث بنے ہیں۔ ابن جریر نے عبد اللہ بن کثیر سے نقل کیا ہے کہ (کفار مکہ) جانتے تھے کہ اللہ نے انہیں پیدا کیا اور رزق عطا فرمایا، پھر بھی انکار کرتے تھے، پس ایسا ہے کہ اللہ کی نعمت جان کر اس کا انکار کرتے تھے۔ (الدر المنثور، ج ٤، ص ۲۳۸)

علامہ قرطبی فرماتے ہیں کہ ہم نے تمہارے لئے پہاڑوں میں چھپنے کے لیے جگہ بنائی یعنی غار اور سرنگ بنائے، اس مقام پر اکنانا کا ذکر کیا السھل کا ذکر نہیں فرمایا، اور پھر فرمایا تقیکم الحر یعنی تمہارے لیے کچھ پہناوے بنائے جو تمہیں گرمی سے بچائیں گے، البرد کا ذکر نہیں فرمایا، ایسا کیوں ہوا؟ جواب یہ ہے کہ وہ قوم پہاڑوں میں رہنے والی قوم تھی انہیں آسانی ودشواری کا کوئی پاس نہ تھا، اسی طرح وہ قوم گرمی کا شکار تھی انہیں سردی سے کوئی خاص سروکار یا پرواہ نہ تھی، پس اللہ نے اُس نعمت کا ذکر کیا جو خاص طور پر احسان کرتے ہوئے کی گئی جیسا کہ جانوروں کے اُون کا خاص طور پر ذکر فرمایا گیا جب کہ روئی وغیرہ کا ذکر نہ کیا گیا۔ جنگ کے مواقع پر لوگ لوہے کا لباس پہنتے ہیں تا کہ دشمن سے بچت ہو سکے، سید عالم ﷺ سے بھی ایسا کرنا ثابت ہے۔ (القرطبی، الجزء ١٤، ص ١٤٣ وغیرہ)

اغراض: لانہ بلفظ کن فیکون: جملے میں کچھ تسامح ہے، جب کہ ثم، کاف اور نون مذکور نہیں، اور کسی کام کا ثم، کاف و نون، والا جلد ہوجانا مراد ہے، پس اللہ جب کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو وہ جلد ہوجاتی ہے۔

عند قبض اجنحتهن: خلاف مشاہدہ پرندوں کے پروں کو لے لینا، پس مناسب یہ ہے کہ یوں کہا جائے کہ اللہ چاہے تو پرندوں کے پروں کو اڑنے سے روک لے، پھر ان کے جسم کے بوجھ انہیں گرادیں اور ان کے اڑنے کی مجال نہ رہے اور زمین میں ان کے لیے کوئی چیز نہ ہو۔

کالخیام: جمع ہے خیمہ کی، جیسا کہ قباب جمع ہے قبۃ کی۔

جمع کن: بمعنی غطاء (پردہ) ہے، جیسا کہ قرآن مجید میں ہے ﴿وجعلنا علی قلوبهم غطاء﴾۔

والجواشن: جمع ہے جوشن کی، بمعنی الدرع (گھاس) ہے، آیت پاک میں مذکور عطف تفسیری ہے۔

وهذا قبل الامر بالقتال: مطلب یہ ہے کہ آیت مذکورہ منسوخ ہے، اور اس میں جواب شرط مقدر ماننا چاہیے "فلا تقاتلوهم مثلا یعنی تم ان سے باہم قتال نہ کرو"، اور اگر ایسا مانیں تو تم پر کوئی عتاب نہیں اور نہ ہی مواخذہ، اس لیے کہ تمہیں مخلوق کے دلوں میں ایمان ڈالنے پر کوئی قدرت نہیں ہے، پس اس لیے کہ معاملہ آیت کے منسوخ ہونے کے حکم کے منافی نہیں ہے۔ (الصاوی، ج۳، ص ۲۸۲ وغیرہ)

رکوع نمبر: ۱۸

﴿وَ﴾اذْكُرْ﴿يَوْمَ نَبْعَثُ مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ شَهِيْدًا﴾هُوَ نَبِيُّهَا يَشْهَدُ لَهَا وَعَلَيْهَا وَهُوَ يَوْمُ الْقِيٰمَةِ﴿ثُمَّ لَا يُؤْذَنُ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا﴾فِي الْاِعْتِذَارِ﴿وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُوْنَ(۸۴)﴾لَاتُطْلَبُ مِنْهُمُ الْعُتْبٰى اَيِ الرُّجُوْعُ اِلٰى مَا لَا يَرْضَى اللّٰهُ﴿وَاِذَا رَاَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوا﴾كَفَرُوا﴿الْعَذَابَ﴾النَّارَ﴿فَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ(۸۵)﴾يُمْهَلُوْنَ عَنْهُ اِذَا رَاَوْهُ﴿وَاِذَا رَاَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا شُرَكَآءَهُمْ﴾مِنَ الشَّيَاطِيْنِ وَغَيْرِهَا﴿قَالُوْا رَبَّنَا هٰٓؤُلَآءِ شُرَكَآؤُنَا الَّذِيْنَ كُنَّا نَدْعُوْ﴾نَعْبُدُهُمْ﴿مِنْ دُوْنِكَ ۚ فَاَلْقَوْا اِلَيْهِمُ الْقَوْلَ﴾اَيْ قَالُوْا لَهُمْ﴿اِنَّكُمْ لَكٰذِبُوْنَ(۸۶)﴾فِيْ قَوْلِكُمْ اِنَّكُمْ عَبَدْتُمُوْنَا كَمَا فِيْ آيَةٍ اُخْرٰى مَا كَانُوْا اِيَّانَا يَعْبُدُوْنَ سَيَكْفُرُوْنَ بِعِبَادَتِهِمْ﴿وَاَلْقَوْا اِلَى اللّٰهِ يَوْمَئِذِ ۣ السَّلَمَ﴾اَيْ اِسْتَسْلَمُوْا لِحُكْمِهِ﴿وَضَلَّ﴾غَابَ﴿عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ(۸۷)﴾مِنْ اَنَّ آلِهَتَهُمْ تَشْفَعُ لَهُمْ﴿اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا﴾النَّاسَ﴿عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ﴾دِيْنِهِ﴿زِدْنٰهُمْ عَذَابًا فَوْقَ الْعَذَابِ﴾الَّذِيْ اِسْتَحَقُّوْهُ بِكُفْرِهِمْ قَالَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ عَقَارِبُ اَنْيَابُهَا كَالنَّخْلِ الطِّوَالِ﴿بِمَا كَانُوْا يُفْسِدُوْنَ(۸۸)﴾بِصَدِّهِمِ النَّاسَ عَنِ الْاِيْمَانِ﴿وَ﴾اذْكُرْ﴿يَوْمَ نَبْعَثُ فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ شَهِيْدًا عَلَيْهِمْ مِّنْ اَنْفُسِهِمْ﴾هُوَ نَبِيُّهُمْ﴿وَجِئْنَا بِكَ﴾يَامُحَمَّدُ﴿شَهِيْدًا عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ ۭ﴾اَيْ قَوْمِكَ﴿وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ﴾الْقُرْآنَ﴿تِبْيَانًا﴾بَيَانًا﴿لِّكُلِّ شَيْءٍ﴾يَحْتَاجُ النَّاسُ اِلَيْهِ مِنْ اَمْرِ الشَّرِيْعَةِ﴿وَّهُدًى﴾مِنَ الضَّلَالَةِ﴿وَّرَحْمَةً وَّبُشْرٰى﴾بِالْجَنَّةِ﴿لِلْمُسْلِمِيْنَ(۸۹)﴾الْمُوَحِّدِيْنَ.

﴿ترجمہ﴾

اور (یاد کرو) جس دن ہم اٹھائیں گے ہر امت میں سے ایک گواہ......۱......(مراد ہر امت کا نبی ہے جو کہ امت کی گواہی دے گا اور ایسا قیامت کے دن ہوگا) پھر کافروں کو اجازت نہ ہو (عذر پیش کرنے کی) نہ وہ منائے جائیں (یعنی ان سے اللہ کی عبادت وغیرہ رجوع والے کام نہ طلب کیے جائیں گے) اور ظلم کرنے والے (کافر) جب عذاب (آگ کا) دیکھیں گے اسی وقت سے نہ وہ (عذاب) ان پر سے ہلکا ہو نہ انہیں مہلت ملے......۲......(ینظرون بمعنی یمهلون ہے، یعنی جب وہ عذاب دیکھیں گے انہیں مہلت نہ ملے گی) اور شرک کرنے والے جب اپنے شریکوں (شیطانوں وغیرہ) کو دیکھیں گے کہیں گے اے ہمارے رب یہ ہیں ہمارے شریک کہ ہم تیرے سوا پوجتے تھے (ندعوا بمعنی نعبد ہے) تو وہ ان پر بات پھینکیں گے (یعنی ان کے بارے میں کہیں گے) کہ تم بیشک جھوٹے ہو (اپنی بات میں، بلکہ تم اپنی خواہش سے ان کی عبادت کرتے تھے جیسا دوسری آیت ''ما کانوا ایانا یعبدون'' میں ہے کہ عنقریب وہ ان بتوں کی عبادت سے انکار کریں گے) اور اس دن اللہ کی طرف عاجزی سے گریں گے (یعنی اللہ ﷻ کے حکم سے تابعداری کرتے ہوئے) اور ان سے گم (ضل بمعنی غاب ہے) ہو جائیں گی جو بناوٹیں کرتے تھے (کہ ان کے معبود ان کی شفاعت کریں گے) جنہوں نے کفر کیا اور (لوگوں کو) اللہ کی راہ (یعنی دین) سے روکا ہم نے عذاب پر عذاب بڑھایا (جس عذاب کے وہ اپنے کفر کی وجہ سے مستحق تھے، ابن مسعود نے فرمایا: ''عقارب انیابها کالنخل الطوال'') بدلہ ان کے فساد (لوگوں کو ایمان سے روکنے) کا......۳......اور (یاد کرو) جس دن ہم ہر گروہ میں ایک گواہ (مراد اس گروہ کا نبی ہے) انہیں میں سے اٹھائیں گے کہ ان پر گواہی دے اور اے محبوب! (محمد ﷺ!) تمہیں (تمہاری قوم کو) ان سب پر شاہد بنا کر لائیں گے اور ہم نے تم پر یہ کتاب (قرآن) اتارا کہ ہر چیز کا (جس شرعی معاملے کی طرف انسان کو حاجت ہوتی ہے) روشن (بیان) ہے اور ہدایت (گمراہی سے) اور رحمت اور بشارت (جنت کی) مسلمانوں (موحدین) کو......۴......

﴿ترکیب﴾

﴿ویوم نبعث من کل امة شهیدا ثم لا یؤذن للذین کفروا ولا هم یستعتبون﴾.

و: عاطفہ، یوم: مضاف، نبعث: فعل بافاعل، من کل امة: ظرف مستقر حال مقدم، شهیدا: ذوالحال، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ مضاف الیہ، ملکر ظرف ''اذکر'' فعل محذوف کے لیے، ملکر جملہ فعلیہ، ثم: عاطفہ، لا یؤذن: فعل بانائب الفاعل، للذین کفروا: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، لا: نافیہ، هم یستعتبون: جملہ اسمیہ معطوف، ملکر جملہ فعلیہ معطوف۔

﴿واذا را الذین ظلموا العذاب فلا یخفف عنهم ولا هم ینظرون﴾.

و: عاطفہ، اذا: ظرفیہ متضمن معنی شرط مفعول فیہ مقدم، را الذین ظلموا: فعل بافاعل، العذاب: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ شرط، ف: جزائیہ، لا یخفف عنهم: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، ولا هم ینظرون: جملہ اسمیہ معطوف، ملکر جزا، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿واذا را الذین اشرکوا شرکائهم قالوا ربنا هؤلاء شرکاؤنا الذین کنا ندعوا من دونک﴾.

و: عاطفہ، اذا: ظرفیہ متضمن معنی شرط مفعول فیہ مقدم، را: فعل: الذین اشرکوا: فاعل، شرکاء هم: مفعول، ملکر جملہ شرط، قالوا: قول، ربنا: جملہ ندائیہ، هؤلاء: مبتدا، شرکاء نا: موصوف، الذین: موصول، کنا ندعوا من دونک جملہ فعلیہ

صلہ، ملکر صفت، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ مقصود بالندا، ملکر مقولہ، ملکر جزا، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿فالقوا الیھم القول انکم لکذبون﴾۔

ف: عاطفہ، القوا: فعل بافاعل، الیھم: ظرف لغو، القول: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ قول، انکم: حرف مشبہ واسم، لکذبون: خبر ملکر جملہ اسمیہ مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿والقوا الی اللہ یومئذ السلم وضل عنھم ما کانوا یفترون﴾۔

و: عاطفہ، القوا الی اللہ: فعل بافاعل وظرف لغو، یومئذ: ظرف، السلم: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، ضل: فعل، عنھم: ظرف لغو، ما کانوا یفترون: موصول صلہ ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿الذین کفروا وصدوا عن سبیل اللہ زدنھم عذابا فوق العذاب بما کانوا یفسدون﴾۔

الذین: موصول، کفروا: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، وصدوا عن سبیل اللہ: جملہ فعلیہ معطوف، ملکر صلہ، ملکر مبتدا، زدنھم: فعل بافاعل ومفعول، عذابا: موصوف، فوق العذاب: ظرف مستقر صفت، ملکر مفعول ثانی، بما کانوا یفسدون: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ویوم نبعث فی کل امۃ شھیدا علیھم من انفسھم وجئنابک شھیدا علی ھؤلاء﴾۔

و: عاطفہ، یوم: مضاف، نبعث فی کل امۃ: فعل بافاعل وظرف لغو، شھیدا: مصدر بافاعل، علیھم: ظرف لغو، شھید: مصدر بافاعل، علیھم: ظرف لغو، ملکر شبہ جملہ ہوکر موصوف، من انفسھم: ظرف مستقر صفت، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ مضاف الیہ، ملکر ظرف، ''اذکر'' فعل محذوف کے لیے، ملکر جملہ فعلیہ، و: مستانفہ جئنا: فعل بافاعل، بک ظرف لغو، شھیدا علی ھؤلاء: شبہ جملہ قول، ملکر جملہ فعلیہ مستانفہ۔

﴿ونزلنا علیک الکتب تبیانا لکل شیء وھدی ورحمۃ وبشری للمسلمین﴾۔

و: عاطفہ، نزلنا علیک الکتاب فعل بافاعل وظرف لغو ومفعول، : تبیانا لکل شیء: شبہ جملہ معطوف علیہ، و ھدی: معطوف اول، ورحمۃ: معطوف ثانی، وبشری للمسلمین: معطوف ثالث، ملکر مفعول لہ، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

نبی امت پر گواہ ہوتا ہے:

۱......آیت مبارکہ میں اللہ ﷻ نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن مشرکین اور منافقین کا کیا حال ہوگا جب حضرات انبیاءِ کرام ان پر گواہی پیش کریں گے کہ ہم نے ان تک رسالت کا پیغام پہنچا دیا تھا اور نبی پاک ﷺ ان تمام انبیاءِ کرام پر بطور گواہ پیش کیے جائیں گے، چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے ارشاد فرمایا: ''اِقْرَأْ عَلَیَّ الْقُرْآنَ یعنی میرے سامنے قرآن مجید پڑھو'' ۔حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے عرض کی: ''یَارَسُوْلَ اللّٰہِ اَقْرَأُ عَلَیْکَ وَعَلَیْکَ اُنْزِلَ یعنی یارسول اللہ ﷺ! میں آپ ﷺ پر (کیسے) قرآن پڑھوں حالانکہ قرآن مجید آپ ﷺ پر نازل ہوا ہے''؟ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اِنِّیْ اَشْتَہِیْ اَنْ اَسْمَعَہٗ مِنْ غَیْرِیْ یعنی میں چاہتا ہوں کہ کسی اور سے قرآن مجید سنوں'' ۔راوی فرماتے ہیں لہٰذا میں نے سورہ نساء پڑھنی شروع کی حتی کہ جب میں اس آیتِ مبارکہ پر پہنچا: ﴿فَکَیْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ کُلِّ اُمَّۃٍ بِشَہِیْدٍ وَّجِئْنَا بِکَ عَلٰی ہٰٓؤُلَآءِ شَہِیْدًا

(النساء:۴۱)﴾یعنی اس وقت کیا حال ہوگا جب ہم ہرامت سے ایک گواہ لائیں گے اور آپ کو ان تمام پر گواہ بنا کر لائیں گے۔تو میں نے سر اٹھا کر خود دیکھا یا کسی نے مجھے ٹھوکا دیا،تو کیا دیکھتا ہوں کہ آپ ﷺ کی چشمانِ مبارک سے اشک رواں ہیں۔

(صحیح مسلم، کتاب صلوٰة المسافروقصرھا، باب فضل استماع القرآن وطلب، رقم:۱۷۵۱/۸۰۰،ص ۳۶۹)

☆......سید عالم ﷺ امت کے احوال سے واقف ہیں چنانچہ فرمایا:''انا شهيد عليكم یعنی میں تم پرنگہبان ہوں''۔

(صحیح البخاری، کتاب الجنائز، باب صلوة علی الشهيد، رقم:۱۳۴۴،ص ۲۱۴)

حضرات انبیائے کرام پر موت کا قانون یوں نہیں جیسا کہ عام لوگوں پر ہوتا ہے کہ معاذ اللہ مر کر مٹی میں مل گئے، بلکہ یہ حضرات ایک مقام سے دوسرے مقام پر منتقل ہوتے ہیں اور یہی صحیح ترین قول ہے،حضرت حذیفہ اپنی زوجہ سے کہتے ہیں:''اگر تو چاہتی ہے کہ جنت میں میری زوجہ بنے تو دنیا میں میرے بعد نکاح نہیں کرنا،پس اللہ نے حضرات انبیائے کرام کی ازواج پر حرام کر رکھا ہے کہ وہ ان کے بعد کسی اور سے نکاح کریں،اس لیے کہ یہی جنت میں ان کی ازواج ہونگی۔

(السنن الکبری للبیھقی، کتاب النکاح، باب ما خص بعن الخ، رقم:۱۳۴۲۱، ج۷، ص ۱۱۱)۔

جن حضرات کی حیات کا عالم یہ ہو کہ ان کی ازواج دوسرے نکاح نہ کر سکیں،وہ امتیوں کے حال سے کیسے بے خبر رہ سکتے ہیں؟اعلی حضرت فاضل بریلوی فرماتے ہیں:حضرات انبیائے کرام کی حیات وممات پاک صاف ستھری ہوتی ہیں،ان کی موت ایسی نہیں جیسی دیگر لوگوں کی ہوتی ہے بلکہ اللہ کے وعدے﴿كل نفس ذائقة الموت(الانبیاء:۳۵)﴾کو مکمل کرنے کے لیے ہوتی ہے،اس کے بعد جسمانی روحانی حیات ہوتی ہے جیسا کہ اہل سنت وجماعت کا عقیدہ ہے۔اسی لئے نہ تو ان کے وارث ہوتے ہیں اور نہ ہی ان کی ازواج دوسرے نکاح کرسکتی ہیں،بخلاف حضرات شہداء کے کہ ان کی حیات پر نص وارد ہے اور انہیں مردہ کہنے کی ممانعت ہے،

(الفتاوی الرضویہ مخرجہ، ج۳، ص ۴۰۳ وغیرہ ملتقطا)

کافروں کو قیامت میں مہلت نہ ملے گی:

۲......کافروں کو قیامت میں مہلت کیا ملنی ہے،ان کے لیے دردناک عذاب ہوگا۔علامہ سید محمود آلوسی﴿ولا يكلمهم الله ولا ينظر اليهم يوم القيمة ولا يزكيهم ولهم عذاب اليم (ال عمران:۷۷)﴾کے تحت فرماتے ہیں:اللہ کافروں پر مہربانی ورحم نہیں فرمائے گا،جس کے حق میں''نظر''کا استعمال جائز نہیں جیسا کہ اللہ کے لیے یہ لفظ استعمال ہوا ہے تو اپنے اصلی معنی سے مجرد ہے اور صرف احسان کے معنی میں ہے۔مجمع بحار الانوار میں حدیث پاک ہے''ان الله لا ينظر الى صوركم ......الخ''، میں نظر سے مراد دیکھنا نہیں بلکہ پسندیدگی،رحمت اور مہربانی ہے۔متذکرہ آیت مقدسہ میں ینظرون کے معنی مہلت دینے کے ہیں یعنی کافروں کو ان کے بُرے اعمال کی وجہ سے آخرت میں مہلت نہ دی جائے گی۔قیامت کے دن کافروں کو عذر پیش کرنے کی اجازت نہیں دی جائے گی جیسا کہ آیت مقدسہ﴿ولا يؤذن لهم فيعتذرون (المرسلت:۳۶)﴾میں ہے۔

فسادیوں کا انجام:

۳......اس سے پہلی آیت میں اللہ نے کافروں کے عذاب کا ذکر فرمایا،یہاں ان لوگوں کے عذاب کا ذکر ہو رہا ہے جو خود کو گمراہ ہوا ہے دوسروں کو بھی گمراہ کر رہا ہے،خود کافر ہے دوسروں کو بھی کافر بنا رہا ہے۔اللہ نے فرمایا ایسے لوگوں کو زیادہ عذاب ہوگا ایک

اپنی گمراہی کا دوسرے یہ کہ دوسروں کو بھی گمراہ کیا۔

☆......حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''جس شخص نے کسی شخص کو ظلماً قتل کیا اس کے قتل کے عذاب میں اس ایک حصہ پہلے ابن آدم (قابیل) کو بھی ملے گا کیونکہ اس نے سب سے پہلے قتل کرنے کا طریقہ ایجاد کیا۔

(صحیح البخاری، کتاب الاحادیث انبیاء ،باب:خلق آدم ،رقم: ۳۳۳۵،ص ٥٥٤)

قرآن میں ہرچیز کا روشن بیان ہے!

☆......قرآن مجید ان علوم کی مدح سرائی فرماتا ہے جو علوم دینیہ پر مشتمل ہوں، اس کے علاوہ پر بحث نہیں کرتا، پس علوم دینیہ اصول وفروع پر مشتمل ہوتے ہیں۔ علم اصول اپنی تمام تر خوبیوں کے ساتھ قرآن مجید میں موجود ہیں اور علم فروع تو اصل براءۃ الذمہ یعنی کسی کام کو اپنے ذمہ سے ساقط کرنا ہے، مگر جس کی تفصیل اس کتاب میں آچکی، قرآن مجید احکام، کو بیان کرنے میں بڑی فصاحت کا حامل ہے، فقہاء فرماتے ہیں کہ قرآن، میں ہر چیز کا روشن بیان ہے اس کا معنی یہ ہے کہ قرآن اجماع، خبر واحد اور قیاس کے حجت ہونے کی دلیل پیش کررہا ہے۔ پس احکامات میں سے جو کوئی حکم کسی اصول سے ثابت ہوا تو ہم کہیں گے کہ یہ قرآن سے ثابت ہوا ہے۔

(الرازی، ج۷، ص ۲۵۸)

اغراض: اذکر: اے محمد ﷺ! اپنی قوم کو نصیحت کیجئے، جب ہم ہر امت کے لیے ایک گواہ بنائیں گے، مراد اس سے دوبارہ موت کے قانون کے لاگو ہونے پر زندہ کرنا ہے، یعنی ہم اُس دن ہر امت سے ایک نگہبان کردیں گے اور پہلا قول قریب ترین ہے۔

یشھد علیھا: یعنی حضرات انبیائے کرام (دنیا میں) جھٹلانے اور انکار کرنے کی گواہی دیں گے۔

وھو یوم القیامۃ: روایت میں ہے کہ قیامت کے دن ماضی کی امتیں اوران کے نبی لائے جائیں گے اور حضرات انبیائے کرام سے کہا جائے گا: کیا آپ نے اپنی امتوں کو پیغام پہنچادیا تھا؟ حضرات انبیائے کرام کہیں گے: جی ہاں، ہم نے پیغام پہنچادیا تھا، پھر امتوں سے کہا جائے گا کہ کیا حضرات انبیائے کرام نے تمہیں پیغام پہنچادیا تھا؟ امتیں کہیں گی: اے ہمارے رب! ہمیں کوئی ڈرانے والا نہ آیا، پھر امت محمدیہ لائی جائے گی، پس یہ امت حضرات انبیائے کرام کی نسبت گواہی دے گی، اور امتوں کے جھٹلانے کا بیان کرے گی ،امت محمدیہ سے کہا جائے گا اے امت محمدیہ! تم کیسے گواہی دیتی ہو جب کہ تم سب سے آخر میں پیدا کی گئی تھی؟ امت محمدیہ کہے گی: ہمیں ہمارے نبی سید عالم ﷺ نے خبر دی، اور وہ سچے نبی ہوئے ہیں، پھر سید عالم ﷺ کو لایا جائے گا، پھر ان کی امت کا تزکیہ کیا جائے گا، اس وقت سید عالم ﷺ اپنے رب سے عرض گزار ہونگے، اے میرے رب! تم نے ہمیں جو احکامات دیئے ہم نے وہ سارے ہی پہنچادیے، پھر بغیر کسی حیل وحجت کے سید عالم ﷺ کی بات مان لی جائے گی۔

ای استسلموا: مان لینے کے بعد، جب کہ دنیا میں تکبر کرنے والے تھے، اور یہ مان لینا انہیں کچھ نفع نہ دے گا۔

من ان الھتھم تشفع لھم: یعنی کافر بتوں کی عبادت کرنے کے بعد کہتے تھے کہ ہم ان کی عبادت اس لئے کرتے ہیں کہ یہ ہمیں خدا کے قریب کردیں گے۔ ولھا: مراد تصدیق کرنا اور ایمان لانا ہے۔

قال ابن مسعود: یعنی ان کافروں کے عذاب میں اضافہ کیا جائے گا، ابن عباس ومقاتل کہتے ہیں کہ پانچ قسم کی نہروں سے ان کے عذاب میں اضافہ کیا جائے گا، جہنم میں جاری زرد رنگ کی نہر جوکہ عرش کے نیچے جاری ہوگی، جہنمی اس میں دن کی مقدار کے برابر تین دفعہ عذاب دیئے جائیں گے، اور رات کی مقدار کے برابر دو مرتبہ، ایک قول یہ بھی کیا جاتا ہے کہ وہ نار جہنم سے ٹھنڈک کے عذاب یعنی نہر زمہریر میں ڈالے جائیں گے۔ پس وہ اس ٹھنڈک کی وجہ سے آگ کی جانب جانے کے لیے پکار رہے ہونگے۔

انيابها كالنخل الطوال: یعنی جہنمیوں کے جسموں کو موٹے موٹے دانتوں سے تشبیہ دی گئی ہے، یعنی جہنمیوں کا جسم بہت بڑا ہوگا، اللہ ہمیں اور تمام مسلمانوں کو جہنم سے اس سے محفوظ رکھے۔

الموحدين: اور جہاں تک کافروں کا تعلق ہے، ان کے لیے نقصان، عذاب اور ڈر ہوگا۔ (الصاوی، ج۳، ص ۲۸۳ وغیرہ)

رکوع نمبر: ۱۹

﴿اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ﴾التَّوحِيْدِ وَالْاِنْصَافِ﴿ وَالْاِحْسَانِ﴾اَدَاءِ الْفَرَائِضِ اَوْ اَنْ تَعْبُدَاللّٰهَ كَاَنَّكَ تَرَاهُ كَمَا فِى الْحَدِيْثِ﴿ وَاِيْتَآئِ ﴾اِعْطَاءِ﴿ذِى الْقُرْبٰى﴾الْقَرَابَةِ خَصَّهُ بِالذِّكْرِ اِهْتِمَامًابِهٖ﴿ وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ ﴾الزِّنَا﴿وَالْمُنْكَرِ﴾شَرعًا مِنَ الْكُفْرِ وَالْمَعَاصِى ﴿ وَالْبَغْىِ ج ﴾الظُّلْمِ النَّاسِ خَصَّهُ بِالذِّكْرِ اِهْتِمَامًا كَمَا بَدَاءَ بِالْفَحْشَاءِ لِذَالِكَ﴿يَعِظُكُمْ ﴾بِالْاَمْرِ وَالنَّهْيِ﴿لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ(۹۰)﴾تَتَّعِظُوْنَ وَفِيْهِ اِدْغَامُ التَّاءِ فِى الْاَصْلِ فِى الذَّالِ وَفِى الْمُسْتَدْرَكِ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ هٰذِهٖ اَجْمَعُ آيَةٍ فِى الْقُرْآنِ لِلْخَيْرِ وَالشَّرِّ﴿وَاَوْفُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ ﴾مِنَ الْبَيْعَةِ وَالْاِيْمَانِ وَغَيْرِهِمَا﴿اِذَا عٰهَدْتُّمْ وَلَا تَنْقُضُوا الْاَيْمَانَ بَعْدَ تَوْكِيْدِهَا﴾ تَوْثِيْقِهَا ﴿ وَقَدْ جَعَلْتُمُ اللّٰهَ عَلَيْكُمْ كَفِيْلًا ط ﴾ بِالْوَفَاءِ حَيْثُ حَلَفْتُمْ بِهٖ وَالْجُمْلَةُ حَالٌ ﴿ اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا تَفْعَلُوْنَ(۹۱) ﴾تَهْدِيْدٌ﴿وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّتِىْ نَقَضَتْ ﴾اَفْسَدَتْ﴿غَزْلَهَا﴾مَاغَزَلَتْهُ﴿ مِنْۢ بَعْدِ قُوَّةٍ﴾اِحْكَامٍ لَهٗ وَبَرمٍ﴿ اَنْكَاثًا ط ﴾حَالٌ جَمْعُ نِكْثٍ وَهُوَ مَايُنْكَثُ اَىْ يُحَلُّ اَحْكَامُهٗ وَهِىَ اِمْرَاَةٌ حُمْقَاءُ فِى مَكَّةَ كَانَتْ تَغْزِلُ طُوْلَ يَوْمِهَا ثُمَّ تَنْقُضُهٗ﴿ تَتَّخِذُوْنَ ﴾حَالٌ مِنْ ضَمِيْرِ تَكُوْنُوْا اَىْ لَاتَكُوْنُوْا مِثْلَهَا فِى اِتِّخَاذِكُمْ ﴿ اَيْمَانَكُمْ دَخَلًاۢ ﴾هُوَ مَا يُدْخَلُ فِى الشَّيْءِ وَلَيْسَ مِنْهُ اَىْ فَسَادًا اَوْ خَدِيْعَةً ﴿بَيْنَكُمْ ﴾بِاَنْ تَنْقُضُوْهَا﴿اَنْ﴾اَىْ لِاَنْ﴿ تَكُوْنَ اُمَّةٌ ﴾جَمَاعَةٌ﴿هِىَ اَرْبٰى﴾اَكْثَرَ﴿ مِنْ اُمَّةٍ ط ﴾وَكَانُوْا يُحَالِفُوْنَ الْحُلَفَاءَ فَاِذَا وَجَدُوْا اَكْثَرَ مِنْهُمْ وَاَعَزَّ نَقَضُوْا حَلْفَ اولٰئِكَ وَحَالَفُوْهُمْ﴿اِنَّمَا يَبْلُوْكُمُ ﴾يَخْتَبِرُكُمْ ﴿ اللّٰهُ بِهٖ ﴾ اَىْ بِمَا اَمَرَ بِهٖ مِنَ الْوَفَاءِ بِالْعَهْدِ لِيَنْظُرَ الْمُطِيْعَ مِنْكُمْ وَالْعَاصِى اَوْ تَكُوْنَ اُمَّةٌ اَرْبٰى لِيَنْظُرَ اَتَفُوْنَ اَمْ لَا؟ ﴿ وَلَيُبَيِّنَنَّ لَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ(۹۲)﴾فِى الدُّنْيَا مِنْ اَمْرِ الْعَهْدِ وَ وَغَيْرِهٖ بِاَنْ يُعَذِّبَ النَّاكِثَ وَيُثِيْبَ الْوَافِى﴿وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً﴾اَهْلَ دِيْنٍ وَاحِدٍ﴿ وَّلٰكِنْ يُّضِلُّ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِىْ مَنْ يَّشَآءُ وَلَتُسْــَٔلُنَّ ﴾ يَوْمَ الْقِيَامَةِ سُوَالَ تَبْكِيْتٍ﴿ عَمَّا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ(۹۳)﴾لِتَجَازُوْا عَلَيْهِ﴿وَلَا تَتَّخِذُوْۤا اَيْمَانَكُمْ دَخَلًاۢ بَيْنَكُمْ﴾ كَرَّرَهٗ تَاكِيْدًا ﴿ فَتَزِلَّ قَدَمٌۢ ﴾ اَقْدَامُكُمْ عَنْ مُحَجَّةِ الْاِسْلَامِ ﴿بَعْدَ ثُبُوْتِهَا ﴾ اِسْتِقَامَتِهَا عَلَيْهَا ﴿ وَتَذُوْقُوا السُّوْٓءَ ﴾الْعَذَابَ﴿بِمَا صَدَدْتُّمْ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ج ﴾اَىْ بِصَدِّكُمْ عَنِ الْوَفَاءِ بِالْعَهْدِ اَوْبِصَدِّكُمْ غَيْرَكُمْ عَنْهُ لِاَنَّهٗ يَسْتَنُّ بِكُمْ﴿وَلَكُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ(۹۴)﴾ فِى الْاٰخِرَةِ ﴿ وَلَا تَشْتَرُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا ط

﴿مِنَ الدُّنْيَا بِاَنْ تَنْقُضُوهُ لِاَجْلِهِ﴿اِنَّمَا عِنْدَ اللّٰهِ﴾ مِنَ الثَّوابِ﴿هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ﴾مِمَّافِى الدُّنْيَا﴿اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ(۹۵)﴾ذَالِكَ فَلا تَنْقُضُوا﴿مَا عِنْدَكُمْ﴾مِنَ الدُّنْيَا﴿يَنْفَدُ﴾يَفْنِىْ﴿ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ ط

﴾دَائِمٌ﴿وَلَنَجْزِيَنَّ﴾بِالْيَاءِ وَالنُّوْنِ﴿الَّذِيْنَ صَبَرُوْٓا﴾عَلَى الْوَفَاءِ بِالْعُهُوْدِ﴿ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ(۹۶)﴾اَحْسَنُ بِمَعْنٰى حَسَنٍ﴿مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً ط

﴾ قِيْلَ هِىَ حَيَاةُ الْجَنَّةِ وَقِيْلَ فِى الدُّنْيَا بِالْقَنَاعَةِ وَالرِّزْقِ الْحَلَالِ﴿ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ(۹۷) فَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ﴾اَىْ اَرَدْتَ قِرَائَتَهٗ﴿فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ(۹۸)﴾اَىْ قُلْ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ﴿اِنَّهٗ لَيْسَ لَهٗ سُلْطٰنٌ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ(۹۹) اِنَّمَا سُلْطٰنُهٗ عَلَى الَّذِيْنَ يَتَوَلَّوْنَهٗ﴾بِطَاعَتِهٖ﴿وَالَّذِيْنَ هُمْ بِهٖ﴾اَىِ اللّٰهِ تعالى﴿ مُشْرِكُوْنَ(۱۰۰)﴾

﴿ترجمہ﴾

بیشک اللہ حکم فرماتا ہے انصاف......۱......(عدل سے مراد توحید وانصاف ہے) اور نیکی (فرائض کی ادائیگی کا، یا اللہ ﷻ کی ایسی عبادت بجالانے کا کہ گویا تو اسے دیکھ رہا ہے جیسا کہ حدیث پاک میں تعلیم کیا گیا ہے) اور رشتہ داروں......۲......(یعنی قرابت داروں، کا ذکر ان کی شانِ اہتمام کی وجہ سے خاص طور پر کیا گیا ہے) کے دینے کا (ایتای بمعنی اعطاء ہے) اور منع فرماتا ہے بے حیائی (یعنی زنا سے) اور بُری بات (جو شرعاً بُری ہو، کفر اور معصیت وغیرہ میں سے) اور سرکشی سے......۳......(لوگوں پر ظلم کرنے سے، بغی کا اہتمام کے ساتھ خاص طور پر ذکر کیا گیا جیسا کہ فحاشی کا ابتداء میں خاص طور پر ذکر ہوا) تمہیں نصیحت فرماتا ہے (اوامر کے بجالانے اور نواہی سے بچنے کی......۴......) کہ تم دھیان کرو (نصیحت پکڑو، تذکرون اپنی اصل کے اعتبار سے تتذکرون تھا، تاء کا ذال میں ادغام ہوا ہے، مستدرک میں ابن مسعود سے روایت ہے کہ یہ آیت قرآن مجید کی دیگر آیات خیر وشر کا مجموعہ ہے) اور اللہ کا عہد (خرید وفروخت اور قسموں سے متعلق) پورا کرو جب قول باندھو اور قسمیں مضبوط (توکیدھا بمعنی توثیقھا ہے) کر کے نہ توڑو اور تم اللہ کو اپنے اوپر ضامن کر چکے ہو (یعنی اللہ ﷻ سے عہد پورا کرنے کا وعدہ کر چکے ہو، کفیلا جملہ حالیہ ہے تنقضوا کے فاعل سے) بیشک اللہ تمہارے کام جانتا ہے (یہ جملہ لوگوں کے لیے تھدید کے طور پر ہے) اور اس عورت کی طرح نہ ہو جس نے اپنا سوت (جو اس نے کاتا تھا) مضبوطی کے بعد (یعنی مضبوطی سے سوت کاتنے کے بعد تنگ دل ہو کر) ریزہ ریزہ (انکاثا، غزلھا سے حال اور نکث کی جمع ہے، مراد اس سے نقض یعنی توڑ دینا ہے یعنی ان کے لیے قسموں کو پورا کرنا لازم تھا، جس طرح مکہ مکرمہ کی اس بیوقوف عورت کے لیے جس نے دن کا طویل حصہ سوت کات کر ریزہ ریزہ کر دیا) کر کے توڑ دیا......۵......(نقضت بمعنی افسدت ہے) اپنی قسمیں (دخلا بمعنی عیب کے ہے، دراصل عیب جس چیز میں داخل ہو جائے اسے بے اصل کر دیتا ہے یعنی اس میں فساد اور دھوکہ پیدا کر دیتا ہے) آپس میں (کہ تم قسموں کو توڑ ڈالتے ہو، اَنْ بمعنی بِاَنْ ہے) ایک بے اصل بہانہ بناتے ہو (تتخذون حال ہے تکونوا کی ضمیر سے، یعنی جو قسمیں توڑ دینے والے ہیں تم ان کی طرح نہ ہو جاؤ) کہ ایک گروہ (امة بمعنی جماعة ہے) دوسرے

گروہ سے زیادہ (کہ قریش کے لوگ ایک قوم سے حلف اٹھاتے پھر جب مدمقابل دوسرے مال یا عزت کے اعتبار سے زیادہ معزز پاتے تو حلف توڑ دیتے، اربی بمعنی اکثر ہے) نہ ہو جائے اللہ تمہیں اس سے (کہ اس نے تمہیں قسموں کے پورا کرنے کا حکم دیا ہے تاکہ تم میں مطیع و عاصی کو دیکھ لے، تاکہ امت اللہ اور اس کے رسول کے عہد کو پورا کرنے والوں اور نہ کرنے والوں کو دیکھنے کے حوالے سے پختہ ہو جائے) آزماتا ہے (یبلوکم بمعنی یختبرکم ہے) اور ضرور تم پر صاف ظاہر کردے گا قیامت کے دن جس بات میں جھگڑتے تھے (دنیا میں عہد و پیمان کے حوالے سے کہ عہد توڑنے والوں کو سزا اور پورا کرنے والوں کو جزا دی جائیگی) اور اللہ چاہتا تو تم کو ایک ہی امت کرتا......۶......(یعنی ایک ہی دین پر کردیتا) لیکن اللہ گمراہ کرتا ہے جسے چاہے اور راہ دیتا ہے جسے چاہے......۷......
اور ضرور پوچھے جائیں گے (قیامت کے دن، یہاں تبکیت کا اثبات اور تفہم کی نفی پائی جارہی ہے) تم سے تمہارے کام (کہ تمہیں ان پر جزا دی جائے) اور اپنی قسمیں آپس میں بے اصل بہانہ نہ بنالو (قسموں کو پورا کرنے کی اہمیت کے پیش نظر اس جملے کی تاکید کی گئی ہے) کہ کہیں پاؤں جمنے (اسلام پر استقامت کرنے) کے بعد لغزش نہ کرے (یعنی تمہارے قدم اسلام کے راستے سے پھسل نہ جائیں) اور تمہیں برائی (عذاب) چکھنا ہو بدلہ اس کا کہ اللہ کی راہ سے روکتے تھے (یعنی عہد کو پورا کرنے سے روکنے کی وجہ سے یا اس کے علاوہ کسی چیز سے روکنے کی وجہ سے کہ عہد کو توڑنے میں تمہاری پیروی کی جائے) اور (آخرت میں) تمہیں بڑا عذاب ہو اور اللہ کے عہد پر تھوڑے دام مول نہ لو......۸......(یعنی دنیا میں تھوڑے مال کے بدلے عہد نہ توڑو) بیشک وہ جو (ثواب) اللہ کے پاس ہے تمہارے لیے (دنیا میں جو کچھ ہے اس سے) بہتر ہے اگر تم جانتے ہو (اس بات کو، تو عہد نہ توڑو) جو تمہارے پاس ہے (دنیا میں) ہو چکے گا (ینفد بمعنی یفنی ہے) اور جو اللہ کے پاس ہے ہمیشہ رہنے والا (باق بمعنی دائم ہے) اور ضرور ہم صبر کرنے والوں (یعنی عہد کو پورا کرنے والوں) کو ان کا وہ صلہ دیں گے (ولنجزین میں یاء اور نون دونوں ہی قراتیں ہیں) جو ان کے سب سے اچھے کام کے قابل ہو (احسن بمعنی حسن ہے) جو اچھا کام کرے مرد ہو یا عورت اور ہو مسلمان تو ضرور ہم اسے اچھی زندگی جلائیں گے......۹......(ایک قول یہ کیا گیا ہے کہ جنت کی زندگی جلائیں گے، ایک قول دنیا میں قناعت اور حلال رزق کی زندگی جلانے کا ملتا ہے) اور ضرور انہیں ان کا اجر دیں گے جو ان کے سب سے بہتر کام کے لائق ہوں تو جب تم قرآن پڑھو (یعنی قراءت کا ارادہ کرو) تو اللہ کی پناہ مانگو شیطان مردود سے......۱۰......(یعنی اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم کہو) بیشک اس کا کوئی قابو (سلطن بمعنی تسلط ہے) ان پر نہیں جو ایمان لائے اور اپنے رب ہی پر بھروسہ کرتے ہیں اس کا قابو تو انہیں پر ہے جو اس سے دوستی کرتے ہیں (اس کی طاعت کرتے ہوئے) اور اسے (یعنی اللہ کو) شریک ٹھہراتے ہیں۔

﴿ترکیب﴾

﴿ان اللہ یامر بالعدل والاحسان وایتاء ذی القربی وینھی عن الفحشاء والمنکر والبغی﴾۔

ان اللہ: حرف مشبہ و اسم، یامر: فعل بافاعل، ب: جار، العدل: معطوف علیہ، والاحسان: معطوف اول، وایتاء ذی

القربی : معطوف ثانی، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، : و: عاطفہ، ینھی عن الفحشاء والمنکر والبغی : جملہ فعلیہ معطوف ،ملکر خبر جملہ اسمیہ۔

﴿یعظکم لعلکم تذکرون﴾.

یعظکم : فعل بافاعل ومفعول، ملکر جملہ فعلیہ حال ہے ماقبل "یامر" یا "ینھی" کے فاعل سے، لعلکم : حرف مشبہ واسم، تذکرون جملہ فعلیہ خبر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿واوفوا بعھد اللہ اذا عھدتم ولا تنقضوا الایمان بعد توکیدھا وقد جعلتم اللہ علیکم وکیلا﴾.

و:عاطفہ، اوفوا بعھد اللہ: فعل بافاعل وظرف لغو، اذا : مضاف، عاھدتم : جملہ فعلیہ مضاف الیہ،ملکر ظرف،ملکر جملہ فعلیہ،و: عاطفہ، لاتنقضوا : فعل وضمیر ذوالحال، و :حالیہ، قد :تحقیقیہ ، جعلتم اللہ : فعل بافاعل ومفعول،علیکم کفیلا : شبہ جملہ مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ حال، ملکر فاعل،الایمان :مفعول،بعد توکید ھا :ظرف،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ان اللہ یعلم ما تفعلون ○ ولا تکونوا کالتی نقضت غزلھا من بعد قوۃ انکاثا﴾.

ان اللہ : حرف مشبہ واسم،یعلم : فعل بافاعل ،ما تفعلون : مفعول ،ملکر جملہ فعلیہ خبر،ملکر جملہ اسمیہ ، و: عاطفہ، لاتکونوا: فعل ناقص باسم، کاف : جار، التی : موصوف، نقضت :فعل بافاعل، غزلھا: ذوالحال، من بعد قوۃ : ظرف مستقر حال اول، انکاثا: حال ثانی، ملکر مفعول،ملکر جملہ فعلیہ صفت،ملکر مجرور، ملکر ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿تتخذون ایمانکم دخلا بینکم ان تکون امۃ ھی اربی من امۃ﴾.

تتخذون ایمانکم : فعل بافاعل ومفعول اول، دخلا بینکم : شبہ جملہ مفعول ثانی، ان : مصدریہ، تکون امۃ :فعل ناقص باسم ،ھی اربی من امۃ : جملہ اسمیہ خبر،ملکر جملہ فعلیہ بتاویل مصدر مفعول لہ،ملکر جملہ فعلیہ ماقبل "لاتکونوا" کے اسم سے حال ہے۔

﴿انما یبلوکم اللہ بہ ولیبینن لکم یوم القیمۃ ما کنتم فیہ تختلفون﴾.

انما : حرف مشبہ وماکافہ، یبلوکم اللہ بہ : فعل بامفعول وفاعل وظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ ، و :عاطفہ، لام : تاکید جواب قسم، یبین لکم : فعل بافاعل وظرف لغو،یوم القیمۃ: ظرف، ما کنتم فیہ تختلفون : جملہ ملکر مفعول،ملکر جملہ فعلیہ قسم محذوف "واللہ" کے لیے جواب قسم،ملکر جملہ قسمیہ۔

﴿ولو شاء اللہ لجعلکم امۃ واحدۃ ولکن یضل من یشاء ویھدی من یشاء﴾.

و:عاطفہ، لو : شرطیہ، شاء اللہ: فعل بافاعل ملکر جملہ فعلیہ شرط، لام : تاکیدیہ، جعل : فعل ھو ضمیر ذوالحال، و : حالیہ، لکن : مہملہ استدرکیہ، لیضل من یشاء : جملہ فعلیہ معطوف علیہ، ویھدی من یشاء : جملہ فعلیہ معطوف ، ملکر حال،ملکر فاعل، کم: مفعول،امۃ واحدۃ :مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ جواب شرط،ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿ولتسئلن عما کنتم تعملون﴾.

و: عاطفہ، لام : تاکید جواب قسم، : تسئلن : فعل وضمیر محذوف نائب الفاعل، عما کنتم تعملون : ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ قسم محذوف "واللہ" کے لیے جواب قسم ملکر جملہ قسمیہ۔

﴿ولا تتخذوا ایمانکم دخلا بینکم فتزل قدم بعد ثبوتھا وتذوقوا السوء بما صددتم عن سبیل اللہ ولکم عذاب عظیم﴾.

و: عاطفہ، لاتتخذوا : فعل بافاعل، ایمانکم : مفعول اول، دخلا بینکم : مرکب توصیفی مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ، ف : سببیہ، تزل : فعل : قدم: فاعل، بعد ثبوتھا : ظرف ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، تذوقوا السوء : فعل بافاعل و مفعول، بما صددتم عن سبیل اللہ : ظرف لغو ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر بتقدیر " ان" جواب نہی واقع ہوا، و :مستانفہ، لکم : ظرف مستقر خبر مقدم، عذاب عظیم: مبتدا مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ولا تشتروا بعهد الله ثمنا قليلا انما عند الله هو خير لكم ان كنتم تعلمون﴾.

و: عاطفہ، لاتشتروا بعھد اللہ :فعل بافاعل و ظرف لغو، ثمنا قلیلا : مفعول ،ملکر جملہ فعلیہ، ان :حرف مشبہ، ما:موصولہ، عند اللہ: ظرف مستقر صلہ، ملکر اسم، ھو خیر لکم : جملہ اسمیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ، ان :شرطیہ، کنتم تعلمون : جملہ فعلیہ شرط، جزا محذوف " فلا تنقضوا" ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿ما عندكم ينفد وما عند الله باق ولنجزين الذين صبروا اجرهم باحسن ما كانوا يعملون﴾.

ما عندکم : موصول صلہ ملکر مبتدا، ینفد : جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ، و :عاطفہ، ما عنداللہ :موصول صلہ ملکر مبتدا، باق : خبر، ملکر جملہ اسمیہ، و : عاطفہ، لام : تاکید نجزین : فعل بافاعل، الذین صبروا : موصول صلہ، ملکر مفعول اول، اجرھم : مفعول ثانی، باحسن ما کانوا یعملون : ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ قسم محذوف "واللہ" کے لیے جواب قسم، ملکر جملہ قسمیہ۔

﴿من عمل صالحا من ذكر او انثى وهو مومن فلنحيينه حيوة طيبة﴾.

من : شرطیہ مبتدا، عمل :فعل ھو ضمیر ذوالحال، من : جار، ذکر :معطوف علیہ، او انثی :معطوف ،ملکر مجرور، ملکر ظرف مستقر حال اول، وھو مومن : جملہ اسمیہ حال ثانی، ملکر فاعل، صالحا :مفعول، ملکر جملہ فعلیہ شرط، ف : جزائیہ، لام :تاکید یہ، نحیینہ :فعل بافاعل و مفعول، حیوۃ طیبۃ : مرکب توصیفی مفعول مطلق، ملکر جملہ فعلیہ قسم محذوف "واللہ" ، کے لیے جواب قسم، ملکر جملہ قسمیہ ہوکر جواب شرط، ملکر جملہ شرطیہ ہوکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ولنجزينهم اجرهم باحسن ما كانوا يعملون ○فاذا قرات القران فاستعذ بالله من الشيطن الرجيم﴾.

ولنجزینھم ......الخ : اسی کی مثل ترکیب ماقبل آیت نمبر ۹۶ میں گزری، ف : مستانفہ، اذا :شرطیہ مضمن معنی شرط مفعول فیہ مقدم، قراءت القرآن : فعل بافاعل و مفعول ملکر جملہ فعلیہ شرط، ف :مستانفہ، استعذ : فعل امر بافاعل، باللہ : ظرف لغو اول، من الشطین الرجیم : ظرف لغو ثانی، ملکر جملہ فعلیہ جزا، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿انه ليس له سلطن على الذين آمنوا وعلى ربهم يتوكلون﴾.

انہ : حرف مشبہ واسم، لیس لہ : فعل ناقص و ظرف مستقر خبر مقدم، سلطن :مصدر، ھو ضمیر فاعل، علی الذین امنوا: ظرف لغو شبہ جملہ ہوکر اسم مؤخر، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ ،و: عاطفہ، علی ربھم : ظرف لغو مقدم، یتوکلون : فعل بافاعل ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿انما سلطنه على الذين يتولونه والذين هم به مشركون﴾.

انما : حرف مشبہ وما کافہ ،سلطنہ :مبتدا، علی : جار، الذین یتولونہ : موصول صلہ ملکر معطوف علیہ، و: عاطفہ، الذین : موصول، ھم : مبتدا، بہ مشرکون : شبہ جملہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ صلہ، ملکر معطوف، ملکر مجرور، ملکر ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿شان نزول﴾

☆...... انہ لیس لہ سلطن ...... ☆ مشرکین مکہ اپنی جہالت سے نسخ پر اعتراض کرتے تھے اور اسکی حکمتوں سے ناواقف ہونے کی

وجہ سے اس کا تمسخر اڑاتے اور کہتے کہ محمد ﷺ ایک روز ایک حکم دیتے ہیں اور دوسرے ہی روز دوسرا حکم دیتے ہیں، وہ اپنے دل سے باتیں بناتے ہیں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

عدل وانصاف کے معانی:

۱۔۔۔۔۔لغوی معنی افراط وتفریط کی درمیانی حالت ہے جب کہ اصطلاح میں جو شخص کبیرہ گناہ سے بچے اور صغیرہ پر اصرار نہ کرے، اپنے اعمال کی درستگی کی کوشش میں مصروف رہے، گھٹیا کاموں مثلاً راستے میں کھانا، پیشاب کرنا وغیرہ سے اجتناب کرنے کو انصاف کہتے ہیں۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ عدل مصدر بمعنی عدالت کے ہے، مراد یہ ہے کہ کاموں میں اعتدال اور استقامت رکھے اور اس سے مراد حق کی جانب مائل ہونا ہے۔ (التعریفات، ص ۱۵۰)

رشتے داروں کے ساتھ حسن سلوک:

۲۔۔۔۔۔لفظِ ذوی القربی قرآنِ مجید میں سولہ (16) مرتبہ آیا ہے۔ رشتے داروں کے حقوق اور ان کے ساتھ حسنِ سلوک والدین کے حقوق کے تابع ہے، کیونکہ ان کے حقوق والدین کے واسطہ سے ہوتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ رشتے داروں کے ساتھ حسنِ سلوک کا عطف والدین کے ساتھ حسنِ سلوک پر کیا گیا ہے۔ (الخازن، ج۱، ص۵۸)

☆۔۔۔۔۔حضرت سیدنا امامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سرورِ کونین ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''سب سے افضل صدقہ کینہ پرور رشتے دار پر کیا جانے والا صدقہ ہے۔ (صحیح ابن خزیمة، کتاب الزکاة، باب فضل الصدقة علی ذی الرحم الکاشح ، ج۴، ص۷۸)

☆۔۔۔۔۔حضرت سیدنا امامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سرورِ کونین ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''رشتے دار پر کئے جانے والے صدقے کا ثواب دگنا کر دیا جاتا ہے۔'' (المعجم الکبیر، ج۸، ص۲۰۶)، (عطائین، ج۱، ص ۱۱۶)

بے حیائی، بُری بات اور سرکشی سے بچنا ضروری ہے:

۳۔۔۔۔۔اللہ نے تین چیزوں کا حکم دیا یعنی عدل، احسان، قرابتداروں کے ساتھ سلوک کا حکم دیا اور تین ہی چیزوں سے منع فرمایا یعنی بے حیائی، بُرائی اور سرکشی۔ ان ممنوعات کی قدرے تفصیل علامہ آلوسی نے یوں بیان کی ہے۔ (۱)۔۔۔۔۔بے حیائی: شہوت پوری کرنے کے لیے جائز امور سے تجاوز کرنا یعنی زنا کی لت میں پڑنا بے حیائی ہے، ابن عباس کہتے ہیں کہ زنا کو بے حیائی میں شمار کیا جاتا ہے خاص یہی بے حیائی نہیں اور بھی ہیں۔ (۲)۔۔۔۔۔بُرائی: قوت غضب کے اظہار میں حد سے بڑھ جانا، حضرت ابن عباس اور مقاتل نے اس کی تفسیر شرک سے کی ہے۔ ابن سائب کہتے ہیں وہ کام ہے جس پر جہنم کی آگ کا وعدہ ہے، ابن عیینہ کہتے ہیں کہ مخفی معاملات کی علی الاعلان مخالفت کرنا، ایک قول یہ ہے کہ وہ کام جس پر دنیا میں تو حد نہ لگے لیکن آخرت میں عذاب کا سامنا کرنا پڑے، زمخشری کہتے ہیں وہ کام بُرا کہلاتا ہے جسے عقل بُرا تصور کرے۔ (۳)۔۔۔۔۔سرکشی: یہ ہے کہ لوگوں پر اپنی بڑائی جتانا، مراد وہ شیطانی قوت ہے جو دو بُری قوتوں مثلاً قوت شہوانی اور قوت غضب سے حاصل ہوں۔ اور اصل کے اعتبار سے سرکشی کے معنی یہ ہیں کہ طلب کرنا یعنی ظلم وزیادتی سے کچھ حاصل کرنا سرکشی کہلاتا ہے۔ (روح المعانی، الجزء الرابع عشر، ص ۶۱۰ وغیرہ)

نیکی کی دعوت کی فضیلت:

۴......ایک طرف تو اللہ نے نیکی کی دعوت دینے کا حکم ارشاد فرمایا دوسری طرف اس کام کو کرنے والے کی داد و تحسین بھی فرمائی چنانچہ فرمایا: ﴿ومن احسن قولا ممن دعا الی اللہ وعمل صالحا وقال اننی من المسلمین اور اس سے زیادہ کس کی بات اچھی جو اللہ کی طرف بلائے اور نیکی کرے اور کہے میں مسلمان ہوں (حم سجدہ:۳۳)﴾۔ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''بَلِّغُوا عَنِّی وَلَوْ اٰیَةً یعنی میری طرف سے پہنچادو اگر چہ ایک ہی آیت ہو''۔

(صحیح البخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب:ما ذکر عن بنی اسرائیل، رقم: ۳٤٦۱، ص ۵۸۲)

ہمارے اسلاف کا کیا خوب ذہن تھا قرآن وحدیث پر عمل کرنے کا جذبہ بھی عمدہ تھا۔ مشہور بزرگ حضرت حاتم اصم ایک بار بلخ شہر میں بیان فرما رہے تھے، دوران بیان گنہگاروں کی خیر خواہی کے جذبے کے تحت دعا مانگی: ''اے پروردگار اس اجتماع میں جو سب سے بڑا گناہگار ہے، اپنی رحمت سے اُس کی مغفرت فرما۔ ایک کفن چور بھی وہاں موجود تھا، جب رات ہوئی تو وہ کفن چُرانے کی غرض سے قبرستان گیا مگر جوں ہی قبر کھودی ایک غیبی آواز گونج اٹھی، اے کفن چور! تو آج دن کے وقت حاتم اصم کے اجتماع میں بخشا جاچکا ہے پھر آج رات یہ گناہ کیوں کرنے لگا ہے، یہ سن کر رو پڑا اور اس نے سچے دل سے توبہ کرلی۔ (تذکرۃ الاولیاء، ص ۲۲۲، ملخصاً)

قسم توڑنے کی مثال:

۵......اپنے معاہدے کو توڑنے والے کی مثال اس عورت کی سی ہے جو سوت کات کات کر رکھے اور پھر اس کے ٹکڑے ٹکڑے کردے۔ روایت میں ہے کہ مکہ مکرمہ میں ایک بیوقوف عورت تھی، جس کا نام ریطہ بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم بن مرہ تھا، وہ اسی طرح کیا کرتی تھی پھر یہ واقعہ ضرب المثل بن گیا، جو شخص بھی کوئی کام محنت سے بنا کر اسے بگاڑ دے اس کے متعلق یہی کہا جاتا ہے۔ اس مثال سے ہمیں یہ درس دینا مقصود ہے کہ انسان اپنی قسموں کو پکا کرے، جا بجا عہد کر کے اسے توڑتا نہ پھرے۔ حضرت ابن عمر بیان کرتے ہیں کہ نبی پاک ﷺ نے فرمایا: ''قیامت کے دن عہد شکن کے لیے جھنڈا بلند کیا جائے گا کہ یہ فلاں بن فلاں کی عہد شکنی ہے۔

(صحیح البخاری، کتاب الادب، باب ما یدعی الناس بامامھم، رقم: ٦۱۷۷، ص ۱۰۷٦)

ایک ہی امت ہونے کا معنی:

٦......یعنی دین حنیفہ، دین اسلام مراد ہے۔ اسی کو اللہ نے دوسرے مقام پر امت وسط سے تعبیر فرمایا ہے، ﴿وکذلک جعلنکم امة وسطا لتکونوا شهداء علی الناس اور بات یوں ہی ہے کہ ہم نے تمہیں سب امتوں میں افضل کیا (البقرۃ:۱٤۳)﴾۔ یعنی امت محمدیہ جو کہ دین اسلام پر گامزن ہے۔

حضرت سیدنا آدم علیہ السلام سے لیکر حضرت سیدنا ادریس علیہ السلام کے زمانے تک لوگ موحد تھے اور حضرت سیدنا آدم علیہ السلام ہی کے دین پر قائم تھے، اس طرح کہ فرشتے ان سے مصافحہ کیا کرتے سوائے کچھ لوگوں کے جن میں قابیل اور اسکے متبعین شامل تھے، یا پھر لوگ حضرت سیدنا آدم علیہ السلام سے لیکر حضرت سیدنا نوح علیہ السلام کے دور تک ایک ہی دین پر تھے جیسا کہ بزار وغیرہ کی روایت ہے۔

حضرت سیدنا ابنِ عباس سے مروی ہے کہ حضرت سیدنا آدم علیہ السلام اور حضرت سیدنا نوح علیہ السلام کے مابین دس صدیاں تھیں، ان میں تمام کے تمام افراد شریعتِ حقہ پر تھے یا طوفانِ نوح کے بعد جبکہ ان میں سوائے اسی (80) مرد وعورت کے کوئی نہ بچا، پھر وہ سب بھی مر گئے سوائے حضرت سیدنا نوح علیہ السلام اور انکے بیٹے سام، حام اور یافث اور انکی بیویوں کے اور یہ سارے حضرت سیدنا نوح علیہ السلام کے دین پر تھے۔ (روح المعانی، الجزء الثانی، ص ٦٧٧)

امام نسفی علیہ الرحمۃ امت وسط (دینِ اسلام پر عمل کرنے والی امت) کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''اس سے مراد یہ ہے کہ جس طرح ہم نے تمہارا قبلہ مشرق ومغرب کے مابین بنایا اسی طرح ہم نے تمہیں بھی افراط وتفریط کے مابین امت بنایا، تم نصاریٰ کی طرح افراط سے کام نہ لو کہ جیسے انہوں نے (معاذ اللہ) حضرت مسیح علیہ السلام کو مرتبۂ ربوبیت کے ساتھ متصف کردیا تھا اور نہ ہی یہود کی طرح تفریط کا شکار ہوجاؤ کہ جنہوں نے بی بی مریم پر (معاذ اللہ) تہمت زنا لگائی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ولد الزنا قرار دیا۔'' (المدارک، ج ۱، ص ۳۷)۔ امام نسفی علیہ الرحمۃ کی اس عبارت کو امام شرف الدین بوصیری علیہ الرحمۃ نے اپنے شہرۂ آفاق قصیدہ بردہ شریف میں اس طرح بیان کیا ہے: دع ما ادعتہ النصاریٰ فی نبیھم ::: واحکم بما شئت مدحا فیہ و احتکم

یعنی نصاریٰ نے اپنے نبی کے بارے میں خدا یا خدا کا بیٹا ہونے کا دعویٰ کیا، لہٰذا تم ایسا دعویٰ آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں نہ کرو، ہاں البتہ اس کے علاوہ جیسی مدح سرائی کرنا چاہو کرسکتے ہو۔ (عطائین، ج ۱، ص ۱۸۲، ۲۷۲)

ھدایت وگمراھی کی نسبت اللہ کی جانب ھونا:

ے..... جسے چاہے گمراہ کرے کہ وہ حد سے بڑھے یا گمان کی پیروی کرے یا اس جیسے دیگر گناہوں کا ارتکاب کرے، اور جسے چاہے ہدایت دے کہ اس کا ایمان (فتنے کے باوجود) قوی ہو، ایک قول یہ ہے کہ جسے اللہ عزوجل چاہے رجفہ (زلزلہ) کے ذریعے عذاب پہنچائے اور جس کے لئے اللہ عزوجل چاہے اس عذاب کو پھیر دے، ایک قول یہ ہے کہ جسے اللہ عزوجل چاہے فتنے پر ترکِ صبر اور ثواب کے حصول اور جنت کے دخول کے لیے اپنی رضا کو ترک کرنے کے ذریعے گمراہ کرے اور جس کے لئے چاہے اپنی رضا اور صبر کی دولت عطا کرکے ہدایت عطا فرمائے۔ (روح المعانی، الجزء التاسع، ص ۱۰۱)

معتزلہ کے اعتراض کے جواب میں علامہ زمخشری کہتے ہیں کہ اللہ کی مشیت تو یہی ہے کہ تمام بندے ہی اسلام کے دامن میں آجائیں، لیکن اللہ اپنے علم سے جانتا ہے کہ کون سا بندہ اسلام کے دامن میں سمائے گا اور کس نے کفر اختیار کرنا ہے، لیکن اللہ کی حکمت یہ ہے کہ گمراہ اور رسوا کرکے اُسے جس کے بارے میں اُس کے علمِ ازلی میں ہے کہ وہ بندہ کفر کرے گا اور جسے چاہے ہدایت عطا فرمائے یعنی جس کے بارے میں اللہ کے علمِ ازلی میں ہے کہ اُس بندے نے ایمان قبول کرنا ہے۔ (روح المعانی، الجزء الرابع عشر، ص ٦١٧)

دین کو دنیا کی خاطر بیچ دینا:

۸..... آخرت کو داؤ پر لگا کر دنیا کا غلیظ مال حاصل کرنے والے دانشمند نہیں ہوسکتے، نہ قرآن وحدیث کی رو سے اور نہ ہی عقل کی رو سے۔ قرآن کی دلیل تو مذکورہ آیت ہی ہے جس کے تحت ہم کلام کررہے ہیں۔

☆..... سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فیصلے میں رشوت لینے والے، دینے والے اور جو اُن دونوں کے درمیان لین دین میں مدد کرتا ہے، سب پر لعنت فرمائی۔ (سنن الترمذی، ابواب الاحکام، باب ما جاء فی الراشی برقم: ۱۳۴۱، ص ۴۰۸ بتغیر قلیلا)

☆......حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ "فیصلے میں رشوت لینا کفر ہے اور یہ لوگوں کے درمیان خبیث کمائی ہے"۔
(المعجم الکبیر، رقم: ٩٠٠١، ج٩، ص ٢٢٦)

اس دنیائے ناپائیدار کا وہ مال جو علمائے یہود اپنے جاہلوں سے لیتے اور اسے کھاتے اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت چھپانے کی بھی یہی وجہ تھی اور کلام پاک (توریت) میں تحریف کرنے کا منشا بھی یہی تھا کہ کہیں آمدنی بند نہ ہو جائے۔ (المظہری، ج٣، ص٩٧) یہی مال کی محبت توریت، انجیل میں تحریف کا سبب بنی، جب کہ مال رشوت مال خبیث کے زمرے میں آتا ہے، آج کے دور کے مسلمان اگرچہ قرآن میں تحریف نہیں کرتے اور کر بھی نہیں سکتے کہ اللہ نے اس کی حفاظت کا ذمہ اپنے اوپر لیا ہے، اتنا ضرور ہے کہ قرآن کے ترجمے میں تبدیلی کرنے والے نام نہاد مسلمان کہلانے والے صریح آیات کا غلط ترجمہ کر کے تحریف قرآن کے زمرے میں خود کو شامل کرانا چاہتے ہیں کہ مبادا غیر اسلامی طاقتوں کے پاس سے چندے کے سلسلے بند ہو جائیں تو ہمارے سارے کام دھندے ٹھپ ہو کر رہ جائیں گے۔ اللہ مال کی ایسی محبت سے پناہ عطا فرمائے۔ مسلمانوں کی اکثریت ایسی بھی ہے جو صحیح العقیدہ ہے لیکن مال کی محبت میں مارے مارے پھرنے والے یہ مسلمان رشوت جیسی خبیث کمائی سے بچنے کا ذہن نہیں رکھتے۔ دنیائے ناپائیدار کی محبت ایسی مونھ کو لگی ہے کہ کہاں سود کی تباہ کاری کا علم اور کہاں رشوت کی بربادی کا شعور، جھوٹ اور دھوکے کے ذریعے آنے والے مال سے بڑے بڑے بنگلے اور عمارتیں بنانے والے کہاں حلال وحرام کی صحیح تمیز کر سکتے ہیں؟

﴿من ذکراوانثی وھو مومن﴾ کا معنی:

٩......اللہ کی بارگاہ میں اجر کا مرتب ہونا بڑی سعادت مندی کی بات ہے، لیکن اجر کے متحقق ہونے کے لیے ایمان کا پایا جانا اولین شرط ہے۔ اگر ایمان نہ ہو تو اجر کیسے ملے گا، اللہ نے فرمایا: جو کوئی مرد وعورت نیکی کریں اور مومن ہوں تو ہم اُسے حیات طیبہ (یعنی جنتی زندگی جس میں موت نہیں، کشادگی ہے فقر وفاقہ نہیں، سعادتمندی ہے) سے نوازیں گے۔ ایمان کی شرط کے ساتھ مومن مرد وعورت اعمال صالحہ بجالائیں اور اجر کمائیں، جب کہ کافر اگرچہ دنیا میں کتنا ہی مالدار ہو یا بظاہر کارِ خیر بھی کرے لیکن اُسے اجر نہیں مل سکتا۔

بوقت تلاوت شیطان سے پناہ مانگنا:

١......سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا گیا ہے کہ جب آپ قرآن پڑھیں تو شیطان مردود سے پناہ مانگیں، اس میں تعلیم امت بھی ہے کہ امت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے پر عمل پیرا ہو جائے اور شیطان کے وسوسوں سے بچنے کے لیے تعوذ پڑھے۔ تلاوت قرآن سے پہلے تعوذ پڑھا جاتا ہے اور یہی صحیح ہے، آیت کا ظاہر اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ قرآن مجید پڑھنے کے بعد تعوذ یعنی اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم پڑھیں، حالانکہ ہوتا برعکس ہے، ؟ جواب اس کا یہ ہے کہ یہاں عربی اسلوب کی وجہ سے اذا اردت ان تقرا القرآن محذوف ہے یعنی جب تم قرآن مجید پڑھنے کا ارادہ کرو تو اعوذ باللہ پڑھو، اس کی نظیر یہ آیت ہے ﴿اذا قمتم الی الصلوۃ فاغسلوا وجوھکم وایدیکم (المائدۃ: ٦)﴾ کا معنی بظاہر یہی ہے کہ جب نماز پڑھنے کی طرف کھڑے ہو پھر وضو کرو، حالانکہ وضو نماز سے پہلے کیا جاتا ہے، اس کا بھی یہی جواب ہے کہ یہاں عربی اسلوب کے مطابق اذا اردتم القیام الی الصلوۃ محذوف ہے یعنی جب تم نماز پڑھنے کا ارادہ کرو تو وضو کرلو۔

(تبیان القرآن، ج٦، ص ٥٧١ وغیرہ)۔

اغراض: التوحید: یہ ہے کہ کلمہ طیبہ کی گواہی دے، اور یہ حضرت ابن عباس کی تفسیر ہے۔ ایک روایت میں یوں ہے کہ عدل کا

تقاضا یہ ہے کہ بتوں کی عبادت ترک کردے، اور احسان یہ ہے کہ اللہ کی عبادت ایسے کرے جیسا کہ اُسے دیکھ رہا ہے اور اپنے مسلمان بھائی کے لیے وہی پسند کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔ مومن اپنے ایمان میں تازگی کو پسند کرے اور کافر ہونے کو ناپسند کرے، ایک روایت یوں بھی ہے کہ عدل سے مراد توحید، احسان سے مراد اخلاص ہے۔

التوحید و الانصاف: یعنی ہر کام میں توحید وانصاف کا دامن پکڑے رہے، انصاف یہ ہے کہ اللہ کے بارے میں یہ عقیدہ رکھے کہ اللہ کی ذات ہر قسم کے کمال سے متصف ہے، ہر نقص سے پاک ہے، تمام جائز امور کو اللہ کی جانب منسوب کرے، کبھی معاملات کو بندے کی جانب منسوب کرے۔

کما فی الحدیث: سید عالم ﷺ سے جبرائیل علیہ السلام نے احسان کے بارے میں پوچھا، تو سید عالم ﷺ نے فرمایا: "تو اللہ کی عبادت اس طرح کر کہ تو اُسے دیکھتا ہے یا وہ تجھے دیکھتا ہے" معنی یہ ہے کہ تو اللہ کے ہیبت وجلال کو دیکھتا ہے، اور یہی مقام مشاہدہ ہے، اور اگر اس مقام تک تو نہ پہنچ سکے تو ایسا کر لینا کہ وہ تجھے دیکھتا ہے اور یہی مقام مراقبہ کہلاتا ہے۔

من الکفر و المعاصی: اسی میں زنا بھی داخل ہے، اور یہ تعمیم بعد التخصیص کہلاتا ہے۔

اھتماما بہ: لوگوں پر ظلم کرنا کفر اختیار کرنے کے بعد سب سے بڑی نافرمانی ہے، اسی لئے بعض علماء نے کہا ہے کہ سب سے بڑی نافرمانی لوگوں پر سرکشی کرنا ہے، حدیث میں ہے: "اگر دو پہاڑوں (میں سے) ایک دوسرے پر زیادتی کریں تو اللہ ظالم سے بدلہ لے گا"، ایک حدیث میں یوں ہے ظلم کرنے والے اور ظالم کی مدد کرنے والے جہنم کے کتے ہونگے"۔

فی الاصل تذکرون اپنی اصل کے اعتبار سے تتذکرون ہے، تاء کو ذال میں بدل دیا گیا اور ذال کا آپس میں ادغام کر دیا گیا۔

ھذہ اجمع آیۃ...... الخ: اس کا بیان شان نزول میں آیت نمبر ۹۱ کے تحت دیکھ لیں۔

کانت تغزل: مراد اون اور بال ہیں۔ من البیع: مراد شرعی معاملہ ہے۔

و کانوا: مراد قوم قریش ہے، جو کہ اہل منصب کے مراتب کو جانتے تھے، پھر جب ان کے منصب میں کمی آئی تو انہیں چھوڑ دیا اور ان کی جانب کچھ مائل نہ ہوئے جیسا کہ انہیں پہچانتے ہی نہیں، اور یہ ایمان نہیں کہلاتا بلکہ ایمان تو یہ ہے کہ وعدے پورے کئے جائیں اور انہیں توڑنے سے اور اللہ کی (ہر) نافرمانی سے بچا جائے کہ یہی اللہ کی نافرمانی ہے۔

لینظر المطیع: تاکہ فرمانبردار و نافرمان ظاہر ہو جائیں، فرمانبردار وعدوں کا پابند رہتا ہے جب کہ نافرمان وعدوں کا پاس نہیں رکھتا۔

بما امر بہ: یعنی اپنے وعدوں کو حیلہ بہانہ اور دھوکے دینے کا ذریعہ نہ بناؤ، یوں کہ تم کسی قوم سے عہد و پیمان کرلو اور پھر جاہ ومال کی محبت میں آکر اُسے توڑ دو۔

کررہ تاکیدا: عہد و پیمان کا بیان دوبارہ فرما کر اس کی اہمیت کی جانب اشارہ کیا ہے، جب کوئی کسی عہد کو توڑتا ہے تو اس کے دین و دنیا و مال میں فساد پیدا ہو جاتا ہے، اور اُسے پورا کرنے میں دنیا و آخرت کی بھلائی ہے۔

عن محجۃ الاسلام: بمعنی طریقۃ الاسلام ہے، یعنی عہد و پیمان کو توڑنا ایسا ہے کہ انسان اپنے اسلامی طور طریقے کو توڑ ڈالے، اور ایسا کرنے والے سے اللہ کا نور سلب کر لیا جاتا ہے، اور ایسے شخص کو فتح و کامرانی کی امید نہیں رکھنی چاہیے۔

قیل ھی حیاۃ الجنۃ: یہ مجاہد و قتادہ کا قول ہے، جب کہ عوف بن مالک نے حسن سے روایت کی ہے کہ کسی کے لیے پاکیزگی جنت کی زندگی کے سوا نہیں ہے، جنت کی حیات بلا موت ہے، غنی بغیر فقر کے ہے، صحت بغیر کمزوری ہے، ملکیت بغیر ہلاکت کے ہے، سعادت بغیر شقاوت کے ہے۔

او الرزق الحلال: مراد سعید بن جبیر، عطا اور زید کے اقوال ہیں جو کہ مفسر نے حلاوۃ الطاعۃ کے ضمن میں بیان کیے ہیں، انہیں دن بدن رزق ملتا ہے، ایک قول یہ کیا گیا ہے کہ انہیں قبر میں پاکیزہ زندگی ملتی ہے، اس لیے کہ مومن بندہ موت سے خوش ہوتا ہے کہ اُسے دنیا کی تنگیوں سے نجات ملی، ایک قول یہ بھی ہے کہ دنیا میں پاکیزہ زندگی طاعت الٰہی کی توفیق اور حلال رزق کی صورت میں ملی، اور قبر میں تنگی وغیرہ سے نجات ملی، اور جنت میں قائم رہنے والی نعمت عطا ہوئی۔

ای قل اعوذ بالله: ابن مسعود سے مروی ہے کہ میں سید عالم ﷺ کے پاس قرآن پڑھ رہا تھا تو میں نے کہا: ''اعوذ بالله السمیع العلیم من الشیطان الرجیم'' تو سید عالم ﷺ نے فرمایا یوں کہو: ''اعوذ بالله من الشیطان الرجیم'' یہ وہ کلمات ہیں جو جبرائیل امین علیہ السلام لوح محفوظ پر قلم سے لکھتے ہوئے پڑھتے ہیں۔ (الصاوی، ج۳، ص۲۸۵ وغیرہ)

رکوع نمبر: ۲۰

﴿وَاِذَا بَدَّلْنَآ اٰيَةً مَّكَانَ اٰيَةٍ ۙ﴾ بِنَسْخِهَا وَاِنْزَالِ غَيرِها لِمَصْلِحَةِ العِبادِ ﴿وَّاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا يُنَزِّلُ قَالُوْٓا﴾ اَي الْكُفَّارُ لِلنَّبِيِّ ﷺ ﴿اِنَّمَآ اَنْتَ مُفْتَرٍ﴾ كَذَّابٌ تَقُولُهُ مِنْ عِنْدِكَ ﴿بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۰۱﴾﴾ حَقِيقَةَ الْقُرْآنِ وَفَائِدَةَ النَّسْخِ ﴿قُلْ﴾ لَهُمْ ﴿نَزَّلَهٗ رُوْحُ الْقُدُسِ﴾ جِبرائِيلُ ﴿مِنْ رَّبِّكَ بِالْحَقِّ﴾ مُتَعَلِّقٌ بِنَزَلَ ﴿لِيُثَبِّتَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا﴾ بِإِيْمَانِهِمْ بِهِ ﴿وَهُدًى وَّبُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ ﴿۱۰۲﴾ وَلَقَدْ﴾ لِلتَّحْقِيقِ ﴿نَعْلَمُ اَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ اِنَّمَا يُعَلِّمُهٗ﴾ القُرآنَ ﴿بَشَرٌ ؕ﴾ هُوَ قَيْنٌ نَصْرَانِيٌّ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَدْخُلُ عَلَيْهِ قَالَ ﴿لِسَانُ﴾ لُغَةُ ﴿الَّذِيْ يُلْحِدُوْنَ﴾ يَمِيْلُوْنَ ﴿اِلَيْهِ﴾ اَنَّهُ يُعَلِّمُهُ ﴿اَعْجَمِيٌّ وَّهٰذَا﴾ القُرْآنُ ﴿لِسَانٌ عَرَبِيٌّ مُّبِيْنٌ ﴿۱۰۳﴾﴾ ذُو بَيَانٍ وَفَصَاحَةٍ فَكَيْفَ يُعَلِّمُهُ اَعْجَمِيٌّ ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ لَا يَهْدِيْهِمُ اللّٰهُ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۱۰۴﴾﴾ مُؤْلِمٌ ﴿اِنَّمَا يَفْتَرِي الْكَذِبَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ۚ﴾ الْقُرْآنِ بِقَوْلِهِمْ هٰذَا مِنْ قَوْلِ الْبَشَرِ ﴿وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ ﴿۱۰۵﴾﴾ وَالتَّاكِيدُ بِالتَّكْرَارِ وَاِنَّ وَغَيرُهُما رَدٌّ لِقَوْلِهِمْ اِنَّما انتَ مُفْتَرٍ ﴿مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ اِيْمَانِهٖٓ اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ﴾ عَلَى التَّلَفُّظِ بِالْكُفْرِ فَتَلَفَّظَ بِهِ ﴿وَقَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّۢ بِالْاِيْمَانِ﴾ وَمَنْ مُبْتَدَاءٌ اَوْ شَرْطِيَّةٌ وَالْخَبَرُ اَوِ الْجَوابُ لَهُمْ وَعِيدٌ شَدِيدٌ دَلَّ عَلَيهِ هٰذَا ﴿وَلٰكِنْ مَّنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا﴾ لَهُ اَي فَتَحَهُ وَوَسَّعَهُ بِمَعْنٰى طَابَتْ بِهِ نَفْسُهُ ﴿فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِّنَ اللّٰهِ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۰۶﴾ ذٰلِكَ﴾ الْوَعِيدُ لَهُمْ ﴿بِاَنَّهُمُ اسْتَحَبُّوا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا﴾ اخْتَارُوهَا ﴿عَلَى الْاٰخِرَةِ ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۰۷﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَسَمْعِهِمْ وَاَبْصَارِهِمْ ۚ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ ﴿۱۰۸﴾﴾ عَمَّا يُرادُ بِهِمْ ﴿لَا جَرَمَ﴾ حَقًّا ﴿اَنَّهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۱۰۹﴾﴾ لِمَصِيرِهِمْ اِلَى النَّارِ الْمُؤَبَّدَةِ عَلَيْهِمْ ﴿ثُمَّ اِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِيْنَ هَاجَرُوْا﴾ اِلَى الْمَدِيْنَةِ ﴿مِنْۢ بَعْدِ مَا فُتِنُوْا﴾ عُذِّبُوا وَتَلَفَّظُوا بِالْكُفْرِ وَفِي قِرائَةٍ بِالْبِنَاءِ لِلْفَاعِلِ اَي كَفَرُوا اَوْ فَتَنُوا النَّاسَ عَنِ الْاِيْمَانِ ﴿ثُمَّ جٰهَدُوْا وَصَبَرُوْٓا ۙ﴾ عَلَى الطَّاعَةِ ﴿اِنَّ

رَبَّکَ مِنْ بَعْدِهَا﴾اَیِ الْفِتْنَةِ﴿لَغَفُوْرٌ﴾لَّهُمْ﴿رَّحِیْمٌ(۱۱۰)﴾بِهِمْ وَخَبَرُ اِنَّ الْاُوْلٰی دَلَّ عَلَیْهِ خَبَرُ الثَّانِیَةِ.

﴿ترجمہ﴾

اور جب ہم ایک آیت کی جگہ دوسری آیت بدلیں (یعنی بندوں کی اصلاح کے لیے پہلی آیت کو منسوخ کر کے اس کی جگہ دوسری آیت لے آئیں......۱......) اور اللہ خوب جانتا ہے جو اتارتا ہے لوگ کہیں (نبی پاک ﷺ سے کافر کہیں) تم تو گھڑنے والے ہو (یعنی جھوٹے ہو، اپنی طرف سے بات کرتے ہو) بلکہ ان میں اکثر کو (قرآن کی حقیقت اور نسخ کے فائدہ کا) علم نہیں تم (ان سے) فرماؤ اسے پاکیزگی کی روح (جبرئیل علیہ السلام) نے اتارا تمہارے رب کی طرف سے ٹھیک ٹھیک (بالحق متعلق ہے نزل کے) کہ اس سے ایمان والوں کو ثابت قدم کرے (یعنی قرآن سے ایمان والوں کا ایمان مضبوط ہوتا ہے) اور ہدایت اور بشارت مسلمانوں کو اور بیشک (لقد تحقیق کے لیے ہے) ہم جانتے ہیں کہ وہ کہتے ہیں یہ (قرآن) تو کوئی آدمی (مراد قین نامی نصرانی ہے، سید عالم ﷺ اس کے پاس تشریف لائے، اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا) سکھاتا ہے جس کی طرف ڈھالتے ہیں (یلحدون بمعنی یمیلون ہے، کہ وہ انہیں قرآن سکھاتا ہے) اس کی زبان (لسان بمعنی لغة ہے) عجمی ہے اور یہ (قرآن) روشن دلیلیں عربی زبان (بیان وفصاحت کے لحاظ سے، کیسے عجمی شخص یہ قرآن سید عالم ﷺ کو سکھا سکتا ہے) بیشک وہ جو اللہ کی آیتوں پر ایمان نہیں لاتے اللہ انہیں راہ نہیں دیتا اور ان کے لیے دردناک (الناک) عذاب ہے جھوٹ بہتان وہی باندھتے ہیں جو اللہ کی آیتوں پر ایمان نہیں رکھتے (یعنی قرآن پر ایمان نہیں لاتے، کہتے ہیں کہ یہ کسی بشر کا کلام ہے) اور وہی جھوٹے ہیں (جملہ کذب اور کذبون کے مابین تکرار تاکید کی وجہ سے اور ان دونوں کے علاوہ اس جملہ میں ان لوگوں کے قول کا رد بھی پایا جاتا ہے جو انما انت مفتر کہتے ہیں) جو ایمان لا کر اللہ کا منکر ہو سوا اس کے جو مجبور کیا جائے......۲......(یعنی جو کفر تلفظ کرنے پر مجبور کیا جائے کہ وہ کفر تلفظ کرے) اور اس کا دل ایمان پر جما ہوا ہو (من مبتداء یا شرط ہے اور اس کی خبر یا جواب شرط ولکن من شرح بالکفر میں موجود وعید شدید ہے جس پر مذکور جملہ دلالت کر رہا ہے) ہاں وہ جو دل کھول کر کافر ہو (یعنی اس کا دل کفریہ عقیدہ رکھتا ہو اور وہ اس کفر پر راضی ہو) ان پر اللہ کا غضب ہے اور ان کو بڑا عذاب ہے یہ (وعید ان لوگوں کے لیے) اس لیے کہ انہوں نے دنیا کی زندگی (کو چنا) آخرت سے پیاری جان کر اور اس لیے کہ اللہ ایسے کافروں کو راہ نہیں دیتا یہ ہیں وہ جن کے دل اور کان اور آنکھوں پر اللہ نے مہر کر دی ہے اور وہی غفلت میں پڑے ہیں (کہ انہوں نے ایسا ارادہ کیا ہے) کوئی شک نہیں (یہ بات حق ہے) کہ آخرت میں وہی خراب ہیں (کہ ان کا ٹھکانہ دائمی آگ ہے) پھر بیشک تمہارا رب ان کے لیے جنہوں نے ہجرت کی (مدینہ منورہ کی جانب) بعد اس کے کہ ستائے گئے (یعنی انہیں سزائیں دی گئیں، کفر بکنے پر مجبور کیا گیا اور ایک قرائت میں بر بنائے فاعل کفروا ہے یا لوگوں کو ایمان سے روکنے کے حوالے سے آزمائش میں ڈالنا مراد ہے) پھر انہوں نے جہاد کیا اور (طاعت پر) صابر رہے بیشک تمہارا رب اس (آزمائش) کے بعد ضرور (انہیں) بخشنے والا مہربان ہے (انہیں، پہلا "جملے ثم ان ربک" پر دوسرا جملہ "ان ربک الخ" دلالت کر رہا ہے)۔

﴿ترکیب﴾

﴿واذا بدلنا آیة مکان آیة واللہ اعلم بماینزل قالوا انما انت مفتر بل اکثرھم لا یعلمون﴾.
و: عاطفہ، اذا: شرطیہ متضمن معنی شرط مفعول فیہ مقدم، بدلنا: فعل بافاعل، اٰیة: مفعول، مکان ایة: مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ شرط، و: اعتراضیہ، اللہ: مبتدا، اعلم بما ینزل: شبہ جملہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ معترضہ، قالوا: قول، انما: حرف مشبہ وما کافہ، انت: مبتدا، مفتر: خبر ملکر جملہ اسمیہ مقولہ اول، ملکر جواب شرط، ملکر جملہ شرطیہ، بل: حرف اضراب، اکثرھم: مبتدا، لایعلمون: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿قل نزلہ روح القدس من ربک بالحق لیثبت الذین آمنوا وھدی وبشری للمسلمین﴾.
قل: قول، نزلہ: فعل وضمیر ذوالحال، بالحق: ظرف مستقر حال ملکر مفعول، روح القدوس: فاعل، من ربک ظرف لغو، لام جار، ثبت الذین امنوا: فعل بافاعل ومفعول ملکر جملہ فعلیہ مجرور، ملکر ظرف مستقر معطوف علیہ، وھدی: معطوف اول، وبشری للمسلمین: شبہ جملہ معطوف ثانی، ملکر مفعول لہ، ملکر جملہ فعلیہ مقولہ، ملکر جملہ فعلیہ قولیہ۔

﴿ولقد نعلم انھم یقولون انما یعلمہ بشر﴾.
و: عاطفہ، لام: تاکید، قد: تحقیقیہ، نعلم: فعل بافاعل، انھم: حرف مشبہ واسم، یقولون: قول، انما: حرف مشبہ وما کافہ، یعلمہ بشر: جملہ فعلیہ مقولہ، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ مفعول، ملکر جملہ فعلیہ قسم محذوف "نقسم" کے لیے جواب قسم، ملکر جملہ قسمیہ۔

﴿لسان الذی یلحدون الیہ اعجمی وھذا لسان عربی مبین﴾.
لسان: مضاف، الذی یلحدون الیہ: موصول صلہ ملکر مضاف الیہ، ملکر مبتدا، اعجمی: خبر، ملکر جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، ھذا: مبدل منہ، لسان: بدل، ملکر مبتدا، عربی مبین: مرکب توصیفی خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ان الذین لا یومنون بایت اللہ لا یھدیھم اللہ ولھم عذاب الیم﴾.
ان: حرف مشبہ، الذین: موصول، لا یومنون بایت اللہ: جملہ فعلیہ صلہ، ملکر اسم، لا یھدیھم اللہ: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، لھم: ظرف مستقر خبر مقدم، عذاب الیم: مرکب توصیفی مبتدا موخر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿انما یفتری الکذب الذین لا یومنون بایت اللہ واولئک ھم الکذبون﴾.
انما: حرف مشبہ وماکافہ، یفتری: فعل، الکذب: مفعول، الذین: موصول، لا یومنون بایت اللہ: جملہ فعلیہ صلہ، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ، و: اعتراضیہ، اولئک: مبتدا، ھم الکاذبون: جملہ اسمیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ معترضہ۔

﴿من کفر باللہ من بعد ایمانہ الا من اکرہ وقلبہ مطمئن بالایمان﴾.
من: موصول، کفر: فعل ھو ضمیر مستتر ذوالحال، من بعد ایمانہ: ظرف مستقر حال، ملکر مستثنی منہ، الا: اداۃ استثناء، من: موصول، اکرہ: فعل باضمیر ذوالحال، و: حالیہ، قلبہ: مبتدا، مطمئن بالایمان: شبہ جملہ خبر، ملکر اسمیہ حال، ملکر نائب، ملکر جملہ فعلیہ صلہ، ملکر مستثنی، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ صلہ، ملکر ماقبل "الذین لایؤمنون بایت اللہ" سے بدل ہے۔

﴿ولکن من شرح بالکفر صدرا فعلیھم غضب من اللہ ولھم عذاب عظیم﴾.
و: مستانفہ، لکن: حرف مشبہ واسم ضمیر محذوف "ای لکنہ"، من: شرطیہ مبتدا، شرح: فعل ھو ضمیر ذوالحال، صدرا: تمییز، ملکر فاعل، بالکفر: ظرف لغو جملہ فعلیہ ہوکر شرط، ف: جزائیہ، علیھم: ظرف مستقر خبر مقدم، غضب من اللہ: مرکب

توصیفی مبتدا مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ معطوف علیہ، و : عاطفہ، لھم : ظرف مستقر خبر مقدم ، عذاب عظیم : مرکب توصیفی مبتدا مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ، معطوف ملکر جزا، ملکر خبر ملکر جملہ اسمیہ، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ذلک بانھم استحبوا الحیوۃ الدنیا علی الاخرۃ وان اللہ لا یھدی القوم الکفرین﴾۔

ذلک: مبتدا، ب: جار، انھم : حرف مشبہ واسم، استحبوا الحیوۃ الدنیا علی الاخرۃ : جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ معطوف علیہ، و : عاطفہ، ان اللہ : حرف مشبہ واسم، لا یھدی القوم الکفرین : جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ معطوف ، ملکر مجرور، ملکر ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿اولئک الذین طبع اللہ علی قلوبھم وسمعھم وابصارھم واولئک ھم الغفلون﴾۔

اولئک: مبتدا، الذین : موصول، طبع اللہ : فعل بافاعل، علی : جار، قلوبھم وسمعھم وابصارھم : معطوف علیہ ومعطوفان، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ صلہ، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ ،و : عاطفہ، اولئک: مبتدا، ھم الغفلون : جملہ اسمیہ۔

﴿لا جرم انھم فی الاخرۃ ھم الخسرون﴾۔

لاجرم : بمعنی ثبت فعل، انھم : حرف مشبہ واسم، فی الاخرۃ : ظرف لغو مقدم، الخسرون : اسم فاعل بافاعل، ملکر شبہ جملہ ہو کر خبر، ھم : مبتدا، ملکر جملہ اسمیہ ہو کر خبر، ملکر جملہ اسمیہ ہو کر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ثم ان ربک للذین ھاجروا من بعد ما فتنوا ثم جھدوا وصبروا﴾۔

ثم : عاطفہ، ان ربک : حرف مشبہ واسم، لام: جار، الذین : موصول، ھاجروا : فعل بافاعل، من بعد مافتنوا : ظرف لغو ،ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، ثم جاھدوا : جملہ فعلیہ معطوف اول، وصبروا : جملہ فعلیہ معطوف ثانی، ملکر صلہ، ملکر مجرور، ملکر ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ان ربک من بعدھا لغفور رحیم﴾۔

ان : حرف مشبہ، ربک: ذوالحال، من بعدھا : ظرف مستقر حال، ملکر اسم، لام : تاکیدیہ، غفور : خبر اول، رحیم: خبر ثانی، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿شان نزول﴾

☆...... ولقد نعلم انھم یقولون ...... ☆ قرآن کریم کی حلاوت اور اس کے علوم کی نورانیت جب قلوب کی تسخیر کرنے لگی اور کفار نے دیکھا کہ دنیا اس کی گرویدہ ہوئی جارہی ہے اور کوئی تدبیر اسلام کی مخالفت میں کامیاب نہیں ہوتی تو انہوں نے طرح طرح کے افتراء اٹھانے شروع کئے، کبھی اس کو سحر بتایا، کبھی پہلوں کے قصے، کبھی یہ کہا کہ محمد ﷺ نے یہ خود بنالیا ہے اور ہر طرح کوشش کی کہ کسی طرح لوگ اس کتاب مقدس کی طرف سے بدگمان ہوجائیں، انہیں مکاریوں میں سے ایک مکر یہ بھی تھا کہ انہوں نے ایک عجمی غلام کی نسبت یہ کہا کہ وہ سید عالم ﷺ کو سکھاتا ہے، اس کے رد میں یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا گیا کہ ایسی باطل باتیں دنیا میں کون قبول کرسکتا ہے جس غلام کی طرف کفار نسبت کرتے ہیں وہ تو عجمی ہے، ایسا کلام بنانا اس کے تو کیا امکان میں ہوتا تمہارے فصحاء وبلغاء جن کی زبان دانی پر اہل عرب کو فخر وناز ہے وہ سب کے سب حیران ہیں اور چند جملے قرآن کی مثل بنانا انہیں محال اور ان کی قدرت سے باہر ہے تو

ایک عجمی کی طرف ایسی نسبت کس قدر باطل اور بے شرمی کا فعل ہے، خدا کی شان جس غلام کی طرف یہ نسبت کرتے تھے اس کو بھی اس کلام کے اعجاز نے تسخیر کیا اور وہ بھی سید عالم ﷺ کا حلقہ بگوش طاعت ہوا اور صدق و اخلاص کے ساتھ اسلام لایا۔

☆...... من کفر باللہ من بعدہ...... ☆ یہ آیت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کے حق میں نازل ہوئی انہیں اور ان کے والد یاسر اور ان کی والدہ سمیہ اور صہیب اور بلال اور خباب اور سالم رضی اللہ عنہم کو پکڑ کر کفار نے سخت ایذائیں دیں تا کہ وہ اسلام سے پھر جائیں لیکن یہ حضرات نہ پھرے تو کفار نے حضرت عمار کے والدین کو بہت بے رحمیوں سے قتل کر دیا اور عمار ضعیف تھے بھاگ نہیں سکتے تھے، انہوں نے مجبور ہو کر دیکھا کہ کچھ نہیں کر سکتے تو کلمہ کفر تقیۃً کر دیا، سید عالم ﷺ کو خبر دی گئی کہ عمار کافر ہو گئے، فرمایا ہرگز نہیں عمار سر سے پاؤں تک ایمان سے پر ہیں اور اس کے گوشت اور خون میں ذوق ایمانی سرایت کر گیا ہے، پھر حضرت عمار روتے ہوئے خدمت اقدس میں حاضر ہوئے حضور ﷺ نے فرمایا کیا ہوا عمار، عمار نے عرض کیا اے خدا کے رسول بہت ہی برا ہوا اور بہت ہی برے کلمے میری زبان پر جاری ہوئے، ارشاد فرمایا: اس وقت تیرے دل کا کیا حال تھا، عرض کیا دل ایمان پر خوب جما ہوا تھا، نبی کریم ﷺ نے شفقت فرمائی اور فرمایا کہ اگر پھر ایسا اتفاق ہو تو یہی کرنا چاہیے اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

نسخ کا بیان:

۱...... نسخ کی لغوی تعریف تبدیل کرنا، دور کرنا اور ازالہ کرنا ہے جبکہ اس کی شرعی تعریف یہ ہے: ''وہ دلیل شرعی جو کسی دوسری دلیل شرعی سے تو مؤخر ہو لیکن اس کا حکم اس کے برعکس ہو۔'' (التعریفات، ص ۱۹۱)

امام بیضاوی نسخ کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''کسی شے سے ایک صورت ختم کر کے کسی دوسری شے میں ثابت کرنا نسخ کہلاتا ہے۔'' (البیضاوی، ج ۱، ص ۱۲۷)

نسخ فی القرآن: قرآنِ کریم میں نسخ کی تین صورتیں ہیں: (۱)...... وہ آیاتِ مبارکہ جن کا حکم اور تلاوت کرنا دونوں منسوخ ہے، مثلاً حضرت سیدنا ابی امامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ایک گروہ نے رات بھر قیام کیا اور حالت قیام میں ایک سورت پڑھنی چاہی مگر سوائے بسم اللہ کے اسے تلاوت نہ کر پائے، تو حضور ﷺ کو اسکی خبر دی، سرکار دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اس سورت کی تلاوت اور اس کا حکم اٹھا لیا گیا ہے۔'' اس روایت کی تخریج امام بغوی علیہ الرحمۃ نے کی ہے۔ ایک قول کے مطابق سورۂ احزاب سورۃ بقرۃ کی مثل (یعنی طویل) تھی لیکن پھر اس کے بعض حصہ کی تلاوت اور حکم اٹھا لیا گیا۔ (۲)...... وہ آیات مبارکہ جن کی تلاوت تو منسوخ ہو چکی ہے لیکن حکم اب بھی باقی ہے، مثال کے طور پر آیتِ رجم۔ چنانچہ، حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضرت سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے منبرِ رسول پر تشریف فرما ہو کر ارشاد فرمایا: ''بیشک اللہ تعالیٰ نے سرورِ کائنات ﷺ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا اور ان پر کتاب نازل فرمائی، جس میں آیتِ رجم بھی نازل فرمائی تھی، ہم نے نہ صرف اس کی قرأت کی بلکہ اسے یاد بھی کیا اور سمجھ بھی لیا، اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے خود بھی رجم کی سزا دی اور آپ ﷺ کے بعد ہم نے بھی ایسا ہی کیا، مجھے ڈر ہے کہ لوگوں پر طویل زمانہ گزر جانے کے بعد

کہیں وہ یہ نہ کہنے لگیں کہ ہم تو کتاب اللہ میں آیتِ رجم نہیں پاتے، پس وہ اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ فرض کو ترک کرنے کی وجہ سے گمراہ ہو جائیں، یقیناً آیتِ رجم کا حکم قرآنِ کریم میں ہر اس زانی مرد وعورت پر لازم ہے جو کہ شادی شدہ ہوں لیکن اس میں شرط یہ ہے کہ ان پر گواہیاں قائم ہو جائیں، یا وہ عورت حاملہ ہو جائے یا وہ خود اعتراف کر لے۔" (۳)......وہ آیات مبارکہ جن کا حکم تو منسوخ ہو چکا لیکن وہ قرآنِ کریم میں اب بھی موجود ہیں اور ان کی تلاوت بھی کی جاتی ہے، ایسی آیات کی مثالیں قرآنِ کریم میں کثرت سے ملتی ہیں جیسا کہ قریبی رشتے داروں کے حق میں وصیت کرنے والی آیت مبارکہ امام شافعی کے نزدیک آیتِ میراث کے ساتھ منسوخ ہے جبکہ امام شافعی کے علاوہ دوسروں کے نزدیک سنت سے منسوخ ہے اور آیتِ قتال یعنی ﴿اِنْ یَّكُنْ مِّنْكُمْ عِشْرُوْنَ صٰبِرُوْنَ یَغْلِبُوْا مِائَتَیْنِ﴾ (الانفال:٦٥) اللہ تعالیٰ کے اس فرمانِ عالیشان سے منسوخ ہے ﴿اَلْـٰٔنَ خَفَّفَ عَنْكُمْ وَ عَلِمَ اَنَّ فِیْكُمْ ضَعْفًا﴾ (الانفال:٦٦) قرآنِ کریم میں ایسی بہت سی مثالیں موجود ہیں۔ (الجمل، ج۱، ص۱۳۷)

اکراہ شرعی کا بیان:

۲......اکراہ یعنی جبراً کوئی کام کرانے کا حکم اس وقت ہوگا جب دھمکی دینے والا شخص اپنی دھمکی کو پورا کرنے پر قادر ہو، امام ابو حنیفہ نے اپنے زمانہ کے اعتبار سے کہا کہ اکراہ یا بادشاہ کا معتبر ہوگا یا چور کا، کیونکہ بادشاہ کے پاس بھی اقتدار ہوتا ہے اور چور بھی مسلح ہوتا ہے لیکن اب زمانہ متغیر ہو گیا ہے لہٰذا جس شخص کے پاس بھی ہتھیار ہوں، جن سے وہ اپنی دھمکی پوری کرنے پر قادر ہو اور جس شخص کو دھمکی دی جائے وہ خوفزدہ ہو کہ اگر اس کی بات نہ مانی گئی تو وہ اپنی دھمکی پوری کر گزرے گا، تو یہ اکراہ ہے۔ اگر کسی شخص کو جبر کیا گیا کہ اپنی بیوی کو طلاق دے دے اگر دے دی تو ہو جائے گی، زبانی طلاق ہو جائے گی اور اگر اس سے جبراً لکھائی گئی تو نہیں ہوگی۔ اور اگر اس کو زنا کرنے پر مجبور کیا گیا تو امام اعظم کے نزدیک اس پر حد ہوگی اور اگر سلطان نے اس پر جبر کیا ہے تو اس پر حد نہیں ہوگی اور امام ابو یوسف اور امام محمد کے نزدیک اس پر حد نہیں ہے۔ اور اگر مرتد ہونے پر مجبور کیا گیا اور اس نے زبان سے کلمہ کفر کہا اور اس کا دل اسلام پر مطمئن تھا تو اس کی عورت اس کے نکاح سے خارج نہیں ہوگی۔ (الهداية مع بداية المبتدى، باب الاكراه، ج٦، ص٤١٨ وغيره)

اکراہ کی دو قسمیں ہیں، ایک تام اور اس کو مُلجی بھی کہتے ہیں دوسری ناقص اس کو غیر مُلجی کہتے ہیں۔ اکراہ تام یہ ہے کہ مار ڈالنے یا عضو کاٹنے یا ضربِ شدید کی دھمکی دی جائے ضربِ شدید کا مطلب یہ ہے کہ جس سے جان یا عضو کے تلف ہونے کا اندیشہ ہو، مثلاً کسی سے کہتا ہے کہ یہ کام کرو ورنہ تجھے مارتے مارتے بیکار کر دوں گا۔ اکراہ ناقص یہ ہے کہ جس میں اس سے کم کی دھمکی ہو مثلاً پانچ جوتے ماروں گا یا پانچ کوڑے ماروں گا یا مکان میں بند کر دوں گا یا ہاتھ پاؤں باندھ کر ڈال دوں گا۔ (الدرالمختار على ردالمحتار، كتاب الاكراه، ج۹، ص۱۷۷)۔

اغراض: تقوله من عندك یعنی جسے تم نے اپنے جی میں بنالیا ہے (مراد آیت کے نسخ پر اعتراض کرنا ہے)، قرآن میں ایسا مذکور نہیں۔ وفائدة النسخ: لوگوں کی مصلحتوں کی وجہ سے آیات کو منسوخ کر دیا جاتا ہے۔ بایمانهم به: یعنی قرآن پر ایمان لانے کے سبب۔ حقیقة القرآن: سید عالم ﷺ پر اللہ کی جانب سے نازل ہونے والے کلام کو قرآن کہتے ہیں۔

وهو قين: مراد حداد نامی رومی شخص ہے، ایک قول کے مطابق قین کے بجائے فتیٰ کا لفظ ہے یعنی غلام، اور اس کا نام جبر تھا، یہ عامر بن حضرمی کا غلام تھا، ایک قول کے مطابق دو غلام جبر او یسار ا تھے اور مکہ مکرمہ میں تلواریں بنانے کا کام کرتے تھے اور توریت وانجیل نازل شدہ لغت میں پڑھتے تھے، سید عالم ﷺ کا گزر انکے پاس سے ہوا تو ان سے کلام پاک (توریت وانجیل) سنا، اور حضرات انبیائے کرام کے قلب اقدس پر نازل ہونے والے کلام کو سماعت کر کے تسلی پائی، ایک قول کے مطابق معاملہ برعکس ہوا۔

وکیف یعلمه اعجمی: قین نامی نصرانی شخص تو عجمی ہے، اور قرآن عربی زبان میں نازل ہوا، یہ کہنا کیسے درست ہوسکتا ہے کہ سید عالم ﷺ نے قین سے قرآن سیکھا ہے۔ علی التلفظ بالکفر: مراد کفریہ کام اختیار کرنا ہے۔ (الصاوی، ج۳، ص ۱۹۲ وغیرہ)

رکوع نمبر: ۲۱

اُذْکُرْ ﴿یَوْمَ تَاْتِیْ کُلُّ نَفْسٍ تُجَادِلُ﴾ تُحَاجُّ ﴿عَنْ نَّفْسِهَا﴾ لَایُهِمُّهَا غَیْرُهَا وَهُوَ یَوم القِیٰمَةِ ﴿وَتُوَفّٰی کُلُّ نَفْسٍ﴾ جَزَاءَ ﴿مَّا عَمِلَتْ وَهُمْ لَا یُظْلَمُوْنَ (۱۱۱)﴾ شَیْئًا ﴿وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا﴾ وَیُبْدَلُ مِنْهُ ﴿قَرْیَةً﴾ هِیَ مَکَّةُ وَالْمُرَادُ اَهْلُهَا ﴿کَانَتْ اٰمِنَةً﴾ مِنَ الْغَارَاتِ لَا تُهَاجُ ﴿مُّطْمَئِنَّةً﴾ لَاتَحْتَاجُ اِلَی الْاِنْتِقَالِ عَنْهَا لِضِیقٍ اَوْخَوْفٍ ﴿یَّاْتِیْهَا رِزْقُهَا رَغَدًا﴾ وَاسِعًا ﴿مِّنْ کُلِّ مَکَانٍ فَکَفَرَتْ بِاَنْعُمِ اللّٰهِ﴾ بِتَکْذِیْبِ النَّبِیِّ ﷺ ﴿فَاَذَاقَهَا اللّٰهُ لِبَاسَ الْجُوْعِ﴾ فَقُحِطُوا سَبْعَ سِنِیْنَ ﴿وَالْخَوْفِ﴾ بِسَرَایَا النَّبِیِّ ﷺ ﴿بِمَا کَانُوْا یَصْنَعُوْنَ (۱۱۲) وَلَقَدْ جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ مِّنْهُمْ﴾ مُحَمَّدٌ ﷺ ﴿فَکَذَّبُوْهُ فَاَخَذَهُمُ الْعَذَابُ﴾ الْجُوعُ وَالْخَوفُ ﴿وَهُمْ ظٰلِمُوْنَ (۱۱۳) فَکُلُوْا﴾ اَیُّهَا الْمُؤمِنُونَ ﴿مِمَّا رَزَقَکُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَیِّبًا ص وَّاشْکُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ اِنْ کُنْتُمْ اِیَّاهُ تَعْبُدُوْنَ (۱۱۴) اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَیْکُمُ الْمَیْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِیْرِ وَمَآ اُهِلَّ لِغَیْرِ اللّٰهِ بِهٖ ج فَمَنِ اضْطُرَّ غَیْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ (۱۱۵) وَلَاتَقُوْلُوْا لِمَا تَصِفُ اَلْسِنَتُکُمُ الْکَذِبَ﴾ اَی لِوَصْفِ اَلْسِنَتِکُمْ ﴿هٰذَا حَلٰلٌ وَّهٰذَا حَرَامٌ﴾ لِمَا لَمْ یُحِلَّهُ اللّٰهُ وَلَمْ یُحَرِّمْهُ ﴿لِّتَفْتَرُوْا عَلَی اللّٰهِ الْکَذِبَ ط﴾ بِنِسْبَةِ ذَالِکَ اِلَیْهِ ﴿اِنَّ الَّذِیْنَ یَفْتَرُوْنَ عَلَی اللّٰهِ الْکَذِبَ لَایُفْلِحُوْنَ (۱۱۶)﴾ لَهُمْ ﴿مَتَاعٌ قَلِیْلٌ ص﴾ فِی الدُّنْیَا ﴿وَّلَهُمْ﴾ فِی الْاٰخِرَةِ ﴿عَذَابٌ اَلِیْمٌ (۱۱۷)﴾ مُؤلِمٌ ﴿وَعَلَی الَّذِیْنَ هَادُوْا﴾ اَی الْیَهُوْدَ ﴿حَرَّمْنَا مَا قَصَصْنَا عَلَیْکَ مِنْ قَبْلُ ج﴾ فِی آیَةِ وَعَلَی الَّذِیْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا کُلَّ ذِیْ ظُفُرٍ اِلٰی آخِرِهَا ﴿وَمَا ظَلَمْنٰهُمْ﴾ بِتَحْرِیْمِ ذَالِکَ ﴿وَلٰکِنْ کَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ یَظْلِمُوْنَ (۱۱۸)﴾ بِارْتِکَابِ الْمَعَاصِیْ ﴿ثُمَّ اِنَّ رَبَّکَ لِلَّذِیْنَ عَمِلُوا السُّوْٓءَ﴾ الشِّرْکَ ﴿بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابُوْا﴾ رَجَعُوا ﴿مِنْ م بَعْدِ ذٰلِکَ وَاَصْلَحُوْا لا﴾ عَمَلَهُمْ ﴿اِنَّ رَبَّکَ مِنْ م بَعْدِهَا﴾ اَیِ الْجَهَالَةِ اَوِ التَّوبَةِ ﴿لَغَفُوْرٌ﴾ لَهُمْ ﴿رَّحِیْمٌ (۱۱۹)﴾ بِهِمْ.

﴿ترجمہ﴾

(یادکرو) جس دن ہر جان اپنی ہی طرف (یعنی کسی اور کی طرف مشغول نہ ہوگی، اس سے مراد قیامت کا دن ہے) جھگڑتی (تجادل بمعنی تحاج ہے) آئے گی اور ہر جان کو اس کا پورا بدلہ (جزا) دیا جائے اور ان پر ظلم نہ ہوگا (کچھ بھی) اور اللہ نے کہاوت بیان فرمائی (مثلا مبدل منہ ہے، قریة سے) ایک بستی کی (سرزمین مکہ اور اس کے رہنے والے مراد ہیں) کہ (لوٹ مار اور لڑائی جھگڑے سے) امن واطمنان والی تھی (یعنی کسی قسم کی تنگی اور خوف محسوس کرتے ہوئے یہاں سے منتقل ہونے کی ضرورت نہیں ہے) ہر طرف

سے اُس کا رزق کثرت (رغدا بمعنی واسعا ہے) سے آتا ہے تو وہ اللہ کی نعمتوں کی ناشکری (یعنی نبی پاک ﷺ کی تکذیب) کرنے لگی تو اللہ نے اسے بھوک (سات سال کی قحط سالی) اور خوف (یعنی نبی پاک ﷺ کے ساتھ جنگ) کا پہناوا پہنایا بدلہ ان کے کیے کا۔۔۔۔۔۔اور بیشک ان کے پاس انہیں میں سے ایک رسول (یعنی محمد ﷺ) تشریف لایا تو انہوں نے اسے جھٹلایا تو انہیں (بھوک اور خوف کے) عذاب نے پکڑا اور وہ بے انصاف تھے پس کھاؤ (اے مومنوں) اللہ کی دی ہوئی پاکیزہ روزی اور اللہ کی نعمت کا شکر کرو اگر تم اسے پوجتے ہو۔۔۔۔۔۔تم پر تو یہی حرام کیا مردار اور خون اور سور کا گوشت اور وہ جس کے ذبح کرتے وقت غیر خدا کا نام پکارا گیا پھر جو لاچار ہو نہ خواہش کرتا اور نہ حد سے بڑھتا تو بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے اور نہ کہو اسے جو تمہاری زبانیں جھوٹ بیان کرتی ہیں (یعنی اس وصف کو بیان نہ کرو) یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے (کہ اسے اللہ نے حلال نہ کیا اور اسے حرام نہ کیا) کہ اللہ پر جھوٹ باندھو (اس کی جانب جھوٹ کی نسبت کرتے ہوئے) جو اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں (ان کا) بھلا نہ ہوگا تھوڑا برتنا ہے (دنیا میں) اور ان کے لیے (آخرت میں) دردناک عذاب ہے (الیم بمعنی مؤلم ہے) اور خاص یہودی (ھادوا کے معنی یہود ہے) پر ہم نے حرام فرمائیں وہ چیزیں جو پہلے ہم نے تمہیں سنائیں (آیت میں "وعلی الذین ھادوا حرمنا کل ذی ظفر۔۔۔۔۔۔الخ") اور ہم نے ان پر ظلم نہ کیا (حرمت نازل کر کے) ہاں وہی اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے (اس طرح کی بات کے ذریعے معصیت کا ارتکاب کرتے ہوئے) پھر بیشک تمہارا رب جو نادانی سے بُرائی (شرک) کر بیٹھیں اس کے بعد توبہ (رجوع) کریں اور سنور جائیں (یعنی اپنا عمل سنوار لیں) تو تمہارا رب اس (جہالت یا توبہ) کے بعد ضرور (انہیں، جو توبہ کریں) بخشنے والا مہربان ہے (ان پر)۔

﴿ترکیب﴾

﴿یوم تاتی کل نفس تجادل عن نفسها وتوفی کل نفس ما عملت وهم لا یظلمون﴾

یوم : مضاف، تاتی : فعل، کل نفس : ذوالحال، تجادل عن نفسها : جملہ فعلیہ معطوف علیہ، وتوفی کل نفس ما کسبت : جملہ فعلیہ معطوف، ملکر حال اول، و : حالیہ، هم لا یظلمون : جملہ اسمیہ حال ثانی، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ مضاف الیہ، ظرف "اذکر" فعل محذوف کے لیے، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وضرب الله مثلا قریة کانت امنة مطمئنة یاتیها رزقها رغدا من کل مکان﴾

و : مستانفہ، ضرب الله : فعل با فاعل، مثلا : مبدل منہ، قریة : موصوف : کانت : فعل ناقص با اسم، امنة : خبر اول، مطمئنة : خبر ثانی، یاتیها : فعل با مفعول، رزقها : ذوالحال، رغدا : حال، ملکر با فاعل، من کل مکان : ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ خبر ثانی، ملکر جملہ فعلیہ خبر ثالث، ملکر جملہ فعلیہ ہو کر صفت، ملکر بدل، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿فکفرت بانعم الله فاذاقها الله لباس الجوع والخوف بما کانوا یصنعون﴾

ف : عاطفہ، کفرت بانعم الله : فعل با فاعل وظرف لغو ملکر جملہ فعلیہ، ف : عاطفہ، اذاقها الله : فعل با مفعول وفاعل، لباس الجوع والخوف : مفعول، بما کانوا یصنعون : ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ولقد جاء هم رسول منهم فکذبوه فاخذهم العذاب وهم ظلمون﴾

و : عاطفہ، لام : تاکید جواب قسم، قد : تحقیقیہ، جاء هم : فعل با مفعول، رسول منهم : مرکب توصیفی فاعل، ملکر جملہ فعلیہ قسم۔

محذوف "واللہ" کے لیے جواب قسم، ملکر جملہ قسمیہ، ف : عاطفہ، کذبوہ : جملہ فعلیہ ماقبل "لقد جاء ہم" پر معطوف ہے، ف : عاطفہ، اخذ : فعل، ھم : ذوالحال، وھم لا یظلمون : جملہ اسمیہ حال، ملکر مفعول، العذاب : فاعل، ملکر جملہ فعلیہ ماقبل "لقد جاء ہم" پر معطوف ہے۔

﴿فکلوا مما رزقکم اللہ حلالا طیبا واشکروا نعمت اللہ ان کنتم ایاہ تعبدون﴾.

ف: فصیحیہ، کلوا : فعل بافاعل، مما رزقکم اللہ : ظرف لغو، حلالا طیبا: مفعول ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، واشکروا : فعل بافاعل، نعمت اللہ : مفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر شرط محذوف "اذا استبان لکم حال من کفر، وما آل الیہ امرھم" کی جزاء، ملکر جملہ شرطیہ، ان : شرطیہ، کنتم : فعل ناقص بااسم، ایاہ تعبدون : جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ فعلیہ شرط، جزا محذوف، "فاشکروا نعمت اللہ"، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿انما حرم علیکم المیتۃ والدم ولحم الخنزیر وما اھل لغیر اللہ بہ﴾.

انما : حرف مشبہ وما کافہ، حرم علیکم : فعل بافاعل وظرف لغو، المیتۃ : معطوف علیہ، والدم : معطوف اول، ولحم الخنزیر : معطوف ثانی، و : عاطفہ، ما : موصولہ، اھل : فعل باھو ضمیر ذوالحال، لغیر اللہ : ظرف مستقر حال ملکر نائب الفاعل، بہ : ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ صلہ، ملکر معطوف ثالث، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿فمن اضطر غیر باغ ولا عاد فان اللہ غفور رحیم﴾.

ف : تفریعیہ، من : شرطیہ مبتدا، اضطر : فعل ھو ضمیر مستتر ذوالحال، غیر باغ : معطوف علیہ، ولا عاد : معطوف، ملکر حال، ملکر نائب الفاعل، ملکر جملہ فعلیہ شرط، ف : جزائیہ، ان اللہ ...... الخ : جملہ اسمیہ جزاء، ملکر جملہ شرطیہ ہوکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ولا تقولوا لما تصف السنتکم الکذب ھذا حلال وھذا حرام لتفتروا علی اللہ الکذب﴾.

و : عاطفہ، لا : ناھیہ، تقولوا : فعل بافاعل، لام : جار، ما : مصدریہ، تصف السنتکم الکذب : جملہ فعلیہ بتاویل مصدر مجرور، ملکر مبدل منہ، لام : جار، تفتروا علی اللہ الکذب : جملہ فعلیہ مجرور، ملکر بدل، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر قول، ھذا حلل : جملہ اسمیہ معطوف علیہ، وھذا حرام : جملہ اسمیہ معطوف، ملکر مقول، ملکر جملہ فعلیہ قولیہ۔

﴿ان الذین یفترون علی اللہ الکذب لا یفلحون ○ متاع قلیل ولھم عذاب الیم﴾.

ان : حرف مشبہ، الذین : موصول، یفترون علی اللہ الکذب : جملہ فعلیہ صلہ، ملکر اسم، لا یفلحون : جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ، متاع قلیل : مرکب توصیفی مبتدا خبر محذوف "لھم" کے لیے، ملکر جملہ اسمیہ، و : عاطفہ، لھم : ظرف مستقر خبر مقدم، عذاب الیم : مبتدا مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿وعلی الذین ھادوا حرمنا ما قصصنا علیک من قبل﴾.

و : مستانفہ، علی : جار، الذین ھادوا : موصول صلہ، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو مقدم، حرمنا : فعل بافاعل، ماقصصنا علیک : مفعول صلہ، ملکر مفعول، من قبل : ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وما ظلمنھم ولکن کانوا انفسھم یظلمون﴾.

و : عاطفہ، ما ظلمنا : فعل نفی بافاعل، ھم : ذوالحال، و : حالیہ، لکن : مہملہ، کانوا : فعل ناقص بااسم، انفسھم یظلمون : جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر حال، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ثم ان ربک للذین عملوا السوء بجهالة ثم تابوا من بعد ذلک واصلحوا﴾۔
ثم : عاطفہ، ان ربک:حرف مشبہ واسم، لام :جار، الذین :موصول، عملوا :فعل وضمیر ذوالحال، بجهالة : ظرف مستقر حال،ملکرفاعل، السوء : مفعول،ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، ثم تابوا من بعد ذلک : جملہ فعلیہ معطوف اول، واصلحوا: جملہ فعلیہ معطوف ثانی،ملکر صلہ،ملکر مجرور،ملکر ظرف مستقرخبر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ان ربک من بعدها لغفور رحیم﴾۔
ان ربک:حرف مشبہ واسم، من بعدها :ظرف لغومقدم، لام :تاکیدیہ، غفور : صفت مشبہ بافاعل وظرف لغومقدم،ملکر شبہ جملہ ہو کرخبراول، رحیم : خبرثانی،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

کفار مکہ پر بھوک اور خوف کا طاری ہونا:

۱......علامہ طبری فرماتے ہیں اللہ ﷻ نے بستی والوں کو بھوک کا لباس پہنایا اور یہ بھوک کی مصیبت ان کے جسموں پر اثر انداز ہوئی، اسی لئے اللہ نے بھوک کا لباس پہنانے کا ذکر فرمایا، سید عالم ﷺ کی دعائے ضرر کی وجہ سے یہ بھوک اُن پر دو متواتر سال تک مسلط رہی جس کے نتیجے میں انہوں نے چمڑے اور مردار کھالیے، جس میں خون وغیرہ ٹھہرا ہوتا ہے۔اور انہیں سید عالم ﷺ کے سرایا کا خوف تھا، اور یہ اللہ ﷻ کی جانب سے ان کے لیے ان کے کفر کا انعام تھا کہ وہ اللہ ﷻ کی آیتوں میں جھگڑتے، اور رسولوں کو جھٹلاتے۔
(جامع البيان الاحكام،الجزء ١٤، ص ٢٢٢)

عبادت کرنے والوں پر انعام خداوندی:

۲......یہ مومنین کو خطاب ہے جنہیں اللہ ﷻ نے کفر کی تاریکیوں سے نجات بخشی اور محمد ﷺ پر ایمان کی ہدایت عطا فرمائی، اور مومنین پر یہ انعام نبوت اور دیگر دنیوی نعمتوں کے شکر کرنے کی وجہ سے ہوا۔اللہ ﷻ نے فرمایا اگر تم صرف اللہ کی عبادت کرتے ہو تو اللہ نے حکم فرمایا ہے کہ اللہ کی حلال کردہ چیزوں کو کھاؤ اور اللہ کی عطا کردہ نعمتوں کا شکر بجالاؤ۔یہ حکم زجروتوبیخ کرنے، تمثیل بیان کرنے اور ان کی قوم کے کفار پر عذاب قحط مسلط کرنے کے بعد نازل ہوا تاکہ وہ زمانہ جاہلیت کی بدکاریوں اور عقائد فاسدہ سے باز آجائیں۔ بعض علماء فرماتے ہیں کہ جن لوگوں کو حلال رزق کھانے اور نعمتوں کا شکر کرنے کے امر کے ساتھ خطاب کیا گیا تھا اس کے بعد کہ انہیں کفر سے زجروتوبیخ کی گئی تھی۔مطلب یہ ہے کہ اگر تم اپنے گمان کے مطابق اللہ کی عبادت کرتے ہو۔کفار کا خیال تھا کہ ہم صرف اللہ کی عبادت کرتے ہیں اور ہمارے یہ بت اللہ کی بارگاہ میں ہمارے سفارشی ہیں۔
(المظهری، ج٤، ص ٢٠٧)۔

اغراض:تحاج : بمعنی تخاصم ہے،یعنی قیامت کی دہشت سے خلاصی کی کوشش کریں۔
هی مکة:یہی مفسرین کرام کے مابین مشہور وصحیح ہے،اور ایک قول کے مطابق آیت پاک مدنی ہے،اس لیے کہ اللہ نے بستی کو چھ صفات کے ساتھ موصوف کیا ہے اور یہ صفات اہل مکہ میں پائی جاتی ہیں، جب کہ سید عالم ﷺ مدینہ منورہ میں جلوہ فرما ہیں، اسی بنیاد پر کہا گیا کہ آیت مکی ہے۔
بسرایا النبی:باءسببیہ ہے،اس سے مراد وہ جماعت ہے جو غارت گری کے لیے بھیجی گئی تھی،اور اہل مکہ اس سے خوف کھاتے

تے۔بنسبة ذلک: مراد حلال وحرام ہے۔ (الصاوی، ج۳، ص ۲۹۳ وغیرہ)

رکوع نمبر: ۲۲

﴿اِنَّ اِبْرٰهِیْمَ كَانَ اُمَّةً ﴾ اِمامًا قُدْوَةً جَامِعًا لِخِصَالِ الْخَیْرِ ﴿قَانِتًا ﴾ مُطِیْعًا ﴿لِّلّٰهِ حَنِیْفًا ؕ ﴾ مَائِلًا اِلَی الدِّیْنِ الْقَیِّمِ ﴿وَلَمْ یَكُ مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ (۱۲۰) شَاكِرًا لِّاَنْعُمِهٖ ؕ اِجْتَبٰهُ ﴾ اِصْطَفَاهُ ﴿وَهَدٰهُ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ (۱۲۱) وَ اٰتَیْنٰهُ ﴾ فِیْهِ اِلْتِفَاتٌ عَنِ الْغَیْبَةِ ﴿فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً ؕ ﴾ هِیَ الثَّنَاءُ الْحَسَنُ فِیْ كُلِّ اَهْلِ الْاَدْیَانِ ﴿وَاِنَّهٗ فِی الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِیْنَ (۱۲۲) ﴾ اَلَّذِیْنَ لَهُمُ الدَّرَجَاتُ الْعُلٰی ﴿ثُمَّ اَوْحَیْنَاۤ اِلَیْكَ ﴾ یَامُحَمَّدُ ﴿اَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ اِبْرٰهِیْمَ حَنِیْفًا ؕ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ (۱۲۳) ﴾ كَرَّرَ رَدًّا عَلٰی زَعْمِ الْیَهُوْدِ وَالنَّصَارٰی اَنَّهُمْ عَلٰی دِیْنِهٖ ﴿اِنَّمَا جُعِلَ السَّبْتُ ﴾ فُرِضَ تَعْظِیْمُهٗ ﴿عَلَی الَّذِیْنَ اخْتَلَفُوْا فِیْهِ ؕ ﴾ عَلٰی نَبِیِّهِمْ وَهُمُ الْیَهُوْدُ اُمِرُوْا اَنْ یَّتَفَرَّغُوْا لِلْعِبَادَةِ یَوْمَ الْجُمُعَةِ فَقَالُوْا لَا نُرِیْدُهٗ وَاخْتَارُوْا السَّبْتَ فَشُدِّدَ عَلَیْهِمْ فِیْهِ ﴿وَاِنَّ رَبَّكَ لَیَحْكُمُ بَیْنَهُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ فِیْمَا كَانُوْا فِیْهِ یَخْتَلِفُوْنَ (۱۲۴) ﴾ مِنْ اَمْرِهٖ بِاَنْ یُّثِیْبَ الطَّائِعَ وَیُعَذِّبَ الْعَاصِیَ بِانْتِهَاكِ حُرْمَتِهٖ ﴿اُدْعُ ﴾ النَّاسَ یَامُحَمَّدُ ﴿اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّكَ ﴾ دِیْنِهٖ ﴿بِالْحِكْمَةِ ﴾ بِالْقُرْآنِ ﴿وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ ﴾ مَوَاعِظِهٖ اَوِ الْقَوْلِ الرَّفِیْقِ ﴿وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِیْ ﴾ اَیْ بِالْمُجَادَلَةِ الَّتِیْ ﴿هِیَ اَحْسَنُ ؕ ﴾ كَالدُّعَاءِ اِلَی اللهِ بِاٰیَاتِهٖ وَالدُّعَاءِ اِلٰی حُجَّتِهٖ ﴿اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ ﴾ اَیْ عَالِمٌ ﴿بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِیْلِهٖ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِیْنَ (۱۲۵) ﴾ فَیُجَازِیْهِمْ وَهٰذَا قَبْلَ الْاَمْرِ بِالْقِتَالِ وَنَزَلَ لَمَّا قُتِلَ حَمْزَةُ وَمُثِّلَ بِهٖ فَقَالَ ﷺ وَقَدْ رَآهُ لَاُمَثِّلَنَّ بِسَبْعِیْنَ مِنْهُمْ مَكَانَكَ ﴿ وَاِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ ؕ وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ ﴾ عَنِ الْاِنْتِقَامِ ﴿لَهُوَ ﴾ اَیِ الصَّبْرُ ﴿ خَیْرٌ لِّلصّٰبِرِیْنَ (۱۲۶) ﴾ فَكَفَّ ﷺ وَكَفَّرَ عَنْ یَمِیْنِهٖ رَوَاهُ الْبَزَّارُ ﴿وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ اِلَّا بِاللّٰهِ ﴾ بِتَوْفِیْقِهٖ ﴿وَلَا تَحْزَنْ عَلَیْهِمْ ﴾ اَیِ الْكُفَّارِ اِنْ لَّمْ یُؤْمِنُوْا لِحِرْصِكَ عَلٰی اِیْمَانِهِمْ ﴿وَلَا تَكُ فِیْ ضَیْقٍ مِّمَّا یَمْكُرُوْنَ (۱۲۷) ﴾ اَیْ لَا تَهْتَمَّ بِمَكْرِهِمْ فَاَنَا نَاصِرُكَ عَلَیْهِمْ ﴿ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا ﴾ الْكُفْرَ وَالْمَعَاصِیَ ﴿وَّالَّذِیْنَ هُمْ مُّحْسِنُوْنَ (۱۲۸) ﴾ بِالطَّاعَةِ وَالصَّبْرِ بِالْعَوْنِ وَالنَّصْرِ.

﴿ترجمہ﴾

بیشک ابراہیم......۱......ایک (اچھی خصلتوں کا مجموعہ) امام تھا فرمانبردار (مطیع) حق (یعنی دینِ قیم) کی طرف مائل اور مشرک نہ تھا اس کے احسانوں پر شکر کرنے والا اور اللہ نے اسے چن لیا......۲......(اجتبہ بمعنی اصطفاہ ہے) اور اسے سیدھی راہ دکھائی اور ہم نے اسے دی (لفظ اٰتینہ میں غیبت سے التفات پایا جارہا ہے) دنیا کی زندگی میں (اس سے مراد ہر قسم کے ادیان والوں کے لیے اچھی تعریف وتوصیف ہے) اور بیشک وہ آخرت میں شایانِ قرب ہے (کہ ان کے لیے بلند درجات ہیں) پھر ہم نے تمہیں (اے محمد ﷺ) وحی بھیجی کہ دین (ملت بمعنی دین ہے) ابراہیمی کی پیروی کرو جو ہر باطل سے الگ تھا اور مشرک نہ تھا......۳......(دین ابراہیم

کے سچے ہونے والے جملے کا تکرار اس لیے کیا گیا کہ یہود و نصاری کے زعم فاسد کا رد ہو جائے کہ وہ بھی دین ابراہیم علیہ السلام پر ہیں) ہفتہ تو انہیں پر رکھا گیا تھا (یعنی اس ہفتے کے دن کی تعظیم) جو اس میں مختلف ہو گئے......۴ (اپنے نبی سے، مراد یہود ہیں کہ انہیں حکم کیا گیا تھا کہ جمعہ کے دن کو عبادت کے لیے فارغ کر لیں لیکن انہوں نے کہا نہیں ہم ہفتہ کے دن کا انتخاب کرتے ہیں، پس ان پر اس دن میں عبادت کے لیے سختی کی گئی) بیشک تمہارا رب عزوجل قیامت کے دن ان میں فیصلہ کر دے گا جس بات میں اختلاف کرتے تھے (یعنی جو ہفتے کے دن کی حرمت کے حوالے سے اللہ عزوجل کے حکم میں اختلاف کرتے تھے کہ اللہ عزوجل طاعت گزاروں کو ثواب اور نافرمانوں کو عذاب دے گا) بلاؤ (لوگوں کو اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم!) اپنے رب کی راہ (یعنی دین) کی طرف پکی تدبیر (قرآن) اور اچھی نصیحت سے (یعنی وعظ کرتے ہوئے یا نرم بات کے ذریعے......۵......) اور اس طریقے پر بحث کرو (یعنی مجادلہ کرو) جو سب سے بہتر ہو (جیسا کہ اللہ سے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کی قوم کے قصے اور اس واقعے پر ایمان لانے کے بارے میں بیان کرو) بیشک تمہارا رب خوب جانتا ہے (اعلم بمعنی عالم ہے) جو اس کی راہ سے بہکا اور وہ خوب جانتا ہے راہ والوں کو (کہ وہ راہ والوں کو جزا دے گا، یہ حکم آیت قتال کے نزول سے پہلے تھا اور آیت قتال اس وقت نازل ہوئی جب حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ قتل ہوئے اور ان کا مُثلہ کیا گیا، جب سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ملاحظہ فرمایا تو ارشاد فرمایا: "خدا کی قسم! میں ان کے ستر کے ساتھ ایسا کروں گا") اور اگر تم سزا دو تو ویسی ہی سزا دو جیسی تمہیں تکلیف پہنچائی تھی اور اگر تم صبر کرو (انتقام لینے سے) تو بیشک صبر والوں کو (صبر) سب سے اچھا......۶......(پس سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا مثلہ کرنے سے ہاتھ مبارک روک لیے جیسا کہ بزار کی روایت میں ہے) اور اے محبوب تم صبر کرو اور تمہارا صبر اللہ ہی کی (توفیق) سے ہے اور ان کا غم نہ کھاؤ (یعنی کافروں کا، اگر یہ ایمان نہ لائیں تو آپ ان کے ایمان لانے کی حرص نہ کریں) اور ان کے فریبوں سے دل تنگ نہ ہو (ان کے مکر و فریب سے غمگین نہ ہو، ہم ان پر آپ کی مدد کریں گے) بیشک اللہ ان کے ساتھ ہے جو ڈرتے ہیں (کفر اور معصیت سے) اور جو نیکیاں کرتے ہیں (طاعت کرتے ہیں، اور صبر، مدد و نصرت کے ذریعے)۔

﴿ترکیب﴾

﴿ان ابراهيم كان امة قانتا لله حنيفا ولم يك من المشركين O شاكرا لانعمه اجتبه وهده الى صراط مستقيم﴾.

ان ابراهيم : حرف مشبہ و اسم، كان : فعل ناقص با اسم، امة : خبر اول، قانتا لله : شبہ جملہ خبر ثانی، حنيفا : خبر ثالث، شاكرا لانعمه : شبہ جملہ خبر رابع، اجتبه : جملہ فعلیہ معطوف علیہ، وهده الى صراط مستقيم : جملہ فعلیہ معطوف، ملکر خبر خامس، كان اپنے اسم اور ساری خبروں سے ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و : عاطفہ، لم يك : فعل ناقص با اسم، من المشركين : ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر خبر، ان اپنے اسم و خبر سے ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿واتينه في الدنيا حسنة وانه في الاخرة لمن الصلحين﴾.

و : عاطفہ، اتينه : فعل با فاعل و مفعول، في الدنيا : ظرف مستقر حال مقدم، حسنة : ذو الحال ملکر مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ ماقبل "كان امة...... الخ" پر معطوف ہے، و : عاطفہ، ان : حرف مشبہ و ضمیر ذو الحال، في الاخرة : ظرف مستقر حال، ملکر اسم، لمن الصلحين : ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ثم اوحينا اليك ان اتبع ملة ابراهيم حنيفا وما كان من المشركين﴾.

ثم : عاطفہ، اوحينا اليك : فعل با فاعل و ظرف لغو، ان : مصدریہ، اتبع : فعل امر با فاعل، ملة : مضاف، ابراهيم : ذو الحال،

حنیفا : حال،ملکر مضاف الیہ، ملکر مفعول ملکر جملہ فعلیہ بتاویل مصدر مفعول،ملکر جملہ فعلیہ، و : عاطفہ، ما : نافیہ، کان : فعل ناقص بااسم، من المشرکین : ظرف مستقر خبر،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿انما جعل السبت علی الذین اختلفوا فیہ وان ربک لیحکم بینھم یوم القیمۃ فیما کانوا فیہ یختلفون﴾.

انما : حرف مشبہ وما کافہ، جعل السبت : فعل بانائب الفاعل، علی : جار، الذین اختلفوا فیہ : موصول صلہ،ملکر مجرور،ملکر ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ، و : مستانفہ، ان ربک: حرف مشبہ واسم، لام : تاکیدیہ، یحکم بینھم : فعل بافاعل وظرف لغو،یوم القیمۃ : ذوالحال،فیما کانوا فیہ یختلفون : ظرف مستقر حال ، ملکر ظرف ثانی، ملکر جملہ فعلیہ خبر،ملکر جملہ اسمیہ مستانفہ۔

﴿ادع الی سبیل ربک بالحکمۃ والموعظۃ الحسنۃ وجادلھم بالتی ھی احسن﴾.

ادع : فعل امر انت ضمیر ذوالحال، الناس :مفعول محذوف، الی سبیل ربک :ظرف لغو، ب : جار، الحکمۃ : معطوف علیہ، والموعظۃ الحسنۃ : معطوف،ملکر مجرور،ملکر ظرف مستقر حال،ملکر فاعل، بالتی ھی احسن :ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ ،فعل امر بافاعل ومفعول ملکر جملہ فعلیہ ماقبل "ادع" پر معطوف ہے۔

﴿ان ربک ھو اعلم بمن ضل عن سبیلہ وھو اعلم بالمھتدین﴾

ان ربک:حرف مشبہ واسم، ھو : مبتدا، اعلم : اسم تفضیل بافاعل، بمن ضل عن سبیلہ : ظرف لغو،ملکر شبہ جملہ ہوکر خبر،ملکر جملہ اسمیہ معطوف علیہ، و:عاطفہ ،ھو :مبتدا، اعلم بالمھتدین : شبہ جملہ خبر،ملکر جملہ اسمیہ معطوف،ملکر خبر،ان اپنے اسم وخبر سے ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿وان عاقبتم فعاقبوا بمثل ما عوقبتم بہ﴾.

و: مستانفہ، ان : شرطیہ، عاقبتم : جملہ فعلیہ شرط، ف : جزائیہ، عاقبوا : فعل امر بافاعل، بمثل ماعوقبتم بہ : ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ جزا،ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿واصبر وما صبرک الا باللہ ولا تحزن علیھم ولا تک فی ضیق مما یمکرون ○ ان اللہ مع الذین اتقوا والذین ھم محسنون﴾.

و: مستانفہ، اصبر : فعل امر انت ضمیر ذوالحال، و : عاطفہ، ما :نفی، صبرک :مبتدا، الا : اداۃ حصر، باللہ : ظرف مستقر خبر،ملکر جملہ اسمیہ حال،ملکر فاعل،ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، لا تحزن : فعل نہی بافاعل، علیھم : ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ،و : عاطفہ، لاتک : فعل نہی بااسم،فی : جار، ضیق : موصوف، مما یمکرون : ظرف مستقر صفت،ملکر مجرور،ملکر ظرف مستقر خبر،ملکر جملہ فعلیہ،ان اللہ : حرف مشبہ واسم، مع : مضاف، الذین اتقوا : موصول صلہ ملکر معطوف علیہ، والذین ھم محسنون : موصول صلہ ملکر معطوف، ملکر مضاف الیہ، ملکر ظرف مستقر ہوکر خبر، ان اپنے اسم وخبر سے ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿شان نزول﴾

☆......وان عاقبتم فعاقبوا ......☆ جنگ احد میں کفار نے مسلمانوں کے شہداء کے چہروں کو زخمی کر کے ان کی شکلوں کو تبدیل کیا تھا، اوران کے پیٹ چاک کیے تھے اوران کے اعضاء کاٹے تھے،ان شہداء میں حضرت حمزہ بھی تھے،سید عالم ﷺ نے جب انہیں دیکھا تو بہت صدمہ ہوا اور حضور نے قسم کھائی کہ حضرت حمزہ کا بدلہ ستر کافروں سے لیا جائے گا اور ستر کا یہی حال کیا جائے گا،اس پر آیت مقدسہ نازل ہوئی اور حضور ﷺ نے ارادہ ترک کردیا اور اپنی قسم کا کفارہ ادا کیا۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

حضرت ابراهیم علیہ السلام کا نسب :

۱......ابراہیم بن تارخ ۲۵۰ھ، بن ناحور ۱۴۸ھ، بن ساروغ ۲۳۰ھ، بن راغو ۲۳۹ھ، بن فالغ ۴۳۹ھ، بن عابر ۴۶۴ھ، بن شالخ ۴۳۳ھ، بن ارفخشند ۴۳۸ھ، بن سام ۶۰۰ھ بن نوح تھے۔ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں اسحاق بن بشر الکاہلی صاحب "کتاب المبتداء" میں لکھا ہے کہ حضرت ابراہیم کی والدہ ماجدہ کا نام امیلہ تھا۔ان کی ولادت کی خبروں میں کئی حکایات بیان کی جاتی ہیں۔کلبی کہتے ہیں کہ ان کی والدہ کا نام بونا بنت کربا بن کرثی تھا جو کہ ارفخشند بن سام بن نوح سے تعلق رکھتی تھیں۔ابن عساکر سے یہ روایت بھی ملتی ہے کہ حضرت ابراہیم کی کنیت ابوضیفان ہے، جب تارخ کی عمر ۷۵ سال ہوئی تو حضرت ابراہیم، ناحور اور حاران پیدا ہوئے۔حاران کے ہاں حضرت لوط کی پیدائش ہوئی، حضرت ابراہیم اپنے بھائیوں میں منجھلے تھے۔حاران کا انتقال والد گرامی یعنی تارخ کی زندگی میں ہی بابل کے علاقے میں ہو گیا تھا۔ (البداية والنهاية، ج ۱، الجزء ۱، قصة ابراهيم، ص ۱۵۶ وغيره)

نبوت کے اوصاف کا بیان:

۲......علامہ تفتازانی فرماتے ہیں: هو انسان بعثه الله تعالى الى الخلق لتبليغ الاحكام یعنی وہ انسان جسے اللہ نے مخلوق کی طرف احکامات کی تبلیغ کے لیے بھیجا ہو" مراد ہے۔

اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں: "العصمة هي من خصائص النبوة على مذهب اهل الحق یعنی مذہب اہل حق میں نبی کا معصوم ہونا ضروری ہے"۔ (المعتقد والمستند، ص ۱۱۰)

شرح فقہ الاکبر میں ہے: الانبياء منزهون اى معصومون عن الصغائر والكبائر اى من جميع المعاصى والكفر خص لانه اكبر الكبائر ولكونه سبحانه ﴿لايغفر ان يشرك به ويغفر ما دون ذلك لمن يشاء (النساء:۴۸)﴾. والقبائح وفى النسخة والفواحش وهى اخص من الكبائر فى مقام التغاير كما يدل عليه قوله سبحانه وتعالى ﴿الذين يجتنبون كبائر الاثم والفواحش (النساء:۳۱)﴾. والمراد بها نحو القتل والزنى واللواطة والسرقة وقذف المحصنة والسحر ولفرار من الزحف والنميمة واكل الرباء ومال اليتيم وظلم العباد وقصد الفساد فى البلاد. یعنی حضرات انبیائے کرام صغیرہ و کبیرہ اور ہر قسم کے گناہوں سے پاک ہوتے ہیں، کفر کا خاص طور پر اس لیے ذکر کیا کہ یہ سب سے بڑا کبیرہ گناہ ہے۔اللہ نے فرمایا: ﴿اللہ اُسے نہیں بخشتا کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک کیا جائے اور اس کے علاوہ جسے چاہے بخش دے (النساء:۴۸)﴾۔اور فواحش بھی نہیں پائی جاتی، اللہ فرماتا ہے: ﴿یہ بڑے گناہوں اور فحاشی سے بچتے ہیں (النساء:۳۱)﴾۔فحاشی سے مراد قتل، زنی، لواطت، چوری، حد قذف، جادو، چغل خوری، سود کھانے، یتیم کا مال کھانے، بندوں پر ظلم کرنے، زمین میں فساد کرنے سے بچتے ہیں۔

(فقه الاكبر، باب الانبياء معصومون، ص ۹۹ وغيره)

جان لیں کہ نبوت کے اوصاف صرف یہی نہیں بلکہ اور بھی بہت ہیں، ہم نے اختصار کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے کلام کیا ہے۔

حضرت ابراهیم علیہ السلام کے مشرک نہ ہونے پر تکرار:

۳......حضرت ابراہیم علیہ السلام اصل اور فرع کے اعتبار سے امور دینیہ پر فائز ہیں، اس جملے میں کفار قریش کا رد ہے کہ ان کے

نزدیک وہ دین ابراہیمی پر تھے، ایک قول یہ بھی ملتا ہے کہ یہود کے قول کی تردید مقصود ہے جس عزیر کو اللہ کا بیٹا مانتے تھے جس کا بیان اللہ نے ﴿عزیر ابن الله (التوبہ: ۳۰)﴾ میں فرمایا، ان کے گمان کے مطابق حضرت وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین پر ہیں جیسا کہ فرمایا ﴿ما كان ابراهيم يهوديا ولا نصرانيا ولكن كان حنيفا مسلما وما كان من المشركين (ال عمران: ۶۷)﴾، اس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی حرمت کا بیان ہے اور آپ کے مشرک نہ ہونے والے جملے کی تکرار اس لیے ہے کہ تاکید میں زیادتی پیدا ہو جائے اور آپ کے اعتقاد و عمل کی پاکیزگی کا بیان خاص ہو جائے۔ (روح المعانی، الجزء ١٤، ص ٦٥٣ وغیرہ)

سابقہ امتوں میں ہفتہ کے دن کی تعظیم کا حکم:

☆......حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ یہ قوم حضرت داؤد علیہ السلام کے زمانے میں مقام ایلہ میں آباد تھی، یہ شہر مدینہ اور شام کے درمیان ساحل سمندر پر واقع تھا، اس جگہ کے سمندر میں سال کے ایک مہینے میں اتنی کثرت سے مچھلیاں آتی تھیں کہ پانی دکھائی نہیں دیتا تھا اور باقی مہینوں میں ہفتہ کے دن اس میں بہت مچھلیاں آتی تھیں، ان لوگوں نے مختلف جگہ حوض کھود ے اور سمندر سے نالیاں نکال کر ان حوضوں سے ملا دیں، ہفتے کے روز ان حوضوں میں مچھلیاں چلی جاتیں اور اتوار کے دن انکا شکار کر لیتے، بنی اسرائیل کا ہفتے کے روز مچھلیوں کو حوضوں میں مقید کر لینا، یہی انکا حد سے تجاوز کرنا تھا اور وہ ایک بڑے لمبے عرصے تک اس نافرنی میں مشغول رہے، نسل در نسل انکی اولاد بھی ملوث رہی، خدا کا خوف رکھنے والے کچھ لوگ اس سے منع کرتے، کچھ لوگ اسکو برا جانتے اور اس خیال سے منع نہیں کرتے تھے کہ یہ باز آنے والے نہیں، نافرمان لوگ کہتے تھے کہ ہم اتنے عرصے سے یہ کام کر رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان مچھلیوں میں اضافہ فرما رہا ہے، مانعین کہتے تھے کہ تم دھوکے میں نہ آؤ، ہوسکتا ہے کہ تم پر عذاب نازل ہو۔ (الرازی، ج۱، ص۳۷۲)

یہود کے نزدیک ہفتہ کا کے دن اور عیسائیوں کے نزدیک اتوار کا دن معتبر ہے لیکن مسلمانوں کے لیے جمعۃ المبارک کا دن معتبر ہے۔ حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے سید عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "ہم بعث میں آخر ہیں اور قیامت کے دن سابق ہونگے ،البتہ ان کو ہم سے پہلے کتاب دی گئی ہے پھر یہ (جمعہ کا دن) وہ ہے جو اُن پر بھی فرض کیا گیا تھا، انہوں نے اس میں اختلاف کیا اور اللہ نے ہمیں اس دن کی ہدایت دے دی، لوگ اس دن میں ہمارے تابع ہیں، یہود (جمعہ کے دن) کے بعد والا دن یعنی ہفتہ اور نصاری اس کے بعد والا یعنی اتوار مانتے ہیں۔ (صحیح البخاری، کتاب الجمعة، باب:فرض الجمعة، رقم: ۸۷۶، ص ۱٤۱)

☆......حضرت کعب بیان کرتے ہیں کہ سید عالم ﷺ کے مدینے آنے سے پہلے مدینہ میں ہمیں اسعد بن زرارہ نے نماز جمعہ پڑھائی اور چالیس مسلمانوں نے نماز جمعہ پڑھی۔ (سنن ابو داؤد، رقم: ۱۰٦۹) اس روایت سے صحابہ کا اجتہاد کرنا بھی ثابت ہوا اور جمعۃ المبارک کی اہمیت بھی واضح ہوئی۔

جمعۃ المبارک کی چھٹی کرنے کا مسئلہ: اسلام میں چھٹی کرنے کا کوئی حکم موجود نہیں ہے، لیکن جب ہفتہ میں ایک دن چھٹی کرنی ہے تو پھر جمعۃ المبارک کے دن کی جائے تا کہ اسلامی شعائر کے اعتبار سے جمعۃ المبارک کی فضیلت و برکت حاصل ہو جائے۔ یہ دن اسلام میں مقدس ہے اس لیے اس کی اہمیت کی خاطر اس دن چھٹی ہونی چاہیے۔ ہمیں یہود و نصاری سے مخالفت کا حکم ہے جیسا کہ سید عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "یہود و نصاری بالوں کو نہیں رنگتے سو تم اس بارے میں ان کی مخالفت کرو"۔

(صحیح البخاری، کتاب اللبس، باب ما یذکر فی الشیب، رقم: ۵۸۹۹، ص ۱۰۳۷)

ادعوا الی سبیل ربک بالحکمة والموعظة کا بیان :

۵...... ہمارے اسلاف کا نیکی کی دعوت دینے کا طریقہ ملاحظہ کیجئے۔ ایران کے بادشاہوں کا لقب پہلے کسریٰ ہوا کرتا تھا جس طرح مصر کے تمام بادشاہ فرعون کہلاتے تھے۔ایک بار ایک بادشاہ کسریٰ اپنے لشکر سے بچھڑ کر کسی باغ کے دروازے پر جا پہنچا، اُس نے پینے کے لیے پانی مانگا تو ایک بچی گنے کا ٹھنڈا میٹھا رس لے آئی۔ بادشاہ نے پیا تو بہت لذیذ تھا۔اس نے بچی سے پوچھا کہ کیسے بنائی ہو؟ اس نے بتایا کہ اس باغ میں بہت عمدہ قسم کے گنوں کی پیداوار ہوتی ہے،ہم اپنے ہاتھوں سے گنے نچوڑ کر رس نکالتے ہیں۔! بادشاہ نے کہا ایک اور گلاس لاؤ، وہ لینے گئی، اس دوران بادشاہ کی نیت خراب ہوگئی اوراس نے طے کرلیا کہ میں یہ باغ زبردستی لے کر دوسرا باغ ان کو دے دوں گا۔ اتنے میں وہ بچی روتی ہوئی آئی اور کہنے لگی: ہمارے بادشاہ کی نیت خراب ہوگئی ہے۔ بادشاہ بولا: تمہیں اس کا علم کیسے ہوا؟ کہنے لگی: پہلے بآسانی رس نچڑ جاتا تھا لیکن اب کی بار خوب زور لگانے کے باوجود بھی میں رس نہ نکال سکی۔ بادشاہ نے فوراً باغ نیت تبدیل کی اور کہا ایک بار پھر جاؤ اور کوشش کرو۔ چنانچہ وہ گئی اور بآسانی رس نکال کر لانے میں کامیاب ہوگئی۔

(حیاۃ الحیوان الکبری، ج۱، ۲۱٦)

بُرائی کا بدلہ اسی کی مثل بُرائی یاصبر :

۶...... اللہ عزوجل کا فرمان والذین کسبوا السیئات یعنی وہ لوگ جو برے اعمال کریں اور برے اعمال سے مراد کفر اور معصیت ہے تو ان لوگوں پر اسی کی مثل بدلہ ہے یعنی ان لوگوں کے لئے ان کی بُرائی کا بدلہ اسی کی مثل سزا ہے۔ اور اس قید سے مقصود یہ ہے کہ حسنات اور سیئات میں فرق پر تنبیہ ہوجائے اس لئے کہ حسنات کا ثواب ایک سے دس گنا، سات سو گنا یا اللہ عزوجل کے فضل کی کوئی حد نہیں کہ جتنا چاہے زیادہ کردے۔ لیکن سیئات کا بدلہ اسی کی مثل (اللہ عزوجل) کے عدل پر منحصر ہے۔ (الخازن، ج۲، ص۴٤٠)

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ نے صبر کی تلقین فرمائی جس سے یہ بات بخوبی ثابت ہوتی ہے کہ اللہ اپنے حبیب کی ذات کو سب سے اعلیٰ دیکھنا چاہتا ہے۔

اغراض: مائلا الی الدین القیم: یعنی اسلام کے علاوہ تمام باطل ادیان کو ترک کردینا۔

ردا علی زعم الیھود والنصاری: مناسب یہ ہے کہ مشرکین کے رد کرنے کا قول کیا جاتا، اس لیے کہ یہود ونصاری تو شرک نہیں کرتے تھے۔ اختاروا السبت: ہفتہ کے دن شکار کرنے کے بارے میں اختلاف بیان کرنا مقصود ہے۔

من امرہ: یعنی ہفتہ کے دن کے بارے میں۔ بان یثیب الطائع: مراد وہ لوگ ہیں جو ہفتے کے دن شکار نہیں کرتے تھے اور ہفتے کے دن کی تعظیم کرتے تھے۔

ویعذب العاصی: مراد وہ لوگ ہیں جو حیلہ کرتے ہیں، اور حیلے کرتے ہوئے شکار کرتے ہیں، ان کے لئے دنیا کا عذاب یہ ہے کہ ان کے چہروں کو بندروں کی صورت میں مسخ کردیا جائے گا اور آخرت میں دائمی عذاب ہوگا۔

دینہ: دین کو بطور راستہ ذکر کیا، اس لیے کہ دین پر عمل کرنے والا سعادت ابدی وسرمدی پالیتا ہے۔

بالقرآن: اسے حکمت کہتے ہیں، اس لیے کہ یہی قرآن علم نافع عطا کرتا ہے۔

او القول الرفیق: موعظة الحسنة کی دوسری تفسیر ہے، قول الرفیق سے مراد وہ الفاظ ہیں جو نرمی اور دوستی کے مزاج سے ہم آہنگ ہوں جیسا کہ اللہ کا فرمان ہے ﴿قل لا اسالکم علیہ اجرا الا المودة فی القربی﴾، اور اللہ کا فرمان آل فرعون کے

مؤمنین سے ﴿ویقوم مالی ادعوکم ...... الخ (المومن:۴۱)﴾ ہے۔
بایاتہ: مراد حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کی قوم کا قصہ ہے، جب ان پر رات کی تاریکی چھائی اور ستارے دیکھے تو کہا ﴿ھذا ربی﴾۔
والدعا الی حجتہ: یعنی اللہ کی وحدانیت کے دلائل کی طرف بلاؤ، جیسا کہ فرمان پاک ہے ﴿قل انظروا ماذا فی السموت والارض (یونس:۱۰۱)﴾۔
وھذا قبل الامر بالقتال: اس جملے میں اشارہ ہے کہ آیت ﴿وجدلھم بالتی ھی احسن ...... الخ (النحل:۱۲۵)﴾ منسوخ ہے، ایک قول کے مطابق منسوخ نہیں ہے، اس لیے کہ ان سے اچھے طریقے سے مجادلہ کرنے کا حکم ہے اور اس آیت میں قتال سے ممانعت کا حکم نہیں ہے، بلکہ ان سے اول حکم کے مطابق نرمی سے بلاؤ اور مجادلہ کرو، پھر اگر بے روی اختیار کریں تو دوسرا حکم قتال کا اختیار کیا جائے۔
لما قتل حمزۃ: سن دو ہجری میں غزوۂ احد میں، رشتے میں سید عالم ﷺ کے چچا اور رضائی بھائی تھے، سید عالم ﷺ سے ظاہری عمر کے لحاظ سے دو سال بڑے تھے۔
ومثل بہ: یعنی مشرکین نے آپ کا مُثلہ کیا، ناک، کان، ذَکَر، اور اُنثیین کاٹ ڈالے، اور آپ کے بطن کی (مزید بے حرمتی) کی۔
بالعون والنصر: اس جملے میں اس جانب اشارہ ہے کہ اللہ پرہیزگاروں کے ساتھ ہے، اور نیکوکاروں کے ساتھ اس کی مدد و نصرت خاص طور پر شامل ہے، اور یہ مدد و نصرت اس فرمان باری ﴿ولا ادنی من ذلک ولا اکثر الا ھو معھم اینما کانوا﴾ کے منافی نہیں ہے، اس لیے کہ اللہ کی معیت خاص و عام دونوں طرح کی ہوتی ہے، پس عام معیت کے معنی یہ ہیں کہ تصرف و تدبیر ہر مخلوق کے لیے ہے اور خاص معیت کے معنی یہ ہیں کہ پرہیزگار و نیکوکار کے ساتھ اس کی مدد و نصرت خاص طور پر شامل ہے، پس یہ رضا پرہیزگاروں اور نیکوکاروں کے ساتھ ہمیشہ شامل رہتی ہے کبھی جدا نہیں ہوتی، اور اگر ایسا ہی ہے تو ان لوگوں کی زیارت اور خدمت میں حاضر رہنا زیادہ مناسب ہے کہ زندگی و موت میں یہ رضائے الٰہی میں ہوتے ہیں، ان سے ان کے رب کی مدد و نصرت منقطع نہیں ہوتی۔ (الصاوی، ج۳، ص۲۹۶ وغیرہ)

ایک اہم بات

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ اللہ ﷻ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آسمان و زمین کی سیر کرائی اور مجاہد اور سعید بن جبیر فرماتے ہیں اللہ ﷻ نے آپ علیہ السلام کو آسمان و زمین کی نشانیاں دکھائیں۔ اور یہ اس طرح ہوا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ایک چٹان پر کھڑے ہوگئے اور آپ علیہ السلام کے لئے آسمان کے غیوبات مکشوف کردیئے گئے یہاں تک کہ آپ علیہ السلام نے عرش، کرسی اور آسمان کے تمام عجائبات کا مشاہدہ فرمالیا، یہاں تک کہ جنت میں اپنے مقام کو بھی دیکھ لیا اسی لئے اللہ ﷻ نے ارشاد فرمایا کہ ﴿واتینہ اجرہ فی الدنیا﴾ یعنی ہم نے انہیں جنت میں انکا مقام دکھا دیا اور انکے لئے زمین کے غیوبات بھی مکشوف کردیئے گئے یہاں تک کہ آپ علیہ السلام نے زمین کے سب سے نچلے طبقے کو دیکھ لیا اور زمین کے تمام عجائبات کو جان لیا۔ ایک قول ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام آسمان و زمین کی سیر فرمار ہے تھے اس وقت آپ علیہ السلام نے دو شخصوں کو فحاشی میں مبتلا پایا، آپ علیہ السلام نے انکے لئے دعائے ضرر فرمائی جس سے وہ ہلاک ہوگئے، جب تیسرے شخص کو بھی اسی حال میں پا کر دعائے ضرر کرنا چاہی تو اللہ ﷻ نے ارشاد فرمایا: "تم مستجاب الدعوات ہو لہذا تم میرے بندوں کے لئے دعائے ضرر نہ کرو کیونکہ میرے بندوں کے ساتھ میرے تین اقسام کے تعلق ہیں ایک ایسے کہ جب وہ مجھ سے معافی چاہیں میں انہیں معاف کردیتا ہوں، دوسرے وہ کہ میں انکے جسموں سے ایسی جان نکالتا ہوں جو میری بندگی کریں یا وہ کہ میں انہیں اپنی جانب اٹھالوں اور اگر چاہوں تو ان پر عذاب کروں یا چاہوں تو معاف کردوں"۔ قتادہ کا قول ہے کہ ملکوت السموات سے مراد سورج، چاند اور ستارے ہیں جبکہ ملکوت الارض سے مراد پہاڑ، درخت اور دریا ہیں۔ (الخازن، ج۲، ص۱۲۶) (عطائین، ج۲، ص۱۲۹)

سورۃ الاسراء مکیۃ الا "وان کادوا لیفتنونک ۷۳-۸۰" الآیات

(سورہ الاسراء مکی ہے، سوائے آٹھ آیتیں "وان کادوا لیفتنونک سے نصیرا" یعنی ۷۳ تا ۸۰ تک)

(بیضاوی نے جزم کیا ہے کہ یہ مکمل سورہ مکی ہے)

تعارف

اس میں بارہ رکوع، ایک سو دس آیتیں بصری ہیں اور کوفی ایک سو گیارہ اور پانچ سو تینتیس کلمے اور تین ہزار چار سو ساٹھ حروف ہیں۔ سب سے پہلی آیت سید عالم ﷺ کے معراج کے بیان میں ہے۔ اس سورہ میں انسان کو یاد دلایا جا رہا ہے بھلائی کرنے سے اپنی جان کا بھلا ہوتا ہے اور بُرائی کرنے سے انسان خود ہی کو نقصان وخسارے میں ڈال لیتا ہے۔ دن اور رات کو دو نشانیاں بنائی، ایک کے آنے سے دوسرا لپیٹ دیا جاتا ہے اور دوسرے کے آنے پر پہلا لپیٹ دیا جاتا ہے۔ ہر انسان کی قسمت اس کے گلے میں لگا دی گئی ہے یعنی جو کچھ اس کے ساتھ ہوتا ہے خیر و شر، سعادت و شقاوت الغرض سب ہی اس پر لازم کر دیا گیا ہے جس طرح گلے کا ہار ہوا کرتا ہے انسان کے ساتھ ہر وقت میں رہتا ہے بالکل اسی طرح قسمت کا لکھا انسان کے ساتھ رہتا ہے اور کوئی جان کسی دوسرے کا بوجھ نہ اٹھائے گی۔ آخرت کی کوششیں کرنے والوں کی مدح سرائی بھی خوب بیان فرمائی گئی کہ "من اراد الاخرة وسعى لها سعيها وهو مومن فاولئك كان سعيهم مشكورا" یعنی جو آخرت چاہتے ہوئے اسی کے لئے کوشش کرے اور مومن کامل ہو تو اس کی کوششیں ٹھکانے کو لگ جاتی ہیں۔ والدین کے ساتھ حسن اخلاق کا درس اور ان کی جناب میں ادنی سی بے ادبی کرنے والوں کی بربادی اور ساتھ ہی دیگر عزیز و اقارب، مساکین، مسافروں کے ساتھ خیر خواہی کا درس بھی دیا گیا ہے۔ سابقہ ادوار میں مال کی کمی کے خوف سے اولاد کو زندہ در گور کر دیا جاتا تھا اللہ ﷻ نے اس عادت بد کا علی الاعلان رد کر دیا کہ جس طرح تمہیں رزق مل رہا ہے اسی طرح سے آنے والے کا رزق بھی متعین ہے لہذا آنکھ، کان اور دل اللہ کی بارگاہ میں جواب دہ ہونگے۔ قرآن کے فضائل و مناقب، عمل کرنے والوں کی داد و تحسین اور نہ ماننے والوں کو وعدہ وعید سے نوازا گیا ہے۔ مکی سورتوں کے طرز پر مرنے کے بعد دوبارہ اٹھائے جانے کے دلائل و براہین سے بھی نوازا گیا ہے۔ اس سورہ میں دوبارہ لیکن اختصار کا سہارا لیتے ہوئے حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی، اور شجرہ ملعونہ، آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے، کشتی میں دریائی سفر کے آسان و تنگ ہونے کا بیان کیا گیا ہے۔ حدیث کے مضمون کے مطابق "آدمی اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے" یعنی اس کے دوست کا عمل اس کی اپنی ذات پر اثرات چھوڑتا ہے اگر دوست پابند شرع ہو تو اس میں بھی اس کی خوبیاں نظر آنے لگتی ہیں اور بالکل اسی طرح انسان جسے اپنا پیروکار بنا لیتا ہے، پیر یا رہنما بنا لیتا ہے اس کے زیر اثر اُس انسان کے معاملات ہوتے ہیں۔ نماز صبح کی اہمیت، فجر میں تلاوت قرآن کی برکت، سید عالم ﷺ کی ذات پاک پر تہجد فرض ہوتے یا نہ ہونے، مقام شفاعت، اور انسان پر انعامات خداوندی کے باوجود اس کا عمل ...... یہ سارے موضوعات رکوع نمبر ۸ میں بیان کر دیئے گئے۔ روح کی حقیقت کا بیان، حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نشانیاں، بنی اسرائیل پر انعام و اکرام، تنگی و فراخی کے اوقات میں انسان کی مختلف حالتوں کا بیان الغرض کئی موضوعات کو لئے ہوئے یہ سورہ مبارکہ نازل ہوئی۔

رکوع نمبر: ۱

بسم اللہ الرحمن الرحیم اللہ کے نام سے شروع جو بڑا مہربان رحم والا

﴿سُبۡحٰنَ﴾ تَنۡزِیۡهٌ ﴿الَّذِیۡۤ اَسۡرٰی بِعَبۡدِهٖ﴾ مُحَمَّدٍ ﴿لَیۡلًا﴾ نَصۡبٌ عَلَی الظَّرۡفِ وَالۡاِسۡرَاءُ سَیۡرُ اللَّیۡلِ وَفَائِدَةُ

ذكره والاشارة بتنكيره إلى تقليل مدته ﴿مِنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ﴾ أي مكة ﴿إِلَى الْمَسْجِدِ الْأَقْصَا﴾ بيت المقدس لبعده منه ﴿الَّذِي بَارَكْنَا حَوْلَهُ﴾ بالثمار والانهار ﴿لِنُرِيَهُ مِنْ آيَاتِنَا﴾ عجائب قدرتنا ﴿إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ (۱)﴾ أي العالم بأقوال النبي ﷺ وأفعاله فأنعم عليه بالاسراء المشتمل على اجتماعه بالانبياء وعروجه إلى السماء ورؤيته عجائب الملكوت ومناجاته تعالى فإنه قال أتيت بالبراق وهو دابة أبيض فوق الحمار ودون البغل يضع حافره عند منتهى طرفه فركبته فسار بي حتى أتيت بيت المقدس فربطت الدابة بالحلقة التي تربط فيها الانبياء ثم دخلت فصليت فيه ركعتين ثم خرجت فجاءني جبرائيل بإناء من خمر وإناء من لبن فاخترت اللبن قال جبرائيل أصبت الفطرة قال ثم عرج بي إلى السماء الدنيا فاستفتح جبرائيل قيل له من انت؟ فقال جبرائيل، قيل ومن معك؟ قال محمد ﷺ، قيل وقد أرسل إليه؟ قال قد أرسل إليه، ففتح لنا فإذا أنا بآدم فرحب بي ودعا لي بخير ثم عرج بنا إلى السماء الثانية فاستفتح جبرائيل فقيل من انت فقال جبرائيل؟ قيل ومن معك؟ قال محمد ﷺ، قيل قد بعث إليه قال قد بعث إليه ففتح لنا فإذا أنا بابني الخالة يحيى وعيسى فرحبا بي ودعوا لي بخير ثم عرج إلى السماء الثالثة فاستفتح جبرائيل قيل له من انت؟ فقال جبرائيل، قيل ومن معك؟ قال محمد ﷺ، قيل وقد أرسل إليه؟ قال قد أرسل إليه ففتح لنا فإذا أنا بيوسف وإذا هو قد أعطي شطر الحسن فرحب بي ودعا لي بخير ثم عرج بي إلى السماء الرابعة فاستفتح جبرائيل قيل له من انت؟ فقال جبرائيل، قيل ومن معك؟ قال محمد ﷺ، قيل وقد أرسل إليه؟ قال قد أرسل إليه، ففتح لنا فإذا أنا بإدريس فرحب بي ودعا لي بخير ثم عرج بي إلى السماء الخامسة فاستفتح جبرائيل قيل له من انت؟ فقال جبرائيل، قيل ومن معك؟ قال محمد ﷺ، قيل وقد أرسل إليه؟ قال قد أرسل إليه، ففتح لنا فإذا أنا بهارون فرحب بي ودعا لي بخير ثم عرج بي إلى السماء السادسة فاستفتح جبرائيل قيل له من انت؟ فقال جبرائيل، قيل ومن معك؟ قال محمد ﷺ، قيل وقد أرسل إليه؟ قال قد أرسل إليه، ففتح لنا فإذا أنا بموسى فرحب بي ودعا لي بخير ثم عرج بي إلى السماء السابعة فاستفتح جبرائيل قيل له من انت؟ فقال جبرائيل، قيل ومن معك؟ قال محمد ﷺ، قيل وقد أرسل إليه؟ قال قد أرسل إليه، ففتح لنا فإذا أنا بإبراهيم فإذا هو مستند إلى البيت المعمور وإذا هو يدخله كل يوم سبعون ألف ملك ثم لا يعودون إليه ثم ذهب بي إلى سدرة المنتهى فإذا ورقها كآذان الفيلة وإذا ثمرها كالقلال فلما غشيها من أمر الله ما غشيها تغيرت فما أحد من خلق الله يستطيع أن يصفها من حسنها قال فأوحى إلي ما أوحى وفرض علي في كل يوم وليلة خمسين صلاة فنزلت حتى انتهيت إلى موسى فقال ما فرض ربك على أمتك؟ قلت خمسين صلاة كل يوم وليلة قال ارجع إلى ربك فسله التخفيف فإن أمتك لا تطيق ذلك وإني قد بلوت بني إسرائيل وخبرتهم قال فرجعت إلى ربي فقلت أي رب خفف عن أمتي فحط عني خمسا فرجعت إلى موسى

قَال مَا فَعَلْتَ قُلْتُ قَدْحَطَّ عَنِّي خَمْسًا قَالَ إِنَّ أُمَّتَكَ لا تُطِيقُ ذَالِكَ فَارْجِعْ إِلَى رَبِّكَ فَسَلْهُ التَّخْفِيفَ لِأُمَّتِكَ قَالَ فَلَمْ أَزَلْ أَرْجِعُ بَيْنَ رَبِّي وَبَيْنَ مُوسٰى وَيَحُطُّ عَنِّي خَمْسًا خَمْسًا حَتّٰى قَالَ يَا مُحَمَّدُ هِيَ خَمْسُ صَلَوَاتٍ فِي كُلِّ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ بِكُلِّ صَلَاةٍ عَشْرٌ فَتِلْكَ خَمْسُونَ صَلَاةً وَمَنْ هَمَّ بِحَسَنَةٍ فَلَمْ يَعْمَلْهَا كُتِبَتْ لَهُ حَسَنَةً فَإِنْ عَمِلَهَا كُتِبَتْ لَهُ عَشْرًا وَمَنْ هَمَّ بِسَيِّئَةٍ وَلَمْ يَعْمَلْهَا لَمْ تُكْتَبْ فَإِنْ عَمِلَهَا كُتِبَتْ سَيِّئَةً وَاحِدَةً فَنَزَلْتُ حَتّٰى اِنْتَهَيْتُ الٰى موسٰى فَاَخْبَرْتُهُ فَقَالَ اِرْجِعْ إِلَى رَبِّكَ فَاسْأَلْهُ التَّخْفِيفَ لِأُمَّتِكَ فَإِنَّ أُمَّتَكَ لَا تُطِيقُ ذٰلِكَ فَقُلْتُ قَدْ رَجَعْتُ إِلَى رَبِّي اِسْتَحْيَيْتُ رواهُ الشَّيْخَانِ واللَّفْظُ لِمُسْلِمٍ وَرَوَى الْحَاكِمُ فِي الْمُسْتَدْرَكِ عَنِ بْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ رَأَيْتُ رَبِّي ﷻ ﴿وَاٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ﴾ التَّوْرٰةَ ﴿وَجَعَلْنٰهُ هُدًى لِّبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ﴾ لِاَنْ ﴿اَلَّا تَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِيْ وَكِيْلًا (۲)﴾ يَفُوضُونَ اِلَيْهِ اَمْرَهُمْ وَفِي قِرَاءَةٍ تَتَّخِذُوا بِالْفَوْقَانِيَةِ اِلْتِفَاتًا فَاِنْ زَائِدَةٌ وَالْقَوْلُ مُضْمَرٌ ﴿ذُرِّيَّةَ مَنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوْحٍ ؕ﴾ فِي السَّفِيْنَةِ ﴿اِنَّهٗ كَانَ عَبْدًا شَكُوْرًا (۳)﴾ كَثِيْرُ الشُّكْرِ لَنَا حَامِدًا فِي جَمِيْعِ اَحْوَالِهٖ ﴿وَقَضَيْنَآ﴾ اَوْحَيْنَا ﴿اِلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ فِي الْكِتٰبِ﴾ التَّوْرٰةِ ﴿لَتُفْسِدُنَّ فِي الْاَرْضِ﴾ اَرْضَ الشَّامِ بِالْمَعَاصِي ﴿مَرَّتَيْنِ وَلَتَعْلُنَّ عُلُوًّا كَبِيْرًا (۴)﴾ تَبْغُوْنَ بَغْيًا عَظِيْمًا ﴿فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ اُوْلٰىهُمَا﴾ اُوْلٰى مَرَّتَي الْفَسَادِ ﴿بَعَثْنَا عَلَيْكُمْ عِبَادًا لَّنَآ اُولِيْ بَاْسٍ شَدِيْدٍ﴾ اَصْحَابِ قُوَّةٍ فِي الْحَرْبِ وَالْبَطْشِ ﴿فَجَاسُوْا﴾ تَرَدَّدُوا لِطَلَبِكُمْ ﴿خِلٰلَ الدِّيَارِ ؕ﴾ وَسْطَ دِيَارِكُمْ لِيَقْتُلُوكُمْ وَيَسْبُوكُمْ ﴿وَكَانَ وَعْدًا مَّفْعُوْلًا (۵)﴾ وَقَدْ اَفْسَدُوا الْاُوْلٰى بِقَتْلِ زَكَرِيَّا فَبَعَثَ عَلَيْهِمْ جَالُوتَ وَجُنُودِهٖ فَقَتَلُوهُمْ وَسَبَوا اَوْلَادَهُمْ وَخَرَّبُوا بَيْتَ الْمُقَدَّسِ ﴿ثُمَّ رَدَدْنَا لَكُمُ الْكَرَّةَ﴾ الدَّوْلَةَ وَالْغَلَبَةَ ﴿عَلَيْهِمْ﴾ بَعْدَ مِائَةَ سَنَةٍ بِقَتْلِ جَالُوتَ ﴿وَاَمْدَدْنٰكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِيْنَ وَجَعَلْنٰكُمْ اَكْثَرَ نَفِيْرًا (۶)﴾ عَشِيْرَةً وَقُلْنَا ﴿اِنْ اَحْسَنْتُمْ﴾ بِالطَّاعَةِ ﴿اَحْسَنْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ قف﴾ لِاَنَّ ثَوَابَهٗ لَهَا ﴿وَاِنْ اَسَاْتُمْ﴾ بِالْفَسَادِ ﴿فَلَهَا ؕ﴾ اَسَاءَتُكُمْ ﴿فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ﴾ الْمَرَّةِ ﴿الْاٰخِرَةِ﴾ بَعَثْنَا ﴿لِيَسُوْٓءٗا وُجُوْهَكُمْ﴾ يَحْزُنُوْكُمْ بِالْقَتْلِ وَالسَّبْيِ حُزْنًا يَظْهَرُ فِي وُجُوهِكُمْ ﴿وَلِيَدْخُلُوا الْمَسْجِدَ﴾ بَيْتَ الْمُقَدَّسِ ﴿كَمَا دَخَلُوْهُ﴾ خَرَّبُوهُ ﴿اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّلِيُتَبِّرُوْا﴾ يُهْلِكُوا ﴿مَا عَلَوْا﴾ غَلَبُوا عَلَيْهِ ﴿تَتْبِيْرًا (۷)﴾ اِهْلَاكًا وَقَدْ اَفْسَدُوا ثَانِيًا بِقَتْلِ يَحْيٰى فَبَعَثَ عَلَيْهِمْ بُخْتَ نَصر فَقَتَلَ مِنْهُمْ اُلُوفًا وَسَبٰى ذُرِّيَّتَهُمْ وَخَرَّبَ بَيْتَ الْمَقَدَّسِ وَقُلْنَا فِي الْكِتٰبِ ﴿عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يَّرْحَمَكُمْ ج﴾ بَعْدَ الْمَرَّةِ الثَّانِيَةِ اِنْ تُبْتُمْ ﴿وَاِنْ عُدْتُّمْ﴾ اِلَى الْفَسَادِ ﴿عُدْنَا م وقف لازم﴾ اِلَى الْعُقُوبَةِ وَقَدْ عَادُوا بِتَكْذِيْبِ مُحَمَّدٍ ﷺ فَسَلَّطَ عَلَيْهِمْ بِقَتْلِ قُرَيْظَةَ وَنَفْيِ النَّضِيْرِ وَضَرْبِ الْجِزْيَةِ عَلَيْهِمْ ﴿وَجَعَلْنَا جَهَنَّمَ لِلْكٰفِرِيْنَ حَصِيْرًا (۸)﴾ مَحْبَسًا وَسِجْنًا ﴿اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَهْدِيْ لِلَّتِيْ﴾ اَيْ لِلطَّرِيْقَةِ الَّتِيْ ﴿هِيَ اَقْوَمُ﴾ اَعْدَلُ وَاَصْوَبُ ﴿وَيُبَشِّرُ الْمُؤْمِنِيْنَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا كَبِيْرًا (۹) وَّ﴾ يُخْبِرُ ﴿اَنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ اَعْتَدْنَا﴾ اَعْدَدْنَا ﴿لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا (۱۰)﴾ مُؤْلِمًا

هُوَالنَّارُ.

﴿ترجمہ﴾

پاکی (سبحٰن بمعنی تنزیہ ہے) اسے جو اپنے بندے (محمد ﷺ) کوراتوں رات لے گیا......۱......(لیلاً ظرف ہونے کی بنا پر منصوب ہے اور الاسرا کا معنی رات میں سفر کرنا ہے اور لیلا کو نکرہ ذکر کرنے کا مقصد رات کی تھوڑی سی مدت کی جانب اشارہ کرنا ہے) مسجد حرام (یعنی مکہ مکرمہ) سے مسجد اقصیٰ کی طرف (یعنی بیت المقدس کی طرف، اسے اقصیٰ مسجد حرام سے دور ہونے کی بنا پر کہا جاتا ہے) جس کے ارد گرد ہم نے برکت رکھی......۲...... (پھلوں اور نہروں کی صورت میں) کہ ہم اسے اپنی عظیم نشانیاں دکھائیں (یعنی اپنی قدرت کے عجائبات دکھائیں) بیشک وہ سنتا دیکھتا ہے......۳......(یعنی اللہ نبی ﷺ کے اقوال وافعال کو سنتا دیکھتا ہے، پس اس نے اپنے نبی پر الاسراء ......۴...... کے ذریعے انعام فرمایا جو کہ حضرات انبیائے کرام کی اجتماعیت، آسمانوں کی جانب عروج، عجائبات ملکوتی کی زیارت اور باری ﷻ کی جناب میں مناجات پر مشتمل تھی سید عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''میرے پاس براق لایا گیا اور براق سے مراد سفید چوپایہ ہے جو کہ گدھے مبارک سے کچھ بڑا اور خچر مبارک سے قدرے چھوٹا تھا وہ اپنا قدم اپنی نظر کی انتہاء پر رکھتا تھا پس میں اس پر سوار ہو گیا یہاں تک کہ میں بیت المقدس پہنچا، میں نے براق کو اس کنڈے کے ساتھ باندھ دیا جس کے ساتھ حضرات انبیائے کرام اپنی سواریاں باندھتے تھے پھر میں اندر داخل ہوا اور دو رکعت نماز ادا فرمائی پھر میں باہر نکلا تو جبرائیل امین علیہ السلام میرے پاس ایک پیالہ شراب اور ایک پیالہ دودھ لائے تو میں نے دودھ کا پیالہ لینا پسند کیا، جبرائیل علیہ السلام نے عرض کی آپ ﷺ نے فطرت کو پالیا، پھر مجھے آسمان کی معراج کرائی گئی جبرائیل علیہ السلام نے پہلے آسمان پر دستک دی عرض کی گئی آپ کون ہیں؟ عرض کی جبرائیل علیہ السلام، پوچھا گیا آپ علیہ السلام کے ساتھ کون ہے؟ فرمایا محمد ﷺ! سوال ہوا کیا ان کو بلایا گیا تھا؟ جواب دیا ان کو بلایا گیا تھا پھر ہمارے لیے دروازہ کھلا جب میں وہاں پہنچا تو مجھے آدم ملے انہوں نے مجھے خوش آمدید کہا اور میرے لیے دعائے خیر ارشاد فرمائی، پھر دوسرے آسمان کی معراج کرائی گئی، جبرائیل امین علیہ السلام نے دروازے پر دستک دی، پوچھا گیا آپ کون ہیں؟ فرمایا جبرائیل علیہ السلام، آپ علیہ السلام کے ساتھ کون ہے؟ فرمایا محمد ﷺ! پوچھا گیا کیا ان کو بلایا گیا ہے؟ جواب میں ارشاد فرمایا: ہاں ان کو بلایا گیا ہے پھر دروازہ کھلا، دوسرے آسمان پر میری ملاقات آپس میں دونوں خالہ زاد بھائی حضرت یحییٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ہوئی انہوں نے مجھے خوش آمدید کہا اور دعا ارشاد فرمائی، پھر مجھے تیسرے آسمان کی سیر کرائی گئی، جبرائیل امین علیہ السلام نے تیسرے آسمان کے دروازے پر دستک دی پوچھا گیا کون ہے؟ فرمایا: جبرائیل علیہ السلام، پوچھا گیا کیا آپ علیہ السلام کے ساتھ بھی کوئی ہے؟ فرمایا: محمد ﷺ! پوچھا گیا کیا ان کو بلایا گیا ہے؟ جواب میں ارشاد فرمایا: ہاں ان کو بلایا گیا ہے پھر دروازہ کھولا گیا، وہاں حضرت یوسف علیہ السلام سے ملاقات ہوئی جنہیں نصف حسن دیا گیا ہے انہوں نے مجھے خوش آمدید کہا اور خیریت کی دعا ارشاد فرمائی، پھر مجھے چوتھے آسمان کی سیر کرائی گئی جبرائیل امین علیہ السلام نے دروازے پر دستک دی، پوچھا گیا کون ہے؟ فرمایا: جبرائیل علیہ السلام، پوچھا گیا کیا آپ علیہ السلام کے ساتھ کوئی ہے؟ فرمایا ہاں محمد ﷺ!، سوال کیا گیا کیا ان کو بلایا گیا؟ جواب ارشاد فرمایا: ہاں انہیں بلایا گیا ہے پھر دروازہ کھولا گیا یہاں میری ملاقات حضرت ادریس علیہ السلام سے ہوئی جنہوں نے مجھے خوش آمدید کہا اور دعائے خیر ارشاد فرمائی، پھر مجھے پانچویں آسمان کی سیر کرائی گئی جبرائیل امین علیہ السلام نے دروازے پر دستک دی پوچھا گیا کون ہے؟ فرمایا جبرائیل علیہ السلام، دریافت کیا گیا کیا آپ علیہ السلام کے ساتھ کوئی ہے؟ فرمایا ہاں محمد ﷺ! پوچھا گیا کیا انہیں بلایا گیا ہے؟ فرمایا: ہاں انہیں بلایا گیا ہے پھر دروازہ کھولا گیا یہاں میری ملاقات حضرت ہارون علیہ السلام سے ہوئی انہوں نے مجھے خوش آمدید کہا اور دعائے خیر ارشاد فرمائی، پھر مجھے چھٹے آسمان کی سیر کرائی گئی حضرت

جبرائیل امین علیہ السلام نے دروازے پر دستک دی پوچھا گیا کون ہے؟ فرمایا: جبرائیل علیہ السلام، پوچھا گیا کیا آپ علیہ السلام کے ساتھ بھی کوئی ہے؟ فرمایا: ہاں محمد ﷺ!، پوچھا گیا کیا انہیں بلایا گیا ہے؟ فرمایا ہاں انہیں بلایا گیا ہے پھر دروازہ کھولا گیا سید عالم ﷺ فرماتے ہیں یہاں میری ملاقات حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ہوئی انہوں نے مجھے خوش آمدید کہا اور دعائے خیر ارشاد فرمائی، پھر مجھے ساتویں آسمان کی سیر کرائی گئی حضرت جبرائیل امین علیہ السلام نے دروازے پر دستک دی، پوچھا گیا کون ہے؟ فرمایا: جبرائیل علیہ السلام، پوچھا گیا کیا آپ علیہ السلام کے ساتھ کوئی اور ہے؟ فرمایا ہاں محمد ﷺ! پوچھا گیا کیا انہیں بلایا گیا؟ جواب ارشاد فرمایا: ہاں انہیں بلایا گیا پھر دروازہ کھولا گیا سید عالم ﷺ نے فرمایا یہاں میری ملاقات حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ہوئی جو کہ بیت المعمور سے ٹیک لگائے بیٹھے تھے یہ وہ مقام ہے کہ جہاں روزانہ ستر ہزار فرشتے داخل ہوتے ہیں پھر دوبارہ اس کی زیارت کے لیے لوٹ کر نہیں آسکتے، پھر جبرائیل امین علیہ السلام مجھے سدرۃ المنتہیٰ تک لے گئے جہاں کے پتے ہاتھی کے کانوں کی طرح اور پھل مٹکوں کی مانند بڑے تھے پس اسے اللہ عزوجل کے امر نے ڈھانپ لیا جیسا کہ ڈھانپ رکھا تھا پس وہ ایسا ہوگیا کہ مخلوق خدا میں کوئی اس کے حسن وخوبصورتی کی وجہ سے اس کی کیفیت کو بیان نہیں کرسکتا، پس اللہ عزوجل نے مجھ وحی فرمائی جو وحی فرمانا چاہی اور مجھ پر رات دن میں پچاس نمازیں فرض کی گئیں میں نمازوں کا تحفہ لیے اترا تو چھٹے آسمان پر حضرت موسیٰ علیہ السلام ملے، انہوں نے عرض کیا، آپ ﷺ کے رب نے آپ ﷺ کی امت پر کیا فرض فرمایا؟ میں نے جواب دیا کہ رات دن میں پچاس نمازیں فرض کی ہیں، فرمایا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جائیں اور کمی کا سوال کیجیے، کہ آپ ﷺ کی امت میں پچاس نمازیں پڑھنے کی طاقت نہ ہوگی اور مجھے بنی اسرائیل کی آزمائش ہوچکی ہے اور میں ان کا امتحان لے چکا ہوں پس میں اپنے رب عزوجل کی جانب لوٹا اور عرض کی اے میرے رب عزوجل! میری امت سے نمازوں کی تخفیف فرما، پس پانچ نمازیں کم ہوئیں، میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس لوٹا، انہوں نے عرض کی آپ ﷺ نے کیا کیا؟ میں نے جواب دیا کہ مجھ سے پانچ نمازیں کم کی گئی ہیں، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا آپ ﷺ کی امت پینتالیس بھی ادا نہ کرسکے گی جائیں اور اپنے رب عزوجل سے امت کے حق میں مزید تخفیف کا سوال کیجیے، میں اپنے رب عزوجل کے حضور جاتا رہا یہاں تک کہ مجھ سے کم ہوتے ہوتے پانچ نمازیں باقی رہ گئیں اور اللہ نے ارشاد فرمایا: ''یہ پانچ نمازیں ہر رات اور دن میں ہیں اور ہر نماز کا ثواب دس گنا ہے'' اور جو شخص نیک کام کا قصد کرے تو اس کے لیے ایک نیکی لکھی جائے گی اور اگر وہ اس نیکی کو کرے تو اس کے لیے دس نیکیاں لکھی جائیں گی اور جو شخص برائی کا قصد کرے تو اس کے نامہ اعمال میں اس ارادے کو نہ لکھا جائے اور اگر وہ اس برائی کو کرلے تو اس کے لیے ایک ہی بُرائی لکھی جائے گی پس میں نیچے اتر کر حضرت موسیٰ علیہ السلام تک پہنچا اور انہیں ان احکامات کی خبر دی تو انہوں نے کہا کہ اپنے رب عزوجل سے مزید تخفیف کا سوال کیجیے کہ آپ ﷺ کی امت میں پانچ نمازوں کی ادائیگی کی طاقت نہیں ہے میں نے جواب دیا کہ اب مجھے اپنے رب عزوجل کے حضور جانے میں حیا آتی ہے۔ اس حدیث کو شیخین نے روایت کیا ہے اور یہ الفاظ مسلم کے تھے۔ حاکم نے مستدرک میں ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی ہے کہ میں نے اپنے رب عزوجل کا دیدار کیا......۵......، اللہ نے ارشاد فرمایا) اور ہم نے موسیٰ کو کتاب (یعنی تورات) عطا فرمائی اور اسے بنی اسرائیل کے لیے ہدایت کیا (کہ) میرے سوا کسی کو اپنا کارساز نہ بناؤ (کہ تم اپنے معاملات اس کے سپرد کرنے لگو اور ایک قرائت میں تتخذوا فوقانیہ صنعت التفات کے طور پر پڑھا گیا ہے اور ایک قرائت میں تحتانیہ کے ساتھ بھی پڑھا گیا ہے، آیت مبارکہ میں ان مصدریہ ہے اور قول مضمر ہے) اے ان کی اولاد جن کو ہم نے نوح کے ساتھ (کشتی میں) سوار کیا......۶......بیشک وہ بڑا شکر گزار بندہ تھا (ہمارا با کثرت شکر ادا کیا کرتا تھا اور ہر حال میں ہماری حمد کیا کرتا تھا) اور ہم نے وحی بھیجی (قضینا بمعنی اوحینا ہے) بنی اسرائیل کو کتاب (یعنی تورات) میں کہ ضرور تم زمین میں (یعنی سرزمین شام میں) فساد مچاؤ گے (گناہوں کے ذریعے) دوبارہ اور ضرور بڑا غرور کرو گے

(یعنی تم ضرور بڑا تکبر کروگے) پھر جب ان میں پہلی بار کا وعدہ آیا (دو فسادوں میں سے پہلے فساد کا وعدہ آیا تو) ہم نے تم پر بندے بھیجے سخت لڑائی والے......ہے......(جنگ میں طاقت اور گرفت رکھنے والے) تو وہ آگئے، تلاش کرو (یعنی وہ تمہاری تلاش میں گھومنے لگے) شہروں کے بیچ میں (یعنی تمہاری تلاش شہروں کے درمیان کرنے لگے تاکہ تمہیں قتل کریں اور قیدی بنالیں) اور یہ ایک وعدہ تھا جسے پورا ہونا تھا (اور لوگوں نے پہلی بار فساد حضرت سیدنا زکریا علیہ السلام کو شہید کرکے کیا......۸......، تب اللہ عزوجل نے ان پر جالوت اور اسکے لشکر کو بھیجا......۹......ان لوگوں نے انہیں قتل کرڈالا اور ان کی اولاد کو قیدی بنالیا اور بیت المقدس کو ویران کیا) پھر ہم نے الٹ کران پر تمہارا حملہ کردیا (اسکوۃ کا معنی سلطنت یا غلبہ ہے یہ معاملہ جالوت کو قتل کرلینے کے سبب سو سال کے بعد ہوا) اور تم کو مالوں اور بیٹوں سے مدد دی اور تمہاری تعداد کثیر کردی (تمہارے گروہ کو کثیر التعداد کردیا) اگر تم بھلائی کروگے (اطاعت کرکے) اپنا بھلا کروگے (کہ اس کا ثواب تمہیں ملے گا) اور اگر برا کروگے (فساد کرکے) تو تمہاری جان کے لیے ہے (اس فعل کی برائی) پس جب (پہلی) بار کا وعدہ آیا (ہم نے ان کو تم پر مسلط کردیا) کہ وہ تمہارا منہ بگاڑ دیں (تمہیں قتل کرکے قیدی بناکر خوب غمگین کردیں اس غم کا اثر تمہارے چہروں پر ظاہر ہو) اور مسجد میں داخل ہوں (یعنی بیت المقدس میں اور اس کو ویران کرکے چھوڑ دیں) جیسے پہلی بار داخل ہوئے تھے (اور بیت المقدس کو ویران کردیا تھا) اور جس چیز پر بلند ہوں (یعنی جس چیز پر قابو پائیں، لیتبروا بمعنی یھلکوا ہے) تباہ کرکے برباد کردیں (تتبیرا بمعنی ھلاکا ہے، اور ان لوگوں نے دوسری بار فساد حضرت یحییٰ علیہ السلام کو شہید کرکے کیا......۱۰......پھر ان پر بخت نصر کو مسلط کردیا گیا......۱۱......اس نے ہزاروں کو قتل کرکے ان کی اولادوں کو قیدی بنالیا اور بیت المقدس کو ویران کردیا، ہم نے کتاب میں فرمایا) قریب ہے کہ تمہارا رب تم پر رحم کرے (اس دوسری مرتبہ کے بعد، بشرطیکہ تم توبہ کرلو) اور اگر تم پھر لوٹے (فساد کی طرف) تو ہم پھر دینگے (تمہیں عذاب کی طرف اور محمد ﷺ کو جھٹلا کر وہ پھر فساد کی طرف لوٹے پھر آپ ﷺ کو ان پر قابو دیا گیا تو آپ ﷺ نے بنو قریظہ قبیلہ سے قتال کیا اور نضیر کو ملک بدر کرکے ان پر جزیہ مقرر فرمادیا) اور ہم نے جہنم کو کافروں کا قید خانہ بنایا ہے......۱۲......(حصیرا کا معنی قید خانہ ہے) بیشک یہ قرآن رہنمائی کرتا ہے اس (راستے) کی جو سب سے سیدھا ہے (بالکل معتدل اور راہ صواب ہے) اور خوشی سناتا ہے ایمان والوں کو جو اچھے کام کریں کہ ان کے لیے بڑا ثواب ہے اور یہ (خبر دیتا ہے) کہ جو آخرت پر ایمان نہیں لاتے ہم نے ان کے لیے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے (اعتدنا بمعنی اعددنا ہے، الیما بمعنی مولما ہے یعنی تکلیف دینے والا عذاب اور مراد اس سے جہنم ہے)۔

﴿ترکیب﴾

﴿سبحن الذی اسری بعبدہ لیلا من المسجد الحرام الی المسجد الاقصی الذی برکنا حولہ لنریہ من ایتنا انہ ھو السمیع البصیر﴾۔

سبحن: مضاف، الذی: موصول، اسری: فعل ہو ضمیر ذوالحال، من المسجد الحرام: ظرف مستقر شبہ فعل محذوف "مبتدء ا" ہوکر حال اول، الی: جار، المسجد: موصوف، الاقصی: صفت اول، الذی برکنا حولہ: موصول صلہ ملکر صفت ثانی، ملکر مجرور، ملکر ظرف مستقر "منتھیا" شبہ فعل محذوف کے لیے، شبہ جملہ ہوکر حال ثانی، ملکر فاعل، بعبدہ: ظرف لغو، لیلا: ظرف مکان، ملکر جملہ فعلیہ صلہ، ملکر مضاف الیہ ملکر مفعول مطلق فعل محذوف "اسبح" کے لیے، ملکر جملہ فعلیہ، لام: جار، نریہ: فعل با فاعل و مفعول، من ایتنا: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ مجرور، ملکر ظرف مستقر مبتدا محذوف "ذلک" کے لیے خبر، ملکر جملہ اسمیہ، انہ: حرف مشبہ و اسم، ھو السمیع العلیم: خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿وآتينا موسى الكتب وجعلنه هدى لبنى اسرائيل الا تتخذوا من دوني وكيلا﴾.

و: مستانفہ، اتینا : فعل بافاعل، موسی: مفعول اول، الکتب : مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، جعلنه: فعل بافاعل و مفعول، هدی : مصدر بافاعل، لبنی اسرائیل : ظرف لغو، ملکر شبہ جملہ ہوکر مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ، ان: مصدریہ، لا تتخذوا: فعل بافاعل، من دونی: ظرف لغو، وکیلا: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ بتاویل مصدر بتقدیر "ب" جار مجرور، ملکر ظرف مستقر "کتبنا" فعل محذوف کے لیے، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ذرية من حملنا مع نوح انه كان عبدا شكورا﴾.

ذرية: مضاف، من: موصولہ، حملنا : فعل بافاعل، مع نوح : ظرف، ملکر جملہ فعلیہ صلہ، ملکر مضاف الیہ، ملکر "یا" حرف ندا قائم مقام "ادعوا" محذوف کے لیے منادیٰ، ملکر جملہ فعلیہ ندائیہ، انه : حرف مشبہ واسم، کان عبدا شکورا: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ تعلیلیہ۔

﴿وقضينا الى بنى اسرائيل فى الكتب لتفسدن فى الارض مرتين ولتعلن علوا كبيرا﴾.

و: عاطفہ، قضینا الی بنی اسرائیل: فعل بافاعل وظرف لغو، فی الکتب: ظرف مستقر فاعل سے حال ہے، ملکر جملہ فعلیہ، لام: تاکیدیہ جواب قسم، تفسدن: فعل بافاعل، فی الارض: ظرف لغو، مرتین: ظرف، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، ولتعلن : فعل بافاعل، علوا کبیرا: مفعول مطلق، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر قسم محذوف "اقسم" کے لیے جواب قسم، ملکر جملہ قسمیہ۔

﴿فاذا جاء وعد اولهما بعثنا عليكم عبادا لنا اولى باس شديد فجاسوا خلل الديار﴾.

ف: عاطفہ، اذا: ظرفیہ متضمن معنی شرطیہ مفعول فیہ مقدم، جاء: فعل، وعد اولھما : مرکب اضافی فاعل، ملکر جملہ فعلیہ شرط، بعثنا علیکم : فعل بافاعل وظرف لغو، عبادا: موصوف، لنا: ظرف مستقر صفت اول، اولی باس شدید: صفت ثانی، ملکر مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، فجاسوا خلل الدیار: فعل بافاعل ومفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر جواب شرط، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿وكان وعدا مفعولا ۝ ثم رددنا لكم الكرة عليهم﴾.

و: عاطفہ، کان: فعل ناقص باھو خبر راجع بسوئے "وعد": اسم، وعدا مفعولا : مرکب توصیفی خبر، ملکر جملہ فعلیہ ماقبل "فجاسوا" پر معطوف ہے، ثم: عاطفہ تراخی، رددنا لکم : فعل بافاعل وظرف لغو، الکرۃ : ذوالحال، علیھم: ظرف مستقر حال، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وامددنكم باموال وبنين وجعلنكم اكثر نفيرا﴾.

و: عاطفہ، امددنکم : فعل بافاعل ومفعول، باموال وبنین: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ "رددنا" پر معطوف ہے، و: عاطفہ، جعلنکم : فعل بافاعل ومفعول، اکثر: ممیز، نفیرا: تمیز، ملکر مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ ماقبل "امددنکم" پر معطوف ہے۔

﴿ان احسنتم احسنتم لانفسكم وان اساتم فلها﴾.

ان : شرطیہ، احسنتم : فعل بافاعل، ملکر جملہ فعلیہ شرط، احسنتم لانفسکم : فعل بافاعل وظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ جواب شرط، ملکر جملہ شرطیہ، و: عاطفہ، ان : شرطیہ، اساتم : فعل بافاعل، ملکر جملہ فعلیہ شرط، ف: جزائیہ، لھا: ظرف مستقر مبتدا محذوف "اساتم" کے لیے خبر، ملکر جملہ اسمیہ جواب شرط، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿فاذا جاء وعد الاخرة ليسوء ا وجوهكم وليدخلوا المسجد كما دخلوه اول مرة وليتبروا ما علوا تتبيرا﴾.

ف: عاطفہ، اذا : متضمن معنی شرط مفعول فیہ مقدم، جاء وعد الاخرۃ: فعل بافاعل، ملکر جملہ فعلیہ شرط، لام: جار، یسوء وجوھکم: فعل بافاعل ومفعول، ملکر جملہ فعلیہ مجرور، ملکر معطوف علیہ، و: عاطفہ، لام: جار، یدخلوا المسجد : فعل بافاعل ومفعول فیہ، کما دخلوہ اول

مرۃ : جارمجرورظرف مستقر "دخولا" مصدرمحذوف کی صفت،مرکب توصیفی مفعول مطلق،ملکر جملہ فعلیہ مجرور،ملکر معطوف اول؛ ولیتبروا ماعلوا تتبیرا: جارمجرور،ملکر معطوف ثانی، ملکرظرف مستقر "بعثناھم" فعل محذوف کے لیے،ملکر فعلیہ جزا،ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿عسی ربکم ان یرحمکم وان عدتم عدنا وجعلنا جھنم للکفرین حصیرا﴾.

عسی : فعل رجاء،ربکم: اسم ،ان یرحمکم : جملہ فعلیہ بتاویل مصدر خبر،ملکر جملہ فعلیہ ،و:عاطفہ،ان شرطیہ،عدتم : فعل بافاعل،ملکر جملہ فعلیہ شرط،عدنا: فعل بافاعل،ملکر جملہ جزا،ملکر جملہ شرطیہ، و:عاطفہ، جعلنا : فعل بافاعل، جھنم: مفعول اول، للکفرین حصیرا: شبہ جملہ مفعول ثانی،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ان ھذاالقرآن یھدی للتی ھی اقوم ویبشرالمومنین یعملون الصلحت ان لھم اجرا کبیرا﴾.

ان : حرف مشبہ بالفعل، ھذاالقرآن :اسم، یھدی:فعل بافاعل، للتی ھی اقوم :ظرف لغو ،ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و:عاطفہ، یبشر : فعل بافاعل،المومنین : موصوف، الذین یعملون الصلحت : موصول صلہ ملکرصفت،مرکب توصیفی مفعول ،ان لھم اجرا کبیرا : جملہ اسمیہ مفعول،ملکر معطوف،ملکر خبر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿وان الذین لا یومنون بالاخرۃ اعتدنا لھم عذابا الیما﴾.

و: عاطفہ، ان :حرف مشبہ بالفعل،الذین لا یومنون بالاخرۃ :موصول صلہ ملکر اسم، اعتدنا لھم : فعل بافاعل وظرف لغو، عذابا الیما : مفعول،ملکر جملہ خبر،ملکر جملہ اسمیہ، ماقبل" ان لھم اجرا کبیرا" پر معطوف ہے۔

﴿شان نزول﴾

☆......سبحن الذی اسری...... ☆ معراج کا سفر چالیس منزل یعنی سوا مہینے سے زیادہ کی راہ ہے، جب سید عالم شب معراج درجات عالیہ ومراتب رفیعہ پر فائز ہوئے تو رب نے خطاب فرمایا: اے محمد! یہ فضیلت وشرف میں نے تمہیں کیوں عطا فرمایا؟ سید عالم ﷺ نے جواب دیا اس لیے کہ تو نے مجھے عبدیت کے ساتھ اپنی طرف منسوب فرمایا، اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

سفر کرانے کا دعوہ اللہ ﷻ نے کیا:

ا...... سبح کا معنی ہے پانی میں تیزی سے تیرنا، مجازاً سیاروں کا اپنی گردش میں گھومنے کو بھی کہتے ہیں، جیسے کہ فرمایا: ﴿وکل فی فلک یسبحون یعنی ہر ایک اپنے مدار میں سرعت سے تیر رہا ہے (یسین:۴۰)﴾۔ کسی کام کو تیزی سے کرنے کو بھی کہتے ہیں جیسے فرمایا: ﴿ان لک فی النھار سبحا طویلا بیشک دن میں تو تم کو بہت سے کام ہیں (المزمل:۷)﴾۔ تسبیح کا معنی ہے کہ اُن اوصاف سے اللہ کی پاکی بیان کی جائے جو اس کی شان کے لائق ہیں اور اس کی اصل یہ ہے کہ ہر قسم کے اچھے کام کو تیزی سے کرنا، جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ فلاں کو اللہ نے برائی سے دور کردیا۔ تسبیح کا لفظ عام ہے ، جملہ عبادات قولی فعلی اور نیت کے معاملات اس میں برابر داخل ہیں۔(المفردات، ص ۲۲۷)

☆......حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''سبحان یہ ہے کہ ہر بری چیز سے اللہ کی پاکی بیان کرنا''۔ (المستدرك، رقم:۱۸۹۱)

☆......سید عالم ﷺ نے فرمایا: '' دو کلمے زبان پر ہلکے ہیں، میزان میں بھاری ہیں، اللہ نزدیک محبوب ہیں وہ یہ ہیں سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم ''۔ (صحیح البخاری، کتاب التوحید،باب :قول اللہ تعالی ،رقم:۷۵۶۳،ص ۱۳۰۵)

اللہ ﷻ نے فرمایا پاکی ہے اُس کے لیے جس نے اپنے بندے کو سیر کرائی، اگر سید عالم ﷺ خود دعوی کرتے تو کچھ اور ہی بات ہوتی لیکن اللہ نے لفظ سبحان سے آغاز فرما کر تمام وسواس کا رد بلیغ فرما دیا کہ اے لوگوں! ہمارے پیارے نبی نے سفرِ معراج کا دعوی نہیں کیا بلکہ ہم نے لے جانے کا دعوی کیا ہے۔ اب اگر کوئی اعتراض کرے گا تو وہ پیارے مصطفیٰ پر نہیں بلکہ اپنے رب پر اعتراض کرے گا۔ بعض روایات میں ہے کہ جب قریش نے اعتراض کرنا شروع کیا تو میں (سید عالم ﷺ) حطیم میں کھڑا ہو گیا اور اللہ نے میرے لیے بیت المقدس منکشف کر دیا تو میں بیت المقدس کی طرف دیکھ دیکھ کر ان کو اس کی نشانیاں بتا رہا تھا۔ (صحیح البخاری، کتاب التفسیر بباب:۲،رقم: ۴۷۱۰،ص ۸۱۴)

ایک سوال یہ ہوتا ہے کہ سفر تورات میں نہ ہوا پھر لیل کا ذکر کیوں فرمایا گیا؟ علامہ رازی جواب دیتے ہیں کہ **الاسراء** مکہ سے شام تک چالیس راتوں کے سفر پر محیط تھی، مقاتل کہتے ہیں کہ یہاں یہ اختلاف پایا جاتا ہے کہ یہ رات ہجرت سے پہلے تھی، اور صاحب کشاف نے انس اور حسن سے روایت کی ہے کہ ہجرت کے بعد کی رات کا معاملہ ہے۔ جس مقام سے سفر کا آغاز ہوا اس بارے میں بھی اختلاف ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ بعینہ مسجد حرام مراد ہے جیسا کہ قرآن مجید کا ظاہری فرمان ہے۔ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ”میں مسجد حرام کے پاس مکان میں نیند اور جاگ کی کیفیت میں تھا کہ جبرائیل امین علیہ السلام براق لے کر حاضر ہوئے۔ ایک قول یہ بھی کیا جاتا ہے میں ام ہانی بنت ابوطالب کے گھر میں موجود تھا کہ جبرائیل امین بُراق لے کر حاضر ہوئے۔ (الرازی، ج۷، ص ۲۹۲)

مسجد حرام سے مسجد اقصی تک کی برکتیں

۲...... علامہ قرطبی فرماتے ہیں کہ مسجد حرام سے مسجد اقصی تک کی برکتوں میں پھل اور جاری نہریں شامل ہیں، مزید یہ کہ اطراف میں حضرات انبیائے کرام اور صالحین کے مزارات بھی ہیں، اسی وجہ سے اسے مقدس سرزمین کہا گیا۔ اللہ نے مسجد حرام سے مسجد اقصی تک کے عجائبات کا مشاہدہ کرا دیا۔ مسجد حرام سے مسجد اقصی تک کا ایک ماہ کا سفر رات کے مختصر عرصے میں کرانا یقیناً اللہ کی نشانی سے کم نہیں۔

(القرطبی، الجزء ۱۰، ص ۱۸۷)

مسجد اقصی سے مراد بیت المقدس ہے، اِسے اقصی کہنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ مسجد مسجد حرام سے بہت دور (چالیس راتوں کی مسافت) پر ہے۔

سننے دیکھنے کی نسبت اللہ کی طرف یا......!

۳...... اس جملے میں اس جانب اشارہ ہے کہ نبی پاک ﷺ سمیع یعنی سننے والے ہیں، جیسا کہ حدیث قدسی میں ہے: ”کنت لہ سمعا فبی یسمع وبی یبصر یعنی میں اس کی سماعت بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور اس کی بصارت بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے، (صحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب: التواضع، رقم: ۶۵۰۲، ص ۱۱۲۷)۔ تحقیق یہ ہے کہ ہم نے اپنے بندۂ خاص کو اپنے جلال و جمال کی مخصوص نشانیاں دکھائیں، پس ہمارا محبوب ہماری دی ہوئی طاقت سے سمیع و بصیر ہے۔ (روح البیان، ج۵، ص ۱۲۹)۔

الاسراء والمعراج کا بیان:

۴...... سید عالم ﷺ کا مسجد حرام یعنی مکۃ المکرمہ سے مسجد اقصی یعنی بیت المقدس کا سفر جو کہ براق نامی سواری پر ہوا اور رات کے مختصر عرصے میں ہوا اور پھر اُسی رات دوبارہ اپنے دولت سرائے اقدس یعنی مکۃ المکرمہ کی مقدس وادی میں قدم رنجہ فرمانا الاسراء کہلاتا ہے۔

معراج یہ ہے کہ سید عالم ﷺ کا مسجد اقصی سے اُسی رات آسمانوں کی سیر، سدرۃ المنتہی کا سفر اور دوبارہ بیت المقدس کی جانب رجوع کرنا معراج کہلاتا ہے۔ معراج اسم آلہ مفعال کے وزن پر ہے جس کے معنی وہ سواری ہے جس کے ذریعے بلندی پر

جایا جائے، جو پٹڑی کی طرح ہو لیکن اس کی کیفیت معلوم نہ ہو بلکہ اللہ کے غیوبات پر عمل کرنے کا حکم ہے اور اسی پر ایمان لانے کا حکم ہے نہ کہ اس کی کیفیت پر غور وخوص کرنے کا۔ حافظ ابن حجر فتح الباری میں فرماتے ہیں: علماء اخیار کا اس بارے میں اختلاف ہوا ہے کہ الاسراء اور المعراج ایک ہی رات ہوا ہے یا نہیں تاہم سلف صالحین کہتے ہیں کہ سید عالم ﷺ نے روح اور جسم کے ساتھ حالت بیداری میں معراج فرمائی، اور اسی جانب جمہور علماء ومحدثین، فقہاء، متکلمین، اور اہل ظاہر نے کئی روایات نقل کی ہیں اور ان اخبار سے عدول جائز نہیں ہے۔ (الاسراء والمعراج، ص ۷)

سید عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''پھر میں سفید براق (گدھے سے کچھ بڑا اور خچر سے چھوٹا، جس کی رفتار حد نظر تک تھی، اُس) پر سوار ہوا حتی کہ میں بیت المقدس پہنچا، پھر میں نے براق کو اس حلقہ میں باندھ دیا جہاں حضرات انبیائے کرام کی سواریاں باندھی جاتی ہیں، پھر میں مسجد میں داخل ہوا اور میں نے وہاں دو رکعت نماز پڑھی، پھر میں مسجد سے باہر آ گیا، پھر میرے پاس جبرائیل ایک پیالے میں دودھ اور ایک میں شراب لے کر آئے اور میں نے دودھ لے لیا تو جبرائیل نے کہا آپ ﷺ نے فطرت کو پسند فرمایا پھر مجھے آسمانوں کی معراج کرائی گئی۔ (صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب الاسراء، رقم: ۳۰۰/۱۶۲، ص ۹۸)۔ معلوم ہوا کہ یہ سارا معاملہ مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک کے سفر یا اس سے پہلے ہوا کیونکہ آسمانوں کی معراج کر بعد میں ہے۔

آیت پاک کو بغور دیکھیں ﴿سبحان الذی اسراء بعبدہ لیلا من المسجد الحرام الی المسجد الاقصی الذی بارکنا حولہ لنریہ من ایاتنا انہ ھو السمیع البصیر﴾ حق ﷻ نے نہ تو اپنا نام لیا اور نہ ہی اپنے حبیب کا،، اپنی ذات کو الذی اور اپنے حبیب کی ذات کو عبدہ سے تعبیر فرمایا۔ الذی اسم موصول ہے جس کے معنی ہیں ''وہ ذات''، یہ ایسا لفظ ہے کہ ہر چیز پر اس کا اطلاق کر سکتے ہیں اور ہر چیز الذی ہو سکتی ہے۔ اور لفظ عبد بھی ایسا ہی ہے کہ اللہ کی ذات کے سوا ہر چیز عبد ہے۔ پس اللہ ﷻ نے اپنے اور اپنے حبیب کی ذات کے لیے ایسا لفظ استعمال فرمایا جو تمام ممکنات کو حاوی ہے یعنی ہر چیز الذی ہے اور ہر چیز عبد بھی ہے۔ گویا یوں فرما دیا کہ الذی تو ہر چیز ہے لیکن جس کو کامل الذی کہا جائے یہ وہ ذات ہے جو اسراء کا فاعل ہے، لہذا کامل الذی اللہ کی ذات اور کمال دلیل الاسراء ہے کیونکہ معراج پر بغیر قدرت الٰہی کے جانا محال ہے۔ اسی طرح اللہ کے سوا تمام مخلوق عبد ہیں لیکن کامل ترین عبد سید عالم ﷺ کی ذات ہے جو کہ الاسراء کا مفعول ہے کیونکہ آیت میں عبدہ فرمایا ہے۔

جاننا چاہیے کہ عبد کی تین اقسام ہیں: (۱)...... عبد رقیق: سے مراد وہ مملوک غلام جو پوری طرح اپنے مالک کے قبضہ اور اس کی ملک میں ہو۔ (۲)...... عبد آبق: اپنے مالک سے بھاگے ہوئے غلام کو کہتے ہیں۔ (۳)...... عبد ماذون: وہ غلام جو مالک کی ملک اور اس کے قبضہ میں ہے اور اس کی قابلیت، صلاحیت، استعداد اور خوبی کی وجہ سے اس کے مالک نے اپنے کاروبار کا اسے مختار و ماذون بنا دیا ہو اور اسے اس بات کا اذن دے دیا ہو کہ وہ مالک کے کاروبار میں جائز اور ممکن تصرف کرے۔ اس غلام کا بیچنا، خریدنا، لینا، دینا سب مالک کے خریدنے، بیچنے، لینے دینے کے قائم مقام ہوگا۔ (مقالات کاظمی، ج ۱، ص ۱۰۹ وغیرہ)

سید عالم ﷺ کی معراج کے حوالے سے یہ بات ظاہر ہے کہ جس مسافت کو طے کیا وہ اپنی اصل پر تھی یعنی اس مسافت کو لپیٹ کر کم نہیں کیا گیا، مکۃ المکرمہ سے لے کر اس مقام تک جہاں سے آپ کو وحی کی جاتی ہے تین لاکھ سال کی مسافت ہے، ایک قول یہ ہے کہ پچاس ہزار سال کی مسافت ہے، اس کے علاوہ بھی اقوال ہیں، اور یہ اس طرح نہیں جس طرح بعض صوفیاء کہتے ہیں کہ مسافت لپیٹ دی گئی اور فقہاء نے بھی اس کو بطور کرامت کہا ہے۔ (روح المعانی، الجزء الخامس عشر، ص ۱۶)

بعض حضرات کے اذہان میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ سفر معراج جیسا طویل سفر رات کے ایک مختصر سے حصے میں کیسے ممکن

ہوسکتا ہے "اب یہ ہے کہ سید عالم کی حیثیت اس کائنات میں روح کی سی ہے، اور کائنات بمنزلہ جسم کے ہے۔ روح اور جسم کا ساتھ ہر شخص جان سکتا ہے۔ جسم میں جب تک روح ہے ہم اسے زندہ کہتے ہیں اور جب جسم سے روح نکل جائے تو ہم نام ہی تبدیل کر دیتے ہیں اور مُردہ کہنے لگتے ہیں۔ ایک عام انسان کو روح گزرنے کے بعد مُردہ کہہ دیا جاتا ہے تو کائنات کی روح نہ رہنے پر یہ نظام مُردہ کیوں نہیں ہوگا اور جب ہم نے کائنات کے نظام کو مُردہ تسلیم کر لیا تو پھر مسئلہ حل ہو چکا ہے۔ یعنی جب تک سرورِ دو جہاں اس کائنات میں بنفسِ نفیس موجود تھے یہ نظام چلتا رہا اور جب اس دنیائے فانی سے رخصت ہوئے سارے کا سارا نظام بند ہو گیا۔

☆......زرقانی علی المواہب سے معراج کی تاریخ اور سدرۃ المنتہی کا بیان یعنی ہجرت سے پہلے یا بعد کا ذکر کرنا ہے۔

☆......محمد بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے بعض آلِ ابی بکر نے کہا کہ حضرت عائشہ کہتی تھیں کہ رسول اللہ ﷺ کا جسم گم نہیں ہوا تھا بلکہ اللہ نے آپ ﷺ کی روح کو سیر کرائی تھی۔ (جامع البیان، الجزء ۱۵، ص ۲۱)

حافظ ابن کثیر کہتے ہیں کہ اگر سید عالم ﷺ کے روحانی سفر کا معاملہ ہوتا یا خواب کے عالم میں سفرِ معراج کا معاملہ ہوتا تو پھر کفار اعتراض کیوں کرتے؟ ثابت ہوا کہ معاملہ بیداری کا تھا نہ کہ خواب کا۔ سید عالم ﷺ کا شقِ صدر صغر سنی کی حالت میں ہوا جب کہ آپ ﷺ بی بی حلیمہ سعدیہ کو دودھ پلانے کے شرف سے نوازتے تھے جیسا کہ امام مسلم نے انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب سید عالم ﷺ بچوں کے ساتھ (اپنی شان کے لائق) کھیل رہے تھے کہ جبرائیل امین علیہ السلام تشریف لائے اور سید عالم ﷺ کو لٹا کر سینہ چاک کر کے مبارک دل نکال لیا اور اس میں سے ایک کالا ڈورا نکالا اور کہا: "ھذا حظ الشیطان منک یعنی شیطان کا تمہاری طرف حصہ ہے"، پھر اس مبارک دل کو سونے کے طشت میں رکھ کر زم زم کے پانی سے غسل دیا اور دوبارہ اسے اپنی جگہ رکھ کر سینہ مبارک کو بند کر دیا۔ شقِ صدر دوسری مرتبہ اعلانِ نبوت کے وقت ہوا تا کہ سید عالم ﷺ کا مزید اکرام ہو سکے اور وحی کا نزول کیا جانا طبیعت مبارک پر گراں نہ گزرے، تیسری مرتبہ شقِ صدر معراج پر جانے سے پہلے ہوا تا کہ مناجاتِ الٰہیہ سے بتقاضائے بشریت ہیبت نہ ہو، یہ تمام شقِ صدر اور دل مبارک کا باہر نکالا جانا اور دیگر اسی طرح کے معجزات خرقِ عادت کام ہیں جنہیں اہلِ محبت مانتے ہیں اور اس میں تعرض نہیں کرتے لیکن بعض علماء نے شبِ معراج شقِ صدر کو مکروہ جانا ہے۔ (الاسراء والمعراج، حاشیہ ص ۹ وغیرہ)

سید عالم ﷺ کا مسجدِ اقصیٰ سے ہو کر آسمانوں تک جانے کی حکمت یہ تھی کہ آپ کا مسجدِ اقصیٰ میں انبیائے کرام کی امامت فرمانا، حالتِ بیداری میں معراج کی تصدیق ہو جائے۔

حضرت آدم علیہ السلام اور جمیع انبیائے کرام سے آسمانوں کی سیر سے قبل بیت المقدس میں بھی مل چکے ہیں اور اسی طرح وہ اپنی قبر میں بھی موجود ہیں اور اسی طرح بقیہ سموات میں جو انبیائے کرام کو دیکھا سب جگہ یہی سوال ہوتا ہے کہ اس کی حقیقت یہ ہے کہ قبر میں تو اصلی جسد سے تشریف رکھتے ہیں اور دوسرے مقامات پر ان کی روح کا تمثل ہوا ہے یعنی غیر عنصری جس کو صوفیہ جسمِ مثالی کہتے ہیں روح کا تعلق ہو گیا ہے اور اس جس سے تعدد بھی اور ایک وقت میں روح کا جسم سے تعلق بھی ممکن ہے لیکن ان کے اختیار سے نہیں بلکہ محض بقدرت و مشیتِ حق۔ (نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب، بارھویں فصل واقعہ معراج کے بیان میں، ص ٦٤)

دیدارِ الٰہی کا بیان:

۵......اللہ عزوجل کے فرمان ﴿لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ﴾(الانعام: ۱۰۳) کے پیشِ نظر اس مسئلے میں علماء کا اختلاف ہے کہ آخرت میں اللہ عزوجل کا دیدار ہوگا یا نہیں، جمہور علماء کے نزدیک رویتِ باری تعالیٰ دنیا و آخرت میں ممکن ہے دنیا میں حضور پر نور ﷺ سفرِ معراج میں دیدارِ الٰہی سے مشرف ہوئے اور آخرت میں تمام انبیائے کرام علیہم السلام اور مومنین اللہ عزوجل کا دیدار کریں گے۔ نبی پاک ﷺ کا

شب معراج اللہ ﷻ کا دیدار کرنا اس مسئلہ کے تحت ہم انشاء اللہ سورۂ نجم میں کلام کریں گے یہاں ہم اپنے دعوی کے مطابق دلائل پیش خدمت کرتے ہیں کہ دنیا وآخرت میں اللہ ﷻ کا دیدار ممکن ہے۔قبل اس کے کہ ہم اپنے موضوع پر کلام کریں یہ جاننا چاہئے کہ ادراک کسے کہتے ہیں؟ چنانچہ علامہ سید شریف جرجانی حنفی اپنی تالیف "التعریفات" میں لکھتے ہیں: الادراک :احاطة الشیٔ بکمالہ یعنی ادراک کسی چیز کے مکمل احاطہ کرنے کو کہتے ہیں۔

(التعریفات ،ص۱۸)

غزالی زماں، رازیٔ دوراں علامہ سید احمد سعید کاظمی علیہ رحمۃ اللہ القوی فرماتے ہیں ﴿رب ارنی انظر الیک ......الخ﴾، یہ آیت امکانِ رؤیتِ باری ﷻ کی روشن دلیل ہے اس لئے کہ موسی علیہ السلام کا یہ سوال اس بات کی دلیل ہے کہ وہ رؤیتِ باری تعالیٰ کے امکان کا اعتقاد رکھتے تھے اگر اللہ ﷻ کا دیکھنا محال مانا جائے تو یہ اعتقاد گمراہی اور ضلالت قرار پائے گا کیونکہ حضرت موسی علیہ السلام اللہ ﷻ کے کلیم اور اولوالعزم رسول ہیں کس طرح گمراہی کا اعتقاد رکھ سکتے ہیں؟ ثابت ہوا کہ اللہ ﷻ کا دیکھنا ممکن ہے ورنہ موسی کلیم اللہ علیہ السلام پر (معاذ اللہ ﷻ) گمراہی اور ضلالت کا الزام عائد ہوگا اور یہ الزام قطعاً باطل ہے۔لہٰذا اس کا محال ہونا بھی باطل ہوا، وللہ الحمد۔اس آیت ﴿لاتدرکہ الابصار وھو یدرک الابصار وھو اللطیف الخبیر (الانعام:۱۰۳)﴾ سے اللہ ﷻ کی رؤیت کی نفی نہیں بلکہ ادراک کی نفی ہوئی ہے اور ادراک کے معنی رؤیت نہیں بلکہ ادراک احاطہ کرنے کو کہتے ہیں۱۔ ۔کے معنی ہیں کسی چیز کو گھیر لینا۔لہٰذا آیتِ کریمہ کے معنی ہوئے تمام آنکھیں اللہ ﷻ کو گھیرے میں نہیں لے سکتیں اور اللہ ﷻ سب آنکھوں کو محیط ہے اور سب کو اپنے علم وقدرت کے گھیرے میں لئے ہوئے ہے۔لہٰذا اس آیت مبارکہ سے اس رؤیت کی نفی ثابت ہوئی جس سے اللہ جل جلالہ کا احاطہ ہو جائے لیکن رؤیت بلا احاطہ کی نفی اس سے ثابت نہیں ہو سکتی، جیسا کہ حدیثِ پاک میں آیا ہے "لااحصی ثناء علیک انت کما اثنیت علی نفسک" اس حدیث پاک میں ثنائے الٰہی کے احصاء اور احاطہ کی نفی ہے معاذ اللہ مطلق ثنا کی نفی نہیں ورنہ لازم آئے گا کہ نعوذ باللہ حضور ﷺ نے اللہ جل جلالہ کی کوئی ثناء نہیں کی۔پس ظاہر ہو گیا کہ جس طرح احاطہ ثنائے الٰہی کی نفی سے مطلق ثنائے الٰہی کی نفی ثابت نہیں ہو سکتی اسی طرح رؤیت بالا حاطہ کی نفی سے مطلق رؤیت کی نفی بھی ثابت نہیں ہو سکتی۔

(مقالاتِ کاظمی ،ج۱،ص۱۸۴،۱۸۳)

بعض ان آیات بینات واحادیث کا بیان جن میں رویت باری کا ذکر ھے :

(۱) ﴿وجوہ یومئذ ناضرة ۝ الی ربھا ناظرة ۝ (القیامة:۲۲،۲۳)﴾ کچھ مونھ اس دن تروتازہ ہونگے اپنے رب کو دیکھتے۔(۲) ﴿للذین احسنوا الحسنی وزیادة (یونس:۲۶)﴾ بھلائی والوں کے لیے بھلائی اور اس سے بھی زائد (۳) ﴿ولدینا مزید (ق:۳۵)﴾ اور ہمارے پاس اس سے بھی زیادہ ہے۔

☆...... مسلم، ترمذی اور ابن ماجہ نے حضرت صہیب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا: "نبی پاک ﷺ نے فرمایا: "جب جنتی جنت میں داخل ہو جائیں گے تو اللہ ﷻ فرمائے گا تم چاہتے کہ میں تم کو کچھ مزید عطا کروں؟" تو جنتی عرض گزار ہوں گے، کیا تو نے ہمارے چہروں کو اجیالا نہ فرمایا؟ کیا تو نے ہمیں جنت میں داخل کر کے جہنم سے نجارت عطا نہیں فرمائی؟ نبی پاک ﷺ فرماتے ہیں: "پھر حجابات اٹھا لئے جائیں گے، جنتیوں کو ان کے رب ﷻ کے دیدار سے بڑھ کر کوئی محبوب نعمت عطا نہ کی گئی ہوگی، پھر نبی پاک ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی ﴿للذین احسنوا الحسنی وزیادة (یونس ۲۶)﴾"۔علامہ قرطبی علیہ الرحمۃ القوی فرماتے ہیں: حجابات اٹھا لیے جائیں گے اس کا معنی یہ ہے ان کی آنکھوں میں اللہ ﷻ کا دیدار کرنے سے جو موانع ہوں گے انہیں اٹھا لیا جائے گا، حتی کہ وہ اسے دیکھیں گے اس کی عظمت اور جلال کی صفات کے ساتھ یہاں حجاب مخلوق کے اعتبار سے ہے نہ کہ خالق ﷻ کے اعتبار سے۔ابن جریر نے حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا نبی پاک ﷺ نے فرمایا: "اللہ ﷻ بروز قیامت ایک منادی کو بھیجے گا جو ایسے آواز میں ندا کرے گا جسے لوگوں میں

اوّل اور آخرین لیں گے ندا یہ ہوگی: اے جنتیوں! اللہ نے تم سے حسنی اور زیادۃ کا وعدہ فرمایا تھا پس حسنی جنت ہے اور زیادۃ رحمن عزوجل کے وجہ (بمثال) کا دیدار ہے"۔ پس میں (علامہ سیوطی علیہ الرحمۃ) کہتا ہوں، رؤیتِ باری عزوجل کے بارے میں احادیث حضرت انس، حضرت جابر بن عبداللہ، جریر بجلی، حذیفہ بن یمان اور حضرت زید بن ثابت، حضرت صہیب رومی، عبادۃ بن صامت، حضرت ابن عباس، حضرت ابن عمر، حضرت ابن مسعود، حضرت مولا علی، حضرت عدی بن حاتم، حضرت عمار بن یاسر، حضرت فضالہ بن عبید، حضرت لقیط، حضرت ابن زرین عقیلی، حضرت ابوسعید خدری، حضرت ابوموسیٰ اشعری اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہیں۔

(البدور السافرۃ، باب زیارۃ اھل الجنۃ ربھم، رقم: ۲۱۹۷ وغیرہ، ص ۵۹۹) (عطائین، ج ۲، ص ۱۵۹ وغیرہ)

حضرت نوح علیہ السلام کا نسب، کشتی، شکرگزاری:

۱...... ابن منذر نے عکرمہ سے روایت کیا ہے کہ چونکہ آپ علیہ السلام کثرت سے نوحہ (یعنی گریہ وزاری) کرتے تھے اس لئے آپ کا نام نوح پڑ گیا۔ (الدر المنثور، ج ۳، ص ۱۷٤)

☆...... حضرت سعد بن مسعود ثقفی فرماتے ہیں کہ جب نوح علیہ السلام کپڑے پہنتے تو اللہ عزوجل کی حمد فرماتے اور جب کھاتے پیتے تو شکر ادا فرماتے اسی وجہ سے ان کا نام عبدا شکورا پڑ گیا۔ (اسد الغابہ سعد بن مسعود الثقفی، ج ۲، ص ۲۳۸)

آپ علیہ السلام کا نام نوح بن لامک ہے اور ایک قول کے مطابق لمک بن متشولخ اور آپ علیہ السلام کی والدہ ماجدہ کا نام عونہ ہے۔ ایک قول یہ بھی کیا گیا کہ قینوس بنت براکیل بن قشولخ ہے جبکہ بعض نے کہا کہ متوشخ بن خنوخ، اور ایک قول یہ بھی ملتا ہے کہ اخنوخ سے مراد حضرت ادریس علیہ السلام ہیں اور یہی پہلے نبی ہیں جنہوں نے سب سے پہلے قلم سے لکھا اور یہ مھلیل کے صاحبزادے تھے۔ جبکہ بعض کہتے ہیں کہ ان کا نام مھلاتیل تھا اور یہ قنین کے بیٹے تھے۔ ایک قول کے مطابق ان کا نام قینان تھا، اور ایک قول کے مطابق قانن بن انوش اور دوسرے قول کے مطابق ان کا نام ھانیش بن شیث تھا جو کہ آدم کے صاحبزادے تھے۔ مستدرک میں ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام اور نوح علیہ السلام کے مابین دس صدیوں کا زمانہ ہے جیسا کہ طبرانی نے ابوذر سے مرفوعاً روایت کیا ہے۔ اور اسی سلسلہ نسب سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ نوح علیہ السلام حضرت ادریس علیہ السلام کے بعد تشریف لائے ہیں جیسا کہ امام بغوی نے ذکر کیا ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام کا نام سکن تھا کیونکہ لوگ حضرت آدم علیہ السلام کے بعد آپ علیہ السلام کے پاس آ کر سکون پاتے تھے۔ ایک قول کے مطابق آپ علیہ السلام کا نام شاکر تھا اور بعض کے مطابق یشکر بھی کہا جاتا ہے۔ امام سیوطی نے الاتقان میں مستدرک للحاکم سے نقل کیا ہے کہ آپ علیہ السلام کا نام عبدالغفار تھا، اور اکثر صحابہ کرام علیہم الرضوان کا خیال ہے کہ انہیں ادریس کہا جاتا ہے، اور آپ علیہ السلام کو نوح کہنے کی وجہ آپ علیہ السلام کا اپنے لئے اور اپنی قوم کے لئے کثرت سے گریہ وزاری کرنا ہے۔ بعض کا کہنا ہے کہ آپ علیہ السلام کا رونا قیامت کی ہولناکی کی وجہ سے ہے، بعض علماء نے یہ بھی لکھا ہے کہ آپ علیہ السلام نے ایک کتے کو دیکھا جو کہ بدصورت تھا تو فرمایا کہ بدصورت کتا! تو اللہ عزوجل نے اس کتے کو قوت گویائی عطا فرمائی اور اس نے کہا کہ یہ عیب میری طرف سے ہے یا میرے خالق کی جانب سے؟ کتے کے کلام کو سن کر آپ علیہ السلام پر غشی طاری ہوگئی اور جب افاقہ ہوا تو خوب گریہ وزاری فرمائی۔ بغوی کا قول ہے کہ آپ علیہ السلام ایک جزامی کتے کے پاس سے گزرے تو فرمایا کہ دور ہو، اے بدصورت کتے! اللہ عزوجل نے وحی نازل فرمائی کہ اے نوح! تو نے مجھ پر عیب لگایا ہے یا کتے پر؟ بعض علماء کا کہنا ہے کہ آپ علیہ السلام اس لئے روتے تھے کہ آپ علیہ السلام نے اپنی قوم کی ہلاکت کی بد دعا کی تھی، ایک قول یہ ہے کہ آپ علیہ السلام اس لئے زیادہ روتے تھے کہ آپ علیہ السلام نے اپنے رب سے اپنے بیٹے کی سفارش کی تھی، واللہ تعالیٰ اعلم، ایک قول کے مطابق جس وقت اللہ عزوجل نے آپ علیہ السلام کو مبعوث کیا اس وقت آپ کی عمر چالیس سال تھی۔ اسی طرح ابن

عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا مستدرک میں ان سے مرفوع حدیث ہے کہ جس وقت آپ علیہ السلام مبعوث ہوئے اس وقت آپ علیہ السلام کی عمر چالیس سال تھی، آپ علیہ السلام اپنی قوم میں پچانوے (95) سال رہے، اور طوفان کے بعد آپ علیہ السلام ساٹھ سال زندہ رہے یہاں تک کہ لوگ کثیر ہوگئے اور کئی علاقوں میں پھیل گئے۔ (المظهری، ج۳،ص٤٤ وغیرہ)

☆...... روایت میں آتا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام نے سفینہ دو سال میں بنایا، اس کا طول (یعنی لمبائی) تین سو ذراع، عرض (یعنی چوڑائی) پچاس اور چھت کی موٹائی تیس ذراع تھی۔ اس کشتی کے تین درجے تھے، سب سے نچلے درجے میں چوپائے اور وحشی جانور سوار تھے اور درمیانے میں انسان اور سب سے اوپر کے درجے میں پرندے تھے۔ آپ علیہ السلام اس سفینے میں دس رجب کو سوار ہوئے اور دس محرم کو اس سے اترے۔ (الجمل، ج۳،ص۵۸)

حضرت نوح علیہ السلام پوری زندگی روزے رکھتے سوائے عید الفطر اور عید الاضحٰی، اور حضرت داؤد علیہ السلام نصف دہر روزے رکھتے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام ہر ماہ تین دن روزے رکھتے یا ایک دہر روزہ رکھتے اور ایک دہر افطار کرتے۔ جہاں تک حضرت نوح علیہ السلام کی قبر کا تعلق ہے تو ابن جریر اور ازرقی نے عبدالرحمٰن بن سابط اور دیگر تابعین سے مرسل روایت کیا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کی قبر مسجد حرام میں ہے۔ اور یہ قول زیادہ صحیح اور قوی ترین ہے کیونکہ اسے کثیر متاخرین نے نقل کیا ہے۔ (البداية والنهاية، جزء ۱، ج۱،ص۱۳۳ وغیرہ)

نوٹ: دہر کے معنی ہیں زمانہ دراز، دنیاوی زندگی کا پورا زمانہ، ایک ہزار سال، ایک لاکھ سال۔ (عطائین، ج۲، ص ۲۸۲ وغیرہ)

☆......سلمان کہتے ہیں کہ حضرت نوح جب نیا کپڑا پہنتے، یا کھانا کھاتے تو اللہ کی حمد کرتے، اس وجہ سے ان کو عبد شکور کہا گیا۔ ایک روایت یہ ہے کہ جب وہ کھانا کھاتے تو یہ دعا کرتے: "تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے مجھے طعام کھلایا اور اگر وہ چاہتا تو مجھے بھوکا رکھتا، اور جب لباس پہنتے تو یہ دعا کرتے تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے مجھے لباس پہنایا اور اگر وہ چاہتا تو مجھے برہنہ رکھتا، اور جب جوتی پہنتے تو یہ دعا کرتے کہ تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے مجھے جوتی پہنائی اگر وہ چاہتا تو مجھے ننگے پاؤں رکھتا، اور قضاء حاجت کرتے تو یہ دعا کرتے کہ تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے مجھ سے فاضل چیز دور کردی اور اگر وہ چاہتا تو اسے روک لیتا۔

(الطبری، الجزء ۱۵، ص ۲٤ وغیرہ)

سخت لڑائی والے بندے سے مراد کون ھیں؟

ے......مراد بخت نصر اور اس کی بد بخت قوم ہے۔ یہودیوں کی سرکشی کی وجہ سے اللہ نے پہلی بار بابل کے بادشاہ بخت نصر کو مسلط کردیا، اور ایک قول کے مطابق جالوت کو مسلط کردیا اور اس نے وہاں قتل وغارت گری کا آغاز کردیا۔ بڑوں کو قتل کرنا، بچوں کو غلام بنانا، بیت المقدس کو ویران کرنا الغرض طرح طرح کے ظلم وستم کرنا انہیں روا ہونے لگا۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ نے انہیں سخت لڑائی والے فرمایا۔

(الخازن، ج۳، ص ۱۲۲ وغیرہ ملخصا)

حضرت زکریا علیہ السلام کا نسب:

۸......ابن عساکر اپنی تاریخ کی مشہور کتاب "الحافل" میں حضرت زکریا علیہ السلام کا نسب یوں بیان کرتے ہیں: زکریا بن برخیا، ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے کہ زکریا بن دان، یہ بھی کہا جاتا ہے کہ زکریا بن لدن بن مسلم بن حشبان بن داؤد بن سلیمان بن مسلم بن صدیقۃ بن برخیا بن طلعاطۃ بن ناحور بن شلوم بن بھناشاط بن اینامن بن رحبعام بن سلیمان بن داؤد۔ اپنے بیٹے یحیی علیہ السلام کی طلب وتلاش میں دمشق پہنچے اور ایک قول کے مطابق جب ان کے بیٹے یحیی علیہ السلام کو قتل کردیا گیا اس وقت دمشق ہی میں تھے۔ اللہ عزوجل نے انہیں بڑھاپے (۱۲۰ سال کی عمر میں) بیٹے کی نوید سنائی، جب کہ ان کی زوجہ بھی بڑھاپے کی دہلیز (۹۸ سال کی عمر) پر جا پہنچی

تھی۔۔ زوجہ محترمہ کا حیض منقطع ہونے کے بعد نو ید فرزند ملنے پر دوبارہ شروع ہوا تا کہ بشری عوارض و تقاضوں کی تکمیل ہو سکے۔

سیدنا زکریا علیہ السلام بڑھئی کا کام کرتے تھے اور اپنا کسب کر کے روزگار کماتے تھے جیسا کہ داؤد علیہ السلام بھی اپنا کسب کرتے تھے۔ حضرات انبیائے کرام کے یہی احوال بیان ہوتے ہیں کہ وہ مال وغیرہ وراثت میں نہیں چھوڑتے جیسا کہ ترمذی کی حدیث میں ہے "نحن معاشر الانبیاء لا نورث یعنی ہم حضرات انبیائے کرام وارث (مال کے اعتبار سے) نہیں چھوڑتے"۔

قوم نے حضرت زکریا علیہ السلام پر تہمت لگائی کہ انہوں نے بی بی مریم کو حاملہ کیا ہے، پس یہی آپ علیہ السلام کی شہادت کا سبب بنا۔ حضرت زکریا علیہ السلام کی وفات اور قتل کیے جانے میں دونوں ہی روایتیں ہیں، وھب بن منبہ کہتے ہیں کہ حضرت زکریا علیہ السلام اپنی قوم سے تنگ آکر بھاگ نکلے، اور بہت درختوں والی جگہ میں پناہ لی اور قوم نے درخت میں آپ علیہ السلام کو پالیا اور اُسے آری سے چیر ڈالا۔ ایک قول یہ ہے کہ آپ علیہ السلام شہید نہ ہوئے بلکہ طبعی موت انتقال فرمایا۔ (البدایۃ والنھایۃ، قصۃ زکریا، ج ۱، الجزء: ۲، ص ۴۳۰ وغیرہ، ملخصا وملتقطا)

جالوت اور اُس کا لشکر:

۵۔۔۔۔ بنی اسرائیل کی سرکشی کی وجہ سے اللہ نے اُن پر جالوت بادشاہ کو مسلط کر دیا جس نے انہیں ہلاک کر دیا اور ان کے ملک کو تباہ و برباد کر دیا پھر ان پر رحم فرمایا اور طالوت کو طاقت عطا فرمائی حتی کہ اس نے جالوت سے جنگ کی اور حضرت داؤد نے اس کی مدد کی حتی کہ طالوت نے جالوت کو قتل کر ڈالا، پھر دوبارہ بنی اسرائیل نے ان کو قتل کر ڈالا اور ان کے گھروں کو تباہ و برباد کر دیا، بہر حال اس بات کو جاننے میں کوئی فائدہ نہیں کہ بنی اسرائیل کو قتل کرنے والے کون تھے؟ مقصود صرف یہ ہے کہ جب بنی اسرائیل نے شورش برپا کی تو اللہ نے ان کے دشمنوں کو ان پر مسلط کر دیا اور انہوں نے ان کو ہلاک و برباد کر دیا۔ (الرازی، ج۷، ص ۲۹۹ وغیرہ)۔

حضرت یحییٰ علیہ السلام کی سیرت کے احوال:

۱۔۔۔۔ حضرت زکریا علیہ السلام کے صاحبزادے حضرت یحییٰ علیہ السلام تھے، اللہ نے انہیں کتاب اور حکمت سے نوازا، عمر کے اُس حصے میں جب کہ بچے کھیلتے تھے اور آپ کو بلاتے تو آپ علیہ السلام کہتے مالـلعب خلقنا یعنی میں کھیلنے کے لیے نہیں پیدا کیا گیا"۔ ان کی ولادت، وفات ظاہری اور دوبارہ اٹھائے جانے پر اللہ نے سلامتی نازل فرمائی چنانچہ فرمایا: ﴿وسلام علیہ یوم ولد ویوم یموت ویوم یبعث حیا﴾ یہ تین اوقات انسان پر بڑے سخت ہوتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان تینوں اوقات میں انسان ایک عالم سے دوسرے عالم میں منتقل ہوتا ہے جب دنیا میں آنے کا وقت ہوتا ہے تو غم سے روتا ہے، جب دنیا سے جانے کا وقت ہوتا ہے تو دنیا کے چھوٹ جانے اور برزخی زندگی کے پُرآشوب معاملات کی وجہ سے روتا ہے اور جب صور پھونکے جانے پر دوبارہ اٹھائے جانے کا وقت ہو تو پھر بھی روتا ہے کہ نہ جانے اُس کے ساتھ آگے کیا ہونا ہے لیکن ان تینوں حالات میں حضرت یحییٰ علیہ السلام مسرور رہے۔ قتادہ کہتے ہیں کہ جب حضرت یحییٰ علیہ السلام حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ملے تو انہیں کہا کہ میرے لئے دعا کیجئے کہ آپ علیہ السلام مجھ سے بہتر ہیں اور یہی بات حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمائی کہ آپ کے بارے میں اللہ نے فرمایا ﴿وسیدا وحصورا﴾ (آل عمران: ۳۹) لہذا آپ میرے لئے استغفار کیجئے۔

ایک قول کے مطابق حضرت یحییٰ علیہ السلام کے قتل کیے جانے کا سبب یہ بنا کہ بنی اسرائیل کے بادشاہ کی بیوی نے حضرت یحییٰ علیہ السلام کو بہت حسین وجمیل پا کر انہیں بُرائی کی دعوت دی لیکن حضرت یحییٰ علیہ السلام نے انکار کر دیا۔ عورت نے اپنی بیٹی سے کہا کہ وہ اپنے باپ سے کہے کہ وہ حضرت یحییٰ علیہ السلام کا سر کاٹ کر اُسے تخت میں پیش کر کے سامنے لائے، یہی سبب ان کے قتل ہونے کا بنا۔ ایک قول یہ ہے کہ بنی اسرائیل کا بادشاہ اپنی بیوی کی بیٹی پر عاشق ہوا، حضرت یحییٰ علیہ السلام نے بادشاہ کو اس نکاح سے باز رکھا، لڑکی کی ماں کو پتہ

چلا تو اس نے اپنی بیٹی کو بادشاہ کے پاس بنا سنوار کر اس وقت بھیجا جب وہ شراب کے نشے میں مست تھا اور اپنی لڑکی کو سکھا دیا کہ بادشاہ جب خواہش پوری کرنے کا ارادہ کرے تو منع کر دینا اور کہنا کہ پہلے حضرت یحییٰ علیہ السلام کا سر کاٹ کر تھال میں پیش کرو، جب بادشاہ نے حضرت یحییٰ علیہ السلام کو قتل کر دیا لیکن سر پاک سے آواز آرہی تھی: "یہ لڑکی تیرے لیے حلال نہیں"۔ علماءِ سیر نے لکھا کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام کا خون جوش مارتا رہا یہاں تک کہ ستر ہزار بنی اسرائیلی قتل کر دیے گئے پھر وہ خون ٹھنڈا ہوا۔ ایک قول یہ ہے کہ وہ خون اس وقت تک نہ رکا جب تک کہ قاتل نے اقرارِ جرم نہ کر لیا۔ (البداية والنهاية ،بيان سبب قتل يحيى ،ج١، الجزء:٢، ص ٣٤٧ وغیرہ، ملخصاوملتقطا)

بخت نصر کے مظالم:

[۱۱]...... بابل کا بادشاہ بخت نصر تھا جس نے شام پر حملہ کیا اور بیت المقدس کو تباہ و برباد کر دیا اور بنی اسرائیل کو قتل کر دیا پھر وہ دمشق گیا، وہاں اس نے دیکھا کہ ایک جگہ خون ابل رہا ہے، لوگوں نے کہا کہ ہم اپنے باپ دادوں سے اسی طرح خون ابلتا دیکھتے چلے آرہے ہیں، بخت نصر نے وہاں ستر ہزار کو قتل کر دیا، یہی مشہور روایت ہے۔ ایک روایت یوں ہے کہ بخت نصر نے معزز سرداروں، علماء کو قتل کر دیا حتی کہ کوئی ایسا نہ بچ سکا جو تورات کا حافظ ہو، حضرات انبیائے کرام کے بیٹوں تک کو یرغمال بنا لیا۔ (ابن كثير، ج٣، ص ٣٤)۔

دنیا مومنوں کے لیے قید خانہ ہے:

[۱۲]...... پس آخرت کا عذاب انسان کو گھیر لے گا اور اس سے خلاصی کا کوئی چارہ کار نہ رہے گا اور وہ لوگ جنہیں دنیا میں آزمائشیں آتی ہیں انہیں (یعنی ان کافروں کو) آخرت میں ایسا عذاب آئے گا جس سے خلاصی کی کبھی امید نہ ہوگی اور یہ ہر سمت سے نازل ہوگا۔ (الرازی، ج٧، ص ٣٠٣)

سید عالم ﷺ نے فرمایا: الدنيا سجن المومن و جنة الكافر یعنی دنیا مومن کے لیے قید خانہ اور کافر کے لئے جنت ہے"۔
(صحيح مسلم : كتاب الزهد، باب الدنيا سجن المومن، رقم: ٧٣١١/٢٩٥٦، ص ١٤٥١)

اغراض: محمد: سید عالم ﷺ کا نام سیاق کلام کی وجہ سے صراحت کے ساتھ ذکر نہ کیا گیا، یا سببِ نزول کی وجہ سے ذکر نہ کیا گیا۔
الی قليل مدته: ایک قول کے مطابق سفر معراج چار ساعتوں، تین، یا ایک لمحہ میں مکمل ہو گیا، علامہ سبکی کہتے ہیں کہ تمام معاملہ ایک لمحہ میں ہو گیا۔ علی اجتماعه بالانبياء: حضرات انبیائے کرام نے سید عالم ﷺ کی اقتداء میں نماز ادا فرمائی۔
ای مكة: سید عالم کے سفر کے آغاز کا بیان کرنا مقصود ہے، ام ہانی کے گھر آرام فرما تھے، جبرائیل امین علیہ السلام حاضر ہوئے اور آگے تک کا سفر بیان کرنا مقصود ہے جسے ہم نے حاشیہ نمبرا میں بیان کر دیا ہے۔
وعروجه الى السماء: یعنی سید عالم ﷺ ملائکہ کے ساتھ آسمانوں کے سفر پر تشریف لے گئے۔
ورؤية عجائب الملكوت: یعنی جنت و دوزخ پر متعین فرشتے، جاننا چاہیے کہ عوالم چار ہوتے ہیں: عالم ملک جسے ہم دیکھتے ہیں، عالم ملکوت جو ہم سے مخفی ہے، عالم جبروت یعنی علوم و اسرار کا عالم، عالم العزة یعنی جس کی تعبیر ذات باری کے سوا نہ کی جاسکے، اور اسے اسرار کا نام دیا جاتا ہے یعنی قدرت کے بھید۔ قلال الحجر یعنی بستیاں مراد ہیں جس میں اس قسم کے پھل ہوں۔
ومناجاته له تعالى: یعنی سید عالم ﷺ کو حجابات اٹھا کر مشرف فرمایا۔ اتيت بالبراق: کی کیفیت حاشیہ نمبر ۱۴ میں دیکھ لیں۔
فانه ﷺ: میں مفسر نے معراج و اسراء کا بیان کیا جسے ہم نے حاشیہ نمبر ۱۴ میں بیان کر دیا ہے۔
كالقلال: جمع ہے قلة کی، سدرة المنتهیٰ کے پھلوں کو قلال سے تشبیہ دی ہے کہ بڑے بڑے عمارت نما پھل ہونگے، بعض روایات میں
قال فرجعت الى ربي: یعنی اس مکان میں جہاں سید عالم ﷺ نے اپنے رب سے سرگوشی فرمائی یعنی ہم کلام ہوئے، اس سے مراد یہ

نہیں ہے کہ اللہ اس مکان میں موجود ہے اور سید عالم ﷺ نے اس مقام کی طرف تشریف لے گئے کہ ایسا عقیدہ رکھنا کفر ہے، بلکہ مراد یہ ہے کہ اللہ نے اس مقام کو سید عالم ﷺ سے ہم کلام ہونے کے لیے منتخب فرمایا تا کہ سید عالم ﷺ کے لیے اس مقام پر حسیہ ومعنویہ دونوں رفعتیں جمع ہو جائیں۔ تبغون: بمعنی تظلمون وتطغون یعنی ظلم وسرکشی کرو گے۔

بقتل زکریا: مفسر نے اس بارے میں بیان کیا ہے کہ سب سے پہلے انہوں نے حضرت زکریا علیہ السلام کو قتل کیا، دوسرے نمبر پر ان کے صاحبزادے حضرت یحییٰ علیہ السلام کو قتل کیا، بعض نے اول حضرت زکریا علیہ السلام کے قتل کیے جانے میں اختلاف کیا ہے، بنی اسرائیل نے توریت کے احکام کی مخالفت کی اور سب سے پہلے حضرت شعیاء یا ارمیاء کو قتل کیا، پھر حضرت زکریا علیہ السلام اور یحییٰ علیہ السلام کو قتل کیا، اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قتل کا بھی ارادہ کیا۔

فبعث علیھم جالوت وجنودہ: صحیح یہ ہے کہ سب سے پہلے بخت نصر نے ان پر تسلط کیا اور کہا جاتا ہے کہ اس کی مدتِ سلطنت سات سو سال رہی اور اس کے بعد جالوت مع اپنے لشکر کے مسلط ہوا اور اس نے بیت المقدس کو خراب کرنے میں کوئی کمی نہ چھوڑی ۔ اللہ نے حضرت داؤد علیہ السلام وطالوت کو مع لشکر مقابلے کے لیے بھیجا، پس جالوت حضرت داؤد علیہ السلام کے ہاتھ سے مارا گیا، جس کا مفصل بیان سورۃ البقرہ میں گزر چکا ہے اور ہم نے حاشیہ نمبر ا، میں عطائین ج ا، ص ۳۳۰ میں بیان کر دیا ہے۔

بقتل یحیی: ایک قول کے مطابق زکریا علیہ السلام اور یحییٰ علیہ السلام کا قتل کیا جانا مراد ہے، اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قتل کا ارادہ کیا۔

وضرب الجزیۃ علیھم: یعنی باقی اہل خیبر پر جزیہ متعین کر دیا۔ (الصاوی، ج۳، ص ۱۰۳ وغیرہ)

رکوع نمبر: ۲

﴿وَيَدْعُ الْاِنْسَانُ بِالشَّرِّ﴾عَلٰى نَفْسِهِ وَاَهْلِهِ اِذَا ضَجِرَ ﴿دُعَآءَهٗ﴾ كَدُعَائِهٖ لَهٗ ﴿بِالْخَيْرِ ؕ وَكَانَ الْاِنْسَانُ عَجُوْلًا (۱۱)﴾ بِالدُّعَاءِ عَلٰى نَفْسِهٖ وَعَدَمِ النَّظْرِ فِيْ عَاقِبَتِهٖ ﴿وَجَعَلْنَا الَّيْلَ وَالنَّهَارَ اٰيَتَيْنِ﴾ دَالَّتَيْنِ عَلٰى قُدْرَتِنَا ﴿فَمَحَوْنَآ اٰيَةَ الَّيْلِ﴾ طَمَسْنَا نُوْرَهَا بِالظَّلَامِ لِتَسْكُنُوْا فِيْهِ وَالْاِضَافَةُ لِلْبَيَانِ ﴿وَجَعَلْنَآ اٰيَةَ النَّهَارِ مُبْصِرَةً﴾ اَيْ مُبْصَرًا فِيْهَا بِالضَّوْءِ ﴿لِتَبْتَغُوْا﴾ فِيْهِ ﴿فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ﴾ بِالْكَسْبِ ﴿وَلِتَعْلَمُوْا﴾ بِهِمَا ﴿عَدَدَ السِّنِيْنَ وَالْحِسَابَ ؕ﴾ لِلْاَوْقَاتِ ﴿وَكُلَّ شَيْءٍ﴾ يُحْتَاجُ اِلَيْهِ ﴿فَصَّلْنٰهُ تَفْصِيْلًا (۱۲)﴾ اَيْ بَيَّنَّاهُ تَبْيِيْنًا ﴿وَكُلَّ اِنْسَانٍ اَلْزَمْنٰهُ طٰٓئِرَهٗ﴾ عَمَلَهٗ يَحْمِلُهٗ ﴿فِيْ عُنُقِهٖ ؕ﴾ خُصَّ بِالذِّكْرِ لِاَنَّ اللُّزُوْمَ فِيْهِ اَشَدُّ وَقَالَ مُجَاهِدٌ مَا مِنْ مَوْلُوْدٍ يُوْلَدُ اِلَّا وَفِيْ عُنُقِهٖ وَرَقَةٌ مَكْتُوْبٌ فِيْهَا شَقِيٌّ اَوْ سَعِيْدٌ ﴿وَنُخْرِجُ لَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ كِتٰبًا﴾ مَكْتُوْبًا فِيْهِ عَمَلُهٗ ﴿يَّلْقٰهُ مَنْشُوْرًا (۱۳)﴾ صِفَتَانِ لِكِتَابًا وَيُقَالُ لَهٗ ﴿اِقْرَاْ كِتٰبَكَ ؕ كَفٰى بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيْبًا (۱۴)﴾ مُحَاسِبًا ﴿مَنِ اهْتَدٰى فَاِنَّمَا يَهْتَدِيْ لِنَفْسِهٖ ۚ﴾ لِاَنَّ ثَوَابَ اهْتِدَائِهٖ لَهٗ ﴿وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا ؕ﴾ لِاَنَّ اِثْمَهٗ عَلَيْهَا ﴿وَلَا تَزِرُ﴾ نَفْسٌ ﴿وَازِرَةٌ﴾ اٰثِمَةٌ اَيْ لَا تَحْمِلُ ﴿وِّزْرَ﴾ نَفْسٍ ﴿اُخْرٰى ؕ وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ﴾ اَحَدًا ﴿حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا (۱۵)﴾ يُبَيِّنُ لَهٗ مَا يَجِبُ عَلَيْهِ ﴿وَاِذَآ اَرَدْنَآ اَنْ نُّهْلِكَ قَرْيَةً اَمَرْنَا مُتْرَفِيْهَا﴾ مُنَعَّمِيْهَا بِمَعْنٰى رُؤَسَائِهَا بِالطَّاعَةِ عَلٰى لِسَانِ رُسُلِنَا ﴿فَفَسَقُوْا فِيْهَا﴾ خَرَجُوْا عَنْ اَمْرِنَا ﴿فَحَقَّ عَلَيْهَا الْقَوْلُ﴾ بِالْعَذَابِ ﴿فَدَمَّرْنٰهَا تَدْمِيْرًا (۱۶)﴾ اَهْلَكْنٰهَا بِاِهْلَاكِ اَهْلِهَا وَتَخْرِيْبِهَا ﴿وَكَمْ﴾ اَيْ كَثِيْرًا ﴿اَهْلَكْنَا

مِنَ الْقُرُوْنِ ﴾الامم﴿مِنْۢ بَعْدِ نُوْحٍ ؕ وَكَفٰى بِرَبِّكَ بِذُنُوْبِ عِبَادِهٖ خَبِيْرًۢا بَصِيْرًا (۱۷)﴾عالمًا ببواطنها وظواهرها وبه يتعلق بذنوب﴿مَنْ كَانَ يُرِيْدُ ﴾بعمله﴿الْعَاجِلَةَ ﴾اى الدنيا﴿عَجَّلْنَا لَهٗ فِيْهَا مَا نَشَآءُ لِمَنْ نُّرِيْدُ ﴾التعجيل له بدل من له باعادة الجار﴿ثُمَّ جَعَلْنَا لَهٗ ﴾فى الاخرة﴿جَهَنَّمَ ۚ يَصْلٰهَا ﴾يدخلها﴿مَذْمُوْمًا ﴾ملومًا﴿مَّدْحُوْرًا (۱۸)﴾مطرودًا عن الرحمة﴿وَمَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ وَسَعٰى لَهَا سَعْيَهَا ﴾عمل عملها اللائق بها﴿وَهُوَ مُؤْمِنٌ ﴾حال﴿فَاُولٰٓئِكَ كَانَ سَعْيُهُمْ مَّشْكُوْرًا (۱۹)﴾ عند الله اى مقبولا مثابًا عليه﴿كُلًّا ﴾من الفريقين﴿نُّمِدُّ ﴾نعطى﴿هٰۤؤُلَآءِ وَهٰۤؤُلَآءِ ﴾بدل﴿مِنْ ﴾متعلق بنمد﴿عَطَآءِ رَبِّكَ ؕ ﴾فى الدنيا﴿وَمَا كَانَ عَطَآءُ رَبِّكَ ﴾فيها﴿مَحْظُوْرًا (۲۰)﴾ممنوعًا عن احد﴿اُنْظُرْ كَيْفَ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ؕ ﴾فى الرزق والجاه﴿وَلَلْاٰخِرَةُ اَكْبَرُ ﴾اعظم﴿دَرَجٰتٍ وَّاَكْبَرُ تَفْضِيْلًا (۲۱)﴾من الدنيا فينبغى الاعتناء بها دونها﴿لَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتَقْعُدَ مَذْمُوْمًا مَّخْذُوْلًا (۲۲)﴾ لا ناصر لك.

﴿ترجمہ﴾

اورآدمی برائی کی دعا کرتا ہے (اپنی جان اوراپنے اہل خانہ کے خلاف جب کہ غضبناک ہوتا ہے......۱......) جیسے بھلائی مانگتا ہے (جیسا کہ وہ اپنے حق میں دعا کرتا ہے) اورآدمی (یعنی جنس انسان) بڑا جلد باز......۲...... ہے (کہ اپنے خلاف بددعا کرتا ہے اوراس کے انجام میں غور فکر نہیں کرتا) اورہم نے رات اوردن کو دو نشانیاں بنایا (جو ہماری قدرت پر دلالت کرتی ہیں) تو رات کی نشانی مٹی ہوئی رکھی (یعنی ہم نے اس کے نور کو اندھیرے کے ذریعے سے مٹا دیا تا کہ تم اس میں سکون اورراحت حاصل کرو......۳......اٰیة اللیل میں اضافت بیانیہ ہے) اوردن کی نشانیاں دکھانے والی (یعنی دن میں اس کی روشنی کہ دکھائی دیتا ہے) کہ تلاش کرو (اس میں) اپنے رب کا فضل (کسب معاش کرکے......۴......) اور جانو (ان دونوں کے ذریعے) برسوں کی گنتی اور حساب......۵......(اوقات کے لیے) اور ہر چیز (جس کی ضرورت پڑتی ہے) ہم نے ہر چیز کو خوب جدا جدا ظاہر فرمادی (یعنی ہم نے واضح طور پر بیان کردیا) اور ہر اس کا ظاہر (یعنی اس کا عمل) ہم نے اس کے گلے میں لگا دیا (عنق ،گردن کو بالخصوص ذکر کیا اس لیے کہ اس میں لزوم زیادہ شدید ہوتا ہے، امام مجاہد فرماتے ہیں جو بھی بچہ پیدا ہوتا ہے اس کی گردن میں ایک ورق ہوتا ہے جس میں اس کا بدبخت وخوش بخت ہونا لکھا ہوتا ہے......۶......) اوراس کے لیے قیامت کے دن ایک نوشتہ نکالیں گے (جس میں اس کا عمل لکھا ہوگا) جسے کھلا ہوا پائے گا (یہ دونوں یعنی یلقه اور منشورا کتاب کی صفت ہیں، اوراس سے کہا جائے گا) اپنا نامۂ اعمال پڑھ، آج تو ہی اپنا حساب کرنے کو بہت ہے (حسیبا بمعنی محاسب ہے) جو راہ پر آیا اپنے ہی بھلے کو راہ پر آیا (اس کے راہ یاب ہونے کا ثواب اسی کے لیے ہے) اور جو بہکا اپنے ہی بُرے کا بہکا (کہ اس کا گناہ اسی پر ہے) اورکوئی بوجھ اٹھانے والی (جان یعنی گناہ گار جان نہیں اٹھائے گی، لاتزر بمعنی لا تحمل ہے) دوسری (جان) کا بوجھ نہ اٹھائے گی......۷......اور ہم عذاب کرنے والے نہیں (کسی کو) جب تک رسول نہ بھیج لیں (جو ان سے بیان کردیں وہ امور جو ان پر واجب ہیں) اور جب ہم کسی بستی کو ہلاک کرنا چاہتے ہیں اس کے خوشحالوں پر (یعنی نعمت یافتہ لوگوں پر) احکام بھیجتے ہیں (یعنی اس بستی کے رئیسوں کو اپنے رسل عظام کے ذریعے اطاعت وفرمانبرداری کرنے کا حکم دیتے ہیں) پھر وہ اس میں بے حکمی کرتے ہیں (ہمارے حکم سے نکلنے کی کرتے ہیں) جو اس پر بات پوری ہوجاتی ہے (عذاب کی) تو ہم اسے تباہ کرکے

برباد کردیتے ہیں۔۔۔۔۔۸۔۔۔۔۔(یعنی اس بستی کے رہائشیوں کو ہلاک کر کے اس بستی کو ہلاک وویران کر دیتے ہیں) اور ہم نے کتنی ہی سنگتیں برباد کردیں(کم بمعنی کثیر اور قرون کے معنی امتیں ہے) نوح کے بعد اور تمہارا رب کافی ہے اپنے بندوں کے گناہوں سے خبردار دیکھنے والا (وہ ان کے باطن وظاہر دونوں کو جانتا ہے لفظ بذنوب متعلق ہے خبیرا بصیرا کے) جو چاہے (اپنے عمل کے ذریعے) یہ جلدی والی (یعنی دنیا) تو ہم اسے اس میں جلد دے دیں جو چاہیں (جس کے لیے جلدی) کرنا چاہیں (لمن نرید ،له سے بدل ہے اس میں حرف جر کا اعادہ کیا گیا ہے) پھر اس کے لیے کردیں (آخرت میں) جہنم کہ اس میں جائیں (یعنی اس میں داخل ہو) مذمت (ملامت) کیا ہوا دھکے کھاتا (اللہ عزوجل کی رحمت سے دور) اور جو آخرت چاہے اس کی سی کوشش کرے (یعنی ایسا عمل کرے جو آخرت کے لائق ہو) اور ہو ایمان والا (مومن حال بن رہا ہے) تو انہی کی کوشش ٹھکانے لگی۔۔۔۔۔۹۔۔۔۔۔(اللہ عزوجل کے نزدیک، یعنی وہ اللہ عزوجل کے نزدیک مقبول ہے اور کارِ ثواب ہے) سب کو (یعنی دونوں فریقین کو) مدد دیتے ہیں (ہم عطا کرتے ہیں) اِن کو بھی اور اُن کو بھی (ھولاء بدل ہے کلا سے،) تمہارے رب کی عطا ہے (دنیا میں، "من" نمد کے متعلق ہے) اور تمہارے رب کی عطا پر (دنیا میں) روک نہیں (کسی سے روکی نہیں جاسکتی) دیکھو ہم نے ان میں ایک کو ایک پر کیسی بڑائی دی (رزق اور عزت میں) اور بیشک آخرت دونوں میں سب سے بڑی (یعنی سب سے عظیم اور دنیا سے) فضل میں سب سے اعلیٰ ہے (پس اس کی پرواہ کرنی چاہیے نہ کہ آخرت کی) اے سننے والے! اللہ کے ساتھ دوسرا خدا نہ ٹھرا کہ تو بیٹھ رہے گا مذمت کیا جاتا بیکس (یعنی تمہارا کوئی مددگار نہ ہوگا)۔

﴿ترکیب﴾

﴿ویدع الانسان بالشر دعاء ہ بالخیر و کان الانسان عجولا﴾.

و: مستانفہ، یدع الانسان بالشر: فعل بافاعل وظرف لغو، دعاء: مصدر مضاف وضمیر مضاف الیہ، ملکر فاعل، بالخیر: ظرف لغو، ملکر شبہ جملہ ہوکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، کان الانسان عجولا: فعل ناقص بااسم وخبر، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وجعلنا الیل والنھار ایتین فمحونا ایۃ الیل﴾.

و: عاطفہ، جعلنا: فعل بافاعل، الیل والنھار: مفعول اول، ایتین: مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ، ف: عاطفہ، محونا: فعل بافاعل، ایۃ الیل: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وجعلنا ایۃ النھار مبصرۃ لتبتغوا فضلا من ربکم ولتعلموا عدد السنین والحساب﴾.

و: عاطفہ، جعلنا: فعل بافاعل، ایۃ النھار: مفعول اول، مبصرۃ: مفعول ثانی، لام: جار، لتبتغوا: فعل بافاعل، فضلا: موصوف، من ربکم: ظرف مستقر صفت، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ مجرور، ملکر معطوف علیہ، و لتعلموا عدد السنین والحساب: جارمجرور معطوف، ملکر ظرف لغو، فعل اپنے متعلقات سے ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ولکل شیء فصلنہ تفصیلا ۝ وکل انسان الزمنہ طئرہ فی عنقہ﴾.

و: عاطفہ، کل شیء: منصوب باشتغال مفعول "فصلنا" فعل محذوف کے لیے، ملکر جملہ فعلیہ، فصلنہ: فعل بافاعل ومفعول، تفصیلا: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، کل انسان: منصوب باشتغال مفعول "الزمنا" فعل محذوف کے لیے، ملکر جملہ فعلیہ، الزمنہ: فعل بافاعل ومفعول، طئرہ: ذوالحال، فی عنقہ: ظرف مستقر حال، ملکر مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ونخرج لہ یوم القیامۃ کتابا یلقاہ منشورا﴾.

و: عاطفہ، نخرج: فعل بافاعل، لہ: ظرف لغو، یوم القیمۃ: ظرف، کتبا: موصوف، یلقہ: جملہ فعلیہ صفت

اول، منشورا: صفت ثانی، ملکر مفعول، نخرج اپنے متعلقات سے ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿اقرأ کتبک کفی بنفسک الیوم علیک حسیبا﴾۔

اقرا کتابک: فعل امر با فاعل ومفعول، ملکر جملہ فعلیہ مقولہ قول محذوف "یقال لہ" کے لیے، ملکر جملہ فعلیہ قولیہ، کفی: فعل، بہ: زائدہ، نفسک: ذوالحال، الیوم: ظرف مستقر حال، ملکر ممیز، علیک حسیبا: شبہ جملہ تمیز، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ قولیہ۔

﴿من اهتدی فانما یهتدی لنفسه ومن ضل فانما یضل علیها﴾۔

من: شرطیہ، اهتدی: فعل بافاعل ملکر جملہ فعلیہ شرط، ف: جزائیہ، انما: حرف مشبہ وماکافہ، یهتدی لنفسہ: فعل بافاعل وظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ جواب شرط، ملکر جملہ شرطیہ، و: عاطفہ، من: شرطیہ، ضل: فعل بافاعل، ملکر جملہ فعلیہ شرط، ف: جزائیہ، انما: حرف مشبہ وماکافہ، یضل: فعل بافاعل، علیها: ظرف مستقر ھو ضمیر فاعل سے حال، ملکر جملہ فعلیہ جزا، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿ولا تزر وازرة وزر اخری وما کنا معذبین حتی نبعث رسولا﴾۔

و: عاطفہ، لاتزر وازرة: فعل بافاعل، وزراخری: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، ما: نافیہ، کنا: فعل ناقص اسم، معذبین: اسم فاعل ھم ضمیر فاعل، حتی: جار، نبعث رسولا: جملہ فعلیہ مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر شبہ جملہ ہوکر خبر، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿واذا اردنا ان نهلک قریة امرنا مترفیها ففسقوا فیها فحق علیها القول فدمرنها تدمیرا﴾۔

و: مستانفہ، اذا: ظرفیہ متضمن معنی شرط مفعول فیہ مقدم، اردنا: فعل بافاعل، ان نهلک قریة: جملہ فعلیہ بتاویل مصدر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ شرط، امرنا مترفیها: فعل بافاعل ومفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، ففسقوا فیها: جملہ فعلیہ معطوف اول، فحق علیها القول: جملہ فعلیہ معطوف ثانی، فدمرناتدمیرا: جملہ فعلیہ معطوف ثالث، اپنے معطوف علیہ سے ملکر جزا، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿وکم اهلکنا من القرون من بعد نوح وکفی بربک بذنوب عباده خبیرا بصیرا﴾۔

و: عاطفہ، کم: ممیز، من القرون: ظرف مستقر تمیز، ملکر مفعول، اهلکنا: فعل بافاعل، من بعد نوح: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، کفی: فعل، ب: زائدہ، ربک ممیز، بذنوب عباده خبیرا: شبہ جملہ تمیز اول، بصیرا: تمیز ثانی، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿من کان یرید العاجلة عجلنا له فیها ما نشاء لمن نرید﴾۔

من: شرطیہ مبتدا، کان: فعل ناقص بااسم، یرید العاجلة: فعل بافاعل ومفعول جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ فعلیہ شرط، عجلنا: فعل وضمیر ذوالحال، فیها: ظرف مستقر حال، ملکر فاعل، لہ: جار مجرور، ملکر مبدل منہ، لمن نرید: جار مجرور ملکر بدل، ملکر ظرف لغو، مانشاء: موصول صلہ ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ جواب شرط، ملکر جملہ شرطیہ ہوکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ثم جعلنا له جهنم یصلها مذموما مدحورا﴾۔

ثم: عاطفہ، جعلنا: فعل بافاعل، لہ: جار وضمیر ذوالحال، یصلی: فعل ھو ضمیر مستتر ذوالحال، مذموما: حال اول، مدحورا: حال ثانی ملکر فاعل، ھا: ضمیر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر حال، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، جهنم: مفعول، جعلنا اپنے متعلقات سے ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ومن اراد الاخرة وسعی لها سعیها وهو مومن فاولئک کان سعیهم مشکورا﴾۔

و: عاطفہ، من: شرطیہ مبتدا، ارادالاخرة: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، سعی: فعل ھو ضمیر ذوالحال، وھومومن: جملہ اسمیہ حال، ملکر فاعل، لها: ظرف لغو، سعیها: مفعول مطلق، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر شرط، ف: جزائیہ، اولئک: مبتدا، کان سعیهم مشکورا: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ جزا، ملکر جملہ شرطیہ ہوکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿كلا نمد هؤلاء وهؤلاء من عطاء ربك وما كان عطاء ربك محظورا﴾.

كلا : مبدل منہ تنوین عوض مضاف الیہ "واحد محذوف" ای کل واحد"، هؤلاء و هؤلاء: معطوف علیہ ومعطوف ملکر بدل، ملکر مفعول بہ مقدم، نمد : فعل با فاعل، من عطاء ربك ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ ، و: عاطفہ، كان عطاء ربك: فعل ناقص ومرکب اضافی اسم ، محظورا :خبر، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿انظر كيف فضلنا بعضهم على بعض وللاخرة اكبر درجت واكبر تفضيلا﴾.

انظر: فعل بافاعل، كيف :اسم استفہام حال مقدم، فضلنا :فعل وضمیر ذوالحال، ملکر فاعل، بعضهم: مفعول، على بعض: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، و : مستانفہ، لام: ابتدائیہ تاکید، اخرة:مبتدا، اكبر: ممیز، درجت: تمیز، ملکر معطوف علیہ، و: عاطفہ، اكبر: ممیز، تفضيلا : تمیز ،ملکر معطوف، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿لا تجعل مع الله الها آخر فتقعد مذموما مخذولا﴾.

لا :ناھیہ ،تجعل :فعل با فاعل، مع الله: ظرف مستقر مفعول ثانی، الها اخر :مفعول اول، ملکر جملہ فعلیہ ، ف :سببیہ، تقعد: فعل انت ضمیر مستتر ذوالحال، مذموما :حال اول، مخذولا :حال ثانی، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ بتقدیر "ان" جواب نہی واقع ہے۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

اپنے اور اہل وعیال کے لئے بددعا کرنا:

ا...... انسان حالت غصہ میں اپنے لئے، اہل وعیال کے لیے اور اپنے مال کے لیے بددعا کرتا جس طرح بعض اوقات دعائے خیر کرتا ہے، اپنے لیے کہ اللہ اُسے سلامتی عطا فرمائے، اس کے رزق میں برکت دے، اس کے مال واولاد کو سلامت رکھے، اللہ اپنے فضل سے بُرائی کی دعا کو قبول نہیں کرتا اگر قبول کرلے تو انسان ہلاک ہوجائے۔ قتادہ کہتے ہیں کہ انسان اپنے اور اہل وعیال کے لیے ہلاکت کی دعا کرتا ہے، اگر اللہ ان کی یہ دعا قبول کرلیتا تو وہ ہلاک ہوجاتا۔ حضرت ابن عباس نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا: اس سے مراد یہ ہے کہ انسان غصہ اور غضب میں کہتا ہے: "اے اللہ اس پر لعنت فرما یا اس پر غضب فرما، اگر اس کی یہ دعا جلد قبول کرلی جائے جیسا کہ اس کی خیر کی دعا جلد قبول کرلی جاتی ہے تو وہ ہلاک ہوجائے"۔ مجاہد نے کہا کہ کبھی انسان اپنی بیوی اور اولاد کے خلاف دعا کرتا ہے اور ان کی قبولیت کے لیے جلدی کرتا ہے اور یہ نہیں چاہتا کہ یہ قبول ہو۔ (جامع البیان القرآن، الجزء ۱۵، ص ۵۶ وغیرہ)

جلد بازی انسان کی سرشت میں داخل ہے:

۲...... حضرت سلمان فارسی اور ابن عباس سے روایت ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کے مبارک پاؤں میں روح نفوذ ہونے سے پہلے انہوں نے کھڑے ہونے کا ارادہ کیا، اور یہ معاملہ اس وقت ہوا جب کہ روح ان کے سر تک نہ پہنچی تھی، پھر جب روح ان کے دماغ تک پہنچی تو صبح کا وقت ہوگیا، حضرت آدم علیہ السلام نے اللہ کی حمد بیان فرمائی، اللہ نے فرمایا: "یرحمك ربك یا آدم اے آدم تجھ پر تیرا رب رحم فرمائے"، پھر جب روح آنکھوں تک پہنچی تو مبارک آنکھیں کھل گئیں، پھر روح جسم مبارک کے مختلف حصوں اور اعضاء میں پھیل گئی یہاں تک کہ سارے عجائبات دیکھ لیے، پس حضرت آدم علیہ السلام نے چاہا کہ جلد از جلد روح مبارک پاؤں تک پہنچے تاکہ آپ کھڑے ہوسکیں ،اسی لیے اللہ کی بارگاہ صمدیت میں ملتجی ہوئے: "اے اللہ رات ہونے سے پہلے پاؤں میں روح لوٹا دے"۔ (ابن کثیر، ج ۳، ص ۳۵)

☆...... حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جب اللہ عزوجل نے حضرت آدم علیہ السلام کی صورت بنا کر ان کو چھوڑا اور جب تک چاہا چھوڑے رکھا تو ابلیس ان کے گرد گھومتا رہا اور یہ سوچتا رہا کہ یہ کیا چیز ہے؟ جب اس نے دیکھا کہ یہ کھوکھلے ہیں تو اس

نے سمجھ لیا کہ یہ ایسی مخلوق ہے جو غصہ کے وقت اپنے آپ پر قابو نہیں رکھ سکے گی۔
(صحیح مسلم، کتاب البر والصلة ،باب :خلق الانسان خلقا،رقم: ٦٥٤٤/ ٢٦١١،ص ١٢٨٨)

رات آرام کے لیے بنائی گئی ھے:

۳......اللہ عزوجل اپنے بندوں پر کرم فرماتا ہے جہاں اس نے دن کو کام کاج اور کسب معاش کے لئے بنایا وہاں اس نے رات کو سکون واطمینان کے لئے بنایا، اور یہ اس طرح کہ انسان رات کو آرام کر کے دن بھر کی تھکن اتارے اور اگر قرآن پر عمل کرنے کی نیت سے سوئے تو ثواب بھی پائے۔ لیکن اللہ عزوجل کے نیک بندے جن کی زندگی کا مقصد صرف رضائے الٰہی عزوجل ہوتا ہے وہ نہ دن میں یاد الٰہی عزوجل سے اپنے اوقات کو خالی جانے دیتے ہیں اور نہ ہی رات میں، چنانچہ حضرات انبیائے کرام علیہم السلام جو کہ بندوں میں سب سے اعلیٰ درجے کے مالک ہوتے ہیں وہ راتوں میں جاگ جاگ کر اپنے رب کی رضا کو حاصل کرتے رہتے ہیں، اس کی واضح دلیل خود باری عزوجل کا فرمان ﴿یایها المزمل قم الیل الا قلیلا نصفه او انقص منه قلیلا﴾ (المزمل:۱تا۳)۔(عطائین، ج۲، ص ۱۵۲)

(دن میں) اللہ عزوجل کا فضل بطور رزق ھونا:

۴......اللہ نے رزق کو ''الفضل'' سے اور کسب کو ''الابتغاء'' سے تعبیر فرمایا، اس فرمان میں اس بات پر تعریض ہے کہ اللہ عزوجل کی صفت ربوبیہ کا اکمال (رزق کے ذریعے بندے تک) یکے بعد دیگرے ہوتا ہے، شیخ الاسلام نے کہا: ''بندے کے لیے رزق کا حصول صرف اس کی تاثیر طلب سے نہیں بلکہ اللہ کی عطا سے ہوتا ہے اور یہ اللہ عزوجل پر واجب بھی نہیں بلکہ اللہ عزوجل کی صفت ربوبیہ کی وجہ سے اس کا فضل ہے''۔ اور تاثیر طلب سے مراد جملہ اسباب عادیہ ہیں۔ (روح المعانی ،الجزء الخامس عشر، ص ٤٠)

دنوں اور برسوں کی گنتی کا حساب:

۵......جاننا چاہیے کہ حساب چار مراتب سے گزر کر مکمل ہوتا ہے، ساعات (گھڑیاں)، ایام (دن)، شہور (مہینے)، سنون (یعنی سال)۔ پس تعداد کا اعتبار سالوں میں ہوتا ہے اور حساب سالوں کے علاوہ مہینوں، دنوں اور گھڑیوں میں ہوتا ہے۔ اور یہ چار مراتب تکرار ہی سے حاصل ہوتے ہیں جیسا کہ اعداد کے مراتب بھی چار ہی ہیں اور تکرار سے حاصل ہوتے ہیں، اعداد کے چار مراتب یہ ہیں: الاحاد (واحد)، العشرات (دس)، المئات (سو)، الالوف (ہزار)۔(الرازی، ج۷، ص ۳۰۷)

اعمال نامے گلے میں ھونے کا معنی:

۶......حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ ہر پیدا ہونے والے انسان کے لیے اس کا عمل مقدر کر دیا گیا ہے، ایک قول یہ ہے کہ بندے کا خیر و شر اس کے اپنے ذمے ہے یہاں تک کہ بندہ خود اس کا محاسبہ نہ کرے، ایک قول یہ کیا گیا ہے کہ ہر پیدا ہونے والے بچے کے گلے میں اس کی نیک بختی و بدبختی کا نامہ ہوتا ہے، ایک قول یہ کیا گیا ہے کہ ''الطائر'' سے مراد یہ ہے کہ پیدا ہونے والا بچہ جو عمل دنیا میں آکر کرے گا وہی کچھ لکھ دیا گیا ایسا ہرگز نہیں کہ اُسے خیر و شر پر مجبور کر دیا جاتا ہو۔ (الخازن، ج۳، ص ١٢٤)

☆......حضرت عبداللہ بن عمرو العاص بیان کرتے ہیں کہ میں نے سید عالم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اللہ نے اپنی مخلوق کو ظلمت میں پیدا کیا پھر ان پر اپنا نور ڈالا پس جس شخص کو وہ نور پہنچ گیا وہ ہدایت پا گیا اور جس شخص نے اس نور سے خطا کی وہ گمراہ ہو گیا، اسی وجہ سے میں کہتا ہوں کہ قلم اللہ کے علم کے مطابق لکھ کر خشک ہو چکا ہے۔ یہ حدیث حسن ہے۔

(سنن الترمذی، کتاب الایمان، باب: ماجاء فی افتراق ،رقم: ٢٦٥١،ص ٧٦٠)

ہر جان اپنی کمائی کا بوجھ اٹھائے گی:

ے.....کل قیامت میں انسان اپنے گناہوں کے بوجھ میں دبا ہوا ہوگا، ایسا کیوں نہیں ہوتا کہ انسان گناہ کرنے سے پہلے اس کی شامت خیزی پر غور و تفکر کرلے۔ اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا: ﴿یحملون اوزارھم علی ظھورھم یعنی اپنی پیٹھوں پر گناہوں کا بوجھ اٹھاتے ہونگے (الانعام: ۳۱) ﴾۔ پیش نظر آیت میں ''وزر'' کو'' وازر'' پر محمول کیا گیا ہے، اس سے مرادوہ حاکم وقت ہے جو اپنی رعایا (پر ہونے والے مظالم کا) بوجھ اٹھائے گا۔ قیامت کے دن بیٹا اپنی ماں سے ملاقات کرے گا، ماں کہے گی اے میرے لخت جگر! کیا میری گود تیرے لئے آرام گاہ نہیں تھی، میرا دودھ تیرے لیے خوراک نہیں تھا، میرا پیٹ تیرے لیے جائے مسکن نہیں تھا، بیٹا کہے گا کیوں نہیں والدہ محترمہ، ایسا ہی تھا۔ ماں کہے گی میرے گناہوں کا بوجھ بڑا بھاری ہے تو اس میں سے ایک گناہ کا بوجھ اٹھالے، بیٹا کہے گا: ''ماں آج کے دن میں اپنے بوجھ اٹھانے میں مشغول ہوں''۔ اس آیت اور ذیل میں دی گئی احادیث سے بی بی عائشہ نے استدلال کیا ہے کہ زندہ لوگوں کے میت پر رونے کی وجہ سے میت کو عذاب نہیں ہوتا۔ (الجامع الاحکام القرآن، الجزء ۱۵، ص ۲۰۲)

☆.....حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہ فرماتے تھے کہ میت پر گھر والوں کے رونے سے میت کو عذاب ہوتا ہے، پھر جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو زخمی کر دیا گیا تو حضرت صہیب رضی اللہ عنہ ان کے پاس روتے ہوئے آئے اور کہنے لگے، ہائے میرے بھائی! ہائے میرے صاحب!، حضرت عمر نے کہا: اے صہیب! تم مجھ پر کیوں رو رہے ہو حالانکہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''گھر والوں کے رونے سے میت کو عذاب دیا جاتا ہے''۔ (صحیح البخاری، کتاب الجنائز، باب: قول النبی یعذب المیتة، رقم: ۱۲۸۷، ص ۲۰۶)

☆.....حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے تو میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ قول بی بی عائشہ کو بیان کیا، حضرت بی بی عائشہ نے ارشاد فرمایا: اللہ عمر رضی اللہ عنہ پر رحم فرمائے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا تھا کہ گھر والوں کے رونے سے میت کو عذاب دیا جاتا ہے بلکہ یہ فرمایا تھا کہ گھر والوں کے رونے سے کافر کے عذاب کو زیادہ کیا جاتا ہے، اور تمہارے لیے قرآن مجید کی یہ آیت کافی ہے۔ ﴿ولا تزر وازرة وزر اخری اور کوئی بوجھ اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا (الانعام: ۱۶۴، الاسراء: ۱۳) ﴾۔

(المرجع السابق رقم: ۱۲۸۸)

☆.....حضرت عائشہ طیبہ طاہرہ فرماتی ہیں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم ایک یہودی کی قبر کے پاس سے گزرے جس کے گھر والے رو رہے تھے، آپ نے فرمایا: ''یہ اس پر رو رہے ہیں اور اس کو قبر میں عذاب ہو رہا ہے''۔ (سنن الترمذی، کتاب الجنائز، باب: ماجاء کراھیة البکاء، رقم: ۱۰۰۶، ص ۳۰۶)

☆.....بی بی عائشہ کے کہنے کا مطلب یہ تھا کہ جب کوئی شخص اپنے گناہ کا بوجھ نہیں اٹھائے گا تو گھر والوں کے رونے سے میت کو عذاب کیوں کر ہوگا؟ بعض فقہاء کی رائے یہ ہے کہ گھر پر رونے والوں کی وجہ سے میت کو قبر میں عذاب کا سامنا کرنا پڑتا ہے، ان فقہاء کی دلیل قرآن مجید کی یہ آیت ﴿یایھا الذین امنوا قوا انفسکم واھلیکم نارا اے ایمان والوں! اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو دوزخ کی آگ سے بچاؤ (التحریم: ٦) ﴾۔ ضروری امر یہ ہے کہ انسان اپنے گھر والوں کو بھی نیکی کی دعوت دے، برائی سے منع کرے تاکہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان: ''کلکم راع و کلکم مسئول عن رعیته یعنی تم میں سے ہر ایک نگہبان (حاکم) ہے اور حاکم سے کل بروز قیامت اس کی رعایا کے متعلق پوچھا جائے گا'' کی گرفت میں نہ آئے۔

نافرمانی بربادی کو دعوت دیتی ہے:

۸.....دنیا کی محبت میں گرفتار طرح طرح کے لوگ مختلف جرائم کی پاداش میں اپنی زندگی کے شب و روز کو آلودہ کر رہے ہیں، دن دہاڑے مسلمانوں کے مال و اسباب پر قبضہ، قتل و غارت گری، لوٹ مار، گھر، مسجد، مدرسہ، اسکول، بازار، بس اسٹاپ، ملکی

وپیردن ملکی سفر، الغرض کہیں جائے پناہ نظر نہیں آتی۔ یاد رکھنا چاہیے کہ گناہوں پر جری ہوجانا، جائز ناجائز کی پرواہ نہ کرنا، عہدے ومنصب کا ناجائز فائدہ اٹھا کر دوسروں کو دعوت گناہ دینا، خود بھی نافرمانی کر کے عذاب کو دعوت دینا اور دوسروں کے لیے بھی بربادی وبے سکونی کا ساماں کرنا عذاب کو دعوت دینا ہے۔ آہ! اثر ورسوخ، طاقت وقوت، عہدہ منصب، جاگیریں، حکومتی عہدے داران بڑے بڑے جرائم کی انجام دہی میں مثالی کردار ادا کرنے والے سوچ لیں کہیں ایسا تو نہیں کہ اللہ کے فرمان: ''اور جب ہم کسی بستی کے لوگوں کو ہلاک کرنے کا ارادہ کرتے ہیں تو اس کے عیش پرستوں کو اپنے احکام بھیجتے ہیں سو وہ ان احکام کی نافرمانی کرتے ہیں پھر وہ عذاب کے حکم کے مستحق ہو جاتے ہیں سو ہم ان کو تباہ وبرباد کر دیتے ہیں''۔ کے مکمل ہونے کا انتظار کر رہے ہیں۔

کامیابی اس مومن کی جو آخرت چاہے:

{۹}.....اس آیت میں یہ فکر دی گئی ہے کہ صرف دنیا کی طلب نہیں کرنی چاہیے بلکہ ان لوگوں کی مذمت بھی کی گئی ہے جو فقط دنیا ہی طلب کرتے ہیں اور آخرت کے بے بہا انعام واکرام کی طرف توجہ نہیں کرتے۔ دنیا میں کئے جانے والے نیک اعمال کے مقبول ہونے کے لیے ایمان بھی شرط ہے، جس کا ایمان ہی مکمل نہیں وہ کتنی ہی نیکیاں کر لے، اسے کچھ فائدہ نہ ہوگا۔ آخرت میں انہی لوگوں کو فائدہ ہوگا جو دنیا میں اعمال صالحہ بجالاتے ہیں اور وہ صاحب ایمان بھی ہوں۔

☆......حضرت بی بی عائشہ فرماتی ہیں میں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! زمانہ جاہلیت میں ابن جدعان رشتے داروں کے ساتھ نیک سلوک کرتا تھا اور مسکینوں کو کھانا کھلاتا تھا، کیا یہ عمل اس کو آخرت میں نفع دے گا؟ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''یہ عمل اس کو نفع نہ دے گا، کیونکہ اس نے ایک دن بھی یہ نہیں کہا: اے میرے اللہ! قیامت کے دن میری خطاؤں کو بخش دینا''۔ (صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب:الدلیل علی ان من مات، رقم:۶/۴۰۶/۲۱۴،ص ۱۳۰)۔ اس حدیث کے تحت علامہ نووی شافعی لکھتے ہیں: قاضی عیاض نے فرمایا کہ اس پر اجماع ہے کہ کفار کو ان کے نیک اعمال سے نفع نہیں ہوگا، ان کو آخرت میں ان کی نیکیوں پر کوئی اجر وثواب نہیں ملے گا، اور نہ ان کے عذاب میں کوئی تخفیف ہوگی، البتہ کافروں کے جرائم کے اعتبار سے بعض کو بعض سے زیادہ عذاب ہوگا۔ (نووی علی مسلم،المرجع السابق ،ص ۲۴۴)

نیک اعمال پر ثواب کا مرتب ہونا نیت پر موقوف ہوتا ہے، لہٰذا جسے یہ خواہش ہو کہ آخرت میں دنیاوی اعمال صالحہ پر اجر وثواب ملے تو وہ نیت کا سہارا لے۔ سید عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے نیکی کا ارادہ کیا پھر نیکی نہ کی تو اس کے لیے ایک نیکی لکھی جائے گی''۔ (صحیح مسلم ،کتاب الایمان، باب:اذا هم العبد، رقم: ۲۳۶/۱۳۰،ص ۸۳)

اغراض: اذا ضجر: یعنی غم وغصہ کی شدت کا پایا جانا مراد ہے۔

ای کدعائه: اس جملے میں اس جانب اشارہ ہے کہ کلام میں تشبیہ سے کام لیا گیا ہے، معنی یہ ہے کہ جب انسان کو کوئی غم پہنچتا ہے تو اپنی جان واپنے اہل کے لیے برائی کی دعائیں کرتا ہے جیسا کہ باقی صورت میں بھلائی کی دعائیں کی جاتی ہیں، اور اس بارے میں فرمان باری تعالیٰ ﴿ولو یعجل الله للناس الشر استعجالهم بالخیر لقضی الیهم اجلهم (یونس: ۱۱)﴾ گزر چکا، اللہ بھلائی کے بارے میں مانگی جانے والی دعا قبول فرماتا ہے اور برائی کے بارے میں مانگی جانے والی دعا قبول نہیں فرماتا۔

لتسکنوا فیه: جس طرح دن میں کسب معاش کے لیے کوشش کی جاتی ہے اسی طرح اللہ نے رات کو سکون حاصل کرنے کے لیے بنایا ہے۔

للاوقات: یعنی قرض کی ادائیگی، نماز کی ادائیگی، حج، روزہ، زکوۃ وغیرہ امور دینیہ کی ادائیگی کے اوقات مراد ہیں۔

مکتوب فیها شقی وسعید: مجاہد نے سعادت وشقاوت کو خاص طور پر ذکر کیا، اسی طرح رزق اور موت کا وقت بھی لکھا ہوا ہے، سعادت وشقاوت آخرت میں باقی رہنے والی چیزیں ہیں، جب کہ رزق اور موت مرنے کے ساتھ ہی منقطع ہو جائیں گے۔

منعمیھا: یعنی خواہشات میں منہمک لوگ، جوکہ آخرت سے عموماً غافل ہوتے ہیں۔
ملوما: مخلوق قیامت کے دن ان قابل ملامت چیزوں کوملامت کریں گی جوانہیں دنیا میں پہنچی تھیں۔
مشابا علیه: یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنے بندوں کے اعمال کوقبول فرمالیااورانہیں اعمال پرثواب کی نعمت عطافرمائی۔
من "فریقین: دنیا کاارادہ کرنے والے یاآخرت کاارادہ کرنے والے۔
ممنوعا علی احد: یعنی مومن یاکافر، اور جہاں تک آخرت کامعاملہ ہے توآخرت میں کافرکوکچھ نہ ملے گااورخاص مومنین کوعطائیں ہونگی۔
فی الدنیا: یعنی دنیامیں وسعتِ رزق، جاہ منصب اور عافیت وغیرہ۔
من الدنیا: یعنی دنیاکے درجات، اورآخرت کافضل بڑاہے جوکبھی ختم نہ ہوگا، بلکہ دائمی ہے اُسے فنانہیں۔(الصاوی، ج۳، ص۳۱۲وغیرہ)

رکوع نمبر: ۳

﴿وَقَضٰی ﴾اَمَرَ﴿رَبُّکَ ﴾اَنْ لَا ﴿اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِیَّاهُ ﴾وَاَنْ تُحْسِنُوا﴿وَبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا ط﴾بِاَنْ تَبَرُّوْهُمَا ﴿اِمَّا یَبْلُغَنَّ عِنْدَکَ الْکِبَرَ اَحَدُهُمَآ ﴾فَاعِلٌ﴿اَوْ کِلٰهُمَا ﴾وَفِی قِرَائَةٍ یَبْلُغَانِ فَاَحَدُهُمَا بدل من الفه﴿فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ ﴾بِفَتْحِ الْفَاءِ وَکَسْرِهَا مُنَوَّنًا وَغَیْرَ مُنَوَّنٍ مَصْدَرٌ بِمَعْنٰی تَبًّا وَقَبْحًا ﴿وَّلَا تَنْهَرْهُمَا ﴾تَزْجَرْهُمَا﴿وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا کَرِیْمًا(۲۳)﴾جَمِیْلًا لَیِّنًا﴿وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ ﴾اَلِنْ لَهُمَا جَانِبَکَ الذَّلِیْلَ﴿مِنَ الرَّحْمَةِ ﴾اَیْ لِرِقَّتِکَ عَلَیْهِمَا﴿وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا کَمَا﴾رَحِمَانِیْ حِیْنَ﴿ رَبَّیٰنِیْ صَغِیْرًا(۲۴) رَبُّکُمْ اَعْلَمُ بِمَا فِیْ نُفُوْسِکُمْ ط﴾مِنْ اِضْمَارِ الْبِرِّ وَالْعُقُوْقِ ﴿اِنْ تَکُوْنُوْا صٰلِحِیْنَ ﴾طَائِعِیْنَ لِلّٰهِ تَعَالٰی﴿فَاِنَّهٗ کَانَ لِلْاَوَّابِیْنَ ﴾الرَّجَاعِیْنَ اِلٰی طَاعَتِهٖ﴿غَفُوْرًا (۲۵)﴾لِمَا صَدَرَ مِنْهُمْ فِی حَقِّ الْوَالِدَیْنِ مِنْ بَادِرَةٍ وَهُمْ لَا یَضْمِرُوْنَ﴿وَ اٰتِ ﴾اَعْطِ﴿ذَا الْقُرْبٰی ﴾الْقَرَابَةَ﴿حَقَّهٗ ﴾مِنَ الْبِرِّ وَالصِّلَةِ ﴿وَالْمِسْکِیْنَ وَابْنَ السَّبِیْلِ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِیْرًا(۲۶)﴾بِالْاِنْفَاقِ فِی غَیْرِ طَاعَةِ اللهِ تعالٰی﴿اِنَّ الْمُبَذِّرِیْنَ کَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّیٰطِیْنِ ط﴾اَیْ عَلٰی طَرِیْقَتِهِمْ﴿وَکَانَ الشَّیْطٰنُ لِرَبِّهٖ کَفُوْرًا(۲۷)﴾شَدِیْدَ الْکُفْرِ لِنِعَمِهٖ فَکَذٰالِکَ اَخُوْهُ الْمُبَذِّرُ﴿وَاِمَّا تُعْرِضَنَّ عَنْهُمْ ﴾اَیِ الْمَذْکُوْرِیْنَ مِنْ ذِی الْقُرْبٰی وَمَا بَعْدَهٗ فَلَمْ تُعْطِهِمْ ﴿ابْتِغَآءَ رَحْمَةٍ مِّنْ رَّبِّکَ تَرْجُوْهَا ﴾اَیْ لِطَلَبِ رِزْقٍ تَنْتَظِرُهٗ یَاتِیْکَ فَتُعْطِیْهِمْ مِنْهُ﴿فَقُلْ لَّهُمْ قَوْلًا مَّیْسُوْرًا (۲۸) ﴾لَیِّنًا سَهْلًا بِاَنْ تَعِدَهُمْ بِالْاِعْطَاءِ عِنْدَ مَجِیْءِ الرِّزْقِ﴿وَلَا تَجْعَلْ یَدَکَ مَغْلُوْلَةً اِلٰی عُنُقِکَ ﴾اَیْ لَا تُمْسِکْهَا عَنِ الْاِنْفَاقِ کُلَّ الْمَسْکِ﴿وَلَا تَبْسُطْهَا ﴾فِی الْاِنْفَاقِ ﴿کُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُوْمًا ﴾رَاجِعٌ لِلْاَوَّلِ ﴿مَّحْسُوْرًا(۲۹)﴾مُنْقَطِعًا لَا شَیْءَ عِنْدَکَ رَاجِعٌ لِلثَّانِیْ﴿اِنَّ رَبَّکَ یَبْسُطُ الرِّزْقَ﴾یُوَسِّعُهٗ﴿ لِمَنْ یَّشَآءُ وَیَقْدِرُ ط﴾یُضَیِّقُهٗ لِمَنْ یَشَاءُ﴿اِنَّهٗ کَانَ بِعِبَادِهٖ خَبِیْرًا م بَصِیْرًا(۳۰)﴾عَالِمًا بِبَوَاطِنِهِمْ وَظَوَاهِرِهِمْ فَرَزَقَهُمْ عَلٰی حَسْبِ مَصَالِحِهِمْ.

﴿ترجمہ﴾

اورتمہارے رب نے حکم فرمایا(قضی بمعنی امر ہے) کہ(ان دراصل ہان ہے)اس کے سواکسی کونہ پوجو(اوراچھاسلوک کرو)والدین

کے ساتھ خوب اچھا سلوک......۱......(یوں کہ ان دونوں کے ساتھ نیکی کرو) اگر تیرے سامنے ان میں ایک (احدھما کلاھما فاعل ہیں) یا دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں (ایک قراءت میں یبلغان ہے، اس صورت میں الف تثنیہ ممیز سے بدل ہوگا) تو ان سے ہوں نہ کہنا (اُفّ کو فاء کے فتحہ کے ساتھ اور فاء کی کسرہ کے ساتھ مُنَوَّن پڑھا گیا ہے اور غیر منون پڑھے جانے کی صورت میں یہ مصدر بمعنی تبّاً و قبحاً ہوگا) اور انہیں نہ جھڑکنا (تنهرهما بمعنی تزجرهما ہے) اور ان سے تعظیم کی بات کہنا (اچھی اور نرمی والی بات) اور ان کے لیے عاجزی کا بازو بچھا (اپنی عاجزی اور نرمی والی جانب ان کے لیے نرم اور ہموار رکھ) نرم دلی سے (یعنی ان دونوں پر رقت قلبی کی وجہ سے رحمدلانہ سلوک کر) اور عرض کر کہ اے میرے رب تو ان پر رحم کر جیسا کہ (ان دونوں نے مجھ پر رحم کیا جب) مجھے بچپن میں پالا......۲......تمہارا رب خوب جانتا ہے جو تمہارے دلوں میں ہے (یعنی والدین کی بھلائی اور ان کی نافرمانی) اگر تم لائق ہوئے (اللہ ﷻ کے فرمانبردار ہوئے) تو بیشک وہ (اپنی طاعت کی طرف) رجوع کرنے والوں کو بخشنے والا ہے (ان لغزشوں کو جو والدین کے حق میں ان سے صادر ہو جاتی ہیں حالانکہ وہ دل میں والدین کی نافرمانی چھپائے نہیں ہوتے، اوّابین بمعنی راجعین الی طاعة الله ہے) اور دے رشتہ داروں کو ان کا حق (ان کے ساتھ بھلائی اور صلہ رحمی کر کے، ات بمعنی اعط ہے اور ذی القربی میں قربی کے معنی قرابت ہے) اور مسکین اور مسافر کو اور (اللہ ﷻ کی نافرمانی میں خرچ کر کے) فضول نہ اڑائے بیشک اڑانے والے شیطان کے بھائی ہیں......۳......(یعنی ان کے طریقے پر ہیں) اور شیطان اپنے رب کا بڑا ناشکرا ہے (پس یہی حال اس کے فضول خرچ بھائی کا ہے) اور اگر تو ان سے منہ پھیرے (جن ذی القربی کا ماقبل ذکر ہوا، اور ان کے بعد ذکر کردہ لوگ اور انہیں کچھ نہ دے) اپنے رب کی رحمت کے انتظار میں جس کی تجھے امید ہے (یعنی اس رزق کو طلب کرنے کے لیے جس کا تم اپنے پاس آنے کا انتظار کرتے ہو کہ تم اس میں سے انہیں عطا کر سکو) تو ان سے آسان بات کہہ (میسورا کا معنی نرم و آسان ہے، یوں کہ رزق آ جانے کے وقت انہیں کھانا فراہم کرنے کا ان سے وعدہ کر لو) اور اپنا ہاتھ اپنی گردن سے بندھا ہوا نہ رکھ (اور اپنے ہاتھ کو خرچ کرنے سے بالکل روک نہ رکھ) اور نہ پورا کھول دے......۴......(خرچ کرنے کے معاملے میں) کہ تو بیٹھا رہے ملامت کیا ہوا تھکا ہوا (ملوما یہ پہلی حالت کی طرف راجع ہے اور محسورا یہ دوسری حالت کی جانب راجع ہے، محسورا بمعنی منقطع ہے یعنی تمہارے پاس کوئی چیز باقی نہ رہے) بیشک تمہارا رب جسے چاہے رزق کشادہ (یعنی وسیع) دیتا ہے اور کستا ہے (یعنی تنگ کر دیتا ہے جس کے لیے چاہتا ہے) بیشک وہ اپنے بندوں کو خوب جانتا دیکھتا ہے (اپنے بندوں کے ظاہر و باطن خوب جانتا ہے پس انہیں انکی مصلحتوں کے مطابق رزق عطا فرماتا ہے)۔

﴿ترکیب﴾

﴿وقضی ربک الا تعبدوا الا ایاه وبالوالدین احسانا﴾.

و: مستانفہ، قضی ربک: فعل با فاعل، ان: مصدریہ، لا تعبدوا: فعل نہی با فاعل، الا: اداۃ حصر، ایاہ: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، معطوف علیہ و: عاطفہ، بالوالدین: ظرف مستقر فعل محذوف "احسنوا" کے لیے، احسانا: مفعول مطلق، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿اما یبلغن عندک الکبر احدهما او کلهما فلا تقل لهما اف ولا تنهرهما وقل لهما قولا کریما﴾.

ان: شرطیہ، ما: زائدہ، یبلغن: فعل مؤکد بلام و نون تاکید، عندک: ظرف مستقر حال مقدم، الکبر: ذوالحال ملکر مفعول، احدهما: معطوف علیہ، و کلهما: معطوف، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ شرط، ف: جزائیہ، لا تقل لهما: فعل نہی با فاعل و ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ قول، اف: اسم فعل بمعنی "اتضجر" اس میں "انا" ضمیر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ مقولہ، ملکر جملہ فعلیہ قولیہ ہو کر معطوف علیہ، و: عاطفہ، لا تنهر: فعل نہی

بافاعل، هما: مفعول، ملکر معطوف اول، و: عاطفہ، قل لهما: فعل بافاعل وظرف لغو، قولا کریما: مفعول مطلق، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿واخفض لهما جناح الذل من الرحمة وقل رب ارحمهما كما ربينى صغيرا﴾.

و: عاطفہ، اخفض لهما جناح الذل: فعل بافاعل وظرف لغو ومفعول، من الرحمة: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ قل: قول، رب: جملہ ندائیہ، ارحمهما: فعل بافاعل ومفعول، ک: جار، ما: موصولہ، ربىٰ: فعل والف تثنیہ فاعل، نى: وقایہ ی ضمیر ذوالحال، صغيرا: حال ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ صلہ، ملکر مجرور، ملکر ظرف مستقر، رحمة مصدر محذوف کی صفت مرکب توصیفی مفعول مطلق، ارحم اپنے متعلقات سے ملکر جملہ فعلیہ مقصود بالندا، ملکر مقولہ، ملکر جملہ فعلیہ قولیہ معطوف، ملکر ماقبل "قل لهما" پر معطوف ہے۔

﴿ربكم اعلم بما فى نفوسكم ان تكونوا صلحين فانه كان للاوابين غفورا﴾.

ربکم: مبتدا، اعلم: اسم تفضیل وضمیر فاعل، بما فى نفوسكم: ظرف لغو، ملکر شبہ جملہ ہوکر خبر ملکر جملہ اسمیہ، ان: شرطیہ، تكونوا صلحين: جملہ فعلیہ شرط، ف: جزائیہ، انه: حرف مشبہ واسم، كان: فعل ناقص بااسم، للاوابين: ظرف لغو مقدم، غفورا: صفت مشبہ بافاعل، ملکر شبہ جملہ ہوکر خبر، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ جزا، ملکر جملہ شرطیہ ماقبل "نفوسكم" میں "كم" ضمیر سے حال ہے۔

﴿وآت ذاالقربى حقه والمسكين وابن السبيل ولا تبذر تبذيرا﴾.

و: عاطفہ، ات: فعل با فاعل، ذاالقربى: معطوف علیہ، والمسكين: معطوف اول، وابن السبيل: معطوف ثانی، ملکر مفعول اول، حقه: مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، لاتبذر: فعل بافاعل، تبذيرا: مفعول مطلق، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ان المبذرين كانوا اخوان الشيطين وكان الشيطن لربه كفورا﴾.

ان: حرف مشبہ، المبذرين: اسم، كانوا: فعل ناقص بااسم، اخوان الشيطين خبر، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، كان: فعل ناقص، الشيطن: اسم، لربه كفورا: شبہ جملہ خبر، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿واما تعرضن عنهم ابتغاء رحمة من ربك ترجوها فقل لهم قولا ميسورا﴾

و: عاطفہ، ان: شرطیہ، ما: زائدہ، تعرضن عنهم: فعل بافاعل وظرف لغو، ابتغاء: مضاف، رحمة: موصوف، من ربك: ظرف مستقر صفت اول، ترجوها: جملہ فعلیہ صفت ثانی، ملکر مضاف الیہ، ملکر مفعول لہ، ملکر جملہ فعلیہ شرط، ف: عاطفہ، قل لهم: فعل بافاعل وظرف لغو، قولا ميسورا: مفعول مطلق، ملکر جملہ فعلیہ جزا، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿ولا تجعل يدك مغلولة الى عنقك ولا تبسطها كل البسط فتقعد ملوما محسورا﴾.

و: عاطفہ، لاتجعل: فعل وبافاعل: يدك: مفعول اول، مغلولة الى عنقك: شبہ جملہ ہوکر مفعول ثانی، ملکر معطوف علیہ، و: عاطفہ، لا تبسطها: فعل بافاعل ومفعول، كل البسط: مفعول مطلق، ملکر معطوف، ملکر جملہ فعلیہ، ف: سببیہ، تقعد: فعل انت ضمیر ذوالحال، ملوما: حال اول، محسورا: حال ثانی، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ بتقدیر "ان" جواب نہی واقع ہے۔

﴿ان ربك يبسط الرزق لمن يشاء ويقدر انه كان بعباده خبيرا بصيرا﴾.

ان ربك: حرف مشبہ واسم، يبسط الرزق: فعل بافاعل ومفعول، لمن يشاء: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و يقدر: جملہ فعلیہ معطوف، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ، انه: حرف مشبہ واسم، كان: فعل ناقص بااسم، بعباده خبيرا: شبہ جملہ خبر اول، بصيرا: خبر ثانی، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿شان نزول﴾

☆......واما تعرضن عنهم ابتغاء رحمة...... ☆ یہ آیت مہجع وبلال وصہیب وسالم وخباب رضی اللہ عنہم اصحاب رسول ﷺ کی شان میں نازل ہوئی جو وقتاً فوقتاً سید عالم ﷺ سے اپنے حوائج وضروریات کے لئے سوال کرتے تھے، اگر کسی وقت حضور ﷺ کے پاس کچھ نہ ہوتا تو آپ ﷺ حیاءً ان سے اعراض کرتے اور خاموش ہو جاتے بایں انتظار کہ اللہ عزوجل کچھ بھیجے تو انہیں عطا فرمائیں۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

والدین کے ساتھ حسن سلوک:

لے...... قرآن مجید فرقان حمید میں سات جگہ پر لفظِ والدین آیا ہے، جن میں سے چار مقامات ایسے ہیں جہاں اللہ تعالیٰ نے اپنی عبادت کا حکم فرمانے کے بعد والدین کیساتھ بھلائی کرنے کا حکم دیا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ والدین کی خدمت بہت ضروری ہے، والدین کیساتھ بھلائی کے معنی یہ ہیں کہ نہ تو ایسی کوئی بات کہے اور نہ ہی کوئی ایسا کام کرے کہ جس سے انہیں ایذا ہو اور اپنے مال و جان سے انکی خدمت بجالانے میں قطعاً دریغ نہ کرے بلکہ جب بھی انہیں ضرورت ہو تو ہر لحہ انکے پاس حاضر رہے۔

☆......حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے سرورِ کائنات ﷺ سے دریافت فرمایا: ''میرے حسنِ سلوک کا سب سے زیادہ حقدار کون ہے؟'' تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''تیری ماں۔'' اس نے پھر عرض کی: ''اس کے بعد کون؟'' تو آپ ﷺ نے دوبارہ ارشاد فرمایا: ''تیری ماں۔'' اس نے پھر عرض کی: ''اس کے بعد کون؟'' تو آپ ﷺ نے اس دفعہ بھی یہی جواب ارشاد فرمایا: ''تیری ماں۔'' اس نے پھر عرض کی: ''اس کے بعد کون؟'' تو ارشاد فرمایا: ''تیرا باپ۔''

(صحیح بخاری، کتاب الادب، باب من احق الناس بحسن الصحبة، رقم ۵۹۷۱، ص ۱۰۴۵)

☆......شہنشاہ مدینہ ﷺ کی بارگاہ میں ایک شخص حاضر ہوا اور جہاد کی اجازت چاہی تو نبی پاک ﷺ نے اسے ارشاد فرمایا: ''کیا تیرے والدین زندہ ہیں؟ عرض کی: جی ہاں! ارشاد فرمایا: تو ان دونوں کی خدمت میں کوشش کر''۔

(صحیح البخاری، کتاب الجهاد، باب الجهاد باذن الابوین، رقم: ۳۰۰۴، ص ۴۹۶)

☆......حضرت سیدنا ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے آقائے دو جہاں ﷺ سے دریافت کیا: ''والدین کا اپنے بچے پر کیا حق ہے۔'' تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''هما جنتک ونارک'' یعنی والدین ہی تمہاری جنت و دوزخ ہیں''۔

(ابن ماجه، کتاب الادب، باب بر الوالدین، رقم: ۳۶۶۲، ص ۶۰۸)

☆......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ''اس شخص کی ناک خاک آلود ہو اور یہ جملہ آپ ﷺ نے تین مرتبہ ارشاد فرمایا کہ جس نے اپنے والدین دونوں کو یا ایک کو بڑھاپے کی حالت میں پایا اور انکی خدمت کر کے جنت میں داخل نہ ہو گیا''۔

(ریاض الصالحین، ص ۱۱۵)

☆......نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''کیا میں تمہیں کبیرہ گناہوں میں سے سب سے بڑے گناہ کی خبر نہ دوں، پھر آپ ﷺ نے ان گناہوں میں والدین کی نافرمانی کو بھی ذکر فرمایا۔ (صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان الکبائر واکبرها، رقم: ۸۷، ص ۵۳)۔

☆......سید عالم نورِ مجسم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اللہ عزوجل کی رضا والد کی رضا میں ہے، اور اللہ عزوجل کی ناراضگی والد کی ناراضگی میں ہے، یہ حدیث صحیح ہے۔ (سنن الترمذی، کتاب البر والصلة، باب ماجاء من الفضل فی رضا الوالدین، رقم: ۱۹۰۷، ص ۵۶۶)۔

☆......نبی پاک صاحب لولاک سلطان ارض وافلاک ﷺ نے فرمایا: ''باپ جنت کے دروازوں میں سے درمیانی دروازہ ہے اگر تو چاہے تو اس کی حفاظت اور اگر چاہے تو اسے ضائع کر دے، اس حدیث پاک کو امام ترمذی نے صحیح قرار دیا ہے۔ (ایضاً رقم: ۱۹۰۶، ص ۵۶۵)۔

☆۔۔۔۔ نبی پاک ﷺ نے فرمایا: "جنت ماؤں کے قدموں کے نیچے ہے۔" یعنی والدہ کے لیے تواضع اختیار کرنا اور انہیں راضی کرنا، یہ دخولِ جنت کا سبب ہے۔ (الفیض القدیر، ج۳ ص۴۷۷)

والدین کے لئے دعائے خیر:

۲۔۔۔۔ حضرت ابن عمر سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: "سب سے بڑی نیکی یہ ہے کہ والدین کے مرنے کے بعد ان کے دوستوں کے ساتھ نیک سلوک کیا جائے"۔ (سنن الترمذی، کتاب البر والصلة، باب: ما جاء فی اکرام، رقم: ۱۹۱۰، ص۵۶۶)

امام فخر الدین رازی فرماتے ہیں کہ جن حضرات کے والدین مسلمان نہ ہوں، تو مشرک والدین کے لیے رحمت و مغفرت کی دعا کرنا جائز نہیں ہے، دلیل یہ آیت ہے ﴿ما کان للنبی والذین امنوا ان یستغفروا للمشرکین ولو کانوا اولی قربی من بعد ما تبین لهم انهم اصحب الجحیم یعنی نبی اور ایمان والوں کے لئے جائز نہیں کہ وہ مشرکین کے لیے مغفرت کی دعا کریں، خواہ وہ ان کے رشتے دار ہوں، جب کہ یہ بات ان پر ظاہر ہو چکی ہو کہ وہ دوزخی ہیں (التوبہ: ۱۱۳)﴾۔ یہ آیت منسوخ بھی نہیں ہے بلکہ مسلمان والدین کے ساتھ مخصوص ہے، یعنی اگر اس کے ماں باپ مسلمان ہوں تو ان کے لیے مغفرت اور رحمت کی دعا کرے اور اگر اس کے ماں باپ مشرک ہوں تو ان کے لیے مغفرت یا رحمت کی دعا نہ کرے، اور یہ قول پہلے قول سے اولی ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ آیت منسوخ ہے اور نہ مخصوص ہے اگر اس کے والدین کافر ہیں تو وہ ان کے لئے ہدایت اور ایمان کے حصول کی دعا کرے اور ایمان کے بعد ان کے لیے مغفرت اور رحمت کی دعا کرے۔ (الرازی، ج۷، ص۳۳۷)

لا اسراف فی الخیر ولا خیر فی الاسراف:

۳۔۔۔۔ انسان کن کن لوگوں پر خرچ کرے اس کا ایک اجمالی جائزہ پیش کرنے کے بعد احادیث طیبہ کی طرف توجہ کریں گے۔ اللہ نے سب سے پہلے تو والدین کے ساتھ بھلائی، خیر خواہی کا حکم دیا، اس کے بعد قرابت داروں کا ذکر کیا، مساکین کا بھی ذکر خیر ہوا، مسافر کو مال کے ذریعے مدد دینے کا درس دیا، اور فضول خرچی سے بچنے کا سبق دیا۔ ان مقامات پر خرچ کرنا یقیناً کار خیر ہے۔ قرآن کی دیگر آیات میں یتیموں، قریب و دور کے پڑوسیوں محتاجوں کے ساتھ حسن سلوک کرنے کا حکم ہے۔ حسن سلوک سے مراد خاص طور پر اجاگر تا ذکر کرنا ہے اور فی زمانہ مالی مدد کرنا حسن سلوک کا بہترین ذریعہ ہے۔ جہاں تک خرچ کرنے کا تعلق ہے تو متذکرہ بالا مقامات پر خرچ کرنے کے ساتھ ساتھ دیگر کار خیر مثلاً مساجد، مدارس، دیگر درس گاہیں، فلاح و بہبود، کے کاموں میں اپنے مال سے بقدر حیثیت خرچ کرنا ضروری امر ہے تا کہ معاشرے سے غربت دور ہو، حقدار کو اس کا حق ملے، مالدار کے حق میں غرباء کا حق ہم نے نہیں بلکہ شریعت نے متعین کیا ہے لہٰذا اس کی ادائیگی ضرور احسن طریقے سے ہونی چاہیے اور یہ سارا خرچ اسراف نہیں بلکہ عین قرآن و سنت پر عمل کرنا ہے۔ کار خیر میں خرچ کرنا اسراف نہیں کہلاتا اور جو اسراف ہو وہ کار خیر نہیں ہوتا۔ محفل میلاد پر چراغاں کرنا اور دیگر کئی طرح کے اخراجات بھی اسراف میں داخل نہیں ہوتے۔

☆۔۔۔۔ حضرت ابو ہریرہ ؓ بیان کرتے ہیں سید عالم ﷺ نے فرمایا: "بخیل اور مال خرچ کرنے والوں کی مثال ان دو آدمیوں کی طرح ہے جنہوں نے چھاتی سے حلق تک لوہے کے دو جُبے پہنے ہوئے ہوں، خرچ کرنے والا مال خرچ کرتا ہے تو جبہ وسیع ہو کر اس کے جسم پر پھیل جاتا ہے، حتی کہ اس کی انگلیوں اور نشانوں کو بھی چھپا لیتا ہے اور بخیل جب خرچ کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو ہر حلقہ اپنی جگہ سے چمٹ جاتا ہے وہ اسے کھولنا چاہتا ہے لیکن کھول نہیں سکتا"۔ (صحیح البخاری، کتاب الزکوۃ، باب مثل البخیل والمتصدق، رقم: ۱۴۴۳، ص۲۳۳)

☆۔۔۔۔ حضرت اسماء بنت ابو بکر فرماتی ہیں کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: "خرچ کرو اور گن گن کر نہ دو ورنہ اللہ بھی تم کو گن گن کر دے گا اور جمع

کرکے نہ رکھو ورنہ اللہ بھی تمہارا حصہ جمع کر کے رکھے گا''۔ (صحیح البخاری، کتاب الزکوۃ، باب:التحریض علی الصدقۃ، رقم: ۱۴۳۳، ص ۲۳۱)

☆.....حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''صدقہ دینے سے مال کم نہیں ہوتا اور جب بندہ کسی کو معاف کردے تو اس کی عزت میں اضافہ ہوتا ہے اور جو شخص اللہ کے لیے تواضع کرتا ہے اللہ اس کا مرتبہ بلند کرتا ہے''۔
(صحیح مسلم، کتاب البر و الصلۃ، باب استحباب العفو، رقم: ۶۴۸۷/ ۲۵۸۸، ص ۱۲۷۸)

☆.....حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ نے تم پر یہ کام حرام کردیے ہیں، ماؤں کی نافرمانی، بیٹیوں کو زندہ درگور کردینا، حق نہ دینا ناحق مانگنا، اور تین کام مکروہ کیے، فضول بحث، بکثرت سوال کرنا، مال ضائع کرنا''۔
(صحیح البخاری، کتاب الزکوۃ، باب :من سال الناس تکثرا، رقم: ۱۴۷۷، ص ۲۴۰)

☆.....حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم اپنی ہر پسندیدہ چیز کھاؤ یہ بھی اسراف ہے''۔
(سنن ابن ماجہ، کتاب الاطعمۃ، باب من الاسراف ان تاکل، رقم: ۳۳۵۲، ص ۵۶۳)

میانہ روی کا درس:

☆.....اسلام نے ہمیں میانہ روی کا درس دیا ہے، چنانچہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''نیک سیرت، اطمنان، اور اعتدال (میانہ روی) نبوت کے چوبیس اجزا میں سے ایک جزء ہے''۔ (سنن الترمذی، کتاب البر و الصلۃ، باب:ما جاء فی التانی، رقم: ۲۰۱۱، ص ۵۹۱)

☆.....سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تین باتوں سے منع فرمایا: ''بے جا کلام کرنے، بہت زیادہ سوال کرنے، مال ضائع کرنے (یعنی فضول خرچ کرنے سے)''۔ (صحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب: ما نکرہ من قیل وقال، رقم: ۶۴۷۳، ص ۱۱۲۳)

اغراض: امرا: بمعنی جازما ہے، ایک قول کے مطابق قضی بمعنی اوصی، حکم، الزم، اوجب کے معنی میں ہیں، اور سارے ہی معنی صحیح ہیں۔ بان تبروھما: یعنی اللہ عزوجل کی نافرمانی سے بچتے ہوئے والدین کی فرمانبرداری بجالاؤ۔

مصدر بمعنی تبا: تاء کے فتح اور ضمہ کے ساتھ بمعنی خسرانا ہے۔

وقبحا: یعنی والدین کو ان کے معاملات میں کسی قسم کی بُری بات نہ کہو، زیادہ بہتر یہ ہے کہ فعل مضارع استعمال کیا جائے، یعنی اولاد اپنے والدین سے یوں نہ کہے یعنی میں آپ کو اس بارے میں مجبور کرتا ہوں۔

وتنزجرھما: یعنی والدین پر غصہ نہ کرے، انہیں کسی بات کا حکم نہ کرے اور نہ ہی کسی بات میں انکار کرے، کیونکہ یہ نامناسب بات ہے، بلکہ اگر کسی معاملے میں انہیں کسی کام کا کہنا بھی پڑے یا منع کرنا پڑے تو لطف وکرم ونرمی سے معاملہ کو انجام دے۔

ای لرقتک علیھما: اس جملے میں اس جانب اشارہ ہے کہ ''من الرحمۃ'' میں من تعلیلیہ ہے، مراد یہ ہے کہ والدین سے رحمت بھرے انداز میں سلوک کرو، کسی معاملے میں والدین عار دلائیں تو اس کا خوف نہ کرو۔

الرجاعین الی طاعتہ: یعنی والدین اولاد کو بھلائی کی نصیحت کرتے ہیں اور ان کے لئے استغفار کرتے ہیں، ایک قول میں اس کے علاوہ بھی معاملہ ہے یعنی اولاد بھی والدین کی ہدایت کا ذریعہ بنتی ہے، اور ایک قول کے مطابق حقیقت میں توبہ قبول کرنے والی ذات اللہ کی ہے۔

فی غیر طاعۃ اللہ: یعنی اللہ کی نافرمانی کے کاموں میں مال خرچ نہ کرو، اور خواہشات کے معاملات میں بے پرواہ ہوجاؤ، اور اگر مال حلال ہو تو اُسے ناجائز کاموں میں خرچ کرنا حرام ہوگا اور اگر مال حرام ہے تو اسے خرچ نہیں کرنا چاہیے بلکہ اُسے اُس کے مالکوں تک پہنچانا چاہیے۔

ای علی طریقتھم: یعنی فضول خرچ کرنے والے لوگ شیطان کی اقتداء کرتے ہیں اور اس کے افعال میں شریک ہیں، کیونکہ کسی کے کام

میں شریک ہونے والے کو اس کا بھائی کہا جاتا ہے یعنی ہمارے معاشرے میں یوں کہتے ہیں کہ فلاں کام میں یہ اس کا بھائی یا ساتھی ہے۔

شدید الکفر لنعمه: اس جملے میں اس جانب اشارہ ہے کہ مضاف محذوف ہے، تقدیر کلام یوں ہے: ''وکان الشیطان لنعم ربہ کفورا یعنی شیطان اپنے رب کی نعمتوں کی ناشکری کرتا ہے''۔

فکذلک اخوہ المبذر: فضول اڑانے والا شیطان کا بھائی ہے کہ وہ بھی اپنے رب کی نعمتوں کا انکار کرتا ہے، اس طرح کہ نعمتوں کو اللہ کی نافرمانی والے کاموں میں صرف کرتا ہے۔ **وما بعدہ:** سے مراد مسکین اور مسافر ہیں۔

بان تعدھم: یعنی تم انہیں یوں کہہ کر بلاؤ، اللہ تمہیں غنی کرے، تمہارے لئے آسانی کرے، بہتر اسباب مہیا کرے وغیرہ۔

ای لا تمسکھا عن الانفاق: اس جملے میں بطور کنایہ بخل سے منع کیا گیا ہے، بخیل کے ہاتھ اس کی گردن سے بندھے ہوئے ہوتے ہیں، اُسے مال خرچ کرنے پر قدرت حاصل نہیں ہوتی، اور بخیل کا حال یہ ہے کہ اُسے راہ خدا میں بھی مال خرچ کرنے پر قدرت نہیں ہوتی۔

منقطعا لا شیء عندک: اعتدال کا معاملہ کیا جائے، حسرت بمعنی ندامت ہے، یعنی نہ تو بخیل ہو جائے اور نہ ہی شاہ خرچ، کہ ضرورت کے وقت مال نہ ہونے کی وجہ سے ندامت اٹھانا پڑے۔

راجع للثانی: سلف صالحین کا طریقہ تھا کہ اپنے مال کو اللہ و رسول کی محبت میں خرچ کرتے تھے اور خود فقیر رہتے، آیت پاک میں ممانعت حسرت و ندامت کی وجہ سے آئی ہے اور سلف صالحین کا فعل محمود ہے کہ سید عالم ﷺ نے اس کی مدح فرمائی، جیسا کہ ابوبکر صدیق کا طرز عمل کہ راہ خدا میں سب کچھ دے دیا حتی کہ اپنے جسم کے کپڑے بھی، اور ایسا کرنے پر اللہ نے ان کی مدح فرمائی، اور انہیں دنیا فوت ہو جانے پر حسرت نہ تھی بلکہ اللہ نے ان کے لئے ابدی بقا رکھی ہے۔ (الصاوی، ج۳، ص ۳۱۷ وغیرہ)

رکوع نمبر:۴

﴿وَلَا تَقْتُلُوْا اَوْلَادَكُمْ ﴾بالوأد ﴿خَشْيَةَ ﴾مخافة ﴿اِمْلَاقٍ ط﴾فقر ﴿نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَاِيَّاكُمْ ط اِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْاً كَبِيْرًا (۳۱) ﴾عظيما ﴿وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰى ﴾ابلغ من لا تاتوه ﴿اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً ط﴾قبيحا ﴿وَسَآءَ ﴾بئس ﴿سَبِيْلًا (۳۲) ﴾طريقا هو ﴿وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ط وَمَنْ قُتِلَ مَظْلُوْمًا فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِيِّهٖ ﴾لوارثه ﴿سُلْطٰنًا ﴾تسلطا على القاتل ﴿فَلَا يُسْرِفْ ﴾يتجاوز الحد ﴿فِّي الْقَتْلِ ط﴾بان يقتل غير قاتله او بغير ما قتل به ﴿اِنَّهٗ كَانَ مَنْصُوْرًا (۳۳) وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ حَتّٰى يَبْلُغَ اَشُدَّهٗ ص وَاَوْفُوْا بِالْعَهْدِ ج﴾اذا عاهدتم الله او الناس ﴿اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْـُٔوْلًا (۳۴) ﴾عنه ﴿وَاَوْفُوا الْكَيْلَ ﴾اتموه ﴿اِذَا كِلْتُمْ وَزِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيْمِ ط﴾الميزان السوى ﴿ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا (۳۵) ﴾مالا ﴿وَلَا تَقْفُ ﴾تتبع ﴿مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ط اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ ﴾القلب ﴿كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْـُٔوْلًا (۳۶) ﴾صاحبه ماذا فعل به ﴿وَلَا تَمْشِ فِي الْاَرْضِ مَرَحًا ط﴾اى ذا مرح بالكبر والخيلاء ﴿اِنَّكَ لَنْ تَخْرِقَ الْاَرْضَ ﴾تثقبها حتى تبلغ آخرها بكبرك ﴿وَلَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُوْلًا (۳۷) ﴾المعنى انك لا تبلغ هذا المبلغ فكيف تختال ﴿كُلُّ ذٰلِكَ ﴾المذكور ﴿كَانَ سَيِّئُهٗ عِنْدَ رَبِّكَ

مَکْرُوْهًا (۳۸) ذٰلِکَ مِمَّا اَوْحٰی اِلَیْکَ ﴾یامُحمّدُ﴿رَبُّکَ مِنَ الْحِکْمَةِ ؕ ﴾اَلْمَوْعِظَةِ ﴿وَلَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا آخَرَ فَتُلْقٰی فِیْ جَهَنَّمَ مَلُوْمًا مَّدْحُوْرًا (۳۹) ﴾مَطْرُوْدًا عَنْ رَحْمَةِ اللّٰهِ﴿اَفَاَصْفٰکُمْ ﴾اَخْلَصَکُمْ یا اَهْلَ مَکَّةَ﴿رَبُّکُمْ بِالْبَنِیْنَ وَاتَّخَذَ مِنَ الْمَلٰٓئِکَةِ اِنَاثًا ؕ ﴾بَنَاتًا لِنَفْسِهٖ بِزَعْمِکُمْ﴿اِنَّکُمْ لَتَقُوْلُوْنَ ﴾بِذٰلِکَ﴿قَوْلًا عَظِیْمًا (۴۰)﴾.

﴿ترجمہ﴾

اوراپنی اولادکوقتل نہ کرو(زندہ دفنا کر) مفلسی کے ڈر سے (خشیة کے معنی خوف اور املاق بمعنی فقر ہے) ہم انہیں بھی روزی دینگے اور تمہیں بھی بیشک ان کا قتل بڑی خطا ہے......۱...... (یعنی گناہ عظیم ہے) اور بدکاری کے پاس نہ جاؤ......۲...... (یوں کہ بدکاری نہ کرو کہنے سے زیادہ بلیغ ہے) بیشک وہ فاحشہ ہے (یعنی برائی ہے) اور بہت ہی بُری راہ ہے (سبیلا بمعنی طریقا ہے، ساء بمعنی بئس ہے) اور کوئی جان جس کی حرمت اللہ نے رکھی ناحق نہ مارو......۳......اور جو ناحق مارا جائے تو بیشک ہم نے اس کے ولی (یعنی اس کے وارث) کو قابو دیا ہے (ہم نے اسے قاتل پر مسلط کیا ہے) پس وہ اسراف نہ کرے (یعنی حد سے نہ بڑھے) قتل میں (یوں کہ وہ قاتل کے بجائے غیر قاتل کو مار ڈالے یا جس آلہ سے قاتل نے قتل کیا تھا اس کے بجائے دوسری طرح کے آلہ سے اسے مار ڈالے) ضرور اس کی مدد ہوئی ہے اور یتیم کے مال کے پاس نہ جاؤ......۴......مگر اس راہ سے جو سب سے بھلی ہے یہاں تک کہ وہ اپنی جوانی کو پہنچے اور عہد پورا کرو (جب تم اللہ جل جلالہ یا لوگوں سے عہد کرو) اور ماپو (یعنی ماپ مکمل کرو) جب ماپو اور برابر ترازو سے تولو......۵...... (القسطاس المستقیم بمعنی المیزان السوی ہے) یہ بہتر ہے اور اس کا انجام اچھا (تاویل مصدر بمعنی مآل ہے) اور اُس بات کے پیچھے نہ پڑ (اس کی پیروی نہ کر) جس کا تجھے علم نہیں بیشک کان، آنکھ اور دل (فؤاد کے معنی دل ہے) ان سب سے (یعنی ان اعضاء کے مالک بندے سے) سوال ہونا ہے......۶...... (کہ اس نے اعضاء کے ذریعے کیا کام کیے) اور زمین میں اتراتا نہ چل......۷...... (فخر وغرور سے خوش ہوتا نہ چل) بیشک ہرگز زمین نہ چیر ڈالے گا (زمین کو پھاڑ نہ سکے گا حتی کہ تو اپنے تکبر کے سبب اس کے آخری حصہ کو پہنچ جائے) اور ہرگز بلندی میں پہاڑوں کو نہ پہنچے گا (یعنی جب تو اس مقام مذکورہ تک نہیں پہنچ سکتا تو پھر تکبر کیوں کرتا ہے) یہ سب (جو مذکور ہوا) ان میں بری بات تیرے رب کو ناپسند ہے یہ ان وحیوں میں سے ہے جو تمہاری طرف تمہارے رب نے کی (اے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم!) حکمت کی باتیں (یعنی نصیحت کی باتیں) اور اے سننے والے اللہ کے ساتھ دوسرا خدا نہ ٹھرا کہ تو جہنم میں پھینکا جائے طعنہ پاتا اور دھکے کھاتا (اللہ عزوجل کی رحمت سے دور) کیا تمہارے رب نے تم کو (اے اہل مکہ) بیٹے چن دیئے (بیٹے خاص تمہارے لیے کر دیئے) اور (اپنے لیے) فرشتوں سے بیٹیاں بنائیں (تمہارے گمان کے مطابق، اناثا بمعنی بنات ہے) بیشک تم (یہ کہہ کر) بڑا بول بولتے ہو۔

﴿ترکیب﴾

﴿ولا تقتلوا اولادکم خشیة املاق نحن نرزقهم وایاکم ان قتلهم کان خطا کبیرا﴾.

و: عاطفہ، لا تقتلوا اولادکم: فعل نہی با فاعل ومفعول، خشیة املاق: مفعول لہ، ملکر جملہ فعلیہ، نحن: مبتدا، نرزق: فعل بافاعل، هم: معطوف علیہ، وایاکم: معطوف، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ، ان قتلهم: حرف مشبہ واسم، کان: فعل ناقص باسم، خطاء کبیرا: خبر، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ولا تقربوا الزنی انه کان فاحشة وساء سبیلا﴾.

و: عاطفہ، لاتقربوا: فعل نہی بافاعل، الزنی: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، انہ: حرف مشبہ واسم، کان فاحشۃ: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ تعلیلیہ، و: عاطفہ، ساء: فعل، ھو ضمیر ممیز، سبیلا: تمیز، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ انشائیہ خبر مقدم، "ھو" مبتدا محذوف، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ولا تقتلوا النفس التی حرم اللہ الا بالحق﴾۔

و: عاطفہ، لا تقتلوا: فعل نہی بافاعل، النفس: موصوف، التی حرم اللہ: موصول صلہ ملکر مفعول، الا: اداۃ حصر، بالحق: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ ماقبل " لا تقربوا الزنی" پر معطوف ہے۔

﴿ومن قتل مظلوما فقد جعلنا لولیہ سلطنا فلا یسرف فی القتل انہ کان منصورا﴾۔

و: مستانفہ، من: شرطیہ مبتدا، قتل: فعل مجہول ھو ضمیر مستتر ذوالحال، مظلوما: حال، ملکر نائب الفاعل، ملکر جملہ فعلیہ شرط، ف: جزائیہ، قد: تحقیقیہ، جعلنا: فعل بافاعل، لولیہ: ظرف لغو، سلطنا: مفعول ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، ف: عاطفہ، لا یسرف: فعل نہی بافاعل، فی القتل: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر جواب شرط، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ، انہ: حرف مشبہ واسم، کان منصورا: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ تعلیلیہ۔

﴿ولا تقربوا مال الیتیم الا بالتی ھی احسن حتی یبلغ اشدہ﴾۔

و: عاطفہ، لا تقربوا: فعل نہی بافاعل، مال الیتیم: مفعول، الا: استثناء، ب: جار، التی ھی احسن: موصول صلہ ملکر مجرور، ملکر ظرف مستقر "الطریقۃ" محذوف کے لیے صفت، مرکب توصیفی مستثنیٰ ہے، مستثنیٰ منہ محذوف "الطریقۃ" کے لیے، ملکر مفعول ای " لاتقربوا مال الیتیم...... ھی احسن الخ " حتی یبلغ اشدہ: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿واوفوا بالعھد ان العھد کان مسئولا﴾۔

و: عاطفہ، اوفوا: فعل بافاعل، بالعھد: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ، ان العھد: حرف مشبہ واسم، کان مسؤلا: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿واوفوا الکیل اذا کلتم وزنوا بالقسطاس المستقیم ذالک خیر واحسن تاویلا﴾۔

و: عاطفہ، اوفوا الکیل: فعل بافاعل ومفعول ملکر جملہ فعلیہ، اذا: ظرفیہ متضمن معنی شرط مفعول فیہ مقدم، کلتم: فعل بافاعل، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، وزنوا: فعل بافاعل، بالقسطاس المستقیم: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر شرط، جواب شرط محذوف "اوفوا الکیل" ملکر جملہ شرطیہ، ذلک: مبتدا، خیر: معطوف علیہ، و: عاطفہ، احسن: اسم تفضیل ھو ضمیر ممیز، تاویلا: تمیز، ملکر فاعل، ملکر شبہ جملہ ہوکر معطوف، ملکر خبر ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ولا تقف ما لیس لک بہ علم﴾۔

و: عاطفہ، لا تقف: فعل نہی بافاعل، ما: موصولہ، لیس: فعل ناقص، لک: ظرف مستقر، "استقرار" محذوف کے لیے، بہ: ظرف لغو، "استقرار" مصدر اپنے فاعل، ظرف مستقر ولغو سے ملکر شبہ جملہ ہوکر خبر مقدم، علم: اسم مؤخر، ملکر جملہ صلہ، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ان السمع والبصر والفؤاد کل اولئک کان عنہ مسئولا﴾۔

ان: حرف مشبہ، السمع والبصر والفؤاد: معطوف علیہ ومعطوف ملکر اسم، کل اولئک: مرکب اضافی مبتدا، کان: ناقص بااسم، عنہ مسؤلا: شبہ جملہ خبر، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ ہوکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ولا تمش فی الارض مرحا انک لن تخرق الارض ولن تبلغ الجبال طولا﴾۔

و: عاطفہ، لا تمش: فعل انت ضمیر مستتر ذوالحال، مرحا: حال ملکر فاعل، فی الارض: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ، انک: حرف مشبہ و

اسم، لن تخرق الارض: فعل بافاعل ومفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ ، و: عاطفہ، لن تبلغ: فعل انت ضمیر ممیّز، طولا: تمیز، ملکر فاعل، الجبال: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿کل ذلک کان سیئه عند ربک مکروهاO ذلک مما اوحی الیک ربک من الحکمة﴾.

کل ذلک: مبتدا، کان سیئه: فعل ناقص بااسم، عند ربک: ظرف مقدم، مکروها: اسم مفعول بانائب فاعل، ملکر شبہ جملہ ہوکر خبر، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ، ذلک: مبتدا، من: جار، ما: موصولہ، اوحی الیک ربک: جملہ فعلیہ صلہ، ملکر ذوالحال، من الحکمة: ظرف مستقر حال، ملکر مجرور، ملکر ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ولا تجعل مع الله الها آخر فتلقی فی جهنم ملوما مدحورا﴾.

و: عاطفہ، لا تجعل: فعل نہی بافاعل، مع الله: ظرف مستقر مفعول ثانی، الها اخر: مرکب توصیفی مفعول اول، ملکر جملہ فعلیہ، ف: سببیہ، تلقی: فعل مجہول انت ضمیر ذوالحال، ملوما: حال اول، مدحورا: حال ثانی، ملکر نائب الفاعل، ملکر جملہ فعلیہ بتقدیر "ان" جواب ہوا۔

﴿افاصفکم ربکم بالبنین واتخذ من الملئکة اناثا انکم لتقولون قولا عظیما﴾.

همزة: اداۃ استفہام، ف: عاطفہ، اصفکم: فعل بامفعول، ربکم: فاعل، بالبنین: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، اتخذ: فعل بافاعل، من الملئکة: ظرف لغو، اناثا: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، انکم: حرف مشبہ واسم، لم: تاکیدیہ، تقولون: فعل بافاعل، قولا عظیما: مفعول مطلق، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

مال کی کمی کے ڈر سے اولاد کا قتل:

۱.....قتادہ کہتے ہیں کہ فاقہ کے خوف سے اپنی اولاد کو قتل نہ کرو، کیونکہ زمانہ جاہلیت میں لوگ اپنی اولاد کو فقر وفاقہ کے خوف سے قتل کرتے تھے، اللہ نے انہیں اس بارے میں نصیحت فرمائی اور اللہ انہیں اور ان کی اولاد کو رزق عطا فرمائے گا۔ قتادہ ہی سے ایک قول یہ بھی منقول ہے کہ جو لوگ اپنی بیٹیوں کو قتل کرتے تھے انہیں اس سے منع کیا گیا ہے۔(الجامع البیان القرآن، الجزء ۱۵، ص ۹۲)۔

بدکاری حرام ہے!

۲.....اس آیت مبارکہ میں فـــاحشة سے مفسرین کرام نے زنا مراد لیا ہے۔ لہذا ہم یہاں حد زنا سے متعلق بحث کریں گے۔ چنانچہ پہلے ہم حد کی لغوی اور شرعی تعریف کرتے ہیں پھر اسکے تحت بقدر مناسب کلام کریں گے۔ قـال الـحـد لـغة: هو المنع وفی الشرعیة: هو العقوبة المقدرة حقا لله تعالی لغت میں حد روکنے کو کہتے ہیں اور اصطلاح شرع میں وہ سزا جو اللہ تعالی کے حق کی خاطر مقرر کی گئی ہو۔ (الهدایة، کتاب الحدود، ج ٤، ص ٦٨)

صاحب قدوری فرماتے ہیں کہ زنا گواہی اور اقرار سے ثابت ہوتا ہے چنانچہ گواہی یہ ہے کہ کوئی شخص کسی مرد اور عورت پر زنا کو ثابت کرنے کیلئے چار گواہ (مرد مومن، آزاد، عادل) پیش کرے تو امام ان چاروں گواہوں سے زنا کے بارے میں سوالات کرے گا کہ زنا کہاں ہوا؟ کیسے ہوا؟ کب ہوا؟ کس نے کس کے ساتھ کیا؟ جب وہ چاروں گواہ اس بارے میں بیان دیدیں گے کہ ہم نے فلاں کو اپنی آنکھوں سے فلاں کیساتھ وطی کرتے اس طرح دیکھا جیسے سوئی کے ناکے میں دھاگہ ڈالا جاتا ہے۔ اور اقرار یہ ہے کہ عاقل، بالغ شخص اپنی ذات پر چار مرتبہ چار مجلسوں میں اقرار کرے پھر جب وہ چار مرتبہ اقرار کرلے گا تو قاضی اس سے زنا کے بارے میں سوال کرے گا کہ وہ کب، کہاں، کیسے، کس سے ہوا؟ جب وہ شخص یہ سارے بیانات دے چکے گا تو اس پر حد زنا نافذ کی جائے گی چنانچہ

شادی شدہ مرد وعورت اگر زنا کے مرتکب ہوں تو انہیں رجم کیا جائے گا یہاں تک کہ وہ ہلاک ہو جائیں اور غیر شادی شدہ مرد وعورت اگر یہ کام کریں تو انہیں سو سو کوڑے لگائے جائیں گے۔ اور غلام نے زنا کیا تو اسے پچاس کوڑے لگائے جائیں گے۔

(القدوری، کتاب الحدود، ص ۲۰۴، ۲۰۵ ملخصاً)

مرد کو کوڑے لگاتے وقت اسکے کپڑے اتار دیئے جائیں گے سوائے تہبند کے اور اسکے جسم پر کوڑے مارے جائیں گے نہ کہ چہرے، سر اور فرج پر اور مرد کو کوڑے مارتے وقت کھڑا رکھا جائے جبکہ عورت کو کوڑے مارتے وقت اسکے کپڑے نہیں اتارے جائیں گے بلکہ اسے بٹھا کر کوڑے مارے جائیں گے۔ (کنز الدقائق، کتاب الحدود، ص ۱۶۴)

ایسے مرد وعورت جن کو رجم کیا گیا ہو کیا انکی نماز جنازہ پڑھی جائے گی؟

اس بارے میں حدیثِ پاک ہماری رہنمائی کرتی ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اصنعوا به كما تصنعون بموتاكم یعنی تم انکے ساتھ وہی معاملہ کرو جیسا تم اپنے مردوں کیساتھ کرتے ہو''۔ (الهداية، كتاب الحدود، فصل في كيفية الحد، ج ٤، ص ٧٥)

اگر کوئی شخص غیر محل میں وطی کرے یا قوم لوط والا عمل کرے تو ایسے شخص پر امام اعظم کے نزدیک حد متعین نہ ہوگی بلکہ اس پر تعزیر ہوگی۔ اور جامع الصغیر میں ہے کہ اسے قید کیا جائے گا اور صاحبین نے کہا کہ یہ بھی زنا کی طرح ہے لہذا حد نافذ کی جائے گی اور یہی امام شافعی کا ایک قول ہے اور امام شافعی کا ایک قول یہ ہے کہ دونوں کو ہر حال میں قتل کر دیا جائے کیونکہ نبی پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا اقتلوا الفاعل و المفعول یعنی فاعل ومفعول دونوں کو قتل کر دیا جائے۔ (الهداية، كتاب الحدود، باب الوطء الذي يوجب الحد، ج ٤، ص ٩٢)

بہتان اٹھانا، ناجائز طور پر آبرو لینا، جعل دغا فریب یہ سب باتیں گناہ ہیں خواہ اپنی عورت کے ساتھ ہوں خواہ کسی اور کے ساتھ، اور ان گناہوں کے لئے شرع نے کوئی حد مقرر نہ فرمائی تو ان میں سزائے تعزیر ہے جس کا اختیار حاکم شرع کو ہے، جو سزا مناسب جانے دے، مگر مارے تو انتالیس ۳۹ کوڑوں سے زیادہ نہ مارے، اور امام ابو یوسف کے نزدیک پچھتر ۷۵، اور اسی پر فتوی ہے اشباہ میں ہے ضابطة التعزير كل معصية ليس فيها حد مقدر ففيه التعزير یعنی ضابطہ تعزیر یہ ہے کہ جس گناہ کے لئے کوئی حد مقرر نہ ہو اس پر تعزیر ہے۔ (فتاوی رضویہ، کتاب الحدود والتعزیر، ج ۱۳، ص ۶۱۵)، (عطائین، ج ۱، ص ۶۰۷ وغیرہ)۔

ناحق قتل کرنے کا جرم:

۳۳...... آیت مقدسہ سے واضح ہوتا ہے کہ کسی انسان کو جائز قتل کرنے کی صرف ایک صورت ہے اور وہ یہ ہے کہ کسی شخص نے دوسرے شخص کو ظلماً قتل کیا ہو، حالانکہ اس کے علاوہ قتل کرنے کی اور بھی جائز صورتیں ہیں جو کہ یہ ہیں: (۱)...... نماز پڑھنے سے انکار کرنے والے کو قتل کرنا، (۲)...... زکوۃ دینے سے انکار کرنے والے کو قتل کرنا، (۳)...... ایک خلیفہ منعقد ہونے کے بعد دوسرے مدعی خلافت کو قتل کرنا، (۴)...... مرتد کو قتل کرنا، (۵)...... شادی شدہ زانی کو سنگسار کر کے قتل کرنا، (۶)...... مسلمان کے قاتل کو قصاص میں قتل کرنا، (۷)...... قوم لوط کے عمل کرنے والے کو قتل کرنا، (۸)...... جانور کے ساتھ بدفعلی کرنے والے کو قتل کرنا، (۹)...... ڈاکو کو قتل کرنا، (۱۰)...... مسلمان کا اپنی جان یا مال کی حفاظت اور مدافعت میں قتل کرنا، (۱۱)...... چوتھی بار شراب پینے والے کو قتل کرنا، (۱۲)...... ذمی کے قاتل کو قتل کرنا۔

جان ومال کی حفاظت ومدافعت میں قتل کے جواز کی صورت میں سید عالم ﷺ کا فرمان موجود ہے کہ آقائے دو جہاں ﷺ کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا اور کہا: ''یارسول اللہ! یہ بتایئے کہ اگر ایک شخص مجھ سے میرا مال چھیننا چاہے تو؟ فرمایا: ''اس کو مال مت دو''، اس نے کہا کہ اگر وہ مجھ سے قتال کرے، فرمایا: ''تم بھی اس سے قتال کرو''، اس نے کہا بتایئے کہ اگر وہ مجھے قتل کر دے، فرمایا

تو پھر تم شہید ہو"، اس نے کہا کہ اگر میں اُسے قتل کر دوں؟ فرمایا: "تو وہ شخص دوزخی ہے"۔
(صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب: الدلیل علی ان من قصد ،رقم:۲۵۷/۱۴۰، ص۸۷)

اگر کسی کے ذہن میں یہ اعتراض پیدا ہو کہ آیت میں تو صرف ایک شخص کو قتل کرنے کے جواز بطور قصاص کا حکم بیان ہو رہا ہے، جس نے کسی کو ظلماً قتل کیا ہو تو یہ بارہ صورتیں اس آیت کے خلاف نہیں ہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس آیت میں قتل ناحق کا ذکر ہے اور یہ بارہ صورتیں قتل برحق کی ہیں۔ (تبیان القرآن، ج۶، ص ۷۱۰ وغیرہ)

یتیم کا مال ناحق کھانا جُرم ھے:

۴.....یتیم کا مال تم پر حرام ہے اور خبیث ہے۔ اسے اپنے اموال میں سے جو حلال ہے کیساتھ نہ بدلو حضرت سعید بن جبیر، زہری اور سدی نے کہا کہ یتیموں کے اولیاء یتیموں کے مال میں سے عمدہ لے لیتے اور اس کی جگہ ردی رکھ دیتے، عمدہ درہم لیکر ردی درہم رکھ دیتے اور کہہ دیتے درہم کے بدلے درہم ہو گیا ان لوگوں کو اس کام سے منع کیا گیا۔ مجاھد نے کہا آیت کا معنی یہ ہے کہ حرام رزق کی طرف جلدی نہ کرو قبل اسکے کہ تمہیں وہ رزق حلال پہنچے جسکا تم سے وعدہ کیا گیا ہے۔ ایک قول یہ بھی کیا جاتا ہے کہ تم خبیث امر کو طلب نہ کرو مطلب یہ کہ انکے اموال کو بغیر حفاظت کے نہ چھوڑ وطیب امر کے بدلے میں یعنی انکی حفاظت کرنا اور اصل مالک کو دینا مراد ہے۔
(المظھری، ج۲، ص۵)

☆.....ابن ابی حاتم نے سدی سے روایت کیا کہ نبی پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا: "قیامت کے دن ایسا شخص جو یتیموں کا مال ظلماً کھاتا تھا اس حال میں اٹھایا جائے گا کہ اسکے منہ، جسم کے سوراخ، کان، ناک اور آنکھوں سے آگ کے انگارے نکلتے ہوں گے۔"
(الدرالمنثور، ج۲، ص۲۲۱)

☆.....حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی پاک صاحب لولاک ﷺ نے ارشاد فرمایا: "اربع حق علی اللہ أن لا یدخلھم الجنۃ، ولا یذیقھم نعیما، مدمن خمر، و آکل ربا، و آکل مال الیتیم بغیر حق، والعاق لوالدیہ اللہ تعالیٰ کی ذات بالا صفات پر حق ہے کہ وہ چار قسم کے لوگوں کو جنت میں داخل نہ کرے گا اور نہ ہی وہ اس کی نعمتوں کا مزہ چکھ سکیں گے جن میں سے ایک شراب کا عادی، سود خور، ناحق یتیم کا مال کھانے والا اور والدین کا نافرمان ہے"۔
(شعب الایمان، کتاب الثامن والثلاثون، باب اربع حق علی اللہ ،ص)۔

☆.....امام اعظم فرماتے ہیں کہ جب لڑکے میں (اپنے مال کو صحیح مصرف میں خرچ کرنے کی پہچان) نہ ہو تو اسے اس کا مال نہ سونپا جائے حتیٰ کہ پچیس سال کی عمر کو پہنچ جائے اور اگر اس سے پہلے اس نے اس مال میں تصرف کیا تو اس کا تصرف کرنا مانا جائے گا۔ پھر جب وہ پچیس سال کا ہو تو اسے اس کا مال دیا جائے اگرچہ وہ مال کو صحیح مصرف میں خرچ کرنے کی لیاقت کو نہ پہچانتا ہو۔
(القدوری مع توضیح الضروری، کتاب الحجر، ص۱۰۰)

ماپ تول میں کمی کرنا جُرم ھے:

۵..... اسلام ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے اس کے اصول و قوانین پر عمل کرنے ہی میں ہماری بھلائی ہے۔ اسلام نظام معیشت کے اصول میں سے ایک اصول یہ بھی ہے کہ ماپ طول کا خاص خیال رکھا جائے۔ آج اسلامی معاشرے میں اس اصول پر عمل درآمد نہ ہونے کی وجہ سے طرح طرح کے مسائل دیکھنے میں آرہے ہیں اور جرائم کی بھرمار نے ہمارے معاشرے کو ردی پر لگی ہوئی دیمک کی طرح چاٹ لیا ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ اسلامی نظام معیشت کے اصولوں پر عمل درآمد کرایا جائے اور حکومتی سطح پر اس

سلسلے میں مناسب پیش رفت کی جائے۔ (عطائین، ج۲، ص ۳۰۱)۔

اعضاء انسانی بھی جواب دہ ہیں:

۶......ظاہری آیات کا تقاضا یہ ہے کہ اعضائے انسانی مثلاً آنکھ، کان اور دل اللہ کے حضور جواب دہ ہیں، انسانی اذہان میں یہ اعتراض قائم ہوتا ہے کہ سوال کا جواب دینا صاحب عقل وخرد کا کام ہے نہ کہ ان اعضاء جسمانیہ کا جو ادراک نہیں رکھتے؟ جواب اس کا یہ ہے کہ مراد صاحب اعضاء جسمانیہ ہیں، یعنی انسان سے ان اعضاء کے استعمال کے متعلق سوال ہوگا۔ قرآن مجید میں اس کی مثال یوں بھی ہے جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿واسال القریة اور بستی (والوں) سے سوال کرو(الیوسف: ۸۲)﴾، مراد بستی والے ہیں، یہاں اس قسم کے خطاب سے مراد یہ ہے کہ اے انسانوں تم نے کان کا استعمال ان کاموں کے لیے کیوں کیا جن کی تمہیں اجازت نہ تھی، آنکھوں سے وہ کچھ کیوں دیکھا جس کا تمہیں منع کیا گیا تھا، اور دل میں ان باتوں کے پختہ ارادے کیوں کر لیے جو تمہارے لئے ممنوعات میں سے تھے؟۔ ایک جواب اس اعتراض کا یہ بھی ہوسکتا ہے کہ تمام اقوام عالم آنکھ، کان اور دل کے استعمال سے متعلق پوچھی جائے گی، ان سے کہا جائے کہ تم نے سماعت کو فرمانبرداری میں استعمال کیا یا نافرمانی میں؟ ایسا ہی کلام ہر عضو کے متعلق ہونا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ حواس خمسہ نفس کے آلائے مدرکہ ہیں اور نفس ان کا امیر ہے، پس ان حواس اور اعضاء کا استعمال طاعت وفرمانبرداری کے امور میں کرنا چاہیئے تاکہ اس پر ثواب مرتب ہو، اور اگر برعکس استعمال کیا تو عذاب کا موںھ دیکھنا ہوگا۔ (الرازی، ج۷، ص ۳۴۱)

تکبر کی مذمت:

ے......سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''جس شخص کے دل میں رائے کے دانے کے برابر بھی تکبر ہو وہ جنت میں داخل نہ ہوگا، ایک شخص نے کہا ایک آدمی یہ چاہتا ہے کہ اس کے کپڑے اچھے ہوں، اور اس کے جوتے اچھے ہوں، آپ نے فرمایا: ''اللہ جمیل ہے اور وہ جمال کو پسند کرتا ہے، تکبر حق کا انکار کرنے اور لوگوں کو حقیر جاننے کا نام ہے''۔(سنن ابو داؤد، کتاب اللباس، باب: ما جاء فی الکبر، رقم: ۴۰۹۰، ص ۷۶۱)

☆......حضرت عبداللہ بن عمر بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس شخص نے تکبر سے قدموں کے نیچے کپڑا لٹکایا، اللہ قیامت کے دن اس کی طرف نظر رحمت نہ فرمائے گا''۔(صحیح البخاری، کتاب اللباس، باب :قول اللہ تعالی، رقم: ۵۷۸۳، ص ۱۰۲۰)

☆......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''پچھلی امتوں میں سے ایک شخص ایک حلہ (دو قسم کی چادریں) پہنے اتراتا ہوا چل رہا تھا اور اس نے اپنے بالوں میں سیدھی کنگھی کی ہوئی تھی اور تکبر سے چل رہا تھا کہ اللہ نے اس کو زمین میں دھنسا دیا اور وہ قیامت تک زمین میں گڑگڑاہٹ کے ساتھ دھنستا رہے گا''۔
(صحیح البخاری، کتاب اللباس، باب :من جر ثوبہ، رقم: ۵۷۸۹، ص ۱۰۲۱)

اغراض: بالولاد: مراد اولاد کو زندہ درگور کرنا ہے، اور خاص طور پر اس کا ذکر اس لیے فرمایا کہ قتل کی ہر قسم حرام ہے، اور اس لیے بھی ذکر فرمایا کہ زمانہ جاہلیت میں لوگ اسی طرح ناداری کے خوف سے اپنی اولاد کو زندہ درگور کر دیا کرتے تھے۔

ابلغ من لا تاتوہ: زنا سے قریب نہ ہونے کے معنی یہ ہیں کہ بوس وکنار وچھونے سے بھی بچو، جب بوس وکنار وچھونا جائز نہ رہا تو زنا بدرجہ اولی ناجائز ہوگا۔

تسلیطا علی القاتل: یعنی جان بوجھ کر کسی کو حد سے بڑھتے ہوئے قتل کر دیا جائے، پس اس صورت میں حاکم شرعی پر واجب ہے کہ مقتول کے ورثاء کے لیے قاتل سے بدلہ لینا ممکن بنائے، اور حاکم قصاص، دیت اور معافی کی صورت جو بھی مقتول کے ورثاء کی خواہش ہو اُسے ممکن بنائے۔ بغیر حاکم کی اجازت کے مقتول کے ولی کے لیے قاتل پر چڑھائی کر دینا جائز نہیں، کیونکہ اس میں فساد زمانہ وتخریب کاری کا اندیشہ ہے

ان عاهدتم الله اوللناس :یعنی مکلف ہونے کی حیثیت سے جوعہد اللہ نے تم سے لئے ہیں۔(الصاوی ،ج۴، ص ۳۲۰ وغیرہ)

رکوع نمبر:۵

﴿وَلَقَدْ صَرَّفْنَا﴾بَيَّنَّا﴿فِیْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ﴾مِنَ الْاَمْثَالِ وَالْوَعْدِ وَالْوَعِيْدِ﴿لِيَذَّكَّرُوْا ط﴾يَتَّعِظُوْا﴿وَمَا
يَزِيْدُهُمْ﴾ذٰلِكَ﴿اِلَّا نُفُوْرًا (۴۱)﴾عَنِ الْحَقِّ﴿قُلْ﴾لَهُمْ﴿لَّوْ كَانَ مَعَهٗ﴾اَیِ اللّٰهِ﴿اٰلِهَةٌ كَمَا يَقُوْلُوْنَ اِذًا
لَّابْتَغَوْا﴾طَلَبُوْا﴿اِلٰى ذِی الْعَرْشِ﴾اَیِ اللّٰهِ﴿سَبِيْلًا (۴۲)﴾طَرِيْقًا لِيُقَاتِلُوْهُ﴿سُبْحٰنَهٗ﴾تَنْزِيْهًا لَّهٗ﴿وَتَعٰلٰى
عَمَّا يَقُوْلُوْنَ﴾مِنَ الشُّرَكَاءِ﴿عُلُوًّا كَبِيْرًا (۴۳) تُسَبِّحُ لَهٗ﴾تُنَزِّهُهٗ﴿السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهِنَّ ط
وَاِنْ﴾مَا﴿مِّنْ شَیْءٍ﴾مِنَ الْمَخْلُوْقَاتِ﴿اِلَّا يُسَبِّحُ﴾مُتَلَبِّسًا﴿بِحَمْدِهٖ﴾اَیْ يَقُوْلُ سُبْحَانَ اللّٰهِ
وَبِحَمْدِهٖ﴿وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ﴾تَفْهَمُوْنَ﴿تَسْبِيْحَهُمْ ط﴾لِاَنَّهٗ لَيْسَ بِلُغَتِكُمْ﴿اِنَّهٗ كَانَ حَلِيْمًا
غَفُوْرًا (۴۴)﴾حَيْثُ لَمْ يُعَاجِلْكُمْ بِالْعُقُوْبَةِ﴿وَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ جَعَلْنَا بَيْنَكَ وَبَيْنَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ
حِجَابًا مَّسْتُوْرًا (۴۵)﴾اَیْ سَاتِرًا لَكَ عَنْهُمْ فَلَا يَرَوْنَكَ وَنَزَلَ فِيْمَنْ اَرَادَ الْفَتْكَ بِهٖ ﷺ﴿وَّجَعَلْنَا عَلٰى
قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً﴾اَغْطِيَةً﴿اَنْ يَّفْقَهُوْهُ﴾مِنْ اَنْ يَفْهَمُوا الْقُرْاٰنَ اَیْ لَا يَفْهَمُوْنَهٗ﴿وَفِیْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا ط﴾ثِقَلًا
فَلَا يَسْمَعُوْنَهٗ﴿وَاِذَا ذَكَرْتَ رَبَّكَ فِی الْقُرْاٰنِ وَحْدَهٗ وَلَّوْا عَلٰٓى اَدْبَارِهِمْ نُفُوْرًا (۴۶)﴾عَنْهُ﴿نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا
يَسْتَمِعُوْنَ بِهٖٓ﴾بِسَبَبِهٖ مِنَ الْهَزْءِ﴿اِذْ يَسْتَمِعُوْنَ اِلَيْكَ﴾قِرَائَتِكَ﴿وَاِذْ هُمْ نَجْوٰٓى﴾يَتَنَاجَوْنَ بَيْنَهُمْ اَیْ
يَتَحَدَّثُوْنَ﴿اِذْ﴾بَدَلٌ مِنْ اِذْ قَبْلَهٗ﴿يَقُوْلُ الظّٰلِمُوْنَ﴾فِیْ تَنَاجِيْهِمْ﴿اِنْ﴾مَا﴿تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا رَجُلًا
مَّسْحُوْرًا (۴۷)﴾مَخْدُوْعًا مَغْلُوْبًا عَلٰى عَقْلِهٖ قَالَ تَعَالٰى﴿اُنْظُرْ كَيْفَ ضَرَبُوْا لَكَ الْاَمْثَالَ﴾بِالْمَسْحُوْرِ
الْكَاهِنِ وَالشَّاعِرِ﴿فَضَلُّوْا﴾بِذٰلِكَ عَنِ الْهُدٰى﴿فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ سَبِيْلًا (۴۸)﴾طَرِيْقًا اِلَيْهِ
ع ﴿وَقَالُوْٓا﴾مُنْكِرِيْنَ لِلْبَعْثِ﴿ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا وَّرُفَاتًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ خَلْقًا جَدِيْدًا (۴۹) قُلْ﴾لَهُمْ﴿كُوْنُوْا
حِجَارَةً اَوْ حَدِيْدًا (۵۰) اَوْ خَلْقًا مِّمَّا يَكْبُرُ فِیْ صُدُوْرِكُمْ ج﴾يَعْظُمُ عَنْ قُبُوْلِ الْحَيٰوةِ فَضْلًا عَنِ الْعِظَامِ
وَالرُّفَاتِ فَلَا بُدَّ مِنْ اِيْجَادِ الرُّوْحِ فِيْكُمْ﴿فَسَيَقُوْلُوْنَ مَنْ يُّعِيْدُنَا ط﴾اِلَى الْحَيٰوةِ﴿قُلِ الَّذِیْ
فَطَرَكُمْ﴾خَلَقَكُمْ﴿اَوَّلَ مَرَّةٍ ج﴾وَلَمْ تَكُوْنُوْا شَيْئًا لِاَنَّ الْقَادِرَ عَلَى الْبَدْءِ قَادِرٌ عَلَى الْاِعَادَةِ بَلْ هِیَ
اَهْوَنُ﴿فَسَيُنْغِضُوْنَ﴾يُحَرِّكُوْنَ﴿اِلَيْكَ رُءُوْسَهُمْ﴾تَعَجُّبًا﴿وَيَقُوْلُوْنَ﴾اِسْتِهْزَاءً﴿مَتٰى هُوَ ط﴾اَیِ
الْبَعْثُ﴿قُلْ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنَ قَرِيْبًا (۵۱) يَوْمَ يَدْعُوْكُمْ﴾يُنَادِيْكُمْ مِنَ الْقُبُوْرِ عَلٰى لِسَانِ
اِسْرَافِيْلَ﴿فَتَسْتَجِيْبُوْنَ﴾فَتُجِيْبُوْنَ مِنَ الْقُبُوْرِ﴿بِحَمْدِهٖ﴾بِاَمْرِهٖ وَقِيْلَ وَلَهُ الْحَمْدُ﴿وَتَظُنُّوْنَ اِنْ﴾مَا﴿
لَّبِثْتُمْ﴾فِی الدُّنْيَا﴿اِلَّا قَلِيْلًا (۵۲)﴾لِهَوْلِ مَاتَرَوْنَ.

﴿ترجمہ﴾

اور بیشک ہم بیان فرمائیں (صــرفـنـا بمعنی بیـنـا ہے)اس قرآن میں (امثال، وعدہ اور وعید وغیرہ......۱......) کہ وہ سمجھیں (یعنی نصیحت حاصل کریں) اور (اس سے) انہیں نہیں بڑھتی مگر (حق سے) نفرت تم فرماؤ (ان لوگوں سے) اگر اس (یعنی اللہ عزوجل) کے ساتھ اور خدا ہوتے جیسا کہ یہ بکتے ہیں جب تو وہ ڈھونڈ نکالتے (لابتغوا بمعنی لا طلبوا ہے) عرش کے مالک (یعنی اللہ عزوجل) کی طرف کوئی راہ (کہ اس سے وہ لڑ سکیں) اسے پاکی ہے......۲......(وہ منزہ ہے) اور برتری ان کی باتوں سے (جو شرکاء کے بارے میں ہے) بڑی برتری، اس کی پاکی بولتے ہیں (یعنی اس کی پاکی بیان کرتے ہیں) ساتوں آسمان اور زمین اور جو کوئی ان میں ہے اور کوئی چیز نہیں (ان بمعنی ما نافیہ ہے، مخلوقات میں سے) جو اسے سراہتی ہوئی اس کی پاکی نہ بولے (یعنی ہر مخلوق سبحان اللہ وبحمدہ کہتی ہے) ہاں تم ان کی تسبیح نہیں سمجھتے......۳......(تفقھون بمعنی تفھمون ہے، کیونکہ ان کی تسبیح تمہاری زبان میں نہیں ہے) بیشک وہ حلم والا بخشنے والا ہے (کہ تم پر جلد عذاب نہیں فرماتا) اور اے محبوب! تم نے قرآن پڑھا ہم نے تم پر اور ان میں ایک چھپا ہوا پردہ کر دیا (جو تمہیں ان سے چھپائے ہوئے تھا کہ وہ تمہیں نہ دیکھ سکیں، یہ آیت ان لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی جو بے توجہی کے عالم میں آپ ﷺ کو قتل کرنے کا ارادہ رکھتے تھے) اور ہم نے ان کے دلوں پر غلاف ڈال دیئے (یعنی پردے ڈال دیئے) کہ اسے سمجھیں (یعنی ان کے دلوں پر پردے ڈال دیئے اس سے کہ وہ قرآن سمجھ سکیں یعنی وہ قرآن کو سمجھ نہیں پاتے) اور ان کے کانوں میں ٹینٹ (بوجھ) ہے (پس وہ اسے سن نہیں سکتے) اور جب تم قرآن میں اپنے اکیلے رب کی یاد کرتے ہو وہ پیٹھ پھیر کر بھاگتے ہیں (اس سے) نفرت کرتے ہم خوب جانتے ہیں جس کے لیے وہ سنتے ہیں (یعنی ان کے سننے کا سبب اس کی ہنسی بنانا ہے ہم جانتے ہیں) جب تمہاری طرف (تمہاری تلاوت کی طرف) کان لگاتے ہیں اور جب آپس میں مشورہ کرتے ہیں (آپس میں سرگوشی کرتے ہیں یعنی بات چیت کرتے ہیں) جب کہ (یہ اذ ماقبل اذ سے بدل ہے) ظالم کہتے ہیں (اپنے مشورے میں) تم پیچھے نہیں چلے مگر ایک ایسے مرد کے ساتھ جس پر جادو ہوا......۴......(جس کی عقل مغلوب و مخدوش ہو کر رہ گئی ہے، اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے) دیکھو انہوں نے تمہیں کیسی تشبیہیں دیں (سحر زدہ، کاہن اور شاعر ہونے کے ساتھ) تو گمراہ ہوئے (اسی سبب سے ہدایت سے دور ہو کر) کہ راہ نہیں پاتے (ہدایت کی، سبیلا بمعنی طریقا ہے) اور (مرنے کے بعد اٹھائے جانے کے منکر) بولے کیا جب ہم ہڈیاں اور ریزہ ریزہ ہو جائیں گے کیا سچ مچ نئے بن کر اٹھیں گے تم فرماؤ (ان سے) کہ پتھر یا لوہا ہو جاؤ یا اور کوئی مخلوق جو تمہارے خیال میں بڑی ہو (حیات قبول کرنے سے بڑی ہو چہ جائے کہ یہ ہڈیاں اور جسم کے ذرے کہ انہیں دوبارہ بنانا پس اللہ عزوجل ضرور تم میں روح کو موجود کر دے گا) تو اب کہیں گے کہ ہمیں کون پھر لوٹائے گا (حیات کی طرف) تم فرماؤ وہی جس نے تمہیں پہلی بار پیدا کیا......۵......(جب کہ تم کچھ بھی نہ تھے کیونکہ جو پہلی بار بنانے پر قادر ہے وہ دوبارہ بنانے پر بھی قادر ہے بلکہ وہ زیادہ آسان ہے تمہاری عقلوں کے مطابق) تو اب تمہاری طرف (تعجب سے) سر ہلا کر کہیں گے (مذاق اڑاتے ہوئے) یہ کب ہے (یعنی مرنے کے بعد اٹھائے جانے کا معاملہ کب ہے؟) تم فرماؤ شاید نزدیک ہی ہو جس دن وہ تمہیں بلائے گا (وہ تمہیں اسرافیل علیہ السلام کی زبان پکارے گا) تو تم (قبروں سے اس کی پکار کا) جواب دو گے اس کے حکم کے سبب (حمد بمعنی امر ہے اور کہا گیا ہے کہ مردے ولہ الحمد کہتے اٹھیں گے) اور سمجھو گے کہ نہ رہے (دنیا میں ان بمعنی ما نافیہ ہے) مگر تھوڑا (اس گھبراہٹ کی وجہ سے جو تم دیکھ رہے ہو گے)۔

﴿ترکیب﴾

﴿ولقد صرفنا فی ھذا القران لیذکروا وما یزیدھم الا نفورا﴾.

و: عاطفہ،لام:تاکید جواب قسم ،قد:تحقیقیہ ، صرفنا :فعل بافاعل، فی هذاالقرآن:ظرف لغو"امثالا"مفعول محذوف، لام:جار، یذ کروا: فعل وضمیرذوالحال، و:حالیہ، مایزید :فعل نفی بافاعل، هم: مفعول، الا: حصر، نفورا: مفعول ثانی،ملکر جملہ فعلیہ ہوکر حال،ملکرمجرور،ملکر ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ قسم محذوف" نقسم " کے لیے جواب قسم،ملکر جملہ قسمیہ۔

﴿قل لو كان معه آلهة كما يقولون اذا لا بتغوا الى ذى العرش سبيلا﴾.

قل: قول،لو:شرطیہ، کان :فعل ناقص،معه:ظرف مستقرخبرمقدم،الهة:اسم مؤخر، کما یقولون:جارمجرور،ظرف مستقر" کونا"مصدر محذوف کی صفت مرکب توصیفی خبرثانی،ملکر جملہ فعلیہ شرط، اذا:حرف جواب وجزا،لام :تاکیدیہ، ابتغوا: فعل بافاعل، الی ذی العرش:ظرف لغو، سبیلا : مفعول،ملکر جملہ فعلیہ،اپنی شرط سے ملکر جملہ شرطیہ ہوکر مقولہ،ملکر جملہ فعلیہ قولیہ۔

﴿سبحنه وتعالى عما يقولون علوا كبيرا﴾.

سبحنه: مفعول مطلق فعل محذوف "نسبح" کے لیے،ملکر جملہ فعلیہ، و:عاطفہ، تعالی:فعل بافاعل، عما یقولون: ظرف لغو، علوا کبیرا: مفعول مطلق، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿تسبح له السموت السبع والارض ومن فيهن﴾.

تسبح: فعل، له:ظرف لغو، السموات السبع: معطوف علیہ، والارض:معطوف اول، ومن فیهن :معطوف ثانی، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وان من شيء الا يسبح بحمده ولكن لا تفقهون تسبيحهم انه كان حليما غفورا﴾.

و: عاطفہ،ان:نافیہ، من: زائدہ، شیء : مبتدا، الا :اداۃ حصر،یسبح : فعل هو ضمیرذوالحال، بحمده :ظرف مستقر حال اول،و: حالیہ، لکن : استدراکیہ مہملہ، لا تفقهون : فعل بافاعل، تسبیحهم: مفعول،ملکر جملہ فعلیہ حال ثانی ، ملکر فاعل،ملکر جملہ فعلیہ خبر،ملکر جملہ اسمیہ،انه :حرف مشبہ واسم، کان حلیما غفورا جملہ فعلیہ خبر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿واذا قرات القران جعلنا بينك وبين الذين لا يومنون بالاخرة حجابا مستورا﴾.

و: مستانفہ،واذا :ظرفیہ متضمن معنی شرط مفعول فیہ مقدم ،قرات القرآن :فعل بافاعل ومفعول ملکر جملہ فعلیہ شرط، جعلنا: فعل بافاعل، بینک:معطوف علیہ، وبین الذین لا یومنون بالاخرة :معطوف،ملکر ظرف مستقر مفعول، حجابا مستورا: مفعول ثانی،ملکر جملہ فعلیہ جزا،ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿وجعلنا على قلوبهم اكنة ان يفقهوه وفى اذانهم وقرا﴾.

و:عاطفہ، جعلنا: فعل بافاعل، علی قلوبهم وفی اذانهم: ملکر ظرف لغو، اکنة : مصدر بافاعل، ان یفقهوه: جملہ بتاویل مصدر بتقدیر،"ب":جار،ہوکر مجرور،ملکر ظرف لغو،ملکر شبہ جملہ ہوکر معطوف علیہ، وقرا :معطوف ،ملکر معقول،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿واذا ذكرت ربك فى القران وحده ولوا على ادبارهم نفورا﴾.

و:عاطفہ،اذا:ظرفیہ متضمن معنی شرط مفعول فیہ مقدم، ذکرت :فعل وضمیر فاعل، ربک:ذوالحال،وحده : حال،ملکر مفعول،فی القرآن : ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ شرط،ولوا: فعل وضمیر ذوالحال، علی ادبارهم: ظرف مستقر حال،ملکر فاعل،نفورا:مفعول لہ، ملکر جملہ فعلیہ جواب شرط،ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿نحن اعلم بما يستمعون به ....ان تتبعون الا رجلا مسحورا﴾.

نحن: مبتدا، اعلم: اسم تفضیل بافاعل، ب: جار، ما یستمعون به: موصول صلہ ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، اذ: مضاف، یستمعون الیک: جملہ فعلیہ مضاف الیہ، ملکر معطوف علیہ، و: عاطفہ، اذ: مضاف، ھم نجوی: جملہ اسمیہ مضاف الیہ، ملکر مبدل منہ، اذ: مضاف، یقول الظلمون: جملہ قول، ان: نافیہ، تتبعون: فعل بافاعل، الا: اداۃ حصر، رجلا مسحورا: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ مقولہ، ملکر مضاف الیہ، ملکر بدل، ملکر معطوف، ملکر ظرف لغو، اسم تفضیل اپنے متعلقات سے ملکر خبر ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿انظر کیف ضربوا لک الامثال فضلوا فلا یستطیعون سبیلا﴾.

انظر: فعل امر بافاعل، کیف: اسم استفہام حال مقدم، ضربوا: فعل وضمیر ذوالحال، ملکر فاعل، لک: ظرف لغو، الامثال: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، فضلوا: جملہ فعلیہ معطوف، لا یستطیعون سبیلا: جملہ فعلیہ معطوف ثانی، ملکر مفعول، انظر اپنے متعلقات سے ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وقالوا ءاذا کنا عظاما ورفاتا ءانا لمبعوثون خلقا جدیدا﴾.

و: عاطفہ، قالوا: قول، ھمزہ: استفہامیہ، اذا: مضاف، کنا: فعل ناقص بااسم، عظاما ورفاتا: معطوف علیہ ومعطوف، ملکر خبر، ملکر جملہ فعلیہ مضاف الیہ، ملکر ظرف، فعل محذوف "نبعث" کے لیے، ملکر جملہ فعلیہ مقولہ، ھمزہ: استفہامیہ، انا: حرف مشبہ واسم، لام: تاکیدیہ، مبعوثون: اسم فاعل ھم ضمیر ذوالحال، خلقا جدیدا: حال، ملکر فاعل، ملکر شبہ جملہ ہوکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ مقولہ ثانی، ملکر جملہ فعلیہ قولیہ۔

﴿قل کونوا حجارۃ او حدیدا○ او خلقا مما یکبر فی صدورکم﴾.

قل: قول، کونوا: فعل ناقص بااسم، حجارۃ: معطوف علیہ، او حدیدا: معطوف اول، او: عاطفہ، خلقا: موصوف، من: جار، مایکبر فی صدورکم: موصول صلہ ملکر مجرور، ملکر ظرف مستقر صفت، ملکر معطوف ثانی، ملکر خبر، ملکر جملہ فعلیہ مقولہ، ملکر جملہ فعلیہ قولیہ۔

﴿فسیقولون من یعیدنا قل الذی فطرکم اول مرۃ﴾.

ف: عاطفہ، سیقولون: قول، من: استفہامیہ مبتدا، یعیدنا: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ ہوکر مقولہ، ملکر جملہ فعلیہ قولیہ، قل: قول، الذی: موصول، فطرکم اول مرۃ: فعل بافاعل ومفعول وظرف ملکر جملہ فعلیہ ہوکر صلہ، ملکر مبتدا محذوف "ھو" کے لیے خبر، ملکر جملہ اسمیہ ہوکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿فسینغضون الیک رءوسھم ویقولون متی ھو﴾

ف: عاطفہ، ینغضون الیک رءوسھم: فعل بافاعل وظرف لغو ومفعول ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، یقولون: قول، متی: ظرف مستقر خبر مقدم، ھو: مبتدا موخر، ملکر جملہ اسمیہ مقولہ، ملکر جملہ قولیہ، ماقبل "ینغضون" پر معطوف ہے۔

﴿قل عسی ان یکون قریبا○ یوم یدعوکم فتستجیبون بحمدہ وتظنون ان لبثتم الا قلیلا﴾.

قل: قول، عسی: فعل رجاء "ھو" ضمیر مستتر اسم، ان: مصدریہ، یکون: فعل ناقص بااسم، قریبا: خبر، ملکر جملہ فعلیہ بتاویل مصدر خبر، ملکر جملہ فعلیہ مقولہ، ملکر جملہ فعلیہ قولیہ، یوم: مضاف، یدعوکم: فعل بافاعل ومفعول ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، ف: عاطفہ، تستجیبون: فعل وضمیر ذوالحال، بحمدہ: ظرف مستقر حال اول، و: حالیہ، تظنون: فعل بافاعل، ان: نافیہ، لبثتم: فعل بافاعل، الا: اداۃ حصر، قلیلا: ظرف، ملکر جملہ فعلیہ مفعول، ملکر جملہ فعلیہ حال ثانی، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر مضاف الیہ، ملکر ظرف "اذکر" فعل محذوف کے لیے، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

قرآنی مضامین:

۱...... (۱)......علم احکام: ازقسم واجب مستحب مکروہ اور حرام، یہ احکام خواہ عبادات میں سے ہوں یا معاملات میں سے یا تدبیر منزل سے متعلق ہوں، اس کی تفصیل فقہاء کے ذمہ ہے۔ قرآن نے تمام عبادات میں خواہ طہارت ہو یا نماز، روزہ، زکوۃ، حج، یاذکر ان تمام احکامات کے اجراء میں تساہل اور بوجہ اکثر آدمیوں کے ناواقف ہونے کے باہم اختلاف کو ختم کیا۔ اور مسائل نماز کا اجمالی تذکرہ کیا گیا اور اس کے لئے لفظ اقامت صلوۃ استعمال کیا۔ اور باقی متعلقہ مسائل اذان جماعت، اوقات اور بناء مساجد کی تفصیل حضور ﷺ نے بیان فرمائی۔ مسائل زکوۃ بھی مختصر ذکر کئے گئے اور حضور ﷺ نے وضاحت فرمائی اسی طرح دیگر احکامات کو بھی اجمالا بیان کیا گیا۔ (۲)......علم مباحثہ: قرآن کریم میں چار گمراہ فرقوں سے مباحث ہوئے ہیں مشرکین، منافقین، یہود، نصاری، یہ مباحثے دو طرح پر واقع ہوئے ایک تو یہ کہ اول قطعیہ یا خطابیات سے حل کرتے ہیں اور دوسرے یوں کہ ان باطل عقائد کا رد بیان کر کے ان سے نفرت دلائی جاتی ہے۔ (۳)......علم تذکیر بآلاء اللہ: اور قدرت میں جو باتیں بیان کی گئی ہیں جن کو شہری، بدوی اور عرب و عجم یکساں طور پر سمجھ سکیں۔ لہذا نفسانی نعمتیں جو اولیاء اور علماء کے ساتھ مخصوص اور ارتفاقی لذتیں جو صرف بادشاہوں کا حصہ ہیں ذکر نہیں کی گئیں، بنابریں جن نعمتوں کا ذکر کرنا مناسب تھا یہ ہیں آسمان وزمین کی پیدائش بادلوں سے پانی برسانا اور زمین سے پانی کے چشمے جاری کرنا اور اس سے طرح طرح کے پھل پھول اور غلے اگانا اور ضروری صنعتوں کا الہام اور پھر ان کے جاری کرنے کی قدرت بخشا اور اکثر مقامات میں ہجوم مصائب اور ان کے دور ہونے کے وقت لوگوں کے رویہ کے بدل جانے پر اکثر مقامات میں تنبیہ فرمائی ہے اس لیے کہ یہ امراض نفسانی میں سے کثیر الوقوع ہے۔ (۴)......ایام اللہ: وہ واقعات جن کو خدا تعالی نے ایجاد فرمایا ہے مثلاً فرمانبرداری کے لیے انعام اور نافرمانوں کے لیے عذاب، ان میں ایسی جزئیات کو اختیار فرمایا کہ جو بیشتر سے ان کے گوش زد ہو چکی تھیں۔ حضرت موسی علیہ السلام کا حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات کرنا، اصحاب کہف کے قصص وغیرہ۔ (۵)......تذکیر بالموت: موت اور اس کے بعد کے واقعات میں سے یہ امور بیان فرمائے انسانی موت کی کیفیت، اور اس وقت اس کی بیچارگی کا عالم اور بعد موت جنت ودوزخ کو سامنے کرنا اور عذاب کے فرشتوں کا آنا اور علامت قیامت بیان کی گئی ہیں۔ (الفوز الکبیر، ص ۲۲، ملخصاً)

توحید باری تعالی پر دلیل تمانع:

۲......اللہ (صانع عالم) ایک ہے، اور اللہ کی ذات بالاصفات کے علاوہ کسی اور کا واجب الوجود ہونا ناممکن ہے۔ اور متکلمین کے نزدیک اس حوالے سے دلیل تمانع پائی جاتی ہے جو کہ باری تعالی کا فرمان ﴿لو كان فيهما الهة الا الله لفسدتا﴾ یعنی اگر اس زمین وآسمان میں ایک سے زائد خدا ہوتے تو ان میں فساد آ جاتا۔ یہی وہ دلیل تمانع ہے جو کہ متکلمین علم کلام نے بیان کی ہے۔ خلاصہ یوں ہے کہ ایک بارش کے برسنے پر خوش ہوتا اور دوسرا ناخوش، ایک صبح ہونے کی خواہش کرتا اور دوسرا اس پر ناخوش ہوتا۔ الغرض کائنات کا نظام درہم برہم ہو جاتا۔ (شرح عقائد، مبحث دليل على الوحدانيت ص ٣٤)

ہر چیز اللہ عزوجل کی تسبیح کرتی ہے:

۳......ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ جو چیز بھی حی (یعنی زندہ ہے) وہی تسبیح کرتی ہے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے کہ تمام حیوانات ونباتات اللہ کی تسبیح کرتے ہیں۔ ایک قول کے مطابق درخت بھی تسبیح کرتے ہیں جیسا کہ استوانہ درخت تسبیح کرتا ہے۔ ایک

قول یہ ہے کہ مٹی جب تک کہ حالت نہ بدلے میں کرتی ہے اور جیسے ہی اس کی حالت بدل جائے گی اس کی تسبیح کرنا ختم ہو جائے گا۔ جواہرات بھی تسبیح کرتے ہیں جب تک کہ انہیں ان کی جگہ سے نہ نکالا جائے جیسے ہی انہیں ان کی جگہ سے نکال لیا گیا، ان کی تسبیح کرنا ختم ہو جائے گا۔ جب تک پتے درخت پر لگے رہتے ہیں تسبیح کرتے رہتے ہیں۔ پانی جاری ہونے کی خوبی میں ہوتا ہے اس وقت تک تسبیح کرتا رہتا ہے۔ کپڑا جب تک نیا ہوتا ہے تسبیح کرتا رہتا ہے جب بوسیدہ ہو جاتا ہے تسبیح کرنا بند کر دیتا ہے۔ پرندے اور وحشی جانور جب تک سیاحت کرتے رہتے ہیں ان کی تسبیح جاری رہتی ہے اور جیسے ہی وہ کسی مقام پر ٹھہرتے ہیں تسبیح کرنا بند ہو جاتا ہے۔ دروازے اور چھت کی آواز بھی ان کی تسبیح ہے۔ ایک قول یہ بھی کیا جاتا ہے کہ ہر حیوان کی تسبیح ہے چہ جائے کہ وہ جمادات سے تعلق رکھتا ہو یا کوئی اور ہو، ان کی تسبیح "سبحن اللہ وبحمدہ" ہے۔ (الخازن، ج۳، ص۱۳۱)

☆...... حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: "میں دیکھتا ہوں کہ تم بکریوں اور جنگل سے محبت کرتے ہو پس جب تم اپنی بکریوں کے پاس یا جنگل میں ہو تو نماز کے لیے آواز سے اذان دیا کرو کیونکہ تمہاری آواز کو جہاں تک جن اور انس اور جو چیز بھی سنے گی وہ تمہاری آواز کی گواہی دے گی"۔ (صحیح البخاری، کتاب الاذان، باب: رفع الصوت بالنداء، رقم: ۶۰۹، ص۱۰۱)

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کا اطلاق کیا جانا درست یا......:

☆...... بی بی عائشہ صدیقہ بیان کرتی ہیں کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کیا گیا حتی کہ آپ کا خیال یہ ہوتا کہ آپ اپنی ازواج کے پاس (عمل زوجیت کے لیے) گئے ہیں، حالانکہ آپ نہیں گئے تھے، سفیان نے کہا کہ اگر یہ ایسا ہو تو یہ جادو کی زبردست قسم ہے، پس آپ نے فرمایا: اے عائشہ کیا تمہیں نہیں معلوم ہے کہ میں نے اللہ سے کچھ سوالات کئے تھے اور اللہ نے مجھے ان کے جوابات دیے، میرے پاس دو آدمی آئے، ایک میرے پاس سر کی جانب بیٹھ گیا اور دوسرا میرے پیروں کی جانب، جو آدمی سر کی جانب بیٹھا تھا اس نے دوسرے سے کہا، اس شخص کا کیا حال ہے، اس نے کہا کہ اس پر جادو کیا گیا ہے، اس نے پوچھا کہ اس پر کس نے جادو کیا ہے؟ اس نے کہا کہ لبید بن اعصم نے جو بنو زریق کے قبیلہ سے ہے اور یہود کا حلیف ہے، یہ شخص منافق تھا، اس نے پوچھا کس چیز پر جادو کیا ہے؟ اس نے کہا کنگھی میں اور ان بالوں میں جو کنگھی میں جھڑ جاتے ہیں، آپ نے پوچھا وہ کس جگہ ہے؟ اس نے کہا کہ نر کھجور کے کھوکے شگوفے میں لپیٹ کر ذروان کے کنویں میں ایک پتھر کے نیچے، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کنویں پر گئے حتی کہ آپ نے اس کو نکال لیا، آپ نے فرمایا یہی وہ کنواں ہے، جو مجھے خواب میں دکھایا گیا تھا اور اس کنویں کا پانی مہندی کے تلچھٹ کی طرح تھا اور اس کے کھجور کے درخت شیطانوں کے سروں کی طرح تھے، پھر جس پر جادو کیا گیا تھا اس کو کنویں سے نکال لیا گیا، حضرت عائشہ نے کہا آپ نے (جادو کا توڑ کرنے کے لیے) کوئی نشرہ (کسی قسم کا منتر) کیوں نہیں کیا؟ آپ نے فرمایا اللہ نے مجھے شفا دے دی اور میں نے اس بات کو ناپسند کیا کہ میں کسی شخص کو برائی کی ترغیب دوں (جس سے جادو کے توڑ کے لیے منتر کی ترویج ہو)۔ (صحیح البخاری، کتاب الدعوات، باب تکریر الدعاء، رقم: ۶۳۹۱، ص۱۱۰۹)

۷ھ میں صلح حدیبیہ کے بعد رؤسا یہود نے لبید بن اعصم یہودی سے کہا تو اور تیری لڑکیاں جادوگری میں یکتا ہیں، حضور پر جادو کر، لبید نے حضور کے ایک یہودی غلام سے حضور کی شکستہ کنگھی کے دندانے اور کچھ بال شریف حاصل کر لیے اور موم کا ایک پتلا بنایا اس میں گیارہ سوئیاں چبھوئیں، ایک تانت میں گیارہ گرہیں لگائیں، یہ سب کچھ اس پتلے میں رکھ کر، بیر اوان میں پانی کے نیچے ایک پتھر کے نیچے دبا دیا، اس کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خیال شریف میں یہ اثر ہوا کہ دنیاوی کاموں میں بھول ہو گئی، چھ ماہ تک اثر رہا، پھر جبرائیل امین علیہ السلام نے دونوں سورتیں، سورہ فلق وناس لائے، جن میں گیارہ آیتیں ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس جادو کی خبر دی، حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ کو اس کنویں کو پر بھیجا گیا آپ نے جادو کا یہ سامان پانی کی تہہ سے نکالا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سورتیں پڑھیں، ہر آیت پر ایک گرہ کھل گئی، اس

سے چند فائدہ حاصل ہوئے ایک یہ کہ جادو اور اس کی تاثیر حق ہے، دوسرے یہ کہ نبی کے جسم پر جادو کا اثر ہوتا ہے، جیسے تلوار اور نیزے کا، یہ اثر خلاف نبوت نہیں۔ موسیٰ علیہ السلام کے مقابلہ میں جادوگر فیل ہوئے کیونکہ وہاں جادو سے معجزہ کا مقابلہ تھا بلکہ موسیٰ علیہ السلام کے خیال پر بھی اس جادو نے اثر کیا۔ (نور العرفان، تحت سورۃ الفلق، حاشیہ نمبر۱)

کسی نبی و پیغمبر پر جادو کا ہو جانا ایسا ہی ممکن ہے جیسا کہ بیماری کا ہو جانا، اس لیے کہ انبیائے کرام بشری خواص سے الگ نہیں ہوتے، جیسے ان کو زخم لگ سکتا ہے، بخار و درد ہو سکتا ہے، ایسے ہی جادو کا اثر بھی ہو سکتا ہے، کیونکہ وہ بھی خاص اسباب طبعیہ جنات وغیرہ کے اثر سے ہوتا ہے اور حدیث میں ثابت ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ پر سحر ہو گیا تھا، آخری آیت میں کفار نے جو آپ کو مسحور کہا اور قرآن نے اس کی تردید کی اس کا حاصل وہ ہے جس کی طرف خلاصہ تفسیر میں اشارہ کر دیا گیا ہے کہ ان کی مراد در حقیقت مسحور کہنے سے مجنون کہنا تھا اس کی تردید قرآن نے فرمائی ہے اس لیے حدیث سحر اس کے خلاف اور متعارض ہے۔ (معارف القرآن، ج۵، ص ۴۹۰ وغیرہ)

مرنے کے بعد قبر کے سوال جواب کا بیان:

۵...... آسمانوں کے دروازے کافروں کے لئے نہ کھولے جائیں گے اس سے کیا مراد ہے؟ اس بارے میں مفصل کلام یہ ہے کہ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے ایک طویل روایت ہے جسے ہم کچھ اختصار کرتے ہوئے پیش کر رہے ہیں راوی فرماتے ہیں کہ ہم نبی پاک ﷺ کے ساتھ ایک انصاری کے جنازے میں گئے۔ ہم نے اسے قبر میں دفن کر دیا، نبی پاک ﷺ اس کی قبر کے پاس بیٹھ گئے اور ہم بھی حضور پر نور ﷺ کے ارد گرد بیٹھ گئے، ہمارے سروں پر پرندے جمع ہو گئے تھے نبی پاک ﷺ کے مبارک ہاتھ میں عود کی لکڑی تھی جس سے آپ ﷺ زمین کرید رہے تھے۔ حضور ﷺ نے اپنے سر کو اٹھایا اور دو یا تین مرتبہ یہ فرمایا: ''عذاب قبر سے پناہ مانگو''، پھر فرمایا ''مؤمن بندہ جب دنیا سے رخصت ہوتا ہے تو آخرت میں اس کا استقبال کیا جاتا ہے، آسمانی فرشتے ان پر سورج کی طرح چمکدار شکلوں میں نازل ہوتے ہیں، انکے پاس جنتی کفن ہوتے ہیں، اور جنتی خوشبو یہاں تک کہ وہ مؤمنین کے سامنے بیٹھ جاتے ہیں، پھر اس مؤمن مردے کے پاس ملک الموت آتا ہے جو اس کے سر کے پاس بیٹھ جاتا ہے اور کہتا ہے کہ اے پاکیزہ روح اپنے رب کی رضا اور مغفرت کی جانب بڑھ! وہ پانی کے قطرے کے بہاؤ کی سی تیزی سے نکلتی ہے پھر اس کے کفن اور خوشبو کو جنتی کفن اور خوشبو میں بدل دیا جاتا ہے، وہ پاکیزہ روح فرشتوں کے ہمراہ فرشتوں کے سرداروں کے پاس سے گزرتی ہے اور سردار کہتے ہیں کہ یہ پاکیزہ روح کس کی ہے؟ تو فرشتے جواب دیتے ہیں کہ فلاں بن فلاں کی، اور ہر آسمان پر اس کی اچھی داد و تحسین ہوتی ہے۔ جب ساتویں آسمان پر پہنچ جاتے ہیں تو اللہ جل جلالہ فرماتا ہے کہ میرے اس بندے کو علیین میں لکھ دو، اور اسے زمین کی جانب لوٹا دو کیونکہ میں نے ہی اسے زمین سے پیدا کیا اور میں ہی اسے اس میں پھر لے جاؤں گا، اور اسی سے دوبارہ نکالوں گا چنانچہ پھر اس کی روح اس کے جسم کی طرف لوٹا دی جاتی ہے۔

قبر میں دو فرشتے اس کے پاس آتے ہیں اور کہتے ہیں من ربک؟ یعنی تیرا رب کون ہے؟ تو مردہ جواب دیگا کہ ربی اللہ یعنی میرا رب اللہ ہے، پھر فرشتے کہیں گے مادینک؟ یعنی تیرا دین کیا ہے؟ تو نیک مردہ جواب دے گا کہ دینی الاسلام پھر مُردے سے تیسرا سوال ہوگا کہ ما ھذا الرجل الذی بعث فیکم؟ یعنی تیرے پاس یہ پیاری صورت والا کون بھیجا گیا؟ تو مردہ جواب دے گا کہ ھو رسول اللہ ﷺ کہ یہ تو رسول اللہ ﷺ ہیں۔ فرشتے اس مرد مؤمن سے پوچھے گے ماعملک؟ کہ دنیا میں تیرا عمل کیا تھا؟ مردہ جواب دیگا کہ قرآن پڑھنا، اس پر ایمان لانا، اور اس کی تصدیق کرنا، پھر منادی آسمان سے یہ ندا کرے گا کہ میرے بندے نے سچ کہا ہے اس کے لئے جنتی فرش بچھا دو، اس کے کفن کو جنتی کفن سے بدل دو، اور اسکے لئے جنتی کھڑکی کھول دو، پھر اس مردے کی روح اس کے پاس پاکیزہ صورت میں آئے گی اور اس کی قبر حد نگاہ تک وسیع کردی جائے گی اور اس کے پاس ایک بندہ حسن شکل و

صورت میں اور پاکیزہ کپڑوں میں آئے گا اور اس مردے سے کہے گا کہ تجھے مبارک ہو جس دن کے بارے میں تجھ سے وعدہ کیا گیا تھا وہ یہی ہے۔ مردہ اس سے کہے گا کہ اے حسین چہرے والے! تو کون ہے؟ تو وہ شخص کہے گا کہ میں تیرا نیک عمل ہوں پھر وہ مردہ کہے گا کہ اے رب ﷻ قیامت قائم فرما! قیامت قائم فرما! قیامت قائم فرما! تا کہ میں اپنے اہل اور مال کی طرف لوٹ جاؤں۔ اور کافر بندہ کہ جب وہ دنیا سے منقطع ہو کر آخرت کی جانب بڑھے گا تو اس کے پاس بُری شکل میں فرشتے آئیں گے، اور فرشتے اس کے سامنے بیٹھ جائیں گے، اور ملک الموت اس کے سر کی جانب بیٹھ جائیں گے، اور کہیں گے کہ اے خبیث روح! اللہ ﷻ کے غضب اور اس کی ناراضگی کے ساتھ جسم سے نکل! اور اس کے ساتھ وہ تمام معاملات جو مؤمن کے ساتھ اچھے انعام و اکرام کے ساتھ ہوئے تھے وہ اس کے ساتھ بُرے طریقے سے پیش آئیں گے یہاں تک کہ آسمان کے دروازے نہ کھولے جائیں گے اور اللہ ﷻ ایسے بندے کے متعلق فرمائے گا کہ اے میرے فرشتوں اس کو زمین کے سب سے نچلے طبقے میں رہنے والے سجین میں لکھ دو پھر اس کی روح (سختی سے) نکال لی جاتی ہے، پھر نبی پاک صاحب لولاک ﷺ نے یہ آیت ﴿وَمَنْ يُشْرِكْ بِاللّٰهِ فَكَاَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَاءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ اَوْ تَهْوِيْ بِهِ الرِّيْحُ فِيْ مَكَانٍ سَحِيْقٍ (الحج: ۳۱)﴾ تلاوت فرمائی۔

پھر اس کی روح اُس کے جسم میں لوٹا دی جاتی ہے، اور اس کے پاس فرشتے آتے ہیں اور اس کے پاس بیٹھ کر سوالات کریں گے کہ **من ربک؟ مادینک؟ ماھذا الرجل الذی بعث فیکم؟** اور کافر مردہ ہر سوال کے جواب میں یہ کہے گا کہ **ھاہ ھاہ** (یعنی میں نہیں جانتا) پھر اس کے لئے آگ کا بستر بچھا دیا جائے گا اور اس کے واسطے آگ کے دروازے کھول دئے جائیں گے، اس کی گرمی اس شخص کی جانب بڑھے گی، اس کی قبر اس کے لئے تنگ کر دی جائے گی، یہاں تک کہ اس کی پسلیاں ایک دوسرے میں پیوست ہو جائیں گی، اس کے پاس ایک بدصورت آدمی، گندے بدبودار کپڑوں میں آئے گا اور اس مردے سے کہے گا کہ تجھے بشارت ہو آج کے دن کے بُرے عذاب کی جس کا تجھ سے وعدہ کیا گیا تھا مردہ اس بدشکل آدمی سے کہے گا کہ تو بدصورت شخص کون ہے جو بُری خبر لے کر آیا ہے؟ بدصورت شکل والا شخص کہے گا کہ میں تیرا بُرا عمل ہوں، مردہ کہے گا کہ اے رب قیامت قائم نہ کرنا''۔

☆......ابن جریر نے مجاہد سے روایت کی ہے کہ نبی پاک ﷺ نے فرمایا: ''**لاتفتح لھم ابواب السماء** کا معنی یہ ہے کہ نہ تو کافروں کا کلام آسمان کی جانب بلند ہو سکے اور نہ ہی عمل''۔ ابن جریر نے سعید بن جبیر سے روایت کیا ہے کہ نبی پاک ﷺ نے فرمایا: **لاتفتح لھم ابواب السماء** کا معنی یہ ہے کہ نہ تو ان کے عمل آسمان کی جانب بلند ہوں اور نہ ہی ان کی دعا''۔ ابن جریر نے ابن جریج سے روایت کیا ہے کہ نبی پاک ﷺ نے فرمایا: ''**لاتفتح لھم ابواب السماء** کا معنی یہ ہے کہ آسمان کے دروازے نہ تو ان کی روحوں کے لئے کھولے جائیں گے اور نہ ہی ان کے اعمال کے لئے''۔ (الدرالمنثور، ج۳، ص۱۵۵)

اغراض: **لھم**: اے محبوب ان سے کئی خدا ہونے کے عقیدہ کے باطل ہونے کے بارے میں استدلال پیش کیجئے اور اللہ کے ایک ہونے کا عقیدہ ثابت کیجئے۔ **لیقاتلوہ**: دنیا کے بادشاہوں سے کئی خدا ہونے کے باطل عقیدے پر قتال کرو۔

من المخلوقات: انسان، جنات، فرشتے، تمام حیوانات اور جمادات مخلوق ہونے میں شامل ہیں۔

ای یقول سبحان اللہ وبحمدہ: یعنی اللہ کی ذات پاک ہونے کا عقیدہ رکھے اور اللہ کی ذات کو ہر قسم کی حمد سے موصوف کرے۔

حیث لم یعاجلکم بالعقوبۃ: تمہاری غفلت، آیات قرآنیہ پر تدبر نہ کرنے اور خالق کائنات کی مصنوعات میں تدبر نہ کرنے کی وجہ سے تمہیں جلد عذاب کا سامنا کرنا پڑے۔ **ای ساترا**: میں اس جانب اشارہ ہے کہ مفعول فاعل کے معنی میں ہے۔

فیمن اراد الفتک بہ: جیسا کہ ابوجہل، ابولہب کی زوجہ ام جمیل، خیبر اور مدینہ منورہ کے یہود، مدینہ منورہ کے منافقین، اس کا مزید

بیان اسی آیت کے شانِ نزول میں دیکھ لیں۔

اغطیۃ: سے مراد معنوی پردہ ہے نہ کہ حقیقی، جس سے دشمنانِ اسلام سید عالم ﷺ کے ادراک کرنے سے محفوظ رہے۔

فلا یسمعونہ: جیسا کہ بعض کفار، جب سید عالم ﷺ قرآن پڑھتے تو یہ حضرات اسے سنتے نہ تھے، یا عدم سماع واغماظ کی نفی ہے جو کہ ہر کافر و منافق میں پائی جاتی ہے۔ **بذلک عن الھدیٰ** اس لیے کہ ھدایت مان لینے کے تابع ہوا کرتی ہے، اور اچھے عقیدہ کا پیش خیمہ ہوتی ہے اور یہ سارے لوگ اس سے مبرا ہیں۔

بل ھی اھون: دوبارہ بنالینا زیادہ آسان ہے پہلی مرتبہ بنانے کے مقابلے میں، اس لیے کہ پہلی مرتبہ تخلیق کرنے میں سابق کی مثال نہیں ہوا کرتی، اور یہ بات ہمیں اپنی عقول وافعال میں نظر کرنے سے پتہ چلتی ہے، اور پہلی مرتبہ تخلیق کرنے یا اعادہ کرنے کی نسبت اللہ کی جانب کرنے میں برابری والی کیفیت ہے جیسا کہ پہاڑ کا پیدا کرنا اور اسی کے مثل ذرات کا پیدا کرنا اللہ کے لئے برابر ہے، (یعنی کوئی مشکل نہیں)۔

علی لسان اسرافیل: یہ ایک قول ہے، جب کہ ایک قول کے مطابق قبر سے بلانے والے جبرائیل علیہ السلام ہونگے، اور صور پھونکنے والے حضرت اسرافیل علیہ السلام ہونگے، اور قبر والوں کو ندا کرنے کی صورت یہ ہوگی "اے بوسیدہ ہڈیوں، ٹوٹے جوڑوں، بدبودار گوشت، بکھرے بالوں، پس اللہ کے حکم سے تمام مفاصل جڑ جائیں گے۔

وقیل ولہ الحمد: جیسا کہ (بروز قیامت) لوگ کہیں گے کہ تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں، اور ایسا مومن و کافر سے کے ساتھ ہوگا، مومنین اللہ کی نعمتوں کا شکر کرتے ہوئے ایسا کہیں گے جب کہ کافر اس امید پر حمد کریں گے کہ انہیں شکر کرنے کا کچھ فائدہ حاصل ہو جائے اور ایسا ہرگز نہ ہوگا یعنی انہیں فائدہ نہ پہنچے گا، ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے کہ یہ معاملہ مومنین کے ساتھ خاص ہے۔

(الصاوی، ج۳، ص ۳۲۲ وغیرہ)

ایک اھم بات

صلوا علی الحبیب: صلی اللہ علی محمد

جامع الکمالات:

حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الرحمن اس آیت مبارکہ کے تحت فرماتے ہیں: (اس آیت میں) فرمایا گیا ہے: "اے محبوب! آپ ان تمام بزرگوں کے تمام کمالات کے جامع بن جائیں"، چنانچہ حضرت نوح علیہ السلام اول درجہ کے صابر کہ آپ علیہ السلام نے ساڑھے نوسو برس قوم کی اذیتیں برداشت کیں، حضرت ابراہیم علیہ السلام اول درجہ کے سخی اللہ کی راہ میں قربانیاں دینے والے حضرت اسحاق و یعقوب علیہما السلام اول درجہ کی مصیبتوں پر صابر، حضرت داؤد و سلیمان علیہما السلام اول درجہ کے شاکر حضرت یوسف علیہ السلام صبر و شکر کے جامع، حضرت ایوب علیہ السلام بلاؤں، بیماروں پر اعلیٰ درجہ کے صابر، حضرت موسیٰ علیہ السلام شریعت والے بڑے معجزات والے حضرت زکریا و یحییٰ و عیسیٰ علیہم السلام اول درجہ کے زاہد تارک الدنیا۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام اول درجہ کے صادق سچے وعدے والے، حضور یونس علیہ السلام بارگاہ الٰہی میں اعلیٰ درجہ کے عاجزی و زاری کرنے والے ہی، ان سب کا ذکر فرمانے کے بعد ہمارے حضور ﷺ سے فرمایا "فبھدھم اقتدہ" آپ ان تمام حضرات کے تمام صفات کے جامع ہوئے کہ جو کمالات ان میں ایک ایک دو دو تھے وہ سب آپ ﷺ میں جمع ہیں، حضور ﷺ کی زندگی پاک اس آیت کی جیتی جاگتی بولتی تفسیر ہے۔ (تفسیر نعیمی، ج۷، ص ۵۵۴) (عطائین، ج۲، ص ۱۳۶)

رکوع نمبر:٦

﴿وَقُلْ لِّعِبَادِیْ﴾الْمُومِنِیْنَ﴿یَقُوْلُوْا﴾لِلْکُفَّارِ الْکَلِمَةَ﴿الَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ ؕ اِنَّ الشَّیْطٰنَ یَنْزَغُ
﴾یُفْسِدُ﴿بَیْنَهُمْ ؕ اِنَّ الشَّیْطٰنَ کَانَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوًّا مُّبِیْنًا(۵۳)﴾بَیِّنُ الْعَدَاوَةِ وَالْکَلِمَةُ الَّتِی هِیَ اَحْسَنُ
هِیَ﴿رَبُّکُمْ اَعْلَمُ بِکُمْ ؕ اِنْ یَّشَاْ یَرْحَمْکُمْ﴾بِالتَّوبَةِ وَالْاِیْمَانِ﴿ اَوْ اِنْ یَّشَاْ﴾تَعْذِیْبَکُمْ﴿ یُعَذِّبْکُمْ ؕ
﴾بِالْمَوْتِ عَلٰی الْکُفْرِ ﴿وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ عَلَیْهِمْ وَکِیْلًا (۵۴)﴾فَتَجْبُرُهُمْ عَلٰی الْاِیْمَانِ وَهٰذَا قَبْلَ الْاَمْرِ
بِالْقِتَالِ﴿وَرَبُّکَ اَعْلَمُ بِمَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ﴾بَیَخُصُّهُمْ بِما شَاءَ علی قَدْرِ اَحْوَالِهِمْ﴿وَلَقَدْ
فَضَّلْنَا بَعْضَ النَّبِیّٖنَ عَلٰی بَعْضٍ﴾بِتَخْصِیْصِ کُلٍّ مِنْهُمْ بِفَضِیْلَةٍ کَمُوسٰی بِالْکَلامِ وَاِبْرَاهِیْمَ بِالْخُلَّةِ
وَمُحَمَّدٍ بِالْاِسْرَاءِ﴿وَّ اٰتَیْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا(۵۵)قُلِ﴾لَهُمْ﴿ادْعُوا الَّذِیْنَ زَعَمْتُمْ﴾اَنَّهُمْ آلِهَةٌ﴿مِّنْ دُوْنِهٖ
﴾کَالْمَلٰئِکَةِ وَعِیْسٰی وعُزَیْرٍ ﴿فَلَا یَمْلِکُوْنَ کَشْفَ الضُّرِّ عَنْکُمْ وَلَا تَحْوِیْلًا (۵۶)﴾لَهٗ اِلٰی
غَیْرِکُمْ﴿اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ﴾هُمْ آلِهَةً﴿یَبْتَغُوْنَ﴾یَطْلُبُوْنَ﴿اِلٰی رَبِّهِمُ الْوَسِیْلَةَ﴾اَلْقُرْبَةَ
بِالطَّاعَةِ﴿اَیُّهُمْ﴾بَدَلٌ مِنَ الواوِ یَبْتَغُونَ اَیْ یَبْتَغِیْهَا الَّذِی هُوَ﴿اَقْرَبُ﴾اِلَیْهِ فَکَیْفَ بِغَیْرِهٖ﴿وَیَرْجُوْنَ
رَحْمَتَهٗ وَیَخَافُوْنَ عَذَابَهٗ ؕ﴾کَغَیْرِهِمْ فَکَیفَ یَدعُونَهُمْ آلِهَةً﴿اِنَّ عَذَابَ رَبِّکَ کَانَ مَحْذُوْرًا(۵۷)وَاِنْ
﴾مَا﴿مِّنْ قَرْیَةٍ﴾اُرِیْدَ اَهْلَهَا﴿اِلَّا نَحْنُ مُهْلِکُوْهَا قَبْلَ یَوْمِ الْقِیٰمَةِ﴾بَالْمَوتِ﴿اَوْ مُعَذِّبُوْهَا عَذَابًا شَدِیْدًا ؕ
﴾بِالْقَتْلِ وَغَیْرِهٖ﴿کَانَ ذٰلِکَ فِی الْکِتٰبِ﴾اللَّوْحِ الْمَحْفُوْظِ﴿مَسْطُوْرًا (۵۸)﴾مَکْتُوبًا﴿وَمَا مَنَعَنَآ اَنْ
نُّرْسِلَ بِالْاٰیٰتِ﴾الَّتِیْ اِقْتَرَحَهَا اَهْل مَکَّةَ﴿اِلَّآ اَنْ کَذَّبَ بِهَا الْاَوَّلُوْنَ ؕ﴾لِمَا اَرْسَلْنَاهَا فَاَهْلَکْنَاهُمْ وَلَوْ
اَرْسَلْنَاهَا اِلٰی هٰؤُلاءِ لَکَذَّبُوا بِها وَاسْتَحَقُّوا الْاِهْلَاکَ وَقَدْ حَکَمْنَا بِاِمَامِهِمْ لِاِتْمَامِ اَمْرِ محمدٍ﴿وَاٰتَیْنَا
ثَمُوْدَ النَّاقَةَ﴾آیَةً﴿مُبْصِرَةً﴾بَیِّنَةً واضِحَةً﴿فَظَلَمُوْا﴾کَفروا﴿بِهَا ؕ﴾فَاُهْلِکُوا﴿وَمَا نُرْسِلُ بِالْاٰیٰتِ
﴾الْمُعْجِزَاتِ﴿اِلَّا تَخْوِیْفًا (۵۹)﴾لِلْعِبَادِ لِیُؤْمِنُوا﴿وَ﴾اذْکُرُوا﴿اِذْ قُلْنَا لَکَ اِنَّ رَبَّکَ اَحَاطَ بِالنَّاسِ ؕ﴾عِلْمًا
وَقُدْرَةً فَهُمْ فِیْ قَبْضَتِهٖ فَبَلِّغْهُمْ وَلَا تَخَفْ اَحَدًا فَهو یَعْصِمُکَ مِنهمْ﴿وَمَا جَعَلْنَا الرُّءْیَا الَّتِیْٓ اَرَیْنٰکَ
﴾عَیَانًا لَیْلَةَ الْاِسْرَاءِ﴿اِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ﴾اَهْلَ مَکَّةَ اِذْ کَذَّبُوا بِهَا وَارْتَدَّ بَعْضُهُمْ لَمَّا اَخْبَرَهُمْ
بِهَا﴿وَالشَّجَرَةَ الْمَلْعُوْنَةَ فِی الْقُرْاٰنِ ؕ﴾وَهِیَ الزُّقُّوْمُ الَّتِی تَنْبُتُ فِی اَصْلِ الْجَحِیْمِ جَعلْنَا فِتْنَةً لَهُمْ اِذْ

قَالوا :النارُ تحرقُ الشَّجرةَ فكيفَ تنبتُهُ ﴿وَنُخَوِّفُهُمْ ﴾ بها ﴿فَمَا يَزِيْدُهُمْ ﴾ تخفيفنا ﴿إِلَّا طُغْيَانًا كَبِيرًا (٦٠)﴾.

﴿ترجمہ﴾

اور میرے (مومنین......۱......) بندوں سے فرماؤ وہ بات کہیں (کفار سے ایسی بات کریں) جو سب سے اچھی ہو بیشک شیطان ان کے آپس میں فساد ڈال دیتا ہے (ینزغ بمعنی یفسد ہے) بیشک شیطان آدمی کا کھلا دشمن ہے......۲......(اس کی دشمنی ظاہر ہے اور وہ کلمہ جو سب سے اچھا ہے یہ ہے) تمہارا رب تمہیں خوب جانتا ہے وہ چاہے تو تم پر رحم کرے (تمہارے توبہ کرنے اور ایمان لے آنے کے سبب) اگر (تمہیں عذاب کرتا) چاہے تو تمہیں عذاب کرے (تمہاری کفر کی موت مرنے کے سبب) اور ہم نے تم کو ان پر ضامن بنا کر نہیں بھیجا (کہ تم انہیں ایمان لانے پر مجبور کرو، اور یہ آیت قتال نازل ہونے سے پہلے کا حکم ہے) اور تمہارا رب خوب جانتا ہے جو کوئی آسمانوں اور زمین میں ہے (پس ان کو خاص فرما دیتا ہے ان کے حالات کے مطابق جس چیز کے ساتھ چاہتا ہے) اور بیشک ہم نے نبیوں میں ایک کو ایک پر بڑائی دی (ان میں ہر ایک کو خاص فضیلت عطا فرما کر، جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ہم کلامی کا شرف عطا فرمایا ، حضرت ابراہیم علیہ السلام کو مقام خلت عطا فرما کر، حضرت سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو مقام اسراء کا دولہا بنا کر......۳......) اور داؤد کو زبور عطا فرمائی تم فرماؤ (ان سے) پکارو انہیں جن کو تم (اپنا خدا) گمان کرتے ہو اللہ کے سوا، تو وہ اختیار نہیں رکھتے تم سے تکلیف دور کرنے اور نہ (اسے تمہارے غیر کی طرف) پھیر دینے کا وہ لوگ (جنہیں) وہ (اپنا خدا) پکارتے ہیں وہ آپ ہی اپنے رب کی طرف وسیلہ (نیکی کے ذریعے قرب......۴......) ڈھونڈتے ہیں کہ ان میں کون زیادہ مقرب ہے (اللہ عزوجل کی بارگاہ میں، تو کافر غیر اللہ کو کس طرح معبود سمجھتے ہیں، ایھم بدل ہے یبتغون کی واؤ سے، یعنی وہ فرد بھی وسیلہ ڈھونڈتا ہے جو اس کا قرب رکھتا ہے) اس کی رحمت کی امید رکھتے اور اس کے عذاب سے ڈرتے ہیں (دیگر لوگوں کی طرح تو کافر انہیں کیسے خدا کہہ کر پکارتے ہیں؟) بیشک تمہارے رب کا عذاب ڈرنے کی چیز ہے اور کوئی بستی نہیں (یعنی کوئی بستی والے نہیں، ان بمعنی ما نافیہ ہے) مگر یہ کہ ہم اسے (موت دے کر) روز قیامت سے پہلے نیست کر دینگے، اسے سخت عذاب دینگے (قتل وغیرہ کیے جانے کے ذریعے) یہ کتاب (لوح محفوظ......۵......) میں لکھا ہوا ہے (مکتوب بمعنی مسطور ہے) اور ہم ایسی نشانیاں (جن کا اہل مکہ نے مطالبہ کیا تھا) بھیجنے سے یوں ہی باز رہے کہ انہیں اگلوں نے جھٹلایا (جب ہم نے نشانیوں کو بھیجا پھر ہم نے ان کو ہلاک کر دیا اور اگر ہم نشانیاں ان لوگوں کی طرف بھیجتے تو یہ اسے بھی جھٹلاتے اور ہلاک کے مستحق ہو جاتے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے امر کو ممکن کرنے کیلئے ہم نے ان کو مہلت دینے کا فیصلہ فرمایا) اور ہم نے ثمود کو ناقہ دیا (ایسی نشانی) جو آنکھیں کھولنے والی تھی (واضح دلیل تھی) تو انہوں نے اس پر ظلم کیا (یعنی اس کے ساتھ کفر کیا، پس انہیں ہلاک کر دیا گیا) اور ہم ایسی نشانیاں (یعنی معجزات) نہیں بھیجتے مگر (لوگوں کو) ڈرانے کو (تاکہ وہ ایمان لے آئیں) اور (یاد کرو) جب ہم نے تم سے فرمایا کہ سب

لوگ تمہارے رب کے قابو میں ہیں (اس کا علم اور اس کی قدرت سب کو محیط ہے پس تمام ہی لوگ اس کے قبضہ میں ہیں پس آپ ﷺ انہیں تبلیغ فرمایئے اور کسی سے خوف نہ کیجئے پس وہ آپ ﷺ کو ان سے محفوظ رکھے گا) اور ہم نے نہ یا وہ دکھاوا جو تمہیں (بچشم سر) دکھایا تھا (شب معراج میں) مگر لوگوں کی (یعنی اہل مکہ کی) آزمائش کو (کیونکہ جب نبی کریم ﷺ نے اہل مکہ کو اس واقعہ کی خبر دی تو بعض مسلمانوں نے اسے جھٹلایا اور مرتد ہو گئے) اور وہ پیڑ جس پر قرآن میں لعنت ہے (اس سے مراد زقوم ہے......جو جہنم کی جڑ میں اگتا ہے ہم نے اسے ان لوگوں کے لیے عذاب کے طور پر بنایا ہے کیونکہ وہ کہتے تھے کہ آگ تو پیڑ کو جلا دیتی ہے تو آگ میں درخت کیسے اُگ سکتا ہے؟) اور ہم انہیں ڈراتے ہیں (اس پیڑ سے) تو (ہمارا ڈرانا) انہیں ڈرانا انہیں بڑھاتا مگر بڑی سرکشی میں۔

﴿ترکیب﴾

﴿وقل لعبادی یقولوا التی ھی احسن﴾۔

و: عاطفہ، قل: فعل بافاعل، لعبادی: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ، یقولوا: فعل بافاعل، التی ھی احسن: موصول صلہ ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ جواب امر، ماقبل "قل" کے لیے۔

﴿ان الشیطن ینزغ بینھم ان الشیطن کان للانسان عدوا مبینا﴾۔

ان الشیطن: حرف مشبہ واسم، ینزغ بینھم: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ، ان الشیطن: حرف مشبہ واسم، کان: فعل ناقص بااسم، للانسان: ظرف لغو مقدم، عدوا: صفت مشبہ بافاعل، ملکر شبہ جملہ ہو کر موصوف، مبینا: صفت، ملکر خبر، ملکر جملہ فعلیہ ہو کر خبر، ملکر جملہ اسمیہ ماقبل جملے" ان الشیطن ینزغ بینھم" سے بدل ہے۔

﴿ربکم اعلم بکم ان یشأ یرحمکم اوان یشأ یعذبکم﴾۔

ربکم: مبتدا، اعلم بکم: شبہ جملہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ، ان: شرطیہ، یشأ: فعل بافاعل ملکر جملہ فعلیہ ہو کر شرط، یرحمکم: فعل بافاعل ومفعول، ملکر جملہ ہو کر جزا، ملکر جملہ شرطیہ معطوف علیہ، او: عاطفہ، ان: شرطیہ، یشأ: جملہ فعلیہ شرط، یعذبکم: جملہ فعلیہ جزا، ملکر جملہ شرطیہ مفعول، ملکر جملہ شرطیہ معطوف، ملکر جملہ شرطیہ معطوفہ۔

﴿وما ارسلنک علیھم وکیلا O وربک اعلم بمن فی السموت والارض﴾۔

و: عاطفہ، ما: نافیہ، ارسلنا: فعل بافاعل، ک: ضمیر ذوالحال، وکیلا: حال، ملکر مفعول، علیھم: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، ربک: مبتدا، اعلم بمن فی السموات والارض: شبہ جملہ ہو کر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ولقد فضلنا بعض النبیّن علی بعض واتینا داؤد زبورا﴾

و: عاطفہ، لام: تاکیدیہ جواب قسم، قد: تحقیقیہ، فضلنا: فعل بافاعل، بعض النبین: مفعول، علی بعض: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، اتینا داود: فعل بافاعل ومفعول اول، زبورا: مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر قسم مقدر " نقسم" کے لیے جواب قسم، ملکر جملہ قسمیہ۔

﴿قل ادعوا الذین زعمتم من دونہ فلا یملکون کشف الضر عنکم ولا تحویلا﴾۔

قل: قول، ادعوا: فعل امر بافاعل، الذین: موصول، زعمتم: فعل بافاعل ومفعول اول محذوف" ھم"، من: جار، دونہ: مجرور، ملکر ظرف مستقر حال ہے" الھۃ" ذوالحال محذوف کے لیے، ملکر مفعول ثانی "ای زعمتموھم الھۃ من دونہ" ملکر جملہ فعلیہ ہو کر صلہ، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ مقولہ، ملکر جملہ فعلیہ قولیہ، ف: مستانفہ، لا یملکون: فعل بافاعل، کشف الضر عنکم: شبہ

جملہ معطوف علیہ، ولا تحویلا : معطوف، ملکر مفعول،ملکر جملہ فعلیہ مستانفہ۔

﴿اولئک الذین یدعون یبتغون الی ربھم الوسیلۃ ایھم اقرب ویرجون رحمتہ ویخافون عذابہ﴾.

اولئک : مبدل منہ، الذین یدعون : موصول صلہ ملکر بدل، ملکر مبتدا،یبتغون: فعل وضمیر مبدل منہ، ایھم: مرکب اضافی مبتدا،اقرب :خبر،ملکر جملہ اسمیہ بدل،ملکر فاعل، الی ربھم: ظرف لغو، الوسیلۃ : مفعول،ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، ویرجون رحمتہ : جملہ فعلیہ معطوف اول،ویخافون عذابہ: جملہ فعلیہ معطوف ثانی،ملکر خبر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ان عذاب ربک کان محذورا وان من قریۃ الا نحن مھلکوھا قبل یوم القیمۃ او معذبوھا عذابا شدیدا﴾.

ان: حرف مشبہ،عذاب ربک : اسم، کان محذورا:جملہ فعلیہ خبر،ملکر جملہ اسمیہ، و: مستانفہ، ان:نافیہ، من : زائدہ،قریۃ : مبتدا، الا : حصر، نحن : مبتدا، مھلکوھا : اسم فاعل بافاعل ومفعول ،قبل یوم القیمۃ . ظرف،ملکر شبہ جملہ ہوکر معطوف علیہ، او:عاطفہ، معذبوھا:اسم فاعل بافاعل ومفعول مطلق،ملکر شبہ جملہ ہوکر معطوف،ملکر خبر،ملکر جملہ اسمیہ ہوکر پھر خبر،قریۃ:مبتدا اپنی خبر سے ملکر جملہ اسمیہ

﴿کان ذلک فی الکتب مسطورا﴾.

کان ذلک :فعل ناقص واسم، فی الکتب مسطورا :شبہ جملہ خبر،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وما منعنا ان نرسل بالایت الا ان کذب بھا الاولون﴾.

و:عاطفہ، ما منعنا : فعل بامفعول، ان: مصدریہ، نرسل: فعل بافاعل، ب:زائدہ، ایت : مفعول،ملکر جملہ فعلیہ بتاویل مصدر مفعول ثانی،الا:اداۃ حصر، ان: مصدریہ، کذب بھا الاولون :جملہ فعلیہ بتاویل مصدر فاعل،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿واتینا ثمود الناقۃ مبصرۃ فظلموا بھا وما نرسل بالایت الا تخویفا﴾.

و:عاطفہ،اتینا ثمود : فعل بافاعل ومفعول اول، الناقۃ : ذوالحال، مبصرۃ : حال،ملکر مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ،ف:عاطفہ، ظلموا بھا: فعل بافاعل وظرف لغوملکر جملہ فعلیہ، و: حالیہ، ما:نافیہ،نرسل:فعل بافاعل، ب:زائدہ، الایت:مفعول، الا:حصر، تخویفا : مفعول لہ،ملکر جملہ فعلیہ ماقبل "اتینا" کے فاعل سے حال ہے۔

﴿واذ قلنا لک ان ربک احاط بالناس﴾.

و:عاطفہ، اذ:مضاف، قلنا لک : جملہ فعلیہ قول، ان ربک : حرف مشبہ واسم، احاط بالناس :جملہ فعلیہ خبر،ملکر جملہ اسمیہ مقولہ،ملکر مضاف الیہ،ملکر ظرف،"اذکر" فعل محذوف کے لیے،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وما جعلنا الرء یا التی ارینک الا فتنۃ للناس والشجرۃ الملعونۃ فی القران﴾.

و: عاطفہ، ما : نافیہ، جعلنا الرء یا: موصوف، التی ارینک: صفت،ملکر مفعول اول،الا : حصر، فتنۃ الناس: مفعول ثانی،ملکر جملہ فعلیہ، و:عاطفہ،الشجرۃ : موصوف الملعونۃ : صفت، ملکر ذوالحال،فی القرآن:ظرف مستقر حال،ملکر معطوف ہے ماقبل "الرویا" کامفعول،ملکر جملہ۔

﴿ونخوفھم فما یزیدھم الا طغیانا کبیرا﴾.

و :مستانفہ، نخوفھم : فعل بافاعل ومفعول ملکر جملہ فعلیہ، ف:عاطفہ، ما یزیدھم: فعل نفی بافاعل ومفعول اول، الا:حصر، طغیانا کبیرا : مرکب توصیفی مفعول،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿شان نزول﴾

☆......وقل لعبادی یقولوا التی ......☆ مشرکین مسلمانوں کے ساتھ بدکلامیاں کرتے اور انہیں ایذائیں دیتے تھے، انہوں نے سید عالم ﷺ سے اس کی شکایت کی، اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور مسلمانوں کو بتایا گیا کہ وہ کفار کی جاہلانہ باتوں کا ویسا ہی جواب نہ دیں، صبر کریں اور یَھْدِیْکُمُ اللّٰہُ کہہ دیں، یہ حکم قتال و جہاد سے پہلے کا تھا بعد کو منسوخ ہوا اور ارشاد ہوا یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِیْنَ وَاغْلُظْ عَلَیْهِمْ ، ایک قول یہ ہے کہ یہ آیت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حق میں نازل ہوئی کہ ایک کافر نے ان کی شان میں بیہودہ کلمات زبان سے نکالے تو اللہ ﷻ نے انہیں صبر اور معاف کرنے کا حکم دیا۔

☆......قل ادعوا الذین زعمتم......☆ کفار جب قحط شدید میں مبتلا ہوئے اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ کتے اور مردار کھا گئے اور سید عالم ﷺ کے حضور میں فریاد لائے اور آپ سے دعا کی التجا کی، اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا گیا کہ جب بتوں کو خدا جانتے ہو تو اس وقت انہیں پکارو اور وہ تمہاری مدد کریں اور جب تم جانتے ہو کہ وہ تمہاری مدد نہیں کر سکتے تو کیوں انہیں معبود بناتے ہو۔

☆...... اولئک الذین یدعون یبتغون......☆ ابن مسعود نے فرمایا یہ آیت ایک جماعت عرب کے حق میں نازل ہوئی جو جنات کے ایک گروہ کو پوجتے تھے، وہ جنات اسلام لے آئے اور ان کے پوجنے والوں کو خبر نہ ہوئی، اللہ ﷻ نے یہ آیت نازل فرمائی اور انہیں عار دلائی

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

ایمان کی اہمیت:

۱......اللہ نے فرمایا ﴿قل (یامحمد) لعبادی (ای المومنین) (الاسراء:۵۳)﴾، اللہ نے جن بندوں کی نسبت اپنی جانب کی، اُن سے مراد مومنین ہیں، یعنی اللہ نے ایمان کو پسند فرمایا، اکثر آیات میں اس قسم کے مضامین ہیں جیسے فرمایا ﴿فبشر عباد الذین یستمعون القول (الزمر:۱۷،۱۸)﴾، ﴿فادخلی فی عبادی (الفجر:۲۹)﴾، ﴿عینا یشرب بها عباداللہ (الدھر:۶)﴾۔ ان تمام آیات میں اللہ نے شرک کے باطل ہونے کا یقینی فیصلہ فرمادیا جبھی ایمان کو اپنی جانب منسوب کیا کہ جو بندے ایمان لاتے ہیں وہ میرے ہیں۔ (الرازی، ج۷، ص ۳۵۵)

امام اعظم اپنی کتاب ''الوصیۃ'' میں فرماتے ہیں: ایمان نام ہے زبان سے اقرار اور دل سے تصدیق کرنے کا، فقط ایک اقرار سے ایمان کامل نہ ہوگا، اس لیے کہ اگر زبانی اقرار سے ایمان مکمل ہو چکا ہوتا تو سارے منافق مومن ہوتے، اسی طرح محض تصدیق قلب سے بھی ایمان مکمل نہیں ہوتا ورنہ تمام اہل کتاب مومن ہوتے، اللہ نے محض دعوائے ایمان کرنے والے منافقین کے بارے میں فرمایا ﴿واللہ یشهد ان المنافقین لکاذبون (المنافقون:۱)﴾، اور محض تصدیق کرنے والے یعنی اہل کتاب کے بارے میں فرمایا ﴿الذین اٰتینھم الکتب یعرفونه کما یعرفون ابناءھم (الانعام:۲۰)﴾۔ معلوم ہوا کہ اہل کتاب کی محض اللہ اور رسول کو پہچان کرنے سے کام نہ چلے گا بلکہ ضروری ہے کہ سید عالم ﷺ کی نبوت پر ایمان لائیں کیونکہ دیگر رسول کسی خاص قوم یا علاقے کے لیے مبعوث ہوتے تھے اور سید عالم ﷺ ساری کائنات کے لیے رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجے گئے ہیں۔ (الفقہ الاکبر، الایمان ھو الاقرار، ص ۱۴۱ وغیرہ)

اس بحث سے بات اظہر من الشمس ہوئی کہ ایمان والے وہ ہیں جو نفاق کی گندگی سے پاک ہیں، تمام ضروریات دین کے ماننے والے، دل وزبان سے تصدیق کرنے والے، اور ہر قسم کے کفر کی گندگی سے کوسوں دور رہنے والے بندے اللہ کی خاص رضا وتسلیم

والے ہیں۔ انہی بندوں کو اللہ نے اپنے بندے قرار دیا ہے۔

شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے:

ﷺ۔۔۔۔اللہ نے انسان اور شیطان کے مابین عداوت کو ازل ہی سے برقرار رکھا ہے کہ انسان اس کی پہچان مصالحت و سکون سے نہیں کر سکتا، جس دن سیدنا آدم علیہ السلام کی پیدائش ہوئی، فرشتوں کو سجدہ کا حکم دیا گیا تو سوائے ابلیس لعین کے سب نے سجدہ کیا، اور شیطان ابلیس نے تکبر اختیار کیا، اسی دن سے ابلیس کی دشمنی ظاہر ہوگئی اور اللہ کی رضا سے دور مردود و لعین ہونے کا طوق قبول کر لیا، اس کی گمراہی سے (وہی بچ سکتا ہے جسے اللہ بچائے) کیونکہ اس نے مخلوق کو گمراہ کرنے کا دعویٰ کر دیا ہے چنانچہ اللہ ﷻ نے فرمایا ﴿فبما اغویتنی لاقعدن لهم صراطک المستقیم ○ ثم لآتینهم من بین ایدیهم ومن خلفهم وعن ایمانهم وعن شمائلهم ولا تجد اکثرهم شکرین (الاعراف: ۱۶، ۱۷)﴾۔ ابلیس کی یہ عداوت کوئی ڈھکی چھپی نہیں بلکہ واضح ہے، اسی لئے اللہ نے واضح فرمادیا کہ ابلیس بنی آدم کو وہاں سے دیکھتا ہے جہاں سے انسان اُسے نہیں دیکھ سکتا۔ پس اسی لیے انسان کو مشقت اٹھانا پڑتی ہے کہ نہ دیکھے جانے والے کے شر سے خود کو کیسے بچائے؟ پس اللہ کی ذات ہی واحد سہارا ہے جو اُسے شیطان کے مکر و فریب سے بچا سکتی ہے۔

شیطان کے مکر و فریب، حیلہ سازی اور اس کے لشکر کے داؤ پیچ سے بچنے کے لیے انسان کو بہت کوشش کرنی پڑتی ہے، کیونکہ شیطان ناحق کو حق کے لبادے میں لپیٹ کر پیش کرتا ہے، بُرائی کو بھلائی کے لبادے میں مزین کر کے پیش کرتا ہے اور انسان خطا میں پڑ جاتا ہے۔ پس انسان قرآن و حدیث پر غور و تفکر، اسلاف کی سیرت و کردار کو اپنانے اور اللہ کی رحمت ہی سے شیطان کے مکر و فریب سے بچ سکتا ہے۔ (المقدمة محقق کتاب تلبیس ابلیس، ص ۳)

حضرات انبیائے کرام کے متفاوت درجات:

ﷺ۔۔۔۔ہم نے بعض انبیاء کرام علیہم السلام کو ان مناقب کیساتھ خاص کیا جو مناقب دوسروں کو نہ دیئے گئے۔ ایک قول یہ ہے کہ فضیلت سے مراد شریعت ہے یعنی ہم نے انبیاء کرام علیہم السلام میں سے بعض کو نئی شریعت دی اور بعض کو سابقہ شریعت کا پیرو بنایا اور ایک قول یہ بھی ہے کہ فضیلت سے مراد اخروی درجات ہیں۔ (روح المعانی، الجزالثالث، ص ۵)

سابقہ امتوں کے نبی کی شریعت بعد میں آنے والے نبی منسوخ کرتے رہے لیکن حضور ﷺ کی شریعت ایسی ہے کہ دائمی ہے یعنی قیامت تک باقی رہنے والی ہے۔ حضور ﷺ کو معجزات کی وجہ سے بھی دیگر انبیائے کرام پر سبقت حاصل ہے دوسرے انبیائے کرام کو جو معجزات دیئے گئے یعنی لاٹھی، اونٹنی وغیرہ جو اعیان و جواہر کے قبیل سے ہیں لیکن وہ باقی نہ رہے جبکہ حضور پر نور ﷺ کو دیا جانے والا معجزہ قرآن مجید اعراض اور معانی کے قبیل سے ہے اور ابھی تک باقی ہے اور قیامت تک باقی رہے گا مطلب یہ ہے کہ حضور ﷺ کا معجزہ قیامت تک کے لئے ہے۔ الغرض ہر حوالے سے حضور ﷺ دیگر انبیائے کرام سے افضل ہیں۔

اللہ ﷻ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کوہ طور پر لیلۃ الاسراء میں بغیر کسی واسطے کے کلام فرمایا اور حضور اکرم ﷺ کے درجات اسطرح بلند فرمائے کہ آپ کی رسالت تمام مخلوقات پر عام کر دی۔ یہاں تک کہ جمادات، ملائکہ اور جنات کے بھی آپ رسول ہیں اور سید عالم ﷺ کو کثیر معجزات عطا کئے گئے جن کی نہ تو کوئی حد بندی ہو سکتی ہے اور نہ ہی انہیں شمار کیا جا سکتا ہے جیسا کہ آپ کو حوض کوثر، مقام محمود اور وسیلہ جیسے خصائص سے نوازا گیا۔ (الصاوی، ج ۱، ص ۲۱۳، ۲۱۴، ملخصا)

☆......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مسلمان اور یہودی کا جھگڑا ہو گیا۔ یہودی نے کہا: ''مجھے اس ذات پاک کی قسم! جس نے حضرت سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو تمام جہانوں پر فضیلت عطا فرمائی۔'' یہ سن کر مسلمان سے ضبط نہ ہو سکا اور اس نے یہودی کے مونھ پر تھپڑ مار دیا اور کہا: ''اے خبیث! کیا وہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی افضل ہیں؟'' اس یہودی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں اس کی شکایت کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''مجھے دوسرے انبیاء پر فضیلت نہ دو، قیامت کے روز سب بیہوش ہو نگے، میں سب سے پہلے ہوش میں آؤنگا، اس روز میں دیکھوں گا کہ موسیٰ عرشِ الٰہی کا پایہ پکڑے ہوئے ہو نگے۔ مجھے معلوم نہیں کہ وہ مجھ سے پہلے ہوش میں آئے یا بیہوش ہی نہ ہوئے تھے اور کوہِ طور پر بیہوشی کے بدلے آج ان پر بیہوشی طاری نہ ہوئی، پس مجھے دوسرے انبیاء پر فضیلت نہ دو۔''

اس حدیثِ پاک کے علماء کرام نے کئی جواب دیے ہیں: (۱)......ہو سکتا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ اس وقت فرمایا ہو جس وقت آپکو دوسرے انبیاء پر اپنی فضیلت کا علم ہی نہ ہو۔ (۲)......آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات تواضع وانکساری کیلئے فرمائی ہو۔ (۳)......جب آپس میں لڑائی ہو اس قسم کی باتوں سے منع فرمایا تاکہ کسی نبی کی شان میں کوئی تنقیص نہ ہو جائے۔ (۴)......اپنی ذاتی آرا اور تعصب کی بناء پر کسی نبی کو دوسرے پر فضیلت نہ دو۔ (۵)......کسی نبی کو فضیلت عطا کرنا تمہارے بس کی بات نہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا ہوتی ہے لہٰذا تم پر لازم ہے کہ اس کے حکم کے آگے سرِ تسلیم خم کرو اور اس پر ایمان لے آؤ۔ (ابن کثیر، ج۱، ص۳۷۷)، (عطائین، ج۱، ص ۳۳۳ وغیرہ)

وسیلہ بمعنی ذات یا نیکی:

ع......الوسيلة التوصل الى الشيء برغبة یعنی کسی چیز کی طرف رغبت کے ساتھ پہنچنے کا نام وسیلہ ہے۔ اور وسیلہ کی حقیقت یہ ہے کہ بندہ علم وعبادت کے ذریعے اس کی راہ کی رعایت کرے اور شریعت کی پاسداری اختیار کرے اور اللہ تعالیٰ کا وسیلہ اس کی بارگاہ کا قرب ہے۔ (المفردات، ص ۵۳۸)

بعض لوگوں نے اس آیت سے صالحین سے مدد چاہنے سے استدلال کیا ہے اور انہیں اللہ اور اس کے بندوں کے مابین وسیلہ مانا ہے اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک حدیث بھی روایت کی ہے کہ اذا اعيتكم الامور فعليكم باهل القبور، او فاستغيثوا باهل القبور یعنی جب تم کسی معاملے میں عاجز آجاؤ تو قبر والوں سے اس بارے میں رہنمائی لو یا تم قبر والوں سے مدد طلب کرو۔ (روح المعانی، الجزء السادس، ص ۴۰۲)

☆......عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضی اللہ عنہ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رضی اللہ عنہ كَانَ إِذَا قَحَطُوا اسْتَسْقَى بِالْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَقَالَ اللّٰهُمَّ إِنَّا كُنَّا نَتَوَسَّلُ إِلَيْكَ بِنَبِيِّنَا فَتَسْقِينَا وَإِنَّا نَتَوَسَّلُ إِلَيْكَ بِعَمِّ نَبِيِّنَا فَاسْقِنَا قَالَ فَيُسْقَوْنَ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب قحط پڑ جاتا تو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ حضرت عباس بن عبد المطلب کے وسیلے سے دعا کرتے اور کہتے اے اللہ! پہلے ہم تیرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلے سے دعا کیا کرتے تھے تو تو بارش عطا فرما دیتا تھا اب ہم تیرے نبی کے چچا کا تجھے واسطہ پیش کرتے ہیں، تو ہم پر بارش نازل فرما، حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بارش ہونے لگی۔

(صحیح البخاری، کتاب ابواب الاستسقاء، باب سوال الناس الامام، رقم: ۱۰۱۰، ص ۱۶۲)

☆......عَنْ عُثْمَانَ بْنِ حُنَيْفٍ رضی اللہ عنہ أَنَّ رَجُلًا ضَرِيرَ الْبَصَرِ أَتَى النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَالَ ادْعُ اللّٰهَ لِي أَنْ يُعَافِيَنِي فَقَالَ إِنْ شِئْتَ أَخَّرْتُ لَكَ وَهُوَ خَيْرٌ وَإِنْ شِئْتَ دَعَوْتُ فَقَالَ ادْعُهْ فَأَمَرَهُ أَنْ يَتَوَضَّأَ فَيُحْسِنَ وُضُوءَهُ وَيُصَلِّيَ رَكْعَتَيْنِ

وَیَدْعُوْ بِهٰذَا الدُّعَاءِ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُکَ وَاَتَوَجَّهُ اِلَیْکَ بِمُحَمَّدٍ نَبِیِّ الرَّحْمَةِ یَا مُحَمَّدُ اِنِّیْ قَدْ تَوَجَّهْتُ بِکَ اِلٰی رَبِّیْ فِیْ حَاجَتِیْ هٰذِهٖ لِتُقْضٰی اَللّٰهُمَّ شَفِّعْهُ فِیَّ. حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک نابینا حضور ﷺ کے پاس آیا، اس نے نبی پاک ﷺ سے عرض کی، دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ مجھے عافیت عطا کردے آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر تو چاہے تو میں اسکو موخر کردوں کہ یہ تیرے لئے بہتر ہے اور اگر تو چاہے تو میں تیرے لئے دعا کروں، اس نابینا نے کہا کہ دعا کیجئے، آپ نے اسے اچھا وضو کرنے کا حکم دیا اور کہا کہ وضو کرنے کے بعد دو رکعت نماز پڑھے اور یہ دعا کرے ''اے اللہ میں تیرے نبی ﷺ، نبی رحمت کے وسیلے سے تیری جانب متوجہ ہوتا ہوں اور تجھ سے سوال کرتا ہوں، اے محمد ﷺ میں آپکے وسیلے سے اپنی حاجت براری کے لئے اپنے رب کے حضور متوجہ ہوتا ہوں، تاکہ میری حاجت پوری ہو اے اللہ! میرے بارے میں آپ ﷺ کی شفاعت پوری فرما (ابن ماجہ، کتاب اقامة الصلوۃ، باب ما جاء فی صلوۃ الحاجۃ برقم: ۱۳۸۵، ص ۲۴۵)

ان تمام باتوں سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ جس طرح اللہ کی بارگاہ صمدیت میں اعمال کے ذریعے قرب پایا جاسکتا ہے ساتھ ہی صالحین کا وسیلہ بھی انسان کے بگڑے کام کو بنادیتا ہے۔ (عطائین، ج ۱، ص ۸٤٦ وغیرہ)

لوح محفوظ کا بیان:

۵..... لوح محفوظ سفید موتی کی بنی ہوئی تختی ہے جس کا طول آسمان وزمین کے درمیانی حصے جتنا ہے، اور اس کا عرض مشرق سے لے کر مغرب کے مابین کے فاصلہ کے برابر ہے، اس کے کنارے موتی اور یاقوت کے ہیں، اور دفاتر سرخ یاقوت کے ہیں، اس کے قلم نور کے ہیں جو کلام عرش کے ساتھ معقود ہے اور اس کی اصل فرشتے کی روک ہے۔ انس بن مالک وغیرہ سلف صالحین رحمہم اللہ نے کہا کہ لوح محفوظ حضرت اسرافیل علیہ السلام کی پیشانی میں ہے، اور مقاتل کے قول کے مطابق لوح محفوظ عرش کے دائیں جانب ہے۔
(البدایة والنهایة، باب ذکر اللوح المحفوظ، ج ۱، ص ۱۵)۔

قرآن مجید میں کس درخت پر لعنت ہوئی؟

٦..... اس سے مراد دوزخ میں زقوم کا درخت ہے، ہر وہ کھانا جس کا ذائقہ مکروہ ہو اور وہ نقصان دہ ہو اس کو عرب میں ملعون کہتے ہیں اور ﴿ان الشجرة الزقوم طعام الاثیم (الدخان: ٤٣، ٤٤)﴾، ﴿انا جعلنها فتنة للظلمین (الصفت: ٦٣)﴾ میں اس کا ذائقہ مکروہ ہونا بیان کیا گیا ہے۔ ملعون کے معنی ہے دور کیا ہوا، کیونکہ یہ درخت تمام اچھی صفات سے دور ہے اس لیے اسے معلون کہا گیا ہے۔ ملعون کے معنی مذمت کیا ہوا ہے، کیونکہ اس پر مذمت کی گئی ہے اس لیے اُسے ملعون کہتے ہیں۔ ایک معنی یہ ہیں کہ اس کے کھانے والے ملعون ہوتے ہیں۔ (الرازی، ج ۷، ص ۳٦١)

اغراض: وهذا قبل الامر بالقتال: یہ حکم آیت ﴿یایها النبی جاهد الکفار والمنافقین واغلظ علیهم (التحریم: ۹)﴾ سے منسوخ ہے۔

لهم: سید عالم ﷺ کو انہیں ان کے حال پر چھوڑ دینے کا حکم دیا گیا جو اللہ کے ساتھ شریک بناتے تھے۔

فکیف تدعونهم آلهة: یعنی ایسوں کو کیوں معبود بناتے ہو جو خود اپنے بنانے والے کے محتاج ہیں، اور اللہ عزوجل کسی کا کسی طریقے سے محتاج نہیں ہے۔

بالموت: هلاکت کا معنی کبھی موت ہونے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے جیسا کہ فرمان باری ﴿ان امرؤ هلک﴾۔

التی اقترحوھا: جیسا کہ کوہ صفا کو سونے سے بدل جانے کی خواہش کی گئی وغیرہ، اسی کی مثل آیات ﴿لن نومن لک حتی تفجر لنا من الارض ینبوعا(الاسراء:۹۰)﴾ وغیرہ نازل ہوئی۔

المعجزات: اس جملے میں بظاہر محسوس ہونے والے تعارض کا تتمہ ہے، اولاً یہ کہا کہ کافروں کی خواہش کے مطابق نہ ہوگا کہ کوہ صفا کو سونے کا بنادیا جائے، پھر معجزات دکھانا؟ جواب اس تعارض کا یہ ہے کہ اولاً کافروں کی بے جا خواہشات کی نفی کی گئی ہے اور ثانیاً معجزات کا اظہار کیا گیا ہے جو کہ خواہشات سے نہیں دکھائے گئے۔

فھو یعصمک منھم: اے محبوب اللہ دشمنان اسلام کے بُرے ارادے (یعنی تجھے قتل کرنے) سے تجھے محفوظ رکھے گا نہ کہ ان کی ایذا رسانیوں سے تیری حفاظت فرمائے گا۔ وھی الزقوم: وہ خبیث ترین درخت جو جہنم کی تہہ میں اگتا ہے، اور جہنمیوں کی غذا بنتا ہے۔

اذ قالوا النار تحرق الشجر: کافروں نے کہا کہ آگ تو درخت جلا دیتی ہے، اللہ ﷻ کی قدرت کا انکار کیا اور اس احکم الحاکمین کے عاجز ہونے کا اظہار کیا، اور رسول کے فرمان کو مذاق بنایا، امور عادیہ پر اعتماد کرتے ہوئے رسول کو اللہ کی قدرت سے غافل جانا، بعد اس مشاہدے کے کہ شتر مرغ پتھر اور گرم لوہے کو نگل جاتا ہے لیکن جلتا نہیں، اسی طرح جن اڑنے والے پرندوں کے بالوں سے رومال بنائے جاتے ہیں، جب رومال کو آگ میں ڈالا جائے تو جل جائیں لیکن یہی پرندے اپنی حالت پر باقی رہتے ہیں۔ (الصاوی، ج۳، ص۳۲۵ وغیرہ)

رکوع نمبر:۷

﴿وَ﴾اذکر ﴿اِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ﴾سجود تحیۃ بالانحناء﴿فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ قَالَ ءَاَسْجُدُ لِمَنْ خَلَقْتَ طِيْنًا (۶۱)﴾نصب بنزع الخافض ای من طین﴿قَالَ اَرَءَيْتَكَ﴾ای اخبرنی﴿هٰذَا الَّذِيْ كَرَّمْتَ﴾فضلت﴿عَلَيَّ﴾بالامر بالسجود وانا خیر منہ خلقتنی من نار ﴿لَئِنْ﴾لام قسم﴿اَخَّرْتَنِ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَاَحْتَنِكَنَّ﴾لاستاصلن﴿ذُرِّيَّتَهٗ﴾ بالاغواء﴿اِلَّا قَلِيْلًا (۶۲)﴾منھم ممن عصمتہ﴿قَالَ﴾تعالی لہ﴿اذْهَبْ﴾منظرا الی وقت النفخۃ الاولی ﴿فَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ فَاِنَّ جَهَنَّمَ جَزَآؤُكُمْ﴾انت وھم﴿جَزَآءً مَّوْفُوْرًا (۶۳)﴾وافرا کاملا﴿وَاسْتَفْزِزْ﴾استخف﴿مَنِ اسْتَطَعْتَ مِنْهُمْ بِصَوْتِكَ﴾بدعائک بالغناء والمزامیر وکل داع الی المعصیۃ﴿وَاَجْلِبْ﴾صح﴿عَلَيْهِمْ بِخَيْلِكَ وَرَجِلِكَ﴾وھم الرکاب والمشاۃ فی المعاصی ﴿وَشَارِكْهُمْ فِي الْاَمْوَالِ﴾المحرمۃ کالربوا والغصب﴿وَالْاَوْلَادِ﴾من الزنا﴿وَعِدْهُمْ ؕ﴾بان لا بعث ولا جزاء﴿وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطٰنُ﴾بذلک﴿اِلَّا غُرُوْرًا (۶۴)﴾باطلا﴿اِنَّ عِبَادِيْ﴾المومنین﴿لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنٌ ؕ﴾تسلط وقوۃ﴿وَكَفٰى بِرَبِّكَ وَكِيْلًا (۶۵)﴾حافظا لھم منک﴿رَبُّكُمُ الَّذِيْ يُزْجِيْ﴾ یجری ﴿لَكُمُ الْفُلْكَ﴾السفن﴿فِي الْبَحْرِ لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ ؕ﴾تعالی بتجارۃ﴿اِنَّهٗ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا (۶۶)﴾فی تسخیرھا لکم﴿وَاِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ﴾الشدۃ﴿فِي الْبَحْرِ﴾خوف الغرق﴿ضَلَّ﴾غاب عنکم﴿مَنْ تَدْعُوْنَ﴾تعبدون من الالھۃ فلا تدعونہ﴿اِلَّآ اِيَّاهُ ۚ﴾تعالی فانکم تدعونہ وحدہ لانکم فی شدۃ لا یکشفھا الا ھو﴿فَلَمَّا نَجّٰىكُمْ﴾من الغرق واوصلکم﴿اِلَى الْبَرِّ

اَعْرَضْتُمْ ؕ﴾عن التوحید﴿وَكَانَ الْاِنْسَانُ كَفُوْرًا (۶۷)﴾جحودًا لِلنّعم﴿اَفَاَمِنْتُمْ اَنْ يَّخْسِفَ بِكُمْ جَانِبَ الْبَرِّ﴾ای الارض کفارون﴿اَوْ يُرْسِلَ عَلَيْكُمْ حَاصِبًا﴾ای یرمیکم بالحصباء کقوم لوط﴿ثُمَّ لَا تَجِدُوْا لَكُمْ وَكِيْلًا (۶۸)﴾حافظًا منه﴿اَمْ اَمِنْتُمْ اَنْ يُّعِيْدَكُمْ فِيْهِ﴾ای البحر﴿تَارَةً﴾مرّة﴿اُخْرٰى فَيُرْسِلَ عَلَيْكُمْ قَاصِفًا مِّنَ الرِّيْحِ﴾ای ریحًا شدیدةً لا تمرُّ بشیءٍ اِلّا قصفته فتکسرُ فلککم﴿فَيُغْرِقَكُمْ بِمَا كَفَرْتُمْ ۙ﴾بکفرکم﴿ثُمَّ لَا تَجِدُوْا لَكُمْ عَلَيْنَا بِهٖ تَبِيْعًا (۶۹)﴾نصیرًا او تابعًا یطالبنا بما فعلنا بکم﴿وَلَقَدْ كَرَّمْنَا﴾فضّلنا﴿بَنِيْۤ اٰدَمَ﴾بالعلم والنطق واعتدال الخلق وغیر ذالک ومنه طهارتهم بعد الموت﴿وَحَمَلْنٰهُمْ فِي الْبَرِّ﴾علی الدواب﴿وَالْبَحْرِ﴾علی السفن﴿وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلٰى كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا﴾ کالبهائم والوحوش﴿تَفْضِيْلًا (۷۰)﴾فمن بمعنی ما او علی بابها وتشمل الملٰئکة والمراد تفضیل الجنس ولا یلزم تفضیل افراده اذ هم افضل من البشر غیر الانبیاء.

﴿ترجمہ﴾

اور (یاد کرو) جب ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم کو سجدہ کرو (یعنی جھک کر سجدۂ تعظیمی کرو) تو ان سب نے سجدہ کیا سوائے ابلیس نے، بولا کیا میں اسے سجدہ کروں جسے تو نے مٹی سے بنایا (طینا حرف جر کے حذف کے سبب منصوب ہے یعنی دراصل من طین ہے) بولا دیکھ تو (مجھے خبر تو دے) جو یہ تو نے مجھ سے معزز رکھا (اسے مجھ پر فضیلت دی اس کے لیے سجدہ کرنے کا حکم فرما کر حالانکہ میں اس سے بہتر ہوں کہ تو نے مجھے آگ سے بنایا ہے) اگر (لئن میں لام قسمیہ ہے) تو نے مجھے قیامت تک مہلت دی تو جڑ سے اکھیر پھینکوں گا اس کی اولاد کو (اپنے وساوس کے ذریعے ورغلا کر) سوائے چند افراد کے (اور یہ وہ ہونگے جنہیں تو نے عصمت عطا فرمائی) اللہ نے (اس سے) فرمایا دور رہو (اس حال میں کہ تجھے نفخۂ اولی کے وقت تک مہلت دی گئی ہے) تو ان میں جو تیری پیروی کرے گا تو بیشک سب کا بدلہ جہنم ہے (تیرا بھی اوران کا بھی) بھرپور سزا اور گمراہ کرنے کی کوشش کر (مکروفریب کر) جن کو تو گمراہ کرسکتا ہے ان میں سے اپنی آواز سے (انہیں گانے باجے اور معصیت کی طرف بلانے والے داعی کے ذریعے) اور دھاوا بول دے (حملہ کردے) ان پر اپنے گھڑسواروں اور پیادہ دستوں کے ساتھ (اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو پیدل چلتے اور بحالت سواری گناہوں میں مشغول ہوتے ہیں) اور شریک ہوجا ان کے (حرام) مالوں میں اور (زنا کی) اولاد میں اوران سے وعدہ کر (کہ کوئی مرنے کے بعد اٹھائے جانے کا معاملہ نہ ہوگا نہ کچھ جزا وسزا ہوگی) اور وعدہ نہیں کرتا ان سے شیطان (ان باتوں کا) مگر فریب کو بیشک جو میرے (مومن) بندے ہیں ان پر تیرا کچھ قابو نہیں (کچھ سلط اور قوت نہیں) اور تیرا رب کافی ہے کام بنانے کو (تجھ سے ان کی حفاظت فرمانے کو) تمہارا رب وہ ہے جو چلاتا ہے (یزجی • بمعنی یجری ہے) تمہارے لیے دریا میں کشتی (فلک کا معنی کشتی ہے) کہ تم اس کا (یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ کا) فضل (تجارت کے ذریعے) تلاش کرو بیشک وہ تم پر مہربان ہے (کہ اس نے کشتیاں تمہارے لیے مسخر کردیں) اور جب تمہیں دریا میں مصیبت (یعنی شدت) پہنچتی ہے (غرق ہوجانے کا خوف ہوتا ہے) تو گم ہوجاتے ہیں (یعنی تم سے غائب ہوجاتے ہیں) جنہیں پکارتے ہو (یعنی تمہارے وہ معبود جنہیں تم پوجتے ہو تو اس وقت تم انہیں نہیں پکارتے) اس (بلند وبالا ہستی) کے سوا (تو اس وقت تم اسی ایک کو پکارتے ہو کیونکہ تم ایسی تکلیف میں ہوتے ہو جسے وہی دور کرسکتا ہے......) پھر جب وہ تمہیں (غرق ہونے سے) نجات دیتا ہے (اور

تمہیں پہنچادیتا ہے) خشکی کی طرف تو منہ پھیر لیتے ہو (توحید سے) اور انسان بڑا ناشکرا ہے (اللہ ﷻ کی نعمتوں کا بہت انکار کرنے والا ہے) کیا تم بے خوف ہوگئے اس سے کہ اللہ دھنسادے تمہارے ساتھ خشکی (یعنی زمین) کے کسی کنارے کو (جیسا کہ قارون ۔۔۔۔۔۔ کے ساتھ کیا) یا تم پر پتھراؤ بھیجے (یعنی تم پر پتھر برسائے جیسا کہ قوم لوط کے ساتھ کیا گیا) پھر اپنا کوئی وکیل نہ پاؤ (پھر اس سے بچانے والا کوئی نہ پاؤ گے) کیا تم اس سے بے خوف ہوگئے ہو کہ اللہ تمہیں لے جائے اس میں (یعنی دریا میں دوسری) مرتبہ اور بھیجے تم پر جہاز توڑنے والی آندھی (یعنی سخت ہوا کہ جو جس بھی چیز سے گزرے اسے تہس نہس کر کے رکھ دے پھر وہ آندھی تمہاری کشتیوں کو توڑ ڈالے) تو تم کو غرق کردے تمہارے کفر کے سبب (بما کفرتم بمعنی بکفرتم ہے) پھر تم نہیں پاؤ گے اپنے لیے ہم سے ڈبونے پر کوئی انتقام لینے والا (تبیعا کا معنی یا تو مددگار ہے یا اس کا معنی ایسا پیچھا کرنے والا ہے جو ہم سے اس فعل کے بارے میں مطالبہ کر سکے جو ہم نے تمہارے ساتھ کیا) اور بیشک ہم نے اولاد آدم کو عزت بخشی (یعنی اسے فضیلت عطا فرمائی علم، نطق اور معتدل خلقت وغیرہ کے ذریعے اور اس میں من جملہ ان کا بعد موت پاک ہونا بھی ہے ۔۔۔۔۔۔) اور ہم نے سوار کیا ان کو خشکی میں (چوپایوں پر) اور تری میں (کشتیوں پر) اور رزق دیا انہیں پاکیزہ چیزوں سے اور ہم نے انہیں فضیلت دی بہت سی چیزوں پر جن کو ہم نے پیدا فرمایا (جیسے چوپائے اور وحشی جانور) نمایاں فضیلت (پس یہاں من بمعنی ما ہے، یا من اپنے باب ہی پر ہے یعنی ذوالعقول کے لیے آیا ہے اور یہ فرمان فرشتوں کو شامل ہے اور اس سے جنس انسان کی فضیلت مراد ہے اور اس سے اس جنس انسان کے افراد کی فضیلت لازم نہیں آتی کیونکہ فرشتے ماسوا حضرات انبیائے کرام کے دیگر لوگوں سے افضل ہیں)۔

﴿ترکیب﴾

﴿واذ قلنا للملائکة اسجدوا لادم فسجدوا الا ابلیس﴾.

و: مستانفہ، اذ: مضاف، قلنا للملئکة: قول، اسجد و الادم: فعل بافاعل وظرف لغو مقولہ، ملکر مضاف الیہ، ملکر ظرف، " اذکر " فعل محذوف کے لیے، ملکر جملہ فعلیہ، ف: عاطفہ، سجدوا: فعل وضمیر مستثنی منہ، الا: استثناء، ابلیس: مستثنی، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ ماقبل " قلنا " پر معطوف ہے۔

﴿قال ء اسجد لمن خلقت طینا﴾.

قال: قول، همزہ: استفہامیہ، اسجد: فعل بافاعل، لام: جار، من خلقت: موصول صلہ ملکر ذوالحال، طینا: حال، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿قال اراء یتک هذا الذی کرمت علی﴾

قال: قول، همزہ: استفہامیہ، رایتک: بمعنی "اخبرنی"، فعل ت ضمیر فاعل، ک: تاکید، هذا: موصوف، الذی کرمت علی: موصول صلہ ملکر صفت، ملکر مفعول اول، مفعول ثانی محذوف "ان امرتنی بالسجود له ثم کرمته علی"، ملکر جملہ فعلیہ مقولہ، ملکر جملہ فعلیہ قولیہ۔

﴿لئن اخرتن الی یوم القیمة لاحتنکن ذریته الا قلیلا﴾.

لام: تاکیدیہ جواب قسم، ان: شرطیہ، اخرتن الی یوم القیمة: جملہ فعلیہ شرط، لام: تاکیدیہ جواب قسم، احتنکن: فعل بافاعل، ذریته: مستثنی منہ، الا: حرف استثناء، قلیلا: مستثنی، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ جواب قسم، قسم محذوف " اقسم " کے لیے، ملکر قائم مقام جواب شرط، ملکر جواب قسم، قسم محذوف " اقسم " کے لیے، ملکر جملہ فعلیہ قسمیہ۔

﴿قال اذهب فمن تبعک منهم فان جهنم جزاؤكم جزآء موفورا﴾.
قال : قول، اذهب :فعل امر بافاعل، ملکر جملہ فعلیہ مقولہ ،ملکر جملہ فعلیہ قولیہ، ف:مستانفہ، من:شرطیہ مبتدا، تبع: فعل ھو ضمیر ذوالحال، منھم: ظرف مستقر حال ،ملکر فاعل، ک :ضمیر مفعول،ملکر جملہ فعلیہ شرط، ف: جزائیہ ،ان جھنم: حرف مشبہ واسم، جزآء :مصدر مضاف،لکم: ضمیر مضاف الیہ فاعل، جزاء موفورا :مفعول مطلق، ملکر شبہ جملہ ہوکر خبر ،ملکر جملہ اسمیہ جواب شرط،ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿واستفزز من استطعت منهم بصوتک واجلب عليهم بخيلک ورجلک ﴾.
و :عاطفہ ،استفزز :فعل امر بافاعل ،من استطعت :موصول صلہ ملکر ذوالحال ،منھم: ظرف مستقر حال ،ملکر مفعول، بصوتک :ظرف لغو ،ملکر جملہ فعلیہ ،امر ثانی ،و : عاطفہ ، اجلب :فعل امر وضمیر ذوالحال ، علیھم: ظرف مستقر حال ،ملکر فاعل، بخیلک ورجلک :ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ امر ثالث لشیطان۔

﴿وشاركهم في الاموال والاولاد وعدهم وما يعدهم الشيطن الا غرورا﴾.
و :عاطفہ ،شارکھم :فعل امر بافاعل ومفعول ،فی الاموال والاولاد :ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ ،امر رابع ،و : عاطفہ، عدھم : فعل امر بافاعل ومفعول ،ملکر جملہ فعلیہ امر خامس، و :اعتراضیہ ،ما :نافیہ، یعد ھم الشیطان : فعل بامفعول وفاعل ،الا :حصر ، غرورا: مفعول لہ ،ملکر جملہ فعلیہ معترضہ۔

﴿ان عبادي ليس لک عليهم سلطان وكفى بربک وكيلا﴾.
ان عبادی :حرف مشبہ واسم ،لیس لک :فعل ناقص وظرف مستقر خبر مقدم، علیھم : ظرف مستقر حال مقدم، سلطن: ذوالحال ،ملکر اسم مؤخر ،ملکر جملہ فعلیہ ہوکر خبر ،ملکر جملہ اسمیہ ،و :عاطفہ، کفی :فعل ،ب :زائدہ ،ربک :ممیز ، وکیلا :تمیز ، ملکر فاعل ،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ربكم الذي يزجي لكم الفلک في البحر لتبتغوا من فضله﴾.
ربکم: مبتدا ،الذی :موصول ،یزجی :فعل بافاعل، لکم: ظرف لغو ،الفلک : ذوالحال، فی البحر : ظرف حال ،ملکر مفعول ،لام :جار ، تبتغوا من فضلہ : جملہ فعلیہ بتقدیر ان مجرور ،ملکر ظرف لغو ثانی ،ملکر جملہ فعلیہ ہوکر صلہ ،ملکر خبر ،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿انه كان بكم رحيما﴾.
انہ :حرف مشبہ واسم ،کان :فعل ناقص بااسم ،بکم رحیما: شبہ جملہ خبر ،ملکر جملہ فعلیہ خبر ،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿واذا مسكم الضر في البحر ضل من تدعون الا اياه﴾.
و :عاطفہ ،اذا :ظرفیہ متضمن معنی شرط مفعول فیہ مقدم، مس :فعل، کم: ضمیر ذوالحال، فی البحر :ظرف مستقر حال ،ملکر مفعول ،الضر : فاعل ،ملکر جملہ فعلیہ ہوکر شرط ،ضل : فعل ،من تدعون :موصول صلہ ملکر مستثنی منہ ،الا ایاہ : مستثنی ، ملکر فاعل ،ملکر جملہ فعلیہ جزا ،ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿فلما نجاكم الى البر اعرضتم وكان الانسان كفورا﴾.
ف :عاطفہ ، لما :شرطیہ ، نجکم الی البر : جملہ فعلیہ شرط ،اعرضتم : جملہ فعلیہ جزا ، ملکر جملہ شرطیہ ،و :عاطفہ، کان : فعل ناقص ، الانسان : اسم ، کفورا :خبر ،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿افامنتم ان يخسف بكم جانب البر او يرسل عليكم حاصبا ثم لا تجدوا لكم وكيلا﴾.
ھمزہ : استفھامیہ ،ف :عاطفہ معطوف علی محذوف "انجوتم"، امنتم: فعل بافاعل، ان :مصدریہ، یخسف : فعل ھو ضمیر

ذوالحال، بکم: ظرف مستقر حال، ملکر فاعل، جانب البر: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، او: عاطفہ، یرسل علیکم حاصبا: فعل بافاعل وظرف لغو ومفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف اول، ثم: عاطفہ، لا تجدوا: فعل وضمیر فاعل، لکم: ظرف مستقر حال مقدم، وکیلا: ذوالحال اپنے حال مقدم سے ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف ثانی، ملکر "ان" مصدریہ سے ملکر بتاویل مصدر مفعول، امنتم اپنے متعلقات سے ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ام امنتم ان یعیدکم فیه تارة اخرى فیرسل علیکم قاصفا من الریح﴾۔

ام: متصلہ عاطفہ، امنتم: فعل بافاعل، ان: مصدریہ، یعیدکم: فعل بافاعل ومفعول فیہ ظرف لغو، تارة اخرى: ظرف، ملکر معطوف علیہ، ف: عاطفہ، یرسل علیکم: فعل بافاعل وظرف لغو، قاصفا: موصوف، من الریح: ظرف مستقر صفت، ملکر مفعول، ملکر معطوف، ملکر جملہ فعلیہ بتاویل مصدر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿فیغرقکم بما کفرتم ثم لا تجدوا لکم علینا به تبیعا﴾۔

ف: عاطفہ، یغرقکم: فعل بافاعل ومفعول، بما کفرتم: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ معطوف ہے، ماقبل "یعیدکم فیه" پر، ثم: عاطفہ، لا تجدوا: فعل بافاعل، لکم: ظرف مستقر حال مقدم، علینا: ظرف مستقر حال مقدم ثانی، به: تبیعا کے متعلق ہے، تبیعا: ذوالحال، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ ماقبل "یعیدکم فیه" پر معطوف ہے۔

﴿ولقد کرمنا بنی آدم وحملنهم فی البر والبحر﴾۔

و: مستانفہ، لام: تاکیدیہ جواب قسم، قد: تحقیقیہ، کرمنا بنی ادم: فعل بافاعل ومفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، حملنهم: فعل بافاعل ومفعول، فی البر والبحر: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر قسم محذوف "نقسم" کے لیے جواب قسم، ملکر جملہ قسمیہ۔

﴿ورزقنهم من الطیبت وفضلنهم علی کثیر ممن خلقنا تفضیلا﴾۔

و: عاطفہ، رزقنهم من الطیبت: فعل بافاعل ومفعول وظرف لغو ملکر جملہ فعلیہ ماقبل "کرمنا" پر معطوف ہے، و: عاطفہ، فضلنهم: فعل بافاعل ومفعول، علی: جار، کثیر: موصوف، ممن خلقنا: ظرف مستقر صفت، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، تفضیلا: مفعول مطلق، ملکر جملہ فعلیہ ماقبل "کرمنا" پر معطوف ہے۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

امام اعظم کا دھریہ سے مکالمہ:

۱...... امام اعظم کا ایک دھریہ سے مکالمہ ہوا جس کا کہنا یہ تھا کہ یہ دنیا یوں ہی بن گئی ہے، اس کا چلانے والا کوئی نہیں، کئی دلائل کے بعد ایک دلیل امام اعظم نے یوں پیش کی کہ بتاؤ: تم حالت سفر میں ہو، کشتی میں سوار ہو، اچانک دریا میں طوفان آجائے، تمہاری کشتی ہچکولے لینے لگے، تم ڈوبنے کے قریب ہو، موت تمہاری منتظر ہے۔ بتاؤ ایسے عالم میں تم کیا کرو گے تمہارے دل میں کس کا خیال آئے گا؟ اس نے کہا کہ میں یہ تمنا کروں گا کہ کاش مجھے کوئی ذات ایسی ہو جو اس طغیانی کیفیت سے بچائے۔ امام اعظم نے کہا: "وہی خدا ہے"۔

قارون کے بارے میں بیان:

۲...... ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ قارون حضرت موسیٰ علیہ السلام کا چچا زاد تھا، سلسلہ نسب یوں ہے: قارون بن یصہر بن

قامت ۔قتادہ کا قول ہے کہ توریت کو اچھا پڑھنے کی وجہ سے اس کا نام نور رکھا گیا،لیکن یہ رضائے الٰہی کے خلاف مال خرچ کر کے اللہ کا دشمن ہوا جیسا کہ سامری نے کیا۔اسے اس کے مال پر سرکشی کرنے کی وجہ سے ھلاکت کا موتھ دیکھنا پڑا۔اپنی قوم میں طویل القامت تھا۔اللہ نے اس کے خزانے کا بیان فرمایا﴿واتینه من الکنوز ما ان مفاتحه لتنوء بالعصبة اولی القوة(القصص:۷۶)﴾۔بڑی بھاری جماعت مل کر اس کے خزانے کی چابیاں اٹھاتی تھی۔اپنی قوم کو وعظ ونصیحت بھی کرتا تھا۔(البداية والنهاية،قصة قارون مع موسى،ج۱،الجزء:۱،ص ۳۴۵)

اشرف المخلوقات:

۳......جن وجوہات کی بناء پر اللہ نے انسانوں کو اشرف المخلوقات کا نام دیا وہ یہ ہیں:(۱)......انسان کو اپنا نائب بنایا کسی اور مخلوق کو یہ شرف نہیں بخشا جیسا کہ فرمایا﴿انـی جـاعـل فـی الارض خـلـیـفة بیشک میں زمین میں اپنا نائب بنانے والا ہوں(البقرة:۳۰)﴾۔(۲)......نوع انسان کے پہلے فرد یعنی حضرت آدم علیہ السلام کو فرشتوں سے زیادہ علم دیا اور فرشتوں کو سجدے کا حکم دیا ،چنانچہ فرمایا﴿وعلم آدم الاسـمـاء کلها ......الخ اور اللہ نے آدم کو تمام اشیاء کے نام سکھا دیئے ٥واذ قلنا للملئکة اسجدوا......الخ اور یاد کرو جب ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم کو سجدہ کرو تو سب نے سجدہ کیا سوائے ابلیس کے،(البقرة:۳۱،۳۴)﴾۔ (۳)......تمام مخلوق کو کن کہنے سے پیدا فرمایا لیکن انسان کو اپنے (بے مثل) ہاتھوں سے تخلیق فرمایا،ارشاد باری ہوا،﴿واذا اراد شیئا ان یقول کن فیکون﴾﴿قال یاابلیس مامنعک ان تسجد لما خلقت بیدی اے ابلیس تجھے اس کو سجدہ کرنے سے کس چیز نے منع کیا جسے میں نے اپنے ہاتھوں سے پیدا کیا(ص:۷۵)﴾۔(۴)......حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:"جب تم میں سے کوئی اپنے بھائی کو مارے تو چہرے سے اجتناب کرے کیونکہ اللہ نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا فرمایا ہے(صحیح مسلم،کتاب:البر والصلة،رقم:۲۶۱۲/۶۶۵۰،ص ۱۲۸۸)۔(۵)......انسان کو تمام مخلوق میں اچھی صورت پر پیدا کیا چنانچہ فرمایا﴿لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم یعنی ہم نے انسان کو اچھی صورت پر پیدا فرمایا(التین:۴)﴾۔

اغراض: سجود تحیة بالانحناء: اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ غیر اللہ کو سجدہ کرنا کفر ہے اور فرشتے اس سے مُبَرّا ہیں کہ وہ غیر خدا کو سجدہ کریں،اس اعتراض کا تتمہ یوں ہوگا کہ درحقیقت سجدہ پیشانی رکھ کر کیا گیا تھا،اور آدم علیہ السلام کی حیثیت قبلہ کی طرح تھی جس طرح نمازی کعبہ کی طرف موتھ کرکے سجدہ کرتے ہیں،اور اسی طرح سجدہ کا محل غیر خدا کی طرف ہونا بھی کفر ہے اور یہ اللہ کے حکم کے سوا ہو نہیں سکتا،اور اگر اللہ کے حکم سے ہے تو پھر ایسا کرنا جائز ہے۔

خلقتنی من نار: یعنی آگ عناصر اربعہ میں افضل ترین ہوتی ہے۔وکل داع الی معصیة:مراد اجنبی عورت سے کلام وغیرہ کرنا ہے۔

ممن عصمته: یعنی حضرات انبیائے کرام کی عصمت واجب اور حضرات صلحاء کی جائز ہے۔

الی وقت النفخة الاولی: یہ جواب شیطان کو ہے جس نے دوسری مرتبہ صور پھونکے جانے کے وقت تک مہلت مانگی تا کہ موت سے فرار ہوسکے،اس لیے کہ شیطان جانتا ہے کہ دوسری مرتبہ صور پھونکے جانے کے بعد موت نہیں ہے۔

والفرا:اس جملے میں اس جانب اشارہ ہے کہ اسم مفعول بمعنی اسم فاعل ہے۔من الغرق : جار مجرور نجاکم کے متعلق ہیں۔

بالغناء: غین کی کسرہ اور مد کے ساتھ،مراد سُر بکھیرنا ہے،جس سے جذبات بھڑک جائیں۔

من الـزنـا: اور اس میں یہ بات بھی داخل ہے کہ مرد اپنی منکوحہ کو تین طلاقیں دے کر اس کے پاس اولاد کے حصول کے لیے آئے،تو شیطان بھی اس کے ساتھ ہوتا ہے۔

الشدة خوف الغرق:یعنی تیز ہوا کے وقت غرق ہونے کے خوف سے۔کقارون: کا بیان حاشیہ نمبر۳ میں پڑھ لیں۔

عن التوحید: یعنی تم نے اللہ کو چھوڑ دیا، کافر نے بتوں کو خدا بنا کر، اور نافرمانوں نے غفلت اور خواہشات کی بناپر، باوجود اس کے ہر ایک اللہ سے خوف زدہ ہوتا ہے۔
ای نرمیکم بالحصباء: یعنی تم پر سخت ہوا چلنے کے سبب۔ کقوم لوط: کہ ان پر آسمان سے پتھر کی بارش ہوئی۔
بکفرکم: یعنی کفر کے سبب، بما کفرتم میں اس جانب اشارہ ہے کہ ما مصدریہ ہے، اور یہ بھی صحیح ہے ما موصولہ مان لیا جائے ،یعنی تمہارے کفر کرنے کے سبب۔
ومنه طهارتهم بعد الموت: یعنی بنی آدم مرنے کے بعد پاک ہوتا ہیں، جیسا کہ کافروں کو ان کے باطنی خباثت کی وجہ سے ناپاک کہتے ہیں، اسی کی مثل فرمان مقدس ﴿انما المشرکون نجس(التوبۃ:۲۸)﴾ ہے۔
فمن بمعنی من: من غیر عقلاء کے لیے (بھی) استعمال ہوتا ہے، اور مراد اس سے کثرت ہے، چہ جائے کہ فرشتوں کے ماسوا ہو۔
او علی بابها: علی کا استعمال غالب طور پر عقلاء کے لیے ہوتا ہے۔
والمراد تفضیل الجنس: یعنی انسان سے افضل ہوتے ہیں، اور ملائکہ سے بھی افضل ہوتے ہیں، اور یہ جواب اس بارے میں ہے کہ کہا جاتا ہے کہ ہمیں تسلیم نہیں کہ تمام بنی آدم فرشتوں سے افضل ہیں، تو میں (علامہ صاوی) اس بات کا یوں جواب دوں گا کہ فضیلت جنس کے اعتبار سے ہے، جو کہ اس بات کے منافی نہیں کہ سرداران ملائکہ عام انسانوں سے افضل ہیں۔
افضل من البشر: اشاعرہ کی تحقیق یہ ہے کہ خاص بشر جیسا کہ حضرات انبیائے کرام ورسل العظام خاص ملائکہ سے افضل ہیں، خاص ملائکہ سے مراد حضرت جبرائیل علیہ السلام، میکائیل علیہ السلام، اسرافیل علیہ السلام اور عزرائیل علیہ السلام ہیں، اور عام بشر جیسا کہ صلحاء تو یہ صلحاء حضرات عام ملائکہ سے افضل ہوتے ہیں جو کہ متذکرہ بالا چار حضرات ملائکہ کے علاوہ ہیں۔(الصاوی، ج۳، ص ۳۲۸ وغیرہ)

رکوع نمبر:۸

اُذکُر ﴿یَوْمَ نَدْعُوْا کُلَّ اُنَاسٍ بِاِمَامِهِمْ ۚ﴾ بِنَبِیِّهِمْ فَیُقَالُ یَا اُمَّةَ فُلَانٍ اَوْ بِکِتَابِ اَعْمَالِهِمْ فَیُقَالُ یَاصَاحِبَ الْخَیْرِ وَیَا صَاحِبَ الشَّرِّ وَهُوَ یَوْمُ الْقِیَامَةِ ﴿فَمَنْ اُوْتِیَ﴾ مِنْهُمْ ﴿کِتٰبَهٗ﴾ بِیَمِیْنِهٖ وَهُمُ السُّعَدَاءُ اُولُو الْبَصَائِرِ فِی الدُّنْیَا ﴿بِیَمِیْنِهٖ فَاُولٰٓئِکَ یَقْرَءُوْنَ کِتٰبَهُمْ وَلَا یُظْلَمُوْنَ﴾ یُنْقَصُوْنَ مِنْ اَعْمَالِهِمْ ﴿فَتِیْلًا(۷۱)﴾ قَدْرَ قِشْرَةِ النَّوَاةِ ﴿وَمَنْ کَانَ فِیْ هٰذِهٖٓ﴾ اَیِ الدُّنْیَا ﴿اَعْمٰی﴾ عَنِ الْحَقِّ ﴿فَهُوَ فِی الْاٰخِرَةِ اَعْمٰی﴾ عَنْ طَرِیْقِ النَّجَاةِ وَقِرَاءَةِ الْکِتَابِ ﴿وَاَضَلُّ سَبِیْلًا(۷۲)﴾ اَبْعَدُ طَرِیْقًا عَنْهُ وَنَزَلَ فِیْ ثَقِیْفٍ وَقَدْ سَاَلُوْهُ صلی اللہ علیہ وسلم اَنْ تُحَرِّمَ وَادِیَهُمْ وَاَلَحُّوْا عَلَیْهِ ﴿وَاِنْ﴾ مَا ﴿کَادُوْا لَیَفْتِنُوْنَکَ﴾ یَسْتَزِلُّوْنَکَ ﴿عَنِ الَّذِیْٓ اَوْحَیْنَآ اِلَیْکَ لِتَفْتَرِیَ عَلَیْنَا غَیْرَهٗ ۖ وَاِذًا﴾ لَوْ فَعَلْتَ ذٰلِکَ ﴿لَّاتَّخَذُوْکَ خَلِیْلًا(۷۳) وَلَوْلَآ اَنْ ثَبَّتْنٰکَ﴾ عَلَی الْحَقِّ بِالْعِصْمَةِ ﴿لَقَدْ کِدْتَّ﴾ قَارَبْتَ ﴿تَرْکَنُ﴾ تَمِیْلُ ﴿اِلَیْهِمْ شَیْئًا﴾ رُکُوْنًا ﴿قَلِیْلًا(۷۴)﴾ لِشِدَّةِ احْتِیَالِهِمْ وَاِلْحَاحِهِمْ وَهُوَ صَرِیْحٌ فِیْ اَنَّهٗ صلی اللہ علیہ وسلم لَمْ یَرْکَنْ وَلَا قَارَبَ ﴿اِذًا﴾ لَوْ رَکَنْتَ ﴿لَّاَذَقْنٰکَ ضِعْفَ﴾ عَذَابِ ﴿الْحَیٰوةِ وَضِعْفَ﴾ عَذَابِ ﴿الْمَمَاتِ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَکَ عَلَیْنَا نَصِیْرًا(۷۵)﴾ مَانِعًا مِنْهُ وَنَزَلَ لَمَّا قَالَ لَهُ الْیَهُوْدُ اِنْ کُنْتَ نَبِیًّا فَالْحَقْ بِالشَّامِ فَاِنَّهَا اَرْضُ الْاَنْبِیَاءِ ﴿وَاِنْ﴾ مُخَفَّفَةٌ ﴿کَادُوْا لَیَسْتَفِزُّوْنَکَ مِنَ الْاَرْضِ﴾

﴿اَرضِ المدینۃِ﴾﴿لِیُخرِجُوکَ مِنھَا وَاِذًا﴾لو اخرجوک﴿لَّا یَلبَثُونَ خِلٰفَکَ﴾فیھا﴿اِلَّا قَلِیلًا(۷۶)﴾ثم یُھلکُونَ﴿سُنَّۃَ مَن قَد اَرسَلنَا قَبلَکَ مِن رُّسُلِنَا﴾ای کَسُنَّتِنَا فِیھِم مِن اِھلَاکِ مَن اَخرَجَھُم﴿وَلَا تَجِدُ لِسُنَّتِنَا تَحوِیلًا(۷۷)﴾تبدیلا.

﴿ترجمہ﴾

اور (یادکرو) جس دن ہم ہر جماعت کو اس کے تمام (یعنی اس کے نبی) کے ساتھ بلائیں گے (تو کہا جائیگا، اے فلاں نبی کی امت! اے فلاں نبی کی امت! یاامامھم سے مرادنامۂ اعمال ہے......۱......تو اس کے مطابق یوں پکارا جائیگا اے نیکوکار، اے بدکار، اوراس دن سے مراد قیامت کا دن ہے) تو (ان میں سے) جنہیں اپنا نامۂ اعمال سیدھے ہاتھ میں دیا گیا (یہ وہ لوگ ہونگے جو دنیا میں صاحب بصیرت اور سعادت مند تھے) یہ لوگ اپنا نامۂ اعمال پڑھیں گے اوران پر ذرہ بھر ظلم نہ ہوگا (یعنی کھجور کی گٹھلی کے چھلکے کے برابر بھی نیک عمل کم نہ کیا جائے گا......۲......) اور جو اس (دنیا) میں اندھا ہو (راہ حق سے) وہ آخرت میں بھی اندھا ہوگا (راہ نجات سے اور اپنا نامۂ اعمال پڑھنے سے) اور بڑا گمراہ کردہ راہ ہوگا (یعنی حق سے بہت دور راستے پر ہوگا یہ آیت بنوثقیف کے بارے میں نازل ہوئی جنہوں نے نبی کریم ﷺ سے سوال کیا کہ وہ ان کی وادی کو حرم بنادیں اوراس بارے میں آپ ﷺ سے بہت الحاح وزاری کی) اوروہ تو قریب تھے کہ تمہیں کچھ لغزش دیتے (کادوا بمعنی قاربوا ہے) ہماری وحی......۳......سے جو ہم نے تم کو بھیجی کہ تم ہماری طرف کچھ اور نسبت کرو اور ایسا ہوتا (یعنی آپ ﷺ ایسا کرتے) تو وہ تم کو اپنا گہرا دوست بنالیتے اور اگر ہم تمہیں ثابت قدم نہ رکھتے (حق پر عصمت عطا فرما کر) تو قریب تھا کہ تم ان کی طرف تھوڑا سا جھکتے (قلیلا صفت ہے اس سے پہلے رکونا محذوف ہے، یعنی ان کے زبردست مکروفریب اور ظاہری الحاح وزاری کے سبب تم ان کی طرف جھک جاتے، یہ فرمان اس بارے میں صریح ہے کہ آپ ﷺ نہ تو ان کی طرف جھکے اور نہ قریب ہوئے) اور ایسا ہوتا (یعنی اگر آپ ﷺ مائل ہوتے) تو ہم تم کو دونی عمر (کا عذاب) دیتے اور دگنی موت (کا عذاب) دیتے (یعنی تمہارے غیر کو دنیا وآخرت میں جو عذاب دیا جاتا ہے اس کی دو مثل تمہیں دیا جاتا) پھر ہم تمہارے مقابل اپنا کوئی مددگار نہ پاتے (اس عذاب کو روکنے والا اور یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب یہودیوں نے کہا اگر آپ نبی ہیں تو شام جایئے کیونکہ ملک شام حضرات انبیائے کرام کی سرزمین ہے) اور بیشک قریب تھا (وان مخففہ ہے) کہ وہ تمہیں ڈگمگادیں اس زمین میں (یعنی سرزمین مدینہ منورہ میں) کہ تمہیں اس سے باہر کردیں اور ایسا نہ ہوتا (اگر وہ تمہیں نکال دیتے) تو وہ تمہارے پیچھے نہ ٹھہرتے (مدینہ میں) مگر تھوڑا (پھر انہیں ہلاک کردیا جاتا) دستور ان کا جو ہم نے تم سے پہلے رسول بھیجے (یعنی جیسا کہ ہمارا دیگر حضرات انبیائے کرام کے بارے میں ہے کہ ہم ملک سے نکالنے والوں کو ہلاک کردیتے ہیں) اور تم ہمارا قانون بدلتا نہ پاؤ گے (تحویلا بمعنی تبدیلا ہے)۔

﴿ترکیب﴾

﴿یوم ندعوا کل اناس بامامھم فمن اوتی کتبہ بیمینہ فاولئک یقرء ون کتبھم ولا یظلمون فتیلا﴾.

یوم: مضاف، ندعوا: فعل بافاعل، کل اناس: مفعول، بامامھم: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ مضاف الیہ ملکر ظرف مستقر "اذکر" فعل محذوف کے لیے، ملکر جملہ فعلیہ، ف: عاطفہ، من: موصولہ، اوتی کتبہ بیمینہ: جملہ فعلیہ صلہ ملکر مبتدا، ف: جزائیہ، اولئک: مبتدا، یقرء ون کتابھم: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، ولا یظلمون: فعل نفی بانائب، فتیلا: ظلما مصدر محذوف کی صفت، ملکر مفعول مطلق، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ومن کان فی هذه اعمی فهو فی الاخرة اعمی واضل سبیلا﴾.
و: عاطفہ، من: موصولہ، کان: فعل ناقص، فی هذه: ظرف مستقر خبر مقدم، اعمی: اسم مؤخر، ملکر جملہ فعلیہ صلہ ملکر مبتدا، ف: جزائیہ، هو: مبتدا، فی الاخرة: ظرف مستقر حال مقدم، اعمی: معطوف علیہ، واضل سبیلا: معطوف، ملکر خبر ذوالحال، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ ہوکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿وان کادوا لیفتنونک عن الذی اوحینا الیک لتفتری علینا غیره﴾.
و: مستانفہ، ان: مخففہ، کادوا: فعل مقارب واسم، لام: تاکیدیہ، یفتنونک: فعل بافاعل ومفعول، عن الذی اوحینا الیک: ظرف لغو، لتفتری علینا غیره: ظرف لغو ثانی، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿واذا لا تخذوک خلیلاO ولولا ان ثبتنک لقد کدت ترکن الیهم شیئا قلیلا﴾.
و: عاطفہ، اذا: حرف جواب وجزاء، لا تخذوک خلیلا: فعل بافاعل ومفعول اول وثانی، ملکر جملہ فعلیہ، "لو" شرطیہ مقدر "لو اتبعت اهواء هم" کی جزا، ملکر جملہ شرطیہ، و: عاطفہ، لولا: شرطیہ، ان ثبتنک موصول صلہ ملکر مبتدا، خبر محذوف "لنا" ملکر جملہ اسمیہ ہوکر شرط، لام: تاکید جواب قسم، قد: تحقیقیہ، کدت: فعل مقارب بااسم، ترکن الیهم: فعل بافاعل وظرف لغو، شیئا قلیلا: مفعول مطلق، ملکر جملہ فعلیہ قسم محذوف "اقسم" کے لئے جواب قسم، ملکر جملہ قسمیہ ہوکر جواب لولا، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿اذا لاذقناک ضعف الحیوة وضعف الممات﴾.
اذا: حرف جزا وجواب، لام: تاکیدیہ جواب قسم، اذقنک: فعل بافاعل ومفعول، ضعف الحیوة وضعف الممات: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ قسم محذوف "نقسم" کے لیے جواب قسم، ملکر شرط محذوف "لو اتبعت مرادهم" کی جزا، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿ثم لا تجد لک علینا نصیراO وان کادوا لیستفزونک من الارض لیخرجوک منها﴾.
ثم: عاطفہ، لا تجد لک: فعل نفی بافاعل وظرف لغو، علینا نصیرا: شبہ جملہ ہوکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، ان: مخففہ، کادوا: فعل مقارب بااسم، لام: تاکیدیہ یستفزونک من الارض: فعل بافاعل ومفعول وظرف لغو، لیخرجوک منها: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر خبر، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿واذا لا یلبثون خلفک الا قلیلا﴾.
و: عاطفہ، اذا: حرف جزا وجواب: لا یلبثون: فعل نفی بافاعل، خلفک: ظرف، الا: حصر، قلیلا: مصدر محذوف "لبثا" کی صفت مرکب توصیفی مفعول مطلق، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿سنة من قد ارسلنا قبلک من رسلنا ولا تجد لسنتنا تحویلا﴾.
سنة: مصدر مضاف، من: موصولہ، قد: تحقیقیہ، ارسلنا: فعل وضمیر فاعل، قبلک: ظرف مستقر حال مقدم، من: زائدہ، رسلنا: ذوالحال، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ صلہ، ملکر مضاف الیہ ملکر مفعول مطلق، فعل محذوف "سن" کے لیے "ای سن الله ذلک سنة"، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، لا تجد: فعل بافاعل، لسنتنا: ظرف لغو، تحویلا: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿شان نزول﴾

☆......وان کادوا لیفتنونک...... ☆ ثقیف کا ایک وفد سید عالم ﷺ کے پاس آکر کہنے لگا کہ اگر آپ تین باتیں منظور کرلیں تو ہم آپ کی بیعت کرلیں گے، ایک تو یہ کہ نماز میں جھکیں گے نہیں یعنی رکوع وسجدہ نہ کریں گے، دوسری یہ کہ ہم اپنے بت اپنے ہاتھوں

سے متنفر ہیں گے، تیسری یہ کہ لات کو پوجیں گے تو نہیں مگر ایک سال اس سے نفع اٹھالیں کہ اس کے پوجنے والے جو نذریں چڑھائیں اس کو وصول کرلیں، سید عالم ﷺ نے فرمایا، اس دین میں کچھ بھلائی نہیں جس میں رکوع وسجدہ نہ ہو، اور بتوں کے توڑنے کی بابت تمہاری مرضی اور لات وعزی سے فائدہ اٹھانے کی اجازت میں ہرگز نہیں دوں گا، وہ کہنے لگے یارسول اللہ ﷺ ہم چاہتے یہ ہیں کہ آپ کی طرف سے ہمیں ایسا اعزاز ملے جو دوسروں کو نہ ملا ہوتا کہ ہم فخر کرسکیں، اس میں اگر آپ کو اندیشہ ہو کہ عرب شکایت کریں گے تو آپ ان سے کہہ دیجئے گا کہ اللہ کا حکم ہی ایسا تھا، اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

☆...... **وان کادوا لیستفزونک** ...... ☆مشرکین نے اتفاق کر کے چاہا کہ سب مل کر سید عالم ﷺ کو سرزمین عرب سے باہر کردیں لیکن اللہ ﷻ نے ان کا یہ ارادہ پورا نہ ہونے دیا اور ان کی یہ مراد بر نہ آئی، اس کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

امام سے مراد اعمال نامہ ھے:

لے...... امام طبری فرماتے ہیں کہ امام سے مراد وہ ہے جس کی لوگ دنیا میں پیروی کرتے ہیں، اقتداء کرتے ہیں، عربی لغت میں امام کا لفظ غالب طور پر اسی معنی کے لیے استعمال ہوا ہے۔ (جامع البیان، الجزء ۱۵، ص ۱٤٧)

عمادالدین ابن کثیر کہتے ہیں: قیامت کے دن ہر قوم اپنے امام کے ساتھ جواب دہ ہوگی، لیکن اس بارے میں کچھ اختلاف ہے، مجاہد اور قتادہ کا قول ہے کہ ہر قوم اپنے نبی کے ساتھ محاسب ہوگی جیسا کہ اللہ نے فرمایا ﴿ولکل امة رسول فاذا جاء رسولهم قضی بینهم بالقسط وهم لا یظلمون (یونس:٤٧)﴾ بعض سلف صالحین نے کہا کہ ہے کہ یہ قول اصحاب حدیث کے نزدیک بہت بڑا اشرف ہے کہ قوم اپنے نبی کے ساتھ پیش کی جائے اس لیے کہ نبی قوم کا امام ہوتا ہے۔ ابن زید نے لکھا ہے کہ اپنے نبی پر نازل ہونے والی کتاب کے ساتھ پیش کی جائے گی اور یہ قول ابن جریر، ابن ابی نجیح اور مجاہد نے اختیار کیا ہے۔ ابن عباس کا قول ہے کہ قوم اپنے اعمال نامے کے ساتھ پیش کی جائے گی اور یہی قول ابوالعالیہ، حسن اور ضحاک کا ہے اور یہی راجح ترین قول ہے۔ (ابن کثیر، ج۳، ص ٦٦)

☆...... حضرت ابوہریرہ ﷺ سے روایت ہے کہ نبی پاک ﷺ نے اس آیت کی تفسیر میں ارشاد فرمایا: "ایک شخص کو بلایا جائے گا اور اس کا اعمال نامہ اس کے دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا اور اس کا جسم ساٹھ ہاتھ کا کردیا جائے گا، اور اس کا چہرہ سفید کردیا جائے گا، اور اس کے سر پہ چمکتے ہوئے موتیوں کا تاج پہنایا جائے گا، اور وہ اپنے اصحاب کے پاس جائے گا، وہ اس کو دور سے دیکھ کر کہیں گے، اے اللہ! ہم کو بھی ایسا کردے! اور ہم کو اس میں برکت دے، یہاں تک کہ وہ شخص ان کے پاس پہنچ جائے گا اور کہے گا کہ خوشخبری لو، تم میں سے ہر شخص کو یہ درجہ ملے گا، اور رہا کافر تو اس کا چہرہ سیاہ کردیا جائے گا اور اس کا جسم حضرت آدم ﷺ کی صورت کے مطابق ساٹھ ہاتھ کا کردیا جائے گا، اور اس کو ذلت کا تاج پہنادیا جائے گا، اور اس کے اصحاب اس کو دور سے دیکھ کر کہیں گے، ہم اس کے شر سے اللہ کی پناہ میں آتے ہیں، اے اللہ اس کو ہمارے پاس نہ لانا جب وہ ان کے پاس آئے گا تو وہ کہیں گے اے اللہ! اس کو ذلیل کر وہ کہے گا اللہ تم کو دور کردے تم میں سے ہر شخص کو یہ درجہ ملے گا۔ (سنن الترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب: ومن سورة بنی اسرائیل، رقم: ٣١٤٧، ص ٨٩٥)

مناسب یہی ہے کہ امام سے نامۂ اعمال مراد لیا جائے اس لیے کہ مابعد دائیں/بائیں ہاتھوں میں اعمال نامہ دینے کا بیان ہے لہٰذا مناسب یہی خیال کیا جاتا ہے کہ امام سے مراد نامۂ اعمال ہو۔

کھجور کی گٹھلی کے چھلکے کی مثال:

۲......جن لوگوں کو قیامت کے دن دائیں ہاتھ میں نامۂ اعمال دیا جائے گا جنہیں وہ پڑھیں گے تو ایسے لوگوں کے ثواب میں کھجور کی گٹھلی کے چھلکے کے برابر بھی کمی نہ ہوگی، یہ مثال اس لیے دی گئی کہ انسان جب کھجور کھاتا ہے تو گٹھلی اور اس کا چھلکا نکال دیتا ہے، اور یہ کسی چیز کی حقیر ترین مثال ہے، اللہ نے ہمیں سمجھا دیا کہ کھجور میں موجود گٹھلی کے ساتھ لگی ہوئی باریک جھلی کی حیثیت ہی کیا، انسان کے عمل پر مرتب ہونے والے ثواب میں سے اتنے کی بھی کمی نہ ہوگی۔ ابن عباس کہتے ہیں کہ انسان کی انگلی اور انگوٹھے پر لگے ہوئے میل کو فتیل کہتے ہیں جو کہ فعیل کے وزن پر بمعنی مفعول ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ دائیں ہاتھ والوں کو نامۂ اعمال پڑھنے کے ساتھ کیوں خاص کیا گیا حالانکہ بائیں جانب والے بھی پڑھیں گے تو اس کا جواب یہ ہے کہ بائیں جانب والے اپنے نامۂ اعمال میں مہلکات، قبائح اور دیگر طرح طرح کی برائیاں دیکھیں گے جس سے ان کی زبانیں پڑھنے سے عاجز رہیں گی، زبانوں پر بوجھ پڑ جائے گا جب کہ دائیں جانب والے اچھے طریقے سے، ثابت قدمی سے اعمال نامے پڑھیں گے۔ (الرازی، ج۷، ص ۳۷٦ وغیرہ)

وحی کا بیان:

۳......وحی کی دو اقسام ہیں: (۱)......وحی متلو: یعنی جس کی تلاوت کی جاتی ہے اس سے مراد قرآنِ مجید ہے اور (۲)......وحی غیر متلو: یعنی جس کی تلاوت نہیں کی جاتی اور اس سے مراد سنتِ رسول ﷺ ہے۔ (نور الانوار مع حاشیه قمر الاقمار، ص٦)

☆......ام المؤمنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ حضرت سیدنا حارث بن ہشام رضی اللہ عنہ نے سرورِ کائنات ﷺ سے عرض کی: ''یارسول اللہ ﷺ! آپ پر وحی کا نزول کیسے ہوتا ہے؟'' تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''کبھی تو گھنٹی کی طرح آواز آتی ہے، وحی کی یہ صورت مجھ پر سب سے سخت ہوتی ہے، جب وہ تمام ہوتی ہے تو جو کہا جاتا ہے میں اسے یاد کر لیتا ہوں اور کبھی کبھار میرے پاس فرشتہ آدمی کی شکل میں آکر گفتگو کرتا ہے تو جو وہ کہتا ہے میں اسے یاد کر لیتا ہوں۔'' حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: ''میں نے سخت سردی کے ایام میں آپ ﷺ پر وحی نازل ہوتے ہوئے ملاحظہ کی، جب وہ مکمل ہوتی تو آپ ﷺ کی جبینِ ناز پر پسینہ موتیوں کی طرح بکھرا ہوا ہوتا۔'' (صحیح بخاری، کتاب بدء الوحی، باب کیف کان بدء الوحی، رقم:۲ ص ۱)

اغراض: اذکر: یاد کیجئے اے محمد ﷺ! اس دن کو، مراد سید عالم ﷺ کی امت ہے، کیونکہ امت کو نصیحت اور خوف دلایا گیا، تاکہ انہیں ایمان کی جانب کوشش کرنے کی طرف محمول کیا جاسکے۔

نبیھم: ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''قیامت کے دن ندا کی جائے گی اے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی امت، اے قوم موسیٰ، اے قوم عیسیٰ اور اے امت محمدیہ، پس اہل حق جنہوں نے حضرات انبیائے کرام کی پیروی کی ہوگی کھڑے ہو جائیں گے، پس اپنے دائیں ہاتھوں میں کتابیں اٹھائے ہوئے ہونگے پھر ندا ہوگی اے نمرود کے پیروکاروں، اے فرعون کے پیروکاروں، اے فلاں فلاں گمراہوں اور کفار کے سرغنہ کے پیروکاروں، پس ان کے بائیں ہاتھوں میں اعمال نامے ہونگے جو انہیں ان کی پیٹھ کے پیچھے سے دیئے جائیں گے۔

او بکتاب اعمالھم: اللہ عزوجل کا فرمان ﴿و کل شیء احصینه فی امام مبین (یس:۱۲)﴾ اس بارے میں مفسرین کرام کے دو قول ملتے ہیں ایک قول کے مطابق یوں پکارا جائے گا اے توریت، انجیل اور قرآن والوں! تم نے اپنی کتاب پر کیا عمل کیا؟ تم نے اس کے اوامر پر عمل کیا؟ نواہی سے اجتناب کیا؟ اور ایک قول یہ کیا گیا ہے کہ ائمہ کے اعتبار سے پکارا جائے گا یعنی یوں کہا جائے گا اے شافعی

مسلک کے ماننے والوں، اے حنفیوں، اے حنبلیوں اور اے مالکیوں، معتزلی، قدری وغیرہ۔ ایک قول یہ بھی ملتا ہے کہ بھلائی پر عمل کرنے والے جنہوں نے دنیا میں کارِ خیر کیا ہوا نہیں پکارا جائے گا اور یوں کہا جائے گا کہ اے صدقہ کرنے والوں، اے جہاد والوں، اے روزہ رکھنے والوں، ایک قول یوں بھی کیا گیا ہے کہ قیامت میں لوگوں کو ان کی ماؤں کے ناموں سے پکارا جائے گا تاکہ زنا وغیرہ کی وجہ سے ہونے والوں کو شرمندگی نہ ہو اور ان کا پردہ ہو جائے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حق کی رعایت ہو جائے اور حسن وحسین کے شرف ومرتبے کا اظہار بھی ہو جائے۔

وھو یوم القیامة: قیامت کے کئی نام ہیں، الساعة، الحاقة، القارعة، الواقعة، یوم الدین، یوم الجزاء، یوم الحشر وغیرہ۔

قدر قشرة النواة: مراد وہ باریک ڈورا ہے جو گٹھلی کو لپٹا ہوتا ہے، اور القشرة (باریک جھلی) کو قطمیر کے نام سے اور نقیر سے مراد کھجور کی گٹھلی کا گڑھا ہے۔ اور تینوں نام قرآن میں مذکور ہیں۔ ونزل فی ثقیف: طائف کا قبیلہ مراد ہے، شانِ نزول میں مزید دیکھ لیں۔

یستنزلونک: اوامر و نواہی کے اعتبار سے اس حکم کا طلب کرنا مراد ہے جو سیدِ عالم ﷺ پر نازل ہوئے۔

لو رکنت: مراد جھکنا ہے، لولا کا جواب مقاربت ہے، اس لیے کہ عام لوگوں کی نیکیاں بھی مقربین کے سامنے گناہ ہوتے ہیں، اور ناپسندیدہ کام کی جانب ہو جانا عموماً عذاب کو لازم نہیں کرتا، پس کاملین اپنے مقام و مرتبے کی وجہ سے اس سے بھی بچتے ہیں۔

ای مثلی ما یعذب غیرک: مراد تمام مخلوق ہے، یعنی جو نافرمانی کی طرف مائل ہو، تو ہم دنیا اور آخرت میں اس پر عذاب بھیجیں۔

لما قال له الیھود: کا بیان شانِ نزول میں دیکھ لیں۔

ای کسنتنا: رسولوں کے حوالے سے ہمارا دستور گزر چکا ہے، مطلب یہ ہے کہ جن اہلِ مکہ نے تجھے نکالنے کا پروگرام بنایا ہے ہم ان کی جڑیں کاٹ دیں گے جیسا کہ بدر وغیرہ میں ان کے منصوبے خاک میں ملا دیئے۔ (الصاوی، ج۳، ص۳۳۲ وغیرہ)

رکوع نمبر: ۹

﴿اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ﴾ اَیْ مِنْ وَقْتِ زَوَالِهَا ﴿اِلٰی غَسَقِ الَّیْلِ﴾ اِقْبَالِ ظُلْمَتِهٖ اَیِ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ وَالْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ ﴿وَقُرْاٰنَ الْفَجْرِ ؕ﴾ صَلٰوةِ الصُّبْحِ ﴿اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًا (۷۸)﴾ تَشْهَدُهٗ مَلٰٓئِكَةُ الَّیْلِ وَمَلٰٓئِكَةُ النَّهَارِ ﴿وَمِنَ الَّیْلِ فَتَهَجَّدْ﴾ فَصَلِّ ﴿بِهٖ﴾ بِالْقُرْاٰنِ ﴿نَافِلَةً لَّكَ ۖ ق﴾ فَرِیْضَةً زَائِدَةً لَّكَ دُوْنَ اُمَّتِكَ اَوْ فَضِیْلَةً عَلَی الصَّلَوٰتِ الْمَفْرُوْضَةِ ﴿عَسٰۤی اَنْ یَّبْعَثَكَ﴾ یُقِیْمَكَ ﴿رَبُّكَ﴾ فِی الْاٰخِرَةِ ﴿مَقَامًا مَّحْمُوْدًا (۷۹)﴾ یَحْمَدُكَ فِیْهِ الْاَوَّلُوْنَ وَالْاٰخِرُوْنَ وَهُوَ مَقَامُ الشَّفَاعَةِ فِیْ فَصْلِ الْقَضَاءِ وَنَزَلَ لَمَّا اُمِرَ بِالْهِجْرَةِ ﴿وَقُلْ رَّبِّ اَدْخِلْنِیْ﴾ الْمَدِیْنَةَ ﴿مُدْخَلَ صِدْقٍ﴾ اَیْ اِدْخَالًا مَرْضِیًّا لَا اَرٰی فِیْهِ مَا اَكْرَهُ ﴿وَّاَخْرِجْنِیْ﴾ مِنْ مَّكَّةَ ﴿مُخْرَجَ صِدْقٍ﴾ اِخْرَاجًا لَا اَلْتَفِتُ بِقَلْبِیْ اِلَیْهَا ﴿وَّاجْعَلْ لِّیْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطٰنًا نَّصِیْرًا (۸۰)﴾ قُوَّةً تَنْصُرُنِیْ بِهَا عَلٰی اَعْدَائِكَ ﴿وَقُلْ﴾ عِنْدَ دُخُوْلِكَ مَكَّةَ ﴿جَآءَ الْحَقُّ﴾ الْاِسْلَامُ ﴿وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ؕ﴾ بَطَلَ الْكُفْرُ ﴿اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا (۸۱)﴾ مُضْمَحِلًّا زَائِلًا وَقَدْ دَخَلَهَا ﷺ وَحَوْلَ الْبَیْتِ ثَلَاثُ مِائَةٍ وَّسِتُّوْنَ صَنَمًا فَجَعَلَ یَطْعَنُهَا بِعُوْدٍ فِیْ یَدِهٖ وَیَقُوْلُ جَاءَ الْحَقُّ حَتّٰی سَقَطَتْ رواہ الشیخان ﴿وَنُنَزِّلُ مِنَ﴾ لِلْبَیَانِ ﴿الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ﴾ مِنَ الضَّلَالَةِ ﴿وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ ۙ﴾ بِهٖ ﴿وَلَا یَزِیْدُ

الظّٰلِمِيْنَ ﴾ الکافرین ﴿اِلَّا خَسَارًا (۸۲)﴾ لِکُفْرِهِمْ بِهٖ ﴿وَاِذَآ اَنْعَمْنَا عَلَى الْاِنْسَانِ ﴾ الکافر ﴿اَعْرَضَ ﴾ عن الشکر ﴿وَنَاٰ بِجَانِبِهٖ ج ﴾ ثَنٰى عِطْفَهٗ مُتَبَخْتِرًا ﴿وَاِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ ﴾ الفقر و الشدۃ ﴿كَانَ يَـُٔوْسًا (۸۳)﴾ قنوطا مِن رحمۃِ اللہ ﴿قُلْ كُلٌّ ﴾ مِنّا و مِنکم ﴿يَّعْمَلُ عَلٰى شَاكِلَتِهٖ ط ﴾ طریقتِهٖ ﴿فَرَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَنْ هُوَ اَهْدٰى سَبِيْلًا (۸۴)﴾ طریقًا فَیُثِیْبُهٗ.

﴿ترجمہ﴾

نماز قائم رکھو......۱......سورج ڈھلنے سے (یعنی سورج کے وقت زوال سے) رات کی اندھیری تک (یعنی اس کے اندھیرے پھیلنے تک ،نماز ظہر،نماز عصر،نماز مغرب،اور نماز عشاء) اور صبح کا قرآن (یعنی نماز فجر) بیشک صبح کے قرآن میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں (اس میں رات اور دن کے فرشتے جمع ہوتے ہیں) اور رات کے کچھ حصہ میں تہجد کرو (یعنی نماز تہجد ادا کرو......۲......) اس کے ساتھ (یعنی قرآن کے ساتھ) یہ خاص تمہارے لیے زیادہ ہے (یہ زائد آپ ﷺ کے لیے فرض ہے،اور آپ ﷺ کی امت کے لیے یہ فرض نمازوں پر زائد فضیلت ہے) قریب ہے کہ مبعوث کرے (یعنی کھڑا کرے) تمہیں تمہارا رب (آخرت میں) مقام محمود پر (یعنی ایسی جگہ پر جس میں سب اولین وآخرین تمہاری حمد وثناء کرینگے اور وہ میدان قیامت میں مقام شفاعت ہے......۳......اور جب آپ ﷺ کو ہجرت کا حکم دیا گیا تو یہ آیت نازل ہوئی) اور یوں عرض کرو کہ اے میرے رب مجھے داخل فرما (مدینے میں) سچی طرح (میری پسندیدہ حالت میں کہ اس میں اپنی ناپسندیدہ چیز نہ دیکھوں) اور مجھے باہر لے جا (مکہ مکرمہ سے) سچی طرح (یوں نکال کہ میرا دل مکہ مکرمہ کی جانب متوجہ نہ ہو......۴......) اور مجھے اپنی طرف سے مددگار غلبہ دے (قوت عطا فرما کر اس کے ذریعے تو مجھے اپنے دشمنوں کے خلاف مدد عطا فرما (اور فرماؤ) مکہ مکرمہ میں داخل ہوتے وقت (کہ حق یعنی اسلام) آیا اور باطل (یعنی کفر مٹ گیا) اور بیشک باطل کو مٹنا ہی تھا (اسے مضمحل اور زائل ہونا ہی تھا،اور نبی پاک ﷺ مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تو بیت اللہ کے گرد اس وقت تین سو ساٹھ بت رکھے ہوئے تھے حضور پر نور ﷺ اپنے ہاتھ میں پکڑی ہوئی لکڑی سے ان بتوں کو گرا رہے تھے اور یہ آیت پڑھ رہے تھے کہ جاء الحق......الخ حتی کہ تمام بت گر گئے) اور ہم قرآن میں اتارتے ہیں وہ چیز (من القرآن میں من بیانیہ ہے) جو ایمان والوں کے لیے (گمراہی سے) شفا اور رحمت ہے (اس کے ساتھ) اور اس سے (یعنی کافروں) کو نقصان ہی بڑھتا ہے (ان کے قرآن کے ساتھ کفر کرنے کے سبب) اور جب ہم (کافر) آدمی پر احسان کرتے ہیں منہ پھیر لیتا ہے (شکر گزاری سے) اپنی طرف دور ہٹ جاتا ہے (تکبر سے اپنی ایک جانب کو ترچھا کر لیتا ہے) اور جب اسے بُرائی (یعنی فقر وشدت) پہنچے تو ناامید ہو جاتا ہے (اللہ ﷻ کی رحمت سے مایوس ہو جاتا ہے) تم فرماؤ سب (ہم بھی اور تم بھی) اپنے انداز پر (اپنے رستے پر) کام کرتے ہیں تو تمہارا رب خوب جانتا ہے کون زیادہ راہ پر ہے (سبیلا بمعنی طریقا ہے،یعنی وہی اسے اس کا بدلہ دے گا)۔

﴿ترکیب﴾

﴿اقم الصلوۃ لدلوک الشمس الی غسق اللیل وقرآن الفجر ان قران الفجر کان مشهودا﴾.

اقم: فعل امر بافاعل، الصلوۃ: معطوف علیہ، وقران الفجر: معطوف مفعول، لام: جار، دلوک: مصدر مضاف، الشمس: مضاف الیہ فاعل، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو اول، الی غسق الیل: ظرف لغو ثانی، ملکر جملہ فعلیہ، ان: حرف مشبہ، قرآن الفجر: اسم، کان مشھودا: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ومن الیل فتھجد بہ نافلۃ لک﴾۔

و: عاطفہ، من: جار، الیل: مجرور، ملکر ظرف مستقر، "اسھر" فعل محذوف کے لیے" ای اسھر من الیل بالقرآن" ملکر جملہ فعلیہ، ف: عاطفہ، تھجد: فعل امر و ضمیر ذوالحال، نافلۃ: موصوف، لک ظرف مستقر صفت، ملکر حال، ملکر فاعل، بہ: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ ماقبل محذوف جملہ "اسھر من الیل"، پر معطوف ہے۔

﴿عسی ان یبعثک ربک مقاما محمودا﴾۔

عسی: فعل رجاء بااسم، ان: مصدریہ، یبعثک ربک: فعل بامفعول وفاعل، مقاما محمودا: مفعول فیہ، ملکر جملہ فعلیہ بتاویل مصدر خبر، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وقل رب ادخلنی مدخل صدق واخرجنی مخرج صدق واجعل لی من لدنک سلطنا نصیرا﴾۔

و: عاطفہ، قل: قول، رب: جملہ ندائیہ، ادخلنی: فعل بامفعول وفاعل، مدخل صدق: مفعول مطلق، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، واخرجنی مخرج صدق: جملہ فعلیہ معطوف اول، و: عاطفہ، اجعل لی: فعل بافاعل وظرف لغو، من لدنک: ظرف مستقر حال مقدم، سلطنا نصیرا: مرکب توصیفی ذوالحال، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف ثانی، ملکر مقصود بالندا، ملکر مقولہ، ملکر جملہ فعلیہ قولیہ۔

﴿وقل جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقا﴾۔

و: عاطفہ، قل: قول، جاء الحق: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، وزھق الباطل: جملہ فعلیہ معطوف، ملکر مقولہ، ملکر جملہ فعلیہ قولیہ، ان الباطل: حرف مشبہ واسم، کان زھوقا: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿وننزل من القرآن ما ھو شفاء ورحمۃ للمومنین ولا یزید الظلمین الا خسارا﴾۔

و: عاطفہ، ننزل: فعل بافاعل، من القرآن: ظرف لغو، ما: موصولہ، ھو: مبتدا، شفاء: مصدر بافاعل، للمومنین: ظرف لغو، ملکر شبہ جملہ معطوف علیہ، ورحمۃ: معطوف، ملکر جملہ اسمیہ صلہ، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، و: حالیہ، لایزید: فعل بافاعل، الظلمین: مفعول اول، الا: حصر، خسارا: مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ "القرآن" سے حال ہے۔

﴿واذا انعمنا علی الانسان اعرض ونابجانبہ﴾۔

و: عاطفہ، اذا: ظرف فیہ متضمن معنی شرط مفعول فیہ مقدم، انعمنا علی الانسان: فعل بافاعل وظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر شرط، اعرض: فعل بافاعل، ملکر معطوف علیہ، و: عاطفہ، نا: فعل بافاعل، بجانبہ: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر جزا، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿واذا مسہ الشر کان یئوسا ○ قل کل یعمل علی شاکلتہ﴾۔

و: عاطفہ، اذا: ظرف فیہ متضمن معنی شرط مفعول فیہ مقدم، مسہ الشر: فعل بامفعول وفاعل ملکر جملہ فعلیہ شرط، کان یؤسا: جملہ فعلیہ جزا، ملکر جملہ شرطیہ، قل: قول، کل: مبتدا، یعمل علی شاکلتہ: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ مقولہ، ملکر جملہ فعلیہ قولیہ۔

﴿فربکم اعلم بمن ھو اھدی سبیلا﴾۔

ف: مستانفہ، ربکم: مبتدا، اعلم بمن ھو اھدی سبیلا: شبہ جملہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

پانچوں نمازوں کا اجمالا بیان:

لے......اللہ کا فرمان "دلوک الشمس" کے بارے میں مفسرین کرام کی دو آرائیں ہیں: (۱)......ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ دلوک سے مراد غروب شمس ہے، یہی قول ابن عباس، فراء، ابن قتیبہ کا بھی ہے۔ (۲)...... دلوک سے مراد نصف النہار سے زائد وقت ہے، ابن عمر، ابو برزہ، ابو ہریرہ، حسن، شعبی، سعید بن جبیر، ابو العالیہ، مجاہد، عطاء، عبید بن عمیر، قتادہ، ضحاک، مقاتل، الازہری کا یہی قول ہے۔ اس قول کی دلیل یہ ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے منتخب کردہ اصحاب کی دعوت کی پھر سورج کے نصف النہار سے زوال کے وقت وہ باہر آئے، پس سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم بھی باہر تشریف لائے اور فرمایا: "ابو بکر باہر آؤ" اور وہ دلوک شمس کا وقت تھا۔

☆......حضرت ابو برزہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب سورج نصف النہار سے زائل ہوا تو سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر کی نماز ادا فرمائی اور "اقم الصلوٰۃ لدلوک الشمس...... الخ" تلاوت فرمائی۔ (جامع البیان، الجزء ۱۵، ص ۱۵۸ وغیرہ)

☆......حضرت عقبہ بن عمر نے ابو موسی کی طرف مکتوب لکھا کہ ظہر کی نماز اس وقت پڑھو جب سورج نصف النہار سے زائل ہو جائے اور عصر کی نماز اس وقت پڑھو جب سورج صاف اور سفید ہو جائے اور پیلا نہ پڑا ہوا ہو، مغرب کی نماز اس وقت پڑھو جب سورج غروب ہو جائے اور عشاء کی نماز اس وقت تک مؤخر کرو جب تک کہ تم کو نیند نہ آئی ہو، اور صبح کی نماز اس وقت پڑھو جب ستارے ظاہر ہوں اور ان کا جال بنا ہوا ہو۔ (موطا امام مالک، کتاب وقوت الصلوٰۃ، رقم: ۷، ص ۱۱)

غسق اللیل سے مراد رات کی سیاہی اور اندھیرا ہے، یعنی جب رات کا اندھیرا چھا جائے۔ اب ہم پانچوں نمازوں کے اوقات مستحبہ بزبان حدیث بیان کرتے ہیں۔

ائمہ ثلاثہ اور امام اعظم کے مابین نماز ظہر کے وقت کے بارے میں اختلاف ہے یوں ہے کہ ائمہ ثلاثہ امام شافعی، امام مالک اور امام احمد کے نزدیک جب تک اصلی سایہ نکل کر ہر چیز کا سایہ ایک مثل تک رہے اس وقت تک ظہر کا وقت رہتا ہے، اور امام اعظم کے نزدیک دو مثل سائے تک ظہر کا وقت رہتا ہے جب کہ تمام ائمہ کے نزدیک جب آفتاب نصف النہار سے زائل ہو جائے تو ظہر کا وقت شروع ہوتا ہے۔ امام اعظم کی دلیل یہ ہے: حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم ایک سفر میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے، موذن نے اذان دینے کا ارادہ کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ٹھنڈا وقت ہونے دو"، اس نے پھر اذان کا ارادہ کیا تو فرمایا: "ٹھنڈا وقت ہونے دو"، اس نے تیسری مرتبہ اذان دینے کا ارادہ کیا تو فرمایا: "ٹھنڈا ہونے دو یہاں تک کہ سایہ ٹیلوں کے برابر ہو گیا"، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "گرمی کی شدت جہنم کے سانس سے ہے"۔ (صحیح البخاری، کتاب مواقیت الصلوٰۃ، باب: الابراد بالظہر، رقم: ۵۳۹، ص ۹۱)

یہ حدیث دو وجہوں سے امام اعظم کے مؤقف کی دلیل ہے، ایک یہ کہ آپ نے ایک مثل سائے کے بعد اذان دینے کی اجازت دی، اور نماز بہر حال اس کے کچھ دیر بعد پڑھی، اس سے ثابت ہوا کہ ظہر کا وقت ایک مثل سائے کے بعد بھی رہتا ہے اور دوسرے یہ کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ گرمی کی شدت ایک مثل سائے کے بعد کم ہوتی ہے اور متعدد احادیث صحیحہ سے ثابت ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "گرمی میں ظہر کی نماز ٹھنڈے وقت میں پڑھو"۔

☆......حضرت عبداللہ بن عمرو بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "زوال آفتاب کے بعد انسان کا سایہ اس کے طول کے برابر ہو جائے تو ظہر کا وقت ہوتا ہے جب تک کہ عصر کا وقت نہ ہو جائے۔

(صحیح مسلم، کتاب المساجد، باب:اوقات الصلوة الخمس، رقم ۱۲۷۴/۶۱۲، ص ۲۸۳)

عصر کا وقت بھی اسی اختلاف پر متفرع ہے، ائمہ ثلاثہ کے نزدیک عصر کا وقت ایک مثل سائے سے شروع ہوگا جب کہ امام اعظم کے نزدیک دو مثل سائے سے شروع ہوگا۔ اور مغرب کا وقت سب کے نزدیک غروب آفتاب کے بعد شروع ہوگا اور شفق کی سفیدی غائب ہونے تک رہے گا جب بالکل اندھیرا ہو جائے اور یہ وقت ہر موسم میں ایک گھنٹہ اٹھارہ منٹ رہتا ہے، ائمہ ثلاثہ اور صاحبین کے نزدیک شفق سے مراد وہ سرخی ہے جو غروب آفتاب کے بعد افق پر ابھرتی ہے اور امام اعظم کے نزدیک اس سرخی کے غائب ہونے کے بعد سفیدی چھا جاتی ہے اور شفق سے مراد یہ سفیدی ہے اور جب یہ سفیدی بھی غائب ہو جائے اور بالکل اندھیرا چھا جائے تو پھر عشاء کا وقت ہوتا ہے۔

عشاء کے وقت کا اختلاف بھی اسی پر مبنی ہے، ائمہ ثلاثہ کے نزدیک سرخی غائب ہونے کے بعد عشاء کا وقت شروع ہو جاتا ہے اور امام اعظم کے نزدیک غروب آفتاب کے بعد سرخی ظاہر ہوتی ہے اور اس کے بعد سفیدی پھیلتی ہے اور اس کے غائب ہونے کے بعد عشاء کا وقت ہوتا ہے اور عشاء کا مستحب وقت آدھی رات تک ہے اور عشاء پڑھنے کا جواز طلوع فجر تک ہے۔

نماز فجر کا وقت اس وقت شروع ہوتا ہے جب صبح صادق ہوتی ہے اور سحری کا وقت ختم ہوتا ہے، طلوع آفتاب تک فجر کا وقت رہتا ہے، جبرئیل علیہ السلام نے دوسرے دن آپ ﷺ کو اسی وقت میں نماز پڑھائی تھی جب خوب سفیدی پھیل گئی تھی، امام اعظم کے نزدیک اسی وقت فجر کی نماز پڑھنا مستحب ہے اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک اول وقت میں صبح کی نماز پڑھنا مستحب ہے، امام ابو حنیفہ کی دلیل یہ حدیث ہے سید عالم ﷺ نے فرمایا: "صبح کی نماز کو سفیدی میں پڑھو اس سے بہت زیادہ اجر ملتا ہے"۔

(سنن الترمذی، کتاب الصلوة، باب:ما جاء فی الاسفار الصبح، رقم: ۱۵٤، ص ٦٣)

آیت میں فرمایا کہ نماز صبح میں فرشتے نازل ہوتے ہیں، اس کا معنی یہ ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: "تمہارے پاس رات کے اور دن کے فرشتے باری باری آتے ہیں اور فجر اور عصر کی نماز میں جمع ہوتے ہیں، پھر رات کے فرشتے اللہ کے پاس پہنچتے ہیں، اللہ ان سے سوال کرتا ہے کہ میرے بندوں کو کس حال میں چھوڑا حالانکہ اللہ سب کچھ جانتا ہے، فرشتے کہتے ہیں کہ ہم ان کو نماز پڑھتے ہوا چھوڑا ہے اور جب ہم ان کے پاس گئے تو وہ نماز ادا کر رہے تھے"۔

(صحیح البخاری، کتاب مواقیت الصلوة، باب: فضل صلوة العصر، رقم:۵۵۵، ص ۹۳)(تبیان القرآن، ج٦، ص ۷۷۰ وغیرہ ملخصا)

کیا سید عالم ﷺ پر نماز تہجد فرض تھی؟

ع......بعض علمائے کرام کے نزدیک نماز تہجد سید عالم ﷺ پر فرض تھی، اور دلیل یہی آیت ہے، اور یہ آپ ﷺ کی خصوصیات میں سے ہے۔ ہمارے نزدیک صحیح یہ ہے سید عالم ﷺ پر تہجد فرض نہیں تھی۔ علامہ قرطبی فرماتے ہیں: یہ تاویل دو وجوہات کی بناء پر بعید ہے، ایک یہ کہ نفل پر فرض کا اطلاق صحیح نہیں ہے یعنی اللہ نے فرمایا: ﴿فتهجد به نافلة لك﴾ (الاسراء:۷۹) اور اگر یہ اطلاق مجازا ہو تو

بلا ضرورت ہے، دوسری یہ کہ نبی پاک ﷺ نے فرمایا: "اللہ نے بندوں پر پانچ نمازیں فرض کی ہیں (سنن ابو داؤد، کتاب الصلوۃ، باب فیمن لم یوتر، رقم: ۱۴۲۰، ص ۲۶۸) حدیث قدسی میں ہے کہ یہ پانچ عدد نمازیں ہیں اور اجر میں پچاس ہیں، اور میرے قول میں تبدیلی نہیں ہوتی (صحیح البخاری، کتاب الصلوۃ، باب: کیف فرضت الصلوۃ، رقم: ۳۴۹، ص ۶۲)، ان احادیث میں تصریح ہے کہ پانچ نمازیں ہی فرض ہیں، ایک زائد ماننا درست نہیں ہے۔ (الجامع الاحکام القرآن، الجزء ۱۵، ص ۲۶۷ وغیرہ)

مقامِ محمود سے مراد مقامِ شفاعت ہے!

☆۔۔۔ حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ قیامت کے دن اللہ سب لوگوں کو جمع فرمائے گا، لوگ برہنہ جسم ہونگے جیسے پیدا کئے گئے تھے، کسی کو اللہ کے اذن کے سوا کلام کی مجال نہ ہوگی، منادی ندا فرمائے گا اے محمد ﷺ! اے رب حاضر ہوں تمام سعادت مندیاں تیرے دست قدرت میں ہیں، بُرائی کی نسبت تیری جانب نہیں ہوتی، جسے تو ہدایت دے وہ ہدایت پاجاتا ہے، تمام بندگیاں تیری جانب ہیں، تیرے سوا کوئی جائے پناہ ونجات نہیں، تو بلند وبالا ذات پاک ہے، پاکی ہے تجھے اے معزز گھر کے مالک ومولا، پس یہی مقام محمود ہے جس کا اللہ نے ذکر فرمایا ہے۔

☆۔۔۔ کعب بن مالک سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: "اللہ قیامت کے دن لوگوں کو جمع فرمائے گا، اللہ مجھے سبز رنگ کا حلہ پہنائے گا، پس منادی اللہ کے اذن سے ندا کرے گا اور میں اللہ کے اذن سے جواب دے رہونگا، اور یہی مقام محمود ہے۔ (جامع البیان الجزء ۱۵، ص ۱۶۶)

☆۔۔۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ قیامت کے دن لوگ دریا کی موجوں کی طرح بے قرار ہوں گے، پھر وہ حضرت آدم علیہ السلام کے پاس جائیں گے اور کہیں گے کہ آپ ہمارے لئے شفاعت کیجئے، وہ کہیں گے کہ میں اس کے لئے نہیں ہوں، لیکن تم حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس جاؤ لوگ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس جائیں گے وہ بھی یہی جواب دیں گے یعنی میں اس کے لیے نہیں ہوں، لیکن تم حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ، وہ کہیں گے میں اس کام کے لیے نہیں ہوں لیکن تم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ اور ان کا جواب بھی یہی میں ہوگا لیکن تم محمد ﷺ کے پاس جاؤ۔ پس لوگ میرے پاس آئیں گے، میں کہوں گا کہ میں اس کے لیے ہوں، پھر میں اپنے رب سے اجازت طلب کروں گا تو میرے لئے اجازت دی جائے گی اور میرے دل میں اللہ کی حمد سے ایسے کلمات ڈالے جائیں گے جو اس وقت مجھے مستحضر نہیں ہیں اور میں ان کلمات سے اللہ کی حمد کروں گا، اور اللہ کے لیے سجدہ میں چلا جاؤں گا پھر کہا جائے گا اے محمد! سر اٹھایئے، آپ کہیے آپ کی بات سنی جائے گی، اور سوال کیجئے آپ کو دیا جائے گا اور آپ شفاعت کیجئے آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی، میں کہوں گا اے میرے رب! میری امت، میری امت، آپ سے کہا جائے گا کہ آپ جایئے اور دوزخ سے ان کو نکال لیجئے جن کے دل میں ایک جَو کے برابر ایمان ہو، میں جاؤں گا اور اسی طرح کروں گا، پھر میں واپس آکر ان ہی کلمات سے حمد باری بجالاؤں گا، پھر اللہ کے حضور سجدہ میں چلا جاؤں گا، پھر کہا جائے گا، اے محمد! سر اٹھایئے، اور کہیے آپ کی بات سُنی جائے گی، اور سوال کیجئے آپ کو عطا کیا جائے گا، اور شفاعت کیجئے آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی، میں کہوں گا اے میرے رب! میری امت! پھر کہا جائے گا کہ آپ جایئے اور جس کے دل میں ایک جَو یا رائی کے دانے کے برابر ایمان ہو اس کو دوزخ سے نکال لیجئے، پھر میں تیسری بار آکر ان ہی کلمات عظیمہ کا تلفظ کروں گا اور سجدہ میں چلا جاؤں گا، پھر کہا جائے گا کہ اپنا سر اٹھایئے، کہیے سنی جائے گی، سوال کیجئے پورا کیا جائے گا، شفاعت کیجئے قبول کی جائے گی، پس میں یہ کہوں گا اے میرے رب! میری امت! اللہ فرمائے گا جایئے جس کے دل میں ادنیٰ رائے کے دانے کے برابر بھی ایمان ہو اُسے جہنم سے نکال لایئے، پس میں چوتھی بار جاؤں گا اور اسی چوتھی مرتبہ ہوگا، میں اپنے رب سے عرض

کروں گا کہ اے میرے رب! مجھے اجازت دیجئے کہ جس نے کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ پڑھا ہو، پس وہ فرمائے گا، میری عزت وجلال وعظمت کی قسم! جس نے بھی کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ پڑھا ہو اس شخص کو دوزخ سے نکال لوں گا"۔

(صحیح البخاری، کتاب التفسیر، باب:ذریة من حملنا، رقم: ٤٧١٢، ص٨١٥،بتغیر قلیل)

مقام محمود کا ایک معنی حمد کا جھنڈا ہے چنانچہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: "میں قیامت کے دن تمام اولاد آدم کا سردار ہوں اور میں فخر نہیں کرتا، میرے ہی ہاتھ میں حمد کا جھنڈا ہوگا اور فخر نہیں کرتا"۔

(سنن الترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب:ومن سورة بنی اسرائیل، رقم: ٣١٥٩،ص ٨٩٨)

مکہ مدینہ کے فضائل:

☆......ابن عمر سے راویت ہے کہتے ہیں کہ میں نے سید عالم ﷺ کو فرماتے ہوئے سُنا کہ: "حجر اسود ومقام ابراہیم جنت کے یاقوت ہیں، اللہ نے ان کے نور کو مٹا دیا اور اگر نہ مٹاتا تو جو کچھ مشرق ومغرب کے درمیان ہے سب کو روشن کر دیتے"۔

(جامع الترمذی، کتاب الحج، باب :ماجاء فی فضل الحجر،رقم: ٨٧٩،ص ٢٧٣)

☆......ابن عباس سے مروی ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: "جس نے پچاس مرتبہ طواف کیا گناہوں سے ایسا نکل گیا جیسا کہ آج ہی اپنی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہو"۔ (جامع الترمذی، کتاب الحج، باب :ما جاء فی فضل الطواف، رقم: ٨٦٧،ص ٢٧٠)

☆...... سید عالم ﷺ نے فرمایا: "مدینہ کی تکلیف وشدت پر جو کوئی صبر کرے میں اس کا شفیع ہوں"۔

(صحیح مسلم، کتاب الحج، باب:الترغیب فی السکنی، رقم:٣٣٢٧/ ١٣٧٨،ص ٦٤٢)

☆......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ لوگ جب شروع شروع میں پھل دیکھتے، اسے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر لاتے، حضور ﷺ اسے لے کر یہ کہتے: الٰہی! تو ہمارے لئے ہماری کھجوروں میں برکت دے اور ہمارے لئے ہمارے مدینہ میں برکت کر اور ہمارے صاع ومد (ایک قسم کے پیمانے) میں برکت دے، یا اللہ! بے شک ابراہیم تیرے بندے خلیل اور تیرے نبی ہیں اور بیشک میں تیرا بندہ اور نبی ہوں، انہوں نے مکہ مکرمہ کے لیے تجھ سے دعا کی اور میں مدینہ طیبہ کے لیے تجھ سے دعا کرتا ہوں، اُسی کی مثل جس کی دعا مکہ کے لیے انہوں نے کی اور اتنی ہی اور (یعنی مدینہ کی برکتیں مکہ سے دو چند ہوں)، پھر جو چھوٹا بچہ سامنے ہوتا اُسے بلا کر وہ کھجور عطا فرما دیتے۔ (صحیح مسلم، کتاب الحج،باب :فضل المدینہ،رقم :٣٣٢٤/ ١٣٧٣،ص ٦٤٠)۔

☆......ام المومنین صدیقہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "یا اللہ! تو مدینہ کو ہمارا محبوب بنا دے جیسے ہم کو مکہ محبوب ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ اور اس کی آب وہوا کو ہمارے لئے درست فرما دے اور اس کے صاع ومُد میں برکت عطا فرما اور یہاں کے بخار کو منتقل کر کے جحفہ میں بھیج دے"۔ (صحیح مسلم، کتاب الحج ،باب:الترغیب فی سکنی المدینة،رقم: ٣٣٣٢/١٣٧٦،ص ٦٤٢)

اغراض: صلوة الصبح: صبح کی نماز کو قرآن کہا گیا، اس لیے کہ یہ نماز صبح کا ایک رکن ہے، پس نماز کو قرآن کہہ دیا گیا۔

تشهده ملائكة الليل: نگہبان فرشتے حاضر ہوتے ہیں، حدیث میں ہے: فرشتے اللہ ﷻ کی رضا کے لیے تمہارا تعاقب کرتے ہیں، رات ودن کے فرشتے صبح کی نماز میں جمع ہوتے ہیں، اور نماز عصر میں جمع ہوتے ہیں، پس اللہ کے حضور حاضر ہوتے ہیں اور اللہ سب جاننے کے باوجود پوچھتا ہے کہ میرے بندوں کو کس حال میں پایا؟ فرشتے کہتے ہیں کہ وہ نماز پڑھ رہے تھے، امام مالک کے نزدیک صلوۃ وسطی سے مراد نماز فجر ہے۔

فریضۃ زائدۃ لک:نماز کا قیام سید عالم ﷺ پر واجب تھا جب کہ امت پر واجب نہیں، النافلۃ کہنا لغوی اعتبار سے زیادتی پیدا کرنے کے معنی کے لیے ہے۔

او فضیلۃ: اگر کسی کے ذہن میں یہ سوال آئے کہ اس تفسیر سے سید عالم ﷺ کی کوئی خصوصیت ظاہر نہیں ہوتی کیونکہ امت مسلمہ پر بھی نماز تہجد یونہی مستحب ہے؟ میں (علامہ صاوی) اس کا جواب یہ دونگا کہ یہ نماز سید عالم ﷺ کے مرتبے کو مزید بلند کرنے کے لیے ہے، اور اللہ کی نعمتوں کی مزید شکرانے کے لیے، حدیث میں ہے: ''جب سید عالم ﷺ رات کو قیام کرتے تو قدمین مبارک متورم ہوجاتے ،بی بی عائشہ نے عرض کی، حضور کیا آپ نہیں جانتے کہ اللہ نے آپ کی وجہ سے آپ کی امت کے اگلے پچھلوں کے گناہ معاف کردیئے ہیں، سید عالم ﷺ نے فرمایا:''کیا میں اللہ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں''۔

لا التفت بقلبی الیھا: یعنی اے اللہ تو مجھے صدق دل سے اپنے اس حکم میں داخل فرما جو حکم نبوت تو نے مجھے عطا کیا ہے، اور اسی حال میں دنیا سے رخصت بھی ہو، اور نبوت کے حق کی ادائیگی کے حوالے سے جو مجھ پر واجب ہوا اس میں سچائی کے ساتھ مجھے گزاردے، ایک قول یہ بھی ہے کہ اے اللہ! تو مجھے اپنے فرمانبرداروں میں داخل فرما، اور نافرمانوں سے دور کردے۔

قوۃ تنصرنی بھا علی اعدائک: پس اللہ نے سید عالم ﷺ کی دعا قبول فرمائی، ملک فارس وروم کی بادشاہی کے وعدے کے ذریعے، اور فرمایا ﴿و اللہ یعصمک من الناس (المائدۃ:۶۷)﴾۔

حتی سقطت: یعنی کعبے میں تین سو ساٹھ بت لوہے اور سیسے کے بنے ہوئے تھے، اور کچھ بت کعبہ کی اوپری منزل پر تھے، سید عالم ﷺ نے حضرت علی ﷺ کو حکم دیا جس پر حضرت علی ﷺ نے انہیں توڑ پھوڑ دیا۔

من الضلالۃ: یعنی برے عقیدے، اس جملے کو خاص ذکر کرکے امراض حسیہ کی شفاء کو بھی لازم کردیا گیا، اس لیے کہ گمراہی تمام برائیوں کی جڑ ہے۔ عن الشکر: یعنی نعمتوں کو صحیح مقام پر خرچ کرنا، اور تکبر و بڑائی سے بچنا۔ (الصاوی، ج۳، ۳۴ ۴ وغیرہ)

رکوع نمبر: ۱۰

﴿وَیَسْئَلُوْنَکَ ﴾ای الیھودِ﴿عَنِ الرُّوْحِ ؕ ﴾الذی یُحیِیْ بِہِ البَدَنُ﴿قُلِ ﴾لھم﴿الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ ﴾ای عِلمُہٗ لا تَعلَمُونَہٗ﴿وَمَآ اُوْتِیْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِیْلًا (۸۵) ﴾بِالنِّسبۃِ اِلی عِلمِہٖ تعالی﴿وَلَئِنْ ﴾لامُ قسمٍ﴿شِئْنَا لَنَذْھَبَنَّ بِالَّذِیْۤ اَوْحَیْنَاۤ اِلَیْکَ ﴾ای القرآنِ بِاَن نَمحُوَہٗ مِن الصُّدورِ وَالمَصاحِفِ﴿ثُمَّ لَا تَجِدُ لَکَ بِہٖ عَلَیْنَا وَکِیْلًا ۙ (۸۶) اِلَّا ﴾لٰکِن اَبقَیناہُ﴿رَحْمَۃً مِّنْ رَّبِّکَ ؕ اِنَّ فَضْلَہٗ کَانَ عَلَیْکَ کَبِیْرًا (۸۷) ﴾عَظِیمًا حیثُ اَنزَلَہٗ عَلَیکَ وَاَعطَاکَ المقامَ المَحمُودَ وَغیرَ ذالِکَ مِنَ الفَضائِلِ﴿قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰۤی اَنْ یَّاْتُوْا بِمِثْلِ ھٰذَا الْقُرْاٰنِ ﴾فِی الفَصاحَۃِ والبَلاغَۃِ﴿لَا یَاْتُوْنَ بِمِثْلِہٖ وَلَوْ کَانَ بَعْضُھُمْ لِبَعْضٍ ظَھِیْرًا (۸۸) ﴾مُعِینًا نَزَلَ رَدًّا لِقَولِھِم لَو نَشاءُ لَقُلنا مِثلَ ھٰذا﴿وَلَقَدْ صَرَّفْنَا ﴾بَیَّنَّا﴿لِلنَّاسِ فِیْ ھٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ کُلِّ مَثَلٍ ز ﴾صِفَۃٌ لِمَحذُوفٍ ای مَثَلًا مِن جِنسِ کُلِّ مَثَلٍ لِیَتَّعِظُوا﴿فَاَبٰۤی اَکْثَرُ النَّاسِ ﴾ای اھلُ مکۃَ﴿اِلَّا کُفُوْرًا (۸۹) ﴾جُحودًا لِلحَقِّ﴿وَقَالُوْا ﴾عَطفٌ عَلی اَبی﴿لَنْ نُّؤْمِنَ لَکَ حَتّٰی تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْاَرْضِ یَنْۢبُوْعًا (۹۰) ﴾عَینًا یَنبُعُ مِنھا الماءُ﴿اَوْ تَکُوْنَ لَکَ جَنَّۃٌ ﴾بُستانٌ﴿مِّنْ نَّخِیْلٍ وَّعِنَبٍ فَتُفَجِّرَ الْاَنْھٰرَ خِلٰلَھَا

﴿وَسْطَهَا﴾تفجیرًا (۹۱) اَوْ تُسْقِطَ السَّمَآءَ كَمَا زَعَمْتَ عَلَيْنَا كِسَفًا ﴿قطعًا﴾اَوْ تَاْتِيَ بِاللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ
قَبِيْلًا (۹۲) ﴿مُقَابَلَةً وعيانًا فنراهُمْ﴾اَوْ يَكُوْنَ لَكَ بَيْتٌ مِّنْ زُخْرُفٍ ﴿ذَهَبٍ﴾اَوْ تَرْقٰى ﴿تَصْعَدُ﴾فِي السَّمَآءِ
ط ﴿بِسُلَّمٍ﴾وَلَنْ نُّؤْمِنَ لِرُقِيِّكَ ﴿لو رَقِيْتَ فِيهَا﴾حَتّٰى تُنَزِّلَ عَلَيْنَا ﴿مِنْهَا﴾كِتٰبًا ﴿فِيهِ تصديقك﴾نَّقْرَؤُهٗ
ط قُلْ ﴿لهم﴾سُبْحَانَ رَبِّي ﴿تعجب﴾هَلْ ﴿مَا﴾كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا (۹۳) ﴿كسائرِ الرُّسُلِ وَلَمْ يَكُوْنُوا
يَاْتُوا بِآيَةٍ الا بِاِذْنِ اللّٰهِ .

﴿ترجمہ﴾

اورتم سے (یہودی) روح ......۱......کو پوچھتے ہیں (کہ جس سے بدن زندہ رہتا ہے) تم فرماؤ (ان سے) روح میرے رب کے امر (علم) سے ایک چیز ہے (جس کا تمہیں علم نہیں ہے) اور تمہیں علم نہ ملا مگر تھوڑا (اللہ ﷻ کے علم کی بنسبت) اور اگر (لئن میں لام قسمیہ ہے) ہم چاہتے تو یہ وحی جو ہم نے تمہاری طرف کی (یعنی قرآن پاک) اسے لے جاتے (یوں کہ اسے سینوں اور مصاحف سے مٹا دیتے) پھر تم کوئی نہ پاتے کہ تمہارے لیے ہمارے حضور اس پر وکالت کرتا لیکن (الا بمعنی لکن ہے، ہم نے اس کو باقی رکھا) تمہارے رب کی رحمت سے بیشک تم پر اس کا فضل بڑا (عظیم) ہے (کہ اس نے تم پر قرآن پاک نازل فرمایا اور تمہیں مقام محمود عطا فرمایا نیز دیگر فضائل عطا فرمائے) تم فرماؤ اگر آدمی اور جن سب متفق ہو جائیں کہ (فصاحت و بلاغت میں) اس قرآن کی مانند لائیں تو اس کا مثل نہ لا سکیں گے اگرچہ ان میں ایک دوسرے کا مددگار ہو......۱...... (ظھیرا کے معنی مددگار ہے، یہ آیت ان لوگوں کے حق میں نازل ہوئی جنہوں نے کہا تھا، لو نشاء لقلنا مثل هذا) اور بیشک ہم نے لوگوں کے لیے اس قرآن میں ہر قسم کی مثال بیان فرمائی (تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں، صرفنا بمعنی بینا ہے، من کل مثل موصوف محذوف مثل کی صفت ہے یہ یوں ہوگا کہ مثلا من جنس کامثل) تو اکثر آدمیوں نے (یعنی اہل مکہ نے) نہ مانا مگر انکار کرنا (یعنی حق کا انکار کرنا) اور بولے (قالوا کا عطف ابی پر ہے) کہ ہم تم پر ہرگز ایمان نہ لائیں گے یہاں تک کہ تم ہمارے لیے زمین سے کوئی چشمہ بہا دو......۳۲...... (ینبوی کے معنی چشمہ ہے یعنی ایسا چشمہ نکالو جس سے پانی بہتا ہو) تمہارے لیے کوئی باغ ہو (جنت بمعنی بستان ہے) کھجوروں اور انگور کا پھر تم اس کے اندر (یعنی اس کے درمیان) بہتی نہریں جاری کر دو یا تم ہم پر آسمان گرا دو جیسا کہ تم نے کہا ہے ٹکڑے ٹکڑے (کسفا کے معنی ٹکڑے ہے) یا اللہ اور فرشتوں کو ضامن لے آؤ (مقابلہ کے لیے لے آؤ کہ ہم اس کو آنکھوں سے دیکھ سکیں) یا تمہارے لیے سونے کا گھر ہو (زخرف بمعنی ذھب ہے) یا تم آسمان پر چڑھ جاؤ (کسی سیڑھی کے ذریعے، ترقی بمعنی تصعد ہے) اور ہم تمہارے چڑھ جانے پر بھی (یعنی اگر تم آسمان پر چڑھ جاتے ہو تب بھی) ہرگز ایمان نہ لائیں گے جب تک (آسمان سے) ہم پر ایک کتاب نہ اتارو (جس میں تمہاری صداقت لکھی ہو) جو ہم پڑھیں تم فرماؤ (ان سے) پاکی ہے میرے رب کو (تعجب ہے ان کے ان مطالبوں پر) میں نہیں ہوں (هل بمعنی ما نافیہ ہے) مگر آدمی اللہ کا بھیجا ہوا (جیسا کہ دیگر رسول ہیں اور اللہ کے رسول کوئی نشانی لیکر نہیں آتے مگر اللہ کے حکم سے)۔

﴿ترکیب﴾

﴿ ویسئلونک عن الروح﴾.

و: مستانفہ، یسئلونک فعل با فاعل و مفعول، عن الروح: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿قل الروح من امر ربی وما اوتیتم من العلم الا قلیلا﴾.

قل: قول، الروح: مبتدا، من امر ربی: ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ اسمیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، ما: نافیہ، اوتیتم: فعل مجہول و ضمیر نائب الفاعل، من العلم: ظرف لغو، الا: اداۃ حصر، قلیلا: مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر مقولہ، ملکر جملہ فعلیہ قولیہ۔

﴿ولئن شئنا لنذھبن بالذی اوحینا الیک﴾.

و: عاطفہ، لام: تاکیدیہ جواب قسم، ان: شرطیہ، شئنا: فعل بافاعل، ملکر جملہ فعلیہ شرط، لام: تاکیدیہ جواب قسم، لنذھبن: فعل با فاعل، ب: جار، الذی اوحینا الیک: موصول صلہ ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ قسم محذوف "نقسم" کے لیے جواب قسم، قائم مقام جواب شرط، ملکر قسم محذوف "نقسم" کے لیے جواب قسم، ملکر جملہ قسمیہ

﴿ثم لا تجد لک بہ علینا وکیلاO الا رحمۃ من ربک﴾.

ثم: عاطفہ، لاتجد: فعل بافاعل، لک: ظرف مستقر حال مقدم، علینا وکیلا: شبہ جملہ ذوالحال، ملکر مفعول، بہ: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ، الا: حرف استثناء مفرغہ، رحمۃ: موصوف، من ربک: ظرف مستقر صفت، ملکر ماقبل "وکیلا" سے بدل ہے۔

﴿ان فضلہ کان علیک کبیرا﴾.

ان فضلہ: حرف مشبہ و اسم، کان: فعل ناقص بااسم، علیک: ظرف مستقر حال مقدم، کبیرا: ذوالحال، ملکر خبر، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿قل لئن اجتمعت الانس والجن علی ان یاتوا بمثل ھذا القرآن لا یاتون بمثلہ ولو کان بعضھم لبعض ظھیرا﴾.

قل: قول، لام: تاکید، ان: شرطیہ، اجتمعت: فعل، الانس والجن: معطوف علیہ و معطوف، ملکر ذوالحال، علی ان یاتوا بمثل ھذا القرآن: ظرف مستقر حال، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ شرط، لایاتون: فعل نفی و ضمیر ذوالحال، و: حالیہ، لو: وصلیہ، کان بعضھم: فعل ناقص بااسم، لبعض ظھیرا: شبہ جملہ خبر، ملکر جملہ فعلیہ حال، ملکر فاعل، بمثلہ: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ جواب قسم، قائم مقام جواب شرط، ملکر قسم محذوف "نقسم" کے لیے جواب قسم، ملکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿ولقد صرفنا للناس فی ھذا القران من کل مثل﴾.

و: عاطفہ، لام: تاکیدیہ، قد: تحقیقیہ، صرفنا: فعل بافاعل، للناس: ظرف لغو، فی ھذا القرآن: ظرف لغو ثانی، من کل مثل: ظرف مستقر صفت "معنی" محذوف کے لیے، مرکب توصیفی مفعول، ملکر جملہ فعلیہ قسم محذوف "نقسم" کے لیے جواب قسم، ملکر جملہ قسمیہ۔

﴿فابی اکثر الناس الا کفوراO وقالوا لن نومن لک حتی تفجر لنا من الارض ینبوعا﴾.

ف: عاطفہ، ابی اکثر الناس: فعل بافاعل، الا: اداۃ حصر، کفورا: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، قالوا: قول، لن نؤمن: فعل بافاعل، لک: ظرف لغو، حتی: جار، تفجر: فعل بافاعل، لنا: ظرف لغو، من الارض: ظرف مستقر حال مقدم، ینبوعا: ذوالحال، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر مجرور، ملکر ظرف لغو ثانی، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر مقولہ، ملکر جملہ فعلیہ قولیہ۔

﴿او تکون لک جنۃ من نخیل وعنب فتفجر الانھر خللھا تفجیرا﴾.

او: عاطفہ، تکون: فعل ناقص، لک: ظرف مستقر خبر مقدم، جنۃ: موصوف، من نخیل وعنب: ظرف مستقر صفت، ملکر اسم مؤخر، ملکر جملہ فعلیہ ماقبل "تفجر" پر معطوف ہے، ف: عاطفہ، تفجر: فعل بافاعل، الانھر: ذوالحال، خللھا: ظرف مستقر حال، ملکر مفعول، تفجیرا: مفعول مطلق، ملکر جملہ فعلیہ ماقبل "تفجر" پر معطوف ثانی۔

﴿او تسقط السماء کما زعمت علینا کسفا او تاتی باللہ والملئکۃ قبیلا﴾.

او: عاطفہ،تسقط : فعل بافاعل،السماء: ذوالحال، کسفا: حال، ملکر مفعول، کما زعمت: جار مجرور،ظرف مستقر،"سقوطا" ،مصدر محذوف کی صفت،ملکر مرکب توصیفی مفعول مطلق، علینا: ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ ماقبل "حتی تفجر" میں "تفجر" پر معطوف ثالث ہے،او: عاطفہ،تاتی: فعل بافاعل، ب: جار ، اللہ و الملئکۃ : معطوف علیہ ومعطوف، ملکر ذوالحال،قبیلا: حال، ملکر مجرور،ملکر ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ ماقبل "تفجر" پر معطوف رابع۔

﴿اویکون لک بیت من زخرف اوترقی فی السماء﴾.

او:عاطفہ،یکون: فعل ناقص، لک:ظرف مستقرخبرمقدم، بیت :موصوف، من زخرف : ظرف مستقر صفت،ملکراسم مؤخر،ملکر جملہ فعلیہ "تفجر" پرمعطوف خامس،او: عاطفہ، ترقی فی السماء :فعل بافاعل وظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ " تفجر " پرمعطوف سادس۔

﴿ولن نومن لرقیک حتی تنزل علینا کتابا نقرؤہ﴾.

و:عاطفہ، لن نومن،فعل بافاعل ، لرقیک :ظرف لغو، حتی: جار،تنزل علینا : فعل بافاعل وظرف لغو، کتبا: موصوف، نقروہ :جملہ فعلیہ صفت، ملکر مفعول،ملکر جملہ فعلیہ ہوکربتقدیر"ان"مجرور،ملکر ظرف لغوثانی،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿قل سبحان ربی ھل کنت الا بشرا رسولا﴾.

قل: قول، سبحان ربی: مفعول مطلق فعل محذوف " اسبح " کے لیے،ملکر جملہ فعلیہ مقولہ اول، ھل:حرف استفہامیہ، کنت : فعل ناقص بااسم،الا: حصر، بشرا : موصوف،رسولا :صفت،ملکرخبر،ملکر جملہ فعلیہ ہوکرمقولہ ثانی،ملکر جملہ فعلیہ قولیہ۔

﴿شانِ نزول﴾

☆...... قل لئن اجتمعت ...... ☆مشرکین نے کہاتھا کہ اگرہم چاہیں تواس قرآن کی مثل بنالیں،اس پر یہ آیت نازل ہوئی اوراللہ نے ان کی تکذیب کی کہ خالق کے کلام کے مثل مخلوق کا کلام ہوہی نہیں سکتا اگروہ سب مل کر بھی کوشش کریں جب بھی ممکن نہیں کہ اس کلام کے مثل لاسکیں چنانچہ ایسا ہی ہوا تمام کفار عاجز ہوئے اورانہیں رسوائی اٹھاناپڑی اوروہ ایک سطربھی قرآن کے مقابل نہ پیش کرسکے۔

☆......وقالوا لن نؤمن لک...... ☆قرآن کریم کا اعجاز خوب ظاہر ہوچکا اورمعجزات واضحات نے حجت قائم کردی اورکفار کے لیے کوئی جائے عذر باقی نہ رہی،تو وہ لوگوں کومغالطہ میں ڈالنے کے لئے طرح طرح کی نشانیاں طلب کرنے لگے اورانہوں نے کہہ دیا کہ ہم ہرگزآپ پرایمان نہ لائیں گے،مروی ہے کہ کفارقریش کے سردار کعبہ معظمہ میں جمع ہوئے اورانہوں نے کہا کہ ہم نے آپ کواس لئے بلایاہے کہ آج گفتگوکرکے آپ سے معاملہ طے کرلیں تا کہ ہم پھرآپ کے حق میں معذور سمجھے جائیں عرب میں کوئی آدمی ایسا نہیں ہوا جس نے اپنی قوم پر وہ شدائد کیے ہوں جو آپ نے کیے ہیں،آپ نے ہمارے باپ دادا کو بُرا کہا،ہمارے دین کو عیب لگائے،ہمارے دانش مندوں کوکم عقل ٹھرایا،معبودوں کی توہین کی،جماعت متفرق کردی،کوئی بُرائی اٹھانہ رکھی،اس سے تمہاری غرض کیا ہے؟اگرتم مال چاہتے ہوتوہم تمہارے لئے اتنا مال جمع کردیں کہ ہماری قوم میں تم سب سے زیادہ مالدار ہوجاؤ،اگراعزاز چاہتے ہوتو ہم تمہیں اپناسردار بنالیں،اگرملک وسلطنت چاہتے ہوتوہم تمہیں بادشاہ تسلیم کرلیں،یہ سب باتیں کرنے کے لیے ہم تیار ہیں اوراگر تمہیں کوئی دماغی بیماری ہوگئی ہے یاکوئی خلش ہوگیاہے توہم تمہارا اعلاج کریں اوراس میں جس قدرخرچ ہواٹھائیں،سیدعالم ﷺ نے فرمایا:"ان میں سے کوئی بات نہیں اور میں اہل وسلطنت وسرداری کسی چیز کا طلب گارنہیں،واقعہ صرف اتناہے کہ اللہ نے مجھے رسول بناکربھیجاہے اورمجھ پراپنی کتاب اتاری ہے اورحکم دیا کہ میں تمہیں اس کے ماننے پراللہ کی رضاونعمتِ آخرت کی بشارت دوں اورانکار

کرنے پرعذاب الٰہی کا خوف دلاؤں، میں نے تمہیں اپنے رب کا پیام پہنچایا اگر تم اسے قبول کرو تو یہ تمہارے لئے دنیا و آخرت کی خوش نصیبی ہے اور نہ مانو تو میں صبر کروں گا اور اللہ کے فیصلے کا انتظار کروں گا، اس پر ان لوگوں نے کہا کہ اے محمد ﷺ! اگر آپ ہمارے معروضات کو قبول نہیں کرتے ہیں تو ان پہاڑوں کو ہٹا دیجئے اور میدان صاف نکال دیجئے اور نہریں جاری کر دیجئے اور ہمارے مرے ہوئے باپ دادا کو زندہ کر دیجئے، ہم ان سے پوچھ دیکھیں کہ آپ نے جو فرمایا ہے کیا یہ سچ ہے، اگر وہ کہہ دیں گے تو ہم مان لیں گے، حضور ﷺ نے فرمایا میں ان باتوں کے لئے نہیں بھیجا گیا جو پہنچانے کے لیے میں بھیجا گیا ہوں وہ میں نے پہنچا دیا اگر تم مانو تمہارا نصیب، نہ مانو تو میں خدائی فیصلے کا انتظار کروں گا، کفار نے کہا پھر آپ اپنے رب سے عرض کر کے ایک فرشتے کو بلوا لیجئے جو آپ کی تصدیق کرے اور اپنے لئے باغ اور محل اور سونے چاندی کے خزانے طلب کیجئے، فرمایا میں اس لئے نہیں بھیجا گیا میں بشیر و نذیر بنا کر بھیجا گیا ہوں، اس پر کہنے لگے تو ہم پر آسمان گرا دیجئے جب تک آپ اللہ اور فرشتوں کو ہمارے سامنے نہ لائیے، اس پر سید عالم ﷺ اس مجلس سے اٹھ آئے اور عبداللہ بن امیہ آپ کے ساتھ اٹھا اور آپ سے کہنے لگا کہ خدا کی قسم! میں کبھی آپ پر ایمان نہ لاؤں گا جب تک تم سیڑھی لگا کر آسمان پر نہ چڑھو اور میری نظروں کے سامنے وہاں سے ایک کتاب اور فرشتوں کی ایک جماعت لے کر نہ آؤ اور خدا کی قسم! اگر یہ بھی کرو تو میں سمجھتا ہوں کہ میں پھر بھی نہ مانوں گا، رسول کریم ﷺ نے جب دیکھا کہ یہ لوگ اس قدر ضد اور عناد میں ہیں اور ان کی حق دشمنی حد سے گزر گئی ہے تو آپ کو ان کی حالت پر رنج ہوا، اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

﴿تشریح توضیح و اغراض﴾

روح سے متعلق بحث:

ا......روح رب العالمین کے ارشاد کن سے بغیر کسی مادہ کے پیدا کی گئی ہے، جسم کے اجزاء اور اعضاء کی طرح اس کی اصل مادہ نہیں ہے۔ یہ سوال کرنے والوں کی سمجھ کے قیاس پر بلیغ اسلوب کے ساتھ جواب دیا گیا ہے کیونکہ اس جواب سے روح کی امتیازی شان ظاہر ہوگئی ہے کہ یہ مادیات سے نہیں ہے لیکن جوانہوں نے روح کی حقیقت کے متعلق سوال کیا تھا اس کے جواب کے لیے مفید نہیں ہے تو جواب نہ دینے پر حجت و وجہ بیان فرمائی کہ روح کی حقیقت دریافت کرنے والو! اس کی حقیقت تم اپنے حواس سے نہیں جان سکتے کیونکہ معارف نظریہ کے لیے عقل ضروریات سے اکتساب کرتی ہے اور ضروریات جزئیات کے احساس سے حاصل ہوتی ہے، اسی وجہ سے کہا جاتا ہے کہ جس کی حس مفقود ہو اس سے علم مفقود ہوتا ہے۔ اور کثیر اشیاء کا ادراک حس سے نہیں ہو سکتا اور حس ان کی ذاتیات تک نہیں پہنچ سکتی، پس اس میں سے بعض کا ادراک حس اور عوارض سے کرتی ہے جن کے ذریعے دوسری اشیاء سے ممتاز ہوتی ہے۔ اور الفاظ کی وضع اشیاء محسوسہ یا ان معقولہ اشیاء کے لئے ہوتی ہے، جن کا اکتساب اشیاء محسوسہ کے ذریعے ہوتا ہے اسی وجہ سے حضرت موسیٰ نے فرعون کے سوال ﴿وما رب العالمین﴾ کے جواب میں اللہ جل جلالہ کی بعض صفات کا ذکر کیا۔ یہ آیت پاک سید عالم ﷺ اور آپ کے اہل بصیرت متبعین سے روح کے علم کی نفی کا تقاضا نہیں کرتی کیونکہ ان کا علم حواس اور اکتساب پر منحصر نہیں ہوتا بلکہ ان کا علم تو عام انسانوں کے علم سے وراء ہوتا ہے اور اللہ حواس اور اکتساب کے واسطہ کے بغیر اشیاء کی حقیقتوں کا علم الہام فرماتا ہے کیونکہ ان کے دلوں کے کان ہیں جن کے ساتھ وہ ایسی باتیں سنتے ہیں جو ظاہری کان والے نہیں سن سکتے۔ ان کے دلوں کی آنکھیں ہیں جن سے وہ ان چیزوں کو دیکھ لیتے ہیں جو ظاہری آنکھ والے نہیں دیکھ سکتے۔

امام بغوی فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ روح ایک فرشتہ ہے جس کے ستر ہزار منھ ہیں اور ہر منھ میں ستر ہزار زبانیں ہیں اور وہ تمام زبانوں سے اللہ کی تسبیح کرتی ہے۔ مجاہد فرماتے ہیں کہ روح ایک مخلوق ہے جو ابن آدم کی صورت پر ہے ،ان کے ہاتھ، پاؤں، اور سر ہیں، نہ یہ ملائکہ ہیں نہ کھاتے پیتے انسان ہیں۔ سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ اللہ نے عرش کے علاوہ روح سے بڑی کوئی چیز نہیں بنائی اگر وہ ساتوں آسمانوں، ساتوں زمینوں اور جو کچھ ان میں ہے تمام کو ایک لقمہ کے ساتھ نگلنا چاہے تو نگل سکتا ہے ۔ان کی تخلیق صورت ملائکہ پر ہے اور چہرے کی شکل آدمیوں کے چہرے کی سی ہے، قیامت کے دن وہ عرش کے دائیں جانب اور اللہ کے سب سے زیادہ قریب ستر پردوں کے پاس ہوگی اہل توحید کے لئے شفاعت کرے گی اگر اس کے اور فرشتوں کے نور کے مابین پردہ نہ ہوتا تو آسمانی مخلوق جل جاتی۔ بعض علماء فرماتے ہیں کہ روح سے مراد قرآن ہے، اور "من امر ربی" سے مراد اللہ کی وحی ہے۔

(المظهری، ج٤، ص٢٨٤ وغیرہ)

قرآن کا مثل لانا ناممکن ہے!

۲.....قرآنِ کریم آقائے دوجہاں ﷺ کا ایسا زندہ وجاوید معجزہ ہے کہ اس آیت مبارکہ کے نزول سے پہلے اللہ تعالیٰ نے مکی سورتوں میں بھی عرب کے فصحاء وبلغاء کو قرآنِ کریم کی نظیر لانے کا چیلنج کرتے ہوئے سورۂ الاسراء میں ارشاد فرمایا ﴿قل لئن اجتمعت الانس والجن علی ان یاتوا بمثل هذا القرآن لا یاتون بمثله ولو کان بعضهم......(الاسراء: ۸۸)﴾ جب پورے قرآن کریم کی مثل نہ لاسکے تو سورۂ ھود میں ارشاد فرمایا ﴿فاتوا بعشر سور مثله (هود: ۱۳)﴾ اور جب دس سورتیں بھی نہ لا سکے تو سورۂ یونس میں ارشاد فرمایا ﴿فاتوا بسورة مثله (یونس: ۳۸)﴾ اور جب یہ بھی نہ کر سکے تو سورۂ طور میں ارشاد فرمایا ﴿فلیاتوا بحدیث مثله (طور: ۳۴)﴾ ۔قرآنِ مجید کی مثل لانے بارے میں اگر کوشش کی ہے تو انہی لوگوں نے جو دامن اسلام سے وابستہ نہیں جیسا کہ مسیلمہ کذاب نے اپنی جھوٹی نبوت کو ثابت کرنے کے لئے اپنے پاس سے چند ایک بے معنی وبیہودہ لغویات پرمبنی کلام پیش کیا اور اسی کی پیروی کرتے ہوئے اس کی ناخلف ذریت میں سے کئی ایک دشمنانِ اسلام نے اپنی سی کوششیں کیں لیکن کامیابی تو درکنار اپنے ہی مونھ کی کھائی۔ (عطائین، ج۱، ص ۵۳)

کفار کا طلب معجزہ کرنا:

۳.....کفار کی ضد وہٹ دھرمی واضح تھی، طرح طرح کے اعتراض قائم کرنا گویا کہ ان کی سرشت میں داخل تھا، تاہم نبی پاک ﷺ کو اس بات کا شدید غم تھا کہ اتنی واضح آیات اور روشن نشانیوں کے باوجود یہ لوگ ایمان کیوں نہیں لاتے؟ اس آیت میں سید عالم ﷺ سے فرمادیا گیا کہ اگر آپ ﷺ پر انکی بے اعتنائی دشوار ہے تو اگر آپ زمین میں کوئی سرنگ یا آسمان میں کوئی سیڑھی تلاش کر سکتے ہیں تو کیجئے تاکہ انکے پاس ان کا مطلوبہ معجزہ لے آئیں آپ اس پر از خود قدرت نہیں رکھتے لہٰذا اسی طرح صبر کرتے رہئے۔ اللہ ﷻ نبی کو قدرت عطا فرماتا ہے اور اسی قدرت کے نتیجے میں نبی کی ذات سے معجزہ کا صدور ہوتا ہے۔ لہٰذا اس سلسلے میں نہ مطلقاً یہ کہنا درست ہے کہ کوئی معجزہ نبی کے اختیار میں نہیں اور نہ یہ کہنا بجا ہے کہ تمام معجزات نبی کے اختیار میں ہیں۔ قرآن نبی پاک ﷺ کا معجزہ ہے مگر اسکے نزول کا اختیار آپ ﷺ کے پاس نہیں، بلکہ جب جب اللہ ﷻ نے چاہا آیتیں نازل ہوتی گئیں۔ لیکن بعض معجزات آپ ﷺ کے اختیار میں

ہیں۔تبیان القرآن، جلد۳، صفحہ۴۴۸ پر ہے کہ حافظ ابن حجر عسقلانی نے امام غزالی سے نقل کیا ہے کہ بعض خصائص کی وجہ سے نبی عام انسانوں سے ممتاز ہوتا ہے اوران خصائص میں سے یہ ہے جس طرح عام انسانو کے اختیار میں افعال عادیہ ہوتے ہیں، اسی طرح نبی کے اختیار میں افعال غیر عادیہ ہوتے ہیں۔شرح زرقانی علی المواھب اللدنیہ میں ہے کہ معجزہ سے مرادوہ خرق عادت کام ہے جو کسی نبی کی صدق نبوت پر صفۃ لازمہ کے طور پر پایا جائے یعنی ہر وہ خرق عادت کام جو رسالت کے دعوے کے ساتھ مقرون ہو اور نبی کے صدق نبوت پر دلالت کرتا ہو اسے معجزہ کہتے ہیں اور خرق عادت کام کو معجزہ اس لئے بھی کہتے ہیں کہ عام انسان اس کی مثل لانے سے عاجز ہوتے ہیں۔

(شرح زرقانی علی المواهب کتاب فی المعجزات والخصائص ،المقصد الرابع فی معجزاته، ج٦،ص٤٠٦)

☆......حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے اہل مکہ نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے معجزہ طلب فرمایا تو سید عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں چاند کے دو ٹکڑے کرکے دکھائے۔

(صحیح البخاری، کتاب المناقب، باب سوال المشرکین ان یریهم ،رقم:٣٦٣٧،ص ٦١٠)

علامہ سید محمود آلوسی نے قرآن مجید کی اس آیت مبارکہ ﴿ وَمَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰهَ رَمٰی ﴾ کے تحت فرمایا کہ نبی پاک صاحب لولاک سلطان ارض وافلاک صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ بدر میں اللہ عزوجل کی جناب میں دعا فرمائی کہ اے اللہ! میں تجھ سے اس وعدے کا سوال کرتا ہوں جو تو نے مجھ سے فرمایا ہے، تو جبرئیل علیہ السلام نے آکر سید عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی کہ اپنی مٹھی میں مٹی لیکر کافروں کی طرف پھینکیں۔چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شاھت الوجوہ کہتے ہوئے ایسا ہی کیا اور وہ مٹی ہر کافر کی آنکھوں میں پہنچی اور وہ آنکھیں ملنے لگے۔

(روح المعانی، الجزالتاسع، ص ٢٤٤ ملخصاً)

☆......رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کے بارے میں فرمایا کہ تو ابوخیثمہ ہوجا تو وہ ابوخیثمہ انصاری رضی اللہ عنہ ہوگیا۔ابوزکریا یحیی بن شرف النووی فرماتے ہیں کہ قاضی عیاض نے فرمایا کہ میرے نزدیک یہاں لفظ کن تحقیق اور وجود کے لئے آیا ہے مطلب یہ ہے کہ اے شخص تو حقیقت میں ابوخیثمہ ہوجا اور یہ بات قاضی عیاض نے درست فرمائی، تقدیر کلام یہ ہے کہ اللھم اجعلہ ابا خیثمۃ

(شرح مسلم علی النووی ، کتاب التوبة، باب حدیث توبة کعب ابن مالک،رقم٥٣/٢٧٦٩،ص ١٦١٩)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ نبی اپنی مرضی سے جب چاہیں معجزہ دکھاسکتا ہے اور اللہ عزوجل نے معجزات کے حوالے سے نبی کو قدرت و اختیار دے دیا ہے۔

(عطائین ،ج۲،ص ۸۸ وغیرہ)

اغراض: لکن ابقیناہ: الا استثناء منقطع ہے، بصریوں کے قاعدے کے مطابق بعض نے لکن مقدر مانا ہے، اور کوفیوں کے قاعدے کے مطابق بعض نے بل مقدر نکالا ہے۔

ابقیناہ: قیامت کے قریب ایسا بھی ہوگا کہ قرآن مصاحف اور سینوں سے اٹھالیا جائے گا، جیسا کہ حدیث میں ہے: ''قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک نازل کردہ کلام اٹھانہ لیا جائے''، عرش کے گرد اللہ کو قرآن کی آواز سنائی دے گی فرمائے گا تجھے کیا ہوا؟ قرآن عرض کرے گا مجھے پڑھا ضرور جاتا ہے لیکن مجھ پر عمل نہیں کیا جاتا، اور قرآن اس وقت تک نہیں اٹھایا جائے گا جب تک کہ عمل کرنے والا اس پر عمل کرتا رہے۔جحدوا للحق: یعنی علم کے باوجود حسد کی وجہ سے انکار کرتے، اور یہ مطلق انکار سے زیادہ خاص ہے۔تعجب: یعنی ان کی خواہشات پر تعجب ہے، اور اللہ اس بات سے پاک ہے کہ کسی کو اس کی الوہیت میں شریک کیا جائے۔

(الصاوی، ج۳، ص ۳۳۸ وغیرہ)

رکوع نمبر: ۱۱

﴿وَمَا مَنَعَ النَّاسَ اَنْ يُّؤْمِنُوْٓا اِذْ جَآءَهُمُ الْهُدٰٓى اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا ﴾اى قولهم منكرين﴿اَبَعَثَ اللّٰهُ بَشَرًا رَّسُوْلًا (۹۴)﴾ولم يبعث ملكا﴿قُلْ ﴾لهم﴿لَّوْ كَانَ فِى الْاَرْضِ ﴾بدل البشر﴿مَلٰٓئِكَةٌ يَّمْشُوْنَ مُطْمَئِنِّيْنَ لَنَزَّلْنَا عَلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَلَكًا رَّسُوْلًا (۹۵)﴾اذ لا يرسل الى قوم رسول الا من جنسهم ليمكنهم مخاطبته والفهم عنه﴿قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ۢ بَيْنِىْ وَبَيْنَكُمْ ؕ ﴾على صدقى﴿اِنَّهٗ كَانَ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرًا ۢ بَصِيْرًا (۹۶)﴾عالما ببواطنهم وظواهرهم﴿وَمَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ ۚ وَمَنْ يُّضْلِلْ ﴾الله﴿فَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ اَوْلِيَآءَ ﴾يهدونهم﴿مِنْ دُوْنِهٖ ؕ وَنَحْشُرُهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ﴾ماشين﴿عَلٰى وُجُوْهِهِمْ عُمْيًا وَّبُكْمًا وَّصُمًّا ؕ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ؕ كُلَّمَا خَبَتْ ﴾سكن لهبها﴿زِدْنٰهُمْ سَعِيْرًا (۹۷)﴾تلهبا واشتعالا النصف﴿ذٰلِكَ جَزَآؤُهُمْ بِاَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِنَا وَقَالُوْٓا﴾منكرين للبعث﴿ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا وَّرُفَاتًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ خَلْقًا جَدِيْدًا (۹۸) اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِىْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ﴾مع عظمها﴿قَادِرٌ عَلٰٓى اَنْ يَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ ﴾اى الاناسى فى الصغر﴿وَجَعَلَ لَهُمْ اَجَلًا﴾للموت والبعث﴿ لَّا رَيْبَ فِيْهِ ؕ فَاَبَى الظّٰلِمُوْنَ اِلَّا كُفُوْرًا (۹۹)﴾جحودا له﴿قُلْ ﴾لهم﴿لَّوْ اَنْتُمْ تَمْلِكُوْنَ خَزَآئِنَ رَحْمَةِ رَبِّىْٓ ﴾من الرزق والمطر﴿اِذًا لَّاَمْسَكْتُمْ ﴾لبخلتم﴿خَشْيَةَ الْاِنْفَاقِ ؕ ﴾خوف نفادها بالانفاق فتفتقروا﴿وَكَانَ الْاِنْسَانُ قَتُوْرًا (۱۰۰)﴾بخيلا.

﴿ترجمہ﴾

اور کس بات نے لوگوں کو ایمان لانے سے روکا جب ان کے پاس ہدایت آئی مگر اس لیے (کہ منکر یہ بات) بولے کیا اللہ نے آدمی کو رسول بنا کر بھیجا (اور فرشتے کو رسول بنا کر نہ بھیجا) تم فرماؤ (ان سے) اگر زمین میں (انسانوں کے بجائے) فرشتے ہوتے چین سے چلتے تو ان پر بھی ہم رسول فرشتہ اتارتے آسمانوں سے (کیونکہ کسی قوم کی طرف رسول نہیں بھیجا جاتا مگر انہی کی جنس سے تاکہ ان رسل کے لیے ان سے کلام کرنا اور بات سمجھانا ممکن ہو سکے) تم فرماؤ اللہ کافی ہے گواہ میرے اور تمہارے درمیان (میری صداقت پر) بیشک وہ اپنے بندوں کو جانتا دیکھتا ہے (ان کے ظاہر و باطن کا علم رکھنے والا ہے) اور جسے اللہ راہ دے وہی راہ پر ہے اور جسے (اللہ عزوجل) گمراہ کرے تو ان کے لیے اس کے سوا کوئی حمایت والے نہ پاؤ گے......۱...... (جو اسے راہ دکھا سکے) اور ہم انہیں قیامت کے دن اٹھائینگے (اس حال میں کہ وہ چلتے ہونگے) منہ کے بل، اندھے اور گونگے اور بہرے......۲......ان کا ٹھکانہ جہنم ہے جب کبھی بجھنے پر آئے گی (اس کے شعلے ساکن ہونے لگیں گے) ہم اسے اور بھڑکا دینگے (شعلوں سے اور اسے مشتعل کر دینگے) یہ اس کی سزا ہے اس پر کہ انہوں نے ہماری آیتوں سے انکار کیا اور (مرنے کے بعد اٹھائے جانے کے منکر ہوئے) اور بولے کیا ہم جب ہڈیاں اور ریزہ ریزہ ہو جائینگے تو

کیا سچ مچ ہم نئے بن کر اٹھائے جائینگے اور کیا وہ نہیں دیکھتے (کیا وہ نہیں جانتے) کہ وہ اللہ جس نے آسمان و زمین بنائے (ان کے بڑے اور عظیم ہونے کے باوجود) وہ ان (لوگوں) کی مثل بنانے پر قادر ہے (جو اپنی خلقت میں چھوٹے ہیں زمین و آسمان سے) اور اس نے ان کے لیے ایک میعاد ٹھرا رکھی ہے (موت کی اور مرنے کے بعد اٹھائے جانے کی) جس میں کچھ شبہ نہیں تو ظالم نہیں مانتے مگر انکار کئے (اس کا انکار کرتے ہیں) تم فرماؤ (ان سے) اگر تم لوگ میرے رب کی رحمت کے خزانوں کے مالک ہوتے (جیسے رزق اور بارش کے) تو انہیں روک رکھتے ......۔ (اس میں بخل کرتے) اس ڈر سے کہ خرچ نہ ہوجائیں (یعنی خرچ کرنے سے اس کے ختم ہوجانے کا خوف لاحق ہوتا کہ کہیں محتاج ہوکر نہ رہ جاؤ) اور آدمی بڑا کنجوس (بخیل) ہے۔

﴿ترکیب﴾

﴿وما منع الناس ان یومنوا اذ جاء ھم الھدی الا ان قالوا ابعث الله بشرا رسولا﴾.

و: مستانفہ، ما: نافیہ، منع: فعل، الناس: مفعول اول، ان یومنوا: جملہ فعلیہ بتاویل مصدر مفعول ثانی، اذ جاء ھم الھدی: ظرف، الا: حصر، ان: مصدریہ، قالوا: قول ھمزۃ: استفہامیہ، بعث الله: فعل وفاعل، بشرا: حال مقدم، رسولا: ذوالحال، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر مقولہ، ملکر جملہ فعلیہ قولیہ بتاویل مصدر فاعل، منع اپنے متعلقات سے ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿قل لو کان فی الارض ملئکۃ یمشون مطمئنین لنزلنا علیھم من السماء ملکا رسولا﴾.

قل: قول، لو: شرطیہ، کان: فعل ناقص، فی الارض: ظرف مستقر خبر مقدم، ملئکۃ: موصوف، یمشون: جملہ فعلیہ صفت، ملکر ذوالحال، مطمئنین: حال، ملکر اسم مؤخر، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر شرط، لام: تاکیدیہ، نزلنا علیھم: فعل بافاعل وظرف لغو، من السماء: ظرف لغو ثانی، ملکا: حال مقدم، رسولا: ذوالحال ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ جواب شرط، ملکر جملہ شرطیہ ہوکر مقولہ، ملکر جملہ فعلیہ قولیہ۔

﴿قل کفی بالله شھیدا بینی وبینکم انہ کان بعبادہ خبیرا بصیرا﴾.

قل: قول، کفی: فعل، ب: زائدہ، الله: ممیز، شھیدا بینی وبینکم: شبہ جملہ تمیز، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ مقولہ، ملکر جملہ فعلیہ قولیہ، انہ: حرف مشبہ واسم، کان: فعل ناقص بااسم، بعبادہ خبیرا: شبہ جملہ خبر اول، بصیرا: خبر ثانی، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ومن یھد الله فھو المھتد ومن یضلل فلن تجدلھم اولیاء من دونہ﴾.

و: مستانفہ، من: اسم شرط مفعول بہ مقدم، یھد الله: فعل وفاعل، ملکر جملہ فعلیہ شرط، فھو المھتد: جملہ اسمیہ جواب شرط، ملکر جملہ شرطیہ، و: عاطفہ، من: اسم شرط مفعول بہ مقدم، یضلل: فعل بافاعل، ملکر جملہ فعلیہ شرط، ف: جزائیہ، لن تجد: فعل نفی بافاعل، لھم: ظرف لغو، اولیاء: ذوالحال، من دونہ: ظرف مستقر حال، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ جواب شرط، ملکر جملہ شرطیہ ماقبل پر معطوف ہے۔

﴿ونحشرھم یوم القیمۃ علی وجوھھم عمیا وبکما وصما ماوھم جھنم کلما خبت زدنھم سعیرا﴾.

و: مستانفہ، نحشرھم: فعل بافاعل وھم ضمیر ذوالحال، علی وجوھم: ظرف مستقر حال اول، عمیا: معطوف علیہ، و بکما وصما: معطوفان ملکر حال ثانی، ملکر مفعول، یوم القیمۃ: ظرف، ملکر جملہ فعلیہ، و: مستانفہ، ماواھم: مبتدا، جھنم: ذوالحال، کلما: ظرف متضمن معنی شرط، خبت: فعل بافاعل، ملکر جملہ فعلیہ شرط، زدنھم: فعل بافاعل ومفعول، سعیرا: مفعول ثانی، ملکر جزا، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿ذلک جزاؤھم بانھم کفروا بایتنا وقالوا ء اذا کنا عظاما ورفاتاء انا لمبعوثون خلقا جدیدا﴾.

ذلک جزاؤھم: مبدل منہ بدل، ملکر مبتدا، ب: جار، انھم: حرف مشبہ واسم، کفروا باٰیتنا: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، قالوا: قول، ھمزۃ: استفہامیہ، اذا ظرفیہ شرطیہ، کنا: فعل ناقص بااسم، عظما ورفاتا: خبر، ملکر جملہ فعلیہ شرط، ھمزۃ

استفہامیہ،انا: حرف مشبہ واسم، مبعوثون : اسم فاعل بافاعل،خلقا جدیدا:مفعول مطلق ملکرشبہ جملہ خبر،ملکر جملہ اسمیہ جزا،ملکر جملہ شرطیہ مقولہ،ملکر جملہ فعلیہ قولیہ ہوکر معطوف،ملکر مجرور،ملکر ظرف مستقر ہوکر خبر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿اولم یروا ان اللہ الذی خلق السموت والارض قادر علی ان یخلق مثلھم﴾.

ھمزہ : حرف استفہامیہ،و: عاطفہ معطوف علی محذوف " انکروا البعث ولھم یعلموا" اولم یروا: فعل نفی بافاعل، ان : حرف مشبہ، اللہ :موصوف، الذی خلق السموات والارض :موصول صلہ ملکر صفت،ملکر اسم، قادر علی ان یخلق مثلھم : شبہ جملہ ہوکر خبر،ملکر جملہ اسمیہ مفعول،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وجعل لھم اجلا لا ریب فیہ فابی الظلمون الا کفورا﴾.

و: عاطفہ،جعل لھم: فعل بافاعل وظرف لغو،اجلا:موصوف، لاریب فیہ :جملہ اسمیہ صفت،ملکر مفعول،ملکر جملہ فعلیہ "اولم یروا" پر معطوف ہے،ف:عاطفہ، ابی:فعل بمعنی لم یرضوا،الظلمون: فاعل ،الا : اداۃ حصر،کفورا:مفعول ،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿قل لوانتم تملکون خزائن رحمۃ ربی اذا لامسکتم خشیۃ الانفاق﴾.

قل: قول، لو:شرطیہ، انتم: تاکید فعل محذوف،"تملکون" کے فاعل کے لیے،"تملکون"فعل محذوف وضمیر مؤکد، انتم: تاکید، ملکر فاعل، تملکون : فعل بافاعل، ملکر محذوف "تملکون" کی تفسیر، خزائن رحمۃ ربی :مفعول بہ،ملکر جملہ فعلیہ شرط، اذا:حرف جزا وجواب، لام :تاکیدیہ، امسکتم : فعل بافاعل، خشیۃ الانفاق :مفعول لہ،ملکر فعلیہ جزا،ملکر جملہ شرط مقولہ،ملکر جملہ فعلیہ قولیہ۔

﴿وکان الانسان قتورا﴾

و: حالیہ، کان الانسان:فعل ناقص واسم، قتورا:خبر،ملکر جملہ فعلیہ ماقبل " لامسکتم" کے فاعل سے حال ہے۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

اللہ ﷻ کے مضل وھادی ھونے پر بحث:

۱......اشاعرہ کے نزدیک اللہ ﷻ جسے چاہتا ہے گمراہ کردیتا ہے اور جسے چاہتا ہے ھدایت دے دیتا ہے معنی یہ ہے کہ اللہ تعالی گمراہی اور ھدایت کا خالق ہے اس لیے کہ اللہ تعالی مخلوق کے افعال گمراہی اور ھدایت کا خالق ہے۔ اور اس قید (گمراہی اور ھدایت) سے مراد یہ نہیں (جیسا کہ معتزلہ سمجھ بیٹھے) کہ ھدایت کے طریقے کو بیان کرنا مقصود ہے بلکہ طریقۂ ھدایت تو ہر ایک کے لئے عام ہے،اور نہ ہی گمراہی سے یہ مراد ہے کہ بندہ کا ضال پانا یا اس کا نام ضال رکھ دینا جس پر قدیم معتزلہ نے قرآن مجید سے دلیل پکڑی کہ اللہ ﷻ نے فرمایا ﴿عباد الرحمن اناثا﴾ یعنی ملائکہ کا نام اناثا رکھا، پس گمراہ لوگوں کا نام ضال رکھنا جائز ہوگا۔ جب کہ ہمارے نزدیک ہدایت کی نسبت کبھی سید عالم ﷺ ،اور گمراہی کی نسبت شیطان کی طرف مجازا کردی جاتی ہے۔ معتزلہ کے نزدیک ھدایت ایسی چیز ہے جو مطلوب تک پہنچانے والی ہو حالانکہ یہ نظریہ قرآن کی اس آیت ﴿انک لا تھدی من احببت (القصص:۵۶)﴾ سے باطل قرار پائے گا،اور ہمارے نزدیک ھدایت سے مراد راستہ بتلا دینا ہے مقصود تک پہنچانا ضروری نہیں۔ (نبراس،ص ۱۹۹ وغیرہ،ملخصاً)

قیامت کے دن اندھے،بھرے،گونگے ھونے کی توجیہ:

۲......قرآن مجید فرقان حمید میں ﴿وراالمجرمون النار فظنوا انھم مواقعوھا ولم یجدوا عنھا مصرفا﴾ یعنی مجرم دوزخ کو دیکھیں گے تو یہ گمان کریں گے کہ وہ اس میں جھونکے جانے والے ہیں اور وہ اس سے بچنے کی کوئی جگہ نہ پائیں

گے (الکہف:۵۳)﴾، ﴿واذا راتھم من مکان بعید سمعوا لھا تغیظا وزفیرا اور جب دوزخ انہیں دور جگہ سے دیکھے گی تو سُنیں گے اس کا جوش مارنا اور چنگھاڑنا (الفرقان:۱۲)﴾، ﴿واللہ ربنا ما کنا مشرکین ہمارے پالنے والے اللہ کی قسم! ہم مشرک نہ تھے (الانعام:۲۳)﴾۔ ان آیات میں کافروں کے دیکھنے، سُننے اور بولنے کا واضح بیان ہے اور متذکرہ آیت میں اِن کے اندھے، بہرے اور گونگے ہونے کا بیان ہو رہا ہے۔ بظاہر تعارض ہے لیکن مفسرین نے اس تعارض کو نہایت عمدگی سے ختم کیا ہے چنانچہ حضرت ابن عباس کا قول ہے کہ کافر قیامت میں اِن معنوں میں اندھے ہونگے کہ انہیں کوئی ایسی چیز دیکھنے کو نہ ملے گی جس سے انہیں خوشی ہو، ان معنوں میں بہرے ہونگے کہ انہیں کوئی ایسی چیز سُننے کو نہ ملے گی جس سے اِنہیں خوشی ہو اور گونگے بھی ان معنوں میں ہوں گے کہ انہیں کوئی قابل قدر کلام کرنے کا موقع نہ ملے گا یعنی کوئی اچھا کلام نہ کرسکیں گے۔ (جامع البیان، الجزء ۱۵، ص ۱۹۳ وغیرہ)

حرص وطمع کی مذمت:

سے..... حضرت ابن عباس بیان کرتے ہیں کہ سید عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اگر ابن آدم کے لیے مال کی دو وادیاں ہوں تو وہ تیسری وادی کو تلاش کرے گا اور ابن آدم کے پیٹ کو صرف مٹی ہی بھر سکتی ہے اور جو شخص توبہ کرلے اللہ اس کی توبہ قبول فرمالے گا''۔
(صحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب: مایتقی فتنۃ المال، رقم: ٦٤٣٦، ص ١١١٧)

معلوم ہوا کہ مال کی محبت انسان کے دل میں اس قدر ہے کہ انسان قبر تک پہنچ جاتا ہے لیکن محبت کم نہیں ہو پاتی، اسلامی اقدار کا مطالعہ کرنے سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ اللہ نے مالداروں پر مال کی زکوۃ کا حکم اسی لیے لگایا ہے کہ ان کے دل سے مال کی محبت کم ہو۔ راہ خدا میں خرچ کرکے اپنے مال کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ذخیرہ کرلیں۔

اغراض: ماشین: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص دربار مصطفیٰ میں کھڑا ہوا اور اس نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! اللہ نے فرمایا ہے: لوگ اپنے چہروں کے بل جہنم کی طرف جمع کیے جائیں گے، کیا کافر کے ساتھ بھی یہی معاملہ ہوگا؟ سید عالم ﷺ نے جواب ارشاد فرمایا: ''کیا جو دنیا میں دو پاؤں پر چلتا ہے قیامت میں چہرے کے بل چلنے پر قادر نہیں ہوگا؟''، اور اسی طرح روایت کی گئی ہے کہ قیامت کے دن لوگ تین طرح سے اٹھائے جائیں گے: پیدل چلتے ہوئے، سواری کی حالت میں اور چہروں کے بل، پوچھا گیا یارسول اللہ ﷺ! لوگ اپنے چہروں کے بل کیسے چلیں گے؟ جواب دیا جیسا کہ وہ لوگ اپنے پاؤں پر چلتے ہیں، اپنے چہروں کے بل چلنے پر بھی قادر ہوں گے، خبردار ان کے چہرے ہر قسم کی اونچی اور خاردار زمین میں ڈالے جائیں گے۔

سکن لھیبھا: یعنی جب بھی جسم کی کھال اور گوشت ختم ہوجائے تو نیا آجائے گا۔

ای الاناسی: جمع ہے انسی کی، مراد بشر ہے۔ لھم: ان کے حال کی وضاحت کرتے ہوئے جو وہ کہتے ہیں ﴿لن نؤمن لک حتی تفجر لنا (الاسراء:۹۰)﴾، یعنی موت، رزق کی کشادگی وغیرہ ان کی مرضی سے نہ ہوجائے، اللہ عزوجل نے فرمایا کہ اگر وہ اللہ عزوجل کی زمین کے خزانوں کے مالک بھی ہوجائیں جب بھی بخل اور کنجوسی ہی کریں گے۔

بخیلا: یعنی بزدلی کی وجہ سے جہاں خرچ کرنا مناسب ہو وہیں خرچ کرنے سے رک جائے، اصل میں نفس انسان میں بخل پایا جاتا ہے، اور خارج میں خلاف اصل پائی جانے والی چیز کے بارے میں اللہ عزوجل نے فرمایا ﴿ومن یوق شح نفسہ فاولئک ھم المفلحون (الحشر:۹)﴾۔
(الصاوی، ج۳، ص ۳٤۰ وغیرہ)

رکوع نمبر: ۱۲

﴿وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسٰى تِسْعَ اٰيٰتٍ بَيِّنٰتٍ﴾ واضِحاتٍ وهِىَ اليَدُ والعَصاء والطُّوفانُ والجَرادُ والقُمَّلُ
والضَّفادِعُ والدَّمُ والطَّمسُ والسِّنِينُ وَنَقْصٍ مِن الثَّمراتِ ﴿فَسْئَلْ﴾ يامُحمدُ ﴿بَنِىْٓ اِسْرَآئِيْلَ﴾ عَنهُ
سَوالُ تَقريرٍ لِلمُشرِكينَ عَلى صدقِكَ اَو فَقُلنَا لهُ اِسْاَلْ وَفى قِراءَةٍ بِلفظِ الماضِى ﴿اِذْ جَآءَهُمْ فَقَالَ لَهٗ
فِرْعَوْنُ اِنِّىْ لَاَظُنُّكَ يٰمُوْسٰى مَسْحُوْرًا (۱۰۱)﴾ مَخدوعًا مَغلوبًا على عَقلِكَ ﴿قَالَ لَقَدْ عَلِمْتَ مَآ اَنْزَلَ
هٰٓـؤُلَآءِ﴾ الأيَاتِ ﴿اِلَّا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ بَصَآئِرَ ج﴾ عَبرًا وَلٰكِنَّكَ تُعانِدُ وَفى قِراءَةٍ بِضَمِ
التَّاءِ ﴿وَاِنِّىْ لَاَظُنُّكَ يٰفِرْعَوْنُ مَثْبُوْرًا (۱۰۲)﴾ هَالِكًا او مَصرُوفًا عَنِ الخَيرِ ﴿فَاَرَادَ﴾ فِرعَونُ ﴿اَنْ يَّسْتَفِزَّهُمْ﴾
يُخرِجَ مُوسٰى وَقَومَهُ ﴿مِّنَ الْاَرْضِ فَاَغْرَقْنٰهُ وَمَنْ مَّعَهٗ جَمِيْعًا (۱۰۳) وَّقُلْنَا مِنْ م بَعْدِهٖ لِبَنِىْٓ اِسْرَآئِيْلَ اسْكُنُوا
الْاَرْضَ فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ الْاٰخِرَةِ﴾ اَى السَّاعَةِ ﴿جِئْنَا بِكُمْ لَفِيْفًا (۱۰۴)﴾ جَميعًا انتُم ﴿وَ﴾ هُم ﴿بِالْحَقِّ اَنْزَلْنٰهُ﴾
اىِ القرآن ﴿وَبِالْحَقِّ﴾ المُشتَمِلِ عليهِ ﴿نَزَلَ ط﴾ كَما اَنزَلَ لَمْ يَعتَرِه تبديلٌ ﴿وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ﴾
يَامُحمدُ ﴿اِلَّا مُبَشِّرًا﴾ مَن آمَنَ بِالجَنَّةِ ﴿وَّنَذِيْرًا (۱۰۵)﴾ مَنْ كَفَرَ بِالنَّارِ ﴿وَقُرْاٰنًا﴾ مَنصُوبٌ بِفِعلٍ يُفَسِّرُهُ
﴿فَرَقْنٰهُ﴾ نَزَّلنَاهُ مُفَرِّقًا فى عِشرِينَ سِنَةً او ثَلاثٍ ﴿لِتَقْرَاَهٗ عَلَى النَّاسِ عَلٰى مُكْثٍ﴾ مَهَلٍ وَتُؤَدَةٍ
لِيَفهَموهُ ﴿وَّنَزَّلْنٰهُ تَنْزِيْلًا (۱۰۶)﴾ شَيئًا بَعدَ شَىءٍ حَسبَ المَصَالِحِ ﴿قُلْ﴾ لِكفَّارِ مكةَ ﴿اٰمِنُوْا بِهٖٓ اَوْ لَا تُؤْمِنُوْا﴾
تَهدِيدٌ لهم ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهٖ﴾ نُزُولِهِ وهُم مؤمِنوا اَهلِ الكِتابِ ﴿اِذَا يُتْلٰى عَلَيْهِمْ
يَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ سُجَّدًا (۱۰۷) وَّيَقُوْلُوْنَ سُبْحٰنَ رَبِّنَآ﴾ تَنزِيهًا لَهُ عَن خُلفِ الوَعدِ ﴿اِنْ﴾ مُخففةٌ ﴿كَانَ وَعْدُ
رَبِّنَا﴾ بِنزولِهِ وَبَعثِ النبيِّ ﷺ ﴿لَمَفْعُوْلًا (۱۰۸) وَيَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ يَبْكُوْنَ﴾ عَطفٌ بِزِيادةِ صَفَةٍ ﴿وَيَزِيْدُهُمْ﴾
القرآنُ ﴿خُشُوْعًا (۱۰۹)﴾ [السجدة: ۳] تَواضُعًا للهِ وكانَ ﷺ يَقول يَااللهُ يارحمنُ فقالوا اِنَّهُ يَنهَانَا اَنْ نَعبُدَ اِلٰهَينِ
وهُو يَدعُوا اِلٰهًا آخرَ مَعَهُ فَنَزَلَ ﴿قُلِ﴾ لهم ﴿ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ ط﴾ اى سَمُّوهُ بِاَيِّهِمَا اوْ نَادُوهُ
بِاَنْ تَقولُوا يَااللهُ يارحمنُ ﴿اَيًّا﴾ شَرطِيَّةٌ ﴿مَّا﴾ زَائِدَةٌ اى اَىَّ شَىءٍ مِّنْ هٰذَينِ ﴿تَدْعُوْا﴾ فَهوَ حَسَنٌ دلَّ
على هٰذا ﴿فَلَهُ﴾ اى لِمُسَمًّا هُمَا ﴿الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى ج﴾ وهٰذَانِ مِنهَا فَاِنَّهَا كَما فى الحديثِ الله الذى لا
اله الا هو الرحمن الرحيمُ المَلِكُ القُدوسُ السَّلامُ المؤمِنُ المُهَيمِنُ العَزيزُ الجَبَّارُ المتكَبِّرُ الخالِقُ
البَارِئ المُصورُ الغفَّارُ القهَّارُ الوَهَّابُ الرزاقُ الفتَّاحُ العليمُ القابِضُ الباسِطُ الخافِضُ الرافِعُ المُعزُ
المذلُ السميعُ البصيرُ الحكمُ العدلُ الطيف الخبيرُ الحليم العظيم الغفور الشكور العلى الكبير
الحفيظ المقيت الحسيب الجليل الكريم الرقيبُ المجيب الواسع الحكيم الودود المجيد الباعث
الشهيد الحق الوكيل القوىُ المتين الولىُ الحميدُ المحصى المبدى المعيد المحيى المميت الحى

القیوم الواجد والماجدُ الواحدُ الصمدُ القادِرُ المقتدرُ المقدمُ الموخر الاول الآخر الظاهر الباطن الوالی المتعال البر التواب المنتقم العفو الرؤف مالک الملک ذوالجلال والاکرام المقسط الجامع الغنی المغنی الضار النافع النور الهادی البدیع الباقی الوارث الرشید الصبور رواه الترمذی قال تعالی ﴿وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِکَ﴾ بقراتک فیها فیسمعک المشرکون فیسبُّوک و یسبُّوا القرآن ومن انزله ﴿وَلَا تُخَافِتْ﴾ تسر ﴿بِهَا﴾ لینتفع اصحابک ﴿وَابْتَغِ﴾ اقصد ﴿بَیْنَ ذٰلِکَ﴾ الجهر والمخافتة ﴿سَبِیلًا (۱۱۰)﴾ طریقا ﴿وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ لَمْ یَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ یَکُنْ لَّهٗ شَرِیْکٌ فِی الْمُلْکِ﴾ الالوهیة ﴿وَلَمْ یَکُنْ لَّهٗ وَلِیٌّ﴾ ینصره ﴿مِّنَ﴾ اجل ﴿الذُّلِّ﴾ ای لم یذل فیحتاج الی ناصر ﴿وَکَبِّرْهُ تَکْبِیْرًا (۱۱۱)﴾ عظمه عظمة تامة عن اتخاذ الولد والشریک والذل المحامد لکمال ذاته وتفرده فی صفاته روی الامام احمد فی مسنده عن معاذ الجهنی عنه ﷺ انه کان یقول آیة العز الحمد للہ الذی لم یتخذ ولدا الی آخر السورة واللہ اعلم قال مولفه هذا آخر ما کملت به تفسیر القرآن العظیم الذی الفه الامام العلامة المحقق جلال الدین المحلی الشافعی وقد افرغت فیه جهدی: وبذلت فیه فکری نفائس اراها ان شاء الله تجدی: والفته فی مدة قدر میعاد الکلیم: وجعلته وسیلة بفوز بجنات النعیم: وهو فی الحقیقة مستفاد من الکتاب المکمل: وعلیه فی الآئ المتشابهة الاعتماد والمعول: فرحم الله امرًا نظر بعین الانصاف الیه: ووقف فیه علی خطاء فاطلعنی علیه: وقد قلت شعرًا: حمدتُ الله ربی اذهدانی: لما ابدیت مع عجزی وضعفی: فمن لی بالخطا فاردعنه: ومن لی بالقبول ولو بحرف: هذا ولم یکن قط فی خلدی ان اتعرض لذالک لعلمی بالعجز عن الخوض فی هذه المسالک وعسی الله ان ینفع به نفعا جما ویفتح به قلوبا غلفا واعینا عمیا وآذانا وکانی بمن اعتاد بالمطولات وقد اضرب عن هذه التکملة واصلها وعدل الی صریح العناد ولم یوجه الی دقائقهما فهما ومن کان فی هذه اعمی فهو فی الآخرة اعمی رزقنا الله به هدایة الی سبیل الحق وتوفیقا واطلاعا علی دقائق کلماته وتحقیقا وجعلنا به مع الذین انعم الله علیهم من النبیین والصدیقین والشهداء الصالحین وحسن اولئک رفیقا والحمد لله وحده ﷺ تسلیما کثیرا وحسبنا الله ونعم الوکیل قال مولفه عاملة الله بلطفه فرغت من تالیفه یوم الاحد عاشر شهر شوال سنة سبعین وثمان مائة وکان الابتداء فیه یوم الاربعاء مستهل رمضان من السنة المذکورة وفرغ من تبییضه یوم الاربعاء سادس صفر وسنة احدی وسبعین وثمان مائة والله اعلم، قال الشیخ شمس الدین محمد بن ابی بکر الخطیب الطوخی اخبرنی صدیقی الشیخ العلامه کمال الدین المحلی اخو شیخنا الشیخ الامام جلال الدین المحلی رحمهما الله تعالی انه رای اخاه الشیخ جلال الدین المذکور فی النوم وبین یدیه صدیقنا الشیخ العلامة المحقق جلال الدین السیوطی مصنف هذه التکملة وقد اخذ الشیخ هذه التکملة فی یده وتصفحها ویقول لمصنفها

المذكور ايهما احسن وضعي او وضعك فقال: وضعي فقال :انظر وعرض عليهِ مواضعَ فيها وكانه يشير الى اعتراض فيها بلطف ،ومصنف هذه التكملة كلما اورد عليه شيئا يجيبه والشيخُ يَتَبسم ويضحك. قال شيخنا الامام العلامة جلال الدين عبدالرحمن بن ابى بكر السيوطي مصنف هذه التكملة :الذى اعتقده واجزم به ان الوضع الذى وضعه الشيخ جلال الدين المحلي رحمة الله تعالى في قطعته احسن من وضعي انا بطبقات كثيرة كيف وغالب ما وضعته هنا مقتبس من وضعه ومستفاد منه لا مرية عنده في ذلك ،واما الذى روى في المنام المكتوبِ اعْلاه فلعلَ الشيخ اشار به الى المواضع القليلة التي خالفت وضعه فيها لنكتة وهي يسيرة جدا ما اظنها تبلغ عشرة مواضع منها ان الشيخ قال في سورة ص: والروح جسم لطيف يحيا به الانسان بنفوذه فيه وكنت تبعته اولا ،فذكرت هذا الحد في سورة الحجر ثم ضربت عليه لقوله تعالى :﴿ويسئلونك عن الروح من امر ربى﴾الاية فهي صريحة او كالصريحة في ان الروح من علم الله تعالى لا نعلمه فالامساك عن تعريفها اولى ،ولذا قال الشيخ تاج الدين السبكى في جمع الجوامع :والروح لم يتكلم عليها محمد فنمسك عنها ،ومنها :ان الشيخ قال في سورة الحج : الصائبون فرقة من اليهود فذكرت ذلك في سورة البقرة وزدت او النصارى بيانا لقول ثان فانه المعروف خصوصا عند اصحابنا الفقهاء وفي المنهاج :وان خالفت السامرة اليهود والصابئة النصارى في اصل دينهم حر من وفي شروحه ان الشافعي رضى الله عنه نص على ان الصائبين فرقة من النصارى ،ولا استحضر الآن موضوعا ثالثا فكان الشيخ رحمه الله تعالى يشير الى مثل هذا والله اعلم بالصواب واليه المرجع الماب.

﴿ترجمہ﴾

اور بیشک ہم نے موسیٰ کو نو روشن (واضح) نشانیاں دیں......۱......(وہ نشانیاں یہ ہیں ید بیضاء، عصاء، طوفان، ٹڈیاں، گھن، مینڈک، خون ، مسخ، قحط سالی اور پھلوں کی کمی) تو (اے حبیب ﷺ!) بنی اسرائیل سے پوچھو (اس بارے میں ، یہ سوال مشرکین پر آپ ﷺ کی صداقت کو ثابت کرنے کے لیے ہوگا یا یوں کہ ہم نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ بنی اسرائیل سے پوچھو اور ایک قرائت میں اسئل کو فعل ماضی سے پڑھا گیا ہے) جب وہ ان کے پاس آیا تو اس سے فرعون نے کہا اے موسیٰ! میرے خیال میں تو تم پر جادو ہوا ہے (یعنی جادو کے اثر سے تمہاری عقل بجا نہ رہی، اس میں فتور آ گیا ہے، معاذاللہ) کہا کہ یقیناً تو خوب جانتا ہے کہ انہیں (یعنی نشانیوں کو) نہ اتارا مگر آسمانوں اور زمین کے مالک نے یہ بصیرت افروز ہیں (یعنی عبرت ہیں، اس کے باوجود تو سرکشی کر رہا ہے، اور ایک قرائت میں لفظ علمت کو تاء مضموم کے ساتھ پڑھا گیا ہے) اور میرے گمان میں تو اے فرعون......۲......تو ضرور ہلاک ہونے والا ہے (مثبورا کا معنی ہے ہلاک ہونے والا یا خیر سے محروم) تو اس نے (یعنی فرعون) نے چاہا کہ انہیں (یعنی موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کو) زمین سے (یعنی سرزمین مصر سے) نکال دے (یستفز بمعنی یخرج ہے) اور اس کے بعد ہم نے بنی اسرائیل سے فرمایا اس زمین میں بسو پھر جب آخرت (یعنی قیامت) کا وعدہ آئے گا تو ہم لے آئیں گے تمہیں سمیٹ کر (یعنی سب کو، تمہیں بھی اور انہیں بھی) اور ہم نے اسے (قرآن پاک کو) حق ہی کے ساتھ اتارا اور یہ اس حق کے ساتھ اترا ہے (جس پر یہ مشتمل ہے جیسا کہ وہ نازل کیا گیا تھا کسی

تغیر نے اس میں راہ نہیں پائی) اور ہم نے تمہیں نہ بھیجا مگر خوشخبری سنانے والا (مسلمانوں کو جنت کی) اور ڈرانے والا (کافروں کو جہنم سے) اور قرآن (یہ مابعد فعل مفسر کی وجہ سے منصوب ہے) ہم نے جدا کر کے اتارا (یعنی ہم نے جدا جدا کر کے غرضیکہ بیس یا بائیس سال کی مدت میں اتارا......۳......) کہ تم اسے لوگوں پر ٹھہر ٹھہر کر پڑھو (نرمی، سکینہ، اطمنان کے ساتھ پڑھو تا کہ لوگ اسے سمجھ سکیں) اور ہم نے اسے بتدریج رہ رہ کر اتارا (یعنی تھوڑا تھوڑا کر کے ضرورتوں کے مطابق......۴......) تم فرماؤ (کفار مکہ سے) کہ تم لوگ اس پر ایمان لاؤ یا نہ لاؤ (یہ ان کے لیے تہدید و سرزنش ہے) بیشک وہ جنہیں اس سے پہلے (یعنی اس کے نازل ہونے سے پہلے) علم ملا (مراد اس سے مومنین کتابی ہیں) جب ان پر پڑھا جاتا ہے ٹھوڑی کے بل سجدہ میں گر پڑتے ہیں اور کہتے ہیں پاکی ہے ہمارے رب کو (وہ وعدہ خلاف کرنے سے پاک ہے) بیشک (ان مخففہ ہے) ہمارے رب کا وعدہ (قرآن نازل کرنے اور معظم نبی مبعوث کرنے کا) پورا ہونا تھا اور ٹھوڑی کے بل گرتے ہیں روتے ہوئے (یہ ایک زائد صفت کے ساتھ عطف ہے) اور وہ (یعنی قرآن) ان کے خشوع کو اور بڑھاتا ہے (یعنی اللہ ﷻ کے لیے تواضع میں مزید اضافہ کرتا ہے اور حضور ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ یا اللہ! یا رحمٰن! تو کفار بولتے کہ ہمیں دو خداؤں کو پوجنے سے روکتے ہیں اور خود اللہ کے ساتھ دوسرے خدا رحمٰن کو پکارتے ہیں......۵......) تم فرماؤ (ان لوگوں سے) اللہ کہہ کر پکارو یا رحمٰن کہہ کر (یعنی تم ان دونوں اسماء کے ساتھ اس کا نام لو یا اس کو پکارو یعنی یوں کہہ کر یا اللہ یا یا رحمٰن) جو کہہ کر پکارو (ایاً شرطیہ ہے اور ما زائدہ ہے معنی یہ ہے کہ ان دونوں میں سے جس نام سے پکارو وہ اچھا ہے، اس وضاحت پر یہ اگلا کلام دلالت کر رہا ہے) پس اسی کے لیے (یعنی اللہ ﷻ ہی کی ذات کے لیے) اچھے نام ہیں (اور مذکورہ دونوں نام انہیں میں سے ہیں جیسا کہ حدیث پاک میں یہ اسماء آئے ہیں اللہ الذی لا الہ الا ھو الرحمن، الرحیم الملک، القدوس، السلام، المؤمن، المھیمن، العزیز، الجبار، المتکبر، الخالق، الباری، المصور، الوھاب، الغفار، القھار، الوھاب، الرزاق، الفتاح، العلیم، القابض، الباسط، الخافض، الرافع، المعز، المذل، السمیع، البصیر، الحکم، العدل، اللطیف، الخبیر الحلیم، العظیم، الغفور، الشکور، العلی، الحفیظ، المقیت، الحسیب، الجلیل، الکریم، الرقیب، المجیب، الواسع، الحکیم، الودود، المجید، الباعث، الشھید، الحق، الوکیل، القوی، المتین، الولی، الحمید، المحصی، المبدی، المعید، المحیی، الممیت، الحی، القیوم، الواجد، الماجد، الواحد، الصمد، القادر، المقتدر، المقدم، المؤخر، الاول، الآخر، الظاھر، الباطن، الوالی، المتعالی، البر، التواب، المنتقم، العفو، الرؤف، مالک الملک، ذوالجلال والاکرام، المقسط، الجامع، الغنی، المغنی، المانع، الضار، النافع، النور، الھادی، البدیع، الباقی، الوارث، الرشید، الصبور اس حدیث پاک کو امام ترمذی نے روایت کیا ہے، اللہ ﷻ نے ارشاد فرمایا) اور اپنی نماز نہ بہت آواز سے پڑھو (یعنی اپنی نماز میں نہ بہت تیز آواز سے کرو کہ مشرک تمہاری آواز سن کر تمہیں یا قرآن پاک نازل فرمانے والے کو برا کہیں) اور نہ بالکل آہستہ (یعنی نہ بالکل پست آواز میں کہ تمہارے صحابہ کرام نفع نہ اٹھا سکیں) اور ان دونوں کے (یعنی جہر اور سر کے) درمیان راستہ چاہو (یعنی دونوں کے مابین درمیانی رستے کا قصد کرو) اور یوں کہو سب خوبیاں اللہ کو جس نے اپنے لیے بچہ اختیار نہ فرمایا اور ملک میں (یعنی الوھیت میں) اس کا کوئی شریک نہیں اور اس کا کوئی (ایسا) حمایتی نہیں جو کمزوری (کی وجہ سے اس کی مدد کرے یعنی وہ کمزور نہیں کہ اسے مددگار کی حاجت ہو) اور اس کی بڑائی بیان کرو کمال درجے کی بڑائی (یعنی اس کے اولاد اور شریک اور ہر اس چیز سے جو اس کی شان کے لائق نہیں اس سے اس کا بلند تر عظیم ہونا، خوب حمد کو اس پر مرتب کرنا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ وہی اپنی کمال ذات اور اپنی صفات میں یکتا ہونے کی وجہ سے تمام تر محامد کا مستحق ہے۔ امام احمد نے اپنی

مسند میں حضرت سیدنا معاذ جہنی سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ آیت عزت ﴿الحمد لله الذی لم یتخذ ولدا ولم یکن له شریک فی الملک...... الی اخر السورة﴾ ہے واللہ تعالی اعلم ۔ مؤلف تفسیر کہتا ہے: یہ وہ آخری کلام ہے جس کے ذریعے میں نے وہ تفسیر مکمل کی ہے جس کی تالیف امام علامہ محقق جلال الدین محلی شافعی نے کی تھی اور میں نے اس کی تالیف میں اپنی جدوجہد کی اور اس کی باریکیوں اور عمدہ نکات کے بارے میں اپنی فکر کو خرچ کیا ہے اگر اللہ نے چاہا تو یہ سودمند ہوگی اور میں نے اسے کلیم اللہ کو دی گئی مدت کی مقدار میں تالیف کیا ہے اور میں نے اسے نعمتوں کے باغات میں جانے کے لیے کامیابی حاصل کرنے کا وسیلہ بنایا ہے اور جسے میں نے مکمل کیا ہے درحقیقت وہ کتاب مکمل ہی سے مستفاد ہے اور آیات متشابہات کے بارے میں اسی پر میں نے بھروسہ اور اعتماد کیا ہے پس اللہ ﷻ اس شخص پر رحم فرمائے جو اسے بنظر انصاف دیکھے اور اس میں موجود خطاء کو دیکھ کر مجھے اس کی اطلاع دے۔ میں نے دیگر اشعار بھی کہے ہیں جو کہ یہ ہیں: میں اپنے رب کی حمد کرتا ہوں کہ اس نے مجھے راہ دکھائی، میرے عجز و کمزوری کے باوجود جب میں نے اس تالیف کی ابتداء کی۔ تو کون ذمہ داری لے گا مجھ پر میری خطاء ظاہر کرنے کی کہ میں اس کو درست کروں اور کون ہے جو مجھے خوشخبری سنائے گا اس تالیف کے عنداللہ مقبول ہونے کی اگرچہ ایک ہی حرف ہو۔ اور کبھی میرے دل میں خیال بھی نہ آیا تھا کہ میں قرآن کی تفسیر کا رخ کروں گا کیونکہ ان راہوں میں غور و خوض کرنے سے میرا عاجز ہونا مجھ پر آشکار تھا اور امید ہے کہ اللہ ﷻ اس کے آشنا کانوں کے پردے اتار دے پس جو اس میں اندھا ہے وہ آخرت میں بھی نابینا ہوگا۔ اللہ ﷻ اس کے ذریعے راہ حق کی ہدایت دے اور اس کے دقیق کلمات پر مطلع ہونے اور ان کی آگہی عطا فرمائے اور ان دقائق کلمات کی تحقیق کی توفیق عطا فرمائے اور اس تفسیر کی برکت سے ہمیں ان لوگوں کے ساتھ کر دے جن پر اللہ نے انعام فرمایا جو نبی ہیں، صدیق، شہداء اور صالحین ہیں اور یہ کیا ہی بہترین ساتھی ہیں۔ اور تمام خوبیاں ایک اللہ کو ہیں اور اللہ ﷻ رحمت نازل فرمائے ہمارے سردار محمد ﷺ اور آپ ﷺ کے آل واصحاب پر، اور ہمیں اللہ کافی ہے اور وہ کیا ہی بہتر کارساز ہے۔ میں اس تفسیر کی تالیف سے بروز اتوار دس شوال المکرم ۸۷۰ھ کو فارغ ہوا اس تفسیر کا آغاز بروز بدھ کیا اور متذکرہ سال رمضان کے مہینے میں اسی کام میں مشغول رہا اور میں نے اس تفسیر کے بعض گوشے چھ صفر المظفر بروز بدھ ۸۷۱ھ تک مکمل کر لئے اور اللہ ﷻ ہی بہتر جانتا ہے۔ شیخ شمس الدین ابی بکر معروف خطیب طوخی فرماتے ہیں کہ مجھے میرے دوست شیخ علامہ کمال الدین محلی نے بتایا، جو کہ جلال الدین محلی کے بھائی ہیں انہوں نے خواب میں دیکھا کہ ان کے بھائی شیخ جلالین الدین نور میں نہائے ہوئے ہیں اور ان کے ساتھ علامہ شیخ جلال الدین سیوطی بھی ہیں جنہوں نے اس تفسیر کی تکمیل فرمائی ہے۔ شیخ جلال الدین محلی نے اس تکملہ کو شیخ جلال الدین سیوطی کے ہاتھ سے لیا اور ورق در ورق گردانا شروع کر دیا، اور فرمایا کہ تجھے اس کتاب میں کیا چیز اچھی لگی میری تحریر یا اپنی؟ امام جلال الدین سیوطی نے ارشاد فرمایا: میری اپنی تحریر خوب ہے پھر امام جلال الدین محلی نے فرمایا دیکھئے......، اور آپ علیہ الرحمۃ نے سیوطی علیہ الرحمۃ کے سامنے تکملہ رکھ دی اور انتہائی لطافت کے ساتھ اس تکملہ پر ہونے والے اعتراض کی جانب اشارہ فرمایا اور امام جلال الدین سیوطی نے وارد ہونے والے اعتراض کا اپنے شیخ کو جواب ارشاد فرمایا اور شیخ اس جواب پر تبسم فرمانے اور ہنسنے لگے۔ ہمارے شیخ جلال الدین عبدالرحمٰن بن ابی بکر سیوطی جنہوں نے اس تفسیر کی تکمیل کی ہے فرماتے ہیں: میرا اس بات پر عقیدہ اور جزم ہے کہ جو کچھ امام جلال الدین محلی نے تصنیف فرمایا ہے کئی طریقوں سے میری تصنیف سے بہتر ہے اور میری تکملہ کے معانی ونکات ان کی تصنیف سے کیسے غالب ہو سکتے ہیں؟ میں نے تو انہی کی تصنیف لطیف سے خوشہ چینی کی ہے اور مجھے اس پر کسی قسم کا کوئی شک بھی نہیں ہے۔ اور رہا خواب میں مکتوب دکھائے جانے کا معاملہ جس کے بارے میں شیخ کمال الدین محلی نے خبر دی ہو سکتا ہے کہ شیخ نے بعض ان مواضع کی جانب اشارہ کیا ہو جس میں "میں یعنی جلال الدین سیوطی" نے ان سے اختلاف کیا

ہے میرا گمان ہے کہ وہ اختلافی مواضع تقریبا دس ہونگے۔ان میں سے ایک مقام یہ ہے کہ سورۃ ص میں شیخ نے فرمایا کہ روح سے مراد جسم لطیف ہے،انسان اس روح کے جسم میں نفوذ کرنے کی وجہ سے زندہ رہتا ہے۔ابتداءً میں نے اس قول کی پیروی کی اور سورۃ الحجر میں اس قول کو ذکر کردیا پھر اللہ کا فرمان ﴿ویسئلونک عن الروح قل الروح من امر ربی......الخ(الاسراء:۸۵)﴾ بیان ہوا تو یہ فرمان روح کے بارے میں سابقہ شیخ محلی کے قول کے مقابلے میں صریح بیان ہے کہ روح تو امر ربی ہے اسے کوئی نہیں جانتا،پس میں نے پہلی تعریف سے رجوع کرلیا،اسی وجہ سے شیخ تاج الدین سبکی نے جمع الجوامع میں لکھا کہ والروح لم یتکلم علیھا محمد ﷺ فنمسک عنھا۔ایک مقام جس میں میرا یعنی جلال الدین سیوطی کا میرے شیخ محلی سے اختلاف ہوا ہے وہ یہ ہے کہ شیخ نے سورۃ الحج میں لکھا ہے کہ صائبون سے مراد یہود کا فرقہ ہے اور میں نے سورۃ البقرۃ میں اسی قول کو نصاری کے فرقہ ہونے والے قول کے ساتھ ملا کر لکھ دیا ہے کہ صائبون سے مراد یہود یا نصاری کا فرقہ ہے اسلئے کہ ہمارے اصحاب فقہاء میں صائبون سے مراد نصاری کا فرقہ ہونا مشہور ہے۔منہاج میں ہے کہ یہود نے سامرہ اور نصاری نے صائبہ کی اصل دین کے اعتبار سے مخالفت کی اور منہاج کی شروحات میں ہے کہ امام شافعی جو کہ مذہب شوافع کے امام ہیں انہوں نے اس بات پر نص وارد کی ہے کہ صائبون سے مراد نصاری کا گروہ ہے۔اور میں جلال الدین سیوطی کہتا ہوں کہ تیسرا مقام جس میں میرا میرے شیخ سے اختلاف ہوا آج تک میرے سامنے نہیں لایا گیا،ہوسکتا ہے کہ شیخ نے اسی جانب اشارہ کیا ہو اللہ عزوجل ہی بہتر جانتا ہے اور اسی کی جانب لوٹنا ہے۔

﴿ترکیب﴾

﴿ولقد اتینا موسی تسع ایت بینت﴾.

و: مستانفہ، لام: تاکیدیہ، قد: تحقیقیہ، اتینا: فعل بافاعل، موسی: مفعول اول، تسع: مضاف، ایت بینت: مرکب توصیفی مضاف الیہ، ملکر مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿فاسئل بنی اسرائیل اذ جاء ھم﴾.

ف: عاطفہ معطوف علی محذوف "فقلنالہ"، اذ جاء ھم: ظرف متعلق "بقلنا" محذوف، قلنا: فعل بافاعل، بہ: ظرف لغو، اور "اذ جاء ھم" ظرف سے ملکر جملہ فعلیہ ہوکر قول، اسئل بنی اسرائیل: فعل بافاعل ومفعول ملکر جملہ فعلیہ مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿فقال لہ فرعون انی لاظنک یا موسی مسحورا﴾.

ف: عاطفہ، قال لہ فرعون: قول، انی: حرف مشبہ واسم، لام: تاکیدیہ، اظنک: فعل بافاعل ومفعول، مسحورا: مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ مقصود بالندا، یموسی: جملہ ندائیہ، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ ہوکر مقولہ، ملکر جملہ فعلیہ قولیہ۔

﴿قال لقد علمت ما انزل ھؤلاء الا رب السموت والارض بصائر﴾.

قال: قول، لام: تاکید جواب قسم، قد: تحقیقیہ، علمت: فعل بافاعل، ما: نافیہ، انزل: فعل، ھؤلاء: ذوالحال، بصائر: حال، ملکر مفعول، الا: اداۃ حصر، رب السموت والارض: فاعل، ملکر مفعول، علمت فعل اپنے متعلقات سے ملکر جملہ فعلیہ مقولہ، ملکر جملہ فعلیہ قولیہ۔

﴿وانی لاظنک یفرعون مثبورا○ فاراد ان یستفزھم من الارض﴾.

و: عاطفہ، انی: حرف مشبہ واسم، لام: تاکید، اظنک: فعل بافاعل ومفعول، مثبورا: مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ مقصود بالندا، یفرعون: جملہ ندائیہ، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ، ف: عاطفہ، اراد: فعل بافاعل، ان: مصدریہ، یستفزھم من الارض: جملہ فعلیہ بتاویل مصدر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿فاغرقنه ومن معه جميعا O وقلنا من بعده لبنی اسرائيل اسكنوا الارض﴾.
ف: عاطفہ، اغرقنا: فعل بافاعل وضمیر معطوف علیہ، ومن معه: معطوف، ملکر ذوالحال، جمیعا: حال، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، قلنا: فعل وضمیر ذوالحال، من بعده: ظرف مستقر حال، ملکر فاعل، لبنی اسرائیل: متعلق، ملکر جملہ فعلیہ ملکر جملہ فعلیہ ہوکر قول، اسکنوا الارض: جملہ فعلیہ مقولہ، ملکر جملہ فعلیہ قولیہ۔
﴿فاذا جاء وعد الاخرة جئنا بكم لفيفا﴾.
ف: عاطفہ، اذا: ظرفیہ متضمن معنی شرط مفعول فیہ مقدم، جاء وعد الاخرة: جملہ فعلیہ شرط، جئنا: فعل بافاعل، ب: جار، کم: ضمیر ذوالحال، لفیفا: حال، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ جواب شرط، ملکر جملہ شرطیہ۔
﴿وبالحق انزلنه وبالحق نزل وما ارسلنك الا مبشرا ونذيرا﴾.
و: مستانفہ، بالحق: ظرف لغو مقدم، انزلنه: فعل بافاعل ومفعول، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، بالحق نزل: ظرف لغو مقدم وفعل وفاعل ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، ما: نافیہ، ارسلنک: فعل بافاعل وضمیر ذوالحال، الا: اداۃ حصر، مبشرا ونذیرا: حال، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔
﴿وقرانا فرقنه لتقراه على الناس على مكث ونزلنه تنزيلا﴾.
و: عاطفہ، قرانا: منصوب باشتغال مفعول فعل محذوف "فرقنا" کے لیے، ملکر جملہ فعلیہ، فرقنه: فعل بافاعل ومفعول، لام: جار، تقروا: فعل انت ضمیر ذوالحال، على مكث: ظرف مستقر حال، ملکر فاعل، ہ: ضمیر مفعول، على الناس: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر مجرور، ملکر ظرف لغو، فرقنه، اپنے متعلقات سے ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ نزلنه: فعل بافاعل ومفعول، تنزیلا: مفعول مطلق، ملکر جملہ فعلیہ۔
﴿قل آمنوا به او لا تومنوا ان الذين اوتوا العلم من قبله اذا يتلى عليهم يخرون للاذقان سجدا﴾.
قل: قول، امنوا به: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، اولا تومنوا: جملہ فعلیہ معطوف، ملکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ، ان: حرف مشبہ، الذین اوتوا العلم: موصول صلہ ملکر ذوالحال، من قبله: ظرف مستقر حال، ملکر اسم، اذا: شرطیہ، یتلی علیھم: جملہ فعلیہ شرط، یخرون: فعل وضمیر ذوالحال، سجدا: حال، ملکر فاعل، للاذقان: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ جواب شرط، ملکر جملہ شرطیہ ہوکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔
﴿ويقولون سبحن ربنا ان كان وعد ربنا لمفعولا﴾.
و: عاطفہ، یقولون: قول، سبحن ربنا: مفعول مطلق فعل محذوف " نسبح" کے لیے، ملکر جملہ فعلیہ مقولہ، ملکر جملہ قولیہ، ان: مخففہ ھو ضمیر شان اس کا اسم، کان وعد ربنا لمفعولا: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔
﴿ويخرون للاذقان يبكون ويزيدهم خشوعا﴾.
و: عاطفہ، یخرون: فعل وضمیر ذوالحال، یبکون: جملہ فعلیہ حال، ملکر فاعل، للاذقان: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، یزید: فعل بافاعل، ھم: ضمیر مفعول اول، خشوعا: مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ۔
﴿قل ادعوا الله او ادعوا الرحمن﴾.
قل: قول، ادعوا اللہ: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، اوادعوا الرحمن: جملہ فعلیہ معطوف، ملکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔
﴿ايا ما تدعوا فله الاسماء الحسنى ولا تجهر بصلاتك ولا تخافت بها وابتغ بين ذلك سبيلا﴾.
ایا: شرطیہ مفعول بہ مقدم، ما: زائدہ، تدعوا: فعل بافاعل، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر شرط، فله الاسماء الحسنی: جملہ اسمیہ جزاء، ملکر جملہ شرطیہ، و: عاطفہ، لا تجهر بصلاتک: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، ولا تخافت بھا: جملہ فعلیہ معطوف اول و: عاطفہ، ابتغ:

فعل امر بافاعل، بین ذلک ظرف مستقر حال مقدم، سبیلا : ذوالحال ،ملکر مفعول،ملکر جملہ فعلیہ معطوف ثانی،ملکر جملہ معطوف۔

﴿وقل الحمد لله الذی لم یتخذ ولدا ولم یکن له شریک فی الملک ولم یکن له ولی من الذل﴾۔

و: عاطفہ، قل: قول، الحمد :مبتداء، لام :جار، الله:موصوف، الذی :موصول، لم یتخذ ولدا : جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، لم یکن : فعل ناقص، له: ظرف مستقر خبر مقدم، شریک فی الملک :شبہ جملہ اسمیہ ملکر جملہ فعلیہ معطوف اول، و: عاطفہ، لم یکن : فعل ناقص ، له: ظرف مستقر خبر مقدم، ولی من الذل :شبہ جملہ اسم ،ملکر جملہ فعلیہ معطوف ثانی ، ملکر صلہ ،ملکر صفت ،ملکر مجرور، ملکر ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ اسمیہ ہوکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿وکبره تکبیرا﴾۔

و: عاطفہ، کبره :فعل بافاعل ومفعول، تکبیرا: مفعول مطلق، ملکر جملہ فعلیہ ماقبل "قل الحمد......الخ" پر معطوف ہے۔

﴿شانِ نزول﴾

☆...... قل ادعوا الله او اعوا...... ☆حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا ایک شب سید عالم ﷺ نے طویل سجدہ کیا اور اپنے سجدہ میں یااللہ یارحمٰن فرماتے رہے، ابوجہل نے سنا تو کہا کہ ہمیں تو کئی معبودوں کے پوجنے سے منع کرتے ہیں اور اپنے آپ دو معبود کو پکار رہے ہیں، اس کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی اور بتایا گیا کہ اللہ اور رحمٰن ایک ہی معبود برحق کے دو نام ہیں۔

☆...... ولا تجهر بصلاتک ولا...... ☆ رسول کریم ﷺ مکہ مکرمہ میں جب اپنے اصحاب کی امامت فرماتے تو قرائت بلند آواز سے فرماتے، مشرکین سنتے تو قرآن پاک کو اور اس کے نازل فرمانے والے کو اور جن پر نازل ہوا، ان سب کو گالیاں دیتے، اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

حضرت موسی علیہ السلام کی نو نشانیوں کا مفصل بیان:

ا...... اللہ عزوجل نے حضرت موسی علیہ السلام کو نو معجزات عطا فرمائے چنانچہ وہ نو معجزات یہ ہیں عصاء، ید بیضاء، قحط سالی، طوفان ،ٹڈی، جوں، مینڈک ،خون، مال کی بربادی۔ یہ تمام معجزات کا ذکر اسی سورۃ مبارکہ میں ہے سوائے ایک معجزہ کے اور وہ فرعونیوں کے مال کی بربادی ہے کہ اللہ عزوجل نے اس کا ذکر سورۃ یونس کی آیت نمبر ۸۸ میں فرمایا۔ (الصاوی، ج ۲، ص ۲۷۷)

☆......حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت موسی علیہ السلام کا عصاء مبارک بادام کی لکڑی کا بنا ہوا تھا۔ عبد بن حمید اور ابوشیخ نے قتادہ سے روایت کیا کہ حضرت آدم علیہ السلام کا عصاء مبارک حضرت موسی علیہ السلام کو اس وقت دیا گیا جب وہ مدین کی جانب تشریف لے جانے لگے، وہ عصاء حضرت موسی علیہ السلام کے لئے رات کے وقت میں روشن ہو جاتا تھا اور دن کے وقت میں جب حضرت موسی علیہ السلام اسے زمین پر مارتے تو زمین سے رزق نمودار ہوتا، اور اس عصاء کی مدد سے آپ علیہ السلام جانوروں کے لئے پتے جھاڑنے کا کام بھی کرتے۔ اس بارے میں مشہور قول یہ ہے کہ یہ جنتی عصاء تھا جو کہ حضرت آدم علیہ السلام کے لئے تھا پھر حضرت شعیب علیہ السلام کے پاس سے ہوتا ہوا حضرت موسی علیہ السلام تک پہنچا اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما سے ایک روایت یہ ہے کہ اس عصاء کا نام ماشا تھا۔

☆......روایت ہے کہ جب حضرت موسی علیہ السلام نے اپنی لاٹھی پھینکی تو وہ زرد رنگ کا ایک بال والا اژدھا بن گیا اس کے دونوں جبڑوں

کے مابین اسی ذراع (یعنی ایک سو بیس فٹ) کا فاصلہ تھا اور وہ اپنی دم پر کھڑا ہو کر زمین سے ایک میل بلند تھا اژدھا اتنا بڑا تھا کہ اس کا ایک جبڑا زمین پر تھا اور دوسرا فرعون کے محل کی دیوار پر تھا وہ فرعون کے پکڑنے کیلئے دوڑا فرعون اپنی جان بچانے کو تخت چھوڑ کر بھاگا اس حالت میں اس کے دست لگ گئے، ایک روایت میں یہ بھی ملتا ہے کہ اس ایک دن میں اس کے چار سو دست جاری ہوئے، اور بعض روایتوں میں یہاں تک ہے کہ اس کے پیٹ میں ایک ایسی بیماری جاری ہوگئی جو تادم مرگ دور نہ ہوسکی، ایک روایت کے مطابق اژدھے نے فرعون کا جبہ اپنی داڑھ میں پکڑ لیا اور لوگوں پر حملہ کیا جس سے بھگدڑ مچی اور اس بھگدڑ میں پچیس ہزار کی تعداد ماری گئی، بالآخر فرعون نے چیخ کر کہا کہ اے موسی علیہ السلام میں تمہیں اس ذات پاک کی قسم دیتا ہوں جس نے تمہیں بھیجا ہے تم اس اژدھے کو پکڑ لو میں تم پر ایمان لے آؤں گا اور تمہارے ساتھ بنی اسرائیل کو بھیج دوں گا، حضرت موسی علیہ السلام نے اژدھے کو پکڑا تو مثل سابق لاٹھی بن گیا، جب حضرت موسی علیہ السلام نے لاٹھی کو پکڑ لیا فرعون نے پھر سے نافرمانی کی اور پرانی روش پر ہی قائم رہا۔

☆...... حضرت موسی علیہ السلام کو ید بیضاء کا معجزہ بھی دیا گیا تھا ایسا سفید نورانی ہاتھ جو کہ خرق عادت فعل تھا جسے دیکھنے والوں کا مجمع جمع ہو جاتا، ایک روایت یہ ہے اس نور کی روشنی نے حضرت موسی علیہ السلام کے لئے زمین و آسمان کو روشن کر دیا۔

(روح المعانی، الجزء التاسع، ص ۳۰ وغیرہ)، (عطائین، ج ۲، ص ۳۱۹)

فرعون مع متبوعین کی ھلاکت کابیان:

۲...... اللہ عزوجل نے حضرت موسی علیہ السلام کو حکم دیا: ﴿ فاوحینا الی موسی ان اضرب بعصاک البحر ...... العظیم تو ہم نے موسی کو وحی فرمائی کہ دریا پر اپنا عصا مار، تو جبھی دریا پھٹ گیا (الشعراء: ۶۳) ﴾ فرعون کا مقصد حضرت موسی علیہ السلام کے لشکر کو پالینا تھا۔ اللہ کے اذن کے مطابق حضرت موسی علیہ السلام نے اپنا عصا دریا پر مارا جس سے بارہ قبیلوں کے بارہ راستے بن گئے اور ہر قبیلہ اپنے راستے پر چل نکلا، دریا کا پانی پہاڑ کی مثل کھڑا تھا اور یہ اللہ کی جانب سے وہ قدرت ظاہر ہوئی جو کن فیکون پر قادر ہے۔ لوگ خوشی خوشی جھومتے ہوئے دریا پار کر گئے اور آگے والے پیچھے والے سب ایک دوسرے سے دریا پار مل گئے، پس حضرت موسی علیہ السلام نے چاہا کہ دوبارہ دریا پر اپنا عصا ماریں کیونکہ پیچھے فرعون مع اپنے لشکر کے پیچھا کئے آرہا تھا اور حضرت موسی علیہ السلام کے لئے اس کے علاوہ بظاہر کوئی اور چارہ بھی نہ تھا لیکن اللہ نے حضرت موسی علیہ السلام کو وحی کے ذریعے حکم فرمایا کہ دریا کو اس کے حال پر چھوڑ دیں چنانچہ فرمان مقدس ہوا: ﴿ واترک البحر رھوا انھم جند مغرقون اور دریا کو یونہی جگہ جگہ سے چھوڑ دے بیشک وہ لشکر ڈبو دیا جائے گا (الدخان: ۲۴) ﴾۔ حضرت عبد اللہ ابن عباس، مجاہد، عکرمہ، ربیع، ضحاک، قتادہ، کعب الاحبار، سماک بن حرب، عبد الرحمن بن زید بن اسلم کہتے ہیں کہ حضرت موسی علیہ السلام نے دریا کو اس کے حال پر چھوڑ دیا یہاں تک کہ فرعون مع اپنے لشکر کے دریا میں غرق ہوا۔ (البدایۃ والنھایۃ، قصۃ ھلاک فرعون وجنودہ، ج ۱، الجزء الاول، ص ۲۹۹ وغیرہ)

یک بارگی نزول قرآن نہ کرنے کی حکمت:

۳...... یہود نے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن مجید فرقان حمید کے یک بارگی نازل ہونے کی خواہش ظاہر کی جیسا کہ توریت یک بارگی نازل ہوئی تھی اور یہ خواہش انہوں نے از برائے تعنت یعنی محض پریشان کرنے کے لئے کی تھی حسن کہتے ہیں کہ اگر وہ یہ خواہش ہدایت طلب کرنے کے لئے کرتے تو انکو ضرور عطا کر دیا جاتا، کیونکہ یک بارگی قرآن مجید اتارنا ممکن تھا۔ (المدارک، ج ۱، ص ۴۱۱)

قرآن مجید کے قسط وار نازل ہونے کو یہود نے اپنی کم عقلی سے نقص گردانا حالانکہ اس میں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بڑی فضیلت ہے کیونکہ کتاب نازل کرنے کا جو رابطہ حضرت موسی علیہ السلام سے زندگی میں صرف ایک بار قائم ہوا وہ رابطہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تا

حیات قائم رہا، حضرت موسیٰ علیہ السلام تورات لینے کے لئے طور پر گئے تھے، نبی پاک ﷺ کو قرآن لینے کیلئے کہیں جانا نہیں پڑتا تھا، بلکہ آپ ﷺ جہاں تشریف فرما ہوتے تھے قرآن وہیں نازل ہو جاتا تھا، خواہ آپ ﷺ بدر کے میدان میں ہوں یا احد کی گھاٹیوں میں، غار ثور میں ہوں، یا کسی سواری پر ہوں، حضرت بی بی عائشہ صدیقہ کے بستر پر ہوں، جہاں آپ ہوتے تھے قرآن مجید وہیں نازل ہو جاتا تھا ،لوگ آپ ﷺ سے سوالات کرتے تھے اس کے نتیجے میں آیتیں نازل ہوتی تھیں، یہود ونصاری کے اعتراض کے جواب میں اور مختلف پیشن گوئیوں کے نتیجے میں آیات نازل ہوتی تھیں، یہ سہولت یک بارگی قرآن میں کہاں ہے پھر اگر یک بارگی کتاب نازل ہوتی تو تمام احکام یک بارگی فرض ہو جاتے اور لوگوں کے لئے ایک دم ان پر عمل کرنا اور پرانی عادتوں اور رسموں کو چھوڑنا انکے لئے مشکل ہوتا ،بتدریج قرآن کے نزول سے لوگوں پر اسلام کا قبول کرنا آسان ہوگیا، قرآن مجید کو یک بارگی نازل نہ کرنے میں یہ فضیلت، باریکیاں اور فوائد ہیں جو یہود کی سمجھ میں نہیں آئے اور ان کو سمجھایا گیا تو انہوں نے اپنی ہٹ دھرمی سے مانا نہیں(تبیان القرآن ،ج ۲ ،ص ۸۷۷)

قرآنِ کریم فرقانِ حمید لوحِ محفوظ سے آسمانِ دنیا پر لیلۃ القدر میں نازل ہوا جو کہ ایک قول کے مطابق رمضان المبارک کی چوبیسویں رات تھی اور اس سے مراد یہ ہے کہ اس رات یکبارگی قرآن اترا اور پھر اس کے بعد بحسب موقع 23 سال کے عرصہ میں متفرق طور پر نازل ہوا، انزال کا معنی یہ ہے کہ حضرت جبرائیل امین علیہ السلام نے لوحِ محفوظ سے آسمانِ دنیا پر موجود فرشتوں کو لیلۃ القدر میں لکھوا دیا تھا اور پھر وہ بوقتِ ضرورت اور بقدرِ حاجت آیاتِ مبارکہ لے کر حضور ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو جایا کرتے، آسمانِ دنیا کی جس جگہ یہ قرآنِ کریم لکھا گیا اسے بیت العزۃ کہتے ہیں۔ صاحب جمل نے امام قرطبی علیہ الرحمہ کے حوالے سے نزولِ قرآن کا عرصہ 21 سال اور خطیب کے حوالے سے 23 سال جبکہ علامہ ماوردی کے حوالے سے 20 سال ذکر کیا ہے۔ (الجمل، ج۱، ص ۲۲۰ ملخصاً)(عطائین، ج۱، ص ۲۳۷، ۷۶۲)

قرآن کو ٹھہر ٹھہر کر پڑھنے کا بیان:

ﷲ نے فرمایا: اور قرآن ہم نے جدا کر کے اتارا (یعنی ہم نے جدا جدا کر کے عرصہ بیس یا بائیس سال کی مدت میں اتارا) کہ تم اسے لوگوں پر ٹھہر ٹھہر کر پڑھو (نرمی، سکینہ، اطمنان کے ساتھ پڑھو تا کہ لوگ اسے سمجھ سکیں) اور ہم نے اسے بتدریج رہ رہ کر اتارا (یعنی تھوڑا تھوڑا کر کے ضرورتوں کے مطابق)۔ قارئین عموماً جلدی مچاتے ہیں اور خصوصاً رمضان کے مقدس ماہ میں انہیں کچھ زیادہ ہی جلدی ہوتی ہے۔ عوام کا حال بھی عجیب ہوتا ہے، ان کے خیال میں ایک مرتبہ مکمل قرآن تراویح میں سننا واجب ہے۔ بس جہاں دیکھیں قراء حضرات کی ریسنگ لگی ہوئی نظر آتی ہے۔ سب سے جلدی پڑھنے والوں کو بڑا طمغہ اور دیر سے پڑھنے والوں کا بھاؤ کم لگایا جاتا ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ جلدی میں یعلمون و تعلمون کے علاوہ سب کچھ اوپر سے گزر جائے لیکن روزانہ کے چھ پارے سننے ہیں اور وہ بھی ایک گھنٹہ دس منٹ میں، اس پر مزید ظلم وستم یہ کہ پہلے سے ہی قیمت طے کر لی جاتی ہے کہ چھ دن میں ایک گھنٹہ دس منٹ کی رفتار سے پانچ پارے سنانے کے بیس ہزار لیں گے۔ رمضان کے آنے سے پہلے خوب تیاریاں ہوتیں ہیں۔ ایسا لگتا ہے جیسے اسی مقصد کے لئے حفظ قرآن مجید کیا گیا۔ جو حفظ اللہ کی رضا کو چھوڑ کر مال کمانے کے لیے ہو اس کا ثواب ملتا ہے یا نہیں، آیا قرآن پڑھنے کی اجرت لے سکتے ہیں یا نہیں؟، فقہائے کرام نے اس بارے میں جو کچھ لکھا ہے اس کا جائزہ نیچے درج کر رہے ہیں، شاید کوئی سمجھنے والا اپنی اصلاح کرنے میں کامیاب ہو جائے۔

ھدایۃ میں ہے کہ" ولا الاستئجار علی الاذان والحج وکذا الامامۃ و تعلیم القرآن والفقہ" خلاصہ یہ ہے کہ مذکورہ بالا امور پر اجارہ جائز نہیں ہے اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے صاحب ہدایہ نے فرمایا: یہ تمام امور عبادات ہیں اور عبادات پر

اجرت لینا ہمارے یعنی احناف کے نزدیک جائز نہیں ہے۔ ہاں امام شافعی علیہ رحمۃ اللہ الکافی فرماتے ہیں کہ ہر عبادت پر اجرت لینا جائز ہے بشرطیکہ اجرت کو متعین نہ کیا گیا ہو، کیوں کہ عمل معلوم پر غیر معین اجرت لینا جائز ہے۔ ہماری دلیل یہ ہے: سید عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اقرؤا القرآن ولا تاکلوا بہ'' یعنی قرآن پڑھو اور اس کے ذریعے نہ کھاؤ''۔

سید عالم ﷺ نے زندگی مبارک کے آخر میں حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ سے فرمایا ''وان اتخذت مؤذنا فلا تاخذ علی الاذان اجرا یعنی اور اگر تجھے مؤذن بنایا جائے تو اذان دینے پر اجرت نہ لینا'' اور اس لیے کہ قربت جب حاصل ہوگی عامل کی طرف سے واقع ہوگی اور اس وجہ سے عامل ہی کی اہلیت کا اعتبار کیا گیا ہے، پس اس کے لیے غیر سے اجرت لینا جائز نہیں ہوگا۔ اسی کے تحت فتح القدیر میں ہے: مصنف کی ذکر کردہ یہ بات آپ کے کتاب الحج میں بیان کردہ عبارت سے ٹوٹ جاتی ہے۔ آپ نے کتاب الحج میں فرمایا: ظاہر مذہب یہ ہے کہ حج بدل میں حج محجوج عنہ کی جانب سے واقع ہوتا ہے اور اس کی شاہد اس باب میں وارد احادیث ہیں جیسا کہ حدیث خثعمیہ کہ حضور نے ان سے فرمایا: ''حجی عن ابیک واعتمری'' یہ حدیث اس بات پر صریح دلیل ہے کہ غیر عامل کی جانب سے قربت واقع ہوتی ہے۔ صاحب کافی نے اس دلیل کی تقریر میں فرمایا: قربت جب واقع ہوگی اس کا ثواب فاعل کو ملے گا اس کے غیر کو نہیں۔ میں (ابن ہمام) کہتا ہوں کہ یہ تقریر خود اس بات کے بھی مخالف ہے جس کی تصریح صاحب ہدایۃ اور صاحب کافی نے کتاب الحج باب الحج عن الغیر میں کی ہے وہ تصریح یہ ہے: ''اس باب میں اصل یہ ہے کہ انسان مختار ہے کہ اپنے عمل کا ثواب غیر کے واسطے کردے خواہ نماز ہو یا روزہ ہو یا صدقہ یا اس کے علاوہ، یہ اہل سنت و جماعت کے نزدیک ہے کیونکہ سید عالم ﷺ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے دو مینڈھے ذبح کیے ان کی سیاہی میں کچھ سفیدی ملی تھی۔ جن میں سے ایک آپ ﷺ کی اپنی طرف سے اور دوسرا آپ کی امت کے ایسے افراد کی طرف سے جنہوں نے اللہ عزوجل کی وحدانیت کا اقرار کیا۔

(فتح القدیر، کتاب الاجارات، باب الاجارۃ الفاسدۃ، ج۹، ص ۹۹)۔

صدر الشریعہ بدر الطریقہ مولانا امجد علی اعظمی علیہ رحمۃ القوی اسی مسئلہ کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''طاعت و عبادات کے کاموں پر اجرت کرنا جائز نہیں مثلاً اذان کہنے کے لئے، امامت کرنے کے لئے، قرآن و فقہ کی تعلیم کے لئے، حج کے لئے یعنی اس لئے اجیر کیا کہ کسی کی طرف سے حج کرے متقدمین فقہاء کا یہی مذہب تھا مگر متاخرین نے دیکھا کہ دین کے کاموں میں سستی پیدا ہوگئی ہے اگر اس اجارہ کی سب صورتوں کو ناجائز کہا جائے تو دین کے بہت سے کاموں میں خلل پیدا ہوگا۔ انہوں نے اس کلیہ سے بعض امور کا استثناء فرما دیا اور یہ فتویٰ دیا کہ تعلیم قرآن و فقہ اور اذان و امامت پر اجارہ جائز ہے کیونکہ ایسا نہ کیا جائے تو قرآن و فقہ کے پڑھانے والے طلب معیشت میں مشغول ہوکر اس کام کو چھوڑ دیں گے اور لوگ دین کی باتوں سے ناواقف ہوجائیں گے۔ اسی طرح مؤذن و امام کو نوکر نہ رکھا جائے تو بہت سی مساجد میں اذان و جماعت کا سلسلہ بند ہوجائے گا اور اس شعار اسلامی میں زبردست کمی واقع ہوجائے گی۔ اسی طرح بعض علماء نے وعظ پر اجارہ کو بھی جائز کہا ہے۔ اس زمانے میں اکثر مقامات ایسے ہیں جہاں اہل علم نہیں ہیں، ادھر ادھر سے کبھی کبھار کوئی عالم پہنچ جاتا ہے جو وعظ و تقریر کے ذریعہ انہیں دین کی تعلیم دیتا ہے اگر اس اجارہ کو ناجائز کر دیا جائے تو عوام کو جو اس ذریعہ سے کچھ علم کی باتیں معلوم ہوجاتی ہیں اس کا انسداد ہوجائے گا یہ بتا دینا بھی ضروری معلوم ہوتا ہے کہ جب اصل مذہب

یہی ہے کہ یہ اجارہ ناجائز ہے ایک دینی ضرورت کی بناء پر اس کے جواز کا فتوی دیا جاتا ہے جس بندۂ خدا سے ہو سکے کہ ان امور کو محض خالصا لوجہ اللہ انجام دے اور اجر اخروی کا مستحق بنے تو اس کی کیا بات ہے؟ پھر اگر لوگ اس کی خدمت کریں بلکہ یہ تصور کر کے کہ دین کی خدمت یہ کرتے ہیں ہم ان کی خدمت کر کے ثواب حاصل کریں تو دینے والا مستحق ثواب ہوگا اس کو لینا جائز ہوگا کہ یہ اجرت نہیں بلکہ اعانت وامداد ہے۔ (بہار شریعت، ج۲، حصہ ۱٤، ص۸۲)

قدوری کی شرح **الجوهر النيرة** میں وہ بات نہیں جو کہ علامہ شامی نے بیان فرمائی ہے، بلکہ **الجوهرة، كتاب الاجارة** میں صراحت ہے کہ مفتی بہ قول یہ ہے کہ تعلیم قرآن پر اجارہ جائز ہے، محض تلاوت پر اجارہ کے جواز کا فتوی ہمیں **الجوهرة النيرة** میں نظر نہیں آیا۔ صاحب **الجوهرة النيرة** علامہ شیخ الاسلام ابی بکر علی بن محمد حدادی علیہ رحمۃ اللہ الھادی نے اس بارے میں اپنی جانب سے کچھ کہنے کی بجائے صاحب **هداية** کی عبارت نقل کر دی ہے جسے ہم ماقبل بیان کر آئے ہیں اور بحث کے اختتام پر یہ لکھا ہے کہ **واختلفوا في الاستئجار على قرأة القرآن على القبر مدة معلومة، قال بعضهم لايجوز وهو المختار، فاعتبروا يا معشر العلماء۔** (الجوهرة النيرة، ج ۱، ص ۳۲۷)

الضرورات تبيح المحظورات: ہمارے فقہ کا قانون ہے کہ ضرورتیں ممنوعات کو مباح کر دیتی ہیں۔ اس کی چند مثالیں اختصاراً پیش خدمت ہیں، حالت اضطرار میں پہنچا ہوا شخص جان بچانے کے لئے بقدر ضرورت مردار کھا سکتا ہے، شہید کا خون اس کے اپنے حق میں طاہر ہے جب کہ غیر کے حق میں ضرورت نہ ہونے کی وجہ سے نجس ہے، طبیب کے لئے بقدر حاجت شرم کے مقام کو دیکھنا جائز ہے۔ (الاشباه والنظائر، ص ۸۷ ملتقطاً)

یہ اجازت ضرورت کے پیش نظر ہے کہ موجودہ دور میں اگر اجارہ ناجائز مانا جائے تو تعلیم قرآن کا سلسلہ رک جائے گا اور لوگ قرآن سے دور ہو جائیں گے تاہم ایسا ہر گز نہیں ہونا چاہیے کہ انسان اس ضرورت کے فتوی کو اپنی کمائی کا ذریعہ بنائے اور دن رات قرآن پڑھا کر مال بنانے کی دھن میں مست ہو جائے اور یہ بھی خیال رکھنا ضروری ہے، رمضان میں مال کمانے کے ارادہ سے قرآن سنانا اور قرآن سنانے کی اجرت طے کرنا ناجائز ہی رہے گا ہاں وقت کی اجرت طے کرنا جائز ہوگا۔ (درس عقود رسم المفتي، ص ۳۹ وغیرہ)

اللہ کے صفاتی ناموں کا بیان:

۵......اللہ عزوجل کے مبارک نام قرآن مجید فرقان حمید کی اٹھائیس ۲۸ سورتوں میں سو سے زائد کی تعداد میں ذکر کیے گئے ہیں ہم ان کا جائزہ لیتے ہیں کہ وہ کون کون سے ہیں؟ اور کن کن سورتوں میں مذکور ہیں؟ (۱) **سورة الفاتحة**: میں پانچ نام ذکر کیے گئے ہیں **يا الله، يا رب، يا رحمن، يا رحيم، يا مالك**۔ (۲) **سورة البقرة**: میں تینتیس ۳۳ ناموں کا ذکر ملتا ہے وہ یہ ہیں **يا محيط، يا قدير، يا عليم، يا حكيم، يا علي، يا عظيم، يا تواب، يا بصير، يا ولي، يا واسع، يا كافي، يا رء وف، يا بديع، يا شاكر، يا واحد، يا سميع، يا قابض، يا باسط، يا حي، يا قيوم، يا غني، يا حميد، يا غفور، يا حليم، يا اله، يا قريب، يا مجيب، يا عزيز، يا نصير، يا قوي، يا شديد، يا سريع، يا خبير**۔ (۳) **آل عمران**: میں چھ مبارک ناموں کا ذکر ملتا ہے وہ یہ ہیں **يا وهاب، يا قائم، يا صادق، يا باعث، يا منعم، يا متفضل**۔ (۴) **النساء**: میں سات نام ذکر کیے گئے ہیں **يا رقيب، يا حسيب، يا شهيد، يا مقيت، يا وكيل، يا علي، يا كبير**۔ (۵) **الانعام**: میں چار نام ذکر کیے گئے ہیں **يا فاطر، يا قاهر، يا لطيف، يا برهان**۔ (۶) **الاعراف**:

میں دونام مذکور ہیں یامحیی، یاممیت ۔(۷)الانفال : میں بھی دونام ذکر کئے گئے ہیں یانعم المولی اور یانعم النصیر ۔(۸)هود: میں چارنام یاحفیظ، یامجید، یاودود، یافعال لمایرید ذکر کئے گئے ہیں۔(۹)الرعد: میں دونام مذکور ہیں یاکبیر ،یامتعال۔(۱۰)ابراهیم: میں دونام مذکور ہیں یامنان ،یاوارث ۔(۱۱)الحجر: میں فقط ایک نام ذکر کیا گیا ہے وہ ہے یاخلاق ۔(۱۲)مریم: میں بھی ایک نام مذکور ہے یافرد۔(۱۳)طٰه: میں بھی فقط ایک نام مذکور ہے اور وہ ہے یاغفار ۔(۱۴)المؤمنون میں ایک نام یاکریم مذکور ہے۔(۱۵)النور: میں دونام ذکر کئے گئے ہیں یاحق ،یامبین ۔(۱۶)الفرقان : میں ایک نام ذکر کیا گیا ہے وہ یہ ہے یاهادی (۱۷)سبا: میں ایک نام یافتاح مذکور ہے۔(۱۸)الزمر: میں ایک نام یاعالم مذکور ہے۔(۱۹)غافر: میں چارنام یاغافر، یاقابل التوبة، یاذاالطول، یارفیع ذکر کئے گئے ہیں۔(۲۰)الزاریات: میں تین نام ذکر کئے گئے ہیں یارزاق، یاذاالقوة، یامتین ۔(۲۱)الطور: میں ایک نام ذکر کیا گیا ہے وہ یہ ہے یابَر۔(۲۲)القمر: میں دونام ذکر کئے گئے ہیں یاملیک ،یامقتدر . (۲۳)الرحمن : میں پانچ نام ذکر کئے گئے ہیں یاذی الجلال والاکرام، یارب المشرقین، یا رب المغربین ،یاباقی، یامهیمن ۔(۲۴)الحدید: میں چارنام ذکر کئے گئے ہیں یااول، یا آخر، یاظاهر، یاباطن ۔(۲۵)الحشر: میں گیارہ نام ذکر کئے گئے ہیں یاملک ،یاقدوس ،یاسلام ،یامؤمن ،یامهیمن، یاعزیز، یاجبار، یامتکبر، یاخالق، یاباریٔ، یامصور ۔(۲۶)البروج: میں چارنام مذکور ہیں یاابدی، یامعید، العزیز ،الحمید ۔(۲۷)الفجر: میں ایک نام یاوتر مذکور ہے۔(۲۸)الاخلاص: میں دونام ذکر کئے گئے ہیں یااحداور یاصمد۔ (الدر المنثور، ج۳، ص ۲۷۱)، (عطائین، ج۲، ص ۳۹۴)

اغراض: واضحات: جو کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی صدق نبوت پر دلالت کرتی ہیں۔ والعصاء والید......: کا بیان حاشیہ نمبر ۱ میں دیکھ لیں۔ للمشرکین: میں لام تعلیلیہ ہے، یعنی مشرکین کی وجہ سے، معنی یہ ہے کہ اے محمد بنی اسرائیل سے پوچھئے، جو موسیٰ اور فرعون کے مابین ہوا، تاکہ مشرکین ومنقادین (فرمانبرداروں) کے ایمان پر واضح دعوت ہوجائے۔

یا محمد: معنی یہ ہے کہ خطاب موسیٰ علیہ السلام سے ہے، اور اس وقت مفعول محذوف ہوگا، تقدیر عبارت یوں ہوگی: "اسال فرعون بنی اسرائیل"، یعنی انہیں شام کی جانب جانے کی اجازت دو، اور اس تقدیر عبارت پر اللہ کا فرمان ﴿فارسل معنی بنی اسرائیل (الاعراف:۱۰۵)﴾ دلالت کررہا ہے۔

ای الساعة: یعنی قیامت کا دن اور اس کے وعدے کا وقت، مراد اس سے نفخہ ثانیہ ہے یعنی دوسری مرتبہ صور کا پھونکا جانا۔

او ثلاث: مراد نزول قرآن کی مدت کے بارے میں اختلاف بیان کرنا ہے، کیا یہ مدت بیس سال، تئیس سال تھی، یا خلاف تعقب نبوت ورسالت کے دور سے قریب ترین وقت میں نزول ہوا۔

علی حسب المصالح: یعنی اس پاک کلام کے متعدد وقتوں میں نزول کی کئی حکمتیں ہیں، ایک حکمت یہ ہے کہ یاد کرنے میں آسانی ہو، موقع محل کے مطابق نزول کے فوائد حاصل ہوجائیں، اسی لئے اللہ نے فرمایا ﴿لا یاتوک بمثل الا جئناک بالحق واحسن تفسیرا﴾۔ وهم مومنوا اهل الکتب: مراد عبداللہ بن سلام، سلمان اور نجاشی وغیرہ ہیں۔

وکان ﷺ: اس جملے میں اس جانب اشارہ ملتا ہے کہ ایک رات سید عالم ﷺ سجدے میں تشریف لے گئے، اور اللہ عزوجل کو اس کے مختلف صفاتی ناموں سے پکارنے لگے یااللہ، یارحمٰن، ابوجہل نے کہا: یہ ہمیں تو مختلف خداؤں کی عبادت سے منع کرتے ہیں اور خود کئی خداؤں کو پکار رہے ہیں، اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (الصاوی، ج۳، ص ۳۴۱ وغیرہ)

وبعد، فلما انتهى الكلام على تكملة الجلال الدين السيوطي ،فلنشرع الآن في الكلام على تاليف الجلال المحلي ،واوله من ابتداء سورة الكهف ونسأل الله الاعانة على البدء والختام قال رحمه الله تعالى ونفعنا به آمين: (حمد وصلوۃ کے بعد امام جلال الدین سیوطی کا کلام مکمل ہوا، پس اب ہم امام جلال الدین محلی کا کلام شروع کرتے ہیں، اور امام جلال الدین محلی کے کلام کی ابتدا سورۃ الکھف سے ہوتی ہے اور ہم اللہ سے اس کے آغاز واختتام میں مدد کا سوال کرتے ہیں اور اللہ قبلہ شیخ محلی پر رحمت فرمائے اور ہمیں اس سے نفع عطا فرمائے، آمین۔)

سورة الكهف مكية الا "واصبر نفسك ٢٨" الاية، وآياتها ١١٠

(سورہ کہف مکی ہے سوائے "واصبر نفسک ۲۸" کے، اس میں ایک سودس آیتیں ہیں)

تعارف

یہ سورہ ایک ہزار پانچ سو ستتر کلمات اور چھ ہزار تین سو ساٹھ حروف پر مشتمل ہے، اس سورہ کا آغاز حمد باری سے کیا گیا ہے اور ساتھ ہی اس کی وجہ بھی بیان کردی گئی ہے کہ اللہ ﷻ کی ذات وہ رحیم وکریم ہے جس نے دنیائے انسانیت کو رشد وھدایت کا ایسا صحیفہ عنایت فرمادیا جو خود بھی ہر قسم کی کجی اور خامی سے پاک ہے اور اس کے ساتھ انسانی زندگی کے کسی شعبہ میں سیاسی، معاشی، اخلاقی جہاں کوئی کجی ، یا خامی، افراط وتفریط پائی جاسکتی ہے اس کی اصلاح کرسکتا ہے۔ مزید یہ بھی کہ ایسی کتاب لانے کا دعوی کرنے والا پُرکشش ذات کا حامل ہے جس کے کردار سے متاثر ہو کر لوگ جوق در جوق اس کے گرد کھچے چلے آتے ہیں۔ آیت نمبر ۳۲ تا ۴۴ تک میں ایک دنیا پرست ، کم ظرفی، خود فریبی کا تذکرہ کیا گیا ہے، وہ ایک خدا پرست انسان سے جو دولت میں اس سے کم ہے، اثناء گفتگو یہ کہنے میں کوئی شرم محسوس نہیں کرتا کہ اس کے پاس دولت بھی زیادہ ہے اور اس کے خادموں اور نوکروں کی تعداد بھی اس سے زیادہ ہے حالانکہ کسی غریب آدمی کے سامنے اپنی ثروت کی فراوانی بیان کرنا اور اس کو احساس غربت دلانا کم ظرفی اور خود بینی کی انتہاء ہے مزید برآں وہ قیامت کا منکر ہے اور اس غلط فہمی میں مبتلا ہے کہ اگر قیامت آ بھی گئی تو اس روز بھی اس کو عزت وکرامت کی مسند پر بٹھایا جائے گا۔ اہل ایمان جو اس دنیا پر کسمپرسی کی حالت میں زندگی بسر کرتے رہے اس روز بھی وہی ذلیل وخوار ہونگے یہ اس کی خود فریبی کی انتہاء ہے۔ آیت نمبر ۵۵ میں بتایا گیا کہ اگر ایسے لوگوں کو اپنی گمراہیوں سے باز آنے اور بدکاریوں سے تائب ہونے کی دعوت دی جائے تو وہ اس سے بروقت فائدہ اٹھانے کی کوشش نہیں کرتے اور بدقسمتی سے انہوں نے اس دعوت کی صداقت کا ایک ہی معیار مقرر کررکھا ہے اور اگر ان پر عذاب آگیا تو دعوت سچی ورنہ جھوٹی۔ "والباقيات الصالحات خير عند ربك ثوابا وخير املا" کے دلنشین الفاظ سے اعمال صالحہ کی بقا کی جانب توجہ دلائی۔ غار والے اصحاب کے نام سے اس سورہ کو موسوم کیا گیا ہے جس کا بیان ہم نے تشریح وتوضیح کے پیرائے میں کردیا ہے۔ ساتھ ہی حضرت موسی علیہ السلام کا سفر اور ذوالقرنین کے واقعے کا ذکر خیر بھی یہاں کیا گیا ہے۔ ذوالقرنین کا واقعہ ذکر کرکے ایک مومن کی مومنانہ خوبیوں کا ذکر کردیا گیا کہ وہ باوجود قوت واقتدار کے اپنی رعایا کے لئے مہربان، عادل اور شفیق ہوتا ہے۔

رکوع نمبر: ۱۳

بسم الله الرحمن الرحيم اللہ کے نام سے شروع جو بڑا مہربان رحم والا

﴿اَلْحَمْدُ﴾هوَ الْوَصْفُ بِالْجَمِيْلِ﴿لِلّٰهِ﴾وَهَلِ الْمُرَادُ الْإِعْلَامُ بِذٰلِكَ لِلْإِيْمَانِ بِهِ اَوِ الثَّنَاءِ بِهِ اَوْ هُمَا

اِحتِمالاتٌ اَفیدُھَا الثَّابِثُ﴿اَلَّذِیٓ اَنۡزَلَ عَلٰی عَبۡدِہِ﴾محمدٍ﴿الۡکِتٰبَ﴾القرآنَ﴿وَلَمۡ یَجۡعَلۡ لَّہٗ﴾اَی فیہِ﴿عِوَجًا سکتہ (۱)﴾اِختِلافًا وَتَناقُضًا والجُملَۃُ حالٌ مِن الکُتُبِ﴿قَیِّمًا﴾مُستَقِیمًا حالٌ ثَابِتۃٌ مُؤکدۃٌ﴿لِّیُنۡذِرَ﴾یُخَوِّفَ بالکِتابِ الکَافِرِینَ﴿بَاۡسًا﴾عذابًا﴿شَدِیۡدًا مِّنۡ لَّدُنۡہُ﴾مِن قِبَلِ اللّٰہِ﴿وَیُبَشِّرَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ الَّذِیۡنَ یَعۡمَلُوۡنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَہُمۡ اَجۡرًا حَسَنًا (۲) مّٰاکِثِیۡنَ فِیۡہِ اَبَدًا (۳)﴾ھُوَ الجَنَّۃُ﴿وَّیُنۡذِرَ﴾مِنَ الجُملَۃِ الکافِرِینَ﴿الَّذِیۡنَ قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰہُ وَلَدًا (۴) مَا لَہُمۡ بِہٖ﴾بِھٰذا القَولِ﴿مِنۡ عِلۡمٍ وَّلَا لِاٰبَآئِہِمۡ ط﴾مِنۡ قَبلِھِم القَائِلِینَ﴿کَبُرَتۡ﴾عَظُمَتۡ﴿ کَلِمَۃً تَخۡرُجُ مِنۡ اَفۡوَاہِہِمۡ ط﴾ کَلِمَۃٌ تَمییزٌ مُفَسِّرَۃٌ لِلضَّمِیرِ الۡمُبہَمِ وَالمَخصُوصُ بِالذَّمِّ مَحذُوفٌ اَی مَقَالَتُھُمُ المَذکُورَۃُ﴿اِنۡ﴾مَا﴿یَّقُوۡلُوۡنَ﴾فِی ذالِکَ﴿اِلَّا کَذِبًا (۵) فَلَعَلَّکَ بَاخِعٌ﴾مُھلِکٌ﴿نَّفۡسَکَ عَلٰۤی اٰثَارِہِمۡ﴾بَعۡدَھُم اَی بَعدَ تَوَلِّیۡھِمۡ عَنۡکَ﴿اِنۡ لَّمۡ یُؤۡمِنُوۡا بِہٰذَا الۡحَدِیۡثِ﴾القُرآنِ﴿اَسَفًا (۶)﴾غَیظًا وَحُزۡنًا مِنۡکَ لِحرصِکَ علی اِیمَانِھِمۡ وَنَصبُہٗ علی المَفعُولِ لَہٗ﴿اِنَّا جَعَلۡنَا مَا عَلَی الۡاَرۡضِ﴾مِن الحَیوانِ والنَّبَاتِ والشَّجَرۃِ والانھَارِ وَغیر ذٰلِک﴿زِیۡنَۃً لَّہَا لِنَبۡلُوَہُمۡ﴾لِنَخۡتَبِرَ النَّاسَ نَاظِرِیۡنَ الی ذالکَ﴿اَیُّہُمۡ اَحۡسَنُ عَمَلًا (۷)﴾فِیہِ اَی اَزۡھَدُ لَہٗ﴿وَاِنَّا لَجٰعِلُوۡنَ مَا عَلَیۡہَا صَعِیۡدًا﴾فُتَاتًا﴿جُرُزًا (۸)﴾یَابِسًا لا یَنۡبُتُ﴿اَمۡ حَسِبۡتَ﴾اَی ظَنَنۡتَ﴿اَنَّ اَصۡحٰبَ الۡکَہۡفِ﴾الغَارِ فِی الۡجَبَلِ﴿وَالرَّقِیۡمِ لا﴾اللَّوحِ المَکۡتُوبِ فِیہِ اَسمَائُھُم وانۡسَابُھُم وَقد سُئِلَ عَلیہ السلام﴿کَانُوۡا﴾فِی قِصَّتِھِمۡ﴿مِنۡ﴾جُملَۃِ﴿ اٰیٰتِنَا عَجَبًا (۹)﴾خبرَ کَان وَما قَبلَہٗ حَالٌ اَی کَانُوا عَجَبًا دُونَ بَاقِی الۡاٰیَاتِ اَو اَعۡجَبَھَا لَیسَ الۡاَمۡرُ کَذَالِکَ اُذۡکُرۡ﴿اِذۡ اَوَی الۡفِتۡیَۃُ اِلَی الۡکَہۡفِ﴾جمعُ فَتًی وَھُوَ الشَّابُّ الکَامِلُ خَائِفِینَ علٰی اِیمَانِھِمۡ من قَولِھِمِ الکُفَّارِ﴿فَقَالُوۡا رَبَّنَاۤ اٰتِنَا مِنۡ لَّدُنۡکَ﴾مِنۡ قِبلِکَ﴿رَحۡمَۃً وَّہَیِّیٴۡ﴾اَصلِحۡ﴿لَنَا مِنۡ اَمۡرِنَا رَشَدًا (۱۰)﴾ھِدَایَۃً﴿فَضَرَبۡنَا عَلٰۤی اٰذَانِہِمۡ﴾اَی اَنَمۡنَاھُمۡ﴿فِی الۡکَہۡفِ سِنِیۡنَ عَدَدًا (۱۱)﴾مَعۡدُودَۃً﴿ثُمَّ بَعَثۡنٰہُمۡ﴾اَی اَیۡقَظۡنَاھُمۡ﴿لِنَعۡلَمَ﴾عِلۡمَ مُشَاھَدَۃٍ﴿اَیُّ الۡحِزۡبَیۡنِ﴾الفَرِیۡقَینِ المُخۡتَلِفِینَ فی مُدَّۃِ لُبۡثِھِمۡ﴿اَحۡصٰی﴾فِعۡلٌ بِمعنی ضَبَطَ﴿لِمَا لَبِثُوۡۤا﴾لِلُبۡثِھِمۡ متعلقٌ بِما بَعدَہٗ﴿ اَمَدًا (۱۲)﴾ غَایَۃً.

﴿ترجمہ﴾

سب خوبیاں (الحمد ،اچھی صفات کو کہتے ہیں) اللہ کو (الـحمد لله کے ذکر سے مقصود اس بات کا اعلان کرنا۔ ہے کہ تمام خوبیاں اللہ کے لیے ہیں تاکہ لوگ اس پر ایمان لیکر آئیں یا اس سے اللہ عزوجل کی ثناء بیان کی جارہی ہے، یا دونوں امور مراد ہیں، اس میں یہ تینوں احتمالات ہیں اور تیسرا احتمال مفید ترین ہے) جس نے اپنے بندے (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) پر کتاب (قرآن مجید......ا......) اتاری اور اس میں

(لـه بمعنی فیـه ہے) اصلاً کجی نہ رکھی (یعنی اختلاف وباہمی تناقض نہ رکھا یہ جملہ کتاب سے حال بن رہا ہے) عدل والی کتاب (قیماً بمعنی مستقیما حال مؤکدہ ہے) کہ ڈرائے (یعنی کتاب کے ذریعے سے کفار کو خوف دلائیں) اس کے (یعنی اللہ ﷻ کی طرف سے آنے والے) سخت عذاب سے (باساً بمعنی عذاباً ہے) اور ایمان والوں کو جو نیک کام کریں بشارت دے کہ ان کے لیے اچھا ثواب ہے جس میں ہمیشہ رہیں گے (مراد اس سے جنت ہے) اور ان کو ڈرائے (یعنی من جملہ کافروں میں سے ان کو) جو کہتے ہیں کہ اللہ نے اپنا کوئی بچہ بنالیا اس بارے میں (اس قول کے بارے میں) نہ وہ کچھ علم رکھتے ہیں اور نہ ان کے (وہ) باپ دادا (جو ان سے پہلے اس بات کے قائل تھے) کتنا بڑا (یعنی کتنا عظیم) بول ہے کہ ان کے مونھ سے نکلتا ہے (کـلـمة تمیز ہے جو کہ ضمیر المبهم کی تفسیر بیان کر رہا ہے اور اس کا مخصوص بالذم "مقالتهم المذكورة" محذوف ہے) اور وہ نہیں کہتے (اس بارے میں) مگر جھوٹ بات ۔۔۔۔۔۲ (ان بمعنی ما نافیہ ہے) تو کہیں تم اپنی جان پر کھیل جاؤ گے (اپنی جان کو ہلاک کردو گے) ان کے پیچھے (یعنی ان کے بعد مراد یہ ہے کہ ان سے آپ ﷺ کے مونھ پھیر لینے کے بعد) اگر وہ اس بات پر (یعنی قرآن پاک پر) ایمان نہ لائیں غم سے (اسفا کا معنی یہ ہے کہ ان کے ایمان لانے کے بہت زیادہ خواہاں ہونے کے سبب غصے اور غم کی وجہ سے کہیں آپ ﷺ اپنی جان پر کھیل جائیں، لفظ اسـفـا مفعول لہ ہونے کی بناء پر منصوب ہے) بیشک ہم نے بنایا اسے جو زمین پر ہے (جیسے حیوانات، نباتات، درخت، نہریں وغیرہ) اس کے لیے باعث زینت اور آرائش تاکہ ہم انہیں آزمائیں (تاکہ ہم ان لوگوں کی جانچ کریں جو انہیں دیکھ رہے ہیں) کس کے کام بہتر ہیں (احسن کی تفسیر ازھد سے کی گئی ہے، یعنی جو دنیا سے بے رغبت ہو کر اچھے کام کرلے) اور بیشک جو کچھ اس پر ہے ہم اسے چٹیل غیر آباد میدان کر چھوڑیں گے (صعیدا کا معنی بنجر زمین اور جرزا کا معنی خشک زمین ہے جو نہ اگاتی ہو) کیا تمہیں گمان ہوا (ام حسبت بمعنی اظننت ہے) کہ پہاڑ کی کوہ (یعنی پہاڑ میں موجود غار) اور رقیم (یعنی تختی والے کہ اس تختی میں ان کے نام اور نسب لکھے تھے ۔۔۔۔۔۳ حضور پرنور شافع یوم النشور ﷺ سے ان کے قصہ کے بارے میں استفسار کیا گیا تھا) ہماری ایک عجیب نشانی تھے (یعنی ان کا یہ قصہ ہماری عجیب نشانیوں میں سے ایک ہے عـجـبا، کان کی خبر ہے اور اس کا ماقبل جملہ حال بن رہا ہے معنی یہ ہوگا کہ وہ عجیب نشانی تھے باقی دیگر نشانیاں عجیب نہیں تھیں یا معنی یہ ہوگا کہ وہ ہماری نشانیوں میں سے عجیب تر تھے حالانکہ ایسا نہیں ہے) اور (یاد کرو) جب نوجوانوں نے غار میں پناہ لی (الـفـتيـة، فتـى کی جمع ہے بمعنی مکمل نوجوان، انہوں نے اپنے ایمان پر اپنی کافر قوم کا خوف کرتے ہوئے وہاں پناہ لی تھی) پھر بولے اے ہمارے رب ہمیں اپنے پاس سے رحمت دے (من لدنک بمعنی من قبلک ہے) اور مہیا فرمادے (هيئ بمعنی اصـلـح ہے) ہمارے لیے ہمارے کام میں ہدایت (رشـداً کے معنی ہدایت ہے) پس ہم نے بند کردیئے ان کے کان (یعنی ہم نے انہیں سلادیا) غار میں کئی برس تک جو گنے ہوئے تھے ۔۔۔۔۔۴ (عددا بمعنی معدودة ہے) پھر ہم نے انہیں جگایا (بعثناهم بمعنی ایـقـظـناهم ہے) کہ ہم دیکھیں (بطور علم مشاہدہ کریں) دو گروہوں میں (دو فرقوں میں جو ان کے غار میں ٹھہرنے کی مدت میں اختلاف کر رہے تھے، ان میں) کون صحیح شمار کرسکتا ہے اس مدت کا جو وہ ٹھہرے تھے (لـمـا لبثوا بمعنی للبثهم ہے، یہ اپنے مابعد لفظ امدا سے متعلق ہے، احصی فعل ہے بمعنی ضبط یعنی شمار کرنا اور لفظ امدا کا معنی غایت ہے)۔

﴿ترکیب﴾

﴿الحمد لله الذی انزل علی عبدہ الکتب ولم یجعل له عوجا O قیما لینذر باسا شدیدا من لدنه﴾.

الحمد : مبتدا، لام : جار، الله :موصوف، الذی :موصول، انزل علی عبدہ : فعل بافاعل وظرف لغو،الکتب : ذوالحال، قیما : حال،ملکرمفعول، ولم یجعل له عوجا : جملہ فعلیہ معترضہ ، لام:جار، ینذر :فعل بافاعل، باسا: موصوف، شدیدا:صفت اول، من لدنه : ظرف مستقرصفت ثانی،ملکرمفعول،ملکر جملہ فعلیہ مجرور،ملکرظرف لغو، انزل اپنے متعلقات سے ملکر جملہ فعلیہ صلہ ، ملکرصفت،ملکر مجرور،ملکرظرف مستقرخبر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ویبشر المومنین الذین یعملون الصلحت ان لهم اجرا حسنا O ماکثین فیه ابدا﴾

و: عاطفہ، یبشر:فعل بافاعل،المومنین: موصوف، الذین یعملون الصلحت :موصول صلہ ملکرصفت،ملکرمفعول،ان :حرف مشبہ، لام: جار، هم: ضمیرذوالحال،ماکثین: اسم فاعل بافاعل، فیه: ظرف لغو،ابدا: ظرف، ملکرمشبہ جملہ حال،ملکرمجرور،ملکرظرف مستقرخبر مقدم، اجرا حسنا : اسم مؤخر،ملکر جملہ اسمیہ ہوکرمفعول ثانی، فعل اپنے متعلقات سے ملکر جملہ فعلیہ "لینذر" پرمعطوف ہے۔

﴿وینذر الذین قالوا اتخذ الله ولدا O ما لهم به من علم ولا لابائهم﴾:

و: عاطفہ، ینذر: فعل بافاعل، الذین: موصول قالوا: قول، اتخذ الله ولدا: جملہ فعلیہ مقولہ،ملکرصلہ ،ملکرمفعول،ملکر جملہ فعلیہ ماقبل " لینذر" پرمعطوف ہے،ما:نافیہ،لهم : ظرف مستقرمعطوف علیہ، ولا لا بائهم : ظرف مستقرمعطوف،ملکرخبرمقدم، من : زائدہ، علم : مبتدامؤخر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿کبرت کلمة تخرج من افواههم ان یقولون الا کذبا﴾.

کبرت: فعل ذم هی ضمیرممیز، کلمة :موصوف، تخرج من افواههم: جملہ فعلیہ صفت،ملکرتمیز ملکرفاعل،ملکر جملہ فعلیہ انشائیہ خبرمقدم،مخصوص بالذم مبتدا "هی ای الکلمة" محذوف،ملکر جملہ اسمیہ،ان :نافیہ، یقولون :فعل بافاعل، الا :اداۃ حصر، کذبا: مفعول،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿فلعلک باخع نفسک علی اثارهم ان لم یومنوا بهذا الحدیث اسفا﴾.

ف :مستانفہ، لعلک :حرف مشبہ واسم، باخع:اسم فاعل بافاعل، نفسک :مفعول، علی اثرهم : ظرف لغو،ملکرشبہ جملہ ہوکرخبر ،ملکر جملہ اسمیہ،ان :شرطیہ، لم یومنوا بهذا الحدیث : فعل نفی بافاعل وظرف لغو، اسفا : مفعول لہ،ملکر جملہ فعلیہ ہوکر جزامحذوف "فلاتحزن ولا تذهب نفسک علیهم حسرات" کی شرط،ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿انا جعلنا ما علی الارض زینة لها لنبلوهم ایهم احسن عملا﴾.

انا : حرف مشبہ واسم، جعلنا:فعل بافاعل، ماعلی الارض :مفعول،زینة لها: مفعول ثانی،لام: جار، نبلوهم : فعل بافاعل و مفعول، ایهم: مبتدا، احسن عملا :خبر،ملکر جملہ اسمیہ مفعول ثانی،ملکر جملہ فعلیہ مجرور،ملکرظرف لغو، جعلنا اپنے متعلقات سے ملکر جملہ فعلیہ خبر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿وانا لجعلون ما علیها صعیدا جرزا O ام حسبت ان اصحب الکهف والرقیم کانوا من ایتنا عجبا﴾.

و: عاطفہ، انا حرف مشبہ واسم، لام: تاکید، جاعلون :اسم فاعل بافاعل، ماعلیها : موصول صلہ ملکر مفعول اول، صعیدا جرزا : مرکب توصیفی مفعول ثانی،ملکرشبہ جملہ ہوکرخبر،ملکر جملہ اسمیہ، ام :منقطعہ ، حسبت : فعل بافاعل، ان اصحب الکهف والرقیم

: حرف مشبہ واسم، کانوا: فعل ناقص بااسم، من ایتنا: ظرف مستقر حال مقدم، عجبا: ذوالحال، ملکر خبر، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ ہوکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿اذ اوی الفتیۃ الی الکھف فقالوا ربنا اتنا من لدنک رحمۃ وھیی لنا من امرنا رشدا﴾۔

اذ: ظرفیہ مضاف، اوی الفتیۃ الی الکھف: جملہ فعلیہ مضاف الیہ، ملکر "اذکر" فعل محذوف کے لیے ظرف، ملکر جملہ فعلیہ، ف: عاطفہ، قالوا: قول، ربنا: جملہ ندائیہ، اتنا: فعل بافاعل ومفعول، من لدنک: ظرف مستقر حال مقدم، رحمۃ: ذوالحال، ملکر مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ و: عاطفہ، ھیی لنا: فعل بافاعل وظرف لغو، من امرنا: ظرف مستقر حال مقدم، رشدا: ذوالحال، ملکر مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر مقصود بالندا، ملکر مقولہ، ملکر جملہ فعلیہ قولیہ ماقبل "اوی" پر معطوف ہے۔

﴿فضربنا علی اذانھم فی الکھف سنین عددا ۝ ثم بعثنھم لنعلم ای الحزبین احصی لما لبثوا امدا﴾۔

ف: عاطفہ، ضربنا: فعل باضمیر ذوالحال، فی الکھف: ظرف مستقر ملکر حال، علی اذانھم: ظرف لغو، سنین عددا: مرکب توصیفی ظرف ملکر جملہ فعلیہ، ثم: عاطفہ، بعثنھم: فعل بافاعل ومفعول، لام: جار، نعلم: فعل بافاعل، ای الحزبین: مبتدا، احصی: اسم تفضیل وضمیر ممیز، امدا: تمیز، ملکر فاعل، لما لبثوا: ظرف لغو، ملکر شبہ جملہ ہوکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ مفعول، ملکر جملہ فعلیہ مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

قرآن مجید کی تعریف واسرار:

۱...... اللہ ﷻ نے فرمایا: اس کتاب میں کوئی کجی نہیں ہے۔ یعنی اس میں کوئی تناقض وتضاد نہیں ہے، جیسا کہ فرمان پاک ہے ﴿ولو کان من عند غیر اللہ لوجدوا فیہ اختلافا کثیرا یعنی اگر اللہ کے سواکسی اور کی طرف سے ہوتا تو وہ ضرور اس میں بہت اختلاف پاتے (النساء: ۸۲)﴾۔

قرآن کی تعریف: میں کئی اقوال ہیں۔ (۱)...... وہ کلام ہے جس کو اس کی کسی سورت کے ساتھ اعجاز کے لیے اتارا گیا ہے۔ (۲)...... قرآن کا اطلاق کلام ازلی پر ہوتا ہے جیسے حدیث میں ہے کہ قرآن وہ ہے جو کلام اللہ ہے اور یہ غیر مخلوق ہے۔ (۳)...... وہ کلام جس کا اطلاق کلام ازلی پر ہو اور اس کا اطلاق "مقروء" پر ہوتا ہے۔ (۴)...... کتاب اور قرآن کو ایک ہی کہا گیا ہے چنانچہ فرمایا "الکتاب ھو القرآن المنزل علی الرسول المکتوب فی المصاحف المنقول الینا نقلا متواتر بلاشبھۃ"۔ ہم نے قرآن کی چار تعریفیں بیان کی ہیں: اب ہم انہیں تعریفوں کی روشنی میں کچھ فوائد وقیود بیان کرتے ہیں۔ مصنف علیہ الرحمۃ نے قرآن سے وہ معنی مراد لیا جو منقول ہے یعنی ہم قرآن کو مقروء اور پڑھے ہوئے اور پڑھے جانے والے کا ارادہ کرتے ہیں۔ علماء نے یہ بھی فرمایا کہ قرآن اور کتاب دونوں ایک ہی شے کا نام ہے تو مصحف کا ماہیت قرآن پر موقوف ہونا بعینہ ماہیت کتاب پر موقوف ہوتا ہے۔ قرآن کا موقوف ہونا "ما نقل الینا بین دفتی المصاحف ...... الخ"۔ پر مفہوم کے اعتبار سے ہے اور مصاحف کا قرآن پر موقوف ہونا مجموع شخصی کے اعتبار سے ہے تو اس طرح توقف کی جہات مختلف ہوجائیں گی اور جب جہات مختلف ہوجائیں تو پھر دور لازم نہیں آتا۔ کلام ازلی صفت قدیمہ ہے جو سکوت خاموشی اور گنگا پنے کے منافی ہے اور حروف اور اصوات میں سے نہیں ہے۔ نیز امر، نہی، اور اخبار کی طرف منقسم نہیں ہوتا، اور ماضی، حال اور استقبال کے ساتھ اس کلام ازلی کا تعلق اضافات اور تعلقات کے ساتھ ہوتا ہے

جیسا کہ علم اور قدرت جو اللہ ﷻ کی صفات ہیں، کا تعلق معلومات اور مقدورات کے ساتھ اضافات کے ساتھ بھی ہوتا ہے۔

جھوٹ کی مذمت:

۲......عن ابن مسعود ﷺقال قال رسول الله ﷺ:" ان الصدق بر وان البر یھدی الی الجنة وان العبد لیتحری الصدق حتی یکتب عند الله صدیقا وان الکذب فجور وان الفجور یھدی الی النار وان العبد لیتحری الکذب حتی یکتب کذابا یعنی حضرت ابن مسعود ﷺ نے کہا کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''سچ بولنا نیکی ہے اور نیکی جنت میں لے جاتی ہے اور بندہ سچ بولتا رہتا ہے حتی کہ اللہ کے ہاں بھی وہ صدیق لکھ دیا جاتا ہے اور جھوٹ بولنا فسق وفجور ہے فسق وفجور دوزخ میں لے جاتا ہے اور بندہ جھوٹ بولتا رہتا ہے یہاں تک کہ اللہ کے نزدیک بھی وہ جھوٹا لکھ دیا جاتا ہے'' ۔

(صحیح مسلم، کتاب البر والصلة، باب: قبح الکذب وحسن الصدق، رقم: ۲۶۰۷/۶۵۳۳، ص ۱۲۸۶)

☆......حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''جب بندہ جھوٹ بولتا ہے تو اس کی بدبو سے فرشتہ ایک میل دور ہٹ جاتا ہے۔

(سنن الترمذی، کتابة البر والصلة، باب ما جاء فی الصدق الخ، رقم: ۱۹۷۹، ص ۵۸۳)

☆......حضرت صفوان بن سلیم سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ سے پوچھا گیا کیا مومن بزدل ہوتا ہے؟ حضور نے فرمایا: ''ہاں ہوسکتا ہے پھر عرض کیا گیا کیا مومن بخیل ہوسکتا ہے؟ فرمایا ہوسکتا ہے پھر پوچھا گیا کیا مومن کذاب یعنی جھوٹا ہوتا ہے؟ فرمایا: نہیں۔

(مشکوۃ المصابیح، کتاب الادب، باب حفظ اللسان والغیبة والشتم، رقم: ۴۸۶۲، ص ۴۱۴)

☆......حضرت ام کلثوم نے کہا کہ حضور ﷺ نے فرمایا: ''کہ وہ شخص جھوٹا نہیں ہے جو لوگوں کے درمیان صلح پیدا کرتا ہے، اچھی بات کہتا ہے اور اچھی بات پہنچاتا ہے''۔ (صحیح بخاری، کتاب الصلح، باب لیس الکاذب الذی یصلح بین الناس، رقم: ۲۶۹۲، ص ۴۳۹)

اصحاب کہف کے نام:

۳......مکسلمینا، تملیخا، مرطونس، نینولس، ساریولس، ذونوانس، فلستطیونس اور ان کے کتے کا نام قطمیر تھا۔ ان ناموں کی تاثیر یہ ہے کہ جس دروازے پر لکھ کر لگا دیئے جائیں تو وہ مکان جلنے سے محفوظ رہے گا، سرمایہ میں رکھ دیئے جائیں تو مال چوری نہ ہوگا، کشتی یا جہاز اس کی برکت سے غرق ہونے سے بچ جائے گی، آگ لگی ہوئی اور یہ نام کپڑے پر لکھ کر ڈال دیئے جائیں تو آگ بجھ جاتی ہے، بچے کے رونے، باری کے بخار، دردسر، ام الصبیان خشکی وتری کے سفر میں جان ومال کی حفاظت، عقل کی تیزی، قیدیوں کی آزادی کے لیے یہ اسماء لکھ کر بطریق تعویز بازو پر باندھے جائیں۔ (الحمل، ج ٤، ص ٤٠٠ وغیرہ)

واقعۂ اصحاب کہف:

۴......قرآن مجید میں کہف اور رقیم دونوں کا ذکر ہے، رقم کے بارے میں مفسرین کا اختلاف ہے، سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ رقیم ایک تختی کا نام ہے جس میں متذکرہ بالا بزرگوں کے نام اور ان کا عجیب وغریب واقعہ کندہ تھا، اور اسے غار کے دروازے پر آویزاں کردیا گیا تھا سیسے کی بنی ہوئی تھی اور ایک قول کے مطابق مٹی بنی ہوئی تھی، ابن عباس کے مطابق جس علاقے میں غار تھی اُسے رقیم کہتے ہیں۔ کعب الاحبار کے قول کے مطابق جس بستی سے اصحاب کہف (غار والے ساتھی) نکلے تھے اُس کا نام رقیم تھا، ایک قول یہ بھی ہے جس علاقے میں غار تھا وہاں کے پہاڑ کا نام رقیم تھا۔ (المظھری، ج ٤، ص ٣٠٣)

حضرت عیسی علیہ السلام کے بعد اہل انجیل کی حالت ابتر ہوگئی، وہ بت پرستی میں مبتلا ہوئے اور دوسروں کو بت پرستی پر مجبور کرنے لگے۔ان میں دقیانوس نامی بادشاہ بڑا جابر تھا، جو بت پرستی پر راضی نہ ہوتا اسے قتل کرڈالتا، اصحاب کہف شہر افسوس کے شرفاء میں سے معزز ترین اور ایمان دار لوگ تھے، دقیانوس کے جبر وظلم سے اپنا ایمان بچانے کے لیے بھاگے اور قریب کے پہاڑ میں ایک غار کے اندر پناہ گزیں ہوئے، وہاں سوئے تو تین سو نو سال تک سوتے ہی رہے۔بادشاہ کو جستجو سے معلوم ہوا کہ وہ غار کے اندر ہیں، اس نے حکم دیا کہ غار کو ایک سنگین دیوار کھینچ کر بند کردیا جائے تاکہ وہ اس میں مر کر رہ جائیں اور وہ ان کی قبر ہوجائے، یہی ان کی سزا ہے، عمال حکومت میں سے یہ کام جس کے سپرد کیا گیا وہ نیک آدمی تھا، اس نے ان اصحاب کے نام تعداد پورا واقعہ رانگ کی تختی پر لکھ کر کندہ کرا کر تانبے کے صندوق میں دیوار کی بنیاد کے اندر محفوظ کردیا، یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ اسی طرح ایک تختی شاہی خزانے میں بھی محفوظ کرادی گئی تھی۔ کچھ عرصہ بعد دقیانوس ہلاک ہوا اور زمانے گزرنے لگے، سلطنتیں بدلنے لگیں، ایک نیک بادشاہ جس کا نام بیدروس تھا تخت نشین ہوا اور اس نے اڑسٹھ سال حکومت کی پھر ملک میں فرقہ بندی نے جنم لیا اور بعض لوگ مرنے کے بعد دوبارہ اٹھائے جانے کے منکر ہونے لگے۔بادشاہ ایک تنہا مکان میں بند ہوگیا اور اس نے اللہ کی بارگاہ میں فریاد کی کہ اے اللہ تو کوئی ایسی نشانی دکھادے، جس سے خلق کو مرنے کے بعد دوبارہ اٹھائے جانے کا یقین کامل ہوجائے۔اسی زمانے میں ایک شخص نے بکریوں کے لیے آرام کی جگہ حاصل کرنے کے لیے اسی غار کو تجویز کیا اور دیوار گرادی، دیوار گرنے کے بعد کچھ ایسی ہیبت طاری ہوئی کہ گرانے والے بھاگ گئے، اصحاب کہف بحکم الٰہی فرحاں وشاداں اٹھے، چہرے شگفتہ طبیعتیں خوش، زندگی کی تروتازگی موجود، ایک نے دوسرے کو سلام کیا، نماز کے لئے کھڑے ہوگئے، فارغ ہوکر یملیخا سے کہا کہ آپ جائیے اور بازار سے کچھ کھانے کو لائیے اور یہ بھی خبر لائیے کہ دقیانوس کا ہم لوگوں کے بارے میں کیا ارادہ ہے؟ وہ بازار گئے اور شہر پناہ کے دروازے پر اسلامی علامت دیکھی، نئے نئے لوگ پائے، انہیں حضرت عیسی علیہ السلام کے نام کی قسم کھاتے سنا تعجب ہوا یہ کیا معاملہ ہے؟ کل تو کوئی شخص اپنا ایمان نہیں ظاہر کرسکتا تھا، حضرت عیسی علیہ السلام کا نام لینے سے قتل کردیا جاتا تھا۔آج یہ انقلاب کیسے آگیا؟ نان پز کی دوکان پر گئے اور کھانے خریدنے کیلئے اس کو دقیانوسی سکہ دیا جس کا چلن صدیوں سے موقوف ہوچکا تھا اور اس کو دیکھنے والا بھی کوئی باقی نہیں رہا تھا۔بازار والوں نے خیال کیا کہ شاید کوئی خزانہ ہاتھ آگیا ہے، انہیں پکڑ کر حاکم کے پاس لے گئے، وہ نیک شخص تھا اور اس نے بھی ان سے دریافت کیا کہ خزانہ کہاں ہے؟ انہوں نے کہا خزانہ کوئی نہیں ہے یہ روپیہ ہمارا ہے، حاکم نے کہا یہ بات قابل یقین نہیں ہے کہ موجودہ سن کے مقابلے میں یہ سکہ تین سو سے زائد سال پرانا ہے۔یملیخا نے کہا کہ بتاؤ دقیانوس بادشاہ کس حال میں ہے، حاکم نے کہا کہ آج روئے زمین پر اس نام کا کوئی بادشاہ نہیں ہے، سینکڑوں سال پہلے ایک بدبخت بادشاہ اس نام کا ہوا تھا۔یملیخا نے کہا کہ کل ہی تو ہم اس کے خوف سے غار میں پناہ گزیں ہوئے تھے، چلوں میں تمہیں اپنے ساتھیوں سے ملادوں اور حاکم کے ساتھ شہر کی اچھی خاصی تعداد ساتھ ہولی۔اصحاب کہف یملیخا کے انتظار میں بیٹھے تھے، کثیر لوگوں کے آنے کی آواز اور کھٹکے سن کر سمجھے کہ یملیخا پکڑے گئے ہیں اور دقیانوسی فوج ہماری جستجو میں آرہی ہے۔اللہ کی حمد وشکر بجالانے لگے، اتنے میں یہ لوگ پہنچے۔یملیخا نے تمام قصہ سنایا، ان حضرات نے سمجھ لیا اللہ نے اتنا طویل عرصہ سلادیا اور کہ لوگوں کے لئے بعد موت کے بعد دوبارہ اٹھائے جانے کی دلیل بنادی۔حاکم غار کے دھانے پہنچا تو تختی میں نام اور سن کندہ دیکھا، کتے کا نام بھی دیکھا اور یہ بھی لکھا ہوا تھا کہ یہ حضرات اپنے دین کو بچانے کی غرض سے غار میں پناہ گزین ہوئے۔پس لوگوں کو مرنے کے بعد دوبارہ اٹھائے جانے کا کامل یقین ہوگیا۔حاکم نے بادشاہ بیدروس کو اطلاع دی اس نے بھی جماعت کے ہمراہ حاضری دی اور شکر الٰہی بجالایا۔(خزائن العرفان، حاشیہ نمبر ۱۵، الخازن، ج۳، ص ۲۰۳ وغیرہ، المظہری، ج ۶، ص ۳۰۲ وغیرہ)

اغراض: الاعلام بذلک بمعنی اخبار ہیں، یعنی اللہ کے اوصاف ازلی ہیں، پس اس صورت میں جملہ خبریہ لفظاً ومعناً ہوگا، اور اس

سے مقصود یہ ہوگا کہ بندوں کا یہ عقیدہ ہو جائے اوران کے ایمان کے لیے شرط ہو جائے ،اور حمد کی خبر دینے والے کو حامد کہتے ہیں۔
اعتدالا: لفظی ومعنوی اعتبار سے قرآن میں کوئی اختلاف نہیں،اور العوج کسرہ کے ساتھ ہو تو معنی میں فساد ہونا لازم آئے گا،اور فتح کے ساتھ ہو تو اجسام میں فساد لازم آئے گا۔
مستقیما: یعنی بندوں کی دنیاوی واُخروی مصلحت کے اعتبار سے قائم ودائم ہے،یہی قرآن اپنے پڑھنے والے کے لیے قبر میں انسیت پیدا کرتا ہے اور سوال کے جوابات القاء کرتا ہے،صراط پر نور اور میزان میں وزن کرتا ہے،اور جنت کے درجات میں اضافہ کرتا ہے،یہ قرآن پر عمل کرنے والے کے لئے ہے اور جواس کے علاوہ ہیں اس کے لئے دلیل ہے،اگر کسی کے ذہن میں یہ سوال قائم ہو کہ قیما کو حال ثانیہ لانے کا کیا فائدہ حاصل ہوا؟ جواب اس کا یہ ہے کہ وہم کو دور کرنے کے لئے لائے تاکہ غالب اعتبار سے العوج کی نفی ہو جائے۔
بالکتاب: پس اس صورت میں فاعل الانذار ہوگا،اور ضمیر عائد اسم جلالت اللہ یا ذات پاک محمد کی جانب لوٹے گی۔
بھذا القول: یہ ضمیر کے مرجع کے حوالے سے ایک قول ہے،دوسرا قول یہ ہے کہ ضمیر الولد کی جانب لوٹ رہی ہے،کیونکہ انہوں نے نہ جانتے ہوئے اللہ کے لئے ولد کی نسبت کی تھی،ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے کہ مرجع اسم جلالت اللہ ہو،کیونکہ انہیں اللہ کے بارے میں علم ہی نہیں تھا اگر علم ہوتا تو اس کی جانب اولاد منسوب ہی نہ کرتے۔ **فتاتا:** فاء کی ضمہ کے ساتھ مصدر ہے جیسا کہ حطام ورفات بمعنی ترابا ہے۔ **وغیرہ ذلک:** باقی نعمتیں جو اللہ ﷻ نے اپنے بندوں کے لیے تخلیق فرمائی ہیں جیسا کہ سونے،چاندی اور معادن وغیرہ۔
ناظرین الی ذلک: یعنی ہم لوگوں کو ان کی زینت کے احوال کی خبریں دیں گے۔
ای ظننت: استفہام انکاری ہے،یعنی تم یہ گمان نہ کرو کہ اصحاب کہف کا قصہ باقی آیات کے مقابلے میں زیادہ عجیب وغریب ہے بلکہ دن رات،زمین وآسمان یہ زیادہ عجیب وغریب ہیں۔
اللوح: تختی سیسے یا پتھر کی بنی ہوئی تھی،اور یہ غار کے دروازے کی جانب میں جڑی ہوئی تھی،اور ایک قول کے مطابق اس تختی میں اصحاب کہف کے نام کندہ تھے،ایک قول یہ بھی ہے کہ بستی کا نام بھی مذکور تھا،پہاڑ کا نام اور ان کے پاس موجود کتاب کا نام بھی کندہ تھا،یہ حضرات دین عیسٰی کے ماننے والے تھے،ان کے پاس موجود دراہم کی تعداد اور ان کے کتے کا نام بھی موجود تھا۔
لیس الامر کذلک: یعنی اصحاب کہف کے معاملات عجیب نہیں،یعنی دوسری نشانیوں کے مقابلے میں عجیب ترین نہیں ہیں،بلکہ تمام نشانیاں عجیب وغریب ہیں۔
علم مشاھدۃ: یعنی اللہ دکھادے،ظاہر کردے،تاکہ لوگوں پر ظاہر ہو جائے کہ اللہ کے علم ازلی میں یہ بات موجود ہے کہ اصحاب کہف کا معاملہ کب رونما ہوا۔
الفریقین مختلفین: ایک فرقہ وہ ہے جو یہ کہتا ہے کہ ایک دن ٹھہرے رہے اور دوسرا فرقہ دن کا بعض حصہ ٹھہرے رہنے کا کہتا ہے اور ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے کہ مراد اہل مدینہ ہیں،پس لوگ مدت قیام کے حوالے سے تخمینہ وظن کا سہارا لیتے ہوئے دو گروہوں میں بٹ گئے۔
(الصاوی،ج٤،ص٥وغیرہ)

رکوع نمبر: ۱۴

﴿نَحْنُ نَقُصُّ﴾نَقْرَاءُ﴿عَلَيْكَ نَبَاَهُمْ بِالْحَقِّ﴾بالصدق﴿اِنَّهُمْ فِتْيَةٌ اٰمَنُوْا بِرَبِّهِمْ وَزِدْنٰهُمْ هُدًى﴾
(۱۳)﴿وَّرَبَطْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ﴾قوينا على قول﴿اِذْ قَامُوْا﴾بين يدى ملكهم وقد امرهم بالسجود

لِلۡاَصنَامِ ﴿فَقَالُوۡا رَبُّنَا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ لَنۡ نَّدۡعُوَا مِنۡ دُوۡنِهٖۤ﴾ اَی غَیرِهٖ ﴿اِلٰـهًا لَّقَدۡ قُلۡنَاۤ اِذًا شَطَطًا (۱۴)﴾ اَی قَولًا ذَا شَطَطٍ اَی اِفۡرَاطٍ فِی الۡکُفۡرِ اِنۡ دَعَونَا اِلٰـهًا غَیرَ اللّٰهِ تعالی فرضًا ﴿هٰۤؤُلَآءِ﴾ مُبۡتَدَاءٌ ﴿قَوۡمُنَا﴾ عَطۡفُ بَیَانٍ ﴿اتَّخَذُوۡا مِنۡ دُوۡنِهٖۤ اٰلِهَةً لَوۡلَا﴾ هَلَّا ﴿یَاۡتُوۡنَ عَلَیۡهِمۡ﴾ عَلٰی عِبَادَتِهِمۡ ﴿بِسُلۡطٰنٍۭ بَیِّنٍ ؕ﴾ بِحُجَّةٍ ظَاهِرَةٍ ﴿فَمَنۡ اَظۡلَمُ مِمَّنِ افۡتَرٰی عَلَی اللّٰهِ کَذِبًا (۱۵)﴾ بِنِسبَةِ الشَّرِیکِ اِلَیهِ تعالٰی قَالَ بَعۡضُ الۡفِتۡیَةِ لِبَعۡضٍ ﴿وَاِذِ اعۡتَزَلۡتُمُوۡهُمۡ وَمَا یَعۡبُدُوۡنَ اِلَّا اللّٰهَ فَاۡوٗۤا اِلَی الۡکَهۡفِ یَنۡشُرۡ لَکُمۡ رَبُّکُمۡ مِّنۡ رَّحۡمَتِهٖ وَیُهَیِّیٴۡ لَکُمۡ مِّنۡ اَمۡرِکُمۡ مِّرۡفَقًا (۱۶)﴾ بِکَسۡرِ الۡمِیمِ وَفَتۡحِ الۡفَاءِ وَبِالۡعَکۡسِ مَا تَرۡتَفِقُونَ بِهٖ مِنۡ غَدَاءٍ وَعَشَاءٍ ﴿وَتَرَی الشَّمۡسَ اِذَا طَلَعَتۡ تَّزٰوَرُ﴾ بِالتَّشۡدِیدِ وَالتَّخۡفِیفِ تَمِیلُ ﴿عَنۡ کَهۡفِهِمۡ ذَاتَ الۡیَمِیۡنِ﴾ نَاحِیَتِهٖ ﴿وَاِذَا غَرَبَتۡ تَّقۡرِضُهُمۡ ذَاتَ الشِّمَالِ﴾ تَتۡرُکُهُمۡ وَتَتَجَاوَزُ عَنۡهُمۡ فَلَا تُصِیبُهُمُ الۡبَتَّةَ ﴿وَهُمۡ فِیۡ فَجۡوَةٍ مِّنۡهُ ؕ﴾ مُتَّسِعٍ مِنَ الۡکَهۡفِ یَنَالُهُمۡ بَرۡدُ الرِّیحِ وَنَسِیمُهَا ﴿ذٰلِکَ﴾ الۡمَذۡکُورُ ﴿مِنۡ اٰیٰتِ اللّٰهِ ؕ﴾ دَلَائِلِ قُدۡرَتِهٖ ﴿مَنۡ یَّهۡدِ اللّٰهُ فَهُوَ الۡمُهۡتَدِ ۚ وَمَنۡ یُّضۡلِلۡ فَلَنۡ تَجِدَ لَهٗ وَلِیًّا مُّرۡشِدًا (۱۷)﴾

﴿ترجمہ﴾

ہم ان کا ٹھیک ٹھیک حال تمہیں سنائیں (بالحق بمعنی بالصدق ہے) وہ کچھ جوان......۱...... تھے کہ اپنے رب پر ایمان لائے اور ہم نے ان کو ہدایت بڑھائی اور ہم نے مضبوط کر دیا ان کے دلوں کو (ہم نے سچی بات پر ان کے دل مضبوط کر دیئے) جب کھڑے ہوئے (اپنے بادشاہ کے سامنے اس نے انہیں بتوں کو سجدہ کرنے کا حکم دیا) تو بولے کہ ہمارا رب وہ ہے جو آسمان اور زمین کا رب ہے ہم اس کے سوا (اس کے علاوہ) کسی معبود کو نہ پوجیں گے ایسا ہو تو ضرور ہم نے حد سے گزری ہوئی......۲......(بات) کی (یعنی اللہ عزوجل کی ناشکری میں حد سے گزری ہوئی بات کردی، اگر بالفرض ہم غیر اللہ کو خدا کہہ کر پکاریں) یہ جو (ھـــولاء مبتدا ہے) یہ ہماری قوم ہے (قومنا عطف بیان ہے) اس نے اللہ کے سوا خدا بنا رکھے ہیں ہرگز نہیں (لولا بمعنی ھلا ہے) لاسکتے ان پر (یعنی ان کی عبادت کئے جانے پر) کوئی روشن سند (کوئی ظاہر دلیل) تو اس سے بڑھ کر ظالم کون (یعنی اس سے بڑھ کر کوئی ظالم نہیں) جو اللہ پر جھوٹ باندھے (اس کی طرف شریک کی نسبت کرکے، ان میں سے بعض جوانوں نے دیگر بعض سے کہا) اور جب تم ان سے اور جو کچھ وہ اللہ کے سوا پوجتے ہیں سب سے الگ ہو جاؤ تو غار میں پناہ لو تمہارا رب تمہارے لیے اپنی رحمت پھیلا دے گا اور تمہارے کام میں آسانی کے سامان بنا دے گا (مرفقا کو میم مکسورہ اور فاء مفتوحہ کے ساتھ اور اس کے برعکس اعراب میں بھی پڑھا گیا ہے، یعنی وہ سامان مہیا کرے گا جس سے تم نفع اٹھاؤ گے صبح و رات کا کھانا) اور تم سورج کو دیکھو گے کہ جب نکلتا ہے تو وہ ہٹ کر گزرتا ہے......۳......(تـزاور کو مشدد و مخفف دونوں طرح پڑھا گیا ہے، اس کا معنی دور ہٹ جاتا ہے) اس کے غار سے دائیں جانب (ان کے غار کی دائیں جانب) اور جب وہ ڈوبتا ہے تو ان سے بائیں جانب کترا جاتا ہے (ان کو چھوڑ کر کتراتے ہوئے جاتا ہے پس وہ ان تک نہیں پہنچتا ہے) حالانکہ

وہ اس غار کے کھلے میدان میں ہیں (یعنی غار کے کشادہ کھلے حصے میں ہیں، انہیں سردی کی ٹھنڈک اور بادِ نسیم بھی پہنچتی ہے) یہ (جو مذکور ہوا) اللہ کی نشانیوں میں سے ہے (اس کی قدرت کے دلائل میں سے ہے) جسے اللہ راہ دے تو وہی راہ پر ہے اور جسے گمراہ کرے تو ہرگز اس کا کوئی حمایتی راہ دکھانے والا نہ پاؤ گے۔

﴿ترکیب﴾

﴿نحن نقص علیک نباھم بالحق انھم فتیة امنوا بربھم وزدنھم ھدی﴾.

نحن: مبتدا، نقص: فعل "نحن" ضمیر مستتر ذوالحال، بالحق: ظرف مستقر حال، ملکر فاعل، علیک: ظرف لغو، نباھم: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ، انھم: حرف مشبہ واسم، فتیة: موصوف، امنوا بربھم: جملہ فعلیہ صفت، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، زدنھم: فعل بافاعل ومفعول، ھُدًی: مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وربطنا علی قلوبھم اذ قاموا فقالوا ربنا رب السموت والارض﴾

و: عاطفہ، ربطنا علی قلوبھم: فعل بافاعل وظرف لغو، اذ: مضاف، قاموا: جملہ فعلیہ معطوف علیہ: ف: عاطفہ، قالوا: قول، ربنا: مبتدا، رب السموت والارض: خبر، ملکر جملہ اسمیہ ہوکر مقولہ، ملکر جملہ فعلیہ قولیہ معطوف، ملکر مضاف الیہ ملکر ظرف، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿لن ندعو من دونه الھا لقد قلنا اذا شططا﴾.

لن ندعو: فعل بافاعل، من دونه: ظرف مستقر حال مقدم، الھا: ذوالحال، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، لام: تاکیدیہ جواب قسم، قد: تحقیقیہ، قلنا: فعل بافاعل، اذا: حرف جزاوجواب، شططا: "قولا" مصدر محذوف کی صفت، مرکب توصیفی مفعول مطلق، ملکر جملہ فعلیہ قسم محذوف "نقسم" کے لیے جواب قسم، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ھؤلاء قومنا اتخذوا من دونه الھة لولا یاتون علیھم بسلطن بین﴾.

ھؤلاء قومنا: مبدل منہ وبدل، ملکر مبتدا، اتخذوا من دونه الھة: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ، لولا: حرف تحضیض، یاتون: فعل بافاعل، علیھم: ظرف لغو، بسلطن بین: ظرف لغو ثانی، ملکر جملہ فعلیہ مستانفہ۔

﴿فمن اظلم ممن افتری علی اللہ کذبا﴾.

ف: مستانفہ، من: استفہامیہ مبتدا، اظلم: اسم تفضیل بافاعل، من: جار، من افتری علی اللہ کذبا: موصول صلہ ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر شبہ جملہ ہوکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ

﴿واذ اعتزلتموھم وما یعبدون الا اللہ﴾.

و: عاطفہ، اذ: مضاف، اعتزلتمو: فعل بافاعل، ھم: معطوف علیہ، و: عاطفہ، ما یعبدون: موصول صلہ، ملکر مستثنی منہ، الا اللہ: مستثنی، ملکر معطوف، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر مضاف الیہ، ملکر فعل محذوف "قال بعضھم لبعض" کے لیے ظرف، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿فاْوٗا الی الکھف ینشر لکم ربکم من رحمته﴾.

ف: فصیحیہ، اْوٗا: فعل امر بافاعل، الی الکھف: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ، ینشر لکم: فعل وظرف لغو، من رحمته: ظرف مستقر "نجاحا" مصدر محذوف کی صفت، ملکر مرکب توصیفی ہوکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ جواب امر، ملکر شرط محذوف "ان شئتم النجاة یدینکم" کی جزا، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿ویھیء لکم من امرکم مرفقا ۝ وتری الشمس اذا طلعت تزور عن کھفھم ذات الیمین﴾.

و: عاطفہ، یھیء لکم: فعل بافاعل وظرف لغو، من امرکم: ظرف مستقر حال مقدم، مرفقا: ذوالحال، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔
و: مستانفہ، تری الشمس: فعل بافاعل، "الشمس" ذوالحال، اذا: ظرفیہ متضمن معنی شرط مفعول فیہ مقدم، طلعت: فعل بافاعل، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر شرط، تزاور: فعل بافاعل، عن کھفھم: ظرف لغو، ذات الیمین: ظرف، ملکر جملہ فعلیہ جزا، ملکر جملہ شرطیہ ہوکر حال ملکر، مفعول، تری اپنے متعلقات سے مل کر جملہ فعلیہ۔

﴿واذا غربت تقرضھم ذات الشمال وھم فی فجوۃ منہ﴾۔

و: عاطفہ، اذا: ظرفیہ شرطیہ مفعول فیہ مقدم، غربت: فعل بافاعل ملکر جملہ فعلیہ ہوکر شرط، تقرض: فعل بافاعل، ھم: ضمیر ذوالحال، و: حالیہ، ھم: مبتدا، فی: جار، فجوۃ: موصوف، منہ: ظرف مستقر صفت، ملکر مجرور، ملکر ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ اسمیہ ہوکر حال، ملکر مفعول، ذات الشمال: ظرف، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر جزا، ملکر جملہ شرطیہ ہوکر ماقبل "اذا طلعت" پر معطوف ہے۔

﴿ذلک من ایت اللہ من یھد اللہ فھو المھتد ومن یضلل فلن تجدلہ ولیا مرشدا﴾۔

ذلک مبتدا، من آیت اللہ: ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ اسمیہ، من: شرطیہ مفعول، یھدی اللہ: فعل وفاعل، ملکر جملہ فعلیہ شرط، فھو المھتد: جملہ اسمیہ جزا، ملکر جملہ شرطیہ، و: عاطفہ، من: شرطیہ مفعول بہ مقدم، یضلل: فعل وفاعل ملکر جملہ فعلیہ شرطیہ، ف: جزائیہ، لن تجدلہ: فعل بافاعل وظرف لغو، ولیا مرشدا: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ جزا، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

فتیۃ کے معانی:

۱..... فتی کا معنی ہے تازہ نوجوان لڑکا یا لڑکی، فتیا اور فتوی کے معنی ہیں کسی مشکل سوال کا جواب۔ (المفردات، ص ۳۷۵)

امام جریر طبری لکھتے ہیں: اللہ نے فرمایا اے محبوب ﷺ! ہم تجھے ان نوجوانوں کا حال بیان کرتے ہیں جنہوں نے حق کے لیے غار میں پناہ لی، یعنی سچائی اور یقین جس میں کسی قسم کا شک نہ ہو، اے محبوب! تجھ سے مشرکین مکہ ان پاک باز نوجوانوں جنہوں نے غار میں پناہ لی تھی ان کے بارے میں پوچھتے ہیں، ہم نے ان نوجوانوں کے ایمان میں اضافہ کردیا، ان کی دینی بصیرت میں بھی اضافہ کردیا، یہاں تک کہ وہ اپنی قوم (اور علاقہ) چھوڑ دینے پر راضی ہوئے، اور ان کا علاقہ چھوڑ دینا دین کے لئے تھا اور اپنا عیش اور آرام چھوڑ کر غار کے تنگ وتاریک پناہ گاہ میں پناہ لینا اللہ کے لیے تھا۔ (جامع البیان، الجزء ۱۵، ص ۲۳۹)

ظالم کے سامنے حق بیان کرنا:

۲..... ہمارے اسلاف کا حال کتنا اچھا تھا؟ اصحاب کہف کا حال کتنا پیارا تھا، ظالم بادشاہ کے سامنے دین پر ڈٹے رہے، اپنا گھر بار، علاقہ سب کچھ چھوڑ دیا، ہمارے اسلاف اعلائے کلمۃ الحق کے لئے ہمیشہ سے اہل ایمان کوشش کرتے آئے ہیں، راہ دین میں مصیبتیں برداشت کرنا اللہ والوں کا شیوہ رہا ہے۔ سیدنا ابوذر غفاری کا حال دیکھیں، ایمانی جذبے کا حال یہ تھا کہ قبول اسلام کے بعد چند دن تک بلند آواز سے روزانہ مجمع کفار میں اسلام کا اعلان کرتے اور کفار مکہ آپ پر پل پڑتے اور اس قدر زدوکوب کرتے کہ لہولہان ہوکر بے ہوش ہوجاتے مگر جوں ہی ہوش آتا پھر اپنے اسلام کا اعلان کرتے۔ آج حال ہمارے سامنے ہے، ہم میں سے کون کتنا وقت

دین اسلام کے لیے نکلتا ہے؟ سید عالم ﷺ کا فرمان خوشبودار: "عنقریب لوگوں پر وہ وقت آئے گا کہ جب اسلام کا صرف نام اور قرآن کا صرف رسم یعنی رواج رہ جائے گا، ان کی مسجدیں آباد ہونگی مگر ہدایت سے خالی، ان کے علماء آسمان کے نیچے بدترین خلق ہوں گے، ان سے فتنہ نکلے گا اور انہیں میں لوٹ جائے گا۔ (شعب الایمان رقم ۱۹۰۸، ج۲، ص ۳۱۱)

اصحاب کہف کے جسم دھوپ سے محفوظ رہے:

س:......اللہ نے فرمایا: اے مخاطب! جب سورج نکلتا ہے تو دیکھے گا کہ دھوپ ان کے غار سے دائیں جانب جھکی رہتی ہے، اس آیت سے یہ مراد نہیں ہے کہ واقع میں کوئی شخص اس کے غار کے پاس کھڑا تھا اور وہ سورج کے طلوع وغروب کے وقت میں دیکھ رہا تھا کہ دھوپ غار میں داخل ہوتی ہے یا نہیں، بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ بالفرض اگر کوئی شخص غار کے پاس کھڑا ہو تو وہ اس طرح دیکھے گا۔ اس کی تفسیر میں مفسرین کے دو قول ہیں: ایک یہ کہ اس غار کا منہ شمال کی جانب تھا، پس جب سورج طلوع ہوتا تو وہ غار کی دائیں جانب ہوتا اور جب سورج غروب ہوتا تو وہ غار کی بائیں جانب ہوتا۔ پس سورج کی دھوپ غار کے اندر نہیں پہنچ سکتی تھی اور خوشگوار و ٹھنڈی ہوا غار کے اندر پہنچ جاتی تھی، اور اس سے مقصود یہ ہے کہ اللہ نے اصحاب کہف کو اس سے محفوظ رکھا تھا کہ ان کے اوپر سورج کی دھوپ پڑے ورنہ ان کے اجسام میں تعفن اور فساد برپا ہوجاتا اور ان کے جسم گل سڑ جاتے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ اللہ نے سورج کو اس سے روک لیا کہ اس کی دھوپ طلوع یا غروب کے وقت ان کے جسموں پر پڑے، اور اللہ کا یہ فعل خلاف عادت ہے اور اصحاب کہف کی کرامت ہے۔ زجاج کا قول ہے کہ اللہ نے فرمایا: "یہ اللہ کی آیتوں میں سے ہے"، اور اگر پہلے قول کے موافق ان پر دھوپ نہ پڑتی تو پھر یہ امر معمول کے موافق اور عادت کے مطابق ہوتا اور اس میں اللہ کی کوئی آیت یا نشانی نہ ہوتی، اور اگر اس آیت کی ہمارے قول کے موافق تفسیر کی جائے تو پھر اس میں اللہ کی عجیب وغریب آیت اور نشانی اور اصحاب کہف کی کرامت ہوگی۔ اللہ نے سورج کی دھوپ کو غار میں پہنچنے نہیں دیا، اور پہلے قول کے مطابق نشانی یہ ہے کہ اللہ نے اتنی مدت طویلہ تک ان کو غار میں محفوظ رکھا کہ اصحاب کہف اللہ کے لطف وکرم سے اتنے عرصے تک مرض اور موت اور مرور ایام کے اثرات سے محفوظ رہے، اور جس طرح اللہ ابتدا میں ان کو کفر سے ایمان کی طرف لایا تھا، اسی طرح اللہ نے انتہاء میں بھی ان کے اجسام کو گردش ایام کے اثرات سے سلامت رکھا، اسی لئے فرمایا: جس کو اللہ ہدایت دے وہی ہدایت یافتہ ہے اور جس کو گمراہ کرے تو تو اس کے لیے کوئی مددگار نہ پائے گا۔ (الرازی، ج۷، ص ۴۴۳)

اغراض: قوینـاھا علی قول الحق: یعنی ہم نے ان کے دل اس اسلام پر جما دیئے کہ انہوں نے بادشاہ وقت کی مخالفت کی، اور انہیں بادشاہ کے رعب ودبدبہ اور خوف نے کچھ نقصان نہ پہنچایا۔

بین یدی ملکھم: اس شخص کا نام دقیانوس بادشاہ تھا۔ ای لا احد: استفہام انکاری بمعنی نفی کے ہے۔

علی عبادتھم: میں اس جانب اشارہ ہے کہ کلام میں مضاف محذوف ہے۔

نـاحیتہ: اس جملے میں اس جانب اشارہ ہے کہ ذات الیمین اور ذات الشمال دونوں ظرف مکان ہیں، جو بمعنی دائیں اور بائیں جانب کے ہیں۔ (الصاوی، ج۴، ص ۱۱ وغیرہ)

رکوع نمبر: ۱۵

﴿وَتَحْسَبُهُمْ﴾لو رَاَيْتَهُمْ﴿اَيْقَاظًا﴾اى مُنْتَبِهِيْنَ لِاَنَّ اَعْيُنَهُمْ مُفَتَّحَةٌ جمعُ يَقِظٍ بِكَسْرِ القَافِ﴿وَّهُمْ رُقُوْدٌ﴾ صلے ق ﴿نِيَامٌ جَمْعُ رَاقِدٍ﴿وَنُقَلِّبُهُمْ ذَاتَ الْيَمِيْنِ وَذَاتَ الشِّمَالِ﴾ صلے ق ﴿لِئَلَّا تَاكُلَ الارضُ

لُحُومَهُمْ ﴿وَكَلْبُهُمْ بَاسِطٌ ذِرَاعَيْهِ﴾ يَدَيهِ ﴿بِالْوَصِيْدِ ط﴾ بِفِناءِ الكَهْفِ وَكَانُوا اِذَا انْقَلَبُوا اِنْقَلَبَ وَهُوَ مِثْلُهُمْ فِى النَّومِ واليَقْظَةِ ﴿لَوِ اطَّلَعْتَ عَلَيْهِمْ لَوَلَّيْتَ مِنْهُمْ فِرَارًا وَّلَمُلِئْتَ﴾ بِتَخْفِيفِ والتَّشْدِيدِ ﴿مِنْهُمْ رُعْبًا(۱۸)﴾ بِسكُونِ العَينِ وَضَمِّهَا مَنَعَهُمُ اللهُ بِالرُّعبِ مِن دُخولِ اَحَدٍ عَلَيهِمْ ﴿وَكَذٰلِكَ﴾ كَمَا فَعَلْنَا بِهِم مَاذَكَرْنَا ﴿بَعَثْنٰهُمْ﴾ اَيقَظْنَاهُم ﴿لِيَتَسَآءَ لُوْا بَيْنَهُمْ ط﴾ عَنْ حالِهِمْ وَمُدَّةِ لُبْثِهِمْ ﴿قَالَ قَآئِلٌ مِّنْهُمْ كَمْ لَبِثْتُمْ ط قَالُوْا لَبِثْنَا يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ ط﴾ لِاَنَّهُم دَخَلُوا الكَهْفِ عِنْدَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَبُعِثُوا عِنْدَ غُرُوبِهَا فَظَنُّوا اَنَّهُ غُروبُ يَوْمِ الدُّخُولِ ثُمَّ ﴿قَالُوْا﴾ مُتَوَقِّفِينَ فِى ذَالِكَ ﴿رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَا لَبِثْتُمْ ط فَابْعَثُوْآ اَحَدَكُمْ بِوَرِقِكُمْ﴾ بِسُكونِ الرَّاءِ وكَسْرِهَا بِفِضَّتِكُم ﴿هٰذِهٖٓ اِلَى الْمَدِيْنَةِ﴾ يُقَالُ اِنَّهَا الْمُسَمَّاةُ الْاٰنَ طَرْطُوسِ بِفَتْحِ الرَّاءِ ﴿فَلْيَنْظُرْ اَيُّهَآ اَزْكٰى طَعَامًا﴾ اى اَطعِمَةِ المَدِينَةِ اَحَلُّ ﴿فَلْيَاْتِكُمْ بِرِزْقٍ مِّنْهُ وَلْيَتَلَطَّفْ وَلَا يُشْعِرَنَّ بِكُمْ اَحَدًا(۱۹) اِنَّهُمْ اِنْ يَّظْهَرُوْا﴾ يَطَّلِعُوا ﴿عَلَيْكُمْ يَرْجُمُوْكُمْ﴾ يَقْتُلُوكُم بِالرَّجْمِ ﴿اَوْ يُعِيْدُوْكُمْ فِىْ مِلَّتِهِمْ وَلَنْ تُفْلِحُوْٓا اِذًا﴾ اَىْ اِنْ عُدْتُّمْ فِى مِلَّتِهِمْ ﴿اَبَدًا(۲۰) وَكَذٰلِكَ﴾ كَمَا بَعَثْنَاهُمْ ﴿اَعْثَرْنَا﴾ اِطَّلَعْنَا ﴿عَلَيْهِمْ﴾ قَوْمَهُمْ وَالْمُومِنِينَ ﴿لِيَعْلَمُوْٓا﴾ اَى قَومُهُمْ ﴿اَنَّ وَعْدَ اللهِ﴾ بِالْبَعثِ ﴿حَقٌّ﴾ بِطَرِيْقِ اِنَّ الْقَادِرَ عَلى اَنامَتِهِمُ المُدَّةِ الطَّوِيْلَةِ وَاِبْقَائِهِمْ على حَالِهِمْ بِلَا غِذَاءٍ قَادِرٌ على اِحْياءِ المَوتٰى ﴿وَّاَنَّ السَّاعَةَ لَا رَيْبَ﴾ شَكَّ ﴿فِيْهَا ق ج﴾ اِذ مَعمُولٌ لِاَعْثَرنا ﴿اِذْ يَتَنَازَعُوْنَ﴾ اَىِ المومِنُونَ والكُفَّارُ ﴿بَيْنَهُمْ اَمْرَهُمْ﴾ اَمْرَ الْفِتْيَةِ فِى الْبِنَاءِ حَولَهُمْ ﴿فَقَالُوْا﴾ اَىِ الكُفَّارُ ﴿ابْنُوْا عَلَيْهِمْ﴾ اَى حَولَهُمْ ﴿بُنْيَانًا ط﴾ يَسْتُرهم ﴿رَبُّهُمْ اَعْلَمُ بِهِمْ ط قَالَ الَّذِيْنَ غَلَبُوْا عَلٰٓى اَمْرِهِمْ﴾ اَمْرِ الفِتْيَةِ وَهُم المؤمنونَ ﴿لَنَتَّخِذَنَّ عَلَيْهِمْ﴾ حَولَهُمْ ﴿مَّسْجِدًا(۲۱)﴾ يُصَلّٰى فيهِ وَفُعِلَ ذالكَ على بابِ الكَهْفِ ﴿سَيَقُوْلُوْنَ﴾ اَىِ الْمُتَنَازِعُونَ فِى عَدَدِ الفِتْيَةِ فِى زَمَنِ النبى ﷺ اَى يَقولُ بَعْضُهُمْ هُمْ ﴿ثَلٰثَةٌ رَّابِعُهُمْ كَلْبُهُمْ ج وَيَقُوْلُوْنَ﴾ اَى بَعْضُهُمْ ﴿خَمْسَةٌ سَادِسُهُمْ كَلْبُهُمْ﴾ وَالقَولَانِ لِنَصارىٰ نَجْرَانِ ﴿رَجْمًام بِالْغَيْبِ ج﴾ اَى ظَنًّا فِى الغَيْبَةِ عنهُمْ وَهُوَ راجعٌ الى القَولَيْنِ معًا وَنَصَبُهُ على المَفْعُولِ لَهُ اى لِظَنِّهِمْ ذَالكَ ﴿وَيَقُوْلُوْنَ﴾ اَىِ المؤمِنونَ ﴿سَبْعَةٌ وَّثَامِنُهُمْ كَلْبُهُمْ ط﴾ اَلْجُمْلَةُ مِن مُبْتَداءٍ وَخَبَرٍ صِفَةُ سبعَةٍ بِزِيَادَةِ الوَاوِ وَقِيلَ تَاكِيدٌ او دَلَالَةٌ على لُصُوقِ الصِّفَةِ بِالمَعروفِ وَوَصفُ الاَوَّلِينَ بِالرَّجْمِ دُون الثَّالثِ يَدُلُّ على اَنَّهُ مَرضِيٌّ وَصَحِيحٌ ﴿قُلْ رَّبِّىٓ اَعْلَمُ بِعِدَّتِهِمْ مَّا يَعْلَمُهُمْ اِلَّا قَلِيْلٌ قف﴾ قَالَ ابنُ عَباسٍ اَنَا مِنَ القَلِيلِ وَذَكَرهُمْ

سَبۡعَةٌ﴿فَلَا تُمَارِ﴾تجادل﴿فِيۡهِمۡ اِلَّا مِرَآءً ظَاهِرًا ص﴾بما انزل علیک﴿وَّلَا تَسۡتَفۡتِ فِيۡهِمۡ﴾تطلب الفتیا﴿مِّنۡهُمۡ﴾من اہل الکتب الیہود﴿اَحَدًا (۲۲)﴾.

﴿ترجمہ﴾

اور (اگر تم انہیں دیکھو) تو تم انہیں جاگتا سمجھو (یعنی بیدار سمجھو کیونکہ ان کی آنکھیں کھلی ہوئی ہیں......۱......ایقاظا ،یقظ کی جمع ہے ،یقظ قاف کے کسری کے ساتھ ہے) اور وہ سوتے ہیں (رقود ،جمع ہے راقدکی ،بمعنی سونے والے) اور ہم ان کی داہنی بائیں کروٹ بدلتے ہیں......۲......(تاکہ زمین ان کے گوشت کو نہ کھا سکے) اور انکا کتا اپنی کلائیاں پھیلائے ہوئے ہے......۳......(ذراعیہ بمعنی یدیہ ہے) غار (کی چوکھٹ) پر (اور جب انہیں پلٹا جاتا ہے تو اسے بھی پلٹ دیا جاتا ہے اور یہ سونے اور بیدار ہونے کی حالت میں ان ہی کی مثل ہے) اے سننے والے اگر تو انہیں جھانک کر دیکھے تو ان سے پیٹھ پھیر کر بھاگے اور ان سے ہیبت میں بھر جائے (لملئت کو مخفف اور مشدد دونوں طرح پڑھا گیا ہے اور رعبا عین ساکن اور عین مضموم دونوں کے ساتھ پڑھا گیا ہے، اللہ ﷻ نے رعب کے ذریعے ان کے پاس داخل ہونے سے روک دیا ہے) اور یونہی (جیسا کہ ہم نے مذکورہ معاملہ ان کے ساتھ فرمایا) ہم نے ان کو جگایا (بعثنا بمعنی ایقظنا ہے) کہ آپس میں ایک دوسرے سے احوال پوچھیں (اپنے حال کے بارے میں اور غار میں ٹھہرنے کی مدت کے بارے میں......۴......) ان میں ایک کہنے والا بولا تم یہاں کتنی دیر رہے کچھ بولے ایک دن رہے یا دن سے کم (کیونکہ وہ سورج طلوع ہوتے وقت غار میں داخل ہوئے تھے اور سورج غروب ہوتے وقت بیدار ہوئے تو انہوں نے گمان کیا یہ سورج ان کے داخلہ والے دن ہی کا غروب ہوا ہے پھر بولے اس بارے میں توقف کرتے ہوئے) تمہارا رب خوب جانتا ہے جتنا تم ٹھہرے تو اپنے میں ایک کو یہ چاندی لیکر شہر میں بھیجو......۵......(کہا جاتا ہے کہ اس وقت اس شہر کا نام طرسوس ہے، یہ راء کی فتح کے ساتھ ہے، بورقکم میں راء کو ساکن اور مکسور دونوں طرح پڑھا گیا ہے اس کے معنی چاندی ہے) پھر وہ غور کرے کہ وہاں کونسا کھانا زیادہ ستھرا ہے (یعنی شہر کے کھانوں میں سے کون سا کھانا حلال ہے) کہ تمہارے لیے اس میں سے کھانا لائے اور چاہیے کہ نرمی کرے اور ہرگز کسی کو تمہاری اطلاع نہ دے بیشک اگر وہ تمہیں جان لیں گے (یعنی تم پر مطلع ہو جائیں گے) تو تمہیں پتھراؤ کرینگے (یعنی پتھراؤ کر کے تمہیں مار ڈالیں گے) یا اپنے دین میں پھیر لیں گے اور ایسا ہوا (یعنی اگر تم ان کے دین میں لوٹ گئے) تو تمہارا کبھی بھلا نہ ہوگا اور اسی طرح (جیسا کہ ہم نے انہیں اٹھایا تھا) ہم نے ان کی اطلاع کر دی (ان کی قوم اور مسلمانوں کو، اعثرنا بمعنی اطلعنا ہے) کہ جان لیں (ان کی قوم) کہ اللہ کا وعدہ (مرنے کے بعد پھر زندہ کرنے کا) سچا ہے (وہ اس طریقے سے جان لیں جوان لوگوں کو طویل مدت تک سلائے رکھنے اور بے غذا کے انہیں ان کی حالت باقی رکھنے پر قادر ہے وہ مُردوں کو زندہ کرنے پر بھی قادر ہے) اور قیامت میں کچھ شبہ نہیں (ریب بمعنی شک ہے، "اذ" اعثرنا فعل کا مفعول ہے) جب وہ لوگ (یعنی مسلمان اور کافر) ان کے (یعنی ان جوانوں کے) معاملہ میں باہم جھگڑنے لگے (ان کے گرد عمارت بنانے کے معاملے میں) تو (کافر) بولے ان پر (یعنی ان کے گرد) کوئی عمارت نہ بناؤ (جو انہیں چھپا کر رکھے) ان کا رب انہیں خوب جانتا ہے وہ بولے جو اس معاملہ میں (یعنی جوانوں کے معاملے میں) غالب رہے تھے (یعنی مسلمان) ہم تو ان پر مسجد بنائیں گے......۶......(یعنی ہم ان کے گرد مسجد بنائینگے اس میں نماز پڑھی جائے اور غار کے دروازے پر مسجد ہی بنائی گئی) اب کہیں گے (زمانۂ نبوی میں ان جوانوں کی تعداد کے بارے میں جھگڑنے والے یعنی ان میں سے بعض کہیں گے) کہ (وہ) تین ہیں چوتھا ان کا کتا اور (ان میں سے بعض) کہیں گے پانچ ہیں چھٹا ان کا کتا (اور دونوں اقوال نصاریٰ نجران کے ہیں) یہ سب اندازے ہیں دیکھے (نرا گمان ہے جوان

سے غائب ہونے کی حالت میں کیا گیا ہے اور یہ قید ماقبل دونوں اقوال کی طرف یکساں راجع ہے۔ رجما بالغیب مفعول لہ ہونے کی وجہ سے منصوب ہے) اور کچھ (مومنین) کہیں گے سات ہیں اور آٹھواں ان کا کتا (مبتداء ہے اور سبعۃ ...... الخ صفت اس کی خبر، درمیان میں واو زیادتی، تاکید یا موصوف کو صفت سے ملانے کے لئے دلالت کرنے کے لئے ہے اور پہلی دو صفات کو "رجم" کے سارے موصوف کر دیا گیا اور تیسری کو اس لئے "رجم" کے ساتھ موصوف نہ کیا گیا تا کہ سات افراد ہونے کا قول صحیح قرار پائے) تم فرماؤ میرا رب ان کی گنتی خوب جانتا ہے انہیں نہیں جانتے مگر تھوڑے (ابن عباس کم افراد ہونے والے قول کے قائل ہیں، مفسرین نے سات افراد کے نام بیان کئے ہیں جنہیں ہم نے رکوع نمبر ۱۳، حاشیہ نمبر ۳ میں ذکر کر دیا ہے) تو ان کے بارے میں نہ (جھگڑو) مگر اتنا ہی جو ظاہر ہو (جو قرآن میں تم پر نازل کیا) اور نہ پوچھو (فتوی طلب کرو) ان کے بارے میں (کسی کتابی سے) کچھ بھی۔

﴿ترکیب﴾

﴿وتحسبهم ایقاظا وهم رقود ونقلبهم ذات الیمین وذات الشمال وکلبهم باسط ذراعیه بالوصید﴾.

و: مستانفہ، تحسب: فعل بافاعل، هم: ضمیر ذوالحال، هم رقود: جملہ اسمیہ حال، ملکر مفعول اول، ایقاظا: مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ۔ و: عاطفہ، نقلبهم: فعل بافاعل و هم ضمیر ذوالحال، ذات الیمین و ذات الشمال: ظرف، و کلبهم: مبتداء، باسط: اسم فاعل بافاعل، ذراعیه: مفعول، بالوصید: ظرف لغو، ملکر شبہ جملہ ہو کر خبر، ملکر جملہ اسمیہ حال، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿لو اطلعت علیهم لولیت منهم فرارا ولملئت منهم رعبا﴾.

لو: شرطیہ، اطلعت علیهم: جملہ فعلیہ شرط، لام: تاکیدیہ، ولیت: فعل بافاعل، منهم فرارا: شبہ جملہ مفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، لام: تاکیدیہ، ملئت: فعل نائب بافاعل، منهم رعبا: شبہ جملہ مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف، ملکر جواب شرط، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿وکذلک بعثنهم لیتساء لوا بینهم﴾.

و: عاطفہ، کذلک: ظرف مستقر، "بعثا" مصدر محذوف کی صفت، مرکب توصیفی مفعول مطلق مقدم، بعثنهم: فعل بافاعل ومفعول، لام: جار، یتساء لوا: فعل وضمیر ذوالحال، بینهم: ظرف مستقر حال، ملکر فاعل ملکر جملہ فعلیہ، بتقدیر ان مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿قال قائل منهم کم لبثتم قالوا لبثنا یوما او بعض یوم﴾.

قال: قول، منهم: جملہ فعلیہ قول، کم: ظرفیہ "یوما" تمییز محذوف کے لیے ممیز، ملکر ظرف مقدم، لبثتم: فعل بافاعل، ملکر جملہ فعلیہ ہو کر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔ قالوا: قول لبثنا: فعل بافاعل، یوما: معطوف علیہ، او بعض یوم: معطوف، ملکر ظرف، ملکر جملہ فعلیہ مقولہ، ملکر جملہ فعلیہ قولیہ۔

﴿قالوا ربکم اعلم بما لبثتم فابعثوا احدکم بورقکم هذه الی المدینة﴾.

قالوا: قول، ربکم: مبتداء، اعلم بما لبثتم: شبہ جملہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ ہو کر مقولہ، ف: عاطفہ، معطوف علی محذوف "فدعوا التساؤل، وخذوا فیما هواهم واجدی لنا فی موقفنا هذا" ابعثوا احدکم: فعل بافاعل ومفعول، بعد: جار، ورقکم: موصوف، هذه: صفت، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، جملہ فعلیہ۔

﴿فالینظر ایها ازکی طعاما فلیاتکم برزق منه﴾.

ف: عاطفہ، لام: لام امر، ینظر: فعل بافاعل، ایها: استفہامیہ مبتداء، ازکی: اسم تفضیل ہو ضمیر "طعاما" تمییز، ملکر خبر، ملکر جملہ

اسمیہ ہو کر مفعول، جملہ فعلیہ، ف:عاطفہ، لیاتکم: فعل امر بافاعل ومفعول، ب :جار، رزق:موصوف ، منه: ظرف مستقر صفت، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ولیتلطف ولا یشعرن بکم احدا﴾.

و:عاطفہ، لیتلطف:فعل امر بافاعل، جملہ فعلیہ،و: عاطفہ، لایشعرون بکم احدا: فعل نہی بافاعل وظرف لغو ومفعول ،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿انهم ان یظهروا علیکم یرجموکم او یعیدوکم فی ملتهم﴾.

انهم: حرف مشبہ واسم،ان :شرطیہ،یظهروا علیکم: جملہ فعلیہ ہو کر شرط، یرجو کم: جملہ فعلیہ معطوف علیہ ،او یعیدو کم فی ملتهم: جملہ فعلیہ معطوف، ملکر جواب شرط، ملکر جملہ شرطیہ ہو کر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ولن تفلحوا اذا ابدا﴾.

و:عاطفہ، لن :حرف نفی ونصب واستقبال،تفلحوا: فعل بافاعل،اذا:حرف جزا وجواب، ابدا :ظرف، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وكذلک اعثرنا علیهم لیعلموا ان وعد الله حق وان الساعة لا ریب فیها﴾.

و:عاطفہ، کذلک : جار مجرور ظرف مستقر " ابعاثا" مصدر محذوف کی صفت، ملکر مرکب توصیفی مفعول مقدم،اعثرنا علیهم: فعل بافاعل وظرف لغو،لام : جار، یعلموا : فعل بافاعل،ان وعد الله حق : جملہ اسمیہ معطوف علیہ، وان الساعة لاریب فیها : جملہ اسمیہ معطوف، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ بتقدیر "ان "مجرور، ملکر ظرف لغو،اعثرنا اپنے متعلقات سے ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿اذ یتنازعون بینهم امرهم فقالوا ابنوا علیهم بنیانا﴾.

اذ:مضاف، یتنازعون بینهم امرهم: فعل بافاعل وظرف ومفعول، ملکر جملہ فعلیہ ہو کر مضاف الیہ، ملکر ظرف ہے ماقبل " اعثرنا" کے لیے، ملکر جملہ فعلیہ ، ف:عاطفہ، قالوا:قول، ابنوا علیهم بنیانا : فعل امر بافاعل وظرف لغو ومفعول مطلق، ملکر مقولہ، ملکر جملہ فعلیہ قولیہ۔

﴿ربهم اعلم بهم قال الذین غلبوا علی امرهم لنتخذن علیهم مسجدا﴾.

ربهم: مبتدا،اعلم بهم: شبہ جملہ ہو کر خبر، ملکر جملہ اسمیہ،قال:فعل،الذین غلبوا علی امرهم : موصول صلہ، ملکر فاعل، ملکر قول،لا:تاکیدیہ جواب قسم،نتخذن: فعل بافاعل،علیهم : ظرف مستقر حال مقدم، مسجدا : ذوالحال ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ ہو کر "نقسم "قسم محذوف کے لیے جواب قسم، ملکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿سیقولون ثلثة رابعهم کلبهم ویقولون خمسة سادسهم کلبهم رجما بالغیب﴾.

س: حرف استقبال،یقولون:قول، ثلثة:"اشخاص "تمیز محذوف کے لیے ممیز، ملکر موصوف،رابعهم کلبهم : جملہ اسمیہ صفت، ملکر "هم "مبتدا محذوف کے لیے خبر، ملکر جملہ اسمیہ ہو کر مقولہ، ملکر جملہ فعلیہ قولیہ معطوف علیہ ،و:عاطفہ، یقولون : قول، خمسة "اشخاص " تمیز محذوف کے لیے ممیز، ملکر موصوف، سادسهم کلبهم : جملہ اسمیہ صفت، ملکر "هم " مبتدا محذوف کے لیے خبر، ملکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ معطوف اول، رجما بالغیب: شبہ جملہ ہو کر " یرجمون "فعل محذوف کے لیے مفعول مطلق، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ویقولون سبعة وثامنهم کلبهم﴾.

و:عاطفہ،یقولون:قول، سبعة : "اشخاص "تمیز محذوف کے لیے ممیز، ملکر موصوف،و:عاطفہ تاکید صفت، ثامنهم کلبهم: جملہ اسمیہ صفت، ملکر "هم " مبتدا محذوف کے لیے خبر، ملکر مقولہ، جملہ ملکر جملہ قولیہ ہو کر معطوف ثانی، ماقبل معطوف علیہ، ملکر جملہ معطوف۔

﴿قل ربی اعلم بعدتهم ما یعلمهم الا قلیل﴾.

قل: قول، ربی: مبتدا، اعلم: اسم تفضیل بافاعل، ب: جار، عدتهم: ذوالحال، ما یعلمهم: فعل نفی ومفعول، الا: اداۃ حصر، قلیل: فاعل، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر حال، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر شبہ جملہ ہوکر خبر ملکر مقولہ ملکر جملہ قولیہ۔

﴿فلا تمار فیهم الا مراء ظاهرا ولا تستفت فیهم منهم احدا﴾.

ف: فصیحہ، لا تمار: فعل نہی بافاعل، فیهم: ظرف لغو، الا: اداۃ حصر، مراء ظاهرا: مفعول مطلق، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر معطوف علیہ ہو: عاطفہ، لا تستفت فیهم: فعل نہی بافاعل وظرف لغو، منهم: ظرف مستقر حال مقدم، احدا: ذوالحال، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر معطوف، ملکر شرط محذوف ''ان عرفت هذا'' کے لیے جزا، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

غار والوں کی بیداری:

۱......علامہ آلوسی کہتے ہیں کہ گمان کا دارومدار اس بات پر ہے کہ آنکھیں کھول رکھنا دیکھنے کی علامت ہے، ابن عطیہ کہتے ہیں کہ انہیں دیکھ کر گمان ہونے لگے کہ یہ سوئے نہیں بلکہ جاگ رہے ہیں اس لیے کہ ان کے حافظے مضبوط (کہ اب تک دقیانوس اور اس کی شرانگیزی جانتے ہیں)، اور ان کے اجسام تغیر پذیری سے پاک ہیں کیونکہ عام طور پر نیند (انسانی طبیعت میں) نرمی پیدا کرتی ہے اور ان حضرات کی کیفیت یہ بتاتی تھی کہ وہ نیند کر چکے ہیں۔ کروٹے بدلنا بھی نیند کر چکنے پر دلیل ہے۔ (روح المعانی، الجزء ۱۵، ص ۲۸٤)

غاروالوں کی کروٹیں بدلنا:

۲......جیسا کہ ماقبل بیان کر دیا کہ ان حضرات کی کروٹیں بدلی جاتی تھیں، اس بارے میں مفسرین کرام کا اختلاف ہے کہ کتنی مدت میں ان کی کروٹ بدلی جاتی تھی، ایک قول جو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ یہ ہے کہ ان کی کروٹ سال میں ایک بار بدلی جاتی تھی، مجاہد کہتے ہیں کہ دائیں جانب نو سال اور بائیں جانب نو سال میں کروٹ بدلتی تھی، ایک قول یہ ہے کہ عاشوراء کے دن ان کی کروٹ بدلی جاتی تھی، اور ان اقوال کے بارے میں کوئی صحیح خبر نہیں ہے اور نہ ہی کوئی قرآنی لفظ اس پر دلیل ہے۔ ابن عباس کہتے ہیں کہ ان کے کروٹ بدلنے میں اس بات پر دلیل ہے کہ ان کے جسموں کو زمین نہ کھائے اور کوئی فساد والا معاملہ نہ ہو، اور یہ معاملہ عجیب ہے کہ تین سو نو سال کے بعد بھی ان کے اجسام میں زندگی باقی رہی۔ (الرازی، ج۷، ص ٤٤٤)

ایک قول یہ ملتا ہے کہ ان کی کروٹیں فرشتے تبدیل کرتے تھے جب کہ ایک قول کے مطابق سویا ہوا شخص جس طرح خود بخود اپنی کروٹ تبدیل کر لیتا ہے اور اسے خبر تک نہیں ہوتی، ان حضرات کا بھی یہی معاملہ تھا۔

اللہ عزوجل والوں سے نسبت:

۳......انسان تو بہر حال اشرف المخلوقات ہے، جس جانور کو اللہ والوں سے نسبت ہو جائے وہ بھی معزز ہو جاتا ہے، دیکھیں اصحاب کہف کا کتا، اللہ نے کس شان سے بیان کیا: ''ان کا کتا غار کے آگے اپنی کلائیاں پھیلائے بیٹھا ہے''۔

☆......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جس نے کتا رکھا اس کے اجر میں ہر روز دو قیراط کم ہوتے رہیں گے، ماسوا اس شخص کے جس نے مویشیوں کی حفاظت کے لیے کتا رکھا ہوا ہو یا شکار کرنے کے لیے یا کھیت کی حفاظت

کرنے کے لیے۔ (صحیح مسلم، رقم کتاب المساقاۃ، باب الامر بقتل الکلاب، رقم: ۳۹۲۱/۱۵۷۵، ص ۷۷۲)

☆......حضرت عبداللہ بن مغفل کہتے ہیں کہ میں ان لوگوں میں سے ہوں جو نبی کریم ﷺ کے چہرہ انور کے آگے سے ٹہنیاں اٹھا رہے تھے جب سید عالم ﷺ خطبہ ارشاد فرما رہے تھے، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اگر کتے ایک مخلوق نہ ہوتے تو میں ان کو قتل کرنے کا حکم دیتا پس ہر سیاہ کتے کو مار دو اور جو لوگ گھروں میں کتے رکھتے ہیں ان کے عمل سے روزانہ ایک قیراط کم ہوتا ہے مگر شکار کا کتا، کھیتی کی حفاظت اور بکریوں کی حفاظت کے لئے کتا (اس سے مستثنی) ہے''۔ (الفتاوی الرضویہ مخرجہ، رسالہ: سلب الثلب عن القائلین بطھارۃ الکلب، ج ٤، ص ٤٠٠)

یہ بحث تو وہ ہے کہ کتا رکھنا جائز ہے یا نہیں، ہم تو یہ بیان کر رہے تھے کہ جس کتے کو اللہ والوں سے نسبت قائم ہو جائے وہ بھی محبوب ہو جاتا ہے، اگر ہمارا یہ قول قابل قبول نہ ہو تو پھر اللہ کا اپنے پاک کلام میں اس طرح بیان کرنے کا مقصد کیا ہے۔ مفسرین کرام فرماتے ہیں۔ قاضی ثناء اللہ پانی پتی خالد بن معدان کا قول نقل کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ جنت میں سوائے اصحاب کے کتے اور بلغام کے گدھے کے کوئی جانور نہ جائے گا۔

حسب حال معاملہ ہونا:

۴......طبرانی نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرات انبیائے کرام قیامت کے دن چوپایوں پر سوار ہونگے، حضرت صالح اپنی اونٹنی پر، میں براق پر، میرے بیٹے حسن و حسین جنتی اونٹنیوں پر، بلال حبشی جنتی اونٹنی پر، پس منادی ندا کرے گا اور کلمۂ شہادت اشھد ان محمد رسول اللہ، پڑھے گا، پس تمام اولین و آخرین کے اہل ایمان گواہی دیں گے، پس جس نے دنیا میں قبول کیا ہو گا وہ اس دن بھی ایمان کی گواہی دے گا اور جس نے دنیا میں عدم قبولیت کی ہو گی وہ آخرت میں بھی نہ مانے گا۔

(البدور السافرۃ، باب: حشر المتقی راکبا، رقم: ١٦٢، ص ١٢١)

وکیل بنانے کا بیان:

۵......وکالت کے معنی یہ ہیں کہ جو تصرف خود کرتا، اس میں دوسرے کو اپنے قائم مقام کر دینا۔ اس کے لیے شرط یہ ہے کہ وکالت اسی چیز میں ہو سکتی ہے جس کو موکل خود کر سکتا ہو اور اگر کسی خاص وجہ سے موکل کا تصرف ممتنع ہو اور اصل میں جائز ہو تو کیل درست ہے مثلاً محرم نے شکار بیع کرنے کے لیے غیر محرم کو وکیل کیا۔

(الدر المختار، کتاب الوکالۃ، ج۸، ص ٢٤١)،(الھندیہ، کتاب الوکالۃ، باب: الاول فی بیان معانا، ج۳، ص ٥١٧)

حقوق کی دو اقسام ہیں: حقوق اللہ اور حقوق العبد، حقوق اللہ دو قسم کے ہیں، اُس میں دعوی شرط ہے یا نہیں، جن حقوق میں دعوی شرط ہے جیسے حد قذف، حد سرقہ، ان کے اثبات کے لیے توکیل صحیح ہے۔ موکل موجود ہو یا غائب وکیل، اس کا ثبوت پیش کر سکتا ہے اور ان کا اِستیفا یعنی قذف میں درّے لگانا یا چوری میں ہاتھ کاٹنا اُس کے لیے موکل کی موجودگی ضروری ہے۔ اور جن حقوق اللہ میں دعوے شرط نہیں جیسے حد زنا، حد شرب خمر ان کے اثبات یا استیفا کسی میں توکیل جائز نہیں۔

حقوق العباد بھی دو قسم کے ہیں، شبہ سے ساقط ہوتے ہیں یا نہیں، اگر ساقط ہو جائیں جیسے قصاص اس کے اثبات کی توکیل صحیح ہے اور استیفا کی توکیل یعنی قصاص جاری کرنے کا وکیل بنانا یہ اگر موکل یعنی ولی کی موجودگی میں ہو تو درست ہے ورنہ نہیں، اور حقوق العبد جو شبہہ سے ساقط نہیں ہوتے ان سب میں وکیل بالخصومۃ بنانا درست ہے وہ حق از قبیل دَین ہو یا عین، تعزیر کے اثبات اور استیفا دونوں کے لیے وکیل بنانا جائز ہے موکل موجود ہو یا غائب۔

(الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوکالۃ، باب الاول فی بیان معناشرعا، ج۳، ص٥١٩)

صالحین کے مقبروں کے پاس مسجد بنانا کیسا؟

۱؎..... اکثر علماء ومفسرین کرام کا متذکرہ آیت سے استدلال ہے کہ صالحین کے قُرب وجوار میں مسجد تعمیر کرنا، نمازیں پڑھنا، باعث خیروبرکت ہے۔ قاضی ثناء اللہ پانی پتی فرماتے ہیں مزارات کے قرب وجوار میں مسجد بنانا جائز ہے، جبکہ شیخ استاد محمد فاخر محدث مزارات کے قریب مسجد بنانے کو ناجائز کہتے ہیں اور کراہیت کی پہلی دلیل امام مسلم کی روایت بناتے ہیں جو کہ ابی الہیاج الاسدی سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''کیا میں تجھے اس کام کے لیے نہ بھیجوں جس کے لیے مجھے رسول اللہ نے بھیجا تھا کہ جو بھی بت دیکھو اسے مٹادو اور جو قبر اٹھی ہوئی دیکھو اسے برابر کردو''۔ (صحیح مسلم، کتاب الجنائز، باب:الامر بتسوية القبر، برقم:۲۱۳۲/۹۶۹، ص ۴۳۹)۔ اسی طرح دوسری دلیل امام مسلم کی ہی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پکی قبر بنانے اور اس پر عمارت بنانے اور اس پر بیٹھنے سے منع فرمایا'' (صحیح مسلم، کتاب الجنائز، باب:النهي عن التحصيص، رقم:۲۱۳۴/۹۷۰، ص ۴۴۰)۔ شیخ کی تیسری دلیل شیخین کی روایت ہے جو حضرت عائشہ اور ابن عباس نے روایت کی ہے، فرماتے ہیں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو شدید مرض لاحق ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چہرے پر چادر ڈالی اور پھر جب گھٹن محسوس ہوئی تو چادر ہٹادی اور اس حالت میں یہ فرمارہے تھے کہ معاملہ اسی طرح ہے کہ اللہ نے یہود ونصاری پر لعنت فرمائی کہ انہوں نے اپنے انبیائے کرام کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا۔

(صحيح البخاری، کتاب الجنائز، باب:مايكره من التخاذ المساجد، رقم:رقم ۱۳۳۰، ص ۲۱۲)

میں (قاضی ثناء اللہ) کہتا ہوں کہ یہ احادیث پکی قبر بنانے، قبر پر عمارت بنانے، اور اونچی قبر بنانے کی کراہت پر دلالت کرتی ہیں۔ مزارات کے قریب مسجد بنانے کی کراہیت پر دلالت نہیں کرتی ہیں اور **اتخذوا قبور انبيائهم مساجد** کا مفہوم یہ ہے کہ وہ قبروں کی طرف سجدے کرتے تھے، حضرت ابومرثد الغنوی کی حدیث میں اس مفہوم کی صراحت ہے، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''نہ قبروں کے اوپر بیٹھو اور نہ ان کی طرف نماز پڑھو۔ (المظهری، ج ٤، ص ۳۱۷ وغیرہ)

اغراض: **بفناء الكهف**: یعنی غار کی کشادہ زمین، ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے کہ اس سے مراد غار کی اندرونی جگہیں، دروازہ یا مٹی ہے۔

كما فعلنا بهم ما ذكرنا: یعنی ان پر طویل مدت تک کے لئے نیند کا طاری کردینا، پس ان کی نیند دوسری نشانی ہے۔

لانهم دخلوا الكهف: ظاہر قول یہ ہے کہ جس دن یہ غار میں داخل ہوئے اسی دن سو گئے، ایک قول یہ بھی ہے کہ نیند طاری ہونے سے پہلے کافی عرصہ غار میں بغیر کھانے، پینے اور دیگر ضروریات زندگی کے مطابق زندگی گزاری، ایک قول یہ بھی ہے کہ طلوع آفتاب سے پہلے سو گئے اور یہی صحیح قول ہے۔ **وفعل ذلك على باب الكهف**: یعنی غار کے دروازے کو باقی رکھا جیسا کہ ماقبل گزر چکا۔

احل: یعنی حلال کھانے، مراد یہ ہے کہ قوم میں ایسے بھی تھے جو بتوں کے نام سے ذبح کرتے تھے اور بعض اپنے ایمان کو چھپاتے تھے اور بطور غذا ذبیحہ کو مومنین سے حاصل کرنا چاہتے تھے۔

مفعول لاعثرنا: مناسب یہ ہے کہ مفعول کے بجائے ظرف بنایا جائے، تقدیر عبارت یوں ہوگی **اذكر فيها اذ...... الخ**۔

اى المومنين والكفار: مومنین نے کہا ہم یہاں مسجد بنائیں گے، لوگ نماز ادا کریں گے کیونکہ یہ اصحاب ہمارے دین سے تھے اور کفار نے کہا کہ ہم یہاں (اپنا عبادت خانہ) بنائیں گے کیونکہ یہ ہمارے دین سے تعلق رکھتے تھے۔

وهم المومنون: مراد نیک صالح مسلمان بادشاہ بیدروس کی قوم کے لوگ ہیں۔ **اى المتنازعون**: یعنی نصاری اور مسلمان تھے۔

وذكرهم سبعة: مکسلمینا، تملیخا، مرطونس، نینوس، وساریوس، ذونوانس، فلیسطیونس، اور کتے کا نام قطمیر تھا، ایک قول کے مطابق کتے کا نام حمران یا ریان تھا، ایک قول یہ ہے کہ جس گھر کے دروازے پر یہ نام کندا ہوں اس گھر کو آگ نہ جلائے گی، جس سامان میں یہ ہوں وہ

چوری نہ ہوگا، جس سواری میں ہوں وہ نہ ڈوبے گی، ابن عباس کہتے ہیں کہ اصحاب کہف کے اسماء کے ساتھ خاصے ہیں: طلب (مراد پانا)، ہرب (بھاگنا)، جس جگہ ہوں وہ اللہ کے اذن سے جلنے سے محفوظ رہے، بچوں کا رونا ختم ہو جائے، بوقت ولادت عورت کے لیے، خشکی وتری کے سفر میں حفاظت کے لیے، مال، عقل کی حفاظت کے لیے، اور گناہ سے نجات حاصل کرنے کے لیے۔ (الصاوی، ج٤، ص ١٢ وغیرہ)

رکوع نمبر: ١٦

وَسَأَلَهُ أَهلُ مَكَّةَ عَن خَبَرِ أَهلِ الْكَهفِ فَقَالَ أُخْبِرُكُم بِهِ غَدًا وَلَمْ يَقُلْ إِنْ شَاءَ اللهُ فَنَزَلَ ﴿وَلَا تَقُولَنَّ لِشَاىْءٍ﴾ أَي لِأَجْلِ شَيءٍ ﴿إِنِّي فَاعِلٌ ذَٰلِكَ غَدًا (٢٣)﴾ أَي فِيمَا يُستَقبَلُ مِنَ الزَّمَانِ ﴿إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللهُ ﴾ أَي إِلَّا بِمَشِيئَةِ اللهِ بِأَنْ تَقُولَ إِنْ شَاءَ اللهُ ﴿وَاذْكُر رَّبَّكَ﴾ أَي مَشِيئَتَهُ مُعَلِّقًا بِهَا ﴿إِذَا نَسِيتَ﴾ التَّعلِيقَ بِهَا وَيَكُونُ ذِكرُهَا بَعدَ النِّسيَانِ كَذِكرِهَا مَعَ القَولِ قَالَ الحَسَنُ وَغَيرُهُ مَادَامَ فِي الْمَجلِسِ ﴿وَقُلْ عَسَىٰ أَن يَهْدِيَنِ رَبِّي لِأَقْرَبَ مِنْ هَٰذَا﴾ مِنْ خَبَرِ أَهلِ الكَهفِ فِي الدَّلَالَةِ عَلَى نُبُوَّتِي ﴿رَشَدًا (٢٤)﴾ هِدَايَةً وَقَد فَعَلَ اللهُ ذَٰلِكَ ﴿وَلَبِثُوا فِي كَهْفِهِمْ ثَلَٰثَ مِائَةٍ﴾ بِالتَّنوِينِ ﴿سِنِينَ﴾ عَطفُ بَيَانٍ لِثَلَاثِ مِائَةٍ وَهٰذِهِ السِّنُونَ الثَّلَاثُ مِائَةٍ عِندَ أَهلِ الكِتَابِ شَمسِيَّةٌ وَتَزِيدُ القَمَرِيَّةُ عَلَيهَا عِندَ العَرَبِ تِسعَ سِنِينَ وَقَد ذُكِرَت فِي قَولِهِ ﴿وَازْدَادُوا تِسْعًا (٢٥)﴾ أَي تِسعَ سِنِينَ فَالثَّلَاثُ مِائَةٍ الشَّمسِيَّةُ ثَلَاثُ مِائَةٍ وَتِسعٌ قَمَرِيَّةٌ ﴿قُلِ اللهُ أَعْلَمُ بِمَا لَبِثُوا ۚ﴾ مِمَّنِ اختَلَفُوا فِيهِ وَهُوَ مَا تَقَدَّمَ ذِكرُهُ ﴿لَهُ غَيْبُ السَّمَٰوَٰتِ وَالْأَرْضِ ۖ﴾ أَي عِلمُهُ ﴿أَبْصِرْ بِهِ﴾ أَي بِاللهِ هِيَ صِيغَةُ تَعَجُّبٍ ﴿وَأَسْمِعْ﴾ بِهِ كَذٰلِكَ بِمَعنَى مَا أَبصَرَهُ وَمَا أَسمَعَهُ وَهُمَا عَلَى جِهَةِ المَجَازِ وَالمُرَادُ أَنَّهُ تَعَالَى لَا يَغِيبُ عَن بَصَرِهِ وَسَمعِهِ شَيءٌ ﴿مَا لَهُم﴾ لِأَهلِ السموات والارض ﴿مِّن دُونِهِ مِن وَلِيٍّ﴾ نَاصِرٍ ﴿وَلَا يُشْرِكُ فِي حُكْمِهِ أَحَدًا (٢٦)﴾ لِأَنَّهُ غَنِيٌّ عَنِ الشَّرِيكِ ﴿وَاتْلُ مَا أُوحِيَ إِلَيْكَ مِن كِتَابِ رَبِّكَ ۖ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمَٰتِهِ ۚ وَلَن تَجِدَ مِن دُونِهِ مُلْتَحَدًا (٢٧)﴾ مَلجَأً ﴿وَاصْبِرْ نَفْسَكَ﴾ احبِسهَا ﴿مَعَ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُم بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيدُونَ﴾ بِعِبَادَتِهِم ﴿وَجْهَهُ﴾ تَعَالَى لَا شَيئًا مِن أَغرَاضِ الدُّنيَا وَهُمُ الفُقَرَاءُ ﴿وَلَا تَعْدُ﴾ تَنصَرِفُ ﴿عَيْنَاكَ عَنْهُمْ ۚ﴾ عَبَّرَ بِهِمَا عَن صَاحِبِهِمَا ﴿تُرِيدُ زِينَةَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ۖ وَلَا تُطِعْ مَنْ أَغْفَلْنَا قَلْبَهُ عَن ذِكْرِنَا﴾ أَي القُرآنِ وَهُوَ عُيَينَةُ بنُ حِصنٍ وأَصحَابُهُ ﴿وَاتَّبَعَ هَوَاهُ﴾ فِي الشِّركِ ﴿وَكَانَ أَمْرُهُ فُرُطًا (٢٨)﴾ إِسرَافًا ﴿وَقُلِ﴾ لَهُ وَلِأَصحَابِهِ هٰذَا القُرآنُ ﴿الْحَقُّ مِن رَّبِّكُمْ ۖ فَمَن شَاءَ فَلْيُؤْمِن وَمَن شَاءَ فَلْيَكْفُرْ ۚ﴾ تَهدِيدٌ لَهُم ﴿إِنَّا أَعْتَدْنَا لِلظَّالِمِينَ﴾ أَي الكَافِرِينَ ﴿نَارًا أَحَاطَ بِهِمْ سُرَادِقُهَا ۚ﴾ مَا أَحَاطَ بِهَا ﴿وَإِن يَسْتَغِيثُوا يُغَاثُوا بِمَاءٍ كَالْمُهْلِ﴾ كَعَكَرِ الزَّيتِ ﴿يَشْوِي الْوُجُوهَ ۚ﴾ مِن حَرِّهِ إِذَا قُرِّبَ إِلَيهَا ﴿بِئْسَ الشَّرَابُ وَسَاءَتْ﴾ أَي النَّارُ ﴿مُرْتَفَقًا (٢٩)﴾ تَمييزٌ مَنقُولٌ مِنَ الفَاعِلِ أَي

قَبَحَ مُرتَفَقُهَا وَهُوَ مُقَابِلٌ لِقَولِهِ الاٰتِیْ فِی الجَنَّةِ وَحَسُنَتْ مُرْتَفَقًا وَاِلَّا فَاَیُّ اِرْتِفَاقٍ فی النَّارِ ﴿اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اِنَّا لَا نُضِیْعُ اَجْرَ مَنْ اَحْسَنَ عَمَلًا (۳۰)﴾ الجُمْلَةُ خَبَرُ اِنَّ الذین وفِیهَا اِقَامَةُ الظَّاهِرِ مَقَامَ المُضْمَرِ وَالمعنی اَجْرَهُمْ اِنْ نُثِیْبَهُمْ بِمَا یَضَمَّنَهُ ﴿اُولٰٓئِکَ لَهُمْ جَنّٰتُ عَدْنٍ﴾ اِقَامَةٍ ﴿تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَنْهٰرُ یُحَلَّوْنَ فِیْهَا مِنْ اَسَاوِرَ﴾ قِیل مِن زَائِدَةٌ وقِیل لِلتَّبْعِیضِ وَهِی جَمْعُ اَسْوِرَةٍ کَاَحْمِرَةٍ جَمْعُ سِوَارٍ ﴿مِنْ ذَهَبٍ وَّیَلْبَسُوْنَ ثِیَابًا خُضْرًا مِّنْ سُنْدُسٍ﴾ مَارَقَ مِن الدِّیْبَاجِ ﴿وَّاِسْتَبْرَقٍ﴾ مَا غَلَظَ مِنهُ وَفی اٰیَةِ الرَّحْمٰنِ بَطَآئِنُهَا مِنْ اِسْتَبْرَقٍ ﴿مُّتَّکِئِیْنَ فِیْهَا عَلَی الْاَرَآئِکِ ط﴾ جَمْعُ اَرِیْکَةٍ وَهِیَ السَّرِیْرُ فِی الحَجَلَةِ وَهِیَ بَیتٌ یُزَیَّنُ بِالثِّیَابِ والسُّتورِ لِلعُروسِ ﴿نِعْمَ الثَّوَابُ﴾ الجَزاءُ الجَنةِ ﴿وَحَسُنَتْ مُرْتَفَقًا (۳۱)﴾

﴿ترجمہ﴾

(اہل مکہ نے اصحاب کہف کے بارے میں سید عالم ﷺ سے استفسار کیا تو فرمایا کہ میں کل بتاؤں گا، اور ان شاء اللہ نہ فرمایا تو آیت نازل ہوئی کہ......)اور نہ کہنا کسی چیز (کے بارے میں) کہ میں کل یہ کردوں گا (یعنی آنے والے کل یہ کام کروں گا) مگر یہ کہ اللہ چاہے (یعنی اللہ ﷻ کی مشیت کے ساتھ التباس کرے اور یوں کہے کہ اللہ نے چاہا......۱......)اور اپنے رب کی یاد کرو (یعنی اپنے رب کی مشیت کو جو کہ اس کی یاد کے ساتھ معلق ہے) جب تو بھول جائے......۲......(مشیت کے ساتھ ذکر کو معلق کرے، اور یاد آنے پر اس کی مشیت کا ذکر کرے، حسن فرماتے ہیں کہ جب تک مجلس میں موجود ہے یاد آجانے پر اللہ ﷻ کا ذکر یعنی ان شاء اللہ کہے) اور یوں کہو کہ قریب ہے میرا رب مجھے اس سے (یعنی غار والوں کی خبر سے ایسی قریبی رہنمائی دے جو میری نبوت کی بھی دلیل ہو) یعنی قریب تر کی راہ دکھائے (رشدا کے معنی رہنمائی ہے اور اللہ ﷻ نے ایسا ہی کیا) اور وہ اپنے غار میں تین سو برس ٹھہرے (مائة کو تنوین کے ساتھ پڑھا گیا ہے، "سنین" ثلث مائة کا عطف بیان ہے اور یہ اہل کتاب کے نزدیک شمسی اعتبار سے سو سال بنتے ہیں اور اہل عرب کے نزدیک قمری اعتبار سے نو سال سے زائد بنتے ہیں) اور نو اوپر......۳......(یعنی نو سال زائد پس شمسی اعتبار سے تین سو سال اور قمری اعتبار سے تین سو نو سال ہوئے) تم فرماؤ اللہ خوب جانتا ہے جتنا وہ ٹھہرے (وہ ان سے زیادہ جانتا ہے جو اس میں اختلاف کر رہے ہیں اور وہ اختلاف ماقبل مذکور ہو چکا) اسی کے لیے آسمانوں اور زمین کے سب غیب (یعنی اس کا علم) اور وہ (یعنی اللہ ﷻ) کیا ہی دیکھتا اور کیا ہی سنتا ہے (ابصر بہ صیغہ تعجب ہے، واسمع بھی اسی طرح ہے یہ بمعنی ما ابصرہ و ما اسمعہ ہے اور یہ دونوں صیغے مجازاً استعمال ہوئے ہیں مراد یہ ہے کہ اس کی نگاہ سے اور سننے سے کچھ مخفی نہیں ہے) ان کے لیے (یعنی آسمانوں اور زمین والوں کے لیے) اس کے سوا کوئی ولی (یعنی مددگار) نہیں اور وہ اپنے حکم میں کسی کو شریک نہیں کرتا (کیونکہ وہ شریک سے پاک ہے) اور تلاوت کرو جو تمہارے رب کی کتاب تمہیں وحی ہوئی اس کی باتوں کا کوئی بدلنے والا نہیں اور ہرگز تم اس کے سوا پناہ نہ پاؤ گے......۴......(ملتحدا بمعنی ملجا ہے) اور روکے رکھے اپنے آپ کو (اصبر کے معنی روک رکھنا ہے) ان لوگوں کے پاس جو صبح وشام اپنے رب کو پکارتے ہیں (اس کی عبادت سے) اس کی رضا چاہتے ہیں (یعنی اللہ ﷻ کی رضا چاہتے ہیں کوئی دنیاوی سامان نہیں چاہتے مراد اس سے فقراء صحابہ ہیں......۵......) اور نہ پھیرو ایسی نگاہیں ان سے (نگاہیں کہہ کر صاحب نگاہ مراد لیا گیا ہے) کیا تم

چاہتے ہو دنیوی زندگی کی زینت اور اس کا کہانہ مانو جس کا دل ہم نے اپنے ذکر (یعنی قرآن پاک) سے غافل کر دیا (اس سے مراد عیینہ بن حصن اور اس کے ساتھی ہیں) کہ (یہ قرآن پاک) حق ہے تمہارے رب کی طرف سے تو جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کفر کرے (اس میں ان کے لیے تہدید ہے) بیشک ہم نے ظالموں (کافروں) کے لیے وہ آگ تیار کر رکھی ہے......ے جس کی دیواریں انہیں گھیر لیں گی (یعنی آگ نے ان دیواروں کو گھیر لیا ہے) اور اگر پانی کے لیے فریاد کرینگے تو ان کی فریادرسی ہوگی ایسے پانی کے ساتھ جو پیپ کی طرح غلیظ (تیل کی تلچھٹ کی طرح) ہوگا کہ چہروں کو (اپنی گرمی سے) بھون دے گا (جب چہرہ اس کے قریب کیا جائیگا) یہ مشروب بڑا ہی ناگوار ہے اور وہ (یعنی آگ) کیا ہی بُری ٹھہرنے کی جگہ ہے (مرتفقا تمیز بن رہی ہے جو کہ فاعل سے منقول ہے اصل عبارت یوں ہے قبح مرتفقها اور یہ اللہ ﷻ کے فرمان ﴿وحسنت مرتفقا﴾ کے مقابل ہے ورنہ جہنم میں کونسا رفیق ہوگا؟) بیشک جو ایمان لائے اور نیک کام کئے ہم ان کا اجر ضائع نہیں کرتے جن کے کام اچھے ہوں (یہ جملہ ان الذین کی خبر ہے اس میں اسم ظاہر کو ضمیر کی جگہ رکھا گیا ہے، آیت کا معنی یہ ہے کہ ان کا اجر یہ ہے کہ اللہ ﷻ انہیں اس چیز کے ساتھ ثواب دے جس کی اس نے ضمانت دی ہے) ان کے لئے بسنے کے باغ ہیں......ے......(عدن بمعنی اقامۃ ہے) ان کے نیچے ندیاں بہیں وہ اس میں سونے کے کنگن پہنائے جائیں گے (من اساور میں کہا گیا ہے کہ من زائدہ ہے اور ایک قول کے مطابق من تبعیضیہ ہے اساور جمع ہے اسورۃ کی، جیسا کہ احمرۃ جمع ہے حمار کی، سورۃ جمع ہے سوار کی) اور وہ پہنیں گے سبز رنگ کا لباس جو باریک ریشمی کپڑے اور موٹے ریشمی کپڑے کا بنا ہوگا (سندس کہتے ہیں باریک ریشم کو اور استبرق کہتے ہیں موٹے ریشم کو، سورۃ رحمٰن کی آیت میں ﴿بطائنها من استبرق﴾) وہاں مرصع پلنگوں پر تکیہ لگائے بیٹھے ہوں گے (ارائک جمع ہے اریکۃ کی، اور اریکۃ حجرۂ عروسی میں موجود پلنگ کو کہتے ہیں اور حجلۃ اس پلنگ کو کہتے ہیں جو دولہا کے لیے کپڑے اور پردے سے سجائے گئے کمرے میں ہو) کتنا اچھا ہے یہ ثواب (جزاء سے مراد جنت ہے) اور کتنی عمدہ ہے یہ آرام گاہ۔

﴿ترکیب﴾

﴿ولا تقولن لشایء انی فاعل ذلک غدا۝الا ان یشاء اللہ﴾.

و: عاطفہ، لا تقولن: فعل نہی "انت" ضمیر ذوالحال، الا: استثناء مفرغہ، ان یشاء اللہ: جملہ فعلیہ بتاویل مصدر بتقدیر "ب" جار، مجرور ملکر ظرف مستقر حال، ملکر فاعل، بشیء: ظرف لغو، ملکر قول، انی: حرف مشبہ واسم، فاعل: اسم فاعل بافاعل، ذلک: مفعول، غدا: ظرف ملکر شبہ جملہ ہو کر خبر، ملکر جملہ اسمیہ ہو کر مقولہ، ملکر جملہ فعلیہ قولیہ۔

﴿واذکر ربک اذا نسیت وقل عسی ان یهدین ربی لاقرب من هذا رشدا﴾.

و: عاطفہ، اذکر ربک: فعل امر بافاعل ومفعول، اذا نسیت: ظرف، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، قل: قول، عسی: فعل مقارب "ھو" ضمیر مستتر اسم، ان: مصدریہ، یهدین ربی: فعل بامفعول وفاعل، لام: جار، اقرب: اسم تفضیل ھو ضمیر ممیز، رشدا: تمیز، ملکر فاعل، من هذا: ظرف لغو، ملکر شبہ جملہ ہو کر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ ہو کر بتاویل مصدر خبر، ملکر مقولہ، ملکر قولیہ۔

﴿ولبثوا فی کهفهم ثلث مائة سنین وازدادوا تسعا﴾.

و: عاطفہ، لبثوا فی کهفهم: فعل بافاعل وظرف لغو، ثلث مائة: مبدل منہ، سنین: بدل، ملکر ظرف، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، ازدادوا: فعل بافاعل، تسعا: مفعول ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿قل اللہ اعلم بما لبثوا له غیب السموت والارض ابصر به واسمع﴾.

قل : قول، الله : مبتدا، اعلم بما لبثوا : شبہ جملہ ہوکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ ہوکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ، له : ظرف مستقر خبر مقدم، غیب السموت والارض : مرکب اضافی مبتداء مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ، ابصر : فعل تعجب، ب : زائدہ، ہ : ضمیر فاعل ملکر جملہ فعلیہ، اسمع : فعل تعجب ماقبل "البصر"

﴿مالهم من دونه من ولی ولا یشرک فی حکمه احدا﴾۔

ما : نافیہ، لهم : ظرف مستقر خبر مقدم، من دونه : ظرف مستقر حال مقدم، من : زائدہ، ولی : ذوالحال، ملکر مبتدا مؤخر ملکر جملہ اسمیہ، و : عاطفہ، لایشرک فی حکمه احدا : فعل نفی بافاعل وظرف لغو ومفعول ، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿واتل ما اوحی الیک من کتب ربک لا مبدل لکلمته ولن تجد من دونه ملتحدا﴾۔

و : عاطفہ، اتل : فعل امر بافاعل، ما اوحی الیک : موصول صلہ، ملکر ذوالحال، من کتب ربک : ظرف مستقر حال اول، لا مبدل لکلمته : جملہ اسمیہ حال ثانی، ملکر مفعول ملکر جملہ فعلیہ، و : عاطفہ، لن تجد : فعل نفی بافاعل، من دونه : ظرف مستقر حال مقدم، ملتحدا : ذوالحال ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿واصبر نفسک مع الذین یدعون ربهم بالغدوة والعشی یریدون وجهه﴾۔

و : عاطفہ، اصبر بنفسک : فعل امر بافاعل ومفعول، مع : مضاف، الذین : موصول، یدعون : فعل وضمیر ذوالحال، یریدون وجهه : جملہ فعلیہ حال، ملکر فاعل، ربهم : مفعول، بالغداوة والعشی : ظرف لغو، ملکر صلہ ملکر مضاف الیہ، ملکر ظرف، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ولا تعد عینک عنهم ترید زینة الحیوة الدنیا﴾۔

و : عاطفہ، لاتعد : فعل نہی، عینا : مضاف، ذوالحال، ترید زینة الحیوة الدنیا : جملہ فعلیہ حال، ملکر مضاف الیہ، ملکر فاعل، عنهم : ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ولا تطع من اغفلنا قلبه من ذکرنا واتبع هوه وکان امره فرطا﴾۔

و : عاطفہ، لا تطع : فعل نہی بافاعل، من : موصولہ، اغفلنا قلبه عن ذکرنا : جملہ فعلیہ معطوف علیہ ، واتبع هوٰه : جملہ فعلیہ معطوف، وکان امره فرطا : جملہ فعلیہ معطوف ثانی، ملکر صلہ، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وقل الحق من ربکم فمن شاء فلیؤمن ومن شاء فلیکفر﴾۔

و : عاطفہ، قل : قول، الحق : مبتدا، من ربکم : ظرف مستقر خبر، ملکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ، ف : مستانفہ، من : شرطیہ مبتدا، شاء : جملہ فعلیہ شرط، فلیومن : جملہ فعلیہ جزا، ملکر جملہ شرطیہ ہوکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ، و : عاطفہ، من : شرطیہ، شاء فلیکفر : جملہ شرطیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ ماقبل " من ساء فلیومن" پر معطوف ہے۔

﴿انا اعتدنا للظلمین نارا احاط بهم سرادقها وان یستغیثوا یغاثوا بماء کالمهل یشوی الوجوه﴾۔

انا : حرف شبہ واسم، اعتدنا للظلمین : فعل بافاعل وظرف لغو، نارا : موصوف، احاط بهم سرادقها : جملہ فعلیہ صفت، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ، و : عاطفہ، ان : شرطیہ، یستغیثوا : جملہ فعلیہ شرط، یغاثوا : فعل با نائب الفاعل، ب : جار، ماء : موصوف، کالمهل : ظرف مستقر صفت اول، یشوی الوجوه : جملہ فعلیہ صفت ثانی، ملکر مجرور ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ جواب شرط، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿بئس الشراب وساءت مرتفقا﴾۔

بئس: فعل ذم، الشراب: فاعل، ملکر جملہ فعلیہ انشائیہ "ھی" مبتدا محذوف کے لیے خبر، ملکر جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، ساء ت: فعل ذم "ھی" ضمیر ممیز، مرتفقا: تمییز، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر "ھی" مبتدا محذوف کے لیے خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ان الذین امنوا وعملوا الصلحت انا لا نضیع اجر من احسن عملاO اولئک لھم جنت عدن تجری من تحتھم الانھر﴾.

ان: حرف مشبہ، الذین امنوا وعملوا الصلحت: موصول صلہ ملکر اسم، انا لا نضیع اجر من احسن عملا: جملہ اسمیہ معترضہ، اولئک: مبتدا، لھم: ظرف مستقر خبر مقدم، جنت عدن: موصوف، تجری من تحتھا الانھر: جملہ فعلیہ صفت، ملکر مبتدا مؤخر، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ ہوکر ان کی خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿یحلون فیھا من اساور من ذھب ویلبسون ثیابا خضرا من سندس واستبرق متکئین فیھا علی الارائک﴾.

یحلون: فعل با نائب الفاعل، فیھا: ظرف لغو، من: جار، اساور: موصوف، من ذھب: ظرف مستقر صفت، ملکر مجرور، ملکر ظرف مستقر "حلیا" محذوف کے لیے صفت، ملکر مرکب توصیفی ہوکر مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر معطوف علیہ، و: عاطفہ، یلبسون: فعل وضمیر ذوالحال، متکئین: اسم فاعل "ھم" ضمیر ذوالحال، فیھا: ظرف مستقر حال، ملکر فاعل، علی الارئک: ظرف لغو، ملکر شبہ جملہ ہوکر حال، ملکر فاعل، ثیابا: موصوف، خضرا: صفت اول، من سندس واستبرق: ظرف مستقر صفت ثانی، ملکر مفعول، یلبسون اپنے متعلقات سے ملکر جملہ فعلیہ ہوکر معطوف، ملکر ماقبل "اولئک" کی خبر ثانی، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿نعم الثواب وحسنت مرتفقا﴾.

نعم: فعل مدح، الثواب: فاعل، ملکر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوکر "ھو" مبتدا محذوف کے لیے خبر، ملکر جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، حسنت: فعل مدح "ھی" ضمیر ممیز، مرتفقا: تمییز، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوکر "ھی" مبتدا محذوف کے لیے خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿شان نزول﴾

☆...... الا ان یشاء اللہ ...... ☆ اہل مکہ نے رسول کریم ﷺ سے جب اصحاب کہف کا حال دریافت کیا تھا تو حضور ﷺ نے فرمایا کل بتاؤں گا، اوران شاء اللہ نہ کہا تو کئی روز وحی نہیں آئی، پھر یہ آیت نازل ہوئی۔

☆...... قل اللہ اعلم بما لبثوا...... ☆ نجران کے نصرانیوں نے کہا تھا کہ تین سو برس تک ٹھیک ہیں اور نو۹ کی زیادتی کیسی ہے؟ اس کا ہمیں علم نہیں، اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

☆...... واصبر نفسک مع الذین...... ☆ سرداران کفار کی ایک جماعت نے سید عالم ﷺ سے عرض کیا کہ ہمیں غرباء اور شکستہ حالوں کے ساتھ بیٹھتے شرم آتی ہے اگر آپ انہیں اپنی صحبت سے جدا کردیں تو ہم اسلام لے آئیں اور ہمارے اسلام لے آنے سے خلق کثیر اسلام لے آئے گی، اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

ان شاء اللہ کھنے کا بیان:

۱...... ابن المنذر مجاہد سے روایت کرتے ہیں کہ یہود نے قریش سے کہا کہ محمد ﷺ سے روح، اصحاب کہف اور ذوالقرنین

سے متعلق پوچھوانہوں نے پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا میں کل بتاؤں گا لیکن ان شاء اللہ نہ کہا، وحی کا سلسلہ پندرہ دن تک بند رہا حتی کہ آپ پر یہ کیفیت بہت تکلیف دہ تھی، قریش کو بھی جھٹلانے کا موقع مل گیا، اس وقت اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ ابن عباس، مجاہد اور ابوالحسن کہتے ہیں کہ جب تم ان شاء اللہ کہنا بھول جاؤ تو جب یاد آئے کہہ دیا کرو ان شاء اللہ۔ اسی قول کی بناء پر بعض علماء تاخیر سے ان شاء اللہ کہنے کے جواز کے قائل ہیں۔

حکایت: خلیفہ منصور کو یہ خبر پہنچی کہ امام ابوحنیفہ نے حضرت ابن عباس کی استثناء منفصل میں مخالفت کی ہے، خلیفہ نے امام صاحب کو بلایا تا کہ ڈانٹ ڈپٹ کرے، امام نے فرمایا کہ یہ چیز تیرے وعدے کے خلاف جاتی ہے۔ کیا تو یہ پسند کرتا ہے کہ تو لوگوں سے طاعت کی بیعت لے پھر جب وہ باہر نکلیں تو ان شاء اللہ کہہ دیں اور وہ تیری طاعت سے نکل جائیں۔ اس نے امام صاحب کے کلام کو داد تحسین دی اور جس نے امام صاحب پر طعن کیا تھا، اسے محفل سے نکال دیا۔ اور جو یہ روایت کیا گیا ہے کہ آپ ﷺ نے آیت کے نزول کے وقت ان شاء اللہ کہا تھا، یہ استثناء اس پہلے کلام سے متعلق ہے جس میں آپ نے کہا تھا کہ کل آنا، میں تمہیں ان سوالوں کے جواب دوں گا بلکہ یہ استثناء مقدر کلام کے متعلق ہے جس کی تقدیر اس طرح ہے کہ آئندہ کبھی میں ان شاء اللہ کو ترک نہیں کروں گا جب بھی کبھی کسی فعل کے کرنے کے متعلق ارادہ کروں گا۔ (المظھری، ج٤، ص ٣١٩)

ان شاء اللہ کہنے کا فائدہ یہ ہوگا کہ جب انسان کسی کام کا ارادہ کرے اور وہ نہ ہو سکے تو اس کی وعدہ خلافی نہ کہلائے گی جیسے حضرت موسی علیہ السلام کا فرمان قرآن میں موجود ہے ﴿ستجدونی ان شاء اللہ صابرا اگر اللہ نے چاہا تو عنقریب آپ مجھے صابر پائیں گے (الکھف: ٧٠)﴾۔

ائمہ اربعہ اور اکثر فقہاء کہتے ہیں کہ اگر کسی نے کلام کے متصل ان شاء اللہ کہا تو استثناء درست ہوگا ورنہ نہیں مثلاً اس نے قسم کے ساتھ متصل ان شاء اللہ کہا تو قسم منعقد نہیں ہوگی اور کچھ دیر بعد ان شاء اللہ کہا تو منعقد ہو جائے گی۔ ایک قول یہ ہے کہ جب تک مجلس میں موجود ہے ان شاء اللہ کہنا معتبر ہے اور مجلس کے بعد معتبر نہیں ہے، یہ حسن اور طاؤس کا قول ہے اور امام احمد بھی ایک روایت میں انہیں کے ساتھ ہیں۔ حضرت ابن عباس کا قول یہ ہے کہ اگر کسی نے ایک سال بعد بھی ان شاء اللہ کہا تو معتبر ہوگا۔ (الرازی، ج٧، ص ٤٥٢)

بعض اشاعرہ سے منقول ہے کہ کسی کا یہ کہنا: ''میں ان شاء اللہ مومن ہو جاؤنگا''، کہنا صحیح ہے، اس لیے کہ ایمان، کفر، سعادت، شقاوت کا تعلق خاتمہ کے ساتھ ہے، یہاں تک کہ جو ایمان پر مرے وہ سعادت مندیوں کی منزل طے کرتا ہے اگر چہ اس کی عمر کا طویل حصہ کفر و نافرمانی میں گزرا ہو، اسی طرح کافر بدبخت جو کفر پر مر جائے، اگر چہ اس کی زندگی کا طویل حصہ ایمان کی تصدیق اور شکر کرتے ہوئے گزرا ہو برباد ہو جاتا ہے۔ سید عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''تم میں سے کوئی وہ ہے جو جنتی کے سے عمل کرتا ہے یہاں تک کہ اُس میں جنت میں ایک ہاتھ کا فاصلہ رہ جاتا ہے، پس کتاب کا علم سبقت کر جاتا ہے اور وہ جہنمیوں کے سے عمل کرنے لگتا ہے اور بالآخر جہنم میں گر جاتا ہے، اسی طرح تم میں سے کوئی شخص جہنمیوں کے سے عمل کرنے لگتا ہے اُس کے اور جہنم کے مابین صرف ایک ہاتھ کا فاصلہ رہ جاتا ہے کہ تقدیر الٰہی سبقت کرتی ہے اور وہ جنتیوں کے سے عمل کرنے لگتا ہے اور جنتی ہو جاتا ہے، بن لو اعمال کا دارومدار خاتمہ پر ہے''۔ (الفقه الاکبر، باب: انا مومن ان شاء الله، ص ٢٤١، صحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب: الاعمال بالخواتیم برقم: ٦٤٩٣، ص ١١٢٥)

سید عالم ﷺ کی جانب نسیان کی نسبت کرنا:

۲.....کسی چیز کی طرف توجہ نہ ہونا ذھول یا سہو کہلاتا ہے، جیسا کہ اللہ کا فرمان ہے ﴿یوم ترونھا تذھل کل مرضعة

عـمــا ارضـعـت﴾، جب کہ حافظے میں کسی بات نہ رہنا یا غفلت کے باعث کسی چیز کا بھول جانا نسیان کہلاتا ہے جیسا کہ فرمانِ باری ہے﴿ولقد عهدنا الى آدم من قبل فنسى ولم نجد له عزما﴾۔ (المفردات، ص ۴۹۳،۱۸۶)

احکامِ تبلیغیہ میں انبیاء کرام سے سہو و نسیان محال ہے، والانبیـــاء عـلـیـهـم الـسـلام كـلـهـم مـنـزهـون عن الصغائر والكبائر والكفر والقبائح وقد كانت منهم زلات وخطيئات یعنی حضرات انبیائے کرام سارے ہی صغیرہ، کبیرہ، کفر، قبائح، لغزشوں اور خطاؤں سے پاک پیدا کیے گئے ہیں، سید عالم ﷺ کا فرمان ہے ''شیطان میرے دل میں وسوسہ ڈالتا ہے اور میں اس سے دن میں سو مرتبہ پناہ مانگتا ہوں''۔ (الفقه الاكبر، بحث الانبياء معصومون عن الخطاء، ص ۹۹ وغیره)

☆......امام مالک اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بیشک میں بھول جاتا ہوں یا بھلا دیا جاتا ہوں تا کہ میرا فعل سنت بنایا جائے''۔ (الموطا امام مالك، كتاب السهو، باب :العمل فى السهو، رقم: ۲، ص ۶۸)

☆......سید عالم ﷺ نے فرمایا: میں محض بشر ہوں (یعنی خدا نہیں ہوں)، میں اس طرح بھولتا ہوں جس طرح تم بھولتے ہو پس جب میں بھول جاؤں تو تم مجھے یاد دلا دیا کرو''، یہ بات نماز میں سہو ہو جانے پر فرمائی۔
(صحيح البخارى، كتاب الصلاة، باب:قول الله تعالى واتخذوا ، رقم: ۴۰۱، ص ۷۱)

ماقبل ہم نے ذکر کیا کہ حضرات انبیائے کرام کو سہو نہیں ہوتا اور یہاں احادیث طیبہ اس بارے میں مذکور ہیں کہ نبی سے سہو ہوتا ہے، اس کا کیا جواب ہے؟ جواب اس کا یہ ہے کہ ان احادیث میں نسیان مجازاً سہو کے معنی میں ہے اور اس پر قرینہ یہ ہے کہ اسی موقع پر سید عالم ﷺ نے فرمایا جب آپ ﷺ کو نماز میں سہو ہو گیا تھا اور آپ نے ظہر یا عصر کی پانچ رکعات ادا فرمائی تھیں، متذکرہ آیت میں بھی نسیان سہو کے معنی میں ہے کیونکہ آپ ﷺ کی توجہ ان شاء اللہ کہنے کی طرف نہ ہوئی، یہ بات نہیں کہ ان شاء اللہ کہنا آپ کے قوت حافظہ سے بالکل نکل گیا تھا۔ ایسا بھی ہے کہ کبھی سید عالم ﷺ کو بات بھلا دی جاتی ہے جیسا کہ ماقبل موطا امام مالک کی حدیث میں گزرا کہ میں بھلا دیا گیا تا کہ میرا فعل سنت بن جائے۔ تاہم حقیقت یہی ہے کہ نبی نسیان اور ہر قسم کی ناپسندہ بات سے پاک ہوتا ہے۔

اصحاب کہف کی مدتِ قیام:

۳......اہل تاویل کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ اصحاب کہف غار میں کتنا عرصہ رہے، بعض نے کہا کہ اہل کتاب کا قول ہے کہ تین سو نو سال رہے یہ اللہ نے انہیں القاء کیا تھا جیسا کہ انہوں نے بیان کر دیا، اور اس قول کی صحت پر دلیل یہ فرمان ﴿قـل الـلـه اعلـم بما لبثوا تم فرماؤ اللہ خوب جانتا ہے جتنا وہ ٹھہرے (الکہف: ۲۶)﴾ ہے، سعید بن جبیر اور قتادہ کا قول ہے کہ تین سو نو سال رہنے کا قول اہل کتاب ہے جب کہ حقیقت حال اللہ جانتا ہے کہ اصحاب کہف کتنا عرصہ ٹھہرے۔ (جامع البيان القرآن، الجزء ۱۵، ص ۲۶۶ وغيره)

سنت وقیاس واجماع پر عمل کرنے کا جواز:

۴......سید عالم ﷺ سے فرمایا گیا کہ آپ قرآن کی تلاوت لازم کر لیجئے! اس کے احکام پر عمل کیجے، اس کے احکام میں کوئی تغیر و تبدل نہیں ہو سکتا۔ اس کا معنی یہ ہوا کہ سنت، اجماع اور قیاس کی ضرورت نہ رہی، جواب اس کا یہ ہے کہ یہاں یہ لازم نہیں آتا کہ سنت پر عمل کرنا قرآن کے منافی ہے اس لیے کہ قرآن ہی کا بیان ہے ﴿لقد كان لكم فى رسول الله اسوة حسنة یعنی تمہارے لئے رسول اللہ کی سنت میں بہترین نمونہ ہے (الاحزاب: ۲۱)﴾، اگر سنت پر عمل کرنا ناجائز ہوتا تو قرآن ایسا کلام ہرگز نہ فرماتا۔ اسی طرح

﴿اولی الامر منھم﴾ کا حکم بھی اسی قرآن مجید میں ہے ورنہ یہ بھی نہ ہونا چاہیے۔ الغرض سنت، اجماع اور قیاس یہ سارے ہی قرآن پر عمل کرنے میں داخل ہیں ورنہ تو کوئی راہ ہی طے نہ کی جاسکے جیسا کہ بعض نام نہاد مذہبی اسکالر کہلانے والے محض قرآن یا صرف حدیث کی حجیت کے قائل ہوتے ہیں اور باقی سے اعراض کرتے ہیں۔

سنت: تطلق علی قول الرسول وفعله وسکوته وعلی اقوال الصحابة وافعالهم والحدیث علی قول الرسول خاصة ولکن ینبغی ان یکون المراد بالسنة ھھنا ھو ھذا فقط یعنی سنت کا اطلاق رسول اللہ ﷺ کے قول، فعل، سکوت اور اقوال صحابہ اور ان کے افعال پر ہوتا ہے اور حدیث کا اطلاق خاص قول رسول پر ہے اور مناسب ہے کہ یہاں سنت سے بھی خاص رسول اللہ کا قول مراد لیا جائے۔ (نور الانوار، باب اقسام السنة، ص ۱۷۵)

اجماع: کے لغوی معنی ہیں اتفاق، شرعی معنی امت محمدیہ ﷺ کے صالحین مجتہدین کا ایک زمانے میں کسی امر قولی، فعلی، عقلی شرعی، عرفی وغیرہ میں اتفاق ہونا اجماع کہلاتا ہے۔ اجماع کے دو رکن ہیں رخصت اور عزیمت۔ (۱)......**عزیمت:** یہ ہے کہ تمام مجتہدین کسی بات پر اتفاق کرلیں اور یہ کہیں کہ اجمعنا علی ھذا یا کسی کام کو کرنا شروع کردیں جیسا کہ اہل اجتہاد نے بیع مضاربہ، مزارعہ اور شرکہ پر اجماع کرتے ہوئے انہیں شروع کردیا (۲)......**رخصت:** یہ ہے کہ بعض مجتہدین کوئی بات کریں یا کام کریں اور بعض اس پر خاموشی اختیار کریں اور مدت تأمل گزر جانے پر اس پر کوئی نکیر نہ کریں۔ اور یہ تین دن کی مدت ہے یا عادتاً جاننے کے اوقات گزر جائیں اور اس اجماع کو اجماع سکوتی کہتے ہیں۔ اجماع کے اہل وہ لوگ ہیں جو مجتہد صالح ہوں اور ان میں ہوائے نفس اور فسق نہ ہو۔ البتہ اجماع کے لئے صحابی یا عترت رسول ﷺ سے ہونا شرط نہیں ہے اگرچہ بعض نے صحابی ہونا شرط قرار دیا ہے کہ حضور ﷺ نے صحابہ کرام ﷡ کی مدح فرمائی۔ بعض نے عترت رسول ﷺ ہونا شرط قرار دیا کہ حضور ﷺ نے فرمایا "میں تم میں دو چیزیں چھوڑے جاتا ہوں اگر انہیں مضبوطی سے پکڑلو گے تو گمراہ نہ ہوگے"۔ لیکن ہمارے نزدیک مجتہد کے لیے صحابی یا عترت رسول سے ہونا شرط نہیں ہے بلکہ مجتہد کا صالح ہونا کافی ہے۔ (ایضاء مبحث الاجماع، ص ۲۱۹)

قیاس کی جو نظیر کتاب اللہ سے ماخوذ ہے وہ یہ ہے کہ حالت حیض میں وطی کی حرمت نص سے ثابت ہے چنانچہ فرمایا ﴿قل ھو اذی فاعتزلوا النساء فی المحیض ولاتقربوھن حتی یطھرن یعنی آپ سے حیض کے بارے میں پوچھتے ہیں فرمادیں کہ یہ گندگی ہے تو اس حالت میں عورتوں سے دور رہو اور ان کے قریب نہ جاؤ جب تک کہ وہ پاک نہ ہوجائیں (البقرۃ:۲۲۲)﴾۔ آیت مبارکہ سے پتہ چلا کہ حالت حیض میں وطی کی حرمت کی علت "اذی" یعنی گندگی ہے اور یہی علت لواطت میں بھی موجود ہے کیوں کہ محل لواطت دبر ہے جو کہ محل غلیظ ہے اور اس کا ثبوت ترمذی کی حدیث مبارکہ سے بھی ملتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس آدمی کی طرف نظر نہیں فرماتا جو آدمی یا عورت کے دبر کی طرف سے آئے اور اس کا ثبوت قرآن پاک کی اس آیت میں بھی پایا جاتا ہے کہ ﴿انکم لتأتون الرجال (العنکبوت:۲۹)﴾ کہ تم مردوں کے پاس آتے ہو اور راہ مارتے ہو۔ یہ قوم لوط کی عادت تھی۔ (المرجع السابق فی باب القیاس)

فقراء صحابہ کی شان کا بیان:

۵......اللہ ﷻ نے فقراء اور ضعفاء پر انعام فرمایا یہ انعام اسلام لانے اور متابعت رسول کرنے کی وجہ سے ہے، کافروں نے جب انہیں حقیر جانا اور انہیں بارگاہِ رسالت سے دور کرنا چاہا تو اللہ ﷻ نے کافروں کی مذمت فرمائی اور ان بظاہر نحیف اور کمزور نظر آنے والے حضرات کے سر پر شاکرین کی خلعت رکھ دی اور فرمایا: ﴿الیس اللہ باعلم بالشکرین (الانعام:۵۳)﴾۔

☆......حضرت عائشہ بیان کرتی ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اگر تم مجھ سے ملنا چاہتی ہو تو تمہارے پاس اتنا مال ہونا

چاہیے جتنا کسی سوار کا سفر خرچ ہو، اور تم اپنے آپ کو امیروں کی مجلس سے دور رکھنا اور پیوند لگانے سے پہلے کسی کپڑے کو پرانا نہ کہنا''۔
(سنن الترمذی، کتاب اللباس، باب: ما جاء فی ترقیع الثوب، رقم: ۱۷۸۷، ص ۵۳۶)

☆...... حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''جس شخص کو اس کی صورت میں اور رزق میں فضیلت دی گئی ہو، اسے ایسے شخص کی طرف دیکھنا چاہیے کہ جو اس کی نسبت کم تر ہو، یہ اس کے زیادہ لائق ہے کہ وہ اللہ کی دی ہوئی نعمتوں کو کم تر نہیں جانے گا، عون بن عبداللہ بیان کرتے ہیں کہ میں امیروں کی مجلس میں رہتا تو مجھے یہی غم رہتا تھا کہ فلاں کی سواری میری سواری سے اچھی ہے اور فلاں کے کپڑے میرے کپڑے سے اچھے ہیں اور جب میں فقراء کی مجلس میں رہا تو میں پرسکون ہو گیا۔ (المرجع السابق، رقم: ۱۷۸۰)

☆...... حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: اے اللہ! مجھے مسکین زندہ رکھنا اور بطور مسکین میری روح قبض کرنا اور مجھے قیامت کے دن مسکینوں میں اٹھانا، حضرت بی بی عائشہ نے پوچھا یارسول اللہ اس کی کیا وجہ ہے؟ فرمایا: ''مسکین قیامت کے دن اغنیاء سے چالیس سال پہلے جنت میں داخل ہونگے''، آپ نے فرمایا: ''اے عائشہ! مسکین کو رد نہ کرنا خواہ ایک کھجور کا ٹکڑا دو''، اے عائشہ: ''مسکینوں سے محبت کرو اور ان کو اپنے قریب رکھو تو بیشک اللہ قیامت کے دن تمہیں اپنے قریب رکھے گا''۔
(سنن الترمذی، کتاب الزهد، باب: ما جاء ان الفقراء والمهاجرين، رقم: ۲۳۵۹، ص ۶۸۲)

☆...... حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''اے غریب لوگوں کے نمائندو! خوشخبری سنا دو کہ غریب نصف دن یعنی پانچ سو سال پہلے جنت میں جائیں گے''۔ (ابو داؤد، کتاب العلم، باب فی القصص، رقم: ۳۶۶۶، ص ۶۸۸)

☆...... مصعب بن سعد سے روایت ہے کہ حضرت سعد یہ گمان کرتے تھے کہ انہیں دوسروں پر کچھ فضیلت حاصل ہے تو سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''صرف کمزور لوگوں کی وجہ سے تمہاری مدد کی جاتی ہے اور تم کو رزق دیا جاتا ہے''۔
(صحیح البخاری، کتاب الجهاد، باب: رکوب البحر، رقم: ۲۸۹۶، ص ۴۷۸)

☆...... حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''مجھے کمزور اور ضعفاء لوگوں میں تلاش کرو کیونکہ صرف ضعفاء اور کمزور لوگوں کی وجہ سے تمہاری مدد کی جاتی ہے اور تمہیں رزق دیا جاتا ہے''۔
(سنن ابو داؤد، کتاب الجهاد، باب فی الروایات والالویة، رقم: ۲۵۹۴، ص ۴۸۴)

جہنم کی آگ کا بیان:

٦...... دوزخیوں کے احوال کے بارے میں متعدد روایات بیان کی جاتی ہیں جن میں سے چند یہ ہیں:

☆...... حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ سید عالم ﷺ نے کالمہل کا معنی وہ پانی بتایا جو پگھلے ہوئے تانبے کی طرح ہوگا، حتی کہ ان کے پیٹ میں جو کچھ ہے اس کو کاٹ ڈالے گا حتی کہ وہ ان کے پیروں میں گھس کر انہیں پگھلا دے گا پھر ان کو پہلے کی طرح لوٹا دیا جائے گا۔ (سنن الترمذی، کتاب صفة جهنم، باب: ما جاء فی صفة شرب النار، رقم: ۲۵۹۰، ص ۷۴۲)

☆...... حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''جہنم کا غبار و دھواں چار دیواروں میں پھیل جائے گا اور ہر دیوار کی مسافت چالیس سال کی راہ ہوگی''۔ (سنن الترمذی، کتاب صفة جهنم، باب: ما جاء فی صفة عذاب النار، رقم: ۲۵۹۳، ص ۷۴۳)

☆...... طبرانی، حاکم اور بیہقی نے ابن مسعود سے متعدد طرق سے ﴿فسوف یلقون غیا﴾ پس وہ غی میں ڈالے جائیں گے (مریم: ۵۹) کے تحت نقل کیا ہے کہ غی جہنم کی وادی کا نام ہے، اور جہنم میں ایک نہر ہے جو بہت زیادہ گہرائی میں ہوگی اور اس کا کھانا

بہت بُرا ہوگا''۔ جہنم میں خواہشات کی پیروی کرنے والوں کو کھولتا ہوا پانی دیا جائے گا''۔ ابن جریر، ابن ابی حاتم، بیہقی نے انس بن مالک سے ﴿وجعلنا بینھم موبقا اور ہم ان کے درمیان ایک ہلاکت کا میدان کردینگے (الکھف:۵۲)﴾ کے تحت روایت کی ہے کہ مراد جہنم کی وادی ہے جو کہ پیپ اور خون پینے والوں کے لیے تیار کی گئی ہے، یعنی اس میں موجود لوگوں کی غذا یہی ہوگی۔ ابن جزیر اور بیہقی نے ابن عمر سے ﴿موبقا (الکھف:۵۲)﴾ کے تحت روایت کی ہے کہ مراد جہنم کی ایک وادی ہے جو کہ بہت گہرائی میں ہے اور اللہ قیامت کے دن ھدایت والوں اور گمراہوں کو الگ کردے گا (گویا یہ گمراہوں کے لئے تیار کی گئی ہے)''۔

(البدور السافرۃ ،باب اودیۃ جھنم ،رقم:۱۳۵۶، ۱۳۶۰، ص ۴۱۸ وغیرہ)

جنتی انعام واکرام کا بیان:

☆......ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جنتی لوگ کمروں میں سے باہر دوسرے جنتی کو ایسے دیکھیے گے جیسا کہ غابر نامی ستارہ مشرق ومغرب دیکھ لیتا ہے، عرض گزار ہوں گے: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ منازل تو حضرات انبیائے کرام کے لیے ہونگی کسی اور کو نہیں ملیں گی؟ فرمایا: ''ہاں اللہ پر ایمان لانے اور اس کے رسول کی تصدیق کرنے والوں کو ملیں گی''۔

(صحیح البخاری، کتاب بدء الخلق، باب: ما جاء فی صفۃ الجنۃ، رقم: ۳۲۵۶، ص ۵۴۳)

☆......سھل بن سعد رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جنت میں کوڑا رکھنے کی جگہ دنیا اور جو کچھ اس میں ہے سے بہتر ہے''۔

(صحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب: مثل الدنیا فی الاخرۃ، رقم: ۶۴۱۵، ص ۱۱۱۴)

☆......ابن عمر بیان کرتے ہیں کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بیشک جنت میں کمرے ہیں جس کا اندر باہر سے اور باہر اندر سے نظر آتا ہے، لوگوں نے عرض کی یارسول اللہ یہ کس کے لیے ہونگے؟ فرمایا: ''جو اچھی بات کرے، لوگوں کو کھانا کھلائے، رات قیام کی حالت میں گزارے جب کہ لوگ سورہے ہوں''۔

(البدور السافرۃ ،باب غرف الجنۃ وقصورھا، رقم ۱۷۹۳، ص ۵۱۳)

اغراض: ای فیما یستقبل من الزمان: اس جملے میں اس جانب اشارہ ہے کہ آئندہ کل سے مراد مستقبل ہے، یعنی موجودہ دن یا اس کے بعد قلیل وکثیر، اس میں خاص طور پر مذکورہ دن کے بعد والا دن مراد نہیں۔

قال الحسن وغیرہ ما دام فی المجلس: یعنی سابق کلام کے حوالے سے مجلس ختم ہوگئی، ابن عباس کہتے ہیں: مجلس ختم ہوئے ایک ماہ ہوجائے، ایک سال ہوجائے، کبھی بھی کہہ لے، مجلس ختم ہوئے چار ماہ ہوجائیں، دوسال ہوجائیں، جب تک دوسرا کلام نہ کرلیں، کلام باری ہونے کی وجہ سے مجلس ختم ہوگئی کیونکہ اللہ اپنے بندے کی مراد کو جانتا ہے کوئی اور نہیں، مذاہب اربعہ سارے ہی اس ساری بحث کے مخالف ہیں۔ ھدایۃ: صحیح یہ ہے کہ یہ ''الاقرب'' کی تمیز ہو، یعنی اللہ اس ھدایت سے قریب ہے۔

وقد فعل اللہ ذلک: یعنی اس واقعے سے زیادہ عجیب واقعہ اور اس سے زیادہ غریب واقعہ پر بھی مطلع ہے، جیسا کہ جاننے والے لیلۃ الاسراء کے معاملے کو جانتے ہیں، جس میں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اولین وآخرین کے علوم وفنون عطا کردیئے گئے، ایسے علوم وفنون سے نوازا کہ مخلوق میں کسی کو بھی نہ دیئے گئے، مفسر نے اس جانب اشارہ کردیا کہ کلام میں ترجی بمنزلہ تحقق کلام ہے۔

علی جھۃ المجاز: اس مقام پر سمع، بصر اور علم دلائل کو ثابت کرنے کے لیے بیان کیے گئے ہیں اور مقصود اس سے اللہ کی عظمت کا ذکر کرنا ہے، حقیقت میں یہاں کوئی تعجب نہیں ہے کیونکہ اللہ کی قدرت ہر ظاہر وخفی چیز کا احاطہ کرتی ہے۔

ملجا: یعنی شدائد وغیرہ کے معاملے میں تم غیر اللہ کی جانب التجاء اور استغاثہ پیش کرتے ہو۔

لاشیئا من اعراض الدنیا: اور جنت نعیم کی چیزوں میں سے بھی کچھ نہ ہوگا، اور یہ مقام کمال ہے، اور حضرات صحابہ اسی مقام کے

مالک ہوتے ہیں(یعنی انہیں اللہ کی رضا چاہیے جنت کی نعمتوں کی غرض کے لیے اعمال نہیں کرتے)۔
وھو عیینہ بن حصن: کا بیان شان نزول میں دیکھ لیں۔ **تھدید لھم:** خوف وورع میں اختیار وإباحت نہیں ہوتا، ایمان لانے پر(نعمت اخروی) کا ذکر ہے اور کفر اختیار کرنے پر عذاب نار کا، پس عاقل کے لیے لائق نہیں کہ ایمان کو چھوڑ کر کفر کو اختیار کرے۔
وھو مقابل: مراد مقابلہ ومشاکلہ کا ذکر مقصود ہے۔
جمع اریکۃ: بمعنی **سفینۃ** ہے، ایک قول یہ بھی ہے کہ اُسے اریکۃ نہیں کہا جاتا، مگر یہ کہ کمرے یا اس کے علاوہ میں تخت لگے ہوئے ہوں، ہر تخت پر ستر نشستیں ہونگی اور ہر نشست پر جنتی کی زوجہ جو کہ حور میں سے ہونگی اس تخت پر موجود ہوگی۔(الصاوی، ج٤، ص١٥ وغیرہ)

رکوع نمبر:۱۷

﴿وَاضْرِبْ ﴾اِجعَلْ﴿لَهُمْ ﴾مَع الْمُومِنِينَ﴿مَّثَلًا رَّجُلَيْنِ ﴾بَدلٌ وهُوَ وَمابَعدَهٗ تَفْسِيرٌ لِلْمَثَلِ﴿جَعَلْنَا لِاَحَدِهِمَا ﴾الكَافِرِ﴿جَنَّتَيْنِ ﴾بُسْتَانَينِ﴿مِنْ اَعْنَابٍ وَّحَفَفْنٰهُمَا ﴾اَحْدَقْنَاهُمَا﴿بِنَخْلٍ وَّجَعَلْنَا بَيْنَهُمَا زَرْعًا(٣٢)﴾يَقْتَاتُ بِهٖ﴿كِلْتَا الْجَنَّتَيْنِ﴾كِلْتَا مُفْرَدٌ يَدلُّ على التَّثْنِيَةِ مُبْتَداءٌ ﴿ اٰتَتْ﴾خَبَرُهٗ﴿ اُكُلَهَا﴾ثمرَهَا﴿ وَلَمْ تَظْلِمْ ﴾تَنْقُص ﴿مِّنْهُ شَيْـًٔا لا وَّفَجَّرْنَا خِلٰلَهُمَا نَهَرًا لا(٣٣)﴾يَجْرِى بَيْنَهُما﴿وَّكَانَ لَهٗ ﴾مَعَ الجَنَّتَيْنِ﴿ثَمَرٌ ج ﴾بِفَتْحِ الثَّاءِ وَالْمِيمِ وَضَمِّهِمَا وَبِضَمِّ الاوَّلِ وَسُكُونِ الثَّانِىْ وهُوَ جَمْعُ ثَمَرَةٍ كَشَجَرَةٍ وَشَجَرٍ وَخَشَبَةٍ وَخُشُبٍ وَبَدنَةٍ وَبُدُنٍ﴿فَقَالَ لِصَاحِبِهٖ ﴾المومِن﴿وَهُوَ يُحَاوِرُهٗ ﴾يُفَاخِرهُ﴿اَنَا اَكْثَرُ مِنْكَ مَالًا وَّاَعَزُّ نَفَرًا (٣٤)﴾عَشِيرَةٍ﴿وَدَخَلَ جَنَّتَهٗ ﴾بِصَاحِبِهٖ يَطُوفُ بِهٖ فِيمَا وَيُرِيهِ اَثْمَارَهَا وَلَمْ يَقُلْ جَنَّتَيْهِ اِرَادَةً لِلرَّوضَةِ وَقِيلَ اِكْتَفٰى بِالوَاحِدِ﴿وَهُوَ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ ج ﴾بِالكُفْرِ﴿قَالَ مَآ اَظُنُّ اَنْ تَبِيْدَ ﴾تَنْعَدَمَ﴿هٰذِهٖٓ اَبَدًا (٣٥)وَّمَآ اَظُنُّ السَّاعَةَ قَآئِمَةً لا وَّلَئِنْ رُّدِدْتُّ اِلٰى رَبِّىْ﴾فِى الاٰخِرَةِ على زَعْمِكَ﴿لَاَجِدَنَّ خَيْرًا مِّنْهَا مُنْقَلَبًا (٣٦) ﴾مَرجَعًا﴿قَالَ لَهٗ صَاحِبُهٗ وَهُوَ يُحَاوِرُهٗ﴾يُجَاوِبُهُ﴿ اَكَفَرْتَ بِالَّذِىْ خَلَقَكَ مِنْ تُرَابٍ﴾لِاَنَّ آدَمَ خُلِقَ منهُ﴿ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ﴾مَنِيّ﴿ثُمَّ سَوّٰكَ ﴾عَدَلَكَ وَصَيَّرَكَ﴿رَجُلًا(٣٧)لٰكِنَّا ﴾اَصْلُهٗ لٰكِنْ اَنَا نُقِلَتْ حَرْكَةُ الْهَمْزَةِ الى النُونِ وحُذِفَتِ الهَمْزَةُ ثُم اُدْغِمتِ النُّونُ فى مِثْلِهَا﴿هُوَ﴾ضميرُ الشَّانِ يُفَسِّرُهُ الجُملَةُ بَعدَهٗ والمَعنٰى اَنَا اَقُولُ﴿ اللّٰهُ رَبِّىْ وَلَا اُشْرِكُ بِرَبِّىْٓ اَحَدًا(٣٨)وَلَوْلَآ ﴾هَلَّا﴿اِذْ دَخَلْتَ جَنَّتَكَ قُلْتَ ﴾عِندَ اِعجَابِكَ بِهَا هٰذَا ﴿مَا شَآءَ اللّٰهُ لا لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ ج ﴾فِى الحديْثِ مَنْ اُعْطِىَ خيرًا مِنْ اَهْلٍ وَمَالٍ فَيقُولُ عِندَ ذَالكَ مَاشَاء اللّٰهُ لَا قُوَّةَ اِلا بِالله لَمْ يَرَفِيهِ مَكْرُوهًا﴿اِنْ تَرَنِ اَنَا﴾ضَمِيرُ فَصلٍ بينَ المَفْعُولين﴿ اَقَلَّ مِنْكَ مَالًا وَّوَلَدًا(٣٩) فَعَسٰى رَبِّىْٓ اَنْ يُّؤْتِيَنِ خَيْرًا مِّنْ جَنَّتِكَ ﴾جَوابُ الشَّرطِ﴿وَيُرْسِلَ عَلَيْهَا حُسْبَانًا ﴾جَمعُ حُسْبَانَةٍ اَىْ صَواعِقِ﴿مِّنَ السَّمَآءِ فَتُصْبِحَ صَعِيْدًا زَلَقًا (٤٠)﴾اَرْضًا مَلْسَاءَ لَا يَثْبُتُ عَلَيْهَا قَدَمٌ﴿اَوْ يُصْبِحَ مَآؤُهَا غَوْرًا ﴾بِمعنٰى غَائِرًا عَطْفٌ على يُرْسِلَ دُونَ تُصْبِحَ لِاَنَّ غَورَ المَاءِ لَا

يَتَسَبَّبُ عَنِ الصَّواعِقِ ﴿فَلَن تَسْتَطِيعَ لَهُ طَلَبًا (۴۱)﴾ حِيلَةً تُدْرِكُهُ بِهَا ﴿وَاُحِيطَ بِثَمَرِهِ﴾ بِاَوْجُهِ الضَّبْطِ السَّابِقَةِ مَعَ جَنَّتِهِ بِالْهَلَاكِ فَهَلَكَتْ ﴿فَاَصْبَحَ يُقَلِّبُ كَفَّيْهِ﴾ نَدَمًا وَتَحَسُّرًا ﴿عَلٰى مَآ اَنْفَقَ فِيْهَا﴾ فِي عِمَارَةِ جَنَّتِهِ ﴿وَهِيَ خَاوِيَةٌ﴾ سَاقِطَةٌ ﴿عَلٰى عُرُوْشِهَا﴾ دَعَائِمِهَا لِلْكَرْمِ بِاَنْ سَقَطَتْ ثُمَّ سَقَطَ الْكَرْمُ ﴿وَيَقُوْلُ﴾ يَا لِلتَّنْبِيهِ ﴿يٰلَيْتَنِي لَمْ اُشْرِكْ بِرَبِّيٓ اَحَدًا (۴۲) وَلَمْ تَكُنْ لَهُ﴾ بِالتَّاءِ وَالْيَاءِ ﴿فِئَةٌ﴾ جَمَاعَةٌ ﴿يَّنْصُرُوْنَهُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾ عِنْدَ هَلَاكِهَا ﴿وَمَا كَانَ مُنْتَصِرًا (۴۳)﴾ عِنْدَ هَلَاكِهَا بِنَفْسِهِ ﴿هُنَالِكَ﴾ اَيْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ﴿الْوَلَايَةُ﴾ بِفَتْحِ الْوَاوِ النُّصْرَةُ وَبِكَسْرِهَا، اَلْمُلْكُ ﴿لِلّٰهِ الْحَقِّ ط﴾ بِالرَّفْعِ صِفَةُ الْوَلَايَةِ وَبِالْجَرِّ صِفَةُ الْجَلَالَةِ ﴿هُوَ خَيْرٌ ثَوَابًا﴾ مِنْ ثَوَابِ غَيْرِهِ لَوْ كَانَ يُثِيْبُ ﴿وَّخَيْرٌ عُقْبًا (۴۴)﴾ بِضَمِّ الْقَافِ وَسُكُوْنِهَا عَاقِبَةً لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَنَصْبُهَا عَلَى التَّمْيِيْزِ.

﴿ترجمہ﴾

اور بیان کر (اضرب بمعنی اجعل ہے) ان کے لیے (کافروں کے لیے مومنوں کے ساتھ) دو مَردوں کا حال (رجلین بدل ہے اور اس کا مابعد مثل کی تفسیر کر رہا ہے) کہ ان میں ایک (یعنی کافر کو) ہم نے انگوروں کے دو باغ دیئے (جنتین بمعنی بستانین ہے) اور ہم نے باڑ بنادی ان دونوں کے اردگرد کھجور کے درختوں کی اور ہم نے ان کے بیچ بیچ میں کھیتی رکھی (جس کو بطور خوراک استعمال کیا جاتا ہے) دونوں باغ (کلتا مفرد ہے جو تثنیہ پر دلالت کر رہا ہے اور یہ متبدا بن رہا ہے) اپنا پھل لائے (اتت اس کی خبر ہے) اور اس میں کچھ کمی نہ دی (تظلم بمعنی تنقص ہے) اور دونوں کے بیچ میں ہم نے نہر بہائی (یعنی دونوں کے درمیان میں ہم نے نہر جاری کردی) اور وہ (دونوں باغات کے ساتھ ساتھ) پھل رکھتا تھا (ثمر، کو ثاء اور میم کے فتحہ کے ساتھ، دونوں کے ضمہ کے ساتھ، ثاء کے ضمہ اور میم کے سکون کے ساتھ پڑھا گیا ہے اور یہ ثمرۃ کی جمع ہے جیسے شجرۃ کی شجر، خشبۃ کی خشب اور بدنۃ کی بدن آتی ہے) تو اپنے (مسلمان) ساتھی سے بولا اور وہ اس پر بڑائی مار رہا تھا (یعنی فخر کر رہا تھا) میں تجھ سے مال میں زیادہ ہوں اور آدمیوں کا زیادہ زور رکھتا ہوں (یعنی خاندان کا زیادہ زور رکھتا ہوں) اور اپنے باغ میں گیا (اپنے ساتھی کو لے کر اپنے باغ میں گھمانے لگا اور اسے وہ باغ کے پھل دکھانے لگا روضۃ مراد لینے کے سبب جنتہ نہیں فرمایا اور کہا گیا ہے کہ چونکہ دونوں باہم ملے ہوئے تھے اس لیے دونوں کے لیے صیغہ واحد ذکر کرنے پر اکتفاء کیا گیا ہے) اور اپنی جان پر (کفر کرنے کے سبب) ظلم کرتے ہوئے بولا کہ مجھے گمان نہیں کہ یہ کبھی فنا ہو ا...... (تبید بمعنی تنعدم ہے) اور میں گمان نہیں کرتا کہ قیامت ہو اور اگر میں اپنے رب کی طرف پھر گیا بھی (آخرت میں تیرے گمان کے مطابق) تو ضرور اس باغ سے بہتر پلٹنے کی جگہ پاؤں گا (منقلبا بمعنی مرجع ہے) اس کے ساتھی نے اسے جواب دیتے ہوئے کہا (یحاورہ بمعنی یجاوبہ ہے) کیا تو اس کے ساتھ کفر کرتا ہے جس نے تجھے مٹی سے بنایا...... (یہ اس لئے فرمایا کہ حضرت آدم علیہ السلام کو اس سے بنایا گیا ہے) پھر نطفہ (یعنی منی) سے پھر سنوار کر تجھے مرد بنایا (یعنی پھر تجھے برابر کر کے مرد بنادیا) لیکن (لکنا بمعنی لکن انا ہے، ہمزہ کی حرکت نون کو منتقل کردی گئی یا ہمزہ کو حذف کر کے نون کا نون میں ادغام کر دیا گیا، ھو

ضمیر شان ہے اس کی تفسیر مابعد جملہ کر رہا ہے معنی یہ ہے کہ میں کہتا ہوں کہ) اللہ ہی میرا رب ہے اور میں کسی کو اپنے رب کا شریک نہیں کرتا ہوں اور کیوں نہ ہوا(لولا بمعنی هلا ہے) کہ جب تو اپنے باغ میں گیا تو کہا ہوتا(جب تو اپنے باغ سے خوش ہوا تھا، یہ کلمات کہے ہوتے) جو چاہے اللہ ہمیں کچھ زور نہیں مگر اللہ کی مدد کا(حدیث پاک میں ہے جسے اہل یا مال میں کوئی بھلائی عطا کی گئی اس نے اس وقت ماشاء الله لا قوة الا بالله کہہ لیا وہ اس کے بارے میں کوئی ناپسندیدہ بات نہ دیکھے گا) اگر تو مجھے دیکھتا تھا(انا ضمیر دونوں مفعول کے مابین فصل کے لیے لائی گئی ہے) اپنے سے مال واولاد میں کم تو قریب ہے کہ میرا رب مجھے تیرے باغ سے اچھا دے(فعسی ربی ...... جملہ جواب شرط ہے) اور اتارے اس پر بجلیاں(حسبانا یہ حسبانة کی جمع بمعنی بجلیاں ہے) آسمان سے تو ہو جائے یہ باغ ایک چٹیل میدان(چکنی زمین ہو جائے کہ اس پر پاؤں بھی جمایا نہ جاسکے) یا اس کا پانی زمین میں دھنس جائے(غورا بمعنی غائر ہے، اس کا عطف یرسل پر ہے تصبح پر نہیں، کیونکہ پانی کا دھنسنا بجلیاں گرنے کا سبب نہیں ہے) پھر تو اسے ہرگز تلاش نہ کر سکے(پھلوں کو باغ سمیت، یعنی کسی حیلے سے اسے نہ پاسکے) اور اس کے پھل برباد ہو گئے(پھلوں کو باغ سمیت ہلاکت سے گھیر دیا گیا تو وہ برباد ہو گئے، لفظ ثمر میں تین وجہ سے اعراب ہیں) تو اپنے ہاتھ ملتا رہ گیا(ندامت وحسرت کے سبب) اس لاگت پر جو اس باغ میں خرچ کی تھی(باغ کی عمارت کو تعمیر کرنے پر) اور وہ اپنے چھپروں پر گرا ہوا تھا(انگور کے لیے لگائے گئے چھپروں پر یوں کہ وہ چھپرے گرے پھر انگور کی بیل بھی گر گئی) اور کہہ رہا ہے اے کاش(یلیتنی میں یاء تنبیہ کے لیے ہے) میں نے اپنے رب کا کسی کو شریک نہ کیا تھا اور اس کے پاس نہ تھی(تکن کوتاء اور یاء دونوں لغات کے ساتھ پڑھا گیا ہے) کوئی جماعت(فئة بمعنی جماعة ہے) کہ(اس کی ہلاکت کے وقت) اللہ کے سامنے اس کی مدد کرتی اور نہ وہ(خود) مدد کرنے کے قابل تھا(اس کی ہلاکت کے وقت) وہاں(یعنی بروز قیامت) اختیار(الولایة کا معنی واؤ مفتوح کے ساتھ بمعنی نصرت اور مکسور کے ساتھ معنی بادشاہی ہے) سچے اللہ کا ہے(الحق بصورت مرفوع ولایة کی بصورت مجرور اسم جلالت کی صفت ہے) اس کا ثواب سب سے بہتر ہے(اس کے غیر کے ثواب کے مقابلے میں بالفرض اگر اس کا غیر ثواب کو دے) اور اس کے ہاتھ میں بہتر انجام ہے(یعنی آخرت مومنوں کے لیے ہے، لفظ عقبا کو قاف کے ضمہ اور سکون کے ساتھ پڑھا گیا ہے)۔

﴿ترکیب﴾

﴿واضرب لهم مثلا رجلين جعلنا لاحدهما جنتين من اعناب وحففنهما بنخل وجعلنا بينهما زرعا﴾.

و: عاطفہ، اضرب: ، لهم: ظرف لغو، مثلا: مفعول اول، رجلين: موصوف، جعلنا لاحدهما: فعل بافاعل ظرف لغو، جنتين: موصوف، من اعناب: ملکر ظرف مستقر صفت، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، وحففنهما بنخل: جملہ فعلیہ ہو کر معطوف اول، وجعلنا بينهما زرعا: جملہ فعلیہ معطوف ثانی، ملکر صفت، ملکر مفعول ثانی، اضرب: اپنے متعلقات سے ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿كلتا الجنتين اتت اكلها ولم تظلم منه شيئا وفجرنا خللهما نهرا﴾.

كلتا الجنتين: مبتداء، اتت اكلها: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، ولم تظلم منه شيئا: جملہ فعلیہ معطوف، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، فجرنا: فعل بافاعل، خللهما: ظرف، نهرا: مفعول، ملکر جملہ۔

﴿وكان له ثمر فقال لصاحبه وهو يحاوره انا اكثر منك مالا واعز نفرا﴾.

و: عاطفہ، کــان: فعل ناقص، لــه: ظرف مستقر خبر مقدم، ثـمـر: اسم مؤخر، ملکر جملہ فعلیہ، ف: عاطفہ، قــال: فعل هــو ضمیر ذوالحال، وهو یحاوره: جملہ اسمیہ حال، ملکر فاعل، لصاحبه: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر قول، انا: مبتدا، اکثر منک مالا: شبہ جملہ معطوف علیہ، و اعزنفرا: شبہ جملہ ہوکر معطوف، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ ہوکر مقولہ، ملکر جملہ فعلیہ قولیہ۔

﴿ودخل جنته وهو ظالم لنفسه قال ما اظن ان تبيد هذه ابدا ○ وما اظن الساعة قائمة﴾.

و: عاطفہ، دخل: فعل ھو ضمیر ذوالحال، وھو ظالم لنفسه: جملہ اسمیہ حال، ملکر فاعل، جنته: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، قال: قول، ما اظن: فعل نفی بافاعل، ان تبيد هذه ابدا: جملہ فعلیہ بتاویل مصدر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر معطوف علیہ، وما اظن الساعة قائمة: جملہ فعلیہ معطوف، ملکر مقولہ، ملکر جملہ فعلیہ قولیہ۔

﴿ولئن رددت الى ربى لاجدن خيرا منها منقلبا﴾.

و: عاطفہ، لام: تاکیدیہ جواب قسم، ان: شرطیہ، ردت الــی ربـی: جملہ فعلیہ ہوکر شرط، لام: تاکیدیہ جواب قسم، اجــدن: فعل بافاعل، خیرا: اسم تفضیل "ھو" ضمیر ممیز، منقلبا: تمییز، ملکر فاعل، منها: ظرف لغو، ملکر شبہ جملہ ہوکر مفعول، ملکر جملہ ہوکر "اقسم" قسم محذوف کے لیے جواب قسم، قائم مقام جواب شرط، ملکر جملہ قسمیہ۔

﴿قال له صاحبه وهو يحاوره اكفرت بالذى خلقك من تراب ثم من نطفة ثم سواك رجلا﴾.

قــال: فعل، صــاحـبـه: ذوالحال، وهـو یـحـاوره: جملہ اسمیہ حال، ملکر فاعل، لــه: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر قول، هــمـزه: حرف استفہامیہ، کـفـرت: فعل بافاعل، ب: جار، الذی: موصول، خـلـقـک: فعل بافاعل ومفعول، من تراب: جار مجرور، ملکر معطوف علیہ، ثـم من نــطــفة: جار مجرور، ملکر معطوف، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر معطوف علیہ، ثــم: عاطفہ، ســوی: فعل بافاعل، ک: ضمیر ذوالحال، رجلا: حال، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر معطوف، ملکر صلہ، ملکر مفعول، فعل اپنے متعلقات سے ملکر جملہ فعلیہ ہوکر مقولہ، ملکر جملہ فعلیہ قولیہ۔

﴿لكنا هوالله ربى ولا اشرك بربى احدا﴾.

لکنا: کی اصل لکن ہے، انا: حرف، وانا: ضمیر مبتدا، ھو: مبدل منہ، الله: بدل، ملکر مبتدا ثانی، ربی: خبر، ملکر جملہ اسمیہ ہوکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ، و: مستانفہ، لا اشرک: فعل نفی بافاعل، بربی: ظرف لغو، احدا: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ولولا اذ دخلت جنتك قلت ما شاء الله لا قوة الا بالله﴾.

و: عاطفہ، لولا: حرف تحضیض بمعنی ھلا، اذ: مضاف، دخـلـت جنتک: جملہ فعلیہ مضاف الیہ، ملکر ظرف مقدم، قلت: فعل بافاعل، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر قول، مـاشـاء الـلـه: موصول صلہ ملکر خبر محذوف "کان"، کے لئے مبتدا، ملکر جملہ اسمیہ ہوکر مقولہ اول، لا: نفی جنس، قوة: اسم، الا: ادارة حصر، بالله: ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ اسمیہ ہوکر مقولہ ثانی، ملکر جملہ فعلیہ قولیہ۔

﴿ان ترن انا اقل منك مالا وولدا ○ فعسى ربى ان يؤتين خيرا من جنتك﴾.

ان: شرطیہ، تـرن: فعل بافاعل ومفعول، انـا: ضمیر، اقل: اسم تفضیل "ھو" ضمیر ممیز، مـالا وولدا: تمییز، ملکر فاعل، منک: ظرف لغو، ملکر شبہ جملہ ہوکر مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر شرط، ف: جزائیہ، عسی: فعل مقارب، ربی: فاعل، ان: مصدریہ، یوتین: فعل ومفعول، خیرا من جنتک: شبہ جملہ خبر ثانی، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر جواب شرط، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿ويرسل عليها حسبانا من السماء فتصبح صعيدا زلقا﴾.

و: عاطفہ، یـرسـل عـلـیـهـا: فعل بافاعل وظرف لغو، حسبـانـا من السـمـاء: مرکب توصیفی، مفعول، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر معطوف

علیہ،ف: عاطفہ، تصبح: فعل ناقص بااسم، صعیدا زلقا: مرکب توصیفی خبر، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر معطوف، ملکر ماقبل "یوتین" پر معطوف

﴿اویصبح ماؤھا غورا فلن تستطیع له طلبا﴾.

او: عاطفہ، یصبح ماؤھا: فعل ناقص بااسم، غورا: خبر، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر معطوف علیہ، ف: عاطفہ، لن تستطیع: فعل بافاعل، له طلبا: شبہ جملہ مفعول، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر معطوف ماقبل "یرسل" پر معطوف ہے۔

﴿واحیط بثمرہ فاصبح یقلب کفیه علی ما انفق فیھا وھی خاویة علی عروشھا ویقول یلیتنی لم اشرک بربی احدا﴾.

و: عاطفہ، احیط بثمرہ: فعل مجہول بانائب الفاعل وظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر محذوف جملہ " فانقضت الصواعق علی جنته" معطوف ہے، ف: عاطفہ، اصبح: فعل ناقص بااسم، یقلب کفیه: فعل بافاعل ومفعول، علی: جار، ماانفق فیھا: موصول صلہ ملکر ذوالحال، وھی خاویة عروشھا: جملہ اسمیہ حال، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر معطوف علیہ، و: عاطفہ، یقول: قول، یا: تنبیہ، لیتنی: حرف مشبہ واسم، لم اشرک بربی احدا: جملہ فعلیہ خبر، مقولہ، ملکر جملہ فعلیہ قولیہ ہوکر معطوف، ملکر خبر، اصبح اپنے اسم وخبر سے ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ولم تکن له فئة ینصرونه من دون الله وما کان منتصرا﴾.

و: عاطفہ، لم تکن: فعل ناقص، له: ظرف مستقر خبر مقدم، فئة: موصوف، ینصرونه: جملہ فعلیہ صفت، ملکر ذوالحال، من دون الله: ظرف مستقر حال، ملکر اسم مؤخر، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، ما: نافیہ، کان منتصرا: فعل ناقص بااسم وخبر، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ھنالک الولایة لله الحق ھو خیر ثوابا وخیر عقبا﴾.

ھنالک: ظرف مکان متعلق بمحذوف خبر مقدم، الولایة: مصدر بافاعل، لام: جار، الله الحق: مرکب توصیفی مجرور، ملکر شبہ جملہ ہوکر مبتداء مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ، ھو: مبتدا، خیر ثوابا وخیر عقبا: ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

ھر چیز کو فناء ھے:

۱......اللہ نے فرمایا: ﴿کُلُّ مَنْ عَلَیْھَا فَانٍ وَیَبْقٰی وَجْهُ رَبِّکَ ذُوالْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ یعنی زمین پر جتنے ہیں سب کو فنا ہونا ہے اور باقی ہے تمہارے رب کی ذات عظمت اور بزرگی والی (الرحمٰن: ۲۶،۲۷)﴾۔

﴿کُلُّ شَیْءٍ ھَالِکٌ اِلَّا وَجْھَهٗ یعنی اس کی ذات کے سوا ہر چیز ہلاک ہونے والی ہے (القصص: ۸۸)﴾۔

اللہ کے قدم ہونے پر دلائل: ازلی ہے، تعدد قدیم اہل سنت وجماعت کے نزدیک محال ہے۔ اس کی ذات قدیم ازلی ابدی ہے اور صفات بھی قدیم ازلی ابدی ہیں۔ یعنی اللہ کی صفات اور اس کے اسماء تمام کے تمام ازلی ہیں اس کی نہ تو کوئی ابتداء ہے اور نہ ہی کوئی انتہاء، اس کی صفات اور اسماء میں کسی قسم کا تجدد (نیا پیدا شدہ کوئی وصف یا اسم) نہیں ہوسکتا، اس لیے کہ اللہ عزوجل واجب الوجود ہے اپنی ذات کامل میں اپنی ذات وصفات کے حوالے سے، اگر کوئی اللہ عزوجل کی شان میں کسی وصف کے زائل ہونے کو مانے تو ایسا ماننا محال ہے۔

(نبراس، ص ۱۰۱ وغیرہ)، (بہار شریعت مخرجہ، ج ۱، ص ۴)

عالم حادث: (نو پید چیز جو عدم سے وجود میں آئے، اس کی ضد قدیم ہے) ہے، اور اس کا صانع واجب الوجود رب تعالیٰ کی ذات

مبارکہ ہے۔ اسم جلالت اللہ کی تعریف واجب سے کی گئی ہے اس لیے کہ حق سبحانہ وتعالی تمام نئی چیزوں کا پیدا کرنے والا ہے اور تمام ممکنات کا سلسلۂ آغاز اسی کی ذات کے زیر قدرت ہے۔ اور اللہ تعالی قدیم ازلی اور منزہ ہے ہر قسم کے اجسام واعراض سے (اور اسے کوئی نئی چیز پیدا کرنے کے حوالے سے کسی دوسرے کی حاجت بھی نہیں)، اور یہی وجہ اللہ تعالی کے واجب الوجود ہونے کی ہے جو اس ذات مقدسہ کی جانب وضع کی گئی ہے۔ (شرح عقائد، بحث ان العالم محدث، ص ۳۲)

نسل انسانی کا ارتقائی منظر:

۲..... اللہ نے پہلے حضرت آدم علیہ السلام کو سات قسم کی مٹیوں سے پیدا کیا، پھر انہی کی بائیں پسلی سے بی بی حوا کو پیدا کیا۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت آدم وبی بی حوا نسل انسانی کے جد امجد کہلانے لگے ہیں کہ انہیں سے آدمیت کا سلسلہ چلا۔ ابتدا میں بی بی حوا کے ہر حمل سے دو بچے ایک لڑکا اور ایک لڑکی پیدا ہوتے تھے اور دوسرے حمل سے بھی یوں ہی ہوتا، اب پہلے حمل کے لڑکے کا دوسرے حمل کی لڑکی سے اور دوسرے حمل کے لڑکے کا پہلے حمل کی لڑکی سے نکاح ہوتا تھا، یوں حضرت آدم وبی بی حوا کی نسل دنیا بھر میں پھیلنے لگی اور آج منظر بالکل مختلف ہے۔ انسان اپنی ابتدا کے حوالے سے مٹی سے پیدا ہوا ہے لیکن یہ ابتدا حضرت آدم علیہ السلام تک محدود رہی، جہاں تک آدم علیہ السلام کی اولاد کا تعلق ہے تو مرد وعورت کا آپس میں نکاح ہونا شروع ہوا اور یہی بی بی حوا وآدم کے مابین اور آج تک بلکہ قیام قیامت تک یہی سلسلہ رہے گا کہ مرد وعورت کا نکاح اور ان کی قربت حصول اولاد کا ذریعہ بنے گی۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت میں بھائی بہنوں کا نکاح ہونا درست نہیں اور نہ ہی دودھ شریکوں کا نکاح ہونا درست ہے۔ فقط ابتدا میں نسل انسانی کے ارتقاء کے لیے حضرت آدم ہی کی اولاد کا آپس میں نکاح کیا جاتا تھا جس کی صورت ہم نے اوپر بیان کر دی۔ لہذا یہ کہنا درست ہوگا کہ انسان مٹی سے بھی بنا اور نطفے سے بھی۔

اغراض: بجری بینھما: تاکہ نہر کا پانی زمین کو سیراب کرے اور مویشیوں کے لیے بھی سہولت ہو جائے۔

علی زعمک: اس جملے سے ان لوگوں کے باطل گمان کا رد کرنا مقصود ہے جو مرنے کے بعد دوبارہ اٹھائے جانے کے انکاری ہیں، ایسا کیسے ہو سکتا ہے؟ جواب دیا کہ انہوں نے مرنے کے بعد دوبارہ اٹھائے جانے کا انکار اپنے گمان میں خود کو عذاب سے بچانے کے لیے کیا۔

دعائمھا: واحد دعامۃ ہے، مراد لکڑی کا ستون یا کھمبا ہے۔ الملک: قہر وسلطنت مراد لی گئی ہے۔ (الصاوی، ج ٤، ص ٢٠ وغیرہ)

رکوع نمبر: ۱۸

﴿وَاضْرِبْ﴾ صَیِّرْ ﴿لَهُمْ﴾ لِقَوْمِکَ ﴿مَّثَلَ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا﴾ مَفْعُوْلٌ اَوَّلٌ ﴿كَمَآءٍ﴾ مفعول ثانٍ ﴿اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ فَاخْتَلَطَ بِهٖ﴾ تَکَاثَفَ بِسَبَبِ نُزُوْلِ الْمَاءِ ﴿نَبَاتُ الْاَرْضِ﴾ وَمُتَزَجَ الْمَاءُ بِالنَّبَاتِ فَرَوِیَ وَحَسَنَ ﴿فَاَصْبَحَ﴾ فَصَارَ النَّبَاتُ ﴿هَشِیْمًا﴾ یَابِسًا مُتَفَرِّقَةً اجزائُهٗ ﴿تَذْرُوْهُ﴾ یُثِیْرُهٗ وَتُفَرِّقُهٗ ﴿الرِّیٰحُ﴾ فَتَذْهَبُ بِهٖ الْمَعْنٰی شَبَّهَ الدُّنْیَا بِنَبَاتٍ حَسَنٍ فَیَبِسَ وَتَکَسَّرَ فَفَرَّقَتْهُ الرِّیَاحُ وفِی قِرَائَةِ الرِّیْحُ ﴿وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ مُّقْتَدِرًا (۴۵)﴾ قَادِرًا ﴿اَلْمَالُ وَالْبَنُوْنَ زِیْنَةُ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا﴾ یُتَجَمَّلُ بِهِمَا فِیْهَا ﴿وَالْبٰقِیٰتُ الصّٰلِحٰتُ﴾ هِیَ سُبْحَانَ اللّٰهِ، والحمد لله ولا اله الا الله والله اكبر وزَادَ بَعْضُهُم ولا حول ولا قوة الا باللّٰه ﴿خَیْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّخَیْرٌ اَمَلًا (۴۶)﴾ ای مَا یَامِلُهُ الْاِنْسَانُ وَیَرْجُوْهُ عنداللّٰه تعالی ﴿وَیَوْمَ نُسَیِّرُ

الْجِبَالَ ﴾يُذهِبَ بِهَا عن وجه الارضِ فَتَصِيرُ هَبائًا مُنبثًا وفى قِراءَةٍ بِالنونِ و كَسْرِ اليَاءِ وَنَصَبَ الجِبَالِ﴿وَتَرَى الْاَرْضَ بَارِزَةً ﴾ظَاهِرَةً ليسَ عليهَا شيءٌ من جَبَلٍ وَلا غيرِه﴿وَّحَشَرْنٰهُمْ ﴾المومِنينَ والكٰفرين﴿فَلَمْ نُغَادِرْ ﴾نَترُكْ﴿مِنْهُمْ اَحَدًا (۴۷)وَعُرِضُوا عَلٰى رَبِّكَ صَفًّا ﴾حالٌ اى مُصْطَفِينَ كُلُّ اُمَّةٍ صَفٌّ وَيُقَالُ لَهُمْ﴿لَقَدْ جِئْتُمُوْنَا كَمَا خَلَقْنٰكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ ﴾ فُرادٰى حُفاةً عُراةً غُرلًا وَيُقال لِمُنْكِرِى الْبَعثِ﴿بَلْ زَعَمْتُمْ اَنْ ﴾مُخففةٌ مِنَ الثَّقِيلَةِ اَى اَنَّهُ﴿لَّنْ نَّجْعَلَ لَكُمْ مَّوْعِدًا (۴۸) ﴾لِلْبَعثِ﴿وَوُضِعَ الْكِتٰبُ ﴾اَى كِتَابُ كُلِّ امْرِءٍ فِى يَمِينِهٖ مِنَ الْمُومنينَ وفى شِمَالِهٖ مِنَ الكَافِرِينَ ﴿فَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ ﴾الكَافِرِينَ﴿مُشْفِقِيْنَ ﴾خَائِفِينَ﴿مِمَّا فِيْهِ وَيَقُوْلُوْنَ ﴾عِنْدَ مُعَايَنَتِهِمْ مَافِيهِ مِنَ السَّيِّئَاتِ﴿يٰوَيْلَتَنَا ﴾ياء لِلتنبِيهِ ،هَلَكَتَنَا وَهُوَ مَصْدَرٌ لَا فِعْلَ لَهُ مِنْ لَفظِهٖ﴿مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً ﴾مِنْ ذُنُوبِنَا﴿اِلَّآ اَحْصٰهَا ﴾عَدَّهَا وَاَثْبَتَهَا تَعْجِبُوا مِنهُ فى ذالكَ﴿وَوَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا ﴾مُثْبِتًا فِى كِتَابِهِمْ ﴿وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا (۴۹)﴾لَا يُعَاقِبُهُ بِغَيْرِ جُرمٍ ولا يَنقُص مِن الثوَابِ مؤمن.

﴿ترجمہ﴾

اوران کے سامنے (یعنی اپنی قوم کے سامنے) دنیاوی زندگی کی کہاوت بیان کرو(مثل الحیوۃ الدنیا ،مفعول اول ہے) جیسے ایک پانی (کماء ...... الخ یہ مفعول ثانی ہے) ہم نے آسمان سے اتاراتو اس کے سبب زمین کا سبزہ گھنا ہو کر نکلا......۱......(یعنی پانی کے نازل ہونے کے سبب سبزہ گھنا ہوگیا یا معنی آیت یہ ہے کہ پانی سبزے کے ساتھ مل گیا پس وہ گھنا اور خوبصورت ہوگیا) وہ (یعنی سبزہ) خشک بوسیدہ گھاس ہوگیا(اصبح بمعنی صار ہے یعنی خشک گھاس جس کے اجزاء متفرق ہوجائیں) جسے ہوائیں اڑائیں (یعنی اسے منتشر اور متفرق کردیں اسے اپنے ساتھ اڑائیں، اس آیت میں دنیا کو خوبصورت سبزے سے تشبیہ دی گئی ہے جو خشک ہو کر ٹکڑے ٹکڑے ہوجاتی ہے پھر ہوائیں اس کو فضاء میں منتشر کردیتی ہیں، ایک لغت میں ریح پڑھا گیا ہے) اور اللہ ہر چیز پر قابو والا ہے(مقتدرا بمعنی قادرا ہے) مال اور بیٹے یہ جیتی دنیا کی زینت ہے......۲......(ان کی ذریعے دنیا میں زینت و جمال حاصل کیا جاتا ہے) اور باقی رہنے والی اچھی باتیں (سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر ،بعض علماء نے ولا حول ولا قوۃ الا باللہ کا اضافہ کیا ہے) ان کا ثواب تمہارے رب کے یہاں بہتر ہے اور وہ امید میں سب سے بھلی (یعنی اللہ کے نزدیک وہ سب سے بہتر ہے جس کی انسان امید کرتا ہے) اور جس دن ہم پہاڑوں کو چلائیں گے......۳......(یعنی ہم انہیں سطح زمین لے جائیں گے پس وہ منتشر ذرات ہو کر رہ جائینگے اور ایک قرائت میں تسیر الجبال نون کے ساتھ اور یاء مکسور اور جبال کے نصب کے ساتھ پڑھا گیا ہے) اور تم زمین کو صاف کھلی ہوئی دیکھو گے (بالکل کھلی ہوئی کہ پہاڑ وغیرہ کوئی چیز اس پر نہیں ہوگی) اور ہم انہیں (یعنی مسلمانوں اور کافروں کو) اٹھائیں گے تو ان میں سے کسی کو نہ چھوڑیں گے......۴......(نغادر بمعنی نترک ہے) اور سب تمہارے رب کے حضور صف باندھے پیش ہونگے (صفا حال ہے ،یعنی ہر امت صف بنائے ہوئے ہوگی پھر ان سے کہا جائے گا) بیشک ہم تمہارے پاس ویسے ہی آئے جیسا ہم نے تمہیں پہلی بار بنایا تھا

(تنہا، ننگے پاؤں، برہنہ، غیر مختون، پھر مرنے کے بعد اٹھائے جانے کے منکروں سے کہا جائے گا) بلکہ تمہارا گمان تھا کہ (ان ثقیلہ سے مخفف ہوا ہے دراصل انـــــہ ہے) ہم ہرگز تمہارے لیے وعدے کا وقت مقرر نہ کریں گے (تمہارے مرنے کے بعد تمہارے اٹھانے کے لیے) اور نامۂ اعمال رکھا جائے گا......۵......(یعنی ہر مومن شخص کا نامۂ اعمال اس کے دائیں ہاتھ میں اور کافر شخص کا نامۂ اعمال اس کے بائیں ہاتھ میں رکھا جائے گا) تو تم مجرموں (کافروں) کو دیکھو گے کہ اس کے لکھے سے ڈرے ہونگے (مشفقین بمعنی خائفین ہے) اور کہیں گے (نامۂ اعمال میں موجود برائیوں کو دیکھ کر) ہائے خرابی (یاویلنا میں یاء تنبیہ کے لیے ہے اور بمعنی ھلکتنا ہے، یہ مصدر اس لفظ سے ہے جس سے فعل نہیں آتا) ہمارے اس نامۂ اعمال کو کیا ہوا نہ اس نے کوئی چھوٹا گناہ چھوڑا نہ ہی بڑا......۶......(ہمارے گناہوں میں سے) جسے گھیر نہ لیا ہو (شمار یا ثبت نہ کرلیا ہو) اور اپنا سب کہا انہوں نے سامنے پایا (نامۂ اعمال میں ثبت پایا) اور تمہارا رب کسی پر ظلم نہیں کرتا (بے جرم کسی کو عذاب نہیں دیتا اور نہ کسی مومن کے ثواب سے کچھ کم کرتا ہے)۔

﴿ترکیب﴾

﴿واضرب لهم مثل الحيوة الدنيا كماء انزلنه من السماء فاختلط به نبات الارض فاصبح هشيما تذروه الريح﴾.

و: مستانفہ، اضرب لهم: فعل بافاعل وظرف لغو، مثل الحيوة الدنيا: مفعول اول، ک بمعنی مثل مضاف، ماء: موصوف، انزلنه من السماء: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، فاختلط به نبات الارض: جملہ فعلیہ معطوف اول، ف: عاطفہ، اصبح: فعل ناقص بااسم، هشيما: موصوف، تذروه الريح: جملہ فعلیہ صفت، ملکر خبر، ملکر جملہ فعلیہ معطوف ثانی، ملکر صفت، ملکر مضاف الیہ، ملکر مفعول ثانی، اضرب اپنے متعلقات سے ملکر جملہ فعلیہ انشائیہ۔

﴿وكان الله على كل شيء مقتدرا﴾.

و: مستانفہ، كان الله: فعل ناقص بااسم، على كل شیء مقتدرا: شبہ جملہ خبر، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿المال والبنون زينة الحيوة الدنيا والبقيت الصلحت خير عند ربک ثوابا وخير املا﴾.

المال والنبون: معطوف علیہ و معطوف ملکر مبتدا، زينة الحيوة الدنيا: خبر ملکر جملہ اسمیہ، و: مستانفہ، البقيت الصلحت: مبتدا، خير: اسم تفضیل "هو" ضمیر ممیز، عندربک ظرف مستقر حال مقدم، ثوابا: ذوالحال، ملکر تمییز، ملکر فاعل، ملکر شبہ جملہ ہو کر معطوف علیہ، وخيراملا: شبہ جملہ معطوف، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ مستانفہ۔

﴿ويوم نسير الجبال وترى الارض بارزة وحشرنهم فلم نغادر منهم احدا﴾.

و: عاطفہ، يوم: مضاف، نسير: فعل و ضمیر ذوالحال، و: حالیہ، حشرنهم: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، فلم نغادرمنهم: جملہ فعلیہ معطوف، ملکر حال، ملکر فاعل، الجبال: مفعول، ملکر معطوف علیہ، وترى الارض بارزة: جملہ فعلیہ ہو کر معطوف، ملکر مضاف الیہ، ملکر ظرف "اذكر" فعل محذوف کے لیے، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وعرضوا على ربک صفا لقد جئتمونا كما خلقنكم اول مرة﴾.

و: عاطفہ، عرضوا: فعل مجہول و ضمیر ذوالحال، صفا: حال، ملکر فاعل، على ربک ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ ہو کر ماقبل "حشرنهم" پر معطوف ہے، لام: تاکید یہ جواب قسم، قد: تحقیقیہ، جئتمونا: فعل بافاعل و مفعول، ک: جار، ما: موصولہ، خلقنكم اول مرة: فعل بافاعل و مفعول و ظرف، ملکر صلہ، ملکر مجرور، ملکر ظرف مستقر "مجيئا" مصدر محذوف کے لیے صفت، مرکب توصیفی ہو کر مفعول مطلق،

ملکر جملہ فعلیہ ہوکر "اُقسم" محذوف کے لیے جواب قسم،ملکر قول محذوف "نقول" کے لیے مقول،ملکر جملہ فعلیہ قولیہ۔

﴿بل زعمتم الن نجعل لکم موعدا﴾.

بل: حرف اضراب، زعمتم: فعل بافاعل، ان:مخففہ وضمیر شان محذوف اسم،الن نجعل لکم موعدا: جملہ فعلیہ ہوکر خبر، ملکر مفعول،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ووضع الکتب فتری المجرمین مشفقین مما فیہ﴾.

و:عاطفہ، وضع الکتب:فعل مجہول ونائب الفاعل، ملکر جملہ فعلیہ، ف:عاطفہ، تری المجرمین:فعل بافاعل ومفعول، مشفقین مما فیہ: شبہ جملہ مفعول ثانی،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ویقولون یویلتنا مال ھذا الکتب لا یغادر صغیرۃ ولا کبیرۃ الا احصھا﴾.

و:عاطفہ، یقولون: قول، یویلتنا: جملہ ندائیہ، ما: استفہامیہ مبتدا،لام:جار، ھذا:مبدل منہ، الکتب: ذوالحال، لا یغادر:فعل بافاعل، صغیرۃ ولا کبیرۃ:مفعول اول، الا:اداۃ حصر،احصھا: جملہ فعلیہ مفعول ثانی،ملکر حال،ملکر بدل،ملکر مجرور،ملکر ظرف مستقر ہوکر خبر،ملکر جملہ اسمیہ ہوکر مقصود بالندا،ملکر مقولہ،ملکر جملہ فعلیہ قولیہ۔

﴿ووجدوا ما عملوا حاضرا ولا یظلم ربک احدا﴾.

و:عاطفہ، وجدوا: فعل وضمیر ذوالحال،ولا یظلم ربک احدا:جملہ فعلیہ حال ملکر فاعل، ماعملوا: موصول صلہ ملکر مفعول اول، حاضرا: مفعول ثانی،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

پانی سے کائنات کو تشبیہ دینا:

۱......پانی حقیر نہ سہی لیکن کسی چیز کو حقیر کر دینے میں اہم کردار ادا کرتا ہے، جہاں آسمانوں سے برستے پانی سے کھیت اگتے ہیں، فصلیں پروان چڑھتی ہیں،حیوانی غذا کا حصول ممکن ہوتا ہے وہاں اس پانی سے دنیا کی حقارت،اس کی بے مائیگی اور بے ثباتی کا ثبوت بھی ملتا ہے۔اللہ نے دنیا کو پانی سے کیوں تشبیہ دی اس کی چند وجوہات ہوسکتی ہیں:(۱)......جس طرح پانی اپنی اصلی حالت وکیفیت پر نہیں رہتا بلکہ کبھی برف بن جاتا ہے،اسی طرح دنیا بھی اپنی اصل حالت وکیفیت پر نہیں رہتی بلکہ اتار چڑھاؤ کا شکار رہتی ہے۔(۲)......جس طرح پانی میں داخل ہونے والا شخص بھیگنے سے محفوظ نہیں رہتا اسی طرح دنیا میں داخل ہونے والا اس کے شر وفساد سے بچ نہیں سکتا۔(۳)......یہی پانی ضرورت سے زائد آسمان سے برس جائے تو دنیا کے نظام کو درہم برہم کر دیتا ہے بالکل اسی طرح ضرورت سے زائد حاصل ہونے والی دنیا مومن کے دل کو سخت بنادیتی ہے ویران وبرباد اور روحانیت کے نظام کو درہم برہم کر دیتی ہے۔

مال واولاد پر فخر نہ کریں:

۲......اللہ نے فرمایا:﴿یایھا الذین امنوا ان من ازواجکم واولادکم عدوالکم فاحذروھم انما اموالکم واولادکم فتنۃ یعنی اے ایمان والوں!تمہاری بیویاں اور بیٹے تمہارے دشمن ہیں تو ان سے احتیاط کرو،بیشک تمہارے مال واولاد تمہارے لیے فتنہ ہیں(التغابن: ۱۴،۱۵)﴾۔

☆......حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص بیان کرتے ہیں کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا:''جو شخص اسلام لایا اور اس کو بہ قدر ضرورت رزق

دیا گیا اور اللہ نے جو کچھ اس کو دیا اس میں اُسے قانع کر دیا تو ایسا شخص کامیاب ہو گیا"۔
(صحیح مسلم، کتاب الزکوۃ، باب:فی الکفاف والقناعۃ، رقم:۲۳۱۵/۱۰۵٤،ص٤٧٦)

☆......حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا:"اے اللہ محمد ﷺ کا رزق قوت کردے (بقدر ضرورت کافی کردے جو زندگی گزارنے کے لیے کافی ہو)"۔ (المرجع السابق فی رقم: ۲۳۱٦/۱۰۵۵،ص٤٧٧)

انسان کو چاہیے کہ مال واولاد کے فتنے میں نہ پڑے، باقی رہ جانے والی چیز کو مضبوطی سے پکڑے، اور باقی رہ جانے والی چیز اعمال صالحہ ہیں۔ حضرت انس سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ ایک درخت کے پاس سے گزرے جس کے پتے سوکھے ہوئے تھے تو آپ ﷺ نے اس درخت پر اپنی لاٹھی ماری تو اس کے پتے جھڑنے لگے، آپ ﷺ نے فرمایا:"الحمد للہ، سبحان اللہ، اور اللہ اکبر پڑھنے سے گناہ اس طرح جھڑتے ہیں جیسا کہ اس درخت کے پتے جھڑتے ہیں"۔
(سنن الترمذی، کتاب الدعوات، باب:۹٦/۹۹، رقم: ۳۵٤٤،ص١٠١٤)

پہاڑوں کو چلانا:

۳......احوال آخرت بیان کر کے، کافروں کے فخر وتکبر کو توڑنا مقصود ہے کہ انہیں اپنے مال واولاد پر ہرگز فخر نہ کرنا چاہیے کہ جس دن قیامت قائم ہوگی پہاڑ جیسے مضبوط جسم رکھنے والے اپنی جگہ قائم نہ رہ سکیں گے بلکہ فرمایا﴿وبست الجبال بسا فكانت هباء منبثا﴾ یعنی جس دن پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائیں گے جیسے روزن کی دھوپ میں باریک غبار کے ذرّے پھیلے ہوئے (الواقعہ:٥،٦)﴾۔

قیامت کی ہولناکی کافروں پر:

٤......حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ صحابہ کرام نے سید عالم ﷺ سے استفسار فرمایا کہ یا رسول اللہ کافروں کے چہروں کا قیامت میں کیا حال ہوگا؟ جواب ارشاد فرمایا:"کوئی کافر ایسا نہیں جو دنیا میں اپنے پاؤں پر چلتا ہوا اور قیامت میں اپنے چہرے کے بل نہ چلے"۔ (صحیح البخاری، کتاب تفسیر القرآن، باب:قولہ یحشرون علی وجوھھم، رقم: ٤٧٦٠،ص ٨٣٥)

☆......ابو مرزوق رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ مومن بندہ جب قبر سے اٹھے گا تو اس کا نیک عمل اس کے لیے اچھی صورت اور پاکیزہ خوشبو کے ساتھ استقبال کرے گا، وہ اچھی صورت والا عمل خیر کہے گا کیا تم مجھے پہچانتے ہو؟ بندہ کہے گا: نہیں، مگر یہ کہ اللہ نے تجھے اچھی شکل وصورت دی اور پاکیزہ خوشبو سے نوازا، وہ اچھی صورت والا کہے گا میں تیرا دنیا کا اچھا عمل ہوں، میں دنیاوی زندگی میں تجھ پر سوار ہوا آج تو مجھ پر سواری اختیار کر، اور پھر اس عمل خیر نے یہ آیت پڑھی﴿یوم نحشر المتقین الی الرحمن وفدا (مریم:٨٥)﴾، اور کافر کا استقبال بُری صورت اور غلیظ بدبو کرے گی، وہ بُرا عمل کہے گی کیا تم نے مجھے پہچانا: وہ کہے گا: نہیں، مگر یہ کہ تو بدبودار بدشکل ہے، وہ بُرا عمل کہے گا: دنیا میں تو مجھ پر سوار ہوا لیکن آج میں تجھ پر سوار ہونگا اور یہ آیت پڑھی﴿وھم یحملون اوزارھم یعنی وہ اپنے بوجھ اپنی پیٹھ پر لادے ہوئے ہیں (الانعام:٣١)﴾۔ (البدور السافرۃ، باب حشر المتقی راکبا والعاصی، برقم:١٦٣،ص١٢١ وغیرہ)

میزان عمل کا قائم ہونا:

۵......ابن عباس سے روایت ہے کہ میزان کی بھی زبان اور کتفان ہوگی۔ ابن ابی الدنیا نے حذیفہ سے نقل کیا ہے کہ قیامت کے دن وزن کرنے والے حضرت جبرائیل امین علیہ السلام ہونگے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ قیامت کے لوگوں کا حساب کیا جائے گا، پس جس کی نیکیاں ایک سے زائد ہونگی وہ جنت میں داخل ہوگا اور جس کے گناہ ایک نیکی سے زائد ہونگے وہ آگ میں جائیں گے، پھر فرمایا: میزان ایک دانے کے وزن سے بھی ہلکا ہوگا اور نیکی وبدی کے وزن سے برابر بوجھل ہوتا رہے گا، پس

اعراف والوں کو (پُل) صراط پر روک دیا جائے گا۔ (البدور السافرۃ، باب :المیزان،رقم: ۹۱٤ تا ۹۱٦، ص ۳۱۵)

کبیرہ گناہ کی فہرست:

۶.....کبیرہ گناہ اسے کہتے ہیں جو حرام ہو اور اس کی مشروعیت نص قطعی سے ہوئی ہو (التعریفات، باب الکاف، ص ۱۸۳)

علامہ ذہبی نے جن گناہوں کو کبیرہ شمار کیا ہے ان کی تعداد ستر ہے جو کہ یہ ہیں: (۱) جس کام سے اللہ، اسکے رسول اور صحابہ نے منع کیا ہو، (۲) قتل ناحق، (۳) جادو، (۴) ترک نماز، (۵) ترک زکوۃ، (۶) بلاعذر رمضان کے روزے ترک کرنا، (۷) باوجود قدرت حج نہ کرنا، (۸) ماں باپ کی نافرمانی کرنا، (۹) رشتہ داروں سے ترک تعلق کرنا، (۱۰) زنا، (۱۱) قوم لوط کا عمل کرنا، (۱۲) سود کھانا، (۱۳) ظلماً یتیم کا مال کھانا، (۱۴) اللہ اور اس کے رسول پر جھوٹ باندھنا، (۱۵) میدان جہاد سے بھاگنا، (۱۶) سربراہ مسلمین کا عوام پر ظلم کرنا یا عوام کا ان پر ظلم کرنا، (۱۷) فخر و تکبر میں مبتلا ہونا، (۱۸) جھوٹی گواہی دینا، (۱۹) شراب پینا، (۲۰) جوا کھیلنا، (۲۱) مسلمان پاک باز عورتوں پر تہمت لگانا، (۲۲) مال غنیمت میں خیانت کرنا، (۲۳) چوری کرنا، (۲۴) ڈاکا ڈالنا، (۲۵) جھوٹی قسم کھانا، (۲۶) ظلم کرنا، (۲۷) سلطان کے حکم کے بغیر ٹیکس جمع کرنا، (۲۸) حرام کھانا یا کسی طریقے سے بھی حرام کو استعمال کرنا، (۲۹) خودکشی کرنا، (۳۰) باتوں میں بہ کثرت جھوٹ بولنا، (۳۱) ناجائز فیصلے کرنا، (۳۲) رشوت لینا، (۳۳) عورتوں کا مردوں کی اور مردوں کا عورتوں کی مشابہت کرنا، (۳۴) بے غیرتی کرنا، (۳۵) طلاق دینے کی شرط سے حلالہ کرنا، (۳۶) پیشاب کے قطروں سے نہ بچنا، (۳۷) علم کو چھپانا، (۳۸) دنیا کے لئے علم دین حاصل کرنا، (۳۹) خیانت کرنا، (۴۰) احسان جتانا، (۴۱) تقدیر کو جھٹلانا، (۴۲) لوگوں کو جتانے کے لیے نیک عمل کرنا، (۴۳) چغلی کرنا، (۴۴) ایک دوسرے پر لعنت کرنا، (۴۵) عہد شکنی کرنا، (۴۶) نجومی کی تصدیق کرنا، (۴۷) بیوی کا خاوند کی نافرمانی کرنا، (۴۸) تصویر بنانا، (۴۹) نوحہ ماتم کرنا، (۵۰) حاکم وقت کے خلاف بغاوت کرنا، (۵۱) کمزوروں پر تشدد کرنا، (۵۲) پڑوسی کو اذیت دینا، (۵۳) مسلمانوں کو ایذا دینا اور انہیں گالی دینا، (۵۴) اللہ کے بندوں کو اذیت دینا اور ان پر سختی کرنا، (۵۵) قدموں کے نیچے گھسٹتے ہوئے کپڑے تکبر کے لیے پہننا، (۵۶) مردوں کا سونے اور ریشم پہننا، (۵۷) غلام کا بھاگنا، (۵۸) غیر اللہ کے نام پر ذبح کرنا، (۵۹) اپنے باپ کے علاوہ کسی اور سے اپنی نسبت قائم کرنا، (۶۰) شرعی جواز کے بغیر جواز قائم کرنا، (۶۱) فاضل پانی دینے سے منع کرنا، (۶۲) ناپ تول میں کمی کرنا، (۶۳) اللہ کے عذاب سے بے خوف ہونا، (۶۴) اولیاء اللہ کو اذیت دینا، (۶۵) اللہ والوں سے عداوت رکھنا، (۶۶) بغیر عذر شرعی کے جماعت ترک کرنا، (۶۷) جمعہ بغیر عذر شرعی کے ترک کرنا، (۶۸) دھوکہ اور فریب دینا، (۶۹) مسلمانوں کے عیوب تلاش کر کے بیان کرنا، (۷۰) صحابہ میں سے کسی کو گالی دینا۔ (الکبائر، للامام ذھبی)

اغراض: او امتزاج الماء بالنبات: اس جملے میں اس جانب اشارہ ہے کہ یہ فاختلط کی دوسری تفسیر ہے، امتزاج جانبین سے ہوتا ہے، پس زیادہ صحیح یہ ہے کہ اس کی نسبت النبات کی جانب کردی جائے، اگرچہ لغوی واصطلاحی اعتبار سے معاملہ یوں نہ ہو، اور بیشک باء غیر کثیر طاری پر داخل ہوتی ہے لیکن یہاں کثیر طاری پر داخل ہوئی ہے، اس لیے تاکہ پانی کی کثرت پر مبالغہ ہو جائے کہ یہی

زمین کی پیداوار کی اصل ہے۔لا فعل له من لفظه: مراد دلالت ہے۔
قادرا: مناسب یہ ہے کہ کامل القدرۃ کہا جائے جیسا کہ صیغہ مقتدرا سے مستفاد ہوتا ہے۔
هی سبحان الله: اس ورد کو جنت کا پودا کہا جاتا ہے، یعنی جو شخص بھی یہ کلمات تلفظ کرتا ہے جنت میں اس کے لیے ایک درخت لگایا جاتا ہے۔جس کے نیچے من مانی چاہت اور آنکھوں کی ٹھنڈک حاصل ہوتی ہے، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ باقیات صالحات پانچ نمازیں ہیں، ایک قول کے مطابق ارکان اسلام کو باقیات صالحات کہتے ہیں، ایک قول کے مطابق ہر وہ چیز جو بندے کو آخرت میں انعام کے طور پر ملے وہ کامل ترین چیز یعنی باقیات الصالحات ہوتی ہے اسی لئے مفسر نے اسے سبحان اللہ سے خاص کیا ہے تا کہ اس کے فضائل وثواب میں مزید اضافہ ہو جائے۔سید عالم ﷺ نے اپنے چچا حضرت عباس کو صلاۃ التسبیح کی وصیت فرمائی اگر چہ عمر میں ایک ہی مرتبہ پڑھیں، حضرت خلیل نے رسول اللہ کو وصیت فرمائی کہ وہ اپنی امت میں سبحان اللہ نامی تسبیح کی کثرت کو رائج کریں، جیسا کہ حدیث الاسراء میں ہے۔
ولا غیره: یعنی اللہ کی قدرت کے سوا کوئی تعمیر، درخت اور دریا نہیں کارگر ہو سکتے۔
وفی شماله من الکافرین: یعنی کافروں کے چہرے سیاہ پڑ جائیں گے، وہ کہیں گے ﴿یالیتنی لم اوت کتابیة (الحاقة:۲۵)﴾۔
تعجبوا: اس جملے میں اس جانب اشارہ ہے کہ مراد استفہام تعجب ہے۔منه: سے مراد کتاب ہے۔(الصاوی، ج۴، ص ۲۲ وغیرہ)

رکوع نمبر: ۱۹

﴿وَاِذْ﴾ منصوبٌ بِاُذْکُر ﴿قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ﴾ سُجُودَ اِنحِنَاءٍ لَاوَضعَ جِبهَةٍ تَحِيَّةً لَهُ ﴿فَسَجَدُوْٓا اِلَّا اِبْلِيْسَ ؕ كَانَ مِنَ الْجِنِّ﴾ قِيلَ هُم نَوعٌ مِنَ المَلٰئِكَةِ فَالِاسْتِثْنَاءُ مُتَّصِلٌ وَقِيلَ هُوَ مُنْقَطِعٌ وَابلِيسُ اَبُو الجِنِّ وَلَهُ ذُرِّيَّةٌ ذُكِرَتْ مَعَهُ بَعدُ وَالمَلٰئِكَةُ لَا ذُرِّيَّةَ لَهُم ﴿فَفَسَقَ عَنْ اَمْرِ رَبِّهٖ ؕ﴾ اَى عَنْ خَرَجَ طَاعَتِهٖ بِتَركِ السُّجُودِ ﴿اَفَتَتَّخِذُوْنَهٗ وَذُرِّيَّتَهٗٓ﴾ الخِطَابُ لِاٰدَمَ وَذُرِّيَّتِهِ وَالهَاءُ فِى المَوضِعَينِ لِاِبلِيسَ ﴿اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِيْ﴾ تُطِيعُونَهُم ﴿وَهُمْ لَكُمْ عَدُوٌّ ؕ﴾ اَى اَعدَاءٌ حَالٌ ﴿بِئْسَ لِلظّٰلِمِيْنَ بَدَلًا (۵۰)﴾ اِبلِيسُ وَذُرِّيَّتُهُ فِى اِطَاعَتِهِم بَدَلَ اِطَاعَةِ اللهِ ﴿مَآ اَشْهَدْتُّهُمْ﴾ اَى اِبلِيسَ وَذُرِّيَّتَهُ ﴿خَلْقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَا خَلْقَ اَنْفُسِهِمْ ۪﴾ اَى لَم اُحْضِر بَعضَهُم خَلقَ بَعضٍ ﴿وَمَا كُنْتُ مُتَّخِذَ الْمُضِلِّيْنَ﴾ الشَّيَاطِينَ ﴿عَضُدًا (۵۱)﴾ اَعوَانًا فِى الخَلقِ فَكَيفَ تُطِيعُونَهُم ﴿وَيَوْمَ﴾ مَنصُوبٌ بِاُذكُر ﴿يَقُوْلُ﴾ بِاليَاءِ وَالنُّونِ ﴿نَادُوْا شُرَكَآءِيَ﴾ الاَوثَانَ ﴿الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ﴾ لِيَشفَعُوا لَكُم بِزَعمِكُم ﴿فَدَعَوْهُمْ فَلَمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَهُمْ﴾ لَم يُجِيبُوهُم ﴿وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمْ﴾ بَينَ الاَوثَانِ وَعَابِدِيهَا ﴿مَّوْبِقًا (۵۲)﴾ وَادِيًا مِن اَودِيَةِ جَهَنَّمَ يُهلِكُونَ فِيهَا جَمِيعًا وَهُوَ مِن وَبَقَ بِالفَتحِ هَلَكَ ﴿وَرَاَ الْمُجْرِمُوْنَ النَّارَ فَظَنُّوْٓا﴾ اَى اَيقَنُوا ﴿اَنَّهُمْ مُّوَاقِعُوْهَا﴾ اَى وَاقِعُونَ فِيهَا ﴿وَلَمْ يَجِدُوْا عَنْهَا مَصْرِفًا (۵۳)﴾ مَعدِلًا.

﴿ترجمه﴾

اور (یاد کرو) جب (اذ منصوب ہے اذکر فعل کے سبب) ہم نے فرشتوں کو فرمایا کہ آدم کو سجدہ کرو (یہاں سجدے سے مراد فقط جھکنا ہے

جوان کی تحیت کا طریقہ تھا، پیشانی زمین پر رکھنا مراد نہیں) تو سب نے سجدہ کیا سوا ابلیس کے کہ قوم جن سے تھا......۱...... (کہا گیا ہے کہ جن ملائکہ کی ایک جماعت کا نام ہے تو اس صورت میں یہ استثناء متصل ہوگا اور کہا گیا ہے کہ استثناء منقطع ہے اس لیے کہ ابلیس خود ہی جنات کا باپ ہے، پس اس کی ذریت وہی ہے جس کا اس کے ساتھ دیگر مقام پر ذکر آیا ہے اور فرشتوں کی اولاد نہیں ہوتی) تو اپنے رب کے حکم سے نکل گیا (یعنی سجدے کو ترک کر کے اللہ رب العزت کی اطاعت سے نکل گیا) بھلا کیا اسے اور اس کی اولاد کو بناتے ہو (یہ خطاب حضرت آدم علیہ السلام اور اس کی اولاد سے ہے اور دونوں مقامات میں "ہ" ضمیر ابلیس کے لیے ہے) میرے سوا دوست......۲...... (جن کی تم اطاعت کرتے ہو) اور وہ تمہارے دشمن ہیں (عدو بمعنی اعداء ہے یہ حال بن رہا ہے) اور ظالموں کو کیا بُرا بدلہ ملا (اللہ عزوجل کی اطاعت کے بجائے ابلیس اور اس کی ذریت کی اطاعت کرنے کی صورت میں بدلے کے طور پر شیطان اور اس کی ذریت ہی ملے) نہ میں نے انہیں (ابلیس اور اس کی ذریت کو) سامنے بٹھالیا تھا آسمانوں اور زمین کے بناتے وقت نہ خود ان کے بناتے وقت (یعنی ان میں سے بعض کو بناتے وقت میں نے ان میں سے دیگر بعض کو حاضر نہیں کیا تھا) اور نہ میری شان گمراہ کرنے والوں (شیطانوں) کو اپنا بازو بناؤں (خلق میں اپنا مددگار بناؤں تو تم کیسے ان کی اطاعت کرتے ہو) جس دن فرمائے گا (یقول کو یاء اور نون دونوں کے ساتھ پڑھا گیا ہے) کہ پکارو میرے شریکوں (بتوں) کو جو تم گمان کرتے تھے (تمہارے گمان کے مطابق وہ تمہاری شفاعت......۳...... کریں گے) تو انہیں پکارو وہ انہیں جواب نہ دیں گے (لم یستجیبوا بمعنی هم یجیبوا ہے) اور ہم ان کے درمیان (بتوں اور ان کے بچاریوں کے درمیان) ہلاکت کا میدان کردیں گے (موبق جہنم کی ایک وادی ہے جس میں وہ سب ہلاک ہوتے رہیں گے اور وبق مفتوح ہونے کی صورت میں بمعنی ھلک ہے) اور مجرم دوزخ کو دیکھیں گے تو یقین کریں گے (ظنوا بمعنی ایقنوا ہے) کہ انہیں اس میں گرنا ہے (یعنی وہ اس میں گرنے والے ہیں) اور اس سے پھرنے کی کوئی جگہ نہ پائیں گے (مصرفا بمعنی معدل ہے یعنی پھرنے کی جگہ)۔

﴿ترکیب﴾

﴿واذ قلنا للملئكة اسجدوا لادم فسجدوا الا ابليس﴾۔

و: عاطفہ، اذ: مضاف، قلنا للملئكة : قول، اسجدوا لادم: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، ف: عاطفہ، سجدوا: فعل وضمیر مستثنیٰ منہ، الا ابلیس: مستثنیٰ، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر مقولہ، ملکر مضاف الیہ، ملکر ظرف "اذکر" فعل محذوف کے لیے، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿كان من الجن ففسق عن امر ربه افتتخذونه وذريته اولياء من دوني وهم لكم عدو﴾۔

كان: فعل ناقص بااسم، من الجن: ظرف مستقر خبر ملکر جملہ فعلیہ، ف: عاطفہ، فسق: فعل بافاعل، من امر ربه: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ، همزه: استفہامیہ انکاری، ف: عاطفہ، تتخذونه: فعل بافاعل وضمیر معطوف علیہ، وذريته: معطوف، ملکر ذوالحال، وهم لكم عدو: جملہ اسمیہ حال، ملکر مفعول، اولیاء: ذوالحال، من دوني: ظرف مستقر حال، ملکر مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿بئس للظلمين بدلا ما اشهدتهم خلق السموت والارض ولا خلق انفسهم﴾۔

بئس: فعل ذم وضمیر ممیز، للظلمين بدلا: شبہ جملہ ہوکر تمیز، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوکر "البدل" مخصوص بالذم مبتدا محذوف کے لیے خبر ملکر جملہ اسمیہ، ما: نافیہ، اشهدتهم: فعل بافاعل ومفعول، خلق السموت والارض بمعطوف علیہ، ولا

خلق انفسہم : معطوف،ملکر مفعول ثانی،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وما کنت متخذ المضلین عضدا﴾.

و:عاطفہ،ما:نافیہ،کنت:فعل ناقص بااسم،متخذ:اسم فاعل بافاعل مضاف،المضلین :مفعول اول مضاف الیہ،عضدا: مفعول ثانی،ملکر شبہ جملہ ہوکر خبر،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ویوم یقول نادوا شرکاء ی الذین زعمتم فدعوھم فلم یستجیبوا لھم و جعلنا بینھم موبقا﴾.

و:عاطفہ،یوم:مضاف،یقول:قول،نادوا:فعل بافاعل،شرکاء ی:موصوف،الذین زعمتم :موصول صلہ ملکر صفت،ملکر مفعول،ملکر جملہ فعلیہ مقولہ،ملکر مضاف الیہ،ملکر ظرف "اذکر"فعل محذوف کے لیے،ملکر جملہ فعلیہ،ف:عاطفہ معطوف علی محذوف "فبادروا الی الھتم" دعوھم: جملہ فعلیہ،ف:عاطفہ،لم یستجیبوا لھم : جملہ فعلیہ ماقبل "دعوھم" پرمعطوف ،وجعلنا بینھم موبقا: جملہ فعلیہ ماقبل "لم یستجیبوا" پرمعطوف ہے۔

﴿ورا المجرمون النار فظنوا انھم مواقعوھا ولم یجدوا عنھا مصرفا﴾.

و:عاطفہ،ورا المجرمون النار :فعل بافاعل ومفعول،ملکر جملہ فعلیہ،ف:عاطفہ،ظنوا:فعل بافاعل،انھم مواقعوھا : جملہ اسمیہ مفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ،ولم یجدوا:فعل بافاعل،عنھا مصرفا : شبہ جملہ مفعول،ملکر جملہ فعلیہ معطوف،ملکر جملہ فعلیہ معطوف۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

ابلیس جن تھا!

۱......لوگوں کے لیے اس بارے میں کہ ابلیس جنوں میں سے تھا،تین اقوال ہیں:(۱)......ابلیس فرشتوں میں سے تھا اور فرشتوں میں سے ہونا اس بات کی نفی نہیں کرتا کہ جن نہ ہو اس کی کئی دلیلیں ہیں جیسا کہ فرشتوں کے قبیلوں کے بارے میں بھی یوں ہی فرمایا﴿وجعلوا بینہ وبین الجنۃ نسبا اوراس میں اور جنوں میں رشتہ ٹھرایا(الصفت:۱۵۸)﴾،﴿وجعلوا للہ شرکاء الجن اور اللہ کا شریک ٹھرایا جنوں کو(الانعام:۱۰۰)﴾،دوسری دلیل یہ ہے کہ جن کو جن اسلئے کہتے ہیں کہ چھپا ہوا ہوتا ہے اگر دیکھا جائے تو فرشتے کے اوصاف بھی یہی ہیں یعنی فرشتے بھی چھپے ہوئے ہوتے ہیں،تیسری دلیل یہ ہے کہ ابلیس جنت کا خازن تھا۔(۲)......ابلیس جن تھا،اور جنات آگ سے بنائے گئے ہیں اور ابلیس ابوالجن کو کہتے ہیں۔(۳)......ابلیس کو فرشتہ کہنے کا قول صحیح نہیں ہے،فرشتوں کی ذریت اور نسل نہیں ہوتی جب کہ جن کے لیے ذریت متذکرہ آیت میں بیان کی گئی ہے۔اور یہ بھی کہ جب اللہ نے فرشتوں کو سجدے کا حکم دیا تو ابلیس نے کیوں انکار کیا،اگر فرشتہ تھا تو انکار کرنے کی جرات کیوں کی؟ (الرازی،ج۷،ص ۴۷۲ ملخصا)

ابلیس دوست نہیں ہوسکتا:

۲......ابلیس انسان کا دوست کبھی نہیں ہوسکتا،اللہ عزوجل نے اسے دشمن قرار دیا ہے،اس خبیث کی دشمنی ابتدا سے مشروع ہے، دیکھیں اگر دشمن نہ ہوتا تو حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کرتا،متذکرہ آیت سے ابلیس کا جن ہونا،اس کی ذریت کا پایا جانا اور اس کا حضرت آدم واولاد آدم سے دشمنی کرنا ثابت ہے۔متذکرہ آیت سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ ابلیس کی اقتداء کرنے والے کافر ہیں،جو مسلمان

ہو کر ابلیس کے طریقے پر چلے، اُسے غور وفکر کرنا چاہیے۔ جس بد بخت کی جہالت کا یہ حال ہو کہ اللہ کے فرمان کو ٹھکرا دے، اپنی من مانی بات ''انا خیر منه'' داخل کرے، وہ مسلمان کا دوست کیسے ہو سکتا ہے؟

شفاعت اللہ والے کرتے ہیں نہ کہ......:

☆......حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''قیامت کے دن حضرات انبیائے کرام، علماء اور پھر شہداء شفاعت کریں گے''۔ (ابن ماجه، کتاب الزهد، باب: ذکر الشفاعة، رقم: ٤٣١٣، ص ٧١٥)

☆......ابودرداء سے روایت ہے کہ میں نے سید عالم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''شہید اپنے گھر کے ستر افراد کی شفاعت کرے گا''۔
(ابو داؤد، کتاب الجهاد، باب: فی فضل الشهادة، رقم: ٢٥٢٢، ص ٤٧٢)

☆......حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''قیامت کے دن لوگوں کی صفیں بنی ہوئی ہونگیں، پھر جنتی میں سے کوئی جنتی گزرے گا جہنمی اُس سے کہیں گے: اے فلاں! تجھے یاد ہے کہ میں نے تجھے پانی پلایا تھا؟ جنتی شخص اس کی شفاعت کرے گا، اسی طرح ایک اور جنتی سے جہنمی کہے گا کہ میں نے فلاں موقع پر تیری حاجت روائی کی تھی، پس جنتی اس جہنمی کی شفاعت کرے گا''۔
(ابن ماجه، کتاب ب، باب: فضل صدقة الماء رقم: ٣٦٨٥، ص ٦١١)

☆......حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''جو قرآن پڑھے اور اس کے حلال کو حلال جانے اور حرام کو حرام جانے تو اللہ اُسے جنت میں داخل کرے گا اور اس کی شفاعت سے اس کے اہل خانہ میں سے دس آدمیوں کو جنت میں داخل کرے گا جس پر جہنم واجب ہو چکی ہوگی''۔ (سنن الترمذی، کتاب فضائل القرآن، باب: ما جاء فی فضل قاری، رقم: ٢٩١٤، ص ٨٢٣)

☆......ابو موسیٰ نے سید عالم ﷺ سے فرمایا: ''حاجی قیامت کے دن اپنے گھر کے چار سو افراد کی شفاعت کرے گا''۔

☆......ابن عمر سے روایت ہے کہ عالم اپنے شاگردوں کی شفاعت کرے گا اگرچہ آسمان کے ستاروں کی مقدار میں ہوں''۔
(البدور السافرة، باب: شفاعة غير النبی، رقم: ١١٥٩، ١١٦١، ص ٣٧٣)

اغراض: منصوب باذکر: معنی یہ ہے کہ اے محمد ﷺ! اپنی قوم کو یہ قصہ سنائیں، اور یہ قصہ قرآن میں کئی مرتبہ ذکر کیا گیا ہے اس لیے کہ مخلوق میں سب سے پہلی نافرمانی ابلیس لعین ہی کی تھی۔

سجود انحناء: جاننا چاہیے کہ اللہ کے سوا کسی کو سجدہ کرنا کفر ہے، جواب اس کا یہ ہے کہ یقیناً سجدہ اللہ کو تھا اور آدم علیہ السلام محض قبلہ تھے، یا اللہ کے سوا کسی اور محل میں سجدہ کرنا کفر ہے لیکن جب اللہ کا حکم ہو کہ آدم علیہ السلام کو سجدہ کرو تو اس کے حکم کی مخالفت کرنا ضرور کفر ہے۔

قیل هم نوع من الملائکة: یعنی یہ ایک قول ہے، جو کہ فرشتوں کی طرح معصوم نہیں ہیں، بلکہ ان سے گناہ ہوتے رہتے ہیں۔

وابلیس ابو الجن: یہ ایک اور توجیہ ہے جو ماقبل قول کے برخلاف ہے، اور یہی حق ہے کیونکہ ابلیس فرشتوں کی کوئی دوسری جماعت میں سے نہیں بلکہ جنات میں سے تھا اور جن آگ سے بنے ہیں جب کہ فرشتے نور سے تخلیق کیے گئے ہیں۔ (الصاوی، ج ٤، ص ٢٤ وغیرہ)

رکوع نمبر: ۲۰

﴿وَلَقَدْ صَرَّفْنَا﴾ بَيَّنَّا ﴿فِي هٰذَا الْقُرْاٰنِ لِلنَّاسِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ ؕ﴾ صِفَةٌ لِمَحْذُوفٍ اى مَثَلًا مِن جِنْسِ كُلِّ مَثَلٍ لِيَتَّعِظُوا ﴿وَكَانَ الْاِنْسَانُ﴾ اَيِ الكَافِرُ ﴿اَكْثَرَ شَيْءٍ جَدَلًا (۵۴)﴾ خُصُومَةً فِي البَاطِلِ وَهُوَ تَمييزٌ مَنقُولٌ مِن اسمِ كَانَ المَعنٰى وَكَانَ جَدَلُ الْاِنسَانِ اَكثَرَ شَيءٍ فِيهِ ﴿وَمَا مَنَعَ النَّاسَ﴾ اَى الكُفَّارَ مَكَّةَ ﴿اَنْ

یُؤْمِنُوْآ﴾مَفعولُ ثانٍ﴿اِذْ جَآءَ هُمُ الْهُدٰی﴾اَیِ القُرانُ﴿وَیَسْتَغْفِرُوْا رَبَّهُمْ اِلَّآ اَنْ تَاْتِیَهُمْ سُنَّةُ الْاَوَّلِیْنَ﴾فَاعِلٌ اَی سُنَّتِنَا فِیهِمْ وَهِیَ الْاِهْلَاکُ الْمُقَدَّرُ علیهِمْ﴿اَوْ یَاْتِیَهُمُ الْعَذَابُ قُبُلًا (۵۵)﴾مَقَابَلَةً و عَیَانًا وهُوَ القَتْلُ یَومَ بَدْرٍ وَفِی قِرائَةٍ بِضَمَّتَینِ جَمعُ قَبِیلٍ ای اَنواعًا﴿وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِیْنَ اِلَّا مُبَشِّرِیْنَ﴾لِلمومِنینَ﴿وَمُنْذِرِیْنَ ج﴾مُخَوِّفِینَ لِلکافِرینَ﴿وَیُجَادِلُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا بِالْبَاطِلِ﴾بِقَولِهِمْ بَعَثَ الله بَشَرًا رَسولًا وَنَحوَهٗ﴿لِیُدْحِضُوْا بِهِ﴾لِیُبْطِلُوا بِجِدالِهِمْ﴿الْحَقَّ﴾القُرآنَ﴿وَاتَّخَذُوْآ اٰیٰتِیْ﴾القُرآنَ﴿وَمَآ اُنْذِرُوْا﴾بِهٖ مِنَ النَّارِ﴿هُزُوًا (۵۶)﴾سُخْرِیَّةً﴿وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذُکِّرَ بِاٰیٰتِ رَبِّهٖ فَاَعْرَضَ عَنْهَا وَنَسِیَ مَا قَدَّمَتْ یَدٰهُ ط﴾مَا عَمِلَ مِن الکُفرِ والمَعاصِی فلمْ یَتفکَّرْ فِی عَاقِبَتِهَا﴿اِنَّا جَعَلْنَا عَلٰی قُلُوْبِهِمْ اَکِنَّةً﴾اَغْطِیَةً﴿اَنْ یَّفْقَهُوْهُ﴾مِنْ اَنْ یَفقَهُوا القرآنَ اَی فَلا یَفهَمُونَهٗ﴿وَفِیْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا ط﴾ثِقْلًا فَلا یَسْمَعُونَهٗ﴿وَاِنْ تَدْعُهُمْ اِلَی الْهُدٰی فَلَنْ یَّهْتَدُوْٓا اِذًا﴾اَی بِالْجَعلِ المَذکُورِ﴿اَبَدًا (۵۷) وَرَبُّکَ الْغَفُوْرُ ذُو الرَّحْمَةِ لَوْ یُؤَاخِذُهُمْ﴾فِی الدنیا﴿بِمَا کَسَبُوْا لَعَجَّلَ لَهُمُ الْعَذَابَ ط﴾فِیهَا﴿بَلْ لَّهُمْ مَّوْعِدٌ﴾ وَهُوَ یَومُ القِیٰمَةِ﴿لَّنْ یَّجِدُوْا مِنْ دُوْنِهٖ مَوْئِلًا (۵۸)﴾مَلْجَأً مِنَ العَذَابِ﴿وَتِلْکَ الْقُرٰٓی﴾اَیْ اَهْلُهَا کَعادٍ وثَمودٍ وَغَیرِهما﴿اَهْلَکْنٰهُمْ لَمَّا ظَلَمُوْا﴾ کَفَروا﴿وَجَعَلْنَا لِمَهْلِکِهِمْ﴾لِاِهْلَاکِهِمْ وفِی قِرائَةٍ بِفَتحِ المِیمِ اَی لِهَلاکِهِمْ﴿مَّوْعِدًا (۵۹)﴾

﴿ترجمہ﴾

اور بے شک ہم نے بیان فرمائی (صرفنا بمعنی بینا ہے) اس قرآن میں ہر قسم کی مثل (من کل مثل موصوف محذوف کی صفت ہے تقدیری عبارت یہ ہے کہ مثل من جنس کل مثل لیتعظوا) اور (کافر) انسان ہر چیز سے بڑھ کر جھگڑالو ہے (باطل کے بارے میں جھگڑنے والا ہے، جدلا یہ کان کے اسم سے منقول تمیز ہے، معنی آیت یہ ہے کہ انسان کا جھگڑنا ہر شے سے بڑھ کر زیادہ ہے) اور آدمیوں کو کس چیز نے روکا (یعنی کفار مکہ کو) کہ وہ ایمان لاتے (ان یومنوا مفعول ثانی ہے) جب ھدایت ان کے پاس آئی (یعنی قرآن پاک آیا) اور اپنے رب سے معافی مانگتے مگر یہ کہ ان پر اگلوں کا دستور آئے......ا......(سنة الاولین فاعل ہے یعنی ان اگلوں کے بارے میں ہمارا دستور ان پر آئے اور انہیں ہلاک کر دینا ہے جو ان پر مقدر کیا جاچکا تھا) یا ان پر عذاب آئے جو ان کے روبرو ہو (جو ان کے مقابل اور سامنے ہو جسے وہ آنکھوں سے دیکھیں اور وہ ان کا جنگ بدر میں قتل کیا جانا ہے اور ایک قرائت میں قبل کو دو ضموں کے ساتھ پڑھا گیا ہے اس صورت میں یہ قبیل کی جمع ہوگا بمعنی انواع) اور ہم رسولوں کو نہیں بھیجتے مگر خوشی سنانے کو (مسلمانوں کو) اور ڈر سنانے کو (کفار کو خوف دلانے کو) اور جو کافر ہیں وہ باطل کے ساتھ جھگڑتے ہیں (اس سے مراد ان کا یہ قول ابعث الله بشرا رسولا یعنی کیا اللہ نے بشر کو رسول بنا کر بھیجا؟ وغیرہ ہے) کہ اس سے حق کو ہٹا دیں (تا کہ اسے اپنے جھگڑے کے ذریعے باطل

کردیں،یدحضوا بمعنی یبطلوا ہے)اورانہوں نے میری آیتوں کی(قرآن کی)اور جوڈرانہیں سنائے گئے(جہنم کے)ان کو ہنسی بنالیا(ان کا مذاق بنالیا)اوراس سے بڑھ کر ظالم کون کہ جسے اس کے رب کی آیتیں یاد دلائی جائیں تو وہ ان سے منہ پھیر لے اوراس کے ہاتھ جو آگے بھیج چکے اسے بھول جائے......(یعنی جو کفر و گناہ کیے ہیں اسے بھول جائے) ہم نے ان کے دلوں پر غلاف کردیے(اکنۃ کے معنی غلاف ہیں) کہ قرآن نہ سمجھیں(یعنی قرآن سمجھنے سے ہم نے ان کے دل میں غلاف کردیے ہیں یعنی وہ قرآن پاک کو سمجھ نہیں سکتے)اوران کے کانوں میں گرانی(وزن) ہے اوراگر تم انہیں ہدایت کی طرف بلاؤ تو جب بھی(اس بلانے کے باوجود بھی وہ) ہرگز کبھی راہ نہ پائیں گے اورتمہارا رب بخشنے والا رحمت والا ہے اگر وہ انہیں(دنیا میں)ان کے کیے پر پکڑتا جلد(یعنی دنیا میں) ان پر عذاب بھیجتا بلکہ ان کے لیے ایک وعدے کا وقت ہے(مراد اس سے قیامت کا دن ہے)۔جس کے سامنے کوئی پناہ نہ پائیں گے(مؤلما بمعنی ملجا ہے)اوریہ بستیاں(یعنی بستی والے جیسے عاد،ثمود وغیرہ) ہم نے تباہ کردیں جب انہوں نے ظلم(یعنی کفر) کیا اورہم نے ان کی بربادی کا ایک وعدہ رکھا تھا(لمھلکم بمعنی لاھلاکھم ہے،اورایک قرائت میں اسے میم مفتوحہ کے ساتھ پڑھا گیا ہے بمعنی لھلاکھم)۔

﴿ترکیب﴾

﴿ولقد صرفنا فی ھذا القرآن للناس من کل مثل وکان الانسان اکثر شیء جدلا﴾.

و:عاطفہ، لام:تاکیدیہ جواب قسم، قد:تحقیقیہ،صرفنا:فعل بافاعل، فی ھذاالقرآن:ظرف لغو،الناس:ظرف لغو ثانی، من کل مثل: ظرف مستقر "مثلا" محذوف کے لیے صفت،ملکر مرکب توصیفی ہوکر مفعول،ملکر جملہ فعلیہ ہوکر "نقسم" قسم محذوف کے لیے جواب قسم،ملکر جملہ فعلیہ قسمیہ، و:عاطفہ، کان:فعل ناقص، الانسان:اسم،اکثرشیء:ممیز، جدلا:تمیز،ملکر خبر،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وما منع الناس ان یومنوا اذ جاء ھم الھدی ویستغفروا ربھم الا ان تاتیھم سنۃ الاولین او یاتیھم العذاب قبلا﴾.

و:عاطفہ،ما منع الناس:فعل نفی ومفعول،ان:مصدریہ، یومنوا اذجاء ھم الھدی: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، ویستغفروا ربھم: جملہ فعلیہ معطوف،ملکر بتاویل مصدر مفعول ثانی، الا:اداۃ حصر،ان:مصدریہ، تاتیھم سنۃ الاولین: جملہ فعلیہ معطوف علیہ ،اویاتیھم العذاب قبلا: جملہ فعلیہ معطوف،ملکر بتاویل مصدر فاعل،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وما نرسل المرسلین الا مبشرین ومنذرین﴾.

و:عاطفہ، مانرسل:فعل نفی بافاعل،المرسلین: ذوالحال،الا:اداۃ حصر، مبشرین ومنذرین: حال،ملکر مفعول،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ویجادل الذین کفروا بالباطل لیدحضوا بہ الحق واتخذوا ایتی وما انذروا ھزوا﴾.

و:عاطفہ، یجادل:فعل، الذین کفروا: فاعل بافاعل ظرف لغو، لام:جار، یدحضوا بہ الحق: جملہ فعلیہ بتقدیر "ان" مجرور،ملکر ظرف لغو،جملہ فعلیہ،و:مستانفہ، اتخذوا:فعل بافاعل، ایتی وما انذروا:مفعول، ھزوا: مفعول ثانی،ملکر جملہ فعلیہ مستانفہ۔

﴿ومن اظلم ممن ذکر بایت ربہ فاعرض عنھا ونسی ما قدمت یدہ﴾.

و:مستانفہ، من: استفہامیہ مبتدا،اظلم: اسم تفضیل بافاعل، من: جار،من: موصولہ، ذکر بایت ربہ: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، فاعرض عنھا: جملہ فعلیہ معطوف اول،و: عاطفہ،نسی :فعل بافاعل، ما قدمت یدہ:موصول صلہ ملکر مفعول،ملکر معطوف ثانی،ملکر

صلہ،ملکر مجرور،ملکرظرف لغو، اظلم اپنے متعلقات سے ملکر جملہ ہوکر خبر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿انا جعلنا علی قلوبهم اکنة ان یفقهوه و فی اذانهم وقرا و ان تدعهم الی الهدی فلن یهتدوا اذا ابدا﴾.

انا: حرف مشبہ واسم، جعلنا: فعل بافاعل، علی قلوبهم: ظرف مستقر حال مقدم، اکنة: ذوالحال ملکر معطوف علیہ، و فی اذانهم وقرا: معطوف، ملکر مفعول، ان یفقهوه: جملہ فعلیہ بتاویل مصدر مفعول لہ،ملکر خبر،ملکر جملہ اسمیہ، و: عاطفہ،ان:شرطیہ، تدعهم الی الهدی :جملہ فعلیہ شرط،ف:جزائیہ، لن یهتدوا: فعل بافاعل، اذا:حرف جزا، ابدا:ظرف،ملکرخبر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿وربک الغفور ذوالرحمة لو یؤاخذهم بما کسبوا لعجل لهم العذاب بل لهم موعد لن یجدوا من دونه موئلا﴾.

و: مستانفہ،ربک: مبتدا، الغفور: خبراول، ذوالرحمة :خبرثانی،ملکر جملہ اسمیہ، لو:شرطیہ، یواخذهم بما کسبوا: جملہ فعلیہ شرط،لعجل لهم العذاب : جملہ فعلیہ جواب شرط ملکر جملہ شرطیہ، بل :حرف اضراب، لهم: ظرف مستقر خبر مقدم، موعد: مبتدا مؤخر،ملکر جملہ اسمیہ، لن یجدوا :فعل بافاعل،من دونه ظرف مستقر حال مقدم، موئلا : ذوالحال،ملکر مفعول،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وتلک القری اهلکنهم لما ظلموا و جعلنا لمهلکهم موعدا﴾.

و:عاطفہ،تلک القری :مبتدا، اهلکنهم : فعل بافاعل ومفعول، لما :ظرفیہ مضاف، ظلموا: جملہ فعلیہ مضاف الیہ ملکر ظرف ، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر معطوف علیہ، وجعلنا : فعل بافاعل، لمهلکهم موعدا: شبہ جملہ مفعول،ملکر جملہ فعلیہ ہوکر معطوف،ملکر خبر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

اگلوں کے دستور سے مراد:

۱......جن قوموں میں جن گناہوں (مثلاً سود، جوا، بدکاری، بت پرستی، لواطت، ناپ تول میں کمی وغیرہ) کی وجہ سے عذاب نازل ہوتا تھا، آج وہ تمام ہی گناہ امت محمدیہ میں پائے جاتے ہیں، اللہ نے اسی لئے اپنے پاک کلام میں بار بار تنبیہ فرمائی ہے، اگلی قوموں کی مثالیں بیان فرماکر امت محمدیہ کوڈرایا، الغرض انسان کو یہ باور کرایا کہ نجات اُس احکم الحاکمین کی فرمانبرداری میں ہے۔

آیا کفر وگناہ بھول جانا بہتر ہے؟

۲......جہاں تک آیت مقدسہ کا تعلق ہے تو اللہ نے صاف فرمادیا: اوراس سے بڑھ کر ظالم کون کہ جسے اس کے رب کی آیتیں یاد دلائی جائیں تو وہ ان سے منہ پھیرلے اوراس کے ہاتھ جو آگے بھیج چکے اسے بھول جائے (یعنی جو کفر وگناہ کیے ہیں اسے بھول جائے) اورہم نے ان کے دلوں پر غلاف کردیئے (اکنّة کے معنی غلاف ہیں) کہ قرآن سمجھیں (یعنی قرآن سمجھنے سے ہم نے ان کے دل میں غلاف کردیئے ہیں یعنی وہ قرآن پاک کو سمجھ نہیں سکتے) اوران کے کانوں میں گرانی (وزن) ہے۔

نہ ماننے میں ایسا دلیر کہ گناہ کا احساس ہی نہ رہے، بلکہ گناہ کرکے بھلادے، حالانکہ اسلاف کا ہمیشہ سے یہ طریقہ رہا ہے کہ گناہ ہوجانے پر کثرت سے گریہ کرتے، بار بار یاد کرکے آنسو بہاتے لیکن ان کافروں کا حال ایسا کہ انہیں افسوس، ندامت، شرمندگی کچھ نہیں۔ دیدہ دلیری ایسی کہ بجائے شرمساری کے بت پر اکڑنا، بار بار سمجھانے کے باوجود نہ ماننا، ضد وہٹ دھرمی سے نصیحت کو فراموش کردینا۔ سوائے بربادی کے کچھ نہیں، اسی لئے فرمایا کہ اگلوں کا طریقہ گزر چکا کہ جب انہوں نے بار بار سمجھانے پر بھی نبی کو جھٹلایا تو اللہ کے عذاب نے انہیں آلیا۔

اغراض: واديا من اودية جهنم: یہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا قول ہے، یہ جہنم کی وہ وادی ہے جس میں خون و پیپ پیش کی جائے گی۔

خصومة في الباطل: مراد یہ ہے کہ مومن باطل معاملات میں بہت زیادہ جھگڑنے والا نہیں ہوتا بلکہ حق معاملات میں بہت زیادہ جھگڑالو ہوتا ہے۔ **القران:** مناسب یہ ہے کہ یوں کہا جائے کہ ہر وہ چیز جو رسول لائے۔

وهو يوم القيامة: اس جملے میں اس جانب اشارہ ہے کہ جس دن عذاب دیا جائے گا، اور زیادہ صحیح یہ ہے کہ زمان کے مقابلے میں مکان مراد لیا جائے۔ **اهلها:** اشارہ ہے کہ تلک القری میں مضاف محذوف ہے۔ (الصاوی، ج٤، ص ٢٥ وغیرہ)

رکوع نمبر: ۲۱

﴿وَ﴾اذكُر﴿اِذْ قَالَ مُوسٰى﴾هُوَابْنُ عِمرانَ﴿ لِفَتٰهُ﴾يُوشَع بنُ نُون وَكَانَ يَتْبَعُهُ وَيَخْدِمُهُ وَيَاخُذُ مِنهُ الْعِلْمَ﴿ لَآ اَبْرَحُ ﴾لَا اَزالُ اَسِيرُ ﴿حَتّٰى اَبْلُغَ مَجْمَعَ الْبَحْرَيْنِ ﴾مُلْتَقٰى بَحْرِ الرُّومِ وَبَحرِ فَارِسٍ مِمَّا يَلِي الْمَشْرِقَ اَيِ الْمَكَانُ الْجَامِعُ لِذَالِكَ ﴿اَوْ اَمْضِيَ حُقُبًا(٦٠)﴾دَهْرًا طَوِيْلًا فِي بُلُوغِهِ اِنْ بَعُدَ ﴿فَلَمَّا بَلَغَا مَجْمَعَ بَيْنِهِمَا﴾بَيْنَ الْبَحرين﴿ نَسِيَا حُوتَهُمَا﴾نَسِيَ يُوشَعُ حَمْلَهُ عِنْدَ الرَّحِيْلِ وَنَسِيَ مُوسٰى تَذْكِيرَهُ﴿ فَاتَّخَذَ ﴾الْحُوتُ﴿سَبِيْلَهُ فِي الْبَحْرِ ﴾اَيْ جَعَلَهُ بِجَعْلِ اللهِ﴿سَرَبًا (٦١)﴾اَيْ مِثْلَ السَّرَبِ وَهُوَ الشَّقُّ الطَّوِيلُ لَا نَفَاذَ بِهِ وَذَالِكَ بِاَنَّ اللهَ تَعَالٰى اَمْسَكَ عَنِ الْحُوتِ جَرْيَ الْمَاءِ فَانْجَابَ عَنْهُ فَبَقِيَ كَالْكُوَةِ لَمْ يَلْتَئِمْ وَجَمَدَ مَا تَحْتَهُ مِنْهُ﴿فَلَمَّا جَاوَزَا﴾ذَالِكَ الْمَكَانَ بِالسَّيْرِ اِلٰى وَقْتِ الْغَدَاءِ مِنْ ثَانِي يَوْمٍ﴿ قَالَ لِفَتٰهُ اٰتِنَا غَدَآءَنَا ﴾وَهُوَ مَا يُؤكَلُ اَوَّلَ النَّهَارِ﴿لَقَدْ لَقِيْنَا مِنْ سَفَرِنَا هٰذَا نَصَبًا(٦٢)﴾تَعَبًا وَحُصُولُهُ بَعْدَ الْمُجَاوَزَةِ﴿قَالَ اَرَاَيْتَ﴾تَنَبَّهْ﴿ اِذْ اَوَيْنَآ اِلَى الصَّخْرَةِ ﴾بِذَالِكَ الْمَكَانِ﴿فَاِنِّيْ نَسِيْتُ الْحُوتَ وَمَآ اَنْسٰنِيْهُ اِلَّا الشَّيْطٰنُ ﴾يُبْدَلُ مِنَ الْهَاءِ﴿اَنْ اَذْكُرَهُ ﴾بَدَلُ اِشْتِمَالٍ اَيْ اَنْسَانِي ذِكْرَهُ﴿وَاتَّخَذَ ﴾الْحُوتُ﴿سَبِيْلَهُ فِي الْبَحْرِ عَجَبًا(٦٣)﴾مَفْعُولٌ ثَانٍ اَيْ يَتَعَجَّبُ مِنْهُ مُوسٰى وَفَتَاهُ لِمَا تَقَدَّمَ فِي بَيَانِهِ ﴿قَالَ ﴾مُوسٰى﴿ذٰلِكَ﴾فَقْدُنَا الْحُوتَ﴿ مَا ﴾الَّذِيْ﴿كُنَّا نَبْغِ ﴾نَطْلُبُهُ فَاِنَّهُ عَلَامَةٌ لَنَا عَلٰى وُجُودِ مَنْ نَطْلُبُهُ﴿فَارْتَدَّا ﴾رَجَعَا﴿عَلٰى اٰثَارِهِمَا ﴾يَقُصَّانِهَا﴿قَصَصًا(٦٤)﴾فَاَتَيَا الصَّخْرَةَ﴿فَوَجَدَا عَبْدًا مِّنْ عِبَادِنَآ﴾هُوَالْخَضِرُ﴿ اٰتَيْنٰهُ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا ﴾نُبُوَّةً فِي قَوْلٍ وَوِلَايَةً فِي آخَرَ وَعَلَيْهِ اَكْثَرُ الْعُلَمَاءِ﴿وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا ﴾مِنْ قِبَلِنَا﴿عِلْمًا(٦٥)﴾مَفْعُولٌ ثَانٍ اَيْ مَعْلُومًا مِنَ الْمُغَيَّبَاتِ رَوَى الْبُخَارِيُّ حَدِيثَ اَنَّ مُوسٰى قَامَ خَطِيبًا فِي بَنِي اِسْرَائِيلَ فَسُئِلَ اَيُّ النَّاسِ اَعْلَمُ فَقَالَ اَنَا اَعْلَمُ فَعَتَبَ اللهُ عَلَيْهِ اِذْ لَمْ يَرُدَّ الْعِلْمَ اِلَيْهِ فَاَوْحَى اللهُ اِلَيْهِ اِنَّ لِي عَبْدًا بِمَجْمَعِ الْبَحْرَيْنِ هُوَ اَعْلَمُ مِنْكَ قَالَ مُوسٰى يَارَبِّ فَكَيْفَ لِي بِهِ قَالَ تَاْخُذُ مَعَكَ حُوتًا فَتَجْعَلُهُ فِي مِكْتَلٍ فَحَيْثُمَا فَقَدْتَ الْحُوتَ فَهُوَ ثَمَّ فَاَخَذَ حُوتًا فَجَعَلَهُ فِي مِكْتَلٍ ثُمَّ انْطَلَقَ وَانْطَلَقَ مَعَهُ فَتَاهُ يُوشَعُ بْنُ نُونٍ حَتّٰى اَتَيَا الصَّخْرَةَ فَوَضَعَا رُؤُسَهُمَا فَنَامَا وَاضْطَرَبَ الْحُوتُ فِي الْمِكْتَلِ فَخَرَجَ مِنْهُ فَسَقَطَ فِي الْبَحْرِ فَاتَّخَذَ سَبِيْلَهُ فِي الْبَحْرِ سَرَبًا وَاَمْسَكَ اللهُ عَنِ الْحُوتِ جِرْيَةَ الْمَاءِ

فَصَارَ عَلیهِ مِثْلُ الطَّاقِ فَلَمَّا اسْتَیْقَظَ نَسِیَ صَاحِبُهٗ اَنْ یُخْبِرَهٗ بِالْحُوتِ فَانطَلَقَا بَقِیَّةَ یَوْمِهِمَا وَلَیْلَتِهِمَا حتی اذا کَانَ مِنَ الغَدَاةِ قَال مُوسٰی لِفَتَاهُ آتِنَا غَدَائَنَا الی قولِهِ واتخذ سَبِیلَهٗ فِی البَحرِ عَجَبًا قال وکَانَ لِلحُوتِ سَرَبًا وَلِمُوسٰی وَلِفَتَاهُ عَجَبًا ﴿قَالَ لَهٗ مُوسٰی هَلْ اَتَّبِعُکَ عَلٰٓی اَنْ تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا (۶۶)﴾ اَی صَوابًا اَرْشِدُ بِهٖ وفِی قِراءَةٍ بِضَمِّ الراءِ وَسُکونِ الشِّینِ وسَاَلَهٗ ذٰلِکَ لِاَنَّ الزِّیَادَةَ فِی العلمِ مَطْلُوبَةٌ ﴿قَالَ اِنَّکَ لَنْ تَسْتَطِیْعَ مَعِیَ صَبْرًا (۶۷) وَکَیْفَ تَصْبِرُ عَلٰی مَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ خُبْرًا (۶۸)﴾ فِی الحدیثِ السابقِ عَقِبَ هٰذِهِ الْاٰیةِ یا موسٰی اِنِّی علی عِلمٍ مِنْ عِلمِ اللهِ عَلَّمَنِیْهِ لا تَعْلَمُهٗ وَانتَ علی عِلمٍ مِنْ علمِ اللهِ عَلَّمَکَ اللهُ لا اَعْلَمُهٗ وَقَولُهٗ خُبْرًا مَصدرٌ بمعنی لَم تُحِطْ ای لَمْ تُخْبَرْ حَقِیقَتَهٗ ﴿قَالَ سَتَجِدُنِیْٓ اِنْ شَآءَ اللهُ صَابِرًا وَّلَآ اَعْصِیْ﴾ وَغیرَ عَاصٍ ﴿لَکَ اَمْرًا (۶۹)﴾ تَاْمُرُنِی بِهٖ وَقَیَّدَ بِالمَشِیَّةِ لِاَنَّهٗ لَمْ یَکُنْ علی ثِقَةٍ مِنْ نَفْسِهٖ فِیمَا الْتَزَمَ وَهٰذِهٖ عَادَةُ الْاَنْبِیَاءِ وَالْاَوْلِیَاءِ اَنْ لا یَثِقُوا علی انفُسِهِمْ طَرفَةَ عَینٍ ﴿قَالَ فَاِنِ اتَّبَعْتَنِیْ فَلَا تَسْئَلْنِیْ﴾ وفِی قِراءَةٍ بِفَتحِ اللَّامِ وتَشدِیدِ النُّونِ ﴿عَنْ شَیْءٍ﴾ تُنْکِرُهٗ مِنِّی فِی عِلمِکَ وَاصْبِرْ ﴿حَتّٰٓی اُحْدِثَ لَکَ مِنْهُ ذِکْرًا (۷۰)﴾ اَی اذکُرُهٗ لَکَ بِعِلَّتِهٖ فَقَبِلَ مُوسٰی شَرطَهٗ رِعَایَةً لِاَدَبِ المُتَعَلِّمِ مع العَالِمِ.

﴿ترجمہ﴾

اور (یاد کرو) جب موسیٰ......۱...... (بن عمران) نے اپنے خادم (حضرت یوشع بن نون......۲......) سے کہا (جوان کے ساتھ رہا کرتے ان کی خدمت کیا کرتے اور ان سے علم حاصل کیا کرتے تھے) میں باز نہ رہوں گا (سفر کرتا رہوں گا) جب تک وہاں نہ پہنچوں جہاں دو سمندر ملتے ہیں......۳...... (یعنی بحر روم اور بحر فارس کے ملنے کی جگہ تک، یہ جگہ مشرق سے متصل ہے یعنی اس مقام تک جوان کے آپس میں میلاپ کا مرکز ہے) چلتے چلتے گزار دونگا مدت دراز (اگر چہ کتنی ہی دوری ہو اس تک پہنچنے میں طویل زمانہ گزار دوں گا) پھر جب وہ ان دونوں کے (یعنی دونوں سمندروں کے) ملنے کی جگہ پہنچے اپنی مچھلی بھول گئے......۴...... (حضرت یوشع بن نون سفر کے وقت اسے اٹھانا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام انہیں یاد دلانا بھول گئے) اور اس نے (یعنی مچھلی نے) سمندر میں اپنی راہ لی (اس نے اللہ عزوجل کی عطا سے پناہ لی ایک) سرنگ......۵...... بناتی (یعنی سرنگ کی طرح رستہ بناتے ہوئے مچھلی نے اپنی راہ لی، سرنگ لمبے شگاف کو کہتے ہیں جس میں کوئی منفذ نہ ہو اور یہ اس طرح ہوا کہ اللہ عزوجل نے مچھلی سے پانی کے بہاؤ کو روک دیا تو پانی اس کے گزرنے کے مقام سے منقطع ہو گیا) پھر جب گزر گئے (اس مقام سے دوسرے دن ناشتے کے وقت تک سفر کرتے کرتے پھر) موسیٰ نے خادم سے کہا ہمارا صبح کا کھانا لاؤ (غداء اس کھانے کو کہتے ہیں جو دن کی ابتداء میں کھایا جاتا ہے) بیشک ہمیں اپنے اس سفر میں بڑی مشقت کا سامنا ہوا......۶...... (نصبا کا معنی مشقت تھکاوٹ ہے، اور اس کا سبب طویل سفر تھا) بولا بھلا دیکھئے تو (متنبہ تو ہوں) جب ہم نے اس چٹان کے پاس (اس جگہ میں) پناہ لی تھی تو بیشک میں مچھلی کو بھول گیا اور مجھے شیطان ہی نے بھلا دیا کہ میں اس کا ذکور کروں (''الشیطان''، انسنیه کی ''ہ'' ضمیر سے بدل ہے، ان اذکرہ یہ بدل اشتمال یعنی شیطان نے مجھے مچھلی کا ذکر بھلا دیا) اور اس نے (یعنی مچھلی نے) سمندر میں اپنی راہ لی تعجب خیز ہے (عجبا، مفعول ثانی ہے یعنی اس سے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کے خادم کو تعجب ہوا وجہ تعجب ما قبل بیان ہو چکی) کہا (حضرت موسیٰ علیہ السلام نے) یہی (یعنی مچھلی کا گم ہو جانا) تو ہم چاہتے تھے (ما بمعنی الذی ہے، نبغ بمعنی نطلب ہے کیونکہ ہم جسے تلاش کر رہے ہیں یہ اس کے موجود ہونے کی نشانی ہے) تو پیچھے پلٹے اپنے قدموں کے نشان دیکھتے (یعنی اپنے قدموں

کے نشان پر چلتے ہوئے پھر اس پہاڑ تک پہنچ گئے) تو ہمارے بندوں میں سے ایک بندہ پایا (جس کا نام خضر......ے.....تھا) جسے ہم نے اپنے پاس سے رحمت دی (ایک قول کے مطابق رحمت سے مراد نبوت ہے اور دوسرے قول کے مطابق ولایۃ، اور اکثر علماء اسی موقف پر ہیں) اور اسے اپنے پاس سے (اپنی طرف سے، اپنی جانب سے) علم عطا فرمایا (یعنی غیب کی معلومات عطا فرمائیں، علما مفعول ثانی ہے، امام بخاری نے یہ حدیث پاک روایت کی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کھڑے بنی اسرائیل کو خطبہ دے رہے تھے دریں اثناء کسی نے سوال کیا کہ تمام لوگوں میں سب سے بڑا عالم کون ہے؟ آپ علیہ السلام نے جواباً فرمایا: میں! اللہ عزوجل نے آپ علیہ السلام پر عتاب فرمایا کہ آپ علیہ السلام نے اس بات کے علم کو اللہ عزوجل کی جانب منسوب نہیں فرمایا، پھر اللہ عزوجل نے آپ علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی کہ مجمع البحرین میں میرا ایک بندہ ہے، جو تجھ سے زیادہ علم رکھتا ہے حضرت سیدنا موسیٰ علیہ السلام عرض گزار ہوئے: میں اس تک کیسے پہنچ سکتا ہوں؟ اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا: اپنے ساتھ ایک مچھلی لو پھر اسے ٹوکری میں ڈال رکھو پس جہاں وہ مچھلی گم ہوگی وہ بندہ وہیں ہوگا۔ پس حسب حکم آپ علیہ السلام نے ایک مچھلی لے کر ایک ٹوکری میں ڈالی دی اور ان کی تلاش میں چل پڑے آپ علیہ السلام کے ساتھ آپ علیہ السلام کے خادم یوشع بھی ہولیے، حتی کہ دونوں ایک چٹان کے پاس پہنچ گئے اور اس پر سر رکھ کر دونوں حضرات سو گئے مچھلی ٹوکری میں حرکت کرنے لگی پس اس سے نکل کر سمندر میں گر گئی، اس نے سمندر میں سرنگ بناتے ہوئے اپنی راہ لی، اللہ عزوجل نے پانی کا چلنا اس مچھلی سے روک دیا تھا پس پانی اس مچھلی پر مثل طاق کے ہو گیا پس جب سیدنا موسیٰ علیہ السلام بیدار ہو گئے تو آپ علیہ السلام کے خادم آپ کو اس مچھلی کے بارے میں بتانا بھول گئے پس وہ دونوں حضرات بقیہ دن اور رات چلتے رہے حتی کہ جب دوسرا دن آیا تو سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے اپنے خادم سے کہا کہ ہمارا صبح کا کھانا لاؤ بیشک ہمیں اپنے اس سفر میں بڑی مشقت کا سامنا ہوا۔ بولا بھلا دیکھئے تو جب ہم نے اس چٹان کے پاس جگہ لی تھی تو بیشک میں مچھلی کو بھول گیا اور مجھے شیطان ہی نے بھلا دیا کہ میں اس کا ذکر کروں اور اس نے تو سمندر میں اپنی راہ لی، حضور پرنور شافع یوم النشور فرماتے ہیں کہ مچھلی کے لیے سرنگ تھی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام و یوشع کے لیے جائے تعجب) اس سے موسیٰ نے کہا کیا میں تمہارے ساتھ رہوں اس شرط پر کہ تم مجھے سکھا دو گے نیک بات جو تمہیں تعلیم ہوئی (یعنی تم مجھے سکھا دو گے وہ صواب و درستگی جس کے ذریعے رہنمائی حاصل کی جاسکے ایک قرائت میں رشدا کو راء کے ضمہ اور شین کے سکون کے ساتھ پڑھا گیا ہے آپ علیہ السلام نے ان سے سوال اس لیے کیا تھا کہ علم میں زیادتی و اضافہ مطلوب ہے) کہا آپ میرے ساتھ ہرگز نہ ٹھہر سکیں گے......۸......اور اس بات پر کیسے صبر کریں گے جسے آپ کا علم محیط نہیں (سابق میں مذکور حدیث پاک میں اس آیت مبارکہ کے بعد یہ ہے: اے موسیٰ علیہ السلام! بیشک میں اللہ عزوجل کے علم میں سے ایک ایسے علم پر ہوں جو اس نے مجھے سکھایا ہے تم اس کو نہیں جانتے اور تم اللہ عزوجل کے علم میں ایک ایسے علم پر ہو جس کی تعلیم اللہ عزوجل نے تمہیں فرمائی ہے میں اسے نہیں جانتا، خبرا مصدر بمعنی لم تحط ہے یعنی تمہیں اس کی حقیقت کی خبر نہیں) کہا عنقریب اللہ چاہے تو تم مجھے صابر پاؤ گے اور میں تمہارے کسی حکم کے خلاف نہیں کروں گا (یعنی تم مجھے صابر اور غیر عاصی پاؤ گے، یعنی تم مجھے جو بھی حکم کرو گے میں اس کے خلاف نہیں کروں گا، آپ علیہ السلام نے اپنے کلام کو مشیت الٰہی پر معلق فرمایا کیونکہ انہیں اس کام میں جس کا التزام کر کے بھروسہ و اعتماد اپنی جان پر نہیں ہوتا اور یہ انبیاء کرام اور اولیاء عظام کی عادت کریمہ ہے کہ یہ حضرات پلک جھپکنے کی مقدار بھی اپنے نفوس پر اعتماد نہیں فرماتے) کہا تو اگر آپ میرے ساتھ رہتے ہیں تو مجھ سے نہ پوچھنا (فلا تسئلنی، ایک قرائت میں لام کے فتحہ اور نون کے تشدید کے ساتھ پڑھا گیا ہے) کسی چیز کے بارے میں (جسے تم اپنے علم کے مطابق میری برائی سمجھ رہے ہو، اور صبر رکھو اس وقت تک) جب تک میں خود اس کا ذکر نہ کروں (یعنی میں خود اس کا ذکر اس کی علت کے ساتھ آپ علیہ السلام سے کروں گا، پس حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عالم کے ساتھ متعلم کے جو آداب ہوتے ہیں ان کی رعایت کرتے ہوئے ان کی شرط قبول فرمائی)۔

﴿ترکیب﴾

﴿واذ قال موسی لفتہ لا ابرح حتی ابلغ مجمع البحرین او امضی حقبا﴾.

و: مستانفہ، اذا:مضاف، قال موسی لفتہ :قول،لا ابرح:فعل ناقص باضمیراسم، حتی: جار، ابلغ مجمع البحرین : فعل بافاعل ومفعول،ملکر معطوف علیہ، اوامضی حقبا: فعل بافاعل وظرف،ملکر معطوف،ملکر جملہ فعلیہ،بتقدیر" ان "مجرور،ملکر ظرف مستقر خبر،ملکر مقولہ،ملکر مضاف الیہ،ملکر ظرف،" اذکر "فعل محذوف کے لیے،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿فلما بلغا مجمع بینهما نسیا حوتهما فاتخذ سبیله فی البحر سربا﴾.

ف:عاطفہ، لما:شرطیہ، بلغا مجمع بینهما: جملہ فعلیہ شرط، نسیا حوتهما: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، ف :عاطفہ، اتخذ سبیله : فعل بافاعل ومفعول، فی البحر:ظرف مستقر حال مقدم، سربا: ذوالحال،ملکر مفعول ثانی،ملکر جملہ فعلیہ معطوف،ملکر جواب شرط،ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿فلما جاوزا قال لفتہ آتنا غداء نا لقد لقینا من سفرنا هذا نصبا﴾.

ف:عاطفہ، لما:شرطیہ، جاوزا: جملہ فعلیہ ہوکر شرط، قال لفتہ: جملہ فعلیہ قول، اتنا غداء نا: فعل امر بافاعل ومفعول اول ومفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر مقولہ اول، لام: تاکیدیہ، قد: تحقیقیہ ، لقینا: فعل بافاعل، من سفرنا هذا: ظرف لغو، نصبا: مفعول،ملکر جملہ فعلیہ ہوکر مقولہ ثانی،ملکر جملہ فعلیہ قولیہ ہوکر جواب شرط،ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿قال اریت اذ اوینا الی الصخرة فانی نسیت الحوت وما انسنیه الا الشیطن ان اذکره واتخذ سبیله فی البحر عجبا﴾.

قال: قول، همزه :استفہامیہ، رایت : فعل بافاعل ومفعول محذوف " امرنا ما عاقبته " اذ :مضاف، اوینا الی الصخرة: جملہ فعلیہ مضاف الیہ،ملکر ظرف،ملکر مقولہ،ملکر جملہ قولیہ، ف:تعلیلیہ ، انی: حرف مشبہ واسم، نسیت الحوت : جملہ فعلیہ خبر،ملکر جملہ اسمیہ ہوکر معطوف علیہ،و:اعتراضیہ، ما انسانی:فعل نفی،ہ :ضمیر مبدل منہ،ان اذکرہ: جملہ فعلیہ بتاویل مصدر بدل،ملکر مفعول،الا الشیطن :فاعل،ملکر جملہ معترضہ،و:عاطفہ،اتخذ سبیله :فعل بافاعل ومفعول، فی البحر: ظرف مستقر حال مقدم، عجبا: ذوالحال،ملکر مفعول ثانی،ملکر معطوف،ملکر جملہ معطوف۔

﴿قال ذلک ما کنا نبغ فارتدا علی آثارهما قصصا﴾.

قال: جملہ فعلیہ ہوکر قول، ذلک :مبتدا،ما کنا نبغ: موصول صلہ ملکر جملہ اسمیہ ہوکر مقولہ،ملکر جملہ فعلیہ قولیہ ف:عاطفہ، ارتدا: فعل " الف تثنیہ" ذوالحال، علی آثارهما: ظرف مستقر حال اول، قصصا: حال ثانی،ملکر فاعل،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿فوجدا عبدا من عبادنا آتینه رحمة من عندنا وعلمنه من لدنا علما﴾.

ف: عاطفہ،وجدا:فعل بافاعل،عبدا:موصوف،من عبادنا:ظرف مستقر صفت اول، واتینه رحمة من عندنا : جملہ فعلیہ معطوف علیہ،علمنه:فعل بافاعل ومفعول،من لدنا:ظرف مستقر حال مقدم، علما: ذوالحال،ملکر مفعول ثانی،ملکر معطوف ملکر صفت ثانی،ملکر مفعول،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿قال له موسی هل اتبعک علی ان تعلمن مما علمت رشدا﴾.

قال له موسی: جملہ فعلیہ ہوکر قول، هل:حرف مستانفہ،اتبعک :فعل بافاعل وضمیر ذوالحال، علی: جار،ان: مصدریہ ،تعلمن:فعل بافاعل ومفعول اول، مما علمت :ظرف لغو، رشدا:مفعول ثانی،ملکر جملہ فعلیہ ہوکر بتاویل مصدر مجرور،ملکر ظرف

مستقر حال، ملکر مفعول، ملکر مقولہ، ملکر جملہ فعلیہ قولیہ۔

﴿قال انک لن تستطیع معی صبرا O وکیف تصبر علی ما لم تحط به خبرا﴾

قال: قول، انک: حرف مشبہ واسم، لن تستطیع: فعل نفی وضمیر ذوالحال، معی: ظرف مکان متعلق بحذوف حال، ملکر فاعل، صبرا، مفعول، ملکر خبر، ملکر مقولہ، ملکر جملہ فعلیہ قولیہ، و: عاطفہ، کیف: اسم استفہامیہ حال مقدم، تصبر: فعل وضمیر ذوالحال، ملکر فاعل، علی: جار، مالم تحط به خبرا: موصول صلہ ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿قال ستجدنی ان شاء الله صابرا ولا اعصی لک امرا﴾

قال: قول، ستجدنی: فعل بافاعل ومفعول، ان شاء الله: جملہ معترضہ، صابرا: معطوف علیہ، و: عاطفہ، لااعصی: فعل بافاعل، لک: ظرف مستقر حال مقدم، امرا: ذوالحال، ملکر مفعول، ملکر معطوف، ملکر مفعول ثانی، ملکر مقولہ، ملکر جملہ فعلیہ قولیہ۔

﴿قال فان اتبعتنی فلا تسئلنی عن شیء حتی احدث لک منه ذکرا﴾

قال: قول، ف: عاطفہ، ان: شرطیہ، اتبعتنی: جملہ فعلیہ شرط، ف: جزائیہ، لا تسئلنی: فعل وبافاعل ومفعول، عن شیء: ظرف لغو، حتی: جار، احدث لک: فعل بافاعل وظرف لغو، منه: ظرف مستقر حال مقدم، ذکرا: ذوالحال، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر بتقدیر "ان" مجرور، ملکر ظرف لغو ثانی، ملکر جواب شرط ہوکر مقولہ، ملکر جملہ فعلیہ قولیہ۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

حضرت موسی علیہ السلام اور دیگر حضرات انبیائے کرام کے ادوار کا بیان:

۱۔۔۔۔۔آپ علیہ السلام کا نام موسی بن عمران بن قاھث بن عازر بن لاوی بن یعقوب بن اسحاق بن ابراھیم تھا ۔آپ علیہ السلام کا ذکر مبارک قرآن مجید میں کئی مقامات پر طوالت اور اختصار کے ساتھ آیا ہے۔ اکثر اقوال کے مطابق آپ علیہ السلام کو چالیس سال کی عمر مبارک میں نبوت سے سرفراز فرمایا گیا۔(البدایة والنھایة، قصة موسی کلیم الجزء ۱، ج ۱ ص ۲۶۳ وغیرہ، ملخصاً وملطقتاً)

☆۔۔۔۔۔حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "شب معراج میں کثیب احمر کے پاس حضرت موسی علیہ السلام کے قریب سے گزرا تو میں نے دیکھا کہ حضرت موسی علیہ السلام اپنی قبر میں کھڑے نماز پڑھ رہے ہیں۔

(سنن نسائی، کتاب قیام اللیل و تطوع النھار، باب ذکر صلاۃ نبی اللہ موسی، رقم: ۱۶۲۷، ص ۴۱۶)

اس حدیث سے حضرات انبیائے کرام علیہم السلام کی حیات بعد از ممات ثابت ہوتی ہے۔

حضرت موسی علیہ السلام نے ایک سو بیس سال کی زندگی گزاری، حضرت موسی علیہ السلام اور حضرت یوسف علیہ السلام کے مابین ایک سو چالیس سالوں کا زمانہ ہے۔ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت موسی علیہ السلام کے مابین سات سو سال کا زمانہ ہے۔ حضرت موسی علیہ السلام کے دور کے فرعون کا نام ولید بن مصعب بن الریان تھا اور فرعون اس کا لقب تھا اور اصل میں فرعون کسی شخص کا نام ہے پھر اس علم (نام) کو بطور لقب زمانہ جاہلیت میں مصر کے ہر بادشاہ کے لئے بولا جانے لگا، فرعون نے چھ سو بیس سال کی زندگی بسر کی اور اس نے چار سو سال حکومت کی، اور اس دوران اسے کبھی کوئی تکلیف نہ پہنچی اس کی کنیت ابومرۃ تھی، ایک قول کے مطابق اس کی کنیت ابوعباس تھی اور اس سے مراد دوسرا فرعون ہے اور فرعون اول اس کا بھائی ہے اور اس کا نام قابوس بن مصعب عمالقہ کا بادشاہ ہے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دور کے

فرعون کا لقب نمرود ہے اور اس امت کا فرعون ابو جہل ہے۔ (الصاوی، ج۲، ص۲۷۷ ملتقطاً ملخصاً)(عطائین، ج۲، ص۳۱۹)

حضرت یوشع بن نون علیہ السلام کا نسب:

۲......یوشع بن نون بن افرائیم یوسف بن یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم، اہل کتاب کہتے ہیں کہ یوشع بن نون حضرت ہود کے چچا تھے۔ ابی بن کعب نے سید عالم ﷺ سے روایت نقل کی ہے کہ حضرت یوشع بن نون کی نبوت پر اہل کتاب کا اتفاق ہے۔ ایک گروہ ایسا بھی ہے جو کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد حضرت یوشع بن نون علیہ السلام کے سوا کسی کی نبوت کا قائل ہی نہیں، کیونکہ یہ اہل کتاب کا گروہ توریت کے بعد کسی آسمانی کتاب کو مانتے ہی نہیں، پس اللہ کی ان پر قیامت تک کے لئے لعنت ہے۔ ابن جریر وغیرہ مفسرین نے محمد بن اسحٰق سے نقل کیا ہے کہ نبوت حضرت موسیٰ سے حضرت یوشع بن نون کی طرف حضرت موسیٰ کی عمر کے آخری حصے میں منتقل ہوئی۔

(البداية والنهاية، باب نبوة يوشع وقيامه باعباء ...... الخ، ج۱، الجزء الاول، ص ۳۵۶)

دو سمندر کے ملنے کی جگہ:

۳......امام رازی کہتے ہیں کہ مجمع البحرین، بحر فارس وروم کے ملنے کی جگہ ہے، اور بعض علماء نے کہا ہے کہ اس سے مراد حضرت موسیٰ اور حضرت خضر کے ملنے کی جگہ ہے کیونکہ حضرت موسیٰ بحر شریعت اور حضرت خضر بحر طریقت تھے اور مجمع البحرین دونوں کے ملنے کی جگہ ہے۔

نبی کی جانب نسیان کی نسبت کرنا:

۴......اللہ نے فرمایا: ﴿یخرج منھما اللؤلؤ والمرجان یعنی ان دونوں پانیوں سے موتی اور مونگے نکلتے ہیں (الرحمن: ۲۲)﴾۔ حالانکہ موتی اور مونگے فقط کھاری پانی سے نکلتے ہیں لیکن دریاؤں کا شیریں پانی بھی سمندر میں جا کر گرتا ہے اس لئے دونوں کی طرف نسبت کردی۔ یہاں بھی یہی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے آرام کے وقت میں بھنی ہوئی مچھلی زندہ ہوکر دریا میں گر پڑی لیکن حضرت یوشع نے نیند میں خلل آنے کے خوف سے بیدار نہ کیا اور بعد میں بتانا ہی بھول گئے۔

نوٹ: ہم نے الکہف آیت نمبر ۲۴ "واذکر ربک اذا نسیت" کے تحت متذکرہ بالا عنوان کو مفصل بیان کیا ہے وہیں جان لیں۔

متبرک مقام پر مچھلی کا زندہ ہوجانا:

۵......ایک بات تو یہ جان لیں کہ حضرت خضر کے ملنے کی جگہ پر مچھلی زندہ ہوگئی، جس مقام پر اللہ کے نیک بندے موجود ہوں، ان کی برکت سے بھنی ہوئی مچھلی زندہ ہوجاتی ہے تاریک دل زندہ کیوں نہیں ہوسکتے؟ جہاں اللہ کا نیک بندہ ایک ساعت گزارتا ہے وہاں رحمتوں اور برکتوں کا نزول ہوتا ہے اور اُنہی رحمتوں اور برکتوں کے نزول کا پیش خیمہ قرآن سے ثابت ہورہا ہے۔ اللہ کا نیک بندہ دنیا سے رخصت ہوجانے کے بعد ابدی حیات گزارتا ہے۔ اُسے اللہ کی عطا سے قدرت وطاقت کا وہ بیش بہا انعام ملتا ہے کہ جو اُن کی بارگاہ میں حاضری دیتے ہیں وہ بھی محروم نہیں رہتے۔ ایک بے جان بھنی ہوئی مچھلی جو کہ حیوان ہے انسان نہیں، انسان تو اشرف المخلوقات ہے، اس کے تصرفات، قوت، طاقت اور اختیارات کئی گناہ زیادہ ہیں اُن پر ہونے والی نوازشات کا کیا عالم ہوگا۔

مشقت ومصیبت کا اظہار کرنا:

۶......حضرت موسیٰ علیہ السلام کو سفر میں تھکاوٹ پہنچی جس کا ذکر انہوں نے کیا اور کہا کہ ہمیں اس سفر میں تھکاوٹ پہنچی ہے، اگر انسان اپنے مرض، دکھ، درد اور مصائب کا ذکر بے صبری، شکوہ شکایت، چیخ و پکار کے طور پر نہ ہو تو جائز ہے۔ اور تقدیر الٰہی اور رضائے الٰہی کے خلاف بھی نہیں ہے۔ اس کی واضح دلیل تو متذکرہ آیت میں ہے تاہم دیگر آیات بھی اس پر دلیل ہیں: (۱)......حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے ان کے سامنے بھوک اور مصائب کا ذکر کیا جیسا کہ فرمان باری ہے ﴿یایها العزیز مسنا و اهلنا الضر یعنی اے عزیز مصر ہمیں اور ہمارے اہل کو تکلیف پہنچی ہے (یوسف: ۸۸)﴾، (۲)......حضرت ایوب علیہ السلام نے اپنی بیماری کا ذکر کیا چنانچہ ارشاد باری ہوا ﴿و ایوب اذ نادی ربه انی مسنی الضر یعنی اور ایوب کو یاد کیجئے جب اس نے اپنے رب کو پکارا کہ بیشک مجھے بیماری آگئی ہے (الانبیاء: ۸۴)﴾۔ (۳)......احادیث طیبہ میں بھی اس موضوع پر دلائل موجود ہیں چنانچہ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی نے آپ کے پاس پیغام بھیجا کہ میرا بیٹا فوت ہونے کے قریب ہے آپ ہمارے پاس آئیں۔ آپ نے کسی کے ہاتھ سلام بھیجا اور فرمایا اللہ ہی کے لیے ہے جو اس نے لے لیا اور ہر شخص کی اجل اس کے پاس مقرر ہے۔ پس اس کو چاہیے کہ وہ صبر کرے اور ثواب کو طلب کرے۔ انہوں نے پھر کسی کو قسم دے کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا کہ آپ ضرور آئیں۔ آپ اٹھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت سعد بن عبادہ، حضرت معاذ بن جبل، حضرت ابی بن کعب، حضرت زید بن ثابت اور دوسرے اصحاب رضی اللہ عنہم بھی تھے پھر رسول اللہ کے پاس اس بچہ کو اٹھا کر لایا گیا اس کا سانس اکھڑ رہا تھا۔ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اس بچہ کا جسم سوکھی ہوئی مشک کی طرح تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے پوچھا یا رسول اللہ یہ کیا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "یہ وہ چیز ہے جو اللہ نے اپنے بندوں کے دلوں میں رکھی ہے اور اللہ اپنے رحم کرنیوالے بندوں پر رحم فرماتا ہے"۔

(صحیح البخاری، کتاب الجنائز، باب: قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم یعذب المیت، رقم: ۱۲۸۴، ص ۲۰۵)

قرآن و حدیث کے مطالعے سے واضح ہوا کہ مصائب و آلام کا ذکر کرنا اُسی صورت میں جائز ہے جب کہ شکوہ، شکایت، بے صبری والا معاملہ نہ ہو تاہم زبان سے کچھ بھی نہ بولے اور صبر کرے تو حضرات صوفیائے کرام کے طریقے پر ہوگا۔

حضرت خضر کا نسب:

۷......حافظ ابن عساکر کہتے ہیں کہ یہ حضرت آدم علیہ السلام کے صلبی بیٹے ہیں اور یہی قول حضرت ابن عباس کا ہے اور انہیں خروج دجال تک زندہ رکھا گیا ہے اور یہ روایت غریب منقطع ہے۔ ابن جریر کہتے ہیں کہ حضرت خضر افریدون بن اثفیان کے زمانے کے تھے یہاں تک کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے انہیں پالیا۔ اور حافظ ابن عساکر سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت خضر کی والدہ رومیہ اور والد فارسی تھے۔ خطابی کہتے ہیں کہ انہیں ان کے حسن و جمال کی وجہ سے خضر کہتے ہیں جب کہ ایک قول یہ بھی ہے کہ جہاں سے گزرتے سبز گھاس اُگ جاتی تھی۔ حضرت خضر کے نبی ہونے میں اختلاف ہے۔ بعض علماء فرماتے ہیں کہ اگر ولی ہوتے اور نبی نہ ہوتے تو حضرت موسیٰ سے مخاطب ہی نہ ہوتے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام پر کسی معاملے کا رد بھی نہ کرتے کہ نبی سے ولی کا درجہ کم ہوتا ہے بلکہ موسیٰ علیہ السلام کا ان کے پاس علم حاصل کرنے کے لیے جانا جو خاص اللہ کی عطا سے ان کے پاس ہے دلیل ہے کہ نبی ہی تھے اور اگر نبی نہ مانیں تو ان کا معصوم ہونا بھی کیسے ممکن ہو سکتا ہے۔ جب کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام معظم نبی ہیں، معصوم ہیں، ان کی علم دوستی بڑی بات اور ایک ولی کی پاس علم حاصل کرنے کے لیے جانا جو کہ معصوم بھی نہیں ہوتا کیسے ممکن ہے۔

(البدایة والنهایة، قصه خضر والیاس، ج ۱، الجزء الاول، ص ۳۶۳ وغیرہ، ملخصا)۔

نبی خلاف شرع کام نہیں دیکھ سکتا:

۸......جہاں تک حضرت خضر کا تعلق ہے تو ان کے نبی یا غیر نبی ہونے میں اختلاف ہے لیکن حضرت موسی علیہ السلام کی نبوت پر نصوص قطعیہ ہیں لہذا یہ کیسے ممکن ہوسکتا ہے کہ حضرت موسی علیہ السلام بُرائی دیکھ کر خاموش رہتے۔ بُرائی سے مراد وہ بات جو شرعاً ناپسندیدہ ہو مثلاً بچہ کو قتل کرنا، صاف کشتی کو عیب دار کر دینا، دیوار بنا دینا وغیرہ۔

اغراض: اذکر :اس عبارت ﴿واذ قال موسی﴾ میں اس جانب اشارہ ہے کہ ظرف محذوف ہے، معنی یہ ہے "واذکر یا محمد اذ قال موسی"، یعنی لوگوں سے اس قصے کے بارے میں بیان کریں جب حضرت موسی حضرت خضر کے ساتھ روانہ ہوئے۔

هو ابن عمران: بنی اسرائیل کے رسول، لاوی بن یعقوب کے نسب سے تعلق رکھتے تھے، اور یہی صحیح ہے کہ کئی آثار اس پر دلیل ہیں، اور اس میں کوئی نقص والی بات نہیں ہے اس لیے کہ حضرت موسی علیہ السلام حضرت خضر سے سیکھیں، کاملین ہمیشہ اپنے کمال کو مکمل کرنے کے لیے کوشاں رہتے ہیں، چہ جائے کہ حضرت خضر نبی ہوں یا غیر نبی۔

یوشع بن نون: افرائیم بن یوسف کے نسب سے تعلق رکھتے تھے، اللہ عزوجل نے انہیں حضرت موسی علیہ السلام کے بعد نبوت سے سرفراز فرمایا، انہوں نے جبارین قوم سے قتال کیا اور ان کے لیے سورج پلٹایا گیا، ان کا مفصل بیان المائدۃ میں گزر چکا ہے۔

کان یتبعه :یہ حضرت موسی علیہ السلام کی جانب اضافت کا بیان ہے، یوشع بن نون حضرت موسی علیہ السلام کے بھانجے تھے، ایک قول یہ بھی ہے کہ حضرت موسی علیہ السلام کی غلامی میں تھے لیکن یہ قول کرنا مناسب نہیں اس لیے کہ نبوت آزاد کو ملتی ہے نہ کہ غلام کو۔

دھرا طویلا: الحقب اسّی (۸۰) سالوں کو کہتے ہیں، ایک قول کے مطابق ایک سال کو کہتے ہیں اور یہ قریش کی لغت کے اعتبار سے ہے، ایک قول ستر سالوں کا کیا گیا ہے، اور اس کی جمع احقاب ہے، جیسا کہ عنق کی جمع اعناق ہوتی ہے۔

بین: ظرف ہے، مراد یہ ہے کہ وہ مقام جہاں حضرت موسی علیہ السلام کی حضرت خضر سے ملاقات ہوگی۔

نسی یوشع حمله: کا بیان حاشیہ نمبر ۴ میں دیکھ لیں۔ فاجناب: مراد پانی منقطع ہونا اور راستہ منکشف ہو جانا ہے۔

ای یتعجب منه موسی وفتاه: یعنی حضرت موسی علیہ السلام اور یوشع بن نون علیہ السلام سے مچھلی کے بائیں جانب سے تھوڑا سا کھایا تھا کہ مچھلی زندہ ہو کر باہر نکل آئی۔

هو الخضر: کا بیان حاشیہ نمبر ۷ میں دیکھ لیں۔ خطیبا: یعنی لوگوں کو وعظ کرنے والے، جس سے لوگوں کی آنکھیں آنسو بہادیں اور دل نرم ہو جائیں، اور ایسا خطبہ حضرت موسی علیہ السلام نے قبطی کے ہلاک ہونے کے بعد کیا، اور پھر موسی علیہ السلام مصر کی جانب لوٹے۔

اذلم یرد العلم الیه: اللہ اعلم کہنا بہتر تھا، اور یہ جملہ حضرت موسی علیہ السلام کے احباب کے لیے بطور زجر موسی کی تعظیم کے لیے فرمایا، جب کہ حقیقت یہ ہے کہ حضرت موسی علیہ السلام حضرت خضر سے زیادہ علم رکھتے تھے۔

هو اعلم منک: کشف اور خصومت (جھگڑے) کے معاملات کا علم، اور اللہ عزوجل نے اس علم کی نسبت حضرت موسی علیہ السلام کی جانب کم کی، اسی وجہ سے حضرت موسی علیہ السلام کی رغبت حضرت خضر کی جانب ہوئی۔

فکیف لی به: جب حضرت موسی علیہ السلام نے اس بارے میں جانا تو انہیں اس علم کے حصول کے شوق نے حضرت خضر کی جانب سفر کرنے پر مجبور کر دیا۔

قال تاخذ معک حوتا: مچھلی کا خاص طور پر ذکر اس لئے ہوا کہ سمندر میں زندہ ہو کر کود جانا اس کی حیات کو مستلزم ہوتا ہے۔

وساله ذلک: حضرت موسی علیہ السلام اولوالعزم رسول، نبوت کے منصب پر فائز، اللہ عزوجل کے کلام کو سننے والے، توریت کے حاصل کرنے والے، حضرت خضر سے افضل، پھر کیسے حضرت خضر کی جانب کوشش کی اور ان سے علم سیکھنے چلے گئے؟ میں علامہ صاوی اس کا جواب یہ

دوں گا کہ حضرت موسی علیہ السلام کا مقصود علم میں زیادتی تھا، اس لیے کہ حضرت خضر کا علم انہیں حضرت موسی علیہ السلام کی شریعت کا محتاج نہیں کرتا تھا، اور یہ افضل واعلی بات ہے، جس کے ساتھ حضرت خضر کو خاص کیا اور حضرت موسی علیہ السلام کو حکم دیا کہ وہ حضرت خضر کی صحبت اختیار کرکے ہر فضیلت کو حاصل کرلیں تاکہ حضرت موسی علیہ السلام کے لیے ہر قسم کی فضیلت شامل ہوجائے اور ایسا کرنا اس بات کا تقاضا نہیں کرتا کہ حضرت خضر حضرت موسی علیہ السلام سے زیادہ علم رکھتے ہیں، حضرت موسی علیہ السلام کامل علم والے تھے، انہیں حضرت خضر کے علم کی حاجت نہیں تھی، فقط افضلیت کے حصول کے لیے اللہ نے انہیں حضرت خضر کے پاس بھیجا۔ (الصاوی، ج٤، ص٢٦ وغیرہ)

رکوع نمبر: ۲۲

﴿فَانْطَلَقَا ﴾یَمْشِیَانِ عَلٰی سَاحِلِ الْبَحْرِ﴿حَتّٰۤی اِذَا رَكِبَا فِی السَّفِیْنَةِ﴾الَّتِیْ مَرَّتْ بِهِمَا ﴿خَرَقَهَا ؕ﴾الْخَضِرُ بِاَنْ اقْتَلَعَ لَوْحًا اَوْ لَوْحَیْنِ مِنْهَا مِنْ جِهَةِ الْبَحْرِ بِفَاسٍ لَمَّا بَلَغَتِ اللُّجَّ﴿قَالَ﴾لَهُ مُوْسٰی﴿اَخَرَقْتَهَا لِتُغْرِقَ اَهْلَهَا ۚ﴾وَفِیْ قِرَاءَةٍ بِفَتْحِ التَّحْتَانِیَّةِ وَالرَّاءِ وَرَفْعِ اَهْلُهَا﴿لَقَدْ جِئْتَ شَیْئًا اِمْرًا (۷۱)﴾اَیْ عَظِیْمًا مُنْكَرًا رُوِیَ اَنَّ الْمَاءَ لَمْ یَدْخُلْهَا﴿قَالَ اَلَمْ اَقُلْ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِیْعَ مَعِیَ صَبْرًا (۷۲) قَالَ لَا تُؤَاخِذْنِیْ بِمَا نَسِیْتُ﴾اَیْ غَفَلْتُ عَنِ التَّسْلِیْمِ لَكَ وَتَرْكِ الْاِنْكَارِ عَلَیْكَ﴿وَلَا تُرْهِقْنِیْ﴾تُكَلِّفْنِیْ﴿مِنْ اَمْرِیْ عُسْرًا (۷۳)﴾مَشَقَّةً فِیْ صُحْبَتِیْ اِیَّاكَ اَیْ عَامِلْنِیْ فِیْهَا بِالْعَفْوِ وَالْیُسْرِ ﴿فَانْطَلَقَا﴾بَعْدَ خُرُوْجِهِمَا مِنَ السَّفِیْنَةِ یَمْشِیَانِ﴿حَتّٰۤی اِذَا لَقِیَا غُلٰمًا﴾لَمْ یَبْلُغِ الْحِنْثَ یَلْعَبُ مَعَ الصِّبْیَانِ اَحْسَنُهُمْ وَجْهًا﴿فَقَتَلَهٗ﴾الْخَضِرُ بِاَنْ ذَبَحَهُ بِالسِّكِّیْنِ مُضْطَجِعًا اَوِ اقْتَلَعَ رَاْسَهُ بِیَدِهٖ اَوْ ضَرَبَ رَاْسَهُ بِالْجِدَارِ اَقْوَالٌ وَاَتٰی هُنَا بِالْفَاءِ الْعَاطِفَةِ لِاَنَّ الْقَتْلَ عَقِبَ اللِّقَاءِ وَجَوَابُ اِذَا﴿قَالَ﴾لَهُ مُوْسٰی﴿اَقَتَلْتَ نَفْسًا زَكِیَّةً ۢ﴾اَیْ طَاهِرَةً لَمْ تَبْلُغْ حَدَّ التَّكْلِیْفِ وَفِیْ قِرَاءَةٍ زَكِیَّةً بِتَشْدِیْدِ الْیَاءِ بِلَا اَلِفٍ﴿بِغَیْرِ نَفْسٍ ؕ﴾اَیْ لَمْ تَقْتُلْ نَفْسًا﴿لَقَدْ جِئْتَ شَیْئًا نُّكْرًا (۷۴)﴾بِسُكُوْنِ الْكَافِ وَضَمِّهَا اَیْ مُنْكَرًا.

﴿ترجمہ﴾

اب دونوں چلے (ساحل سمندر پر چلتے رہے) یہاں تک کہ جب کشتی میں سوار ہوئے (جوان دونوں کے قریب سے گزری تھی) اس نے (یعنی خضر نے) اسے چیر ڈالا (اس طرح کہ سمندر کی جانب سے کشتی کے ایک یا دو تختے کلہاڑے کے ذریعے اکھاڑ دیے جب کشتی بڑی موجوں میں پہنچی تو حضرت موسی علیہ السلام نے ان سے) کہا کیا تم نے اسے اس لیے چیرا کہ اس کے سواروں کو ڈبا دو (اور ایک قرائت میں لتغرق کو یاء اور راء کے فتحہ کے ساتھ پڑھا گیا ہے اور لفظ اهلها کو مرفوع پڑھا گیا ہے) بیشک تم نے یہ بڑی بات کی (یعنی بہت بڑی غلطی کی، مروی ہے کہ پانی کشتی کے اندر داخل نہیں ہوسکا) کہا میں نہ کہتا تھا کہ آپ میرے ساتھ ہرگز نہ ٹھہر سکیں گے کہا مجھ سے میری بھول پر گرفت نہ کرو......(یعنی مجھے تمہاری شرط قبول کرنا اور تم پر انکار کرنے سے باز رہنے کا وعدہ یاد نہ رہا تھا) اور مجھ پر مشکل نہ ڈالو (مجھے تکلیف نہ دو) میرے کام میں (یعنی تم مجھے اپنی صحبت اختیار رکھنے کے معاملے میں مشکل میں نہ ڈالو یعنی اس معاملے میں مجھ سے عفو ودرگزر اور آسانی کا سلوک کرو) پھر دونوں چلے (یعنی کشتی سے نکلنے کے بعد دونوں حضرات چلتے رہے) یہاں تک کہ جب ایک

لڑکا ملا (جو نابالغ تھا بچوں کے ساتھ کھیل رہا تھا اور ان میں سب سے زیادہ خوبصورت تھا) اس نے (یعنی حضرت خضر نے) اُسے قتل کر دیا......... (اس طرح کہ اسے لٹا کر چھری سے اس کو ذبح کر دیا یا اس کے سر کو اپنے ہاتھوں کی مدد سے تن سے جدا کر دیا یا دیوار پر اس کے سر کو پٹخ کر ہلاک کر دیا، اس کلام کو فاء عاطفہ کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے کیونکہ یہ قتل ملاقات کے بعد ہوا اور اذا حرف شرط کا جواب آگے آرہا ہے، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان سے) کہا کیا تم نے ایک ستھری جان (ذاکیۃ کا معنی ہے پاک، یعنی ایسی جان کو قتل کر ڈالا جو مکلف بھی نہ ہوئی تھی اور ایک قرائت اس لفظ کو ذکیۃ یعنی بغیر الف کے یا مشدد کے ساتھ پڑھا گیا ہے) بے کسی جان کے بدلے (یعنی اس نے تو کسی کو قتل نہیں کیا تھا) بیشک تم نے بہت بری بات کی (لفظ نکرا کو کاف کے سکون اور ضمہ دونوں کے ساتھ پڑھا گیا ہے، یہ بمعنی منکر ہے)۔

﴿ترکیب﴾

﴿فانطلقا حتی اذا رکبا فی السفینۃ خرقھا﴾۔

ف: مستانفہ، انطلقا: فعل بافاعل، حتی: جار، اذا ظرفیہ متضمن معنی شرط مفعول فیہ مقدم، رکبا فی السفینۃ: فعل بافاعل و ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر شرط، خرقھا: جملہ فعلیہ جزا، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ مستانفہ۔

﴿قال اخرقتھا لتغرق اھلھا لقد جئت شیئا امرا﴾۔

قال: قول، ھمزۃ: استفہامیہ، خرقتھا: فعل بافاعل ومفعول، لتغرق اھلھا: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ مقولہ، ملکر جملہ قولیہ، لام: تاکیدیہ جواب قسم، قد: تحقیقیہ، جئت: فعل بافاعل، شیئا امرا: مرکب توصیفی مفعول، ملکر "اقسم" قسم محذوف کے لیے جواب قسم، ملکر جملہ قسمیہ۔

﴿قال الم اقل انک لن تستطیع معی صبرا﴾۔

قال: قول، ھمزہ: استفہامیہ، لم اقل لک قول، انک لن تستطیع معی صبرا جملہ اسمیہ مقولہ، ملکر جملہ قولیہ ہوکر پھر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿قال لا تواخذنی بما نسیت ولا ترھقنی من امری عسرا﴾۔

قال: قول، لا تواخذ نی: فعل نفی بافاعل ومفعول، بما نسیت: ظرف لغو، ملکر معطوف علیہ، و: عاطفہ، لا ترھقنی: فعل بافاعل و مفعول، من امری: ظرف مستقر حال مقدم، عسرا: ذوالحال، ملکر مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر مقولہ، ملکر جملہ فعلیہ قولیہ۔

﴿فانطلقا حتی اذا لقیا غلما فقتلہ قال اقتلت نفسا زکیۃ بغیر نفس﴾۔

ف: عاطفہ، انطلقا: فعل بافاعل، حتی: جار، اذا ظرفیہ متضمن معنی شرط مفعول فیہ مقدم، لقیا غلما: فعل بافاعل ومفعول، ملکر معطوف علیہ، فقتلہ: جملہ فعلیہ معطوف، ملکر شرط، قال: قول، ھمزہ: استفہامیہ، قتلت: فعل بافاعل، نفسا زکیۃ: مرکب توصیفی ذوالحال، بغیر نفس: ظرف مستقر حال، ملکر مفعول، ملکر مقولہ، ملکر جواب شرط، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿لقد جئت شیئا نکرا﴾۔

لام: تاکیدیہ جواب قسم، قد: تحقیقیہ، جئت: فعل بافاعل، شیئا نکرا: مرکب توصیفی مفعول، ملکر "اقسم" قسم محذوف کے لیے جواب قسم، ملکر جملہ قسمیہ۔

﴿تشریح وتوضیح واغراض﴾

بھول پر مواخذہ نہیں!

۱۔۔۔۔حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: میں بھول گیا اس پر میری گرفت نہ کیجئے۔معلوم ہوا کہ بھول پر مواخذہ پچھلی شریعتوں میں بھی نہیں تھا اور موجودہ شریعت میں بھی نہیں۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا واضح فرمان ہے کہ رفع الخطاء والنسیان عن امتی یعنی میری امت سے بھول اور خطا کو اٹھالیا گیا ہے یعنی اس پر مواخذہ نہیں ہے۔

قتل ہونے والا لڑکا بالغ تھا یا نابالغ:

۲۔۔۔۔حضرت سعید کہتے ہیں کہ لڑکا دیگر لڑکوں کے ساتھ کھیل رہا تھا جو کہ کافر تھا، حضرت خضر نے اُسے پکڑ کر زمین پر گرادیا پھر اس کو چھری سے ذبح کردیا، لڑکا ابھی بالغ نہیں ہوا تھا۔(صحیح البخاری، کتاب التفسیر، باب:قول واذ قال موسی لفتہ، رقم: ۴۷۲۵،ص ۸۱۹)

☆۔۔۔۔امام ترمذی بیان کرتے ہیں کہ وہ دونوں کشتی سے اترے جس وقت وہ دونوں سمندر کے کنارے جارہے تھے تو حضرت خضر نے دیکھا کہ ایک لڑکا لڑکیوں کے ساتھ کھیل رہا ہے، حضرت خضر نے اس کے سر کو اپنے ہاتھ سے پکڑا اور اپنے ہاتھ سے اس کی گردن اکھاڑ کر اس کو قتل کردیا۔ (سنن الترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب:من سورۃ الکھف، رقم: ۳۱۴۱،ص ۹۰۱)

ابن جریر کہتے ہیں کہ وہ لڑکا سن بلوغت تک پہنچ چکا تھا کیونکہ ابی بن کعب اور ابن عباس کی قرائت میں ہے: ہاں وہ کافر تھا اور اس کے والدین مومن تھے، کیونکہ کفر وایمان بالغین کی صفات میں سے ہیں اور غیر مکلف پر کافر یا مومن ہونے کا اطلاق اس کے ماں باپ کی حالت کے اعتبار سے کیا جاتا ہے۔(جامع الاحکام القرآن، الجزء ۱۰، ص)۔

اغراض: روی ان الماء لم یدخلھا : کہا جاتا ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کشتی کو عیب دار ہوتے ہوئے دیکھا تو کپڑا لے کر اس سے سوراخ بند کرنا چاہا۔ لم یبلغ الحنث : قسم کی مخالفت اور معصیت پر اس کا اطلاق ہوتا ہے، مراد یہ ہے کہ حد تکلف (یعنی مکلف ہونے) کی حد تک نہ پہنچے، اس مقام پر لازم کا ارادہ کرتے ہوئے ملزوم کا اطلاق کیا گیا ہے۔(الصاوی، ج۴، ص ۳۱)

ایک اہم بات

فقہائے کرام کی اہمیت

"حضرات انبیائے کرام علیہم السلام کے سوا کوئی آدمی نہیں جانتا کہ اللہ عزوجل کا اس کے لئے اور اس کے ساتھ کیا ارادہ ہے؟ کیونکہ اللہ عزوجل کا ارادہ غیب ہے مگر فقہاء کرام جانتے ہیں کہ ان کے ساتھ اللہ عزوجل کا کیا ارادہ ہے؟ اس لئے کہ صادق ومصدوق ذات جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جس شخص کے ساتھ اللہ عزوجل بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اسے دین کی سمجھ دے دیتا ہے"۔ علامہ شامی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: یہاں فقہاء سے مراد وہ علماء ہیں جو کہ اللہ عزوجل کے احکام کا علم رکھنے کے ساتھ ساتھ ان احکام پر عمل بھی کرتے ہیں، بدکردار اور بداعتقاد علماءِ سوء مراد نہیں ہیں۔ علامہ سید عبدالغنی نابلسی علیہ رحمۃ اللہ القوی فرماتے ہیں کہ علامہ شامی کے اس قول کی تائید امام حسن بصری کے قول سے بھی ہوتی ہے کہ فقیہ صرف وہی ہے جو دنیا سے اعراض کرتا ہے اور آخرت میں رغبت کرتا ہے"۔

(ردالمحتار علی الدرالمختار ،مقدمۃ الکتاب ،ج۱ ، ص ۱۳۸)،(درس عقود رسم المفتی، ص۱۶)

ركوع نمبر: ١

﴿قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكَ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ صَبْرًا (٧٥)﴾ زَادَ لَكَ عَلى مَا قَبْلَهُ لِعَدمِ الْعُذْرِ هُنَا وَلِهٰذَا ﴿قَالَ اِنْ سَاَلْتُكَ عَنْ شَيْءٍ بَعْدَهَا﴾ اَىْ بَعدَ هٰذِهِ الْمَرَّةِ ﴿فَلَا تُصٰحِبْنِيْ ج﴾ لَاتَتْرُكْنِي اَتَّبِعُكَ ﴿قَدْ بَلَغْتَ مِنْ لَّدُنِّيْ﴾ بِالتَّشْدِيْدِ وَالتَّخْفِيْف مِن قِبَلِي ﴿عُذْرًا (٧٦)﴾ فِي مُفَارَقَتِكَ لِيْ ﴿فَانْطَلَقَا ــ حَتّٰى اِذَآ اَتَيَآ اَهْلَ قَرْيَةِ ۨ﴾ هِيَ اَنْطَاكِيَةُ ﴿اسْتَطْعَمَآ اَهْلَهَا﴾ طَلَبَا مِنهُمُ الطَّعَامَ ضِيافَةً ﴿فَاَبَوْا اَنْ يُّضَيِّفُوْهُمَا فَوَجَدَا فِيْهَا جِدَارًا﴾ اِرْتِفَاعُهُ مِائَةُ ذِرَاعٍ ﴿يُّرِيْدُ اَنْ يَّنْقَضَّ﴾ اَىْ يَقْرُبُ اَنْ يَّسقُطَ لِمَيلانِهِ ﴿فَاَقَامَهٗ ط﴾ الْخَضِرُ بِيَدِهِ ﴿قَالَ﴾ لَهُ مُوسٰى ﴿لَوْ شِئْتَ لَتَّخَذْتَ﴾ وَفِي قِرَائَةٍ لَاتَّخَذْتَ ﴿عَلَيْهِ اَجْرًا (٧٧)﴾ جُعلًا لَمْ يُضَيِّفُونَا مَعَ حَاجَتِنَا اِلَى الطَّعَامِ ﴿قَالَ﴾ لَهُ ﴿هٰذَا فِرَاقُ﴾ اَىْ وَقْتُ فِرَاقٍ ﴿بَيْنِيْ وَبَيْنِكَ ج﴾ فِيهِ اِضَافَةُ بَيْنَ اِلَى غَيرِ مُتَعَدِّدٍ سُوغُهَا تَكْرِيْرُهُ بِالْعَطْفِ بِالوَاوِ ﴿سَاُنَبِّئُكَ﴾ قَبْلَ فِرَاقِي لَكَ ﴿بِتَاْوِيْلِ مَا لَمْ تَسْتَطِعْ عَّلَيْهِ صَبْرًا (٧٨) اَمَّا السَّفِيْنَةُ فَكَانَتْ لِمَسٰكِيْنَ﴾ عَشَرَةٍ ﴿يَعْمَلُوْنَ فِي الْبَحْرِ﴾ بِالسَّفِيْنَةِ مُوَاجِرَةً لَهَا طَلَبًا لِلْكَسْبِ ﴿فَاَرَدْتُّ اَنْ اَعِيْبَهَا وَكَانَ وَرَآءَهُمْ﴾ اِذَا رَجَعُوا اَوْ اَمَامَهُمُ الْاٰنَ ﴿مَّلِكٌ﴾ كَافِرٌ ﴿يَّاْخُذُ كُلَّ سَفِيْنَةٍ﴾ صَالِحَةٍ ﴿غَصْبًا (٧٩)﴾ نَصَبُهُ عَلَى الْمَصْدَرِ الْمُبِينِ لِنَوعِ الْاَخْذِ ﴿وَاَمَّا الْغُلٰمُ فَكَانَ اَبَوٰهُ مُؤْمِنَيْنِ فَخَشِيْنَآ اَنْ يُّرْهِقَهُمَا طُغْيَانًا وَّكُفْرًا (٨٠)﴾ فَاِنَّهُ كَمَا فِي حَدِيثِ مُسْلِمٍ طُبِعَ كَافِرًا وَلَوْ عَاشَ لَاَرْهَقَهُمَا ذَالِكَ اَىْ لِمَحَبَّتِهِمَا لَهُ يَتَّبِعَانِهِ ذَالِكَ ﴿فَاَرَدْنَآ اَنْ يُّبْدِلَهُمَا﴾ بِالتَّشدِيدِ وَالتَّخفِيفِ ﴿رَبُّهُمَا خَيْرًا مِّنْهُ زَكٰوةً﴾ اَىْ صَلَاحًا وَتُقًى ﴿وَّاَقْرَبَ﴾ مِنْهُ ﴿رُحْمًا (٨١)﴾ بِسُكُونِ الحَاءِ وَ ضَمِّهَا رَحْمَةً وَهِيَ البِرُّ بِوَالِدَيْهِ فَابْدَلَهُمَا اللّٰهُ تَعَالٰى جَارِيَةً تَزَوَّجَتْ نَبِيًّا فَوَلَدَتْ نَبِيًّا فَهَدَى اللّٰهُ تَعَالٰى بِهِ ﴿وَاَمَّا الْجِدَارُ فَكَانَ لِغُلٰمَيْنِ يَتِيْمَيْنِ فِي الْمَدِيْنَةِ وَكَانَ تَحْتَهٗ كَنْزٌ﴾ مَالٌ مَدْفُوْنٌ مِنْ ذَهَبٍ وَفِضَّةٍ ﴿لَّهُمَا وَكَانَ اَبُوْهُمَا صَالِحًا ج﴾ فَحُفِظَا بِصَلَاحِهِ فِي اَنْفُسِهِمَا وَمَالِهِمَا ﴿فَاَرَادَ رَبُّكَ اَنْ يَّبْلُغَآ اَشُدَّهُمَا﴾ اَىْ اِيْنَاسُ رُشْدِهِمَا ﴿وَيَسْتَخْرِجَا كَنْزَهُمَا صلے ق رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ ج﴾ مَفْعُوْلٌ لَهُ عَامِلُهُ اَرَادَ ﴿وَمَا فَعَلْتُهٗ﴾ اَىْ مَا ذُكِرَ مِنْ خَرقِ السَّفِيْنَةِ وَ قَتْلِ الغُلَامِ وَاِقَامَةِ الجِدَارِ ﴿عَنْ اَمْرِيْ ط﴾ اَىْ اِخْتِيَارِي بَلْ بِاَمْرِ اِلْهَامٍ مِنَ اللّٰه

تعالی ﴿ذٰلِکَ تَاْوِیْلُ مَا لَمْ تَسْطِعْ عَّلَیْهِ صَبْرًا(۸۲)﴾ یُقَالُ اِسْطَاعَ واسْتِطَاعَ بِمعنٰی اَطَاقَ فَفِی ھٰذَا وَمَا قَبْلَهٗ جَمْعَ بَیْنَ اللُّغَتَیْنِ وَنُوعَتِ العِبَارَۃُ فَاَرَدْتُ فَاَرَدْنَا مَا زَادَ رَبُّکَ.

﴿ترجمہ﴾

کہا میں نے آپ سے نہ کہا تھا کہ آپ ہرگز میرے ساتھ نہ ٹھہر سکیں گے (یہاں لک کا اضافہ ماقبل کلام کے برخلاف ہوا کیونکہ یہاں ان کے پاس کوئی عذر نہ تھا اور اسی وجہ سے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان سے کہا) اس کے بعد (یعنی اب کی بار کے بعد) میں تم سے کچھ پوچھوں تو میرے ساتھ نہ رہنا......۱......(مجھے اپنی اتباع میں نہ رکھنا) بیشک میری طرف (جانب) سے تمہارا عذر پورا ہو چکا (میرا تم سے جدائی اختیار کرنے کے بارے میں لدنی کے نون کو مخفف اور مشدد دونوں طرح سے پڑھا گیا ہے) پھر دونوں چلے یہاں تک کہ جب ایک گاؤں کے پاس آئے (اس گاؤں سے مراد انطاکیہ ہے) ان سے (بطور ضیافت) کھانا مانگا انہوں نے انہیں دعوت دینی قبول نہ کی پھر دونوں نے اس گاؤں میں ایک دیوار پائی (جس کی بلندی سو گز تھی) کہ گرا چاہتی ہے (یعنی جھکے ہونے کی وجہ سے گرنے کے قریب تھی) اس نے (یعنی حضرت خضر علیہ السلام نے) اسے (اپنے ہاتھ سے) سیدھا کر دیا تو اس نے (یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اُن سے) تم چاہتے تو اس پر کچھ مزدوری لے لیتے (کیونکہ ہمیں کھانے کی ضرورت تھی اس کے باوجود بھی انہوں نے ہماری مہمان نوازی......۲......نہ کی، لتخذت میں دو قرائتیں ہیں ایک تو مذکور ہوئی دوسری لاتخذت ہے، جعلا کے معنی مزدوری ہے) یہ میری اور آپ کی جدائی ہے (یعنی جدائی کا وقت ہے، بینی وبینک میں لفظ بین کی اضافت متعدد ضمائر کی طرف کی گئی ہے اور اس کے متعدد مضاف الیہ کو واؤ کے ساتھ لفظ بین کی تکرار کے ساتھ بیان کیا گیا ہے) اب میں آپ کو بتاؤں گا (آپ علیہ السلام سے جدائی اختیار کرنے سے پہلے) ان باتوں کی حقیقت جن پر آپ سے صبر نہ ہو سکا......۳......وہ جو کشتی تھی وہ (دس) محتاجوں کی تھی کہ دریا میں (کشتی کے ذریعے) کام کرتے تھے (حصول رزق کے لیے کشتی اجرت پر چلایا کرتے تھے) تو میں نے چاہا کہ اسے عیب دار کر دوں اور ان کے پیچھے (جب کہ وہ سفر سے واپس لوٹتے یا ان کے آگے کی سمت) ایک (کافر) بادشاہ تھا کہ ہر (ثابت) کشتی زبردستی چھین لیتا (غصبا مفعول مطلق ہے جو کشتی لینے کی نوعیت کو بیان کر رہا ہے) اور وہ جو لڑکا تھا اس کے ماں باپ مسلمان تھے تو ہمیں ڈر ہوا کہ وہ ان کو سرکشی اور کفر پر مجبور کر دے گا (جیسا کہ اُس لڑکے کے بارے میں مسلم شریف کی حدیث ہے کہ وہ لڑکا کافر پیدا کیا گیا تھا اور اگر وہ زندہ رہتا تو اپنے ماں باپ کو بھی کفر اختیار کرنے پر مجبور کر دیتا یعنی وہ دونوں اس کی محبت کی وجہ سے کفر میں بھی اس کی پیروی کرنے لگتے) تو ہم نے چاہا کہ بدلہ دے ان کو ان کا رب (یبدلھما فعل کو مشدد اور مخفف دونوں طرح پڑھا گیا ہے) جو بہتر ہو اس سے پاکیزگی اور تقویٰ میں اور زیادہ مہربان ہو (اس سے، زکوۃ کے معنی نیکو کار ہونا اور متقی ہونا ہے اور لفظ رحما کو حاء کے ضمہ اور سکون دونوں کے ساتھ پڑھا گیا اس کا معنی ہے رحمت کرنا، مہربانی کرنا اور یہاں اس سے مراد اپنے والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنے والا ہے پس اللہ عزوجل نے ان دونوں کو اس لڑکے کے بدلے میں ایک لڑکی عطا فرمائی جس سے ایک نبی نے نکاح فرمایا اور پھر ان کے بطن سے ایک نبی کا تولد ہوا اس نبی کے ذریعے اللہ عزوجل نے ایک امت کو ہدایت فرمائی) رہی وہ دیوار جو شہر کے دو یتیم لڑکوں......۵......کی تھی اور اس کے نیچے ان کا خزانہ تھا (یعنی اُن کا مال سونا چاندی مدفون تھا) اور اُن کا باپ نیک آدمی (پس اس کی نیکی کی وجہ سے ان کے جان اور مال کی حفاظت فرمائی گئی) تو آپ کے رب نے چاہا کہ وہ دونوں اپنی قوت کو پہنچیں (یعنی اپنی عقل وشعور کی عمر کو پہنچے) اور اپنا خزانہ نکالیں آپ کے رب کی رحمت سے (رحمۃ مفعول لہ ہے، اراد فعل اس کا عامل ہے) اور میں نے نہیں کیا اسے (یعنی ان افعال کو جو مذکورہ ہوئے یعنی کشتی کو توڑنا، لڑکے کو قتل کر دینا اور دیوار کو سیدھا کھڑا کر دینا) اپنے حکم سے (یعنی اپنے اختیار سے بلکہ یہ سب

اللہ ﷻ کے الہام کردہ حکم کی وجہ سے کیا تھا) یہ حقیقت ہے ان باتوں کی جن پر آپ سے صبر نہ ہوسکا (کہاجاتا ہے کہ اسطاع واستطاع بمعنی اطاق یعنی طاقت رکھنا ہے اس مقام میں اور ماقبل ودیگر مقامات میں بھی دونوں لغات آتی ہیں حضرت خضر کے بیان میں عبارتیں مختلف انداز وپیرائے میں بیان کی گئی ہیں جیسے فاردت، فاردنا، فاراد ربک)۔

﴿ترکیب﴾

﴿قال الم اقل لک انک لن تستطیع معی صبرا﴾۔

قال: قول، ھمزہ: حرف استفہامیہ، لم اقل لک: فعل نفی بافاعل وظرف، ملکر قول، انک: حرف مشبہ واسم، لن تستطیع: فعل نفی بافاعل، معی: ظرف، صبرا: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ ہو کر خبر، ملکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿قال ان سالتک عن شیء بعدھا فلا تصحبنی﴾۔

قال: قول، ان: شرطیہ، سالتک: فعل بافاعل ومفعول، عن: جار، شیء: مجرور، ملکر ذوالحال، بعدھا: حال، ملکر ظرف لغو، ملکر شرط، ف: جزائیہ، لا تصحبنی: فعل نہی بافاعل ومفعول، ملکر جزاء، ملکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿قد بلغت من لدنی عذرا﴾۔

قد: تحقیقیہ، بلغت: فعل بافاعل، من: جار، لدنی: ظرف مبنی برسکون مضاف، نون وقایہ، ی ضمیر متکلم مضاف الیہ، ملکر مجرور، ملکر ظرف مستقر ہو کر حال مقدم، عذرا: ذوالحال ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿فانطلقا حتی اذا اتیا اھل قریۃ استطعما اھلھا﴾۔

ف: عاطفہ، انطلقا: فعل بافاعل، حتی: جار، اذا: ظرفیہ شرطیہ مفعول فیہ مقدم، اتیا: فعل بافاعل، اھل قریۃ: مفعول، ملکر شرط، استطعما اھلھا: فعل بافاعل ومفعول، ملکر جزاء، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿فابوا ان یضیفوھما فوجدا فیھا جدارا یرید ان ینقض فاقامہ﴾۔

ف: عاطفہ، ابوا: فعل بافاعل، ان: مصدریہ، یضیفوھما: جملہ فعلیہ بتاول مصدر مفعول ملکر جملہ فعلیہ، ف: عاطفہ، وجدا فیھا: فعل با فاعل وظرف لغو، جدار: موصوف، یرید: فعل بافاعل، ان ینقض: جملہ فعلیہ بتاویل مصدر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ صفت، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، ف: عاطفہ، اقامہ: فعل بافاعل ومفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿قال لو شئت لتخذت علیہ اجرا○ قال ھذا فراق بینی وبینک﴾۔

قال: قول، لو: شرطیہ، شئت: جملہ فعلیہ شرط، لام: تاکیدیہ، اتخذت علیہ اجرا: فعل بافاعل وظرف لغو ومفعول، ملکر جواب شرط، ملکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ، قال: قول، ھذا: مبتدا، فراق: مضاف، بینی: معطوف علیہ، و: عاطفہ، بینک: معطوف ملکر مضاف الیہ، ملکر خبر، ملکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿سانبئک بتاویل ما لم تستطع علیہ صبرا﴾۔

س: حرف استقبال، انبئک: فعل بافاعل ومفعول، ب: جار، تاویل: مضاف، ما: موصولہ، لم تستطع: فعل نفی بافاعل، علیہ: ظرف لغو، صبرا: مفعول، ملکر صلہ، ملکر مضاف الیہ، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿اما السفینۃ فکانت لمسکین یعملون فی البحر﴾۔

اما: حرف شرط، السفینۃ: مبتدا، ف: جزائیہ، کانت: فعل ناقص بااسم، لام: جار، مسکین: موصوف، یعملون فی البحر: جملہ فعلیہ

صفت، ملکر مجرور، ملکر ظرف مستقر ہو کر خبر، ملکر ہو کر خبر، ملکر شرط محذوف "مهما يكن من شيء في الدنيا" کے لیے جزا، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿فاردت ان اعيبها و كان وراء هم ملك ياخذ كل سفينة غصبا﴾.

ف: عاطفہ، اردت: فعل بافاعل، ان: مصدریہ، اعیب: فعل بافاعل، ها: ضمیر ذوالحال و: حالیہ، کان: فعل ناقص، ورائهم: ظرف متعلق بمحذوف خبر مقدم، ملک: موصوف، یاخذ: فعل "هو" ضمیر مستتر ذوالحال، غصبا: حال ملکر فاعل، کل سفینة: مفعول، ملکر صفت، ملکر اسم مؤخر، ملکر حال، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ بتاویل مصدر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿واما الغلم فكان ابواه مومنين﴾.

و: عاطفہ، اما: حرف شرط، الغلم: مبتدا، ف: جزائیہ، کان: فعل ناقص، ابواہ: اسم، مومنین: خبر، ملکر جملہ فعلیہ ہو کر خبر، ملکر شرط محذوف "مهما يكن من شيء في الدنيا" کی جزا، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿فخشينا ان يرهقهما طغيانا و كفرا﴾.

ف: عاطفہ، خشینا: فعل بافاعل، ان یرهقهما: جملہ فعلیہ بتاویل مصدر مفعول اول، طغیانا: معطوف علیہ، و: عاطفہ، کفرا: معطوف، ملکر مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿فاردنا ان يبدلهما ربهما خيرا منه زكوة واقرب رحما﴾.

ف: عاطفہ، اردنا: فعل بافاعل، ان: مصدریہ، یبدلهما ربهما: جملہ فعلیہ بتاویل مصدر مفعول اول، خیرا: اسم تفضیل "هو" ضمیر مستتر ممیز، زکوة: تمیز، ملکر فاعل، منه: ظرف لغو، ملکر شبہ جملہ ہو کر معطوف علیہ، و: عاطفہ، اقرب: اسم تفضیل "هو" ضمیر مستتر ممیز، رحما: تمیز، ملکر فاعل، ملکر شبہ جملہ معطوف، ملکر مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿واما الجدار فكان لغلمين يتيمين في المدينة و كان تحته كنز لهما و كان ابوهما صالحا﴾.

و: عاطفہ، اما: حرف شرط، الجدار: مبتدا، ف: جزائیہ، کان: فعل ناقص بااسم، لام: جار، غلمین: موصوف، یتیمین: صفت اول، فی المدینة: ظرف مستقر صفت ثانی، ملکر مجرور، ملکر خبر، ملکر معطوف علیہ، و: عاطفہ، کان: فعل ناقص، تحته: ظرف متعلق بمحذوف خبر مقدم، کنز: موصوف، لام: جار، هما: ضمیر ذوالحال، و: حالیہ، کان ابوهما صالحا: جملہ فعلیہ حال، ملکر مجرور، ملکر صفت، ملکر اسم مؤخر، ملکر معطوف، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ ہو کر شرط محذوف "مهما يكن من شيء في الدنيا" کی جزا، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿فاراد ربك ان يبلغا اشدهما ويستخرجا كنزهما رحمة من ربك﴾.

ف: عاطفہ، اراد ربک: فعل وفاعل، ان: مصدریہ، یبلغا اشدهما: فعل بافاعل ومفعول، ملکر معطوف علیہ، و: عاطفہ، یستخرجا کنزهما: فعل بافاعل ومفعول، ملکر معطوف، ملکر بتاویل مصدر مفعول، رحمة: موصوف، من ربک: ظرف مستقر صفت، ملکر مفعول لہ، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وما فعلته عن امري ذلك تاويل ما لم تسطع عليه صبرا﴾.

و: عاطفہ، ما: نافیہ، فعلته: فعل بافاعل و ضمیر ذوالحال، عن امری: ظرف مستقر "صادرا" شبہ فعل محذوف کے لیے، ملکر حال، ملکر مفعول ملکر جملہ فعلیہ، ذلک: مبتدا، تاویل: مضاف، مالم تسطع علیه صبرا: موصول صلہ ملکر مضاف الیہ، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

استاد کا ادب ملحوظ خاطر رکھنا:

۱......حضرت خضر علیہ السلام بطور استاد حضرت موسیٰ علیہ السلام کو علم دین سکھا رہے تھے، حضرت موسیٰ علیہ السلام میں علم دین کی حرص بہت تھی۔ دومرتبہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے استاد حضرت خضر علیہ السلام کی حکم عدولی کرلی تھی یعنی استاد کی طرف سے خاموشی کا حکم ہونے کے باوجود کلام کرچکے تھے اور اس کلام کرنے میں ان کی شان میں کوئی نقص نہیں پڑتا تھا اس لیے کہ نبی تھے اور نبی خلاف شرع کوئی فعل دیکھ ہی نہیں سکتا۔ یہ معاملہ تو حضرت موسیٰ وخضر کے ساتھ ہوا ہم ضمناً کچھ باتیں استاد کے ادب سے متعلق ذکر کرتے ہیں اور ساتھ ہی کامیاب استاد میں کون کون سی باتیں ہونی چاہیے ان کا بھی ذکر کرتے ہیں تاکہ علمائے کرام ان تقاضوں کو مدنظر رکھتے ہوئے اپنے اپنے مدارس وجامعات میں سبق پڑھانے کا اہتمام کریں۔

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "انما بعثت معلما یعنی میں مُعَلِّم (استاد) بنا کر بھیجا گیا ہوں"۔

(سنن ابن ماجه ، كتاب السنة، باب فضل العلماء، رقم: ۲۲۹، ص۵۷)

☆......بیشک اللہ اور اس کے فرشتے لوگوں کو خیر کی تعلیم دینے والوں پر رحمت بھیجتے ہیں حتی کہ چیونٹیاں اپنے بلوں میں اور مچھلیاں سمندر میں اس کے لیے دعا کرتی ہیں"۔ (المعجم الكبير، رقم: ۷۹۱۲)

☆...... اللہ کے محبوب فرماتے ہیں: "اے ابوذر! تیرا صبح کے وقت کتاب اللہ کی ایک آیت سیکھنے کے لیے نکلنا تیرے لئے ۱۰۰ رکعت ادا کرنے سے بہتر ہے اور تیرا صبح کے وقت علم کا ایک باب سیکھنے کے لئے نکلنا خواہ تو اس پر عمل کرے یا نہ کرے تیرے لئے ۱۰۰۰ رکعت ادا کرنے سے بہتر ہے"۔ (سنن ابن ماجه ،ابوب السنة، باب :فضل من تعلم القرآن، رقم: ۲۱۹، ص ۵۵)۔

تدریس کا مقصد کیا ہونا چاہیے؟ استاد کو چاہیے کہ منصب تدریس کو دنیا کی دولت کمانے، عزت وشہرت حاصل کرنے یا اپنے ساتھیوں میں ممتاز نظر آنے کے لیے ذریعہ نہ بنائے بلکہ اللہ کی رضا اپنے پیش نظر رکھے کیونکہ تدریس ہو یا کوئی اور نیکی، اگر رضائے الٰہی مقصود نہ ہو تو یہ انسان کی آخرت کے لیے سراسر باعث نقصان ہے جیسا کہ سیدنا ابوسعد بن ابی فضالہ انصاری بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جب اللہ اولین وآخرین کو قیامت کے دن جمع فرمائے گا جس میں کوئی شک نہیں ہے تو ایک منادی یہ ندا کرے گا: جس شخص نے اللہ کے لیے کسی عمل میں دوسرے کو شریک کیا تھا تو وہ اس کا ثواب بھی غیر اللہ سے طلب کرے کیونکہ اللہ شریک سے بے نیاز ہے"۔ (سنن ابن ماجه ، كتاب الزهد، باب:الرياء و السمعة،رقم: ۴۲۰۳، ص۶۹۸)

کامیاب استاد کون؟ ہر صحبت خواہ اچھی ہو یا بُری اپنا ایک اثر رکھتی ہے اسی حقیقت کو سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح بیان کیا: "اچھے اور بُرے مصاحب کی مثال، مشک اٹھانے والے اور بھٹی جھونکنے والے کی طرح ہے، کستوری اٹھانے والا تمہیں تحفہ دے گا یا تم اس سے خریدو گے یا تمہیں اس سے عمدہ خوشبو آئے گی، جب کہ بھٹی جھونکنے والا یا تمہارے کپڑے جلائے گا یا تمہیں اس سے ناگوار بُو آئے گی"۔ (صحيح مسلم ، كتاب البر و الصلة ،باب:استحباب مجالسة الصالحين، رقم :۶۵۸۷/۲۶۲۸،ص ۱۲۹۴)

چونکہ طلباء طویل عرصے تک روزانہ استاد کی صحبت پاتے ہیں لہٰذا استاد کی ذات میں پائے جانے والے اوصاف غیر محسوس طور پر اس کے طلباء میں منتقل ہوجاتے ہیں چنانچہ دیکھا جاتا ہے کہ اگر استاد خوش اخلاق، باکردار، نیک سیرت، قناعت پسند، خوش لباس، نفاست پسند، پرہیزگار، متبع سنت، حقیقی عاجزی کرنے والا، خیر خواہی کا جذبہ رکھنے والا، نیکی دعوت عام کرنے اور دوسروں کو بُرائی سے روکنے والا، عفو ودرگزر کرنے والا ہے تو اس کے طلباء میں بھی یہ باتیں پائی جاتی ہے اور اگر استاد بداخلاقی کرتا ہے، چڑچڑا پن میں مبتلا ہے تو شاگردوں میں بھی یہی اوصاف جنم لیتے ہیں۔

استاد خود بھی مطالعہ کرکے سبق پڑھائے اور شاگردوں کو بھی تکرار کا حکم کرے، جہاں تک سزا دینے کا تعلق ہے تو اسے بقدر

حاجت سزا دینے کی اجازت ہے لیکن یہ سزا ہاتھ سے دے اور ایک وقت میں تین ضربوں سے زیادہ نہ مارے نیز چہرے پر مارنے کی ممانعت ہے، سید عالم ﷺ نے مدرسہ کے معلم سے فرمایا: "ایاک ان تضرب فوق الثلث فانک اذا ضربت فوق الثلث اقتص اللہ منک یعنی تین مرتبہ سے زائد ضرب لگانے سے پرہیز کرو اگر تین مرتبہ سے زیادہ سزا دی تو اللہ تم سے بدلہ لے گا"۔ (الفتاوی الرضویۃ معزجہ، ج۲۳، ص ۶۵۲)۔ بہار شریعت کے سولویں حصہ میں ہے: "بلا وجہ جانور کو نہ مارے اور سر یا چہرے پر تو کسی حالت میں ہرگز نہ مارے کہ یہ بالا جماع ناجائز ہے"۔

بیمار ہونے پر عیادت: آج استاد و شاگرد میں یہ کھینچا تانی کی صورت نظر آتی ہے، اگر شریعت کے تقاضوں کو ملحوظ خاطر رکھا جائے تو کافی حد تک مسائل حل ہوسکتے ہیں چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: "جو مسلمان کسی مسلمان کی عیادت کے لیے صبح کو جائے تو شام تک اس کے لئے ستر ہزار فرشتے استغفار کرتے ہیں اور شام کو جائے تو صبح تک ستر ہزار فرشتے استغفار کرتے ہیں اور اس کے لیے جنت میں ایک باغ ہوگا" (سنن الترمذی، کتاب الجنائز، باب: ما جاء فی عیادۃ المریض، رقم: ۹۷۱، ص ۲۹۸)۔ اب اسی حدیث پر عمل کرتے ہوئے شاگرد بیمار ہو تو استاد اور استاد بیمار ہو تو شاگرد عیادت کو جائے جس سے دونوں کے مابین محبت بڑھے گی۔

حضرت موسی علیہ السلام کے فضائل، صفات اور وفات کا بیان:

۴۔۔۔۔۔حضرت موسیٰ علیہ السلام کے فضائل و مناقب کا بیان قرآن میں جا بجا ہے چنانچہ اللہ کا فرمان ہے: ﴿واذکر فی الکتب موسی انہ کان مخلصا و کان رسولا نبیا ٥ونادینہ من جانب الطور الایمن وقربنہ نجیا ٥ووھبنا لہ من رحمتنا اخاہ ھارون نبیا اور کتاب میں موسیٰ کو یاد کرو بیشک وہ چنا ہوا رسول تھا غیب کی خبریں دینے والا اور اسے ہم نے طور کی دائیں جانب سے پکارا اور اسے اپنا راز کہنے کو قریب کیا اور اپنی رحمت سے اس کا بھائی ہارون عطا کیا غیب کی خبریں بتانے والا نبی (مریم: ۵۱تا۵۳)﴾۔ بعض سلف وصالحین کہتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب اپنے بھائی ہارون کی طلب کی دعا کی کہ وہ ان کے وزیر بن جائیں اور ان کی عدم موجودگی میں قوم کی خیر خواہی اور دینی منصب کی بجا آوری میں معاون و مددگار بن جائیں تو اللہ نے ان کی طلب پوری فرمائی چنانچہ ارشاد باری ہوا: ﴿ووھبنا لہ من رحمتنا اخاہ ھارون نبیا اور اپنی رحمت سے اس کا بھائی ہارون عطا کیا غیب کی خبریں بتانے والا نبی (مریم: ۵۳)﴾۔ بخاری کی حدیث ہے کہ سید عالم ﷺ ایک مرتبہ (مال وغیرہ) تقسیم فرما رہے تھے تو کسی نے اعتراض کردیا جس سے چہرۂ اقدس پر غضب کے آثار نمایاں ہوئے، پھر فرمایا: "حضرت موسیٰ پر اس طرح کے صبر کرنے والے معاملات کئی مرتبہ رونما ہوئے پس انہوں نے صبر کیا"۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات کے واقعات کو مورخین نے کئی زاویوں سے لکھا ہے اور کئی احادیث اس پر بطور دلیل پیش بھی کی ہیں تاہم ایک حدیث میں یوں ہے کہ حضرت ملک الموت بغیر اجازت کے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس روح قبض کرنے کے لئے تشریف لے گئے، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے انہیں تھپڑ مارا جس سے ان کی دائیں آنکھ بہہ کر رخسار پر تشریف لے آئی، جب اللہ کے حضور ملک الموت پہنچے اور رب کی بارگاہ میں حضرت کلیم علیہ السلام کا حال بیان کیا، پھر واپس ہوئے اور اجازت لے کر داخل ہوئے۔ جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قبر انور کہاں ہے؟ مسند امام احمد کی حدیث میں ہے، حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: "معراج کی رات میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گزرا تو انہیں ان کی قبر جو کہ کثیب احمر میں ہے نماز پڑھتے ملاحظہ کیا"۔ (البدایۃ والنہایۃ، باب: فضائل موسی وشمائلہ وصفاتہ ووفاتہ، ج۱، الجزء الاول، ص ۳۴۸ وغیرہ)

سائل کا حق:

۳...... حضرت حسین بن علی بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''سائل کا تم پر حق ہے، خواہ وہ گھوڑے پر سوار ہو کر آئے''۔

(سنن ابو داؤد، کتاب: کتاب الزکوۃ، باب: فی حق السائل، رقم: ۱۶۶۵/۱۶۶۶، ص ۳۱۲)

محض گھوڑے پر سوار ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ شخص مالدار ہو، ہوسکتا ہے کہ گھوڑا بھی قرض میں ڈوبا ہوا ہو، یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اُس شخص کا اپنا گھوڑا نہ ہو، یہ بھی ممکن ہے کہ کسی سے مانگ کر گھوڑا لیا ہو کسی عذر کی وجہ سے گھوڑے پر سوار ہوا ہو۔

☆...... سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''اگر تمہارے پاس سائل کو دینے کے لیے ایک بھنے ہوئے بکری کے پائے کے سوا کچھ نہ ہو تو وہی اُسے دے دو''۔

(سنن الترمذی، کتاب کتاب الزکوۃ، باب: ما جاء فی حق السائل، رقم: ۶۶۵، ۲۱۵)

نوٹ: اگر انسان کے پاس کچھ بھی نہ ہو تو سائل سے اچھے طریقے سے معذرت کر لے۔

حضرت موسی علیہ السلام وخضر علیہ السلام کے مابین مکالمہ:

۴...... بحر روم وفارس کے جانب مشرق میں مجمع البحرین وہ مقام ہے جہاں حضرت موسی علیہ السلام کو حضرت خضر کی ملاقات کا وعدہ دیا گیا تھا۔ آپ کے ساتھ یوشع بن نون بھی تھے جو آپ کی خدمت اور صحبت میں رہتے تھے۔ راستے میں ایک مقام پر بھنی ہوئی مچھلی زندہ ہو کر پانی میں گر گئی اور یہی وہ مقام تھا جہاں آپکی ملاقات حضرت خضر سے ہوئی۔ آپ چادر اوڑھ کر آرام فرما رہے تھے۔ حدیث میں ہے کہ حضرت موسی علیہ السلام نے انہیں سلام ارشاد فرمایا اور فرمایا کہ میں موسی علیہ السلام ہوں، انہوں نے کہا کہ بنی اسرائیل کے موسی علیہ السلام؟ فرمایا ہاں! جب حضرت موسی علیہ السلام نے حضرت خضر کے ساتھ مصاحبت چاہی تو آپ نے پس وپیش کی کیونکہ آپ جانتے تھے کہ حضرات انبیائے کرام سے ممکن نہیں کہ وہ منکرات کو دیکھ کر صبر کرسکیں۔ بہر حال وہ دونوں چلے یہاں تک کہ ایک کشتی میں سوار ہوئے اور اس ستھری کشتی کو حضرت خضر نے عیب دار کر دیا، باوجود اس کے پانی کشتی میں نہ آیا اس پر حضرت موسی علیہ السلام نے فرمایا ''تم نے یہ بری بات کی''۔ آگے بڑھے تو ایک حسین لڑکے کو جو کہ حد بلوغ کو نہ پہنچا تھا قتل کر دیا، اس پر حضرت موسی علیہ السلام نے فرمایا ''تم نے ایک ستھری جان کو بغیر کسی جان کے بدلے قتل کر دیا''۔ آگے چلے تو ایک بستی میں پہنچے جس کا نام انطاکیہ تھا، لوگوں نے ان کی ضیافت نہ کی لیکن حضرت خضر نے ایک لمبی دیوار کو اپنے ہاتھ سے درست کر دیا جو کہ گرا چاہتی تھی۔ اس پر حضرت موسی علیہ السلام نے کہا کہ اگر تم چاہتے تو مزدوری لے سکتے ہو؟ ان تینوں معاملات میں حضرت خضر یہی کہتے کہ میں نے آپ علیہ السلام سے عرض کی تھی کہ آپ علیہ السلام میرے ساتھ ہرگز صبر نہ کر پائیں گے۔ اب آخر میں جب کے جدا ہونے کا وقت ہے حضرت خضر نے تینوں واقعات کے بارے میں بیان کیا کہ وہ کشتی جسے میں نے عیب دار کیا تھا وہ کچھ محتاجوں کی تھی ان میں پانچ اپاہج تھے جو کچھ نہیں کر سکتے تھے اور پانچ تندرست اور یہ کل دس بھائی تھے۔ ایک جابر بادشاہ جس کا نام جلندی تھا وہ عمدہ کشتی چھین لیتا تھا اس لیے میں نے اسے عیب دار کر دیا۔ مسلم شریف کی حدیث میں ہے کہ جس لڑکے کو حضرت خضر نے قتل کیا تھا وہ کافر ہی پیدا ہوا تھا آپ نے باطن کا حال جان کر اسے قتل کر دیا کہ کہیں والدین اس کی محبت میں آ کر کفر کی طرف مائل نہ ہو جائیں اور وہ دیوار جسے درست کیا تھا وہ دو یتیم بچوں کی تھی جس کے نیچے خزانہ دفن تھا۔

(ملخص از حواشی جلالین حجازی سائز، ص ۲۵۰)

مالِ یتیم کی حفاظت کا مسئلہ:

۵...... قرآن مجید میں اللہ ﷻ نے یتیموں کے مال کی حفاظت کرنے کا حکم ارشاد فرمایا ہے اور وہ یہ ہے کہ انسان اپنے زیر سر پرست یتیم کے مال کی حفاظت کرے جب تک وہ اپنی جوانی کو پہنچے، شعبی اور مالک نے کہا کہ اس عمر تک پہنچ جائے جس میں اس کی نیکیاں اور بدیاں لکھی جاتی ہیں، ابو العالیہ نے کہا کہ اس عمر کو پہنچے کہ سمجھدار اور صاحب قوت ہو جائے، کلبی کا قول ہے کہ اشدہ سے مراد

اٹھارہ سال کی عمر ہے، ایک قول کے مطابق تیس یا چالیس یا ساٹھ سال کی عمر بھی بتائی گئی ہے، ضحاک کے قول کے مطابق اشد سے مراد بیس سال کی عمر ہے، سدی کے قول کے مطابق تیس سال کی عمر ہے، اور مجاہد فرماتے ہیں کہ تینتیس (۳۳) سال کی عمر مراد ہے، یہ وہ اقوال ہیں جو مفسرین کرام سے اس آیت مبارکہ میں مذکور لفظ اشد کے تحت نازل ہوئے اور ان اقوال میں جو مدت ذکر کی گئی ہے اس جوانی کی نہایت مدت کا بیان ہے نہ کہ مدت ابتداء کا۔ (الخازن، ج۲، ص۱۷۲)،(عطائین، ج۲، ص ۲۱۳)

اغراض: لم یبلغ الحنث: قسم توڑنے کا تعلق معصیت اور مخالفت یمین سے ہے، مراد یہ ہے کہ حضرت موسی علیہ السلام کا بار بار کلام کرنا قسم توڑنے کے حکم میں داخل نہیں، بلکہ یہ ایسا ہے جیسا کہ ملزوم کا اطلاق ہو اور لازم کا ارادہ کیا جائے۔

مع الصبیان: مراد دس سال کی عمر کے بچے ہیں۔ **طلبا منهم الطعام**: کا بیان حاشیہ نمبر۴ میں دیکھ لیں۔

لان القتل عقب اللقی: فقتله کو فاء کے ساتھ ذکر کیا جب کہ سفینہ کو توڑنے کا ذکر خرقها سے کیا یعنی فاء نہ لائے اس لیے کہ کشتی عیب دار کرنے کے لیے اس پر سواری نہ فرمائی جب کہ بچے کو قتل کرنے کے لیے پہلے اس سے ملے اور پھر اسے لٹا کر قتل کر دیا۔

مائة ذراع: دیوار کی بلندی سو ذراع، عرض پچاس ذراع اور زمین پر اس کا پھیلاؤ پانچ سو ذراع تھا۔

الخضر بیده: ایک قول یہ ہے کہ حضرت خضر نے اس دیوار کو چھوا اور وہ درست ہوگئی، ایک قول یہ ہے کہ اسے ستون کے ساتھ کھڑا کر دیا، ایک قول یہ بھی ہے کہ اسے توڑ کر دوبارہ بنا دیا۔

عشرة: دس مسکین بچے تھے جو اپنے باپ کے مال کے وارث تھے، پانچ اپاہج و بیکار تھے، اور پانچ سمندر میں کام کرتے تھے، ایک قول یہ بھی ہے کہ دس کے دس ہی اپاہج تھے، ایک جذامی، دوسرا کانا، تیسرا لنگڑا، چوتھا آماس خصیوں والا، پانچواں قسمت کا مارا جو زمانے کے طور طریقوں سے ناآشنا تھا، اور یہ سب سے چھوٹا تھا۔ اور پانچ وہ جو کام نہ کر سکتے تھے وہ اندھے، گونگے، بہرے، اپاہج (بیٹھنے کے قابل نہ ہونا) اور پاگل تھے، روم وفارس کے مابین سمندر کے پاس باقی پانچ بھائی کام کرتے تھے۔

کافر: اس بادشاہ کا نام جیسور تھا جو کہ غسان کا بادشاہ تھا، المنجد میں ہے کہ غسان نامی یمنی قبیلہ تھا جو کہ حوران کے چشمہ غسان پر وارد ہوا تھا، اسی وجہ سے اس کا یہ نام پڑ گیا اور یہ لوگ ایک بہت بڑی حکومت کے مالک ہوگئے تھے جس کا آخری بادشاہ جبلہ بن الایہم تھا جو عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانے میں مسلمان ہو کر مرتد ہو گیا۔ **لمحبتهما له**: والدین کا بچے کی محبت کی وجہ سے کفر کی طرف مائل ہو جانے کا خوف تھا۔

طبع کافرا: جو کہ اپنی خلقی جبلت کے اعتبار سے ہی کافر تھا، اور یہ اس حدیث "کل مولود یولد علی فطرة الاسلام یعنی ہر نیا پیدا ہونے والا بچہ فطرت اسلام پر پیدا ہوتا ہے" سے مستثنی ہے۔

فولدت نبیا: کافر بیٹے کی موت کے بعد اس کے والدین کو بیٹی عطا فرمائی گئی جو کہ ایک نبی کے نکاح میں آئی اور اُس سے بارہ یا ستر نبی پیدا ہوئے، اور حضرت خضر کا لڑکے کو قتل کرنا ان کی اپنی شریعت کے مطابق جائز تھا نہ کہ ہماری شریعت کے مطابق، اور ان کی شریعت میں بچے کو قتل کرنا کفر نہ تھا مگر یہ کہ کوئی میدان جنگ میں تلوار سے قتل کر دے، جس طرح حضرت خضر نے جان لیا اسی طرح اگر کوئی ایسا جان لے تو اس کے لیے بچے کو قتل کرنا جائز نہ ہوگا، بعض خوارج نے شبہ پیش کیا جیسا کہ ابن عیاض نے شبہ پیش کیا کہ حضرت خضر نے بچے کو کیسے قتل کر دیا جب کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کافروں کی اولاد کو قتل کرنے کے خلاف ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ روایت میں ہے کہ جب حضرت خضر نے بچے کو قتل کر دیا تو حضرت موسی علیہ السلام نے فرمایا ﴿اقتلت نفسا زکیة﴾ (الکہف: ۷۴) تو حضرت خضر غصے میں آگئے اور اس قتل شدہ بچے کا ایک شانہ کاٹ کر اس کا گوشت دکھایا جس پر لکھا ہوا تھا کہ یہ کافر ہے کبھی ایمان نہ لائے گا، المختصر۔

مال مدفون من ذهب وفضة: کا بیان حاشیہ نمبر۴ میں دیکھ لیں۔ **ای ایناس رشدهما**: یعنی بڑے ہو کر دونوں لڑکے قوت وکمال کو

پہنچے۔بل بامر الهام من الله:الہام کا نام لیا، وحی نہ کہا اس لیے کہ وحی کے لیے نبوت کا پایا جانا ضروری ہے۔

فاراد ربک:جب حضرت خضر نے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جدائی کا ارادہ کیا تو ان سے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ مجھے کچھ نصیحتیں فرمائیں تو حضرت خضر نے جواباً ارشاد فرمایا: ''مسکرانے والے ہنسنے والے نہیں، خواہشات کے پیچھے نہ پڑو، بغیر حاجت کے کسی جگہ کا سفر اختیار نہ کرو، خطا کاروں کی خطاؤں کے پیچھے نہ پڑو، اے عمران کے بیٹے اپنی خطاؤں پر رونا سیکھو''۔(الصاوی، ج٤، ص٣١ وغیرہ)

رکوع نمبر:٢

﴿وَيَسْئَلُوْنَكَ ﴾اى اليهود﴿عَنْ ذِى الْقَرْنَيْنِ ط ﴾اِسمهُ اسكندرولم يكن نبيا ﴿قُلْ سَاَتْلُوْا ﴾سَاَقُصُّ﴿عَلَيْكُم مِّنْهُ ﴾مِنْ حالِهٖ﴿ذِكْرًا (٨٣)﴾خبرَ﴿اِنَّا مَكَّنَّا لَهٗ فِى الْاَرْضِ ﴾بِتَسْهِيْلِ السَّيْرِ فِيهَا﴿وَ آتَيْنٰهُ مِنْ كُلِّ شَىْءٍ ﴾يَحْتَاجُ اِلَيْهِ﴿سَبَبًا (٨٤)﴾طريقًا يُوصِلُ اِلٰى مُرادِهٖ﴿فَاَتْبَعَ سَبَبًا (٨٥)﴾سَلَكَ طريقًا نَحْوَ المَغْرِبِ ﴿حَتّٰى اِذَا بَلَغَ مَغْرِبَ الشَّمْسِ ﴾مَوْضِعَ غُرُوبِهَا﴿وَجَدَهَا تَغْرُبُ فِىْ عَيْنٍ حَمِئَةٍ ﴾ذَاتَ حَمَاةٍ وهِىَ الطِّيْنُ الْاَسْوَدُ وَغُروبِهَا فِى الْعَيْنِ فِى رَاىِ العين والّا فَهِىَ اَعظَمُ مِنَ الدنيا﴿وَّوَجَدَ عِنْدَهَا ﴾اى العَيْنِ﴿قَوْمًا ط ﴾ كَافِرِينَ﴿قُلْنَا يٰذَا الْقَرْنَيْنِ ﴾بِالْهَامِ﴿اِمَّآ اَنْ تُعَذِّبَ ﴾الْقَوْمَ بِالْقَتْلِ﴿وَاِمَّآ اَنْ تَتَّخِذَ فِيْهِمْ حُسْنًا (٨٦)﴾بِالْاَسْرِ﴿قَالَ اَمَّا مَنْ ظَلَمَ ﴾بِالشِّرْكِ﴿فَسَوْفَ نُعَذِّبُهٗ ﴾نَقْتُلُهٗ﴿ثُمَّ يُرَدُّ اِلٰى رَبِّهٖ فَيُعَذِّبُهٗ عَذَابًا نُّكْرًا (٨٧)﴾بِسُكُونِ الكَافِ وَضَمِّهَا شَدِيْدًا فِى النَّارِ﴿وَاَمَّا مَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهٗ جَزَآءَنِ الْحُسْنٰى ج ﴾اَى الجَنَّةُ وَالْاِضَافَةُ لِلْبَيَانِ وَفِى قِرَائَةٍ بِنَصَبِ جَزَاءً وَتَنْوِيْنِهٖ قَالَ الفَرَّاءُ نَصَبُهٗ على التَّفْسِيرِ اى لجهَةِ النِّسْبَةِ﴿وَسَنَقُوْلُ لَهٗ مِنْ اَمْرِنَا يُسْرًا (٨٨)﴾اَى نَامُرُهٗ بِمَا يَسْهَلُ عليهِ ﴿ثُمَّ اَتْبَعَ سَبَبًا (٨٩)﴾نَحوَ المَشْرِقِ﴿ حَتّٰى اِذَا بَلَغَ مَطْلِعَ الشَّمْسِ ﴾موضِعَ طُلُوعِهَا﴿وَجَدَهَا تَطْلُعُ عَلٰى قَوْمٍ ﴾هُمُ الزَّنْجُ ﴿لَّمْ نَجْعَلْ لَّهُمْ مِّنْ دُوْنِهَا ﴾اَى الشَّمْسِ﴿سِتْرًا (٩٠)﴾مِنْ لِبَاسٍ وَلَا سَقْفٍ لِاَنَّ اَرضَهُمْ لَا تَحْمِلُ بِنَاءً وَلَهُمْ سُرُوبٌ يَغِيْبُوْنَ فِيْهَا عِنْدَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَيَظْهَرونَ عِندَ اِرْتِفَاعِهَا﴿كَذٰلِكَ ط ﴾اَىِ الْاَمرِ كَمَا قُلْنَا﴿وَقَدْ اَحَطْنَا بِمَا لَدَيْهِ ﴾اَى عِندَ ذِى الْقَرنِين مِنَ الْاٰلاتِ وَالْجُندِ وَغَيرُهُما﴿خُبْرًا (٩١)﴾عِلمًا﴿ثُمَّ اَتْبَعَ سَبَبًا (٩٢)حَتّٰى اِذَا بَلَغَ بَيْنَ السَّدَّيْنِ ﴾بِفَتحِ السِّينِ وضَمِّهَا هُنَا وَبَعدَهُما جَبَلَانِ بِمُنْقَطِعِ بِلَادِ التُّرْكِ سَدَّ الاَسْكَندرُ ما بَيْنَهُما كَما سيَاتِى﴿وَجَدَ مِنْ دُوْنِهِمَا ﴾اَى اَمَامَهُما﴿قَوْمًا لا لَّا يَكَادُوْنَ يَفْقَهُوْنَ قَوْلًا (٩٣)﴾اَى لَا يَفْهَمُونَهٗ اِلَّا بَعدَ بُطوءٍ وَفِى قِرائَةٍ بِضَمِّ اليَاءِ وَكَسرِ القَافِ﴿قَالُوْا يٰذَا الْقَرْنَيْنِ اِنَّ يَاْجُوْجَ وَمَاْجُوْجَ ﴾بِالْهَمْزَةِ وَتَرْكِهَا اِسْمَانِ اَعْجَمِيَانِ لِقَبِيلَتَينِ فَلَمْ يَنْصَرِفَا﴿مُفْسِدُوْنَ فِى الْاَرْضِ ﴾بِالنَّهْبِ وَالبَغْيِ عندَ خُرُوجِهِمْ اِلَيْنَا﴿فَهَلْ نَجْعَلُ لَكَ خَرْجًا ﴾جُعْلًا مِنَ المَالِ وَفِى قِرائَةٍ خِراجًا﴿عَلٰٓى اَنْ تَجْعَلَ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمْ سَدًّا (٩٤)﴾حَاجِزًا فَلا يَصِلُونَ اِلَينَا﴿قَالَ مَا مَكَّنِّىْ ﴾وَفِى قِرائَةٍ بِالنُّونَينِ مِن غَيرِ اِدغَامٍ﴿فِيْهِ رَبِّىْ ﴾مِنَ المَالِ وَغَيرِهٖ﴿خَيْرٌ ﴾مِنْ خَرجِكُمُ الَّذِىْ تَجْعَلُونَهٗ لِى فَلَا حَاجَةَ لِى اِلَيهِ وَاجْعَلُ لَكُمُ السَّدَّ تَبَرُّعًا﴿فَاَعِيْنُوْنِىْ بِقُوَّةٍ ﴾لِمَا اَطْلُبُهٗ

مِنْكُمْ﴿اَجْعَلْ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ رَدْمًا (۹۵)﴾حَاجِزًا حَصِينًا ﴿اٰتُوْنِىْ زُبَرَ الْحَدِيْدِ ؕ ﴾قِطَعَةً على قَدْرِ الْحِجَارَةِ الَّتِى يُبْنَى بِهَا فَبَنَى بِهَا وَجَعلَ بينَهَا الحَطَبَ والفَحْمَ﴿حَتّٰى اِذَا سَاوٰى بَيْنَ الصَّدَفَيْنِ ﴾بِضَمِّ الحَرفَينِ وَفَتحِهِمَا وضَمِّ الاولِ وسُكونِ الثّانِى اى جَانِبِى الجَبَلينِ بِالبِنَاءِ وَوَضعِ المَنافِخِ وَالنّارَ حولَ ذَالكَ﴿قَالَ انْفُخُوْا ؕ ﴾فَنَفَخُوا﴿حَتّٰى اِذَا جَعَلَهٗ ﴾اى الحَدِيدَ﴿نَارًا ۙ ﴾اى كَالنَّارِ﴿قَالَ اٰتُوْنِىْۤ اُفْرِغْ عَلَيْهِ قِطْرًا (۹٦)﴾هُوَ النُّحَاسُ المُذَابُ تَنَازَعَ فِيهِ الفِعْلَانِ وَحُذِفَ مِنَ الاوَّلِ لِاَعْمَالِ الثَّانِى فَاَفْرَغَ النُّحَاسَ المُذَابُ على الحَدِيدِ المُحمٰى فَدَخَلَ بَينَ زُبُرِهِ فَصَارَا شَيئًا وَاحِدًا﴿فَمَا اسْطَاعُوْۤا ﴾اى يَاجُوجَ وَمَاجُوجَ﴿اَنْ يَّظْهَرُوْهُ ﴾يَعلُوا ظَهرهِ لِاِرتِفَاعِهِ وَمَلاسَتِهِ﴿وَمَا اسْتَطَاعُوْا لَهٗ نَقْبًا (۹۷)﴾خَرقًا لِصَلابَتِهِ وَسُمْكِهِ ﴿قَالَ ﴾ذُوالقَرنَينِ﴿هٰذَا﴾اى السُّد اى الاِقْدَارُ عليهِ ﴿ رَحْمَةٌ مِّنْ رَّبِّىْ ۚ ﴾نِعمَةٌ لِاَنَّهُ مَانِعٌ مِنْ خُروجِهِمْ﴿فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ رَبِّىْ ﴾بِخُروجِهِمُ القَرِيبَ مِنَ البَعْثِ﴿جَعَلَهٗ دَكَّآءَ ۚ ﴾مَدْكُوكًا مَبْسُوطًا﴿وَكَانَ وَعْدُ رَبِّىْ ﴾بِخُروجِهِمْ وَغَيرِهِمْ ﴿حَقًّا (۹۸)﴾ كَائِنًا﴿وَتَرَكْنَا بَعْضَهُمْ يَوْمَئِذٍ ﴾يَومَ خُروجِهِمْ﴿يَّمُوْجُ فِىْ بَعْضٍ ﴾يَختَلِطُ بِهٖ بِكَثْرَتِهِمْ ﴿وَّنُفِخَ فِى الصُّوْرِ ﴾اَى الْقَرنِ لِلبَعْثِ﴿فَجَمَعْنٰهُمْ ﴾اَى الخَلائِقِ فِى مكَانٍ واحِدٍ يَوم القِيٰمَةِ﴿جَمْعًا (۹۹) وَّعَرَضْنَا ﴾قَرَّبنَا﴿جَهَنَّمَ يَوْمَئِذٍ لِّلْكٰفِرِيْنَ عَرْضَا ۙ (۱۰۰) الَّذِيْنَ كَانَتْ اَعْيُنُهُمْ ﴾بَدَلٌ مِنَ الْكَافِرِينَ﴿فِىْ غِطَآءٍ عَنْ ذِكْرِىْ ﴾اَى القُرآنِ فَهُمْ عُمْىٌ لَايَهتَدُونَ بِهٖ﴿وَكَانُوْا لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ سَمْعًا (۱۰۱)﴾اَى لَايَقْدِرونَ اَنْ يَسْمَعُوا مِنَ النَّبِيِّ مَايَتْلُوا عليهِمْ بُغْضًا له فَلا يُؤمنون بِهٖ.

﴿ترجمہ﴾

اور (یہودی) تم سے ذالقرنین ......[1]...... کے بارے میں پوچھتے ہیں (ان کا نام اسکندر ہے یہ نبی نہیں تھے) تم فرماؤ میں اس کی خبر تمہیں بیان کرتا ہوں (سالوا بمعنی ساقص ہے، منه سے مرادمن حالہ ہے اور ذکرا بمعنی خبرا ہے) ہم نے اسے زمین ......[2]...... میں قابو دیا (زمین میں سفر کرنا اس کے لیے آسان فرما کر) اور (ضرورت کی) ہر چیز کا ایک سامان عطا فرمایا (ایک رستہ عطا فرمایا جو اُسے اُس کی مراد تک لے جانے والا ہوتا ہے) تو وہ ایک سامان کے پیچھے چلا (مغرب ......[3]...... کی جانب ایک رستے کو چلا) یہاں تک کہ جب سورج ڈوبنے کی جگہ پہنچا (مغرب الشمس کا معنی سورج غروب ہونے کی جگہ ہے) اسے ایک سیاہ کیچڑ کے چشمہ میں ڈوبتا پایا (حمئة بمعنی ذات حمئة ہے اس کا معنی کالی مٹی ہے اور سورج کا چشمے میں غروب ہونا یہ دیکھنے میں لگ رہا تھا ورنہ خود سورج تو دنیا سے کہیں زیادہ بڑا ہے) اور اس (چشمے) کے پاس اس نے ایک کافر قوم کو پایا ہم نے (بطور الہام ......[4]...... فرمایا) اے ذوالقرنین یا تم (اس قوم کو) عذاب دو (قتل کر کے) یا ان کے ساتھ بھلائی اختیار کرلو (ان کو قید میں لاکر) عرض کی کہ وہ جس نے ظلم (شرک) کیا اسے تو ہم عنقریب سزا دینگے ہم (اسے قتل کر دینگے) پھر وہ اپنے رب کی طرف پھیرا جائے گا وہ اسے بُری مار مارے گا (جہنم میں اسے شدید مار مارے گا، نکرا کو کاف مضمومہ اور ساکنہ دونوں کے ساتھ پڑھا گیا ہے) اور جو ایمان لایا اور نیک کام کیا تو اس کا بدلہ حُسنٰی (یعنی جنت ہے، جزاء الحسنی میں اضافت بیانیہ ہے اور ایک قرائت میں جزاء کو منصوب ومنون پڑھا گیا ہے

فراء کا قول ہے کہ یہ تصغیر کی بناء پر منصوب ہے خبر مقدم کی نسبت کی جہت سے ہے) اور عنقریب ہم اسے آسان کام کہیں گے (یعنی اسے اپنے کام کا حکم دینگے جو اس پر آسان ہو) پھر ایک سامان کے پیچھے چلا (مشرق......۵......کی سمت) یہاں تک کہ جب سورج نکلنے کی جگہ پہنچا (مطلع الشمس کا معنی سورج طلوع ہونے کی جگہ ہے) ایسی قوم پر نکلتے پایا جس کے لیے ہم نے اس سے (یعنی سورج) کوئی آڑ نہ رکھی (لباس......۶......اور نہ ہی چھت کیونکہ ان کی رہائشی زمین عمارت بنائے جانے کی متحمل نہ تھی ان کے لیے غار تھے سورج طلوع ہوتے وقت وہ ان میں چھپ جایا کرتے اور سورج بلند ہوتے وقت ظاہر ہو جایا کرتے) اور یونہی ہے (یعنی معاملہ یونہی ہے جیسا کہ ہم نے فرمایا) اور جو کچھ (آلات اور لشکر وغیرہ) اس کے (یعنی ذالقرنین کے) پاس تھا سب کو ہمارا علم محیط ہے (خبرا بمعنی علما ہے) پھر ایک سامان کے پیچھے چلا یہاں تک کہ دو پہاڑ کے بیچ پہنچا (سدین......۷......کو سین مفتوحہ اور مضمومہ دونوں کے ساتھ یہاں اور اس کے بعد اگلے دو مقامات پر پڑھا گیا ہے، سدین کا معنی دو پہاڑ ہیں یہ پہاڑ ترک کے آخر شہر میں تھے اور دیوار اسکندر دونوں پہاڑوں کے درمیان ہے جیسا کہ اس کی وضاحت عنقریب آئے گی) ان سے ادھر (یعنی دونوں پہاڑوں کے سامنے) کچھ ایسے لوگ پائے کہ کوئی بات سمجھتے معلوم نہ ہوتے تھے (یعنی وہ بات اشاروں کی زبان میں سمجھتے تھے اور ایک قرائت میں یفقھون کو یاء مضمومہ اور قاف مکسورہ کے ساتھ پڑھا گیا ہے) انہوں نے کہا اے ذوالقرنین بیشک یاجوج ماجوج......۸......(لفظ یاجوج ماجوج کو ہمزہ کے ساتھ یعنی یاجوج ماجوج اور بغیر ہمزہ کے یاجوج ماجوج پڑھا گیا ہے، یہ دونوں عجمی اسم ہیں دو قبیلوں کے نام ہیں اور غیر منصرف ہیں) زمین میں فساد مچاتے ہیں (ہماری طرف نکل کر قتل وغارتگری اور بغاوت کر کے فساد کرتے ہیں) تو کیا ہم آپ کے لیے کچھ مال مقرر کر دیں (یعنی مال کا ایک حصہ آپ کے لیے متعین کر دیں اور ایک قرائت میں خرجا کی جگہ خراجا آیا ہے) اس پر کہ آپ ہم میں اور ان میں ایک دیوار بنادیں (ایک آڑ بنادیں کہ وہ ہم تک نہ پہنچ پائیں) کہا وہ جس پر مجھے قابو دیا (مکنی کو ایک قرائت میں بغیر ادغام کیے دونوں کے ساتھ بھی پڑھا گیا ہے) میرے رب نے (یعنی جو مال وغیرہ مجھے میرے رب نے عطا فرمایا ہے وہ) بہتر ہے (تمہارے مال سے جو تم میرے لیے مقرر کرو گے پس مجھے اس مال کی کچھ حاجت نہیں ہے میں تمہارے لیے یہ دیوار بطور احسان بنادونگا) تم میری طاقت سے مدد کرو (جب کہ میں تم سے اس کا مطالبہ کروں اس وقت) میں تم میں اور ان میں ایک مضبوط آڑ بنادوں (ردما مضبوط آڑ کو کہتے ہیں) میرے پاس لوہے کے تختے لاؤ (عمارت بنانے میں کام آنے والے پتھروں کی لمبائی چوڑائی کے مطابق لوہے کے ٹکڑے لے کر آؤ آپ نے ان لوہے کے ٹکڑوں سے دیوار بنائی اور اس کے بیچ میں ایندھن اور کوئلہ بھر دیا) یہاں تک کہ جب دیوار دونوں پہاڑوں کے کناروں سے برابر کردی (صدفین کو صاد اور دال کے فتحہ اور دونوں کے ضمہ کے ساتھ صاد مضمومہ اور دال ساکنہ کے ساتھ پڑھا گیا ہے، معنی یہ ہے کہ پہاڑوں کی دونوں جانبوں میں دیوار بنادی گئی اور دھونکیاں اور آگ اس کے گرد رکھ دی گئی) کہا دھونکو (تو انہوں نے اسے دھونکا) یہاں تک کہ جب اسے (یعنی اس لوہے کو) آگ کر دیا (یعنی آگ کی طرح کر دیا) کہا لاؤ میں اس پر پگھلا ہوا تانبہ انڈیل دوں (قطرا کا معنی ہے پگھلا ہوا تانبہ، قطرا میں تنازع فعلان ہے دوسرے فعل کو عمل دینے کی وجہ سے پہلے فعل سے ضمیر کو حذف کر دیا گیا ہے پھر آپ نے اس گرم کردہ لوہے میں وہ پگھلا ہوا تانبہ انڈیل دیا تو یوں وہ تانبہ ان لوہے کے ٹکڑوں میں داخل ہو گیا اور وہ سب ایک جسم ہو کر رہ گئے) تو وہ (یعنی یاجوج اور ماجوج) اس پر نہ چڑھ سکے (دیوار کے بلند اور چکنی ہونے کی وجہ سے وہ اس پر نہ چڑھ سکے) اور نہ اس میں سوراخ کر سکے (اس دیوار کی سختی اور موٹائی کی وجہ سے سوراخ نہیں کر سکے) کہا (ذوالقرنین نے) یہ (یعنی دیوار، اس دیوار کو بنالینا) میرے رب کی رحمت ہے (اس کی عطا کردہ نعمت ہے کیونکہ ان کے نکلنے کیلئے مانع ہے) پھر جب میرے رب کا وعدہ آئے گا (ان کو نکالنے کا، اور یہ مقام قیامت کے قریب ہوگا) اسے پاش پاش کر دے

گا(اسے ملیا میٹ کرکے زمین سے ملادیگا)اور میرے رب کا وعدہ (یاجوج ماجوج کے نکلنے اور دیگر معاملات کے بارے میں) سچا ہے (جو ہوکر رہے گا، اللہ ﷻ فرماتا ہے)اور اس دن (یعنی ان کے باہر نکلنے کے دن) ہم انہیں چھوڑ دیں گے کہ ان کا ایک گروہ دوسرے پر بصورت ریلا آئے گا(یعنی باکثرت ہونے کی وجہ سے وہ آپس میں گڈمڈ ہورہے ہونگے)اور صور......۹......(سینگ) میں پھونکا جائے گا(مُردوں کو اٹھانے کے لیے)تو ہم سب کو اکٹھا کرلائیں گے(یعنی بروز قیامت تمام مخلوق کو ایک مقام میں جمع کردینگے)اور ہم قریب کردیں گے(عرضنا بمعنی قربنا ہے)جہنم کو کافروں کے خوب قریب وہ جن کی آنکھوں پر میری یاد سے پردہ پڑا تھا(یعنی قرآن سے، وہ قرآن پاک کے سمجھنے سے اندھے تھے اور وہ اس کو سمجھ نہیں سکتے تھے)اور حق بات سن نہ سکتے تھے(یعنی نبی کریم ﷺ جو ان پر تلاوت کیا کرتے تھے وہ آپ ﷺ سے بغض رکھنے کے سبب اسے سننے کی طاقت نہیں رکھتے تھے کہ وہ اس پر ایمان لے کر آتے)۔

﴿ترکیب﴾

﴿ویسئلونک عن ذی القرنین قل ساتلوا علیکم منه ذکرا﴾.

و: مستانفہ، یسئلونک: فعل بافاعل ومفعول، عن ذی القرنین: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ، قل: قول، ساتلوا: فعل بافاعل، علیکم: ظرف لغو، منه: ظرف مستقر حال مقدم، ذکرا: ذوالحال، ملکر مفعول، ملکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿انا مکنا له فی الارض واتینه من کل شیء سببا﴾.

انا: حرف مشبہ واسم، مکناله: فعل بافاعل وظرف لغو اول، فی الارض: ظرف لغو ثانی، ملکر معطوف علیہ، و: عاطفہ، اتینه: فعل بافاعل و مفعول، من کل شیء: ظرف مستقر حال مقدم، سببا: ذوالحال، ملکر مفعول ثانی، ملکر معطوف، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿فاتبع سببا O حتی اذا بلغ مغرب الشمس وجدها تغرب فی عین حمئة ووجد عندها قوما﴾.

ف: عاطفہ، اتبع سببا: فعل بافاعل ومفعول، حتی: جار، اذا: ظرفیہ شرطیہ مفعول فیہ مقدم، بلغ مغرب الشمس: فعل بافاعل ومفعول، ملکر شرط، وجدها: فعل بافاعل، ها: ضمیر مفعول، تغرب فی عین حمئة: جملہ فعلیہ مفعول ثانی، ملکر معطوف علیہ، و: عاطفہ، وجد عندها قوما: فعل بافاعل وظرف ومفعول، ملکر معطوف، ملکر جواب شرط، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿قلنا یذاالقرنین اما ان تعذب واما ان تتخذ فیهم حسنا﴾.

قلنا: قول، یذاالقرنین: جملہ ندائیہ، اما: حرف شرط، ان تعذب: جملہ بتاول مصدر خبر محذوف "واقع" کے لیے مبتدا، ملکر شرط محذوف "مهما یکن من شیء فی الدنیا" کے لیے جزا، ملکر معطوف علیہ، و: عاطفہ، اما: شرطیہ، ان: مصدریہ، تتخذ: فعل بافاعل، فیهم: ظرف لغو، حسنا: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر بتاویل مصدر خبر محذوف "واقع" کے لیے مبتدا، ملکر شرط محذوف "مهما یکن من شیء فی الدنیا" کے لیے جزا، ملکر معطوف، ملکر مقصود بالندا، ملکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿قال اما من ظلم فسوف نعذبه ثم یرد الی ربه فیعذبه عذابا نکرا﴾.

قال: قول، اما: حرف شرط، من ظلم: موصول صلہ، ملکر مبتدا، ف: جزائیہ، سوف: حرف استقبال، نعذبه: جملہ معطوف علیہ، ثم: عاطفہ، یرد الی ربه: جملہ فعلیہ معطوف، ف: عاطفہ، یعذبه: فعل بافاعل ومفعول، عذابا نکرا: مرکب توصیفی مفعول مطلق، ملکر معطوف ثانی، ملکر خبر، ملکر شرط محذوف "مهما یکن من شیء فی الدنیا" کے لیے جزا، ملکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿واما من آمن وعمل صالحا فله جزاء الحسنی﴾.

و: عاطفہ، اما: حرف شرط، من: موصولہ، امن: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، عمل صالحا: جملہ فعلیہ معطوف ملکر صلہ، ملکر

مبتدا، ف: جزائیہ، له :ظرف مستقر خبر مقدم، جزاء: تمیز مقدم، حسنٰی :ممیز مؤخر، ملکر شرط محذوف "مهما یکن من شیء فی الدنیا" کے لیے جزا، ملکر ماقبل " اما من ظلم" پر معطوف ہے۔

﴿و سنقول له من امرنا یسرا﴾.

و: عاطفہ، سنقول له: فعل بافاعل وظرف لغو، من امرنا: ظرف مستقر حال مقدم، یسرا: ذوالحال، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ثم اتبع سببا O حتی اذا بلغ مطلع الشمس وجدها تطلع علی قوم لم نجعل لهم من دونها سترا﴾.

ثم: عاطفہ، اتبع سببا: فعل بافاعل ومفعول، حتی: جار، اذا: ظرفیہ شرطیہ مفعول فیہ مقدم، بلغ مطلع الشمس: جملہ فعلیہ ہوکر شرط، وجدها: فعل بافاعل ومفعول، علی: جار، قوم: موصوف، لم نجعل لهم: فعل نفی بافاعل وظرف لغو، من دونها: ظرف مستقر حال مقدم، سترا: ذوالحال، ملکر مفعول، ملکر صفت، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ جواب شرط، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿کذلک و قد احطنا بما لدیه خبرا﴾.

کذلک: ظرف مستقر "الامر" مبتدا محذوف کے لیے خبر، ملکر جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، قد: تحقیقیہ، احطنا: فعل، ب: جار، ما لدیه: موصول صلہ ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، خبرا: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ثم اتبع سببا O حتی اذا بلغ بین السدین وجد من دونهما قوما لا یکادون یفقهون قولا﴾.

ثم عاطفہ، اتبع سببا: فعل بافاعل ومفعول، حتی: جار، اذا: ظرفیہ شرطیہ مفعول فیہ مقدم، بلغ بین السدین: فعل بافاعل ومفعول ملکر جملہ فعلیہ ہوکر شرط، وجد: فعل بافاعل، من دونهما: ظرف لغو، قوما: موصوف، لایکادون: فعل نفی وضمیر اسم، یفقهون قولا: جملہ فعلیہ خبر، ملکر صفت، ملکر مفعول، ملکر جواب شرط، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿قالوا یذاالقرنین ان یاجوج وماجوج مفسدون فی الارض﴾.

قالوا: قول، یذاالقرنین: جملہ ندائیہ، ان: حرف مشبہ، یاجوج وماجوج: ملکر اسم، مفسدون فی الارض: شبہ جملہ ہوکر خبر، ملکر مقصود بالندا، ملکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿فهل نجعل لک خرجا علی ان تجعل بیننا وبینهم سدا﴾.

ف: عاطفہ، هل: حرف استفهام، نجعل لک: فعل بافاعل وظرف لغو، خرجا: موصوف، علی: جار، ان: مصدریہ، تجعل: فعل بافاعل، بیننا و بینهم: ملکر ظرف، سدا: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر بتاویل مصدر مجرور، ملکر ظرف مستقر صفت، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿قال ما مکنی فیه ربی خیر﴾.

قال: قول، ما: موصولہ، مکنی فیه ربی: فعل ومفعول وظرف لغو وفاعل، ملکر جملہ ہوکر صلہ، ملکر مبتدا، خیر: خبر، ملکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿فاعینونی بقوة اجعل بینکم وبینهم ردما﴾.

ف: فصیحہ، اعینونی: فعل امر بافاعل ومفعول، بقوة: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر شرط محذوف "اذا کان الامر کذلک" کی جزا، ملکر جملہ شرطیہ، اجعل: فعل بافاعل، بینکم و بینهم: ملکر ظرف، ردما: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ جواب امر واقع ہے۔

﴿آتونی زبر الحدید حتی اذا ساوی بین الصدفین قال انفخوا حتی اذا جعله نارا قال اتونی اُفرغ علیه قطرا﴾.

اتونی زبر الحدید: فعل امر بافاعل ومفعول ومفعول ثانی، حتی: جار، اذا: ظرفیہ شرطیہ، ساوی بین الصدفین: جملہ فعلیہ ہوکر شرط، قل: قول، انفخوا: فعل امر بافاعل، حتی: جار، اذا: ظرفیہ شرطیہ مفعول فیہ مقدم، جعله نارا: فعل بافاعل ومفعول اول وثانی

،ملکر جملہ فعلیہ ہوکر شرط، قال: قول، اتونی: فعل امر بافاعل ومفعول،ملکر جملہ فعلیہ، افرغ علیہ: فعل بافاعل وظرف لغو، قطرا: مفعول،ملکر جواب امر،ملکر مقولہ،ملکر جملہ جواب شرط،ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ مقولہ،ملکر جواب شرط،ملکر مجرور،ملکر ظرف لغو،اتونی اپنے متعلقات سے ملکر جملہ قولیہ۔

﴿فما اسطاعوا ان یظھروہ وما استطاعوا لہ نقبا﴾.

ف: عاطفہ معطوف علی محذوف "یثقبوہ" ،ما اسطاعوا: فعل نفی بافاعل،ان یظھروہ: جملہ فعلیہ بتاویل مصدر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، ما استطاعوا: فعل نفی بافاعل، لہ نقبا: شبہ جملہ ہوکر مفعول،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿قال ھذا رحمۃ من ربی فاذا جاء وعد ربی جعلہ دکاء﴾.

قال: قول، ھذا: مبتدا، رحمۃ: موصوف، من ربی: ظرف مستقر صفت،ملکر خبر،ملکر جملہ قولیہ، ف: مستانفہ،اذا: ظرفیہ شرطیہ مفعول فیہ مقدم، جاء: فعل، وعد ربی: فاعل ملکر جملہ ہوکر شرط، جعلہ: فعل بافاعل ومفعول، دکاء: مفعول ثانی،ملکر جواب شرط،ملکر جملہ شرطیہ مستانفہ۔

﴿وکان وعد ربی حقا○ وترکنا بعضھم یومئذ یموج فی بعض﴾.

و: عاطفہ، کان: فعل ناقص، وعد ربی: اسم، حقا: خبر، ملکر جملہ فعلیہ ،و: عاطفہ، ترکنا: فعل بافاعل، بعضھم: مفعول، یومئذ: ظرف مقدم ،یموج: فعل بافاعل، فی بعض: ظرف لغو،ملکر مفعول ثانی،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ونفخ فی الصور فجمعنھم جمعا ○ وعرضنا جھنم یومئذ للکفرین عرضا﴾.

و: عاطفہ، نفخ فی الصور: فعل مجہول بانائب الفاعل وظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ ،ف: عاطفہ، جمعنھم: فعل بافاعل و مفعول، جمعا: مفعول مطلق، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، عرضنا: فعل بافاعل، جھنم: مفعول، یومئذ: ظرف، للکفرین: ظرف لغو، عرضا: مفعول مطلق،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿الذین کانت اعینھم فی غطاء عن ذکری وکانوا لا یستطیعون سمعا﴾.

الذین: موصول، کانت: فعل ناقص،اعینھم: اسم، فی: جار، غطاء: موصوف، عن ذکری: ظرف مستقر صفت،ملکر مجرور،ملکر خبر، ملکر صلہ،ملکر ماقبل "للکفرین عرضا" میں "کفرین" کی صفت واقع ہے،و: عاطفہ، کانوا: فعل ناقص بااسم، لا یستطیعون سمعا: جملہ فعلیہ خبر،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

ذوالقرنین کے بارے میں تحقیق:

۱...... ابن عباس رضی اللہ عنہما کے قول کے مطابق نیک بادشاہ تھے، اللہ ان کے عمل سے راضی ہوا اور اپنی پاک کتاب (قرآن مجید) میں ان کی شان بیان فرمائی، اور حضرت خضر ان کے وزیر تھے اور لوگوں کے معاملات میں مشاورت کے لیے وزیر کی حیثیت سے قدم رنجہ ہوتے تھے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ نبی تھے، ایک قول رسول ہونے کے بارے میں بھی ملتا ہے۔ ارزقی وغیرہ نے لکھا ہے کہ ذوالقرنین نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دست حق پرست پر اسلام قبول کیا اور ان کے ساتھ کعبہ معظمہ کا طواف بھی کیا، ایک قول کے مطابق پیدل حج کا سفر اختیار کیا، اللہ نے بادل کو ان کا تابع بنادیا جہاں چاہتے تھے بادل ان کے ساتھ چلتا تھا۔

علامہ ابوعبداللہ مالکی قرطبی نے لکھا ہے کہ ان کو ذوالقرنین کہنے کی وجہ یہ ہے کہ ان کے بالوں کی دو مینڈھیاں تھیں۔ ایک قول یہ ہے کہ اس نے اپنے ملک میں خواب دیکھا تھا کہ اس نے سورج کے دوسینگوں پر قبضہ کرلیا ہے اس نے اس خواب کو بیان کیا تو

اس کی یہ تعبیر بیان کی گئی کہ وہ تمام دنیا کو ایک سرے سے لیکر دوسرے سرے تک فتح کرے گا اسی کی وجہ سے ان کا نام ذوالقرنین پڑ گیا۔ان کو ذوالقرنین کہنے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ ان کے سر کے دونوں جانبوں میں سینگ کے مشابہ کوئی چیز تھی۔امام ابن جریر نے لکھا کہ ذوالقرنین سے مراد سکندر رومی نہیں بلکہ سکندر رومی ابن فیلیس المقدونی ہے اس کا ظہور بعد میں ہوا ہے۔اور ذوالقرنین کے متعلق ازرقی نے لکھا اس نے حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے ساتھ کعبہ کا طواف کیا ہے۔حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کسی نے پوچھا کہ یہ نبی تھا یا ولی ؟تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ وہ نبی تھا نہ بادشاہ تھا بلکہ وہ اللہ کا ایک نیک بندہ تھا۔

ابن عساکر کے قول کے مطابق ۳۶ سال زندگی گزاری،ایک قول کے مطابق ۳۲ سال زندہ رہے،حضرت داؤد علیہ السلام کے ۷۴۰ سال کے بعد ہوئے،ان کی بادشاہی ۱۷ سال رہی۔

(البداية والنهاية،باب خبر ذى القرنين،ج ۱،الجزء الثاني،ص ۴۹۲ وغيره)(تبيان القرآن،ج۷،ص ۲۰۹)

ذوالقرنین کو زمین میں قابو دینے کا بیان:

۲......یعنی ذوالقرنین کو زمین کی بادشاہی،جاہ منصب،اور ہر وہ چیز جو بادشاہ کو دی جاتی ہے دے دی گئی۔مشرق ومغرب کی زمین میں سلطنت،آلات حرب،محلات وغیرہ،عرب وعجم میں خدمت گار پیدا کردیئے بلکہ ذوالقرنین اپنی کوشش سے مشرق ومغرب میں طلوع وغروب کے مقامات تک جا پہنچا۔ (ابن کثیر،ج۳،ص ۱۲۶)

ذوالقرنین کا جانب مغرب سفر:

۳......مغرب الشمس سے مراد قابل رہائش زمین کی انتہاء ہے جو مغرب کی جانب تھی،ابوجعفر،عامر،حمزہ،کسائی اور ابوبکر نے حمیۃ یعنی رامیۃ کے وزن پر ہمزہ کے بغیر الف کے ساتھ پڑھا ہے جس کا معنی گرم ہے،باقی قراء نے بغیر الف کے مــــلقۃ کے وزن پر مہموز پڑھا ہے۔اور یہ حمئت البئر سے مشتق ہے جب کنویں کی مٹی سیاہ ہوجائے تو حمئۃ کا معنی سیاہ کیچڑ ہے۔دونوں قراتوں کے درمیان معنوی طور پر کوئی مخالفت نہیں ہے کیونکہ ہوسکتا ہے کہ وہ چشمہ دونوں وصفوں کا حامل ہو (گرم بھی ہو،سیاہ بھی ہو)اور یہ بھی جائز ہے کہ حـامئۃ کی یاء ہمزہ سے بدل کر آئی ہو کیونکہ اس کا ماقبل کسرہ ہے۔اس صورت میں دونوں قراتیں متحد ہوجائیں گی یعنی سیاہ کیچڑ والا چشمہ مراد ہوگا۔امام بغوی فرماتے ہیں کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کعب سے پوچھا توریت میں کیا کہ سورج کہاں غروب ہوتا ہے ؟انہوں نے فرمایا: ہم توریت میں پڑھتے تھے کہ وہ پانی اور مٹی میں غروب ہوتا ہے۔امام بیضاوی فرماتے ہیں کہ شاید ذوالقرنین بحر محیط کے ساحل پر پہنچا ہو اور اسے اسی طرح نظر آیا ہو کیونکہ حد نظر تک پانی کے سوا کچھ نہیں نظر آیا ہوگا،اسی لئے اللہ نے فرمایا: ﴿وجـدهـا تغرب (الكهف:۸۶)﴾ اس نے سورج کو غروب ہوتے پایا یہ نہیں فرمایا کہ واقعی سورج غروب ہورہا تھا۔ (المظهری،ج۴،ص ۳۵۶)

الہام کی شرعی حیثیت:

۴......تعریف: دل میں بطریق فیض کسی چیز کا پیدا ہونا الہام کہلاتا ہے۔الہام اسباب علم سے نہیں بلکہ اسباب معرفت سے ہے اور جمہور کے نزدیک حجت نہیں لیکن صوفیاء اسے حجت مانتے ہیں جب کہ یہی الہام اگر رسول سے ثابت ہو تو تمام کے نزدیک حجت قرار پاتا ہے۔اہل سنت وجماعت کے سوا باقی صوفیہ و روافض کے نزدیک اس کا تعلق اسباب علم سے ہے ان کی دلیل ﴿فالهمها فجورها وتقوها (الشمس:۸)﴾ ہماری طرف سے اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں الہام بمعنی اعلام ہے یعنی کتابوں اور رسولوں کو نازل کیا گیا تاکہ (اے لوگوں تمہارے لئے رسولوں پر) معنیٰ مذکور کی وجہ تخصیص ظاہر ہوجائے۔(شرح عقائد،ص ۲۳)

ذوالقرنین کا جانب مشرق سفر:

۵......قتادہ اور حسن کا قول ہے کہ سورج اور اس قوم کے مابین کوئی آڑ نہیں تھی (اس لئے کہ یہاں نہ تو درخت تھے، نہ پہاڑ، نہ عمارتیں) یہ لوگ مکان نہیں بناتے تھے بلکہ سرنگوں میں رہتے تھے، پس جب سورج غروب ہوتا تو کسب معاش کے لیے نکلتے۔
(البغوی، ص ۵۵۸)

انسانی زندگی میں لباس کی اہمیت:

۶......امام بیضاوی نے بعض بزرگوں کے حوالے سے لکھا ہے کہ اس قوم کا لباس وحشی جانوروں کی کھالیں تھیں اور سمندر جو کچھ باہر پھینکتا ہے وہ ان کی خوراک تھی، اور عقیدہ کے اعتبار سے یہ لوگ کافر تھے۔ (المظہری، ج۴، ص ۳۵۶)۔ ہمیں یہ قول تفسیر بیضاوی میں نہ ملا، اس لیے مظہری کے حوالے پر اکتفاء کرتے ہیں۔

☆......سید عالم ﷺ کو حبرہ بہت پسند تھا، یہ ایک قسم کی دھاری دار چادر ہوتی تھی جو یمن میں بنتی تھی
(صحیح البخاری، کتاب اللباس، باب البرود والحبرة، رقم: ۵۸۱۳، ص ۱۰۲۵)

☆......حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بی بی عائشہ نے پیوند لگی ہوئی کملی اور موٹا تہبند نکالا اور کہا کہ سید عالم ﷺ کی وفات انہی کپڑوں میں ہوئی۔
(صحیح البخاری، کتاب اللباس، باب الاکسیة والخمائص، رقم: ۵۸۱۸، ص ۱۰۲۶)

اتنا لباس جس سے ستر عورت ہو جائے اور گرمی سردی کی تکلیف سے بچے فرض ہے اور اس سے زائد جس سے زینت حاصل ہو جائے اور یہ کہ جب اللہ نے دیا ہے تو اس کی نعمت کا اظہار ہو جائے مستحب ہے۔ خاص موقع پر مثلاً جمعہ یا عید کے دن عمدہ کپڑے پہننا مباح ہے، اس قسم کے کپڑے روز نہ پہنے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ اترانے لگے اور غریبوں کو جن کے پاس ایسے کپڑے نہیں ہیں نظر حقارت سے دیکھے، لہذا اس سے بچنا ہی چاہیے۔ اور تکبر کے طور پر جو لباس ہو وہ ممنوع ہے، تکبر ہے یا نہیں، اس کی شناخت یوں کرے کہ ان کپڑوں کے پہننے سے پہلے جو حالت پاتا تھا اگر پہننے کے بعد بھی وہی حالت ہے تو معلوم ہوا کہ ان کپڑوں سے تکبر پیدا نہیں ہوا اور اگر وہ حالت اب باقی نہیں رہی تو تکبر آ گیا، لہذا ایسے کپڑے سے بچے کہ تکبر بُری صفت ہے۔
((ردالمختار، کتاب الحظر والاباحة، فصل فی اللبس، ج۹، ص ۵۰۵)، (بہار شریعت مخرجہ، حصہ ۱۶، باب: لباس کا بیان، ص ۴۰۹)

سد سکندری کا بیان:

ے......بعض لوگوں کی رائے میں قرآن مجید نے ذوالقرنین کی فتوحات کے سلسلہ میں جو نشانیاں بتائی ہیں وہ اچھی خاصی حد تک سکندر یونانی کی فتوحات پر منطبق ہوتی ہیں ﴿حتی اذا بلغ مغرب الشمس (الکہف: ۸۶)﴾ تاریخ کا بھی بیان ہے کہ سکندر کی ابتدائی فوج کشی شمال و مغرب ہی کی جانب تھی۔ عین حمئة سے مراد جھیل ocbrida ہو سکتی ہے جو مناستر سے پچاس میل جانب مغرب واقع ہے۔ یہ چشمہ اپنے سیاہی مائل گدلے پانی کے لیے مشہور ہے۔ یہاں تک کہ جو دریا اس سے نکلا ہے اس کا نام بھی دریائے سیاہ black drink ہے اس سے بحر اسود بھی مراد لیا گیا ہے۔ ''مطلع الشمس'' سکندر کے بعد کی فوج مہمات مشرق کی سمت میں ہوئیں (مراد ہے کہ اس کی مملکت کی انتہائی مشرقی حد) یاجوج ماجوج غالباً منگول قبیلے تھے جو پہاڑوں کی دوسری جانب آباد تھے اور کہیں کہیں موقع پا کر یلغار کرتے ہوئے ترکوں کے درمیان گھس آتے تھے۔ دربند میں ایک آہنی دیوار سد سکندر کے نام سے مشہور چلی آتی تھی اور اس کا پھاٹک باب الحدید کہلاتا تھا۔ یہ دربند وسط ایشیا کے مشرقی علاقے میں ضلع حصار میں بخارا سے ۱۵۰ میل جنوب و مشرق میں ۳۸ درجے عرض بلد

شمالی اور ۶۷ درجے طول البلد مشرقی پر واقع ہے۔ بہر حال یہ امر ثبوت طلب ہے کہ سکندر یونانی کی فتوحات شمالی یورپی روس اور سائیریا تک ہوئی تھیں۔ الادریسی نے سد سکندری انہیں اطراف میں دکھائی ہے اور اس کا نقشہ بھی دیا ہے۔ (تبیان القرآن، ج۷، ص ۲۰۹)

یأجوج مأجوج کا بیان:

۸......تحقیق اس بارے میں مختلف اقوال ہیں ہم مختلف تفاسیر سے حاصل شدہ خلاصہ ذکر کرتے ہیں۔ نوح کی اولاد میں سے یافث بن نوح کی اولاد سے فسادی گروہ ہیں جن کی تعداد بہت زیادہ ہے، زمین میں فساد کرتے، ربیع کے زمانے میں نکلتے تھے تو کھیتیاں کھا جاتے تھے، آدمیوں، وحشی جانوروں، درندوں، سانپوں تک کو کھا جاتے۔ ایک قول یہ ملتا ہے کہ یہ کافر قوم تھی شب معراج سید عالم ﷺ نے انہیں دعوت ایمان پیش کی لیکن انہوں نے لبیک نہ کہا۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ یہ آدم علیہ السلام کی عجیب وغریب اولاد ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام کو ایک رات احتلام ہوا اور ان کا نطفہ مٹی سے مل گیا تو اللہ نے اس مٹی سے یاجوج ماجوج کو پیدا فرمایا، یہی وجہ ہے کہ یہ جہت کے اعتبار سے باپ سے متصل ہیں نہ کہ ماں سے۔ لفظ یاجوج ماجوج کو ہمزہ کے ساتھ یعنی یأجوج مأجوج اور بغیر ہمزہ کے یاجوج ماجوج پڑھا گیا ہے، یہ دونوں عجمی اسم ہیں دو قبیلوں کے نام ہیں اور غیر منصرف ہیں کیونکہ اس میں اسباب منع صرف میں سے عجمہ اور علم دونوں شامل ہیں۔ (الجمل، ج٤، ص٤٥٦)، (خزائن العرفان، حاشیہ نمبر ۱۹۹)

صور کی تحقیق:

۹......وفات عیسیٰ علیہ السلام کے ایک زمانہ کے بعد جب قیام قیامت کو صرف چالیس برس رہ جائیں گے، ایک خوشبودار ٹھنڈی ہوا چلے گی، جو لوگوں کی بغلوں کے نیچے سے گزرے گی، جس کا اثر یہ ہوگا کہ مسلمان کی روح قبض ہو جائے گی اور کافر ہی کافر رہ جائیں گے، اور انہیں پر قیامت قائم ہوگی۔ (صحیح مسلم، کتاب الفتن، باب ذکر الدجال، رقم: ۷۲۶۷/۲۹۳۷، ص ۱۴۳٦ ملخصا)

ان کافروں کے ہاں کوئی اولاد نہ ہوگی، یعنی چالیس برس سے کم عمر کا کوئی نہ ہوگا، اب انہی پر قیامت قائم ہوگی۔ حضرت اسرافیل علیہ السلام صور پھونکیں گے سب مر جائیں گے۔ آسمان، زمین، پہاڑ، یہاں تک کہ صور واسرافیل وفرشتے سب فنا ہو جائیں گے سوائے واحد حقیقی کے کوئی باقی نہ رہے گا۔ وہ فرمائے گا لمن الملک الیوم آج کے دن کس کی بادشاہی ہے؟ مگر ہے کون جو جواب دے، پھر خود ہی فرمائے گا للہ الواحد القھار یعنی صرف واحد قہار اللہ کی سلطنت ہے۔ پھر اللہ جب چاہے گا اسرافیل علیہ السلام کو زندہ کرے گا، اور صور کو پیدا کر کے دوبارہ صور پھونکنے کا حکم دے گا۔ صور پھونکتے ہی تمام اولین وآخرین ملائکہ اور انس وجن سب موجود ہو جائیں گے۔ سب سے پہلے سید عالم ﷺ کی قبر انور شق ہوگی اور وہ قبر انور سے یوں باہر تشریف لائیں گے کہ ان کے داہنے ہاتھ میں صدیق اکبر اور بائیں ہاتھ میں عمر فاروق کا ہاتھ ہوگا، پھر مکہ معظمہ اور مدینہ طیبہ کے مقابر میں جتنے مسلمان دفن ہیں سب کو اپنے ہمراہ لے کر میدان حشر میں تشریف لے جائیں گے۔

اغراض: اسمہ الاسکندر: اس کا تعلق بنی اسکندریہ سے تھا، اسی لئے اس کا نام بھی سکندر پڑ گیا۔

ولم یکن نبیا: کا بیان حاشیہ نمبر ۱ میں ہے۔ بخروجھم: یہاں یأجوج مأجوج کے قرب قیامت میں نکلنے کا بیان ہے، حاشیہ نمبر ۸ دیکھیں۔

موضع غروبھا: مراد یہ ہے کہ جب زمین میں موجود آخری عمارت کے پاس پہنچا تو بحر اوقیانوس سے جاملا جہاں سمندر کا کنارہ اور اس میں سورج ڈوبتا ہوا دکھائی دیا اور (سورج کو) اللہ عزوجل نے عین کا نام دیا ہے، کیونکہ اللہ عزوجل کے نزدیک یہ عظیم ترین (نشانی) تھی اسی لئے اسے ''العین'' کے ساتھ منسوب کیا۔

وغروبھا فی العین: کہا جاتا ہے کہ سورج چوتھے آسمان پر ہوتا ہے، اور یہ زمین سے ایک سو ساٹھ گنا بلند ہوتا ہے، اس میں سورج

کیسے غروب ہوگا؟ میں (علامہ صاوی) اس کا جواب یہ دوں گا کہ یہ وجدان مشاہدہ کے اعتبار سے ہے نہ کہ حقیقی اعتبار سے، جیسا کہ چلنے والا سورج کو سمندر میں طلوع وغروب ہوتے ہوئے دیکھتا ہے۔

کافرین: اور شہر میں بارہ ہزار دروازے تھے، اور بحر اوقیانوس کے ساحل سمندر پر موجود قوم کی غذا سمندر سے حاصل ہونے والی مچھلی اور لباس وحشی جانوروں کی کھالیں تھیں۔

ای لجھة النسبة: نسبة خبر مقدم ہے جس کا مبتدا موخر "الحسنی" ہے، تقدیر عبارت "فالحسنی کائنة له من جھة الجزاء"۔

موضع طلوعھا: یعنی وہ جگہ جہاں سے سورج اولا طلوع ہوتا ہے، ایک قول یہ کیا گیا ہے دوبارہ اس مقام پر بارہ سو سال میں پہنچتا ہے، ایک قول اس سے کم سالوں کا بھی ہے، بادلوں کو سورج کے لئے مسخر کر دیا جاتا ہے اور راستے لپیٹ دیئے جاتے ہیں۔

بالنھب والبغی: یأجوج مأجوج ربیع کے دنوں میں نکلیں گے اور زمین پر موجود مکمل سبزہ کھا جائیں گے اور خشک گھاس کو اپنے ہمراہ لے جائیں گے۔ سد الاسکندر مابینھما: کا بیان حاشیہ نمبر ۷ دیکھ لیں۔ واجعل لکم سد تبرعا: کا بیان حاشیہ نمبر ۷ میں دیکھ لیں۔

فنفخوا: یہاں ذوالقرنین کی کرامت کا بیان ہے کہ اللہ ﷻ نے آگ کی حرارت کو عمل کرنے سے روک دیا جس میں یہ لوگ دھونک رہے تھے، حالانکہ آگ کا لگ جانا اور جلا ڈالنا کچھ بھی ہونا قریب ترین عمل ہوسکتا تھا۔

ای القرن: مراد یہ اسرافیل علیہ السلام ہے۔

(الصاوی، ج ٤، ص ٣٤ وغیرہ)

رکوع نمبر: ۳

﴿اَفَحَسِبَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْٓا اَنْ یَّتَّخِذُوْا عِبَادِیْ﴾ ای مَلَائِکَتِی عِیْسٰی وَ عُزَیْرَ ﴿مِنْ دُوْنِیْٓ اَوْلِیَآءَ ط﴾ اَرْبَابًا مَفْعُولٌ ثَانٍ لِیَتَّخِذُوا وَالْمَفْعُولُ الثَّانِیْ لِحَسِبَ محذوف الْمَعْنٰی اَظَنُّوْا اَنَّ الْاِتِّخَاذَ الْمَذْکُوْرَ لَا یُغْضِبُنِیْ وَلَا اُعَاقِبُهُمْ عَلَیْهِ کَلَّا ﴿اِنَّآ اَعْتَدْنَا جَهَنَّمَ لِلْکٰفِرِیْنَ﴾ هٰؤُلَاءِ وَغَیْرِهِمْ ﴿نُزُلًا (۱۰۲)﴾ ای هِیَ مُعَدَّةٌ لَهُمْ کَالنُّزُلِ الْمُعَدِّ لِلضَّیْفِ ﴿قُلْ هَلْ نُنَبِّئُکُمْ بِالْاَخْسَرِیْنَ اَعْمَالًا (۱۰۳)﴾ تَمْیِیْزٌ طَابَقَ الْمُمَیَّزَ وَبَیَّنَهُمْ بِقَوْلِهٖ ﴿اَلَّذِیْنَ ضَلَّ سَعْیُهُمْ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا﴾ بَطَلَ عَمَلُهُمْ ﴿وَهُمْ یَحْسَبُوْنَ﴾ یَظُنُّوْنَ ﴿اَنَّهُمْ یُحْسِنُوْنَ صُنْعًا (۱۰۴)﴾ عَمَلًا یُجَازُوْنَ عَلَیْهِ ﴿اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا بِاٰیٰتِ رَبِّهِمْ﴾ بِدَلَائِلِ تَوْحِیْدِهٖ مِنَ الْقُرْاٰنِ وَغَیْرِهٖ ﴿وَلِقَآئِهٖ﴾ اَیْ بِالْبَعْثِ وَالْحِسَابِ وَالثَّوَابِ وَالْعِقَابِ ﴿فَحَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ﴾ بَطَلَتْ ﴿فَلَا نُقِیْمُ لَهُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَزْنًا (۱۰۵)﴾ اَیْ لَا نَجْعَلُ لَهُمْ قَدْرًا ﴿ذٰلِکَ﴾ اَیِ الْاَمْرُ الَّذِیْ ذُکِرَتْ مِنْ حُبُوْطِ اَعْمَالِهِمْ وَغَیْرِهٖ وَاِبْتِدَاءٌ ﴿جَزَآؤُهُمْ جَهَنَّمُ بِمَا کَفَرُوْا وَاتَّخَذُوْٓا اٰیٰتِیْ وَرُسُلِیْ هُزُوًا (۱۰۶)﴾ اَیْ مَهْزُوًّا بِهِمَا ﴿اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ کَانَتْ لَهُمْ﴾ فِیْ عِلْمِ اللّٰهِ ﴿جَنّٰتُ الْفِرْدَوْسِ﴾ هُوَ وَسَطُ الْجَنَّةِ وَاَعْلَاهَا وَالْاِضَافَةُ اِلَیْهِ لِلْبَیَانِ ﴿نُزُلًا (۱۰۷)﴾ مَنْزِلًا ﴿خٰلِدِیْنَ فِیْهَا لَا یَبْغُوْنَ﴾ یَطْلُبُوْنَ ﴿عَنْهَا حِوَلًا (۱۰۸)﴾ تَحَوُّلًا اِلٰی غَیْرِهَا ﴿قُلْ لَّوْ کَانَ الْبَحْرُ﴾ اَیْ مَاؤُهٗ ﴿مِدَادًا﴾ هُوَ مَا یُکْتَبُ بِهٖ ﴿لِّکَلِمٰتِ رَبِّیْ﴾ الدَّالَّةِ عَلٰی حِکَمِهٖ وَعَجَائِبِهٖ بِاَنْ تُکْتَبَ بِهٖ ﴿لَنَفِدَ الْبَحْرُ﴾ فِیْ کِتَابَتِهَا ﴿قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ﴾ بِالتَّاءِ وَالْیَاءِ تَفْرُغُ ﴿کَلِمٰتُ رَبِّیْ وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهٖ﴾ اَیِ الْبَحْرِ ﴿مَدَدًا (۱۰۹)﴾ زِیَادَةً فِیْهِ لَنَفِدَ وَلَمْ تَفْرُغْ هِیَ وَنَصَبُهٗ عَلَی التَّمْیِیْزِ ﴿قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ

﴿آدمی﴾ ﴿مِّثْلُكُمْ يُوْحٰى اِلَیَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ﴾ اَنَّ الْمَكْفُوْلَةُ بِمَا بَاقِيَةٌ على مَصْدَرِيَّتِهَا والمعنى يُوْحٰى اِلَیَّ وَحْدَانِيَّةُ الْاِلٰهِ ﴿فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا﴾ يَاْمُلُ ﴿لِقَآءَ رَبِّهٖ﴾ بِالْبَعْثِ والْجَزَاءِ ﴿فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ﴾ اَیْ فِيْهَا بِاَنْ يُّرَائِیْ ﴿اَحَدًا﴾ (۱۱۰).

﴿ترجمہ﴾

تو کیا یہ کافر یہ سمجھتے ہیں کہ میرے بندوں (یعنی میرے فرشتوں......۱......، حضرت عیسیٰ علیہ السلام......۲......، عزیر علیہ السلام......۳......کو)میرے سوا ولی (رب ﷻ بنا) لیں گے (اربابا ، یہ یتخذوا کا مفعول ثانی ہے اور حسب کا مفعول ثانی محذوف ہے، آیت کا معنی یہ ہے کہ کیا انہوں نے یہ گمان کرلیا کہ ان کا مذکورہ لوگوں کو رب بنالینا مجھے غضبناک نہ کرے گا اور میں اس پر انہیں سزا نہ دوں گا ہرگز نہیں) بیشک ہم نے کافروں (یعنی اِن کافروں اور ان کے ماسوا کافروں کے لیے) جہنم کی مہمانی تیار کر رکھی ہے (یعنی جہنم کو ان کے لیے تیار کر رکھا ہے جیسا کہ مہمان کے لیے کھانا تیار کیا جاتا ہے) تم فرماؤ کیا ہم تمہیں بتادیں کہ سب سے بڑھ کر ناقص عمل کن کے ہیں......۴......(اعمالا ، تمیز ہے جو ممیّز کے مطابق ہے، ان لوگوں کا بیان اللہ ﷻ نے اپنے اس قول سے فرمایا) ان کے جن کی ساری کوشش دنیا کی زندگی میں گم ہوگئی (ان کا عمل باطل ہوگیا) اور وہ اس گمان میں ہیں کہ ہم اچھا کام کررہے ہیں (جس کا بدلہ ہمیں دیا جائے گا، یحسبون بمعنی یظنون ہے اور صنعا کا معنی عمل ہے) یہ لوگ جنہوں نے اپنے رب کی آیتیں (قرآن پاک وغیرہ میں موجود اس کی توحید کے دلائل) اور اس کا ملنا (یعنی مرنے کے بعد اٹھائے جانے، حساب ہونے، ثواب وعقاب ہونے) کو نہ مانا تو ان کا کیا دھرا سب اکارت (یعنی باطل) ہے تو ہم ان کے لیے قیامت کے دن کوئی تول قائم نہ کریں گے (یعنی ہم ان کے اعمال کی کچھ قدر نہ رکھیں گے) یہ (مذکورہ معاملہ یعنی کفار کے اعمال کا برباد ہونا وغیرہ، جزائھم ......الخ سے جملہ مستانفہ شروع ہورہا ہے، یا ابتداء سے مراد یہ ہے کہ لفظ جزائھم مبتداء بن رہا ہے) ان کا بدلہ جہنم اس پر کہ انہوں نے کفر کیا اور میری آیتوں اور میرے رسولوں کی ہنسی بنائی......۵......(یعنی ان کو ہنسی مذاق کرنے کا آلہ بنایا) بیشک جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے (اللہ ﷻ کے علم میں) ان کے لیے فردوس کے باغ کی مہمانی ہے......۶......(یعنی ان کا ٹھکانہ فردوس ہے، نزلا بمعنی منزلا ہے اور فردوس درمیانی اور اعلیٰ ترین جنت کا نام ہے اور جنت الفردوس کے درمیان اضافت بیانیہ ہے) وہ ہمیشہ ان ہی میں رہیں گے ان سے جگہ بدلنا نہ چاہیں گے (یعنی ان باغوں سے کہیں اور جانا طلب نہیں کریں گے، یبغون بمعنی یطلبون ہے) تم فرمادو اگر سمندر (یعنی اس کا پانی) سیاہی ہو (مدادا اس سیاہی کو کہتے ہیں جس کے ذریعے لکھائی ہوتی ہے) میرے رب کی (ان) باتوں کے لیے (جو اس کی حکمتوں اور عجائبات پر دلالت کرتی ہیں یوں کہ ان باتوں کو سمندر کے پانی کو سیاہی کر کے لکھا جائے تو ان باتوں کو لکھنے میں) ضرور سمندر ختم ہوجائے گا قبل اس کے کہ ختم ہوں میرے رب کے کلمات (ینفد کو یاء اور تاء دونوں کے ساتھ پڑھا گیا ہے اور تنفد بمعنی تفرغ ہے) اگرچہ ہم لے آئیں اس کی (یعنی سمندر کی) مثل اور سیاہی اس کی مدد کو (مددا بمعنی زیادتی اور اضافہ ہے معنی یہ ہے کہ دوسرے سمندر کے پانی کو بھی سیاہی کردیا جائے تب بھی رب کے کلمات ختم نہ ہوں گے وہ سیاہی ختم ہوجائے گی، مددا تمیز ہونے کی بناء پر منصوب ہے) تم فرماؤ کہ میں بشر (آدمی) ہی ہوں تمہاری طرح وحی کی جاتی ہے میری طرف کہ تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے (ان کا عمل ما کافہ کی وجہ سے روک دیا گیا ہے اور ان اپنے مصدری معنی پر باقی ہے، آیت مبارکہ کا معنی یہ ہے کہ میری طرف اللہ ﷻ کی وحدانیت کی وحی کی جاتی ہے) تو جسے اپنے رب سے ملنے کی امید ہو (جو مرنے کے بعد اٹھائے جانے اور اعمال کا بدلہ دیئے جانے کی امید رکھتا ہو) اسے چاہئے کہ نیک کام

کرے اور اپنے رب کی بندگی کے ساتھ (یعنی اپنے رب ﷻ کی بندگی میں) کسی کو شریک نہ کرے (ریاکاری کرکے)۔

﴿ترکیب﴾

﴿افحسب الذین کفروا ان یتخذوا عبادی من دونی اولیاء﴾۔

همزہ: حرف استفہام، ف: عاطفہ، حسب: فعل، الـذین کفروا: فاعل، ان: مصدریہ، یتخذوا: فعل بافاعل، عبادی: مفعول اول، من دونی: ظرف مستقر حال مقدم، اولیاء: ذوالحال، ملکر مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ بتاویل مصدر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿انا اعتدنا جهنم للکفرین نزلا﴾۔

انا: حرف مشبہ واسم، اعتدنا: فعل بافاعل، جهنم: مفعول، لـلکفرین: ظرف مستقر حال مقدم، نزلا: ذوالحال ملکر "اعتدادا" مصدر محذوف کے لیے صفت، ملکر مرکب توصیفی ہوکر مفعول مطلق، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿قل هل ننبئکم بالاخسرین اعمالا ○ الـذین ضل سعیهم فی الحیوة الدنیا وهم یحسبون انهم یحسنون صنعا﴾۔

قل: قول، هل: حرف استفہامیہ، ننبئکم: فعل بافاعل ومفعول، ب: جار، الاخسرین: ممیز، اعمال: تمیز، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ، الذین: موصول، ضل: فعل، سعی: مضاف، هم: ضمیر ذوالحال، و: حالیہ، هم: مبتدا، یحسبون: فعل بافاعل، انهم: حرف مشبہ واسم، یحسنون صنعا جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ مفعول، ملکر خبر، ملکر حال، ملکر مضاف الیہ، ملکر فاعل، فی الحیوة الدنیا: ظرف لغو، ملکر صلہ، ملکر "هم" مبتدا محذوف کے لیے خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿اولئک الذین کفروا بایت ربهم ولقائه فحبطت اعمالهم فلا نقیم لهم یوم القیمة وزنا﴾۔

اولئک: مبتدا، الـذین: موصول، کـفروا: فعل بافاعل، ب: جار، آیـت ربهـم ولـقائـه: ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، ف: عاطفہ، حبطت اعمالهم: جملہ فعلیہ معطوف اول، ف: عاطفہ، لانـقیـم لهم: فعل نفی بافاعل وظرف لغو، یوم القیمة: ظرف، وزنا: مفعول، ملکر معطوف ثانی، ملکر صلہ، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ذلک جزاؤهم جهنم بما کفروا واتخذوا ایتی ورسلی هزوا﴾۔

ذلک: مبتدا، جـزاء هـم: مبتدا ثانی، جهـنـم: خبر، ملکر پھر خبر، ب: جار، مـا: مصدریہ، کـفـروا: فعل بافاعل، ملکر معطوف علیہ، و: عاطفہ، اتخذوا: فعل بافاعل، ایتی ورسلی ملکر مفعول اول، هزوا: مفعول ثانی، ملکر معطوف، ملکر "ما" مصدریہ سے ملکر مجرور، ملکر ظرف مستقر ہوکر خبر ثانی، مبتدا اپنی دونوں خبر سے ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ان الذین امنوا وعملوا الصلحت کانت لهم جنت الفردوس نزلا ○ خلدین فیها لا یبغون عنها حولا﴾۔

ان: حرف مشبہ، الذین: موصول، امنوا: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، عملوا الصلحت: جملہ فعلیہ معطوف، ملکر صلہ، ملکر اسم، کانت: فعل ناقص، لام: جار، هم: ضمیر ذوالحال، خلدین فیها: شبہ جملہ حال اول، لا یبغون عنها حولا: جملہ فعلیہ حال ثانی، ملکر مجرور، ملکر حال مقدم، نزلا: ذوالحال، ملکر خبر، جنت الفردوس: اسم، ملکر خبر، ان اپنے اسم وخبر سے ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿قل لو کان البحر مدادا لکلمت ربی لنفد البحر قبل ان تنفد کلمت ربی﴾۔

قل: قول، لو: شرطیہ، کـان البحـر: فعل ناقص واسم، مدادا: موصوف، لـکـلـمـت ربـی: ظرف مستقر صفت، ملکر خبر، ملکر شرط، لام: تاکیدیہ، نفد البحر: فعل وفاعل، قبل: مضاف، ان: مصدریہ، تـنفد کلمت ربی: جملہ فعلیہ بتاویل مصدر مضاف الیہ، ملکر

ظرف،ملکر جواب شرط،ملکر قولہ،ملکر جملہ قولیہ۔

﴿ولو جئنا بمثله مددا﴾.

و: عاطفہ، لو: شرطیہ، جئنا: فعل بافاعل، ب: جار، مثله: ممیز، مددا: تمیز، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جواب شرط محذوف " لنفد البحر " کے لیے شرط، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿قل انما انا بشر مثلکم یوحی الی انما الهکم اله واحد ﴾.

قل: قول، انما: حرف مشبہ و ما کافہ، انا: مبتدا، بشر: موصوف، مثلکم: صفت اول، یوحی: فعل مجہول، الی: ظرف لغو، انما: حرف مشبہ و ماکافہ، الهکم: مبتدا، اله واحد: خبر، ملکر نائب الفاعل، ملکر صفت ثانی، ملکر خبر، ملکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿فمن کان یرجوا لقاء ربه فلیعمل عملا صالحا ولا یشرک بعبادة ربه احدا﴾.

ف: مستانفہ، من: شرطیہ مبتدا، کان: فعل ناقص بااسم، یرجوا لقاء ربه: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ ہوکر شرط، ف: جزائیہ، لام: لام امر، یعمل: فعل بافاعل، عملا صالحا: مفعول، ملکر معطوف علیہ، و: عاطفہ، لایشرک: فعل نفی بافاعل، بعبادة ربه: ظرف لغو، احدا: مفعول، ملکر معطوف، ملکر جزا، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿شان نزول﴾

☆......قل لو کان البحر مدادا...... ☆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہمانے فرمایا کہ یہود نے کہا اے محمد! آپ کا خیال ہے کہ ہمیں حکمت دی گئی ہے اور آپ کی کتاب میں ہے کہ جسے حکمت دی گئی اسے خیر کثیر دی گئی، پھر آپ کیسے فرماتے ہیں کہ تمہیں نہیں دیا گیا مگر تھوڑا علم، اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

فرشتوں کا بیان:

ا......لفظِ ملائکہ قرآنِ پاک میں اڑسٹھ (۶۸) بار آیا ہے جبکہ سورہ آل عمران میں سب سے زیادہ آٹھ مرتبہ آیا ہے۔فرشتوں کی حقیقت کے بارے میں علامہ ابوالفضل شہاب الدین سید محمود آلوسی بغدادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی مایۂ ناز تفسیر قرآن روح المعانی میں فرماتے ہیں: "لوگ اس بات پر تو متفق ہیں کہ فرشتے سمعاً یا عقلاً موجود ہیں لیکن ان کی حقیقت کے بارے میں ان کی آراء مختلف ہیں، اکثر مسلمانوں کا نظریہ یہ ہے کہ وہ نورانی اجسام ہیں جبکہ ایک قول کے مطابق وہ اللہ عزوجل کے اذن سے فضاء میں اڑنے والی مخلوق ہیں جو مختلف شکلیں اختیار کرنے پر بھی قادر ہے۔(۱)......نصاریٰ: کے نزدیک انسانوں کی اچھے جسموں سے جدا ہونے والی ارواح کو فرشتہ کہتے ہیں اور خبیث جسموں سے جدا ہونے والی ارواح ان کے نزدیک شیاطین ہیں۔(۲)......فلاسفہ: کہتے ہیں کہ فرشتے اپنی حقیقت میں نفوس ناطقہ کے برعکس محض جوہر ہیں اور ان میں سے بعض نے تصریح کی ہے کہ یہ عقول عشرہ اور ایسے نفوسِ فلکیہ ہیں جو فضاء میں حرکت کرتے رہتے ہیں۔(۳)......ہمارے نزدیک: فرشتوں کی دو قسمیں ہیں: (۱)......وہ جو صرف معرفتِ حق میں مستغرق ہیں اور کسی دوسری جانب مشغول ہونے سے منزہ ہیں جیسا کہ ان کے بارے میں فرمانِ باری تعالیٰ ہے: ﴿یُسَبِّحُوْنَ الَّیْلَ وَالنَّهَارَ لَا یَفْتُرُوْنَ﴾ (الانبیاء: ۲۰) ان سے مراد علیین اور ملائکہ مقربین ہیں۔(۲)......وہ جو آسمان سے لے کر زمین تک کے امور کی تدبیر پر مقرر ہیں جیسا کہ ان کے بارے میں فرمانِ باری تعالیٰ ہے: ﴿لَا یَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَآ اَمَرَهُمْ وَیَفْعَلُوْنَ مَا یُؤْمَرُوْنَ﴾ (التحریم: ۶) اور

﴿فَالْمُدَبِّرٰتِ اَمْرًا﴾(النازعات : ۵)﴾ ان میں سے کچھ زمینی ہیں تو کچھ آسمانی، ان کی صحیح تعداد اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی جانتا ہے۔
فرشتے کبھی ایسے بدنوں میں ظاہر ہوتے ہیں جنکو ہر خاص وعام دیکھ سکتا ہے دراں حالیکہ وہ اپنی صورت پر بھی قائم رہتے ہیں، چنانچہ منقول ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کی شکل میں حضور سرورِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوتے تو اسی وقت ''سدرۃ المنتھی'' پر بھی موجود ہوتے۔ فرشتوں کے بارے میں یہ تمام بحث ذکر کرنے کے بعد علامہ آلوسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ ''پس کامل ولی اللہ بھی اسی طرح بیک وقت کئی جگہ پر موجود ہو سکتے ہیں، اگرچہ یہ چیزیں بظاہر عقل سے بعید ہیں لیکن میرا اس پر ایمان ہے۔''
(روح المعانی ،الجزء الاول، ص۲۹۶)،(عطائین ،ج۱، ص ٦٤ وغیرہ)

حضرت عیسی علیہ السلام کا نسب:

۲......مریم بنت عمران بن ماثان بن العازر بن الیود بن اخنز بن صادوق بن عیازوز بن الیاقیم بن ایبود بن زریابیل بن شالتال بن یوحینا بن برشا بن امون بن میشا بن حزقا بن احاز بن موثام بن عزریا بن یورام بن یوشافاط بن ایشا بن ایا بن رحبعام بن سلمان بن داود کے بیٹے کا نام عیسی ہے، جو کہ بغیر باپ کے پیدا ہوئے۔ (البدایۃ والنھایۃ ،باب :قصۃ عیسی ابن مریم ،ج۱ ،الجزء الثانی ،ص ٤٤١)

حضرت عُزیر علیہ السلام کا نسب:

۳......مراد عزیر بن جروہ بن سورین بن عدیا بن ایوب بن درزنا بن عری بن تقی بن اسبوع بن فنحاص بن العاذر بن ھارون بن عمران ہے۔ بعض آثار کے مطابق ان کی قبر انور دمشق میں ہے، چالیس سال کی عمر میں آپ کو حکمت عطا کی گئی اور آپ کے زمانے میں توریت کا آپ سے زیادہ جاننے والا حافظ کوئی نہیں تھا۔ مشہور یہ ہے کہ حضرت عزیر علیہ السلام بنی اسرائیل کے نبیوں میں سے ایک نبی گزرے ہیں۔ ان کا دور حضرت داود علیہ السلام وسلیمان علیہ السلام اور زکریا علیہ السلام و یحیی علیہ السلام کے مابین ہے۔
(البدایۃ والنھایۃ ،باب قصۃ العزیر، ج۱، الجزء الثانی، ص ٤٢٥ وغیرہ)

ناقص عمل والے سے مراد کون ہیں؟

۴......ہمارے اسلاف نے دنیا کو میٹھا زہر قرار دیا ہے کہ انسان اس کی محبت میں نہ جانے کیا کچھ کر جاتا ہے۔ اور جتنے گھونٹ اس میٹھے زہر کے پیتا جائے اتنا ہی بربادی کی جانب بڑھتا جائے۔ یہاں تک کہ ناکامی کو کامیابی، نقصان کو نفع، ذلت کو عزت، بدنامی کو نیک نامی، زوال کو عروج، ظلمت کو نور، محرومی کو سعادت سمجھنے لگتا ہے اور اس کی عادت ہو جاتی ہے۔ اسی میٹھے زہر کا اثر ہے کہ آج اولاد کو ماں باپ کا نافرمان، بھائی کو بھائی کا دشمن بنا دیا، ظلم و بربریت اور خونریزی کی جو لہر ہمارے معاشرے میں موجود ہے سب دنیا کی محبت کی وجہ سے ہے۔ قرآن وحدیث میں جہاں کہیں دنیا کی مذمت کی گئی ہے اس سے مراد وہ دنیا ہے جو اللہ کی یاد سے غافل کردے اور جو چیز ہمیں اللہ کی یاد سے غافل نہ کرے یا اللہ کی یاد کی طرف لے جائے وہ آخرت ہے اور بڑی بابرکت ہے۔ متذکرہ آیت میں انہی لوگوں کو ناقص عمل والا کہا گیا ہے جو فقط دنیا کمائی میں لگے رہتے ہیں، حصول آخرت ان کے پیش نظر نہیں ہوتا۔

رسول کی شان میں گستاخی:

۵......نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی جناب میں گستاخی کرنے والے شخص کی توبہ مقبول ہے یا نہیں؟ اس بارے میں صاحب فتاوی بزازیہ نے نقل کیا: ہمارے نزدیک گستاخ رسول کو قتل کرنا واجب ہے اور ایسے شخص کی توبہ قبول نہیں ہے اگرچہ وہ اسلام لے آئے، آپ علیہ الرحمۃ نے اس مسئلہ کی نسبت قاضی عیاض مالکی علیہ رحمۃ اللہ القوی کی کتاب الشفاء اور ابن تیمیہ حنبلی کی کتاب الصارم المسلول

(الفتاوی بزازیہ علی ھامش الفتاوی الھندیہ، کتاب الفاظ تکون اسلاما او کفرا او خطاء الفصل الثانی فیما یکون کفرا من المسلم وما لایکون، ج٦، ص۳۲۲) کی طرف کی ہے پھر بعد میں آنے والے علماء نے انہی کی پیروی کی اور اس مسئلہ کو اپنی کتاب میں بعینہٖ اسی طرح ذکر کردیا حتی کہ خاتمۃ المحققین ابن ہمام (فتح القدیر، شرح ھدایۃ للامام ابن الھمام، کتاب السیر، باب احکام المرتدین، ص۹۱)۔ اور صاحب الدرر والغرر (درر الحکام شرح غرر الاحکام، کتاب الجھاد، ماتسقط بہ الجزیہ، باب المرتد، ج۱، ص۲۹۹و۳۰۰) نے بھی اسے یونہی ذکر کیا حالانکہ شفاء شریف اور الصارم المسلول میں مذکور مسئلہ شوافع اور حنابلہ کا مذہب ہے، امام مالک علیہ الرحمۃ سے ایک روایت مع الجزم یہ ہے کہ ایسے شخص کی توبہ ہمارے نزدیک مقبول ہے۔ ہمارے مذہب کی کتب متقدمہ میں یہی منقول ہے جیسا کہ امام ابو یوسف علیہ الرحمۃ کی کتاب الخراج میں اور امام طحاوی کی شرح مختصر اور النتف (النتف فی الفتاوی مسائل من سب رسول اللہ ﷺ فانہ مرتد، ص۴۲۴و۴۲۷ ملخصاً) وغیرہ کتب مذہب میں ہے اور تمام تعریفیں اور احسان مندیاں اللہ ﷻ کے لئے ہیں جیسا کہ میں (علامہ شامی) نے اس مسئلہ کو اپنی ایک کتاب میں خوب واضح کردیا ہے۔ اس قدر تفصیل سے یہ مسئلہ مجھ سے پہلے کسی نے بیان نہیں کیا۔ اس کتاب کا نام میں نے تنبیہ الولاۃ والحکام علی احکام شاتم خیر الانام او احد اصحابہ الکرام علیہم الصلوۃ والسلام ۔ (درس عقود رسم المفتی، ص۴۱ وغیرہ)۔

دربارہ اسلام ورفع دیگر احکام انکی (یعنی گستاخانِ رسول کی) توبہ اگر سچے دل سے ہو ضرور مقبول ہے. ہاں! اس میں اختلاف ہے کہ سلطانِ اسلام انہیں بعدِ توبہ واسلام صرف تعزیر دے، یا اب بھی سزائے موت دے وہ جو ''بزازیۃ'' اور اس کے بعد کی بہت کتبِ معتمدہ میں ہے کہ اس کی توبہ قبول نہیں اس کے یہی معنیٰ ہیں۔ (الفتاوی الرضویۃ مخرجہ، ج۱٤، ص۳۰٤)

جنت الفردوس کا بیان:

٦۔۔۔۔قرطبی کہتے ہیں کہ جنتوں کی سات قسمیں ہیں: دارالجلال، دارالسلام، دارالخلد، جنت عدن، جنت الماوی، جنت النعیم، جنت الفردوس۔ ترمذی، حاکم، بیہقی نے عبادہ بن صامت سے روایت کی ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''جنت کے سو درجات ہیں، ہر دو درجوں کے مابین آسمان وزمین کی مسافت ہے، اور جنت الفردوس سب سے بلند درجہ کی جنت ہے اور اس میں چار نہریں رواں ہیں، اس جنت کے اوپر عرش ہے، پس جب تم جنت کا سوال کرو تو جنت الفردوس کا سوال کرو''۔

(سنن الترمذی، کتاب صفۃ الجنۃ، باب صفۃ درجات الجنۃ، رقم: ۲۵۳۹، ص۷۲۹)

☆۔۔۔۔بزار نے عرباض بن ساریہ سے نقل کیا کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''جب تم جنت کا سوال کرو تو جنت الفردوس کا سوال کرو کیونکہ یہ سب سے اعلیٰ جنت ہے''۔

(البدور السافرۃ، باب: عدد الجنان، رقم: ۱۷۰۹، ص٤۹۷)

اغراض: بإبقائها على مصدريتها: یعنی ''ما'' نے ''ان'' کے عمل کو روک دیا ہے، ''ان'' کو مصدریت سے خارج نہیں کیا ہے۔

بان یرائی: اس جملے کا اضافہ اس لیے کیا کہ توحید اور عمل کی قدر ومنزلت مزید واضح ہو جائے اور اس مقام پر ایمان کامل کا بیان بھی مکمل ہو جائے، جو کہ اعلیٰ مراتب اور لقائے خاص کی منزلت تک پہنچا دے، اور مراتب کے حاصل کرنے والے تین قسموں کے ہوتے ہیں ۔ایک وہ جو کہ فانی منفعت کے حصول کے لیے عمل کرے، ادنیٰ مرتبہ ہے، دوسرا وہ جو عذاب کے خوف اور جزاء کے حصول کی غرض سے عمل کرے یہ درمیانے درجے کا مرتبہ ہے، تیسرے وہ جو اللہ ﷻ کی رضا جوئی کے حصول کے لیے عمل پیرا ہوں تو یہ اعلیٰ مرتبہ ہے۔

ای مائة: اس جملے میں اس جانب اشارہ ہے کہ یہاں مضاف حذف ہے۔ **بشر:** سے مراد ایسا آدمی ہے جو کہ نبوت کے منصب پر فائز ہو، عام آدمی مراد نہیں ہے۔

ای ملائکتی وعیسی وعزیرا: اس جملے میں کفر کی مختلف اقسام کا بیان ہے، مشرکین فرشتوں کی، نصاری حضرت عیسی علیہ السلام کی اور یہود حضرت عزیر علیہ السلام کی عبادت کرتے تھے۔ **وعزیرا:** یہ ان کا لقب تھا، نام قطفیر یا اطفیر تھا۔

کالمنزل المعد للضیف: مراد ماقبل مذکورہ اوصاف والوں کے مذاق اڑانے کا بیان ہے، ان کے عذاب دیئے جانے کو "نزلا" یعنی مہمانی سے تعبیر کیا ہے، اس لیے کہ "النزل" سے مراد وہ جگہ ہے جہاں مہمان کی مہمان داری کی جائے یا اس کی شان کے مطابق معاملہ کیا جائے۔

بطل عملهم: اس لیے کہ ثواب کمانے کی شرط اسلام کا پایا جانا ہے اور کفر کے ساتھ طاعت گزاری فائدہ نہیں دیتی۔

ای لا نجعل لهم قدرا: قدرا بمعنی منزلۃ ہے، اور یہ بات اس لیے کہی گئی ہے کہ بالتحقیق کفار کے اعمال کا وزن کیا جائے گا اور بعض نے یہ بھی کہا ہے کہ آیت مبارکہ ﴿فلا نقیم لهم یوم القیمة وزنا (الکھف: ١٠٥)﴾ کی صفت محذوف ہے، اصل عبارت "وزنا نافعا" ہے۔

فی علم الله: یعنی تخلیق سے پہلے ہی، اگر یہ کہا جائے کہ جہنم کے عذاب وسزا کا تعلق تو مستقبل میں ہوتا ہے، ماضی کے ساتھ کیوں تعبیر کیا گیا؟ میں (علامہ صاوی) اس کا جواب یہ دوں گا کہ سزا ان کے لئے پہلے ہی ثابت ہو چکی، اور اس کی دلیل ﴿ان الذین سبقت لهم منا الحسنی﴾ سے ملتی ہے۔

تحولا: یعنی جنت سے کہیں اور انتقال ممکن نہیں، اس لئے کہ جنت میں من مانی چاہت اور لذت ہے۔ (الصاوی، ج٤، ص ٣٩ وغیرہ)

ایک اہم بات

صلوا علی الحبیب: صلی اللہ علی محمد

حالتِ احرام میں شکار:

۱...... خشکی کے جانور کا شکار محرم پر حرام ہے اور تری کا جانور حلال، تاہم خشکی کا جانور وہ ہے جو پیدا بھی خشکی میں ہوا ہو اور رہتا بھی خشکی میں ہو اور تری کا جانور وہ ہے جسکی پیدائش اور رہائش دونوں تری میں ہو۔ (الھدایة، کتاب الحج، باب الجنایات، ج۲، ص ۲۹۰)

خشکی کا جانور شکار کرنا یا اسکی طرف شکار کرنے کے لئے اشارہ کرنا یا کسی بھی طریقے سے اس کی طرف دلالت کرنا، یہ سب حرام ہے اور ان تمام صورتوں میں کفارہ دینا واجب ہے چاہے اس کے کھانے میں مضطر ہو (یعنی حالت اضطرار کو پہنچا ہوا ہو) اور اس کا کفارہ اس جانور کی قیمت دینا ہے جو شکار کیا گیا ہے اور یہ قیمت وہاں کے دو صاحب عدل شخص متعین کریں گے جو وہاں پائی جائے اور اگر وہاں اس جانور کی کوئی قیمت نہ ہو تو اس سے قریب ترین علاقے میں جو قیمت پائی جائے وہ مراد ہوگی اگرچہ ایک ہی عادل قیمت متعین کردے۔ (الدر المختار، کتاب الحج، باب الجنایات، ج۳، ص ۵۹۵)

محرم کو شکار کی قیمت میں اختیار ہے اگر چاہے تو اس سے بکری وغیرہ خرید کر حرم میں ذبح کر کے فقراء کو تقسیم کردے اور چاہے تو اس قیمت کا غلہ خرید کر ہر مسکین کو نصف صاع گندم، یا ایک صاع کھجور یا جو تقسیم کردے اور اگر چاہے تو ہر صدقۂ فطر کے بدلے میں ایک ایک روزہ رکھے۔
(الھندیة، کتاب الحج، باب الجنایات، ج۱، ص ۲۷۳)

اگر کفارے کا جانور ذبح کے بعد چوری ہوگیا جبکہ جانور حرم میں ذبح ہوا تھا تو کفارہ ادا ہوگیا اور اگر ذبح حدود حرم سے باہر ہوا تھا تو کفارہ ادا نہ ہوا۔
(الھندیة، کتاب الحج، باب الجنایات، ج۱، ص ۲۷۳)

غلہ کی قیمت صدقہ کرنے کی صورت میں یہ ضروری ہے کہ ہر مسکین کو صدقہ کی مقدار میں دیا جائے اگر کم و زیادہ دیا تو ادا نہ ہوگا کم دینے کی صورت میں کل نفل صدقہ کہلائے گا اور زیادہ دینے کی صورت میں ایک صدقے سے جتنا زیادہ دیا نفل کہلائے گا لیکن یہ اس صورت میں ہے کہ ایک ہی دن میں دیا ہو اور اگر کئی دن میں دیا ہو اور ہر روز پورا صدقہ ہو تو ایک ہی مسکین کو کئی صدقہ دے سکتا ہے۔ (رد المحتار، کتاب الحج، باب الجنایات، ج۳، ص ۶۰۱)

سورة مريم مكية الا سجدتها ٥٨ فمدنية او الا فخلف من بعدهم ٥٩-٦٠

(سورہ مریم مکیہ ہے سوائے آیت سجدہ ۵۸ کے، یا سوائے "فخلف من بعدھم خلف" آیت نمبر ۵۹، ۶۰ مدنیہ ہیں)

تعارف

اس سورت میں چھ رکوع، اٹھانوے یا ننانوے آیات ہیں، کل ۸۰ ۷ کلمات ہیں۔ اس سورہ کے پہلے رکوع میں حضرت زکریا کی نیازمندانہ التجاؤں کا بیان ہے کہ جنہیں بڑھاپے کی حالت میں بیٹے کی نوید سنائی گئی۔ دوسرے رکوع میں حضرت عیسیٰ کی پیدائش کے بیان کا تذکرہ ہے کہ اللہ بغیر باپ کے انہیں پیدا کرنے پر قادر ہے جس طرح حضرت آدم کو بغیر ماں باپ کے اپنے بے مثل دست قدرت سے تخلیق فرمایا، ساتھ ہی ساتھ آپ کی والدہ ماجدہ بی بی مریم طیبہ طاہرہ عفیفہ کی عصمت پر دست درازی کرنے والوں کے سدباب کا بھی اہتمام کیا گیا ہے۔ تیسرے رکوع میں حضرت ابراہیم کے انداز دعوت کا بیان حسین پیرائے میں کر دیا گیا جب تک مبلغ اسلام حضرت ابراہیم کے اس طرز عمل کو نہیں اپنائے گا خاطر خواہ کامیابی نہیں پاسکتا۔ چوتھا رکوع مختلف حضرات انبیائے کرام کے قصے پر مشتمل ہے۔ پانچواں رکوع قیامت میں دوبارہ جی اٹھنے کا بارے میں منکرین کی غلط فہمیوں کا ازالہ کر دیا گیا ہے۔ نیز دنیا کے سازوسامان کی ناپائیداری کی طرف توجہ دلا کر انہیں باقیات صالحات کی طرف شوق انگیز انداز میں دعوت دی گئی۔ اور آخری رکوع میں ان گمراہ کن فرقوں کی حماقت کا پردہ چاک کیا گیا جو خداوند قدوس کے لئے بیٹا یا بیٹیاں مان کر خود بھی گمراہ ہوتے اور دوسروں کو بھی گمراہ کرنے کا ذریعہ بن رہے تھے اور ان کے اس فتنے کی وجہ سے معاشرے کا امن پارہ پارہ ہو رہا تھا۔

رکوع نمبر: ۴

بسم الله الرحمن الرحيم اللہ کے نام سے شروع جو بڑا مہربان رحم والا

﴿كٓهٰيٰعٓصٓ ﴿١﴾﴾ اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِمُرَادِهٖ بِذَالِكَ هٰذَا ﴿ذِكْرُ رَحْمَتِ رَبِّكَ عَبْدَهٗ﴾ مَفْعُولُ رَحْمَةِ ﴿زَكَرِيَّا ﴿٢﴾﴾ بَيَانٌ لَهٗ ﴿اِذْ﴾ مُتَعَلِّقٌ بِرَحْمَةِ ﴿نَادٰى رَبَّهٗ نِدَآءً﴾ مُشْتَمِلًا على دُعَاءٍ ﴿خَفِيًّا ﴿٣﴾﴾ سِرًّا جَوف الليلِ لِاَنَّهٗ اَسْرَعُ لِلْاِجَابَةِ ﴿قَالَ رَبِّ اِنِّيْ وَهَنَ﴾ ضَعُفَ ﴿الْعَظْمُ﴾ جَمِيعُهٗ ﴿مِنِّيْ وَاشْتَعَلَ الرَّاْسُ﴾ مِنِّي ﴿شَيْبًا﴾ تَمْيِيزٌ مُحَوَّلٌ عَنِ الفَاعِلِ اى اِنْتَشَرَ الشَّيبُ فِي شَعْرِهٖ كما يَنْتَشِرُ شُعاعَ النَّارِ فِي الحطبِ وانِّي اُرِيدُ اَن اَدعُوكَ ﴿وَلَمْ اَكُنْ بِدُعَآئِكَ﴾ اَىْ بِدُعائي اِيَّاكَ ﴿رَبِّ شَقِيًّا ﴿٤﴾﴾ اَى خَائِبًا فِيما مَضٰى فَلا تُخَيِّبُنِي فِيمَا يَاتِي ﴿وَاِنِّيْ خِفْتُ الْمَوَالِيَ﴾ اَى الَّذِيْنَ يَلُونِي فِي النَّسَبِ كَبَنِي العَمِّ ﴿مِنْ وَّرَآءِيْ﴾ اَى بَعدَ مَوتِي عَلَى الدِينِ اَن يُضِيعُوهُ كَما شَاهَدْتُهٗ فِي بَنِي اسرائيلَ مِن تَبْدِيلِ الدينِ ﴿وَكَانَتِ امْرَاَتِيْ عَاقِرًا﴾ لَا تَلِدُ ﴿فَهَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ﴾ مِنْ عِندكَ ﴿وَلِيًّا ﴿٥﴾﴾ اِبْنًا ﴿يَّرِثُنِيْ﴾ بِالْجَزْمِ جَوابُ الْاَمْرِ وَبِالرَّفْعِ صَفَةُ وليًّا ﴿وَيَرِثُ﴾ بِالوَجْهينِ ﴿مِنْ اٰلِ يَعْقُوْبَ ﳛ﴾ جَدِّىْ العِلمِ والنُبُوَّةِ ﴿وَاجْعَلْهُ رَبِّ رَضِيًّا ﴿٦﴾﴾ اى مَرْضِيًّا عِنْدَكَ قَال تَعالى فِي اِجَابَةِ طَلَبِهٖ الْاِبْنُ الحَاصِلُ بِهَا رَحْمَةٌ ﴿يٰزَكَرِيَّآ اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلٰمِ ﴿يَرِثُ كَما

سَالَتَ﴿اسْمُهٗ يَحْيٰى لا لَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ سَمِيًّا (٧)﴾اى مُسَمًّى بِيَحيى﴿قَالَ رَبِّ اَنّٰى﴾ كَيف﴿يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ وَّكَانَتِ امْرَاَتِيْ عَاقِرًا وَّقَدْ بَلَغْتُ مِنَ الْكِبَرِ عِتِيًّا (٨)﴾مِن عَتَا يَبِسَ اى نِهَايَةُ السنِّ مَائَةٌ وَّعِشْرِينَ سَنَةً وَبَلغَتْ اِمْراتِى ثَمَانِىَ وَتِسْعِينَ سَنَةً وَاصْلُ عَتِى عُتُوٌّ وَكُسِرَتِ التَّاءُ تَخْفِيفًا وَقُلِبَتِ الواوُ الاوْلى ياءً لِمُنَاسِبَةِ الكَسرَةِ والثَّانِيةُ ياءً لِتُدغَمَ فِيهَا اليَاءُ﴿قَالَ﴾الْاَمْرُ﴿كَذٰلِكَ ج﴾مِنْ خلق غُلام مِنْكُما﴿قَالَ رَبُّكَ هُوَ عَلَىَّ هَيِّنٌ﴾اى بِاَنْ اَرُدُّ عَليكَ قُوَّةَ الْجِمَاعِ وَاَفْتِق رَحِمَ امْرَاتِكَ لِلعُلوقِ﴿وَّقَدْ خَلَقْتُكَ مِنْ قَبْلُ وَلَمْ تَكُ شَيْئًا (٩)﴾قَبلَ خَلقِكَ ولِاِظْهارِ الله تعالى هٰذِهِ القُدرَةِ العَظِيمَةِ اَلْهَمَهُ السُّوالَ لِيُجابَ بِما يَدُلُّ عليها وَلَمَّا تَاقَتْ نفسَهُ الى سُرْعَةِ المُبَشِّرِ بِهِ﴿قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِّيْ اٰيَةً ط﴾اى عَلامَةً على حَمْلِ امْرَاتِى﴿قَالَ اٰيَتُكَ﴾عليهِ﴿اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ﴾اَى تُمْتَنِعَ من كَلامِهِم بِخِلافِ ذِكرِ اللهِ تعالى﴿ثَلٰثَ لَيَالٍ﴾اى بِاَيَّامِها كما فى آل عمرانَ ثَلاثَةَ ايَّامٍ﴿سَوِيًّا (١٠)﴾حالٌ من فَاعِلِ تُكَلِّمَ اى بِلا عِلَّةٍ﴿فَخَرَجَ عَلٰى قَوْمِهٖ مِنَ الْمِحْرَابِ﴾اَى المَسْجِدِ وَكانوا يَنْتَظِرونَ فَتْحَهُ لِيُصَلُّوا فيهِ بِاَمرِهِ على الْعادَةِ﴿فَاَوْحٰى﴾اَشَارَ﴿اِلَيْهِمْ اَنْ سَبِّحُوْا﴾صَلُّوا﴿بُكْرَةً وَّعَشِيًّا (١١)﴾اَوائِلَ النَّهارِ وَاَواخِرَهُ على العَادَةِ فَعلِمَ بَمَنعِهِ من كَلامِهِم حَمْلُها بِيَحيى و بَعدَ وِلادَتِهِ بَسَنَتَينِ قال تعالى له﴿يٰيَحْيٰى خُذِ الْكِتٰبَ﴾اَىِ التَّوراةَ﴿بِقُوَّةٍ ط﴾بِجدٍّ﴿وَ اٰتَيْنٰهُ الْحُكْمَ﴾النُّبُوَّةَ﴿صَبِيًّا (١٢)﴾اِبْنَ ثَلاث سِنِينَ﴿وَّحَنَانًا﴾رحْمَةً لِلناسِ﴿مِّنْ لَّدُنَّا﴾مِنْ عِندِنا﴿وَزَكٰوةً ط﴾صَدَقَةً عليهِمْ﴿وَكَانَ تَقِيًّا (١٣)﴾رُوِىَ اَنَّهُ لَمْ يَعمَل خَطِيئَةً قَطُّ ولم يَهُم بِهَا﴿وَّبَرًّا م بِوَالِدَيْهِ﴾اَى مُحسِنًا﴿وَلَمْ يَكُنْ جَبَّارًا﴾مُتَكَبِّرًا﴿عَصِيًّا (١٤)﴾عَاصِيا لِرَبِّهِ﴿وَسَلٰمٌ﴾مِّنَّا﴿عَلَيْهِ يَوْمَ وُلِدَ وَيَوْمَ يَمُوْتُ وَيَوْمَ يُبْعَثُ حَيًّا (١٥)﴾اى فِى هٰذِهِ الْاَيَّامِ المَخُوفَةِ التِى يَرٰى فِيهَا مالَمْ يَرَهُ قَبْلَهَا فَهُو آمِنٌ فِيها.

﴿ترجمہ﴾

کھیعص (حروف مقطعات ہیں، اس کی مراد اللہ ہی خوب جانتا ہے......۱......) یہ مذکور ہے تیرے رب کی اس رحمت کا جو اس نے اپنے بندے زکریا پر کی (عبدہ مفعول ہے مصدر رحمۃ کا، اور زکریا بیان ہے عبدہ کا) اس نے اپنے رب کو پکارا (وہ پکار دعا پر مشتمل تھی)......۲...... آہستہ سے (یعنی رات کے درمیانی حصہ میں پست آواز سے دعا کی کیونکہ وہ وقت جلد دعا قبول ہونے کا ہے) عرض کی اے میرے رب میری (تمام ہی) ہڈیاں کمزور ہوگئیں (وھن کے معنی کمزور ہونے کے ہیں) اور (میرے) سر سے بڑھاپے کا شعلہ چمکا (یعنی میرے بالوں میں سفیدی اس طرح پھیل گئی ہے جس طرح آگ کی شعائیں ایندھن میں پھیلی ہوتی ہیں شیبا تمیز بن رہی ہے اور اسے فاعل سے پھیر کر تمیز بنایا گیا ہے اور میں تجھ سے دعا کرنا چاہتا ہوں) اور اے میرے رب میں تجھے پکار کر کبھی نامراد نہ رہا (یعنی ماضی میں بھی میں تجھے پکار کر کبھی نامراد نہیں رہا ہوں پس تو مجھے آئندہ بھی کبھی محروم نہ کرنا) اور مجھے قرابت والوں کا ڈر ہے (اُن قرابت والوں کا جو نسب میں مجھ سے تعلق رکھتے ہیں جیسا کہ میرے چچازاد بھائی) اپنے بعد (یعنی اپنی وفات کے بعد مجھے ان

کے دین کو ضائع کردینے کا خوف ہے جیسا کہ میں نے اس عمل کا یعنی دین میں تبدیلی کرنے کا مشاہدہ قوم بنی اسرائیل میں کیا ہے) اور میری عورت بانجھ ہے (وہ بچہ جننے کے لائق نہیں تو) مجھے اپنے پاس سے ولی (بیٹا) دے (من لدنک بمعنی من عندک ہے) وہ میرا جانشین ہو......۔۳۔۔...... (یرثنی مجزوم پڑھے جانے کی صورت میں جواب امر اور مرفوع پڑھے جانے کی صورت میں ولیا کی صفت ہوگا) اور اولاد یعقوب کا وارث ہو (یعنی علم وقدرت میں میرے جدامجد یعقوب علیہ السلام کا وارث ہو، یہاں یرث میں بھی اعراب کی دونوں صورتیں تاء اور یاء کی ہیں) اور اے میرے رب اسے (اپنے نزدیک) پسندیدہ کر (رضیا بمعنی مرضیا ہے) اے زکریا! ہم تمہیں خوشی سناتے ہیں ایک لڑکے کی......۔۴۔۔...... (جو تیری چاہت کے مطابق تیرا وارث ہوگا) جن کا نام یحیی ہے اس کے پہلے ہم نے اس نام کا کوئی نہ کیا (یعنی اس سے پہلے ہم نے یحیی......۔۵۔۔...... نام کا کوئی نہ کیا) عرض کی اے میرے رب میرے لڑکا کہاں سے ہوگا (انی بمعنی کیف ہے) میری عورت تو بانجھ ہے اور میں بڑھاپے سے سوکھ جانے کی حالت کو پہنچ گیا (عتیا ہے عتا سے بمعنی سوکھ جانا، یعنی میں تو انتہائی عمر کو پہنچ چکا میری عمر ایک سو بیس سال ہے اور میری بیوی کی عمر اٹھانوے سال کو پہنچ چکی ہے، عتی کی اصل عتو تھی تاء کو تخفیفا کسرہ دے دیا گیا اور پہلی واؤ کو کسرہ کی مناسبت کے سبب یاء سے بدل دیا اور دوسری یاء کا اس یاء میں ادغام کردیا گیا تو عتیا ہوگیا) فرمایا (معاملہ) ایسا ہی ہے (کہ وہ لڑکا تم دونوں ہی سے پیدا کیا جائے گا) تیرے رب نے فرمایا وہ مجھے آسان ہے (یعنی مجھے آسان ہے کہ میں تجھے جماع کی قوت لوٹا دوں اور حمل کے استقرار کے لیے تیری بیوی کے رحم کو کھول دوں) اور میں نے تو اس سے پہلے تجھے اس وقت بنایا جب تو کچھ بھی نہ تھا (یعنی تو اپنی پیدائش سے پہلے کچھ نہ تھا، اپنی اس عظیم قدرت کو ظاہر کرنے کے لیے اللہ عزوجل نے انہیں یہ سوال الہام کیا تاکہ ایسا جواب دیا جائے جو اس کی قدرت پر دلالت کرے جب آپ علیہ السلام کا نفس مبارک اس خوشخبری کے حصول کا مشتاق ہوا تو) عرض کی اے میرے رب مجھے کوئی نشانی دیدے......۔۶۔۔...... (میری بیوی کے حاملہ ہونے کی کوئی علامت دیدے) تیری نشانی (تیری بیوی کے حاملہ ہونے پر) یہ ہے کہ تو تین رات (دن) لوگوں سے کلام نہ کرے (رات بمعنی دن مراد ہونے کا بیان سورۃ ال عمران میں ہے) بھلا چنگا ہو کر (سویا کا معنی تندرست ہونا ہے یہ تکلم کے فاعل سے حال ہے) تو اپنی قوم پر محراب ......۔۷۔۔...... (یعنی مسجد) سے باہر آیا (اور وہ لوگ مسجد کھلنے کے منتظر تھے کہ آپ علیہ السلام کے حسب حکم عادت کے مطابق نماز پڑھ سکیں) تو انہیں اشارے سے کہا کہ تسبیح کرو (یعنی نماز پڑھو، اوحی کے معنی اشارہ کرنا ہے) صبح وشام (یعنی دن کی ابتدائی اور انتہائی حصوں میں اپنی عادت کے مطابق ان لوگوں سے کلام کئے جانے سے روک دیئے جانے سے آپ علیہ السلام نے اپنی بیوی صاحبہ کے حضرت یحیی علیہ السلام کے وجود سے حاملہ ہونے کا علم ہوا) اے یحیی کتاب (توریت کو) مضبوط تھام (قوۃ بمعنی جدّ ہے) اور ہم نے اسے بچپن ہی میں حکم دیا (یعنی نبوت عطا فرمائی آپ علیہ السلام کی عمر اس وقت تین سال تھی......۔۸۔۔......) اور اپنی طرف سے مہربانی (یعنی انہیں لوگوں کے لیے رحمت بنایا) اور زکوٰۃ (یعنی صدقہ کا حکم دینے والا) اور وہ کمال ڈر والا تھا (منقول ہے کہ آپ علیہ السلام سے کبھی کوئی خطا سرزد نہ ہوئی) اور اپنے ماں باپ سے اچھا سلوک کرنے والا تھا (یعنی ان سے نیکی کرنے والا تھا) جبار (متکبر) اور (اپنے رب کا) نافرمان نہ تھا اور سلامتی ہے (ہماری جانب سے) اس پر جس دن پیدا ہوا اور جس دن مرے گا اور جس دن اٹھایا جائے گا......۔۹۔۔...... (چونکہ یہ دن ایسے ہیں جن میں وہ خوفناک امور نظر آئیں گے جو پہلے نہ دیکھے ہونگے پس ان دنوں میں بھی آپ امن میں ہونگے......۔۱۰۔۔......)۔

﴿ترکیب﴾

﴿کھیعص ۝ ذکر رحمت ربک عبدہ زکریا﴾۔

کھیعص: "ھذا" مبتدا محذوف کے لیے خبر، ملکر جملہ اسمیہ، ذکر: مصدر مضاف "ھو" ضمیر راجع بسوئے اسم جلالت "اللہ"،

رحمت: مصدرمضاف، ربک: مضاف الیہ فاعل، عبدہ: مبدل منہ، زکریا: بدل، ملکرمفعول، ملکرشبہ جملہ ہوکرمضاف الیہ مفعول، ملکرمرکب اضافی ہوکر "ھذا" مبتدامحذوف کے لیےخبر، ملکرجملہ اسمیہ" ای ذکر اللہ رحمۃ عبدہ زکریا".

﴿اذ نادی ربہ نداء خفیا﴾.

اذ: مضاف، نادی ربہ: فعل بافاعل ومفعول، نداء خفیا: مرکب توصیفی مفعول مطلق، ملکرمضاف الیہ ملکرمرکب اضافی ہوکر ماقبل "زکریا" سے بدل واقع ہے۔

﴿قال رب انی وھن العظم منی واشتعل الراس شیبا ولم اکن بدعاءک رب شقیا﴾.

قال: قول، رب: جملہ ندائیہ، انی: حرف مشبہ واسم، وھن: فعل، العظم: ذوالحال، منی: ظرف مستقرحال، ملکرفاعل، ملکرمعطوف علیہ، و: عاطفہ، اشتعل: فعل، الراس: ممیز، شیبا: تمیز، ملکرفاعل، ملکرمعطوف اول، و: عاطفہ، لم اکن: فعل ناقص نفی بااسم، بدعائک: ظرف لغومقدم، شقیا: مصدربافاعل، ملکرشبہ جملہ ہوکرخبر، ملکرمقصود بالندا، رب: جملہ ندائیہ ملکرمعطوف ثانی، ملکرخبر، ملکر مقولہ، ملکرجملہ قولیہ۔

﴿وانی خفت الموالی من ورائی وکانت امراتی عاقرا﴾.

و: عاطفہ، انی: حرف مشبہ واسم، خفت: فعل بافاعل، الموالی: ذوالحال، من ورائی: ظرف مستقرحال، ملکرمفعول، ملکرخبر، ملکر جملہ اسمیہ، ماقبل "انی وھن" پرمعطوف ہے، و: عاطفہ، کانت امراتی: فعل ناقص واسم، عاقرا: خبر، ملکرجملہ فعلیہ۔

﴿فھب لی من لدنک ولیاO یرثنی ویرث من آل یعقوب﴾

ف: فصیحہ، ھب: فعل امربافاعل، لی: ظرف لغو، من لدنک: ظرف مستقرحال مقدم، ولیا: موصوف، یرثنی ویرث من آل یعقوب: ملکرصفت، ملکرذوالحال، ملکرمفعول، ملکرجملہ فعلیہ۔

﴿واجعلہ رب رضیا﴾.

و: عاطفہ، اجعلہ: فعل امربافاعل ومفعول، رضیا: مفعول ثانی، ملکرجملہ فعلیہ مقصود بالندا، ملکرجملہ ندائیہ۔

﴿یزکریا انا نبشرک بغلام اسمہ یحیی لم نجعل لہ من قبل سمیا﴾.

یزکریا: جملہ ندائیہ، انا: حرف مشبہ واسم، نبشرک: فعل بافاعل ومفعول، ب: جار، غلم: موصوف، اسمہ: مبتدا، یحیی: خبر، ملکر صفت اول، لم نجعل: فعل نفی و نحن ضمیرمستترذوالحال، من قبل: ظرف مستقرحال، ملکرفاعل، لہ: ظرف لغو، سمیا: مفعول، ملکر صفت ثانی، ملکرمجرور، ملکرظرف لغو، ملکرخبر، ملکرمقصود بالندا، ملکرجملہ ندائیہ۔

﴿قال رب انی یکون لی غلم وکانت امراتی عاقرا وقد بلغت من الکبر عتیا﴾.

قال: قول، رب: ندا، انی: اسم استفہامیہ" فی محل نصب علی الظرفیہ خبرمقدم"، یکون: فعل ناقص، لام: جار، ی: ضمیر ذوالحال، و: حالیہ، کانت امراتی عاقرا: جملہ فعلیہ حال اول، و: حالیہ، قد: تحقیقیہ، بلغت: فعل بافاعل، من الکبر: ظرف مستقرحال مقدم، عتیا: ذوالحال، ملکرمفعول، ملکرمفعول ثانی، ملکر مجرور، ملکرظرف مستقرخبرمقدم ثانی، غلم: اسم، ملکرمقصود بالندا، ملکرمقولہ، ملکرقولیہ۔

﴿قال کذلک قال ربک ھو علی ھین وقد خلقتک من قبل ولم تک شیئا﴾.

قال: قول، کذلک: ظرف مستقر "الامر" مبتدامحذوف کے لیےخبر، ملکرمقولہ، ملکرجملہ قولیہ، قال ربک: قول، ھو: مبتدا، علی: جار، ھین: ضمیرذوالحال، و: حالیہ، خلقت: فعل بافاعل، ک: ضمیرذوالحال، و: حالیہ، لم تک شیئا: جملہ فعلیہ حال، ملکر

مفعول،من قبل: ظرف لغو،ملکر حال،ملکر مجرور،ملکر ظرف لغومقدم،ھین: مصدر بافاعل،ملکر شبہ جملہ خبر،ملکر مقولہ،ملکر جملہ قولیہ۔

﴿قال رب اجعل لی آیة قال ایتک الا تکلم الناس ثلث لیال سویا﴾.

قال: قول، رب: ندا، اجعل: فعل امر بافاعل، لی: ظرف لغو،ایة: مفعول،ملکر مقصود بالندا،ملکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ، قال: قول،ایتک: مبتدا،ان: مصدریہ، لاتکلم: فعل نہی وضمیر ذوالحال، سویا: حال،ملکر فاعل،الناس: مفعول ثالث، لیال: ظرف، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر بتاویل مصدر خبر،ملکر مقولہ،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿فخرج علی قومه من المحراب فاوحی الیهم ان سبحوا بکرة وعشیا﴾.

ف: مستانفہ، خرج: فعل "ھو" ضمیر ذوالحال، علی قومه: ظرف مستقر حال،ملکر فاعل،من المحراب: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ،ف: عاطفہ، اوحی الیهم: فعل بافاعل وظرف لغو، ان: مصدریہ، سبحوا: فعل بافاعل، بکرة وعشیا: ملکر ظرف،ملکر جملہ فعلیہ بتاویل مصدر مفعول،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿یٰیحیی خذ الکتب بقوة واتینه الحکم صبیا O وحنانا من لدنا وزکوة﴾.

یٰیحیی: جملہ ندائیہ،خذ: فعل امر وضمیر ذوالحال، بقوة: ظرف مستقر حال،ملکر فاعل،الکتب: مفعول،ملکر جملہ فعلیہ مقصود بالندا،ملکر جملہ ندائیہ،و: مستانفہ، اتینه: فعل بافاعل وضمیر ذوالحال، صبیا: حال ملکر مفعول، الحکم: معطوف علیہ، و: عاطفہ، حنانا: موصوف، من لدنا: ظرف مستقر صفت، ملکر معطوف اول،و: عاطفہ، زکوة: معطوف ثانی،ملکر مفعول ثانی،ملکر جملہ فعلیہ مستانفہ۔

﴿وکان تقیا O وبرا بوالدیه ولم یکن جبارا عصیا﴾.

و: عاطفہ، کان: فعل ناقص بااسم،تقیا: معطوف علیہ، و: عاطفہ، برا بوالدیه: شبہ جملہ معطوف، ملکر خبر،ملکر جملہ فعلیہ ماقبل " اتینه" پر معطوف ہے، و: عاطفہ، لم: جازمہ نافیہ، یکن: فعل ناقص بااسم، جبارا عصیا: مرکب توصیفی خبر،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وسلم علیه یوم ولد ویوم یموت ویوم یبعث حیا﴾.

و: مستانفہ، سلم: مصدر بافاعل،یوم: مضاف، ولد: جملہ فعلیہ مضاف الیہ،ملکر معطوف علیہ، و: عاطفہ،یوم: مضاف، یموت: جملہ فعلیہ مضاف الیہ،ملکر معطوف اول،و: عاطفہ،یوم: مضاف؛ یبعث: فعل "ھو" ضمیر ذوالحال ، حیا: حال،ملکر نائب الفاعل،ملکر جملہ فعلیہ مضاف الیہ،ملکر معطوف ثانی،ملکر ظرف، مصدر "سلم" اپنے متعلقات سے ملکر شبہ جملہ ہوکر مبتدا،علیه: ظرف مستقر خبر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

حروف مقطعات کی بحث:

ا......قرآن مجید میں کل چودہ حروف مقطعات مذکور ہیں جو کہ اُنتیس سورتوں کے آغاز میں ہیں جن کے حقیقی معنی اللہ ہی جانے اوراسکے حبیب ﷺ، چھ سورتوں کے آغاز میں الم ،پانچ سورتوں کے آغاز میں الر، چھ سورتوں کے آغاز میں حم ،دوسورتوں کے آغاز میں طسم، جبکہ المص، ق، المر، کھیعص، طه، یٰس، طس، ص ،عسق اور ن ایک ایک سورت کے آغاز میں ہیں۔

اس بارے میں علامہ ناصر الدین البیضاوی علیہ الرحمۃ نے اپنی شہرۂ آفاق کتاب تفسیر بیضاوی میں کئی اقوال ذکر کیے ہیں:

(۱)......ایک قول کے مطابق "انه سر استاثر الله بعلمه ۔"یعنی یہ ایک ایسا راز ہیں جو اللہ تعالی کے علم کے ساتھ خاص ہے۔

(۲)......حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "فی کل کتاب سر و سر الله تعالی فی القران اوائل السُوَر۔"یعنی ہر کتاب میں کچھ راز ہوتے ہیں جبکہ قرآن کریم میں اللہ تعالی کے راز سورتوں کے آغاز میں مذکور حروف مقطعات ہیں۔

(٣)......حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور حضرت سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: ''الحروف المقطعة من المکتوم الذی لا یفسر یعنی حروف مقطعات ان پوشیدہ رازوں میں سے ہیں جن کی تفسیر نہیں جانی جاسکتی''۔

(٤)......حضرت سیدنا علی المرتضی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''فی کل کتاب صفوة و صفوة ھذا الکتاب حروف الھجاء یعنی ہر کتاب کے کچھ منتخبات ہوتے ہیں اور قرآنِ کریم کے منتخبات حروف مقطعات ہیں''۔

(تفسیرِ بیضاوی مع حاشیہ شیخ زادہ، ج ١، ص ١٤٣)(عطائین، ج ١، ص ٣٠ وغیرہ)

ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: کھیعص سے مراد اللہ کے مبارک نام ہیں، جس کی اللہ قسم ارشاد فرماتا ہے۔ بعض مفسرین کا قول ہے کہ قرآن کے ناموں میں سے یہ ایک نام ہے۔(جامع البیان، الجزء ١٦، ص ٥٤)۔ ابن عباس سے ایک روایت یوں بھی منقول ہے کہ کاف سے مراد کریم، ھاء سے مراد ھادی، یاء سے مراد حکیم، عین سے مراد علیم اور صاد سے مراد صادق ہے اور ایک روایت میں یوں ہے کہ کبیر ھاد امین عزیز صادق یعنی بڑا ھادی امانت والا عزت والا سچا ہے۔ (روح المعانی، الجزء: ١٦، ص ٥٠١)

دعا بمعنی ذکر خفی :

٢......متذکرہ آیت میں دعا کے معنی آہستہ سے پکارنا ہے، حضرت ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک سفر میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جا رہے تھے، لوگ بلند آواز سے اللہ اکبر، اللہ اکبر کہنے لگے تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اے لوگو! اپنے اوپر نرمی لازم کرلو، تم کسی بہرے کو پکار رہے ہو نہ غائب کو، تم سمیع اور قریب کو پکار رہے ہو اور وہ تمہارے ساتھ ہے''۔

(صحیح البخاری، کتاب الدعات، باب: قول لا حول ولا قوة، رقم: ٦٤٠٩، ص ١١١٣)

☆......حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ بہترین ذکر وہ ہے جو آہستہ ہو اور بہترین رزق وہ ہے جو بہ قدر کفایت ہو۔ (صحیح ابن حبان، رقم: ٨٠٩)

☆......حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''آہستگی کے ساتھ دعا کرنا ستر با آواز دعاؤں کے برابر ہے''۔

(الجامع الصغیر، رقم: ٤٢٠٦، کنز العمال، رقم: ٣١٩٦)

حضرات انبیاء کی وارث اولاد یا علم؟

٣......سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''نحن معاشر الانبیاء لا نورث یعنی ہم حضرات انبیاء (باعتبار تقسیم مال) وارث نہیں چھوڑتے''۔ حضرات انبیائے کرام کے نزدیک دنیا حقیر ہوتی ہے اس لیے وہ اس میں مال جمع نہیں کرتے، اور نہ ہی اس کی طرف مائل ہوتے ہیں، یہاں تک کہ ان کا اولاد کے بارے میں سوال کرنا اس لئے ہوتا ہے کہ وہ لوگوں کو (دین) پر جمع کرسکیں۔ حضرت زکریا علیہ السلام پیشے کے اعتبار سے بڑھئی تھے اور کسب حلال کے ذریعے گزارہ فرماتے تھے جس طرح حضرت داؤد علیہ السلام اپنے ہاتھ سے کمائی کرکے حلال روزی حاصل کرتے تھے، اور حضرات انبیائے کرام میں یہ بات نہیں ہوتی تھی کہ محنت و مشقت کرکے مال جمع کرکے اپنی اولاد کے لئے ذخیرہ چھوڑ جائیں جیسا کہ ماقبل ترمذی کی حدیث سے بھی واضح ہے، پس اگر اس بات کو سمجھ جائیں گے تو ان شاء اللہ مسئلہ واضح ہوجائے گا۔ (البدایة والنھایة، باب: قصة زکریا و یحیی، ج ١، الجزء الثانی، ص ٤٣١)

حضرت زکریا علیہ السلام کے لئے یحیی علیہ السلام کی بشارت :

٤......اس بارے میں اختلاف ہے کہ حضرت زکریا علیہ السلام کو اولاد کی خوشخبری دینے والا کون تھا؟ اکثر کا قول یہ ہے کہ عبداللہ

نے فرمائی تھی اوراس کی دلیل ماقبل آیات مقدسہ ﴿رب انی وھن العظم منی اے میرے رب میری ہڈی کمزور ہوگئی (مریم ۴:)﴾، ﴿رب انی یکون لی غلاما اے میرے رب مجھے بیٹا کیسے ہوگا؟ (ال عمران: ۴۰)﴾، ﴿فھب لی پس تو مجھے عطا فرما (مریم: ۵)﴾ ہے۔پس واجب ہوا کہ ماقبل خطاب اللہ سے ہے اور مابعد بھی، اور ایسا نہ مانا جائے تو فساد لازم آئے گا۔ایک قول یہ بھی ہے کہ فرشتے نے ندا فرمائی اور اس بارے میں دلیل بھی دو صورتوں میں ہوسکتی ہے ﴿فنادته الملائكة وهو قائم يصلي في المحراب ان الله يبشرک بيحيى تو فرشتوں نے اسے آواز دی اور وہ اپنی نماز کی جگہ کھڑا نماز پڑھ رہا تھا بیشک اللہ تمہیں مژدہ دیتا ہے یحیی کا (ال عمران: ۳۹)﴾، ﴿انی یکون لی غلام و کانت امرتی عاقر...... قال ربک هو علی هین اے میرے رب میرے لڑکا کہاں سے ہوگا میری عورت تو بانجھ ہے اور میں بڑھاپے سے سوکھ جانے کی حالت کو پہنچ گیا (مریم: ۸،۹)﴾۔یہ آیات اس بات پر دلیل بنتی ہیں کہ ندا کرنے والا فرشتہ ہی تھا رب نہ تھا۔ان دونوں اقوال کے جوابات یوں ہوسکتے ہیں کہ مراد اللہ اور فرشتے دونوں ہی ہیں اور اس کی دلیل ﴿قال كذلك قال ربک هو علی هین کہا ایسا ہی ہے تیرے رب نے فرمایا وہ مجھے آسان ہے (مریم: ۸،۹)﴾ میں ہی موجود ہے، یعنی ممکن ہے کہ کلام اللہ ہی کا ہے جسے لے کر جبرائیل علیہ السلام آئے۔ (الرازی، ج۷، ص ۵۱۱ وغیرہ)

حضرت یحیی علیہ السلام کا نسب:

۵...... یحیی بن زکریا بن برخیا، ایک قول کے مطابق زکریا بن دان، زکریا بن لدن بن مسلم بن خشبان بن داؤد بن سلیمان بن مسلم بن صدیقۃ بن برخیا بن بلعاطۃ بن ناحور بن شلوم بن بھناشاط بن اینامن بن رحبعام بن سلیمان بن داؤد۔(المرجع السابق)

حضرت یحیی علیہ السلام کو سید بتایا گیا ہے اور یہاں سید سے مراد مومنین کا سردار، دین، علم اور حلم کا رئیس کہا گیا۔ایک قول کے مطابق سید اسے کہتے ہیں جو ایسا نرم طبیعت ہو کہ کوئی چیز اسے غصے میں مبتلا نہ کرسکے۔ایک قول کے مطابق فقیہ عالم کو بھی سید کہتے ہیں، جبکہ ایک قول کے مطابق سید اسے کہتے ہیں جو تمام اچھی خصلتوں میں سب پر فائق ہو۔ (الخازن، ج۱، ص۲۳۹ تا ۲۴۳ ملخصاً)

آثار حمل کے انوکھے انداز:

۶...... حضرت زکریا علیہ السلام کو بشارت کی موجودگی میں یقین تو تھا ہی لیکن علم الیقین کو عین الیقین کے درجے میں لے جانے کے لیے ایسا کلام فرمایا، جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کو مرنے کے بعد دوبارہ اٹھائے جانے کا علم تھا لیکن انہوں نے خواہش ظاہر فرمائی کہ یہ معاملہ ان کی آنکھوں کے سامنے ہوجائے۔حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ حضرات انبیائے کرام کی شان یہ نہیں ہوتی بلکہ معاملہ یوں ہے کہ اولاد کا سوال حضرت زکریا علیہ السلام نے بی بی مریم کی بچپن میں کرامت دیکھ کر کیا تھا ﴿ھنالک دعا زکریا ربه وہیں پر حضرت زکریا نے اپنے رب سے دعا کی (ال عمران: ۳۸)﴾، بی بی مریم جوانی کو پہنچیں، ان کے ہاں بغیر باپ کے اولاد یعنی حضرت عیسی علیہ السلام پیدا ہوئے اور حضرت یحیی علیہ السلام عمر میں حضرت عیسی علیہ السلام سے چھ ماہ یا تین سال بڑے تھے۔جس وقت حضرت عیسی علیہ السلام پیدا ہوئے اس وقت بی بی مریم کی عمر دس یا تیرہ سال تھی۔

باوجود قدرت تین دن تک کسی سے کلام نہ کرنا حضرت زکریا علیہ السلام کی کرامت تھی، کیونکہ انہیں یہی حکم تھا کہ اس بڑھاپے میں اولاد کے ہونے کی علامت یہی ہے کہ آپ تین دن تک کسی سے کچھ کلام نہ کریں۔آیت پاک میں لیال کا ذکر ہے لیکن مراد تین دن اور رات ہیں یعنی تین راتیں مکمل سوائے اشارے کے کسی سے کلام نہ کریں۔(روح المعانی، الجزء السادس وعشر، ص ۵۱۸ وغیرہ)

محراب سے مراد مسجد یا کچھ اور:

ﷲ……محراب سے مراد مصلیٰ ہے، یا عمدہ قسم کا کمرہ ہے یا وہ جگہ جو موجودہ دور میں مسجد کے ساتھ بطور محراب ہوتی ہے۔
بکرۃ سے مراد طلوع فجر سے وقت الضحیٰ تک اور عشیا سے مراد زوال شمس سے غروب شمس تک کا وقت ہے اور یہ دونوں کلمے ترکیب میں ظرف زمان ہیں کلمہ تسبیح کے لیے۔
(روح البیان، ج۵، ص ۳۷۸)

بچپن میں نبوت عطا کرنا:

۸……امام جریر طبری کہتے ہیں کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام کو بچپن میں ہی اللہ نے کتاب (توریت) عطا فرمادی جب کہ بلوغت میں تقریباً دو سال باقی تھے یعنی عام لوگوں کے بالغ ہونے کے دو سال قبل نبوت عطا فرمادی۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ بچوں نے حضرت یحییٰ علیہ السلام کو کھیل کود کے لیے بلایا تو جواباً ارشاد فرمایا: ''میں کھیل کے لیے نہیں پیدا کیا گیا''، پھر اللہ نے فرمایا ﴿واتیناہ الحکم صبیا اور ہم نے اسے بچپن ہی میں نبوت دی(مریم:۱۲)﴾۔ (جامع البیان القرآن، الجزء ۱۶، ص ۶۶)

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''حضرت یحییٰ علیہ السلام کو اُس وقت فہم وفراست عطا کردی گئی جب کہ وہ فقط ظاہری عمر میں سات سال کے تھے''، حکمت سے مراد عقل ودانست، آداب خدمت (دین)، فراست اور نبوت ہے اور اکثر نبوت کا قول ہی کرتے ہیں، مفسرین کرام یہ بھی فرماتے ہیں کہ انہیں سات سال، تین سال، چھ سال، چالیس سال کی عمر میں نبوت سے نوازا گیا۔
(روح المعانی، الجزء السادس عشر، ص ۵۲۰)

حضرت یحییٰ علیہ السلام پر تین بار سلامتی کا نزول:

۹……امام بیضاوی فرماتے ہیں کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام پیدائش کے وقت شیطان کے اثر سے محفوظ رہے، دنیائے فانی سے گزرنے پر عذاب قبر سے محفوظ رہے، اور قیامت میں اٹھائے جانے پر قیامت کی ہولناکیوں سے محفوظ رہیں گے۔ (البیضاوی، ج۲، ص ۳۶۲)

اگرچہ تمام انبیائے کرام کے بارے میں ہمارے عقائد ایسے ہی ہیں لیکن حضرت یحییٰ علیہ السلام کے بارے میں یہ بات بطور نص قرآن خصوصیت کے ساتھ ذکر کی گئی ہے جس سے ان کی شان کا بیان معلوم ہوتا ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ جس ہستی کی پیدائش سے کئی سال پہلے اللہ نے ان کے نام کے ساتھ ان کی دنیا میں تشریف آوری کا ذکر خیر کیا اس کی نمایاں شانیں اگرچہ اور بہت سی ہوں لیکن تین خصوصیات یہ بھی ہیں جنہیں رب کریم شان سے بیان فرماتا ہے۔

میلاد کے جواز کا ثبوت:

۱۰……جس دن نبی کی ولادت ہو، جس دن اس کا وصال ہو اور جس دن وہ قیامت میں اٹھائے جائیں، وہ دن عام نہیں بلکہ خاص ہوا کرتا ہے۔ اگر خاص نہ تھا تو حضرت یحییٰ علیہ السلام کے حوالے سے خصوصیت کے ساتھ ذکر ہی نہ ہوتا۔ جب یہ مان لیا کہ حضرت یحییٰ اللہ کے برگزیدہ بندے ورسول ہیں تو یہ بھی ماننا پڑے گا، جب یحییٰ علیہ السلام کے پیدائش کے دن کو خصوصیت حاصل ہے تو سید الانبیاء کی ولادت کے دن کو خصوصیت کیوں کر حاصل نہیں ہوگی۔ ولادت کے دن پر سلامتی اللہ بھیجتا ہے ہم اور آپ نہیں، لیکن طریقہ اللہ نے سکھایا ہے کہ جس دن اللہ کا نبی پیدا ہو وہ عام نہیں خاص دن ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ ہم سید الانبیاء کی ولادت کے دن کو سلامتی والا جان کر رب کریم کا شکر ادا کرتے ہیں۔

اغراض: اللہ اعلم بمرادہ بذلک: اور یہی حق ہے، اسلاف کے اقوال کچھ اس طرح ہیں: **کھیعص** اسم اعظم کا نام ہے، یہی وجہ ہے کہ عارفین مثلاً سید دسوقی اور حسن شاذلی جنگوں میں اس کا سہارا لیا کرتے تھے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ یہ سورت کا نام ہے، یہ بھی

کہا گیا ہے کہ اس صیغے کے ذریعے اللہ عزوجل نے قسم کھائی ہے اور یہ بھی کہ اللہ عزوجل کی ثناء ہے جسے اللہ عزوجل نے اپنی ذات (کے لئے خاص) کیا ہے۔ ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے کہ اس کا معنی مخلوق کے لیے شافی وکافی ہے، عبادت گزاروں کے لیے ہدایت کا ساماں ہے، اللہ عزوجل کا بے مثل دستِ قدرت ان کے اوپر ہے، اپنی مخلوق کو جاننے والا ہے اور اپنے وعدے میں سچا ہے، پس ہر لفظ اپنے اندر اس قسم کے معنی کو لئے ہوئے ہے۔ جميعه: العظم میں الف لام استغراقی ہے۔

مشتملا علی دعاء: میں ﴿رب انی وهن العظم (مریم:۴)﴾ کی جانب اشارہ ہے۔

لانه اسرع للاجابة: رات کے وقت میں مخلوق سے چھپ کر عاجزی وانکساری سے دعا کرنے میں قبولیت کے اسباب پائے جاتے ہیں

ای بدعائی ایاک: اس جملے میں اس جانب اشارہ ہے کہ دعاء مصدر مضاف مفعول کے لیے ہے اور اس کا فاعل محذوف ہے۔

لاتلد: یعنی میری بیوی نہ تو کم عمری میں اور نہ ہی بڑھاپے میں اولاد پیدا کر سکتی ہے۔

کیف: استفہامیہ ہے، حسب عادت عمر کے اس حصے میں اولاد کے پیدا ہونے کے بارے میں نہ کہ حسب قدرت، یا اس عجیب وغریب امر پر استفہام تعجب اور سرور ہے۔ العلم والنبوة: نہ کہ مال، اس لیے کہ حضرات انبیائے کرام وراثت میں دراہم ودنانیر نہیں چھوڑتے۔

الی سرعة المبشربه: بالفعل اولاد کے حصول پر علامت کے ظاہر ہونے پر دلیل مطلوب ہے، حضرت زکریا علیہ السلام کو اللہ کی قدرت میں کچھ شک وتردد نہ تھا، بلکہ عجلت مسرت وفرحت اور شکر میں زیادتی کی وجہ سے مقصود تھی۔

ای المسجد: سے مراد نماز کی جگہ ہے۔ ابن ثلاث سنین: کا بیان حاشیہ نمبر ۹ میں ہو چکا ہے۔

اوائل النهار واواخره: مراد دونوں وقتوں کی نمازیں ہیں، نماز صبح اور نماز عصر، مطلب یہ ہے کہ اپنی عادت کے مطابق نماز ادا کرو، میرے کلام کرنے کا انتظار نہ کرو بلکہ ہر حال میں مجھے پکارتے رہو۔

صدقة علیهم: یعنی صدقہ کی توفیق عطا فرمائی، ایک قول یہ کیا گیا ہے کہ زکوۃ کی ادائیگی کرنا ہے جو مال کے میل کچیل کو دور کر دیتی ہے، اسے بھی پاک کر دیتی ہے جو اللہ عزوجل کی رضا کے لیے زکوۃ ادا کرے، یہ بھی مراد ہوسکتا ہے کہ اللہ عزوجل نے حضرت یحییٰ علیہ السلام کو ان کے والد گرامی حضرت زکریا علیہ السلام پر احسان فرماتے ہوئے تصدق فرمایا۔ (الصاوی، ج٤، ص٤٢ وغیرہ)

رکوع نمبر: ۵

﴿وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ﴾ القرآن ﴿مَرْيَمَ وقف لازم﴾ ای خبرها ﴿اِذِ﴾ حین ﴿انْتَبَذَتْ مِنْ اَهْلِهَا مَكَانًا شَرْقِيًّا (۱۶)﴾ ای اعتزلت فی مکان نحو الشرق من الدار ﴿فَاتَّخَذَتْ مِنْ دُوْنِهِمْ حِجَابًا قف﴾ فارسلت سترا تستتر به لتفلی رأسها او ثيابها او تغسل من حيضها ﴿فَاَرْسَلْنَآ اِلَيْهَا رُوْحَنَا﴾ جبرائیل ﴿فَتَمَثَّلَ لَهَا﴾ بعد لبسها ثيابها ﴿بَشَرًا سَوِيًّا (۱۷)﴾ تام الخلق ﴿قَالَتْ اِنِّيْٓ اَعُوْذُ بِالرَّحْمٰنِ مِنْكَ اِنْ كُنْتَ تَقِيًّا (۱۸)﴾ فتنتهی منی بتعوذی ﴿قَالَ اِنَّمَآ اَنَا رَسُوْلُ رَبِّكِ صلے ق لِاَهَبَ لَكِ غُلٰمًا زَكِيًّا (۱۹)﴾ بالنبوة ﴿قَالَتْ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ وَّلَمْ يَمْسَسْنِيْ بَشَرٌ﴾ بتزوج ﴿وَّلَمْ اَكُ بَغِيًّا (۲۰) الربع﴾ زانية ﴿قَالَ﴾ الامر ﴿كَذٰلِكِ ج﴾ من خلق غلام منک من غير اب ﴿قَالَ رَبُّكِ هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ ج﴾ ای بان ينفخ بامری جبرائيل فيک فتحملي به ولكون ما ذكر في معنى العلة عطف عليه ﴿وَلِنَجْعَلَهٗٓ اٰيَةً لِّلنَّاسِ﴾ على قدرتنا ﴿وَرَحْمَةً مِّنَّا ج﴾ لمن آمن

بِهٖ ﴿وَكَانَ﴾ خَلقُهٗ ﴿اَمْرًا مَّقْضِيًّا (٢١)﴾ بِهٖ فِي عِلمِي فَنَفَخَ جِبرائيلُ فِي جَيبِ دِرعِهَا فَاَحَسَّتْ بِالحَمْلِ فِي
بَطْنِهَا مُصَوَّرًا ﴿فَحَمَلَتْهُ فَانْتَبَذَتْ﴾ تَنَحَّتْ ﴿بِهٖ مَكَانًا قَصِيًّا (٢٢)﴾ بَعِيدًا مِنْ اَهْلِهَا ﴿فَاَجَآءَهَا﴾ جَاءَ
بِهَا ﴿الْمَخَاضُ﴾ وَجعُ الوِلَادَةِ ﴿اِلٰى جِذْعِ النَّخْلَةِ ج﴾ لِتَعتَمِدَ عَلَيهِ فَوَلَدَتْ وَالحَمْلُ وَالتَّصوِيرُ وَالوِلَادَةُ
فِي سَاعَةٍ ﴿قَالَتْ يٰلَيْتَنِيْ﴾ يَا لِلتَّنبِيهِ ﴿مِتُّ قَبْلَ هٰذَا﴾ الاَمرِ ﴿وَكُنْتُ نَسْيًا مَّنْسِيًّا (٢٣)﴾ شَيئًا مَترُوكًا لَا يُعرَفُ
وَلَا يُذكَرُ ﴿فَنَادٰىهَا مِنْ تَحْتِهَآ﴾ اَي جِبرائيلُ وَكَانَ اَسفَلَ مِنهَا ﴿اَلَّا تَحْزَنِيْ قَدْ جَعَلَ رَبُّكِ تَحْتَكِ
سَرِيًّا (٢٤)﴾ نَهرَ مَاءٍ كَانَ انقَطَعَ ﴿وَهُزِّيْٓ اِلَيْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ﴾ كَانَتْ يَابِسَةً وَالبَاءُ زَائِدَةٌ ﴿تُسٰقِطْ﴾ اَصلُهُ
بِتَائَينِ قُلِبَتِ الثَّانِيَةُ سِينًا وَاُدْغِمَتْ فِي السِّينِ وَفِي قِرَاءَةٍ بِتَركِهَا ﴿عَلَيْكِ رُطَبًا﴾
تَمييزٌ ﴿جَنِيًّا (٢٥)﴾ صِفَتُهٗ ﴿فَكُلِيْ﴾ مِنَ الرُّطَبِ ﴿وَاشْرَبِيْ﴾ مِنَ السَّرِيِّ ﴿وَقَرِّيْ عَيْنًا ج﴾ بِالوَلَدِ تَمييزٌ
مُحَوَّلٌ مِنَ الفَاعِلِ اَي لِتَقَرَّ عَينُكِ بِهٖ اَي تَسكُنْ فَلَا تَطمَحُ اِلٰى غَيرِهٖ ﴿فَاِمَّا﴾ فِيهِ اِدغَامُ نُونِ اِنِ الشَّرطِيَّةِ
فِي مَا المَزِيدَةِ ﴿تَرَيِنَّ﴾ حُذِفَتْ مِنهُ لَامُ الفِعلِ وَعَينُهُ وَاُلقِيَتْ حَرَكَتُهَا عَلَى الرَّاءِ وَكُسِرَتْ يَاءُ الضَّمِيرِ
لِالتِقَاءِ السَّاكِنَينِ ﴿مِنَ الْبَشَرِ اَحَدًا لا﴾ فَيَسأَلُكِ عَن وَلَدِكِ ﴿فَقُوْلِيْٓ اِنِّيْ نَذَرْتُ لِلرَّحْمٰنِ صَوْمًا﴾ اَي
اِمسَاكًا عَنِ الكَلَامِ فِي شَانِهٖ وَغَيرِهٖ مَعَ الاَنَاسِيِّ بِدَلِيلِ ﴿فَلَنْ اُكَلِّمَ الْيَوْمَ اِنْسِيًّا (٢٦)﴾ اَي بَعدَ ذٰلِكَ ﴿فَاَتَتْ
بِهٖ قَوْمَهَا تَحْمِلُهٗ ط﴾ حَالٌ فَرَاَوهُ ﴿قَالُوْا يٰمَرْيَمُ لَقَدْ جِئْتِ شَيْـًٔا فَرِيًّا (٢٧)﴾ عَظِيمًا حَيثُ اَتَيتِ بِوَلَدٍ مِن غَيرِ
اَبٍ ﴿يٰٓاُخْتَ هٰرُوْنَ﴾ هُوَ رَجُلٌ صَالِحٌ اَي يَا شَبِيهَتَهُ فِي العِفَّةِ ﴿مَا كَانَ اَبُوْكِ امْرَاَ سَوْءٍ﴾ اَي زَانِيًا ﴿وَّمَا
كَانَتْ اُمُّكِ بَغِيًّا (٢٨)﴾ زَانِيَةً فَمِنْ اَينَ لَكِ هٰذَا الوَلَدُ ﴿فَاَشَارَتْ﴾ لَهُمْ ﴿اِلَيْهِ ط﴾ اَنْ كَلِّمُوهُ ﴿قَالُوْا كَيْفَ
نُكَلِّمُ مَنْ كَانَ﴾ اَي وُجِدَ ﴿فِي الْمَهْدِ صَبِيًّا (٢٩) قَالَ اِنِّيْ عَبْدُ اللّٰهِ قف اٰتٰىنِيَ الْكِتٰبَ﴾ اَي الاِنجِيلَ ﴿وَجَعَلَنِيْ
نَبِيًّا (٣٠) وَّجَعَلَنِيْ مُبٰرَكًا اَيْنَ مَا كُنْتُ ص﴾ اَي نَفَّاعًا لِلنَّاسِ اَخبَارٌ بِمَا كُتِبَ لَهُ ﴿وَاَوْصٰنِيْ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ﴾
اَمَرَنِي بِهِمَا ﴿مَا دُمْتُ حَيًّا (٣١) وَّبَرًّا م بِوَالِدَتِيْ ز﴾ مَنصُوبٌ بِجَعَلَنِي مُقَدَّرًا ﴿وَلَمْ يَجْعَلْنِيْ جَبَّارًا﴾
مُتَعَاظِمًا ﴿شَقِيًّا (٣٢)﴾ عَاصِيًا لِرَبِّهٖ ﴿وَالسَّلٰمُ﴾ مِنَ اللّٰهِ ﴿عَلَيَّ يَوْمَ وُلِدْتُّ وَيَوْمَ اَمُوْتُ وَيَوْمَ اُبْعَثُ
حَيًّا (٣٣)﴾ يُقَالُ فِيهِ مَا تَقَدَّمَ فِي السَّيِّدِ يَحيٰى قَالَ تَعَالٰى ﴿ذٰلِكَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ ج قَوْلَ الْحَقِّ﴾ بِالرَّفعِ خَبَرُ
مُبتَدَاٍ اَي قَولُ ابنِ مَريَمَ وَبِالنَّصبِ بِتَقدِيرِ قُلتُ وَالمَعنٰى القَولُ الحَقُّ ﴿الَّذِيْ فِيْهِ يَمْتَرُوْنَ (٣٤)﴾ مِنَ
المِريَةِ اَي يَشُكُّونَ وَهُمُ النَّصَارٰى قَالُوا اَنَّ عِيسٰى ابنُ اللّٰهِ كَذَبُوا ﴿مَا كَانَ لِلّٰهِ اَنْ يَّتَّخِذَ مِنْ وَّلَدٍ لا
سُبْحٰنَهٗ ط﴾ تَنزِيهًا لَهُ عَن ذٰلِكَ ﴿اِذَا قَضٰٓى اَمْرًا﴾ اَي اَرَادَ اَن يُحدِثَهُ ﴿فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ (٣٥)﴾ بِالرَّفعِ
بِتَقدِيرِ هُوَ وَبِالنَّصبِ بِتَقدِيرِ اَنْ وَمِن ذٰلِكَ خَلقُ عِيسٰى مِن غَيرِ اَبٍ ﴿وَاِنَّ اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ ط

﴾بِفَتْحِ اَنَّ بِتَقْدِيرِ اُذْكُرْ وَبِكَسْرِهَا بِتَقْدِيرِ قُلْ بِدَلِيلِ مَاقُلْتُ لَهُمْ اِلَّا مَا اَمَرْتَنِي بِهِ اَنِ اعْبُدُوا اللهَ رَبِّي وَرَبَّكُمْ﴿هٰذَا﴾ المَذْكُورُ﴿صِرَاطٌ﴾طَرِيقٌ﴿مُّسْتَقِيْمٌ (۳۶)﴾مُؤَدٍّ الى الجَنَّةِ﴿فَاخْتَلَفَ الْاَحْزَابُ مِنْ بَيْنِهِمْ ج﴾اَيِ النَّصَارٰى فِي عِيسٰى اَهُوَ ابْنُ اللهِ اَو اِلٰهٌ معهُ اَو ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ﴿فَوَيْلٌ﴾شِدَّةُ عذابٍ﴿لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا﴾بِما ذُكِرَ وَغَيرِهٖ﴿مِنْ مَّشْهَدِ يَوْمٍ عَظِيْمٍ (۳۷)﴾اَیْ حُضُوْرِ يَومِ القِيٰمَةِ وَاَهْوَالِهٖ﴿اَسْمِعْ بِهِمْ وَاَبْصِرْ لا﴾صِيغَتَا تَعَجُّبٍ بمعنى ما اَسْمَعَهُم وَما اَبْصَرَهُم﴿يَوْمَ يَاْتُوْنَنَا﴾فِي الْاٰخِرَةِ﴿لٰكِنِ الظّٰلِمُوْنَ﴾مِن اِقَامَةِ الظَّاهِرِ مَقَامَ المُضْمَرِ﴿الْيَوْمَ﴾اى فى الدنيا﴿فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ (۳۸)﴾اى بَيِّنٍ بِهٖ صَمُّوا عَنْ سماعِ الحقِّ وَعَمُوا عَنْ اَبصَارِهٖ اَی اَعْجَبْ مِنْهُمْ يَا مُخَاطِبًا فِي سَمعِهِمْ واَبْصَارِهِمْ فى الْاٰخِرَةِ بَعدَ اَنْ كَانوا فى الدنيا صُمًّا عُمْيًا﴿وَاَنْذِرْهُمْ﴾ خَوِّفْ يَامُحمدُ ﴿يَوْمَ الْحَسْرَةِ﴾هُوَ يَومُ القِيَامَةِ يَتَحَسَّرُ فيهِ المُسِيْءُ على تَرْكِ الْاِحسانِ فى الدُّنيَا﴿اِذْ قُضِيَ الْاَمْرُ م وقف لازم﴾لَهُمْ فِيهِ بِالعذابِ﴿وَهُمْ﴾فى الدنيا﴿فِيْ غَفْلَةٍ﴾عنهُ﴿وَّهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ (۳۹)﴾بهٖ﴿اِنَّا نَحْنُ﴾تاكيدٌ﴿نَرِثُ الْاَرْضَ وَمَنْ عَلَيْهَا﴾مِنَ الْعُقَلاءِ وغَيرِهِمْ بِاِهْلاكِهِمْ﴿وَاِلَيْنَا يُرْجَعُوْنَ (۴۰)﴾

﴾ترجمہ﴿

اورکتاب (یعنی قرآن پاک) میں مریم......۱......(کے قصہ) کویادکروجب (اذ بمعنی حین ہے) اپنے گھر والوں سے مشرق کی طرف ایک جگہ الگ ہوگئی (یعنی اپنے گھر سے مشرقی سمت میں واقع ایک جگہ پر علیحدہ ہوگئی) تو ان سے اُدھر ایک پردہ کرلیا (ایک پردہ تان لیا تاکہ وہ خودکو چھپا کر اپنے سَر یا لباس کو جُوؤں کے حوالے سے چیک کرسکیں یا حیض منقطع ہونے کی وجہ سے غسل کرسکیں) تو اس کی طرف ہم نے اپنا روحانی (حضرت جبرئیل علیہ السلام کو) بھیجا (بعد اس کے کہ وہ لباس پہن چکی تھیں) وہ اس کے سامنے ایک تندرست آدمی کے روپ میں ظاہر ہوا......۲......(جس کی خلقت بالکل مکمل تھی) بولی میں تجھ سے رحمٰن کی پناہ مانگتی ہوں اگر تو خوف خدا رکھنے والا ہے (تو میری رحمٰن کی پناہ لینے کے سبب مجھ سے دور ہوجا) بولا میں تیرے رب کا بھیجا ہوا ہوں کہ میں تجھے شرف نبوت سے سرفراز ایک ستھرا بیٹا دوں......۳......بولی میرے لڑکا کہاں سے ہوگا مجھے تو کسی آدمی نے ہاتھ نہ لگایا (یعنی شادی نہیں کی) نہ میں بدکار (زانیہ) ہوں کہا (معاملہ) یونہی ہے کہ (بغیر باپ کے تجھ سے بچے کو پیدا کیا جائے گا) تیرے رب نے فرمایا ہے کہ یہ مجھے آسان ہے (یوں کہ جبرئیل امین علیہ السلام میرے حکم سے تجھ میں پھونکیں گے تو اس پھونک کے سبب سے تو حاملہ ہوجائے گی اور چونکہ مذکورہ بات علت کے معنی میں ہے اس لیے اس کا عطف اگلے جملہ پر کردیا جائے گا جس میں علت کا بیان ہے) اور اس لیے کہ ہم اسے نشانی کردیں (یعنی اپنی قدرت پر) لوگوں کے واسطے اور اپنی طرف سے ایک رحمت (اس کے لیے جو اس پر ایمان لے کر آئے) اور وہ (یعنی اس کا پیدا کیا جانا) ایسا کام ہے جو ٹھہر چکا ہے (جس کا فیصلہ میرے علم میں کیا جاچکا ہے پس حضرت جبرئیل علیہ السلام نے حضرت مریم کے کرتے کے گریبان میں پھونک دیا جس سے آپ نے اپنے بطن میں حمل کا وجود پایا جس کی صورت بنادی گئی ہو) اب مریم اسے پیٹ میں لیے چلی گئی ایک دور جگہ (یعنی ایک ایسی جگہ جو گھر والوں سے دوری پر تھی) پھر اسے جننے کا درد (مخاض کا معنی ہے جننے کا درد) ایک کھجور کی جڑ میں لے آیا......۴......(تاکہ وہ اس پر ٹیک لگاسکیں پھر آپ کے ہاں ولادت ہوگئی بچہ کی صورت بننا اور ولادت ہونا یہ سب ایک ساعت میں ہوگیا، اجائھا بمعنی

اجاء بھا ہے)بولی ہائے کسی طرح میں اس (معاملہ) سے پہلے مرگئی ہوتی (یلیتنی میں یاء تنبیہ کے لیے ہے)اور بھولی بسری ہوجاتی (میں ایک متروک شے ہوتی معروف نہیں ہوتی جس کا ذکر نہ کیا جاتا) تو اسے اس کے تلے سے (جبرئیل علیہ السلام نے) پکارا (اور آپ اِن سے نچلے مقام پر موجود تھے) کہ غم نے کھا بیشک تیرے رب نے تیرے نیچے ایک نہر بہادی ہے (جو پہلے سوکھی ہوئی تھی، سریا کا معنی پانی کی نہر ہے) اور کھجور کی جڑ پکڑ کر اپنی طرف ہلا (یہ کھجور کا درخت بھی خشک ہو چکا تھا، بجذع النخلة میں باء زائدہ ہے) گریں گی (تساقط اصل میں دو تاء کے ساتھ ہے دوسری تاء کو سین سے بدل کر مدغم کر دیا اور ایک قرائت میں دوسری تاء کو چھوڑ دیا گیا ہے) تجھ پر تازہ پکی کھجوریں (رطبا تمیز موصوف ہے جس کی صفت جنیا بن رہی ہے) تو کھا (یہ پکی ہوئی کھجوریں) اور پی (نہر کے پانی میں سے) اور آنکھ ٹھنڈی رکھ......۵......(اپنے بیٹے سے، عینا تمیز ہے اسے فاعل سے پھیر کر تمیز بنایا گیا ہے، آیت کا معنی یہ ہے کہ تاکہ تیری آنکھیں اس بچہ سے ٹھنڈی رہیں یعنی تو پرسکون رہے اور اس کے غیر کی طرف التفات نہ کرے) پھر اگر (فاما اصل میں فان ما ہے ان شرطیہ کا ما زائدہ میں ادغام کیا گیا ہے) تو دیکھے (ترین مذکورہ فعل کے لام اور عین کلمہ کو حذف کر کے اس کی حرکت راء کو دے دی گئی اور التقائے ساکنین کی وجہ سے ضمیر کو کسرہ دے دیا گیا) کسی آدمی کو (جو تجھ سے تیرے بیٹے کے بارے میں سوال کرے) تو کہہ دینا کہ میں نے آج رحمان کا روزہ مانا ہے (یعنی اس بچہ اور دیگر معاملات کے بارے میں لوگوں سے بات چیت سے رکے رہنے کا روزہ رکھا ہے پس اسی سبب سے میں تو) آج ہرگز کسی آدمی سے بات نہ کروں گی......۶......(یعنی روزہ کی خبر دینے کے بعد) تو اسے گود میں لیے اپنی قوم کے پاس آئی (پس لوگوں نے اس بچہ کو دیکھا، تحملہ حال بن رہا ہے) بولے اے مریم! بیشک تو نے بہت بڑی بات کی (کہ بغیر باپ کے تو بچہ لائی ہے، فریا بمعنی عظیما ہے) اے ہارون کی بہن (ہارون ایک آدمی کا نام تھا، یعنی اے عفت وعصمت میں ہارون کی مثل عورت!) تیرا باپ بُرا آدمی (یعنی زانی) نہ تھا اور نہ تیری ماں بدکار (یعنی زانیہ) تھی تو پھر تیرے پاس یہ بچہ کہاں سے آیا ہے؟ اس پر اس نے ان لوگوں کے سامنے بچہ کی طرف اشارہ کیا (کہ تم لوگ اس سے کلام کرو) وہ بولے ہم کیسے بات کریں جو پالنے میں ہے (یعنی پالنے میں موجود ہے) بچے نے فرمایا میں ہوں اللہ کا بندہ اس نے مجھے کتاب (یعنی انجیل) دی اور مجھے نبی کیا اور اس نے مجھے مبارک کیا میں جہاں بھی ہوں (مبارکا کا معنی ہے لوگوں کو خوب نفع پہچانے والا۔......۷......آپ علیہ السلام نے لوگوں کو ان باتوں کی خبر دی جو آپ علیہ السلام کے لیے لکھ دی گئی تھیں) اور مجھے نماز اور زکوۃ کی وصیت فرمائی (مجھے ان دونوں کاموں کا حکم فرمایا) جب تک جیوں اور اپنی ماں سے اچھا سلوک کرنے والا (برا بوالدی میں برا فعل مقدر جعلنی کی وجہ سے منصوب ہے) اور مجھے متکبر اور شقی نہیں بنایا (یعنی مجھے اپنے رب کی نافرمانی کرنے والا نہیں بنایا جبارا بمعنی متکبرا ہے) اور سلامتی ہو (اللہ عزوجل کی جانب سے) مجھ پر جس دن میں پیدا ہوا اور جس دن میں مروں اور جس دن میں زندہ اٹھایا جاؤں......۸......(اس بارے میں وہی بات کہی جائے گی جو ما قبل میں حضرت یحییٰ علیہ السلام کے بارے میں کہی گئی تھی اللہ عزوجل نے فرمایا) یہ ہے عیسیٰ مریم کا بیٹا سچی بات (قول الحق خبر ہونے کی بناء پر مرفوع ہے اس کا مبتداء مقدر قول ابن مریم ہے اور منصوب پڑھے جانے کی صورت میں یہ قلت کا مفعول ہوگا معنی ہوگا میں سچی بات ہی کہتا ہوں) جس دن شک کرتے ہیں (شک کرنے والے عیسائی ہیں جنہوں نے بکا تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام......۹......اللہ عزوجل کے بیٹے ہیں وہ اپنے قول بدتر از بول میں جھوٹے ہیں، یمترون بمعنی مریة کے ہے) اللہ کو لائق نہیں کہ کسی کو اپنا بچہ ٹھرائے پاکی ہے اس کو (وہ اپنے لیے اولاد بنانے سے منزہ ہے) جب کسی کام کا حکم فرماتا ہے (یعنی کسی کو پیدا فرمانے کا ارادہ فرماتا ہے) تو یونہی کہ اس سے فرماتا ہے کہ ہوجا وہ فوراً ہوجاتا ہے (من جملہ ان کاموں میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پیدا فرمانا بھی ہے فیکون، ھو ضمیر کے مقدر ہونے کی صورت میں مرفوع اور ان مصدریہ کے مقدر ہونے کی صورت میں منصوب ہوگا، یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا کلام ہے اس کی دلیل یہ قول ہے) اور بیشک اللہ رب ہے

میرا اور تمہارا تو اسی کی عبادت کرو (ماقلت لهم الاماامر به ان اعبدوا الله ربى وربكم یعنی میں نے ان سے وہی کہا جس کا
تو نے مجھے حکم دیا کہ اللہ ﷻ کی عبادت کرو وہ میرا اور تمہارا رب ہے) یہ (جو مذکور ہوا) راہ سیدھی ہے (جنت کی طرف لے جانے والی ہے
،صراط بمعنی طریق ہے) پھر جماعتیں آپس میں مختلف ہوگئیں (یعنی عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں مختلف ہوگئے کہ کیا وہ
خدا کے بیٹے ہیں یا خدا کے ساتھ شریک ہیں یا تین خداؤں میں سے تیسرے ہیں......الخ......) تو ہلاکت (یعنی سخت عذاب ہے) کافروں
کے لیے (جنہوں نے مذکور اور دیگر کفر کیے) ایک بڑے دن کی حاضری سے (یعنی قیامت اور اس کی ہولناکیوں کے آنے سے) کتنا سنیں
گے اور کتنا دیکھیں گے (اسمع بهم اور ابصر دونوں صیغہ تعجب ہیں بمعنی ما اسمعهم وما ابصرهم) جس دن وہ ہمارے پاس
حاضر ہونگے (آخرت میں) مگر آج (یعنی دنیا میں) ظالم کھلی گمراہی میں ہیں (یعنی واضح گمراہی میں ہیں، اسی گمراہی کے سبب وہ حق کو
سننے سے بہرے، دیکھنے سے اندھے ہیں، معنی یہ ہے کہ اے مخاطب تو آخرت میں ان کے سننے اور دیکھنے پر تعجب کرے گا بعد اس امر کے
کہ وہ دنیا میں حق سننے اور دیکھنے سے بہرے اور اندھے تھے) اور انہیں ڈر سناؤ (اے حبیب! کفار مکہ کو خوف دلاؤ) پچھتاوے کے دن کا
(مراد اس سے قیامت کا دن ہے کہ گناہ گار اس دن نیکی چھوڑ دینے پر حسرت کرے گا) جب کام ہو چکے گا (اس دن لوگوں کے حق میں
عذاب دیئے جانے کا) اور وہ (دنیا میں اس سے) غافل ہیں اور (اس پر) ایمان نہیں لاتے بیشک زمین اور جو کچھ اس پر ہے (خواہ وہ عاقل یا
غیر عاقل ہو، انہیں ہلاک فرمانے کے بعد) سب کے وارث ہم ہونگے اور ہماری طرف ہی (قیامت کے دن جزا کے لیے) پھریں گے۔

﴿ترکیب﴾

﴿واذكر في الكتب مريم اذ انتبذت من اهلها مكانا شرقيا﴾.

و: مستانفہ، اذکر: فعل امر بافاعل، في الكتب: ظرف لغو، مريم: مبدل منہ، اذ: مضاف، انتبذت: فعل، "هي" ضمیر ذوالحال، من اهلها: ظرف مستقر حال، ملکر فاعل، مكانا شرقيا: مرکب توصیفی، مفعول فیہ، ملکر مضاف الیہ ملکر بدل، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿فاتخذت من دونهم حجابا فارسلنا اليها روحنا فتمثل لها بشرا سويا﴾.

ف: عاطفہ، اتخذت: فعل بافاعل، من دونهم: ظرف لغو، حجابا: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، ف: عاطفہ، ارسلنا: فعل بافاعل، اليها: ظرف لغو، روحنا: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، ف: عاطفہ، تمثل: فعل "هو" ضمیر ذوالحال، بشرا سويا: مرکب توصیفی حال، ملکر فاعل، لنا: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿قالت اني اعوذ بالرحمن منك ان كنت تقيا﴾.

قالت: قول، اني: حرف مشبہ واسم، اعوذ بالرحمن منك: فعل بافاعل وظرف لغو اول وثانی، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ، ان: شرطیہ، كنت تقيا: جملہ فعلیہ جزا محذوف "فاني عائذة به منك" کے لیے شرط، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿قال انما انا رسول ربك لاهب لك غلما زكيا﴾.

قال: قول، انما: حرف مشبہ وماکافہ، انا: مبتدا، رسول: مصدر مضاف، ربك: مضاف الیہ فاعل لام: جار، اهب لك: فعل بافاعل وظرف لغو، غلما زكيا: مرکب توصیفی مفعول، ملکر جملہ فعلیہ بتقدیر "ان" مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر شبہ جملہ ہوکر خبر، ملکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿قالت انى يكون لي غلم ولم يمسسني بشرولم اك بغيا﴾.

قالت: قول، انى: اسم استفہامیہ بمعنی کیف خبر مقدم، يكون: فعل ناقص، لي: لام: جار و ضمیر ذوالحال، و: حالیہ، لم يمسسني: فعل بامفعول، بشر: فاعل، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، لم اك: فعل نفی ناقص بااسم، بغيا: خبر، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر حال،

ملکر مجرور، ملکر ظرف مستقر خبر مقدم، غلم : اسم مؤخر، ملکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿قال كذلك قال ربك هو علی هین﴾.

قال: قول، كذلك: ظرف مستقر "الامر" مبتدا محذوف کے لیے خبر، ملکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ، قال ربك: قول، هو: مبتدا، علی هین: شبہ جملہ خبر، ملکر خبر، ملکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿ولنجعله آية للناس ورحمة منا و كان امرا مقضيا﴾.

و: عاطفہ، لام: جار، نجعله: فعل با فاعل ومفعول، آية: موصوف، للناس: ظرف مستقر صفت، ملکر معطوف علیہ و: عاطفہ، رحمة: موصوف، منا: ظرف مستقر صفت، ملکر معطوف، ملکر مفعول ثانی، ملکر مجرور، ملکر ظرف مستقر "فعلنا ذلک" فعل محذوف کے لیے، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، كان فعل ناقص با اسم، امرا مقضيا: مرکب توصیفی خبر، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿فحملته فانتبذت به مكانا قصيا﴾.

ف: عاطفہ معطوف علی محذوف " فنفخ جبريل في جيب درعها"، حملته: فعل با فاعل ومفعول، ملکر جملہ فعلیہ، ف: عاطفہ، انتبذت: فعل با فاعل، به: ظرف لغو، مكانا قصيا: مفعول فیہ، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿فاجاء ها المخاض الى جذع النخلة قالت يليتني مت قبل هذا وكنت نسيا منسيا﴾.

ف: عاطفہ، اجاء ها المخاض: فعل ومفعول وفاعل، الى جذع النخلة: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ، قالت: قول، يليتني: يا حرف ندا برائے تنبیہ، ليتني: حرف مشبہ واسم، مت: فعل با فاعل، قبل هذا: ظرف، ملکر معطوف علیہ، و: عاطفہ، كنت فعل ناقص با اسم، نسيا منسيا: خبر، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر خبر، ملکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿فنادها من تحتها الا تحزني قد جعل ربك تحتك سريا﴾.

ف: عاطفہ، نادها فعل "هو" ضمیر راجع بسوئے "ملک" یا "عیسی" مفعول، من تحتها: ظرف لغو، ان: مصدریہ، لا تحزني: جملہ فعلیہ بتاویل مصدر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، قد: تحقیقیہ، جعل ربك: فعل وفاعل، تحتك: ظرف، سريا: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وهزی اليک بجذع النخلة تسقط عليك رطبا جنيا﴾.

و: عاطفہ، هزی اليک فعل امر با فاعل وظرف لغو، ب: زائدہ، جذع النخلة: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، تسقط عليك: فعل با فاعل وظرف لغو، رطبا جنيا: مرکب توصیفی، مفعول، ملکر جواب امر واقع ہے۔

﴿فكلی واشربی وقری عينا﴾.

ف: فصیحہ، كلی: فعل امر با فاعل، ملکر معطوف علیہ، و: عاطفہ، اشربی: فعل امر با فاعل ملکر معطوف اول، و: عاطفہ، قری عينا: فعل با فاعل ومفعول، ملکر معطوف ثانی، ملکر شرط محذوف" اذا تم لک هذا كله "کے لیے جزا، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿فاما ترين من البشر احدا فقولی انی نذرت للرحمن صوما فلن اكلم اليوم انسيا﴾.

ف: عاطفہ، ان: شرطیہ، ما: زائدہ، ترين: فعل با فاعل، من البشر: ظرف مستقر حال مقدم، احدا: ذوالحال، ملکر مفعول، ملکر شرط، ف: جزائیہ، قولی: قول، انی: حرف مشبہ واسم، نذرت للرحمن صوما فعل با فاعل وظرف لغو ومفعول، ملکر خبر، ملکر مقولہ، ملکر جواب شرط، جملہ شرطیہ۔

﴿فلن اكلم اليوم انسيا ○ فاتت به قومها تحمله﴾.

ف: مستانفہ، لن اكلم: فعل نفی با فاعل، اليوم: ظرف، انسيا: مفعول، ملکر مستانفہ، ف: مستانفہ، اتت: فعل وضمیر

ذوالحال،تحملہ: جملہ فعلیہ حال،ملکر فاعل، بہ:ظرف لغو، قومھا:مفعول،ملکر جملہ فعلیہ مستانفہ۔

﴿قالوا یمریم لقد جئت شیئا فریا﴾.

قالوا: قول،یمریم : ندائیہ، لام: تاکیدیہ،قد :تحقیقیہ ، جئت:فعل بافاعل، شیئا فریا: مفعول،ملکر قسم محذوف " نقسم" کے لیے جواب قسم،ملکر مقصود بالندا،ملکر مقولہ،ملکر جملہ قولیہ۔

﴿یاخت ھرون ما کان ابوک امرا سوء وما کانت امک بغیا﴾.

یاخت ھرون: جملہ ندائیہ، ما: نافیہ، کان ابوک:فعل ناقص واسم،امرا سوء:خبر،ملکر معطوف علیہ،و: عاطفہ،ما: نافیہ، کانت امک:فعل ناقص واسم،بغیا:خبر،ملکر معطوف،ملکر مقصود بالندا،ملکر جملہ ندائیہ۔

﴿فاشارت الیہ قالوا کیف نکلم من کان فی المھد صبیا﴾.

ف:عاطفہ،اشارت الیہ:فعل بافاعل وظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ ،قالوا: قول، کیف:اسم استفہامیہ حال مقدم، نکلم: فعل وضمیر ذوالحال،ملکر فاعل،من:موصولہ، کان :فعل ناقص وضمیر ذوالحال، فی المھد: ظرف مستقر حال،ملکر اسم،صبیا: خبر،ملکر صلہ،ملکر مفعول،ملکر مقولہ،ملکر جملہ قولیہ۔

﴿قال انی عبداللہ اتنی الکتب وجعلنی نبیاO وجعلنی مبرکا این ما کنت ﴾.

قال: قول، انی: حرف مشبہ واسم ، عبداللہ: خبراول،اتنی الکتب وجعلنی نبیا وجعلنی مبارکا: ملکر مقولہ،ملکر جملہ قولیہ،اینما: اسم شرط جازم مفعول فیہ مقدم، کنت:فعل بافاعل،ملکر جزا محذوف "جعلنی مبارکا" کے لیے شرط،ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿واوصنی بالصلوۃ والزکوۃ ما دمت حیا﴾.

و:عاطفہ،اوصنی: فعل بافاعل ومفعول،ب:جار،الصلوۃ والزکوۃ: ملکر مجرور،ملکر ظرف لغو،ما:مصدریہ ظرفیہ، دمت حیا:فعل ناقص بااسم وخبر،ملکر جملہ فعلیہ بتاویل مصدر ہوکر ظرف،ملکر جملہ فعلیہ ماقبل "اتنی الکتب" پر معطوف ہے۔

﴿وبرابو الدتی ولم یجعلنی جبارا شقیا﴾.

و:عاطفہ، برابوالدتی:شبہ جملہ ہوکر فعل محذوف " جعلنی" کے لیے مفعول،ملکر ماقبل "اتنی الکتب" پر معطوف، و:عاطفہ،لم: حرف نفی وجازمہ، یجعلنی:فعل بافاعل ومفعول، جبارا شقیا: مفعول ثانی،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿والسلم علی یوم ولدت ویوم اموت ویوم ابعث حیا﴾.

و:عاطفہ، السلم: مبتدا، علی:ظرف مستقر "ثابت"،اسم فاعل محذوف کے لیے،یوم:مضاف، ولدت: جملہ فعلیہ مضاف الیہ ، ملکر معطوف علیہ، و:عاطفہ ،یوم: مضاف، اموت: جملہ فعلیہ مضاف الیہ ،ملکر معطوف اول،و: عاطفہ،یوم: مضاف، ابعث:فعل وضمیر ذوالحال، حیا: حال،ملکر فاعل،ملکر مضاف ثانی،ملکر ظرف،" ثابت" اپنے متعلقات سے ملکر شبہ جملہ ہوکر خبر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ذلک عیسی ابن مریم قول الحق الذی فیہ یمترون﴾.

ذلک:مبتدا، عیسی: مبدل منہ، ابن مریم: بدل،ملکر خبر،ملکر جملہ اسمیہ، قول:موصوف، الحق: صفت اول، الذی: موصول، فیہ یمترون: جملہ فعلیہ صلہ،ملکر صفت ثانی،ملکر فعل محذوف "قلت" کے لیے مفعول،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ما کان للہ ان یتخذ من ولد سبحنہ﴾.

ما: نافیہ، کان:فعل ناقص،للہ:ظرف مستقر خبر مقدم،ان:مصدریہ،یتخذ:فعل بافاعل، من: جارزائدہ ،ولد: مفعول،ملکر جملہ فعلیہ

بتاویل اسم مؤخر،ملکر جملہ فعلیہ ، سبحنہ: مفعول مطلق فعل محذوف "اسبح" کے لیے،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿اذا قضی امرا فانمایقول له کن فیکون﴾.

اذا: شرطیہ ظرفیہ مفعول فیہ مقدم، قضی امرا: فعل بافاعل ومفعول،ملکر شرط، ف: جزائیہ، انما: حرف مشبہ وماکافہ، یقول له: قول، کن: فعل امر بافاعل،ملکر مقولہ،ملکر جواب شرط،ملکر جملہ شرطیہ، ف: مستانفہ، یکون: فعل بافاعل،ملکر مبتدا محذوف "ھو" کے لیے خبر،ملکر جملہ اسمیہ مستانفہ۔

﴿وان الله ربی وربکم فاعبدوہ هذا صراط مستقیم﴾.

و: مستانفہ، ان الله: حرف مشبہ واسم، ربی: معطوف علیہ، وربکم: معطوف،ملکر خبر،ملکر جملہ اسمیہ، ف فصیحہ، اعبدوہ: فعل امر بافاعل ومفعول،ملکر شرط محذوف 'اذا کان الامر کذلک" کے لیے جزا،ملکر جملہ شرطیہ، هذا: مبتدا، صراط مستقیم : خبر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿فاختلف الاحزاب من بینهم فویل للذین کفروا من مشهد یوم عظیم﴾.

ف: مستانفہ، اختلف: فعل، الاحزاب: ذوالحال، من بینهم: ظرف مستقر حال،ملکر فاعل،ملکر جملہ فعلیہ ، ف: عاطفہ، ویل: مصدر بافاعل، من: جار، مشهد: مضاف، یوم عظیم: مضاف الیہ،ملکر مجرور،ملکر ظرف لغو،ملکر شبہ جملہ ہوکر مبتدا، الذین کفروا: ظرف مستقر خبر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿اسمع بهم وابصر یوم یاتوننا لکن الظلمون الیوم فی ضلل مبین﴾.

اسمع: فعل، ب: جار زائدہ، هم: فاعل،ملکر معطوف علیہ، ابصر: فعل ماضی بصیغہ امر برائے تعجب بافاعل، یوم : مضاف، یاتوننا: جملہ فعلیہ مضاف الیہ،ملکر ظرف،ملکر معطوف، ملکر جملہ فعلیہ، لکن: مخففہ مہملہ، الظلمون: اسم فاعل بافاعل، الیوم: ظرف،ملکر شبہ جملہ ہوکر مبتدا، فی ضلل مبین: ظرف مستقر خبر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿وانذرهم یوم الحسرة اذ قضی الامروهم فی غفلة وهم لا یومنون﴾.

و: عاطفہ، انذر: فعل بافاعل، هم : ذوالحال، و: حالیہ، هم فی غفلة : جملہ اسمیہ حال اول، و: حالیہ، هم لا یومنون: جملہ اسمیہ حال ثانی،ملکر مفعول، یوم الحسرة : مرکب اضافی مبدل منہ، اذ: مضاف، قضی الامر: جملہ فعلیہ مضاف الیہ ملکر بدل،ملکر مفعول فیہ،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿انا نحن نرث الارض ومن علیها والینا یرجعون﴾.

انا: حرف مشبہ واسم، نحن: مبتدا، نرث: فعل بافاعل، الارض: معطوف علیہ، و: عاطفہ، من علیها: موصول صلہ ملکر معطوف،ملکر مفعول،ملکر خبر،ملکر جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، الینا: ظرف لغو مقدم، یرجعون: فعل با نائب الفاعل،ملکر جملہ فعلیہ ہوکر ماقبل "نرث" پر معطوف ہے۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

بی بی مریم کا نسب وفضائل :

۱......ابن عساکر بی بی مریم کا نسب یوں بیان کرتے ہیں: مریم بنت عمران بن ماثان بن العازر بن الیود بن اختر بن صادوق بن عیازوز بن الیاقیم بن ابیود بن زریابیل بن شالتال بن یوحینا بن برشا بن اموں بن میشا بن حزقا بن احاز بن موثام بن عزریا بن یورام بن یوشافاط ابن ایشا بن ایبا بن رحبعام بن سلیمان بن داؤد اور ابن اسحٰق کو اس شجرۂ نسب میں اختلاف ہے، حضرت بی بی مریم کے والد گرامی بنی اسرائیل میں نمازی شخص تھے اور ان کی والدہ ماجدہ بی بی حنہ بنت فاقوذ بن قبیل عابدہ زاہدہ خاتون تھیں، اور

حضرت زکریا علیہ السلام اسی زمانے میں نبی تھے، جمہور کے قول کے مطابق حضرت زکریا علیہ السلام کی زوجہ "ایشاع" بی بی مریم کی بہن اور ایک قول کے مطابق بی بی مریم کی خالہ یعنی بی بی حنہ کی بہن تھیں۔

(البدایة والنهایة ،قصه مریم بنت عمران وعیسی ابن مریم، ج ١، الجزء الثاني، ص ٤٤٠)۔

اللہ رب العالمین نے ارشاد فرمایا ﴿وَلَیۡسَ الذَّکَرُ کَالۡاُنۡثٰی﴾ مطلب اسکا یہ ہے کہ یہ لڑکی لڑکے کی مثل نہیں ہے، یہ لڑکی عوارض زنانہ سے مبراء ہے۔ ایک معنی اس آیت کا یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ لڑکا مسجد کی خدمت کیلئے مطلوب ہوتا ہے جبکہ یہ لڑکی اللہ تعالیٰ کے گھر کیلئے ہبہ کی گئی ہے۔ بی بی مریم خوب صورتی اور فضیلت میں اس وقت کی عورتوں سے ممتاز تھیں جبکہ مریم کے معنی عابدہ اور اللہ کے گھر کی خادمہ کے ہیں۔

بی بی مریم کو یہ بھی فضیلت حاصل ہے کہ بوقتِ ولادت شیطان نے انکو نہ چھوا جیسا کہ حدیثِ مبارکہ میں ہے کہ نبی پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا: "کوئی آدم کی اولاد ایسی نہیں کہ جسے ولادت کے وقت شیطان نے نہ چھوا ہو سوائے بی بی مریم اور اسکے بیٹے کے۔" بی بی مریم ایک دن میں اتنا بڑھتی تھیں جتنا عام بچہ ایک سال میں بڑھتا ہے۔ حنہ نے ولادت کے بعد حضرت مریم کو ایک کپڑے میں لپیٹ کر بیت المقدس میں احبار کے سامنے رکھ دیا، یہ احبار حضرت ہارون علیہ السلام کی اولاد میں سے تھے اور بیت المقدس میں انکا منصب ایسا تھا جیسا کہ کعبہ مشرفہ میں حجبہ کا۔ چونکہ حضرت زکریا علیہ السلام رشتے میں بی بی مریم کے خالو اور بیت المقدس کے امام تھے اور انکے ہاں بھی اس وقت تک اولاد نہ تھی لہذا انہوں نے چاہا کہ انکی پرورش کی خدمت یہ سرانجام دیں، علماء نے بغیر قرعہ کے یہ خدمت انکے سپرد کرنے سے انکار کیا جن کی تعداد 29 تھی اور اس بات پر راضی ہوئے کہ سب اپنے اپنے قلم پانی پر چھوڑ دیں جس کا قلم پانی پر بلند ہو کر ٹھہر جائے وہ انکی کفالت کرے گا چنانچہ جتنی بار ایسا کیا گیا حضرت زکریا علیہ السلام کے قلم میں یہ بات پائی گئی۔ ایک قول کے مطابق یہ دریائے اردن تھا۔ جس کمرے میں بی بی مریم کو رکھا تھا ایک قول کے مطابق وہ مسجد کا محراب تھا۔ حضرت زکریا علیہ السلام جاتے وقت سات دروازوں میں تالا لگا کر تشریف لے جاتے اور جب آتے تو ان کے پاس بے موسم کے پھل پاتے۔ حضرت زکریا علیہ السلام کے پوچھنے پر بی بی بیان کرتیں کہ جنت سے میرے لیے آئے ہیں۔ ایک قول یہ ہے جب بی بی مریم کی ولادت ہوئی تو انہوں نے ماں کا دودھ نہ پیا بلکہ انکے پاس جنتی رزق آتا تھا اور جس طرح بی بی مریم نے حضرت زکریا علیہ السلام کے استفسار پر کم سنی میں کلام کیا اسی طرح آپکے فرزند نے بھی جھولے میں آپکی عفت کی گواہی دی۔ یہ آیت کرامتِ اولیاء اور ظہور خرق عادت پر بیّن دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ جب بی بی مریم کے پاس صغرسنی میں بے موسم کے پھل لا سکتا ہے تو وہ رب العالمین بڑھاپے کی حالت میں حضرت زکریا علیہ السلام کو اولاد بھی دے سکتا ہے۔

(الخازن، ج ١، ص ٢٣٩ وغیرہ)

حضرت جبرائیل علیہ السلام بشری لباس میں:

۲.....حضرت جبرائیل امین علیہ السلام نورانی مخلوق ہیں لیکن بی بی مریم کے پاس بشری لباس میں تشریف لائے، معلوم ہوا کہ نورانی مخلوق میں لباس بشری اپنانے کی طاقت اللہ نے دی، جب حضرت جبرائیل کو طاقت مل سکتی ہے تو کیا حبیب لبیب ﷺ کو طاقت نہیں مل سکتی۔ اللہ نے فرمایا ﴿قد جاء کم من الله نور و کتاب مبین﴾ تحقیق تمہارے پاس نور اور روشن کتاب آئی (المائدہ ١٥)۔ مفسرین کرام فرماتے ہیں: علامہ ابوالبرکات نسفی نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے کہ نور سے مراد آقائے دوجہاں ﷺ کی ذات پاک ہے، جس طرح حضور ﷺ کو سراج کہا گیا اسی طرح نور بھی ہیں کیونکہ ان کے ذریعے ہدایت دی جاتی ہے، اصل عبارت یوں ہے: "او النور محمد ﷺ لانه یهتدی به، کما سمی سراجا"۔

(المدارک، ج ١، ص ٤٣٦)

مولانا اشرف علی تھانوی "نشر الطیب فی ذکر سید الحبیب" میں فرماتے ہیں

پہلی فصل نورِ محمدی کے بیان میں

پہلی روایت عبدالرزاق نے اپنی سند کے ساتھ حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے میں نے عرض کیا کہ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں مجھ کو خبر دیجئے کہ سب اشیاء سے پہلے اللہ تعالیٰ نے کون سی چیز پیدا کی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یا جابر ان اللہ تعالی خلق قبل الاشیاء نور نبیک من نورہ یعنی اے جابر رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے اپنے نور سے (نہ بایں معنی کہ نورِ الٰہی اسکا مادہ تھا بلکہ اپنے نور کے فیض سے) تیرے نبی کے نور کو پیدا کیا۔ پھر وہ نور قدرتِ الٰہیہ سے جہاں اللہ کو منظور ہوا سیر کرتا رہا اور اس وقت نہ لوح تھی، نہ قلم تھا، اور نہ بہشت تھی، اور نہ دوزخ تھا، اور نہ فرشتہ تھا اور نہ آسمان تھا، نہ زمین تھی، اور نہ سورج تھا، اور نہ چاند تھا، اور نہ جن تھا، اور نہ انسان تھا، پھر اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کرنا چاہا تو اس نور کے چار حصے کئے اور ایک حصے سے قلم اور دوسرے حصے سے لوح اور تیسرے حصے سے عرش، آگے طویل حدیث ہے۔ فائدہ اس حدیث سے نورِ محمدی کا اول الخلق ہونا باولیت حقیقیہ ثابت ہوا کیونکہ جن جن اشیاء کی نسبت روایات میں اولیت کا حکم آیا ہے ان اشیاء کا نورِ محمدی سے متاخر ہونا اس حدیث میں منصوص ہے۔ (نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب، ص ۶،۷)

جس طرح جبرائیل امین نوری مخلوق ہو کر بی بی مریم کے پاس اللہ کے اذن سے جسمانی لباس میں آئے بالکل اسی طرح سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم بھی نوری مخلوق ہونے کے باوجود اس جہان رنگ و بو میں تریسٹھ سال کی ظاہری جسمانی زندگی گزار گئے۔

اولاد کی نسبت غیر خدا کی جانب کرنا:

س۔۔۔۔۔نظامِ قدرت کے کچھ تقاضے ہیں، جنہیں جاننے پہچاننے کے لیے عقل و دانست کا ہونا بہت ضروری ہے، من بھر کا مسئلہ ہو اور عقل ایک چھٹانک بھی نہ ہو تو کیا کر سکتے ہیں؟ خیر کئی آیات ایسی ہیں جن میں غیر اللہ کی جانب نسبت پائی جاتی ہے مثال کے طور پر فرمایا ﴿فسخرنا لہ ریح تجری بامرہ﴾ یعنی ہم نے سلیمان کے لئے ہوا کو مسخر کر دیا جہاں سلیمان چاہتے ہیں ہوا وہیں چلتی ہے (ص:۳۶)، ﴿تکون لنا عیدا لاولنا واخرنا وایۃ منک﴾ تا کہ نزولِ دسترخوان کا دن ہمارے اگلے اور پچھلے لوگوں کے لیے عید کا دن ہو جائے اور تیری جانب سے نشانی (المائدۃ:۱۱۴) ﴿وابری الاکمہ والابرص﴾ اور میں مادرزاد اندھوں اور برص والوں کو ٹھیک کرتا ہوں (ال عمران:۴۹)۔ اولاد کا عطا کرنا، ہوا کا چلانا سب اللہ کے اختیار میں ہے لیکن اللہ نے نسبتِ مجازی کا درس دیتے ہوئے اپنے برگزیدہ بندوں کی جانب انہیں منسوب کر دیا۔

دردِ زہ کا کھجور کھانے سے کیا تعلق ہے؟

ج۔۔۔۔۔حدیث شریف میں ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "جو عورت بچہ جنے، اُسے چاہیے کہ تازہ کھجوریں کھالے، اگر تازہ کھجور میسر نہ ہو تو جو بھی اچھی چیز اُسے میسر آئے کھالے، اگر اللہ کے نزدیک اس سے بہتر کوئی چیز ہوتی تو وہ مریم بنت عمران کو کھجور کھانے کا حکم نہ دیتا"، اس حدیث کو دیلمی نے نقل کیا ہے۔ ربیع بن خثیم کہتے ہیں کہ نفاس والی عورت کے لیے تازہ کھجور سے بہتر کوئی چیز نہیں ہے اور مریض کے لیے شہد سے بڑھ کر کوئی عمدہ چیز نہیں۔ (روح البیان، ج۵، ص ۳۸۹)

بی بی مریم کے حمل کی مدت کے بارے میں کئی اقوال ہیں اور اس کی مدت زیادہ طویل نہیں ہے، لیکن اس کا معنی یہ نہیں کہ اس وقت وضعِ حمل ہو گیا تھا کیونکہ اللہ نے فرمایا ہے وہ اس حمل کے ساتھ دور چلی گئیں۔ حسن بصری کا قول ہے کہ اس میں نو گھنٹے لگے، سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ اس میں نو ماہ لگے، زجاج کے نزدیک آٹھ ماہ، ماوردی کے نزدیک چھ ماہ لگے، صاحب جلال کے تحت ایک ساعت۔ (زاد المسیر ج۵، ص ۲۱۹)

اولاد والدین کی آنکھ کی ٹھنڈک:

۵ ....انسان تو پھر انسان ہے، جانور اپنے بچوں پر کتنا شفیق ہوتے ہیں، چڑیا جس گھونسلے میں اس کے بچے ہوں اُسے تنہا نہیں چھوڑتی، بلی اپنے بچوں کو ساتھ ساتھ لیے پھرتی ہے، کتیا کا بھی یہی حال ہے، ہرنی نے سید عالم ﷺ کی بارگاہ میں شکایت کی کہ اس کے بچے کو کوئی لے گیا ہے گویا اس کے لیے بھی اولاد آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔ محبت و رحمت کے سو باب میں سے ایک باب ہے جو اللہ نے دنیا میں رکھ دیا ہے، جس کی وجہ سے ماں چاہے انسان کی ہو یا جانور کی اپنے بچوں کو سینے سے لگائے رہتی ہے۔

☆......اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ يَقُولُ :"جَعَلَ اللّٰهُ الرَّحْمَةَ مِائَةَ جُزْءٍ فَاَمْسَكَ عِنْدَهُ تِسْعَةً وَتِسْعِيْنَ وَاَنْزَلَ فِي الْاَرْضِ جُزْءً ا وَاحِدًا فَمِنْ ذٰلِكَ الْجُزْءِ تَتَرَاحَمُ الْخَلَائِقُ حَتّٰى تَرْفَعَ الدَّابَّةُ حَافِرَهَا عَنْ وَلَدِهَا خَشْيَةَ اَنْ تُصِيْبَهُ"، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے شہنشاہ کائنات ﷺ کو فرماتے سنا کہ آپ ﷺ فرماتے ہیں: "اللہ عزوجل نے اپنی رحمت کے سو حصے کیے، جس میں سے ننانوے حصے اپنے پاس رکھ لئے اور ایک حصہ زمین پر اتارا اور یہی وہ ایک حصہ ہے کہ مخلوق ایک دوسرے پر رحم کرتی ہے حتی کہ چوپایا اپنے بچے کے اوپر سے اپنا پیر ہٹا لیتا ہے تاکہ اسکو تکلیف نہ ہو۔

(صحیح مسلم، کتاب التوبۃ، باب فی سعۃ رحمۃ اللہ تعالی، رقم ٦٨٦٦/٦٨٥٢، ص١٣٤٩)

☆......عَنْ سَلْمَانَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ اِنَّ اللّٰهَ خَلَقَ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ مِائَةَ رَحْمَةٍ كُلُّ رَحْمَةٍ طِبَاقَ مَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ فَجَعَلَ مِنْهَا فِي الْاَرْضِ رَحْمَةً فَبِهَا تَعْطِفُ الْوَالِدَةُ عَلٰى وَلَدِهَا وَالْوَحْشُ وَالطَّيْرُ بَعْضُهَا عَلٰى بَعْضٍ فَاِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ اَكْمَلَهَا بِهٰذِهِ الرَّحْمَةِ"حضرت سلمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "جس دن اللہ عزوجل نے آسمانوں اور زمین کو پیدا فرمایا اس دن اس نے سو رحمتیں پیدا کیں، ہر رحمت آسمان اور زمین کے بھراؤ کے برابر ہے ان سو رحمتوں میں سے ایک رحمت زمین پر اتاری اسی ایک رحمت کی وجہ سے ماں اپنی اولاد پر، اور وحشی درندے اور پرندے ایک دوسرے پر رحم کرتے ہیں جب قیامت کا دن ہوگا تو اللہ عزوجل اس رحمت کے ساتھ اپنی رحمتوں کو پورا کرے گا"۔

(صحیح مسلم، کتاب التوبۃ، باب فی سعۃ رحمۃ اللہ تعالی، رقم: ٦٨٧١/٢٧٥٢، ص١٣٤٩)

حضرت زکریا علیہ السلام سے مناسبت:

۶......حضرت زکریا علیہ السلام کو بھی تین رات (دن) خاموشی کا حکم دیا گیا تھا، بی بی مریم کو بھی خاموشی کا فرمایا گیا۔ صوم کے معنی ہیں کسی کام سے رکنا، صمت کا معنی ہے بولنے سے رکنا جیسا کہ حدیث میں ہے: "مَنْ صَمَتَ نَجَا جس نے خاموشی اختیار کی وہ نجات پا گیا"۔ زکریا علیہ السلام نے بھی تین رات دن خاموشی اختیار کی اور اشاروں سے کلام کر کے اپنے مقصود یعنی بی بی صاحبہ کے حمل کی پہچان کر لی، بی بی مریم نے بھی خاموشی اختیار کر کے لوگوں کے سوالات کے جوابات دینے سے خود کو بچالیا۔ اس طرح خاموشی نے حضرت زکریا کو بھی نفع دیا اور بی بی مریم کو بھی۔

حضرت عیسی علیہ السلام کے معجزات:

۷......اکثر قراء حضرات نے لفظ طیر کو جمع پڑھا ہے کیونکہ حضرت عیسی علیہ السلام نے بہت سارے پرندے بنائے تھے جبکہ جعفر، نافع اور یعقوب نے طائر کو مفرد پڑھا کیونکہ ان میں سے ایک طائر تھا۔ امام بغوی کا قول یہ ہے کہ حضرت عیسی علیہ السلام نے سوائے چمگادڑ کے کوئی پرندہ نہ بنایا۔ چمگادڑ کو اسلئے خاص کیا کہ یہ پرندوں میں سب سے کامل ترین ہے کیونکہ اسکے پستان اور دانت ہوتے ہیں، اسے حیض آتا ہے۔ حضرت وہب فرماتے ہیں کہ جب تک لوگ اسے دیکھتے رہتے وہ اڑتا رہتا ہے لیکن جب لوگوں کی آنکھوں سے اوجھل

ہوتا تو گر کر مرجاتا، ایسا صرف اس لئے ہوتا تھا کہ براہِ راست خدائی تخلیق اور بندہ کی وساطت سے تخلیق میں فرق واضح ہوجائے۔

(المظهری، ج٢، ص ٤٧٤)

حضرت عیسی علیہ السلام کے زمانے میں طب کو انتہائی عروج حاصل تھا اس لئے انکو اسی قسم کے معجزے عطا کئے گئے تاکہ معلوم ہو کہ طب کے طریقے سے جس کا علاج ممکن نہ ہو اسکو تندرست کردینا یقیناً معجزہ ہے اور نبی کے صدق نبوت کی دلیل ہے۔ اکثر حضرت عیسی علیہ السلام کے پاس پچاس پچاس ہزار مریضوں کا اجتماع ہوجاتا تھا۔ ان میں جو چل سکتا تھا وہ حاضر خدمت ہوتا اور جسے چلنے کی قدرت نہ ہوتی اسکے پاس حضرت عیسی علیہ السلام خود تشریف لے جاتے اور دعا فرما کر اسے تندرست کردیتے اور یہ شرط ٹھہرا لیتے کہ وہ آپ کے اللہ تعالیٰ کی جانب سے رسول ہونے پر ایمان لے آئے گا۔ (خزائن العرفان حاشیہ ١٠١، ١٠٢ ملخصاً)

حضرت یحیی علیہ السلام سے نسبت:

٨.....حضرت عیسی علیہ السلام کو حضرت یحیی علیہ السلام سے یوں نسبت ہے کہ حضرت یحیی علیہ السلام کے بارے میں غائب کے صیغے کے ساتھ ﴿وسلم علیه یوم ولد ویوم یموت ویوم یبعث حیا اور سلامتی ہے اس پر جس دن پیدا ہوا اور جس دن مرے گا اور جس دن زندہ اٹھایا جائیگا (مریم: ١٥) ﴾ نازل ہوئی۔ اور حضرت عیسی علیہ السلام کے بارے میں بھی اسی کی مثل حاضر کے صیغے کے ساتھ ﴿والسلام علی یوم ولدت ویوم اموت ویوم ابعث حیا اور وہی سلامتی مجھ پر جس دن میں پیدا ہوا اور جس دن میں مروں اور جس دن زندہ اٹھایا جاؤں (مریم: ٣٣) ﴾ آیت نازل ہوئی۔

حضرت عیسی علیہ السلام کا نسب ماں کی جانب:

٩.....حضرت عیسی علیہ السلام کا نسب یہی ہے جو بی بی مریم کا ہے، یعنی بغیر باپ کے بی بی مریم کے بطن سے پیدا ہوئے، لہذا والدہ ماجدہ بی بی مریم کے حوالے سے یہی نسب بنے گا۔ فضائل بے شمار ہیں، جن کا بیان ہم نے ماقبل معجزات کے باب میں بیان کردیا ہے۔

عقیدۂ تثلیث:

١٠.....قرآن مجید اور معتبر تفاسیر کے مطالعے سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ بعض عیسائیوں کا یہ کہنا ہے کہ مسیح بعینہ اللہ ہی ہیں، اسلئے کہ اللہ تعالیٰ کبھی کسی زمانے میں کسی شخص پر تجلی فرماتا ہے اور اسوقت اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسی علیہ السلام پر تجلی ڈالی ہوئی ہے یہی وجہ ہے کہ عیسی علیہ السلام سے جو افعال ظاہر ہوتے ہیں وہ اللہ کے سوا کسی اور کی قدرت ہو ہی نہیں سکتی، بعض عیسائی تین خدا مانتے ہیں اللہ، مریم اور مسیح اور حضرت عیسی علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا مانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ انه ولد الله من مریم (معاذ اللہ)۔ (المدارك، ج١ ص ٤٦٤)

صدر الافاضل مولانا نعیم الدین مرادآبادی فرماتے ہیں عقیدۂ تثلیث سے انکی مراد باپ، بیٹا اور روح القدس یہ تینوں ایک ہی خدا ہیں (روح القدس سے انکی مراد حضرت جبرئیل امین علیہ السلام ہیں)۔

حضرت عیسی کے خدا نہ ہونے پر قرآنی دلائل: (١).....حضرت عیسی علیہ السلام خدا کیسے ہوسکتے ہیں (معاذ اللہ) جبکہ اللہ تعالیٰ تو انہیں اپنا رسول فرمارہا ہے اور رسول اللہ کا بندہ ہوتا ہے۔ (٢).....جو اپنی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہو وہ خدا نہیں ہوسکتا کیونکہ خدا ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا اسے کوئی پیدا نہیں کرسکتا۔ (٣).....آیت مبارکہ میں یہ بھی کہا گیا کہ حضرت عیسی علیہ السلام کی ماں صدیقہ یعنی اپنے رب کے کلمات اور کتابوں کی تصدیق کرنیوالی ہیں اور یہ بھی کہ ماں بیٹا دونوں کھاتے ہیں اور جو کھائے پیئے وہ خدا کیسے

ہوسکتا ہے؟(۴)......اگر عیسائی معجزات دیکھ کر انہیں خدا مانتے ہوں تو معجزات ان سے پہلے گزرے ہوئے انبیائے کرام نے بھی دکھائے، اسی طرح اگر بغیر باپ کے پیدا ہونا عیسائیوں کے نزدیک خدا ہونے کو لازم کرتا ہے تو حضرت آدم علیہ السلام ماں اور باپ دونوں کے بغیر پیدا ہوئے تھے۔ (عطائین، ج ١، ص ٨٨٥)

اغراض: القرآن: الکتب میں الف لام عہد کا ہے۔ من الدار: اپنی خالہ کے شوہر حضرت زکریا علیہ السلام کے دروازے پر، بعض نسخوں میں بیت المقدس کے مشرقی جانب مراد ہے جیسا کہ فرمان مقدس نشان ﴿شرقیا﴾ میں مکان یا بیت المقدس کے مشرقی جانب اشارہ ہے۔

او تغتسل من حیضها: جب حائضہ ہوتیں تو مسجد سے خالہ کے گھر کی جانب چلی جاتیں، اور حالت طہر میں دوبارہ تشریف لے آتیں، انہیں حضرت عیسی علیہ السلام کے حمل سے قبل دو ہی مرتبہ حیض آیا۔

بعد لبسها ثیابها: جب عورت اپنا سر کھولے ہوئے ہو تو فرشتہ داخل نہیں ہوتا، تاکہ عورت کے فضل و تعظیم کا اہتمام ہوسکے، جب بی بی مریم غسل فرما رہی تھیں تو فرشتہ ان کے پاس کیسے تشریف لے آیا؟ میں (علامہ صاوی) اس کا جواب یہ دوں گا کہ فرشتہ انسانی صورت میں بی بی مریم کے کپڑے پہن لینے کے بعد آیا۔

علی قدرتنا: ہماری انواع واقسام کی کمال قدرت پر دلیل، اللہ عزوجل نے حضرت آدم علیہ السلام کو بغیر ماں باپ کے پیدا کیا، اور بی بی حوا کو مرد سے بغیر عورت کے پیدا کیا، اور حضرت عیسی علیہ السلام کو عورت سے بغیر مرد کے پیدا کرے گا، اور باقی مخلوق مرد و عورت سے پیدا ہونگے۔

فولدت: کا بیان حاشیہ نمبر ۲ میں دیکھ لیں۔ **ان عیسی بن الله**: کا بیان حاشیہ نمبر ١٠ میں دیکھ لیں۔

و کان اسفل منها: یعنی جبرائیل امین علیہ السلام (مدد کے لیے) بی بی مریم سے نچلے مکان میں تھے۔

کان انقطع: موقوف شدہ پانی بی بی مریم اور حضرت عیسی علیہ السلام کی برکت سے جاری ہوا۔

هو رجل صالح: بی بی مریم کے بھائی ھارون کا بنی اسرائیل سے تعلق تھا، قوم نے بی بی مریم کو ان کے بھائی کی پاکدامنی کی جانب عار دلائی، ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے کہ جس دن ان کا انتقال ہوا چار ہزار آدمی ان کے جنازہ میں شریک ہوئے اور اس کے نام ھارون تھے، اور اس نام کے علاوہ دیگر ناموں کے لوگ بھی موجود تھے۔

ای نفاعا للناس: یعنی حضرت عیسی علیہ السلام اللہ عزوجل کے اذن سے مادرزاد اندھوں اور برص والوں کو ٹھیک کرتے اور مردوں کو زندہ کرتے اور گمراہوں کو ھدایت دیتے۔ **المذکور**: یعنی توحید کی دعوت کا قول اور اللہ عزوجل کے بیٹا ہونے کی نفی کا قول ذکر ہوچکا ہے۔

متعاظما: یعنی اللہ عزوجل نے مجھے (حضرت عیسی علیہ السلام کو) تواضع کرنے والا بنایا ہے، اور جو تواضع کرنے والا ہوتا ہے وہ درختوں کے پتے کھا کر گزارہ کرلیتا ہے، مٹی پر بیٹھ کر بھی اور اس کے لیے مسندیں نہیں تیار کی جاتیں۔

من اقامة الظاهر مقام المضمر: یعنی جس میں یہ سب باتیں (جس کا بیان اسمع بهم وابصر ......الخ) ہونگیں اُسے ظالم کہا جائے گا۔ **فشدة العذاب**: سے مراد جہنم کی وادی ہے جس کا نام ویل ہے۔

به صموا: گمراہی کے سبب انہیں دنیا میں بہراپن حاصل ہوگا، جبکہ آخرت میں سامع وابصار کی شدت والی دونوں حالتوں پر تعجب ہے جب کہ دنیا میں بہراپن والی کیفیت پائی جارہی ہے۔ (الصاوی، ج ٤، ص ٦ ٤ وغیرہ)

رکوع نمبر: ٦

فِیهِ لِلْجَزاءِ﴿وَاذْكُرْ﴾لهم﴿فِی الْكِتٰبِ اِبْرٰهِیْمَ ؕ﴾ای خبرہ﴿اِنَّهٗ كَانَ صِدِّیْقًا﴾مُبالِغًا فی الصِّدقِ﴿نَّبِیًّا(۴۱)﴾ویُبدل مِنْ خبرِہ﴿اِذْ قَالَ لِاَبِیْهِ﴾ آزر﴿یٰۤاَبَتِ﴾التَّاءُ عِوَضٌ عن یاءِ الْاِضافةِ ولا یُجمعُ

بَینَھُمَا و کَانَ یَعبُدُ الْاَصنَامَ﴿لِمَ تَعْبُدُ مَا لَا یَسْمَعُ وَلَا یُبْصِرُ وَلَا یُغْنِیْ عَنْکَ﴾لا یَکْفِیکَ﴿شَیْئًا(۴۲)﴾مِنْ نَفعٍ اوضَرٍّ﴿یٰۤاَبَتِ اِنِّیْ قَدْ جَآءَنِیْ مِنَ الْعِلْمِ مَا لَمْ یَاْتِکَ فَاتَّبِعْنِیْۤ اَهْدِکَ صِرَاطًا﴾طَرِیْقًا﴿سَوِیًّا(۴۳)﴾مُسْتَقِیمًا﴿یٰۤاَبَتِ لَا تَعْبُدِ الشَّیْطٰنَ ؕ﴾بِطَاعَتِکَ اِیَّاهُ فِی عِبادةِ الْاَصنام﴿اِنَّ الشَّیْطٰنَ کَانَ لِلرَّحْمٰنِ عَصِیًّا(۴۴)﴾کَثِیرُ الْعِصیان﴿یٰۤاَبَتِ اِنِّیْۤ اَخَافُ اَنْ یَّمَسَّکَ عَذَابٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ﴾اِنْ لَمْ تَتُبْ﴿فَتَکُوْنَ لِلشَّیْطٰنِ وَلِیًّا(۴۵)﴾نَاصِرًا وقَرِینًا فی النَّارِ﴿قَالَ اَرَاغِبٌ اَنْتَ عَنْ اٰلِهَتِیْ یٰۤاِبْرٰهِیْمُ ۚ﴾فَتَعِیبُهَا﴿لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ﴾عَنِ التَّعَرُّضِ لَهَا﴿لَاَرْجُمَنَّکَ﴾بِالْحِجَارَةِ او بِالْکَلَامِ الْقَبِیحِ فَاحذَرنِی﴿وَاهْجُرْنِیْ مَلِیًّا(۴۶)﴾دَهْرًا طَوِیْلًا﴿قَالَ سَلٰمٌ عَلَیْکَ ۚ﴾مِنِّی لَا اُصِیبُکَ بِمَکرُوهٍ﴿سَاَسْتَغْفِرُ لَکَ رَبِّیْ ؕ اِنَّهٗ کَانَ بِیْ حَفِیًّا(۴۷)﴾مِن حَفِیٍّ ای بَارًّا فَیُجِیبُ دُعائِیْ وَقَدْ وَفٰی بِوَعْدِهٖ بِقولِهِ الْمَذکُورُ فِی الشُّعَرَاءِ وَاغْفِرلِاَبِی وَهٰذَا قَبْلَ اَنْ یَتَبَیَّنَ لَهُ اَنَّهُ عَدوٌّ لِلّٰهِ کما ذُکِرَ فِی بَرائَةٍ﴿وَاَعْتَزِلُکُمْ وَمَا تَدْعُوْنَ﴾تَعبُدونَ﴿مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَاَدْعُوْا رَبِّیْ ۖ﴾اَعْبُدُ﴿رَبِّیْ عَسٰۤی اَلَّاۤ اَکُوْنَ بِدُعَآءِ رَبِّیْ﴾بِعِبَادَتِهٖ﴿شَقِیًّا(۴۸)﴾کَمَا شَقِیتُمْ بِعِبَادةِ الْاَصنَامِ﴿فَلَمَّا اعْتَزَلَهُمْ وَمَا یَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۙ﴾بِاَنْ ذَهَبَ الی الْاَرْضِ الْمُقَدَّسَةِ﴿وَهَبْنَا لَهٗۤ﴾اِبْنَینِ یَانِسُ بِهِمَا﴿اِسْحٰقَ وَیَعْقُوْبَ ؕ وَکُلًّا﴾مِنهما﴿جَعَلْنَا نَبِیًّا(۴۹) وَوَهَبْنَا لَهُمْ﴾الثَّلاثَةَ﴿مِّنْ رَّحْمَتِنَا﴾المَالَ والْوَلَدَ﴿وَجَعَلْنَا لَهُمْ لِسَانَ صِدْقٍ عَلِیًّا(۵۰)﴾رَفِیعًا هُوَ الثَّنَاءُ الحَسَنُ فِی جَمِیعِ اَهْلِ الْاَدْیَانِ.

﴿ترجمہ﴾

اور کتاب میں ان کے لیے ابراہیم کا (یعنی ان کے قصہ کا) ذکر کرو بیشک وہ صدیق تھا (صدق میں مبالغہ کرنے والا تھا) نبی (نبیا دراصل کان کی خبر صدیق سے بدل ہے) جب اپنے باپ (یعنی آزر) سے بولا اے میرے باپ (یاء ضمیر متکلم کے عوض تاء آئی ہے اور یاء وتاء دنوں یکجا جمع نہیں ہوتیں اور یہ شخص بتوں کی پوجا و پرستش کیا کرتا تھا) کیوں ایسے کو پوجتا ہے جو سنے نہ دیکھے اور تیرے کچھ کام نہ آئے (کسی نفع ونقصان میں تجھے کفایت نہ کر سکے، لایغنی عنک بمعنی لایکفیک ہے) اے میرے باپ میرے پاس وہ علم آیا ہے جو تجھے آیا نہ تو تو میری پیروی کر میں تجھے سیدھی راہ دکھاؤں گا (صراط کے معنی راستہ اور سویا کے معنی سیدھا ہے) اے میرے باپ شیطان کی عبادت نہ کر......۱......(کہ بتوں کی پوجا کر کے تو حقیقتاً شیطان کی عبادت کر رہا ہے) بیشک شیطان رحمان کا بڑا نافرمان ہے (عصیا کا معنی کثیر العصیان ہے) اے میرے باپ میں ڈرتا ہوں کہ تجھے رحمان کا کوئی عذاب پہنچے (اگر تو توبہ نہ کرے) تو تو شیطان کا رفیق ہو جائے (تو آگ میں اس کا مددگار اور ساتھی ہوگا) بولا کیا تو میرے خداؤں سے مونھ پھیرتا ہے اے ابراہیم (تو میرے خداؤں کو برا بھلا کہتا ہے) بیشک اگر تو باز نہ آیا (ان بتوں کی مذمت کرنے سے) تو میں تجھے رجم کروں گا......۲......(پتھروں سے یا بدکلامی سے، پس تو مجھ سے ڈر) اور زمانہ دراز تک بے علاقہ ہو جا (ملیا بمعنی دھرا طویلا ہے) کہا بس تجھے سلام ہے......۳......(میری طرف سے یعنی میں کوئی ناپسندیدہ کام تجھے نہیں پہنچاؤں گا) قریب ہے کہ میں اپنے رب سے تیرے لیے معافی

مانگوں گا بیشک وہ مجھ پر مہربان ہے ("حفیا"، حفی سے بنا ہے جس کے معنی مہربانی کرنے والا ہے، پس وہ میری دعا قبول کرنے والا ہے پس آپ علیہ السلام نے اپنا وعدہ پورا فرمایا جیسا کہ سورۃ الشعراء میں ہے، آپ علیہ السلام نے عرض کی واغفر لابی ......الخ، یہ وعدہ آپ علیہ السلام نے اس بات کے ظاہر ہونے سے پہلے کیا تھا کہ وہ اللہ عزوجل کا دشمن ہے جیسا کہ اس کا تذکرہ سورۂ برائت میں ہے) اور میں ایک کنارے ہوجاؤں گا تم سے اور ان سب سے جن کو اللہ کے سوا پوجتے ہو (تدعون بمعنی تعبدون ہے) اور اپنے رب کو پوجوں گا قریب ہے کہ میں اپنے رب کی عبادت سے بدبخت نہ ہوں (جیسا کہ تم بتوں کی عبادت کرکے بدبخت ہوگئے، ادعوا بمعنی عبد ہے ، الا اصل میں ان لا تھا، بدعاء ربی بمعنی بعبادۃ ربہ ہے) پھر جب ان سے اور اللہ کے سوا ان کے معبودوں سے کنارہ کرگیا (یوں کہ آپ علیہ السلام ارض مقدسہ کی طرف چلے گئے) ہم نے اسے (دو بیٹے دیئے جن کے ذریعے وہ) اسحٰق اور یعقوب عطا کئے اور (ان دونوں میں سے) ہر ایک کو نبی کیا اور ہم نے انہیں (یعنی ان تینوں کو) اپنی رحمت (یعنی مال واولاد) عطا کی اور ان کے لیے سچی بلند ناموری رکھی (اور اس سے مراد دین میں ان کی اچھائی اور تعریف بیان کیا جانا ہے)

﴿ترکیب﴾

﴿واذکر فی الکتب ابراھیم انہ کان صدیقا نبیا﴾.

و: مستانفہ، اذکر فی الکتب ابراھیم: فعل امر بافاعل وظرف لغو ومفعول، ملکر جملہ فعلیہ، انہ: حرف مشبہ واسم، کان: فعل ناقص بااسم، صدیقا نبیا: خبر، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ مستانفہ۔

﴿اذ قال لابیہ یابت لم تعبد ما لا یسمع ولا یبصر ولا یغنی عنک شیئا﴾.

اذ: مضاف، قال لابیہ: جملہ فعلیہ ہوکر قول، یابت: ندا، لام: جار، لم: استفہامیہ مجرور، ملکر ظرف لغو مقدم، تعبد: فعل بافاعل، ما: موصول، لا یسمع: جملہ فعلیہ معطوف علیہ و: عاطفہ، لا یبصر: جملہ فعلیہ معطوف اول، و: عاطفہ، لا یغنی عنک شیئا: جملہ فعلیہ معطوف ثانی، ملکر صلہ، ملکر مفعول، ملکر مقصود بالندا، ملکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ مضاف الیہ، ملکر مرکب اضافی بدل ہے ماقبل "ابراھیم" سے۔

﴿یابت انی قد جاء نی من العلم ما لم یاتک﴾.

یابت: ندا، انی: حرف مشبہ واسم، قد: تحقیقیہ، جاء نی: فعل ومفعول، من العلم: ظرف لغو، مالم یاتک: موصول صلہ ملکر فاعل، ملکر خبر، ملکر مقصود بالندا، ملکر جملہ ندائیہ۔

﴿فاتبعنی اھدک صراطا سویا﴾.

ف: فصیحہ، اتبعنی: فعل امر بافاعل ومفعول، ملکر جملہ فعلیہ، اھدک: فعل بافاعل ومفعول، صراطا سویا: مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ جواب امر، اپنے ماقبل امر سے ملکر شرط محذوف" ان شئت الھدایۃ والنجاۃ" کے لیے جزا، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿یابت لا تعبد الشیطن ان الشیطن کان للرحمن عصیا﴾.

یابت: جملہ ندائیہ، لا تعبد الشیطن: فعل نہی بافاعل ومفعول، ملکر مقصود بالندا، ملکر جملہ ندائیہ، ان الشیطن: حرف مشبہ واسم، کان: فعل ناقص بااسم، للرحمن عصیا: شبہ جملہ کان کی خبر، ملکر ان کی خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿یابت انی اخاف ان یمسک عذاب من الرحمن فتکون للشیطن ولیا﴾.

یابت: جملہ ندائیہ، انی: حرف مشبہ واسم، اخاف: فعل بافاعل، ان: مصدریہ، یمسک: فعل ومفعول، عذاب: موصوف، من الرحمن: ظرف مستقر صفت، ملکر فاعل، ملکر معطوف علیہ، ف: عاطفہ، تکون: فعل ناقص بااسم، للشیطن ولیا: شبہ جملہ خبر، ملکر

جملہ فعلیہ ہوکر معطوف، ملکر بتاویل مصدر مفعول، ملکر خبر، ملکر مقصود بالندا، ملکر جملہ ندائیہ۔

﴿قال اراغب انت عن الهتی یابراهیم﴾.

قال: قول، همزه: حرف استفهامیہ، راغب: اسم فاعل بافاعل، عن الهتی: ظرف لغو، ملکر شبہ جملہ ہوکر خبر مقدم، انت: مبتدا مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ ہوکر مقصود بالندا، یا براهیم: جملہ ندائیہ، ملکر مقولہ، جملہ قولیہ۔

﴿لئن لم تنته لارجمنک واهجرنی ملیا﴾.

لام: قسمیہ، ان: شرطیہ، لم تنته: جملہ فعلیہ شرط، لام: تاکیدیہ، ارجمنک: جملہ فعلیہ قسم محذوف "اقسم" کے لیے جواب قسم، قائم مقام جواب شرط، ملکر قسم محذوف "اقسم" کے لیے جواب قسم، ملکر جملہ قسمیہ، و: عاطفہ، معطوف علی محذوف "فاحذرنی"، اهجرنی: فعل بافاعل ومفعول، ملیا: ظرف، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿قال سلام علیک ساستغفرلک ربی انہ کان بی حفیا﴾.

قال: قول، سلم: مبتدا، علیک: ظرف مستقر خبر، ملکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ، ساستغفر: فعل بافاعل، لک: ظرف لغو، ربی: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، انه: حرف مشبہ واسم، کان: فعل ناقص بااسم، بی حفیا: جملہ خبر، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿واعتزلکم وما تدعون من دون الله﴾.

و: عاطفہ، اعتزل: فعل بافاعل، کم: معطوف علیہ، و: عاطفہ، ما: موصولہ، تدعون: جملہ فعلیہ صلہ ملکر ذوالحال، من دون الله: ظرف مستقر حال، ملکر معطوف، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وادعواربی عسی الا اکون بدعاء ربی شقیا﴾.

و: عاطفہ، ادعوا: فعل وضمیر ذوالحال، عسی: فعل مقارب بااسم، ان: مصدریہ، لایکون: فعل نفی ناقص بااسم، بدعاء ربی شقیا: شبہ جملہ خبر، ملکر جملہ فعلیہ بتاول مصدر خبر، ملکر جملہ فعلیہ حال، ملکر فاعل، ربی: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿فلما اعتزلهم وما یعبدون من دون الله وهبنا له اسحق ویعقوب﴾.

ف: عاطفہ، لما: شرطیہ ظرفیہ، اعتزلهم: فعل بافاعل وضمیر معطوف علیہ، و: عاطفہ، ما یعبدون من دون الله: موصول صلہ، ملکر معطوف، ملکر مفعول، ملکر شرط، وهبنا له: فعل بافاعل وظرف لغو، اسحق ویعقوب: مفعول، ملکر جواب شرط، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿وکلا جعلنا نبیا O ووهبنا لهم من رحمتنا وجعلنا لهم لسان صدق علیا﴾.

و: عاطفہ، کلا: مفعول اول مقدم، جعلنا: فعل بافاعل، نبیا: مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، وهبنا: فعل بافاعل، لهم: ظرف لغو، من رحمتنا: ظرف لغو ثانی، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، جعلنا: فعل بافاعل، لهم: ظرف لغو، لسان صدق: موصوف، علیا: صفت، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

شیطان کی عبادت کرنے سے مراد کیا ھے؟

۱.....شیطان کی عبادت کرنے سے مراد یہ ہے کہ واحد حقیقی کو چھوڑ کر، بے جان بتوں کی عبادت پر مائل کرنے والا شیطان مردود نہیں تو اور کون ہے؟۔ کجا بتوں کی عبادت کر کے جہنم کی حقداری کو گلے لگانا، انسان رب العالمین کی عبادت کرنے میں بھی کئی حوالے سے شیطان کی پیروی کرتا نظر آتا ہے۔ دیکھیں علامہ جوزی کیا کہتے ہیں:

کئی عبادت کرنے والوں کی عبادت میں قلتِ علم کی وجہ سے شیطان داخل ہوجاتا ہے،لوگ عبادت میں لگے رہتے ہیں اور علم حاصل نہیں کرتے۔ ربیع بن خیثم کہتے ہیں کہ دینی فقاہت سے پہلے (نوافل) سے اجتناب کرے۔علم دین کا حاصل کرنا نوافل سے افضل ہے اور لوگ جانتے ہیں کہ علم کا مقصود عمل (خیر بحسن وخوبی) بجالانا ہے۔بعض لوگ عمل جوارح کو ہی جانتے ہیں حالانکہ عمل قلب زیادہ افضل ہے۔ مطرف بن عبداللہ کہتے ہیں: علم کی فضیلت عبادت کی فضیلت سے بہتر ہے۔ یوسف بن اسباط کہتے ہیں: علم دین حاصل کرنا ستر غزوات سے بہتر ہے۔ معافی بن عمران کہتے ہیں: ایک حدیث کا لکھنا میرے نزدیک رات (بھر) کی عبادت سے افضل ہے۔ مصنف کہتے ہیں کہ اس بحث سے لوگ جان چکے کہ ابلیس کس طرح عبادت میں شامل ہوجاتا ہے۔

(تلبیس ابلیس ،الباب الثامن ذکر تلبیس ابلیس علی العباد فی العبادات، ص ١٥٢)

حضرت ابراھیم علیہ السلام کا سزا دینے کی نسبت اپنی جانب کرنا:

٢ ......اصل میں رجم کرنے کے معنی یہی ہیں کہ کسی کو پتھر مار مار کر ہلاک کردیا جائے لیکن ایک قول مفسرین نے یہ بھی کیا ہے کہ اے آزر! میں تمہیں بُرے کلام سے تکلیف دوں گا، کیونکہ اہل علم کے نزدیک لفظ کے معنی یہ بھی ہیں کہ "مایتلفظ به الانسان یعنی زبان سے جو کچھ تلفظ کیا جائے"، لہٰذا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یوں کہ مجھ سے عرصہ دراز تک دور رہو اور مجھ سے کلام نہ کرو کہ میری جانب سے تمہیں کوئی زبانی یا ہاتھ کے ذریعے سے نقصان پہنچے۔ (روح البیان، ج٥، ص ٤٠٠ ملخصا)

عند الشرع کسے سلام کیا جائے؟

٣ ......حضرت ابراہیم علیہ السلام نے آزر سے جو سلام کیا اس کے بارے میں مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ یہ سلام جدائی اور مفارقت کا تھا، ایک قول یہ ہے کہ یہ سلام بھلائی اور لطف کرم کرنے کے حوالے سے تھا، ایک قول یہ بھی ہے کہ حکم ممانعت ﴿ما کان للنبی والذین امنوا ان یستغفروا للمشرکین نبی اور ایمان والوں کے لئے لائق نہیں کہ مشرکین کے لئے دعائے مغفرت کریں(التوبۃ: ١١٣)﴾ سے پہلے تک آپ نے اپنے چچا کے لیے دعائے استغفار فرمائی۔ (الخازن، ج٣، ص ١٨٩)

نووی علی مسلم لکھتے ہیں: بعض کے نزدیک نہی کراہیت کی وجہ سے ہے لیکن یہ قول ضعیف ہے اس لیے کہ نہی تحریم کی وجہ سے ہے اور یہی علقمہ اور نخعی کا قول ہے۔ اور مختار قول یہ ہے کہ فساد کے خوف کی وجہ سے ان کو سلام کرنے میں پہل نہ کی جائے(مشکوۃ المصابیح ،حاشیہ نمبر١، ص٣٩٨،قدیمی)۔ بعض علماء فرماتے ہیں کہ یہود و نصاری کے سلام کے جواب میں وعلیک سے زیادہ نہ کہا جائے، اور کافروں کے سلام کے جواب میں ھداک اللہ بھی کہنا چاہئے اور بعض علماء نے یہودیوں اور عیسائیوں کو ضرورت یا حاجت کے وقت سلام کہنا درست اور جائز قرار دیا ہے، بدعتیوں اور فاسقوں کا بھی یہی حکم ہے۔ انہیں ایک طرف کرنے کے معنی اسلام کی عزت اور شوکت کے اظہار کے لیے غلبہ قائم رکھو یا اس سے ایک طرف چلنے کے بارے میں حکم دینا مراد ہے(اشعۃ للمعات، ج٥، ص ٨٣٩)

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل مبارک یہ تھا کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی کو خط لکھتے تو ابتداً اپنا اسم گرامی لکھتے، اس کے بعد اگر مکتوب الیہ مسلمان ہوتا تو اسے سلام لکھتے اور اگر وہ مسلمان نہ ہوتا تو یہ لکھتے "سلام علی من اتبع الھدی" ہرقل کی طرف بھی ایسے ہی لکھ کر بھیجا تھا۔ (اشعۃ للمعات، ج٥، ص ٨٥٢)

اغراض: مبالغا فی الصدق: یعنی اقوال، افعال اور احوال کے اعتبار سے سچ گو تھے۔

ویبدل منه: یعنی بدل اشتمال، مبدل منہ اور بدل کے مابین جملہ معترضہ ﴿انه کان صدیقا نبیا(مریم:٥٦)﴾ ہے۔

ولا یجمع بینھما: پس "یا ابتی" نہیں کہا گیا، اس صورت میں عوض و معوض جمع ہوجائیں گے، اور یا ابتا کہا گیا، اس لیے کہ الف

یاء سے بطور عوض مستعمل ہے، اور اس صورت میں دو عوض جمع ہوگئے۔
بان ذھب: یعنی سرزمین عراق سے بیت المقدس کی جانب۔
بطاعتک ایاہ: اللہ ﷻ کی عبادت کے حکم کو بتوں کی عبادت کے مثل نہ جانو، کہ وسوسہ کا شکار ہوتے ہوئے بتوں کی عبادت میں لگ جاؤ۔
بالحجارۃ: یہاں تک کہ (اے ابراہیم علیہ السلام) تم مرجاؤ یا میرے راستے سے ہٹ جاؤ۔
دھرا طویلا: اھجرنی کے فاعل سے حال ہے، یعنی (اے ابراہیم علیہ السلام) مجھے صحیح سلامت چھوڑ دو تجھے مجھ سے کوئی نقصان نہ پہنچے گا۔
وھذا قبل ان یتبین لہ انہ عدو اللہ: یہ اس اعتراض کے جواب میں ہے کہ کفار کے لئے استغفار کرنا کیسے جائز ہوسکتا ہے؟ میں (علامہ صاوی) اس کا جواب یہ دوں گا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ جملہ اس وقت کہا تھا جب کہ انہیں اس بات کا علم ہی نہ تھا کہ یہ اللہ ﷻ کا دشمن ہے، پھر جب معلوم ہوگیا تو اس سے بیزار ہوئے۔ اس جملے سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کافر کے لیے استغفار کرنا اگر اس کی ھدایت اور سلامتی کی نیت سے ہو تو جائز ہے اور اگر اس کا کفر واضح ہوجائے تو جائز نہیں ہوگا۔
یانس بھما: اس جملے ﴿اسحق ویعقوب﴾ میں اس جانب اشارہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت یعقوب علیہ السلام کو دیکھ لیا تھا، جب کہ وہ تو حضرت اسحٰق علیہ السلام کے صاحبزادے تھے، اور حضرت ابراہیم علیہ السلام ایک سو پچھتر سال زندہ رہے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام و آدم علیہ السلام کے مابین ہزار سال کا فاصلہ ہوا ہے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام و نوح علیہ السلام کے مابین بھی ہزار سال کا فاصلہ ہوا ہے۔
فی جمیع اھل ادیان: یعنی ہر دین والے حضرت ابراہیم علیہ السلام، اسحٰق علیہ السلام اور یعقوب علیہ السلام کو پسند کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور قیامت تک ان کے خیر کی دعا کرتے رہیں گے۔ (الصاوی، ج۴، ص۵۳ وغیرہ)

ایک اھم بات

صلوا علی الحبیب: صلی اللہ علی محمد

افتاء سے پھلے تحقیق اور تنقیح ضروری ھے......(۱)

فتاوی خیریہ کے آخر میں ہے: ''کوئی شک نہیں کہ مختلف فیہ کی معرفت کے حوالے سے راجح مرجوح کو پہچاننا، ضعیف وقوی اقوال کو جاننا، علم فقہ کو حاصل کرنے کے لئے اپنے پائینچے چڑھانے والوں کی امیدوں کی انتہاء ہے۔ مفتی اور قاضی پر مسئلہ کے جواب میں تحقیق کرنا لازم ہے اور حلال کو حرام اور حرام کو حلال ٹھرا کر اللہ ﷻ پر جھوٹ باندھنے سے ڈرتے ہوئے فتوی کے حوالے سے بے تکی باتیں نہ کرے، اپنی دلی خواہش کی پیروی اور نفسانی آرزو کی پیروی کرنا اور مال کی طرف مائل ہونا (کہ مالدار کی خواہش کے مطابق فتوی دے) حرام ہے کیونکہ مال بہت بڑی آفت اور زبردست مصیبت ہے۔ پس بلاشبہ فتوی نویسی ایک امر عظیم ہے (بغیر علم کے) فتوی نویسی کی جرأت ہر جاہل و بدبخت ہی کرے گا......(۲)۔

ضمنی فوائد (۱)......الفتاوی الخیریہ علی ھامش الفتاوی تنقیح الحامدیہ، مسائل شتی، ج۲، ص۲۵۸۔ (۲)......بغیر علم کے فتوی دینے کی احادیث مبارکہ میں بڑی مذمت آئی ہے چنانچہ، سید عالم ﷺ کا فرمان دلنشین ہے کہ ''اجرأکم علی الفتیا اجرأکم علی النار'' یعنی جو فتوی دینے میں زیادہ جری ہے وہ آتش دوزخ پر زیادہ دلیر ہے۔ (کنزالعمال، ج۱۰، ص۱۸۴، رقم ۲۸۹۶۱)۔ ''من قال فی القرآن برأیہ فاصاب فقد اخطاء''، یعنی جس نے قرآن کے معاملے میں اپنی رائے داخل کی اگر اس نے ٹھیک کہا تو بھی غلط کہا۔ (کنزالعمال، ج۲، ص۱۶، رقم ۲۹۵۷)، (درس عقود رسم المفتی، ص۳۰ وغیرہ)

رکوع نمبر:۷

﴿وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ مُوْسٰى ۡ اِنَّهٗ كَانَ مُخْلَصًا﴾بِكَسْرِ اللامِ وَفَتْحِهَا مَنْ اَخْلَصَ فِى عِبَادَتِهٖ وَاَخْلَصَهُ اللّٰهُ مِنَ الدَّنَسِ﴿وَّكَانَ رَسُوْلًا نَّبِيًّا(۵۱) وَنَادَيْنٰهُ﴾بِقَولِ يَا مُوسٰى اِنِّى اَنَا اللّٰهُ﴿مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِ﴾اِسْمُ جَبَلٍ﴿الْاَيْمَنِ﴾اَىِ الَّذِى يَلِى يَمِينَ مُوسٰى حِينَ اَقْبَلَ مِنْ مَدْيَنَ﴿وَقَرَّبْنٰهُ نَجِيًّا(۵۲)﴾مُنَاجِيًا بِاَنْ اَسْمَعَهُ تَعَالٰى كَلَامَهُ﴿وَوَهَبْنَا لَهٗ مِنْ رَّحْمَتِنَآ﴾نِعْمَتِنَا﴿اَخَاهُ هٰرُوْنَ﴾بَدَلٌ او عَطْفُ بَيَانٍ﴿نَبِيًّا(۵۳)﴾حَالٌ هِىَ الْمَقْصُودَةُ بِالْهِبَةِ اِجَابَةً لِسُوَالِهٖ اَنْ يُرْسِلَ اَخَاهُ مَعَهُ وكان اَسَنَّ منه﴿وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِسْمٰعِيْلَ ۡ اِنَّهٗ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ﴾لَمْ يَعِدْ شَيْئًا اِلَّا وَفٰى بِهٖ وَانْتَظَرَ مِنْ وَعْدِهٖ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ او حَوْلًا حتى رَجَعَ اِلَيْهِ فِى مَكَانِهٖ﴿وَكَانَ رَسُوْلًا﴾اِلٰى جُرْهُمَ﴿نَّبِيًّا(۵۴) وَكَانَ يَاْمُرُ اَهْلَهٗ﴾اَىْ قَوْمَهٗ﴿بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ ۠ وَكَانَ عِنْدَ رَبِّهٖ مَرْضِيًّا(۵۵)﴾اَصْلُهٗ مَرْضُوٌّ وَقُلِبَتِ الْوَاوَ اَنْ يَائَيْنِ والضَّمَّةُ كَسْرَةً﴿وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِدْرِيْسَ ۡ﴾هُوَ جَدُّ اَبِى نُوحٍ﴿اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا(۵۶) وَّرَفَعْنٰهُ مَكَانًا عَلِيًّا(۵۷)﴾هُوَ حَىٌّ فِى السَّمَاءِ الرَّابِعَةِ اَوِ السَّادِسَةِ اَوِ السَّابِعَةِ اَو فِى الْجَنَّةِ اُدْخِلَهَا بَعْدَ اَنْ اُذِيقَ الْمَوْتَ وَاُحْيِىَ ولَمْ يُخْرَجْ مِنْهَا﴿اُولٰٓئِكَ﴾مُبْتَدَاءٌ﴿الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ﴾صِفَةٌ لَهٗ﴿مِّنَ النَّبِيّٖنَ﴾بَيَانٌ لَهُمْ وَهُوَ فِى مَعْنَى الصِّفَةِ وَمَا بَعْدَهٗ اِلٰى جُمْلَةِ الشَّرْطِ صِفَةٌ لِلنَّبِيِّينَ فَقَوْلُهٗ﴿مِنْ ذُرِّيَّةِ اٰدَمَ ۗ﴾اَىْ اِدْرِيسَ﴿وَمِمَّنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوْحٍ ۡ﴾فِى السَّفِينَةِ اَىْ اِبْرَاهِيمَ ابْنَ ابْنِهٖ سَامٍ﴿وَّمِنْ ذُرِّيَّةِ اِبْرٰهِيْمَ﴾اَىْ اِسْمَاعِيلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوبَ﴿وَ﴾ذُرِّيَّةِ﴿اِسْرَآءِيْلَ ۡ﴾وَهُوَ يَعْقُوبُ اَىْ مُوسٰى وَهَارُونَ وَزَكَرِيَّا وَيَحْيٰى وَعِيسٰى﴿وَمِمَّنْ هَدَيْنَا وَاجْتَبَيْنَا ؕ﴾اَىْ جُمْلَتِهِمْ وَخَبَرُ اُولٰئِكَ﴿اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُ الرَّحْمٰنِ خَرُّوْا سُجَّدًا وَّبُكِيًّا(۵۸) ۩﴾جَمْعُ سَاجِدٍ وَبَاكٍ اَىْ فَكُونُوا مِثْلَهُمْ وَاَصْلُ بُكِىٍّ بُكُوىٌ قُلِبَتِ الْوَاوُ يَاءً وَالضَّمَّةُ كَسْرَةً﴿فَخَلَفَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ﴾بِتَرْكِهَا كَالْيَهُودِ وَالنَّصَارٰى﴿وَاتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ﴾مِنَ الْمَعَاصِى﴿فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا(۵۹)﴾هُوَ وَادٍ فِى جَهَنَّمَ اَىْ يَقَعُونَ فِيهِ﴿اِلَّا﴾لٰكِنْ﴿مَنْ تَابَ وَ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُوْنَ﴾يُنْقَصُونَ﴿شَيْئًا(۶۰)﴾مِنْ ثَوَابِهِمْ﴿جَنّٰتِ عَدْنِ ۨ﴾اِقَامَةٍ بَدَلٌ مِنَ الْجَنَّةِ﴿الَّتِيْ وَعَدَ الرَّحْمٰنُ عِبَادَهٗ بِالْغَيْبِ ؕ﴾حَالٌ اَىْ غَائِبِينَ عَنْهَا﴿اِنَّهٗ كَانَ وَعْدُهٗ﴾اَىْ مَوْعُودُهٗ﴿مَاْتِيًّا(۶۱)﴾بِمَعْنٰى آتِيًا وَاَصْلُهٗ مَاْتُوىٌ اَو مَوْعُودُهٗ هُنَا الْجَنَّةُ يَاْتِيهِ اَهْلُهٗ﴿لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا﴾مِنَ الْكَلَامِ﴿اِلَّا﴾لٰكِنْ يَسْمَعُونَ﴿سَلٰمًا ؕ﴾مِنَ الْمَلٰئِكَةِ عَلَيْهِمْ اَو مِنْ بَعْضِهِمْ عَلٰى بَعْضٍ﴿وَلَهُمْ رِزْقُهُمْ فِيْهَا بُكْرَةً وَّعَشِيًّا(۶۲)﴾اَىْ عَلٰى قَدْرِهِمَا فِى الدُّنْيَا وَلَيْسَ فِى الْجَنَّةِ نَهَارٌ وَلَا لَيْلٌ بَلْ ضَوءٌ وَنُورٌ اَبَدًا﴿تِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِيْ نُوْرِثُ﴾نُعْطِى وَنُنْزِلُ﴿مِنْ

عِبَادِنَا مَنْ كَانَ تَقِيًّا(۶۳) ﴾بطاعتِهِ وَنَزَلَ لَمَّا تَاَخَّرَ الوحْىِ اَيَّامًا وقال النبى ﷺ لِجبْرئيلَ مَا يَمْنَعُكَ اَنْ تزورَنَا اَكْثَرَ مِمَّا تَزُورُنَا﴿وَمَا نَتَنَزَّلُ اِلَّا بِاَمْرِ رَبِّكَ ۚ لَهٗ مَا بَيْنَ اَيْدِيْنَا ﴾اى اَمَامَنَا مِن اُمُورِ الْاٰخِرَةِ﴿وَمَا خَلْفَنَا ﴾مِن اُمورِ الدُّنيا﴿وَمَا بَيْنَ ذٰلِكَ ۚ ﴾اَى مَا يَكُونُ مِن هٰذَا الوَقْتِ الى قِيامِ السَّاعَةِ اى له عِلْمُ ذالكَ جَميعُهُ﴿وَمَا كَانَ رَبُّكَ نَسِيًّا(۶۴) ﴾بمعنٰى نَاسِيا اى تَارِكا لَكَ بِتَاخيرِ الوَحيِ عَنكَ﴿رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا فَاعْبُدْهُ وَاصْطَبِرْ لِعِبَادَتِهٖ ط ﴾اى اِصْبِر عليْهَا﴿هَلْ تَعْلَمُ لَهٗ سَمِيًّا (۶۵) ﴾اى مُسَمًّى بِذالكَ﴿وَيَقُوْلُ الْاِنْسَانُ ﴾الْمُنكِرُ لِلبَعثِ اُبى بنُ خَلفٍ اَوِ الوَلِيدُبْنُ المُغيرَة النَّازِلُ فيه الاٰيَةُ﴿ءَ اِذَا ﴾بِتَحقِيقِ الْهَمزَةِ الثَّانِيَةِ وَتَسْهِيلِهَا وإدخَالِ اَلِفٍ بَينَهُما بوَجْهيها وَبينَ الاُخرٰى﴿مَا مِتُّ لَسَوْفَ اُخْرَجُ حَيًّا(۶۶) ﴾مِن القَبرِ كما يَقولُ محمدٌ فَالْاِستِفهَامُ بِمعنى النَّفِيِّ اَى لَا اُحْيٰى بَعدَ المَوتِ وَمازَائِدَةٌ لِلتَّاكيدِ و كَذا اللَّامُ وَرَدَ عليه بِقوله تعالى.

﴿ترجمہ﴾

اور کتاب میں موسیٰ کو یاد کرو بیشک وہ چنا ہوا تھا (مخلصا کو لام مکسور کے ساتھ پڑھیں تو بمعنی مخلص ہوگا اور لام مفتوحہ کے ساتھ پڑھیں تو معنی ہوگا وہ شخص جو اللہ جل جلالہ کی عبادت میں مخلص ہو اور جسے اللہ تعالیٰ نے آلائشوں سے پاک رکھا ہو) اور رسول تھا ......۱...... غیب کی خبریں بتاتا اور ہم نے اسے ندا فرمائی (یہ فرما کر: یا موسی انی انا الله، اے موسیٰ میں ہی خدا ہوں) طور ......۲...... کی دائیں جانب سے (طور ایک پہاڑ کا نام ہے، ؤنی جانب سے مراد وہ سمت ہے جو مدین سے آتے ہوئے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دائیں ہاتھ پر تھی) اور اسے اپنا راز کہنے کو قریب کیا (نجیا بمعنی مناجیا ہے یوں کہ اللہ عزوجل نے انہیں اپنا کلام سنایا) اور اپنی رحمت سے (یعنی نعمت سے) اس کا بھائی ہارون ......۳...... عطا کیا (ھارون یا تو بدل ہے یا عطف بیان) نبی ("نبیا" ھارون سے حال ہے، اور اس عطا سے مراد یہی مقصود ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سوال کو پورا کرنے کے لیے ان کے بھائی کو ان کے ساتھ بطور رسول بھیجا جائے اور حضرت ہارون علیہ السلام کی عمر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے زیادہ تھی) اور کتاب میں اسماعیل کو یاد کرو بیشک وہ وعدے کا سچا تھا (کوئی بھی وعدہ کرتے تو اسے پورا کرتے آپ علیہ السلام نے تین دن یا ایک سال تک اس شخص کا ایک جگہ پر انتظار فرمایا جس نے آپ علیہ السلام سے وہاں ملنے کا وعدہ کیا تھا حتی کہ وہ اپنے مکان میں لوٹا تو آپ علیہ السلام کو موجود پایا) اور رسول تھا (قوم جرہم کی طرف) غیب کی خبریں بتاتا اور اپنے اہل (یعنی اپنی قوم کو) نماز اور زکوۃ کا حکم دیتا ......۴...... اور اپنے رب کو پسند تھا (مرضیا کی اصل مرضوو تھی دونوں واؤ کو یاء سے اور ضمہ کو کسرہ سے بدل دیا گیا تو مرضیا ہوگیا) اور کتاب میں ادریس ......۵...... کو یاد کرو (یہ حضرت نوح علیہ السلام کے پردادا ہیں) بیشک وہ صدیق تھا غیب کی خبریں دیتا اور ہم نے اسے بلند مقام پر اٹھالیا (تو وہ چوتھے، چھٹے یا ساتویں آسمان میں ہیں یا جنت میں ہیں انہیں موت کا مزہ چکھانے کے بعد جنت میں داخل کردیا گیا اور آپ علیہ السلام جنت سے نہیں نکلے، اولئک مبتداء ہے) یہ ہیں جن پر اللہ نے احسان کیا ("الذین انعم الله علیھم" اولئک کی صفت ہے) غیب کی خبریں بتانے والوں میں (من النبین اسم موصول کا بیان ہے اور یہ صفت کے معنی میں ہے اس کو مابعد سے لیکر جملہ شرطیہ سے پہلے تک سب النبیین کی صفت ہے) سے آدم کی اولاد (یعنی حضرت ادریس علیہ السلام) اور ان میں جن کو ہم نے نوح کے ساتھ سوار کیا تھا (کشتی میں یعنی ابراہیم علیہ السلام جو کہ آپ علیہ السلام کے پوتے حضرت سام کی اولاد میں سے ہیں) اور ابراہیم کی

اولاد سے (حضرت اسماعیل علیہ السلام، حضرت اسحاق علیہ السلام، اور حضرت یعقوب علیہ السلام کو) اور اسماعیل (کی اولاد سے) اور ان میں جنہیں ہم نے راہ دکھائی اور چن لیا (یعنی من جملہ ان حضرات میں سے وہ افراد بھی ہیں جنہیں ہم نے راہ دکھائی اور چن لیا اور یہ ماقبل مذکور "اولـئک" کی خبر ہے) جب ان پر اللہ کی آیتیں پڑھی جاتیں گر پڑتے سجدہ کرتے اور روتے ("سجدا"، ساجد کی، اور "بکیا" باک کی جمع ہے، مراد یہ ہے کہ تم بھی ان کی مثل ہو جاؤ اور بـکی کی اصل بکوی تھی واؤ کو یاء سے اور ضمہ کو کسرہ سے بدل دیا گیا) تو ان کے بعد ان کی جگہ وہ ناہل آئے جنہوں نے نمازیں گنوائیں......٦...... (نمازوں کو ترک کر دیا جیسا کہ یہود و نصاری، اور گناہوں کے معاملے میں) اپنی خواہشوں کے پیچھے ہوئے تو عنقریب وہ غـئی کو پائیں گے (غـئی جہنم کی ایک وادی کا نام ہے یعنی یہ لوگ اس میں گریں گے) لیکن (الا بمعنی لـکـن ہے) جو تائب ہوئے اور ایمان لائے اور اچھے کام کئے تو یہ لوگ جنت میں جائیں گے اور انہیں (ان کے ثواب میں) کچھ نقصان نہ دیا جائیگا (یظلمون بمعنی ینقصون ہے) بسنے کے باغ جن کا وعدہ رحمان نے اپنے بندوں سے غیب میں کیا (بالغیب حال ہے عبادہ سے، یعنی وہ جنت سے غائب ہیں، عدن بمعنی اقامت ہے، التی وعد...... الخ "الجنة" کا بدل ہے) بیشک اس کا وعدہ آنے والا ہے (یعنی جس چیز کا اس نے وعدہ دیا ہے وہ چیز آنے والی ہے مراد اس سے جنت ہے کہ وہ اپنے اہل کیلئے آئے گی مـاتـیـا بمعنی آتیا ہے اور اس کی اصل مـاتـوی ہے......ے......) اور اس میں کوئی لغو (کلام) نہ سنیں گے لیکن (الا بمعنی لکن ہے وہ اس میں سنیں گے) سلام (جو فرشتے انہیں کریں گے یا وہ سلام جو باہم وہ ایک دوسرے کو کریں گے) اور انہیں اس میں ان کا رزق ہے صبح وشام......۸...... (یعنی دنیاوی صبح و شام کے وقت انہیں رزق دیا جائے گا اور جنت میں دن اور رات نہ ہوں گے بلکہ وہاں ہمیشہ نور اور روشنی ہوگی) یہ وہ باغ ہیں جس کا ہم وارث کریں گے (یعنی ہم عطا کریں گے اور اس میں اتاریں گے) اپنے بندوں میں سے اسے جو پرہیزگار ہے (اس کی فرمانبرداری کرنے کے سبب سے، کچھ دنوں وحی کے نازل ہونے میں تاخیر ہوئی تو جبرئیل علیہ السلام کے حاضر ہونے پر فرمایا: تم ہم سے جتنا ملاقات کرتے ہو اس سے زیادہ ملاقات کرنے سے تمہیں کیا مانع ہے؟) اور ہم فرشتے نہیں اترتے مگر حضور کے رب کے حکم سے، اسی کا ہے جو ہمارے آگے ہے (یعنی امور آخرت میں سے ہمارے آگے ہے) اور جو ہمارے پیچھے ہے (دنیاوی امور میں سے جو ہمارے پیچھے ہے) اور جو اس کے (یعنی اس وقت سے قیامت کے قائم ہونے کے وقت تک کے) درمیان ہے (یعنی اسے ان سب باتوں کا علم ہے) اور حضور کا رب بھولنے والا نہیں (آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے وحی کو مؤخر فرما کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ترک کرنے والا نہیں ہے......۹......نسیا بمعنی نـاسیا ہے، ھو بمعنی وہ ہے) آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان کے بیچ میں ہے سب کا رب (مالک) تو اسے پوجو اور اس کی بندگی پر ثابت رہو (یعنی اس پر صبر کرو) کیا اس کے نام کا دوسرا جانتا ہے (یعنی اس نام سے مسمّی کوئی اور ذات جانتے ہو؟ نہیں)۔ اور آدمی (جو مرنے کے بعد اٹھائے جانے کا منکر ہے جیسے ابی بن خلف اور ولید بن مغیرہ کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی) کہتا ہے کیا جب میں مر جاؤں گا تو ضرور عنقریب زندہ کر کے نکالا جاؤں گا (قبر سے جیسا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہتے ہیں، ہمزہ استفہام بمعنی نفی ہے یعنی میں مرنے کے بعد زندہ نہیں کیا جاؤں گا ما زائدہ تاکید کے لیے ہے اور یونہی لام بھی تاکید کے لیے ہے اللہ عزوجل نے اس کا رد اپنے اس اگلے فرمان کے ذریعے فرمایا ہے)۔

ترکیب

﴿واذکر فی الکتب موسی انه کان مخلصا وکان رسولا نبیا﴾.

و: عاطفہ، اذکر فی الکتب موسی: فعل امر با فاعل وظرف لغو ومفعول ملکر جملہ فعلیہ، انہ: حرف مشبہ واسم، کـان مخلصا: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، کان: فعل ناقص با اسم، رسولا نبیا: خبر، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿وناديٰنه من جانب الطور الايمن وقربنٰه نجيا﴾.

و: عاطفہ، نادینہ: فعل بافاعل ومفعول،من: جار، جانب الطور: مرکب اضافی موصوف، الایمن: صفت ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ،و: عاطفہ، قربنہ: فعل بافاعل وضمیر ذوالحال، نجیا: حال، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ووهبنا له من رحمتنا اخاه هارون نبيا﴾.

و: عاطفہ، وھبنا له من رحمتنا: فعل بافاعل وظرف لغواول وثانی، اخاه: مبدل منہ، هرون: بدل، ملکر ذوالحال، نبیا: حال، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿واذكر في الكتٰب اسمٰعيل انه كان صادق الوعد وكان رسولا نبيا﴾.

و: عاطفہ، اذکر فی الکتب اسمعیل: جملہ فعلیہ،انه: حرف مشبہ واسم، کان صادق الوعد: جملہ معطوف علیہ،و: عاطفہ، کان رسولا نبیا: جملہ معطوف، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿وكان يأمر اهله بالصلٰوة والزكٰوة وكان عند ربه مرضيا﴾.

و: عاطفہ، کان: فعل ناقص بااسم،یامر: فعل بافاعل، اهله: مفعول، بالصلوۃ والزکوۃ: ظرف لغو، ملکر خبر، ملکر جملہ فعلیہ ، و: عاطفہ، کان: فعل ناقص بااسم،عند ربه مرضیا: شبہ جملہ خبر، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿واذكر في الكتٰب ادريس انه كان صديقا نبيا ○ ورفعنٰه مكانا عليا﴾.

و: عاطفہ، اذکر فی الکتب ادریس: جملہ فعلیہ،انه: حرف مشبہ واسم، کان صدیقا نبیا: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، رفعنه: فعل بافاعل ومفعول، مکانا علیا: مرکب توصیفی ظرف مکان، ملکر جملہ فعلیہ ماقبل "کان صدیقا نبیا" پر معطوف ہے۔

﴿اولٰئك الذين انعم الله عليهم من النبيين من ذرية آدم وممن حملنا مع نوح ومن ذرية ابراهيم واسرائيل وممن هدينا واجتبينا﴾.

اولئک: مبتدا،الذین: موصول، انعم الله: فعل بافاعل، علی: جار، هم: ذوالحال، من النبیین: جار مجرور، ملکر مبدل منہ، من ذریة آدم: جار مجرور معطوف علیہ، و: عاطفہ، ممن حملنا مع نوح: جار مجرور ملکر معطوف اول، و: عاطفہ، من ذریة ابراهیم واسمعیل: جار مجرور معطوف ثانی، و: عاطفہ، ممن هدینا واجتبینا: جار مجرور معطوف ثالث، ملکر بدل، ملکر ظرف مستقر حال ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر صلہ، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿اذا تتلىٰ عليهم اٰيٰت الرحمٰن خروا سجدا وبكيا﴾.

اذا: ظرفیہ شرطیہ مفعول فیہ مقدم، تتلی علیهم: فعل مجہول وظرف لغو، آیت الرحمن: نائب الفاعل، ملکر شرط، خروا: فعل وضمیر ذوالحال، سجدا: معطوف علیہ، و: عاطفہ، بکیا: معطوف، ملکر حال، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ ، ف: فصیحہ، سوف: حرف استقبال، یلقون غیا: فعل بافاعل ومفعول، ملکر جملہ فعلیہ شرط محذوف "ان شئت ان تعلم بما قبتهم" کے لیے جزا، ملکر جملہ شرطیہ مستانفہ۔

﴿فخلف من بعدهم خلف اضاعوا الصلٰوة واتبعوا الشهوٰت فسوف يلقون غيا﴾.

ف: عاطفہ، خلف: فعل، من بعد هم: ظرف مستقر حال مقدم، خلف: موصوف، اضاعوا الصلوۃ: جملہ فعلیہ معطوف علیہ،و: عاطفہ، اتبعوا الشهوت: جملہ فعلیہ شرط محذوف "ان شئت ان تعلم بما عاقبتهم" کے لیے جزا، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿الا من تاب وآمن وعمل صالحا﴾.

الا: حرف استثناء، من: موصولہ، تاب: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، امن: جملہ فعلیہ معطوف اول، و: عاطفہ، عمل صالحا: جملہ فعلیہ معطوف، ملکر صلہ، مستثنی ہے ماقبل "یلقون" کی ضمیر فاعل سے، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿فاولئک یدخلون الجنة ولا یظلمون شیئا O جنت عدن التی وعد الرحمن عباده بالغیب﴾.

ف: فصیحہ، اولئک: مبتداء، یدخلون: فعل بافاعل، الجنة: مبدل منہ، جنت عدن: مرکب اضافی موصوف، التی: موصوف، وعد الرحمن: فعل وفاعل، عباده: ذوالحال، بالغیب: ظرف مستقر حال، ملکر مفعول، ملکر صلہ، ملکر صفت، ملکر بدل، ملکر مفعول، ملکر معطوف علیہ، و: عاطفہ، لا یظلمون شیئا: جملہ فعلیہ معطوف، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿انه کان وعده ماتیا O لا یسمعون فیها لغوا الا سلما﴾.

انه: حرف مشبہ واسم، کان وعده: فعل ناقص واسم، ماتیا: خبر، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ، لا یسمعون: فعل نفی بافاعل، فیها: ظرف لغو، لغوا: مبدل منہ، الا: حصر، سلما: بدل، ملکر مفعول، ملکر ماقبل "جنت عدن" سے حال واقع ہے۔

﴿ولهم رزقهم فیها بکرة وعشیا﴾.

و: عاطفہ، لهم: ظرف مستقر، "ثابت" اسم فاعل محذوف کے لیے، بکرة: معطوف علیہ، و: عاطفہ، عشیا: معطوف، ملکر ظرف "ثابت" اسم فاعل، اپنے فاعل وظرف مستقر سے ملکر شبہ جملہ ہوکر خبر مقدم، رزقهم: مرکب اضافی ذوالحال، فیها: ظرف مستقر حال، ملکر مبتدا مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿تلک الجنة التی نورث من عبادنا من کان تقیا﴾.

تلک: مبتداء، الجنة: موصوف، التی: موصول، نورث: فعل بافاعل، من عبادنا: ظرف مستقر حال مقدم، من: موصولہ، کان تقیا: جملہ فعلیہ، ملکر ذوالحال، ملکر مفعول، ملکر صلہ، ملکر صفت، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿وما نتنزل الا بامر ربک له ما بین ایدینا وما خلفنا وما بین ذلک﴾.

و: مستانفہ، ما: نافیہ، نتنزل: فعل وضمیر ذوالحال، الا: اداۃ حصر، بامر ربک: ظرف مستقر حال، ملکر فاعل، ملکر مستانفہ، له: ظرف مستقر خبر مقدم، ما بین ایدینا: موصول صلہ ملکر معطوف علیہ، و: عاطفہ، ما خلفنا: موصول صلہ ملکر معطوف اول، و: عاطفہ، ما بین ذلک: موصول صلہ ملکر معطوف ثانی، ملکر مبتداء مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿وما کان ربک نسیا O رب السموت والارض وما بینهما﴾.

و: عاطفہ، ما: نافیہ، کان ربک: فعل ناقص واسم، نسیا: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، رب: مضاف، السموات والارض ومابینهما: معطوفات، ملکر موصول صلہ، ملکر معطوف ثانی ملکر مضاف الیہ، ملکر "هو" مبتدا محذوف کے لیے خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿فاعبده واصطبر لعبادته هل تعلم له سمیا﴾.

ف: فصیحہ، اعبده: فعل امر بافاعل ومفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، اصطبر لعبادته: فعل امر بافاعل وظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر شرط محذوف "اذا عرفت ربوبیته الکاملة" کے لیے جزا، ملکر جملہ شرطیہ، هل: حرف استفہام، تعلم له سمیا: فعل بافاعل وظرف لغو ومفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ویقول الانسان ءاذا ما مت لسوف اخرج حیا﴾.

و: مستانفہ، یقول الانسان: جملہ فعلیہ قول، همزه: حرف استفہامیہ، اذا: مضاف، ما: زائدہ، مت: جملہ فعلیہ مضاف الیہ، ملکر

فعل محذوف "سوف اخرج" کے لیے ظرف، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ مستانفہ، لام: تاکید یہ ابتدائیہ، سوف: حرف استقبال، اخرج: فعل مجہول وضمیر مستتر ذوالحال، حیا: حال، ملکر نائب الفاعل، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿شانِ نزول﴾

☆......ومانتنزل الا بامر ربک......☆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ سید عالم ﷺ نے جبرائیل امین سے فرمایا اے جبرائیل! تم جتنا ہمارے پاس آیا کرتے ہو اس سے زیادہ کیوں نہیں آتے؟ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

نبی ورسول میں فرق:

۱......علامہ تفتازانی نبی ورسول کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ھو انسان بعثه الله تعالی الی الخلق لتبلیغ الاحکام یعنی وہ انسان جسے اللہ تعالی مخلوق کی جانب احکامات کی تبلیغ کے لیے بھیجے۔ (شرح عقائد نسفیه، مبحث النبی، ص ۱۷)

نبی رسول کے مقابلے میں عام ہوتا ہے، رسول کو (کتاب دے کر، وحی کے ساتھ) تبلیغ کا حکم دیا جاتا ہے اور نبی پر وحی کی جاتی ہے عام ازیں کہ اسے تبلیغ کا حکم کیا جائے یا نہیں (اور اسے کتاب دیا جانا ضروری نہیں)، قاضی عیاض مالکی کہتے ہیں کہ جمہور کا صحیح ترین مؤقف یہ ہے کہ ہر رسول نبی ہوتا ہے لیکن ہر نبی کا رسول ہونا ضروری نہیں۔ رسالت کا لغوی معنی پیغام پہنچانا اور نبی کا لغوی معنی اللہ کی جانب خبر دینے والا۔ (شرح فقه الاکبر، مبحث و محمد رسول الله، ص ۱۰۶)

کوہ طور کا جغرافیائی خدوخال:

۲......طور ایک پہاڑ کا نام ہے جو مصر و مدین کے مابین ہے۔ دس سال کا عرصہ حضرت شعیب علیہ السلام کے پاس گزارنے کے بعد جب مدین کے پاس سے گزرے تو درمیان میں اس پہاڑ کے پاس سے گزر ہوا جو کہ آپ کی دائیں جانب تھا۔ علامہ خازن فرماتے ہیں کہ ایک قول کے مطابق اس پہاڑ کا نام زبیر بھی ہے۔

حضرت ہارون علیہ السلام کا نسب:

۳......کا نسب تو وہی ہے جو حضرت موسی علیہ السلام کا ہے، جس کا بیان ہم نے کئی مواقع پر کیا ہے، یہاں فقط ایک روایت حضرت ہارون علیہ السلام کی شان کے بارے میں ذکر کرتے ہیں: حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ دوران سفر حج میں نے ایک شخص کو دیکھا جو اپنے ساتھیوں سے پوچھ رہا تھا کہ کونسا بھائی ہے جو اپنے بھائی کی وجہ سے احسان کیا گیا؟ قوم خاموش رہی، بی بی عائشہ اپنے ہودج میں موجود سن رہی تھیں، اندر ہی سے فرمایا: "مراد موسی بن عمران ہیں جو کہ اپنے بھائی ہارون کے شفیع بنے"، پس اللہ نے ان کی جانب وحی فرمائی: ﴿ووھبنا له من رحمتنا اخاه ھارون نبیا﴾ اور اپنی رحمت سے اس کا بھائی ہارون عطا کیا غیب کی خبریں بتانے والا (مریم: ۵۳)۔

(البدایة والنهایة، قصة موسی کلیم الله، ج ۱، الجزء الاول، ص ۲۷۷)

سابقہ امتوں میں نماز وزکوۃ کا حکم:

۴......حضرت اسماعیل علیہ السلام اپنے والد گرامی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی شریعت پر قوم جرہم کی جانب بھیجے گئے۔ ایک قول کے مطابق زکوۃ سے مطلق صدقات مراد ہیں (واجبہ ہوں یا نافلہ)، ایک قول یہ بھی حکایت کیا جاتا ہے کہ انہوں نے اپنے اہل کو رات میں نماز ادا کرنے اور دن میں صدقہ کرنے کا حکم کیا۔ ایک قول کے مطابق زکوۃ سے مراد تزکیہ نفس ہے۔ (روح المعانی، الجزء السادس عشر، ص ۵۶۱)

حضرت ادریس علیہ السلام کا نسب:

۵......ہم حضرات انبیائے کرام کے نسب ذکر کرنے کا التزام کررہے ہیں اوراس کے لیے ہم نے البدایۃ والنہایۃ کا انتخاب کیا ہے۔ حضرت ادریس علیہ السلام کا نسب صاحب کتاب نے نہیں ذکر کیا۔ بلکہ صفحات پلٹنے اور حضرت شیث وآدم کی سوانح پڑھنے سے معلوم ہورہا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کے صاحبزادے حضرت شیث علیہ السلام اور حضرت شیث علیہ السلام کے فرزند ارجمند حضرت ادریس علیہ السلام ہیں کیونکہ حضرت شیث علیہ السلام کی وصیت کے باب میں جملہ مذکور ہے:"ولما حضرت آدم الوفاۃ عھد الی ابنہ شیث"، اور آخر میں یہ جملہ بھی مذکور ہے:"فلما حضرتہ الوفاۃ اوصی الی ولدہ خنوع وھو ادریس علی المشھور"۔ خیر حضرت آدم علیہ السلام وشیث علیہ السلام کے بعد سب سے پہلے نبوت حضرت ادریس علیہ السلام ہی کوملی۔ ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ سب سے پہلے قلم سے خط لکھنے والے یہی تھے۔ اللہ کا فرمان ﴿ورفعنہ مکانا علیا اور ہم نے انہیں بلند مقام پر اٹھالیا(مریم:۵۷)﴾ کے تحت صحیحین کی حدیث میں ہے کہ سید عالم نے شب اسراء چوتھے آسمان پر انہی سے ملاقات فرمائی۔

(البدایۃ والنہایۃ ،قصۃ ادریس، ج۱، الجزء الاول، ص ۱۱۱)

علامہ رازی فرماتے ہیں کہ اس کے بارے میں دواقوال ہیں:(۱)......سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں فرمایا ﴿ورفعنا لک ذکرک اور ہم نے تمہارے لئے تمہارے ذکر کو بلند کیا(النشرح:۴)﴾،اسی طرح حضرت ادریس علیہ السلام کے بارے میں فرمایا:﴿ورفعنہ مکانا علیا اور ہم نے اسے بلند مکان پر اٹھالیا(مریم:۵۷)﴾،یعنی اللہ نے انہیں شرف نبوت سے مشرف فرمایا اور تیس صحائف بھی عطا فرمائے۔ سب سے پہلے خط لکھنے والے،علم نجوم،حساب، کپڑا رنگنے اور پہننے والے تھے۔(۲)......اللہ نے انہیں بلند مقام عطا فرمادیا یعنی انہیں آسمان کی طرف اٹھالیا اور جنت میں داخل فرمادیا جس میں موت نہیں،ایک قول یہ ہے کہ انہیں آسمان پر اٹھایا گیا پھر ان کی روح قبض کرلی گئی۔ ابن عباس نے کعب سے روایت کی ہے کہ ان کے پاس ملک الموت آئے،ہم کلام ہوئے اوران کی روح کو قبض کرنے کے حوالے سے مؤخر کردیا اور انہیں اپنے پروں پر سوار کرکے چوتھے آسمان پر لے گئے اور ایک قول کے مطابق چوتھے آسمان پر حضرت ادریس علیہ السلام کی روح قبض کرلی گئی،اور میں یہ کہتا ہوں کہ یہ نہیں ہوسکتا بلکہ ان کی روح زمین ہی پر قبض کرلی گئی تھی۔ خیر اللہ نے ان کے آسمان کے جانب اٹھائے جانے کا بیان فرمایا ہے اور اللہ کسی کو آسمان کی جانب یوں ہی اٹھانے کا بیان نہیں کرتا مگر اسی کے بارے میں جس کی شان اعلیٰ ہوا کرتی ہے۔

(الرازی، ج۷، ص ۵۵۰)

ناخلف لوگ:

۶......متذکرہ آیت میں نماز کو ضائع کرنے والوں کو ناخلف کہا گیا ہے،جان لیں کہ نماز کی اہمیت کتنی ہے۔ ابن عباس کے قول کے مطابق اس سے مراد یہود ہیں جو فرض نماز میں کوتاہی کرتے ،شراب پیتے اور بھتیجی سے نکاح کرنے کو حلال جانتے تھے۔ ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ غیّ جہنم کی ایک وادی کا نام ہے جو بہت گہری ہوگی اوراس میں دی جانے والی خوراک بہت بُری ہوگی۔ ایک قول یہ ہے کہ جہنم کی ایک وادی کا نام ہے جس میں خواہشات کی پیروی کرنیوالوں کو ڈالا جائے گا۔ (الطبری، الجزء:۱۶، ص ۱۱۷)

ماتیا کی تحقیق:

۷......ماتیا اصل میں ماتوی تھا،یعنی اسم مفعول کا صیغہ،اتیا مصدر سے صیغہ ماتوی میں واؤ اور یاء اکھٹے آگئے ہیں اور قانون یہ ہے کہ واؤ اور یاء جب ایک کلمے میں اکھٹے آجائیں اوران میں سے پہلا حرف ساکن ہو تو واؤ کو یاء کرنا اور یاء کا یاء میں ادغام

کرنا واجب ہے جیسے ماتوی سے ماتیّ، حالت نصبی میں "ماتیا" ہو گیا۔

جنت میں صبح وشام:

۸......اس بارے میں امام فخر الدین رازی نے کئی اقوال ذکر کیے ہیں: (۱)......حسن کہتے ہیں کہ اللہ تعالی ہر قوم کو جو جنت میں جائے گی اس کی پسند کے مطابق سونے چاندی کے زیورات کنگن، ریشمی لباس، جیسا کہ عجمیوں کی عادت ہے اور تخت جس پر انواع واقسام کے کھانے چنے ہونگے عطا کرے گا۔ (۲)......اللہ ان کے لئے ہر وقت صبح وشام دائمی رزق کی فراوانی کرے گا۔ (۳)......اگر یہ کہا جائے کہ جنت میں تو صبح وشام ہوگی ہی نہیں تو پھر یہاں کیا مراد ہے؟ جواب یہ ہے کہ اگرچہ جنت میں صبح وشام نہیں ہے لیکن جس طرح عادتاً صبح وشام کھایا جاتا ہے ایسا ہی کھانا وہاں بھی کھائیں گے۔ (۴)......اللہ نے فرمایا ﴿تلک الجنة التی نورث من عبادنا من کان تقیا یہ وہ باغ ہے جس کا وارث ہم اپنے بندوں میں سے اسے کریں گے جو پرہیز گار ہیں (مریم: ٦٣)﴾ جنت تو غائب چیز ہے اس کا وارث بنانا کیسے درست ہو سکتا ہے؟ جواب یہ ہے کہ یہ جملہ بطور استعارہ فرمایا یعنی جس طرح وارث مورث کے مال کا حقدار ہوتا ہے اسی طرح متقی بھی جنت کا حقدار ہوگا۔ (الرازی، ج۷، ص ۵۵۳)

وحی کے ترک کرنے میں حکمت:

۹......وحی ترک کرنے کی حکمتیں تھیں، جس طرح کہ دیگر حضرات انبیائے کرام سے ہوا کرتا تھا کہ کچھ عرصے نزول وحی کا سلسلہ منقطع ہو جاتا تھا اور اسے یوں کہنا کہ اللہ نے آپ کو چھوڑ دیا، بھول گیا، درست بات نہیں ہو سکتی جیسا کہ کافروں نے گمان کیا اور الزام دیا کہ محمد ﷺ کو ان کا رب بھول گیا ہے۔ اللہ کا علم ہر چیز کا احاطہ کئے ہوئے ہے، اور اس کی بادشاہی (نظام قدرت) میں غفلت نام کی کوئی چیز نہیں ہے اور وحی کی تاخیر کا علم اللہ ہی کو ہے۔ لہذا اللہ ﷻ کی جانب نسیان کی نسبت کرنا جائز نہیں۔

(روح المعانی ،الجزء السادس عشر، ص ۵۷۳ ملخصا)

اغراض: یلی یمین موسی :یہ جملہ اس بات پر صریح دلیل ہے کہ کوہ طور بیت المقدس کے نزدیک ہے نہ کہ سوئیس کے علاقے میں، کیونکہ بائیں جانب متوجہ ہوتے تو مدین سے مصر تک کا راستہ تھا جیسا کہ مشاہدہ ہے اور اللہ ﷻ کا فرمان ﴿وواعدنا کم جانب الطور الایمن﴾ بھی اس بارے میں بطور دلیل ہے کہ انہوں نے طور پر جمیع اجزاء سمیت ہر جہت سے ندا سماعت کی تھی۔

صفة لہ: یعنی اولئک اسم اشارہ، یعنی یہی وہ لوگ ہیں جن پر اللہ ﷻ نے انعام واکرام فرمایا، پس اللہ ﷻ نے تمام حضرات انبیائے کرام کو اولاً خاص اوصاف سے متصف فرمایا، دوسری بار اُن اوصاف کے بارے میں ذکر کرنا عمومی اعتبار سے ہے۔

فکونوا مثلهم :یعنی سجود، خشوع، خضوع اور تلاوت قرآن کے وقت بکاء (رونے) میں جیسا کہ حدیث میں ہے: "قرآن پڑھو اور (خوب) روؤ، پھر اگر تم نہ روؤ گے تو لوگ تم پر روئیں گے"۔

ولیس فی الجنة نهار ولا لیل :لوگ رات کو پردے ڈال دیتے اور دروازے بند کر دیتے، اور دن میں اس کے برعکس معاملہ کرتے ہیں، اور آرام کرنے یا سونے سے رات کی پہچان نہیں ہوا کرتی اس لیے کہ جنت میں آرام کے لئے سونا نہ پایا جائے گا اور نہ ہی اس میں تھکن وغیرہ ہوگی، بلکہ دنیا میں بادشاہوں کی عادت کی (طرح) دن ہونے پر نظام ہائے زندگی شروع اور رات کے وقت میں اختتام ہو جاتا ہے۔ ھو جد ابی نوح: حضرت ادریس علیہ السلام کی سوانح کا بیان حاشیہ نمبر ۵ میں دیکھ لیں۔

ونزل لما تاخر الوحی: کا بیان شان نزول میں دیکھ لیں۔ اکثر مما تزورنا: سید عالم ﷺ کی جانب سے جبرئیل امین علیہ السلام کی جانب سخت جملہ، کیونکہ سید عالم ﷺ جبرائیل امین علیہ السلام کو زیادہ دیکھنے کے مشتاق ہوتے تھے۔ (الصاوی، ج٤، ص ٥٥ وغیرہ)

رکوع نمبر:۸

﴿اَوَلَا يَذْكُرُ الْاِنْسَانُ﴾اَصلُهُ يَتَذَكَّرُ اُبدِلَتِ التَّاءُ ذَالًا واُدْغِمَت فِى الذَّالِ وَفِى قِرائَةٍ بِتَرْكِهَا وَسُكُونِ الذَّالِ وَضَمِّ الكَافِ﴿اَنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ وَلَمْ يَكُ شَيْئًا﴾(٦٧)﴿فَيَستَدِلُّ بِالْاِبْتِدَاءِ على الطَّاعَةِ﴿فَوَرَبِّكَ لَنَحْشُرَنَّهُمْ﴾اَيِ المُنكِرِينَ لِلبَعثِ﴿وَالشَّيٰطِيْنَ﴾اَى نَجمَعُ كُلًّا مِنهُمْ وَشَيطَانَهُ فِى سِلسِلَةٍ﴿ثُمَّ لَنُحْضِرَنَّهُمْ حَوْلَ جَهَنَّمَ﴾مِن خَارِجِهَا﴿جِثِيًّا﴾(٦٨)﴿على الرُّكَبِ جَمعُ جَاثٍ وَاَصْلُهُ جُثُوْوٌ او جُثُوْىٌ من جَثٰى يَجْثُوا وَيَجْثِى لُغَتَانِ﴿ثُمَّ لَنَنْزِعَنَّ مِنْ كُلِّ شِيْعَةٍ﴾فِرقَةٍ مِنهُمْ﴿اَيُّهُمْ اَشَدُّ عَلَى الرَّحْمٰنِ عِتِيًّا﴾(٦٩)﴿جُرَائَةً﴿ثُمَّ لَنَحْنُ اَعْلَمُ بِالَّذِيْنَ هُمْ اَوْلٰى بِهَا﴾اَحَقُّ بِجَهَنَّمَ الاَشَدُّ وَغَيرُهُ منهم﴿صِلِيًّا﴾(٧٠)﴿دُخُولًا وَاِحتِرَاقًا فَنَبْدَءُ بِهِم وَاَصلُهُ صَلُوىٌ مِن صَلَى بِكَسْرِ اللَّامِ وفَتحِهَا﴿وَاِنْ﴾اَى مَا﴿مِّنْكُمْ﴾اَحَدٌ﴿اِلَّا وَارِدُهَا ۚ﴾اَى دَاخِلُ جَهنَّمَ﴿كَانَ عَلٰى رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِيًّا﴾(٧١)﴿حَتمَهُ وَقَضٰى بِهٖ لا يَتْرُكُهُ﴿ثُمَّ نُنَجِّى﴾مُشَدَّدًا ومُخَفَّفًا﴿الَّذِيْنَ اتَّقَوْا﴾الشِّركَ والكُفرَ﴿وَّنَذَرُ الظّٰلِمِيْنَ﴾بِالشِّركِ الكُفرِ﴿فِيْهَا جِثِيًّا﴾(٧٢)﴿على الرُّكَبِ﴿وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ﴾اَىِ المُومنينَ﴿ اٰيٰتُنَا ﴾مِنَ القُرآنِ﴿بَيِّنٰتٍ﴾واضِحَاتٍ حَالٌ﴿قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۙ اَىُّ الْفَرِيْقَيْنِ﴾نَحنُ وانتُم﴿خَيْرٌ مَّقَامًا﴾مَنزِلًا ومَسكِنًا بِالفَتحِ مِن قَامَ وَبِالضَّمِّ مِنْ اَقَامَ﴿وَّاَحْسَنُ نَدِيًّا﴾(٧٣)﴿بِمعنى النَّادِىْ وَهُوَ مُجتَمَعُ القَومِ يَتَحَدَّثُوْنَ فِيهِ يَعْنُوْنَ نَحنُ فَنَكُونَ خَيرًا منكُمْ قَالَ تَعالى﴿وَكَمْ﴾اَى كَثِيرًا﴿اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ﴾اَى اُمَّةٍ مِنَ الاُمَمِ الماضِيَةِ﴿هُمْ اَحْسَنُ اَثَاثًا﴾ مَالًا﴿وَّرِءْيًا﴾(٧٤)﴿مَنظَرًا مِنَ الرُّؤْيَةِ فَلَما اَهْلَكْنَا هُم لِكُفرِهِمْ نُهْلِكُ هٰؤُلَاءِ﴿قُلْ مَنْ كَانَ فِى الضَّلٰلَةِ﴾شَرطٌ جَوابُهُ﴿فَلْيَمْدُدْ﴾بِمَعنَى الْخَبرِ اَى يَمُدُّ﴿لَهُ الرَّحْمٰنُ مَدًّا ۚ﴾فِى الدُّنيَا يَستَدرِجُهُ﴿حَتّٰى اِذَا رَاَوْا مَا يُوْعَدُوْنَ اِمَّا الْعَذَابَ﴾كَالقَتلِ والاَسرِ﴿وَاِمَّا السَّاعَةَ ط﴾اَلْمُشْتَمِلَةَ عَلى جَهَنَّمَ فَيَدْخُلُونَهَا﴿فَسَيَعْلَمُوْنَ مَنْ هُوَ شَرٌّ مَّكَانًا وَّاَضْعَفُ جُنْدًا﴾(٧٥)﴿اَعْوَانًا اَهُمْ اَمِ الْمُومِنُونَ وَجُندُهُمُ الشَّياطِينَ وَجُندُ المؤمِنِينَ عليهِمُ المَلائِكَةِ﴿وَيَزِيْدُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اهْتَدَوْا﴾بِالاِيمانِ﴿هُدًى ط﴾بِمَا يَنزِلُ عليهِمْ مِنَ الآيَاتِ﴿وَالْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ﴾هِىَ الطَّاعَاتُ تَبْقٰى لِصَاحِبِهَا﴿خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّخَيْرٌ مَّرَدًّا﴾(٧٦)﴿اَى مَا يَرِدُ اليهِ وَيَرجِعُ بِخِلافِ اَعمالِ الكُفَّارِ والْخَيرِيَّةُ هُنَا فى مُقَابَلَةِ قَولِهِمْ اَىُّ الفَرِيْقَينِ خَيرٌ مقامًا﴿اَفَرَءَيْتَ الَّذِىْ كَفَرَ بِاٰيٰتِنَا﴾العَاصِ ابنِ وائِلٍ﴿وَقَالَ﴾لِخَبَّابِ ابنِ الاَرَتِّ القَائِلِ لَهٗ تُبْعَثُ بَعدَ الموتِ والمَطالِبُ لَهٗ بِمَالٍ﴿ لَاُوْتَيَنَّ﴾على تَقْدِيرِ البَعثِ﴿مَالًا وَّوَلَدًا﴾(٧٧)﴿فَاَقْضِيكَ قَالَ تَعالى﴿اَطَّلَعَ الْغَيْبَ﴾اَى اَعْلَمَهُ واَنْ يُؤتٰى مَاقَالَهُ واسْتُغْنِىَ بِهَمزَةِ الاِسْتِفْهَامِ عَنْ هَمزَةِ الوَصْلِ فَحُذِفَتْ﴿اَمِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا﴾(٧٨)﴿بِاَنْ يُؤتٰى مَاقَالَهُ﴿كَلَّا ط﴾اَى لَا يُوتٰى ذٰلِكَ﴿سَنَكْتُبُ

﴾نَامُرُ بِكَتْبِ﴿مَا يَقُوْلُ وَنَمُدُّ لَهٗ مِنَ الْعَذَابِ مَدًّا (۷۹)﴾نَزِيْدُهٗ بِذٰلِكَ عَذَابًا فوق عَذَابِ كُفْرِهٖ﴿وَّنَرِثُهٗ مَا
يَقُوْلُ ﴾مِنَ الْمَالِ وَالْوَلَدِ﴿وَيَاْتِيْنَا ﴾يومَ القِيامةِ﴿فَرْدًا (۸۰)﴾لا مَالَ لَهٗ ولا وَلَدَ لَهٗ﴿وَاتَّخَذُوْا ﴾اى كُفَّارُ
مكةَ﴿مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾الْاَوْثَانَ ﴿اٰلِهَةً ﴾يَعْبُدُوْنَهُمْ﴿لِّيَكُوْنُوْا لَهُمْ عِزًّا (۸۱)﴾شُفَعَاءَ عندَاللّٰهِ بِاَنْ لَّا يُعَذَّبُوا
﴿كَلَّا ط ﴾اى لا مَانِعَ مِنْ عَذَابِهِمْ﴿سَيَكْفُرُوْنَ ﴾اَىِ الْاٰلِهَةُ﴿بِعِبَادَتِهِمْ ﴾اَىْ يَنْفَعُوْنَهَا كما فى آيَةٍ
اُخْرٰى مَا كَانُوا اِيَانَا يَعْبُدُوْنَ﴿وَيَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِمْ ضِدًّا (۸۲)﴾اعوانًا وَاَعْدَاءً.

﴾ترجمہ﴿

کیا آدمی کو یاد نہیں (یذکر کی اصل یتذکر ہے، تاء کو ذال سے بدل کر ذال کا ذال میں ادغام کر دیا گیا اور ایک قرائت میں اسے بغیر تاء کے ذال ساکنہ اور کاف مضمومہ کے ساتھ پڑھا گیا ہے) اور ہم نے اس سے پہلے اسے اسی سے بنایا اور وہ کچھ نہ تھا (پس ابتداء پیدا کیے جانے سے دوبارہ پیدا کرنے پر استدلال کیا جا سکتا ہے) تو تمہارے رب کی قسم! ہم انہیں (مرنے کے بعد اٹھائے جانے والے منکروں) اور شیطانوں سب کو گھیر لائیں گے (یعنی سب کو ان کے شیطانوں کے ساتھ ایک زنجیر میں جمع کریں گے) اور انہیں دوزخ کے آس پاس حاضر کرینگے ......۱...... (یعنی دوزخ کے باہر) گھٹنوں کے بل (جثیا کے معنی ہیں گھٹنوں کے بل، جو کہ ''جاث'' کی جمع ہے اور اس کی اصل جثوو یا جثوی ہے، جثا یجثو یاجثی یجثی سے دونوں لغتیں ہیں) پھر ہم ہر گروہ سے نکالیں گے (شیعة بمعنی فرقة ہے) جو ان میں رحمٰن کے سب سے زیادہ بے باک ہوگا (عتیا کے معنی جرأت ہے) خوب جانتے ہیں جو اس کے زیادہ لائق ہیں (یعنی جو جہنم کا زیادہ حقدار ہے جو ان میں سے رحمان پر زیادہ بیباک ہے وہ بھی اور اس کے علاوہ دیگر کفار بھی) اور تم میں کوئی ایسا نہیں جس کا داخلہ جہنم سے نہ ہو......۲...... (یعنی داخل جہنم سے) تمہارے رب کے ذمہ پر یہ ضرور ٹھری ہوئی بات ہے (اسے اس نے حتمی قرار دیا ہے اور اس کا فیصلہ فرمادیا ہے) پھر ہم (شرک و کفر سے) بچنے والوں کو نجات عطا فرمادینگے (ننجی مخفف و مشدد دونوں طرح پڑھا گیا ہے) اور (کفر و شرک کر کے) ظلم کرنے والوں کو اس میں چھوڑ دیں گے گھٹنوں کے بل (جثیا کا معنی گھٹنوں کے بل ہے) اور جب ان پر (یعنی مسلمانوں اور کافروں پر) ہماری روشن آیتیں پڑھی جاتی ہیں (یعنی قرآن کی واضح آیتیں، بینات حال ہے) کافر مسلمانوں سے کہتے ہیں (ہم میں اور تم میں) کون سے گروہ کا مکان اچھا (مقاما کے معنی منزل اور مسکن ہے، مقاما کو قام سے لیں تو یہ میم مفتوحہ ہے اور اقام سے لیں تو میم مضمومہ سے ہوگا) اور مجلس بہتر ہے (ندیا بمعنی نادی ہے اور اس سے مراد قوم کے جمع ہونے کی جگہ ہے، جس میں جمع ہو کر وہ بات کرتے ہیں ان کفار کی مراد یہ تھی کہ ہم لوگ ہی تم سے اچھے اور بہتر ہیں اللہ ﷻ فرماتا ہے) اور ان سے پہلے (گزشتہ امتوں میں سے) ہم نے کتنی امتیں ہلاک فرمادیں کہ وہ ان سے بھی سامان اور نمود میں بہتر تھے (اثاثا سے مراد مال و متاع اور ریاء سے مراد دیکھنے کے لائق ہے پس جیسے ہم نے انہیں کفر کے سبب ہلاک کر دیا ہم ان لوگوں کو بھی ہلاک کر دیں گے) تم فرماؤ جو گمراہی میں ہو (اس کا جواب شرط آگے آرہا ہے) تو اسے رحمٰن خوب ڈھیل دے (یہ صفت امر بمعنی خبر ہے جواب شرط بن رہا ہے اور یمدد کے معنی میں ہے) یہاں تک کہ جب وہ دیکھیں وہ چیز جس کا انہیں وعدہ دیا جاتا ہے یا تو عذاب (جیسا کہ قتل کیا جانا اور قیدی بنایا جانا) یا قیامت (جو کہ جہنم پر مشتمل ہے پس پھر وہ داخل جہنم ہونگے) تو اب جان لیں گے کہ کس کا برا درجہ ہے اور کس کی فوج کمزور......۳...... (ان کی یا مسلمانوں کی، نیز کفار کا لشکر شیطانی ہے اور مسلمانوں کے لشکر پر فرشتے مقرر ہیں، جندا کے معنی مددگار ہے) اور جنہوں نے (ایمان لے آنے کے سبب) ہدایت پائی اللہ انہیں اور ہدایت بڑھائے گا (ان کے نبی پر ان لوگوں کی

ہدایت کے لیے مزید آیات اتار کر) اور باقی رہنے والی نیک باتوں کا......یعنی...... (یعنی وہ نیکیاں جو نیکوکار کے لیے باقی رہتی ہیں ان کا) تیرے رب کے یہاں سب سے بہتر ثواب اور سب سے بھلا انجام (مـرداً کے معنی بدلہ اور انجام ہے، بخلاف کفار کے اعمال کے اور یہاں لفظ خیر کو بیان کرنا کفار کے قول ای الفریقین خیر مقاما کے مقابل آیا ہے کہ کفار کے افعال میں کوئی خیر نہیں) تو کیا تم نے اسے دیکھا جو ہماری آیتوں سے منکر ہوا (عاص بن وائل ......۵...... مراد ہے) اور کہتا ہے (حضرت خباب بن ارت سے جب آپ نے اس سے کہا کہ تجھے مرنے کے بعد دوبارہ اٹھایا جائے گا اور آپ کا مال اس کے ذمہ نکلتا تھا تو بولا) مجھے ضرور مال و اولاد ملیں گے (مرنے کے بعد اٹھائے جانے کی صورت میں تو اس وقت میں تیرا مطالبہ پورا کر دونگا، اللہ ﷻ فرماتا ہے) کیا غیب کو جھانک آیا ہے (یعنی اس نے غیب جان لیا ہے کہ اسے اس کے قول کے مطابق مال و اولاد ملے گی، ہمزہ استفہام نے ہمزہ وصل سے چونکہ مستغنی کر دیا تھا اس لیے ہمزہ وصلی کو حذف کر دیا ہے) یا رحمن کے پاس کوئی عہد رکھا ہے (کہ وہ اسے اس کے قول کے مطابق عطا کریگا) ہرگز نہیں (یعنی اسے مال و اولاد عطا نہیں کیے جائیں گے) اب ہم لکھ رکھیں گے (یعنی ہم لکھنے کا حکم دیں گے) جو وہ کہتا ہے اور اسے خوب لمبا عذاب دیں گے (اس کے کفر کے عذاب پر ہم اسے مزید عذاب دینگے) اور جو چیزیں کہہ رہا ہے (یعنی مال و اولاد ملنے کے بارے میں) ان کے ہم ہی وارث ہونگے اور وہ (بروز قیامت) ہمارے پاس اکیلا آئے گا (نہ اس کے پاس مال ہوگا نہ اولاد) اور انہوں نے (یعنی کفار مکہ نے) اللہ کے سوا اور خدا بنا لیے (یعنی بتوں کو خدا بنا لیا ہے جنہیں پوجتے ہیں) کہ وہ انہیں زور دیں (وہ اللہ ﷻ کی بارگاہ میں انہیں عذاب نہ دینے کی سفارش کریں) ہرگز نہیں (ان پر آنے والے عذاب کو کوئی روکنے والا نہیں) کوئی دم جاتا ہے کہ وہ (یعنی ان کے خدا) ان کی بندگی سے منکر ہوں گے (یعنی ان کی عبادت کا انکار کر دیں گے جیسا کہ دوسری آیت میں ہے ﴿ما کانوا ایانا یعبدون، وہ ہماری عبادت نہیں کیا کرتے تھے﴾) اور ان کے مخالف ہو جائیں گے (اور یہ جھوٹے خدا اپنے پجاریوں کے دشمن ہو جائیں گے)۔

﴿ترکیب﴾

﴿اولا یذکر الانسان انا خلقنه من قبل ولم یک شیئا﴾.

همزه: حرف استفہامیہ، و: عاطفہ، لا یذکر: فعل نفی، الانسان: ذوالحال، و: حالیہ، لم یک: فعل نفی ناقص با اسم، شیئا: خبر، ملکر جملہ فعلیہ حال، ملکر فاعل، انا: حرف مشبہ واسم، خلقنه: جملہ فعلیہ خبر، ملکر مفعول، من قبل: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿فوربک لنحشرنهم والشیطین﴾.

ف: عاطفہ، و: قسمیہ جارہ، ربک: مجرور، ملکر ظرف مستقر، فعل محذوف "نـقـسـم" کے لیے، ملکر جملہ فعلیہ قسمیہ، لام: تاکیدیہ، نحشرن: فعل بافاعل، هم: معطوف علیہ، و: عاطفہ، الشیطن: معطوف، ملکر مفعول، ملکر جواب قسم، ملکر جملہ قسمیہ۔

﴿ثم لنحضرنهم حول جهنم جثیا﴾.

ثم: عاطفہ، لام: تاکیدیہ، نحضرن: فعل بافاعل، هم: ذوالحال، جثیا: حال، ملکر مفعول، حول جهنم: ظرف، ملکر ماقبل "لنحشرنهم" پر معطوف ہے۔

﴿ثم لننزعن من کل شیعة ایهم اشد علی الرحمن عتیا﴾.

ثم: عاطفہ، لام: تاکید، لننزعن من کل شیعة: فعل بافاعل وظرف لغو، ایهم: مبتدا، اشد: اسم تفضیل "هو" ضمیر ممیز، عتیا: تمیز، ملکر فاعل، علی الرحمن: ظرف لغو، ملکر شبہ جملہ ہو کر خبر، ملکر جملہ اسمیہ ہو کر قول محذوف "یقال" کے لیے مقولہ، ملکر جملہ قولیہ ہو کر "الذی" اسم موصول کے لیے صلہ، ملکر "الفریق" موصوف محذوف کے لیے صفت، ملکر مرکب توصیفی ہو کر مفعول، فعل اپنے

متعلقات سے ملکر جملہ فعلیہ، "ای لننزعن من کل شیعۃ الفریق الذی یقال ایھم اشد...... الخ".

﴿ثم لنحن اعلم بالذین ھم اولی بھا صلیا﴾.

ثم: عاطفہ، لام: تاکید، نحن: مبتدا، اعلم: اسم تفضیل بافاعل، ب: جار، الذین: موصول، ھم: مبتدا، اولی: اسم تفضیل وضمیر مستتر ممیز، صلیا: تمیز، ملکر فاعل، بھا: ظرف لغو، ملکر شبہ جملہ ہوکر خبر، ملکر صلہ، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿وان منکم الا واردھا کان علی ربک حتما مقضیا﴾.

و: عاطفہ، ان: نافیہ، منکم: ظرف مستقر "احد" موصوف محذوف صفت، ملکر مرکب توصیفی مبتدا، الا: اداۃ حصر، واردھا: خبر، ملکر جملہ اسمیہ، "ای وان احد منکم الا واردھا"، کان: فعل ناقص بااسم، علی ربک: ظرف لغو مقدم، حتما: مصدر فاعل، ملکر شبہ جملہ ہوکر موصوف، مقضیا: صفت، ملکر خبر، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ثم ننجی الذین اتقوا ونذر الظلمین فیھا جثیا﴾.

ثم: عاطفہ، ننجی: فعل بافاعل، الذین اتقوا: موصول صلہ، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، نذر: فعل بافاعل، الظلمین: ذوالحال، جثیا: حال، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر ماقبل "ننجی" پر معطوف ہے۔

﴿واذا تتلی علیھم ایتنا بینت قال الذین کفروا للذین امنوا ای الفریقین خیر مقاما واحسن ندیا﴾.

و: مستانفہ، اذا: ظرف فیہ شرطیہ مفعول فیہ مقدم، تتلی علیھم: فعل مجہول وظرف لغو، ایاتنا: ذوالحال، بینت: حال، ملکر نائب الفاعل، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر شرط، قال الذین کفروا الذین امنوا: جملہ فعلیہ قول، ای الفریقین: مرکب اضافی مبتدا، خیر: اسم تفضیل "ھو" ضمیر مستتر ممیز، مقاما: تمیز، ملکر فاعل، ملکر شبہ جملہ ہوکر معطوف علیہ، و: عاطفہ، احسن: اسم تفضیل "ھو" ضمیر مستتر ممیز، ندیا: تمیز، ملکر فاعل، ملکر شبہ جملہ ہوکر معطوف، ملکر خبر، ملکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ ہوکر جواب شرط، ملکر جملہ شرطیہ مستانفہ۔

﴿وکم اھلکنا قبلھم من قرن ھم احسن اثاثا ورءیا﴾.

و: عاطفہ، کم: ممیز، من: جار، قرن: موصوف، ھم: مبتدا، احسن: اسم تفضیل وضمیر ممیز، اثاثا: معطوف علیہ، و: عاطفہ، ورءیا: معطوف، ملکر تمیز، ملکر فاعل، ملکر شبہ جملہ ہوکر خبر، ملکر صفت، ملکر مجرور، ملکر ظرف مستقر تمیز، ملکر مفعول مقدم، اھلکنا: فعل بافاعل، قبلھم: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿قل من کان فی الضللۃ فلیمدد لہ الرحمن مدا حتی اذا راوا ما یوعدون اما العذاب واما الساعۃ فسیعلمون من ھو شر مکانا واضعف جندا﴾.

قل: قول، من: شرطیہ مبتدا، کان فی الضللۃ: جملہ فعلیہ ہوکر شرط، ف: جزائیہ، یمدد: فعل امر، لہ: ظرف لغو، الرحمن: فاعل، مدا: مفعول مطلق، حتی: جار، اذا: ظرف فیہ شرطیہ مفعول فیہ مقدم، راوا: فعل بافاعل، ما یوعدون: موصول صلہ ملکر مبدل منہ، اما: حرف شرط/تفصیل، العذاب: معطوف علیہ، و: عاطفہ، اما: حرف......، الساعۃ: معطوف، ملکر بدل، ملکر مفعول، ملکر شرط، ف: جزائیہ، سیعلمون: فعل بافاعل، من: موصولہ، ھو: مبتدا، شر مکانا: شبہ جملہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، اضعف جندا: شبہ جملہ معطوف، ملکر خبر، ملکر صلہ، ملکر مفعول، ملکر جزا، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو ثانی، لیمدد اپنے متعلقات سے ملکر جملہ فعلیہ ہوکر جواب شرط، ملکر جملہ شرطیہ ہوکر خبر، ملکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿ویزید اللہ الذین اھتدوا ھدی والبقیت الصلحت خیر عند ربک ثوابا وخیر مردا﴾.

و: مستانفہ، یزید اللہ: فعل بافاعل، الذین اھتدوا: موصول صلہ،ملکر مفعول اول، ھدی: مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ مستانفہ، و: عاطفہ، البقیت الصلحت: مرکب توصیفی مبتدا، خیر: اسم تفضیل وضمیر ممیّز، ثوابا: تمیز، ملکر فاعل، عندربک: ظرف ملکر شبہ جملہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، خیر مردا: شبہ جملہ معطوف، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿افرء یت الذی کفر بایتنا وقال لاوتین مالا وولدا﴾۔

ھمزہ: حرف استفہامیہ، ف: عاطفہ برائے تعقیب، رایت: فعل بافاعل، الذین: موصول، کفر بایتنا: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، قال: قول، لام: تاکید، اوتین: فعل بافاعل، مالا وولدا: مفعول، ملکر قسم محذوف ''اقسم'' کے لیے جواب قسم، ملکر جملہ قسمیہ ہوکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ ہوکر معطوف، ملکر صلہ، ملکر مفعول، ''رایت'' اپنے متعلقات سے ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿اطلع الغیب ام اتخذ عند الرحمن عھدا﴾۔

اطلع الغیب: ہمزہ استفہامیہ و فعل بافاعل ومفعول، ملکر معطوف علیہ، ام: عاطفہ، اتخذ عند الرحمن: فعل بافاعل وظرف، عھدا: مفعول، ملکر معطوف، ملکر ماقبل ''کفر بایتنا'' پر معطوف ہے۔

﴿کلا سنکتب ما یقول ونمد له من العذاب مدا﴾۔

کلا: حرف ردع وزجر، سنکتب: فعل بافاعل، مایقول: موصول صلہ ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، نمد له: فعل بافاعل و ظرف لغو، من العذاب: ظرف مستقر حال مقدم، مدا: ذوالحال، ملکر مفعول مطلق، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ونرثه ما یقول ویاتینا فردا﴾۔

و: عاطفہ، نرثه: فعل بافاعل وضمیر مبدل منہ، ما: موصولہ، یقول: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، عاطفہ، یاتی: فعل وضمیر ذوالحال، فردا: حال، ملکر فاعل، نا: ضمیر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر صلہ، ملکر بدل، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿واتخذوا من دون الله الهة لیکونوا لهم عزا﴾۔

و: عاطفہ، اتخذوا: فعل بافاعل، من دون الله: ظرف مستقر حال مقدم، الهة: ذوالحال، ملکر مفعول ثانی، ''الاوثان'' مفعول اول محذوف، لام: جار، یکونوا: فعل ناقص بااسم، لهم: ظرف مستقر حال مقدم، عزا: ذوالحال، ملکر خبر، ملکر جملہ فعلیہ بتقدیر ''ان'' مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿کلا سیکفرون بعبادتھم ویکونون علیھم ضدا﴾۔

کلا: حرف ردع وزجر، سیکفرون بعبادتھم: فعل بافاعل وظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، یکونون: فعل ناقص واسم، علیھم: ظرف مستقر حال مقدم، ضدا: ذوالحال، ملکر خبر، ملکر معطوف، ملکر جملہ فعلیہ معطوفہ۔

﴿شانِ نزول﴾

☆...... افرء یت الذی کفر بایتنا...... ☆ بخاری ومسلم کی حدیث ہے کہ حضرت خباب بن ارت کا زمانہ جاہلیت میں عاص بن وائل سہمی پر قرض تھا، وہ اس کے پاس تقاضے کو گیا، تو عاص نے کہا کہ میں تمہارا قرض ادا نہ کروں گا جب تک کہ تم سید عالم ﷺ سے پھر نہ جاؤ، اور کفر اختیار نہ کرو، حضرت خباب نے فرمایا ایسا ہر گز نہیں ہوسکتا یہاں تک کہ تو مرے اور مرنے کے بعد زندہ ہوکر اٹھے، وہ کہنے لگا کہ کیا میں مرنے کے بعد پھر اٹھوں گا، حضرت خباب نے کہا ہاں، عاص نے کہا تو پھر مجھے چھوڑ دیجئے یہاں تک کہ میں مرجاؤں اور پھر زندہ ہوں اور مجھے مال واولاد ملے، جب ہی آپ کا قرض ادا کروں گا، اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

متذکرہ آیت میں انسان سے مراد کون ہے؟

۱..... آیت میں انسان سے مراد مخصوص کوئی فرد مراد نہیں بلکہ جنس انسان مراد ہے کیونکہ بعض کا قول جنس کی طرف منسوب کیا جاتا ہے یا مخصوص انسان مراد ہے۔ امام بغوی فرماتے ہیں کہ یہاں انسان سے مراد ابی بن خلف ہے جو کہ قیامت کا منکر تھا جس نے ایک بوسیدہ ہڈی کو دیکھتے ہوئے سید عالم ﷺ سے دوبارہ اٹھائے جانے پر اعتراض کیا۔ بطور دلیل اللہ نے کلام یونہی فرمایا کہ انسان اس بات کی جانب غور کیوں نہیں کرتا کہ جب اللہ اسے عدم سے وجود دینے پر قادر ہے تو پھر مرنے کے بعد اٹھائے جانے میں کیا قباحت ہے۔ اسی انسان کے بارے میں اللہ نے فرمایا: کافر قیامت کے دن گھٹنوں کے بل گرے ہوں گے، سدی کہتے ہیں کہ جگہ کی تنگی کی وجہ سے گھٹنوں کے بل کھڑے ہوں گے۔ میں (ثناء اللہ پانی پتی) کہتا ہوں کہ اللہ سب سعادتمندوں و بدبختوں کو جہنم کے گرد جمع کرے گا۔ سعادت مند دوزخ کو دیکھیں گے جس سے اللہ نے انہیں نجات عطا فرمائی تو خوش ہونگے اور بد بخت سعادتمندوں کو دیکھ کر غمگین ہونگے اور حسرت کا اظہار کریں گے۔ پس اسی حکمت کی وجہ سے اللہ سب کو جہنم کے گرد جمع فرمائے گا۔ (المظهری، ج٤، ص٣٩٧)

کافروں کے علاوہ بھی کوئی دوزخ میں جائے گا؟

۲..... جہنم کے گرد مومن و کافر کے جمع ہونے کا قول ہم نے ماقبل ذکر کردیا، آیا مومنین کو جہنم میں ڈالا بھی جائے گا یا نہیں؟ اس بارے میں اختلاف ہے۔ امام طبری اقوال نقل کرتے ہوئے کہتے ہیں: بعض کہتے ہیں کہ کافروں کو داخل کیا جائے گا اور مومنین کو داخل نہیں کیا جائے گا جیسا کہ ابن عباس کا قول ہے لیکن اکثر کا قول یہ ہے کہ مومنین و کافر سب کو جہنم میں داخل ہونا ہے۔ کیفیت یوں ہوگی: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی پاک ﷺ نے فرمایا: ''جس مسلمان کے تین نابالغ بچے فوت ہوگئے ہوں اور اس نے اس پر صبر کیا وہ دوزخ پر قسم پوری ہونے کے لیے داخل ہوگا، اور قسم سے مراد ہے'' وان منکم الا واردھا''۔

(صحیح البخاری، کتاب الجنائز، باب: فضل من مات له ولد، رقم: ١٢٥١، ص٢٠٠)

☆..... حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''لوگ دوزخ میں داخل ہونگے پھر اپنے اعمال کی وجہ سے اس سے نکل جائیں گے بعض لوگ پلک جھپکنے کی طرح نکل جائیں گے اور بعض تیز رفتار گھوڑے کی طرح، بعض شتر سوار کی طرح، بعض تیز رفتار چلنے والے کی طرح''۔ (سنن الترمذی، کتاب: تفسیر القرآن، باب: سورة مریم، رقم: ٣١٧٠، ص٩٠٣)

☆..... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے ایک بخار والے مریض کی عیادت کی، میں بھی آپ کے ساتھ تھا، آپ نے اس سے فرمایا: ''تمہیں خوشخبری ہو کہ اللہ فرماتا ہے یہ میری آگ ہے، جس کو میں مومن پر مسلط کرتا ہوں تاکہ یہ اس کے لیے آخرت کی آگ کا حصہ بن جائے''۔ (سنن الترمذی، کتاب الطب، باب: التداوی بالرماد، رقم: ٢٠٩٥، ص٦١٠)

کمزور فوج کس کی ہوگی؟

۳..... دنیا کی زیب و زینت اور آسائش کا مقابلہ آخرت سے نہیں ہوسکتا۔ انسان دنیا میں تکلیف برداشت کر کے بھی زندگی گزار سکتا ہے لیکن آخرت کی زندگی تکلیف دہ ہو جائے اس کا تصور کرنا ہی بہت مشکل ہے۔ کافروں کے لئے اللہ نے فرمایا کہ یہ شیطان کے قدموں کی پیروی کرنے والوں کی مجلس آخرت میں کمزور ہوگی اور بظاہر دنیا میں مسلمان مغلوب نظر آتے ہیں اگرچہ بہت بڑی وجہ ان کے اپنے کالے کرتوت ہیں جس کی وجہ سے دنیا میں تکالیف کا سامنا ہے تاہم آخرت میں ایمان کامل مومنین کامل کو بلند مقام دلوائے

گا۔مومنین آخرت کی زندگی میں خوش وخرم اور مسرور ہوں گے۔

باقیات الصالحات:

۴......حضرت عائشہ صدیقہ طیبہ طاہرہ بیان کرتی ہیں کہ انہوں نے ایک بکری ذبح کی، نبی پاک ﷺ نے استفسار کیا اس میں سے کچھ باقی ہے؟ بی بی عائشہ نے عرض کی ایک شانہ بچ گیا ہے، آپ نے فرمایا: "اس شانے کے علاوہ سب باقی ہے"۔یعنی جو اللہ کی راہ میں دے دیا وہ باقی ہے۔ (سنن الترمذی، کتاب صفة القيامة، باب:۹۸/۳۳، رقم: ۲٤۷۰، ص٧١٤)

☆......حضرت ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن نبی پاک ﷺ بیٹھے ہوئے تھے، آپ نے ایک لاٹھی سے ایک درخت کے پتے گرائے پھر فرمایا: "لا اله الا الله والله اكبر والحمد لله وسبحان الله کہنے سے گناہ اس طرح جھڑ جاتے ہیں جس طرح درخت کے پتے جھڑتے ہیں، اے ابودرداء رضی اللہ عنہ اس سے پہلے کہ تمہارے اور ان کلمات کے درمیان کوئی چیز حائل ہوجائے ان کلمات کو یاد کرو، یہ الباقیات الصالحات ہیں اور یہ جنت کے خزانوں میں سے ہیں۔(جامع البيان، الجزء:۱٦، ص ۱۳۸)

عاص بن وائل کی مذمت:

۵......حضرت خباب بیان کرتے ہیں کہ عاص بن وائل کے پاس اپنا قرض وصول کرنے گیا، اس نے کہا میں اس وقت تک تمہارا قرض ادا نہ کروں گا جب تک تم سیدنا محمد ﷺ کے ساتھ کفر نہیں کرو گے، میں نے کہا: میں ان کے ساتھ کفر نہیں کروں گا، حتی کہ تو مرجائے اور پھر تجھ کو اٹھایا جائے، حضرت خباب نے یہ اس لئے کہا کہ کافروں کے نزدیک موت کے بعد اٹھنا محال تھا، عاص نے کہا: میں مرجاؤں گا، پھر زندہ کیا جاؤں گا؟ میں نے کہا: ہاں! اس نے کہا میرا وہاں بھی مال ہوگا اور اولاد ہوگی تو میں تمہیں وہیں قرض ادا کردوں گا، تب یہ آیت نازل ہوئی۔ (صحيح البخاری، کتاب التفسير، باب:قوله افرئيت الذی، رقم: ٤٧٣٢، ص۸۲۳)

اغراض: المنكر البعث: مراد انسان میں سے وہ کافر ہے جو دوبارہ اٹھائے جانے کا انکاری ہے۔

اي داخل جهنم: یعنی ہر ایک نے جہنم سے گزرنا ہے، پس مومن ہو جاؤ، اگرچہ نافرمانی پر خاتمہ ہو، سوائے ان کے جن کے لئے وعید متحقق ہو چکی ہے، ہاں مومنین ٹھنڈک اور سلامتی کی حالت میں جہنم میں آگ باقی رہتے ہوئے اس کی شدت کا ختم ہوجانا" خامدة" کے معنی میں استعمال ہوتا ہے، لوگ جس کا لوگ شعور نہیں رکھتے۔

يستدرجه: اللہ ﷻ کا ڈھیل دینا اس طور پر کہ عمر میں زیادتی ہو، مال بڑھ جائے اور مال میں تصرف کرنا ممکن ہوجائے۔

عليهم: جندا کے متعلق ہے، اپنے اندر معاونین والے معنی کو لئے ہوئے ہے، اور بدر میں ایسے ہی ہوا، پس کافروں کا لشکر ابلیس اور اس کے لشکر تھے جو انکی مدد کے لئے آئے تھے پھر انہیں رسوائی میں ڈال دیا اور مومنین کے ساتھ فرشتوں کا لشکر تھا جس نے کافروں سے قتال کیا جیسا ماقبل سورۃ الانفال میں بیان ہو چکا۔

بما ينزل عليهم من الايات: پس جب بھی کوئی آیت نازل ہوتی، اس کی وجہ سے ہدایت اور ایمان میں اضافہ ہوتا، جیسا کہ اللہ ﷻ کا فرمان ﴿واذا تليت عليهم آياته زادتهم ايمانا﴾۔

بخلاف اعمال الكفار: کافروں کا برُا ٹھکانہ ہے، پس وہ جہنم میں ڈالے جائیں گے، پس مومنین اعمال صالحہ کی وجہ سے جنت میں اور کافر برُے اعمال کی وجہ سے جہنم میں داخل کئے جائیں گے، پس عاقل کو اس بات کا اختیار دے دیا گیا ہے کہ اُسے کون سے اعمال بجا لانے چاہئے۔لنزيد بذلك عذابا: یعنی جس کسی کا بھی کفر زیادہ سخت ہوگا، وہ زیادہ عذاب پائے گا۔

تهجيمهم الى المعاصي: یعنی کافروں کے لیے خواہشوں کو مزین کر کے پیش کیا گیا۔ (الصاوی، ج٤، ص٥٩ وغیرہ)

رکوع نمبر: ۹

﴿اَلَمْ تَرَ اَنَّآ اَرْسَلْنَا الشَّيٰطِيْنَ ﴾سلّطناهم﴿عَلَى الْكٰفِرِيْنَ تَؤُزُّهُمْ ﴾تهيّجهم الى المَعاصِى ﴿اَزًّا ﴿۸۳﴾ فَلَا تَعْجَلْ عَلَيْهِمْ ؕ ﴾بطلب العَذاب﴿اِنَّمَا نَعُدُّ لَهُمْ ﴾الايّام والليالِىَ والانفاس﴿عَدًّا ﴿۸۴﴾﴾الى وَقتِ عَذَابِهِم اُذكُر ﴿يَوْمَ نَحْشُرُ الْمُتَّقِيْنَ ﴾بايمانهم ﴿اِلَى الرَّحْمٰنِ وَفْدًا ﴿۸۵﴾﴾جمعُ وافِدٍ بمعنى راكِبٍ ﴿وَّنَسُوْقُ الْمُجْرِمِيْنَ ﴾بكفرهم﴿اِلٰى جَهَنَّمَ وِرْدًا ﴿۸۶﴾ وقف لازم ﴾جمعُ وارِدٍ بمعنى مَاشٍ عَطْشَانٍ ﴿لَا يَمْلِكُوْنَ ﴾اى النّاسِ﴿الشَّفَاعَةَ اِلَّا مَنِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا ﴿۸۷﴾ وقف لازم ﴾اى شَهادَةَ انْ لا اله الا الله ولا حول ولاقو ة الا بالله﴿وَقَالُوا﴾اى اليهودِ والنّصارى وَمَن زَعَمَ اَنَّ المَلٰئِكَةَ بَناتُ اللهِ﴿ اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا ﴿۸۸﴾﴾قال تعالى لهم﴿لَقَدْ جِئْتُمْ شَيْئًا اِدًّا ﴿۸۹﴾﴾اى مُنكرًا عَظِيماً﴿تَكَادُ ﴾بالتاء والياءِ﴿السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ ﴾بالنون وَفِى قِراءَةٍ بِالتاء وَتَشديد الطّاءِ بِالانشقاقِ ﴿مِنْهُ ﴾مِنْ عَظمِ هٰذاالقولِ﴿وَتَنْشَقُّ الْاَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا ﴿۹۰﴾﴾اى تَنطَبقُ عليهم مِن اَجلِ﴿اَنْ دَعَوْا لِلرَّحْمٰنِ وَلَدًا ﴿۹۱﴾﴾قال تعالى﴿وَمَا يَنْبَغِيْ لِلرَّحْمٰنِ اَنْ يَّتَّخِذَ وَلَدًا ﴿۹۲﴾﴾اى مَا يَليقُ بِه﴿اِنْ ﴾ما﴿كُلُّ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اِلَّآ اٰتِي الرَّحْمٰنِ عَبْدًا ﴿۹۳﴾﴾ذليلًا خاضِعًا يومَ القِيٰمَةِ منهُم عُزيرٌ وعيسى﴿لَقَدْ اَحْصٰىهُمْ وَعَدَّهُمْ عَدًّا ﴿۹۴﴾﴾فلا يَخفى عليه مَبلَغُ جَميعِهم ولا واحِدٌ منهمْ﴿وَكُلُّهُمْ اٰتِيْهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَرْدًا ﴿۹۵﴾ ﴾مالٍ ولا نَصيرٍ لا يَمنعُهُ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا ﴿۹۶﴾﴾فِيما بينهم يَتوادُّون وَيَتحابُّونَ وَيُحِبُّهُمُ اللهُ تعالى﴿فَاِنَّمَا يَسَّرْنٰهُ ﴾اى القرانِ﴿بِلِسَانِكَ﴾العَربِيِّ﴿ لِتُبَشِّرَ بِهِ الْمُتَّقِيْنَ ﴾الجَنّةَ بالايمان﴿وَتُنْذِرَ ﴾تخوّف ﴿بِه قَوْمًا لُّدًّا ﴿۹۷﴾﴾جمعُ الدِّ اى ذوجَدلٍ بِالبَاطِل وهُم كُفّارُ مَكةَ ﴿وَكَمْ﴾اى كَثِيرًا﴿ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ ؕ ﴾اى اُمَّةٍ مِنَ الاُمَمِ الماضِيَةِ بتكذِيبهمُ الرُّسُلَ﴿هَلْ تُحِسُّ ﴾تَجِدُ﴿مِنْهُمْ مِّنْ اَحَدٍ اَوْ تَسْمَعُ لَهُمْ رِكْزًا ﴿۹۸﴾ النصف ﴾صَوتًا خَفيًّا لِافكَما اَهلَكنَا اولٰئِكَ نُهلِكُ هٰؤلاءِ.

﴿ترجمہ﴾

کیاتم نے دیکھا کہ ہم نے کافروں پر شیطان بھیجے کہ وہ انہیں (گناہوں کی طرف) خوب اچھالتے ہیں تو تم ان پر عذاب (طلب کرنے کی) جلدی نہ کرو ہم تو ان کی گنتی پوری کرتے ہیں (دن اور رات کی یا سانسوں کی ان کو عذاب دیئے جانے کے وقت تک، یاد کرو) جس دن ہم پرہیزگاروں کو (ان کے ایمان لانے کے سبب) رحمٰن کی طرف لے جائیں گے مہمان بنا کر......ا......(یعنی سواری پر، وفد جمع ہے وافد کی بمعنی سواری) اور مجرموں کو (ان کے کفر کے سبب) جہنم کی طرف ہانکیں گے پیاسے پاپیادہ (وردا جمع ہے وارد کی بمعنی پیدل چلنے والے پیاسے) وہ (لوگ) شفاعت کے مالک نہیں مگر وہی جنہوں نے رحمٰن کے پاس عہد رکھا ہے (لا الہ الا اللہ ......الخ اور لا حول ولا قوۃ الا باللہ کی گواہی کا) اور بولے (یہودی اور عیسائی اور وہ لوگ جن کا گمان یہ ہے کہ فرشتے اللہ

ﷺ کی بیٹیاں ہیں) رحمٰن نے اولاد اختیار کی۔(اللہ ﷻ ان سے فرماتا ہے) تم حد سے بھاری بات لائے (یعنی انتہائے غلط بات لائے) قریب ہے کہ آسمان اس (ایک قرائت میں یہ علامت مضارع تاء اور حرف طاء کی تشدید کے ساتھ ہے، بمعنی الشقاق ہے) اور زمین میں شق ہو جائے اور پہاڑ گر جائیں ڈھ کر (یعنی ان لوگوں پر پہاڑ گر پڑیں اس وجہ سے کہ) اس پر کہ انہوں نے رحمٰن کے لیے اولاد بتائی (اللہ ﷻ فرماتا ہے) اور رحمٰن کے لائق نہیں کہ اولاد اختیار کرے (یعنی یہ اس کی شان کے لائق نہیں ہے) آسمانوں اور زمین میں جتنے ہیں سب اس کے حضور بندے ہو کر حاضر ہونگے (یعنی بروز قیامت سب اس کے حضور عاجزی وانکساری کرتے ہوئے حاضر ہونگے من جملہ ان میں حضرت عزیر علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی ہیں) بیشک وہ ان کا شمار جانتا ہے اور ان کو ایک ایک کر کے گن رکھا ہے (پس اس پر نہ تو ان سب کا اور نہ ان میں سے کسی ایک کا مبلغ پوشیدہ اور مخفی ہے) اور ان میں ہر ایک روز قیامت اس کے حضور اکیلا حاضر ہوگا.....۲..... (یعنی نہ تو اس کے ساتھ کچھ مال ہوگا اور نہ کوئی مددگار جو اس سے اللہ ﷻ کے عذاب کو روک سکے) بیشک وہ جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے عنقریب ان کے لیے رحمٰن محبت کر دے گا (یعنی ان کے درمیان تو وہ ایک دوسرے سے محبت اور پیار کریں گے اور اللہ ان سے محبت فرمائے گا) تو ہم نے اسے (یعنی قرآن پاک کو) تمہاری (عربی) زبان میں یونہی آسان فرمادیا کہ تم اس سے ڈر والوں کو خوشخبری دو (یعنی انہیں جو ایمان لا کر جہنم سے ڈرنے والے ہیں) اور جھگڑالو لوگوں اس سے ڈر سناؤ (یعنی کفار مکہ کو لـد اجمع ہے الدکی جس کے معنی ناحق جھگڑنے والا ہے، آیت میں تنذر بمعنی تخوف ہے) اور ہم نے ان سے پہلے کتنی امتیں ہلاک کر دیں (یعنی رسولوں کو جھٹلانے کے سبب ہم نے گزشتہ کتنی امتیں ہلاک فرمادیں، کم بمعنی کثیرا ہے اور قرن امت کو کہتے ہیں) کیا تم ان میں کسی کو دیکھتے ہو یا ان کی بھنک سنتے ہو (یعنی تم ان کی ہلکی سی آواز بھی سنتے ہو؟ نہیں پس جس طرح ہم نے انہیں ہلاک کر دیا یونہی ہم ان کے جھٹلانے والوں کو بھی ہلاک فرمادیں گے)۔

﴿ترکیب﴾

﴿الم ترانا ارسلنا الشیطین علی الکفرین تؤزھم ازا﴾۔

ھمزہ: حرف استفہامیہ، لم تر: فعل نفی بافاعل، انا: حرف مشبہ واسم، ارسلنا: فعل بافاعل، الشیطین: ذوالحال، تؤزھم ازا: جملہ فعلیہ حال، ملکر مفعول، علی الکفرین: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿فلا تعجل علیھم انما نعدلھم عدا﴾۔

ف: فصیحہ، لاتـجعل علیھم: فعل نہی بافاعل وظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ ہو کر شرط محذوف " ان عرفت ھذا کلہ" کے لیے جزا، ملکر جملہ شرطیہ، انما: حرف مشبہ وماکافہ، نعد لھم: فعل بافاعل وظرف لغو، عدا: مفعول مطلق، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿یوم نحشر المتقین الی الرحمن وفدا ○ ونسوق المجرمین الی جنھم وردا﴾۔

یوم: مضاف، نحشر: فعل بافاعل، المتقین: ذوالحال، وفدا: حال، ملکر مفعول، الی الرحمن: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ مضاف الیہ، ملکر فعل محذوف " اذکر" کے لیے ظرف، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، نسوق: فعل بافاعل، المجرمین: ذوالحال، وردا: حال، ملکر مفعول، الی جھنم: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ ہو کر ماقبل " نحشر " پر معطوف ہے۔

﴿لا یملکون الشفاعة الا من اتخذ عند الرحمن عھدا﴾۔

لایملکون: فعل نفی وضمیر مستثنیٰ منہ، الا: حرف استثناء، من اتخذ عندالرحمن عھدا: موصول صلہ ملکر مستثنیٰ، ملکر فاعل، الشفاعة: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وقالوا اتخذ الرحمن ولداO لقد جئتم شيئا ادا﴾.

و: عاطفہ، قالوا: قول، اتخذا الرحمن ولدا: فعل وفاعل ومفعول ،ملکر مقولہ،ملکر جملہ قولیہ، لام: تاکیدیہ، قد: تحقیقیہ، جئتم: فعل بافاعل، شئيا ادا: مرکب توصیفی مفعول، ملکر قسم محذوف " نقسم" کے لیے جواب قسم،ملکر جملہ قسمیہ۔

﴿تكاد السموت يتفطرن منه وتنشق الارض وتخر الجبال هدا Oان دعوا للرحمن ولدا﴾.

تكاد: فعل مقارب، السموت: اسم، يتفطرن منه: جملہ فعلیہ خبر،ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، تنشق الارض: فعل وفاعل،ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، تخر الجبال: فعل وفاعل، هدا: مصدر، ان: مصدریہ، دعوا للرحمن ولدا: جملہ فعلیہ بتاویل مصدر فاعل، مصدر اپنے فاعل سے ملکر شبہ جملہ ہوکر مفعول لہ،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وما ينبغي للرحمن ان يتخذ ولدا﴾.

و: عاطفہ، ماينبغي: فعل نفی، للرحمن: ظرف لغو، ان: مصدریہ، يتخذ ولدا: جملہ فعلیہ بتاویل مصدر فاعل،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ان كل من في السموت والارض الا اتى الرحمن عبدا﴾.

ان: نافیہ، كل: مضاف، من: موصولہ، فى السموت والارض: ظرف مستقر صلہ،ملکر مضاف الیہ،ملکر مبتدا، الا: اداۃ حصر، اتى: اسم فاعل وضمیر ذوالحال، عبدا: حال،ملکر فاعل، الرحمن: مضاف الیہ مفعول،ملکر شبہ جملہ ہوکر خبر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿لقد احصهم وعدهم عدا﴾.

لام: تاکیدیہ، قد: تحقیقیہ، احصهم: فعل بافاعل ومفعول ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، عدهم عدا: جملہ فعلیہ معطوف، ملکر قسم محذوف "نقسم" کے لیے جواب قسم،ملکر جملہ قسمیہ۔

﴿وكلهم آتية يوم القيمة فردا﴾.

و: عاطفہ، كلهم: مبتدا، اتى: اسم فاعل وضمیر مستتر ذوالحال، فردا: حال ملکر فاعل، ضمیر مضاف الیہ مفعول، يوم القيمة: ظرف،ملکر شبہ جملہ ہوکر خبر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ان الذين آمنوا وعملوا الصلحت سيجعل لهم الرحمن ودا﴾.

ان: حرف مشبہ، الذين: موصول، امنوا: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، عملوا الصلحت: جملہ فعلیہ معطوف، ملکر صلہ،ملکر اسم، سيجعل لهم الرحمن ودا: فعل وظرف لغو وفاعل ومفعول ملکر جملہ فعلیہ خبر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿فانما يسرنه بلسانك لتبشر به المتقين وتنذر به قوما لدا﴾.

ف: عاطفہ علی مقدر " بلغ هذا المنزل عليك وبشر به وانذر"، انما: حرف مشبہ وماکافہ، يسرنه: فعل بافاعل وضمیر ذوالحال، بلسانك: ظرف مستقر حال،ملکر مفعول، لام: جار، تبشر به المتقين: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، تنذر به: فعل بافاعل وظرف لغو، قوما لدا: مرکب توصیفی مفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف،ملکر بتقدیر "ان" مجرور،ملکر ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وكم اهلكنا قبلهم من قرن هل تحس منهم من احد او تسمع لهم ركزا﴾.

و: عاطفہ، كم: خبریہ ممیز، من: جار، قرن: موصوف، هل: حرف استفہامیہ، تحس: فعل بافاعل، منهم: ظرف مستقر حال مقدم، من: زائدہ، احد: ذوالحال، ملکر مفعول، ملکر معطوف علیہ، و: عاطفہ، تسمع لهم ركزا: جملہ فعلیہ معطوف، ملکر صفت، ملکر مجرور، ملکر ظرف مستقر تمییز، ملکر مفعول مقدم، اهلكنا قبلهم: فعل بافاعل وظرف، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

مومنین کی مہمان نوازی:

۱۔۔۔۔۔حضرت علی رضی اللہ عنہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ سنو! اللہ کی قسم! یہ لوگ پیدل نہیں جائیں گے اور نہ ان کو ہنکایا جائے گا لیکن یہ ایسی اونٹنیوں پر سوار ہوں گے کہ مخلوق نے ان جیسی اونٹنیاں نہیں دیکھی ہونگی، ان کے پاس پالان سونے کے ہونگے اور ان کی مہاریں زمرد کی ہوں گی وہ ان پر سواری کریں گے حتی کہ جنت کے دروازوں تک پہنچ جائیں گے۔

☆۔۔۔۔۔عمرو بن قیس بیان کرتے ہیں کہ مومن جب قبر سے نکلے گا تو ایک حسین اور خوشبودار صورت اس کا استقبال کرے گی اور مومن سے کہے گی کہ کیا مجھے جانتا ہے؟ مومن کہے گا کہ نہیں، بیشک اللہ نے تجھے پاکیزہ خوشبو دی ہے اور تیری حسین صورت بنائی ہے۔ تو وہ صورت کہے گی: تو بھی دنیا میں اسی طرح تھا، میں تیرا نیک عمل ہوں، میں دنیا میں بہت عرصہ تک تجھ پر سوار رہا، آج تو مجھ پر سوار ہو جا، پھر انہوں نے یہ آیت ﴿یوم نحشر المتقین الی الرحمن وفدا جس دن ہم پرہیزگاروں کو رحمٰن کی طرف لے جائیں گے مہمان بنا کر (مریم: ۸۵)﴾ پڑھی۔ (جامع البیان ،الجزء:١٦، ص١٤٦)

ہر ایک اپنے اعمال کا جواب دہ ہے:

۲۔۔۔۔۔مومن ہو یا کافر، اچھے اعمال کرے یا بُرے، انسان اپنے اعمال کا حساب دے گا۔ بی بی عائشہ کہتی ہیں کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ”قیامت کے دن ننگے پاؤں اور جسم ہونگے، میں نے عرض کی، یارسول اللہ ﷺ! کیا لوگ ایک دوسرے کو دیکھیں گے نہیں، سید عالم ﷺ نے فرمایا: ”اے عائشہ معاملہ اس سے کئی زیادہ سخت ہوگا (یعنی انہیں ایک دوسرے کو دیکھنے کی طرف توجہ ہی نہ ہوگی)۔

(صحیح البخاری ، کتاب الرقائق، باب:الحشر ،رقم:٦٥٢٧،ص١١٣٠)

اغراض: الی وقت عذابھم: مراد موت کا وقت ہے، کیونکہ مرنے کے بعد ان کی قبریں جہنم کا گڑھا ہونگی، اور وہ اس میں قیامت تک عذاب دیئے جائیں گے۔

اذکر: اے محمد ﷺ! اپنی قوم کو اس بڑے دن کے بارے میں نصیحت کیجئے، جو کہ جنتیوں اور جہنمیوں کے مابین فیصلے کا دن ہے۔

بمعنی راکب: یہ معنیٰ ”وفد“ کے معنی سے ماخوذ نہیں ہے، اس لیے کہ ”وفد“ تو لغت میں جماعت کو کہتے ہیں جو کہ بادشاہوں کے حضور عطایا کے لیے پیش کیے جاتے ہیں جس میں ”رکوب“ کی قید نہیں ہوتی، بلکہ ”رکوب“ کا لفظ پرہیزگاروں کی مدح کے لیے بطور قرینہ استعمال کیا گیا ہے، کہ وہ قیامت میں سواریوں پر حاضر ہونگے، جس کے زین یاقوت، کجاوے کی نوق (یعنی ابھری ہوئی جگہ جہاں کجاوہ باندھا جاتا ہے) سونے، مُہار زبرجد کی ہوگی، وقت ”رکــــوب“ کے بارے میں بھی اختلاف پایا جاتا ہے، ایک قول کے مطابق قبروں سے نکلنے کے وقت سوار ہونگے۔۔۔۔۔المختصر۔

ومن زعم ان الملائکۃ بنات اللہ: یہ گمان مشرکین عرب کا تھا، پس کافروں اور مومنوں کے انجام کار کو بیان کر دیا گیا۔

صوتا خفیا: پس ہم ان سب کو ہلاک کر دیں گے، نہ تو ان میں سے کوئی دکھائی دے گا اور نہ ہی کسی کی ہلکی سی آواز سُنائی دی جائے گی۔

(الصاوی، ج٤، ص ٦٣ وغیرہ)

صلوا علی الحبیب: صلی اللہ علی محمد

سورہ طٰہ مکیۃ الا آیتی ۱۲۰، ۱۲۱ فمدنیان، وایاتھا ۱۳۵

(سورہ طٰہ مکیہ ہے، سوائے دو آیات ۱۲۰، ۱۲۱ کہ مدنی ہیں، کل ۱۳۵ آیات ہیں)

تعارف

اس سورہ میں ۱۶۴۱ کلمات اور ۵۲۴۲ حروف پر مشتمل ہے۔ اس سورہ کے آغاز کا زمانہ وہ تھا جب کفار کی اسلام دشمنی اپنے عروج پر پہنچ چکی تھی۔ سید عالم ﷺ کی شبانہ روز مشقت کے باوجود بعض لوگ ایمان لانے سے محروم ہی رہے۔ قوم کی ہٹ دھرمی دیکھ کر حضور کے قلب نازک پر کیا گزرتی ہوگی اور اسلام قبول کرنے والوں کے دلوں میں اپنی اس دعوت کے مستقبل کے متعلق کیسے کیسے خدشات پیدا ہوتے ہوں گے۔ اس لئے کہ ابتدائی آیات میں حضور ﷺ کو تسلی دی جاتی ہے کہ یہ قرآن اس قادر مطلق نے نازل فرمایا ہے جس کی کبریائی کے سامنے کائنات کی ہر چیز سرافگندہ ہے۔ اس نے یہ قرآن آپ پر اس لئے نازل نہیں کیا کہ آپ رنج و مشقت میں مبتلا ہو جائیں۔ یقیناً آپ کا دین پھیلے گا اور کامیابی آپ کے قدم چومے گی۔ اس کے بعد بڑی تفصیل کے ساتھ حضرت موسیٰ کا ذکر کیا گیا کہ انہیں کس طرح موسم سرما کی ایک تاریک اور خنک رات میں وادی طور کے ایک گوشے میں بلا کر خلعت نبوت سے سرفراز فرمایا گیا اور اس کے بعد انہیں ایک ایسے ظالم بادشاہ کو دعوت حق دینے کا حکم دیا گیا جس کا دامن بیشمار معصوم بچوں کے بیدریغ خون سے لت پت تھا، حکم ملا جاؤ اور خدائی کے جھوٹے دعویدار کے سامنے اس کے بھرے دربار میں میری توحید کا اعلان کرو اور اسے حکم دو کہ وہ بنی اسرائیل کو اپنی غلامی کی زنجیروں سے آزاد کر دے ورنہ اس کا انجام بڑا دردناک ہوگا، ساتھ ہی فرمایا کہ اسی دست درازی سے خائف نہ ہونا میں تمہارے ساتھ ہوں۔ سامری کے کم فہمی اور کوتاہ اندیشی کا پردہ بھی چاک کر دیا۔ آخر میں آدم کا واقعہ بیان فرمایا جس سے یہ حقیقت بھی عیاں ہو جاتی ہے کہ غلطی کرنا اور پھر اس پر اکڑنا اور اکڑے رہنا انسان کو ہلاک کر دیتا ہے جس طرح کہ فرعون اور ابلیس کے واقعہ سے ظاہر ہے لیکن غلطی کر کے نادم ہونا اور پھر توبہ کرنا انسان کو مقبولیت کے مقام پر فائز کر دیتا ہے جیسا کہ حضرت آدم کے واقعہ سے معلوم ہوا۔ اس لئے کہ اے غلامان مصطفےٰ! خدا کی نافرمانی سے بچنے کی ہر ممکن کوشش کرو لیکن اگر کسی بشری کمزوری یا وقتی جوش سے کوئی لغزش ہو جائے تو اپنے باپ آدم کی طرح فوراً اشک ندامت بہا کر طلب مغفرت کرو، بخش دیئے جاؤ۔ سورہ کو ختم کرنے سے پہلے چند حقائق کو بڑے مؤثر اور دلنشین پیرائے میں بیان کر دیا تا کہ انسان کسی قسم کی غلط فہمی کا شکار ہو کر وہم و گمان کی وادیوں میں بھٹکتا نہ رہے۔

رکوع نمبر: ۱۰

بسم اللہ الرحمن الرحیم　اللہ کے نام سے شروع جو بڑا مہربان رحم والا

﴿طٰهٰ (۱)﴾ اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِمُرَادِهٖ بِذٰلِكَ ﴿مَا اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ﴾ يَامُحَمَّدُ ﴿لِتَشْقٰى (۲)﴾ لِتَتْعَبَ بِمَا فَعَلْتَ بَعْدَ نُزُوْلِهٖ مِنْ طُوْلِ قِيَامِكَ بِصَلٰوةِ اللَّيْلِ اَىْ خَفِّفْ عَنْ نَفْسِكَ ﴿اِلَّا﴾ لٰكِنْ اَنْزَلْنَاهُ ﴿تَذْكِرَةً﴾ بِهٖ ﴿لِّمَنْ يَّخْشٰى (۳)﴾ يَخَافُ اللّٰهَ ﴿تَنْزِيْلًا﴾ بَدَلٌ مِنَ اللَّفْظِ بِفِعْلِهِ النَّاصِبِ لَهُ ﴿مِّمَّنْ خَلَقَ الْاَرْضَ وَالسَّمٰوٰتِ الْعُلٰى (۴)﴾ جَمْعُ عُلْيَا كَكُبْرٰى وَكُبَرٍ هُوَ ﴿اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ﴾ وَهُوَ فِى اللُّغَةِ سَرِيْرُ الْمَلِكِ ﴿اسْتَوٰى (۵)﴾ اِسْتِوَاءً يَلِيْقُ بِهٖ ﴿لَهٗ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا﴾ مِنَ الْمَخْلُوْقَاتِ ﴿وَمَا تَحْتَ الثَّرٰى (۶)﴾ هُوَ التُّرَابُ النَّدِىُّ، وَالْمُرَادُ الْاَرْضُوْنَ السَّبْعُ لِاَنَّهَا تَحْتَهٗ ﴿وَاِنْ تَجْهَرْ بِالْقَوْلِ﴾ فِىْ ذِكْرٍ

اَوْ دُعاءٍ فاللهُ غَنِيٌّ عَنِ الجَهرِ بِهٖ ﴿فَاِنَّهٗ يَعْلَمُ السِّرَّ وَاَخْفٰى (۷)﴾ مِنهُ اى مَا حَدَّثَت بِهِ النَّفسُ وما خطَرَ ولَمْ تُحَدِّث بِه فلا تَجهَد نَفسَك بالجَهرِ ﴿اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى (۸)﴾ التِّسعَةُ والتِّسعُونَ الوارِدُ بِها الحَدِيثُ والحُسنٰى مُؤنَّثُ الْاَحْسَنِ ﴿وَهَلْ﴾ قد ﴿اَتٰىكَ حَدِيْثُ مُوْسٰى (۹) اِذْ رَاٰ نَارًا فَقَالَ لِاَهْلِهِ﴾ لِامرَاتِه ﴿امْكُثُوْٓا﴾ هُنا و ذالك مَسيرَه من مَدينَ طَالبًا مِصرَ ﴿اِنِّيْٓ اٰنَسْتُ﴾ اَبصَرتُ ﴿نَارًا لَّعَلِّيْٓ اٰتِيْكُمْ مِّنْهَا بِقَبَسٍ﴾ شُعلَةٍ فِى رَاسِ فَتِيلَةٍ او عُودٍ ﴿اَوْ اَجِدُ عَلَى النَّارِ هُدًى (۱۰)﴾ اى هَادِيًا يَدُلُّنِى على الطَّرِيقِ وكانَ اَخطَاهَا لِظُلمةِ الليلِ وقالَ لَعلَّ لِعَدمِ الجَزمِ بِوفاءِ الوَعدِ ﴿فَلَمَّآ اَتٰىهَا﴾ وَهِىَ شَجَرَةُ عَوسَجٍ ﴿نُوْدِيَ يٰمُوْسٰى (۱۱) اِنِّيْٓ﴾ بكسرِ الهَمزَةِ بتاويلِ نُودِىَ بقِيلَ وَ بِفَتحِها بِتَقدِيرِ البَاءِ ﴿اَنَا﴾ تَوكِيدٌ لِيَاءِ المُتَكَلِّمِ ﴿رَبُّكَ فَاخْلَعْ نَعْلَيْكَ ۚ اِنَّكَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ﴾ المُطَهَّرِ اَوِ المُبَارَكِ ﴿طُوًى (۱۲)﴾ بَدَلٌ او عَطفُ بيانٍ بِالتَّنوِينِ وتَركِه مَصرُوفٌ بَاعتِبارِ المَكانِ وَغيرُ مَصرُوفٍ لِلتَّانِيثِ بِاعتِبارِ البُقعَةِ مع العَلَمِيَّةِ ﴿وَاَنَا اخْتَرْتُكَ﴾ مِن قَومِكَ ﴿فَاسْتَمِعْ لِمَا يُوْحٰى (۱۳)﴾ اِلَيكَ مِنّى ﴿اِنَّنِيْٓ اَنَا اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدْنِيْ ۙ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِيْ (۱۴)﴾ فِيها ﴿اِنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ اَكَادُ اُخْفِيْهَا﴾ عَنِ النَّاسِ وَيَظهَرُ لَهُم قُربُهَا بِعَلَامَاتِها ﴿لِتُجْزٰى﴾ فِيها ﴿كُلُّ نَفْسٍ بِمَا تَسْعٰى (۱۵)﴾ بِه مِن خَيرٍ وشَرٍّ ﴿فَلَا يَصُدَّنَّكَ﴾ يَصرِفَنَّكَ ﴿عَنْهَا﴾ اى عن الْاِيمانِ بها ﴿مَنْ لَّا يُؤْمِنُ بِهَا وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ﴾ فِى انكارِها ﴿فَتَرْدٰى (۱۶)﴾ فَتَهلِكَ اِنْ صَدَدْتَّ عنها ﴿وَمَا تِلْكَ﴾ كَائِنَةً ﴿بِيَمِيْنِكَ يٰمُوْسٰى (۱۷)﴾ الْاِستِفهامُ لِلتَّقرِيرِ لِيُرتِّبَ عليهِ المُعجِزَةَ فيها ﴿قَالَ هِيَ عَصَايَ ۚ اَتَوَكَّؤُا﴾ اَعتَمِدُ ﴿عَلَيْهَا﴾ عِندَ الوُثوبِ والمَشيِ ﴿وَاَهُشُّ﴾ اَخبِطُ وَرَقَ الشَّجَرِ ﴿بِهَا﴾ لِيَسقُطَ ﴿عَلٰى غَنَمِيْ﴾ فتَاكُلَهُ ﴿وَلِيَ فِيْهَا مَاٰرِبُ﴾ جَمعُ مَارِبَةٍ مُثَلَّثُ الرَّاءِ اى حَوائِجُ ﴿اُخْرٰى (۱۸)﴾ كَحَمْلِ الزَّادِ والسِّقَاءِ وَطَرْدِ الهَوامِ زادَ فى الجَوابِ بيانَ حاجاتِه بها ﴿قَالَ اَلْقِهَا يٰمُوْسٰى (۱۹) فَاَلْقٰىهَا فَاِذَا هِيَ حَيَّةٌ﴾ ثُعبانٌ عَظِيمٌ ﴿تَسْعٰى (۲۰)﴾ تَمشِى على بَطنِها سَرِيعًا كَسُرعَةِ الثُّعبانِ الصَّغِيرِ المُسمّٰى بِالجَانِّ المُعبَّرِ به عنها فى آيَةٍ اُخرىٰ ﴿قَالَ خُذْهَا وَلَا تَخَفْ ٭ سَنُعِيْدُهَا سِيْرَتَهَا﴾ مِنها ﴿مَنصُوبٌ بِنَزعِ الخَافِضِ اى الى حالَتِها ﴿الْاُوْلٰى (۲۱)﴾ فَادخَلَ يَدَهُ فى فَمِها فَعادَتْ عَصا وَتَبيَّنَ اَنَّ موضِعَ الْاِدخالِ مَوضِعُ مَسْكِها بينَ شُعبَتَيْها وَارىٰ ذلك السيدُ موسى لِئَلا يَجزَعَ اِذا انقَلَبَ حَيَّةً لَدى فِرعَونَ ﴿وَاضْمُمْ يَدَكَ﴾ اليُمنىٰ بِمعنى الكَفِّ ﴿اِلٰى جَنَاحِكَ﴾ اى جَنبِكَ الْاَيسَرِ تحتَ العَضُدِ الى الْاِبِطِ واخرِجها ﴿تَخْرُجْ﴾ خِلافَ ما كَانتْ عليهِ مِنَ الْاُدمَةِ ﴿بَيْضَآءَ مِنْ غَيْرِ سُوْٓءٍ﴾ اى بَرَصٍ يَضِيءُ كَشُعاعِ الشَّمسِ تَغشَى البَصَرَ ﴿اٰيَةً اُخْرٰى (۲۲)﴾ وهِىَ بَيضاءُ حالانِ مِن ضَميرِ تَخرُجُ ﴿لِنُرِيَكَ﴾ بها اذا فَعلتَ ذلك لِاِظهارِها ﴿مِنْ اٰيٰتِنَا﴾ الْآيَةَ ﴿الْكُبْرٰى (۲۳)﴾ اَىِ العُظمىٰ على رِسالَتِكَ واذا ارادَ عَودَها الى حالَتِها الْاُولىٰ ضَمَّها الى جَناحِه كما تقدمَ واَخرَجَها ﴿اِذْهَبْ﴾ رَسولًا ﴿اِلٰى فِرْعَوْنَ﴾ ومن مَعَهُ ﴿اِنَّهٗ طَغٰى (۲۴)﴾ جاوَزَ الحدَّ فى كُفرِهِ الى اِدِّعاءِ

الْاِلٰهِيَةِ.

﴿ترجمہ﴾

طٰہٰ......۱......(اللہ ﷻ اس کی مراد خوب جانتا ہے، اے حبیب ﷺ!) ہم نے تم پر یہ قرآن اس لیے نہ اتارا کہ تم مشقت میں پڑو (کہ آپ ﷺ خود کو تھکائیں قرآن پاک کے نازل ہو جانے کے بعد صلوۃ اللیل میں طویل قیام کرکے معنی یہ ہے کہ اپنی جان پر بھی تخفیف فرمائیے) لیکن (الا بمعنی لکن ہے ہم نے اسے نازل کیا) نصیحت (کہ اس کے ذریعے نصیحت کیجائے) اس کو جو (اللہ ﷻ سے) خوف کرے اس کا اتارا ہوا (تنزیلا مصدر اپنے فعل ناصب محذوف سے بدل ہے) جس نے زمین اور اونچے آسمان بنائے (علی جمع ہے علیا کی جیسا کہ کبری اور کبر ہے) وہ نہایت مہربان اس نے عرش......۲......پر (عرش کا لغوی معنی وہ تخت ہے) استواء فرمایا (جیسا کہ استواء اس کی شان کے لائق ہے......۳......) اس کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں جو کچھ (مخلوقات) ان کے بیچ میں اور جو کچھ اس گیلی مٹی کے نیچے ہے (ثری کا معنی ہے گیلی مٹی اور یہاں مراد ساتوں زمینیں ہیں کہ وہ اس کے نیچے ہیں) اور اگر تو بات پکار کر کہے (ذکر یا دعا میں، اللہ ﷻ اس جہر سے مستغنی و بے پرواہ ہے) تو وہ تو بھید کو جانتا ہے اور اسے جو (اس سے) زیادہ چھپا ہے (جو بات تو اپنے نفس سے کرتا ہے اور جو خیال تیرے دل میں آتا ہے تو اس کا تلفظ نہیں کرتا اسے بھی جانتا ہے تو تم بات میں جہر کرکے اپنے آپ کو دشواری میں نہ ڈالے) اللہ کے سوا کسی کی بندگی نہیں اسی کے ہیں سب اچھے نام (یہ ننانوے نام ہیں جو حدیث پاک میں آئے ہیں اور حسنی مونث ہے احسن کا،) اور کچھ تمہیں موسیٰ کی خبر آئی (اتک سے پہلے قد محذوف ہے) جب اس نے ایک آگ دیکھی تو اپنی اہل (یعنی بیوی) سے کہا (یہاں) ٹھہرو (اور یہ واقعہ آپ علیہ السلام کے مدین سے مصر کی طرف سفر کرنے کے دوران ہوا......۴......) مجھے ایک آگ نظر آئی ہے (انست بمعنی ابصرت ہے) شائد میں تمہارے لیے اس میں سے کوئی چنگاری لاؤں (چراغ کی بتی یا کسی لکڑی کے ذریعے، قبس کا معنی چنگاری ہے) یا آگ پر راستہ پاؤں (یعنی آگ کے پاس کوئی راستہ دکھانے والا پاؤں، آپ علیہ السلام رات کے اندھیرے کے سبب رستہ بھول گئے تھے، آپ علیہ السلام نے لعل کہا کہ آپ علیہ السلام کو وعدہ پورا کرنے کا یقین نہیں تھا) پھر جب اس کے پاس (یعنی اس درخت کے پاس آیا وہ درخت بیری کا تھا) ندا فرمائی گئی اے موسیٰ بیشک میں ہی (انی ہمزہ مکسورہ ہے نو دی فعل کو "قیل" کی تاویل میں لایا گیا ہے یا ہمزہ مفتوحہ کے ساتھ ہے اس صورت میں اس سے پہلے مونث ہونے اور طوی کے علم ہونے کی وجہ سے) تیرا رب ہوں......۵......تو تو اپنے جوتے اتار ڈال......۶......بیشک تو پاک جنگل (مقدس کے معنی پاک یا مبارک ہے) طوی میں ہے (طوی یا تو بدل ہے یا عطف بیان ہے اسے منون و غیر منون دونوں صورتوں میں منصرف پڑھا گیا ہے معنی مکان کا اعتبار کرتے ہوئے اور غیر منصرف پڑھا گیا ہے بمعنی بقعة کا اعتبار کرتے ہوئے اس میں باء مقدر ہوگا) اور میں نے تجھے پسند کیا (تیری قوم میں سے) اب کان لگا کر سن جو وحی (میری طرف سے تیری جانب) ہوتی ہے بیشک میں ہی ہوں اللہ کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں تو میری بندگی کر اور (نماز میں میرا ذکر کر تو) میری یاد کے لیے نماز قائم رکھ......۷......بیشک قیامت آنے والی ہے قریب تھا کہ میں اسے سب سے چھپاؤں (سب لوگوں سے چھپاؤں اور ان کے لیے قرب قیامت کی علامات کو

ظاہر فرمادوں) کہ ہر جان (قیامت میں) اپنی کوشش کا بدلہ پائے (خواہ وہ اچھی ہو یا بُری) اور تجھے باز نہ رکھے (تجھے نہ پھیرے) اس سے (قیامت پر ایمان رکھنے سے) وہ جو اس پر ایمان نہیں لاتا اور (اور اس کا انکار کرنے میں) اپنی خواہش کے پیچھے چلا پھر تو ہلاک ہو جائے (اگر تو قیامت پر ایمان رکھنے سے پھر جائے تو) اور یہ کیا ہے تیرے داہنے ہاتھ میں اے موسی......۸......(یہ استفہام تقریری ہے تاکہ اس پر عصا کے بارے میں معجزہ ہے اسے مرتب کیا جائے) عرض کی یہ میرا عصا ہے میں اس پر تکیہ لگاتا ہوں (حملہ کرتے اور چلتے وقت میں اس کا سہارا لیتا ہوں) اور پتے جھاڑتا ہوں (اھش کہتے ہیں درخت سے پتے جھاڑنے کو) اس سے (کہ وہ گریں) میری بکریوں پر (پھر وہ ان پتوں کو کھالیں) اور میرے اس میں اور کام ہیں (مآرب جمع ہے مأربة کی، حرف راء پر تینوں اعراب پڑھے گئے ہیں بمعنی حوائج) فرمایا اسے ڈال دے اے موسی، تو موسی نے ڈال دیا تو جبھی وہ سانپ (عظیم الشان اژدھا ......۹......) ہو گیا دوڑتا ہوا (یعنی وہ اس چھوٹے اژدھے کی طرح اپنے پیٹ کے بل تیزی سے رینگنے لگا جسے جان کہتے ہیں دوسری آیت میں حیۃ کو جانّ سے تعبیر کیا گیا ہے) فرمایا اسے اٹھالے اور (اس سے) ڈر نہیں......۱۰......اب ہم اسے پھر پہلی کی طرح کر دیں گے (سیرۃ کے معنی حالت ہے، سیرتھا حرف جر الی کے حذف کی وجہ سے منصوب ہے دراصل الی سیرتھا تھا آپ علیہ السلام نے اس اژدھے کے منہ میں ہاتھ ڈال دیا تو وہ دوبارہ عصا بن گیا اور واضح ہو گیا کہ ہاتھ داخل کرنے کی جگہ اس عصا کے دونوں (شاخوں کا درمیانی حصہ ہے اور یہ واقعہ حضرت موسی علیہ السلام کو اس لیے دکھادیا گیا تاکہ جب دربار فرعون عصا (اژدھے) کی صورت اختیار کرے تو آپ علیہ السلام گھبرانہ جائیں) اور اپنا (دایاں) ہاتھ ملا (ید سے مراد ہتھیلی ہے) اپنے بازو سے (یعنی اپنی بائیں کروٹ کے بازو کے نیچے بغل کے ساتھ اپنے ہاتھ کو ملا کر پھر ہاتھ کو باہر نکال) نکلے گا (وہ ہاتھ گندمی رنگت کے برخلاف رنگ لیے ہوئے) خوب سفید ہو کر بے کسی مرض کے......۱۱......(یعنی وہ سفیدی برص کی نہ ہوگی یعنی ہتھیلی یوں چمکے گی جیسا کہ سورج کی شعائیں آنکھوں کو چکا چوند کر دیتی ہیں) ایک اور نشانی (آیۃ اخری اور بیضاء تخرج کی ھی ضمیر سے حال ہیں) کہ ہم تجھے دکھائیں (اس کے ذریعے جب تو یہ فعل کرے اس کو ظاہر کر کے) اپنی نشانیوں میں سے عظیم (نشانی جو تیری رسالت کی دلیل ہو پھر جب آپ علیہ السلام اسے پہلی حالت پر لوٹانے کا ارادہ کرتے تو پھر اس ہاتھ کو جیسا کہ پہلے اپنی بغل مبارک سے ملا کر نکال لیتے تو پھر ویسا ہی ہو جاتا) فرعون (اور اس کے ساتھ والوں) کے پاس جا (بطور رسول) اس نے سر اٹھایا (ربوبیت کا دعوی کر کے اپنے کفر میں حد سے تجاوز کر گیا)۔

﴿ترکیب﴾

﴿طٰہٰ ۝ ما انزلنا علیک القرآن لتشقی ۝ الا تذکرۃ لمن یخشی﴾

طٰہٰ: "ھذا" مبتدا محذوف کے لیے خبر، ملکر جملہ اسمیہ، ما انزلنا: فعل نفی با فاعل، علیک: ظرف لغو، القرآن: مفعول، لام: جار، تشقی: جملہ فعلیہ بتقدیر "ان" مجرور، ملکر ظرف لغو، الا: اداۃ حصر، تذکرۃ لمن یخشی: شبہ جملہ مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿تنزیلا ممن خلق الارض والسموت العلی﴾

تنزیلا: مصدر با فاعل، من: جار، من: موصولہ، خلق: فعل با فاعل، الارض: معطوف علیہ، و: عاطفہ، السموت العلی: مرکب توصیفی

معطوف، ملکر مفعول، ملکر صلہ، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر شبہ جملہ ہوکر فعل محذوف " نزلنه" کے لیے مفعول مطلق، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿الرحمن علی العرش استوی﴾.

الرحمن: مبتدا، علی العرش: ظرف لغو مقدم، استوی: فعل بافاعل، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ ہوکر مبتدا محذوف "هو" کے لیے خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿له ما فی السموت وما فی الارض وما بینهما وما تحت الثری﴾.

له: ظرف مستقر خبر مقدم، ما فی السموت: موصول صلہ، ملکر معطوف علیہ، و: عاطفہ، ما فی الارض: موصول صلہ، ملکر معطوف اول، و: عاطفہ، ما بینهما: موصول صلہ ملکر معطوف ثانی، و: عاطفہ، ماتحت الثری: موصول صلہ، ملکر معطوف ثالث، ملکر مبتدا مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ

﴿وان تجهر بالقول فانه یعلم السر واخفی﴾.

و: عاطفہ، ان: شرطیہ، تجهر بالقول: جملہ فعلیہ شرط، ف: جزائیہ، انه: حرف مشبہ واسم، یعلم: فعل بافاعل، السر: معطوف علیہ، واخفی: معطوف، ملکر مفعول، ملکر خبر، ملکر جزا، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿الله لا اله الا هو له الاسماء الحسنی﴾.

الله: مبتدا، لا: نفی، اله: موصوف، الا: بمعنی غیر مضاف، هو: مضاف الیہ، ملکر صفت، ملکر اسم "موجود"، خبر محذوف، ملکر جملہ اسمیہ ہوکر خبر اول، له: ظرف مستقر خبر مقدم، واسماء الحسنی: مبتدا مؤخر، ملکر خبر ثانی، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿وهل اتک حدیث موسی O اذ را نارا فقال لاهله امکثوا﴾.

و: مستانفہ، هل: حرف استفہامیہ، اتک: فعل ومفعول، حدیث موسی: فاعل، ملکر جملہ فعلیہ مستانفہ۔ اذ: مضاف، را نارا: فعل بافاعل ومفعول ملکر معطوف علیہ، ف: عاطفہ، قال لا هله: قول، امکثوا: فعل امر بافاعل، ملکر مقولہ، ملکر معطوف، ملکر مضاف الیہ، ملکر فعل محذوف "اذکر"۔

﴿انی انست نارا لعلی اتیکم منها بقبس او اجد علی النار هدی﴾.

انی: حرف مشبہ واسم، انست نارا: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ تعلیلیہ، لعلی: حرف مشبہ واسم، اتیکم: فعل با "هو" ضمیر مستتر فاعل، کم: ضمیر مفعول، منها: ظرف مستقر حال مقدم، ب: زائدہ، قبس: ذوالحال ملکر مفعول ثانی، ملکر شبہ جملہ فعلیہ ہوکر معطوف علیہ، او: عاطفہ، اجد علی النار: فعل بافاعل وظرف لغو، هدی: مفعول، ملکر جملہ معطوف، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿فلما اتها نودی یموسی﴾.

ف: عاطفہ، لما: شرطیہ، اتها: جملہ فعلیہ شرط، نودی: فعل مجہول با نائب الفاعل ملکر جملہ فعلیہ مقصود بالندا، یموسی: ندائیہ، ملکر جملہ ندائیہ جواب شرط، ملکر جملہ شرط۔

﴿انی انا ربک فاخلع نعلیک انک بالواد المقدس طوی﴾.

انی: حرف مشبہ واسم، انا ربک: جملہ اسمیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ، ف: فصیحہ، اخلع نعلیک: فعل امر بافاعل ومفعول، ملکر شرط محذوف "اذا علمت ذلک" کی جزا، ملکر جملہ اسمیہ، انک: حرف مشبہ واسم، ب: جار، الواد المقدس: مرکب توصیفی مبدل منہ، طوی: بدل، ملکر مجرور، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ تعلیلیہ۔

﴿وانا اخترتک فاستمع لما یوحی O اننی انا الله لا اله الا انا﴾.

و: عاطفہ، انا: مبتدا، اخترتک: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ، ف: عاطفہ، استمع: فعل امر بافاعل، لام: جار، ما یوحی: موصول صلہ، ملکر مبدل منہ، اننی: حرف مشبہ واسم، انا: مبتدا، الله: اسم جلالت خبر اول، لا اله الا انا: جملہ اسمیہ خبر ثانی، ملکر خبر، ملکر بدل، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿فاعبدنی واقم الصلوة لذکری﴾.

ف: فصیحہ، اعبدنی: فعل امر بافاعل ومفعول، ملکر معطوف علیہ، و: عاطفہ، اقم الصلوة: فعل امر بافاعل ومفعول، لذکری: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر شرط محذوف "اذا علمت ذلک" کے لیے جزا، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿ان الساعة اتية اکاد اخفیها لتجزی کل نفس بما تسعی﴾.

ان الساعة: حرف مشبہ واسم، اتية: اسم فاعل بافاعل، لام: جار، تجزی کل نفس: فعل مجہول ونائب الفاعل، بما تسعی: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ بتقدیر "ان" مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ، اکاد: فعل مقارب بافاعل، اخفیها: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ فعلیہ معترضہ۔

﴿فلا یصدنک عنها من لا یومن بها واتبع هواه فتردی﴾.

ف: فصیحہ، لا یصدنک: فعل نہی ومفعول، عنها: ظرف لغو، من: موصولہ، لا یومن بها: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، اتبع هواه: جملہ فعلیہ معطوف، ملکر صلہ، ملکر فاعل ملکر جملہ فعلیہ ہوکر شرط محذوف "اذا کان الامر کذلک" کی جزا، ملکر جملہ شرطیہ، ف: سببیہ، تردی: فعل بافاعل ملکر جملہ فعلیہ بتقدیر "ان" جواب نہی واقع ہے۔

﴿وما تلک بیمینک یموسی﴾.

و: عاطفہ، ما: استفہامیہ مبتدا، تلک: ذوالحال، بیمینک: ظرف مستقر حال، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ مقصود بالندا، یموسی: جملہ ندائیہ، ملکر جملہ ندائیہ۔

﴿قال هی عصای اتوکؤا علیها واهش بها علی غنمی ولی مارب اخری﴾.

قال: قول، هی: مبتدا، عصای: مرکب اضافی ذوالحال، اتوکؤا علیها: ملکر معطوف علیہ، و: عاطفہ، اهش بها علی غنمی: جملہ فعلیہ معطوف اول، و: عاطفہ، لی: ظرف مستقر خبر مقدم، مارب اخری: مرکب توصیفی ذوالحال، ملکر مبتدا موخر، ملکر جملہ اسمیہ معطوف ثانی، ملکر حال، ملکر خبر، ملکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿قال القها یموسی ۝ فالقها فاذا هی حية تسعی﴾.

قال: قول، القها: فعل امر بافاعل ومفعول، ملکر جملہ فعلیہ مقصود بالندا، یموسی: ندا، ملکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ، ف: عاطفہ، القها: فعل بافاعل ومفعول، ملکر جملہ فعلیہ، ف: عاطفہ، اذا: فجائیہ، هی: مبتدا، حية: خبر اول، تسعی: خبر ثانی، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿قال خذها ولا تخف سنعیدها سیرتها الاولی﴾.

قال: قول، خذها: فعل امر بافاعل ومفعول ملکر معطوف علیہ، و: عاطفہ، لا تخف: فعل نہی بافاعل ملکر معطوف، ملکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ، سنعیدها: فعل بافاعل ومفعول، سیرتها: موصوف، الاولی: صفت، ملکر ظرف، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿واضمم یدک الی جناحک تخرج بیضاء من غیر سوء آیة اخری﴾.

و: عاطفہ، اضمم یدک: فعل امر بافاعل ومفعول، الی جناحک: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ، تخرج: فعل "انت" ضمیر ذوالحال

،بیضاء من غیر سوء : شبہ جملہ حال اول، اٰیۃ اخری، مرکب توصیفی حال ثانی ،ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ جواب امر واقع ہے۔

﴿لنریک من ایتنا الکبری﴾.

لام : جار، نریک: فعل بافاعل ومفعول، من ایتنا : ظرف مستقر حال مقدم، الکبری :ذوالحال ،ملکر مفعول ثانی ،ملکر جملہ فعلیہ ہو کر بتقدیر "ان" مجرور، ملکر فعل محذوف " امرناک بما ذکرنا" کے لیے ظرف مستقر ،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿اذھب الی فرعون انہ طغی﴾.

اذھب الی فرعون: فعل امر بافاعل وظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ ،انہ :حرف مشبہ واسم، طغی: جملہ فعلیہ خبر ،ملکر جملہ اسمیہ تعلیلیہ۔

﴿شانِ نزول﴾

☆...... ماانزلنا علیک القرآن لتشقی...... ☆ سید عالم ﷺ عبادت میں بہت جہد فرماتے تھے اور تمام شب قیام میں گزارتے ،یہاں تک کہ قدم مبارک متورم ہو جاتے ،اس پر آیت مقدسہ نازل ہوئی اور جبرائیل امین علیہ السلام نے حاضر ہو کر بحکم الٰہی عرض کیا کہ اپنے نفس کو کچھ راحت دیجئے ،اس کا بھی حق ہے۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

طٰہٰ کی توجیہ:

۱...... طٰہٰ کی تحقیق کے بارے میں مفسرین کرام کے کئی اقوال ہیں ایک قول یہ ہے کہ سید عالم ﷺ کو حکم دیا گیا کہ زمین کو اپنے پاؤں سے ٹھوکر ماریں جیسا کہ ربیع نے انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ سید عالم ﷺ ایک پاؤں پر کھڑے ہو کر نماز ادا فرماتے تھے تو طٰہٰ فرمایا گیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب ﴿یایھا المزمل قم اللیل الا قلیلا اے جھرمٹ مارنے والے رات میں قیام فرماسوا کچھ رات کے (المزمل: ۲،۱)﴾ نازل ہوئی تو سید عالم ﷺ ساری رات کے بعد دیگرے ایک ہی قدم پر قیام کیا کرتے تھے حتی کہ قدم مبارک متورم ہو جاتے ،جبرائیل امین علیہ السلام حاضر ہوئے اور فرمایا ﴿طٰہٰ﴾۔ (روح المعانی ،الجزء السادس عشر، ص ۶۱۷)

ایک قول کے مطابق اللہ کے ناموں میں سے نام ہے اور طاء کا معنی طاہر اور ھاء کا معنی ھادی ہے ،ایک قول یہ بھی ہے کہ طٰہٰ کے معنی یــا رجــل یعنی اے آدمی ہے اور مراد سید عالم ﷺ کی ذات ہے۔ ایک قول کے مطابق جب سید عالم ﷺ عبادت میں مشقت فرماتے تو اللہ نے ارشاد فرمایا ﴿طٰـہٰ مـا انـزلـنـا علیک القرآن لتشقی اے محبوب ہم نے تم پر یہ قرآن اس لئے نہیں اتارا کہ تم مشقت میں پڑ جاؤ (طٰہٰ: ۱تا۲)﴾۔ (الخازن ،ج۳، ص ۲۰۰)

عرش کی تحقیق:

۲...... قرآن عربی زبان میں نازل ہوا ہے لہذا لغوی اعتبار سے دیکھا جائے تو عرش کے معنی تخت کے ہیں جو کہ مالک الملک ذات باری کی جانب منسوب ہے جیسا کہ فرمایا ﴿ولھا عرش عظیم اور اس کا بڑا تخت ہے (النمل: ۲۳)﴾۔ اس سے مراد فلک نہیں ہے اور نہ ہی اہل عرب اس سے مراد فلک لیتے ہیں۔ قرآن عربی میں نازل ہوا ہے اور مراد قائم رہنے والی چیز تخت ہی ہے جو فرشتوں نے اٹھایا ہوا ہے جو کہ عالم میں ایک قبہ کی صورت میں مخلوقات کے اوپر چھت کی طرح ہے۔ اللہ نے فرمایا ﴿الـذیـن یـحـمـلـون العرش

ومن ...... للذین آمنوا ؕ وہ جو اس کے عرش کو اٹھائے ہوئے ہیں اور اس کے ارد گرد اپنے رب کی تسبیح کرتے ہیں اور اُس پر ایمان لاتے ہیں اور ایمان والے کے لیے استغفار کرتے ہیں (غافر:۷)﴾۔ ان فرشتوں کی تعداد آٹھ ہے جیسا کہ فرمایا ﴿ویحمل عرش ربک فوقھم یومئذ ثمانیۃ اور اس دن تمہارے رب کا عرش اپنے اوپر آٹھ فرشتے اٹھائیں گے (الحاقۃ:۱۷)﴾۔ بیشک عرش اللہ کی مخلوق سرخ یاقوت کا بنا ہوا ہے، پانچ ہزار سال کی مسافت پر ہے۔ اللہ فرماتا ہے ﴿تعرج الملائکۃ الروح ...... الف سنۃ ملائکہ اور جبرائیل اس کی بارگاہ کی طرف عروج کرتے ہیں وہ عذاب اس دن ہوگا جس کی مقدار پچاس ہزار برس ہے (المعارج:۴)﴾۔

(البدایۃ والنہایۃ، فصل ماورد فی صفۃ خلق العرش، ج ۱، الجزء الاول، ص ۱۲ وغیرہ)

☆...... حضرت وہب بن منبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ ﷻ نے عرش کو اپنے نور سے پیدا فرمایا اور کرسی عرش سے ملی ہوئی ہے اور پانی کرسی کے نیچے اور ہوا عرش کے اوپر ہے اور فرشتوں نے عرش کو اپنے کندھوں کے اوپر اٹھایا ہوا ہے اور عرش کے گرد چار دریا ہیں اور ان دریاؤں میں چار فرشتے کھڑے اللہ ﷻ کی تسبیح بیان کر رہے ہیں، اور عرش بھی اللہ ﷻ کی تسبیح بیان کرتا ہے۔

☆...... حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ وہ کرسی جو آسمان و زمین کو محیط ہے قدموں کی جگہ ہے اور عرش کی مقدار کا کوئی اندازہ نہیں کر سکتا، سوا اس کے جس نے اسے پیدا فرمایا ہے اور تمام آسمان گنبد کی مانند ہیں۔ (کتاب العظمۃ، رقم ۱۹۲، ص ۱۹۸)

مفسر جلال فرماتے ہیں کہ اللہ ﷻ عرش پر اپنی شان کے لائق استواء فرماتا ہے اور یہی سلف صالحین کا طریقہ ہے اور اس استواء سے مراد قہر اور تصرف ہے۔ (الجمل، ج ۳، ص ۳۳۴)

علامہ شعرانی فرماتے ہیں کہ رحمٰن کا عرش پر استواء کے معنی یہ ہیں کہ اللہ ﷻ کی تخلیق کرنے کا سلسلہ عرش پر مکمل ہو گیا اور اس نے عرش کے ماوراء کسی چیز کو پیدا نہیں کیا اور اس نے دنیا اور آخرت میں جو کچھ بھی پیدا کیا ہے وہ دائرہ عرش سے خارج نہیں ہے کیونکہ وہ تمام کائنات کو حاوی ہے، استواء کا معنی ہم نے تمام ہونا اور مکمل ہونا کیا ہے اور یہ اس آیت سے مستفاد ہے ﴿ولما بلغ اشدہ واستوی اور جب اپنی جوانی کو پہنچا اور پورے زور پر آیا (القصص:۱۴)﴾۔

اللہ ﷻ نے قرآن مجید میں چھ مقامات پر عرش پر استواء کا ذکر کیا ہے اور ہر جگہ آسمانوں اور زمینوں کے پیدا کرنے کے بعد عرش پر استواء کا ذکر کیا ہے ﴿ان ربکم اللہ الذی خلق...... علی العرش اور بیشک تمہارا رب اللہ ہے اس نے آسمان و زمین چھ دن میں بنائے، پھر عرش پر استواء فرمایا جیسا کہ اس کی شان کے لائق ہے (الاعراف:۵۴)﴾۔ یعنی اس کے پیدا کرنے کا سلسلہ عرش پر تمام ہو گیا اس نے عرش کے بعد کسی چیز کو پیدا نہیں کیا۔ مطلب یہ ہے کہ عرش تمام ممالک میں سب سے اعظم ہے اور اللہ ﷻ اس پر باعتبار رتبہ کے بلند ہے، مثلاً جب ہم غور کرتے ہیں تو ہمارے اوپر ہوا ہے، پھر اس کے اوپر آسمان ہے اور جب ہمارا وہم سات آسمانوں سے ترقی کرتا ہے تو اس کے اوپر کرسی ہے اور جب ہم کرسی سے ترقی کرتے ہیں تو ہم دیکھتے ہیں کہ وہ عرش کے اوپر ہے جو کہ مخلوقات کی انتہا ہے اس کے آگے ہماری فکر کی کوئی سیڑھی نہیں ہے اور عرش پر جا کر ہماری فکر کی پرواز ٹھہر جاتی ہے اور عرش کے اوپر اور اس سے باعتبار رتبہ کے بلند اللہ ہے، خلاصہ یہ ہے کہ اس کائنات کو پیدا کرنے کا سلسلہ عرش پر جا کر ٹھہر گیا اور یہی عرش پر استواء کا معنی ہے۔

(الیواقیت الجواہر، ج ۱، ص ۱۸۲ وغیرہ)

اللہ ﷻ کے استواء فرمانے کا بیان:

۳...... علامہ غلام رسول سعیدی تبیان القرآن جلد ۳، ص ۱۵۸ وغیرہ پر استوائے باری ﷻ کے بارے میں فرماتے ہیں،

اس مسئلے میں کہ اللہ عزوجل عرش پر مستوی ہے اس بارے میں شیخ ابن تیمیہ کے باطل عقیدے کا رد اور ساتھ ہی ساتھ صحیح اسلامی عقیدے کا پرچار کرتے ہوئے ہم درج ذیل ایک اہم اور تفصیلی جائزہ پیش کرتے ہیں چنانچہ شیخ ابن تیمیہ کا کہنا ہے کہ "اللہ عزوجل پر ایمان لانے کا تقاضا یہ ہے کہ اللہ عزوجل نے اپنی کتاب میں جو اپنی صفات بیان کی ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اللہ عزوجل کی صفات بیان کی ہیں ان پر بغیر کسی تحریف وتکییف اور تمثیل کے ایمان لایا جائے، مطلب یہ کہ ان صفات کی نہ تو کوئی تاویل کی جائے اور نہ ہی ان کی مخلوق کے ساتھ کوئی مثال دی جائے، بلکہ یہ ایمان رکھا جائے کہ اس کی مثل کوئی چیز نہیں ہے۔ اور وہ سمیع وبصیر ہے۔ اور اللہ عزوجل نے جس چیز کے ساتھ خود کو موصوف کیا ہے اس کی نفی نہ کی جائے، اور اللہ عزوجل کے کلمات کو نہ بدلا جائے، اور اس کے اسماء اور آیات کو نہ بدلا جائے، اور نہ ہی ان کا کوئی معنی متعین کیا جائے، اور نہ مخلوق کی صفات سے ان کی مثال دی جائے کیونکہ اللہ عزوجل کا کوئی ہم نام ہے نہ کوئی کفو ہے، نہ کوئی اس کا مثل ونظیر ہے، نہ اس کا مخلوق پر قیاس کیا جائے، کیونکہ اللہ عزوجل خود اپنے کو اور دوسروں کو زیادہ جاننے والا ہے۔ اور اس کا قول سب سے زیادہ سچا ہے پھر اس کے تمام رسول سچے ہیں نہ خلاف ان لوگوں کے جو بغیر علم کے اللہ عزوجل کے متعلق باتیں کرتے ہیں اسی لئے اللہ عزوجل نے فرمایا ہے کہ ﴿سُبْحَانَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُونَ 0 وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِينَ 0 وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ 0 (الصافات: ۱۸۰ تا ۱۸۲)﴾

رسولوں کے مخالفین اللہ عزوجل کی جو صفات بیان کرتے ہیں اللہ عزوجل نے ان سے اپنی برائت فرمائی ہے۔ اور رسولوں نے جو اللہ عزوجل کی نقص وعیب سے جو برائت بیان کی تھی ان پر سلام بھیجا ہے اللہ عزوجل کے لئے سمع اور بصر ثابت ہے کیونکہ اس نے فرمایا کہ انہ هو السميع البصير 0 اللہ عزوجل کے لئے چہرہ ثابت ہے کیونکہ اس نے فرمایا کہ و يبقى وجه ربك ذو الجلال وا لاكرام 0 اور كل شيء هالك الا وجهه 0 اور اللہ عزوجل کے دو ہاتھ ثابت ہیں کیونکہ اس نے فرمایا ما منعك ان تسجد لما خلقت بيدى 0 اور اللہ عزوجل کے لئے دو آنکھیں ثابت ہیں کیونکہ اس نے فرمایا و اصبر لحكم ربك فانك باعيننا 0 اور اللہ عزوجل کے لئے عرش پر استواء ثابت ہے کیونکہ اس نے فرمایا الرحمن على العرش استوى 0 اور اس طرح کی سات آیتیں ہیں۔

(العقيدة الواسطيه مع شرحه، ص ٦٣۔ ١٠٥ ملخصاً مطبوعه دار السلام رياض)

اس کے بعد احادیث سے استدلال کرتے ہوئے لکھتے ہیں: اللہ عزوجل آسمان دنیا کی طرف اپنی شان کے لائق نازل ہوتا ہے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر رات کے آخری تہائی حصے میں ہمارا رب عزوجل آسمان دنیا کی طرف نازل ہوتا ہے (صحيح بخاری و مسلم) اور اللہ عزوجل خوش ہوتا ہے اور ہنستا ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ عزوجل کو اپنے بندے کی توبہ سے اس سے زیادہ خوشی ہوتی ہے جتنی تم میں سے کسی کو گم شدہ اونٹنی کے ملنے سے خوشی ہوتی ہے (صحيح بخاری و مسلم) اللہ عزوجل ان دو آدمیوں کو دیکھ کر ہنستا ہے جن میں سے ایک دوسرے کو قتل کرتا ہے (صحيح بخاری و مسلم) اللہ عزوجل کی ٹانگ اور قدم ہیں کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جہنم میں لوگوں کو ڈالا جاتا رہے گا حتی کہ وہ کہے گی کہ کیا اور زیادہ بھی ہیں حتی کہ اللہ عزوجل اس میں اپنی ٹانگ رکھ دے گا۔ ایک روایت میں ہے کہ اس میں اپنا قدم رکھ دے گا۔ (صحيح بخاری و مسلم)۔ (العقيدة الواسطيه مع شرحه، ص ۸۳۔ ۸۰ ملخصاً مطبوعه دار السلام رياض)۔

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی، شیخ ابن تیمیہ کے نظریے "استواء" اور صفات میں اختلاف کرتے ہوئے فرماتے ہیں "شیخ ابن تیمیہ نے

حمویہ اور واسطیہ میں لکھا ہے کہ اللہ ﷻ کے لئے ہاتھ پیر چہرہ اور پنڈلی کا جو ذکر آیا ہے وہ اس کی صفات حقیقیہ ہیں۔ اور اللہ ﷻ عرش پر بذاتہ مستوی ہے اس سے کہا گیا کہ اس سے تحیز اور انقسام لازم آئے گا تو اس نے کہا کہ میں یہ نہیں جانتا کہ تحیز اور انقسام اجسام کے خواص میں سے ہیں، اسی وجہ سے ابن تیمیہ کے متعلق کہا گیا کہ وہ اللہ ﷻ کے لئے تحیز اور انقسام کا قائل ہے''۔

(الدرر الکامنہ، ج ۱، ص ۱۵۴، مطبوعہ دار الجلیل بیروت)

علامہ ابن حجر ہیتمی مکی فرماتے ہیں کہ: ابن تیمیہ کا یہ قول کہ اللہ ﷻ جسمیت، جہت اور انتقال سے موصوف ہے اور وہ عرش کے برابر ہے، نہ چھوٹا، نہ بڑا، اللہ ﷻ اس قبیح افتراء سے پاک ہے جو کہ صریح کفر ہے۔ (الفتاوی الحدیثیہ، ص ۱۰۰، مطبوعہ مصطفی البابی الحلبی و اولادہ بہ مصر)۔ علامہ کمال الدین محمد بن عبدالواحد المعروف بابن ہمام فرماتے ہیں: اللہ ﷻ عرش پر مستوی ہے اور یہ ایسا استواء نہیں ہے جیسا ایک جسم کا دوسرے پر استواء ہوتا ہے کہ وہ اس سے مماس ہوتا ہے یا اس کی محاذات (سمت) میں ہوتا ہے۔ بلکہ جو استواء اس کی شان کے لائق ہو جس کو اللہ ﷻ ہی زیادہ جاننے والا ہے، خلاصہ یہ ہے کہ اس پر ایمان لانا واجب ہے کہ اللہ ﷻ عرش پر مستوی ہے اور مخلوق کے ساتھ اس کی مشابہت کی نفی کی جائے، رہا یہ کہ استواء علی العرش سے مراد عرش پر غلبہ ہو تو یہ ارادہ بھی جائز ہے۔ البتہ اس ارادہ کے واجب ہونے پر کوئی دلیل نہیں ہے اور واجب وہی ہے جس کا ہم نے ذکر کیا ہے البتہ اگر یہ خدشہ ہو کہ عام لوگ استواء سے وہی معنی سمجھیں گے کہ جو جسم کے لوازم سے ہے کہ اللہ ﷻ عرش سے متصل ہے یا عرش کی محاذات میں ہے تو استواء کو غلبہ سے تعبیر کرنے میں کوئی حرج نہیں، اسی طرح کتاب اور سنت میں جو ایسے الفاظ ہیں جس سے جسمیت ظاہر ہوتی ہے مثلاً انگلی، قدم اور ہاتھ اس پر ایمان لانا واجب ہے کیونکہ انگلی اور ہاتھ وغیرہ اللہ ﷻ کی صفت ہیں ان سے مراد مخصوص اعضاء نہیں ہیں بلکہ وہ معنی مراد ہے جو اللہ ﷻ کی شان کے لائق ہے اور اللہ ﷻ ہی اس معنی کو زیادہ جاننے والا ہے۔ اور کبھی ایسا بھی ہوتا کہ ہاتھ اور انگلی کی تاویل قدرت اور قہر سے کی جاتی ہے اور نبی پاک ﷺ نے فرمایا: حجر اسود اللہ ﷻ کا دایاں ہاتھ ہے اس کی تاویل کی جاتی ہے تاکہ عام لوگوں کی عقلیں اللہ ﷻ کی جسمیت کی طرف نہ منتقل ہوں اس تاویل سے یہ ارادہ بھی ممکن ہے لیکن اس پر جزم اور یقین نہیں کرنا چاہئے۔ ہمارے اصحاب (ماتریدیہ) کے قول کے مطابق یہ الفاظ متشابہات میں سے ہیں اور متشابہ کا حکم یہ ہے کہ اس دنیا میں اس کی مراد متوقع نہیں۔

(مسائرہ مع شرح المسامرہ، ج ۱، ص ۳۶۔ ۳۱ ملخصاً، مطبوعہ دائرۃ المعارف الاسلامیہ، مکران)

☆...... امام مالک نے عمر بن الحکم سے روایت کیا ہے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا: میری ایک باندی بکریوں کو چراتی تھی۔ ایک دن ایک بکری گم ہوگئی میں نے اس سے اس کے متعلق پوچھا، تو اس نے کہا اس کو بھیڑیا کھا گیا ہے مجھے اس پر افسوس ہوا میں بھی آخر انسان ہوں میں نے اسے ایک تھپڑ مار دیا، اور مجھ پر پہلے سے ایک غلام آزاد کرنا تھا کیا میں اس غلام کی جگہ اس باندی کو آزاد کر دوں؟ رسول اللہ ﷺ نے پوچھا: اللہ ﷻ کہاں ہے؟ اس نے جواب دیا کہ آسمان میں، آپ ﷺ نے پوچھا: میں کون ہوں؟ اس نے کہا کہ آپ رسول اللہ ﷺ ہیں، تب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اسے آزاد کر دو۔ (الموطا رقم: ۱۵۱۱، ابو داؤد، رقم: ۹۳۰) امام ابن عبدالبر فرماتے ہیں: نبی پاک ﷺ نے اس باندی سے جو سوال کیا کہ اللہ کہاں ہے؟ تو اس نے جواب دیا کہ آسمان میں، تمام اہل سنت

(یعنی محدثین) اس پر متفق ہیں اور وہ یہی کہتے ہیں جو اللہ ﷻ نے اپنی کتاب میں فرمایا کہ اللہ عرش پر مستوی ہے اور اللہ ﷻ آسمان میں ہے اور اس کا علم ہر جگہ ہے اور یہ قرآن مجید کی ان آیات سے بالکل ظاہر ہے ﴿ءَ اَمِنْتُمْ مَّنْ فِی السَّمَآءِ اَنْ یَّخْسِفَ بِكُمُ الْاَرْضَ فَاِذَا هِیَ تَمُوْرُ﴾ (الملک:١٦) ﴿مَنْ كَانَ یُرِیْدُ الْعِزَّةَ فَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ جَمِیْعًاؕ اِلَیْهِ یَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّیِّبُ وَ الْعَمَلُ الصَّالِحُ یَرْفَعُهٗ﴾ (فاطر:١٠) ﴿تَعْرُجُ الْمَلٰٓىٕكَةُ وَ الرُّوْحُ اِلَیْهِ فِیْ یَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِیْنَ اَلْفَ سَنَةٍ﴾ (المعارج:٤).

(الاستذکار، ج ٢٣، ص ١٦٨-١٦٧ ملخصاً، مطبوعہ بیروت)

امام ابوبکر بن فورک نے بعض سے روایت کیا ہے کہ استواء کے معنی بلند ہے، یعنی اللہ ﷻ عرش پر بلند ہے اور اس بلندی سے مسافت اور مکان کی بلندی مراد نہیں ہے کہ کوئی شخص ایسی جگہ ہو جو جگہ دوسری جگہ سے بلند ہو، بلکہ اس سے مراد وہ بلندی ہے جو اللہ ﷻ کی شان کے لائق ہے اور ثم کا تعلق مستوی علیہ کے ساتھ ہے نہ کہ الاستواء کے ساتھ۔ اور تم یہ بھی جانتے ہو کہ ہمارے سلف صالحین میں یہ مشہور ہے کہ اس کی مراد اللہ ﷻ پر چھوڑ دی جائے، صالحین فرماتے ہیں کہ اللہ ﷻ عرش پر اس طرح مستوی ہے جیسا اس نے ارادہ کیا ہے اگرچہ وہ ٹھہرنے اور جگہ پکڑنے سے پاک ہے۔ اور استواء کی تفسیر استیلاء سے کرنا بری بات ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جو شخص اس بات کا قائل ہے کہ استواء کا معنی استیلاء ہے وہ یہ نہیں کہہ سکتا کہ اس کا غالب ہونا اللہ ﷻ کے غالب ہونے کی طرح ہے بلکہ اس پر لازم ہے کہ وہ یہ کہے کہ اللہ ﷻ ایسا غالب ہے جیسا کہ اس کی شان ہے۔ لہٰذا ضروری ہے کہ وہ یہ کہے کہ اللہ ﷻ عرش پر ایسا مستوی ہے جیسا اس کی شان کے لائق ہے۔ (روح المعانی، الجزء الثامن، ص ٥٢١)

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی فرماتے ہیں کہ پھر عرش پر استواء فرمایا جیسا کہ اس کی شان کے لائق ہے۔ اس آیت کی تفسیر کے تحت صدر الافاضل مفتی نعیم الدین مراد آبادی فرماتے ہیں کہ "یہ استواء متشابہات میں سے ہے، ہم اس پر ایمان لاتے ہیں کہ اللہ ﷻ کی اس سے جو مراد ہے حق ہے۔ حضرت امام ابوحنیفہ نے فرمایا کہ استواء معلوم ہے اور اس کی کیفیت مجہول اور اس پر ایمان لانا واجب، حضرت مترجم قدس سرہ العزیز نے فرمایا اس کے معنی یہ ہیں کہ آفرینش کا خاتمہ عرش پر جا ٹھہرا واللہ اعلم باسرار کتابہ۔

(کنز الایمان مع خزائن العرفان، حاشیہ نمبر ٩٩)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مدین سے مصر تک سفر:

☆......وہب بن منبہ یمانی بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت شعیب علیہ السلام کی خدمت کرنے کی مدت پوری کردی تو وہ ان سے اجازت لے کر مصر کی طرف واپس روانہ ہوئے، ان کے ساتھ ان کی اہلیہ بھی تھیں اور ایک بکری تھی اور عصا تھا جس سے وہ دن میں بکری کے لئے پتے جھاڑتے تھے، اور ایک چقماق تھا جس سے وہ رات کو آگ جلا کر حرارت حاصل کرتے کیونکہ وہ انتہائی سرد موسم تھا اور برفانی راتیں تھیں۔ جب وہ رات آئی جس میں اللہ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نبوت سے مشرف کرنا چاہتا تھا اور ان کو اپنے کلام سے سرفراز فرمانا چاہتا تھا، اس رات حضرت موسیٰ علیہ السلام راستہ بھول گئے حتیٰ کہ انہیں پتا نہیں چلا کہ وہ کس طرف متوجہ ہوں۔ انہوں نے چقماق نکالا تاکہ اپنے اہل کے ساتھ رات گزارنے کے لئے آگ روشن کریں، اس رات وہ چقماق نہ جل سکا اور وہ اس کو جلانے کی کوشش میں تھک گئے، حتیٰ کہ انہوں نے ایک جگہ آگ دیکھی۔ (جامع البیان، الجزء ١٦، ص ١٦٥)

انی انا ربک کی تحقیق:

۵......کہا جاتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایک خشک تنکا اٹھایا اور اُس درخت کا ارادہ کیا، پس جب قریب ہوئے تو فرشتوں کے تسبیح پڑھنے کی آواز آئی اور ساتھ ہی حضرت موسیٰ علیہ السلام پر سکینہ بھی اتار دیا گیا، پھر درخت سے آواز آئی۔ وہب کہتے ہیں :درخت سے آنے والی آواز پر موسیٰ علیہ السلام نے فوراً جواب دیا اور ندا کرنے والے کو نہ دیکھا تو فرمایا:''میں تیری آواز سن رہا ہوں اور تجھے دیکھ نہیں پارہا تو کون ہے؟''، جواب ملا: میں تیرے اوپر، تیرے ساتھ، آگے، پیچھے، قریب ہوں، پس موسیٰ علیہ السلام کو یقین ہو گیا کہ پکارنے والا اللہ ہی ہوسکتا ہے۔ (الخازن، ج۳، ص ۲۰۱)

مقدس وادی میں جوتے اتارنے کا بیان:

٦......حضرت موسیٰ علیہ السلام کے جوتے مردار گدھے کے چمڑے کے بنے ہوئے تھے، ایک قول یہ ہے کہ غیر مذبوح گدھے کے چمڑے کے بنے ہوئے جوتے پہنے ہوئے تھے، مقدس وادی کے ادب کی وجہ سے جوتے اتارنے کا حکم دیا گیا۔ معلوم ہوا کہ مقدس مقامات کے ادب کی وجہ سے جوتے اتار دینا چاہیے۔ جب جوتے اتار دینے کا حکم ہے تو مقدس مکامات کا ادب واحترام کتنا ہونا چاہیے۔ مفسرین کرام یہ بھی فرماتے ہیں کہ وادی طویٰ گول اور گہری تھی، جہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو وحی کی گئی وہ جگہ معزز و محترم و مقدس ہے تو جس مقام پر حضرت موسیٰ علیہ السلام آرام فرماں ہو اس کا ادب کتنا ہونا چاہیے، اور جس مقام پر سید الانبیاء آرام فرماں ہوں وہاں کے ادب کا کیا مقام ہوگا۔

علم اصول علم فروع سے مقدم ہیں:

ے......آیت مقدسہ ﴿انــنـی انا اللـه لا اله الا انا فاعبدنی پس میں ہی ہوں اللہ کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں تو میری بندگی کر(طٰہٰ: ١٤)﴾ میں اس بات پر دلیل ہے کہ علم اصول علم فروع سے مقدم ہے، علم اصول سے مراد توحید کا عقیدہ ہے اور علم فروع سے مراد عبادات ہیں۔ پہلے عقیدہ کا حکم دیا پھر عبادت کا، مزید یہ بھی کہ عبادت کی کیفیت بیان نہیں فرمائی، مفسرین اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نماز کی کیفیت جانتے تھے، حضرت شعیب علیہ السلام اور دیگر حضرات انبیائے کرام پر نمازیں فرض تھیں، پس اللہ نے فقط توجہ دلانے کے لیے عبادت کا ذکر فرمایا۔ (الرازی، ج۸، ص ١٩)

علم کے باوجود سوال کرنے کی حکمت:

۸......کیا اللہ کے لئے یہ کہا جاسکتا ہے کہ اللہ نہیں جانتا تھا کہ موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ میں کیا ہے؟ علم کے باوجود سوال کرنے کا کیا فائدہ ہے؟ اس کے کئی جوابات ہوسکتے ہیں:(۱)......اللہ لاٹھی جیسی حقیر چیز کی شرافت دکھانا چاہتا تھا یعنی بظاہر لاٹھی ہے لیکن یہی لاٹھی حضرت موسیٰ کے جادوگروں کے سامنے اژدھے کی صورت اختیار کر جاتی ہے۔(۲)......اسے دریا پر مارا جائے تو راستہ بن جائے۔(۳)......اسے پتھر پر مارا جائے تو پانی کے چشمے بہہ نکلیں، اولا جب موسیٰ پر اس کی حقیقت پیش کی گئی کہ اے موسیٰ تو جانتا ہے کہ تیرے ہاتھ کی یہ لاٹھی بظاہر ایک لکڑی ہے جو نہ نفع دے اور نہ ہی نقصان لیکن اللہ اسے ایک عظیم الشان اژدھے میں بدل دیتا ہے۔ پس اسی وجہ سے سوال کیا گیا تا کہ اللہ اپنی قدرت کے دلائل کھول دے۔ بعض مفسرین نے اس کا جواب یہ بھی دیا ہے کہ ابتداء جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے

درخت کو جڑ سے آسمان تک روشن ہوتے دیکھا اور فرشتوں کی تسبیحات سماعت کیں تو تقاضائے بشریت کچھ خوف اور حیرت محسوس ہوئی، پس اسی دہشت وحیرت کے ازالے کے لیے لاٹھی کے بارے میں سوال کیا تا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی توجہ بٹ جائے۔ایک جواب یہ بھی دیا جاتا ہے کہ عصا سے حاصل ہونے والے دیگر فوائد حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی زبان سے بیان کریں اس لیے سوال کیا گیا۔(المرجع السابق)۔

اژدھے کا بیان:

۹......حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصاء مبارک بادام کی لکڑی کا بنا ہوا تھا۔عبد بن حمید اور ابوشیخ نے قتادہ سے روایت کیا کہ حضرت آدم علیہ السلام کا عصاء مبارک حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اس وقت دیا گیا جب وہ مدین کی جانب تشریف لے جانے لگے، وہ عصاء حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے رات کے وقت میں روشن ہو جاتا تھا اور دن کے وقت میں جب حضرت موسیٰ علیہ السلام اسے زمین پر مارتے تو زمین سے رزق نمودار ہوتا، اور اس عصاء کی مدد سے آپ علیہ السلام جانوروں کے لئے پتے جھاڑنے کا کام بھی کرتے۔اس بارے میں مشہور قول یہ ہے کہ یہ جنتی عصاء تھا جو کہ حضرت آدم علیہ السلام کے لئے تھا پھر حضرت شعیب علیہ السلام کے پاس سے ہوتا ہوا حضرت موسیٰ علیہ السلام تک پہنچا اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ایک روایت یہ ہے کہ اس عصاء کا نام ماشا تھا۔

☆......روایت ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی لاٹھی پھینکی تو وہ زرد رنگ کا ایک بال والا اژدھا بن گیا اس کے دونوں جبڑوں کے مابین اسی ذراع (یعنی ایک سو بیس فٹ) کا فاصلہ تھا اور وہ اپنی دم پر کھڑا ہو کر زمین سے ایک میل بلند تھا اژدھا اتنا بڑا تھا کہ اس کا ایک جبڑا زمین پر تھا اور دوسرا فرعون کے محل کی دیوار پر تھا، وہ فرعون کے پکڑنے کیلئے دوڑا تو فرعون اپنی جان بچانے کو تخت چھوڑ کر بھاگا اس حالت میں اس کے دست لگ گئے، ایک روایت میں یہ بھی ملتا ہے کہ اس ایک دن میں اس کے چار سو دست جاری ہوئے، اور بعض روایتوں میں یہاں تک ہے کہ اس کے پیٹ میں ایک ایسی بیماری جاری ہوگئی جو تادم مرگ دور نہ ہوسکی، ایک روایت کے مطابق اژدھے نے فرعون کا جبہ اپنی داڑھ میں پکڑ لیا اور لوگوں پر حملہ کیا جس سے بھگدڑ مچی اور اس بھگدڑ میں پچیس ہزار کی تعداد ماری گئی، بالآخر فرعون نے چیخ کر کہا کہ اے موسیٰ علیہ السلام میں تمہیں اس ذات پاک کی قسم دیتا ہوں جس نے تمہیں بھیجا ہے تم اس اژدھے کو پکڑ لو میں تم پر ایمان لے آؤں گا اور تمہارے ساتھ بنی اسرائیل کو بھیج دوں گا، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اژدھے کو پکڑا تو مثل سابق لاٹھی بن گیا، جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے لاٹھی کو پکڑ لیا فرعون نے پھر سے نافرمانی کی اور پرانی روش پر ہی قائم رہا۔(روح المعانی، الجزء التاسع، ص ۳۰ وغیرہ)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی جانب خوف کی نسبت:

۱۰......جب موسیٰ علیہ السلام نے دوڑتا ہوا اژدھا پتھر و درخت کو نگلتے ہوئے دیکھا تو (تقاضائے بشریت) خوف زدہ ہوگئے اور اس سے دور ہونے لگے۔اللہ نے اپنے کلیم سے فرمایا ﴿لاتخف سنعیدھا سیرتھا الاولی ڈرو نہیں ہم اسے پھر پہلی طرح کردیں گے (طہ: ۲۱)﴾۔ (البیضاوی، ج ۲، ص ۳۸۷)

معجزہ ید بیضاء:

۱۱......حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ید بیضاء کا معجزہ بھی دیا گیا تھا ایسا سفید نورانی ہاتھ جو کہ خرق عادت فعل تھا جسے دیکھنے والوں کا مجمع جمع ہو جاتا، ایک روایت یہ ہے اس نور کی روشنی نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے زمین وآسمان کو روشن کردیا۔

(روح المعانی،الجزء التاسع،ص ۳۰ وغیرہ)

اغراض: سریر الملک: جس پر بادشاہ بیٹھتا ہے، اللہ ﷻ نے ملکہ بلقیس کے بارے میں فرمایا﴿قال نکروا لها عرشها(النمل:٤١)﴾۔ هو التراب الندی: مراد وہ مٹی ہے جس میں گیلا پن ہوتا ہے، اور اگر ایسا نہ ہو تو پھر وہ تراب ہے "ثری" نہیں۔

استواء یلیق به: یہ سلف صالحین کا طریقہ ہے کہ وہ اللہ ﷻ کی ذات کے لیے علم متشابہ مانتے ہیں، امام مالک اللہ ﷻ کے بارے میں "استواء علی العرش" کے مسئلے کے بارے میں سائل کے سوال کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں "استواء" معلوم ہے، لیکن کیفیت مجہول، "استواء" پر ایمان لانا واجب، اس بارے میں سوالات کرنا بدعت، وہ شخص مجھ سے دور ہو جو اس بارے میں سوالات کرے وہ بدعتی ہے۔ خلف کہتے ہیں جو کہ پانچ سو سال بعد ہوئے، "استواء" سے مراد تصرف وقہر ہے، "استواء" کے دو معنی ہیں رکوب (سواری کی حالت) اور جلوس (بیٹھنے کی حالت)، پس "الاستواء" بمعنی تصرف وقہر دونوں ہی لغت میں موجود ہیں، کہا جاتا ہے کہ بادشاہ کرسی پر بیٹھا۔

ای ما حدثت به النفس: ابن عباس کہتے ہیں کہ "السر" سے مراد وہ ہے جو انسان اپنے جی میں چھپاتا ہے، اور "اخفی" سے مراد وہ فعل ہے جو ابن آدم سے لاعلمی میں سرزد ہو جائے تو وہ اسے چھپاتا ہے، پس اللہ ﷻ سب کے بارے میں جانتا ہے، جو ہو چکا اور جو ہونے والا ہے اور تمام مخلوق اللہ کے سامنے ایک جان کی طرح ہے۔

وذلک فی مسیره: روایت میں ہے کہ جب حضرت موسی علیہ السلام نے حضرت شعیب علیہ السلام سے اپنی ماں اور بھائی سے ملاقات کرنے کے لئے مصر جانے کی اجازت چاہی، اور اپنی اہلیہ کے ساتھ ملکِ شام کے بادشاہ کا خوف کرتے ہوئے وادی طوی میں پہنچے، مزید حاشیہ نمبر۴ میں دیکھ لیں۔ تمشی علی بطنها سریعا کسرعة الثعبان: حاصل کلام یہ ہے کہ اژدھے کا نام "حیة" رکھا، کیونکہ وہ بڑا اژدھا تھا، اور تیزی سے چلنے کے اعتبار سے اُسے جان کہا گیا۔ (الصاوی، ج ٤، ص ٦٧ وغیرہ)

رکوع نمبر: ۱۱

﴿قَالَ رَبِّ اشْرَحْ لِیْ صَدْرِیْ(۲۵)﴾وَسِّعهُ لِتَحملَ الرِّسالةِ﴿وَیَسِّرْ﴾سَهِّلْ﴿لِیْ اَمْرِیْ(۲٦)﴾لِاُبَلِّغَها﴿وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِیْ(۲۷)﴾حُدِّثَتْ مِنْ اِحتِراقِهٖ بِجَمرَةٍ وَضَعَهَا وهوَ صَغیرٌ بِفیهِ﴿یَفْقَهُوْا﴾یَفهَمُوا﴿قَوْلِیْ (۲۸)﴾عِندَ تَبلیغِ الرِّسَالَةِ﴿وَاجْعَلْ لِّیْ وَزِیْرًا﴾مُعِینًا علیهَا﴿مِّنْ اَهْلِیْ(۲۹) هٰرُوْنَ﴾مفعولٌ ثانٍ﴿اَخِی(۳۰)﴾عَطفُ بَیانٍ﴿اشْدُدْ بِهٖ اَزْرِیْ(۳۱)﴾ظَهْرِی﴿وَاَشْرِکْهُ فِیْ اَمْرِیْ(۳۲)﴾اَیِ الرِّسالَةِ والفِعلانِ بِصِیغَتِی الامْرِ اوالمضارعِ المجْزومِ وَهوَ جَوابٌ للطَّلبِ﴿کَیْ نُسَبِّحَکَ﴾تَسبیحًا﴿کَثِیْرًا(۳۳) وَّنَذْکُرَکَ﴾ذِکْرًا﴿کَثِیْرًا(۳۴) اِنَّکَ کُنْتَ بِنَا بَصِیْرًا(۳۵)﴾عَالِمًا فَاَنعَمتَ بِالرِّسالَةِ﴿قَالَ قَدْ اُوْتِیْتَ سُؤْلَکَ یٰمُوْسٰی(۳٦)﴾مَنًّا علیکَ﴿وَلَقَدْ مَنَنَّا عَلَیْکَ مَرَّةً اُخْرٰٓی(۳۷) اِذْ﴾لِلتَّعلیلِ﴿اَوْحَیْنَا اِلٰٓی اُمِّکَ﴾مَنامًا او اِلهَاما وِلدتکَ وخافَتْ اَنْ یَّقتُلکَ فِرعونُ فی جملةِ مَنْ یُولدُ﴿مَا یُوْحٰٓی(۳۸)﴾فِی اَمْرِکَ و یُبدَلُ مِنهُ﴿اَنِ اقْذِفِیْهِ﴾اَلْقِیهِ﴿فِی التَّابُوْتِ فَاقْذِفِیْهِ﴾بالتَّابُوتِ﴿فِی الْیَمِّ﴾بَحرِ النیلِ﴿فَلْیُلْقِهِ الْیَمُّ بِالسَّاحِلِ﴾اَی شَاطِئَهٗ والْاَمرُ بَمعنی الخبرِ﴿یَاْخُذْهُ عَدُوٌّ لِّیْ وَعَدُوٌّ لَّهٗ ط﴾وهوَ فرعونُ﴿وَاَلْقَیْتُ﴾بَعدَ انْ اَخذَکَ﴿عَلَیْکَ مَحَبَّةً

مِنِّیۚ ﴾لِتحب مِنَ الناسِ فَاَحَبَّکَ فرعونُ وکُلُّ مَن راکَ﴿وَلِتُصْنَعَ عَلٰی عَيْنِیْ(٣٩)﴾تربی علی رِعايَتِی
وحِفظِی لَکَ﴿اِذْ﴾لِلتَّعلِيل﴿تَمْشِیْٓ اُخْتُکَ﴾مَريَمُ لِتعرفَ خَبرکَ وقَد اُحضِروا مَراضِعُ وانتَ لا تُقبَلُ
ثَدیَ واحدةٍ منها﴿فَتَقُوْلُ هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰی مَنْ يَّكْفُلُهٗ ؕ﴾فاُجِيبت فَجائتْ بِاُمِّهٖ فقبلَ ثَديَهَا﴿فَرَجَعْنٰكَ
اِلٰٓی اُمِّكَ كَیْ تَقَرَّ عَيْنُهَا﴾بِلقائِكَ﴿وَلَا تَحْزَنَ ؕ﴾حِينئذٍ﴿وَقَتَلْتَ نَفْسًا﴾هوالقِبطِیُّ بِمصرَ فاغتَممتَ
لِقَتلِهٖ مِن جِهَةِ فرعونَ﴿فَنَجَّيْنٰكَ مِنَ الْغَمِّ وَفَتَنّٰكَ فُتُوْنًاقف﴾اِختبرناكَ بِالْاِيقاعِ فِی غيرِ ذٰلكَ وَخلَّصناكَ
منهُ﴿فَلَبِثْتَ سِنِيْنَ﴾عَشرًا﴿فِیْٓ اَهْلِ مَدْيَنَ لا﴾بعدَ مَجِيئِكَ اِليهَا مِن مصرَ عِندَ شُعيبِ النبی وتزوّجکَ
بِابْنَتِهٖ﴿ثُمَّ جِئْتَ عَلٰی قَدَرٍ﴾فِی عِلمِی بِالرِّسالَةِ وهُوَ اربعونَ سَنَةً مِن عُمرِكَ﴿يٰمُوْسٰی(٤٠)﴾واصْطَنَعْتُكَ
﴾اخترتُكَ﴿لِنَفْسِیْ(٤١)﴾بالرِّسالَةِ﴿اِذْهَبْ اَنْتَ وَاَخُوْكَ﴾اِلی الناسِ﴿بِاٰيٰتِیْ﴾التِّسعِ﴿وَلَا تَنِيَا﴾تفتُرَ
﴿فِیْ ذِكْرِیْ(٤٢)﴾بِتَسْبِيحٍ وَغيرِهٖ﴿اِذْهَبَآ اِلٰی فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰی(٤٣)﴾بِادِّعاءِ الرُّبُوبِيةِ﴿فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّيِّنًا﴾فِی
رُجوعِهٖ عن ذالكَ﴿لَّعَلَّهٗ يَتَذَكَّرُ﴾يَتَّعظُ﴿اَوْ يَخْشٰی(٤٤)﴾اللهَ فيرجِعُ والتَّرجی بِالنِّسبَةِ اِليهَا لِعلمِهٖ تعالی
بِاَنَّهٗ لا يَرجِعُ﴿قَالَا رَبَّنَآ اِنَّنَا نَخَافُ اَنْ يَّفْرُطَ عَلَيْنَآ﴾ای يُعَجِّلُ بِالْعُقوبَةِ﴿اَوْ اَنْ يَّطْغٰی(٤٥)﴾عَلينَا ای
يَتَكَبَّرُ﴿قَالَ لَا تَخَافَآ اِنَّنِیْ مَعَكُمَآ﴾بِعونِی﴿اَسْمَعُ﴾مَايَقولُ﴿وَاَرٰی(٤٦)﴾مَايَفعَلُ﴿فَاْتِيٰهُ فَقُوْلَآ اِنَّا رَسُوْلَا
رَبِّكَ فَاَرْسِلْ مَعَنَا بَنِیْٓ اِسْرَآءِيْلَ لا﴾اِلی الشامِ﴿وَلَا تُعَذِّبْهُمْ ؕ﴾ای خلِّ عَنهم مِن اِستِعمالِكَ اِياهُمْ فی
اَشْغَالِكَ الشَّاقَّةِ كَالحَفرِ والبِناءِ وَحملِ الثَّقِيلِ﴿قَدْ جِئْنٰكَ بِاٰيَةٍ﴾بِحُجَّةٍ﴿مِّنْ رَّبِّكَ ؕ﴾عَلی صِدقِنَا
بِالرِّسالَةِ﴿وَالسَّلٰمُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی(٤٧)﴾ای السَّلامةُ لَهُ مِنَ العذابِ﴿اِنَّا قَدْ اُوْحِیَ اِلَيْنَآ اَنَّ الْعَذَابَ
عَلٰی مَنْ كَذَّبَ﴾بِما جِئنَا بِهٖ﴿وَتَوَلّٰی(٤٨)﴾اَعرَضَ عَنهُ فَاَتياهُ وقالا جميعَ مَا ذُكِرَ﴿قَالَ فَمَنْ رَّبُّكُمَا
يٰمُوْسٰی(٤٩)﴾اِقتَصَرَ عَلَيهِ لِاَنَّهُ الْاَصلُ وَلِادلالِهٖ عَلَيهِ بِالتَّربِيةِ﴿قَالَ رَبُّنَا الَّذِیْٓ اَعْطٰی كُلَّ شَیْءٍ﴾مِنَ
الخَلقِ﴿خَلْقَهٗ﴾الَّذِی هُوَ عَلَيهِ مُتَمَيِّزٌ بِهٖ عن غيرِهٖ﴿ثُمَّ هَدٰی(٥٠)﴾الحيوانَ مِنهُ اِلی مَطعَمِهٖ وَمَشرَبِهٖ
وَمَنكَحِهٖ وغيرِ ذالكَ﴿قَالَ﴾فرعونُ﴿فَمَا بَالُ﴾حالُ﴿الْقُرُوْنِ﴾الاُمَمِ﴿الْاُوْلٰی(٥١)﴾كَقومِ نُوحٍ وَهودٍ ولوطٍ
وصالِحٍ فی عِبادَتِهِمُ الْاَوثانَ﴿قَالَ﴾موسٰی﴿عِلْمُهَا﴾ای علمُ حالِهِمْ مَحفوظٌ﴿عِنْدَ رَبِّیْ فِیْ كِتٰبٍۚ
﴾هُوَ اللَّوحُ المَحفوظُ يُجازِيهِم عليهَا يومَ القِيمةِ﴿لَا يَضِلُّ﴾يَغِيبُ﴿رَبِّیْ﴾عن شیءٍ﴿وَلَا
يَنْسَی(٥٢)﴾رَبِّی شيئا هُوَ﴿الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ﴾فِی جُملَةِ الخلقِ﴿الْاَرْضَ مَهْدًا﴾فِراشا﴿وَّسَلَكَ
﴾سهَّلَ﴿لَكُمْ فِيْهَا سُبُلًا﴾طُرقا﴿وَّاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ؕ﴾مَطَرًا قال تعالی تتميما لِما وَصَفَهُ بِهٖ
موسٰی وخطابا لاهلِ مكةَ﴿فَاَخْرَجْنَا بِهٖٓ اَزْوَاجًا﴾اصنافا﴿مِّنْ نَّبَاتٍ شَتّٰی(٥٣)﴾صفةُ ازواجا ای مُختلفة
الالوانِ والطُّعومِ وغيرِهما وشتّی جمعُ شتيتٍ كَمريضٍ ومَرضٰی مِن شَتَّ الامرُ تفرَّقَ﴿كُلُوْا﴾منهَا﴿

وَارْعَوْا اَنْعَامَكُمْ ؕ ﴾فیها جمعُ نِعمٍ هی الْاِبِلُ والبَقَرُ والغنم یقال رعتِ الانعام ورعیتها والامر لِلاجابَةِ وتذکیر النعمةِ والجملة حالٌ من ضمیرِ اَخرجنَا ای مبیحینَ لکمُ الاکل ورعَی الانعامَ﴿اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ ﴾المذکورُ مِنَّا﴿لَاٰیٰتٍ ﴾لَعِبرا﴿لِّاُولِی النُّهٰی(۵۴) ﴾لاصحابِ العُقولِ جمعُ نُهیةٍ کَغُرفَةٍ وغُرفٍ سُمِیَّ بِهِ العَقلُ لِاَنَّهٗ یَنهٰی صَاحِبَهٗ عن اِرتِکابِ القَبائِحِ.

﴿ترجمہ﴾

کہااے میرے پالنے والے میرا سینہ کھول دے......۱......اور میرے لیے آسان کردے (یسر بمعنی سهل ہے) میرا کام (تاکہ میں تیرا پیغام پہنچاسکوں) اور میری زبان کی گرہ کھول دے......۲...... (جوکہ بچپن میں آپ علیہ السلام کے انگارہ منہ میں رکھ لینے سے پیدا ہوگئی تھی) کہ وہ سمجھیں (یفقهوا بمعنی یفهموا ہے) میری بات (تیرا پیغام اپنی قوم تک پہنچاتے وقت) اور میرے لیے ایک وزیر کردے (اس کام پر میرے لیے ایک مددگار کردے) میرے اہل میں سے ہارون (هارون، مفعول ثانی ہے) جو میرا بھائی ہے (اخی عطف بیان ہے) اس سے میری کمر مضبوط کر......۳...... (ازری بمعنی ظهری ہے) اسے میرے کام (یعنی تبلیغ رسالت) میں شریک کر (دونوں افعال اشدد اور اشرکہ بصیغۂ امر ہیں یا مضارع مجزوم ہیں اور جواب طلب ہونے کی وجہ سے مجزوم ہیں) کہ ہم باکثرت تیری پاکی بولیں (کثیرا کا موصوف تسبیحا محذوف ہے) اور بکثرت تیری یاد کریں (کثیرا کا موصوف ذکر محذوف ہے) بیشک تو ہمیں دیکھ رہا ہے (یعنی ہمیں جانتا ہے تو نے ہمیں رسالت عطا فرما کر انعام عطا فرمایا ہے) فرمایا اے موسیٰ تیری مانگ تجھے عطا ہوئی......۴...... (تجھ پر احسان فرمانے کی وجہ سے) اور بیشک ہم نے تجھ پر ایک بار اور احسان فرمایا جب (اذ تعلیل کے لیے ہے) ہم نے تیری ماں کو الہام کیا......۵...... (خواب میں یا اس وقت جب کہ تجھے جنا اور خوف کیا کہ فرعون تجھے دیگر نومولود بچوں کی طرح قتل کردے گا) جو الہام کرنا تھا (تیرے معاملے میں اور یہ مبدل منہ ہے) کہ اس کو رکھ (یعنی اس کو ڈال دے صندوق میں) اور صندوق کو ڈال دے دریا میں (دریائے نیل میں) تو دریا اسے کنارے پر ڈالے (یعنی اپنے کنارے پر ڈالے اور یہاں امر بمعنی جملہ خبریہ ہے) کہ اسے وہ اٹھالے جو میرا دشمن اور اس کا دشمن ہے (مراد اس سے فرعون......۶...... ہے) اور میں نے تجھ پر ڈالی (اس کے تجھے اٹھالینے کے بعد) اپنی طرف کی محبت (تاکہ تو لوگوں کا محبوب ہوجائے، فرعون اور تجھے دیکھنے والا ہر شخص تجھ سے محبت کرے) اور اس لیے کہ تو میری نگاہ کے سامنے ہو (میری حفاظت ورعایت میں تیری پرورش کی جائے) جب (اذ تعلیل کے لیے ہے) تیری بہن (مریم......۷......) چلی (تیرا حال معلوم کرنے اور درباریوں نے بہت سی دائیوں کو جمع کر رکھا تھا اور تم کسی کا پستان قبول نہیں کررہے تھے) پھر کہا کیا میں تمہیں وہ لوگ بتادوں جو اس بچہ کی پرورش کریں (پس اس کی بات مان لی گئی پھر وہ اپنی ماں کو لے آئی پھر آپ علیہ السلام نے ان کا دودھ پی لیا) تو ہم تجھے تیری ماں کی طرف پھیر لائے کہ اس کی آنکھ (تجھ سے ملنے کے سبب) ٹھنڈی ہو اور غم نہ کرے (اس وقت) اور تو نے ایک جان کو قتل کیا (مصر میں ایک قبطی کو......۸......، تو فرعون کی جانب سے اس قتل کرنے کے سبب ایذا ملنے پر غمگین ہوگئے) تو ہم نے تجھے غم سے نجات دی اور تجھے خوب جانچ لیا (ہم نے تجھے دیگر آزمائشوں میں مبتلا کرکے آزمایا اور پھر تجھے ان آزمائشوں سے خلاصی عطا فرمائی) تو تو (دس) برس مدین والوں میں رہا (مصر سے مدین آنے کے بعد حضرت شعیب علیہ السلام......۹...... کے پاس اور انہوں نے اپنی بیٹی کا نکاح تجھ سے کردیا) پھر تو ایک ٹھرائے ہوئے وعدہ پر حاضر ہوا (رسالت عطا کئے جانے کی مدت پر جو میرے علم میں تھی اور وہ تیرا چالیس برس کا ہونا ہے) اے موسیٰ اور میں نے تجھے چن لیا (تجھے منتخب کرلیا) اپنے

لیے (اپنا رسول بنانے کے لیے) تو اور تیرا بھائی (لوگوں کی طرف) جاؤ میری (نو) نشانیاں لے کر اور میری یاد میں (تسبیح وغیرہ نہ کر کے) سستی نہ کرنا دونوں فرعون کے پاس جاؤ بیشک اس نے سر اٹھالیا (دعوی ربوبیت کر کے) تو اس سے نرم بات کہنا (خدائی کے دعوی سے رجوع کرنے کے بارے میں) اس امید پر کہ وہ نصیحت مانے (یتذکر بمعنی یتعظ ہے) یا ڈرے (اللہ عزوجل سے پھر وہ اپنے دعوی سے رجوع کر لے یہاں حرف ترجی ان دونوں حضرات انبیائے کرام کی وجہ سے ہے کہ اللہ جل جلالہ کو تو علم تھا کہ فرعون رجوع نہیں کرے گا) دونوں نے عرض کی اے ہمارے رب بیشک ہم ڈرتے ہیں کہ وہ ہم پر زیادتی کرے (یعنی وہ سزا دینے میں جلدی کرے) یا سرکشی کرے (ہم پر یعنی تکبر کرے) فرمایا ڈرو نہیں میں (میری مدد) تمہارے ساتھ ہوں سنتا ہے (جو وہ کہے گا) اور دیکھتا ہوں (جو وہ کرے گا) تو اس کے پاس جاؤ اور اس سے کہو کہ ہم تیرے رب کے بھیجے ہوئے ہیں تو اولاد یعقوب کو ہمارے ساتھ (شام کی طرف) بھیج دے اور انہیں تکلیف نہ دے (انہیں اپنے دشوار کن کاموں میں استعمال نہ کر جیسے کنواں کھودنا، عمارت بنانا اور وزن اٹھانا) بیشک ہم تیرے پاس آیت (دلیل) لے کر آئے ہیں تیرے رب کی طرف سے (جو ہمارے دعویٰ رسالت میں سچا ہونے کی دلیل ہے) اور سلامتی اسے جو ہدایت کی پیروی کرے (یعنی اس کے لیے عذاب سے سلامتی ہے) بیشک ہماری طرف وحی ہوئی ہے کہ عذاب اس پر ہے جو جھٹلائے (اس چیز کو جو ہم لے کر آئے) اور موںھ پھیرے (اس سے اعراض کرے پس یہ دونوں حضرات انبیائے کرام علیہما السلام فرعون کے پاس گئے اور تمام باتیں اس سے ارشاد فرمادیں) بولا تم دونوں کا خدا کون ہے اے موسی (فرعون نے موسی علیہ السلام کے نام پر اختصار اس لیے کیا کہ اصل آپ علیہ السلام ہی تھے کیونکہ فرعون نے آپ علیہ السلام کی پرورش کی تھی اس کی طرف رہنمائی کرنے کے لیے......الخ......) کہا ہمارا رب وہ جس نے عطا کیا (مخلوق میں سے) ہر شے کو اس کے لائق صورت جس کی (بناء پر وہ دیگر مخلوق سے ممتاز ہوتا ہے) پھر راہ دکھائی (ان میں جانداروں کو کھانے پینے اور عمل تزویج وغیرہ کی، فرعون) بولا اگلی امتوں کا کیا حال ہے؟ (جیسے نوح علیہ السلام، ھود علیہ السلام، لوط علیہ السلام اور صالح علیہ السلام کی قوم کا بتوں کی عبادت کرنے کے معاملے میں، بال بمعنی حال ہے اور لفظ قرون بمعنی قوم امم ہے، فرمایا موسی علیہ السلام نے) ان کا علم ہے (یعنی ان کے حال کا علم محفوظ ہے) میرے رب کے پاس ایک کتاب میں (لوح محفوظ میں، وہ بروز قیامت ان کے اعمال کا بدلہ دے گا) اور غائب نہیں میرے رب سے (کوئی چیز یضل بمعنی یغیب ہے) اور نہ بھولے......الخ...... (میرا رب کسی چیز کو، وہی ہے) جس نے تمہارے لیے (جملہ مخلوق میں سے) زمین کو بچھونا بنایا (مھدا بمعنی فراشا ہے) اور آسان کر دیئے (سلک بمعنی سھل ہے) تمہارے لیے اس میں راستے (سبلا بمعنی طرقا ہے) اور آسمان سے پانی اتارا (یعنی بارش برسائی، اللہ عزوجل نے حضرت موسی علیہ السلام کے بیان کردہ اوصاف کو مکمل کرنے کے لیے اہل مکہ سے بیان فرمایا) تو ہم نے اس سے (کئی قسم کے) جوڑے نکالے سبزے کے (''من نبات شتی''، ازواجا کی صفت ہے اور اس کا معنی ہے مختلف رنگوں اور ذائقوں والا اور شتی جمع ہے شتیت کی، جیسے مرضی جمع ہے مریض کی، یہ شت الامر یعنی تفرق سے مشتق ہے) تم کھاؤ اس میں سے (اور اپنے مویشیوں کو اس میں) چراؤ (انعامکم جمع ہے نعم کی، انعام اونٹ، گائے، بکری وغیرہ کو کہتے ہیں، کہا جاتا ہے کہ رعت الانعام رعیتھا، مطلب یہ ہے کہ یہ فعل لازم ومتعدی دونوں طرح مستعمل ہے) بیشک اس میں (مذکورہ بیان میں) نشانیاں (عبرتیں) ہیں عقل والوں کو (اولی النھی کا معنی عقل والے ہیں، نھی جمع ہے نھیۃ کی، جیسا کہ غرف جمع ہے غرفۃ کی عقل کو نھیۃ اس لیے کہتے ہیں کہ یہ اپنے صاحب کو برے کام کے ارتکاب سے روکتی ہے)۔

﴿ترکیب﴾

﴿قال رب اشرح لی صدری ○ ویسرلی امری ○ واحلل عقدۃ من لسانی ○ یفقھوا قولی ○ واجعل لی وزیرا من اھلی ○ ھرون اخی﴾.

قال. قول، رب: جملہ ندائیہ، اشرح لی صدری : جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، یسر لی امری : جملہ فعلیہ معطوف اول، ف: عاطفہ، احلل: فعل امر بافاعل، عقدۃ: موصوف، من لسانی :ظرف مستقر صفت، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، یفقھوا قولی : جملہ فعلیہ جواب امر ملکر معطوف ثانی، و: عاطفہ، اجعل لی :فعل امر بافاعل وظرف لغو، وزیرا: موصوف، من اھلی : ظرف مستقر صفت، ملکر مبدل منہ، ھرون: مبدل منہ، اخی : بدل، ملکر پھر بدل، اپنے مبدل منہ سے ملکر مفعول، ملکر معطوف ثالث، ملکر مقصود بالندا، ملکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿اشدد بہ ازری ○ واشرکہ فی امری ○ کی نسبحک کثیرا ○ ونذکرک کثیرا﴾.

اشددبہ ازری : فعل دعا بافاعل وظرف لغو ومفعول، ملکر جملہ فعلیہ، ب:عاطفہ، اشرکہ فی امری :فعل امر بافاعل ومفعول وظرف لغو ،کی : مصدریہ، نسبحک:فعل بافاعل ومفعول، کثیرا:مصدر محذوف "تسبیحا" کے لیے صفت، ملکر مفعول مطلق، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ،و: عاطفہ، نذکرک کثیرا:جملہ فعلیہ معطوف، ملکر بتاول مصدر بتقدیر لام" جار"، مجرور، ملکر ظرف لغو ثانی، ملکر جملہ فعلیہ

﴿انک کنت بنا بصیرا ○ قال قد اوتیت سولک یموسی﴾.

انک:حرف مشبہ واسم، کنت:فعل ناقص بااسم، بنا بصیرا: شبہ جملہ فعلیہ ہوکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ، قال :قول، قد:تحقیقیہ ، اوتیت: فعل مجہول ونائب الفاعل، سؤلک مفعول ثانی، ملکر مقصود بالندا، یموسی :ندا، ملکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿ولقد مننا علیک مرۃ اخری ○ اذ اوحینا الی امک ما یوحی ○ ان اقذفیہ فی التابوت فاقذفیہ فی الیم﴾.

و: مستانفہ، لام: تاکیدیہ، قد: تحقیقیہ، مننا علیک:فعل بافاعل وظرف لغو، مرۃ اخری: مرکب توصیفی ظرف،اذ:مضاف،اوحینا الی امک:فعل بافاعل وظرف لغو،ما یوحی: موصول صلہ، ملکر مبدل منہ، ان:مصدریہ، اقذفیہ فی التابوت: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، ف:عاطفہ،اقذفیہ فی الیم : جملہ فعلیہ معطوف ، ملکر بتاویل مصدر بدل، ملکر مفعول، ملکر مضاف الیہ، ملکر ظرف ثانی، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿فلیلقہ الیم بالساحل یاخذہ عدولی وعدو لہ﴾.

ف:عاطفہ، لام :لام امر، یلقہ الیم : فعل ومفعول وفاعل، بالساحل:ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ، یاخذہ :فعل ومفعول، عدو: موصوف، لی : ظرف مستقر صفت، ملکر معطوف علیہ، و: عاطفہ، عدو:موصوف، لہ : ظرف مستقر صفت، ملکر معطوف، ملکر فاعل ، جملہ فعلیہ جواب امر واقع ہے۔

﴿والقیت علیک محبۃ منی ولتصنع علی عینی ○ اذ تمشی اختک فتقول ھل ادلکم علی من یکفلہ﴾.

و: عاطفہ،القیت علیک:فعل بافاعل وظرف لغو، محبۃ: موصوف، منی:ظرف مستقر صفت، ملکر مفعول، و: عاطفہ معطوف علی محذوف " لتحب من الناس "، لام : جار، تصنع علی عینی : جملہ فعلیہ بتقدیر "ان "مجرور، ملکر ظرف لغو،اذ: مضاف، تمشی اختک:جملہ فعلیہ معطوف علیہ، ف :عاطفہ، تقول : قول، ھل:استفہامیہ، ادلکم : فعل بافاعل ومفعول،علی : جار، من یکفلہ : موصول صلہ، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر مقولہ، ملکر معطوف ، ملکر ظرف، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿فرجعنک الی امک کی تقرعینھا ولا تحزن﴾.

ف :عاطفہ، رجعنک الی امک : فعل بافاعل ومفعول، الی امک : ظرف لغو، کی : مصدریہ، تقر عینھا : جملہ فعلیہ معطوف علیہ،
و: عاطفہ، لاتحزن : جملہ فعلیہ معطوف ملکر بتاویل مصدر بتقدیر "لام" مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وقتلت نفسا فنجینک من الغم وفتنک فتونا﴾۔

و: عاطفہ، قتلت نفسا: فعل بافاعل ومفعول، ملکر جملہ فعلیہ، ف: عاطفہ، نجینک من الغم : فعل بافاعل ومفعول وظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، فتنک: فعل بافاعل ومفعول، فتونا: مفعول مطلق، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿فلبثت سنین فی اھل مدین ثم جئت علی قدر یموسی﴾۔

ف: عاطفہ، لبثت سنین: فعل بافاعل وظرف، فی اھل مدین: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ، ثم : عاطفہ، جئت: فعل "ت" ضمیر ذوالحال، علی قدر: ظرف مستقر حال، ملکر فاعل، ملکر مقصود بالندا، یموسی : ندا، ملکر جملہ ندائیہ۔

﴿واصطنعتک لنفسی○اذھب انت واخوک بایتی ولا تنیا فی ذکری﴾۔

و: عاطفہ، اصطنعتک: فعل بافاعل ومفعول، لنفسی: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ، اذھب: فعل امر، انت اخوک : ملکر ذوالحال، بایتی : ظرف مستقر حال، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، لاتنیا: فعل بافاعل، عن ذکری: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿اذھبا الی فرعون انہ طغی○ فقولا لہ قولا لینا لعلہ یتذکر او یخشی﴾۔

اذھبا: فعل امر بافاعل، الی فرعون: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ، انہ: حرف مشبہ واسم، طغی : جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ، ف: عاطفہ، قولا: فعل امر بافاعل، قولا لینا : مفعول، لام : جار، ہ ضمیر ذوالحال، لعلہ : حرف مشبہ واسم، یتذکر : جملہ فعلیہ معطوف علیہ، او یخشی: جملہ فعلیہ معطوف، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ حال، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿قالا ربنا اننا نخاف ان یفرط علینا او ان یطغی﴾۔

قال: قول، ربنا : جملہ ندائیہ، اننا : حرف مشبہ واسم، نخاف: فعل بافاعل، ان یفرط علینا: جملہ فعلیہ بتاویل مصدر معطوف علیہ، او: عاطفہ، ان یطغی : جملہ فعلیہ بتاویل مصدر معطوف، ملکر مفعول، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ ہوکر مقصود بالندا، ملکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿قال لا تخافا اننی معکما اسمع واری﴾۔

قال : قول، لا تخافا: فعل نہی بافاعل، ملکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ، اننی : حرف مشبہ واسم، معکما: ظرف متعلق بمحذوف خبر اول، اسمع : جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، اری: جملہ فعلیہ معطوف، ملکر خبر ثانی، ملکر جملہ اسمیہ تعلیلیہ۔

﴿فاتیہ فقولا انا رسولا ربک﴾۔

ف : فصیحہ، اتیہ : فعل امر بافاعل ومفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، ف: عاطفہ، قولا: قول، انا: حرف مشبہ باسم، رسولا ربک : خبر، ملکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ، ہوکر معطوف، ملکر شرط محذوف " اذا کان الامر کذلک" کی جزا، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿فارسل معنا بنی اسرائیل ولا تعذبھم﴾۔

ف : فصیحہ، ارسل : فعل امر بافاعل، معنا: مفعول فیہ، بنی اسرائیل : مفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، لا تعذبھم : فعل بافاعل ومفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر شرط محذوف " اذا کان الامر کذلک" کی جزا، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿قد جئنک بایۃ من ربک والسلم علی من اتبع الھدی﴾۔

قد : تحقیقیہ، جئنک: فعل بافاعل ومفعول، بایۃ من ربک: ظرف لغو، ملکر ماقبل " انا رسولا ربک" میں "انا" کے اسم سے حال واقع

ہے، و: مستانفہ ، السلم : مبتدا، علی : جار، من :موصول، اتبع الھدی : جملہ فعلیہ صلہ،ملکر مجرور،ملکر خبر،ملکر جملہ اسمیہ مستانفہ۔

﴿انا قد اوحی الینا ان العذا ب علی من کذب وتولی﴾.

انا: حرف مشبہ بااسم، قد:تحقیقیہ ، اوحی الینا: فعل مجہول وظرف لغو،ان العذاب :حرف مشبہ واسم، علی : جار، من : موصول، کذب : جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، تولی : جملہ فعلیہ معطوف ملکر صلہ،ملکر مجرور،ملکر ظرف مستقر خبر،ملکر جملہ اسمیہ ہوکر نائب الفاعل،ملکر جملہ فعلیہ ہوکر خبر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿قال فمن ربکما یموسی﴾.

قال : قول، ف:عاطفہ معطوف علی محذوف "فاتیاہ وقالا جمیع ماذکر"،من :استفہامیہ مبتدا، ربکما: خبر،ملکر مقصود بالندا، یموسی : ندا،ملکر مقولہ،ملکر جملہ قولیہ۔

﴿قال ربنا الذی اعطی کل شیء خلقہ ثم ھدی﴾.

قال : قول، ربنا: مبتدا،الذی : موصول، اعطی کل شیء : فعل بافاعل ومفعول، خلقہ : مفعول ثانی،ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ،ثم : عاطفہ ھدی: جملہ فعلیہ معطوف ،ملکر صلہ،ملکر خبر،ملکر مقولہ،ملکر جملہ قولیہ۔

﴿قال فما بال القرون الاولی○قال علمھا عند ربی فی کتب لا یضل ربی ولا ینسی﴾.

قال : قول، ف:عاطفہ، ما:استفہامیہ مبتدا، بال: مضاف، القرون :موصوف، الاولی :صفت،ملکر مضاف الیہ،ملکر خبر،ملکر مقولہ،ملکر جملہ قولیہ، قال :قول،علمھا: مبتدا ،عند ربی:ظرف متعلق بمحذوف خبراول، فی کتب :ظرف مستقر خبر ثانی،ملکر مقولہ،ملکر جملہ قولیہ، لا یضل : فعل نفی، ربی : فاعل ملکر معطوف علیہ، و :عاطفہ، لا ینسی : فعل نفی بافاعل،ملکر معطوف،ملکر جملہ فعلیہ مستانفہ۔

﴿الذی جعل لکم الذی مھدا وسلک لکم فیھا سبلا وانزل من السماء ماء فاخرجنا بہ ازواجا من نبات شتی﴾.

الذی : موصول، جعل لکم : فعل بافاعل " ولکم" ظرف مستقر حال مقدم، مھدا: ذوالحال،ملکر مفعول ثانی،الارض :مفعول اول،ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ،و: عاطفہ، سلک:فعل بافاعل، لکم:ظرف مستقر حال مقدم، سبلا : ذوالحال ملکر مفعول،فیھا: ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ معطوف اول،و: عاطفہ، انزل من السماء ماء : جملہ فعلیہ معطوف ثانی، ف:عاطفہ، اخرجنا بہ:فعل بافاعل وظرف لغو، ازواجا: موصوف، من نبات : ظرف مستقر صفت اول، شیء : صفت ثانی،ملکر مفعول،ملکر معطوف ثالث، ملکر صلہ،ملکر مبتدا محذوف "ھو" کے لیے خبر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿کلوا وارعوا انعامکم﴾.

کلوا: فعل امر بافاعل، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، ارعوا:فعل امر بافاعل،انعامکم : مفعول ،ملکر جملہ فعلیہ معطوف ،ملکر "قائلین" محذوف کے لیے مقولہ،ملکر جملہ قولیہ ہوکر ماقبل" اخرجنا بہ" کے فاعل سے حال واقع ہے۔

﴿ان فی ذلک لایت لاولی النھی﴾.

ان :حرف مشبہ، فی ذلک :ظرف مستقر خبر مقدم، لام :تاکیدیہ، آیت :موصوف، لام: جار، اولی النھی : مرکب اضافی مجرور، ملکر ظرف مستقر صفت،ملکر مبتدا مؤخر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

حضرت موسی علیہ السلام کا سینہ کھول دیا:

۱.....شرح کا معنی ہے کھولنا، کشادہ کرنا اور شرح صدر کا معنی یہ ہے کہ سینہ نور الٰہی سے سے کشادہ ہو جائے، دل تسکین وطمانیت سے معمور ہو جائے۔ تبلیغ حق میں کسی قسم کا انقباض محسوس نہ ہو اور اگر مشکلات ومصائب کے پہاڑ راستہ روک کر کھڑے ہو جائیں تو انسان خوف زدہ ہو کر ہمت نہ ہار دے بلکہ اللہ پر توکل کر کے ان سے ٹکرا جائے۔ اور عزم واستقلال کے قدموں سے انہیں روندتا ہوا آگے نکل جائے۔ یہ بات کہہ لینا آسان ہے لیکن جب آلام ومصائب کے کالے بادل گھر جاتے ہیں اور بجلیاں کڑکنے لگتی ہیں تو بڑے بڑوں کے دل ڈھل جاتے ہیں، اوسان خطا ہو جاتے ہیں۔ صرف وہی لوگ ثابت واستقامت کا مظاہرہ کر سکتے ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے منشرح فرما دیا ہو۔ اس منزل کے آبلہ پا مسافروں کے لئے ببول کے کانٹے بھی ہوتے ہیں لیکن وہ محبت کے متوالے انہیں حریر وپرنیاں سے زیادہ نرم ونازک سمجھتے ہوئے گزر جاتے ہیں۔ (ضیاء القرآن، ج۳، ص ۱۰۹)

زبان کی لکنت کا معاملہ:

۲.....روایت کیا جاتا ہے کہ بچپن میں جب حضرت موسی علیہ السلام فرعون کے گھر پرورش پا رہے تھے، فرعون کی داڑھی پکڑ کر کھینچ لی، ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے کہ فرعون کے مونھ پر چانٹا مار دیا، بی بی آسیہ جو کہ فرعون کی زوجیت میں تھیں مزاحمت پر کہنے لگی ارے بچہ ہے اسے کیا سمجھ، خیر سرخ انگارے اور یاقوت الگ الگ تھال میں رکھ دیئے گئے، حضرت موسی علیہ السلام جانتے تھے لہذا یاقوت کی جانب بڑھنے لگے لیکن حضرت جبرائیل امین علیہ السلام نے آپ کا رخ انگاروں کی طرف کر دیا جسے آپ نے موںھ میں رکھ لیا اور زبان میں لکنت پیدا ہوئی۔ ایک قول یہ بھی کیا جاتا ہے کہ حضرت موسی علیہ السلام کا ہاتھ جل گیا جیسا کہ زبان میں انگارہ رکھنے سے لکنت ہوئی تھی، لیکن فرعون کے علاج کرانے کے باوجود ٹھیک نہ ہوا۔ ایک قول کے مطابق زبان کی لکنت بچپن ہی سے تھی۔ ایک قول یہ بھی ملتا ہے حضرت موسی علیہ السلام کو محسوس ہوتا تھا کہ لوگ ان کے کلام کو سمجھ نہیں پاتے حالانکہ اللہ نے تمام انبیائے کرام کو فصاحت وبلاغت عطا فرمائی تھی، یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ قوم ان کے کلام کو نہ سمجھے اور قوم آپ کے کلام کرنے سے متنفر نہ تھی۔ حضرت موسی علیہ السلام چاہتے تھے کہ قوم (زیادہ سے زیادہ) ان کے کلام سے مستفیض ہوتی رہے۔ (روح المعانی، الجزء السادس عشر، ۶۶۰ وغیرہ ملخصا وملتقطا)۔

خرق عادت امور کا سوال نبی کرسکتا ھے:

۳.....میرا بھائی ہارون میرا معاون ومددگار بن جائے، احکام نبوت ورسالت کو پہنچانے میں میرا دست راز ہو جائے۔ وزیر بادشاہ کا ہوا کرتا ہے جو کہ بادشاہ کے بوجھ اٹھا دیتا ہے، حضرت ہارون علیہ السلام ظاہری عمر میں حضرت موسی علیہ السلام سے ایک سال بڑے تھے، زبان کے فصیح، سفید رنگت والے تھے۔ اگر کسی کے ذہن میں یہ سوال قائم ہو کہ نبوت کا سوال کیسے ہو سکتا ہے کہ جب کہ نبوت تو اللہ کے اختیار سے دی جاتی ہے جیسا کہ فرمان باری ہے ﴿اللہ اعلم حیث یجعل رسالته﴾؟ ہم اس کا جواب یہ دیں گے کہ حضرت موسی علیہ السلام کا یہ سوال کرنا اللہ عزوجل کے الہام کرنے کی وجہ سے ہے اور اس میں دلیل ہے کہ اللہ عزوجل نے انہیں خرق عادت کام کے سوال کرنے کا اذن عطا فرمایا تھا اور دینی معاملے میں حضرت موسی علیہ السلام کا معاون ومددگار بننا امر عظیم ہے جس کے مستحق حضرت ہارون

علیہ السلام ہی ہو سکتے ہیں۔(روح البیان ،ج۵، ص ۴۵۲)،(الخازن ،ج۳، ص ۲۰۴)۔علامہ جریر طبری فرماتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے گویا یوں دعا کی کہ اے اللہ! جس طرح تو نے مجھے نبی کیا ہے اسی طرح میرے بھائی کو بھی نبوت کے منصب پر فائز فرما دے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام پر احسان کرنا:

۴۔۔۔۔۔اس آیت سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شان مزید ظاہر ہو رہی ہے کہ انہیں خرق عادت امور کا الہام بھی کیا گیا اور اُس طلب کو پورا بھی کیا گیا۔حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ سے آٹھ دعائیں مانگیں اور اللہ نے ساری ہی قبول فرمالیں تاکہ وسعت قلب وفرحت کے ساتھ نبوت کے فرائض سرانجام دیں سکیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کو الہام کرنا:

۵۔۔۔۔۔حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ نبی نہ تھیں اس لیے کہ کوئی عورت نبی نہیں ہو سکتی، اللہ کا فرمان واضح ہے ﴿وما ارسلنک قبلک الا رجالا نوحی الیھم آپ سے پہلے ہم نے جتنے بھی رسول بھیجے وہ سب مرد ہی تھے جن کی طرف ہم وحی کرتے ہیں(الانبیاء: ۷)﴾۔حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کو الہام کیے جانے سے مراد ان کا دیکھا ہوا خواب ہے جو انہوں نے بوقت ولادت دیکھا تھا، خواب یہ تھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو انہوں نے ایک تابوت میں رکھا پھر اس کو دریا میں ڈال دیا، اور اللہ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو پھر حیلہ کے ذریعے ان تک لوٹا دیا۔الہام سے مراد یہ بھی ہو سکتا ہے کہ دل میں بات آکر جم گئی اور ہر شخص کو ایسا سابقہ پیش آتا ہے۔ایک قول یہ ہے کہ الہام سے مراد دل میں کسی بات کا جم جانا ہے۔ (تبیان القرآن ،ج۷، ص ۳۷۰)۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دور کا فرعون:

۶۔۔۔۔۔فرعون عمالقہ (یعنی قبطی قوم) کے بادشاہ کو کہتے ہیں جو کہ عملیق بن لاوذ بن ارم بن سام بن نوح کی نسل سے ہوتے تھے، جیسا کہ ایرانیوں کے بادشاہ کا نام کسریٰ اور رومیوں کے بادشاہ کا نام قیصر ہوتا تھا، (حضرت سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے زمانے کے) فرعون کے نام کے بارے میں اکثر مفسرینِ کرام کی رائے ہے کہ اُس کا نام ولید بن معصب بن ریان تھا جسکی عمر چار سو برس سے زیادہ تھی اور یہی مشہور قول ہے۔ (الجمل ، ج۱، ص۷۴)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بہن بی بی مریم کا کردار:

۷۔۔۔۔۔بہن کا کردار ہمیشہ سے تاریخ اسلام میں عمدہ ہی دیکھا گیا ہے، دیکھیں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بہن بی بی مریم نے کس عمدگی سے اپنی والدہ ماجدہ کو فرعون کے محل میں دائی بنا کر بھیجا۔اتنی ہمت کا کام شاید آدمی نہ کر پائے جو حضرت بی بی مریم نے کر لیا، ایک طرف تو بہنوں اور بیٹیوں کے اس کردار کی بات ہو رہی ہے، اور یقیناً معاشرے میں آج بھی بہنوں اور بیٹیوں کے غالب طور پر یہی کردار نظر آتے ہیں۔تاہم وہ وقت بھی یاد ہونا چاہیے کہ لوگ اپنی اولاد کو زندہ درگور کر دیا کرتے تھے، اللہ نے فرمایا﴿وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَاِيَّاكُمْ یعنی اپنی اولاد کو ناداری کے خوف سے زندہ درگور نہ کرو، ہم انہیں بھی رزق دیں گے اور تمہیں بھی رزق دیں گے (الاسراء: ۳۱)﴾۔اسی طرح احادیث میں بھی بہنوں اور بیٹیوں کے اکرام کے فضائل بیان ہوئے ہیں۔

☆۔۔۔۔۔حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ شہنشاہ کون ومکان مکی مدنی سلطان صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا''جس کی تین بیٹیاں یا بہنیں

ہوں یا دو بیٹیاں یا بہنیں ہوں پھر وہ ان کی اچھی طرح پرورش کرے اور ان کے معاملے میں اللہ عزوجل سے ڈرتا رہے تو اس کے لئے جنت ہے"۔

(سنن الترمذی، کتاب البر والصلة، باب ماجاء فی النفقة، رقم ۱۹۲۳، ص ۵۷۰)

☆......ایک روایت میں ہے: "جس کی تین بیٹیاں یا بہنیں ہوں اور وہ ان کے ساتھ اچھا سلوک کرے تو وہ جنت میں داخل ہوگا۔ ایک روایت میں ہے: "پھر وہ ان کی اچھی تربیت کرے اور ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کرے تو اس کے لئے جنت ہے"۔ (ایضا، رقم ۱۹۱۹، ص ۵۶۹)

حضرت موسی علیہ السلام کی آزمائش:

۸......انسان جس طرح اللہ عزوجل کے قرب کی منازل طے کرتا جاتا ہے، آزمائشیں اسی طرح روز افزوں بڑھتی چلی جاتی ہیں۔ دیکھیں نبی و رسول اللہ کے قرب میں سب مخلوق سے ممتاز ہوتے ہیں لیکن یہی حضرات کس طرح آزمائے جاتے ہیں، حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بیٹا ذبح کرنے کا حکم آزمائش کے طور پر تھا، حضرت ایوب علیہ السلام کے جسم پر زخم پڑ جانا، حضرت آدم علیہ السلام کا زمین پر تشریف لے آنا، حضرت نوح علیہ السلام کے لیے ان کے بیٹے کا ایمان نا لانا، حضرت یونس علیہ السلام کا مچھلی کے پیٹ میں چلے جانا اور کئی دن وہیں گزارنا، حضرت موسی علیہ السلام کی ضرب خفیف سے قبطی کا ہلاک ہو جانا اور بنی اسرائیل کا ہٹ دھرمی دکھانا، الغرض یونہی حضرت عیسی علیہ السلام اور ان کی پاک دامن والدہ محترمہ کی ذات پر تہمت لگنا اور انہیں خدا بنالینا، سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو راہ دین میں طرح طرح کی تکلیفیں پہنچانا اور دائرہ زندگی تنگ کرنے کی کوشش کرنا۔ الغرض حضرات انبیائے کرام و رسل ہوں یا حضرات اہل اللہ، جو جتنے بڑے مرتبے کا حامل ہوتا ہے اسی قدر آنے والی آزمائش بھی بڑی ہوتی ہے تاکہ صبر کی توفیق دے کر بڑے درجات پر فائز کیا جاسکے۔ یہی حال حضرت موسی علیہ السلام کا بھی ہوا۔ جس کا ذکر قرآن میں جا بجا ملتا ہے اور ہم نے بھی سیر حاصل گفتگو کئی مقامات پر کردی ہے۔

حضرت شعیب علیہ السلام کا نسب:

۹......حضرت شعیب علیہ السلام کا سلسلہ نسب یہ ہے شعیب بن ثویب بن مدین بن ابراھیم اور ان کی ماں کا نام میکیل تھا جو کہ حضرت لوط علیہ السلام کی صاحبزادی تھیں، ایک قول یہ ہے کہ ان کا سلسلہ نسب شعیب بن یثرون بن ثویب بن مدین بن ابراھیم تھا۔ حضرت شعیب علیہ السلام نابینا تھے انہیں ان کی قوم کی جانب حسن مراجعت کی وجہ سے خطیب الانبیاء کہا جاتا ہے۔ ان کی قوم کافر تھی اور ناپ طول میں کمی کرتی تھی۔ (الخازن، ج ۲، ص ۲۲۶)

☆......ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت کی ہے کہ حضرت شعیب علیہ السلام، حضرت یوسف علیہ السلام کے بعد ہوئے ہیں۔ وھب بن منبہ فرماتے ہیں کہ حضرت شعیب علیہ السلام مکہ میں وفات فرما گئے تھے اور ان کے ساتھ کے مؤمنین بھی، اور ان کی قبریں مکہ مکرمہ کے غربی جانب دار الندوہ اور دار بنی سہم کے مابین ہیں۔

(البداية والنهاية، قصة مدين قوم شعيب، الجزء ۱، ج ۱، ص ۲۱۲)، (عطائین، ج ۲، ص ۳۰۰ وغیرہ)

فرعون کے ہاں حضرت موسی علیہ السلام کی پرورش:

۱۰......نیکوں کے ہاں بد اور بدوں کے ہاں نیک کی پرورش ہو جانا بظاہر مشکل امر ہے لیکن اللہ عزوجل کی ذات کے حوالے سے یقیناً آسان ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام کے ہاں کنعان کی نشو و نما ہوئی لیکن ایمان نہ لایا، فرعون جیسے کور باطل اور رسوائے زمانہ کے ہاں حضرت موسی علیہ السلام کی پرورش ہو جانا، اور حضرت موسی علیہ السلام کو بیٹا بنانے کی آرزو مند کوئی اور نہیں وہ عورت ہے جو فرعون لعین کی زوجیت

میں ہیں، نام بی بی آسیہ ہے اور یہ خاتون روایات کے مطابق جنت میں میرے آقا ﷺ کی زوجیت میں ہونگی۔ جس لڑکے کی پیدائش سے خوفزدہ ہو کر فرعون نے کئی حمل گروادیئے، ازدواجی تعلقات ختم کرادیئے، اپنی طاقت کے بل بوتے پر کئی نوزائدہ بچے قتل کرادیئے لیکن وہی بچہ جو فرعون کے لئے خطرے کا باعث تھا، آج فرعون کے گھر میں پل رہا ہے، وہی نیک کردار عورت جو اُس نبی زادے کی ماں بننے کا شرف لیے ہوئے ہے آج فرعون کے گھر کی دایہ ہے، ارے وہی حضرت موسیٰ علیہ السلام ہیں جو بچپن میں فرعون کی داڑھی پکڑ کر فرعون کے موتھ پر ضرب مارتے ہیں لیکن پھر بھی یہیں رکھے جاتے ہیں حالانکہ انہی کے دنیا میں آنے کے خوف سے خون کی ندیاں بہائیں گئیں۔ قدرت کا دستور ہی نرالا ہے۔ دیکھیں امیر معاویہ جیسے جلیل القدر صحابی اور محبِ اہل بیت کے گھر میں یزید جیسا پلید پیدا ہوا جس نے چمن زہرہ کے مہکتے پھولوں کو خاک وخون میں نہلا دیا۔

اللہ عزوجل کی جانب بھولنے کی نسبت کرنا:

لا......اس دنیا میں جو کچھ ہوا ہے یا ہونے والا ہے، اس کو اللہ نے ایک کتاب میں لکھ دیا ہے، اور وہ کتاب یعنی لوح محفوظ فرشتوں پر ظاہر کردی گئی ہے تاکہ وہ اس پر زیادہ استدلال کرسکیں کہ اللہ تمام معلومات کا عالم ہے اور وہ سہو اور غفلت سے منزہ ہے، اللہ نے جو فرمایا ہے: ''وہ نہ غلطی کرتا ہے نہ بھولتا ہے''، اس کے علماء نے حسب ذیل محامل بیان کیے ہیں: (۱)......قفال نے کہا کہ وہ غلطی نہیں کرتا، اس میں اشارہ ہے کہ وہ تمام معلومات کا عالم ہے اور وہ بھولتا نہیں ہے اس میں اشارہ ہے کہ اس کا علم دائمی ہے اور ابد الآبد تک باقی رہنے والا ہے، اس میں کوئی تغیر نہیں ہے۔ (۲)......مقاتل نے کہا اس کتاب میں میرا رب کوئی خطا نہیں کرتا اور نہ اس میں لکھے ہوئے کو بھولتا ہے۔ (۳)......حسن بصری کہتے ہیں کہ وہ حشر کے وقت میں کوئی خطا نہیں کرتا اور نہ اس کو بھولتا ہے۔ (۴)......ابوعمرو نے کہا کہ وہ کسی چیز سے غائب ہوتا ہے نہ اس سے کوئی چیز غائب ہوتی ہے۔ (۵)......ابن جریر نے کہا کہ وہ تدبیر میں خطا نہیں کرتا کہ نادرست کو درست اعتقاد کرلے اور وہ تمام اشیاء کو جانتا ہے اور ان کو بھولتا نہیں ہے۔ (تبیان القرآن، ج۷، ص ۳۸۲)

اغراض :وسعة لتحمل الرسالة: کیونکہ تو نے مجھے ایک بڑے کام کا مکلف کیا ہے، اور یہ کام وہی کرسکتا ہے جس کے سینے کو تو کھول دے اور مضبوط کردے۔ بجمرة وضعها: کا بیان حاشیہ نمبر۲ میں دیکھ لیں۔

منا علیک :یعنی اے موسیٰ علیہ السلام تجھ پر تیرے رب کا فضل ہوا، اور اس کے بعد ''دخولا'' کو مقدر مانا ہے۔

منـامـا او الهاما :یعنی اللہ عزوجل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ ماجدہ کو نیند کی یا بیداری کی حالت میں دل میں بات ڈال دی، اور ایسا ہونا نبوت نہ ہونے کے منافی نہیں ہے، حضرات انبیائے کرام کو وحی شرعی اصول وتکالیف (مکلّف ہونے کی حیثیت) کے ساتھ ملتی ہے اور جو اس اصول کے علاوہ ہو تو عورت کو بھی مل سکتی ہے، جیسا کہ بی بی مریم والدہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ہوا۔

لـمـا ولـدتـک :جیسا کہ فرعون کے پیروکاروں کا دستور تھا کہ ایک سال نومولود بچوں کو ذبح کردیا جاتا، اور یہ اس لیے کہ فرعون نے خواب دیکھا کہ ایک پیدا ہونے والا اس کی سلطنت کے زوال کا سبب بنے گا، پس اسی حکم کی پابندی کے نتیجے میں ایک سال پیدا ہونے والے بچے زندہ چھوڑے جاتے اور دوسرے سال پیدا ہونے والے بچے ذبح کردیئے جاتے، المختصر۔

تربی علی رعایتی: یہاں ''العین'' بمعنی رعایت وحفظ ہے، مجاز مرسل نظر العین سبب کا مسبب حفظ اور رعایت پر اطلاق کیا گیا ہے، کسی چیز کو بعینہ دیکھنا ایسا ہی ہوتا ہے گویا اس چیز کی رعایت وحفاظت کی جا رہی ہے۔

لتعرف خبرک: حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بہن بی بی مریم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعون کے ہاتھوں میں دیکھا تو اپنی ماں سے ﴿هل ادلكم﴾ جملہ کہا۔

من جهة فرعون: قبطی کے قتل کرنے کی جہت سے نہیں، (بلکہ فرعون کے حوالے سے غمزدہ تھے کہ کہیں کوئی معاملہ نہ ہو جائے) کیونکہ فرعون کافر تھا۔ التسع: حاشیہ نمبر ۱۰ دیکھ لیں۔

او یعجل بالعقوبة: یعنی فرعون ہمیں دعوت حق مکمل کرنے اور معجزات دکھانے کی مہلت نہ دے گا اور ہم پر زیادتی کرے گا۔

فی عبادتهم الاوثان: یعنی کیا ان کی شقاوت وسعادت کا سبب بت تھے؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام فرعون کے سوال کا جواب واضح نہ دے پائے کیونکہ آپ علیہ السلام اس کے ساتھ نرمی کے ساتھ کلام کرنے پر مامور تھے، اور اگر اسے اس کی طبیعت کے مطابق جواب ارشاد فرماتے تو نفرت اور مزاج کا بدل جانا یقینی تھا۔ (الصاوی، ج٤، ص ٧٢ وغیرہ)

ایک اہم بات

صلوا علی الحبیب: صلی اللہ علی محمد

فقہائے احناف کے (سات) طبقات

میں نے شعر میں کہا تھا ''عن اهله'' اس سے مراد اہل ترجیح ہیں اس قید سے اس طرف اشارہ ہے کہ ہر عالم کی ترجیح کفایت نہیں کرے گی بلکہ عالم کا اہل ترجیح سے ہونا ضروری ہے۔ علامہ شمس الدین محمد بن سلیمان جو ابن کمال پاشا کے لقب سے مشہور ہیں انہوں نے اپنے بعض رسائل میں لکھا ''مقلد مفتی کے لئے ضروری ہے کہ وہ جس فقیہ کے قول پر فتوی دے رہا ہے اس کے احوال جانتا ہو، احوال جاننے سے ہماری مراد یہ نہیں ہے کہ اس فقیہ کا نام، نسب، اور اس کے شہر کا نام جانتا ہو کیونکہ ان امور کی معرفت مفید نہیں اور نہ ہی کچھ کارآمد ہے بلکہ مقلد مفتی جانتا ہو کہ روایت کرنے میں اس کی معرفت کیسی ہے اور درایت میں اس کا درجہ کیا ہے؟ اور طبقات فقہاء میں سے وہ جس درجہ میں ہے مفتی اس کے طبقہ کو جانتا ہو، تاکہ اسے مختلف اقوال کے قائلین کے درمیان تمیز کرنے پر خوب بصیرت ہو جائے (ا) اور دو متعارض اقوال کے درمیان ترجیح دینے کی بقدر کفایت قدرت حاصل ہو جائے پس ہم کہتے ہیں کہ فقہاء کے سات طبقات ہیں......۔

ضمنی فوائد

(ا)......علامہ یوسف بن ابی سعد بن احمد بجستانی حنفی نے فرمایا: کسی شخص کو اس وقت تک فتوی نہیں دینا چاہیے جب تک وہ علماء کے اقوال اور ان اقوال کے ماخذ، عرف، نیز لوگوں کے معاملات کی معرفت حاصل نہ کرلے۔ (منیة المفتی، ص:٣٩٢)

اسی بات کو امام اہلسنت نے یوں تعبیر فرمایا ہے: تفقہ فقط کتاب سے عبارت دیکھ لینے اور لفظی ترجمہ سمجھ لینے کا نام نہیں بلکہ مقصد شرع کا ادراک اور احوال بلاد وعباد پر نظر رکن اعظم تفقہ ہے۔ (فتاوی رضویہ مخرجہ، ج١١، ص ٢٦٣)(درس عقود رسم المفتی، ص٢٦ وغیرہ)

رکوع نمبر: ۱۲

﴿مِنْهَا﴾ اِی الارضِ ﴿خَلَقْنٰكُمْ﴾ بِخلقِ ابیکم آدمَ منها ﴿وَفِيْهَا نُعِيْدُكُمْ﴾ مَقبورِینَ بعدالموتِ ﴿وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ﴾ عِندَ البعثِ ﴿تَارَةً﴾ مَرَّةً ﴿اُخْرٰى (۵۵)﴾ كما اَخرَجناكُم عِندَ اِبتداءِ خَلقِكُم ﴿وَلَقَدْ اَرَيْنٰهُ﴾ اى اَبصَرنا فِرعونَ ﴿ اٰيٰتِنَا كُلَّهَا﴾ التِّسعَ ﴿فَكَذَّبَ﴾ بِها وزَعَمَ انَّها سحرٌ ﴿وَاَبٰى (۵۶)﴾ اَنْ يُوحِدَ اللهَ تعالى ﴿قَالَ اَجِئْتَنَا لِتُخْرِجَنَا مِنْ اَرْضِنَا﴾ مِصرَ وَيَكونَ لَكَ الْمُلْكُ فِيهَا ﴿بِسِحْرِكَ يٰمُوْسٰى (۵۷) فَلَنَاْتِيَنَّكَ بِسِحْرٍ مِّثْلِهٖ﴾ يُعارِضُهُ ﴿ فَاجْعَلْ بَيْنَنَا وَبَيْنَكَ مَوْعِدًا﴾ لِذَالكَ ﴿ لَّا نُخْلِفُهٗ نَحْنُ وَلَآ اَنْتَ مَكَانًا﴾ مَنصوبٌ بِنَزعِ الخافِضِ فى ﴿سُوًى (۵۸)﴾ بكسرِ اوَّلِهٖ وضَمِّه اى وَسطا يَستَوى اليه مَسافَةَ الجائى مِنَ الطَّرفَينِ ﴿قَالَ﴾ موسى ﴿مَوْعِدُكُمْ يَوْمُ الزِّيْنَةِ﴾ يَومُ عيدٍ لهمْ يَتَزَيَّنونَ فيه وَيَجتَمعونَ ﴿وَاَنْ يُّحْشَرَ النَّاسُ﴾ يُجمعُ اهلُ مصر ﴿ضُحًى (۵۹)﴾ وقته لِلنَّظرِ فيما يَقعُ ﴿فَتَوَلّٰى فِرْعَوْنُ﴾ اَدبَر ﴿فَجَمَعَ كَيْدَهٗ﴾ اى ذَوى كيدِهٖ مِنَ السَّحرةِ ﴿ثُمَّ اَتٰى (۶۰)﴾ بِهِمُ الموعدَ ﴿قَالَ لَهُمْ مُّوْسٰى﴾ وَهُم اِثْنانِ وسَبعونَ الفا مَعَ كُلِّ واحِدٍ حَبلٌ وعصا ﴿وَيْلَكُمْ﴾ اى الزمكُمُ الله تعالى الويل ﴿ لَا تَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا﴾ بِاِشراكِ اَحدٍ مَعَهُ ﴿ فَيُسْحِتَكُمْ﴾ بِضَمِّ الياءِ وَكسرِ الحاءِ وَبِفَتحِهِما اى يُهلِكَكُمْ ﴿بِعَذَابٍ ج﴾ مِنْ عِندِهٖ ﴿وَقَدْ خَابَ﴾ خَسِرَ ﴿مَنِ افْتَرٰى (۶۱)﴾ كَذَبَ على الله ﴿فَتَنَازَعُوْٓا اَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ﴾ فى مُوسٰى واَخيهِ ﴿وَاَسَرُّوا النَّجْوٰى (۶۲)﴾ اَىِ الكلامَ بينهُم فيهما ﴿قَالُوْٓا﴾ لِاَنفُسِهم ﴿اِنْ هٰذٰنِ﴾ لِاَبى عمرٍ ولغيرِهٖ هذانِ وهو مُوافقٌ للغةِ مَن يَاتِى فى المُثَنّٰى بِالْاَلفِ فى احواله الثَّلاثِ ﴿ لَسٰحِرٰنِ يُرِيْدٰنِ اَنْ يُّخْرِجٰكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ بِسِحْرِهِمَا وَيَذْهَبَا بِطَرِيْقَتِكُمُ الْمُثْلٰى (۶۳)﴾ مُؤنثُ اَمثَلَ بِمعنى اَشرَفَ اى بِاَشرافِكُم بِمَيلِهِمُ اِليهَا بِغَلَبَتِهِما ﴿فَاَجْمِعُوْا كَيْدَكُمْ﴾ مِنَ السِّحرِ بِهَمزةِ وَصلٍ وَفَتحِ المِيمِ مِن جَمعِ اى لَمَّ وَبِهَمزةِ قَطعٍ وَكسرِ الميمِ مِنْ اَجمَعَ اَحكَمَ ﴿ ثُمَّ ائْتُوْا صَفًّا ط﴾ حالٌ اى مُصطَفِّينَ ﴿وَقَدْ اَفْلَحَ﴾ فاز ﴿ الْيَوْمَ مَنِ اسْتَعْلٰى (۶۴)﴾ غَلَبَ ﴿قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى﴾ اِختَر ﴿اِمَّآ اَنْ تُلْقِيَ﴾ عَصاكَ اى اوَّلا ﴿وَاِمَّآ اَنْ نَّكُوْنَ اَوَّلَ مَنْ اَلْقٰى (۶۵)﴾ عَصاهُ ﴿قَالَ بَلْ اَلْقُوْا ج﴾ فَاَلقَوا ﴿فَاِذَا حِبَالُهُمْ وَعِصِيُّهُمْ﴾ اَصلُهُ عَصُوٌ وقُبِلَتِ الواوانِ يائينِ وكُسِرتِ العينُ والصّادُ ﴿يُخَيَّلُ اِلَيْهِ مِنْ سِحْرِهِمْ اَنَّهَا﴾ حَيّاتٌ ﴿ تَسْعٰى (۶۶)﴾ على بُطونِها ﴿فَاَوْجَسَ﴾ اَحَسَّ ﴿فِيْ نَفْسِهٖ خِيْفَةً مُّوْسٰى (۶۷)﴾ اى خافَ مِن جِهَةِ اَنَّ سِحرَهُم مِنْ جِنسِ مُعجِزَتِهٖ اَن يَلتَبِسَ اَمرُهُ على الناسِ فَلا يومِنوا بِهٖ ﴿قُلْنَا لَا تَخَفْ اِنَّكَ اَنْتَ الْاَعْلٰى (۶۸)﴾ عليهِم بِالغَلَبَةِ ﴿وَاَلْقِ مَا فِيْ يَمِيْنِكَ﴾ وَهِىَ عَصاهُ ﴿تَلْقَفْ﴾ تَبتَلِعُ ﴿مَا صَنَعُوْا ط اِنَّمَا صَنَعُوْا كَيْدُ سٰحِرٍ ط﴾ اى جِنسِهٖ ﴿وَلَا يُفْلِحُ السّٰحِرُ حَيْثُ اَتٰى (۶۹)﴾ بِسِحرِه فالقى موسى عَصاهُ فَتَلَقَّفَت كُلَّ ما صَنعُوهُ ﴿فَاُلْقِيَ السَّحَرَةُ سُجَّدًا﴾ خَرُّوا ساجِدينَ للهِ تعالى ﴿ قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِرَبِّ هٰرُوْنَ وَمُوْسٰى (۷۰)﴾ قَالَ﴾ فِرعونُ ﴿ اٰمَنْتُمْ

﴾بتحقیقِ الھمزتین وابدالِ الثانیۃِ الِفًا﴿لَهٗ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ ۚ اِنَّهٗ لَكَبِيْرُكُمُ﴾مُعَلِّمُکم﴿ الَّذِىْ
عَلَّمَكُمُ السِّحْرَ ۚ فَلَاُقَطِّعَنَّ اَيْدِيَكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ مِّنْ خِلَافٍ﴾حالٌ بمعنی مُختَلِفَۃِ ای الْاَیدِی الْیُمنٰی
والاَرجُلِ الیُسرٰی﴿وَّلَاُصَلِّبَنَّكُمْ فِىْ جُذُوْعِ النَّخْلِ ﴾ای علیھا﴿وَلَتَعْلَمُنَّ اَيُّنَآ ﴾یعنی نَفْسَهٗ وربُّ
موسی﴿اَشَدُّ عَذَابًا وَّاَبْقٰى (۷۱)﴾اَدْوَمُ علی مُخَالِفَتِہٖ﴿قَالُوْا لَنْ نُّؤْثِرَكَ ﴾نَختَارُکَ﴿عَلٰى مَا جَآءَنَا مِنَ
الْبَيِّنٰتِ ﴾الدَّالَّۃِ علی صِدقِ موسٰی﴿وَالَّذِىْ فَطَرَنَا ﴾خَلَقَنَا قَسَمٌ او عَطفٌ علی مَا﴿فَاقْضِ مَاۤ اَنْتَ قَاضٍ ؕ
﴾ای اصنَعْ ما قُلتَہٗ﴿اِنَّمَا تَقْضِىْ هٰذِهِ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا(۷۲)﴾النَّصبُ علی الْاِتِّساعِ ای فِیھَا وَیَجزِی علیہ فی
الْاٰخِرَۃِ﴿اِنَّاۤ اٰمَنَّا بِرَبِّنَا لِيَغْفِرَ لَنَا خَطٰيٰنَا ﴾مِنَ الْاِشراکِ وغیرِہٖ﴿وَمَاۤ اَكْرَهْتَنَا عَلَيْهِ مِنَ السِّحْرِ ؕ ﴾تَعلُّمًا
وعَمَلًا لِمُعَارِضَۃِ موسٰی﴿وَاللّٰهُ خَيْرٌ ﴾مِنکَ ثوابًا اِذَا اُطِیعَ﴿وَّاَبْقٰى(۷۳)﴾مِنکَ عَذَابًا اِذَا عُصِیَ قال
تعالٰی﴿اِنَّهٗ مَنْ يَّاْتِ رَبَّهٗ مُجْرِمًا ﴾کَافِرًا کَفِرعَونَ﴿فَاِنَّ لَهٗ جَهَنَّمَ ؕ لَا يَمُوْتُ فِيْهَا ﴾فَیَستَرِیحُ﴿وَلَا
يَحْيٰى(۷۴)﴾حیاۃً تَنفَعُہٗ﴿وَمَنْ يَّاْتِهٖ مُؤْمِنًا قَدْ عَمِلَ الصّٰلِحٰتِ ﴾الْفَرائِضَ والنَّوافِلَ﴿فَاُولٰٓئِكَ لَهُمُ الدَّرَجٰتُ
الْعُلٰى (۷۵)﴾جَمعُ عُلیَا مُؤَنَّثُ اَعلٰی﴿جَنّٰتُ عَدْنٍ ﴾اَی اِقَامَۃٍ بیانٌ لَهٗ﴿تَجْرِىْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ
فِيْهَا ؕ وَذٰلِكَ جَزٰٓؤُا مَنْ تَزَكّٰى(۷۶)﴾تَطَهَّرَ مِنَ الذُّنوبَ.

﴾ترجمہ﴿

ہم نے اسی (زمین سے) ہی تمہیں بنایا (تمہارے باپ آدم علیہ السلام کو اس سے) بنا کر اور اسی میں تمہیں پھر لیجائے گا (تمہارے مرنے کے بعد کہ تمہیں قبر میں اتار دے گا) اور اسی سے تمہیں دوبارہ نکالے گا......۱...... (تمہارے مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کیے جانے کے وقت جیسا کہ ہم نے تمہیں پیدائش کی ابتداء کے وقت نکالا تھا، تارۃ بمعنی مرۃ ہے) سب نشانیاں دکھائیں (یعنی نو نشانیاں دکھائیں، ارینا بمعنی ابصرنا ہے) تو اس نے جھٹلایا (ان نشانیوں کو اور ان کے جادو ہونے کا گمان کیا) اور نہ مانا (اللہ عزوجل کی وحدانیت کو) بولا کیا تم ہمارے پاس اس لیے آئے کہ ہمیں ہماری زمین (یعنی مصر) سے نکال دو (اور اس میں تمہاری بادشاہت ہو جائے) اے موسی......۲...... تمہارے جادو کے سبب تو ضرور ہم بھی تمہارے آگے ویسا ہی جادو لائیں گے (جو اس جادو......۳...... کے مقابل ہوگا) تو ہم میں اور اپنے میں ایک وعدہ ٹھہرا دو (اس مقابلہ کے لیے) جس سے نہ ہم پھریں اور نہ تم ہموار جگہ ہو (یعنی وہ جگہ شہر کے وسط میں ہو کہ جانبین سے وہاں آنے والوں کو یکساں فاصلہ طے کرنا پڑے، مکانا حرف جر فی کے حذف کی وجہ سے منصوب ہے، سوی کو سین کے کسرہ اور ضمہ دونوں کے ساتھ پڑھا گیا ہے اور اس کا معنی وسط ہے) کہا (حضرت موسی علیہ السلام نے) تمہارا وعدہ میلے کا دن ہے (یہ ان کی عید کا دن تھا جس میں وہ زینت اختیار کرتے اور یکجا ہوتے) اور یہ لوگ جمع کیے جائیں (مصر کے رہنے والے، یحشر بمعنی یجمع ہے) دن چڑھے (چاشت کے وقت، جو بات بھی رونما ہو دیکھی جا سکے) تو فرعون پھرا (یعنی مجلس سے پھرا) اپنے داؤں اکٹھے کیے (یعنی داؤں کرنے والے جادوگروں کو اکٹھا کیا) پھر آیا (ان کو لے کر وعدے کے وقت) حضرت موسی نے ان سے کہا (ان جادوگروں کی تعداد بہتر ۷۲ تھی، ان میں سے ہر ایک کے ساتھ ایک رسی اور ایک لاٹھی تھی) تمہیں خرابی ہو (اللہ عزوجل تمہارے لیے ہلاکت کو لازم کر دے) اللہ پر

جھوٹ نہ باندھو(اس کے ساتھ غیر کو شریک مان کر) کہ وہ تمہیں ہلاک کر دے(یسحتکم میں یاء کو مضموم اور مکسور دونوں پڑھا گیا ہے اور ایک قرائت میں دونوں مفتوح بھی بمعنی یھلکم پڑھے گئے ہیں) عذاب سے اور بیشک نامراد رہا(خسارے میں رہا) جس نے جھوٹ باندھا(اللہ ﷻ پر......۴ء......) تو اپنے معاملے میں(حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کے بھائی کے بارے میں) باہم مختلف ہو گئے اور چھپ کر مشورہ کیا(ان دونوں حضرات کے بارے میں چھپ کر گفتگو فرمائی) بولے(اپنے دلوں میں) بیشک یہ دونوں ضرور جادوگر ہیں چاہتے ہیں کہ تمہیں تمہاری زمین سے اپنے جادو کے زور سے نکال دیں اور تمہارا اچھا دین لے جائیں(یعنی یہ دونوں غالب ہو کر تمہیں اپنی طرف مائل کرنا چاہتے ہیں تا کہ تم سے تمہارا اعلیٰ دین لے جائیں، مثلی کی مونث امثلی بمعنی اشرف ہے) تو اپنا(جادو کا) داؤں پکا کر لو(فاجمعوا میں ہمزہ وصلی ہے، اور میم مفتوحہ ہے اس صورت میں یہ جمع ہوگا اور ہمزہ قطعی اور میم مکسور کی صورت میں یہ اجمع ہوگا)اور آج مراد کو پہنچا جو غالب رہا(افلح بمعنی فاز ہے اور استعلی بمعنی غلب ہے) بولے اے موسیٰ(اختیار کر لو کہ) یا تو تم ڈالو(اپنا عصا اولا) یا ہم پہلے ڈالیں(اپنی لاٹھیاں......۵......) موسیٰ نے کہا بلکہ تم ہی ڈالو(پس انہوں نے پھینک دیں) جبھی ان کی رسیاں اور لاٹھیاں(عصیۃ کی اصل عصو ہے دونوں جگہ واؤ کو یاء سے تبدیل کر کے عین اور صاد کو کسرہ دے دیا گیا ہے) ان کے جادو کے زور سے ان کے خیال میں معلوم ہوئیں تو محسوس کیا(اوجس بمعنی احس ہے) موسیٰ نے اپنے دل میں خوف(یعنی آپ علیہ السلام کو اس جہت سے خوف محسوس ہوا کہ ان کا جادو آپ علیہ السلام کے معجزہ......۶......کی جنس سے تھا، کہیں آپ علیہ السلام کا معجزہ لوگوں پر ملتبس ہو کر نہ رہ جائے پھر لوگ نتیجہ کے طور پر ایمان لے کر نہ آئیں) ہم نے فرمایا(اس سے) ڈر نہیں بیشک تو ہی غالب ہے(ان پر) اور ڈال دے جو تیرے دائیں ہاتھ میں ہے(یعنی اپنا عصا) وہ ان کی بناوٹوں کو نگل جائے گا(تلقف کا معنی نگلنا ہے) وہ جو بنا کر لائے ہیں وہ تو جادوگر کا فریب ہے(یعنی جادوگر کی جنس کا فریب ہے) اور جادوگر کا بھلا نہیں ہوتا وہ جہاں سے(اپنا جادو) لے کر آئے(حسب حکم الٰہی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنا عصا زمین پر ڈال دیا، وہ ان جادوگروں کی سب بناوٹوں کو نگل گیا) تو سب جادوگر سجدے میں گرا لئے گئے......۷......(یعنی سب اللہ ﷻ کے حضور سجدے میں گر گئے) بولے ہم اس پر ایمان لائے جو ہارون و موسیٰ کا رب ہے کہا(فرعون نے) کیا تم ایمان لائے(ءامنتم دو ہمزہ کی تحقیق اور دوسرے ہمزہ کو الف سے تبدیل کرنے کے ساتھ لایا گیا ہے) اس پر قبل اس کے کہ میں تمہیں(خود)اجازت دوں(اذن کے بعد اذا محذوف ہے) بیشک وہ تمہارا بڑا(استاد) ہے جس نے تم سب کو جادو سکھایا تو مجھے قسم ہے ضرور میں تمہیں تمہارے ایک طرف کے ہاتھ اور دوسری جانب کے پاؤں کاٹوں گا(من خلف حال بن رہا ہے اور بمعنی مختلفۃ ہے یعنی تمہارے دائیں اور بائیں پاؤں کاٹ دوں گا) اور تمہیں کھجور کے تنے پر پھانسی دوں گا(فی بمعنی علی ہے) اور ضرور تم جان جاؤ گے کہ ہم میں (یعنی میرے اور موسیٰ علیہ السلام کے رب میں سے) کس کا عذاب سخت اور دیرپا ہے(یعنی کس کی مخالفت پر ملنے والا عذاب سخت اور دیرپا ہے)بولے ہم ہرگز تجھے ترجیح نہ دیں گے(یعنی تجھے اختیار نہ کریں گے) ان روشن دلیلوں پر(جو موسیٰ علیہ السلام کی سچائی پر دلالت کر رہی ہیں) جو ہمارے پاس آئیں ہمیں اپنے پیدا کرنے والے کی قسم(والذی میں واؤ قسمیہ یا عاطفہ ہے اور اس کا عطف ما پر ہے) تو تو کر چک جو تجھے کرنا ہے(یعنی جو کہہ رہا ہے کر ڈال) تو اس دنیا ہی کی زندگی میں تو کرے گا(اور آخرت میں تجھے تیرے کیے کا بدلہ ملے گا الحیوۃ الدنیا کو منصوب پڑھنا نزع خافض کی وجہ سے بطور وسعت ہے) بیشک ہم اپنے رب پر ایمان لائے کہ وہ ہماری خطائیں بخش دے ......۸......(ہمارا شرک کرنا وغیرہ) اور وہ جو تو نے ہمیں مجبور کیا جادو پر(یعنی جادو سیکھنے پر اور حضرت موسیٰ علیہ السلام سے مقابلے کے لیے اس پر عمل کرنے کا) اور اللہ بہتر ہے(یعنی اس کا ثواب تجھ سے بہتر ہے جب کہ اس کی اطاعت و فرمانبرداری کی جائے......۹......) اور سب سے زیادہ باقی رہنے والا(یعنی اس کا عذاب تیری دی جانے والی تکلیف سے کہیں زیادہ باقی رہنے والا ہے جب کہ اس کی نافرمانی کی

جائے، اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے) بیشک جو اپنے رب کے حضور مجرم ہو کر آئے (یعنی کافر ہو کر آئے جیسے فرعون) تو ضرور اس کے لیے جہنم ہے جس میں نہ مرے (کہ مر کر چھٹکارا پالے) اور نہ جئے (ایسی زندگی جو اس کے لیے نفع بخش ہو) اور جو اس کے حضور ایمان کے ساتھ آئے کہ اچھے کام (فرائض ونوافل ادا) کیئے ہوں تو انہی کے اونچے درجے (العلی جمع ہے علیا کی، اور اعلی کا مونث ہے) بسنے کے باغ (عدن بمعنی اقامة ہے یہ اس کا بیان ہے) جن کے نیچے نہریں بہیں ہمیشہ ان میں رہیں اور یہ صلہ ہے اس کا جو پاک ہوا (یعنی جو اپنے گناہوں سے پاک ہوا)۔

﴿ترکیب﴾

﴿منها خلقنكم وفيها نعيدكم ومنها نخرجكم تارة اخرى﴾.

منها : ظرف لغومقدم، خلقنكم : فعل بافاعل ومفعول، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، فيها نعيدكم : جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، منها : ظرف لغومقدم، نخرجكم : فعل بافاعل ومفعول، تارة اخرى : مرکب توصیفی ظرف، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ولقد ارينه ايتنا كلها فكذب وابى﴾.

و: عاطفہ، لام: تاکیدیہ، قد: تحقیقیہ، ارينه: فعل بافاعل ومفعول اول: ايتنا: مؤکد، كلها: تاکید، ملکر مفعول ثانی، ملکر قسم محذوف "نقسم" کے لیے جواب قسم، ملکر جملہ قسمیہ، ف: عاطفہ، كذب: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، كذب: جملہ فعلیہ معطوف، ملکر ماقبل "ارينه" پر معطوف ہے۔

﴿قال اجئتنا لتخرجنا من ارضنا بسحرك يموسى﴾.

قال : قول، همزه: حرف استفہامیہ، جئتنا: فعل بافاعل ومفعول، لام: جار، تخرجنا من ارضنا: فعل بافاعل وظرف لغو، بسحرك : ظرف لغوثانی، ملکر جملہ فعلیہ بتقدیر "ان" مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ مقصود بالندا، يموسى : ندا، ملکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿فلناتينك بسحر مثله﴾.

ف: فصیحہ، لام: تاکیدیہ، ناتينك: فعل بافاعل ومفعول، ب : جار، سحر : موصوف، مثله : صفت، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ ہو کر قسم محذوف " والله" کے لیے جواب قسم، ملکر شرط محذوف " اذا كان الامر كذلك " کی جزا، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿فاجعل بيننا وبينك موعدا لا نخلفه نحن ولا انت مكانا سوى﴾.

ف: عاطفہ، اجعل: فعل امر بافاعل، بيننا وبينك :معطوف علیہ ومعطوف ملکر ظرف، موعدا: موصوف، لا نخلفه : فعل وضمیر ممیز مؤکد، نحن: تاکید، ملکر معطوف علیہ، و: عاطفہ، لا: نافیہ، انت: معطوف، ملکر فاعل "ہ" ضمیر مفعول، ملکر صفت، ملکر مبدل منہ، مكانا سوى : مرکب توصیفی بدل، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿قال موعدكم يوم الزينة وان يحشر الناس ضحى﴾.

قال: قول، موعد كم : مبتدا، يوم الزينة : معطوف علیہ، و: عاطفہ، ان: مصدریہ، يحشر الناس ضحى : فعل ونائب الفاعل وظرف ملکر جملہ فعلیہ بتاویل مصدر معطوف، ملکر خبر، ملکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿فتولى فرعون فجمع كيده ثم اتى﴾.

ف: عاطفہ، تولى فرعون : فعل بافاعل ملکر معطوف علیہ، ف: عاطفہ، جمع: فعل بافاعل، كيده: بتقدیر مضاف "ذوى" مضاف الیہ، ملکر مفعول، ملکر معطوف اول، ثم : عاطفہ، اتى : فعل بافاعل ملکر معطوف ثانی، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿قال لهم موسى ويلكم لا تفتروا على الله كذبا فيسحتكم بعذاب وقد خاب من افترى﴾.
قال لهم موسى: قول، ويلكم: مفعول مطلق فعل محذوف "وال" کے لیے، ملکر جملہ فعلیہ مقولہ اول، لا تفتروا: فعل نہی با فاعل، على الله: ظرف لغو، كذبا: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، ف: سببیہ، يسحتكم: فعل بافاعل وضمیر ذوالحال، و: حالیہ، قد خاب: فعل، من افترى: موصول صلہ فاعل، ملکر حال، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ جواب نہی، ملکر مقولہ ثانی، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿فتنازعوا امرهم بينهم واسروا النجوى﴾.
ف: عاطفہ، تنازعوا: فعل بافاعل، امرهم: ذوالحال، بينهم: ظرف متعلق بمحذوف حال، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، اسروا النجوى: فعل بافاعل ومفعول ملکر جملہ فعلیہ ماقبل "تنازعوا" پر معطوف ہے۔

﴿قالوا ان هذان لساحران يريدان ان يخرجكم من ارضكم بسحرهما ويذهبا بطريقتكم المثلى﴾.
قالوا: قول، ان: مخففہ، هذان: مبتدا، لام: ابتدائیہ، ساحران: موصوف، يريدان: فعل بافاعل، ان: مصدریہ، يخرجا: فعل "هما" ضمیر مستتر ذوالحال، بسحرهما: ظرف مستقر حال، ملکر فاعل، كم: ضمیر مفعول، من ارضكم: ظرف لغو، ملکر معطوف علیہ، و: عاطفہ، يذهبا: فعل بافاعل، ب: جار، طريقتكم: موصوف، المثلى: صفت، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر بتاویل مصدر مفعول، ملکر صفت، ملکر خبر، ملکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿فاجمعوا كيدكم ثم ائتوا صفا﴾.
ف: فصیحہ، اجمعوا كيدكم: فعل امر بافاعل ومفعول ملکر معطوف علیہ، ثم: عاطفہ، ائتوا: فعل امر وضمیر ذوالحال، صفا: حال، ملکر فاعل، ملکر معطوف، ملکر شرط محذوف " اذا كان الامر كما ذكر من كونهما ساحرين "کی جزا، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿وقد افلح اليوم من استعلى ○ قالوا يموسى اما ان تلقى واما ان نكون اول من القى﴾.
و: اعتراضیہ، قد: تحقیقیہ، افلح: فعل، اليوم: ظرف، من استعلى: موصول صلہ، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ معترضہ، قالوا: قول، يموسى: ندا، اما: حرف شرط، ان تلقى: جملہ فعلیہ بتاویل مصدر مبتدا محذوف "الامر" کے لیے خبر، ملکر معطوف علیہ، و: عاطفہ، اما: حرف شرط، ان: مصدریہ، نكون: فعل ناقص بااسم اول، من القى: خبر، ملکر جملہ فعلیہ بتاول مصدر مبتدا محذوف " الامر " کے لیے خبر، ملکر معطوف، ملکر شرط محذوف " مهما يكن من شيء في الدنيا" کے لیے جزا، ملکر مقصود بالندا، ملکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿قال بل القوا فاذا حبالهم وعصيهم يخيل اليه من سحرهم انها تسعى﴾.
قال: قول، بل: حرف اضراب، القوا: فعل امر بافاعل، ملکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ، ف: عاطفہ معطوف علی محذوف "فالقوا"، اذا: فجائیہ، حبالهم: معطوف علیہ، وعصيهم: معطوف ملکر مبتدا، يخيل اليه من سحرهم: فعل مجہول وظرف لغو اول وثانی، انها تسعى: جملہ اسمیہ نائب الفاعل، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿فاوجس في نفسه خيفة موسى ○ قلنا لا تخف انك انت الاعلى﴾.
ف: عاطفہ، اوجس في نفسه خفية موسى: فعل وظرف لغو ومفعول وفاعل ملکر جملہ فعلیہ، قلنا: قول، لا تخف: فعل نہی بافاعل ملکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ، انك حرف مشبہ واسم، انت الاعلى: جملہ اسمیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿والق ما في يمينك تلقف ما صنعوا﴾.
و: عاطفہ، الق: فعل امر بافاعل، مافي يمينك: موصول صلہ ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، تلقف: فعل بافاعل، ما صنعوا: موصول

صلہ ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ جواب امر واقع ہے۔

﴿انما صنعوا كيد سحر ولا يفلح الساحر حيث اتى﴾.

ان : حرف مشبہ، ما صنعوا: موصول صلہ ملکر اسم، كيد: مضاف، سحر: ذوالحال، و: حالیہ، لا يفلح الساحر: فعل نفی وفاعل، حيث : مضاف، اتى : جملہ فعلیہ مضاف الیہ، ملکر ظرف، ملکر حال، ملکر مضاف الیہ، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿فالقى السحرة سجدا قالوا امنا برب هارون وموسى﴾.

ف: عاطفہ، القى: فعل مجہول، السحرة : ذوالحال، سجدا: حال ملکر نائب الفاعل، ملکر جملہ فعلیہ، قالوا: قول، امنا: فعل با فاعل، ب : جار، رب :مضاف، هرون وموسى :مضاف الیہ، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ مستانفہ۔

﴿قال امنتم له قبل ان اذن لكم انه لكبيركم الذى علمكم السحر﴾.

قال: قول، همزه: استفہامیہ، امنتم: فعل با فاعل، لہ: ظرف لغو، قبل: مضاف، ان اذن لكم: مصدر مؤول مضاف الیہ، ملکر ظرف، ملکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ، انـه : حرف مشبہ واسم، لام: تاکیدیہ، كبيـر كم : موصوف، الـذى : موصول، عـلـمـكـم السحر: جملہ فعلیہ صلہ، ملکر صفت، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿فلاقطعن ايديكم وارجلكم من خلاف﴾.

ف : فصیحہ، لام: تاکیدیہ، اقـطـعن: فعل با فاعل، ايـديـكـم : معطوف علیہ، و: عاطفہ، ارجـلـكـم : معطوف، ملکر ذوالحال، من خلاف: ظرف مستقر حال، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر قسم محذوف " اقسم" کے لیے جواب قسم، ملکر جملہ قسمیہ، شرط محذوف " اذا كان الامر كذلك" کی جزا، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿ولاوصلبنكم فى جذوع النخل ولتعلمن اينا اشد عذابا وابقى﴾.

و: عاطفہ، لام: تاکید، اوصـلـبنكم : فعل با فاعل ومفعول، فى جزوع النخل: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ ماقبل " لا قطعن " پر معطوف ہے، و: عاطفہ، لام :تاکیدیہ، تـعـلـمن : فعل با فاعل، اينا: استفہامیہ مبتدا، اشد: اسم تفضیل وضمیر ممیز، عـذابا: تمیز، ملکر فاعل، ملکر معطوف علیہ، و: عاطفہ، ابقى :معطوف، ملکر خبر، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ ماقبل " لا قطعن" پر معطوف ہے۔

﴿قالوا لن نؤثرك على ما جاء نا من البينت والذى فطرنا﴾.

قـالـوا: قول، لـن نـؤ ثـرك: فعل نفی با فاعل ومفعول، عـلـى: جار، مـاجـاء نـا : موصول صلہ، ملکر ذوالحال، من البينت: ظرف مستقر حال، ملکر معطوف علیہ، و: عاطفہ، الذى فطرنا: موصول صلہ ملکر معطوف، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿فاقض ما انت قاض انما تقضى هذه الحيوة الدنيا﴾.

ف : فصیحہ، اقض: فعل امر با فاعل، ما انت قاض :موصول صلہ، ملکر مفعول، ملکر شرط محذوف " اذا علمت هذا" کے لیے جزا، ملکر جملہ شرطیہ، انما: حرف مشبہ و ماکافہ، تقضى: فعل با فاعل، هذه الحيوة الدنيا :مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿انا آمنا بربنا ليغفرلنا خطينا وما اكرهتنا عليه من السحر﴾.

انا: حرف مشبہ واسم، امنا بربنا: فعل با فاعل وظرف لغو، لام : جار، يغفرلنا: فعل با فاعل وظرف لغو، خـطـينا: معطوف علیہ، و: عاطفہ، ما: موصولہ، اكـرهـتـنا عليه : جملہ فعلیہ صلہ، ملکر ذوالحال، من السحر: ظرف مستقر صفت، ملکر معطوف، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ بتقدیر "ان" مجرور، ملکر ظرف لغو ثانی، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿واللہ خیر وابقی O انہ من یات ربہ مجرما فان لہ جھنم لا یموت فیھا ولا یحیی ﴾۔

و: عاطفہ، اللہ: مبتدا، خیر: معطوف علیہ، و: عاطفہ، ابقی: معطوف ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ، انہ: حرف مشبہ واسم، من: شرطیہ مبتدا، یات: فعل "ھو" ضمیر ذوالحال، مجرما: حال، ملکر فاعل، ربہ: مفعول، ملکر شرط، ف: جزائیہ، ان: حرف مشبہ، لام: جار، ہ: ضمیر ذوالحال، لایموت فیھا: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، لا یحیی: جملہ فعلیہ معطوف، ملکر حال، ملکر مجرور، ملکر ظرف مستقر خبر مقدم، جھنم: اسم مؤخر، ملکر جواب شرط، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ ہوکر پھر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ومن یاتہ مومنا قد عمل الصلحت فاولئک لھم الدرجت العلی O جنت عدن تجری من تحتھا الانھر خالدین فیھا﴾.

و: عاطفہ، من: شرطیہ مبتدا، یات: فعل "ھو" ضمیر ذوالحال، مومنا: موصوف، قد عمل الصلحت: جملہ فعلیہ صفت، ملکر حال، ملکر فاعل، "ہ": ضمیر مفعول، ملکر شرط، ف: جزائیہ، اولئک: مبتدا، لام: جار، ھم: ضمیر ذوالحال، خلدین فیھا: شبہ جملہ حال، ملکر مجرور، ملکر ظرف مستقر خبر مقدم، الدرجت العلی: مرکب توصیفی مبدل منہ، جنت عدن: موصوف، تجری من تحتھا الانھر: جملہ فعلیہ صفت، ملکر بدل، ملکر مبتدا مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ ہوکر خبر، ملکر جواب شرط، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿وذلک جزؤا من تزکی﴾.

و: عاطفہ، ذلک: مبتدا، جزؤا: مضاف، من تزکی: موصول صلہ ملکر مضاف الیہ، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

کیا سید عالم ﷺ، ابوبکر وعمر ایک ھی مٹی سے مخلوق ھوئے:

۱...... ہمارے جدامجد حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق مٹی اور پانی سے ہوئی ہے، اوران کی بائیں پسلی سے بی بی حوا کی تخلیق ہوئی۔ بی بی حوا وحضرت آدم علیہ السلام کے ملاپ سے نسل انسانی کا طویل سلسلہ چل پڑا۔ اور دنیا کے مختلف گوشوں میں پھیلا ہوا ہے۔ نطفہ اور حیض کا خون نسل انسانی کی پیدائش کے اسباب میں سے ہیں۔ یہ دونوں غذا سے، غذا گوشت وسبزیوں سے اور گوشت حیوانوں کے سبزیاں کھانے سے، سبزیاں بارش سے پیدا ہوتی ہیں۔ پس اس بنا پر ثابت ہوتا ہے کہ چونکہ انسان کا نطفہ اور حیض سبزیوں سے بنتا ہے اور یہ سبزیاں زمین سے اگتی ہیں لہذا ہر انسان اس معنی کے لحاظ سے بھی مٹی سے پیدا ہوا ہے۔

☆...... حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "جو بچہ بھی پیدا ہوتا ہے اس کے اوپر اس کی قبر کی مٹی چھڑکی جاتی ہے، ابو عاصم نے کہا تم ابوبکر وعمر کے لیے اس جیسی فضیلت نہیں پاسکوگے، کیونکہ ان دونوں کی مٹی رسول اللہ کی مٹی سے ہے۔

(حلیۃ الاولیاء، رقم: ۲۳۸۹)

☆...... حضرت ابن عباس نے فرمایا: "ہر انسان کو اس مٹی میں دفن کیا جاتا ہے جس سے وہ پیدا ہوا ہے"۔

(مصنف عبدالرزاق، باب: یدفن فی التربۃ التی منھا خلق، رقم: ۶۵۵۸، ج۳، ص ۳۳۵)

☆...... حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جو بچہ بھی پیدا ہوتا ہے، فرشتہ زمین سے مٹی لے کر اس کی ناف کاٹنے کی جگہ پر رکھتا ہے، اس مٹی میں اس کی شفاء ہوتی ہے اور اسی میں اس کی قبر ہوتی ہے"۔

(المرجع السابق، رقم: ۶۵۶۰)

☆...... خطیب نے کتاب المتفق والمفترق میں عبداللہ بن مسعود سے روایت کی کہ حضور سید عالم ﷺ نے فرمایا: "ہر بچہ کی ناف میں

اس مٹی کا حصہ ہوتا ہے جس سے وہ بنایا گیا ہوتا یہاں تک کہ اسی میں دفن کیا جائے گا اور میں اور ابوبکر و عمر ایک مٹی سے بنے، اسی میں دفن ہوں گے۔ (فتاوی افریقہ، ص ۹۹،۱۰۰)

حضرت موسی علیہ السلام کے حالات زندگی:

۲......آپ علیہ السلام کا نام موسی بن عمران بن قاھث بن عازر بن لاوی بن یعقوب بن اسحاق بن ابراھیم تھا ۔آپ علیہ السلام کا ذکر مبارک قرآن مجید میں کئی مقامات پر طوالت اور اختصار کے ساتھ آیا ہے۔ اکثر اقوال کے مطابق آپ علیہ السلام کو چالیس سال کی عمر مبارک میں نبوت سے سرفراز فرمایا گیا۔ (البدایة والنهایة، قصة موسی کلیم الجزء ۱، ج ۱ ص ۲۶۳ وغیرہ ملخصاً وملتقطاً)

☆......حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "شب معراج میں کثیب احمر کے پاس حضرت موسی علیہ السلام کے قریب سے گزرا تو میں نے دیکھا کہ حضرت موسی علیہ السلام اپنی قبر میں کھڑے نماز پڑھ رہے ہیں۔

(سنن نسائی، کتاب قیام اللیل و تطوع النهار، باب ذکر صلاة نبی الله موسی، رقم: ۱۶۲۷، ص ۴۱۶)

اس حدیث سے حضرات انبیائے کرام علیہم السلام کی حیات بعد از ممات ثابت ہوتی ہے۔

حضرت موسی علیہ السلام نے ایک سو بیس سال کی زندگی گزاری، حضرت موسی علیہ السلام اور حضرت یوسف علیہ السلام کے مابین ایک سو چالیس سالوں کا زمانہ ہے۔ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت موسی علیہ السلام کے مابین سات سو سال کا زمانہ ہے۔ حضرت موسی علیہ السلام کے دور کے فرعون کا نام ولید بن مصعب بن الریان تھا اور فرعون اس کا لقب تھا اور اصل میں فرعون کسی شخص کا نام ہے پھر اس علم (نام) کو بطور لقب زمانہ جاہلیت میں مصر کے ہر بادشاہ کے لئے بولا جانے لگا، فرعون نے چھ سو بیس سال کی زندگی بسر کی اور اس نے چار سو سال حکومت کی، اور اس دوران اسے کبھی کوئی تکلیف نہ پہنچی اس کی کنیت ابو مرۃ تھی، ایک قول کے مطابق اس کی کنیت ابو عباس تھی اور اس سے مراد دوسرا فرعون ہے اور فرعون اول اس کا بھائی ہے اور اس کا نام قابوس بن مصعب عمالقہ کا بادشاہ ہے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دور کے فرعون کا لقب نمرود ہے اور اس امت کا فرعون ابو جہل ہے۔ (الصاوی، ج ۲، ص ۲۷۷ ملتقطاً، ملخصاً) (عطائین، ج ۲، ص ۳۱۹)

جادو کسے کہتے ہیں؟

۳......شیخ جرجانی فرماتے ہیں کہ سحر سے مراد تخییل (کوئی چیز مشتبہ کرنا)، ملمع سازی اور اس چیز کا ارادہ کرنا ہے جس کی کوئی اصل نہ ہو جیسا کہ کئی متکلمین کے نزدیک سحر کی یہی تعریف ہے۔ (التعریفات، ص ۱۲۱)

جن سے فرعون نے قرب کا وعدہ کیا تھا کہ اگر تم موسی علیہ السلام پر غالب آگئے تو میرے مقرب ہو جاؤ گے ان جادوگروں کی تعداد کے بارے میں مفسرین کا اختلاف ہے، مقاتل کے نزدیک ان کی تعداد بہتر تھی جن میں دو قبطی اور ستر بنی اسرائیلی تھے، کلبی کے قول کے مطابق ان کی تعداد اہل نینوی کے ستر عام آدمی تھے، کعب کے قول کے مطابق بارہ ہزار اور سدی کے مطابق تین ہزار اور کچھ زائد، عکرمہ کے مطابق ستر ہزار اور محمد بن منکدر کے مطابق اسی ہزار جادوگر تھے، مقاتل کہتے ہیں کہ جادوگروں کا سردار شمعون تھا اور ابن جریج کے مطابق یوحنا نامی شخص جادوگروں کا سردار تھا۔ (البغوی، ص ۳۱۷)

مفسر کی عبارت سے یہ بات معلوم ہوئی کہ سحر میں محض خیال بندیاں ہوتی ہیں۔انسان کی آنکھوں کو حقیقت کے پہچاننے سے روک دیا جاتا بلکہ یوں کہنا زیادہ مناسب ہوگا کہ نظر بندی کردی جاتی ہے اور انسان کسی چیز کی حقیقت کو جاننے سے قاصر رہتا ہے جیسا کہ ہم نے سحر کی تعریف میں مذکورہ بالا حاشیہ نمبر''۱'' کے تحت کلام کیا ہے۔ (الصاوی، ج۲،۲۷۸)

اللہ عزوجل پر بہتان باندھنے کا جرم:

۴......ہر ذی شعور جانتا ہے کہ اللہ پر جھوٹ باندھنا، بہتان گھڑنا، اپنی من مانی بات داخل کرنا، نقصان وخسارے کے سوا کیا حاصل ہوسکتا ہے؟ خود خالق کائنات کا بیان ہے:﴿ولا یزید الظالمین الا خسارا اور اس سے ظالموں کو نقصان ہی بڑھتا ہے(بنی اسرائیل:۸۲)﴾۔ذات باری کے بارے میں اہل سنت وجماعت کا عقیدہ یہ ہے کہ اللہ عزوجل کی ذات ہر خوبی وکمال کی جامع ہے، اور ہر اُس چیز سے جس میں عیب ونقص ہو پاک ہے، یعنی عیب ونقصان کا اُس میں ہونا محال ہے، بلکہ جس بات میں کمال ہو نہ نقصان، وہ بھی اس کے لیے محال، مثلاً جھوٹ، دغا، خیانت، ظلم، جہل، بے حیائی، وغیرہ عیوب اُس پر قطعاً محال ہیں اور یہ کہنا کہ جھوٹ پر قدرت ہے بایں معنی کہ وہ خود جھوٹ بول سکتا ہے، محال کو ممکن ٹھہرانا اور خدا کو عیبی بتانا بلکہ خدا سے انکار کرنا ہے اور یہ سمجھنا کہ محالات پر قادر نہ ہوگا تو قدرت ناقص ہو جائے گی باطل محض ہے، کہ اس میں قدرت کا کیا نقصان، نقصان تو اُس محال کا ہے کہ تعلق قدرت کی اُس میں صلاحیت نہیں۔

(بہار شریعت مخرجه، باب عقائد متعلقه ذات و صفات، ج۱، ص ٦ وغیرہ)

باادب بانصیب:

۵......جادوگر بولے اے موسیٰ علیہ السلام یا تو آپ علیہ السلام اپنا عصا ڈالیں یا ہم ابتدا کریں، یعنی اپنی لاٹھیاں اور رسیاں ڈالیں ۔اس آیت مبارکہ میں ایک لطیف نکتہ ہے اور وہ یہ ہے کہ جادوگروں نے ادب کرتے ہوئے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی رعایت فرمائی کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنے اوپر مقدم کیا اور کوئی شک نہیں کہ اللہ عزوجل نے اپنے نبی کے ادب کے صدقے میں ان پر ایمان اور ھدایت کے ذریعے احسان فرمایا ہو کہ انھوں نے اولاً ادب کی رعایت فرمائی اور اپنی رغبت اس بارے میں ظاہر فرمائی ۔حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جادوگروں سے کہا کہ تم اپنی ذات کو لاٹھیاں اور رسیاں ڈالنے میں مقدم کرو، ہوسکتا ہے کہ کسی کے ذہن میں یہ سوال آئے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جادوگروں کو ابتدا کرنے کی اجازت کیسے دے دی؟ جب کہ آپ علیہ السلام جانتے تھے کہ یہ جادو ہے اور جادو کرنا جائز نہیں ہے؟ میں یہ کہوں گا کہ اس بارے میں علماء نے کئی جوابات دیئے ہیں، ان میں سے ایک جواب یہ ہے کہ اگر تم اپنے فعل کو سچ جانتے ہو تو ڈالو اور اگر ایسا نہیں ہے تو نہ سہی، دوسرا جواب یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کو رسیاں اور لاٹھیاں ڈالنے کا حکم دیا تا کہ اپنا معجزہ عصاء ظاہر کرسکیں کیونکہ اگر وہ ابتداء نہ کرتے تو آپ علیہ السلام کو معجزہ ظاہر کرنے کا موقع نہ ملتا، تیسرا جواب یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام جانتے تھے کہ ان لوگوں کا رسیاں اور لاٹھیاں ڈالنا ضروری ہے اور تخییر (یعنی دو چیزوں میں سے ایک کو منتخب کرنے) کا وقوع تقدیم وتاخیر سے ہوتا ہے لہذا آپ علیہ السلام نے انہیں تقدیم کا حکم دیا تا کہ ان پر معجزہ کا ظہور بھی اسی طرح غلبے سے ہو اسلئے کہ اگر (حضرت موسیٰ علیہ السلام) ابتدا کرتے تو انہیں غلبہ وظہور حاصل نہ ہوتا اس لئے آپ علیہ السلام نے انہیں (یعنی جادوگروں کو) ابتداء کرنے کا حکم دیا۔جب جادوگروں نے

ابتداء کی تو لوگوں کی آنکھوں کو حقیقت کے ادراک کرنے سے اپنی ملمع سازی اور تخییل کے ذریعے پھیر دیا اور یہی جادو ہے۔ اور یہی واضح فرق جادو اور معجزہ کے مابین ہے کہ جادو بشر کا فعل ہے اور معجزہ حضرات انبیائے کرام علیہم السلام کا اللہ ﷻ کی جناب سے، اور ایک فرق جادو اور معجزہ میں یہ بھی ہے کہ جادو میں آنکھوں کی نظر بندی ہوتی ہے کہ کسی چیز کی حقیقت کو جان لینے سے نظر کو پھیر دیا جائے جبکہ معجزہ میں کسی چیز کی حقیقت نفس ہی کو پھیر دیا جاتا ہے جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا دوڑنے والا اژدھا بن گیا۔ (الخازن، ج۲، ص۲۳۵)

معجزہ جادو سے کیوں مختلف ہے؟

۱.....وہ خرق عادت کام جو خیر وسعادت کی دعوت پر مبنی ہو اور اس خرق عادت کام کا دعوی کرنے والا وصف نبوت سے متصف ہو اور اس دعوے کے اظہار سے اس کا مقصد یہ ہو کہ وہ اللہ ﷻ کا رسول ہے۔ (التعریفات، ص۲۱۷)

☆...... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا "حضرات انبیائے کرام علیہم السلام میں سے کوئی نبی ایسا نہیں ہے کہ جسے اس قدر معجزات نہ دیئے گئے ہوں کہ اس کی وجہ سے کوئی بشر اس پر ایمان لے آئے اور مجھے اللہ ﷻ نے وحی (یعنی قرآن مجید) عطا فرمایا اور مجھے امید ہے کہ قیامت کے دن میرے متبعین کی تعداد دیگر نبیوں کے پیروکار سے زیادہ ہوگی۔

(صحیح البخاری، کتاب فضائل القرآن، باب کیف نزل الوحی، رقم:۴۹۸۱، ص۸۹۴)

اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے امام ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں کہ نبی پاک ﷺ نے فرمایا: کہ مجھے قرآن بطور معجزہ دیا گیا ہے اس لئے کہ اللہ ﷻ نے ہر نبی کو خاص معجزہ عطا فرمایا اور اس معجزہ جیسا بعینہ کمال کسی اور کو نہ دیا اور یہ اسلئے کیا تا کہ قوم اس معجزہ کے ذریعے نبی کے تابع ہو جائے۔ اور ہر نبی کا معجزہ اس کی قوم کی حسب حالت ہوا کرتا تھا جیسا کہ فرعون کے دور سلطنت میں جادو کا دور دورہ تھا لہذا موسیٰ علیہ السلام کو عصاء والا معجزہ دیا گیا، جس نے فرعونیوں کی تمام بناوٹیں نگل لیں اور ایسا کسی جادوگر سے نہ ہو پایا، اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے مردے زندہ کئے، مادر زاد اندھوں اور کوڑھیوں کو درست کیا، اس کی وجہ یہ تھی کہ اس دور میں طب اپنے عروج پر تھی اسی لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اسی مناسبت سے معجزہ دیا گیا کہ ان جیسی قدرت کسی طبیب میں نہ پائی جاتی تھی، اسی طرح جس زمانے میں نبی پاک ﷺ عرب میں مبعوث ہوئے اس وقت عرب کے لوگ بلاغت میں غایت درجے کا کمال رکھتے تھے، سید عالم ﷺ کو قرآن (بطور معجزہ) دیا گیا اور انہیں چیلنج کیا گیا کہ اس کی مثل کوئی ایک سورت لائیں مگر وہ نہ لا سکے، قرآن مجید کی عظمت کے حوالے سے ایک قول یہ بھی ہے کہ قرآن کا مثل کچھ بھی نہیں ہو سکتا نہ صورتا اور نہ ہی حقیقتا بخلاف دیگر معجزات کے کہ وہ (کسی نہ کسی اعتبار سے) مثل ہونے سے خالی نہیں ہیں، ایک قول یہ بھی ملتا ہے کہ ہر نبی کو جو معجزات دیئے گئے اس کی مثل ان سے پہلے کہیں نہ کہیں صورتا یا حقیقتا ضرور موجود تھی لیکن قرآن کے مثل کسی کو پہلے کبھی نہ دیا گیا اسی لئے یہ کہا گیا کہ "میں امید کرتا ہوں کہ بروز قیامت میرے متبعین کی تعداد سب سے زیادہ ہوگی"۔ (فتح الباری، کتاب فضائل القرآن، باب کیف نزل الوحی، رقم:۴۹۸۱، ج۹، ص۸)

علامہ احمد بن محمد قسطلانی معجزہ کی شرائط ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں (۱)......معجزہ وہ کام ہوتا ہے جو عادتاً محال ہو جیسے کسی کا چاند کے دو ٹکڑے کرنا، انگلیوں سے پانی کا پھوٹ پڑنا، لاٹھی کا اژدھا بن جانا اور پتھر سے اونٹنی کا نکالنا، اس قید سے وہ کام خارج ہو گئے

جو عادت کے مطابق ہوں۔(۲)......اس فعل کے معارضہ اور مقابلہ کو پیش کیا جائے اور بعض کا کہنا یہ بھی ہے کہ اس فعل کے ساتھ رسالت کا دعویٰ مقرون ہو۔(۳)......رسالت کا دعویٰ کرنے والے نے جس فعل کو صادر کیا ہے کوئی اور شخص اس فعل کی مثل نہ لاسکے بعض نے یہ بھی کہا کہ معارضہ سے مامون ہونے کی ساتھ دعویٰ رسالت کا ہونا بھی شرط ہے۔اس قید سے وہ امور نکل گئے جو خلاف عادت ہوں اور دعویٰ نبوت سے پہلے ہوئے ہوں جیسے اعلان نبوت سے پہلے ہمارے پیارے نبی ﷺ پر بادل کا سایہ کرنا اور شق صدر وغیرہ ان کو ارہاص کہتے ہیں اس طرح اس قید سے اولیاء اللہ کی کرامات بھی خارج ہوگئیں کیونکہ ان کے ساتھ بھی دعویٰ نبوت مقرون نہیں ہوتا۔قاضی ابوبکر باقلانی کہتے ہیں کہ معجزہ کی تعریف میں جو تحدی کی شرط لگائی گئی ہے یعنی اس فعل کے معارضہ اور مقابلہ کو طلب کیا جانا،اس کی دلیل نہ تو کہیں کتاب میں ہے اور نہ ہی کہیں حدیث میں اور نہ ہی اس پر اجماع ہے اور بے شمار معجزات ایسے ہیں جن کے صدور پزیر ہونے میں نہ تو معارضہ کی طلب ہوئی اور نہ ہی مقابلہ کی مثلاً کنکریوں کا کلمہ پڑھنا،انگلیوں سے پانی کا پھوٹ پڑنا،ایک صاع (چار کلوگرام) کھانا دوسو آدمیوں کو پیٹ بھر کر کھلا دینا،آنکھ میں لعاب دھن ڈالنا،بکری کے گوشت کا کلام کرنا،اونٹ کا بارگاہ رسالت میں شکایت کرنا،اور یہ تحقیق ہے کہ سوائے قرآن مجید کے اور کسی معجزہ میں تحدی نہ کی گئی۔(۴)......ایک شرط یہ بھی ہے کہ وہ فعل مدعی نبوت کے دعویٰ کے موافق ہو اگر وہ خلاف عادت فعل مدعی نبوت کے دعویٰ کے خلاف ہو تو اسے معجزہ نہیں بلکہ اہانت کہتے ہیں۔

(شرح زرقانی، کتاب فی المعجزات والخصائص، باب المقصد الرابع، ج٦،ص٤٠٦ وغیرہ ملخصاً)

ہم طلباء کی سہولت کو پیش نظر رکھتے ہوئے یہ بات بتانا چاہتے ہیں کہ قرآن مجید میں لفظ معجزہ کہیں نہیں ذکر ہوا بلکہ اس کے بجائے برھان،آیۃ اور بینہ کے لفظ ذکر کیے گئے ہیں۔المواھب اللدنیہ کی متذکرہ عبارت سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ خرق عادت کام اگر نبی سے اعلان نبوت سے پہلے صادر ہو تو اسے ارھاص اور اگر اعلان نبوت کے بعد صادر ہو تو معجزہ اور غیر نبی (یعنی ولی اللہ) سے ایسا فعل جو عادتاً محال ہوتا ہے صادر ہو تو اسے کرامت اور کافر سے خرق عادت کا صدور اس کے کفر میں اضافے کا باعث ہوتا ہے اور اس کے اس فعل کو استدراج کہا جاتا ہے اور اگر کوئی خلاف عادت فعل کسی نبی سے اس کے دعویٰ نبوت کے خلاف صادر ہو تو اسے اہانت کہیں گے۔

ہمارے اس پرفتن دور میں جہاں اور دینی اور شرعی معاملات میں اختلاف ہو چلا اور بدمذہبوں نے بھولے بھالے مسلمانوں کی دین سے متعلق عدم توجہی اور کم علمی کا فائدہ اٹھاتے ہوئے غلط نظریات وعقائد کو عوام میں پھیلانا شروع کیا،وہاں اس بارے میں بھی کہ معجزہ نبی کے اختیار سے نہیں ہوتا اور نبی کو اس کے صدور پر کوئی اختیار نہیں ہے وغیرہ باتیں عوام میں پھیلانا شروع کردیں اور آج حال یہ ہے کہ مسلمان کو اس طرح کے مسائل میں اتنا الجھا دیا گیا کہ بسا اوقات بھولا بھالا مسلمان حقائق کو خواہ مخواہ ہی رد کرتا جاتا ہے۔ہم نے مناسب خیال کیا کہ لگے ہاتھوں اس حقیقت کو بھی آشکارا کردیا جائے تاکہ نہ صرف ہمارے طلباء بلکہ ہر پڑھنے والا شخص اس مسئلے کی حقیقت سے بخوبی واقف ہوجائے اللہ ﷻ اپنے پاک کلام کی برکت سے حق بیان کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

☆...... حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ "مسجد (نبوی) کی چھت کھجور کے پتوں سے بنائی گئی تھی سید عالم ﷺ ان میں سے ایک تنے پر ٹیک لگائے خطبہ فرماتے تھے پھر جب منبر بنادیا گیا تو حضور ﷺ اس پر تشریف فرما ہو کر خطبہ فرماتے ہم نے سنا کہ اس لکڑی کے سوکھے تنے سے رونے کی ایسی آواز آئی جیسے کوئی اونٹنی اپنے بچے کے فراق میں روتی ہے حتی کہ سید عالم نبی محتشم ﷺ نے اس سوکھے تنے پر اپنا دست شفقت پھیرا تو اس کا رونا بند ہو گیا۔ (صحیح البخاری، کتاب المناقب، باب علامات النبوۃ، رقم:۳۵۸۶، ص۶۰۲)

☆...... حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی پاک ﷺ تبوک کے لئے تشریف لے جارہے تھے کہ دوران سفر ایک شخص سفید کپڑوں میں ملبوس ریگستان سے آتا دکھائی دیا، نبی پاک ﷺ نے فرمایا کہ "کُنْ ابا خیثمۃ" یعنی اے پیچھے آنے والے ابوخیثمہ ہو جا تا! وہ ابوخیثمہ انصاری ہو گیا۔ (صحیح مسلم، کتاب التوبۃ، باب حدیث توبۃ کعب بن مالک، رقم:۲۷۶۹/۶۹۱۰، ص۱۳۵۷)

علامہ نووی فرماتے ہیں کہ قاضی عیاض نے فرمایا کہ اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ کن تحقیق اور وجود کے لئے آتا ہے اور نبی پاک ﷺ نے اس آنے والے شخص سے یہ فرمایا کہ اے شخص تو حقیقتاً ابا خیثمۃ ہو جا! قاضی عیاض نے جو کچھ کہا ہے یہی صحیح ہے اور یہاں حضور ﷺ کے فرمان کے معنی کو سمجھنے کے لئے تقدیر عبارت یوں ہوگی کہ اللھم اجعلہ ابا او ابو خیثمۃ یعنی اے اللہ عزوجل تو اسے ابوخیثمہ کر دے!۔ (شرح نووی علی مسلم، کتاب التوبۃ، باب حدیث توبۃ کعب بن مالک، رقم:۶۹۱۰، ص۱۶۱۹)

علامہ غلام رسول سعیدی صاحب اسی حدیث مذکورہ کے تحت شرح صحیح مسلم جلد نمبر ۷ صفحہ ۵۴۶ پر فرماتے ہیں کہ شیخ انور شاہ کاشمیری نے فیض الباری شرح بخاری میں لکھا شیخ عبد الغنی نابلسی نے عارف جامی سے نقل کیا ہے کہ ایک آدمی نے عارف جامی کی دعوت کی اور عمداً مردہ مرغی پکادی، عارف جامی نے کہا "اللہ کے اذن سے زندہ ہو" وہ مرغی زندہ ہو گئی، اسی طرح شیخ عبد القادر جیلانی کے وعظ میں ایک چیل نے شور مچا کر خلل ڈالا، آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا "اللہ تیری گردن کاٹ دے، وہ اسی وقت مرکز مین پر گر گئی ،وعظ کے بعد آپ نے فرمایا "اللہ کے اذن سے اٹھ جا" وہ اٹھ گئی۔

شیخ بنوری کا کہنا ہے کہ: میں نے شیخ بدر عالم میرٹھی سے سنا ہے کہ ایک طالب علم جو کی روٹی کھا رہا تھا اور شیخ عبد القادر جیلانی بھنی ہوئی مرغی کھا رہے تھے، طالب علم کی ماں اس سے ملنے آئی تو اس نے کہا آپ مرغی کھا رہے ہیں اور میرا بیٹا جو کی روٹی کھا رہا ہے! حضرت شیخ نے مرغی کی طرف اشارہ کر کے کہا "اللہ کے اذن سے کھڑی ہو جا" وہ زندہ ہو گئی، شیخ نے فرمایا: جب تیرا بیٹا اس مقام پر پہنچے گا تو وہ بھی مرغی کھالے گا۔ (فیض الباری، ج ۲، ص ۶۱، مطبوعہ مجلس علمی سورت ہند مع حاشیہ شیخ محمد یوسف بنوری)

مولانا رشید احمد گنگوہی اور دیگر علمائے دیوبند کا نظریہ اس بارے میں جدا ہے۔ چنانچہ ہم مناسب خیال کرتے ہیں کہ یہاں فتاوی رشیدیہ کامل کی عبارت نقل کریں تاکہ ان کے نظریئے کی مزید وضاحت ہو جائے "بعض اولیاء کو اللہ عزوجل آلہ تکمیل اور ارشاد خلق بناتا ہے کہ اس کے ذریعے سے باذن اللہ مطالب برآمد ہوتے ہیں نہ کہ اولیاء خود متصرف و مستقل بنتے ہیں اور ظاہر ہے کہ جب وہ آلہ ٹھہرے تو اگر چہ حاجت روائی تو بذریعہ آلہ ہوتی ہے مگر خود آلہ سے بھی دعا و استعانت طلب کرنا شرک ہے، پس ایسی صورت میں متصرف حقیقی کو چھوڑ کر آلہ سے طلب کرنا بھی خالی از مشابہت شرک نہیں۔ (فتاوی رشیدیہ کامل، ص ۲۰۳) مولانا صاحب کی عبارت سے یہ بات سامنے آئی کہ حضرات اولیائے کرام و (انبیائے کرام) سے معجزات و کرامات کا صدور ہونا محض اللہ عزوجل کی مرضی واختیار سے

ممکن ہے، ان حضرات کو خود کوئی اختیار نہیں ہے اور ان کی حیثیت قدرت الٰہی کے سامنے ایک آلہ کی سی ہے اور بس، ہمارا کہنا یہ ہے کہ اگر ان کی مان لی جائے تو ان تمام روایات اور اختیارات کا انکار لازم آئے گا جو ان حضرات کے حوالے سے ہم نے بھی ذکر کیے اور دیگر کتب صحیحہ میں پائے جاتے ہیں۔ اور علامہ عینی نے عمدۃ القاری اور نووی نے شرح نووی میں حدیث جریج کے حوالے سے لکھا کہ بعض اوقات حضرات اولیاء کرام سے کرامات ان کی اپنی طلب اور اختیار سے واقع ہوتی ہیں۔ (عطائین، ج۲، ص۱۰۳ وغیرہ)

اظہار ایمان سے قبل جادوگروں کا سجدہ کرنا:

۷۔۔۔ یہاں کسی کے ذہن میں یہ سوال آسکتا ہے کہ جادوگروں پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کا معجزہ دیکھ کر ایمان لانا واجب تھا نہ کہ سجدہ، انہوں نے سجدہ کو ایمان لانے پر کیوں مقدم کیا؟ میں (علامہ خازن) اس کا جواب یہ دوں گا کہ جب اللہ عزوجل نے ان کے دل میں ایمان اور معرفت کو ڈال دیا تو وہ اللہ عزوجل کی دی ہوئی ہدایت اور ایمان باللہ اور تصدیق رسول پر شکر ادا کرنے کے لیے سجدے میں گر پڑے پھر اس کے بعد انہوں نے اپنا ایمان ظاہر کیا، ایک قول یہ بھی ہے کہ جب جادوگروں نے اللہ عزوجل کی عظیم قدرت اور امر عصاء پر اس کا غلبۂ اقتدار دیکھا کہ اس عظیم کارنامے پر کسی بشر کو قدرت نہیں ہوسکتی اور جادوگروں کے تمام شبہات زائل ہوگئے جو کہ ان کے دلوں میں تھے اور اس عظیم قدرت کو دیکھ کر اس احکم الحاکمین کی بارگاہ میں اس کی شان کی تعظیم کی خاطر سجدے میں گر گئے اس کے بعد انہوں نے اپنا ایمان ظاہر کیا، ایک قول یہ ہے کہ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ جب جادوگروں نے معجزہ دیکھا تو پہچان گئے کہ یہ امر سماوی ہے جادو نہیں ہے لہٰذا وہ سجدے میں گر گئے اور بولے ہم عالمین کے رب عزوجل اور موسیٰ علیہ السلام و ہارون علیہ السلام کے رب عزوجل پر ایمان لائے۔ (الخازن، ج۲، ص۲۳۶)

یہاں ہم ضمناً سجدے کا طریقہ بھی ذکر کر دیتے ہیں چنانچہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”جب کوئی شخص سجدہ کرے تو وہ سات ہڈیوں پر سجدہ کرے منہ، دونوں ہاتھ، دونوں گھٹنے اور دونوں پنجے“۔

(صحیح مسلم، کتاب الصلاۃ، باب اعضاء السجود و النہی، رقم: ۱۰۹۷، ص۲۳۵)

وقت مصیبت توبہ ودعا کرنا:

۸۔۔۔ یہاں جادوگروں نے یہ دعا کی کہ اے اللہ عزوجل تو ہم پر صبر انڈیل دے اور ہمیں مسلمان اٹھا! جادوگروں نے صبر اس لئے مانگا تھا کہ فرعون نے کہا تھا کہ میں تمہارے ہاتھ پاؤں مخالف سمت کاٹوں گا اور تمہیں سولی دونگا۔ فرعون کی جانب سے آنے والی اس آزمائش پر انہوں نے صبر کی دعا مانگی اور یہ بھی دعا مانگی کہ اللہ عزوجل انہیں دین حق پر ثابت قدم رکھے آمین۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ فرعونی دن کے اول وقت میں جادوگر تھے اور آخر وقت میں شہید۔ (الخازن، ج۲، ص۲۳۷)

بی بی آسیہ کے ایمان پر استدلال:

۹۔۔۔ علامہ قرطبی فرماتے ہیں: فرعون کی بیوی لوگوں سے پوچھ رہی تھی کہ معرکہ میں کون غالب رہا؟ اس کو بتایا گیا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام غالب رہے، تو اس نے کہا کہ میں موسیٰ علیہ السلام و ہارون علیہ السلام کے رب پر ایمان لے آئی، فرعون نے کسی

شخص کواس کے پاس بھیجا کہ اگر وہ اپنے ایمان سے رجوع نہ کرے تو اس کے اوپر پتھر کی ایک بھاری چٹان گرادو، جب وہ لوگ اس کے پاس گئے تو اس نے آسمان کی طرف نظر اٹھا کر دیکھا تو اس کو جنت میں اپنا مکان نظر آیا، وہ اپنے ایمان پر قائم رہی اور اسی حال میں اس کی روح قبض ہوگئی، جس وقت اس کے جسم پر بھاری پتھر گرایا گیا اس کے جسم میں روح نہیں تھی۔(الجامع الاحکام القرآن، الجزء ۱۶، ص ۲۰۳)

اغراض: بخلق ابیکم ادم منها : تمام مخلوق سوائے آدم، زمین سے بالواسطہ مقلوب ہوئی، یہ ایک قول ہے، جب کہ دوسرا قول یہ ہے کہ تمام انسان بلاواسطہ مٹی سے پیدا ہوئے کیونکہ نطفہ رحم میں رکھا جاتا ہے، اور موکل فرشتہ اس مقام کی مٹی اٹھا کر ماں کے رحم میں رکھتا ہے جہاں پیدا ہونے کے بعد وقت مقررہ پر موت آنے پر دفن ہوگا، پس فرشتہ اس مٹی کو نطفہ کے ساتھ چھوڑ دیتا ہے اور اللہ اس "نسمة" سے جو کہ مٹی و نطفہ کے مجموعے کو کہتے ہیں انسان کی تخلیق فرماتا ہے۔

ادبر: سے مراد مجلس سے پھر جانا ہے۔ بهم الموعد : مراد زینت کا دن ہے جو کہ متوسط مکان یعنی اسکندریہ میں منعقد پایا۔

باشراک احد معه: یعنی اللہ ﷻ کے بارے میں جھوٹ بول کر اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرالو، معنی یہ ہے کہ اللہ ﷻ تمہارے لیے "ویل" (جہنم کی ایک وادی کا نام ہے) کو لازم کردے گا کہ تم نے اللہ کے بارے میں جھوٹ بول کر اس کے شریک ٹھہرالئے اور فرعون کی تصدیق کردی۔ یوم عید لهم : مراد یوم عاشورا ہے، اس بات پر اتفاق ہے کہ دن ہفتہ کا تھا۔

ای اشرافکم: کی تفسیر طریقتکم ہے، لوگوں میں معزز اور اشرف، اور یہ کہنے والے فرعون اور اس کے ساتھ کے لوگ تھے۔

من جهة ان سحرهم: یہ جملہ ایک اعتراض کے ضمن میں ہے جو کہ یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو خوف کیوں کر ہوا؟ جب کہ وہ اللہ کی جانب سے حق پر ہیں اور انہیں فرعونیوں کی کوئی بُرائی نہ پہنچے گی۔

ای جنسه: ایک وہم کے ازالے کا بیان ہے، جب کہ جادو کو کامیابی نہیں ملا کرتی، اس جملے میں اشارہ ہے کہ کلام میں عمومیت پائی جارہی ہے، گویا کہ یوں کہا گیا کہ ہر جادو کرنے والا کامیاب نہیں ہوتا چاہے یہ ہوں یا ان کے علاوہ کوئی اور ہوں۔

او عطف علی ما: تقدیر عبارت یوں ہے: "لن نؤثرک علی الذی جاء نا من البینت ،ولا علی الذی فطرنا"

تعلما وعلما: یعنی فرعون کاہنوں کے ذریعے ملنے والی بات سے باخبر تھا کہ ایک پیدا ہونے والا اس کی سلطنت کے تختے کو الٹ کر رکھ دے گا، الختصر۔ (الصاوی، ج ٤، ص ۷۷ وغیرہ)

رکوع نمبر: ۱۳

﴿وَلَقَدْ اَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى ۙ اَنْ اَسْرِ بِعِبَادِیْ ﴾بهمزةِ قطعٍ من اَسرٰی او همزةِ وَصْلٍ و كسرِ النُّونِ من سَرٰی لُغتان ای سِربهم ليلا من ارض مصر ﴿فَاضْرِبْ ﴾اِجعلْ ﴿لَهُمْ ﴾بالضَّربِ بِعصاكَ ﴿طَرِيْقًا فِی الْبَحْرِ يَبَسًا ۙ ﴾ای يَابسًا فامتثلَ ما اُمِرَ به وايْبَسَ الله الارضَ فَمَرُّوا فيها ﴿لَّا تَخٰفُ دَرَكًا ﴾ای ان يُدرِككَ فرعونُ ﴿وَّلَا تَخْشٰى ﴿۷۷﴾ ﴾غرقا ﴿فَاَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ بِجُنُوْدِهٖ ﴾وهو معهم ﴿فَغَشِيَهُمْ مِّنَ الْيَمِّ ﴾ای البحرِ ﴿مَا غَشِيَهُمْ ﴿۷۸﴾ ﴾ما غرقهم ﴿وَاَضَلَّ فِرْعَوْنُ قَوْمَهٗ ﴾بدعائهم الی عِبادته ﴿وَمَا هَدٰى ﴿۷۹﴾ ﴾بل اَوقعهم فی الهلاکِ خلافَ قولهِ وما اهدِيكُمْ اِلَّا سبيل الرشادِ ﴿يٰبَنِیْٓ اِسْرَآءِيْلَ قَدْ اَنْجَيْنٰكُمْ مِّنْ

عَـدُوَّكُـمْ ﴾فِرعونَ بِاِغراقِهٖ﴿وَوٰعَدْنٰكُمْ جَانِبَ الطُّورِ الْاَيْمَنَ ﴾فَنُؤتِی موسٰی التَّورٰةَ للعمَلِ بِها﴿وَنَزَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰى(۸۰)﴾هُـمـا التُّـرَنْـجَبِيـنَ والطَّيرُ السُّمانی بِتَخفِيفِ الميمِ والقَصرِ والمُنادی من وُجِدَ من اليهـودِ زَمَنَ النبی محمد ﷺ وَخُوطِبوا بما اُنعِمَ بِهٖ علی اَجْدادِهِمْ زمنَ النبیِّ موسی تَوطِئةً لقَولِهٖ تعالی﴿كُلُوا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ ﴾اَی المُنعَمَ بِهٖ عليكُمْ﴿وَلَا تَطْغَوْا فِيْهِ ﴾بِاَنْ تَكْفُروا المُنعِمَ بِهٖ﴿فَيَحِلَّ عَلَيْكُمْ غَضَبِیْ ج ﴾بِكسرِ الحاءِ ای يَجِبُ وَبِضمِّها يَنْزِلُ﴿وَمَنْ يَّحْلِلْ عَلَيْهِ غَضَبِیْ ﴾بِكسرِ اللامِ وَضَمِّها﴿فَقَدْ هَوٰى(۸۱)﴾سَقَـطَ فی النـارِ﴿وَاِنِّیْ لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ ﴾مِنَ الشِّركِ﴿وَآمَنَ ﴾وَحَّدَاللّٰهَ﴿وَعَمِلَ صَالِحًا ﴾يُصَدِّقُ بِالفرضِ والنَّفلِ﴿ثُمَّ اهْتَدٰى(۸۲)﴾بِاِسْتِمرارِهٖ علی ماذُكِرَ الی موتِهٖ﴿وَمَآ اَعْجَلَكَ عَنْ قَوْمِكَ ﴾لِمَجیءِ ميعادِ اَخْذِ التورٰةِ﴿يٰمُوْسٰى(۸۳) قَالَ هُمْ اُولَآءِ ﴾اَی بِالقُربِ مِنِّی يَاْتُونَ﴿عَلٰٓی اَثَرِیْ وَعَجِلْتُ اِلَيْكَ رَبِّ لِتَرْضٰى(۸۴)﴾عَنِّی ای زِيادةً علی رِضاكَ وَقَبْلَ الجوابِ اَتٰی بِالْاِعتِذَارِ بِحسبِ ظَنِّهٖ وَتَخَلُّفِ المَظْنُونِ كما﴿قَالَ ﴾تعالی﴿فَاِنَّا قَدْ فَتَنَّا قَوْمَكَ مِنْۢ بَعْدِكَ ﴾اَی بعدَ فِراقِكَ لهمْ﴿وَاَضَلَّهُمُ السَّامِرِیُّ(۸۵)﴾فَعَبَدُوا العِجلَ﴿فَرَجَعَ مُوْسٰٓی اِلٰی قَوْمِهٖ غَضْبَانَ ﴾مِن جِهَتِهِمْ﴿اَسِفًا ج ﴾شَديدَالحُزنِ﴿قَالَ يٰقَوْمِ اَلَمْ يَعِدْكُمْ رَبُّكُمْ وَعْدًا حَسَنًا ط ﴾اَی صِدقًا اَنَّهٗ يُعطِيكُمُ التَّورٰةَ﴿اَفَطَالَ عَلَيْكُمُ الْعَهْدُ ﴾مُدَّةُ مُفارَقَتِی اِيَّاكُمْ﴿اَمْ اَرَدْتُّمْ اَنْ يَّحِلَّ ﴾يَجِبَ﴿ عَلَيْكُمْ غَضَبٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ ﴾بِعِبادَتِكُمُ العِجْلَ﴿فَاَخْلَفْتُمْ مَّوْعِدِیْ (۸٦)﴾وَتَرَكْتُمُ المجیءَ بَعدِی﴿قَالُوْا مَآ اَخْلَفْنَا مَوْعِدَكَ بِمَلْكِنَا ﴾مُثَلَّثُ الميمِ ای بِقُدرتِنا او بِامرِنا﴿وَلٰكِنَّا حُمِّلْنَا ﴾بِفَتْحِ الحاءِ مُخَفَّفًا وَبِضَمِّهَا و كَسْرِ الميمِ مُشَدَّدًا﴿اَوْزَارًا ﴾اَثْقالًا﴿مِّنْ زِيْنَةِ الْقَوْمِ ﴾اَی حُلِیِّ قَومِ فِرعونَ اِسْتَعارَهَا منهم بَنوا اسرائيلَ بِعلّةِ عُرسٍ فَبَقِيَتْ عِندَهُمْ﴿فَقَذَفْنٰهَا ﴾طَرَحْناها فی النارِ بِاَمرِ السامِرِیِّ﴿فَكَذٰلِكَ ﴾ كما اَلْقَينا﴿اَلْقَی السَّامِرِیُّ(۸۷)﴾ما معه من حُلِيِّهِمْ ومن الترابِ الَّذی اَخَذَهٗ من اَثَرِ حَافِرِ فَرَسِ جبرائيلَ علی الوجهِ الْاٰتِی﴿فَاَخْرَجَ لَهُمْ عِجْلًا ﴾صَاغَهٗ لَهم مِن الحلیِّ﴿جَسَدًا ﴾لَحْماً وَدَماً﴿لَّهٗ خُوَارٌ ﴾ای صَوتٌ يُسمَعُ ای اِنْقَلَبَ كَذالكَ بِسَبَبِ الترابِ الَّذی اَثَرُهُ الحَياةُ فيما يُوضَعُ فِيهِ وَوَضَعَهٗ بعد صَوغِهٖ فی فَمِهٖ﴿فَقَالُوْا ﴾ای السامِرِیُّ واَتْباعُهٗ﴿هٰذَآ اِلٰهُكُمْ وَاِلٰهُ مُوْسٰی فَنَسِیَ (۸۸)﴾موسی رَبَّهٗ هُنا وَذَهَبَ يَطلُبُهٗ قال تعالی﴿اَفَلَا يَرَوْنَ اَ﴾مُخَفَّفةٌ مِنَ الثَّقِيلَةِ واِسمُها محذوفٌ ای اَنَّهٗ﴿لَّا يَرْجِعُ ﴾العِجلُ﴿اِلَيْهِمْ قَوْلًا ۙ ﴾اَی لَا يَرُدُّ لهم جوابًا﴿وَّلَا يَمْلِكُ لَهُمْ ضَرًّا ﴾اَی دَفعهٗ﴿وَّلَا نَفْعًا(۸۹)﴾ای جَلْبَهٗ ای فكيفَ يُتَّخَذُ اِلٰهًا.

﴿ترجمه﴾

اور بیشک ہم نے موسیٰ کو وحی کی کہ راتوں رات میرے بندوں کو لے چل (اسری کو ہمزہ قطعی یعنی باب افعال سے پڑھا گیا ہے اور اسے ہمزہ وصل اور نون کے کسرہ کے ساتھ بھی پڑھا گیا ہے اس صورت میں یہ سری سے ہوگا اس میں یہ دونوں لغتیں ہیں، آیت کا معنی یہ ہے

میرے بندوں کوراتوں رات سرزمین مصر سے لے جاؤ) اور بنادے (اضرب بمعنی اجعل ہے) ان کے لیے (اپنا عصادریا پر مار کر) دریا میں سوکھا راستہ......۱......(یبسا بمعنی یابسا ہے، حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جس کام کا حکم دیا گیا تھا آپ علیہ السلام نے اس کی تعمیل کی اور اللہ عزوجل نے زمین کو خشک کر دیا تو وہ دریا میں بنے راستوں سے گزر گئے) تجھے ڈر نہ ہوگا (کہ فرعون تجھے آ لے گا) اور نہ خطرہ (غرق ہوجانے کا) تو فرعون نے اپنے لشکر کے ساتھ ان کا پیچھا کیا (خود فرعون بھی ان کے ساتھ تھا) تو انہیں دریا نے ڈھانپ لیا جیسا ڈھانپ لیا (پس اللہ عزوجل نے انہیں غرق کر دیا، یم سمندر کو کہتے ہیں) اور فرعون نے اپنی قوم کو گمراہ کیا (انہیں اپنی عبادت کی طرف بلا کر) اور راہ نہ دکھائی......۲......(بلکہ اپنے اس قول کو ما اھدیکم الا سبیل الرشاد) اے بنی اسرائیل بیشک ہم نے تم کو تمہارے دشمن (فرعون) سے نجات دی (فرعون کو غرق کر کے) اور تمہیں طور کی دائیں جانب کا وعدہ دیا......۳......(وہ وعدہ یہ تھا کہ ہم موسیٰ علیہ السلام کو تورات عطا فرمائیں گے کہ اس پر عمل کیا جائے) اور تم پر من وسلوی اتارا......۴......(یہ ترنجبین اور بھنا ہوا پرندہ تھا، الطیر السمانی میں میم کو مخففہ اور مقصورہ پڑھا گیا ہے اور یہاں اس خطاب کے مخاطب وہ یہودی ہیں جو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں موجود تھے اور ان نعمتوں کے ساتھ اللہ عزوجل نے ان لوگوں کے ساتھ خطاب فرمایا جو انعامات اللہ عزوجل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں ان کے آباء واجداد پر فرمائے تھے) کھاؤ وہ پاک چیزیں جو ہم نے تم کو روزی دی (جن کے ذریعے ہم نے تم پر انعام کیا) اور اس میں زیادتی نہ کرو (بایں طور پر کہ تم اس کی نعمتوں کی ناشکری کرو) کہ تم پر میرا غضب اترے (یحلل حاء کی کسرہ کے ساتھ ہے اور بمعنی یجب یعنی لازم ہونا ہے اور حاء مضمومہ کے ساتھ پڑھنے کی صورت میں اس کا معنی ینزل یعنی نازل ہونا ہوگا) اور جس پر میرا غضب اترا (یحل حاء مکسورہ کے ساتھ بمعنی یجب اور حاء مضمومہ کے ساتھ بمعنی ینزل ہے) بیشک وہ گرا (آگ میں ھوی بمعنی سقط ہے) اور بیشک میں بہت بخشنے والا ہوں اسے جس نے توبہ کی (شرک سے) اور ایمان لایا (اللہ عزوجل کو ایک مانا) اور اچھا کام کیا (اس کا مصداق فرائض ونوافل ہیں) پھر ہدایت پر رہا (اپنی موت کے وقت تک مذکورہ اوصاف ہی پر متصف رہا) اور تو نے اپنی قوم سے کیوں جلدی کی (توریت لینے کی مقررہ مدت آجانے کے بعد) اے موسیٰ عرض کی کہ وہ یہ ہیں (یعنی مجھ سے قریب ہیں آرہے ہیں) میرے پیچھے اور اے میرے رب تیری طرف میں جلدی کر کے حاضر ہوا کہ تو راضی ہو (مجھ سے تیری مزید رضا حاصل کرنے کے لیے اور جواب دینے سے پہلے عذر بیان کر دیا، اپنے گمان کے مطابق اللہ عزوجل نے) فرمایا تو ہم نے تیرے آنے کے بعد تیری قوم کو بلا میں ڈالا (یعنی تیرے ان سے جدا ہوجانے کے بعد) اور انہیں سامری......۵......نے گمراہ کر دیا (تو انہوں نے بچھڑے کو معبود بنالیا) تو موسیٰ اپنی قوم کی طرف لوٹا غصہ میں بھرا (یہ غصہ ان لوگوں پر تھا) افسوس کرتا (شدید غمگین ہوتے) کہا اے میری قوم کیا تم سے تمہارے رب نے اچھا (سچا) وعدہ نہ کیا تھا (کہ وہ تم لوگوں کو توریت عطا فرمائے گا) کیا تم پر مدت لمبی گزری (میرے تم سے جدا ہونے کی مدت طویل ہوگئی) یا تم نے چاہا کہ لازم ہوجائے (یحل بمعنی یجب ہے) تم پر تمہارے رب کا غضب (تمہارے بچھڑے کی عبادت کرنے کے سبب) تو تم نے میرے وعدے کی خلاف ورزی کی (اور میرے پیچھے آنے کو تم نے ترک کر دیا) بولے ہم نے آپ کا وعدہ اپنے اختیار سے خلاف نہ کیا (یعنی اپنی قدرت اور اپنی طرف سے نہیں کیا، ملکنا میں میم پر تینوں اعراب پڑھے گئے ہیں) لیکن اٹھوائے گئے ہم سے (حملنا میں حاء مفتوحہ کے ساتھ مخفف اور حاء مضمومہ اور میم مکسورہ کے ساتھ پڑھا گیا ہے) کچھ بوجھ (اوزار ا بوجھ کو کہتے ہیں) قوم کی زینت سے (یعنی قوم فرعون کے زیورات جو بنی اسرائیل نے بر بنائے شادی ان سے ادھار لیے تھے پھر وہ ان ہی کے پاس باقی رہ گئے تھے) تو ہم نے انہیں ڈال دیا (آگ میں سامری کے حکم سے، فقذفنہا بمعنی طرحنا ہے) پھر اسی طرح (جیسا کہ ہم نے ڈالا تھا) تو اس نے ان کے لیے بچھڑا نکالا (یعنی زیوروں کو پگھلا کر بچھڑا بنالیا) جان دار دھڑ (گوشت پوست خون والا) گائے کی طرح بولتا (یعنی وہ آواز نکالتا تھا جو سنی جاتی تھی یعنی وہ بچھڑے کی حالت

میں منقلب ہوگیا اس مٹی کی وجہ سے، جس کا اثر یہ تھا کہ وہ جس چیز میں ڈال دی جاتی وہ زندہ ہو جاتی بچھڑے کا مجسمہ بنانے کے بعد سامری نے وہ مٹی اس کے منہ میں رکھ دی) وہ بولے (یعنی سامری اور اس کے پیروکار) یہ ہے تمہارا معبود اور موسیٰ کا معبود تو بھول گئے (موسیٰ علیہ السلام یہاں اپنے رب کو اور اسے تلاش کرنے کہیں اور جگہ چلے گئے اللہ عزوجل فرماتا ہے) وہ (یعنی بچھڑا) ان کی طرف کسی بات کو لیکر نہیں پلٹتا (یعنی ان کی کسی بات کا جواب نہیں دیتا) اور ان کے نقصان کا مالک کہ (نقصان ان سے دور کر سکے) اور نہ نفع کا (کہ انہیں کچھ نفع پہنچا سکے ایسے کو خدا کیسے بنایا جاسکتا ہے جو نفع ونقصان کا مالک نہ ہو)۔

﴿ترکیب﴾

﴿ولقد اوحینا الی موسی ان اسر بعبادی فاضرب لهم طریقا فی البحر یبسا لا تخف درکا ولا تخشی﴾.

و: عاطفہ، لام: تاکیدیہ، قد: تحقیقیہ، اوحینا الی موسی: فعل بافاعل وظرف لغو، ان: مصدریہ، اسر بعبادی: فعل بافاعل وظرف لغو، ملکر معطوف علیہ، ف: عاطفہ، اضرب: فعل امر وضمیر ذوالحال، لا تخف درکا: فعل نفی بافاعل ومفعول ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ ہو: عاطفہ، لا تخشی: جملہ فعلیہ معطوف، ملکر حالی، ملکر فاعل، لهم: ظرف لغو، طریقا: موصوف، فی البحر: ظرف مستقر صفت اول، یبسا: صفت ثانی، ملکر مفعول، ملکر معطوف، ملکر بتاویل مصدر مفعول، ملکر قسم محذوف "نقسم" کے لیے جواب قسم، ملکر جملہ قسمیہ۔

﴿فاتبعهم فرعون بجنوده فغشیهم من الیم ما غشیهم﴾.

ف: عاطفہ، اتبعهم: فعل ومفعول، فرعون: فاعل، بجنوده: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ، ف: عاطفہ، غشیهم من الیم: فعل ومفعول وظرف لغو، ما غشیهم: موصول صلہ، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿واضل فرعون قومه وما هدی○ یبنی اسرائیل قد انجینکم من عدوکم﴾.

و: عاطفہ، اضل فرعون قومه: فعل وفاعل ومفعول، ملکر معطوف علیہ، و: عاطفہ، ما هدی: فعل نفی بافاعل ملکر معطوف، ملکر جملہ فعلیہ، یبنی اسرائیل: نداء، قد: تحقیقیہ، انجینکم: فعل بافاعل ومفعول، من عدوکم: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ مقصود بالنداء، ملکر جملہ ندائیہ۔

﴿وو عدنکم جانب الطور الایمن ونزلنا علیکم المن والسلوی﴾.

و: عاطفہ، وعدنکم: فعل بافاعل ومفعول، جانب الطور: موصوف، الایمن: صفت، ملکر مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ ماقبل "انجینکم" پر معطوف ہے، و: عاطفہ، نزلنا: فعل بافاعل، علیکم: ظرف لغو، المن والسلوی: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿کلوا من طیبت ما رزقنکم ولا تطغوا فیه فیحل علیکم غضبی﴾.

کلوا: فعل امر بافاعل، من: جار، طیبت: مضاف، مارزقنکم: موصول صلہ ملکر مضاف الیہ، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، لا تطغوا فیه: فعل نہی بافاعل وظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ، ف: سببیہ، یحل علیکم غضبی: فعل وظرف لغو فاعل، ملکر جملہ فعلیہ جواب نہی واقع ہے۔

﴿ومن یحلل علیه غضبی فقد هوی﴾.

و: عاطفہ، من: شرطیہ مبتدا، یحلل علیه غضبی: جملہ فعلیہ شرط، ف: جزائیہ، قد: تحقیقیہ، هوی: جملہ فعلیہ جزا، ملکر جملہ شرطیہ ہوکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿وانی لغفار لمن تاب وامن وعمل صالحا ثم اهتدی﴾.

و: عاطفہ، انی: حرف مشبہ واسم، لام: تاکیدیہ، غفار: صفت مشبہ بافاعل، لام: جار، من: موصول، تاب: جملہ فعلیہ معطوف

علیہ، و: عاطفہ، امن: جملہ فعلیہ معطوف اول، و: عاطفہ، عمل صالحا: جملہ فعلیہ معطوف ثانی، ثم: عاطفہ، اھتدی: جملہ فعلیہ معطوف ثالث، ملکر صلہ، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر شبہ جملہ ہو کر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿وما اعجلک عن قومک یموسی O قال ھم اولاء علی اثری وعجلت الیک رب لترضی﴾۔

و: عاطفہ، ما: استفہامیہ مبتدا، اعجلک عن قومک: جملہ فعلیہ مقصود بالندا، یموسی: ندا، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ، قال: قول، ھم: مبتدا، اولاء: خبر اول، علی: جار، اثر: مضاف، ی: ضمیر ذوالحال، و: حالیہ، عجلت الیک: فعل بافاعل و ظرف لغو اول، لترضی: ظرف لغو ثانی، ملکر جملہ فعلیہ مقصود بالندا، رب: ندا، ملکر جملہ ندائیہ ہو کر حال، ملکر مجرور، ملکر ظرف مستقر خبر ثانی، ملکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿قال فانا قد فتنا قومک من بعدک واضلھم السامری﴾۔

قال: قول، ف: فصیحہ، انا: حرف مشبہ و اسم، قد: تحقیقیہ، فتنا: فعل بافاعل، قومک: مفعول، من بعدک: ظرف لغو، ملکر معطوف علیہ، و: عاطفہ، اضلھم السامری: فعل و مفعول و فاعل ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر خبر، ملکر شرط محذوف "ان شئت ان تعلم مصیر قومک" کے لیے جزا، ملکر جملہ شرطیہ ہو کر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿فرجع موسی الی قومه غضبان اسفا قال یقوم الم یعدکم ربکم وعدا حسنا﴾۔

ف: عاطفہ برائے تعقیب، رجع: فعل، موسی: ذوالحال، غضبان: حال اول، اسفا: حال ثانی، ملکر فاعل، الی قومه: ظرف لغو ملکر جملہ فعلیہ، قال: قول، یقوم: جملہ ندائیہ، ھمزہ: حرف استفہامیہ، لم یعدکم ربکم: فعل نفی و مفعول و فاعل، وعدا حسنا: مفعول، ملکر مقصود بالندا، ملکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿افطال علیکم العھد ام اردتم ان یحل علیکم غضب من ربکم فاخلفتم موعدی﴾۔

ھمزہ: حرف استفہامیہ، ف: عاطفہ، طال علیکم العھد: فعل و ظرف لغو و فاعل ملکر جملہ فعلیہ، ام: عاطفہ، اردتم: فعل بافاعل، ان: مصدریہ، یحل علیکم: فعل و ظرف لغو، غضب من ربکم: فاعل، ملکر جملہ فعلیہ بتاویل مصدر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، ف: عاطفہ، اخلفتم موعدی: فعل بافاعل و مفعول ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿قالوا ما اخلفنا موعدک بملکنا ولکنا حملنا اوزارا من زینة القوم﴾۔

قالوا: قول، ما اخلفنا: فعل نفی و ضمیر ذوالحال، بملکنا: ظرف مستقر حال، ملکر فاعل، موعدک: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ قولیہ، و: عاطفہ، لکنا: حرف مشبہ و اسم، حملنا: فعل مجہول و نائب الفاعل، اوزارا: موصوف، من زینة القوم: ظرف مستقر صفت، ملکر مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿فقذفنھا فکذلک القی السامری O فاخرج لھم عجلا جسدا له خوار﴾۔

ف: عاطفہ معطوف علی محذوف "فقال لنا السامری" قذفنھا: فعل بافاعل و مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، ف: عاطفہ، کذلک: ظرف مستقر "القاء" مصدر محذوف کے لیے صفت، ملکر مفعول مطلق مقدم، القی السامری: فعل و فاعل ملکر جملہ فعلیہ، ف: عاطفہ، اخرج لھم: فعل بافاعل و ظرف لغو، عجلا: ذوالحال، جسدا: حال، ملکر موصوف، له: جملہ اسمیہ صفت، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿فقالوا ھذا الھکم واله موسی فنسی O افلا یرون الا یرجع الیھم قولا ولا یملک لھم ضرا ولا نفعا﴾۔

ف: عاطفہ، قالوا: قول، ھذا: مبتدا، الھکم: معطوف علیہ و: عاطفہ، اله موسی: معطوف، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ مقولہ، ملکر جملہ قولیہ، ف: عاطفہ، فنسی: فعل بافاعل، ملکر جملہ فعلیہ، ھمزہ: حرف استفہامیہ، لا یرون: فعل نفی بافاعل، ان: مخففہ و ضمیر شان

اسم، لا یرجع الیھم قولا : فعل نفی با فاعل وظرف لغو ومفعول ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، لا یملک لھم ضرا ولا نفعا: جملہ فعلیہ معطوف، ملکر جملہ اسمیہ مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

حضرت موسی علیہ السلام کا قوم کو دریا پار کرانا:

۱...... جس دریا کو بنی اسرائیل نے عبور کیا تھا وہ کون سا دریا تھا؟ اس بارے میں مختلف اقوال ہیں چنانچہ تفسیر روح المعانی میں علامہ سید محمود آلوسی فرماتے ہیں کہ اس سے مراد ''دریائے قلزم'' تھا اور مجمع البیان میں ہے کہ اس سے مراد ''دریائے نیل'' تھا لیکن بحر المحیط میں اس قول کو غلط قرار دیا ہے۔ کلبی سے روایت ہے کہ حضرت موسی علیہ السلام نے اس دریا کو عاشورہ کے دن فرعون کی ہلاکت کے بعد عبور کیا اور ان کی قوم نے شکر کے طور پر روزہ رکھا۔ (روح المعانی، الجزء التاسع، ص ۵۶)

فرعون نے قوم کو گمراہ کردیا:

۲...... قیامت تک فرعون لعن وملامت کا حقدار بنا، جب تک لوگ قرآن پڑھتے رہیں گے اسے ملامت کرتے ہی رہیں گے۔ خود بھی برباد ہوا اور دوسروں کو بھی برباد کیا۔ ہمیں اس واقعے سے درس عبرت حاصل کرنا چاہیے، تاکہ ہماری وجہ سے لوگ گمراہ نہ ہوں، دین سے دور نہ ہوں، فتنہ وفساد میں مبتلا نہ ہوں ورنہ تاریخ ہمیشہ ملامت کرتی رہے گی۔ بعد میں آنے والی قومیں ہمیشہ ملامت کرتی رہیں گی جس طرح فرعون اور اس جیسے دوسرے معبودان باطل کے ساتھ ہوا۔

کوہ طور کا وعدہ :

۳...... اللہ عزوجل نے حضرت موسی علیہ السلام سے تیس راتوں کا وعدہ فرمایا کہ اگر وہ ان میں روزے رکھیں تو ان کے اختتام پر ہم ان سے کلام کریں گے۔ علامہ صاوی اس آیت اور اس کے تحت جلالین کے تفسیری نکات کے حوالے سے فرماتے ہیں کہ یہاں صرف تیس راتوں کا اعتبار کیا گیا نہ کہ تیس دنوں کا، جبکہ روزے دنوں میں ہوا کرتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت موسی علیہ السلام اس مدت میں رات اور دن دونوں کا روزہ رکھا کرتے تھے اس لئے کہ صوم وصال کی حرمت غیر نبی کے لئے ہے۔ یہاں روزے کو رات کے ساتھ تعبیر کر کے محض دن کے ساتھ اختصار کرنے کے وہم کو دور کیا گیا ہے۔ مفسرین فرماتے ہیں کہ حضرت موسی علیہ السلام نے بنی اسرائیل سے وعدہ فرمایا تھا کہ جب اللہ عزوجل ان کے دشمن فرعون کو ہلاک کردے گا تو ان کے لئے اللہ عزوجل کی جناب سے کتاب لائیں گے جس میں (ان کے بعض باتوں پر ایمان لانے اور بعض کو چھوڑ دینے) کا بیان ہوگا۔ پھر جب اللہ عزوجل نے فرعون کو ہلاک کردیا تو حضرت موسی علیہ السلام نے اپنے رب عزوجل سے سوال کیا کہ ان پر کتاب کو اتارے، جس کا اس نے بنی اسرائیل سے وعدہ کیا تھا، لہذا اللہ عزوجل نے انہیں حکم فرمایا کہ تیس دن روزے رکھیں، جب حضرت موسی علیہ السلام نے تیس دن (ورات) کے روزے مکمل کرلئے تو اپنے موںھ کی بو (جو کہ روزے رکھنے سے ہوتی ہے) کو ناپسند فرمایا تو آپ علیہ السلام نے عود کی لکڑی سے مسواک کیا، ایک قول یہ ہے کہ درخت کے پتے کھائے، ایک قول یہ بھی ہے کہ فرشتوں نے کہا کہ ہم ان کے موںھ کی بو کو مشک کی خوشبو کی مانند سونگھتے تھے جسے حضرت موسی علیہ السلام نے مسواک کے ذریعے ختم کردیا پھر اللہ عزوجل نے حکم فرمایا کہ ذی الحجۃ کے دس دن کے روزے رکھے اور بنی اسرائیل کا فتنہ بھی ان دس دنوں میں ہوا۔

(الصاوی، ج۲، ص ۲۸۵)

من وسلوی کی تحقیق:

۴......مَنّ وسلوی سے کیا مراد ہے اس بارے میں مفسرینِ کرام رحمہم اللہ تعالٰی کے اقوال مختلف ہیں ان میں سے چند ایک یہ ہیں: مَنّ سے مراد ہر وہ نعمت ہے جو اللہ تعالٰی نے مقامِ تیہ میں بنی اسرائیل پر فرمائی اور ان کے پاس یہ نعمتیں بغیر کسی محنت و مشقت کے آئیں، اسی قول کو زجاج نے بھی اختیار کیا ہے جس کی تائید اس حدیثِ پاک سے بھی ہوتی ہے: ''کھمبی اس مَنّ ہی کی ایک صورت ہے جو اللہ تعالٰی نے بنی اسرائیل پر نازل فرمائی'' (روح المعانی الجزء الاول ،، ص ۳۵۷)

☆......مَنّ سے مراد ایسی شراب ہے جو ان پر شہد کی مثل آسمان سے نازل ہوتی جسے وہ پانی کے ساتھ ملا کر پیتے تھے۔(الدر المنثور، ج۱، ص ۱۳۷)

☆......سدوسی نے تذکرہ کیا ہے کہ ''لغتِ کنانہ میں سلوی سے مراد شہد ہے۔'' (روح المعانی الجزء الاول، ص ۳۵۸)

☆......سلوی سے مراد ایک بٹیر کی مانند پرندہ ہے جس کی خاصیت یہ ہے کہ اس کا گوشت کھانے سے سخت دل نرم پڑ جاتے ہیں،وہ پرندہ بادل کی کڑک سن کر مر جاتا ہے، جیسا کہ ابابیل سردی کی وجہ سے ہلاک ہو جاتا ہے، پس اللہ تعالٰی نے اسے الہام فرمایا کہ وہ ان سمندری جزیروں میں بسیرا کرلے جن میں نہ تو بارش ہوتی ہے اور نہ ہی بادلوں کی کڑک، یہاں تک کہ بارش اور گرج ختم ہو جائے پس اس کے بعد وہ پرندہ ان جزیروں سے نکل کر زمین میں پھیل جاتا ہے۔ (الجمل، ج۱، ص ۸۲)

سامری جادوگر کون تھا؟اس کی گمراہی کیا تھی؟

۵......علامہ صاوی فرماتے ہیں کہ سامری کا نام موسیٰ تھا(جبکہ البدایۃ والنہایہ اور دیگر کتب میں اس کا نام ہارون بتایا گیا ہے) ،یہ ولدالزنا تھا،اس کی ماں نے اسے پہاڑ کے دامن میں جنم دیا،اللہ عزوجل حضرت جبرئیل علیہ السلام کو اس کے پاس بھیجتا اور جبرئیل علیہ السلام اسے اپنی انگلی سے دودھ پلاتے، پس اسی وجہ سے سامری حضرت جبرائیل علیہ السلام کو پہچان لیتا جب وہ زمین میں اترتے، جب حضرت جبرائیل علیہ السلام فرعون کے غرق ہونے کے دن اترے اور وہ گھوڑے پر سوار تھے، جو چیز بھی ان کے گھوڑے کے کُھر کے نیچے آتی اس جگہ سے سبزہ اور پھل اگنے لگتا، سامری نے یہ بات تاڑلی، اور جان لیا کہ اس مٹی میں اثر ہے، اس نے اس مٹی سے کچھ لے کر محفوظ کرلیا، پھر جب حضرت موسیٰ علیہ السلام مناجات کو گئے تو اس نے ایک بچھڑا بنایا اور اس میں وہ مٹی ڈال دی اور کہا کہ یہ تمہارا اور موسیٰ علیہ السلام کا رب ہے(الصاوی، ج ۲،ص ۲۸۹)

عبدالرزاق، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو شیخ نے قتادہ سے روایت کیا ہے کہ سامری نے آلِ فرعون سے عاریتاً زیور لئے اور انہیں جمع کر کے ایک بچھڑے کی صورت میں ڈھالا تو اللہ عزوجل نے اسے جسم، گوشت، خون اور آواز والا کر دیا۔(الدرالمنثور، ج ۳،ص ۲۳٤)

نوٹ: سامری نے بھی یہ بات مانی کہ تبرکات میں برکت ہوتی ہے جبھی اس نے اس مٹی کو اٹھا کر اپنے پاس محفوظ کیا کہ اس مٹی میں برکت ہے۔ (عطائین ،ج۲، ص ۳۵٤)

اغراض: **ای سر بھم لیلا**: یعنی مصر کے دریا سے راتوں رات اپنے لے چلو، اور حضرت موسیٰ علیہ السلام مصر کے دریائی سفر پر مامور کئے گئے اور یوں نہ کہا گیا کہ شام کی جانب خشکی کے سفر کے ذریعے نکل جاؤ۔

فنوتی موسی التوراۃ: اس بارے میں جواب ہے کہ توریت کے حصول کے لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے وعدہ کیا گیا تھا نہ کہ دیگر لوگوں سے، چنانچہ جمع کی ضمیر ''کم'' کیوں لائی گئی؟ میں علامہ صاوی اس کا جواب یہ دوں گا کہ حضرت موسیٰ کو ان میں سے ستر لوگوں کو منتخب کرنے کا حکم دیا گیا تھا، پس اسی اعتبار سے جمع کی ضمیر لائی گئی۔

والمنادی من وجد من الیھود: یہ دواقوال میں سے ایک ہے، ایک قول یہ ہے کہ مخاطب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عہد کے لوگ تھے۔
بان تکفروا النعمۃ: یعنی بغیر شکر کئے نعمتوں پر اتراتے ہوئے۔
یصدق بالفرض والنفل: یعنی اعمال صالحہ جو کہ فرائض ونوافل دونوں کو ہی شامل ہیں۔
باستمرارہ علی ما ذکر الی موتہ: یعنی توبہ پر قائم ودائم رہتے ہوئے ایمان واعمال صالحہ بجالائے، ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ''اھتداء'' دوبارہ سے ذکر کرنے کی کیا وجہ بنی جب کہ ''آمن'' میں عمومیت کے ساتھ ھدایت پر ہونا بھی شامل ہی ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ کامل نجات اور مغفرت کو شامل ہو جائے جو کہ توبہ، ایمان اور اعمال صالحہ کے مجموعے سے بنتی ہے پھر اس پر جمے رہتے ہوئے اللہ سے جا ملے۔ بعلۃ عرس: بنی اسرائیل نے زیورات وغیرہ اکھٹے کرنے اور سامری کو دینے کے لئے میلے کے دن کو منتخب کیا، حالانکہ حقیقت میں ایسا نہ ہوا تھا۔ (الصاوی، ج٤، ص٨٢ وغیرہ)

رکوع نمبر: ١۴

﴿وَلَقَدْ قَالَ لَهُمْ هٰرُوْنُ مِنْ قَبْلُ﴾قبلَ انْ یرجِعَ موسی﴿یٰقَوْمِ اِنَّمَا فُتِنْتُمْ بِهٖ ۚ وَاِنَّ رَبَّكُمُ الرَّحْمٰنُ فَاتَّبِعُوْنِیْ﴾فِی عِبادَتِهٖ﴿وَاَطِیْعُوْۤا اَمْرِیْ (۹۰)﴾فیها﴿قَالُوْا لَنْ نَّبْرَحَ﴾نَزالَ﴿عَلَیْهِ عٰكِفِیْنَ﴾علی عبادَتِهٖ مُقیمینَ﴿حَتّٰی یَرْجِعَ اِلَیْنَا مُوْسٰی (۹۱) قَالَ﴾موسی بَعدَ رُجوعِهٖ﴿یٰهٰرُوْنُ مَا مَنَعَكَ اِذْ رَاَیْتَهُمْ ضَلُّوْۤا (۹۲)﴾بعبادَتِه﴿اَلَّا تَتَّبِعَنِ﴾لا زائدةٌ﴿اَفَعَصَیْتَ اَمْرِیْ (۹۳)﴾باقامَتِكَ بینَ من یَعبُدُ غیرَ اللهِ﴿قَالَ﴾هٰرونُ﴿یَبْنَؤُمَّ﴾بکسرِ المیمِ وَفَتْحِهَا اَرادَ اُمِّیَ و ذِکرُها اَعطَفُ لِقلبِهٖ﴿لَا تَاْخُذْ بِلِحْیَتِیْ﴾وکانَ اَخَذَ بِشِمالِهٖ﴿وَلَا بِرَاْسِیْ ۚ﴾وکانَ اَخَذَ شَعرَهٗ بیمینِهٖ غضبًا﴿اِنِّیْ خَشِیْتُ﴾لو اتَّبَعْتُكَ ولابُدَّ انْ یَتبَعنی جَمعٌ مِمَّنْ لَمْ یَعبُدِ العِجلَ﴿اَنْ تَقُوْلَ فَرَّقْتَ بَیْنَ بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ﴾وَتَغضَبُ علیَّ﴿وَلَمْ تَرْقُبْ﴾تَنتَظِرْ﴿قَوْلِیْ (۹۴)﴾فِیما رَأیتَهٗ فی ذالكَ﴿قَالَ فَمَا خَطْبُكَ﴾شَأنُكَ الدَّاعِی الی مَا صَنَعتَ﴿یٰسَامِرِیُّ (۹۵) قَالَ بَصُرْتُ بِمَا لَمْ یَبْصُرُوْا بِهٖ﴾بالیاءِ والتاءِ ای علمتُ ما لم یعلموهُ﴿فَقَبَضْتُ قَبْضَةً مِّنْ﴾تُرابِ﴿اَثَرِ﴾حافِرِ فرسِ﴿الرَّسُوْلِ﴾جبرائیل﴿فَنَبَذْتُهَا﴾اَلْقَیْتُها فی صُورَةِ العِجلِ المَصاغِ﴿وَكَذٰلِكَ سَوَّلَتْ﴾زَیَّنَتْ﴿لِیْ نَفْسِیْ (۹۶)﴾وَاُلقِیَ فیها انْ آخذَ قَبضةً من تُرابِ ما ذکروا وُاُلقِیَها علی مَا لا رُوحَ لَهٗ یَصِیرُ لهٗ روحٌ ورایتُ قومَكَ طلبُوا مِنكَ ان تَجعلَ لهُمْ اِلٰهًا فَحَدَّثَتْنِی نَفْسِی ان یکونَ ذلكَ العِجلُ اِلٰهَهُمْ﴿قَالَ﴾لهٗ موسٰی﴿فَاذْهَبْ﴾مِن بَینِنا﴿فَاِنَّ لَكَ فِی الْحَیٰوةِ﴾ای مُدَّةَ حَیاتِكَ﴿اَنْ تَقُوْلَ﴾لِمَن رایتَهٗ﴿لَا مِسَاسَ ۪﴾ای لا تَقْرَبْنِیْ فکانَ یَهِیمُ فِی البَرِیَّةِ واِذَا مَسَّ اَحَدًا او مَسَّهٗ اَحَدٌ حُمَّا جمیعا﴿وَاِنَّ لَكَ مَوْعِدًا﴾لعذابِكَ﴿لَّنْ تُخْلَفَهٗ ۚ﴾بکسرِ اللامِ ای لن تَغِیبَ عنهُ وبِفَتحِهَا ای بل تُبعَثُ الیهِ﴿وَانْظُرْ اِلٰۤی اِلٰهِكَ الَّذِیْ ظَلْتَ﴾اَصلُهٗ ظَلِلتَ بلامینِ اولٰهما مکسورةٌ وحُذِفَتْ تَخفِیفًا﴿عَلَیْهِ عَاكِفًا ۚ﴾ای مُقیمًا تَعبُدُهٗ﴿لَنُحَرِّقَنَّهٗ﴾بالنارِ﴿ثُمَّ لَنَنْسِفَنَّهٗ فِی الْیَمِّ نَسْفًا (۹۷)﴾لَنُذرِیَنَّهٗ فی هَواءِ البحرِ

وفعلَ موسٰی بعد ذِبحِهٖ ما ذكرَهٗ﴿اِنَّمَآ اِلٰهُكُمُ اللّٰهُ الَّذِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ وَسِعَ كُلَّ شَیْءٍ عِلْمًا (۹۸)﴾تمييزٌ مُحَوَّلٌ مِنَ الفاعِلِ اى وسِعَ عِلمُهٗ كُلَّ شَیءٍ﴿كَذٰلِكَ﴾اَى كما قَصَصْنَا عليكَ هٰذِهِ القِصَّةَ﴿نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ﴾اَخبارِ﴿مَا قَدْ سَبَقَ ۚ﴾مِنَ الاُمَمِ﴿وَقَدْ اٰتَيْنٰكَ﴾اَعْطَيْنَاكَ﴿مِنْ لَّدُنَّا﴾مِنْ عِندِنَا﴿ذِكْرًا (۹۹)﴾قُرانًا﴿مَنْ اَعْرَضَ عَنْهُ﴾فَلَمْ يُؤمِنْ بِهٖ﴿فَاِنَّهٗ يَحْمِلُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وِزْرًا (۱۰۰)﴾حِملًا ثَقِيلًا مِنَ الاِثْمِ﴿خٰلِدِيْنَ فِيْهِ ؕ﴾اى فى عَذابِ الوِزرِ﴿وَسَآءَ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ حِمْلًا (۱۰۱)﴾تمييزٌ مُفسرٌ للضَّميرِ فى ساءَ وَالمَخصوصُ بِالذَّمِّ مَحذوفٌ تَقْدِيرُهٗ وِزْرُهُمْ واللَّامُ لِلبَيانِ وَيُبدلُ من يوم القيمةِ﴿يَّوْمَ يُنْفَخُ فِی الصُّوْرِ﴾القَرن النَّفْخَةِ الثَّانِيَةِ﴿وَنَحْشُرُ الْمُجْرِمِيْنَ﴾الكٰفِرينَ﴿يَوْمَئِذٍ زُرْقًا (۱۰۲)﴾عُيُونِهِمْ مع سَوادِ وُجُوهِهِمْ﴿يَّتَخَافَتُوْنَ بَيْنَهُمْ﴾يَتسارونَ﴿اِنْ﴾ما﴿لَّبِثْتُمْ﴾فى الدنيا﴿اِلَّا عَشْرًا (۱۰۳)﴾مِنَ اللَيالى بِاَيامِهَا﴿نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَقُوْلُوْنَ﴾فيهِ ذَالكَ اى ليسَ كما قالوا﴿اِذْ يَقُوْلُ اَمْثَلُهُمْ﴾اَعْدِلُهُمْ﴿طَرِيْقَةً﴾فِيهِ﴿اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا يَوْمًا (۱۰۴)﴾

﴿ترجمہ﴾

اور بیشک ان سے ہارون نے کہا تھا اس سے پہلے (یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واپس آنے سے پہلے) کہ اے میری قوم یونہی ہے کہ تم اس کے سبب فتنے میں پڑے اور بیشک تمہارا رب مہربان ہے تو میری پیروی کرو (اس کی عبادت کرنے کے بارے میں) اور میرا حکم مانو (اس بارے میں) بولے ہم تو ضرور آسن مارے بیٹھے رہیں گے (نبرح بمعنی نزال ہے، یعنی ہم بچھڑے کی عبادت پر قائم رہیں گے) جب تک ہمارے پاس موسیٰ لوٹ کر آئیں کہا (موسیٰ علیہ السلام نے واپس آنے کے بعد) اے ہارون تمہیں کس بات نے روکا تھا جب تم نے انہیں (بچھڑے کی عبادت کرنے کے سبب) گمراہ ہوتے دیکھا کہ میرے پیچھے آتے (الا تتبعن بمعنی ان تتبعن ہے، اس میں لام زائدہ ہے) تو کیا تم نے میرا حکم نہ مانا (ان لوگوں میں ٹھہر کر جو غیر اللہ کو پوج رہے تھے) کہا (حضرت ہارون علیہ السلام نے) اے میری ماں کے بیٹے (ام ابن میں میم کو مکسور اور مفتوح دونوں طرح پڑھا گیا ہے، ہارون علیہ السلام نے اس وصف کا ذکر موسیٰ علیہ السلام کے قلب کو مائل کرنے کے لیے کیا، ابن ام سے مراد ہے اے میری ماں جائے) نہ میری داڑھی......پکڑو اور نہ میرے سر کے بال (سبب غضب وجلال آپ علیہ السلام نے ان کی داڑھی کو بائیں اور سر کے بالوں کو دائیں جانب سے پکڑ لیا تھا) مجھے ڈر ہوا کہ (اگر میں تمہاری پیروی کرتا تو لازما تو جن لوگوں نے بچھڑے کو نہیں پوجا تھا وہ میری پیروی کرتے پھر) تم کہو گے تم نے بنی اسرائیل میں تفرقہ ڈال دیا (اور تم مجھ پر غضبناک ہوئے) اور تم نے میری بات کا (اس بارے میں میری رائے کا) انتظار نہ کیا (ترقب بمعنی تنتظر ہے) اب تیرا کیا حال ہے (یعنی کونسی چیز نے تجھے اس کام پر ابھارا؟) اے سامری بولا میں نے وہ دیکھا جو لوگوں نے نہ دیکھا (یعنی مجھے وہ بات معلوم ہوئی جو لوگوں کو معلوم نہ تھی، یبصرو اکو یاء اور تاء دونوں کو پڑھا گیا ہے) تو ایک مٹھی بھر لی (مٹی کی) فرشتے کے (یعنی حضرت جبرئیل علیہ السلام کے) نشان سے پھر اسے ڈال دیا (ڈھالے ہوئے بچھڑے کی صورت میں، فنبذتھا بمعنی القیتھا ہے) اور

میرے دل کو یہی بھلا لگا (یعنی میرے نفس نے یہی بات میرے لیے مزین کی یعنی میرے دل میں یہ بات ڈالی گئی کہ مذکورہ مٹی کی مٹھی لیکر بے جان بچھڑے میں ڈال دوں اور یوں وہ جاندار ہو جائے اور میں نے یہ معاملہ دیکھا تھا کہ آپ علیہ السلام کی قوم نے آپ علیہ السلام سے اپنے لیے ایک خدا بنانے کا مطالبہ کیا تھا پس میرے نفس نے مجھے کہا کہ یہ بچھڑا بطور ان کے خدا ہونا چاہیے......۲......) کہا (حضرت موسی علیہ السلام نے اس سے) تو چلتا بن (ہمارے درمیان سے......۳......) زندگی میں (یعنی تیری زندگی کی مدت میں) تیری سزا یہ ہے کہ تو کہے (اسے جسے دیکھے) چھونہ جانا (یعنی میرے قریب مت آنا، پس ایسا ہی ہوا وہ جنگل میں بھٹکتا رہتا اور جب اسے کوئی چھو لیتا یا وہ کسی کو چھو لیتا تو دونوں کو بخار ہو جایا کرتا......۴......) اور بیشک تیرے لیے (تجھے عذاب دیئے جانے کا) وعدے کا وقت ہے جو تجھ سے خلاف نہ ہوگا (تخلفہ لام مکسور کے ساتھ ہو تو معنی یہ ہوگا کہ تو اس عذاب سے چھپ نہ سکے گا اور لام مفتوحہ کے ساتھ ہو تو معنی ہوگا کہ تجھے عذاب کے لیے اٹھایا جائے گا) تو اپنے اس معبود کو دیکھ جس کے سامنے دھرنا مارے تھا (جس کی ٹھر کر عبادت کر رہا تھا، ظلت کی اصل ظللت دو لام کے ساتھ ہیں ان میں سے پہلا لام مکسور تھا جسے تخفیفاً حذف کر دیا گیا تو ظلت ہو گیا یہ بمعنی دمت یعنی جس کی عبادت پر جما ہوا تھا) قسم ہے ہم ضرور اسے جلائیں گے آگ (میں) پھر ریزہ ریزہ کر کے دریا میں بہائیں گے (یعنی دریا میں، حضرت موسی علیہ السلام نے بچھڑے کو ذبح کرنے کے بعد......۵......اس سے وہی سلوک کیا جو پہلے مذکور ہوا) تمہارا معبود تو وہی اللہ ہے جس کے سوا کسی کی بندگی نہیں ہر چیز کو اس کا علم محیط ہے (علما تمیز بن رہا ہے جو کہ فاعل سے محول ہے یعنی درحقیقت یہ فاعل ہے مطلب یہ ہے کہ وسع علمه کل شیء یعنی اس کا علم ہر چیز کو وسیع ہے) ایسا ہی (جیسا کہ ہم نے تم سے یہ قصہ بیان فرمایا ہے) ہم تمہارے سامنے اگلی (امتوں کی) خبریں بیان فرماتے ہیں (انباء بمعنی اخبار ہے) اور ہم نے تم کو اپنے پاس سے ذکر (یعنی قرآن) عطا فرمایا (اتیناک بمعنی اعطیناک ہے اور من لدنا بمعنی من عندنا ہے) جو اس سے موہنہ پھیرے (اس پر ایمان لے کر نہ آئے) تو بیشک وہ قیامت کے دن ایک بوجھ اٹھائے گا (یعنی گناہ کا بھاری بوجھ اٹھائے گا) وہ ہمیشہ اس میں (یعنی بوجھ اٹھانے کے عذاب میں) رہیں گے اور وہ قیامت کے دن ان کے حق میں کیا ہی برا بوجھ ہوگا (حملا تمیز ہے، جو ساء میں موجود ضمیر کی تفسیر بن رہا ہے اور مخصوص بالذم محذوف ہے جو کہ وزرهم ہے اور لهم میں موجود لام بیانیہ ہے اور یوم القیامة کا بدل) جس دن صور میں (یعنی سینگ میں دوسرے نفخے کے لیے) پھونکا جائے گا اور ہم اس دن مجرموں (یعنی کافروں) کو (اٹھائیں گے) نیلی آنکھیں (ان کی آنکھیں نیلی اور چہرے سیاہ ہوں گے) آپس میں چپکے چپکے کہتے ہونگے (یتخافتون بمعنی یتسارون ہے) کہ تم نے رہے (دنیا میں) مگر دس (راتیں بمعنی دن) ہم خوب جانتے ہیں جو وہ کہیں گے (اس بارے میں یعنی معاملہ ایسا نہیں ہوگا جو وہ کہیں گے) جب کہ اس میں سب سے بہتر رائے والا کہے گا (امثلهم بمعنی اعدلهم اس بارے میں) تم صرف ایک ہی دن رہے تھے (آخرت میں اخری ہولنا کیوں کو دیکھ کر وہ دنیا میں رہنے کی اپنی مدت کو بہت ہی تھوڑا سمجھیں گے)۔

﴿ترکیب﴾

﴿ولقد قال لهم هارون من قبل یقوم انما فتنتم به﴾

و: عاطفہ،لام: تاکیدیہ، قال لھم: فعل وظرف لغو، ھرون: ذوالحال، من قبل: ظرف مستقر حال،ملکر فاعل،ملکر قول، یقوم: جملہ ندائیہ، انما: حرف مشبہ وماکافہ، فتنتم بہ : جملہ مقصود بالندا، ملکر مقولہ،ملکر جملہ قولیہ قسم محذوف "نقسم" کے لیے جواب قسم،ملکر جملہ قسمیہ۔

﴿وان ربکم الرحمن فاتبعونی واطیعوا امری﴾.

و: عاطفہ، ان ربکم: حرف مشبہ واسم، الرحمن: خبر، ملکر جملہ اسمیہ، ف: فصیحہ، اتبعونی : جملہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، اطیعوا امری : جملہ فعلیہ معطوف،ملکر شرط محذوف " اذا کان الامر کذلک کی جزا،ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿قالوا لن نبرح علیہ عکفین حتی یرجع الینا موسی﴾.

قالوا: قول،لن نبرح : فعل نفی ناقص بااسم، علیہ : ظرف لغومقدم، عکفین : اسم فاعل بافاعل، حتی : جار، یرجع الینا موسیٰ : جملہ فعلیہ بتقدیر" ان" مجرور،ملکر ظرف لغوثانی،ملکر شبہ جملہ ہوکر خبر،ملکر مقولہ،ملکر جملہ قولیہ۔

﴿قال یھرون ما منعک اذ رایتھم ضلوا O الا تتبعن﴾.

قال: قول، یھرون: ندا، ما: استفہامیہ مبتدا، منعک: فعل بافاعل ومفعول، اذ :مضاف،رایتھم : فعل بافاعل وضمیر ذوالحال، ضلوا: جملہ فعلیہ حال، ملکر مفعول،ملکر جملہ فعلیہ مضاف الیہ،ملکر ظرف،ان : مصدریہ، لا تتبعن : جملہ فعلیہ بتاویل مصدر مفعول ،ملکر جملہ فعلیہ خبر،ملکر مقولہ،ملکر جملہ قولیہ۔

﴿افعصیت امری Oقال یبنؤم لا تاخذ بلحیتی ولا براسی﴾.

ھمزہ: حرف استفہامیہ، ف: عاطفہ، عصیت امری: فعل بافاعل ومفعول، ملکر جملہ فعلیہ، قال :قول، یبنؤم :" ای یا بن ام" ندا، لا تاخذ : فعل نہی بافاعل، بلحیتی ولا براسی : ظرف لغو،ملکر مقصود بالندا، ملکر مقولہ،ملکر جملہ قولیہ۔

﴿انی خشیت ان تقول فرقت بین بنی اسرائیل ولم ترقب قولی﴾.

انی: حرف مشبہ اسم،خشیت: فعل بافاعل، ان :مصدریہ، تقول: قول، فرقت بین بنی اسرائیل: جملہ فعلیہ معطوف علیہ ،و: عاطفہ، لم ترقب قولی : جملہ فعلیہ معطوف،ملکر مقولہ،ملکر بتاویل مصدر مفعول،ملکر خبر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿قال فما خطبک یسامری O قال بصرت بما یبصروا بہ﴾.

قال: قول، ف: عاطفہ،ما: استفہامیہ مبتدا،خطبک: خبر،ملکر مقصود بالندا،یسامری: ندا،ملکر جملہ ندائیہ ہوکر مقولہ،ملکر جملہ قولیہ، قال: قول ، بصرت : فعل بافاعل، ب : جار، ما :موصولہ، لم یبصروا بہ: جملہ فعلیہ صلہ،ملکر مجرور،ملکر ظرف لغو،ملکر مقولہ،ملکر جملہ قولیہ۔

﴿فقبضت قبضۃ من اثر الرسول فنبذتھا وکذلک سولت لی نفسی﴾.

ف: عاطفہ، قبضت : فعل بافاعل، قبضۃ: موصوف، من اثر الرسول : ظرف مستقر صفت، ملکر مفعول،ملکر جملہ فعلیہ، ف: عاطفہ ،نبذتھا: فعل بافاعل ومفعول، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، کذلک: ظرف "تسویلا" مصدر محذوف کے لیے صفت،ملکر مفعول معطوف مقدم، سولت لی: فعل وظرف لغو، نفسی : فاعل،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿قال فاذھب فان لک فی الحیوۃ ان تقول لا مساس﴾.

قال: قول، ف : عاطفہ، اذھب : فعل امر بافاعل، ملکر مقولہ،ملکر جملہ قولیہ، ف : عاطفہ، ان : حرف مشبہ، لام : جار، ک ضمیر ذوالحال، فی الحیوۃ : ظرف مستقر حال،ملکر مجرور،ملکر ظرف مستقر خبر مقدم،ان : مصدریہ، تقول: قول، لا : نفی جنس جنس، مساس :اسم،لی: ظرف مستقر خبر،ملکر مقولہ،ملکر جملہ قولیہ بتاویل مصدر اسم مؤخر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿وان لک موعدا لن تخلفه وانظر الی الهک الذی ظلت علیه عاکفا﴾.
و: عاطفہ، ان: حرف مشبہ، لک: ظرف مستقر خبر مقدم، موعدا: موصوف، لن تخلفه: جملہ فعلیہ صفت، ملکر اسم مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، انظر: فعل بافاعل، الی: جار، الهک: موصوف، الذی: موصول، ظلت: فعل ناقص بااسم، علیه عاکفا: شبہ جملہ خبر، ملکر صلہ، ملکر صفت، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر فعلیہ۔

﴿لنحرقنه ثم لننسفنه فی الیم نسفا ○ انما الهکم الله الذی لا اله الا هو وسع کل شیء علما﴾.
لام: تاکیدیہ، نحرقنه: فعل بافاعل ومفعول، ملکر جملہ فعلیہ، ثم: عاطفہ، لام: تاکیدیہ، ننسفنه فی الیم: فعل بافاعل وظرف لغو، نسفا: مفعول معطوف، ملکر جملہ فعلیہ، انما: حرف مشبہ وما کافہ، الهکم: مبتدا، الله: موصوف، الذین: موصول، لا اله الا هو: جملہ اسمیہ صلہ، ملکر صفت اول، وسع: فعل وضمیر ممیّز، علما: تمیز، ملکر فاعل، کل شیء: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ صفت ثانی، ملکر جملہ اسمیہ مستانفہ۔

﴿کذلک نقص علیک من انباء ما قد سبق وقد اتینک من لدنا ذکرا﴾.
کذلک: ظرف مستقر "قصصا" مصدر محذوف کے لیے صفت، ملکر مفعول مطلق مقدم، نقص علیک: فعل بافاعل وظرف لغو، من انباء ما قد سبق: جار مجرور، ظرف مستقر "نبا" محذوف کے لیے صفت، ملکر مفعول بہ، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، قد: حقیقیہ، اتینک: فعل بافاعل ومفعول، من لدنا: ظرف مستقر حال مقدم، ذکرا: ذوالحال، مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿من اعرض عنه فانه یحمل یوم القیمة وزرا ○ خلدین فیه﴾.
من: شرطیہ مبتدا، اعرض عنه: جملہ فعلیہ ہوکر شرط، ف: جزائیہ، انه: حرف مشبہ واسم، یحمل: فعل "هو" ضمیر ذوالحال، خلدین فیها: شبہ جملہ حال، ملکر فاعل، یوم القیمة: ظرف، وزرا: مفعول، ملکر خبر، ملکر جزا، ملکر جملہ شرطیہ ہوکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ ماقبل "ذکرا" کے لیے صفت واقع ہے۔

﴿وساء لهم یوم القیمة حملا﴾.
و: عاطفہ، ساء: فعل "هو" ممیّز، حملا: تمیز، ملکر فاعل، یوم القیمة: ظرف، ملکر جملہ فعلیہ خبر مقدم "وزرهم" مبتدا محذوف ملکر جملہ اسمیہ، لهم: ظرف مستقر فعل محذوف "یقال هذا الکلام" کے لیے، ملکر جملہ فعلیہ" ای یقال لهم هذا الکلام ساء ...... الخ"۔

﴿یوم ینفخ فی الصور ونحشر المجرمین یومئذ زرقا﴾.
یوم: مضاف، ینفخ فی الصور: جملہ فعلیہ مضاف الیہ، ملکر ظرف ماقبل "یوم القیمة" سے بدل واقع ہے، و: عاطفہ، نحشر: فعل بافاعل، المجرمین: ذوالحال، زرقا: حال، ملکر مفعول، یومئذ: ظرف، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿یتخافتون بینهم ان لبثتم الا عشرا﴾.
یتخافتون: فعل وضمیر ذوالحال، ان: نافیہ، لبثتم: فعل بافاعل، الا: اداۃ حصر، عشرا: ظرف ملکر جملہ فعلیہ ہوکر "قائلین" قول محذوف کے لیے مقولہ، ملکر حال، ملکر فاعل، بینهم: ظرف، ملکر جملہ فعلیہ مستانفہ۔

﴿نحن اعلم بما یقولون اذ یقول امثلهم طریقة ان لبثتم الا یوما﴾.
نحن: مبتدا، اعلم: اسم تفضیل بافاعل، ب: جار، ما: موصولہ، یقولون: جملہ فعلیہ ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، اذ: مضاف، یقول: فعل، امثلهم: ممیّز، طریقة: ملکر فاعل، ملکر قول، ان لبثتم الا یوما: مقولہ، ملکر مضاف الیہ، شبہ جملہ ہوکر خبر، جملہ اسمیہ۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

داڑھی کی شرعی حیثیت:

۱...... داڑھی بڑھانا حضرات انبیائے کرام علیہم السلام کی سنت مبارکہ ہے، سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''انھکوا الشوارب، واعفوا اللحی یعنی مونچھیں مٹاؤ اور داڑھیاں بڑھاؤ''۔
(صحیح البخاری، کتاب اللباس، باب اعفاء اللحی، برقم: ۵۸۹۳، ص ۱۰۳۶)

☆...... سید عالم ﷺ کا فرمان مقدس نشان ہے: ''قُصُّوْا سِبَالَكُمْ وَوَفِّرُوْا عِثَانِيْنَكُمْ وَخَالِفُوْا اَهْلَ الْكِتَابِ مونچھیں پست کرو اور داڑھیوں کو بڑھنے دو اور یہود کی مخالفت کرو''۔ (مسند احمد، مسند باقی للانصار، حدیث ابو امام الباھلی برقم: ۲۱۷۸۰، ج ۶، ص ۳۵۴)

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی فرماتے ہیں کہ داڑھی کم از کم چار انگل چھوڑنا واجب ہے اور اس سے کم رکھنا جائز نہیں، حرام ہونے میں منڈانے کی مثل ہے اگرچہ منڈانا خبیث تر ہے۔ (الفتاوی الرضویة مخرجة، ج ۲۲، ص ۶۸۹)

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت ہارون علیہ السلام کی داڑھی مبارکہ کو پکڑ کر اپنی جانب کھینچا، معلوم ہوا کہ آپ علیہ السلام نے بھی داڑھی بڑھائی تھی اور یہ ہمارا خود ساختہ استدلال نہیں ہے بلکہ حدیث شریف میں ہے کہ ''دس چیزیں شرائع قدیمہ مستمرہ انبیائے کرام سے ہیں ان میں لبیں ترشوانا اور داڑھی بڑھانا داخل ہے''۔ (سنن ابی داؤد، کتاب الطھارة، باب السواك من الفطرة، برقم: ۵۳، ص ۲۴)

بچھڑے کے بولنے کا سبب:

۲...... اللہ عزوجل نے ان لوگوں کے بارے میں خبر دی ہے جو بنی اسرائیل میں سے بچھڑے کی پوجا کر کے گمراہ ہوئے، یہ بچھڑا سامری نے قبطیوں سے زیور عاریتاً لے کر بنایا تھا اور سامری نے ان زیورات کو ڈھال کر بچھڑے کی سی صورت دے دی، پھر اس کے منہ میں حضرت جبرئیل علیہ السلام کے گھوڑے کے قدموں سے لگی ہوئی خاک ڈال دی جس کی وجہ سے اس میں گائے کی سی آواز پیدا ہو گئی اور یہ معاملہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے میقات یعنی طور پر جانے کے بعد ہوا۔ (ابن کثیر، ج ۲، ص ۳۰۷)

بے دینوں کو نکال باہر کیا جائے:

۳...... قرآن کی تعلیم قیام قیامت تک کے لیے رہنمائی کرتی ہے، اگرچہ شان نزول کچھ ہی ہو، اگرچہ کوئی خاص واقعہ رونما ہوا ہو، لیکن حاصل ہونے والا درس سب کے لیے ہوتا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سامری جادوگر کو اپنی قوم سے باہر نکالا کہ اگر یہ مزید ان میں رہے گا تو گمراہی پھیلائے گا۔ قال فاذهب سے ہمیں یہ درس ملا کہ بے دینوں کو مسلمانوں سے دور کیا جائے، مبادا یہ دشمنان اسلام بھولے بھالے مسلمانوں کو برباد نہ کر دیں۔ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''لایضلونکم ولایفتنونکم یعنی یہ تمہیں گمراہ نہ کر دیں کہیں فتنہ میں نہ ڈال دیں''۔ لہٰذا بے دینوں سے بچنے ہی میں عافیت ہے۔

بے دینوں کی نحوست:

۴...... حضرت موسیٰ علیہ السلام نے قوم سے کہہ دیا کہ اس سے رسم و راہ نہ رکھنا، نہ اس کے ساتھ خلط ملط ہونا، نہ اس کے قریب جانا اور نہ ہی اس سے کلام کرنا کہ تمہیں دشواری پہنچے گی۔ حسن کہتے ہیں کہ اللہ نے سامری کی سزا یہ رکھی کہ کوئی بھی اسے چھوتا نہیں تھا اور نہ ہی سامری کسی کو چھوتا اور اگر چھو جائے تو اسے سزا ہوتی اور یہ معاملہ قیامت تک کے لیے ہے، یہ دنیا میں اس کی سزا ہے اور ایک قول

کے مطابق اسے وسوسے میں مبتلا کر دیا گیا اور یہ اسی وقت سے شروع ہوئے جب اسے نکال باہر کیا گیا، اور قتادہ کے قول کے مطابق اس کی ذریت میں قیامت تک کے لیے یہ معاملہ رکھ دیا گیا کہ کوئی چھو جائے تو دونوں کو بخار آ جائے گا۔ ایک قول یہ ہے حضرت موسی نے اسے قتل کرنا چاہا لیکن اللہ نے اجازت عطا نہ فرمائی۔ (الجامع الاحکام القرآن، الجزء:١٦، ص ٢١٥)

بچھڑے کی حقیقت:

۵......اس بارے میں مفسرین کا اختلاف ہے کہ وہ سونے کا بے جان مجسمہ تھا یا وہ گوشت پوست کا چلتا پھرتا جاندار بچھڑا بن گیا تھا۔ ایک قول یہ ہے کہ وہ بے جان مجسمہ تھا کیونکہ یہ جائز نہیں ہے کہ ایک گمراہ شخص کے ہاتھ پر کسی خلاف عادت کام کو ظاہر کر دیا جائے۔ سامری نے اس کی بچھڑے جیسی شکل وصورت بنائی تھی اور اس مجسمہ میں سوراخ اور جھریاں رکھیں ان سے ہوا گزرتی تھی، اس مجسمہ میں ایک طرف سے ہوا داخل ہوتی اور دوسری طرف سے نکل جاتی اور ہوا کے گزرنے سے اس میں آواز پیدا ہوتی تھی جو بچھڑے کی سی آواز کے مشابہ تھی۔ ایک قول مفسرین کرام کا یہ بھی ہے کہ اللہ نے اس بچھڑے کو العجل کہا ہے اور العجل جاندار بچھڑے کو کہتے ہیں۔

اغراض: لا زائدۃ: یعنی تاکید یہ ہے، معنی یہ ہے کہ میری پیروی سے روکنے والے پر اللہ ﷻ کی رضا کے لئے ناراضگی کیوں ظاہر نہ کی اور نافرمانوں سے جنگ کیوں نہ کی۔

بـاقـامتک بـیـن مـن یعبد غیر اللہ یعنی غیر خدا کی عبادت سے روکنے کے معاملے میں مبالغہ کیوں نہ کیا اور انہیں انکار کیوں نہ کیا۔

المصاغ: بعض نسخوں میں المصاغ کے بجائے المصوغ ہے۔

طلبوا منک یعنی دریا پار کرا دیا جیسا کہ فرمان مقدس نشان ہے ﴿وجاوزنا ببنی اسرآئیل البحر فاتوا علی قوم یعکفون علی اصنام لهم﴾ (الاعراف:١٣٨)۔

فـکـان یـهـیـم فـی الـبـریـة: سامری جادوگر جنگل میں وحشی درندوں کے ساتھ بھٹکتا رہتا اور موسی علیہ السلام نے چاہا کہ اسے قتل کر دیں لیکن اللہ ﷻ نے اس کے سخی ہونے کی وجہ سے حکم ممانعت فرما دیا۔

بعد ذبحه: یعنی جب اس بچھڑے کو ذبح فرمایا تو اس سے خون بہنے لگا۔

ای کـمـا قـصـصـنـا علیک: اس جملے میں اس جانب اشارہ ہے کہ کاف صفت کا صیغہ مصدر محذوف کے لیے ہے، تقدیر عبارت یوں ہوگی: "کقصصنا هذا الخبر الغریب نقص علیک ......الخ"۔

هذه القصة: الف لام جنس کا ہے، ماقبل تین قصص گزرے، حضرت موسی علیہ السلام وہارون علیہ السلام کا، بنی اسرائیل کا اور سامری جادوگر کا۔

فـلـم یـومـن بـه: یعنی جو اللہ پر ایمان لانے سے اعراض کرتے ہوئے اس کے ساتھ کفر اختیار کرے، اور کلیتاً اللہ کی وحدانیت کا انکار کرے یا بعض صفات کا انکار کرے۔

مع سواد وجوههم: آنکھوں کا خاص طور پر ذکر اس لیے کیا کہ انسانی چہرے کے قبح وحسن ہونے میں اس کا نمایاں کردار ہے۔

(الصاوی، ج٤، ص٨٥ وغیرہ)

رکوع نمبر:١٥

﴿وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْجِبَالِ﴾ كيف تكونُ يومَ القِيمَةِ ﴿فَقُلْ﴾ لهم ﴿يَنْسِفُهَا رَبِّيْ نَسْفًا (١٠٥)﴾ بِاَنْ يُفَتِّتَهَا

كالرَّمْلِ السَّائِلِ ثم يَطيرُها بِالريحِ ﴿فَيَذَرُهَا قَاعًا﴾ مُنبسطًا ﴿صَفْصَفًا(۱۰۶)﴾ مُستَوِيًا ﴿لَا تَرٰى فِيهَا عِوَجًا﴾ انْخِفاضًا ﴿وَّلَآ أَمْتًا(۱۰۷)﴾ اِرتِفاعًا ﴿يَوْمَئِذٍ﴾ اَى يومَ اذا نُسِفَتِ الجبالُ ﴿يَتَّبِعُونَ﴾ اى الناسَ بَعدَ القِيامِ مِنَ القُبورِ ﴿الدَّاعِيَ﴾ اِلى المَحشَرِ بِصوتِهِ وهو اِسرافِيلُ يَقولُ هَلُمّوا الى عَرضِ الرحمنِ ﴿لَا عِوَجَ لَهُ﴾ اى لِاتِّباعِهِم اى لا يَقدِرونَ ان لّا يَتَّبِعوا ﴿وَخَشَعَتِ﴾ سَكَنَتِ ﴿الْأَصْوَاتُ لِلرَّحْمٰنِ فَلَا تَسْمَعُ إِلَّا هَمْسًا(۱۰۸)﴾ صَوتَ وَطْيِ الْاَقدامِ في نَقلِها الى المحشرِ كَصوتِ اَخفافِ الإبلِ في مَشيِها ﴿يَوْمَئِذٍ لَّا تَنفَعُ الشَّفَاعَةُ﴾ اَحَدًا ﴿إِلَّا مَنْ أَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ﴾ اَنْ يَشْفَعَ لَهُ ﴿وَرَضِيَ لَهُ قَوْلًا(۱۰۹)﴾ بِاَنْ يَقولَ لا الٰهَ الا اللهُ ﴿يَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ﴾ مِن امورِ الاٰخِرةِ ﴿وَمَا خَلْفَهُمْ﴾ مِن امورِ الدنيا ﴿وَلَا يُحِيطُونَ بِهِ عِلْمًا(۱۱۰)﴾ لا يَعلَمونَ ذٰلكَ ﴿وَعَنَتِ الْوُجُوهُ﴾ خَضَعَتْ ﴿لِلْحَيِّ الْقَيُّومِ﴾ اَيِ اللهِ ﴿وَقَدْ خَابَ﴾ خَسِرَ ﴿مَنْ حَمَلَ ظُلْمًا(۱۱۱)﴾ شريكًا ﴿وَمَن يَعْمَلْ مِنَ الصَّالِحَاتِ﴾ الطاعاتِ ﴿وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَا يَخَافُ ظُلْمًا﴾ بِزِيادةٍ في سَيِّاٰتِهِ ﴿وَلَا هَضْمًا(۱۱۲)﴾ بِنَقصٍ مِن حَسَناتِهِ ﴿وَكَذٰلِكَ﴾ معطوفٌ على كَذٰلِكَ نَقُصُّ اى مِثلَ اِنْزالِ ما ذُكِرَ ﴿أَنزَلْنَاهُ﴾ اى القرانَ ﴿قُرْآنًا عَرَبِيًّا وَصَرَّفْنَا﴾ كَرَّرْنا ﴿فِيهِ مِنَ الْوَعِيدِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ﴾ الشِّركَ ﴿أَوْ يُحْدِثُ﴾ القرانُ لهم ﴿لَهُمْ ذِكْرًا(۱۱۳)﴾ بِهَلاكِ مَنْ تَقَدَّمَهُم مِنَ الْاُمَمِ فَيَعتَبِرونَ ﴿فَتَعَالَى اللَّهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ﴾ عَمّا يَقولُ الْمُشرِكونَ ﴿وَلَا تَعْجَلْ بِالْقُرْآنِ﴾ اى بِقراءَتِهِ ﴿مِن قَبْلِ أَن يُقْضَىٰ إِلَيْكَ وَحْيُهُ﴾ اى يَفْرُغَ جبرائيلُ مِنْ اِبلاغِهِ ﴿وَقُل رَّبِّ زِدْنِي عِلْمًا(۱۱۴)﴾ اى بالقرانِ فكلما اُنزِلَ عليه شيءٌ منه زادَ بِهِ عِلْمُهُ ﴿وَلَقَدْ عَهِدْنَا إِلَىٰ آدَمَ﴾ وَصَّيناهُ ان لا ياكُلَ مِنَ الشَّجَرةِ ﴿مِن قَبْلُ﴾ اى قبلَ اَكلِهِ منها ﴿فَنَسِيَ﴾ تَرَكَ عهدَنا ﴿وَلَمْ نَجِدْ لَهُ عَزْمًا(۱۱۵)﴾ جَزمًا وصبرًا عما نهيناهُ عنهُ.

﴿ترجمہ﴾

اور تم سے پہاڑوں ......١...... کے بارے میں پوچھتے ہیں (کہ بروز قیامت وہ کیسے ہوں گے) تم فرماؤ (ان لوگوں سے) انہیں میرا رب ریزہ ریزہ کرکے اڑا دے گا (انہیں اڑتی خاک کی طرح ریزہ ریزہ کردے گا پھر ہواؤں کے ذریعے انہیں اڑا دے گا) کہ تو اس میں نیچا اونچا کچھ نہ دیکھے (عوجا کے معنی نیچا ہونا ہے اور امتا بلند ہونے کو کہتے ہیں) اس دن (جب پہاڑوں کو ریزہ ریزہ کردیا جائے گا) وہ (لوگ قبروں سے کھڑے ہونے کے بعد اپنی آواز کے ذریعے میدان حشر کی طرف) بلانے والے کے پیچھے چلیں گے (یہ داعی، حضرت اسرافیل علیہ السلام ہونگے ......٢...... جو یوں پکار رہے ہونگے رحمٰن کی بارگاہ میں حاضر ہونے کے لیے چلو) اس میں کجی نہ ہوگی (اس داعی کی پیروی کرنے والوں کے لیے یعنی وہ اس پر قادر نہ ہونگے کہ اس داعی کی پیروی سے رک جائیں) اور سب آوازیں رحمٰن کے حضور پست ہوکر رہ جائیں گی (خشعت بمعنی سکنت ہے) تو تو نہ سنے گا مگر بہت آہستہ آواز (جو کہ میدان حشر کی طرف جانے میں قدموں کی آواز ہوگی یہ آواز اونٹوں کے چلتے وقت ان کی ٹاپوں سے نکلنے والی آواز کی طرح ہوگی ......٣......) اس دن (کسی کو) شفاعت کام نہ دیگی مگر اس کی جسے رحمٰن نے اذن دے دیا ہے ......٤...... (دوسروں کی شفاعت کرنے کا) اور اس کی بات پسند فرمائی (یعنی لا الٰہ الا اللہ

کہنے کو پسند فرمایا) وہ جانتا ہے جو کچھ ان کے آگے ہے (یعنی اخروی امور) اور جو کچھ ان کے پیچھے (یعنی ان کے دنیاوی امور) اور ان کا علم اسے گھیر نہیں سکتا (وہ اس کا علم نہیں رکھتے) اور سب منہ جھک جائیں گے (عنت بمعنی خضعت ہے) زندہ قائم رہنے والے (یعنی اللہ ﷻ) کے حضور اور بیشک نامراد (خسارے) میں رہا جس نے ظلم (یعنی شرک کا) بوجھ لیا اور جو کچھ نیک کام کرے (یعنی نیکیاں کرے) اور ہو مسلمان تو نہ اسے ظلم کا خوف ہوگا (آپ کی برائیوں میں اضافہ کئے جانے کا) اور نہ نقصان کا (یعنی نہ نیکیوں کی تعداد میں کمی کئے جانے کا) اور یونہی (اس کذلک کا عطف ماقبل کذلک نقص پر ہے یعنی مذکورہ فرامین کو نازل کرنے کی مثل) ہم نے اسے (یعنی قرآن پاک کو) عربی زبان میں اتارا......۵......اور اس میں بار بار ہم نے عذاب کے وعدے دیئے کہ کہیں وہ بچیں (شرک سے، صرفنا کے معنی گزرنا ہے) یا پیدا کرے (قرآن پاک) ان کے لیے کچھ سوچ (اپنے سے پچھلی امتوں کی ہلاکت میں غور وفکر کرنے سے اور نتیجہ کے طور پر وہ عبرت حاصل کرلیں) تو سب سے بلند ہے اللہ سچا بادشاہ (وہ مشرکوں کی باتوں سے بلند و بالا ہے) اور قرآن میں (یعنی اس کی قرائت میں) جلدی نہ کرو جب تک اس کی وحی تمہیں پوری نہ ہولے (یعنی جبرئیل علیہ السلام جب تک وحی پہنچانے سے فارغ نہ ہوجائیں) اور عرض کرو کہ اے میرے رب مجھے علم زیادہ دے (قرآن پاک کے ذریعے پس جب بھی قرآن پاک میں سے کچھ آپ پر نازل کیا اس سے آپ کے علم میں اضافہ ہوا) اور بیشک ہم نے آدم کو اس سے پہلے (یعنی ان کے درخت میں سے کھانے سے پہلے) ایک تاکیدی حکم دیا تھا (کہ اس درخت میں سے نہ کھانا، عھدنا بمعنی وصینا ہے) تو وہ بھول گیا (اور ہمارے عہد کو ترک کردیا) اور ہم نے اس کا قصد نہ پایا (یعنی جس کام سے ہم نے منع فرمایا تھا اس کا قصد نہ پایا تھا)۔

﴿ترکیب﴾

﴿ویسئلونک عن الجبال فقل ینسفھا ربی نسفا﴾.

و: مستانفہ، یسئلونک عن الجبال: فعل بافاعل ومفعول وظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ، ف: عاطفہ، قل: قول، ینسفھا ربی: فعل و مفعول وفاعل، نسفا: مفعول مطلق، ملکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿فیذرھا قاعا صفصفا ○ لا تری فیھا عوجا ولا امتا﴾.

ف: عاطفہ، یذرھا: فعل بافاعل وضمیر ذوالحال، قاعا: حال اول، صفصفا: حال ثانی، لا تری: فعل نفی بافاعل، فیھا: ظرف لغو، عوجا: معطوف علیہ، و: عاطفہ، لا: نافیہ، امتا: معطوف، ملکر مفعول، ملکر حال ثالث، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿یومئذ یتبعون الداعی لا عوج لہ وخشعت الاصوات للرحمن فلا تسمع الا ھمسا﴾.

یومئذ: ظرف مقدم، یتبعون: فعل بافاعل، الداعی: ذوالحال، لا عوج لہ: جملہ اسمیہ حال، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، خشعت الاصوات للرحمن: فعل وفاعل وظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ، ف: عاطفہ، لا تسمع: فعل نفی بافاعل، الا: اداۃ حصر، ھمسا: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿یومئذ لا تنفع الشفاعۃ الا من اذن لہ الرحمن ورضی لہ قولا﴾.

یومئذ: ظرف مقدم: لاتنفع: فعل نفی، الشفاعۃ: مستثنی منہ، الا: حرف استثناء، من: موصول، اذن لہ الرحمن: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، رضی لہ قولا: جملہ فعلیہ معطوف ملکر صلہ ملکر "شفاعۃ" محذوف کے لیے مضاف الیہ، ملکر مستثنی، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ

﴿یعلم ما بین ایدیھم وما خلفھم ولا یحیطون بہ علما﴾.

یعلم: فعل بافاعل، ما بین ایدیھم: موصول صلہ، ملکر معطوف علیہ، و: عاطفہ، ما خلفھم: موصول صلہ، ملکر معطوف، ملکر مفعول،

ملکر جملہ فعلیہ،و: عاطفہ، لا يحيطون به علما: فعل نفی بافاعل وظرف لغو ومفعول،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وعنت الوجوه للحی القيوم وقد خاب من حمل ظلما﴾.

و: عاطفہ، عنت الوجوه : فعل بافاعل، للحی : ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ،و: عاطفہ، قد:تحقیقیہ ، خاب:فعل، من حمل ظلما: موصول صلہ،ملکر فاعل،ملکر جملہ فعلیہ مستانفہ۔

﴿ومن يعمل من الصلحت وهو مومن فلا يخف ظلما ولا هضما﴾.

و: عاطفہ،من: شرطیہ مبتدا، یعمل: فعل "ہو" ضمیر ذوالحال، وهو مومن: جملہ اسمیہ حال،ملکر فاعل، من الصلحت: ظرف مستقر " اعمالا "موصوف محذوف کی صفت،ملکر مفعول،ملکر جملہ فعلیہ ہوکر شرط، ف: جزائیہ، لايخاف ظلما ولا هضما:جملہ فعلیہ " ہو" مبتدا محذوف کے لیے خبر،ملکر جزا،ملکر جملہ شرطیہ ہوکر خبر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿وكذلك انزلنه قرانا عربيا﴾.

و: عاطفہ،کذلک:ظرف مستقر " الانزال" کے لیے صفت،ملکر مفعول مطلق مقدم، انزلنه:فعل بافاعل وضمیر ذوالحال، قرانا عربیا: مرکب توصیفی حال،ملکر مفعول،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وصرفنا فيه من الوعيد لعلهم يتقون او يحدث لهم ذكرا﴾.

و: عاطفہ، صرفنا فيه : فعل بافاعل وظرف لغو، من الوعيد:ظرف مستقر " وعیدا" محذوف کے لیے صفت،ملکر مفعول،ملکر جملہ فعلیہ، لعلهم : حرف مشبہ واسم،یتقون : جملہ فعلیہ معطوف علیہ، او: عاطفہ، یحدث لهم ذكرا: جملہ فعلیہ معطوف،ملکر خبر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿فتعلى الله الملك الحق ولا تعجل بالقرآن من قبل ان يقضى اليک وحيه وقل رب زدنی علما﴾.

ف:عاطفہ، تعلی: فعل، الله:موصوف،الملک الحق : صفتان ،ملکر فاعل،ملکر جملہ فعلیہ،و:عاطفہ، لا تعجل بالقران : فعل نہی بافاعل وظرف لغو، من: جار، قبل: مضاف،ان يقضى اليک وحيه :جملہ بتاویل مصدر مضاف الیہ،ملکر مجرور،ملکر ظرف لغو ثانی،ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، قل : قول، رب: نداء، زدنی :فعل امر بافاعل ووقایہ وضمیر ممیز، علما:تمیز،ملکر مفعول،ملکر جملہ فعلیہ مقصود بالنداء،ملکر قولیہ۔

﴿ولقد عهدنا الى آدم من قبل فنسى ولم نجدله عزما﴾.

و: مستانفہ، لام: تاکیدیہ، قد: تحقیقیہ ، عهدنا:فعل وضمیر ذوالحال، من قبل:ظرف مستقر حال،ملکر فاعل، الی ادم : ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ قسم محذوف "نقسم " کے لیے جواب قسم،ملکر جملہ قسمیہ ، ف:عاطفہ، نسی: فعل بافاعل ملکر جملہ فعلیہ،و: عاطفہ، لم نجد: فعل نفی بافاعل، له: ظرف لغو، عزما: مفعول،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿شان نزول﴾

☆...... ويسئلونک عن الجبال...... ☆حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ قبیلہ ثقیف کے ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ قیامت کے دن پہاڑوں کا کیا حال ہوگا،اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

☆......فتعلى الله الملک الحق...... ☆ جب حضرت جبرائیل علیہ السلام قرآن کریم لے کر نازل ہوتے تھے تو حضرت سید عالم ﷺ ان کے ساتھ ساتھ پڑھتے تھے اور جلدی کرتے تھے تا کہ خوب یاد ہو جائے ،اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا گیا کہ آپ مشقت نہ اٹھائیں اور سورۃ قیامہ میں اللہ ﷻ نے خود ذمہ لے کر آپ کی مزید تسلی فرمادی۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

پہاڑوں کے بارے میں سائنسی حقیقت:

۱......زمین کا ایک ایسا ٹکڑا جو آس پاس کے علاقوں سے بلند ہوتا ہے، پہاڑوں کے علم کو irography کہتے ہیں۔ سب سے بڑے پہاڑ کا نام mount everest ہے۔ ۶۴ فی صد ایشیا، ۲۵ فی صد یورپ، ۲۲ فی صد ساؤتھ امریکہ، ۱۷ فی صد آسٹریلیا، ۳ فی صد افریقہ کا علاقہ پہاڑوں پر مشتمل ہے۔ دنیا میں ۱۰ فی صد لوگ پہاڑوں میں رہتے ہیں۔ پہاڑوں سے lithospheric plates دریافت کی جاتی ہیں۔

حضرت اسرافیل علیہ السلام کے کام:

۲......پکارنے والے داعی سے مراد وہ فرشتہ ہے جو صور پھونکے گا، ایک قول کے مطابق فرشتہ بیت المقدس کی چٹان پر کھڑے رہ کر ندا کرے گا اور کہے گا: "اے بوسیدہ ہڈیوں، ٹوٹے جوڑوں اور بکھرے گوشت، میرے رب کی جانب (جمع ہوکر) حساب وجزاء کے لیے حاضر ہوجاؤ۔ سننے والے داعی کی آواز سنیں گے اور عمل کریں گے، کہا جاتا ہے کہ داعی حضرت اسرافیل علیہ السلام ہونگے جو کہ اپنا ایک قدم چٹان پر رکھیں گے، ایک اعتراض کیا جاتا ہے کہ یہ قول زندہ کرنے سے پہلے کیا جائے گا یا بعد میں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اگر داعی کی ندا سے مقصود انہیں راستہ دکھانا ہے تو ضروری ہے کہ یہ ندا زندہ کرنے کے بعد ہو اور اگر معاملہ برعکس ہے تو پھر مردوں کو ندا کرنا عبث ہے، ہاں اگر فرشتوں کے لطف ومصلحت کے لیے ندا کی جا رہی ہو تو پھر بعد زندہ کرنے سے پہلے بھی ندا ہوسکتی ہے۔ (الرازی، ج۸، ص ۱۰۱)

قیامت میں آوازیں پست ہونگیں:

۳......شدت خوف کی وجہ سے آواز نہیں نکلیں گی، ھمسا کہتے ہیں ہلکی آواز کو، حضرت ابن عباس کا قول ہے: ہونٹ ہلیں لیکن آواز نہ نکلے۔ مجاہد کہتے ہیں کہ لوگوں کا کلام فقط ہونٹ وزبان کے ہلنے سے ہوگا۔

اللہ عزوجل نے جس کے لیے اذن شفاعت دیا:

۴......اس مضمون میں ہم بیان کریں گے کہ اللہ نے کن کن حضرات کو شفاعت کا اذن دیا:

حضرات انبیائے کرام کو اذن شفاعت کا بیان: (۱)......حضرت نوح علیہ السلام: ﴿رب اغفرلی والوالدی ولمن دخل بیتی مومنا﴾ یعنی اے رب میری، میرے والدین کی اور جو مومنین میرے گھر میں ایمان کی حالت میں داخل ہوں ان کی مغفرت فرما (نوح: ۲۸)۔ (۲)......حضرت ابراہیم علیہ السلام: ﴿ربنا اغفرلی والوالدی وللمومنین یوم یقوم الحساب﴾ اے ہمارے رب! روز محشر میری، میرے والدین اور تمام مومنوں کی مغفرت فرما (ابراھیم: ۴۱)۔ (۳)......﴿ساستغفرلک ربی انه کان بی حفیا﴾ میں عنقریب اپنے رب سے تیری شفاعت کروں گا وہ مجھ پر مہربان ہے (مریم: ۴۷)۔ (۴)......﴿الا قول ابراھیم لابیه لاستغفرن لک﴾ مگر ابراہیم کا قول اپنے باپ کے لیے کہ میں تیری شفاعت کروں گا (الممتحنة: ۴)۔ (۵)......﴿فمن تبعنی فانه منی ومن عصانی فانک غفور رحیم﴾ جو میرا پیروکار ہے وہ میرا ہے اور جس نے میرے کہنے پر عمل نہیں کیا تو بیشک تو بخشنے والا مہربان ہے (ابراھیم: ۳۶)۔ (۶)......﴿رب اغفرلی ولاخی وادخلنا فی رحمتک﴾ اے میرے رب! مجھے اور میرے بھائی کو معاف فرما اور ہمیں اپنی رحمت میں داخل فرمادے (الاعراف: ۱۵۱)۔ (۷)......حضرت یعقوب علیہ السلام: ﴿سوف استغفر لکم ربی

انه هو الغفور الرحيم میں عنقریب تمہارے لیے اپنے رب سے استغفار کروں گا بیشک میرا رب بخشنے والا مہربان ہے(یوسف: ۹۸)﴾۔(۸)......حضرت یوسف علیہ السلام:﴿لا تثريب عليكم اليوم يغفر الله لكم آج تم پر کوئی ملامت نہیں، اللہ تمہاری مغفرت فرمائے(یوسف: ۹۲)﴾۔(۹)......حضرت عیسیٰ علیہ السلام:﴿ان تعذبهم فانهم عبادك وان تغفرلهم فانك انت العزيز الحكيم اگر تو ان کو عذاب دے تو یہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو انہیں بخش دے تو، تو غالب حکمت والا ہے(المائدۃ: ۱۱۸)﴾۔

سید عالم ﷺ سے طلب شفاعت کرنے کے بارے میں آیات: (۱۰)......﴿ولو انهم اذ ظلموا انفسهم جاؤك فاستغفروا الله واستغفر لهم الرسول لوجدوا الله توابا الرحيما اگر یہ لوگ گناہ کر کے اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھیں تو آپ کی بارگاہ میں حاضری دیں، اپنے گناہوں پر اللہ سے توبہ کریں اور آپ بھی ان کے لیے شفاعت کریں تو اللہ کو یہ لوگ بڑا توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں گے(النساء: ٦٤)﴾۔(۱۱)......﴿واستغفر لذنبك وللمومنين والمومنات اے محبوب اپنے خاصوں اور عام مسلمان مردوں اور عورتوں کے گناہوں کی معافی مانگو(محمد: ۱۹)﴾۔(۱۲)﴿فاعف عنهم واستغفرلهم ان کو معاف کر دیجئے اور ان کے لئے شفاعت کیجئے(ال عمران: ۱۵۹)﴾۔

صالحین کی شفاعت مومنین کے لیے ہونا: (۱۳)......﴿ربنا اغفرلنا ولاخواننا الذين سبقونا بالايمان اے ہمارے رب! ہماری اور ہم سے پہلے گزرے ہوئے مسلمانوں کی مغفرت فرما(الحشر: ۱۰)﴾۔

فرشتوں کی شفاعت: (۱۴)......﴿الذين يحملون العرش ومن حوله يسبحون بحمد ربهم ويومنون به ويستغفرون للذين امنوا وہ فرشتے جو عرش الٰہی کو اٹھائے ہوئے ہیں اور جو اس کے ارد گرد ہیں وہ اپنے رب کی حمد و تسبیح کرتے ہیں اور اس کے ساتھ ایمان رکھتے ہیں اور مسلمانوں کے لیے بخشش طلب کرتے ہیں(المومن: ۷)﴾۔(۱۵)......﴿يوم يقوم الروح والملائكة صفا لا يتكلمون الا من اذن له الرحمن وقال صوابا جس دن جبرائیل اور دیگر فرشتے صف باندھے کھڑے ہونگے اس دن اللہ کے حضور وہی بات کر سکے گا جس کو اللہ اجازت دے گا اور وہ صحیح بات کرے گا(النبا: ۳۸)﴾۔(۱۶)......﴿ولا يشفعون الا لمن ارتضى اور فرشتے اسی کی شفاعت کریں گے جس کی شفاعت پر اللہ راضی ہے(الانبیاء: ۲۸)﴾۔(۱۷)......﴿فاغفر للذين تابوا واتبعوا سبيلك وقهم عذاب الجحيم اے اللہ! ان لوگوں کو معاف کر جنہوں نے توبہ کی اور تیری راہ پر چلے اور ان کو جہنم کے عذاب سے بچا(المومن: ۷)﴾۔(۱۸)......﴿ربنا وادخلهم جنات عدن التي وعدتهم ومن صلح من ابائهم وازواجهم وذريتهم انك انت العزيز الحكيم اے ہمارے رب! مسلمانوں کو ہمیشہ کی جنت میں داخل فرما جس کا تو نے اس سے وعدہ کیا ہے اور جو ان کے آباء، ازواج، اولاد میں سے صالح ہوں ان کو بھی جنت میں داخل فرما، بیشک تو غالب حکمت والا ہے(المومن: ۸)﴾۔(۱۹)......﴿وقهم السيات ومن تق السيات يومئذ فقد رحمته وذلك هو الفوز العظيم اے اللہ! ان لوگوں کو گناہوں کے عذاب سے بچا اور جس شخص کو تو نے اس دن گناہوں کے عذاب سے بچا لیا، اس پر تو نے رحم کیا اور یہی بہت بڑی کامیابی ہے(المومن: ۹)﴾۔

کافروں کے شفاعت سے محروم ہونے کے دلائل: (۲۰)......﴿فما تنفعهم شفاعة الشافعين تو انہیں سفارشیوں کی سفارش کام نہ دے گی(المدثر: ۴۸)﴾۔(۲۱)......﴿فهل لنا من شفعاء تو ہیں کوئی ہمارے سفارشی(الاعراف:

۵۲﴾۔(۲۲)......﴿لیس لھم من دونہ ولی ولا شفیع اللہ کے سوانہ کوئی حمایتی ہو نہ سفارشی(الانعام: ۵۱)﴾۔(۲۳)......﴿ما للظلمین من حمیم ولا شفیع ظالموں کے لیے کوئی دوست اور سفارشی نہیں(الغافر: ۱۸)﴾۔

شفاعت کے بارے میں دس احادیث سے دلائل:

☆......حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جس شخص کے کبیرہ گناہ نہ ہوں اس کا شفاعت سے کیا تعلق ہے؟
(سنن الترمذی، کتاب صفة القیامة، باب: منه ۱۱/۷۶، ص ۷۰۵)

☆......حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میری شفاعت میری امت کے اہل کبائر کے لیے ہوگی''۔ (سنن ابو داؤد، کتاب السنة، باب: فی الشفاعة، رقم: ۴۷۳۹، ص ۸۸۷)

☆......حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ہر نبی کی ایک دعا قبول ہوتی ہے، پس ہر نبی نے وہ دعا جلد مانگ لی اور میں نے اس دعا کو قیامت کے دن اپنی امت کی شفاعت کے لیے چھپا کر رکھا ہوا ہے اور یہ دعا ان شاء اللہ ہر اس شخص کو حاصل ہوگی جو اس حال میں مرے گا کہ اس نے اللہ کے ساتھ شرک نہ کیا ہو''۔(صحیح البخاری، کتاب الدعوات، باب: لکل نبی دعوة، رقم: ۶۳۰۴، ص ۱۰۹۶)

☆......حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی پاک ﷺ سے یہ سوال کیا کہ قیامت کے دن آپ میرے لیے شفاعت کریں، آپ نے فرمایا: ''میں کرنے والا ہوں''، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں آپ کو کہاں تلاش کروں؟ آپ نے فرمایا: ''تم سب سے پہلے مجھے صراط پر تلاش کرنا''، میں نے عرض کیا اگر آپ سے صراط پر ملاقات نہ ہو سکے، فرمایا: ''پھر تم مجھے میزان کے پاس طلب کرنا''، میں نے عرض کیا اگر میں میزان کے پاس آپ سے ملاقات نہ کر سکوں، فرمایا: ''مجھے حوض کوثر پر مل لینا کیونکہ ان تینوں مقامات سے میں تجاوز نہیں کروں گا''۔(سنن الترمذی، کتاب صفة القیامة، باب: ما جاء فی شان الصراط، رقم: ۲۴۴۱، ص ۷۰۴)

☆......حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میرے رب کی طرف سے میرے پاس ایک آنے والا آیا اور اس نے مجھے شفاعت کے درمیان اور اس میں اختیار دیا کہ میری نصف امت جنت میں داخل کر دی جائے، تو میں نے شفاعت کو اختیار کر لیا، اور یہ ہر اس شخص کو حاصل ہوگی جو اس حال میں مرا ہو کہ اس نے شرک نہ کیا ہو''۔
(سنن الترمذی، کتاب صفة القیامة، باب: ۱۲/۷۷ منه، رقم: ۲۴۴۹، ص ۷۰۶)

☆......حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''عسی ان یبعثک ...... الخ'' سے مراد مقام شفاعت ہے''۔
(سنن الترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورة بنی اسرائیل، رقم: ۳۱۴۸، ص ۸۹۵)

☆......حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میں قیامت کے دن تمام اولاد آدم کا سردار ہونگا اور فخر نہیں، اور میرے ہی ہاتھ میں حمد کا جھنڈا ہوگا اور فخر نہیں، اور اس دن ہر نبی خواہ آدم ہوں یا کوئی اور سب میرے جھنڈے کے نیچے ہونگے، اور میں سب سے پہلے قبر سے اٹھوں گا اور فخر نہیں، فرمایا: ''اس دن لوگ تین بار خوف زدہ ہونگے پھر وہ حضرت آدم علیہ السلام کے پاس جائیں گے اور کہیں گے آپ ہمارے باپ آدم ہیں آپ اپنے رب سے ہماری شفاعت کیجیے، وہ کہیں گے میں نے ایک ظاہری گناہ کیا ہے، میں اس کی وجہ سے زمین پر اتار دیا گیا، لیکن تم نوح علیہ السلام کے پاس جاؤ، پھر لوگ حضرت نوح علیہ السلام کے پاس جائیں گے، پس وہ کہیں گے میں نے زمین والوں کے خلاف ایک دعا کی تھی جس کے نتیجہ میں وہ ہلاک کر دیئے گئے، لیکن تم ابراہیم علیہ السلام کے پاس جاؤ، پھر لوگ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس جائیں گے، وہ کہیں گے بیشک میں نے تین ظاہری جھوٹ بولے تھے''، پھر رسول اللہ نے

فرمایا: "ان میں سے ہر جھوٹ ایسا تھا جس کی وجہ سے انہوں نے دین کی کسی رخصت کو حلال کیا، لیکن تم عیسی علیہ السلام کے پاس جاؤ، پھر وہ لوگ حضرت عیسی علیہ السلام کے پاس جائیں گے، وہ کہیں گے بیشک میری اللہ کے سوا عبادت کی گئی ہے لیکن تم حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ"۔ آپ نے فرمایا: "پھر لوگ میرے پاس آئیں گے، پس میں ان کے ساتھ چل پڑوں گا، حضرت انس نے کہا گویا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دیکھ رہا ہوں"، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میں جنت کے دروازے کی کنڈی پکڑ کر کھٹکھٹاؤں گا، پس کہا جائے گا، یہ کون ہیں؟ پھر کہا جائے گا یہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، وہ مجھے مرحبا کہیں گے، پھر میں سجدہ میں چلا جاؤں گا، پس اللہ مجھے حمد و ثناء الہام فرمائے گا، مجھ سے کہا جائے گا کہ اپنا سر اٹھائیے، آپ سوال کیجئے عطا کیا جائے گا، شفاعت کیجئے قبول کی جائے گی، بات کیجئے سنی جائے گی، یہی وہ مقام محمود ہے جس کے متعلق اللہ نے فرمایا: ﴿عسی ان یبعثک ربک مقاما محمودا﴾ عنقریب تمہیں تمہارا رب مقام محمود پر فائز کرے گا (بنی اسرائیل: ۷۹)﴾ (سنن الترمذی، کتاب صفة القیامة، باب: ما جاء فی الشفاعة، رقم: ۲۴۴۲، ص ۷۰۴، بتغیر قلیل)

☆......حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اللہ نے مجھ سے یہ وعدہ کیا ہے کہ میری امت کے ستر ہزار کو جنت میں داخل فرمائے گا جن سے کوئی حساب ہوگا نہ ان کو عذاب ہوگا اور ہر ہزار کے ساتھ ستر ہزار ہوں گے اور تین بار دونوں ہاتھوں سے بھر بھر کر جنت میں ڈال دے گا"۔ (المرجع السابق رقم: ۲۴۴۵)

☆......حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میری امت میں سے بعض وہ ہیں جو ایک جماعت کے لیے شفاعت کریں گے"۔ (المرجع السابق، رقم: ۲۴۴۸)

عربی میں نزول قرآن کی حکمت:

۵......آیت مبارکہ میں قرآن کی دو صفات جس میں سے ایک اس کا عربی زبان میں ہونا ہے اور دوسری اس میں سزاؤں کا بیان ہے، عربی زبان میں اس لیے نازل ہوا کہ قوم عرب قرآن کے معانی و مطالب کو آسانی سے سمجھ سکے، اگر کسی اور زبان میں نازل ہوتا تو یہ اعتراض کرتے کہ ہماری سمجھ سے بالاتر کلام ہے، جیسا کہ نبی کو بشری لباس میں بھیجنے کی ایک حکمت یہ بھی تھی کہ لوگ ان کے طرز عمل کو دیکھ کر اپنا عمل تیار کر لیں۔ اور سزاؤں کا بیان اس لیے فرمایا کہ اس بیان کو سن کر اپنے گناہوں کی روک تھام کے لیے اہتمام کر سکیں اور اسلامی زندگی گزار کر ابدی نعمتوں کی حقدار ہو سکے۔

اغراض: ثم یطیرھا بالریاح: یعنی بروز قیامت پہاڑ اللہ کے حکم سے ریزہ ریزہ ہو کر چلتے نظر آئینگے، اور ان کے لئے کوئی اثر باقی نہ رہے گا۔

وھو اسرافیل: بیت المقدس کی چٹان پر کھڑے ہو کر صور پھونکے گے اور لوگوں سے یوں عرض گزار ہونگے: "اے بوسیدہ ہڈیوں ٹوٹے ہوئے جوڑوں، بدبودار گوشت، اللہ تم سے دوبارہ جمع ہونے کا حکم ارشاد فرماتا ہے، ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے کہ ایسا کہنے والے حضرت جبرائیل علیہ السلام اور صور پھونکنے والے حضرت اسرافیل علیہ السلام ہونگے، اور بعض اکابر نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔

بان یقول لا الہ الا اللہ: بمکمل کلمہ محمد رسول اللہ کے ساتھ پڑھو، معنی یہ ہے کہ جو اسلام پر انتقال کر جائے اللہ اس سے راضی ہوتا ہے اور اسے دوسروں کی شفاعت کرنے کی اجازت مرحمت فرماتا ہے کہ وہ شفاعت کرے۔

لا یعلمون ذلک: نہ تو تفصیلی اور نہ ہی اجمالی، اللہ سب کچھ جانتا ہے۔

ای مثل انزال ما ذکر: یعنی وہ آیات جو عجیب و غریب قصوں پر مشتمل ہیں۔

وصیناه ان لا یاکل من الشجرة: یعنی ہم نے متذکرہ درخت کا پھل نہ کھانے کا حتمی فیصلہ صادر فرما دیا، اور ہماری مراد ہمارے حکم تک جا پہنچی۔
(الصاوی، ج٤، ص ٨٨ وغیرہ)

رکوع نمبر: ۱۶

﴿وَ﴾اذکر﴿اِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِکَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِیْسَ ؕ﴾وهو ابو الجن کان یصحب ویعبد اللّٰه معهم﴿اَبٰی (۱۱۶)﴾عن السجود لاٰدم قال انا خیر منه﴿فَقُلْنَا یٰٓاٰدَمُ اِنَّ هٰذَا عَدُوٌّ لَّکَ وَلِزَوْجِکَ﴾حواء بالمد﴿فَلَا یُخْرِجَنَّکُمَا مِنَ الْجَنَّةِ فَتَشْقٰی (۱۱۷)﴾تتعب بالحرث والزرع والحصد والطحن والخبز وغیر ذلک واقتصر علی شقاه لان الرجل یسعٰی علی زوجته﴿اِنَّ لَکَ اَلَّا تَجُوْعَ فِیْهَا وَلَا تَعْرٰی (۱۱۸) وَاَنَّکَ﴾بفتح الهمزة وکسرها عطفا علی اسم ان وجملتها﴿لَا تَظْمَؤُا فِیْهَا﴾تعطش﴿وَلَا تَضْحٰی (۱۱۹)﴾لا یحصل لک حر شمس الضحی لانتفاء الشمس فی الجنة﴿فَوَسْوَسَ اِلَیْهِ الشَّیْطٰنُ قَالَ یٰٓاٰدَمُ هَلْ اَدُلُّکَ عَلٰی شَجَرَةِ الْخُلْدِ﴾ای التی یخلد من یاکل منها﴿وَمُلْکٍ لَّا یَبْلٰی (۱۲۰)﴾لا یفنی وهو لازم الخلود﴿فَاَکَلَا﴾آدم وحواء﴿مِنْهَا فَبَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا﴾ای ظهر لکل منهما قبله و قبل الاخر ودبره وسمی کل منهما سوءة لان انکشافه یسوء صاحبه﴿وَطَفِقَا یَخْصِفٰنِ﴾اخذ یلزقان﴿عَلَیْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ﴾لیستترا به﴿وَعَصٰٓی اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰی (۱۲۱)﴾بالاکل من الشجرة﴿ثُمَّ اجْتَبٰهُ رَبُّهٗ﴾قربه﴿فَتَابَ عَلَیْهِ﴾قبل توبته﴿وَهَدٰی (۱۲۲)﴾ای هداه الی المداومة علی التوبة﴿قَالَ اهْبِطَا﴾ای ادم وحواء بما اشتملتما علیه من ذریتکما﴿مِنْهَا﴾من الجنة﴿جَمِیْعًا بَعْضُکُمْ﴾بعض الذریة﴿لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۚ﴾من ظلم بعضهم بعضا﴿فَاِمَّا﴾فیه ادغام النون ان الشرطیة فی ما الزائدة﴿یَاْتِیَنَّکُمْ مِّنِّیْ هُدًی ۬ فَمَنِ اتَّبَعَ هُدَایَ﴾ای القران﴿فَلَا یَضِلُّ﴾فی الدنیا﴿وَلَا یَشْقٰی (۱۲۳)﴾فی الاخرة﴿وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِکْرِیْ﴾ای القران فلم یؤمن به﴿فَاِنَّ لَهٗ مَعِیْشَةً ضَنْکًا﴾بالتنوین مصدر بمعنی ضیقه وفسرت فی حدیث بعذاب الکافر فی قبره﴿وَّنَحْشُرُهٗ﴾ای المعرض عن القران﴿یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اَعْمٰی (۱۲۴)﴾ای اعمی البصر او القلب﴿قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِیْٓ اَعْمٰی وَقَدْ کُنْتُ بَصِیْرًا (۱۲۵)﴾فی الدنیا وعند البعث﴿قَالَ﴾الامر﴿کَذٰلِکَ اَتَتْکَ اٰیٰتُنَا فَنَسِیْتَهَا ۚ﴾ترکتها ولم تؤمن بها﴿وَکَذٰلِکَ﴾مثل نسیانک آیتنا﴿الْیَوْمَ تُنْسٰی (۱۲۶)﴾تترک فی النار﴿وَکَذٰلِکَ﴾ومثل جزائنا من اعرض عن القران﴿نَجْزِیْ مَنْ اَسْرَفَ﴾اشرک﴿وَلَمْ یُؤْمِنْ بِاٰیٰتِ رَبِّهٖ ؕ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَشَدُّ﴾من عذاب الدنیا وعذاب القبر﴿وَاَبْقٰی (۱۲۷)﴾ادوم﴿اَفَلَمْ یَهْدِ﴾یتبین﴿لَهُمْ﴾لکفار مکة﴿کَمْ﴾خبریة﴿اَهْلَکْنَا﴾ای کثیرا اهلاکنا﴿قَبْلَهُمْ مِّنَ الْقُرُوْنِ﴾ای الامم الماضیة بتکذیب الرسل﴿یَمْشُوْنَ﴾حال من ضمیر لهم﴿فِیْ مَسٰکِنِهِمْ ؕ﴾فی سفرهم الی الشام وغیرها فیعتبروا وما ذکر من اخذ اهلاک من فعله الخالی عن حرف مصدری لرعایة المعنی لا مانع منه﴿اِنَّ فِیْ

ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ ﴾لَعِبرا﴿لِّاُولِی النُّھٰی(۱۲۸)﴾لِذَوِی العُقُولِ.

﴿ترجمہ﴾

اور(یادکرو)جب ہم نے فرشتوں سے کہا کہ آدم کوسجدہ کروتو سب سجدے میں گر گئے مگر ابلیس (یہ ابوالجن تھا،فرشتوں کے ساتھ رہتا تھا اوران کے ساتھ مل کراللہ ﷻ کی عبادت کیا کرتا تھا)اس نے انکار کیا(حضرت آدم علیہ السلام کوسجدہ کرنے سے اور بولا میں آدم علیہ السلام سے زیادہ اچھا ہوں)توہم نے فرمایااے آدم بیشک یہ تیرااور تیری بی بی کا دشمن ہے(حوّا کا،لفظ حوّا مد کے ساتھ پڑھا گیا ہے)تو ایسا نہ ہو کہ وہ تم دونوں کو جنت سے نکال دے پھرتو مشقت میں پڑے......۱......(کھیتی باڑی کرکے،فصل کی کٹائی کرنے،آٹا گوندھنے، روٹیاں پکانے وغیرہ کے سبب،اللہ ﷻ نے مرد کے مشقت میں پڑنے پراکتفاء کیا کیونکہ مرد ہی اپنی زوجہ کے لیے کسب معاش وغیرہ کی سعی کرتا ہے) تیرے لیے جنت میں یہ ہے کہ نہ تو بھوکا ہو نہ ننگا ہواور یہ کہ(انک ہمزہ مفتوحہ کے ساتھ ہے اور ہمزہ مکسورہ کی صورت میں اسکا عطف ان اوراس کے جملے پرہوگا) تجھے نہ اس میں پیاس لگے نہ دھوپ......۲......(تظما بمعنی تعطش ہے یعنی تجھے سورج کی تپش نہیں لگے گی کہ سورج جنت میں موجود ہی نہیں ہوگا)توشیطان نے اسے وسوسہ دلایا بولا اے آدم کیا میں تمہیں بتادوں ہمیشہ جینے کا پیڑ......۳......(کہ جواس میں سے کھائے گا ہمیشہ رہے گا)اور بادشاہی کہ پرانی نہ پڑے(یعنی فناء نہ ہواور یہ خلود کا لازم ہونا ہے)توان دونوں نے(حضرت آدم علیہ السلام اور بی بی حوّا نے)اس میں سے کھالیا اب ان پران کی شرم کی چیزیں ظاہر ہوئیں ......۴......(یعنی ان دونوں حضرات قدسیہ کے اگلے اور پچھلے مقام مخصوص ظاہر ہوگئے،ان دونوں مقامات کوسوءۃ کہنے کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اس کا معنی بُرا لگنا ہے،انسان کوان مقامات کا منکشف ہونا بُرا لگتا ہے اس لیے انہیں سوءۃ کہا گیا)اور جنت کے پتے اپنے اوپر چپکانے لگے(طفق یخصفان بمعنی اخذیلزقان ہے)اورآدم سے اپنے رب کے حکم میں لغزش واقع ہوئی......۵......(درخت سے کھالینے کے باوجود)پھراسے اس کے رب نے چن لیا(یعنی اپنا مزید قرب عطا فرمایا)تواس پراپنی رحمت سے رجوع فرمائی(ان کی توبہ قبول فرمائی......۶......)اورراہ دکھائی(یعنی توبہ پر مداومت کی راہ دکھائی)فرمایا تم دونوں مل کراس سے(یعنی جنت سے)اترو تم میں(یعنی تمہاری اولاد میں سے)ایک دوسرے کا دشمن ہے(یعنی تمہاری اولاد میں سے بعض بعض پرظلم کرے گی)پھراگر(فاما اصل میں ان ما تھا،ان شرطیہ کا ما زائدہ میں ادغام ہوا ہے)تم سب کو میری طرف سے ہدایت آئی تو جو میری ہدایت(قرآن)کا پیرو ہوا وہ نہ(دنیا میں)بہکے اور نہ(آخرت میں)بدبخت ہواور جس نے میری یاد(یعنی قرآن سے)منہ پھیرااس پرایمان نہ لایا تو بیشک اس کے لیے تنگ زندگانی ہے......۷......(تنگ زندگانی کی تفسیر حدیث پاک میں یہ کی گئی ہے کہ کافر کواس کی قبر میں عذاب دیا جاتا ہے،ضنکا مُنوّن ہے بمعنی ضیقۃ اور یہ مصدر ہے)اورہم اسے(یعنی قرآن پاک سے اعراض کرنے والے کو)قیامت کے دن اندھا اٹھائیں گے(یا تو وہ آنکھوں سے اندھا ہوگا یا دل سے)کہے گا اے میرے رب مجھے تو نے کیوں اندھا اٹھایا میں تو(دنیا میں اور قبر سے اٹھائے جاتے وقت)انکھیارا تھا فرمائے گا(معاملہ)یونہی ہے تیرے پاس ہماری آیتیں آئی تھیں تو نے انہیں بھلادیا(یعنی تو نے انہیں ترک

کردیا اور تو ان پر ایمان لے کر نہ آیا) اور ایسے ہی (تیرے ہماری آیتوں کو بھلا دینے کی مثل) آج تجھے چھوڑ دیا جائے گا (آگ میں ،تنسی بمعنی تترک ہے) اور اسی طرح (قرآن پاک سے اعراض کرنے والے کو دی گئی جو سزا ہم نے دی اسی کی مثل) ہم بدلہ دیتے ہیں جو حد سے بڑھے (یعنی جو شرک کرے) اور اپنے رب کی آیتوں پر ایمان نہ لائے اور بیشک آخرت کا عذاب اس سے سخت (دنیا اور قبر کے عذاب کے مقابلے میں) اور سب سے دیر پا ہے (ابقی بمعنی ادوم ہے) تو کیا ان پر (یعنی کفار مکہ پر) ظاہر نہ ہوا (یھد بمعنی یتبین ہے) کہ ہم نے ان سے پہلے کتنی امتیں ہلاک کردیں (یعنی پچھلی امتوں میں سے حضرات انبیائے کرام کو جھٹلانے کے سبب، کم اھلکنا میں کم خبریہ ہے جو مفعول بن رہا ہے، کم اھلکنا کا معنی ہے ہم نے بہت سی امتوں کو ہلاک کردیا) کہ یہ ان کے بسنے کی جگہ چلتے پھرتے ہیں (شام وغیرہ ممالک کی طرف سفر کرنے کے دوران، پس انہیں اس سے عبرت حاصل کرنی چاہئے ،یمشون ماقبل لھم ضمیر سے حال بن رہا ہے، تفسیر میں قرآن پاک میں مذکور فعل اھلکنا جو بغیر حرف مصدری کے ہے اس سے اھلاک مصدر کو اخذ کیا گیا ہے یہ معنوی رعایت کی وجہ سے ہے اور اس میں کوئی حرج نہیں ہے) بیشک اس میں نشانیاں (عبرتیں) ہیں عقل والوں کے لیے (اولی النھی عقل والوں کو کہتے ہیں)۔

﴿ترکیب﴾

﴿واذ قلنا للملئکۃ اسجدوا لادم فسجدوا الا ابلیس ابی﴾.

و: عاطفہ، اذ: مضاف، قلنا للملئکۃ: قول، اسجدوا لادم: جملہ فعلیہ مقولہ، ملکر جملہ قولیہ ہوکر معطوف علیہ، ف: عاطفہ، سجدوا: فعل وضمیر مستثنی منہ، الا: حرف استثناء، ابلیس: ذوالحال، ابی: جملہ فعلیہ حال، ملکر مستثنی منقطع، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر مضاف الیہ، ملکر فعل محذوف "اذکر" کے لیے ظرف، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿فقلنا یادم ان ھذا عدو لک ولزوجک فلا یخرجنکما من الجنۃ فتشقی﴾.

ف: عاطفہ، قلنا: قول، یادم: ندا، ان ھذا: حرف مشبہ واسم، عدو: موصوف، لک: جار مجرور معطوف علیہ، و: عاطفہ، لزوجک: معطوف، ملکر ظرف مستقر صفت، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ مقصود بالندا، ملکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ، ف: عاطفہ، لایخرجنکما: فعل نہی با فاعل ومفعول، من الجنۃ: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ، ف: سببیہ، تشقی: جملہ فعلیہ جواب نہی واقع ہے۔

﴿ان لک الا تجوع فیھا ولا تعری○ وانک لا تظمؤا فیھا ولا تضحی﴾.

ان: حرف مشبہ، لک: ظرف مستقر خبر، ان: مصدریہ، لا تجوع فیھا: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، لا تعری: جملہ معطوف، ملکر بتاویل مصدر معطوف علیہ، و: عاطفہ، انک: حرف مشبہ واسم، لا تظمؤا فیھا: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، لا تضحی: جملہ فعلیہ معطوف، ملکر خبر، جملہ اسمیہ ہوکر معطوف، ملکر اسم مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿فوسوس الیہ الشیطن قال یادم ھل ادلک علی شجرۃ الخلد وملک لا یبلی﴾.

ف: عاطفہ، وسوس الیہ الشیطن: فعل وظرف لغو وفاعل، ملکر جملہ فعلیہ، قال: قول، یادم: جملہ ندائیہ، ھل: استفہامیہ، ادلک: فعل با فاعل ومفعول، علی: جار، شجرۃ الخلد: معطوف علیہ، و: عاطفہ، ملک: موصوف، لا یبلی: جملہ فعلیہ صفت، ملکر معطوف، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ مقصود بالندا، ملکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿فاکلا منھا فبدت لھما سواتھما وطفقا یخصفن علیھما من ورق الجنۃ وعصی آدم ربہ فغوی﴾.

ف: عاطفہ، اکلا منھا: جملہ فعلیہ، ف: عاطفہ، بدت لھما سواتھما: فعل وظرف لغو وفاعل ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، طفقا: فعل بااسم ،یخصفان علیھما: فعل بافاعل وظرف لغو،من ورق الجنۃ: ظرف مستقر" ورقا" محذوف کی صفت،ملکر مفعول،ملکر خبر،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ثم اجتبہ ربہ فتاب علیہ وھدی ○ قال اھبطا منھا جمیعا بعضکم لبعض عدو﴾۔

ثم: عاطفہ،اجتبہ ربہ: فعل ومفعول وفاعل ملکر جملہ فعلیہ، ف: عاطفہ، تاب علیہ: فعل بافاعل وظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، ھدی: جملہ فعلیہ، قال: قول، اھبطا: فعل وضمیر ذوالحال، جمیعا: حال،ملکر فاعل، منھا: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ مقولہ ،ملکر جملہ قولیہ، بعضکم: مبتدا، لبعض عدو: خبر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿فامایاتینکم منی ھدی ○فمن اتبع ھدای فلا یضل ولا یشقی﴾۔

ف: عاطفہ، ان: شرطیہ، ما: زائدہ، یاتینکم منی ھدی: فعل ومفعول وظرف لغو وفاعل ملکر جملہ فعلیہ شرط، ف: جزائیہ، من: شرطیہ مبتدا،اتبع ھدای: جملہ فعلیہ شرط، ف: جزائیہ، لا یضل: جملہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، لا یشقی: معطوف،ملکر جزا،ملکر خبر،ملکر جواب شرط،ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿ومن اعرض عن ذکری فان لہ معیشۃ ضنکا ونحشرہ یوم القیمۃ اعمی﴾۔

و: عاطفہ، من: شرطیہ مبتدا،اعرض عن ذکری: جملہ فعلیہ شرط، ف: جزائیہ، ان: حرف مشبہ، لہ: ظرف مستقر خبر مقدم، معیشۃ ضنکا: مرکب توصیفی اسم مؤخر،ملکر جزا،ملکر خبر،ملکر جملہ اسمیہ، و: مستانفہ،نحشرہ: فعل بافاعل وضمیر ذوالحال، اعمی: حال،ملکر مفعول ،یوم القیمۃ: ظرف،ملکر جملہ فعلیہ مستانفہ۔

﴿قال رب لم حشرتنی اعمی وقد کنت بصیرا ○ قال کذلک اتتک ایتنا فنسیتھا﴾۔

قال: قول، رب: جملہ ندائیہ، لم: جار مجرور ظرف لغو مقدم، حشرتنی: فعل بافاعل ووقایہ وضمیر ذوالحال، اعمی: حال اول، وقد کنت بصیرا: جملہ فعلیہ حال ثانی،ملکر مفعول،ملکر جملہ فعلیہ مقصود بالندا،ملکر مقولہ جملہ قولیہ،قال: قول، کذلک: ظرف مستقر مبتدا محذوف، " الامر" کے لیے خبر،ملکر مقولہ اول، اتتک ایتنا: فعل ومفعول وفاعل،ملکر معطوف علیہ، فنسیتھا: جملہ فعلیہ معطوف،ملکر مقولہ ثانی،ملکر جملہ قولیہ۔

﴿وکذلک الیوم تنسی○ وکذلک نجزی من اسرف ولم یومن بایت ربہ﴾۔

و: عاطفہ،کذلک: ظرف مستقر، " نسیانا" مصدر محذوف کی صفت،ملکر مفعول مطلق مقدم،الیوم: ظرف مقدم، تنسی: فعل مجہول بانائب الفاعل،ملکر جملہ فعلیہ،و: عاطفہ، کذلک: ظرف مستقر " جزاء" مصدر محذوف کی صفت،ملکر مفعول مطلق مقدم، نجزی: فعل بافاعل، من: موصولہ، اسرف: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، ولم یومن بایت ربہ: جملہ معطوف،ملکر صلہ،ملکر مفعول بہ،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ولعذاب الاخرۃ اشد وابقی○افلم یھد لھم کم اھلکنا قبلھم من القرون یمشون فی مسکنھم﴾۔

و: عاطفہ، لام: تاکیدیہ، عذاب الاخرۃ: مبتدا، اشد: معطوف علیہ، وابقی: معطوف،ملکر خبر،ملکر جملہ اسمیہ، ھمزہ: حرف استفہامیہ، ف: عاطفہ، لم یھدلھم: فعل نفی وظرف لغو، کم: ممیز، من: جار، القرون: ذوالحال، یمشون فی مسکنھم: جملہ فعلیہ حال،ملکر مجرور،ملکر ظرف مستقر تمییز،ملکر مفعول مقدم، اھلکنا قبلھم: فعل بافاعل وظرف ملکر جملہ فعلیہ ہوکر فاعل، لم یھد فعل اپنے متعلقات سے ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ان فی ذلک لایت لاولی النھی﴾۔

ان فی ذلک ...... الخ :اس کی ترکیب ماقبل ملاحظہ فرمائیں۔

﴿شان نزول﴾

☆...... ومن اعرض عن ذکری...... ☆ یہ آیت اسود بن عبد العزی مخزومی کے بارے میں نازل ہوئی اور قبر کی زندگانی سے مراد قبر کا اس سختی سے دبانا ہے کہ ایک طرف کی پسلیاں دوسری طرف آجاتی ہیں اور آخرت میں تنگ زندگانی جہنم کے عذاب ہیں جہاں زقوم یعنی تھوہر اور کھولتا پانی اور جہنمیوں کے خون اور ان کے پیپ کھانے پینے کو دیئے جائیں گے اور دین میں تنگ زندگانی کا مطلب یہ ہے کہ نیکی کی راہیں تنگ ہو جائیں اور آدمی کسب حرام میں مبتلا ہو جائے۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

خروج جنت باعث مشقت:

ا...... جنت کی ابدی نعمتیں، دنیا اور اسباب دنیا سے کئی گناہ بہتر ہیں لہذا جنتی نعمتوں کو چھوڑنے کا تصور ہی نہیں ہو سکتا، دنیا میں کتنا ہی انعام واکرام ہو جائے، کسب کی کچھ نہ کچھ ضرورت پڑتی ہے۔ اسی مضمون کی طرف مفسر جلال نے اشارہ کیا ہے کہ دنیا میں کسب معاش، مسائل، ضروریات، دنیاوی صدمے، کھانا پکانا، نظام ہاضمہ، خوشی وغمی کے لمحات، رشتے ناطے، طور طریقے، لین دین ،الغرض کیا کچھ باتیں ایسی نہیں جو انسان کو دکھ میں ڈال دیں، انسان کو مشقت وتکلیف میں ڈال دیں، بے زار و بے قرار کر دیں، معاشی حالات بہتر ہونے کے باوجود سسکتی انسانیت کے دکھ درد دیکھ کر دل کو مضطرب کر دیں، یقیناً جنت بہتر ہے۔

جنت کا گھنا سایہ:

۲...... جنت کا سایہ ایسا ہوگا کہ سورج اس سائے کو ختم نہ کرے گا اور یہ سایہ اذیت دینے والا بھی نہ ہوگا اس میں نہ گرمی ہوگی نہ سردی۔ اگر کوئی یہ کہے کہ جنت میں سورج کی حرارت اذیت نہ دیگی تو پھر اسکے وصف سایہ کا کیا فائدہ؟ میں اسکا یہ جواب دونگا کہ اس آیت کے مخاطب صرف وہ لوگ ہیں جو عقل وعرفان کی دولت سے مالا مال ہیں۔ بلاد عرب کے لوگ انتہا درجے کی گرمی میں زندگی بسر کرتے تھے اور سایہ انکے نزدیک اسباب راحت اور لذت میں سے سب سے بڑا سبب تھا۔ (الخازن، ج ۱، ص ۳۹۱)

درخت کی نشان دھی:

۳...... علامہ ناصر الدین بیضاوی علیہ الرحمۃ اللہ القوی فرماتے ہیں کہ وہ درخت جسے حضرت آدم وحوا علیہما السلام نے کھایا تھا وہ یا تو گندم کا درخت تھا یا انگور کا یا انجیر کا۔ (البیضاوی، ج ۱، ص ۸۹)

ستر عورت فرض عین ھے:

۴...... قرآن مجید میں ہے کہ ﴿یبنی آدم قد انزلنا علیکم لباسا یواری سواتکم وریشا اے آدم کی اولاد بے شک ہم نے تمہاری طرف ایک لباس وہ اتارا کہ تمہاری شرم کی چیزیں چھپائے اور ایک وہ کہ تمہاری آرائش ہو اور پرہیزگاری کا لباس وہ سب سے بھلا (الاعراف: ۲۶)﴾ اس آیت مبارکہ میں ستر عورت کی اہمیت، فرضیت اور ضرورت کا مفصل بیان ہے۔ انسان اپنے اعضائے بدن کو لباس سے چھپائے خواہ مرد ہو کہ عورت یہ سب کے لئے ضروری ہے۔ انسان اور جانور میں ایک فرق یہ بھی ہے کہ جانوروں میں

لباس نام کی کوئی چیز نہیں پائی جاتی اور انسان کو اللہ ﷻ نے لباس سے زینت دی ہے کہ وہ اپنے ستر کو لباس کے ذریعے چھپائے، اور اسی لباس کے ذریعے مناسب طور پر زینت بھی کرے۔ ہم نے مناسب طور پر اس لئے کہا کہ جو حدود و قیود شریعت نے ہمارے لئے متعین کی ہیں ان کا پاس رکھنے ہی میں ہماری بھلائی ہے۔ آج کے پُرفتن دور میں ہم یہ دیکھتے ہیں کہ لباس تنگ سے تنگ تر ہوتا جا رہا ہے۔ مرد ہوں یا عورتیں سب کے سب تنگ لباس میں ملبوس نظر آتے ہیں الا ماشاء اللہ۔ ایک دور تھا کہ لباس سے بھی مرد و عورت کی تمیز ہوتی تھی، مگر آجکل کے دور میں یہ تمیز بھی جاتی رہی اور مَردوں نے عورتوں کے اور عورتوں نے مَردوں کے لباس پہننے شروع کر دیئے ہیں۔ کل تک مرد پینٹ شرٹ پہن کر اغیار کی سنت پر عمل کر کے اتراتا تھا آج عورتوں نے بھی چونکہ مَردوں کے شانہ بشانہ چلنا ہے پینٹ اور شرٹ پہننا شروع کر دیا ہے۔ جب جسم پر ظاہری لباس ہی مکمل نہ ہو تو پھر لباس تقوی کیسے حاصل ہو سکتا ہے؟ اور عورتوں نے تو لفظ عورت کے معنی ہی پر غور نہ کیا کہ عورت کے معنی ہی چھپانے کی چیز ہے چنانچہ شہنشاہ کائنات ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ "عورت چھپانے کی چیز ہے جب وہ باہر نکلتی ہے تو شیطان اسے جھانکتا ہے"۔

تقوی اور پرہیزگاری کا لباس ایسا لباس ہے کہ جو انسان اسے زیب تن کر لیتا ہے وہ ہمیشہ کامیاب و کامران رہتا ہے اور یہی قرآن و سنت اور بزرگان دین کی سیرت سے مستفاد ہوتا ہے۔ چنانچہ ام المؤمنین بی بی سَودَہ نے فرض حج ادا فرما لیا تھا جب ان سے نفلی حج کے بارے میں کہا گیا تو آپ رضی اللہ تعالی عنہا نے فرمایا کہ "میں فرض حج کر چکی ہوں میرے رب ﷻ نے مجھے گھر میں رہنے کا حکم دیا ہے قسم خدا کی! اب میرے بجائے میرا جنازہ ہی گھر سے نکلے گا" راوی فرماتے ہیں کہ خدا کی قسم! اس کے بعد زندگی کے آخری سانس تک آپ گھر سے باہر نہ نکلیں۔ (الجامع الترمذی کتاب الرضاع عن برقم: ۱۱۷٦، ص ۳۵۸)

حضرت آدم علیہ السلام کی لغزش کا معنی:

۵.....علامہ قرطبی کہتے ہیں کہ "وعصی آدم ربه فغوی میں غوی کا معنی ہے ان کی زندگی کا عیش و آرام جاتا رہا اور ان کی زندگی خراب ہوگئی، غی کا ایک معنی ضلالت اور گمراہی ہوتا ہے اور دوسرا معنی فساد ہوتا ہے اور یہاں پر یہی معنی مراد ہے، نقاش، قشیری، اور استاذ ابو جعفر نے بھی یہی مراد لیا ہ۔ یعنی جب وہ جنت سے باہر آ گئے تو جنت کے عیش و آرام کے بجائے محنت و مشقت کی زندگی گزاری اور مشقت میں پڑ گئے۔ (الجامع الاحکام القرآن، الجزء ۱٦، ص ۲۲۸)

جہاں تک یہ بات ہے کہ حضرات انبیائے کرام سے گناہ ہوتا ہے یا نہیں تو اس بارے میں کئی مقامات پر بحث ہو چکی ہے کہ حضرات انبیائے کرام کبیرہ و صغیرہ سے پاک ہوتے ہیں، حضرت آدم علیہ السلام سے اجتہادی خطا لاحق ہوئی جس سے آپ کی ذات پاک مقدسہ پر کوئی تہمت لازم نہیں آتی کیونکہ ابلیس نے آپ کے سامنے قسم اٹھائی تھی اور یہی سب سے پہلے اللہ کے بارے میں جھوٹی قسم کھانے والا تھا لہذا بتقاضائے بشریت حضرت آدم علیہ السلام جان ہی نہ پائے کہ کوئی اللہ کے بارے میں بھی جھوٹی قسم کھا سکتا ہے۔ علامہ آلوسی نے شرح المقاصد کے حوالے سے یہ بھی لکھا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے یہ فعل نبوت سے پہلے صادر ہوا اور اس کا صدور سہو و تاَمّل سے ہوا اور اس کے باوجود ان کی گرفت ہونے ان کے بلند مقام کی وجہ سے ہے کیونکہ نیک لوگوں کی نیکیاں مقربین کے نزدیک گناہ ہوتی ہیں۔

مودودی کہتے ہیں کہ یہاں اس بشری کمزوری کی حقیقت کو سمجھ لینا چاہیے جو آدم علیہ السلام سے ہوئی، بس ایک فوری جذبہ نے جو شیطانی تحریص کے زیر اثر ابھر آیا تھا، ان پر ذہول طاری کر دیا اور ضبط نفس کی گرفت ڈھیلی ہوتے ہی وہ طاعت کے مقام بلند سے

معصیت کی پستی میں جا گرے، یہی وہ بھول اور فقدان عزم ہے جس کا ذکر قصہ کے آغاز میں کیا گیا تھا۔ اسی چیز کا نتیجہ وہ نافرمانی اور بھٹک ہے جس کا ذکر اس آیت میں کیا گیا ہے۔ (العیاذ باللہ لاحول ولاقوۃ، آمین)۔ (تفہیم القرآن، ج۳، ص ۳۳)

قبول توبہ کے مبارک کلمات:

٦.....امام خازن حضرت سیدنا آدم علیہ السلام کی آہ وزاری اور اشک باری کے بارے میں فرماتے ہیں کہ حضرت سیدنا آدم علیہ السلام نے زمین پر تشریف لانے کے بعد تین سو برس تک حیاء سے آسمان کیطرف سر نہ اٹھایا۔ ایک قول کے مطابق اس کا سبب تین اشیاء تھیں: حیاء، دعاء اور بکاء یعنی رونا۔

☆.....حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضرت سیدنا آدم وحوا جنتی نعمتوں کے فوت ہو جانے پر دو سو برس تک روتے رہے اور چالیس دن تک انہوں نے نہ کچھ کھایا اور نہ ہی پیا۔ ایک قول کے مطابق اگر روئے زمین کے تمام افراد کے آنسو جمع کیے جائیں تو پھر بھی حضرت سیدنا آدم علیہ السلام کے اپنی لغزش پر بہائے جانے والے آنسو زیادہ تھے اور اگر حضرت سیدنا داؤد علیہ السلام اور ساری زمین والوں کے آنسو جمع کئے جائیں تو پھر بھی حضرت سیدنا آدم علیہ السلام کے وہ آنسو زیادہ ہوں گے جو آپ نے جنت سے جدائی پر بہائے تھے۔ (الخازن، ج ۱، ص ۳۹)

علامہ سید محمود آلوسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت سیدنا آدم علیہ السلام نے جن کلمات سے دعا مانگی اس بارے میں مختلف اقوال ہیں کہ حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی مشہور قول یہ ہے کہ وہ کلمات یہ ہیں ﴿ربنا ظلمنا ...... الخ﴾ جبکہ حضرت سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ کلمات یہ ہیں: "سبحانک اللھم و بحمدک و تبارک اسمک و تعالیٰ جدک لا الٰہ الا انت ظلمت نفسی فاغفر لی فانہ لا یغفر الذنوب الا انت" اور ایک قول کے مطابق حضرت سیدنا آدم علیہ السلام نے پایۂ عرش پر ﴿مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ﴾ لکھا ہوا دیکھا تھا لہٰذا اس کلمے کے وسیلہ سے دعا مانگنے کے سبب آپ علیہ السلام کی توبہ قبول ہوئی۔ (روح المعانی الجزء الاول، ص ۳۲۱)

تنگ زندگانی کن کے لیے ہے؟

۷.....مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ تنگ زندگانی کافروں کے لیے ہے، دنیا میں ان کے لئے حرام روزی کہ یہی حرام روزی ہے جسے اللہ نے تنگ زندگانی سے تعبیر ہے، ایک قول کے مطابق جہنم میں آگ کا عذاب، زقوم کے درخت سے مہمان نوازی ہونا تنگ زندگانی کی تفسیر ہے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ ان کے لئے اللہ نے حرام میں وسعت پیدا کردی یہی ان کے لیے تنگ زندگانی ہے۔ نافرمانی اور خبیث ذرائع سے حاصل ہونے والا رزق بھی تنگ زندگانی میں شمار کیا گیا ہے اور اس مقام پر شارحین نے مسلمان وکافر کی صراحت نہیں فرمائی۔ حضرت ابن عباس کے قول کے مطابق ہر وہ رزق جو بندے کو دیا جاتا ہے جس میں اس کے لئے خیر نہ ہو (یعنی ناجائز ذرائع سے حاصل ہونے والا رزق) تنگ زندگانی ہے۔ حضرت ابوسعید خدری کے قول کے مطابق تنگ زندگانی سے مراد عذاب قبر ہے۔ (جامع البیان، الجزء ۱٦، ص ۲۹۳ وغیرہ)

اغراض: غوی: کا معنی ہے کہ اپنے مطلوب یعنی خلود کو نہ پاسکے اور اس کو حاصل کرنے میں کامیاب نہ ہوئے، اور یہ بات اچھی طرح سے جان لو کہ حضرت آدم علیہ السلام پر عاصی کا اطلاق کرنا جائز نہیں کیونکہ عاصی وہ ہوتا ہے جو فعل معصیت عادتاً کرے جیسا کہ کوئی شخص اپنا کپڑا سیئے تو کہا جاتا ہے خاط ثوبہ یعنی اس نے اپنا کپڑا سیئا اور اسے خیاط نہیں کہا جاتا یہاں تک کہ اس کی عادت نہ ہو جائے۔

کم خبریۃ: کے بعد جو فعل آتا ہے اس سے پہلے حرف مصدری ہوتا ہے جس کی وجہ سے اس فعل کو مصدر کے معنی میں لینا درست ہوتا ہے مگر یہاں پر اهلکنا سے پہلے کوئی حرف مصدری نہیں ہے کیونکہ فعل مذکور کو حرف مصدری کے علاوہ معنی کی رعایت کی وجہ سے مصدر کے معنی میں لینا جائز ہے یعنی معنی کو درست کرنے کے لیے فعل کو مصدر کے معنی میں لینا جائز ہے۔

الی المداوۃ علی التوبۃ یعنی توبہ پر استمرار کرنا مراد ہے۔

بالاکل من الشجرۃ: ماقبل گزر چکا کہ مراد گندم یا انجیر یا اس کے علاوہ کوئی درخت ہے۔

من ظلم بعضھم بعضا: ایک دوسرے پر ظلم کرتے جیسا کہ حدیث پاک میں ہے: ''اے اللہ تو میری امت پر سوائے ان کے کسی اور کو مسلط نہ کرنا تو اللہ نے میری یہ دعا قبول فرمائی''۔

ای القرآن: ھدایت کی تفسیر قرآن سے کی ہے، کیونکہ دونوں مواقع پر قرآن کی تفسیر ھدایت سے کرنے میں نقص وارد ہوتا ہے اس لئے کہ خطاب حضرت آدم علیہ السلام اور ان کی ذریت سے ہے اور اس سے ملنے والی ھدایت ونصیحت عام ہے چہ جائے کہ قرآن سے یا دیگر کتب سماوی سے حاصل ہو، پس مناسب ہے کہ ھدای کی تفسیر کتاب یا رسول سے کی جائے۔

بعذاب الکافر فی قبرہ: وارد ہوا ہے کہ مردے کی قبر میں پسلیاں ایک دوسرے میں مل جاتی ہیں، اور قیامت تک یہ عذاب نہ ٹلے گا، اور تنگ زندگانی سے مراد دنیا کی زندگانی میں اللہ کا غضب ہے، المختصر۔ (الصاوی، ج٤، ص٩٠ وغیرہ)

رکوع نمبر:۱۷

﴿وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّکَ ﴾بتاخیرِ العذابِ عنھم الی الاٰخرۃ﴿لَكَانَ ﴾الاِھلاکُ﴿لِزَامًا ﴾لازما لھم فی الدنیا ﴿وَّاَجَلٌ مُّسَمًّى (۱۲۹)﴾مَضروبٌ لہٗ معطوفٌ علی الضمیرِ المُستترِ فی کانَ وقامَ الفصلُ بِخبرِھا مقامَ التاکیدِ﴿فَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ ﴾منسوخٌ بآیۃِ القتالِ﴿وَسَبِّحْ ﴾صلِّ﴿بِحَمْدِ رَبِّکَ ﴾حالٌ ای مُتلبِّسا بہٖ﴿قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ ﴾صلوۃ الصبحِ﴿وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا ۚ ﴾صلوۃالعصرِ ﴿وَمِنْ اٰنَآئِ الَّيْلِ ﴾ساعاتِہٖ﴿فَسَبِّحْ ﴾صَلِّ المغربَ والعِشاءَ﴿وَاَطْرَافَ النَّهَارِ ﴾عطفٌ علیمحل آناءِ المنصُوبُ ای صَلِّ الظھرِ لان وقتھا یدخلُ بزوالِ الشمسِ فھو طرفُ النِّصفِ الاوّلِ وطرفُ النصفُ الثّانی﴿لَعَلَّکَ تَرْضٰى (۱۳۰)﴾بِما تُعطٰی مِنَ الثوابِ﴿وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْکَ اِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهٖۤ اَزْوَاجًا ﴾اَصنافًا﴿مِّنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۙ ﴾زینتَھا وبھجتَھا ﴿لِنَفْتِنَهُمْ فِيْهِ ؕ ﴾بِاَن یطغَوا ﴿وَرِزْقُ رَبِّکَ ﴾فی الجنۃِ ﴿خَيْرٌ ﴾مما اوتوہُ فی الدنیا﴿وَّاَبْقٰى(۱۳۱)﴾ادوم ﴿وَاْمُرْ اَهْلَکَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ ﴾اِصبِر﴿عَلَيْهَا ؕ لَا نَسْـَٔلُکَ ﴾نُکلِّفکَ﴿رِزْقًا ؕ ﴾لِنفسِکَ وَلَا غیرکَ﴿نَحْنُ نَرْزُقُکَ ؕ وَالْعَاقِبَةُ ﴾الجنۃُ﴿لِلتَّقْوٰى (۱۳۲)﴾لِاَھلِھا﴿وَقَالُوْا ﴾ایِ المُشرِکونَ﴿لَوْلَا ﴾ھلا﴿يَاْتِيْنَا ﴾محمدٌ﴿بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ ﴾مِمَّا یقترِحونہٗ ﴿اَوَلَمْ تَاْتِهِمْ ﴾بالتاءِ والیاءِ﴿بَيِّنَةُ ﴾بیانٌ﴿مَا فِى الصُّحُفِ الْاُوْلٰى(۱۳۳)﴾اَلمُشتمِلُ علیہِ القرآنُ من انباءِ الاُمَمِ الماضیۃِ وَاِھلاکِھِم بِتکذیبِ الرُّسلِ﴿وَلَوْ اَنَّاۤ اَهْلَكْنٰهُمْ بِعَذَابٍ مِّنْ قَبْلِهٖ ﴾قَبلَ محمدٍ الرَّسولِ﴿لَقَالُوْا ﴾یومَ القِیٰمۃِ﴿رَبَّنَا لَوْلَاۤ ﴾ھلّا﴿اَرْسَلْتَ اِلَيْنَا رَسُوْلًا فَنَتَّبِعَ اٰيٰتِکَ ﴾المُرسلَ بِھا﴿مِنْ قَبْلِ اَنْ نَّذِلَّ ﴾فی القِیٰمۃِ

﴿وَنَخْزٰى(۱۳۴)﴾فی جہنم﴿قُلْ﴾لہم﴿کُلٌّ﴾مِنَّا ومِنکُم﴿مُّتَرَبِّصٌ﴾مُنتظِرٌ ما یَؤُلُ الیہ الْاَمرُ﴿فَتَرَبَّصُوْا ۚ فَسَتَعْلَمُوْنَ﴾فِی الْقِیٰمَۃِ﴿مَنْ اَصْحٰبُ الصِّرَاطِ﴾الطَّرِیقِ﴿السَّوِیِّ﴾الْمُسْتَقِیمِ﴿وَمَنِ اهْتَدٰى(۱۳۵)﴾مِنَ الضَّلالَۃِ اَنَحنُ اَمْ اَنتُم.

﴿ترجمہ﴾

اوراگرتمہارے رب کی ایک بات نہ گزر چکی ہوتی (کفار سے عذاب کوآخرت تک موخر کرنے کی) تو ضرور وہ (یعنی ان کا ہلاک کیا جانا) انہیں لپٹ جاتا (یعنی دنیاہی میں ان کے لیے لازم ہوجاتا) اورایک وعدہ ٹھرایاہوا (یعنی مقرر کیاہوا، اجل مسمی کا عطف کان کی ضمیر مستقر پر ہے، کان کی خبر سے فصل کیا جانا یہ تاکید کے قائم مقام ہے) توان کی باتوں پر صبر کرو (یہ حکم آیت قتال سے منسوخ ہے) اوراپنے رب کوسراہتے ہوئے اس کی پاکی بولو......ا...... (یعنی اپنے رب کی حمد کے ساتھ نماز پڑھا کرو) سورج چمکنے سے پہلے (صبح کی نماز) اوراس ڈوبنے سے پہلے (عصر کی نماز) اوررات کی گھڑیوں میں اس کی پاکی بولو (یعنی نماز مغرب وعشاء پڑھو، انـــــاء الــلــيــل رات میں نماز پڑھنے کوکہتے ہیں) اوردن کے کناروں پر (یعنی دن کے کناروں پرظہر کی نماز پڑھو کیونکہ ظہر کاوقت سورج کے زائل ہونے کے ساتھ توشروع ہوتاہے پس یہ وقت دن کے نصف اول اورنصف ثانی دونوں کا کنارہ ہے، اطـراف النهـار کا عطف انـــــاء کے محل پرہے جوکہ منصوب ہے) اس امید پرکہ تم راضی ہو (اس ثواب سے جوتمہیں عطا کیا جائے گا) اوراے سننے والے اپنی آنکھیں نہ پھیلا اس کی طرف ہم نے کافروں کی قسموں کوبرتنے کے لیے دی ہے (ازواجـا بمعنی اصـنـافـا ہے) دنیاوی زندگی کی تازگی (یعنی دنیاوی زندگی کی زینت اورتروتازگی) کہ ہم نے انہیں اس کے سبب فتنے میں ڈالیں (یوں کہ وہ سرکشی اختیار کریں) اور تیرے رب کارزق (جوجنت میں ہوگا) اچھاہے اس (رزق سے جوانہیں دنیامیں دیا گیاہے) اورسب سے دیرپا (ابـقـی بمعنی ادوم ہے) اوراپنے گھروالوں کونماز کاحکم دے اورخوداس پرثابت رہ (واصطبر بمعنی اصبر ہے) کچھ ہم تجھ سے روزی نہیں مانگتے (یعنی ہم نے تجھے تیرے غیر کے رزق کامکلف نہیں کیاہے) ہم تجھے روزی دینگے اورعاقبت (جنت) پرہیزگاری کے لیے (یعنی پرہیزگاروں کے لیے ہے) اوروہ (مشرکین) بولے ہرگزاپنے رب کے پاس سے کوئی نشانی لیکرنہیں آئیں گے وہ (محمد ﷺ ہماری مطلوبہ نشانی) اورکیاانہیں اس کابیان نہ آیاجواگلے صحیفوں میں ہے (جس پرقرآن بھی مشتمل ہے یعنی پچھلی امتوں کی خبریں اوررسولوں کوجھٹلانے کے سبب انہیں ہلاک کیے جانے کے واقعات، یـاتهـم کویاءاورتاءدونوں علامات مضارع کے ساتھ پڑھا گیاہے اور بینۃ بمعنی بیـان ہے) اوراگرہم انہیں کسی عذاب سے ہلاک کردیتے ہیں ان سے پہلے (یعنی محمد ﷺ سے پہلے) توضرور کہتے (بروز قیامت) اے ہمارے رب تونے ہماری طرف ہرگزکوئی رسول نہیں بھیجا (لـــولا بمعنی هـــلا ہے) کہ ہم تیری (بھیجی گئی) آیتوں پرچلتے قبل اس کے (قیامت میں) ذلیل اور (جہنم میں) رسواہوتے تم فرماؤ (ان لوگوں سے) سب (ہم میں سے اورتم میں سے سب کے سب) راہ دیکھ رہے ہیں (یعنی سب معاملہ کے انجام پرپہنچنے کے منتظر ہیں) توتم بھی راہ دیکھوتواب (قیامت میں) جان جاؤگے کہ کون ہیں سیدھی راہ والے (الصراط راستے اور السوی سیدھے کوکہتے ہیں) اورکون ہیں ہدایت پر (گمراہی سے بچ کر، ہم ہیں یاتم)۔

﴿ترکیب﴾

﴿ولولا کلمة سبقت من ربک لکان لزاما واجل مسمی﴾

و: عاطفہ، لولا: حرف شرط، کلمة: موصوف، سبقت من ربک: جملہ فعلیہ صفت، ملکر معطوف علیہ، واجل مسمی: معطوف،

ملکر خبر محذوف "موجود" کے لیے مبتدا، ملکر شرط، لام: تاکیدیہ، کان لزاما: جملہ فعلیہ جواب لولا، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿فاصبر علی ما یقولون وسبح بحمد ربک قبل طلوع الشمس وقبل غروبها ومن اناءِ الیل﴾

ف: فصیحہ، اصبر: فعل امر بافاعل، علی ما یقولون: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، سبح: فعل امر وضمیر ذوالحال، بحمد ربک: ظرف مستقر حال، ملکر فاعل، قبل طلوع الشمس: معطوف علیہ، وقبل غروبها: معطوف اول، و: عاطفہ، من اناءِ الیل: ظرف مستقر "لیلا" محذوف کی صفت، ملکر معطوف ثانی، ملکر ظرف، ملکر معطوف، ملکر شرط محذوف "اذا کان الامر کذلک" کی جزا، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿فسبح واطراف النهار لعلک ترضی﴾

ف: فصیحہ، سبح: فعل امر وضمیر ذوالحال، و: حالیہ، اطراف النهار: ظرف متعلق بمحذوف حال اول، لعلک ترضی: جملہ اسمیہ حال ثانی، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ولا تمدن عینیک الی ما متعنا به ازواجا منهم زهرة الحیوة الدنیا لنفتنهم فیه﴾

و: عاطفہ، لا تمدن: فعل نہی بافاعل، عینیک: مفعول، الی: جار، ما: موصولہ، متعنا به: فعل بافاعل وظرف لغو اول، ازواجا: موصوف، منهم: ظرف مستقر صفت، ملکر مفعول اول، زهرة الحیوة الدنیا: مفعول ثانی، لام: جار، نفتنهم فیه: جملہ فعلیہ بتقدیر "ان" مجرور، ملکر ظرف لغو ثانی، ملکر صلہ، ملکر مجرور، ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ورزق ربک خیر وابقی ○ وامر اهلک بالصلوة واصطبر علیها﴾

و: مستانفہ، رزق ربک: مبتدا، خیر: معطوف علیہ، و: عاطفہ، ابقی: معطوف، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ مستانفہ، و: مستانفہ، امر: فعل امر بافاعل، اهلک: مفعول، بالصلوة: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ مستانفہ، و: عاطفہ، اصطبر علیها: فعل امر بافاعل ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿لا نسئلک رزقا نحن نرزقک والعاقبة للتقوی﴾

لا نسئلک: فعل نفی بافاعل ومفعول اول، رزقا: مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ مستانفہ، نحن: مبتدا، نرزقک: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ مستانفہ، و: مستانفہ، العاقبة: مبتدا، للتقوی: ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ اسمیہ مستانفہ۔

﴿وقالوا لولا یاتینا بایة من ربه﴾

و: عاطفہ، قالوا: قول، لولا: حرف تحضیض، یاتینا: فعل بافاعل ومفعول، ب: جار، اية: موصوف، من ربه: ظرف مستقر صفت، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿اولم تاتهم بینة ما فی الصحف الاولی﴾

همزہ: حرف استفہام، و: عاطفہ معطوف علی محذوف "الم تاتهم البینات......"، لم تاتهم: فعل نفی ومفعول، بینة: مضاف، ما فی الصحف الاولی: موصول صلہ ملکر مضاف الیہ، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ولو انا اهلکنهم بعذاب من قبله لقالوا ربنا لولا ارسلت الینا رسولا﴾

و: عاطفہ، لو: شرطیہ، انا: حرف مشبہ واسم، اهلکنهم: فعل بافاعل ومفعول، ب: جار، عذاب: موصوف، من قبله: ظرف مستقر صفت، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر خبر، ملکر "ثبت" فعل محذوف کا فاعل، ملکر شرط، لام: تاکیدیہ، قالوا: قول، ربنا: جملہ ندائیہ، لولا: حرف تحضیض، ارسلت الینا رسولا: جملہ فعلیہ مقصود بالندا، ملکر مقولہ، ملکر جواب شرط، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿فنتبع ایتک من قبل ان نذل ونخزی﴾۔

ف:سببیہ، نتبع ایتک: فعل بافاعل ومفعول، من: جار، قبل: مضاف، ان:مصدریہ، نذل:معطوف علیہ، و: عاطفہ، نخزی: معطوف، ملکر جملہ فعلیہ بتاویل مصدر مضاف الیہ، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جواب تحضیض واقع ہے۔

﴿قل کل متربص فتربصوا﴾۔

قل: قول، کل:مبتدا، متربص: خبر، ملکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ، ف:فصیحہ، تربصوا: فعل امر بافاعل، ملکر شرط محذوف "اذا کان الامر کذلک" کی جزا، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿فستعلمون من اصحب الصراط السوی ومن اهتدی﴾۔

ف: مستانفہ، ستعلمون: فعل بافاعل، من: استفہامیہ مبتدا، اصحب الصراط السوی: خبر، ملکر معطوف علیہ، و: عاطفہ، من: استفہامیہ مبتدا، اهتدی: جملہ فعلیہ خبر، ملکر معطوف، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ مستانفہ۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

نماز کے اجمالی بیان سے حجت حدیث تک!

لے.....قرآن میں کہیں یہ بیان نہیں ملے گا کہ اقیموا الصلوۃ الخمسۃ یعنی پانچ نمازیں ادا کرو، ہاں اجمالا کئی مواقع ایسے ہیں کہ اللہ نے اپنے حبیب سے نمازوں کی ادائیگی کا بیان کیا ہے۔ اگر حدیث کی ضرورت نہیں تو پھر ان نمازوں کی مزید ترتیب وارکان وادائیگی کا بیان کیونکر ممکن ہوسکتا ہے۔ خیر جو لوگ فقط قرآن کو حجت مانتے ہیں اور درپردہ حدیث کا انکار کرتے ہیں کہ ان سے پانچ نمازوں کے وجوب وادا کے بارے میں بیان مطلوب ہے۔ ثابت کریں کہ قرآن میں کہاں ایسا بیان پایا جاتا ہے اور اگر ایسا نہیں ہے تو پھر خوامخواہ کی ضد دین کے معاملے میں اچھی نہیں۔

اغراض: منسوخ بایۃ القتال: آیت "فاصبر علی ما یقولون" آیت قتال سے منسوخ ہے، یہاں مقصود یہ ہے کہ قتال میں جلدی کرنے سے صبر کرنا مراد ہے، ایک قول یہ بھی ہے کہ آیت محکم ہے، اسی سے یہ سبق ملتا ہے کہ اذیت کے وقت میں صبر کا مظاہرہ کرو۔ صبل: تسبیح وتحمید کے مجموعے کو صلوۃ کا نام دیا گیا، اور صلوۃ سے مقصود یہ ہے کہ اللہ عزوجل کی ذات کو تمام نقص سے پاک بیان کرنا، معنی یہ ہے کہ پانچ نمازوں کے ذریعے اللہ عزوجل کی بارگاہ میں مشغول دعا ہو، اور وجوب امر کو تسبیح وتحمید پر مشتمل نماز کے امر پر محمول کردیا۔

بان یطغوا: باء سببیہ ہے، سرکشی کے سبب فتنے میں ڈالنا مراد ہے۔ مما یفترحونہ: بمعنی یطلبونہ ہے، جیسا کہ اللہ کا فرمان گزرا ﴿وقالوا لن نومن لک حتی تفجرلنا من الارض ینبوعا(بنی اسرائیل:۹۰)﴾۔ (الصاوی، ج۴، ص ۹۳ وغیرہ)

ایک اہم بات

اصل ماخذ کی جانب رجوع ضروری ہے

میں (علامہ شامی) کہتا ہوں بسا اوقات ایک قول کی نقل پر متاخرین کی بیس کتب متفق ہوتی ہیں حالانکہ وہ قول مبنی بر خطا ہوتا ہے پہلے ناقل سے خطا ہوجاتی ہے، اس کے بعد آنے والے حضرات اس قول کو انہی کے حوالے سے نقل کردیتے ہیں اور اس طرح یہ قول ایک سے دوسرے کی طرف نقل ہوتا رہتا ہے جیسا کہ بعض ان مسائل میں یہ معاملہ پیش آیا جن کی تعلیق شرعا درست ہے اور جن کو شرط پر معلق کرنا جائز نہیں ہے جیسا کہ اس پر ابن نجیم نے بحر الرائق میں تنبیہ فرمائی ہے۔ (البحر الرائق، کتاب البیع، باب المتفرقات، ج۶، ص ۲۷۰)۔

سورة الانبياء مكية وهى مائة و واحدى و اثنتا عشرة آية

(سورہ انبیاء مکی ہے،اس میں ایک سو گیارہ یا بارہ آیتیں ہیں)

تعارف

اس سورہ میں سات رکوع،۱۱۸۶ کلمے،۴۸۹۰ حروف ہیں،کفر وشرک کی گھٹائیں جہاں بھی چھا جائیں،انسان پستی کا شکار ہوتا جاتا ہے اس لئے ابتدا میں ان کی اس فکری افلاس وذہنی بے راہ روی کا ازالہ کرنے کی کوشش فرمائی گئی تاکہ جن قوموں نے یہ روش اختیار کی تھی ان کے دردناک انجام کی داستان ان کے کھنڈرات کے شکستہ درودیوار جان لی جائے۔ان کے تذکرے سے سمجھ لی جائے،ان کے حالات کو جان کر اپنے رگ وپے میں بسالی جائے۔فرشتوں کے متعلق غلط نظریات کا سدباب کردیا اور توحید کے دلائل واضح فرمادیئے ،مزید یہ کہ توحید،آخرت اور نبوت سے متعلق دشمنان اسلام کے جو باطل نظریات تھے انہیں بھی دور کردیا گیا اور ان کی بڑے حکیمانہ انداز میں تردید کردی گئی۔اس کے بعد چند جلیل القدر انبیائے کرام اور اولوالعزم رسولوں کی سیرتیں بیان فرمائیں تاکہ راہ نوردمنزل تسلیم ورضا اگر کسی مشکل سے دوچار ہوتو حوصلہ ہار نہ دے،شکستہ پا ہوکر بیٹھ نہ جائے بلکہ پاکیزہ ہستیوں کی سیرت کو دیکھتے ہوئے سفر آخرت کی جانب بڑھتا رہے۔مزید یہ بھی بیان کردیا گیا کہ جو نیکی کے راستے پر گامزن ہوگا وہ یقیناً راہ کامیابی پائے گا اور جو دوسری طرف نکل جائے گا وہ خائب وخاسر رہے گا۔کافروں کے لئے جہنم کے ایندھن کا وعدہ جہاں دیگر سورتوں میں جابجا ملتا ہے تو ہیں اس سورہ میں بھی یہی بات نظر آتی ہے اور ساتھ ہی مومنین کو جنت کی بشارتیں بھی دی گئی ہیں۔

رکوع نمبر:۱

بسم الله الرحمن الرحيم اللہ کے نام سے شروع جو بڑا مہربان رحم والا

﴿اِقْتَرَبَ﴾قَرُبَ﴿لِلنَّاسِ﴾اَهْلِ مكةَ مُنكِرِى البَعثِ﴿حِسَابُهُمْ﴾يومُ القِيمَةِ﴿وَهُمْ فِى غَفْلَةٍ﴾عَنهُ﴿مُّعْرِضُوْنَ(۱)﴾عنِ التَّاهبِ لهُ بالايمانِ﴿مَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ ذِكْرٍ مِّنْ رَّبِّهِمْ مُّحْدَثٍ﴾شيئا فَشَيئا اى لفظُ قُرانٍ﴿اِلَّا اسْتَمَعُوْهُ وَهُمْ يَلْعَبُوْنَ(۲)﴾يَسْتَهزِءُونَ﴿لَاهِيَةً﴾غَافِلةً﴿قُلُوْبُهُمْ ط﴾عَن مَعنَاهُ﴿وَاَسَرُّوا النَّجْوَى صلے ق﴾اَيِ الكَلامَ﴿الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا صلے ق﴾بَدلٌ مِن واوِ واَسرُّوا النَّجوىٰ﴿هَلْ هٰذَآ﴾اى مُحمدٌ﴿اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ج﴾فَما يَاتِى بِه سِحرٌ﴿اَفَتَاْتُوْنَ السِّحْرَ﴾تَتَّبِعُونَهُ﴿وَاَنْتُمْ تُبْصِرُوْنَ(۳)﴾تَعلَمونَ اَنَّهُ سِحرٌ﴿قٰلَ﴾لَهم﴿رَبِّىْ يَعْلَمُ الْقَوْلَ﴾كَائِنًا﴿فِى السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ز وَهُوَ السَّمِيْعُ﴾لِمَا اَسَرُّوه﴿الْعَلِيْمُ(۴)﴾بِه﴿بَلْ﴾لِلاِنتِقَالِ مِنْ غَرَضٍ اِلىٰ آخَر فى المَواضِعِ الثلاثَةِ﴿قَالُوْٓا﴾فِيما اَتىٰ بِه مِنَ القُرآنِ هُوَ﴿اَضْغَاثُ اَحْلَامٍ م﴾اَخلاطٍ رآهَا فى النَّومِ﴿بَلِ افْتَرٰهُ﴾اِختَلَقَهُ﴿بَلْ هُوَ شَاعِرٌ صلے ج﴾فَما اَتىٰ بِه شِعرٌ﴿فَلْيَاْتِنَا بِاٰيَةٍ كَمَآ اُرْسِلَ الْاَوَّلُوْنَ(۵)﴾كَالنَّاقَةِ وَالعَصَاءِ واليَدِ قال تَعالى﴿مَآ اٰمَنَتْ قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْيَةٍ﴾اَى اَهلِهَا﴿اَهْلَكْنٰهَا ج﴾بِتَكذِيبِها مَا اَتاهَا مِنَ الآياتِ﴿اَفَهُمْ يُؤْمِنُوْنَ(۶)﴾لا﴿وَمَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِىْٓ﴾وَفِى قِراءَةٍ بِالنُّونِ وَكَسرِ الحَاءِ﴿اِلَيْهِمْ﴾لا

مَلٰئِکَۃ﴿فَاسْئَلُوْٓا اَھْلَ الذِّکْرِ﴾اَلْعُلَمَاء بِالتوراۃِ والْاِنجیلِ﴿اِنْ کُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ(۷)﴾ذٰلِکَ
فَاِنَّھُم یعلمونَہٗ وانتُم الی تصدیقِھِمْ اَقْرَبُ مِن تصدِیقِ المؤمنینَ بِمُحمدٍ ﷺ﴿وَمَا جَعَلْنٰھُمْ﴾اَیِ الرُّسُلِ
﴿جَسَدًا﴾بِمَعْنی اَجسَادٍ﴿لَّا یَاْکُلُوْنَ الطَّعَامَ﴾بَلْ یَاْکُلونَہٗ﴿وَمَا کَانُوْا خٰلِدِیْنَ(۸)﴾فِی الدُّنْیَا
﴿ثُمَّ صَدَقْنٰھُمُ الْوَعْدَ﴾بِاِنْجَائِھِمْ﴿فَاَنْجَیْنٰھُمْ وَمَنْ نَّشَآءُ﴾اَیِ الْمُصَدِّقِیْنَ لَھُمْ﴿وَاَھْلَکْنَا الْمُسْرِفِیْنَ
(۹)﴾اَلْمُکَذِّبِیْنَ لَھُمْ﴿لَقَدْ اَنْزَلْنَا اِلَیْکُمْ﴾یَامَعْشَرَ قُرَیْشٍ﴿کِتٰبًا فِیْہِ ذِکْرُکُمْ ط﴾لِاَنَّہٗ بِلُغَتِکُمْ﴿اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ
(۱۰)﴾فَتُؤمِنونَ بِہٖ.

﴿ترجمہ﴾

لوگوں کا (یعنی اہل مکہ کا جو مرنے کے بعد اٹھائے جانے کے منکر ہیں) حساب نزدیک ......۱...... (قیامت کے دن کئے جانے والا حساب، اقترب بمعنی قرب ہے) اور وہ (اس سے) غفلت میں منہ پھیرے ہیں (یعنی ایمان لاکر روز قیامت کے لیے تیاری کرنے سے اعراض کررہے ہیں) جب ان کے رب کے پاس سے انہیں کوئی نئی نصیحت آتی ہے (بتدریج تھوڑا تھوڑا قرآن ان پر نازل ہوتا ہے، محدث سے مراد الفاظ قرآن ہیں) تو اسے نہیں سنتے مگر کھیلتے ہوئے (اس کا مذاق اڑاتے ہوئے) ان کے دل کھیل میں پڑے ہیں......۲...... (یعنی اس کے معنی سمجھنے سے غافل ہیں) اور ظالموں نے آپس میں خفیہ مشاورت کی (یعنی کلام کیا اور والذین ظلموا یہ اسروا النجوی کی واؤ ضمیر سے بدل بن رہا ہے) کہ یہ (یعنی سید عالم ﷺ) کون ہیں ایک تمہی جیسے آدمی تو ہیں (پس جو یہ لے کر آئے ہیں وہ جادو ہے) کیا جادو کے پاس جاتے ہو (یعنی جادو کی پیروی کرتے ہو) دیکھ بھال کر (یعنی اس کے جادو ہونے کا علم رکھنے کے باوجود) آپ ﷺ نے (ان سے) فرمایا میرا رب جانتا ہے ہر بات کو (جو ہوتی ہے) آسمانوں اور زمین میں (اور) وہ سننے والا ہے (ان کی خفیہ مشاورت کو) اور علم رکھنے والا ہے (اس کا) بلکہ (مذکورہ) تینوں (مقامات پر لفظ بل ایک غرض سے دوسری غرض کی طرف منتقل ہونے کے لیے استعمال کیا گیا ہے) بولے (آپ ﷺ کے لائے ہوئے قرآن پاک کے بارے میں) پریشان خوابیں ہیں ......۳...... (جو وہ سوتے میں دیکھتے ہیں، اضغاث بمعنی اخلاط ہے) بلکہ ان کی گڑھی ہوئی چیز ہے (افتراہ بمعنی اختلقہ ہے) بلکہ یہ شاعر ہیں (اور جو کلام یہ لے کر آئے ہیں وہ شعر ہیں) تو ہمارے پاس کوئی نشانی لے کر آئیں جیسے اگلے بھیجے گئے تھے......۴...... (نشانیاں، جیسے حضرت نوح علیہ السلام کی سی اونٹنی، عصاء موسوی علیہ السلام یا ید بیضاء، اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا) ان سے پہلے کوئی بستی (یعنی بستی والے) ایمان نہ لائیں جسے ہم نے ہلاک (ان آنے والی نشانیوں کو ان کے جھٹلا دینے کے سبب) تو کیا یہ ایمان لائیں گے (نہیں) اور ہم نے تم سے پہلے نہ بھیجے مگر مرد جنہیں ہم وحی کرتے......۵...... (وہ فرشتے نہ تھے، یوحی کو علامت مضارع نون اور حاء مکسورہ کے ساتھ بھی ایک قرائت میں پڑھا گیا ہے) تو اے لوگوں اہل ذکر سے پوچھو (یعنی توریت اور انجیل کے علماء سے پوچھو) اگر تمہیں علم نہ ہو......۶...... (اس بات کا کیونکہ وہ اس بات کو اچھی طرح جانتے ہیں (ان کی تصدیق کرنا مومنین کی اس تصدیق سے جو انہوں نے محمد ﷺ کی کی ہے) اور ہم نے انہیں (یعنی رسولوں کو) خالی بدن نہ بنایا کہ وہ کھانا نہ کھائیں (بلکہ وہ کھانا کھاتے ہیں،

جسد ا بمعنی اجساد ہے)اور نہ وہ (دنیا میں) ہمیشہ رہیں پھر ہم نے انہیں (ان کو نجات دینے کا) اپنا وعدہ سچا کر دکھایا تو انہیں نجات دی اور جن کو چاہی (یعنی حضرات انبیائے کرام کی تصدیق کرنے والوں کو) اور حد سے بڑھنے والوں کو (یعنی حضرات انبیائے کرام کو جھٹلانے والوں کو) ہلاک کر دیا (اے گروہ قریش) بیشک ہم نے تمہاری طرف ایک کتاب اتاری جس میں تمہاری ناموری ہے (کیونکہ وہ تمہاری زبان میں ہے) تو کیا تمہیں عقل نہیں (کہ تم اس پر ایمان لے آؤ)۔

﴿ترکیب﴾

﴿اقترب للناس حسابهم وهم في غفلة معرضون﴾.

اقترب: فعل، لام: جار، الناس: ذوالحال، و: حالیہ، هم: مبتدا، فی غفلة: ظرف مستقر خبر اوّل، معرضون: خبر ثانی، ملکر حال، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، حسابهم: فاعل، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ما ياتيهم من ذكر من ربهم محدث الا استمعوه وهم يلعبون ۝ لاهية قلوبهم﴾.

ما یاتی: فعل نفی، هم: ذوالحال، الا: حرف حصر، استمعوا: فعل وضمیر ذوالحال، و: حالیہ، هم یلعبون: جملہ اسمیہ حال اول ملکر فاعل، ہ: ضمیر مفعول، ملکر بتقدیر "قد" حال، ملکر مفعول، من: جار زائدہ، ذکر: موصوف، من ربهم: ظرف مستقر صفت اول، محدث: صفت ثانی، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ مستانفہ۔

﴿واسروا النجوى الذين ظلموا هل هذا الا بشر مثلكم﴾.

و: عاطفہ، اسروا: فعل وضمیر مبدل منہ، الذین ظلموا: ملکر بدل، ملکر فاعل، النجوی: مبدل منہ، هل: استفہامیہ، هذا: مبتدا، الا: اداۃ حصر، بشر: موصوف، مثلکم: صفت، ملکر خبر، ملکر بدل، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿افتاتون السحر وانتم تبصرون ۝ قال ربي يعلم القول في السماء والارض وهو السميع العليم﴾.

همزة: حرف استفہامیہ، ف: عاطفہ، تاتون: فعل وضمیر ذوالحال، و: حالیہ، انتم تبصرون: جملہ اسمیہ حال، ملکر فاعل، السحر: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، قال: قول، ربی: مبتدا، یعلم القول: فعل با فاعل ومفعول، فی السماء والارض: ظرف لغو، ملکر خبر، ملکر معطوف علیہ، و: عاطفہ، هو السمیع العلیم: جملہ اسمیہ معطوف، ملکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿بل قالوا اضغاث احلام بل افتره بل هو شاعر﴾.

بل: عاطفہ برائے اضراب، قالوا: قول، اضغاث احلام: مبتدا محذوف، "ھو" کے لیے خبر، ملکر جملہ اسمیہ معطوف علیہ، بل: عاطفہ برائے اضراب، افتره: جملہ فعلیہ معطوف اوّل، بل: عاطفہ، هو شاعر: معطوف ثانی، ملکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿فلياتنا باية كما ارسل الاولون﴾.

ف: فصیحہ، لام: امر، یاتنا: فعل امر با فاعل ومفعول، ب: جار، اية: موصوف، ک: جار، ما: موصولہ، ارسل الاولون: جملہ فعلیہ صلہ، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر شرط محذوف "ان لم یکن کما قلنا" کے لیے جزا، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿ما امنت قبلهم من قرية اهلكنها افهم يومنون﴾.

ما امنت قبلهم: فعل نفی وظرف، من: جار زائدہ، قریة: موصوف، اهلکنها: جملہ فعلیہ صفت، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ، همزة: حرف استفہامیہ، ف: عاطفہ، هم: مبتدا، یومنون: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿وما ارسلنا قبلك الا رجالا نوحي اليهم فسئلوا اهل الذكر ان كنتم لا تعلمون﴾.

و: عاطفہ، ما ارسلنا قبلک: فعل نفی با فاعل وظرف، الا: اداۃ حصر، رجالا: موصوف، نوحی الیھم: جملہ فعلیہ صفت، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، ف: فصیحہ، اسئلوا: فعل امر با فاعل، اھل الذکر: مفعول، ملکر شرط محذوف " اذا کان الامر کذلک" کی جزا، ملکر جملہ شرطیہ، ان: شرطیہ، کنتم لا تعلمون: جملہ ہوکر جزا محذوف " فاسئلوا اھل الذکر" کے لیے شرط، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿وما جعلنھم جسدا لا یاکلون الطعام وما کانوا خلدین﴾

و: عاطفہ، ما جعلنھم: فعل نفی با فاعل ومفعول اول، جسدا: موصوف، لا یاکلون الطعام: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، ما: نافیہ، کانوا: فعل ناقص واسم، خلدین: خبر، ملکر معطوف، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ثم صدقنھم الوعد فانجینھم ومن نشاء واھلکنا المسرفین﴾

ثم: عاطفہ، صدقنھم الوعد: فعل با فاعل ومفعول ملکر جملہ فعلیہ، ف: عاطفہ، انجینھم: فعل با فاعل و "ھم" ضمیر معطوف علیہ، و: عاطفہ، من نشاء: موصول صلہ ملکر معطوف، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، اھلکنا المسرفین: فعل با فاعل ومفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿لقد انزلنا الیکم کتبا فیہ ذکرکم افلا تعقلون﴾

لام: قسمیہ، قد: تحقیقیہ، انزلنا الیکم: فعل با فاعل، ظرف لغو، کتبا: موصوف، فیہ ذکرکم: جملہ اسمیہ صفت، ملکر مفعول، ملکر قسم محذوف "نقسم" کے لیے جواب قسم، ملکر جملہ قسمیہ، ھمزہ: حرف استفہامیہ، ف: عاطفہ، لا تعقلون: جملہ فعلیہ۔

﴿شان نزول﴾

☆...... اقترب للناس حسابھم وھم...... ☆ یہ آیت منکرین بعث کے حق میں نازل ہوئی جو مرنے کے بعد زندہ کیے جانے کو نہیں مانتے تھے اور روز قیامت کو گزرے ہوئے زمانے کے قریب بتایا گیا کیونکہ جتنے دن گزرتے جاتے ہیں آنے والا دن قریب ہوتا جاتا ہے۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

حساب کا دن نزدیک ہونے سے مراد کیا ہے؟

۱ گزر جانے والے زمانہ کی نسبت زندگی کے باقی ایام تھوڑے رہ گئے ہیں، اس لیے فرمایا کہ حساب کی گھڑی قریب ہے۔ للناس پر لام بعض علماء کے نزدیک بمعنی من ہے اور اقترب کے متعلق ہے اور بعض کے نزدیک اضافت کی تاکید کے لیے ہے، اصل میں اس طرح ہوگا اقترب حساب الناس۔ الناس پر الف لام جنس کے لیے ہے اور بعض کے نزدیک الف لام عہدی ہے اور مراد کفار ہیں۔ اور اس قول کی تائید "وھم فی غفلۃ" بھی کرتا ہے۔ (المظھری، ج ۶، ص ۱۶۶)

☆...... حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دو انگلیوں کو ملا کر فرمایا "میں اور قیامت ان دو انگلیوں کی طرح ساتھ ساتھ بھیجے گئے ہیں۔ (صحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب قول النبی بعثت انا...، رقم: ۶۵۰۴، ص ۱۱۲۶)۔ یعنی سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کے بعد کوئی نبی کا زمانہ نہ آئے گا بلکہ قیامت آئے گی۔

بے توجھی سے دین کی باتیں سننا:

۲ کافروں کی صفت ہے کہ دین کی بات انہیں مزہ نہیں دیتی، سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تبلیغ کرنے پر انہیں ہنسی آتی، مذاق

اڑاتے، منہ پھیرتے، بے جا تنقید کرتے، خواہ مخواہ اپنی ہانکتے۔ یہ دشمنان اسلام کا طریقہ تھا جو اللہ نے بیان کیا اور آج مسلمان کا طریقہ اس سے زیادہ مختلف نہیں ہے۔ اچھے خاصے دیندار شخص کا مذاق اڑایا جاتا ہے۔ علماء پر تنقید کی جاتی ہے۔ شعائر اسلام کی بے حرمتی کی جاتی ہے اور ایسا کرنے والے کوئی غیر نہیں مسلمان ہی ہوتے ہیں۔ مسجد میں آنا انہیں نصیب نہیں، آجائیں تو بھی دوسروں کے لیے سخت آزمائش سے کم نہیں ہوتے۔ انتظامیہ الگ پریشان ہوتی ہے۔ وعظ ونصیحت کے وقت اپنی باتوں میں مصروف، جمعہ وعیدین کے خطبے کے وقت دوسروں کی گردنیں پھلانگ کر آگے آنے کا شوق ایسا کہ دین کے بہت بڑے خیر خواہ ہیں، اگر یہ حضرت آگے نہ آئیں تو نماز ہی قائم نہ ہو سکے اور دوسروں کے لئے سخت دشواری کا سامنا۔ الامان والحفیظ۔

قرآن کے بارے میں پریشان خوابیں ہونا:

۳.....اضغاث اسے کہتے ہیں جس کی کوئی تاویل نہ ہو سکے، اور اس بارے میں سورۂ یوسف میں بھی مذکور ہو چکا، دشمنان اسلام کا اس سے مسئلہ حل نہ ہوا تو انہوں نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ محمد ﷺ اپنی عرف سے باتیں گھڑتے ہیں۔ جب اس سے بھی ان کا مسئلہ حل نہ ہوا تو سید عالم ﷺ کو شاعر کہنا شروع کر دیا، یعنی یہ حیران و پریشان تھے کسی جگہ انہیں قرار نہیں تھا، کبھی جادوگر کہتے، کبھی قرآن کو پریشان خوابیں کہتے، کبھی اپنی طرف سے گھڑلینا بتاتے، کبھی شاعر کہتے۔ (الجامع الاحکام القرآن، الجزء:۱۷، ص ۲۳۹)

بات یہ تھی کہ ان کے نصیب میں ہدایت ہی نہ تھی، جبھی انہوں نے یہ طرز عمل اپنایا ورنہ سید عالم ﷺ کو دیکھ کر لوگ ایمان لے آتے۔ طرز عمل سے متاثر ہو کر ایمان قبول کر لیتے تھے۔

سابقہ حضرات انبیائے کرام کے معجزات سے تطبیق دینا:

۴.....علامہ رازی فرماتے ہیں کہ انہوں نے معجزات اس لئے طلب کیے تا کہ جائے فرار کچھ نہ رہے، جیسا کہ حضرت موسی علیہ السلام و عیسی علیہ السلام کے معجزات، اللہ نے انہیں جواب دیا کہ اس طرح کے سوالات سابقہ اقوام نے بھی حضرات انبیائے کرام سے کئے تھے جیسا کہ بیان ہے ﴿ما امنت قبلهم من قرية اهلكناها افهم يومنون﴾ (الانبیاء:۶) مطلب یہ ہے کہ انہوں نے حد سے تجاوز کیا اور حضرات انبیائے کرام سے من مانے معجزات طلب کئے اور عہد کیا کہ ایمان لے آئیں گے لیکن جب معجزات پیش کر دیئے گئے تو انکاری ہو گئے اور مخالفت کی، پس اگر ہم انہیں ان کی پسند کے معجزات دے بھی دیتے تو اور زیادہ سرکشی اختیار کرتے۔ حسن کہتے ہیں انہوں نے جواب نہ دیا جب کہ ان کی خواہشات کے مطابق معجزات دکھائے گئے پس ضروری ہوا کہ ان کے عذاب میں دیر نہ کی جائے اور اس بارے میں حکم گزر چکا، پس سید عالم ﷺ کی امت میں ایسا نہ ہوا اور خواہشات کے مطابق معجزات نہ دیئے گئے۔ (الرازی، ج۸، ص ۱۲۲)

کیا عورت نبی ہوسکتی ہے؟

۵.....اللہ تعالی نے مردوں کو عورتوں پر ان امور میں فضیلت دی: عقل، دین، خلافت، دانائی، شہادت، جہاد، جمعہ، جماعت، امامت، نبوت۔ انہی خصوصیات میں سے بعض یہ ہیں کہ مرد بیک وقت چار عورتیں اپنے نکاح میں رکھ سکتا ہے جبکہ عورت کیلئے جائز نہیں کہ وہ ایک شوہر سے نکاح قائم ہوتے ہوئے دوسرے سے نکاح کرے۔ اور اسی طرح مرد کو اذان، خطبہ، تکبیر، تشریق، حدود و قصاص کی شہادت، ورثہ میں دوگنے حصہ اور تعصیب اور نکاح وطلاق کے مالک ہونے اور نسبوں کے انکی طرف منسوب کیے جانے، اور نماز روزہ کے

کامل طور پر قبول کیے جانے کے ساتھ کہ انکے لیے کوئی ایسا وقت نہیں کہ نماز و روزہ کے قابل نہ ہوں اور داڑھی وعمامہ سے فضیلت دی۔

(الخازن، ج ۱، ص ۳۷۰،ملتقطاً، خزائن، حاشیہ نمبر ۱۰۰)

☆...... حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ﴿لَنْ يُفْلِحَ قَوْمٌ وَلَّوْا أَمْرَهُمُ امْرَأَةً﴾ یعنی وہ قوم کبھی بھی فلاح نہیں پاسکتی جنھوں نے کسی عورت کو اپنے کام کا والی بنالیا ہو۔ (صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب النبی ﷺ، رقم: ۴۴۲۵ ص ۷۵۳)

مفسرین کرام فرماتے ہیں اگر عورت نافرمانی کرے تو پہلے اسے نصیحت کی جائے شاید کارگر ثابت ہو، ورنہ اس کا بستر الگ کردے کہ کوئی بھلائی کی صورت نکل آئے اور اگر پھر بھی کوئی صورت نہ بنے تو ضرب خفیف کا حکم دیا گیا ہے اور تمام ہی مفسرین اس بات پر اتفاق کرتے ہیں کہ عورت کو ایسا نہ مارا جائے کہ اسکی ہڈیاں توڑ دی جائیں یا گوشت پھاڑ دیا جائے یا کوئی اور سخت قسم کی تکلیف دی جائے کہ باعث ضرر شدید بنے۔ (جلالین کلاں، ص ۶۳۶ وغیرہ)

اھل علم کا مقام ومنصب:

لے...... جس ذات پر اللہ خیر کے دروازے کھولتا ہے وہی علم والا کہلاتا ہے، جو علم والا ہو اس کے پاس جانے کا حکم اللہ نے متذکرہ آیت میں دے دیا ہے۔ معلوم ہوا کہ دوسروں کے پاس نہ جایا جائے۔ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علم کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ "علم وہ نور ہے کہ جو شے اس کے دائرے میں آگئی منکشف ہوگئی اور جس سے متعلق ہو گیا اس کی صورت ہمارے ذہن میں مرتسم ہوگئی۔ (ملفوظات اعلی حضرت،حصہ دوم، ص ۱۷۷)

☆...... صحابہ کرام کو جب کبھی کوئی دشواری ہوتی سید عالم ﷺ سے اس بارے میں شرعی حکم دریافت فرماتے، حضرت سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ کے صحابہ عرب کے کسی علاقے میں تھے کہ ان کے پاس ایک شخص آیا اور اس نے علاج معالجے، تعویزات کے حوالے سے دریافت کیا، صحابہ نے اس سے کہا کہ ہمارے پاس علاج تو ہے لیکن ہم اس کے بدلے کچھ بکریاں لیں گے، معاملہ طے ہوا اور سورۃ الفاتحہ سے مریض ٹھیک ہوجانے پر طے شدہ بکریاں حاصل ہوئی، بعض صحابہ نے کہا کہ ہم ان کے حصے کر لیتے ہیں لیکن بعض نے کہا نہیں پہلے سید عالم ﷺ کی بارگاہ میں جا کر اس کا حکم شرعی معلوم کرنا ضروری ہے کہ آیا دم درود فاتحہ کے ذریعے علاج کا معاوضہ طے کر کے لینا جائز ہے یا نہیں؟ سید عالم ﷺ نے اسے جائز قرار دیا اور مسکرا کر فرمایا: "میرے صحابہ اس میں میرا حصہ بھی رکھنا"۔

(صحیح البخاری، کتاب الطب، باب الرقی بفاتحۃ الکتاب، رقم: ۵۷۳۶،ص ۱۰۱۳ ملخصاً)

معلوم ہوا کہ دینی مسائل کے جاننے کے لئے اہل علم کے پاس جانا صحابہ کرام کی مبارک سنت ہے۔

اغراض :اھل مکۃ: اس جملے میں اس جانب اشارہ پایا جارہا ہے کہ آیت مقدسہ ﴿اقترب للناس (الانبیاء:۱)﴾ کا حکم اگرچہ عمومی ہے لیکن نزول خاص ہے جس کی جانب شان نزول میں بھی بیان موجود ہے، حاصل یہ ہے کہ کفار قریش نے سید عالم ﷺ سے کہا کہ آپ ہمیں دوبارہ اٹھائے جانے اور اعمال کی جزا وسزا کا کہتے ہیں اور یہ سب بعید ہے، جس پر متذکرہ آیت پاک نازل ہوئی اور فرمایا گیا کہ قیامت لامحالہ آنے ہی والی ہے، اسی طرح ہر وہ چیز جو ہونے والی ہو وہ قریب کہلاتی ہے، جو وقت گزر چکا وہ آنے والے وقت سے زیادہ تھا، لہٰذا اس اعتبار سے بھی قیامت قریب ہے۔

ای لفظ قرآن: ذکر کو حدوث کے لفظ سے کیسے تعبیر کیا جاسکتا ہے جب کہ اس سے مراد قرآن ہے جو کہ قدیم ہے؟، میں (علامہ صاوی) اس کا جواب یہ دونگا کہ حادث ہونے کا معنی الفاظ کے اعتبار سے ہے لیکن جہاں تک مدلول کے اعتبار کا تعلق ہے تو یہ وصف اللہ کی

ذات کے ساتھ قائم ہے اور قدیم ہے۔ بہر حال الفاظ میں سے بھی جن کے حادث ہونے کی بات ہوئی ان میں سے بعض قدیم ہیں جیسا کہ آیت الکرسی اور صمدیت کا مدلول، اور کچھ حادث ہیں جیسا کہ قصص اور اخبار متقدمین، اور کچھ تمثیل ہیں جیسا کہ اللہ نے اپنے لیے اولاد نہ بنائی۔ العلماء بالتوراة والانجيل: جس طرح علماء توریت وانجیل کا حال تھا ویسا ہی حال مشرکین کا بھی تھا گویا کہ سید عالم ﷺ اور ان کے اصحاب کی عداوت اور انہیں جھٹلانے میں دونوں ایک ہی نظریے کے حامل تھے۔ (الصاوی، ج٤، ص٩٦ وغیرہ)

رکوع نمبر: ۲

﴿وَكَمْ قَصَمْنَا﴾ اَهلكنا ﴿مِنْ قَرْيَةٍ﴾ اى اهلها ﴿كَانَتْ ظَالِمَةً﴾ كافرة ﴿وَّاَنْشَاْنَا بَعْدَهَا قَوْمًا آخَرِيْنَ (١١) فَلَمَّآ اَحَسُّوْا بَاْسَنَآ﴾ اى شعر اهل القرية بالاهلاك ﴿اِذَا هُمْ مِّنْهَا يَرْكُضُوْنَ (١٢)﴾ يهربون مسرعين فقالت لهم الملئكة استهزاءً ﴿لَا تَرْكُضُوْا وَارْجِعُوْٓا اِلٰى مَآ اُتْرِفْتُمْ﴾ نعمتم ﴿فِيْهِ وَمَسٰكِنِكُمْ لَعَلَّكُمْ تُسْئَلُوْنَ (١٣)﴾ شيئا من دنياكم على العادة ﴿قَالُوْا يٰوَيْلَنَآ﴾ يا للتنبيه، هلاكنا ﴿اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ (١٤)﴾ بالكفر ﴿فَمَا زَالَتْ تِّلْكَ﴾ الكلمات ﴿دَعْوٰىهُمْ﴾ يدعون بها ويرددونها ﴿حَتّٰى جَعَلْنٰهُمْ حَصِيْدًا﴾ اى كالزرع المحصود بالمناجل بان قتلوا بالسيف ﴿خٰمِدِيْنَ (١٥)﴾ ميتين كالخمود النار اذا طفيت ﴿وَمَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا لٰعِبِيْنَ (١٦)﴾ عابثين بل دالين على قدرتنا ونافعين عبادنا ﴿لَوْ اَرَدْنَآ اَنْ نَّتَّخِذَ لَهْوًا﴾ ما يلهى به من زوجة او ولد ﴿لَّاتَّخَذْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّآ ۖ ق﴾ من عندنا من الحور العين والملئكة ﴿اِنْ كُنَّا فٰعِلِيْنَ (١٧)﴾ ذالك لكنا لم نفعله فلم نرده ﴿بَلْ نَقْذِفُ﴾ نرمى ﴿بِالْحَقِّ﴾ الايمان ﴿عَلَى الْبَاطِلِ﴾ الكفر ﴿فَيَدْمَغُهٗ﴾ يذهبه ﴿فَاِذَا هُوَ زَاهِقٌ ؕ﴾ ذاهب ودمغه فى الاصل اصاب دماغه بالضرب وهو مقتل ﴿وَلَكُمُ﴾ يا كفار مكة ﴿الْوَيْلُ﴾ العذاب الشديد ﴿مِمَّا تَصِفُوْنَ (١٨)﴾ الله به من الزوجة او الولد ﴿وَلَهٗ﴾ تعالى ﴿مَنْ فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ﴾ ملكا ﴿وَمَنْ عِنْدَهٗ﴾ اى الملئكة مبتداء خبره ﴿لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَلَا يَسْتَحْسِرُوْنَ (١٩)﴾ لا يعيون ﴿يُسَبِّحُوْنَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ لَا يَفْتُرُوْنَ (٢٠)﴾ عنه فهو منهم كالنفس منا لا يشغلنا عنه شاغل ﴿اَمِ﴾ بمعنى بل للانتقال وهمزة الانكار ﴿اتَّخَذُوْٓا اٰلِهَةً﴾ كائنة ﴿مِّنَ الْاَرْضِ﴾ كحجر وذهب وفضة ﴿هُمْ﴾ اى الآلهة ﴿يُنْشِرُوْنَ (٢١)﴾ اى يحيون الموتى لا ولايكون الها الا يحيى الموتى ﴿لَوْ كَانَ فِيْهِمَآ﴾ اى السموت والارض ﴿اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ﴾ اى غيره ﴿لَفَسَدَتَا ۚ﴾ خرجتا عن نظامهما المشاهد لوجود التمانع بينهم على وفق العادة عند تعدد الحاكم من التمانع فى شىء وعدم الاتفاق عليه ﴿فَسُبْحٰنَ﴾ تنزيه ﴿اللّٰهِ رَبِّ﴾ خالق ﴿الْعَرْشِ﴾ الكرسى ﴿عَمَّا يَصِفُوْنَ (٢٢)﴾ اى الكفار الله به من الشريك له وغيره اى سواه ﴿لَا يُسْئَلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْئَلُوْنَ (٢٣)﴾ عن افعالهم ﴿اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ﴾ تعالى اى سواه ﴿اٰلِهَةً ؕ﴾ فيه استفهام توبيخ

﴿قُلْ هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ ۚ﴾على ذَالكَ وَلا سَبِيلَ اليهِ﴿هٰذَا ذِكْرُ مَنْ مَّعِيَ﴾اَى اُمَّتِي وَهُوَ القرآنَ﴿وَذِكْرُ مَنْ قَبْلِيْ ۭ﴾مِنَ الْاُمَمِ وَهُوَ التورةُ والْاِنجيلُ وغيرهما من كُتُبِ اللهِ وليسَ فى واحِدٍ منها اَنَّ مَعَ اللهِ اِلٰها مما قالوا تعالى عنْ ذَالكَ﴿بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۙالْحَقَّ﴾اَى توحيدَ اللهِ﴿فَهُمْ مُّعْرِضُوْنَ (۲۴)﴾عَنِ النَّظْرِ المُوصِلِ اليهِ﴿وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِيْٓ﴾وَفِى قِرائةٍ بالياءِ ﴿اِلَيْهِ اَنَّهٗ لَا اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ (۲۵)﴾اَى وَحِّدُونِى﴿وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا﴾مِنَ المَلٰئِكَةِ﴿سُبْحٰنَهٗ ۭ بَلْ ﴾هُمْ﴿عِبَادٌ مُّكْرَمُوْنَ (۲۶)﴾عِندَهُ والعُبودِيةُ تنافِ الولادَةِ﴿لَا يَسْبِقُوْنَهٗ بِالْقَوْلِ﴾لا يَاتُونَ بِقولِهِمْ اِلَّا بَعدَ قَولِهٖ﴿وَهُمْ بِاَمْرِهٖ يَعْمَلُوْنَ (۲۷)﴾اَى بَعدَهُ﴿يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ﴾اى مَاعَمِلو وَما هم عَامِلونَ ﴿وَلَا يَشْفَعُوْنَ ۙ اِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰى﴾تعالى اَنْ يَشفَعَ لهُ﴿وَهُمْ مِّنْ خَشْيَتِهٖ ﴾تعالى﴿مُشْفِقُوْنَ (۲۸)﴾اَى خائِفُونَ ﴿وَمَنْ يَّقُلْ مِنْهُمْ اِنِّيْٓ اِلٰهٌ مِّنْ دُوْنِهٖ﴾اَيِ اللهِ اَى غَيرِهٖ وهُوَ اِبليسُ دعا الى عِبادَةِ نَفْسِهٖ وَامرَ بِطاعَتِها﴿فَذٰلِكَ نَجْزِيْهِ جَهَنَّمَ ۭ كَذٰلِكَ﴾كَما نَجْزِيهِ﴿نَجْزِي الظّٰلِمِيْنَ (۲۹) ﴾اَيِ المُشْرِكِينَ.

﴿ترجمہ﴾

اور کتنے ہی بستی (والے) ہم نے ہلاک کر دیئے (قصمنا بمعنی اھلکنا ہے) کہ وہ ستمگار (کافر) تھیں اور ان کے بعد اور قوم پیدا کی تو جب انہوں نے ہمارا عذاب پایا (یعنی بستی والوں کو اپنے ہلاک کئے جانے کا شعور ہوا) جبھی وہ اس سے بھاگنے لگے (تیزی دکھاتے ہوئے بھاگنے لگے تو اس وقت فرشتوں نے بطور استہزاء ان سے کہا) نہ بھاگو اور لوٹ کر جاؤ ان نعمتوں کی طرف جو تمہیں دی گئیں تھیں......۱......(اترفتم بمعنی نعمتم ہے) اور اپنے مکانوں کی طرف شائد تم سے پوچھنا ہو (تمہاری دنیا کی کسی چیز کے بارے میں حسب عادت) بولے ہائے ہماری ہلاکت (یاویلنا میں یا تنبیہ کے لیے ہے، ویلنا بمعنی ھلاکنا ہے) بیشک ہم (کفر کرنے کے سبب) ظلم کرنے والے تھے تو وہ یہی (کلمات) پکارتے رہے (ان کلمات کو پکارتے اور دھراتے رہے) یہاں تک کہ ہم نے انہیں کاٹے ہوئے کر دیا (یعنی ہم نے انہیں درانتی کے ذریعے کاٹی ہوئی گھانس کی طرح کر دیا اس طرح کہ انہیں تلواروں کے ذریعے قتل کر دیا گیا) بجھے ہوئے......۲......(یعنی مردے بجھی آگ کی طرح کر دیا جب کہ اسے بجھایا جائے) اور ہم نے زمین اور آسمان اور جو کچھ ان کے درمیان ہے عبث نہ بنائے......۳......(یعنی ہم نے انہیں بیکار نہ بنایا بلکہ اپنی قدرت کی دلیل بنایا اور اپنے بندوں کو نفع پہنچانے کو انہیں بنایا) اور اگر ہم کوئی بہلاوا اختیار کرنا چاہتے (لھو سے مراد وہ چیز ہے جس میں آدمی اپنا آپ بہلاتا ہو جیسے اولاد یا بیوی) تو اپنے پاس سے اختیار کرتے (حور عین اور ملائکہ کو، من لدنا بمعنی عندنا ہے) اگر ہمیں (یہ) کرنا ہوتا (لیکن نہ تو ہم نے یہ کیا

اور ہم نے اسے کرنے کا ارادہ فرمایا) بلکہ ہم حق (ایمان) کو باطل (کفر) پر پھینک مارتے ہیں (نقذف کے معنی نرمی ہے) تو وہ اس کا بھیجا نکال دیتا ہے (یعنی وہ اسے لے جاتا ہے) تو جبھی وہ مٹ کر رہ جاتا ہے (زاھق بمعنی ذاھب ہے، دمغ اس کاری چوٹ کو کہتے ہیں جو دماغ کو پہنچ جائے اور یہ چوٹ جان لیوا ہوتی ہے......۱۸......) اور (اے کفار مکہ) تمہارے لیے ہلاکت (شدید عذاب) ہے ان باتوں سے جن سے موصوف کرتے ہو (اللہ عزوجل کو جیسے اس کے لیے بیوی یا اولاد ٹھہراتے ہو) اور اسی (اللہ عزوجل) کے ہیں (مملوک) جتنے آسمانوں اور زمین میں ہیں اور اس کے پاس والے (یعنی فرشتے، من عندہ مبتدا ہے اور اس کی خبر لایستکبرون ......الخ ہے) اس کی عبادت سے تکبر نہیں کرتے اور نہ تھکیں (لایستحسرون بمعنی لایعیبون ہے) رات دن اس کی پاکی بولتے ہیں اور (اس سے) سستی نہیں کرتے (ان کے لیے ذکر ہمارے سانس لینے کی طرح ہے انہیں اس ذکر سے کوئی چیز مشغول نہیں کرتی......۵......) بلکہ (ام بمعنی بل ہے، ایک غرض سے دوسری کی طرف منتقل ہونے کے لیے مستعمل ہے اور ہمزہ انکار کے لیے ہے) انہوں نے خدا بنالیے ہیں جو زمین سے ہیں (جیسے پتھر، سونے یا چاندی کو) کہ وہ (ان کے گڑھے ہوئے خدا) کچھ پیدا کرتے ہیں (یعنی مردوں کو زندہ کرتے ہیں، نہیں اور خدا وہی ہوسکتا ہے جو ذاتی قوت سے مردوں کو زندہ کرسکے) اگر اس میں (یعنی زمین وآسمان میں) اللہ کے سوا (الا اللہ بمعنی غیرہ ہے) اور خدا ہوتے تو ضرور وہ تباہ ہوجاتے (جس زبردست نظام کا ہم مشاہدہ کررہے ہیں یہ اس سے متعدد خداؤں کی آراء کی وجہ سے نکل جاتے کہ عادۃ حاکم کے متعدد ہونے کی صورت میں ایک چیز کے بارے ان کا باہمی اختلاف ہوجاتا ہے اور ایک بات پر ان کے مابین اتفاق نہیں ہوپاتا) تو پاکی ہے (منزہ ہے) اللہ عرش کے خالق کو (یعنی کرسی کے خالق کو......۶......) ان باتوں سے موصوف کرتے ہیں (کفار کا اللہ کے لیے شریک یا اولاد ٹھہرانا وغیرہ) اس سے نہیں پوچھا جاتا جو وہ کرے اور ان سب سے سوال ہوگا (ان کے افعال کے بارے میں) کیا اللہ کے سوا اور خدا بنا رکھے ہیں (دونہ بمعنی سواہ ہے، اس طرز کلام میں استفہام توبیخ کے لیے ہے) تم فرماؤ اپنی دلیل لاؤ (اس بات پر، اور اس پر دلیل لانے کی کوئی سبیل نہیں ہے) یہ (قرآن پاک) میرے ساتھ والوں کا ذکر ہے (یعنی میری امت کا ذکر ہے) اور مجھ سے اگلوں کا (یعنی مجھ سے اگلی امتوں کا) ذکر (توریت وانجیل وغیرہ کتب الٰہیہ ہیں اور ان میں سے کسی بھی کتاب میں یہ نہیں جیسا کہ وہ کہتے ہیں کہ اللہ کے ساتھ کوئی دوسرا خدا بھی ہے اللہ شریک سے بالاتر ہے) بلکہ ان میں اکثر حق (یعنی اللہ عزوجل کی توحید) کو نہیں جانتے تو وہ روگرداں ہیں (ایسی نظر کرنے سے جو انہیں حق تک پہنچانے والی ہو) اور ہم نے تم سے پہلے کوئی رسول نہ بھیجا مگر یہ کہ ہم اس کی طرف وحی فرماتے (یوحی کو علامت مضارع یاء اور حاء مفتوحہ کے ساتھ اور علامت مضارع نون اور حاء مکسورہ کے ساتھ پڑھا گیا ہے) کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں تو مجھ ہی کو پوجو (یعنی مجھے ایک مانو) اور بولے رحمٰن نے (فرشتوں میں سے) بیٹا اختیار کیا پاک وہ بلکہ (وہ) بندے ہیں عزت والے (اللہ عزوجل کے نزدیک اور بندے ہونا یہ اولاد ہونے کے منافی ہے کہ جو کسی کا بندہ ہوگا وہ اس کی اولاد نہ ہوگا) بات میں اس سے سبقت نہیں کرتے (یعنی اس کے فرمان کے بعد ہی اپنی بات عرض کرتے ہیں اور اس کے بعد) وہ اسی کے حکم پر عمل کرتے ہیں......۷......وہ جانتا ہے جو ان کے آگے ہے اور جو ان کے پیچھے ہے (یعنی جانتا ہے ان اعمال کو جو وہ کرچکے اور جو وہ آئندہ کریں گے) اور شفاعت نہیں کرتے مگر اس کے لیے جسے وہ پسند فرمائے (یعنی اللہ عزوجل جن کی شفاعت کیا جانا پسند کرتا ہے وہ اسی کی شفاعت کرتے ہیں) اور وہ اس کے (یعنی اللہ عزوجل کے) خوف سے ڈر رہے ہیں (مشفقون بمعنی خائفون ہے) اور ان میں جو کہے کہ میں اس کے (یعنی اللہ عزوجل کے) سوا معبود ہوں (مراد اس سے ابلیس ہے وہ لوگوں کو اپنی عبادت کرنے کی طرف بلاتا ہے اور اپنی فرمانبرداری کرنے کا حکم دیتا ہے) ہم اسی ہی (جیسا کہ ہم انہیں سزا دیں گے) سزا دیتے ہیں ستم گاروں (ظالموں) کو۔

﴿ترکیب﴾

﴿وکم قصمنا من قریة کانت ظالمة وانشانا بعدها قوما اخرین﴾.

و: مستانفہ، کم: ممیّز، من: جار، قریة: موصوف، کانت: جملہ فعلیہ صفت، ملکر مجرور، ملکر ظرف مستقر ہوکر تمیز، ملکر مفعول مقدم، قصمنا: فعل بافاعل ملکر جملہ فعلیہ مستانفہ، و: عاطفہ، انشانا: فعل بافاعل، بعدها: ظرف، قوما اخرین: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿فلما احسوا باسنا اذا هم منها یرکضون﴾.

ف: عاطفہ، لما: شرطیہ، احسوا باسنا: فعل بافاعل ومفعول ملکر شرط، اذا: فجائیہ، هم: مبتدا، منها یرکضون: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جزاء، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿لا ترکضوا وارجعوا الی ما اترفتم فیه ومسکنکم لعلکم تسئلون﴾.

لا ترکضوا: فعل نہی بافاعل ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، ارجعوا: فعل امر وضمیر ذوالحال، لعلکم تسئلون: جملہ اسمیہ حال، ملکر فاعل، الی: جار، ما: موصولہ، اترفتم فیه: جملہ فعلیہ صلہ، ملکر معطوف علیہ، و: عاطفہ، مسکنکم: معطوف، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿قالوا یویلنا انا کنا ظلمین﴾.

قالوا: قول، یویلنا: ندائیہ، انا: حرف مشبہ بالفعل مع اسم، کنا ظلمین: جملہ فعلیہ خبر، ملکر مقصود بانداء، ملکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿فما زالت تلک دعواهم حتی جعلنهم حصیدا خمدین﴾.

ف: عاطفہ، مازالت: فعل ناقص، تلک: مبدل منہ، دعواهم: بدل ملکر اسم، حتی: جار، جعلنهم: فعل بافاعل ومفعول، حصیدا: موصوف، خامدین: صفت، ملکر مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ بتقدیر "ان" مجرور، ملکر ظرف مستقر ہوکر خبر، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وما خلقنا السماء والارض وما بینهما لعبین﴾.

و: مستانفہ، ما خلقنا: فعل وضمیر ذوالحال، لعبین: حال، ملکر فاعل، السماء: معطوف علیہ، و: عاطفہ، الارض: معطوف، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ مستانفہ۔

﴿لو اردنا ان نتخذ لهوا لاتخذنه من لدنا ان کنا فعلین﴾.

لو: شرطیہ، اردنا: فعل بافاعل، ان: مصدریہ، نتخذ لهوا: جملہ فعلیہ بتاویل مصدر مفعول، ملکر شرط، لام: تاکیدیہ، اتخذنه: فعل بافاعل ومفعول، من لدنا: ظرف لغو، ملکر جواب شرط، ملکر جملہ شرطیہ، ان: نافیہ، کنا فعلین: جملہ فعلیہ "اتخذنه" کے فاعل سے حال ہے یا، ان: شرطیہ، کنا فعلین: جملہ فعلیہ جزا محذوف "اتخذنه من لدنا" کے لیے شرط، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿بل نقذف بالحق علی الباطل فیدمغه فاذا هو زاهق﴾.

بل: عاطفہ برائے اضراب، نقذف: فعل وضمیر ذوالحال، علی الباطل: ظرف مستقر "مستعلیا" شبہ فعل محذوف کے لیے، ملکر شبہ جملہ ہوکر حال، ملکر فاعل، بالحق: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ، ف: عاطفہ، یدمغه: فعل بافاعل ومفعول، ملکر جملہ فعلیہ، ف: عاطفہ، اذا: فجائیہ، هو: مبتدا، زاهق: خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ولکم الویل مما تصفون﴾.

و: مستانفہ، لکم: ظرف مستقر "استقر" فعل محذوف کے لیے، مما تصفون: ظرف لغو ملکر خبر مقدم، الویل: مبتدا مؤخر، ملکر

جملہ اسمیہ مستانفہ۔

﴿وله من فی السموت والارض ومن عنده لا يستكبرون عن عبادته ولا يستحسرون﴾.

و: عاطفہ، له: ظرف مستقر خبر مقدم، من: موصولہ، فی السموت والارض: ظرف مستقر صلہ ملکر ذوالحال، لا يستكبرون عن عبادته: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، لا يستحسرون: جملہ فعلیہ معطوف، ملکر حال، ملکر معطوف علیہ، و: عاطفہ، من عنده: موصول صلہ، ملکر مبتدا مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿يسبحون اليل والنهار لا يفترون﴾.

يسبحون: فعل و ضمیر ذوالحال، لا يفترون: جملہ فعلیہ حال، ملکر فاعل، اليل: معطوف علیہ، و: عاطفہ، النهار: معطوف، ملکر ظرف، ملکر جملہ فعلیہ مستانفہ۔

﴿ام اتخذوا الهة من الارض هم ينشرون﴾.

ام: عاطفہ منقطعہ، اتخذوا: فعل بافاعل، الهة: موصوف، من الارض: ظرف مستقر صفت اول، هم ينشرون: جملہ اسمیہ صفت ثانی، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿لو كان فيهما الهة الا الله لفسدتا﴾.

لو: شرطیہ، كان: فعل ناقص، فيهما: ظرف مستقر خبر مقدم، الهة: موصوف، الا: بمعنی "غير" مضاف، الله: اسم جلالت مضاف الیہ، ملکر صفت، ملکر اسم مؤخر، ملکر شرط، لام: تاکیدیہ، فسدتا: جملہ فعلیہ جزا، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿فسبحن الله رب العرش عما يصفون﴾.

ف: عاطفہ، سبحن: مصدر مضاف، الله: اسم جلالت موصوف، رب العرش: صفت، ملکر مضاف الیہ، ملکر فاعل، عما يصفون: ظرف لغو، ملکر شبہ جملہ ہوکر محذوف "نسبح" کے لئے مفعول مطلق، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿لا يسئل عما يفعل وهم يسئلون﴾.

لا يسئل: فعل نفی مجہول بانائب الفاعل، عما يفعل: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، هم: مبتدا، يسئلون: خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ام اتخذوا من دونه الهة قل هاتوا برهانكم هذا ذكر من معى ذكر من قبلى﴾.

ام: عاطفہ منقطعہ، اتخذوا: فعل بافاعل، من دونه: ظرف لغو، الهة: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، قل: قول، هاتوا برهانكم: فعل امر بافاعل و مفعول ملکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ، هذا: مبتدا، ذكر: مضاف، من معى: موصول صلہ مضاف الیہ، ملکر معطوف علیہ، و: عاطفہ، ذكر: مضاف، من قبلى: موصول صلہ، ملکر مضاف الیہ، ملکر معطوف، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ مستانفہ۔

﴿بل اكثرهم لا يعلمون الحق فهم معرضون﴾.

بل: عاطفہ برائے اضراب، اكثرهم: مبتدا، لا يعلمون الحق: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ، ف: عاطفہ برائے تعلیل، هم: مبتدا، معرضون: خبر، ملکر اسمیہ۔

﴿وما ارسلنا من قبلك من رسول الا نوحى اليه انه لا اله الا انا﴾.

و: مستانفہ، ما ارسلنا: فعل نفی بافاعل، من قبلك: ظرف مستقر حال مقدم، من: زائدہ، رسول: ذوالحال، الا: اداۃ حصر، نوحى اليه: فعل بافاعل و ظرف لغو، لا: نفی جنس، اله: موصوف، الا: بمعنی "غير" مضاف، انا: مضاف الیہ، ملکر جملہ صفت، ملکر اسم

"موجود" خبر محذوف، ملکر مفعول، ملکر حال، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ مستانفہ۔

﴿فاعبدون Oوقالوا اتخذ الرحمن ولدا سبحنه﴾.

ف: فصیحۃ، اعبدون: فعل امر بافاعل ومفعول، ملکر شرط محذوف "اذا كان الامر كذلک" کی جزا، ملکر جملہ شرطیہ مستانفہ، و: مستانفہ، قالوا: قول، اتخذالرحمن ولدا: فعل وفاعل ومفعول ملکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ مستانفہ، سبحنه: فعل محذوف "نسبح" کے لیے مفعول مطلق، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿بل عباد مکرمون Oلایسبقونه بالقول وهم بامره یعملون O یعلم ما بین ایدیهم وما خلفهم﴾.

بل: حرف اضراب، عباد: موصوف، مکرمون: صفت اول، لا یسبقونه بالقول: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، هم: مبتدا، بامره یعملون: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ معطوف، ملکر صفت ثانی، یعلم: فعل بافاعل، مابین ایدهم: معطوف علیہ، و: عاطفہ، ما خلفهم: معطوف، ملکر مفعول، ملکر صفت ثالث، ملکر "هم" مبتدا محذوف کے لیے خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ولا یشفعون الا لمن ارتضی وهم من خشیته مشفقون﴾.

و: عاطفہ، لا یشفعون: فعل نفی بافاعل، الا: اداۃ حصر، لام: جار، من ارتضی: موصول صلہ، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ ما قبل "لایسبقونه بالقول" پر معطوف ہے، و: عاطفہ، هم: مبتدا، من خشیة مشفقون: شبہ جملہ خبر، ملکر ما قبل "لایسبقونه بالقول" پر معطوف ہے۔

﴿ومن یقل منهم انی اله من دونه فذلک نجزیه جهنم﴾.

و: عاطفہ، من: شرطیہ مبتدا، یقل: فعل "هو" ضمیر ذوالحال، منهم: ظرف مستقر حال، ملکر فاعل، ملکر قول، انی: حرف مشبہ و اسم، اله: ذوالحال، من دونه: ظرف مستقر حال، ملکر خبر، ملکر مقولہ، ملکر شرط، ف: جزائیہ، ذلک: مبتدا، نجزیه جهنم: فعل بافاعل ومفعول اول وثانی ملکر خبر، ملکر جواب شرط، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿کذلک نجزی الظلمین﴾.

کذلک: ظرف مستقر "جزاء" مصدر محذوف کے لیے صفت، ملکر مرکب توصیفی ہوکر مفعول مطلق مقدم، نجزی الظلمین: فعل بافاعل ومفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿شان نزول﴾

☆...... فلما احسوا باسنا ...... ☆ سرزمین یمن میں ایک بستی ہے جس کا نام حصور ہے، وہاں کے رہنے والے عرب تھے انہوں نے اپنے نبی کی تکذیب کی اوران کو قتل کیا اوراللہ عزوجل نے ان پر بخت نصر کو مسلط کردیا اوراس نے انہیں قتل کردیا اور گرفتار کیا اوراس کا یہ عمل جاری رہا تو یہ لوگ بستی چھوڑ کر بھاگے تو ملائکہ نے ان سے بطریق طنز کہا جو ﴿لاترکضوا وارجعوا الی ما﴾ میں مذکور ہے۔

☆...... وقالوا اتخذ الرحمن ولدا...... ☆ یہ آیت خزاعہ کے بارے میں نازل ہوئی جو فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں کہا کرتی تھی۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

عذاب سے فرار اور نعمتوں کا اقرار:

۱......حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ نبی کے قتل کے بعد اپنے گھروں کو نہ چھوڑ دو، ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے کہ یہ آیت یمن کے علاقے حضرموت کے رہنے والوں کے لیے ہے، اس علاقے کے رہنے والے عربی تھے اور اللہ نے ان کے پاس اپنے نبی کو بھیجا جس کو انہوں نے جھٹلایا اور قتل کر دیا، پس اللہ نے بخت نصر کو بھیجا جس نے ان سے قتال کیا، پس جو حضرات باقی بچ گئے وہ بھاگ گئے، پس فرشتے نے ندا کی کہ بھاگو نہیں بلکہ اپنی رہائش گاہوں میں رہو اور اپنے مال کے پاس رہو تا کہ تم سے نعمتوں کے بارے میں پوچھا جائے جن سے تم نے دنیا میں فائدہ اٹھایا۔ (الخازن، ج۳، ص ۲۲۱)

عذاب والوں کی مثال کاٹی ہوئی کھیتی :

۲......جس طرح کاٹی ہوئی کھیتی کو جمع نہیں کیا جاسکتا، اسی طرح ان عذاب والوں کا حال ہے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ انہیں مردہ کر دیا گیا، یعنی آگ کے باقی رہتے ہوئے لپٹ کا ختم ہو جانا، یعنی وہ ایسے مردہ ہیں جیسا کہ بجھے ہوئے آگ کے انگارے، حدیث میں ہے: الظلم ظلمات یوم القیامۃ یعنی ظلم قیامت کے دن تاریکی میں ہوگا"۔ جب دل معرفت الٰہی سے تاریک ہوتا ہے تو اخلاص کا خرابا نکلتا ہے، اور دل کی خرابی کی علامت اعضاء کی نافرمانی کی صورت میں دیکھنے کو ملتی ہے اور پھر بربادی اور ہلاکت کی جانب نفس گامزن ہو جاتا ہے۔ (روح البیان، ج۵، ص ۵۴۸)

کائنات کی ہر چیز قیمتی ہے:

۳......یعنی کائنات میں ہم نے کوئی چیز بے کار و باطل نہیں بنائی، اس جملے میں تنبیہ ہے کہ اللہ خالق و مالک ہے اور مخلوق کو اس کے حکم کی بجا آوری لازم ہے، یہ کائنات اس لئے نہیں بنائی گئی کہ لوگ ایک دوسرے پر ظلم کریں، اور ایک دوسرے کے (حقوق) کا انکار کریں، اور بعض ان امور کا انکار کریں جس کا انہیں حکم دیا گیا ہے، پھر اسی حال میں مرجائیں اور ان سے پرسش نہ ہو، دنیا میں رہتے ہوئے نیکی کا حکم نہ کریں اور برائی سے منع بھی نہ کریں۔ اور دنیا کی زندگی کو کھیل بنالینا تخلیق انسانی کی حکمت کی نفی کرتی ہے۔ (الجامع الاحکام القرآن، الجزء ۱۷، ص ۲۴۳)

زمین پر نظر آنے والا مٹی کا ذرہ ہو یا درخت کا معمولی تنکا، بے کار نہیں ہوتا کیونکہ یہی معمولی مٹی کا ذرہ وزن میں زیادتی کا سبب بن جاتا ہے اور یہی تنکا ڈوبتے انسان کو پار لگانے کے لیے ڈھارس کا کام دیتا ہے۔ معمولی سا مچھر انسان کو موت کے گھاٹ اتار دیتا ہے۔ مضبوط پہاڑ جہاں زمین کو ہلنے سے بچاتے ہیں وہیں زلزلہ آنے پر تباہی ہوتے ہوئے کچھ روک نہیں کرسکتے۔ چھوٹا بچہ اپنی مخصوص حرکات و سکنات سے ہمیں بیشمار درس دیتا ہے۔ الغرض انسان ہو یا جانور، بظاہر بے جان نظر آنے والی چیزیں بھی کائنات میں قیمتی ہیں۔

باطل کو مٹنا ہی ہے:

۴......حضرت آدم علیہ السلام کے سامنے شیطان باطل کی صورت میں آیا بلکہ ہر ذی انسان کے سامنے شیطان باطل ہی کی صورت میں ہے کہ خدائے رحمٰن نے اسے ﴿انہ عدو مضل مبین (القصص:۱۰)﴾ قرار دیا ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام کی بظاہر اجتہادی خطا، زمین پر تشریف آوری اور نسل انسانی کا ارتقائی معاملہ ایک طرف لیکن شیطان کو قیامت تک کے لیے لعنت کا طوق دے کر اللہ نے واضح فرما دیا کہ ہمیشہ باطل کو مٹنا ہی ہے۔ پھر یہ شیطان کبھی نمرود کی شکل میں حضرت ابراہیم کے پاس آیا لیکن خلیل کی مدد اللہ نے فرمائی

اور بظاہر آگ میں ڈالنے کے بعد بھی نمرود حضرت خلیل کا کچھ نہ بگاڑ سکا، ﴿قلنا یا نار کونی بردا و سلاما﴾ ہم نے کہا اے آگ ہوجا ٹھنڈی اور سلامتی والی ابراہیم پر (الانبیاء:۶۹) ﴾ کا بیان قرآن میں موجود ہے۔ یہی شیطان حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس فرعون کی صورت میں آیا لیکن اللہ عزوجل نے اپنے کلیم کی مدد و نصرت یوں فرمائی کہ اسی کے گھر میں حضرت کلیم علیہ السلام کی پرورش ہوئی، ﴿فرجعنک الی امک﴾ پس ہم تجھے تیری ماں کے پاس پھیر دیں گے (طٰہٰ:۱۰) ﴾ کا مفصل بیان ہو چکا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس یہی شیطان عیسائیوں کے روپ میں آیا لیکن پھر منہ کی کھائی، ﴿ومکروا ومکر اللہ﴾ انہوں نے مکر کیا اور اللہ نے اپنی خفیہ تدبیر اختیار فرمائی (ال عمران:۵۴) ﴾ کا خطاب قرآن میں موجود ہے، سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں یہی شیطان ابوجہل، عتبہ، شیبہ، ولید بن مغیرہ کی صورتوں میں آیا اور مختلف معرکوں میں موت کے گھاٹ اتر گیا۔

آج یہی شیطان مختلف شکلوں میں ہمارے سامنے موجود ہے، کہیں بدمذہبی کی شکل میں، کہیں سیاسی رہنمائی کی شکل میں، ملک وقوم کی تباہی و بربادی انہی دشمنان اسلام کے ہاتھ دیکھی جارہی ہے۔ غیر مسلم طاقتوں کے آگے بچھ جانے والے یہ لوگ آج اپنے ہی ملک میں مسلمانوں کو مار رہے ہیں۔ لیکن ہمارا ایمان ہے کہ باطل کسی بھی صورت میں ہو مٹ کر رہے گا دیکھیں امام حسین کے مدمقابل بظاہر مسلمان، یزید بن معاویہ تھا لیکن جنگ جیت کر بھی ہار گیا، مٹ گیا، رہتی دنیا تک کے لوگ اسے ملامت کرتے رہیں گے۔ لہذا یہ لوگ بھی جان لیں کہ انہیں بھی زوال کا موہنہ دیکھنا پڑے گا، عبرتناک موت کا سامنا کرنا پڑے گا، مٹنا پڑے گا کیونکہ باطل کو مٹنا ہی ہوتا ہے۔

فرشتے ذکرالٰہی میں مصروف ہیں:

۵.....فرشتوں کی تسبیح دائمی ہے، ہر وقت ہوتی ہے کسی وقت میں یہ غفلت نہیں کرتے اور نہ ہی فارغ رہتے ہیں۔ ایک اعتراض کیا جاتا ہے کہ اگر یہ ہر وقت تسبیح کرتے ہیں تو پھر اللہ عزوجل کا فرمان ﴿اولئک علیہم لعنۃ اللہ والملئکۃ والناس اجمعین﴾ ان پر اللہ، فرشتے اور سب انسانوں کی لعنت ہے (البقرۃ: ۱۶۱) ﴾ کا کیا معنی ہے؟ یعنی جس وقت فرشتے دشمنان اسلام پر لعنت کرتے ہوں گے اس وقت تسبیح کیسے پڑھتے ہونگے؟ حضرت کعب الاحبار نے اس کا جواب یہ دیا کہ فرشتوں کی تسبیح کرنے سے مراد یہ ہے جیسا کہ ہم سانس لیتے ہیں، ہمارا سانس لینا ہمیں کلام کرنے سے نہیں روکتا اسی طرح فرشتوں کا لعنت کرنا انہیں تسبیح کرنے سے نہیں روکتا۔ اگر یہ سوال کیا جائے کہ کلام اور سانس لینا دو الگ الگ کام ہیں، کلام کرنا سانس لینے سے یقیناً نہیں روکتا لیکن تسبیح کرنا اور لعنت بھیجنا یقیناً جمع نہیں ہوسکتے؟ جواب اس کا یہ ہے کہ اللہ نے فرشتوں کی کئی زبانیں بنائی ہیں لہذا بعض زبانوں سے تسبیح کرتے ہیں اور بعض سے اللہ کے دشمنوں کو لعنت کرتے ہیں۔ اور نہیں تھکتے کا معنی یہ ہے کہ تسبیح کرنے کے اوقات میں تسبیح کرنے سے نہیں تھکتے جس طرح کہا جاتا ہے کہ فلاں شخص نماز باجماعت میں مواظبت کرتا ہے اس کا مطلب یہی ہوتا ہے کہ جب بھی نماز کا وقت ہوتا ہے وہ باجماعت نماز پڑھنے میں سستی نہیں کرتا۔

(الرازی، ج۸، ص ۱۲۶)

کرسی کی تحقیق:

۶.....مفسرین کرام نے کرسی کے بارے میں مختلف اقوال نقل کیے ہیں۔ چنانچہ، تفسیر صاوی میں علامہ احمد بن محمد الصاوی فرماتے ہیں کہ کرسی کا اطلاق علم پر کیا جاتا ہے جس طرح تخت کا اطلاق اسکے بیٹھنے والے پر ہوتا ہے اور ایک قول کے مطابق کرسی ساتویں آسمان سے بھی اوپر موجود اللہ تعالیٰ کی ایک عظیم مخلوق ہے اس کرسی کو چار فرشتے اٹھائے ہوئے ہیں، جن میں سے ہر فرشتے کے چار چہرے ہیں، انکے قدم اس چٹان میں ہیں جو ساتویں زمین کے نیچے ہے، ان فرشتوں میں ایک فرشتہ حضرت آدم علیہ السلام کی صورت میں

ہے، وہ لوگوں کیلئے رزق کا سوال کرتا ہے اور ایک فرشتہ بیل کی صورت میں ہے وہ بہائم کیلئے رزق کا سوال کرتا ہے، ایک فرشتہ درندوں کے سردار کی صورت میں ہے جو کہ وحشی درندوں کیلئے رزق کا سوال کرتا ہے اور ایک پرندوں کے سردار یعنی گدھ کی صورت میں ہے جو کہ پرندوں کیلئے رزق کا سوال کرتا ہے۔

ایک قول کے مطابق عرش اٹھانے والے فرشتوں اور کرسی اٹھانے والے فرشتوں کے درمیان ستر حجاب تاریکی کے اور ستر ہی نور کے ہیں۔ ہر حجاب کی موٹائی پانچ سو سال ہے۔ اگر ایسا نہ ہو تو کرسی اٹھانے والے فرشتے، عرش اٹھانے والے فرشتوں کے نور سے جل جائیں۔ جب کہ عرش اور کرسی اللہ تعالی کے حکم سے تخلیق ہوئے نہ کہ ان فرشتوں کی حاجت کیلئے۔ علامہ خازن نے تفسیر خازن میں کرسی سے مراد چار اقوال ذکر کئے ہیں۔ جن میں ایک قول یہ ہے کہ کرسی سے مراد عرش ہے دوسرا قول یہ کہ کرسی سے مراد عرش نہیں ہے اور تیسرا قول یہ کہ کرسی سے مراد اسم اعظم ہے۔ جبکہ چوتھا قول یہ ہے کہ کرسی سے مراد اللہ تعالی کا ملک، اسکی بادشاہت اور قدرت ہے۔ (جلالین کلاں، ج ۱، ص ۳۴۱ وغیرہ)

فرشتے اللہ کے حکم کے پابند ہیں:

یے..... فرشتوں کا قول ہو یا عمل اللہ کے حکم کے بغیر نہیں ہوتا، تسبیح کرنا، دشمنان اسلام پر لعنت بھیجنا، نزول وحی کی خدمات انجام دینا، حضرات انبیائے کرام کی بارگاہ میں حاضری دینا، سید عالم ﷺ کی بارگاہ میں جبرائیل امین کا انسانی لباس میں تشریف لانا، کلام کرنا، ﴿اقراء باسم ربک الذی خلق پڑھو اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا (العلق: ۱)﴾ کے کلام تلفظ کرنا، سید عالم ﷺ کو سفر معراج پر لے جانا، آسمانوں کی سیر کرانا، بوقت ولادت مصطفی ﷺ تین جھنڈوں کا مختلف جگہوں پر لہرانا، ستاروں کا سید عالم ﷺ کی بارگاہ میں جھکا دینا، الغرض ہر ہر کام اللہ کی مشیت و رضا کے لئے اور اُسی احکم الحاکمین کے حکم سے ہوتا ہے۔

اغراض: یھربو: رکض بطور کنایہ استعمال ہوا ہے ھرب سے، رکض باب قتل سے بمعنی ضرب الدابۃ برجلہ یعنی چوپائے کو پاؤں سے مارنے کے معنی میں مستعمل ہے۔

ولا سبیل الیہ: سے مراد دلیل ہے، نہ تو کئی خدا ہونے پر کوئی عقلی دلیل لا سکتے ہیں اور نہ ہی نقلی دلیل ہو سکتی ہے۔

الکرسی: کی تحقیق حاشیہ نمبر ۶ میں دیکھ لیں۔ (الجمل، ج ۵، ص ۱۲۲ وغیرہ)

استھزاء بھم: عما کا جواب ہے، کہا جاتا ہے کہ فرشتے جھوٹ سے معصوم ہوتے ہیں تو پھر فرشتوں کے اس جملے ﴿لا ترکضوا ...... الخ﴾ کا کیا جواب ہوگا جب کہ فرشتے جانتے ہیں کہ یہ سب ہلاک کر دیئے جائیں گے؟ میں (علامہ صاوی) اس کا جواب یہ دوں گا کہ فرشتوں کا یہ قول حقیقت پر نہیں بلکہ مذاق اڑانے پر محمول ہے، جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ "ذق انک انت العزیز الکریم"۔

لوجود تمانع بینھم: یعنی کئی معبود ہونے میں اختلاف ہوتا، اور اگر ایسا ہو جائے تو دونوں کی خواہشات میں اختلاف ہونا واضح ہے، مثلا ایک کسی چیز کے پیدا کرنے کا خواہشمند ہو جب کہ دوسرا اس کے برعکس کی خواہش کرے، پس ایک وقت میں دونوں کا اپنی مراد کو پہنچنا محال ہے اور اجتماع ضدین ہونے کی صورت میں باطل بھی ہے۔ **فھو منھم کالنفس منا:** کا بیان حاشیہ نمبر ۵ اور ۷ میں دیکھ لیں۔

دعا الی عبادۃ نفسہ: گمراہ کرنے اور بہکانے کے لیے ابلیس لعین اپنی ذات کی طرف بلاتا ہے، جیسا کہ بعض زندیق قسم کے لوگ ستارے، چاند اور سورج کی عبادت کی دعوت دیتے ہیں، اور ان کا یہ دعوی ہوتا ہے کہ یہ رب العالمین ہے، جیسا کہ عابد اپنی عبادت گاہ

میں میں مصروف عبادت ہو اور اس کے پاس شیطان آئے اور کہے "اسجد لی وانا اخلصک" یعنی مجھے سجدہ کرو میں تمہیں خاص بنالوں گا"، پس اگر عابد اللہ کی عبودیت کا معترف ہوگا اور اس کی جانب آس لگائے ہوئے ہوگا تو شیطان کی کارستانی جان لے گا۔

(الصاوی، ج٤، ص ٩٩ وغیرہ)

رکوع نمبر:۳

﴿اَوَلَمْ﴾ بِواوٍ وَتَركِها ﴿يَرَ﴾ يعلم ﴿الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا﴾ اى سَدًّا بمعنى مَسْدُودَةً ﴿فَفَتَقْنٰهُمَا ط﴾ اى جعلنا السماءَ سبعًا والارض سبعًا او فَتقُ السماءِ ان كانتْ لا تُمطِرُ فامطرت وَفَتقُ الارضِ ان كانتْ لاتُنبِتُ فانبَتتْ ﴿وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ﴾ النَّازِلِ مِنَ السمّاءِ والنّابِعِ مِنَ الارضِ ﴿كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ ط﴾ نَباتٍ وغيرِهٖ فالماءُ سَبَبٌ لِحَيوتِه ﴿اَفَلَا يُؤْمِنُوْنَ (٣٠)﴾ بِتَوحيدى ﴿وَجَعَلْنَا فِي الْاَرْضِ رَوَاسِيَ﴾ جِبالًا ثَوابِتَ لِ ﴿اَنْ﴾ لا ﴿تَمِيْدَ﴾ تتحرَّكَ ﴿بِهِمْ وَجَعَلْنَا فِيْهَا﴾ اى الرَّواسِيَ ﴿فِجَاجًا﴾ مَسالِكَ ﴿سُبُلًا﴾ بَدَلٌ اى طُرُقًا نافِذَةً واسِعَةً ﴿لَعَلَّهُمْ يَهْتَدُوْنَ (٣١)﴾ اِلى مَقاصِدِهِمْ فِى الْاَسفارِ ﴿وَجَعَلْنَا السَّمَآءَ سَقْفًا﴾ لِلْاَرضِ كالسَّقفِ المَبيتِ ﴿مَّحْفُوْظًا صلے ق﴾ عَنِ الوُقوعِ ﴿وَّهُمْ عَنْ اٰيٰتِهَا﴾ مِنَ الشَّمسِ والقَمرِ والنُّجومِ ﴿مُعْرِضُوْنَ (٣٢)﴾ لايَتفكَّرون فِيها فيعلمون اَنَّ خالِقَها لا شَرِيكَ لَهُ ﴿وَهُوَ الَّذِيْ خَلَقَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ط كُلٌّ﴾ تَنوِينُهُ عِوَضٌ عَنِ الْمُضافِ اليهِ مِنَ الشَّمسِ والقَمرِ وتابِعِهٖ وَهُوَ النجومُ ﴿فِيْ فَلَكٍ﴾ اى مُستَديرٍ كالطَّاحُونَةِ فِى السماءِ ﴿يَّسْبَحُوْنَ (٣٣)﴾ يَسِيرُونَ بِسُرعَةٍ كالسَّابِحِ فى الماءِ وَلِلتَّشبيهِ به اَتَى بضميرِ جمعِ مَن يَعقِلُ وَنَزل لَمَّا قال الكُفارُ اَنَّ مُحَمَّدًا سيموتُ ﴿وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ ط﴾ اَيِ البَقاءَ فى الدنيا ﴿اَفَاۡئِنْ مِّتَّ فَهُمُ الْخٰلِدُوْنَ (٣٤)﴾ فيها لا فالجُملةُ الْاَخيرَةُ مَحَلُّ الْاِستِفهامِ الْاِنكارى ﴿كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ط﴾ فِى الدنيا ﴿وَنَبْلُوْكُمْ﴾ نَختَبِرُكُمْ ﴿بِالشَّرِّ وَالْخَيْرِ﴾ كَفَقرٍ وغِنًى وَسُقمٍ وَصِحَّةٍ ﴿فِتْنَةً ط﴾ مَفعولٌ له اى لِنَنْظُرَ اَتَصبِرونَ وَتَشكُرونَ اَوْلا ﴿وَاِلَيْنَا تُرْجَعُوْنَ (٣٥)﴾ فَيُجازِيكم ﴿وَاِذَا رَاٰكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ﴾ مَا ﴿يَّتَّخِذُوْنَكَ اِلَّا هُزُوًا ط﴾ اى مَهزُوًّا بِه يَقولونَ ﴿اَهٰذَا الَّذِيْ يَذْكُرُ اٰلِهَتَكُمْ ط﴾ اى يُعِيبُها ﴿وَهُمْ بِذِكْرِ الرَّحْمٰنِ﴾ لَهُمْ ﴿هُمْ﴾ تاكيدٌ ﴿كٰفِرُوْنَ (٣٦)﴾ بِه اِذْ قالوا ما نَعرِفُهُ وَنَزَلَ فى اِستِعجالِهِمُ العَذابَ ﴿خُلِقَ الْاِنْسَانُ مِنْ عَجَلٍ ط﴾ اى اَنَّهٗ لِكَثرَةِ عَجَلِهٖ فى اَحوالِهٖ كَاَنَّهٗ خُلِقَ منهُ ﴿سَاُورِيْكُمْ اٰيٰتِيْ﴾ مَواعِيدِى بالعَذابِ ﴿فَلَا تَسْتَعْجِلُوْنِ (٣٧)﴾ فيهِ فَاَراهُمُ القَتلَ بِبَدرٍ ﴿وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ﴾ بِالقِيامَةِ ﴿اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ (٣٨)﴾ قال تعالى ﴿لَوْ يَعْلَمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا حِيْنَ لَا يَكُفُّوْنَ﴾ يَدفَعون ﴿عَنْ

وُجُوهِهِمُ النَّارَ وَلَا عَنْ ظُهُوْرِهِمْ وَلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ (٣٩) ﴾يمنعون منها في القيمة وجواب لو ما قالوا ذالك﴿بَلْ تَأْتِيْهِمْ ﴾القيمة﴿بَغْتَةً فَتَبْهَتُهُمْ ﴾تحيرهم﴿فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ رَدَّهَا وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ (٤٠) ﴾يمهلون لتوبة او معذرة﴿وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ ﴾فيه تسلية للنبي صلی اللہ علیہ وسلم﴿فَحَاقَ ﴾نزل﴿ بِالَّذِيْنَ سَخِرُوْا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ (٤١) ﴾وهو العذاب فكذا يحيق بمن استهزء بك.

﴿ترجمہ﴾

کیا کافروں نے نہ دیکھا (یعنی نہ جانا، اولم واؤ کے ساتھ اور بغیر واؤ کے ساتھ دونوں طرح پڑھا گیا ہے) کہ آسمان اور زمین بند تھے......١......(رتقا بمعنی سدا ہے، مصدر مبنی للمفعول ہے) تو ہم نے انہیں کھولا (یعنی زمین وآسمان کو سات سات بنا دیا یا یہ معنی ہے کہ آسمان سے بارش نہ ہوتی ہم نے آسمان کھول دیا تو بارش برسی اور زمین اگاتی نہ تھی ہم نے زمین کو کھول دیا تو یہ اگانے لگی) اور ہم نے بنائی پانی سے (جو آسمان سے نازل ہوا یا زمین سے پھوٹا) ہر جاندار چیز کو (نباتات وغیرہ کو پس پانی ان کی حیاتی کا سبب ہے ......٢......) تو کیا وہ (میری توحید پر) ایمان لائیں گے اور زمین میں ہم نے لنگر ڈالے (یعنی پہاڑوں کو جما یا کہ) انہیں لے کر نہ کانپے (تمید بمعنی تتحرک ہے) اور ہم نے اس میں (یعنی پہاڑوں میں) کشادہ راہیں رکھیں (فجاجا بمعنی مسالک ہے اور سبلا اس کا بدل ہے بمعنی وسیع وکشادہ راستے) کہ کہیں وہ (اپنے سفروں کے درمیان اپنے مقاصد کی طرف) راہ پائیں (اور) ہم نے آسمان (زمین) کے لیے چھت بنایا (گھر کے لیے چھت ہوتی ہے، گرنے سے) محفوظ اور وہ اس کی نشانیوں (جیسے سورج، چاند اور ستاروں) سے روگرداں ہیں (ان کے بارے میں تفکر نہیں کرتے کہ جان لیں ان کا خالق وہ ہے جس کا کوئی شریک نہیں) اور وہی ہے جس نے بنائے رات اور دن اور سورج اور چاند ہر ایک (کل تنوین عوض ہے جو کہ مضاف الیہ کے عوض آئی ہے اور مضاف الیہ یہ ہے ،الشمس والقمر وتابعه یعنی ستارے) ایک گھیرے میں (یعنی آسمان میں ایک دائرے کی صورت میں چکی کی طرح) تیر رہے ہیں ......٣......(یعنی تیزی سے چل رہے ہیں پانی میں تیرنے والے شخص کی طرح عقلاء کے فعل سے اسے تشبیہ دینے کے لیے جمع عاقل کی ضمیر لائی گئی ہے کفار نے جب کہا کہ عنقریب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہو جائے گا تب یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی) اور ہم نے تم سے پہلے کسی آدمی کے لیے (دنیا میں) ہمیشگی نہ بنائی (خلد بمعنی بقاء ہے) تو کیا اگر تم انتقال فرماؤ تو یہ (دنیا میں) ہمیشہ رہیں گے (نہیں یہ دوسرا جملہ استفہام انکاری کے محل میں ہے) ہر جان کو (دنیا میں) موت کا مزہ چکھنا ہے......٤......اور ہم تمہاری آزمائش کرتے ہیں برائی اور بھلائی سے (جیسے فقر وغنا، بیماری وصحت سے، نبلونکم بمعنی نختبر کم ہے) جانچنے کو (فتنة مفعول لہ بن رہا ہے معنی یہ ہے کہ تاکہ ہم دیکھیں کہ تم صبر وشکر کرتے ہو یا نہیں) اور ہماری ہی طرف تمہیں لوٹ کر آنا ہے (پھر اللہ تمہیں تمہارے اعمال کا بدلہ دے گا) اور جب کافر تمہیں دیکھتے ہیں تو تمہیں نہیں ٹھہراتے مگر مذاق (یعنی ایسا فرد جس سے مذاق کیا جائے، ان بمعنی ما نافیہ ہے کہتے ہیں) کیا یہ ہیں وہ جو تمہارے خداؤں کو بُرا کہتے ہیں (یذکر بمعنی یعیب ہے) اور وہ رحمٰن ہی کی یاد سے منکر ہیں (بذکر الرحمن کے بعد لهم ضمیر محذوف موکد ہے، هم ضمیر تاکید ہے کیونکہ کفار کہتے تھے کہ ہم رحمٰن کو نہیں جانتے جب کفار نے عذاب آنے کے بارے میں جلدی کی تو یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی) آدمی جلد باز بنایا گیا ہے......٥......(کیونکہ وہ اپنے احوال میں باکثرت جلدی سے کام لیتا ہے

تو گویا اسے جلد بازی سے بنایا گیا ہے) اب میں تجھے اپنی نشانیاں (عذاب دینے کی وعیدیں) دکھاؤں گا (اس بارے میں) مجھ سے جلدی نہ کرو (پس اللہ ﷻ نے ان کا قتل کیا جانا انہیں میدان بدر میں دکھا دیا) اور کہتے ہیں کب ہوگا (قیامت آنے کا) یہ وعدہ اگر تم (اس میں) سچے ہو (اللہ ﷻ ارشاد فرماتا ہے) کسی طرح جانتے کافر اس وقت کو جب نہ روک سکیں گے اپنے مونھوں سے آگ اور اپنی پیٹھوں سے اور نہ ان کی مدد ہو (اور نہ بروز قیامت آگ کو ان سے روکا جائے اور حرف لو شرطیہ کا جواب ماقالوا ذلک بن رہا ہے اور یکفون بمعنی یدفعون ہے) بلکہ وہ (یعنی قیامت) ان پر اچانک آپڑے گی تو انہیں بے حواس کردے گی......(انہیں حیرت زدہ کردیگی) پھر نہ وہ اسے پھیر سکیں گے اور نہ انہیں مہلت دی جائے گی (توبہ یا معذرت کرنے کی، ینظرون بمعنی یمھلون ہے) اور بیشک تم سے اگلے رسولوں کے ساتھ ہنسی کی گئی (اس بات کو ذکر کرنے میں نبی پاک ﷺ کو تسلی دینا ہے) تو مسخرگی کرنے والوں کی ہنسی انہی کو لے بیٹھی (انہیں عذاب نے آلیا، یونہی آپ کے ساتھ استہزاء کرنے والوں کو بھی عذاب آلے گا)۔

﴿ترکیب﴾

﴿اولم یرالذین کفروا ان السموت والارض کانتا رتقا ففتقنھما﴾۔

ھمزہ: حرف استفہامیہ، و: عاطفہ، لم یر: فعل نفی، الذین کفروا: موصول صلہ ملکر فاعل، ان: حرف مشبہ، السموت والارض: اسم، کانتا رتقا: معطوف علیہ، ف: عاطفہ، ففتقنھما: جملہ فعلیہ معطوف، ملکر مفعول، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ ہوکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وجعلنا من الماء کل شیء حی افلا یومنون﴾۔

و: عاطفہ، جعلنا: فعل بافاعل، من الماء: ظرف لغو، کل شیء حی: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ ماقبل "ففتقنھما" پر معطوف ہے، ھمزہ: حرف استفہام، ف: عاطفہ، لا یومنون: جملہ فعلیہ معطوف علی محذوف "لا یعقلون" پر ہے۔

﴿وجعلنا فی الارض رواسی ان تمید بھم وجعلنا فیھا فجاجا سبلا لعلھم یھتدون﴾۔

و: عاطفہ، جعلنا فی الارض: فعل بافاعل وظرف لغو، رواسی: مفعول، ان تمید بھم: جملہ فعلیہ بتاویل مصدر مفعول لہ، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، جعلنا: فعل وضمیر ذوالحال، لعلھم یھتدون: جملہ اسمیہ حال، ملکر فاعل، فیھا: ظرف لغو، فجاجا: حال مقدم، سبلا: ذوالحال، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وجعلنا السماء سقفا محفوظا وھم عن ایتھا معرضون﴾۔

و: عاطفہ، جعلنا: فعل بافاعل، السماء: مفعول اول، سقفا محفوظا: مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ، و: مستانفہ، ھم: مبتدا، عن ایتھا معرضون: شبہ جملہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ مستانفہ۔

﴿وھو الذی خلق الیل والنھار والشمس والقمر کل فی فلک یسبحون﴾۔

و: عاطفہ، ھو: مبتدا، الذی: موصول، خلق: فعل بافاعل، الیل: معطوف علیہ، والنھار ...... الخ: معطوفات، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر مبتدا، فی فلک یسبحون: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿وما جعلنا لبشر من قبلک الخلد افائن مت فھم الخلدون﴾۔

و: مستانفہ، ما جعلنا: فعل نفی بافاعل، لام: جار، بشر: موصوف، من قبلک: ظرف مستقر صفت، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، الخلد: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ مستانفہ، ھمزہ: استفہامیہ، ف: عاطفہ، ان: شرطیہ، مت: جملہ فعلیہ شرط، ف: جزائیہ، ھم: مبتدا

،الخلدون: خبر،ملکر جواب شرط،ملکر جملہ شرطیہ

﴿کل نفس ذائقة الموت ونبلوکم بالشر والخیر فتنة والینا ترجعون﴾.

کل نفس: مبتدا، ذائقة: اسم فاعل بافاعل مضاف، الموت: مضاف الیہ ،ملکر مفعول، ملکر خبر،ملکر جملہ اسمیہ، و: مستانفہ، نبلوکم: فعل بافاعل ومفعول، ب :جار، الشر: معطوف علیہ، و: عاطفہ، الخیر: معطوف،ملکر مجرور،ملکر ظرف لغو ،فتنة: مفعول لہ،ملکر جملہ فعلیہ مستانفہ،و: عاطفہ ،الینا: ظرف لغو مقدم، ترجعون: فعل وضمیر نائب الفاعل، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿واذا راک الذین کفروا ان یتخذونک الا هزوا﴾.

و: مستانفہ، اذا: ظرفیہ شرطیہ مفعول فیہ مقدم، راک: فعل ومفعول، الذین کفروا: فاعل،ملکر شرط، ان :نافیہ، یتخذونک: فعل بافاعل ومفعول، الا: اداۃ حصر، هزوا: مفعول ثانی،ملکر جواب شرط،ملکر جملہ شرطیہ مستانفہ۔

﴿اهذا الذی یذکر الهتکم وهم بذکر الرحمن هم کفرون﴾.

همزہ : حرف استفہامیہ، هذا: مبتدا، الذین: موصول، یذکر الهتکم : جملہ فعلیہ صلہ،ملکر خبر،ملکر قول محذوف " یقول بعضهم لبعض علی سبیل الهزوء" کے لیے مقولہ،ملکر جملہ قولیہ، و: حالیہ، هم: ملکر مبتدا، بذکر الرحمن : ظرف لغو مقدم ، کفرون: اسم فاعل بافاعل،ملکر شبہ جملہ ہوکر خبر،ملکر جملہ اسمیہ ہوکر ماقبل " یتخذونک" کے فاعل سے حال ہے۔

﴿خلق الانسان من عجل ساوریکم ایتی فلا تستعجلون﴾.

خلق الانسان: فعل مجہول ونائب الفاعل، من عجل: ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ مستانفہ، س : حرف استقبال، اریکم : فعل بافاعل ومفعول، ایتی : مفعول ثانی،ملکر جملہ فعلیہ مستانفہ، ف: عاطفہ، لا تستعجلون: فعل نہی بافاعل ومفعول،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ویقولون متی هذا الوعد ان کنتم صدقین﴾.

و: مستانفہ، یقولون: فعل بافاعل،ملکر قول، متی: نافیہ اسم استفہام متعلق بمحذوف خبر مقدم، هذا: مبدل منہ، الوعد : بدل، ملکر مبتدا مؤخر، ملکر مقولہ،ملکر جملہ قولیہ مستانفہ، ان :شرطیہ، کنتم صدقین : جملہ فعلیہ جزا محذوف " فعینوا موعدہ" کے لیے شرط،ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿لو یعلم الذین کفروا حین لا یکفون عن وجوههم النار ولا عن ظهورهم ولا هم ینصرون﴾.

لو: شرطیہ، یعلم: فعل، الذین کفروا: فاعل، حین: مضاف، لایکفون: فعل نفی بافاعل، عن وجوهم : جار مجرور معطوف علیہ، و: عاطفہ، لا: نافیہ، عن ظهورهم : جار مجرور معطوف،ملکر ظرف لغو،النار: مفعول،ملکر معطوف علیہ،و: عاطفہ، لا :نافیہ،هم : مبتدا، ینصرون : جملہ فعلیہ خبر،ملکر جملہ اسمیہ معطوف،ملکر مضاف الیہ،ملکر مفعول فیہ ،ملکر جزا محذوف، "لما کانوا متعجلین" کے لیے شرط،ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿بل تاتیهم بغتة فتبهتهم فلا یستطیعون ردها ولا هم ینظرون﴾.

بل : حرف اضراب وعاطفہ، تات: فعل "هی" ضمیر ذوالحال، بغتة : حال،ملکر فاعل،هم مفعول،ملکر جملہ فعلیہ، ف :عاطفہ تبهتهم: فعل بافاعل ومفعول،ملکر جملہ فعلیہ، ف : عاطفہ، لایستطعیون ردها: فعل نفی بافاعل ومفعول،ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، لا :نافیہ، هم: مبتدا، ینظرون: خبر ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ولقد استهزئ برسل من قبلک فحاق بالذین سخروا منهم ما کانوا به یستهزء ون﴾.

و: مستانفہ، لام: قسمیہ تاکیدیہ، قد: تحقیقیہ ، استهزی: فعل مجہول، ب :جار، رسل: موصوف، من قبلک: ظرف مستقر صفت،ملکر

مجرور، ملکر قائم مقام نائب الفاعل، ملکر جملہ فعلیہ، ف: عاطفہ، حاق: فعل، ب: جار، الذین: موصول، سخروا: فعل وضمیر ذوالحال، منهم: ظرف مستقر حال، ملکر فاعل، ملکر صلہ، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ما: موصولہ، کانوا: فعل ناقص باسم، بہ یستھزء ون: جملہ فعلیہ خبر، ملکر صلہ، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿شان نزول﴾

☆......**وما جعلنا لبشر من قبلک**...... ☆ رسول کریم ﷺ کے دشمن اپنے ضلال اور عناد سے کہتے تھے کہ ہم حوادث زمانہ کا انتظار کررہے ہیں، عنقریب ایسا وقت آنے والا ہے کہ حضرت محمد ﷺ کی وفات ہوجائے گی، اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور دشمنان اسلام کو بتایا گیا کہ یہ کوئی خوشی کی بات نہیں ہم نے اس دنیا میں کسی کے لئے ہمیشگی نہیں رکھی۔

☆......**واذا راک الذین کفروا**...... ☆ یہ آیت ابوجہل کے بارے میں نازل ہوئی حضور ﷺ تشریف لے جاتے تھے وہ آپ کو دیکھ کر ہنسا اور کہنے لگا کہ یہ بنی عبد مناف کے نبی ہیں اور آپس میں ایک دوسرے سے کہنے لگے ﴿هذا الذی یذکر الھتکم﴾۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

زمین وآسمان کے بند ہونے کا معنی:

۱......ابن عباس، حسن اور اکثر مفسرین کرام کے نزدیک زمین وآسمان برابری اور سختی میں تھے، اللہ نے آسمان کو بارش اور زمین کو نباتات اور درخت کے ذریعے کھول دیا۔ ایک اعتراض اس قول پر یہ ہوتا ہے کہ بارش ساتوں آسمانوں سے نہیں بلکہ آسمان دنیا سے ہوتی ہے لہذا یہ کہنا کہ آسمان کو بارش سے کھول دیا درست نہ ہوا؟ جواب اس کا یہ ہے کہ جمع کے لفظ کا اطلاق اس لیے کیا گیا کہ ساتوں آسمانوں میں سے ہر قطعہ کا تعلق آسمان ہی سے ہے لہذا آسمان دنیا ہو یا کوئی اور، کہلانے کے اعتبار سے آسمان ہی ہے۔ (الرازی، ج۸، ص ۱۳۷)۔

پانی حیات انسانی کا سبب ہے!

۲......آیت مبارکہ پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ اگر ہر چیز پانی سے پیدا ہوئی ہے تو قرآن میں بہت سی مثالیں ایسی ہیں کہ جن کے بارے میں یوں کہیے کہ پانی سے پیدا نہیں ہوئیں جس کی ترتیب حسب ذیل ہے:

(۱)......﴿والله خلق کل دابة من ماء﴾ ہر چوپائے کو اللہ نے پانی سے بنایا (النور: ۴۵) ﴾۔(۲)......﴿والجان خلقنه من قبل من نار السموم﴾ اور جنات کو بغیر دھوئیں کی آگ سے پیدا کیا گیا۔ (الحجر: ۲۷) ﴾۔(۳)......﴿خلقه من تراب﴾ ہم نے آدم کو مٹی سے پیدا کیا (آل عمران: ۵۹) ﴾۔(۴)......﴿هو الذی خلقکم من نفس واحدة وجعل منها زوجها﴾ وہی ہے جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اسی سے اس کی بیوی کو پیدا کیا (الاعراف: ۱۸۹) ﴾۔(۵)......﴿والتی احصنت فرجها فنفخنا فیه من روحنا وجعلنها وابنها اية للعلمين﴾ اور مریم نے اپنی پاکدامنی کی حفاظت کی تو ہم نے اس میں اپنی روح پھونکی اور نے اسے اور اس کے بیٹے کو تمام جہان والوں کے لیے نشانی بنادیا (الانبیاء: ۹۰) ﴾۔(۶)......﴿واذ تخلق من الطين كهيئة الطير باذنی فتنفخ فیها فتكون طيرا باذنی﴾ اور جب تم میرے اذن سے مٹی سے پرندے کی سی صورت بناتے تھے، پھر تم اس میں پھونک

مارتے تو وہ میرے حکم سے پرندہ ہو جاتی تھی ﴾۔(۷)......حضرت عائشہ صدیقہ سے روایت ہے کہ فرشتوں کو نور سے پیدا کیا گیا، اور جنات کو بغیر دھوئیں کی آگ سے اور حضرت آدم کو اس چیز سے پیدا کیا گیا ہے جس سے تم پیدا کئے گئے ہو۔(صحیح مسلم، کتاب الزھد، باب: في احادیث متفرقۃ، رقم:۷۳۸۹/ ۲۹۹۶،ص ۱۴۶۵) ہر قاعدے کے کچھ مستثنات ہوتے ہیں اسی طرح یہاں بھی جان لیں کہ اگر چہ ہر چیز پانی سے پیدا ہوئی لیکن کچھ چیزیں مستثنیٰ ہیں۔ (التعریفات، ص۷۸)

کل فی فلک یسبحون کا معنی:

۳؎......یعنی ہر چیز اپنے معین وقت اپنی گردش کرتی ہے، سورج اپنے وقت پر نکلتا غروب ہوتا ہے، چاند کے اوقات بھی متعین ہیں، اسی طرح ستارے بھی اپنے اپنے اوقات کار میں چمکتے دمکتے ہیں۔ پھر الگ الگ ملکوں میں الگ الگ اوقات ہوتے ہیں اور پاکستان کے علاوہ دیگر ممالک میں سورج، چاند، ستارے وہاں کے اوقات کار کے اعتبار سے طلوع وغروب ہوتے ہیں الغرض اللہ کی قدرت ہے کہ ایک ہی سورج ایک مقام پر غروب اور دوسرے مقام پر طلوع ہوتا نظر آتا ہے کہیں روشنی اور کہیں تاریکی کا سبب بنتا ہے۔

ہر جان نے موت کا مزہ چکھنا ہے:

۴؎......ایک اعتراض کیا جاتا ہے کہ نفس کا اطلاق اللہ نے اپنی ذات لئے بھی کیا جیسا کہ فرمان مقدس ہے ﴿کتب علی نفسہ الرحمۃ اللہ نے اپنے نفس کے لئے رحمت کو خاص کر لیا ہے(الانعام:۱۲)﴾۔ لہٰذا قاعدے کی رو سے جس طرح ہر جان نے موت کا مزہ چکھنا ہے تو اللہ ﷻ کے لیے بھی مانا جائے؟ اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ ہر نفس سے مراد ہر مخلوق ہے، اور اللہ ﷻ خالق ہے مخلوق نہیں، لہٰذا اس اعتراض میں داخل نہیں۔ موت حیات کی ضد ہے۔ (التعریفات، ص۱۸۷)

☆......منقول ہے کہ اللہ ﷻ نے جب حضرت آدم علیہ السلام کو تخلیق فرمایا تو زمین نے اپنے رب سے جو مٹی اس سے لی گئی اس کے بارے میں شکایت کی تو اللہ تعالی نے وعدہ فرمایا کہ جو زمین سے لیا گیا ہے وہ اس میں دوبارہ لوٹا دیا جائے گا، چنانچہ جو بھی مرتا ہے وہ اسی زمین میں دبا دیا جاتا ہے جہاں سے اسکی تخلیق کے وقت مٹی لی گئی تھی۔ اگر کسی شخص کے ذہن میں یہ سوال آئے کہ حور وولدان اور جنتی مخلوق موت کا مزہ نہیں چکھیں گے تو پھر کل نفس ذائقۃ الموت کا کیا معنیٰ ہوا؟ اسکا جواب یہ ہے کہ یہ آیت عام خص عن البعض کے قبیلے سے ہے مطلب یہ کہ اس سے مراد مکلفین ہیں۔ (الخازن، ج ۱، ص۳۲۸، ملخصاً)

☆......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی پاک ﷺ نے فرمایا: ﴿أَكْثِرُوا ذِكْرَ هَادِمِ اللَّذَّاتِ يَعْنِي الْمَوْتَ﴾ یعنی لذتوں کو ختم کر دینے والی چیز موت کو کثرت سے یاد کرو۔" (ابن ماجہ، کتاب الزھد، باب ذکر الموت ولاستعدادلہ، رقم:۴۲۵۸، ص۷۰۵)

☆......حضرت عائشہ صدیقہ طیبہ طاہرہ فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: ﴿مَنْ أَحَبَّ لِقَاءَ اللَّهِ أَحَبَّ اللَّهُ لِقَاءَهُ وَمَنْ كَرِهَ لِقَاءَ اللَّهِ كَرِهَ اللَّهُ لِقَاءَهُ﴾ یعنی جو شخص اللہ تعالی سے ملنا پسند کرتا ہے اللہ تعالی بھی اسے شرف ملاقات عطا کرنا پسند فرماتا ہے اور جو اللہ تعالی سے ملاقات کو ناپسند کرتا ہے اللہ تعالی بھی اسے شرف ملاقات عطا کرنا ناپسند فرماتا ہے۔ پوچھا گیا: ﴿يَا رَسُولَ اللَّهِ كَرَاهِيَةُ لِقَاءِ اللَّهِ فِي كَرَاهِيَةِ لِقَاءِ الْمَوْتِ فَكُلُّنَا يَكْرَهُ الْمَوْتَ﴾ یعنی یا رسول اللہ ﷺ! ہم میں سے کون اللہ تعالی کی ملاقات کو ناپسند کرے گا لیکن اسکی ملاقات موت پر موقوف ہے اور ہم ہیں کہ موت کو ناپسند کرتے ہیں۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: ﴿لَا إِنَّمَا ذَاكَ عِنْدَ مَوْتِهِ

إِذَا بُشِّرَ بِرَحْمَةِ اللّٰهِ وَمَغْفِرَتِهٖ أَحَبَّ لِقَاءَ اللّٰهِ فَأَحَبَّ اللّٰهُ لِقَاءَهٗ وَإِذَا بُشِّرَ بِعَذَابِ اللّٰهِ كَرِهَ لِقَاءَ اللّٰهِ وَكَرِهَ اللّٰهُ لِقَاءَهٗ﴾ یعنی میری یہ مراد نہیں تھی بلکہ موت کے وقت جب بندے کو اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اسکی مغفرت کی خوشخبری دی جاتی ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو پسند کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ بھی اسے شرفِ ملاقات عطا فرمانا پسند فرماتا ہے اور جب اسے اللہ تعالیٰ کے عذاب کی وعید سنائی جائے تو وہ اللہ عزوجل سے ملاقات کو ناپسند کرے تو اللہ عزوجل بھی اسے شرفِ ملاقات عطا کرنا پسند نہیں فرماتا۔

(ابن ماجہ ،کتاب الزھد،باب ذکر الموت ولاستعدادلہ ،رقم:٤٢٦٤ص٧٠٦)

انسان جلد باز بنایا گیا ھے:

۴.....جلد بازی انسان کی فطرت میں داخل ہے، ایک قول کے مطابق یہ آیت نضر بن حرث کے بارے میں نازل ہوئی کہ اس نے عذاب کے آنے میں جلدی مچائی جس کا بیان ﴿اللھم ان کان ھذا ھو الحق من عندک فامطر اے اللہ اگر یہ تیری جانب سے حق ہو تو پتھر برسا (الانفال: ۳۲)﴾ میں ہوا۔ مجاہد، سُدی، سعید بن جبیر، عکرمہ، ضحاک، مقاتل، کلبی کے مطابق اس آیت کے مصداق حضرت آدم علیہ السلام ہیں کہ روح مکمل ان کے بطن میں پہنچنے سے پہلے ہی وہ کھڑے ہونے لگے، اللہ عزوجل نے انہیں جمعہ کے دن کے آخری حصے میں پیدا فرمایا جب ان کی روح آنکھوں اور زبان تک پہنچی تو اپنے رب سے عرض گزار ہوئے: ''اے میرے رب سورج کے غروب ہونے سے پہلے میری تخلیق مکمل فرما دے''۔ اگلا خطاب ﴿ساوریکم ایاتی فلا تستعجلون عنقریب میں تمہیں اپنی نشانیاں دکھاؤں گا تو تم جلدی نہ کرو (الانبیاء:۳۸)﴾ کافروں سے ہے۔ (روح المعانی ،الجزء السابع عشر، ص ٦٥)

قیامت کی ھولناکی:

۵.....کافروں پر عذاب اچانک آجائے گا جو ان کے چہروں کو جھلسا دے گا جن کا یہ دعوی ہے کہ انہیں قیامت کے آنے کا علم ہے۔ بلکہ قیامت اچانک آجائے گی جس کے آنے کا انہیں شعور تک نہ ہوگا۔ اللہ عزوجل نے فرمایا یہ اچانک آجائے گی اور انہیں بدحواس کردے گی جیسا کہ بدحواس آدمی حیران کھڑا ہوتا ہے۔ اور انہیں اسے دور کرنے کی قدرت وطاقت ہی نہ ہوگی۔

(جامع البیان ،الجزء ۱۷، ص ۳۷ ملتقطاملخصا)

اغراض :نبات وغیرہ: یعنی ہر چیز کی حیات اس کے حسب حیثیت ہوتی ہے، حیوان کی حیات یہ ہے کہ اس میں روح موجود ہو، نباتات کی حیات یہ ہے کہ وہ زمین سے جُڑے رہیں اور سرسبز و شاداب رہیں اور ان میں پھل لگتے رہیں۔

کاسقف للبیت: یہ اہل سنت کا مؤقف ہے کہ آسمان بطور چھت سایہ کُناں ہے، جب کہ حکماء کہتے ہیں کہ آسمان زمین کو گھیرے ہوئے ہے، جیسا کہ بیضہ اپنے گرد کو احاطہ کئے ہوئے ہوتا ہے، جب تم نے جان لیا تو پھر اس کی قضاء سے فرار ممکن ہی نہیں۔

من الشمس والقمر: جیسا کہ ستارے، کہ بغیر کسی ستون کے کھڑے ہیں، اور ان (بادلوں) سے پانی برستا ہے۔

ای مستدیر کالطاحونۃ: کہا جاتا ہے کہ آسمان دنیا پر ستارے گردش کرتے ہیں جیسا کہ کشتی سمندر میں تیرتی ہے، ستاروں کی گردش کے حوالے سے لوگوں میں تین قسم کا اختلاف پایا جاتا ہے۔ آسمان ساکن ہے ستارے تیر رہے ہیں جس پر قرآن مجید دلالت کرتا ہے، آسمان اور ستارے دونوں ہی متحرک ہیں اور ہر ایک کی حرکت دوسرے کی حرکت سے متعلق ہے، آسمان حرکت کرتا ہے اور ستارے ساکن ہیں، اور حقیقت حال اللہ ہی جانتا ہے۔

وتشکرون: خیر کی جانب راجع ہے، پس مومن کامل اللہ کی دی ہوئی قدرت سے مشاہدہ کرتا ہے، جب اسے تنگی ومرض کی مصیبت

آتی ہے تواللہ کی رضا پر راضی رہتا ہے اور اس سے اس کا اقبال اور بھی بلند ہوتا ہے، اور جب اسے فراخی یا صحت ملتی ہے تو اللہ کا شکر بجالاتا ہے اور اس سے خوف بھی کرتا ہے، پس دونوں ہی حالتوں میں اللہ کی رضا پر راضی ہوتا ہے اور کافر و فاسق کا معاملہ برعکس ہے کہ تنگی پر واویلا مچاتا ہے اور انعام واکرام پر اتراتا پھرتا ہے۔

اذ قالوا ما نعرفه یعنی رحمٰن کو نہیں پہچانتے، کہتے ہیں ہم تو صرف ''الیمامۃ'' یعنی مسیلمہ کذاب کو ہی پہچانتے ہیں۔

ای انه لکثرة عجله فی احواله: حاشیہ نمبر ۵ دیکھ لیں۔ (الصاوی، ج ٤، ص ۱۰۳ وغیرہ)

رکوع نمبر: ۴

﴿قُلْ﴾ لهم ﴿مَنْ يَّكْلَؤُكُمْ﴾ يَحْفَظُكُمْ ﴿بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ مِنَ الرَّحْمٰنِ ط﴾ مِنْ عَذَابِهٖ اِنْ نَزَلَ بِكُمْ اَىْ لَا اَحَدَ يَفْعَلُ ذٰلِكَ والمُخاطَبُونَ لَا يَخافُونَ عَذابَ اللهِ لِاِنكارِهِمْ لَهُ ﴿بَلْ هُمْ عَنْ ذِكْرِ رَبِّهِمْ﴾ اَىِ القُرانِ ﴿مُّعْرِضُوْنَ (٤٢)﴾ لَا يَتَفَكَّرُونَ فيه ﴿اَمْ﴾ فيها معنى الهَمْزَةِ الْاِنكارى اى اَ ﴿لَهُمْ اٰلِهَةٌ تَمْنَعُهُمْ﴾ مِمَّا يَسُوْهُمْ ﴿مِّنْ دُوْنِنَا ط﴾ اَىْ اَلَهُمْ مَنْ يَمْنَعُهُمْ مِـ ـيرُنا ﴿لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ﴾ اَىِ الْاٰلِهَةُ ﴿نَصْرَ اَنْفُسِهِمْ﴾ فَلا يَنْصُرونَهُمْ ﴿وَلَا هُمْ﴾ اَىِ الْكُفَّارُ ﴿مِّنَّا﴾ مِنْ عَذابِنا ﴿يُصْحَبُوْنَ (٤٣)﴾ يُجَازُونَ يُقالُ صَحِبَكَ اللهُ اَىْ حَفِظَكَ وَاَجارَكَ ﴿بَلْ مَتَّعْنَا هٰٓؤُلَآءِ وَ اٰبَآءَهُمْ﴾ بِما اَنعَمنا عليهِم ﴿حَتّٰى طَالَ عَلَيْهِمُ الْعُمُرُ ط﴾ فَاغْتَرُّوا بِذالِكَ ﴿اَفَلَا يَرَوْنَ اَنَّا نَاْتِى الْاَرْضَ﴾ نَقصِدُ اَرضَهُم ﴿نَنْقُصُهَا مِنْ اَطْرَافِهَا ط﴾ بِالفَتحِ على النبِيِّ ﴿اَفَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ (٤٤)﴾ لَا بَلِ النَّبِى واصحابُه ﴿قُلْ﴾ لهم ﴿اِنَّمَآ اُنْذِرُكُمْ بِالْوَحْيِ صلے ز﴾ مِنَ اللهِ لَا مِنْ قِبَلِ نَفسِى ﴿وَلَا يَسْمَعُ الصُّمُّ الدُّعَآءَ اِذَا﴾ بِتَحقِيقِ الْهَمزَتَينِ وَتَسهِيلِ الثَّانِيَةِ بَينَها وبَينَ الياءِ ﴿مَا يُنْذَرُوْنَ (٤٥)﴾ اَىْ هُم لِتَركِهِمُ العَمَلَ بِما سَمِعوهُ مِنَ الْاِنْذارِ كَالصُّمِّ ﴿وَلَئِنْ مَّسَّتْهُمْ نَفْحَةٌ﴾ وَقْعَةٌ ﴿مِّنْ عَذَابِ رَبِّكَ لَيَقُوْلُنَّ يٰوَيْلَنَآ﴾ لِلتَّنبِيهِ، هلاكنا ﴿اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ (٤٦)﴾ بِالْاِشراكِ وَتَكذِيبِ مُحَمَّدٍ ﴿وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ﴾ ذَواتَ العَدلِ ﴿لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ﴾ اَىْ فِيهِ ﴿فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْـًٔا ط﴾ مِن نَقصِ حَسَنَةٍ او زِيادَةِ سيئةٍ ﴿وَاِنْ كَانَ﴾ العَمَلُ ﴿مِثْقَالَ﴾ زِنَةَ ﴿حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ اَتَيْنَا بِهَا ط﴾ اَىْ بِمَوزُونِها ﴿وَكَفٰى بِنَا حٰسِبِيْنَ (٤٧)﴾ مُحصِينَ فى كُلِّ شَىْءٍ ﴿وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ الْفُرْقَانَ﴾ اَىِ التوراةَ الفارِقَةَ بَينَ الحقِّ والباطِلِ و الحلالِ والحرامِ ﴿وَضِيَآءً﴾ بِها ﴿وَّذِكْرًا﴾ عِظَةً ﴿لِّلْمُتَّقِيْنَ (٤٨) الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ﴾ عَنِ الناسِ اى فِى الخَلاءِ عَنهُم ﴿وَهُمْ مِّنَ السَّاعَةِ﴾ اَىْ اَهوالِها ﴿مُشْفِقُوْنَ (٤٩)﴾ اَىْ خائِفُونَ ﴿وَهٰذَا﴾ اَىِ القُرانَ ﴿ذِكْرٌ مُّبٰرَكٌ اَنْزَلْنٰهُ ط اَفَاَنْتُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ ع (٥٠)﴾ اَلْاِستِفْهامُ فِيهِ لِلتَّوبِيخِ.

﴿ترجمہ﴾

تم فرماؤ (ان لوگوں سے) شبانہ روز تمہاری کون نگہبانی کرتا ہے رحمٰن سے (یعنی اس کے عذاب سے کہ وہ تم پر نازل ہو یعنی کوئی بھی اس کام کو نہیں کرتا ہے اور یہاں مخاطبین اللہ ﷻ کے عذاب سے خوف نہیں کر رہے ہیں کہ وہ اللہ ﷻ کے وجود ہی کے منکر ہیں) بلکہ وہ اپنے رب کی یاد......۱...... (قرآن) سے منہ پھیرے ہیں (وہ اس میں غور وفکر نہیں کرتے) کیا (ام میں ہمزہ انکاری کا معنی پایا جا رہا ہے) ان کے کچھ ہیں جو ان کو بچاتے ہیں ......۲...... (انہیں بُرے لگنے والے امور سے) ہم سے (کیا ان لوگوں کے لیے ہمارے علاوہ کوئی خدا ہیں جو ان سے ان کے ناپسندیدہ امور کو روک دیتا ہے، نہیں ایسا تو نہیں ہے) وہ (یعنی ان کے خدا) اپنی ہی جانوں کو نہیں بچا سکتے (ان کے امور سے جو انہیں تکلیف دیتے ہیں) اور نہ وہ (کفار) ہم سے (ہمارے عذاب سے) بچالے جائیں (یصحبون بمعنی یجازون ہے کہا جاتا ہے کہ صحبک اللہ یعنی اللہ تجھے محفوظ وسلامت رکھے) بلکہ ہم نے ان کو اور ان کے باپ دادوں (کی پکڑ کی اپنی نعمتوں میں اور) برتاوا دیا یہاں تک کہ زندگی ان پر دراز ہوئی......۳...... (پس وہ اس کے سبب دھوکہ میں پڑ گئے) تو کیا نہیں دیکھتے کہ ہم قصد کر رہے ہیں (نأتی الارض بمعنی نقصد الارض ہے) زمین کو اس کے کناروں سے گھٹانے کا (محمد ﷺ کے ہاتھوں زمین کو فتح کروا کر) تو کیا یہ غالب ہونگے (نہیں، بلکہ نبی پاک ﷺ اور آپ ﷺ کے اصحاب غالب ہونگے) تم فرماؤ (ان لوگوں سے) کہ میں تو صرف (اللہ ﷻ کی جانب سے) وحی سے ڈراتا ہوں (میں خود اپنی طرف سے نہیں ڈراتا) اور بہرے پکارنا نہیں سنتے جب ڈرائے جائیں (کفار ڈر کو سننے کے باوجود اس پر عمل نہ کرنے کے معاملے میں بہروں کی طرح ہیں، ء اذا دو ہمزہ کی تحقیق اور پہلے اور دوسرے ہمزہ کے مابین یاء کی تسہیل کے ساتھ ہے) اور اگر انہیں تمہارے رب کے عذاب کا جھونکا چھو جائے (یعنی ہلکا سے جھونکا) تو ضرور کہیں گے ہائے ہماری ہلاکت......۴...... (یاویلنا میں یاء تنبیہ کے لیے ہے جب کہ ویل کے معنی ہلاکت کے ہیں) بیشک ہم (شرک کرنے اور محمد ﷺ کو جھٹلانے کے سبب) ظلم کرنے والے تھے اور ہم قیامت کے دن عدل کے ترازو رکھیں گے (لیوم القیمۃ میں لام حرف جر فی کے معنی میں ہے، القسط بمعنی ذوات العدل ہے) تو کسی جان (پر نیکیوں میں سے کچھ کم کر کے یا گناہوں میں کچھ بڑھا کر) ظلم نہ ہوگا اور اگر (عمل) ہو رائی کے دانے کے برابر تو ہم اسے (اس کے وزن کے مطابق) لے آئیں گے ......۵...... (مثقال کے معنی وزن کے ہیں) اور ہم کافی ہیں حساب کو (یعنی ہم ہر چیز کے شمار کرنے کے لیے کافی ہیں) اور بیشک ہم نے موسیٰ اور ہارون کو فیصلہ دیا (یعنی توریت دی جو حق وباطل، حرام وحلال کے مابین فرق کرنے والی تھی) اور اجالا (تھا اس کے سبب) اور (اس میں) نصیحت تھی پرہیزگاروں کے لیے وہ جو (لوگوں سے) پوشیدہ ہوتے تھے (لوگوں سے خلوت میں بھی) اپنے رب سے ڈرتے ہیں اور انہیں قیامت کا (اس کی گھبراہٹ کا) اندیشہ لگا ہوا ہے (یعنی وہ اس سے خائف ہیں)۔

﴿ترکیب﴾

﴿قل من یکلؤکم بالیل والنھار من الرحمن﴾.

قل: قول، من: استفہامیہ مبتدا، یکلؤکم: فعل بافاعل ومفعول، ب: جار، الیل والنھار: ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، من: جار،

الرحمن : مضاف محذوف "عذاب او امر" کے لیے مضاف الیہ، ملکر مجرور، "ای من عذابہ او امرہ" ملکر ظرف لغو ثانی، ملکر خبر، ملکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿بل هم عن ذكر ربهم معرضون ○ ام لهم الهة تمنعهم من دوننا﴾۔
بل: حرف اضراب و عاطفہ، هم : مبتدا، عن ذكر ربهم : ظرف لغو مقدم، معرضون :اسم فاعل بافاعل ملکر شبہ جملہ ہوکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ، ام : عاطفہ منقطعہ بمعنی بل، لهم: ظرف مستقر خبر مقدم، الهة :موصوف، تمنعهم : جملہ فعلیہ صفت اول، من دوننا: ظرف مستقر صفت ثانی، ملکر مبتداء مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿لا يستطيعون نصر انفسهم ولا هم منا يصحبون ○ بل متعنا هؤلاء واباء هم حتى طال عليهم العمر﴾۔
لايستطيعون: فعل نفی بافاعل، نصر انفسهم : مفعول ملکر جملہ فعلیہ مستانفہ، و: عاطفہ، لا :نافیہ، هم: مبتدا، منايصحبون: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ، بل :حرف اضراب و عاطفہ، متعنا: فعل بافاعل، هؤلاء :معطوف علیہ، و آباء هم : معطوف ملکر مفعول، حتى : جار، طال عليهم العمر: جملہ فعلیہ بتقدیر "ان" مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿افلا يرون انا ناتي الارض ننقصها من اطرافها افهم الغلبون﴾۔
همزه: حرف استفہامیہ، ف بعاطفہ، لايرون: فعل نفی بافاعل، انا: حرف مشبہ واسم، ناتي : فعل بافاعل، الارض :ذوالحال، ننقصها من اطرافها: فعل بافاعل ومفعول وظرف لغو، ملکر حال، ملکر مفعول، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ ہوکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، همزه : حرف استفہامیہ، ف بعاطفہ، هم: مبتدا، الغلبون :خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿قل انما انذركم بالوحي لا يسمع الصم الدعاء اذا ما ينذرون﴾۔
قل: قول، انما: حرف مشبہ و ماکافہ، انذركم بالوحي :فعل بافاعل ومفعول وظرف لغو، ملکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ، و: عاطفہ، لا يسمع الصم : فعل نفی وفاعل، الدعاء: مفعول، اذا :مضاف، ما: زائدہ، ينذرون: فعل مجہول باناۂب الفاعل، ملکر مضاف الیہ، ملکر ظرف، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ولئن مستهم نفحة من عذاب ربك ليقولن يويلنا انا كنا ظلمين﴾۔
و: عاطفہ، لام بقسمیہ، ان بشرطیہ، مستهم: فعل ومفعول، نفحة : موصوف، من عذاب ربك :ظرف مستقر صفت، ملکر فاعل، ملکر شرط، لام : تاکیدیہ، يقولن: قول، يويلنا : ندائیہ، انا كنا ظلمين: جملہ اسمیہ مقولہ، ملکر جواب قسم قائم مقام جواب شرط، ملکر قسم محذوف "نقسم" کے لیے جواب قسم، ملکر جملہ قسمیہ۔

﴿ونضع الموازين القسط ليوم القيمة فلا تظلم نفس شيئا﴾۔
و: مستانفہ، نضع :فعل بافاعل، الموازين :موصوف، القسط :صفت، ملکر مفعول، ليوم القيمة :ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ مستانفہ، ف: عاطفہ، لا تظلم نفس: فعل نفی مجہول ونائب الفاعل، شيئا : مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وان كان مثقال حبة من خردل اتينابها و كفى بنا حسبين﴾۔
و: عاطفہ، ان بشرطیہ، كان : فعل ناقص بااسم، مثقال :مضاف، حبة :موصوف، من خردل :ظرف مستقر صفت، ملکر مضاف الیہ ملکر خبر، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر شرط، اتينابها : فعل بافاعل وظرف لغو، ملکر جواب شرط، ملکر جملہ شرطیہ، و: عاطفہ، كفى :فعل، ب: زائدہ، نا: ضمیر ممیز، حاسبين: تمیز، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ولقد اتینا موسی وھارون الفرقان وضیاء وذکرا للمتقین﴾.

و: عاطفہ، لام: قسمیہ تاکیدیہ، قد: تحقیقیہ، اتینا: فعل بافاعل، موسی: معطوف علیہ، و: عاطفہ، ھرون: معطوف، ملکر مفعول اول، الفرقان: معطوف علیہ، و: عاطفہ، ضیاء: معطوف علیہ، و: عاطفہ، ذکرا للمتقین: شبہ جملہ معطوف، ملکر پھر معطوف، ملکر مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ قسم محذوف "نقسم" کے لیے جواب قسم، ملکر جملہ قسمیہ۔

﴿الذین یخشون ربھم بالغیب وھم من الساعۃ مشفقون﴾.

الذین: موصول، یخشون: فعل وضمیر ذوالحال، و: حالیہ، ھم: مبتدا، من الساعۃ مشفقون: شبہ جملہ خبر، ملکر حال، ملکر فاعل، ربھم: مفعول، بالغیب: ظرف لغو، ملکر صلہ، ملکر ماقبل "للمتقین" میں " المتقین" کی صفت ہے۔

﴿وھذا ذکر مبرک انزلنہ افانتم لہ منکرون﴾.

و: مستانفہ، ھذا: مبتدا، ذکر: موصوف، مبارک: صفت اول، انزلنہ: جملہ فعلیہ صفت ثانی، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ مستانفہ، ھمزہ: حرف استفہامیہ، ف: عاطفہ، انتم: مبتدا، لہ منکرون: شبہ جملہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

ذکر بمعنی قرآن:

۱.....قرآن مجید کے کئی ناموں میں سے ایک نام الذکر بھی ہے، مفسرین کرام کے اقوال کی روشنی میں یہ خطاب دشمنان اسلام کو ہے جو اس پاک کلام میں غور وفکر نہیں کرتے۔ اس کی نصیحتوں کو نہیں مانتے، اور راہ حق کی معرفت نہیں رکھتے۔ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ اس پاک ذکر میں بیان کردہ احوال، واقعات، مثالیں اور سبق آموز نصیحتوں سے انسان درس حاصل کرلے اور اپنے لئے اچھائی کا راستہ اختیار کرلے لیکن معاملہ بالکل برعکس ہوا، خوامخواہ وہم وگمان، دلوں کے حسد وکینہ، فتنہ پروری کے جزبات، ہٹ دھرمی، دین دشمنی نے حق وباطل میں فیصلہ کرنے والی پاک کتاب سے ہدایت نہ لینے دی اور دنیا وآخرت کی بربادی میں جا پڑے۔

کیا بت عذاب سے بچا سکتے ھیں؟

۲.....جو بغیر کسی کے بنائے وجود میں نہیں آتا، ناک پر بیٹھی مکھی دور نہیں کرسکتا، گردن پر کلہاڑا چلانے والے کو روک نہیں سکتا، کبھی کسی مقام پر تو کبھی کسی جگہ رکھ دیا جاتا ہے، کیا ایسا بھی خدا ہوسکتا ہے؟ کیا انسان ایسے کے آگے جھک کر ہدایت پاسکتا ہے؟ کیا ایسا انسان کو اللہ کے عذاب سے بچا سکتا ہے؟ کیا ایسا خود عذاب سے بچ سکتا ہے جب کہ قرآن میں واضح بیان ہے ﴿فاتقوا النار التی وقودھا الناس والحجارۃ اعدت للکفرین تو ڈرو اس آگ سے جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں تیار رکھی ہے کافروں کے لئے (البقرۃ:۲۴)﴾۔

زندگی بے بندگی شرمندگی:

۳.....طویل زندگی بے بندگی، بے کار ہے، مختصر زندگی یادالہی میں گزرے یقیناً کامیاب ہے۔ سابقہ ادوار میں عمریں طویل ہوا کرتی تھیں۔ کئی سو سال اور ہزاروں سال لوگ جیتے تھے۔ لیکن ہزاروں سال جینے کے باوجود بعض کے نصیب میں ایمان کی دولت نہ

ہوتی تھی۔ جیسے دنیا میں آئے ویسے ہی خالی ہاتھ چلے گئے۔ لیکن اس کائنات میں ایسے بھی ہیں جو مختصر زندگی با مقصد گزار گئے۔ جنہوں نے دنیا کی حقیقت کو جان لیا وہ کم زندگی کو غنیمت جان کر کامیاب ہو گیا اور جس نے دنیا کی حقیقت کو نہ جانا وہ کچھ نہ کر سکا۔

حافظ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ حضرت ابو اسماعیل مُرّہ روزانہ ایک ہزار نوافل پڑھتے، جب عمر رسیدہ ہو گئے تو چار سو نوافل پڑھنے لگے، حارث غنوی کہتے ہیں کہ ایک روز انہوں نے اتنا طویل سجدہ کیا کہ مٹی نے پیشانی کو نقصان پہنچایا۔ آپ نے چھتر ۷۶ سال کی زندگی پائی۔ ابوبکر عبداللہ بن محمد بن عبید المعروف امام ابن ابی الدنیا بیان کرتے ہیں کہ مسمع بن عاصم کہتے ہیں کہ حضرت رابعہ بصریہ نے مجھے بتایا کہ ایک مرتبہ میں اتنی بیمار ہوئی کہ نماز تہجد ادا کرنا میرے لئے دشوار ہو گیا تو میں نے خواب میں دیکھا کوئی کہنے والا کہہ رہا ہے کہ: ''جب تمام لوگ سو رہے ہوں اس وقت تمہارا نماز پڑھنا نور ہے اور تمہاری نیند اس نماز کی ضد ہے جو تمہارے لئے ستون ہے اور اگر تم سمجھو تو تمہاری زندگی تمہارے لئے بہت بڑی غنیمت ہے اور مہلت بہت تھوڑی ہے اور کسی کام کا عادی یا تو اس کام کے سبب فائدہ اٹھاتا ہے یا نقصان''، پھر وہ میری نظروں سے اوجھل ہو گیا اور اذان فجر کے سبب میری آنکھ کھل گئی۔

(موسوعة الامام ابن ابی الدنیا، کتاب المنامات، ج۱، ص ۱۱۹، رقم:۲۳)

عذاب الٰھی کا جھونکا:

۴...... دنیا کی خرمستیوں میں مست رہنے والے، جائز ناجائز کا خیال نہ کرنے والے، اپنی من مانی بات پر عمل کرنے، طرح طرح سے بے کار و بے مقصد زندگی گزارنے والے، جھوٹ، غیبت، عیب جوئی، رشوت، سود اور طرح طرح کے ناجائز ہتھکنڈے اپنانے والے غور کریں، معمولی بخار کی کیفیت میں کچھ اضافہ ہو جائے، سر درد سے پھٹا جائے، دوائیں بے کار معلوم ہونے لگیں، ڈاکٹر نا امید ہو جائیں، آہ ایسے حال میں بندہ اپنی زندگی کی سب کچھ پونجی لگا کر بھی اپنے بیمار کو تندرستی نہیں پہنچا سکتا۔ کیسی بے بسی کا حال ہوتا ہے جب ہمارا پیارا ہماری آنکھوں کے سامنے دم توڑ رہا ہو، کیسی بے کسی ہوتی ہے جب سب کچھ ہوتے ہوئے بھی ہاتھ کچھ نہ ہو، کیسی افسردگی ہوتی ہے جب کچھ نہ کر سکتے ہوں۔ آہ یہ تو دنیا کی آزمائش ہے، اسے عذاب کہنے کی جرات میں نہیں کرتا، ہاں ہو سکتا ہے کہ گناہوں کی وجہ سے اللہ نے جان میں مصیبت و بیماری ڈال دی اور یہ بیماری و مصیبت کفارہ بن جائے ان بڑے گناہوں کا جو اللہ کو ناپسند ہیں۔ لیکن اُخروی عذاب کا حال اس سے بھی کٹھن ہے، اور اس سے بچنے کے لیے دنیا میں عبادتوں کا سہارا لینا پڑتا ہے۔ اس کے بعد بھی رب کی رحمت پر امید کرنی ہوتی ہے کہ کاش یہ سب مالک حقیقی کی رضا کا باعث بن جائے۔

کوئی نیکی چھوٹی نہیں ھوتی:

۵...... انسان نیکی کو چھوٹی کہہ کر چھوڑ دیتا ہے لیکن یہی چھوٹی نظر آنے والی نیکی بہت بڑے ثواب کا پیش خیمہ ہوتی ہے سید عالم ﷺ نے فرمایا: کوئی مسلمان اپنے مسلمان بھائی کی صبح کے وقت میں عیادت کرتا ہے تو شام تک ستر ہزار فرشتے اس کے لیے رحمت و مغفرت کی دعا کرتے ہیں اور جو شام کو ایسا کرے تو صبح تک ستر ہزار فرشتے دعائے مغفرت کرتے ہیں اور اس کے لیے جنت میں ایک باغ ہے۔ (سنن الترمذی، کتاب الجنائز، باب ما جاء فی عیادۃ المریض، رقم: ۹۷۱، ص ۲۹۸)

آج کا مسلمان اس نیکی کو عموماً چھوڑ دیتا ہے، حالانکہ ہمارے معاشرے پر غور کریں تو تقریباً روزانہ ایسے مواقع میسر آتے

ہیں کہ ہم فرشتوں سے دعائے مغفرت کرواسکیں۔اگر کبھی کسی مریض کی عیادت کا موقع بن بھی جائے تو ذہن ان روایات اور اس میں مذکور ثواب کی جانب نہیں جاتا لہذا بغیر نیت وارادہ کے عمل کرتے ہیں اور کار خیر میں ثواب کے حقدار بننے سے رہ جاتے ہیں۔لہذا ہونا یہ چاہیے کہ کوئی نیکی اس وجہ سے نہ چھوڑ دیں کہ ہمیں چھوٹی دکھائی دیتی ہے اور نہ ہی اس کے ثواب کو حقیر جانے بلکہ ہر جائز کام ثواب کی نیت سے کریں تاکہ اجر کمایا جائے کہ یہی اجر اُخری منازل کو طے کرنے میں ہمارے کام آئے گا۔

اغراض: الدعاء: بنی بر مفعول ہے، تاء کے ضمہ اور میم کے کسرہ کے ساتھ ہے، خطاب سید عالم ﷺ سے ہے اور الصم مفعول اول اور الدعاء مفعول ثانی ہے، اور اس سے مقصود سید عالم ﷺ کی تسکین خاطر ہے۔

وقعة خفيفة: اصل میں نفخ کے معنی یہ ہیں کہ کسی چیز کی خوشبو پہنچنا، یعنی اگر انہیں ہلکا سا بھی عذاب پہنچے گا تو وہ حسرت وندامت سے پکار اٹھیں گے، اور یہ جملہ بطور کنایہ عذاب دیئے جانے والوں کے انتہاء درجے کے ضعف و کمزوری پر دلالت کررہا ہے۔

بل النبی و اصحابه: کہ یہی حضرات غالب ہونگے۔

بالفتح علی النبی: یعنی مسلمان ان (دشمنان اسلام) پر مسلط ہونگے۔ (الصاوی، ج٤، ص ١٠٦ وغیرہ)

رکوع نمبر: ۵

﴿وَلَقَدْ اٰتَيْنَآ اِبْرٰهِيْمَ رُشْدَهٗ مِنْ قَبْلُ﴾ای هداه قبل بلوغه﴿وَكُنَّا بِهٖ عٰلِمِيْنَ (٥١)﴾ای بانّه اهل لذالک﴿اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖ مَا هٰذِهِ التَّمَاثِيْلُ﴾الاصنام﴿الَّتِيْٓ اَنْتُمْ لَهَا عٰكِفُوْنَ (٥٢)﴾ای علی عبادتها مقیمون﴿قَالُوْا وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا لَهَا عٰبِدِيْنَ (٥٣)﴾فاقتدینا بهم﴿قَالَ﴾لهم﴿لَقَدْ كُنْتُمْ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ﴾لعبادتها﴿فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ (٥٤)﴾بیّن﴿قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا بِالْحَقِّ﴾فی قولک هذا﴿اَمْ اَنْتَ مِنَ اللّٰعِبِيْنَ (٥٥)﴾فیه﴿قَالَ بَلْ رَّبُّكُمْ﴾المستحق للعبادة﴿رَبُّ﴾مالک﴿السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الَّذِيْ فَطَرَهُنَّ﴾خلقهنّ من غیر مثال سبق﴿وَاَنَا عَلٰى ذٰلِكُمْ﴾الذی قلته﴿مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ (٥٦)﴾به﴿وَتَاللّٰهِ لَاَكِيْدَنَّ اَصْنَامَكُمْ بَعْدَ اَنْ تُوَلُّوْا مُدْبِرِيْنَ (٥٧) فَجَعَلَهُمْ﴾بعد ذهابهم الی مجتمعهم فی یوم عید لهم﴿جُذٰذًا﴾بضم الجیم وکسرها فتاتًا بفاسٍ﴿اِلَّا كَبِيْرًا لَّهُمْ﴾علّق فاس فی عنقه﴿لَعَلَّهُمْ اِلَيْهِ﴾ای الکبیر﴿يَرْجِعُوْنَ (٥٨)﴾فیرون ما فعل بغیره﴿قَالُوْا﴾بعد رجوعهم ورؤیتهم ما فعل﴿مَنْ فَعَلَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَآ اِنَّهٗ لَمِنَ الظّٰلِمِيْنَ (٥٩)﴾فیه﴿قَالُوْا﴾ای بعضهم لبعض﴿سَمِعْنَا فَتًى يَّذْكُرُهُمْ﴾ای یعیبهم﴿يُقَالُ لَهٗٓ اِبْرٰهِيْمُ (٦٠) قَالُوْا فَاْتُوْا بِهٖ عَلٰٓى اَعْيُنِ النَّاسِ﴾ای ظاهرا﴿لَعَلَّهُمْ يَشْهَدُوْنَ (٦١)﴾علیه انه الفاعل﴿قَالُوْٓا﴾له بعد اتیانه﴿ءَاَنْتَ﴾بتحقیق الهمزتین وابدال الثانیة الفا وتسهیلها وادخال الف بین المسهلة والاخری وترکه﴿فَعَلْتَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَا يٰٓاِبْرٰهِيْمُ (٦٢) قَالَ﴾ساکتا عن فعله﴿بَلْ فَعَلَهٗ كَبِيْرُهُمْ هٰذَا فَسْـَٔلُوْهُمْ﴾عن فاعله﴿اِنْ كَانُوْا يَنْطِقُوْنَ (٦٣)﴾فیه تقدیم جواب الشرط وفیما قبله تعریض لهم بانّ الصنم المعلوم عجزه عن الفعل لا یکون الٰها﴿فَرَجَعُوْٓا اِلٰٓى اَنْفُسِهِمْ﴾بالتفکر﴿فَقَالُوْٓا﴾لانفسهم﴿اِنَّكُمْ اَنْتُمُ الظّٰلِمُوْنَ (٦٤)﴾ای

بِعِبَادَتِكُمْ مَن لَا يَنطِقُ﴿ثُمَّ نُكِسُوْا﴾مِنَ اللهِ﴿عَلٰى رُءُ وْسِهِمْ ۚ﴾اى رُدُّوا الى كُفْرِهِمْ وَقالوا والله﴿لَقَدْ عَلِمْتَ مَا هٰٓؤُلَآءِ يَنْطِقُوْنَ (۶۵)﴾اى فَكيف تَامرنا بِسُؤالهم﴿قَالَ اَفَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾اى بَدلَه﴿مَا لَا يَنْفَعُكُمْ شَيْئًا﴾مِنْ رِزقٍ وغيرِه﴿وَّلَا يَضُرُّكُمْ (۶۶)﴾شيئا اِنْ لم تعبدُوهُ﴿اُفٍّ﴾بِكسرِ الفاءِ وَفتحها بِمَعنٰى مَصدرٍ اى تَبًّا وَقُبحا﴿لَّكُمْ وَلِمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۭ﴾اى غيرِهِ﴿اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ (۶۷)﴾اى هٰذِهِ الْاَصنامِ لَا تَستَحِقُّ العِبادَةَ ولا تَصلُحُ لَها وَاِنَّما يَستَحِقُّهَا اللهُ تعالى﴿قَالُوْا حَرِّقُوْهُ﴾اى ابراهيم﴿وَانْصُرُوْٓا اٰلِهَتَكُمْ﴾اى بِتحريقِه﴿اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ (۶۸)﴾نُصْرَتَها فَجمعوا له الحطبَ الكثيرَ واضرَمُوا النَّارَ فِى جمِيعِه وَاَوثَقُوا ابراهيمَ وَجَعلوهُ فِى مَنْجَنيقٍ وَرَمَوهُ فِى النارِ قال تعالى﴿قُلْنَا يٰنَارُ كُوْنِيْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ (۶۹)﴾فَلَم تَحرِقْ مِنهُ غيرَ وِثاقِه وَذَهَبَتْ حرارَتُها وَبَقِيَتْ اِضَاءَتُها بِقوله سلاما سَلِمَ مِنَ الموتِ بِبَردِها﴿وَاَرَادُوْا بِهٖ كَيْدًا﴾وَهو التَّحرِيقُ﴿فَجَعَلْنٰهُمُ الْاَخْسَرِيْنَ (۷۰)﴾فِى مُرادِهِم﴿وَنَجَّيْنٰهُ وَلُوْطًا﴾ابنِ اَخِيه هَارانَ مِنَ العِراقِ﴿اِلَى الْاَرْضِ الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا لِلْعٰلَمِيْنَ (۷۱)﴾بِكَثرةِ الْاَنهارِ والاَشجارِ وهِيَ الشامُ نزل ابراهيمُ بِفَلَسطِين ولوطٌ بالمؤتَفِكةِ وبينهما يومٌ﴿وَوَهَبْنَا لَهٗٓ﴾لِابراهيمَ وكانَ سَاَلَ ولدًا كما ذُكِر فى الصافاتِ﴿اِسْحٰقَ ۭ وَيَعْقُوْبَ نَافِلَةً ۭ﴾اى زِيادةً على المَسؤلِ او هو ولدُ الوَلدِ﴿وَكُلًّا﴾اى هو وَولَداهُ﴿جَعَلْنَا صٰلِحِيْنَ (۷۲)﴾اَنبياءَ﴿وَجَعَلْنٰهُمْ اَىِٕمَّةً﴾بِتحقيقِ الهَمزتَينِ وَاِبدالِ الثَّانِيةِ ياءً يُقتَدىٰ بِهِم فى الخيرِ﴿يَّهْدُوْنَ﴾النَّاسَ﴿بِاَمْرِنَا﴾الى دِينِنا﴿وَاَوْحَيْنَآ اِلَيْهِمْ فِعْلَ الْخَيْرٰتِ وَاِقَامَ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَاۗءَ الزَّكٰوةِ﴾اى اَنْ تُفعَلَ وَتُقامَ وَتُؤتىٰ منهُم ومِنْ اَتباعِهِم وَحذفُ هاءِ اِقامةٍ تَخفيفا﴿وَكَانُوْا لَنَا عٰبِدِيْنَ (۷۳) وَلُوْطًا اٰتَيْنٰهُ حُكْمًا﴾فَصلًا بَينَ الخُصومِ﴿وَّعِلْمًا وَّنَجَّيْنٰهُ مِنَ الْقَرْيَةِ الَّتِيْ كَانَتْ تَّعْمَلُ﴾اى اَهلُها الاَعمالَ﴿الْخَبٰۗىِٕثَ ۭ﴾مِنَ اللِّواطةِ والرَّميِ بالبُندقةِ واللَّعِبِ بِالطيورِ وغيرِ ذالك﴿اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمَ سَوْءٍ﴾مَصدَرُ سَاءَهُ نَقِيضُ سَرَّهُ﴿فٰسِقِيْنَ (۷۴) وَاَدْخَلْنٰهُ فِيْ رَحْمَتِنَا ۭ﴾بِاَنْ اَنجيناهُ مِن قومِهِ﴿اِنَّهٗ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ (۷۵)﴾.

﴿ترجمہ﴾

یہ (قرآن پاک) ہے برکت والا ذکر کہ ہم نے اسے اتارا تو کیا تم اس کے منکر ہو (ہمزہ استفہام توبیخ کے لیے ہے) اور بیشک ہم نے ابراہیم کو پہلے ہی (ان کے بالغ ہونے سے پہلے ہی ......) ان کی ہدایت عطا کردی (رشدہ بمعنی ھداہ ہے) اور ہم اس کا علم رکھتے تھے (کہ یہ اس بات کا اہل ہے) جب اس نے اپنے باپ اور قوم سے کہا یہ مورتیں (یعنی بت) کیا ہیں جن کے آگے تم پوجا کے لیے بیٹھے ہو (یعنی جن کی عبادت پر تم لوگ ڈٹے ہوئے ہو) بولے ہم نے اپنے باپ دادا کو ان کی پوجا کرتے پایا (تو ہم نے ان کی پیروی کی) آپ نے (ان لوگوں سے) کہا بیشک تم اور تمہارے باپ دادا (بتوں کی عبادت کرنے کے سبب) کھلی گمراہی میں ہو (مبین بمعنی بین ہے) بولے (تم یہ بات کرتے ہو) کیا تم ہمارے پاس حق لائے ہو یا (اس بارے میں) یونہی کھیلتے ہو بلکہ کہا تمہارا رب (جو

مستحق عبادت ہے) وہ ہے جو مالک ہے آسمانوں اور زمین کا جس نے انہیں پیدا کیا (جس نے انہیں اولا بغیر کسی نمونہ کے پیدا فرمایا ہے، رب مالک کو کہتے ہیں) اور میں اس پر (جو کہ میں کہہ رہا ہوں) گواہوں میں سے ہوں اور مجھے اللہ کی قسم ہے میں تمہارے بتوں کا بُرا چاہوں گا بعد اس کے کہ تم پھر جاؤ پیٹھ دے کر (ان لوگوں کے عید کے دن اپنے اجتماع کے بعد) اس نے سب کو چورا کردیا (کلہاڑے کی مدد سے ......٭، جذاذا جیم مضمومہ اور مکسورہ دونوں کے ساتھ پڑھا گیا ہے) مگر ایک کو جوان سب کا بڑا تھا (سالم چھوڑ دیا اور کلہاڑا اس کی گردن میں لٹکا دیا) کہ شاید وہ اس سے (یعنی بڑے بت سے) کچھ پوچھیں (پس وہ دیکھیں اس فعل کو جو اس بڑے بت کے علاوہ دیگر بتوں کے ساتھ کیا گیا ہے اپنے میلے سے لوٹنے اور بتوں کے ساتھ کئے گئے اس فعل کو دیکھ کر) کس نے ہمارے خداؤں کے ساتھ یہ کام کیا ہے بیشک وہ (اس کام میں) ظلم کرنے والوں میں سے ہیں بولے (یعنی ان میں سے کچھ بولے) ہم نے ایک جوان کو انہیں بُرا کہتے سنا (یذکرھم بمعنی یعیبھم ہے) جسے ابراہیم کہتے ہیں بولے تو اسے لوگوں کے سامنے لاؤ (یعنی اسے سب پر ظاہر کرو) شاید وہ (اس کے خلاف) گواہی دیں (کہ اس کام کو انجام دینے والے یہی ہیں آپ علیہ السلام کو لے آنے کے بعد آپ علیہ السلام سے) بولے کیا تم نے ہمارے خداؤں کے ساتھ یہ کام کیا ہے اے ابراہیم (ءانت دو ہمزہ کی تحقیق کے ساتھ اور دوسرے ہمزہ کو الف سے بدلنے کے ساتھ اور پہلی ہمزہ کی تسہیل کی گئی ہے، دوسری ہمزہ کے درمیان الف داخل کرنے کے ساتھ اور ہمزہ کے ترک کرنے کے ساتھ بھی پڑھا گیا ہے اولا آپ علیہ السلام نے اس فعل کے کرنے کے اقرار سے خاموش رہے پھر) کہا بلکہ ان کے اس بڑے نے کیا ہوگا تو ان سے پوچھئے ......٭ (اس کام کے کرنے والے کے بارے میں) اگر بولتے ہوں (اس طرز کلام میں جواب شرط مقدم ہے اور اس کو ماقبل ذکر کرنے میں ان لوگوں پر تعریض کرنا ہے کہ بتوں کا کسی فعل کو انجام دینے سے عاجز ہونا معلوم ہو، خدا نہ ہونے کی دلیل ہے) تو اپنے جی کی طرف پلٹے اور بولے بیشک تم ہی ستمگار ہو (ایسوں کی عبادت کرنے کے سبب جو بول بھی نہیں سکتے) پھر اپنے سروں کے بل اوندھائے گئے (یعنی اپنے کفر کی طرف لوٹ گئے اور بولے خدا کی قسم) تمہیں خوب معلوم ہے یہ بولتے نہیں (یعنی تم ہی کسی طرح ان سے سوال کرنے کا حکم دے رہے ہو) تو کہا کیا اللہ کے بجائے ایسے کو پوجتے ہو جو نہ تمہیں نفع اور نہ نقصان پہنچائے تف ہے تم پر (یعنی تمہارے لیے ہلاکت و بربادی ہے، اف فاء مکسورہ و مفتوحہ دونوں کے ساتھ پڑھا گیا ہے یہ مصدر ہے جس کے معنی ہلاکت و بربادی کے ہیں) اور ان بتوں پر جن کو اللہ کے سوا پوجتے ہو تو کیا تم عقل نہیں رکھتے کہ یہ (بت عبادت کے مستحق نہیں ہوسکتے اور نہ یہ عبادت کئے جانے کے لائق ہیں، عبادت کئے جانے کا مستحق تو صرف اللہ عزوجل ہے) بولے ان کو (یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام کو) جلادو اور (ان کو جلا کر) اپنے خداؤں کی مدد کرو اگر تمہیں (ان کی مدد) کرنا ہے (پس لوگوں نے آپ علیہ السلام کو جلانے کے لیے بہت سا ایندھن جمع کیا اور وہ سب کا سب آگ بھڑکانے کے لیے ڈال دیا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو باندھ کر منجنیق میں ڈال دیا اور منجنیق کے ذریعے آپ علیہ السلام کو آگ میں پھینک دیا گیا، اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے) ہم نے فرمایا اے آگ! ہوجا ٹھنڈی اور سلامتی ابراہیم پر ......٭ (اس آگ نے آپ علیہ السلام کی بندشوں کے علاوہ کچھ نہ جلایا، اس آگ کی حرارت ختم ہوگئی اور چمک بدستور باقی رہی اور اللہ تعالیٰ کے فرمان سلاما کی وجہ سے آپ علیہ السلام اس آگ کی ٹھنڈک سے پیش آنے والی موت سے محفوظ و سلامت رہے) اور انہوں نے اس کا بُرا چاہا (مراد جلادینا ہے) تو ہم نے انہیں (ان کی مراد میں) سب سے بڑھ کر خسارہ پانے والوں میں کردیا اور ہم نے اس کو اور لوط کو (جو کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بھتیجے تھے یعنی آپ علیہ السلام کے بھائی ہارون علیہ السلام کے بیٹے تھے جو کہ عراق میں رہائش پذیر تھے) نجات بخشی اس زمین کی طرف جس میں ہم نے جہاں والوں کے لیے برکت رکھی (بکثرت درخت و نہریں پیدا فرما کر اور اس

سے مراد سرزمین شام ہے، حضرت ابراہیم علیہ السلام فلسطین میں اور حضرت لوط علیہ السلام موتفکہ میں رہائش پذیر تھے اور ان دونوں علاقوں کے مابین ایک دن کی مسافت تھی) اور ہم نے اسے (حضرت ابراہیم علیہ السلام کو) عطا فرمایا (آپ علیہ السلام نے اللہ عزوجل کی جناب میں بیٹے کا سوال فرمایا تھا جیسا کہ اس کا بیان سورۃ الصافات میں ہے) اسحٰق اور یعقوب پوتا (نافلة کا لغوی معنی زیادتی و اضافہ کے ہیں یعنی ہم نے انہیں اور ان کے دونوں بیٹوں کو) صالح (انبیاء) بنایا اور ہم نے انہیں امام کیا (ائـمـة دو ہمزہ کی تحقیق کے ساتھ اور دوسرے ہمزہ کو یاء سے بدل دینے کے ساتھ ہے) اچھے (اور بھلائی کے کاموں میں ان کی اقتداء کی جاتی) ہمارے حکم سے (لوگوں کو ہمارے دین کی طرف) بلاتے اور ہم نے انہیں وحی بھیجی اچھے کام کرنے اور نماز قائم کرنے اور زکوۃ دینے کی (یعنی ہم نے وحی کی ان کے اور ان کے متبعین کی جانب سے نیک کام کئے جائیں، نماز ادا کی جائے اور زکوۃ دی جائے، مصدر اقـامة میں سے تخفیفاً ھاء کو حذف کر دیا گیا ہے) اور وہ ہماری بندگی کرتے تھے (اور) لوط کو ہم نے حکم دیا (مخالفین کے مابین فیصلہ کرنے کا اختیار دیا) اور علم دیا......۵......اور اسے اس بستی سے (یعنی بستی والوں سے) نجات بخشی جو گندے (کام) کرتی تھی (جیسے لواطت، غلیل کی مدد سے راہ گیروں کو نشانہ بنانا، پرندوں سے کھیلنا وغیرہ) بیشک وہ برے لوگ نافرمان تھے (سوء مصدر ہے ساء فعل کا) اور ہم نے اسے (اس کی قوم سے نجات عطا کر کے) اپنی رحمت میں داخل کیا بیشک وہ ہمارے قربِ خاص کے سزاواروں میں ہے۔

﴿ترکیب﴾

﴿ولقد اتینا ابراھیم رشدہ من قبل و کنا بہ علمین﴾۔

و: عاطفہ، لام: قسمیہ تاکیدیہ، قد: تحقیقیہ، اتینـا: فعل و ضمیر ذوالحال، من قبل: ظرف مستقر حال، ملکر فاعل، ابـراھیم: مفعول، رشدہ: مفعول ثانی، ملکر قسم محذوف "نقسم" کے لیے جواب قسم، ملکر جملہ قسمیہ، و: عاطفہ، کنا: فعل ناقص بااسم، بہ علمین: شبہ جملہ خبر، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿اذ قال لابیہ و قومہ ما ھذہ التماثیل التی انتم لھا عکفون﴾۔

اذ: مضاف، قـال لابیـہ و قومہ: جملہ فعلیہ قول، ما: اسم استفہامیہ مبتدا، ھذہ: مبدل منہ، التـماثیل: موصوف، التی: موصول، انتم: مبتدا، لھا عکفون: شبہ جملہ خبر، ملکر صلہ، ملکر بدل، ملکر خبر، ملکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ ہو کر مضاف الیہ، ملکر فعل محذوف "اذکر" کے لیے ظرف، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿قالوا وجدنا اباء نا لھا عبدین ○ قال لقد کنتم انتم واباؤکم فی ضلل مبین﴾۔

قالوا: قول، وجدنا: فعل بافاعل، ابـآء نا: مفعول اول، لھـا عبدین: شبہ جملہ مفعول ثانی، ملکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ، قال: قول، لام: تاکیدیہ، قد: تحقیقیہ، کنتم: فعل ناقص و تم ضمیر مؤکد، انتم: تاکید، ملکر معطوف علیہ، و: عاطفہ، ابـاء کم: معطوف، ملکر اسم، فی ضل مبین: ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ فعلیہ ہو کر قسم محذوف "نقسم" کے لیے جواب قسم، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿قالوا اجئتنا بالحق ام انت من اللعبین﴾۔

قـالوا: قول، ھـمزہ: حرف استفہامیہ، جـئتـنـا بالحق: فعل و مفعول و ظرف لغو، ملکر معطوف علیہ، ام: عاطفہ، انت: مبتدا، من

اللعبین: ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ اسمیہ معطوف، ملکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿قال بل ربکم رب السموت والارض الذی فطرھن وانا علی ذلکم من الشھدین﴾.

قال: قول، بل: عاطفہ، ربکم: مبتدا، رب: مضاف، السموت والارض: مضاف الیہ، ملکر موصوف، الذی فطرھن: موصول صلہ ملکر صفت، ملکر خبر، ملکر معطوف علیہ، و: عاطفہ، انا: مبتدا، علی ذلکم: ظرف لغو مقدم، الشھدین: اسم فاعل با فاعل ملکر شبہ جملہ ہوکر مجرور، من: جار، ملکر ظرف مستقر خبر، ملکر معطوف، ملکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿وتاللہ لاکیدن اصنامکم بعد ان تولوا مدبرین﴾.

و: عاطفہ، تاللہ: جار مجرور "اقسم" فعل محذوف کے لیے ظرف، ملکر جملہ فعلیہ قسمیہ، لام: تاکیدیہ، اکیدن: فعل با فاعل، اصنامکم: مفعول، بعد: مضاف، ان: مصدریہ، تولوا: فعل مجہول وضمیر ذوالحال، مدبرین: نائب الفاعل، ملکر جملہ فعلیہ بتاویل مصدر مضاف الیہ، ملکر ظرف، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر جواب قسم، ملکر جملہ قسمیہ۔

﴿فجعلھم جذاذا الا کبیرا لھم لعلھم الیہ یرجعون﴾.

ف: عاطفہ معطوف علی محذوف "فولوا"، جعل: فعل با فاعل، ھم: مستثنیٰ منہ، الا: اداۃ استثناء، کبیرا لھم: شبہ جملہ مستثنیٰ، ملکر ذوالحال، لعلھم الیہ یرجعون: جملہ اسمیہ حال، ملکر مفعول اول، جذاذا: مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿قالوا من فعل ھذا بالھتنا انہ لمن الظلمین﴾.

قالوا: قول، من: استفہامیہ مبتدا، فعل، ھذا بالھتنا: فعل با فاعل ومفعول وظرف لغو، ملکر خبر، ملکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ، انہ: حرف مشبہ واسم، لام: ابتدائیہ تاکیدیہ، من الظلمین: ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ اسمیہ مستانفہ۔

﴿قالوا سمعنا فتی یذکرھم یقال لہ ابراھیم﴾.

قالوا: قول، سمعنا: فعل با فاعل، فتی: موصوف، یذکرھم: جملہ فعلیہ صفت اول، یقال لہ ابراھیم: جملہ فعلیہ صفت ثانی، ملکر مفعول، ملکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿قالوا فاتوا بہ علی اعین الناس لعلھم یشھدون﴾.

قالوا: قول، ف: فصیحہ، اتوا: فعل امر با فاعل، بہ: جار وضمیر ذوالحال، علی: جار، اعین: مضاف، الناس: ذوالحال، لعلھم یشھدون: جملہ اسمیہ حال، ملکر مضاف الیہ، ملکر مجرور، ملکر حال، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ "ای اتوا بہ حال کونہ معاینا مشاھدا"۔

﴿قالوا ءانت فعلت ھذا بالھتنا یابراھیم﴾.

قالوا: قول، ھمزہ: حرف استفہامیہ، انت: مبتدا، فعلت ھذا بالھتنا: جملہ فعلیہ مقصود بالندا، یا برھیم: ندا، ملکر جملہ ندائیہ ہوکر خبر، ملکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿قال بل فعلہ کبیرھم ھذا فسئلوھم ان کانوا ینطقون﴾.

قال: قول، بل: حرف اضراب، فعلہ: فعل ومفعول، کبیرھم: مبدل منہ، ھذا: بدل، ملکر فاعل، ملکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ، ف: فصیحہ، اسئلوھم: فعل امر با فاعل ومفعول، ملکر جملہ فعلیہ شرط محذوف "اذا کان الامر کذلک" کی جزا، ملکر جملہ شرطیہ، ان: شرطیہ، کانوا ینطقون: جملہ فعلیہ جزا محذوف "فاسالوھم" کے لیے شرط، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿فرجعوا الی انفسهم فقالوا انکم انتم الظلمون﴾.

ف: عاطفہ، رجعوا الی انفسهم: فعل بافاعل ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ، ف: عاطفہ، قالوا: قول، انکم: حرف مشبہ واسم، انتم الظلمون: جملہ اسمیہ ہوکر خبر، ملکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿ثم نکسوا علی رء وسهم لقد علمت ما هؤلاء ینطقون﴾.

ثم: عاطفہ، نکسوا: فعل وضمیر ذوالحال، لام تمہیہ تاکیدیہ، قد: تحقیقیہ، علمت: فعل بافاعل، ما: مشابہ بلیس، هؤلاء: اسم، ینطقون: خبر، ملکر مفعول، ملکر قسم محذوف "نقسم" کے لیے جواب قسم، ملکر جملہ قسمیہ ہوکر قول محذوف "قالوا" کے لیے مقولہ، ملکر حال، ملکر نائب الفاعل، علی رؤسهم: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ "ای نکسوا علی رء وسهم وقالوا لقد علمت......الخ"۔

﴿قال افتعبدون من دون الله ما لا ینفعکم شیئا و لا یضرکم﴾.

قال: قول، همزه: حرف استفہامیہ، ف: عاطفہ، تعبدون: فعل بافاعل، من دون الله: ظرف مستقر حال مقدم، ما: موصولہ، لاینفعکم شیئا: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، لایضرکم: جملہ فعلیہ معطوف، ملکر صلہ، ملکر ذوالحال، ملکر مفعول، ملکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿اف لکم ولما تعبدون من دون الله افلا تعقلون﴾.

اف: اسم فعل بمعنی "اضتجر" بافاعل، لکم: جار مجرور معطوف علیہ، و: عاطفہ، لام: جار، ما: موصولہ، تعبدون من دون الله: جملہ فعلیہ صلہ، ملکر مجرور، ملکر معطوف، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ، همزه: حرف استفہامیہ، ف: عاطفہ، لا تعقلون: فعل نفی بافاعل، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿قالوا حرقوه وانصروا الهتکم ان کنتم فعلین﴾.

قالوا: قول، حرقوه: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، انصروا الهتکم: جملہ فعلیہ معطوف، ملکر مقولہ، ملکر جملہ فعلیہ قولیہ، ان: شرطیہ، کنتم فعلین: جملہ فعلیہ ہوکر جزا محذوف "فحرقوه وانصروا الهتکم" کے لیے شرط، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿قلنا ینار کونی بردا وسلما علی ابراهیم﴾.

قلنا: قول، ینار: ندائیہ، کونی: فعل ناقص بااسم، بردا: معطوف علیہ، و: عاطفہ سلما: موصوف، علی ابراهیم: ظرف مستقر صفت، ملکر معطوف، ملکر خبر، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر مقصود بالنداء، ملکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿وارادوا به کیدا فجعلنهم الاخسرین﴾.

و: عاطفہ، ارادوا به: فعل بافاعل وظرف لغو، کیدا: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، ف: عاطفہ، جعلنهم: فعل بافاعل ومفعول، الاخسرین: مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ونجینه ولوطا الی الارض التی برکنا فیها للعلمین﴾.

و: عاطفہ، نجینا: فعل بافاعل "ہ" ضمیر معطوف علیہ، و: عاطفہ، لوطا: معطوف، ملکر مفعول، الی: جار، الارض: موصوف، التی: موصول، برکنا فیها للعلمین: صلہ، ملکر صفت، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ووهبنا له اسحق ویعقوب نافلة وکلا جعلنا صلحین﴾.

و: عاطفہ، وهبنا له: فعل بافاعل وظرف لغو، اسحق: معطوف علیہ، و: عاطفہ، یعقوب: ذوالحال، نافلة: حال، ملکر معطوف، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، کلا: مفعول مقدم، جعلنا صلحین: فعل بافاعل ومفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وجعلنهم ائمة یهدون بامرنا﴾.

و: عاطفہ، جعلنهم : فعل بافاعل ومفعول، ائمة : موصوف، یهدون :فعل وضمیر ذوالحال، بامرنا: ظرف مستقر حال، ملکر فاعل، ملکر صفت، "ای یهدون ملتبس بامرنا" مرکب توصیفی مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿واوحینا الیهم فعل الخیرات واقام الصلوة وایتاء الزكوة وكانوا لنا عبدین﴾.

و: عاطفہ، اوحینا الیهم : فعل بافاعل وظرف لغو، فعل الخیرات : معطوف علیہ، و: عاطفہ، اقام الصلوة : معطوف اول، و: عاطفہ، ایتاء الزكوة : معطوف ثانی، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، كانوا: فعل ناقص بااسم، لنا عبدین: شبہ جملہ خبر، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ولوطا اتینه حكما وعلما﴾.

و: عاطفہ، لوطا: مفعول بنابر اشتغال فعل محذوف " اتینا" کے لیے، ملکر جملہ فعلیہ۔ اتینه : فعل بافاعل ومفعول، حكما: معطوف علیہ، و: عاطفہ، علما: معطوف، ملکر مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ونجینه من القریة التی كانت تعمل الخبئث انهم كانوا قوم سوء فسقین﴾.

و: عاطفہ، نجینه: فعل بافاعل ومفعول، من: جار، القریة: موصوف، التی: موصول، كانت : فعل ناقص بااسم، تعمل الخبئث : جملہ فعلیہ خبر، ملکر صلہ، ملکر صفت، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ، انهم : حرف مشبہ واسم، كانوا: فعل ناقص بااسم، قوم : مضاف، سوء : مضاف الیہ، ملکر موصوف، فسقین: صفت، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿وادخلنه فی رحمتنا انه من الصلحین﴾.

و: عاطفہ، ادخلنه: فعل بافاعل ومفعول، فی رحمتنا : ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ، انه: حرف مشبہ واسم، من الصلحین : ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ اسمیہ تعلیلیہ۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

حضرت ابراھیم علیہ السلام کی نبوت کا بیان:

۱......یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حضرت موسیٰ علیہ السلام وحضرت ہارون علیہ السلام سے پہلے ہی نبوت کا منصب عطا کر دیا گیا، ایک قول کے مطابق حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بالغ ہونے سے پہلے ہی جب کہ آپ علیہ السلام سرنگ سے باہر تشریف نہیں لائے تھے، ایک قول کے مطابق حضرت آدم علیہ السلام کی پشت میں ہونے کے وقت ہی آپ علیہ السلام کو نبوت عطا کر دی گئی، ایک قول کے مطابق سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے ہی نبوت عطا فرما دی گئی۔ (روح المعانی، الجزء السابع عشر، ص ۷۷)

حضرت ابراھیم علیہ السلام کا بتوں کو توڑ دینا:

۲......حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والدین مومن تھے یہی وجہ ہے کہ آپ علیہ السلام ان کے لئے دعائے مغفرت فرماتے رہے چنانچہ اس کا ذکر قرآن مجید میں بھی آیا ہے ﴿رَبِّ اجْعَلْنِیْ مُقِیْمَ الصَّلٰوةِ وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَآءِ ○ رَبَّنَا اغْفِرْ لِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ یَوْمَ یَقُوْمُ الْحِسَابُ ○ (ابراهیم، ۴۰، ۴۱)﴾۔ علامہ قرطبی فرماتے ہیں کہ ابیه وقومه سے مراد آزر اور قوم نمرود تھی، قاموس میں ہے کہ آزر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے چچا کا نام تھا۔ امام جلال الدین سیوطی نے مسالک الحنفاء میں لکھا ہے چچا کو باپ کہنا تمام

ممالک میں معمول ہے بالخصوص عرب میں، قرآن مجید میں ہے کہ﴿نعبد الھک واله ابائک ابراھیم واسمعیل و اسحق الھا واحــد﴾ اس آیت میں حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو حضرت یعقوب علیہ السلام کے آباء میں ذکر کیا گیا ہے باوجود یہ کہ آپ علیہ السلام عــم (چچا) ہیں۔ حدیث شریف میں بھی نبی پاک ﷺ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو عم (چچا) فرمایا چنانچہ فرمایا رُدُّوا عَلَیَّ اَبِیْ اور یہاں ابی سے حضرت عباس رضی اللہ عنہ مراد ہیں۔ (خزائن العرفان، حاشیه نمبر ۱۶۰)

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بتوں کی تحقیر اور ان کے احترام پر زجر و توبیخ کے لئے انہیں مورتیاں (التماثیل) فرمایا کیونکہ تماثیل وہ صورت ہوتی ہے جس میں نہ روح ہو اور نہ نفع و نقصان دیتی ہے۔ قوم نے کہا کہ ہمارے اس عقیدے پر کوئی علمی، عقلی، نقلی دلیل نہیں بلکہ ہم نے اپنے آباء کو ان جسموں کے سامنے جبین فرسائی کرتے دیکھا تھا، پس ہم بھی ان کی تقلید میں آنکھیں بند کئے ایسا کر رہے ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جرائت مندانہ لہجے میں کہا کہ ان پتھروں کی بے سود اور بے ضرر مورتیوں کی پوجا کرنے میں تم کھلی گمراہی میں ہو اور پھر جو گمراہ تھے ان کی تقلید کرنا گمراہی ہی گمراہی ہے۔ (المظھری، ج٤، صص ۴۷۹ وغیرہ)

بڑے بت کی جانب توجہ کیوں دلائی؟

۳۔۔۔۔۔حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بڑے بت کے بارے میں کہہ دیا کہ اس سے پوچھو ہوسکتا ہے کہ اس نے باقی تمام بتوں کا یہ حشر کیا ہو، لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ایسا کیوں کیا، تعریض کا سہارا کیوں لیا؟ اس کے کئی جوابات ہیں: (۱)۔۔۔۔۔ہوسکتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مقصد یہ ہو کہ اس کے فعل کی نسبت حقیقتاً ان کی طرف کی جائے اور انہوں نے اس بڑے بت کے عجز کو ثابت کرنے اور اس کی توہین کرنے کے لئے اس کی طرف نسبت کردی ہو۔ (۲)۔۔۔۔۔یہ بھی ہوسکتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس بڑے بت کی طرف توڑنے کی نسبت بہ طور سبب کی ہو، کیونکہ آپ علیہ السلام کے غصہ اور بت توڑنے کا سبب بھی بڑا بت تھا کیونکہ اس کی زیادہ پوجا پاٹ کی جاتی تھی، لہٰذا اس کی تعظیم و توقیر کم کرنے کے لئے اور اس کی پرستش کو باطل کرنے کے لیے آپ علیہ السلام نے چھوٹے بتوں کو توڑنے کی نسبت بڑے بت کی جانب کردی۔ (۳)۔۔۔۔۔ایک جواب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کے مذہب کے اعتبار سے فرمایا تھا یعنی تم اس بڑے بت سے اس فعل کے صادر ہونے کو کیوں تعجب سمجھ رہے ہو اور کیوں انکاری ہو؟ جو الوہیت کا مدعی ہو اور لوگ اس کی پرستش کر رہے ہوں کیا وہ اتنے کام پر بھی قدرت نہیں رکھتا، کیا وہ چھوٹے بتوں کو توڑ نہیں سکتا؟۔ (۴)۔۔۔۔۔حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس کا فعل ذکر نہیں کیا، اصل عبارت یوں ہے بل فعله من فعله بلکہ یہ کام اسی نے کیا جس نے کیا، ان میں کا بڑا یہ ہے لہٰذا تم اسی سے پوچھ لو۔ (۵)۔۔۔۔۔جب لوگوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے پوچھا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فقط یوں "بل رفعه" فرما کر وقف کیا، کیونکہ اس پر وقف جائز کی علامت ہے یعنی اسی نے کیا ہے جس کے متعلق تمہارا گمان ہے جو سب میں بڑا ہے۔ (الرازی، ج۸، ص ۱۵۵)

☆۔۔۔۔۔حضرت ابن عمر نے فرمایا: "مسلمانوں کو جھوٹ سے بچنے کے لیے معاریض کافی ہے"۔ حضرت عمران بن حصین نے فرمایا: "مسلمان کو جھوٹ سے بچنے کے لئے جھوٹ میں بڑی گنجائش ہے"۔ (الادب المفرد، باب، رقم: ۹۰۸، ۹۰۹)

آگ حضرت ابراھیم علیہ السلام پر کیوں ٹھنڈی ہوئی:

۴۔۔۔۔۔آسمان، زمین، پہاڑ، فرشتے اللہ کے حضور عرض کرتے ہیں اے اللہ ابراہیم علیہ السلام کو جلایا جا رہا ہے، اللہ نے جواباً فرمایا

:"میں جانتا ہوں"، اور تمہاری دعاؤں سے ان کی مدد ہوگی، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے آسمان کی جانب اپنا سر پاک بلند کیا اور عرض گزار ہوئے: "اے اللہ، تو ایک ہے اور میں زمین میں ایک ہوں، تیرے سوا زمین میں کسی کی عبادت نہیں ہوتی، تو مجھے کافی ہے اور تو بہتر نگہبان ہے، پس جب انہیں آگ میں ڈال دیا گیا تو ندا ہوئی "اے آگ ٹھنڈی اور سلامتی والی ہو جا ہمارے ابراہیم پر"، جبرائیل امین علیہ السلام کہتے ہیں کہ ندا کرنے والا میں تھا، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ بردا کے ساتھ سلاما کا لفظ استعمال نہ کیا جاتا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام سخت سردی کی وجہ سے انتقال فرما جاتے، اس دن ساری آگ بجھ گئیں، حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس ایک آدمی جو کہ دراصل سایہ کرنے والا فرشتہ تھا کھڑا تھا جو کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے چہرے انور سے پسینہ پونچنے کے لئے معمور کیا گیا تھا۔ بعض شارحین نے یہ بھی لکھا کہ سوائے رسیوں کے آگ سے کچھ نہ جلا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جس دن میں آگ میں تھا اس دن کے سوا کسی دن میں ایسا انعام نہیں ہوا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام جس وقت آگ میں ڈالے گئے ان کی عمر سولہ سال تھی۔

(جامع البیان القرآن، الجزء ۱۷، ص ۵٤ وغیرہ)

حضرت لوط علیہ السلام کے علم وحکم کا بیان:

۵......حکم سے مراد نبوت اور علم سے مراد حق فیصلہ کرنے کی استطاعت ہے، قوم سدوم جس خباثت میں مبتلا تھی اس کے بارے میں فیصلہ کرنے کی آپ علیہ السلام کو قوت عطا فرمادی گئی۔

اغراض: ای ھداہ قبل بلوغہ: ھدی سے دین ودنیا کی اصلاح کے لیے ھدایت مراد ہے، جس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام سرنگ سے باہر تشریف لائے تو کم سن تھے، اور اللہ عزوجل کی وحدانیت کے حصول کے لیے ستاروں میں غور وتفکر کیا، اور رشد سے مراد نبوت نہیں ہے، اور ایک قول کے مطابق "من قبل موسی وھارون" ہیں، اور اس طرز پر رشد سے مراد نبوت ہوگی، پس حاصل کلام یہ ہوا کہ اگر قبل سے مراد قبل البلوغ ہو تو مراد دین ودنیا کی اصلاح کرنا ہے کیونکہ اللہ عزوجل نے کسی جاہل کو اپنا ولی نہیں بنایا اپنے نبی پر معرفت کے ذریعے فضل فرمایا، اور اگر مراد "من قبل موسی وھارون" ہو تو رشد سے مراد نبوت ہوگی اور خلق کی ہدایت ورہنمائی ہوگی۔ فجمعوا لہ الحطب: دیکھیں حاشیہ نمبر ۴۔ بفلسطین: بیت المقدس کی ایک سرزمین۔

بعد ذھابھم الی مجتمعھم: دیکھیں حاشیہ نمبر ۲ اور ۳۔ ای یعیبھم: بمعنی ینقصھم ویستزیء بھم ہے۔

بکثرۃ الانھار الاشجار: مراد دنیاوی برکتیں ہیں، وارد ہوا کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت کعب سے فرمایا: "کیا تو مدینہ کی جانب کا ارادہ نہیں کرتا جس جانب سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت فرمائی اور وہاں ان کی قبر مبارک ہے؟، حضرت کعب نے کہا: میں اللہ کی نازل کردہ کتاب میں سرزمین شام سے متعلق یہ پاتا ہوں کہ اس میں اللہ عزوجل نے اپنے بندوں کے لیے خزانے (برکتیں، لنریہ من ایاتنا......الخ) رکھی ہیں، اور بالاتفاق مکہ مکرمہ ومدینہ منورہ ملک شام سے افضل ہیں۔

ولوط بالموتفکۃ: قوم لوط کی بستی، جسے حضرت جبرائیل علیہ السلام نے اللہ کے حکم سے الٹ دیا تھا۔ (الصاوی، ج٤، ص ١٠٧ وغیرہ)

صلوا علی الحبیب: صلی اللہ علی محمد

رکوع نمبر:٦

﴿وَ﴾اذكر ﴿نُوحًا﴾وما بعدهٗ بَدلٌ منهُ﴿ اِذْ نَادٰى ﴾اى دَعا على قومه رَبِّ لَا تَذرالخ﴿مِنْ قَبْلُ ﴾اى قبلَ ابراهيمَ ولوطٍ ﴿فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ فَنَجَّيْنٰهُ وَاَهْلَهٗ ﴾الذين فى سَفِينَتِهٖ ﴿مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيْمِ ﴿٧٦﴾﴾اى الْغَرقِ وَتكذيبِ وَقومهٖ له﴿وَنَصَرْنٰهُ ﴾مَنعناهُ﴿مِنَ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ط ﴾الدَّالَةِ على رِسالَتِه اَنْ لا يَصِلوا اليه بسوءٍ﴿اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمَ سَوْءٍ فَاَغْرَقْنٰهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿٧٧﴾ وَ﴾اذكر﴿دَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ﴾اىْ قِصَّتَهما و يُبدلُ منهما﴿اِذْ يَحْكُمٰنِ فِى الْحَرْثِ ﴾وَهوَ زرعٌ او كَرمٌ﴿اِذْ نَفَشَتْ فِيْهِ غَنَمُ الْقَوْمِ ج ﴾اى رَعَتهُ ليلًا بِلاراعٍ بَانْ اِنْفَلَتَتْ ﴿وَكُنَّا لِحُكْمِهِمْ شٰهِدِيْنَ ﴿٧٨﴾﴾فيهِ اِستِعمالَ ضميرِ الجمعِ لِاثنينِ قَال داوٗدُ لصاحِب الحرثِ رِقابَ الغنمِ وقال سُليمانُ ينتفع بدرّها وَنَسْلِها وَصُوفِها الى اَنْ يَعودُ الحرثُ كما كان بِاِصلاحِ صَاحِبها فَيَرُدُّها اليه﴿فَفَهَّمْنٰهَا ﴾اىِ الحَكومةِ﴿سُلَيْمٰنَ ج ﴾وَحُكمهما بِاجتهاد ورجعَ داوٗدُ الى سليمانَ وقيلَ بِوحى والثانى ناسخٌ لِلاولِ﴿وَكُلًّا﴾منهما﴿ اٰتَيْنَا حُكْمًا ﴾نبوةً﴿وَّعِلْمًا ز ﴾بِامور الدينِ﴿وَّسَخَّرْنَا مَعَ دَاوٗدَ الْجِبَالَ يُسَبِّحْنَ وَالطَّيْرَ ط ﴾كذالك سخَّرنا لِلتَسبيح معهٗ لِاَمرِهٖ به اذا وجد فترةً لِيَنشِطَ لهٗ﴿وَكُنَّا فٰعِلِيْنَ ﴿٧٩﴾﴾تَسخيرَتسبيحها معهٗ وانْ كانَ عَجبًا عِندكُم اى مُجاوبَتهٗ لِلسيد داوٗد ﴿وَعَلَّمْنٰهُ صَنْعَةَ لَبُوْسٍ ﴾وهىَ الدِّرعُ لِاَنَّهما تُلبَسُ وهو الاولُ مِن صَنعُها و كانتْ قبلَها صفائح﴿لَّكُمْ ﴾فى جملة النَاسِ﴿لِتُحْصِنَكُمْ ﴾بالنونِ لله وبالتحْتانيةِ لِداوٗدَ بِالفوقَانيةِ لِلبوسِ﴿مِّنْ بَاْسِكُمْ ج ﴾حربِكُم مع اعدائكُم﴿فَهَلْ اَنْتُمْ ﴾يا اهلَ مكةَ﴿شٰكِرُوْنَ ﴿٨٠﴾﴾نِعَمِى بِتَصديقِ الرُّسلِ اى اشْكُرونى بِذالك﴿وَ﴾سخَّرنا﴿لِسُلَيْمٰنَ الرِّيْحَ عَاصِفَةً ﴾وَفى آيةٍ اُخرٰى رُخاءً اى شَديدَةَ الهبوبِ وَخفيفتَهٗ بحسبِ اِرادَتِهٖ﴿تَجْرِىْ بِاَمْرِهٖٓ اِلَى الْاَرْضِ الَّتِىْ بٰرَكْنَا فِيْهَا ط ﴾وَهىَ الشامُ﴿وَكُنَّا بِكُلِّ شَىْءٍ عٰلِمِيْنَ ﴿٨١﴾﴾مِن ذلكَ عِلمُهٗ تعالى بِاَنَّ ما يُعطيهِ سُليمانَ يَدعوهُ الى الخضوعِ لِربِّهٖ فَفعلهٗ تعالى على مُقتَضى علمهٖ ﴿وَ﴾سخَّرنا﴿مِنَ الشَّيٰطِيْنِ مَنْ يَّغُوْصُوْنَ لَهٗ﴾لهٗ يَدخُلونَ فى البَحرِ فَيُخرجونَ منهُ الجواهِرَ لِسليمانَ ﴿وَيَعْمَلُوْنَ عَمَلًا دُوْنَ ذٰلِكَ ج ﴾اى سِوَى الغوصِ مِنَ البناءِ وَغيرِهٖ ﴿وَكُنَّا لَهُمْ حٰفِظِيْنَ ﴿٨٢﴾﴾مِن اَنْ يُفسدوا ما عَمِلوا لانهم كانوا اِذا فَرغوا من عمل قبلَ الليلِ اَفْسدوه اِنْ لَمْ يَشْتَغِلُوا بِغيرِهٖ ﴿وَ﴾اذكر﴿اَيُّوْبَ ﴾يُبدلُ منه﴿اِذْ نَادٰى رَبَّهٗٓ ﴾لَمَّا ابتلَى بِفَقدِ جميعِ مالِهٖ وَولدِهٖ وَ تَمزيقِ جَسدِهٖ وَهَجرِ جميعِ الناسِ لهُ اِلَّا زوجتهُ سنينَ ثلاثا او سبعا او ثمانِىَ عَشرَةَ وَضيقَ عَيشُهُ ﴿اَنِّىْ ﴾بِفتحِ الهَمزَةِ بِتقديرِ الباءِ﴿مَسَّنِىَ الضُّرُّ ﴾اىِ الشِدَّةُ﴿وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ﴿٨٣﴾ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ ﴾نداءَهُ ﴿فَكَشَفْنَا

مَا بِهٖ مِنْ ضُرٍّ وَّ اٰتَيْنٰهُ اَهْلَهٗ ﴿اولادَهُ الذُّكورَ والْإناثَ بِاَنْ اَحيوا لَهُ وكلٌّ من الصِّنفينِ ثلاثٌ او سبعٌ ﴿وَمِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ ﴾من زوجتِهٖ وزِيدَ في شَبابِها وكان لهُ اندرٌ لِلقمحِ واندرٌ لِلشعيرِ فبعثَ اللّٰهُ سَحابَتَينِ اَفرغَتْ اِحداهُما على اِندرِ القمحِ الذَّهبَ والْاُخرىٰ على اندرِ الشَّعيرِ الوَرِقَ حتى فاضَ ﴿رَحْمَةً ﴾مفعول له ﴿مِّنْ عِنْدِنَا ﴾صِفةٌ ﴿وَذِكْرٰى لِلْعٰبِدِيْنَ (٨٤) ﴾لِيَصْبِروا فيُثابوا ﴿وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِدْرِيْسَ وَذَا الْكِفْلِ ؕ كُلٌّ مِّنَ الصّٰبِرِيْنَ (٨٥) ﴾على طاعةِ اللّٰهِ وعنْ مَعاصيهِ ﴿وَاَدْخَلْنٰهُمْ فِيْ رَحْمَتِنَا ؕ ﴾مِنَ النبوةِ ﴿اِنَّهُمْ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ (٨٦) ﴾لَها وسُمِّيَ ذاالكفلِ لِاَنَّهُ بِصيامِ جميعِ نَهارِهٖ وبِقيامِ جميعِ لَيلِهٖ وان يَقضيَ بينَ الناسِ ولا يَغضَبَ فَوَفيٰ بِذٰلكَ وقيلَ لم يكُنْ نبيا ﴿وَ ﴾اذكرْ ﴿ذَا النُّوْنِ ﴾صاحبَ الحوتِ وهو يونسُ بنُ متى ويُبدلُ منهُ ﴿اِذْ ذَّهَبَ مُغَاضِبًا ﴾لِقومِهٖ اي غضبانَ عليهمْ مِمّا قاسٰى منهم ولم يُؤذنْ لهُ في ذٰلكَ ﴿فَظَنَّ اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَيْهِ ﴾ اي نَقضيَ عليهِ ما قضينا منْ حَبسهٖ في بطنِ الحوتِ او نَضيقَ عليهِ بذٰلكَ ﴿فَنَادٰى فِي الظُّلُمٰتِ ﴾ظُلمةِ الليلِ وظُلمةِ البَحرِ وظُلمةِ بطنِ الحوتِ ﴿اَنْ ﴾بِاَنْ ﴿لَّاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ ۖ ق اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ (٨٧) ﴾في ذهابي مِن بينِ قومي بلااِذنٍ ﴿فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ ۙ وَنَجَّيْنٰهُ مِنَ الْغَمِّ ؕ ﴾بِتلكَ الكلماتِ ﴿وَكَذٰلِكَ ﴾كما انجيناهُ ﴿نُنْجِي الْمُؤْمِنِيْنَ (٨٨) ﴾مِن كَربِهِمْ اذا استغاثوا بِناداعينَ ﴿وَ ﴾اذكرْ ﴿زَكَرِيَّاۤ ﴾ويُبدلُ منهُ ﴿اِذْ نَادٰى رَبَّهٗ ﴾بقولِهٖ ﴿رَبِّ لَا تَذَرْنِيْ فَرْدًا ﴾اي بلا ولدٍ يرِثُني ﴿وَّاَنْتَ خَيْرُ الْوٰرِثِيْنَ (٨٩) ﴾الباقي بعدَ فناءِ خَلقكَ ﴿فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ ﴾نداءَهُ ﴿وَوَهَبْنَا لَهٗ يَحْيٰى ﴾ولدًا ﴿وَاَصْلَحْنَا لَهٗ زَوْجَهٗ ؕ ﴾فَاَتَتْ بالولدِ بعد عقمِها ﴿اِنَّهُمْ ﴾اي مَن ذُكِرَ مِنَ الانبياءِ ﴿كَانُوْا يُسٰرِعُوْنَ ﴾يُبادِرونَ ﴿فِي الْخَيْرٰتِ ﴾الطّاعاتِ ﴿وَيَدْعُوْنَنَا رَغَبًا ﴾في رحمتِنا ﴿وَّرَهَبًا ؕ ﴾مِن عذابِنا ﴿وَكَانُوْا لَنَا خٰشِعِيْنَ (٩٠) ﴾متواضعينَ في عبادتِهم ﴿وَ ﴾اذكرْ مريمَ ﴿الَّتِيْۤ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا ﴾حَفِظَتْهُ من اَنْ يُنالَ ﴿فَنَفَخْنَا فِيْهَا مِنْ رُّوْحِنَا ﴾اي جبرائيلَ حيثُ نفخَ في جيبِ دِرعِها فحمَلَتْ بعيسىٰ ﴿وَجَعَلْنٰهَا وَابْنَهَاۤ اٰيَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ (٩١) ﴾الإنسِ والجنِّ والملائكةِ حيثُ ولدَتْهُ منْ غيرِ فحلٍ ﴿اِنَّ هٰذِهٖۤ ﴾اي مِلَّةَ الاسلامِ ﴿اُمَّتُكُمْ ﴾دِينُكُمْ ايها المُخاطَبونَ اي يجبُ ان تكونوا عليها ﴿اُمَّةً وَّاحِدَةً ۖ ز ﴾حالٌ لازمةٌ ﴿وَّاَنَا رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْنِ (٩٢) ﴾وحِّدونَ ﴿وَتَقَطَّعُوْۤا ﴾اي بعضُ المخاطبينَ ﴿اَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ ؕ ﴾اي تفرقوا امرَ دينِهِم مُتخالفينَ فيهِ وهم طوائفُ اليهودِ والنصارىٰ قال تعالى ﴿كُلٌّ اِلَيْنَا رٰجِعُوْنَ (٩٣) ﴾اي فنُجازيهِ بِعملِهٖ.

﴿ترجمہ﴾

اور (یادکرو) نوح (کو، لفظ نوح مبدل منہ ہے اور اس کا مابعد بدل ہے) جب اس سے پہلے (حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت

لوط علیہ السلام سے پہلے)اس نے پکارا(اپنی قوم کے لیے ان الفاظ کے ساتھ، رب لا تذر ......الخ دعائے ضرر کی)تو ہم نے اس کی دعا قبول کی اور اسے اس کے اہل کو (جو کشتی میں تھے)بڑی سختی سے نجات دی (یعنی غرق ہونے اور آپ علیہ السلام کی نافرمان قوم کے آپ علیہ السلام کو جھٹلانے سے)اور ہم نے روک دیا ان سے ان لوگوں کو جنہوں نے ہماری (وہ) آیتیں جھٹلائیں (جو حضرت نوح علیہ السلام کے رسول ہونے پر دلالت کرتی تھیں کہ وہ حضرت نوح علیہ السلام کو کوئی نقصان نہ پہنچا سکیں گے نصرنہ بمعنی منعناہ ہے)بیشک وہ بُرے لوگ تھے تو ہم نے ان سب کو ڈبو دیا اور (یاد کرو) داؤد و سلیمان کو......١......(یعنی ان دونوں کے قصے کو، یہ مبدل منہ بن رہا ہے)جب کھیتی کا ایک جھگڑا چکاتے تھے......٢......(وہ زرعی زمین تھی یا انگور کا باغ)جب رات کو اس میں کچھ لوگوں کی بکریاں چھوٹیں (یعنی رات کو بغیر چرواہے کے بکریوں نے کھیت میں سے چر لیا جس کی وجہ سے کھیتی تہس نہس ہوگئی)اور ہم ان کے حکم کے وقت حاضر تھے (لحکمہم میں دو افراد کے لیے جمع کی ضمیر استعمال کی گئی ہے حضرت داؤد علیہ السلام نے کھیتی کے مالک سے فرمایا کہ تم اپنے نقصان کے عوض بکریاں لے لو اور حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا جب تک کھیتی دوبارہ نہیں آجاتی اس وقت تک کھیتی والا بکریوں کو اپنے پاس رکھے اس کے دودھ اور اون سے نفع اٹھائے اور اس کی ہونے والی نسل سے فائدہ اٹھائے، کھیتی پہلے والی حالت میں آجانے کے بعد کھیتی کا مالک بکریاں اس کے مالک کو واپس لوٹا دے ہم نے)وہ (مقدمہ یا معاملہ)سلیمان کو سمجھا دیا (ان دونوں حضرات نے فیصلہ اجتہاد سے فرمایا تھا......٣......پھر حضرت داؤد علیہ السلام نے حضرت سلیمان علیہ السلام کے فیصلے کی جانب رجوع کر لیا اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ دونوں فیصلے بذریعہ وحی کئے گئے تھے اور دوسرا فیصلہ پہلے فیصلے کے لیے ناسخ تھا، ان دونوں میں سے)ہر ایک کو ہم نے حکم (نبوت)اور علم (امور دینیہ)عطا کئے اور داؤد کے ساتھ پہاڑ مسخر فرما دیئے کہ تسبیح کرتے اور پرندے......٤......(یعنی ہم نے پہاڑوں کی طرح پرندے بھی ان کے لیے مسخر کر دیئے ان کے ساتھ تسبیح کرنے کے لیے، آپ علیہ السلام کے حکم کے مطابق جب آپ علیہ السلام کو تھکاوٹ محسوس ہوتی تو ان کی تسبیح سے آپ علیہ السلام کو کیفیت نشاط ملتی)اور یہ ہمارے کام تھے (حضرت داؤد علیہ السلام کے ساتھ تسبیح کرنے کے لیے پہاڑوں اور پرندوں کو مسخر کر دینا اگر تمہارے لیے تعجب خیز ہے لیکن محل تعجب نہیں کہ یہ ہمارے کام تھے یعنی پہاڑوں اور پرندوں کو حضرت سیدنا داؤد علیہ السلام کے حکم کے مطابق کر دینا)اور ہم نے اسے ایک پہناوا بنانا سکھایا (کہ اس کو پہنا جائے مراد زرہ ہے، حضرت داؤد علیہ السلام نے سب سے پہلے زرہ بنائی اس کے بننے سے قبل لوگ وار بچانے کے لیے لوہے کے ٹکڑے استعمال کرتے تھے......٥......)تمہارے لیے (جملہ لوگوں کے لیے)کہ تمہیں زخمی ہونے سے بچائے (دشمنوں کے ساتھ جنگ کرنے کے دوران، لتحصنکم کو علامت مضارع نون کے ساتھ پڑھا جائے تو فاعل اسم جلالت ہوگا اور اگر علامت مضارع تاء کے ساتھ پڑھا جائے تو فاعل لبوس ہوگا اور یاء کے ساتھ پڑھیں تو فاعل حضرت داؤد علیہ السلام ہوں گے)تو کیا (اے اہل مکہ)تم شکر کرو گے (میرے رسولوں کی تصدیق کر کے میری نعمتوں کا یعنی ان نعمتوں کے سبب تم میرا شکر ادا کرو)اور (ہم نے مسخر کر دی)سلیمان کے لیے تیز ہوا (دوسری آیت میں ریح کی صفت رخاء آئی ہے یعنی حضرت سلیمان علیہ السلام کے حسب ارادہ ہوا تیز اور ہلکی چلا کرتی تھی)کہ اس کے حکم سے چلتی اس زمین کی طرف جس میں ہم نے برکت رکھی......٦......(مراد اس سے سرزمین شام ہے)اور ہم کو ہر چیز معلوم ہے (اور من جملہ ان میں اللہ عزوجل کا اس بات کا جاننا بھی ہے کہ وہ جو نعمتیں سلیمان علیہ السلام کو عطا فرمائے گا تو یہ عطائیں انہیں مزید اپنے رب کے لیے عاجزی اختیار کرنے پر ابھاریں گی پس اللہ نے اپنے مقتضائے علم کے مطابق معاملہ فرمایا)اور (ہم نے مسخر کر دیئے)شیطانوں میں سے جو اس کے لیے غوطہ لگاتے

(یعنی سمندر میں داخل ہوکراس میں سے حضرت سلیمان کے لیے جواہرات نکال لاتے) اوراس کے سوا (یعنی غوطہ خوری کے سوا) اور کام کرتے (جیسے عمارتیں بنانا وغیرہ) اور ہم انہیں روکے ہوئے تھے (فساد کرنے سے یعنی وہ فساد نہیں کرتے تھے باوجوداس کے کہ ان کی فطرت تھی کہ جب وہ رات پوری ہونے سے قبل کام سے فارغ ہوجاتے تو اگر کسی ددوسرے کام میں نہ لگایا جاتا تو وہ اس کام کو برباد کردیتے) اور (یاد کرو) ایوب کو......ے......(ایوب مبدل منہ ہے اوراگلا کلام بدل ہے) جب اس نے اپنے رب کو پکارا (جب انہیں ان کا مال اوران کی اولاد لیکراوران کے جسم مبارک کوٹکڑے ٹکڑے کرکے ان کو آزمایا گیا سوائے آپ علیہ السلام کی زوجہ محترمہ کے سب لوگوں نے آپ سے کنارہ کرلیا اور یہ آزمائش تین، سات، آٹھ یادس سال رہی، آپ علیہ السلام کی زندگی دشوار اور شاق ہوکررہ گئی) کہ مجھے (انـی حرف جرباء کے مقدر ہونے کے سبب ہمزہ مفتوحہ کے ساتھ ہے) تکلیف (ضــر کے معنی تکلیف کے ہیں) پہنچی اور تو سب رحم کرنے والوں سے بڑھ کررحم کرنے والا ہے تو ہم نے (اس کی پکار) سن لی تو ہم نے دور کردی جو تکلیف اسے تھی اور ہم نے اسے عطا کردیئے اس کے گھر والے (یعنی بیٹے اور بیٹیاں، یوں کہ ہم نے انہیں دوبارہ زندہ کردیا آپ علیہ السلام کے بیٹوں اور بیٹیوں میں سے ہرایک کی تعداد تین یا سات تھی) اوران کے ساتھ ان کی مثل (یعنی ان کی وہی وفادار بیوی انہیں عطا فرمائی اوران کی جوانی میں اضافہ کردیا گیا آپ علیہ السلام کے پاس ایک گندم اورایک جَو کی ڈھیری تھی اللہ علیہ السلام نے دوبادل بھیجے ان میں سے ایک نے گندم کی ڈھیری پرسونا برسایا اوردوسرے نے جَو کی ڈھیری پر چاندی برسائی حتیٰ کہ دونوں کی کثرت ہوگئی) اپنے پاس سے رحمت فرماکر (لفظ رحــمۃ مفعول موصوف ہے مــن عــنــدنــا اس کی صفت ہے) اور بندگی والوں کے لیے نصیحت (کہ وہ صبر کریں تاکہ انہیں ثواب عطا کیا جائے) اور (یاد کرو) اسماعیل اور ادریس اور ذی الکفل کو وہ سب صبر والے تھے......۸......(اللہ کی فرمانبرداری کرنے اور گناہوں سے بچنے پر) اور انہیں ہم نے (نبوت عطا فرماکر) اپنی رحمت میں داخل کیا بیشک وہ ہمارے قرب خاص کے سزاواروں میں ہیں (نبوت پر فائز ہونے کی وجہ سے ، حضرت ذوالکفل کو اس نام سے موسوم کرنے کی وجہ یہ ہے کہ ہمیشہ روزے رکھے اور ساری رات قیام کرنے کا اور لوگوں کے مابین فیصلہ فرمانے اور غصہ نہ فرمانے کا ذمہ لیا تھا اور پھر آپ نے اس ذمہ کو پورا بھی فرمایا اور کہا گیا کہ آپ نبی نہیں تھے) اور (یاد کرو) ذوالنون ......۹......(یعنی مچھلی والے) کو (مراد حضرت یونس بن متی علیہ السلام ہیں، ذوالـــــنـــــون مبدل منہ ہے اوراس کا بدل اذ ذھـــب مـغـاضـبـا ہے) جب چلا (اپنی قوم پر) غصہ میں بھرا (آپ علیہ السلام کو اپنی قوم کے طرزِ عمل سے سخت رنج پہنچا تھا آپ علیہ السلام اسی غم میں اپنی قوم کے پاس سے چلے گئے اور ابھی آپ علیہ السلام کو جانے کی اجازت نہیں دی گئی تھی) تو گمان کیا کہ ہم اس پر تنگی نہ کریں گے......۱۰......(یعنی انہوں نے گمان کیا کہ ہم ان کے خلاف فیصلہ نہ فرمائیں گے یعنی انہیں مچھلی کے پیٹ میں محبوس فرمانے کا یا ہم ان کے چلے جانے کے سبب ان پر تنگی نہ کریں گے، لن نقدر علیہ بمعنی نقضی علیہ یا نضیق علیہ ہے) تو اندھیریوں میں پکارا (متعدد اندھیریوں میں، رات کا اندھیرا، سمندر کا اندھیرا پھر مچھلی کے پیٹ کے اندر کا اندھیرا) کوئی معبود نہیں سوا تیرے پاکی ہے تجھ کو بیشک مجھ سے (بغیر اجازت اپنی قوم کے درمیان سے چلے جانے کے معاملے میں) بے جا ہوا (ان لا الـہ الا میں ان بمعنی بان ہے) تو ہم نے اس کی پکار سن لی اور اسے (ان کلمات لا الہ الا انت سبحنک انی کنت من الظلمین کے عوض) غم سے نجات بخشی اور اسی طرح (جیسا کہ ہم نے نجات دی) ایسے ہی نجات دینگے مسلمانوں کو (تکلیفوں سے جب وہ ہم سے دعا کرتے ہوئے ہم سے مدد مانگیں گے) اور (یاد کرو) زکریا کو (زکـریـا مبدل منہ ہے اوراس کا بدل اذ نـادی ......الخ ہے) جب اس نے اپنے رب کو پکارا (اپنی اس معروض کے ذریعے) اے میرے رب مجھے اکیلا نہ چھوڑ (بے ایسی اولاد کے جو میری جانشین ہو) اور تو سب سے بہتر وارث (یعنی اپنی مخلوق کے فنا ہونے کے بعد بھی تو ہی باقی رہنے والا ہے) تو ہم نے اس کے لیے (اس کی نداء) قبول کی اوراسے (بیٹا) یحیی عطا فرمایا اوراس کے

لیےاس کی بیوی سنواری (پس بانجھ ہو جانے کے بعد بھی اس نے بچہ جنا) بیشک وہ (مذکورہ بالا حضرات انبیائے کرام) بھلے (نیکی کے) کاموں میں جلدی کرتے تھے (یسرعون بمعنی یبادرون ہے) اور ہمیں پکارتے تھے (ہماری رحمت کی) امید کرتے اور (ہمارے عذاب سے) ڈرتے اور ہمارے حضور گڑگڑاتے ہیں (اپنی عبادت میں تواضع اختیار کرتے ہیں) اور (یاد کرو مریم کو) جس نے اپنی پارسائی کی حفاظت کی (یعنی اپنی عفت کی حفاظت کی کہ کوئی حرام کے ذریعے رسائی نہ ہو سکے) اور ہم نے اس میں اپنی روح پھونکی (یعنی ہمارے حکم سے جبرئیل علیہ السلام نے اس کی قمیص کے گریبان میں پھونکا تو حضرت عیسی علیہ السلام کے وجود مسعود سے حاملہ ہوئیں) اور اسے اور اس کے بیٹے کو سارے جہاں کے لیے نشانی بنایا (یعنی انسان، جنوں، فرشتوں سب کے لیے انہوں نے بغیر مرد کے بچہ جنا تھا) بیشک یہ (یعنی دین اسلام) تمہارا دین ایک ہی دین ہے (اے مخاطب لوگوں تم پر لازم ہے کہ تم اسی دین پر ہو جاؤ امتکم بمعنی دینکم ہے، امة واحدة حال لازمہ بن رہا ہے) اور میں تمہارا رب ہوں تو میری عبادت کرو (یعنی میری توحید کو مانو، فاعبدون بمعنی وحدون ہے) اور انہوں نے (بعض مخاطبین نے) اپنے کام آپس میں ٹکڑے ٹکڑے کر لیے (یعنی اپنے دین کے معاملے میں باہم اختلاف کر کے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے، اس سے مراد یہود و نصاری ہیں) اور سب کو ہماری طرف پھرنا ہے (یعنی ہم انہیں ان کی جزا دیں گے)۔

﴿ترکیب﴾

﴿ونوحا اذ نادی من قبل فاستجبنا له﴾.

و: عاطفہ، نوحا: مبدل منہ، اذ: مضاف، نادی من قبل: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، ف: عاطفہ، استجبنا له: جملہ فعلیہ معطوف، ملکر مضاف الیہ، ملکر بدل، ملکر فعل محذوف " اذکر " کے لیے مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿فنجینه واهله من الکرب العظیم ○ ونصرنه من القوم الذین کذبوا بایتنا﴾.

ف: عاطفہ، نجینه: فعل با فاعل و ضمیر معطوف علیہ، اهله: معطوف ملکر مفعول، من الکرب العظیم: ظرف لغو، ملکر ماقبل " استجبنا له" پر معطوف ہے، و: عاطفہ، نصرنه: فعل با فاعل و مفعول، من: جار، القوم: موصوف، الذین کذبوا بایتنا: موصول صلہ ملکر صفت، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿انهم کانوا قوم سوء فاغرقنهم اجمعین﴾.

انهم: حرف مشبہ و اسم، کانوا: فعل ناقص با اسم، قوم سوء: خبر، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، اغرقنا: فعل با فاعل هم ضمیر مؤکد، اجمعین: تاکید، ملکر مفعول، ملکر معطوف، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿وداؤد وسلیمن اذ یحکمن فی الحرث اذ نفشت فیه غنم القوم وکنا لحکمهم شهدین﴾.

و: عاطفہ، داؤد: معطوف علیہ، و: عاطفہ، سلیمن: معطوف، ملکر "قصة" مضاف محذوف کے لیے مضاف الیہ، ملکر مبدل منہ، اذ: مضاف، یحکمن فی الحرث: جملہ فعلیہ مضاف الیہ، ملکر بدل اول، اذ: مضاف، نفشت فیه غنم القوم: مضاف الیہ ملکر بدل ثانی، ملکر "اذکر" فعل محذوف کے لیے مفعول، ملکر جملہ فعلیہ " ای اذکر قصة داؤد و سلیمن ...... الخ".

﴿ففهمنها سليمان و كلا اتينا حكما و علما﴾.

ف: عاطفہ، فهمنها: فعل بافاعل ومفعول اول، سليمن: مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، كلا: مفعول مقدم، اتينا: فعل بافاعل، حكما: معطوف علیہ، و: عاطفہ، علما: معطوف، ملکر مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وسخرنا مع داؤد الجبال يسبحن والطير وكنا فعلين﴾.

و: عاطفہ، سخرنا: فعل بافاعل، مع داؤد: ظرف مکان، الجبال: ذوالحال، يسبحن: ملکر معطوف علیہ، و: عاطفہ، الطير: معطوف ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، كنا: فعل ناقص بااسم، فعلين: خبر ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وعلمنه صنعة لبوس لكم لتحصنكم من باسكم﴾.

و: عاطفہ، علمنه: فعل بافاعل ومفعول، صنعة: مضاف، لبوس: موصوف، لكم: ظرف مستقر صفت، ملکر مضاف الیہ، ملکر مفعول ثانی، لام: جار، تحصنكم من باسكم: فعل بافاعل ومفعول وظرف لغو ملکر جملہ فعلیہ بتقدیر "ان" مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿فهل انتم شكرون﴾.

ف: مستانفہ، هل: استفہامیہ، انتم: مبتدا، شاكرون: خبر، ملکر جملہ اسمیہ مستانفہ۔

﴿ولسليمن الريح عاصفة تجرى بامره الى الارض التى بركنا فيها﴾.

و: عاطفہ، لام: جار، سليمن: مجرور، ملکر ظرف مستقر فعل محذوف "سخرنا" کے لیے، سخرنا: فعل بافاعل، الريح: ذوالحال، عاصفة: حال اول، تجرى بامره: فعل بافاعل، الى: جار، الارض: موصوف، التى بركنا فيها: موصول صلہ ملکر صفت، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر حال ثانی، ملکر مفعول، فعل محذوف "سخرنا" اپنے متعلقات سے ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وكنا بكل شىء علمين ○ومن الشيطين من يغوصون له ويعملون عملا دون ذلك﴾.

و: عاطفہ، كنا: فعل ناقص بااسم، بكل شىء علمين: شبہ جملہ خبر، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، من الشيطين: ظرف مستقر خبر مقدم، من: موصولہ، يغوصون له: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، يعملون: فعل بافاعل، عملا: موصوف، دون ذلک: ظرف متعلق بمحذوف صفت، ملکر مفعول، ملکر معطوف علیہ، ملکر صلہ، ملکر مبتدا مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿وكنا لهم حفظين ○وايوب اذ نادى ربه انى مسنى الضر وانت ارحم الرحمين﴾.

و: عاطفہ، كنا: فعل ناقص بااسم، لهم حفظين: شبہ جملہ خبر، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، ايوب: مبدل منہ، اذ: مضاف، نادى ربه: فعل بافاعل، انى: حرف مشبہ واسم، مسنى: فعل ووقایہ وضمیر ذوالحال، و: حالیہ، انت ارحم الرحمن: جملہ اسمیہ حال، ملکر مفعول، الضر: فاعل، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ ہوکر مفعول، ملکر مضاف الیہ، ملکر بدل، ملکر فعل محذوف "اذكر" کے لیے مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿فاستجبنا له فكشفنا ما به من ضر﴾.

ف: عاطفہ، استجبناله: فعل بافاعل وظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ، ف: عاطفہ، كشفنا: فعل بافاعل، مابه: موصول صلہ ملکر ذوالحال، من ضر: ظرف مستقر حال، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿واتينه اهله ومثلهم معهم رحمة من عندنا وذكرى للعبدين﴾.

و: عاطفہ، اتينه: فعل بافاعل ومفعول، اهله: معطوف علیہ، و: عاطفہ، مثلهم: ذوالحال، معهم: ظرف محذوف حال، ملکر معطوف، ملکر مفعول ثانی، رحمة: موصوف، من عندنا: ظرف مستقر صفت، ملکر معطوف علیہ، و: عاطفہ، ذكرى للعبدين: شبہ

جملہ معطوف، ملکر مفعول لہ، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿واسمعیل وادریس وذاالکفل کل من الصبرین﴾۔

و: عاطفہ، اسمعیل: معطوف علیہ، و: عاطفہ، ادریس وذوالکفل: معطوف "اذکر" کے لیے مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، کل: مبتدا، من الصلحین: ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿وادخلنهم فی رحمتنا انهم من الصلحین﴾۔

و: عاطفہ، ادخلنهم: باِفاعل ومفعول، فی رحمتنا: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ، انهم: حرف مشبہ واسم، من الصلحین: ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿وذاالنون اذ ذهب مغاضبا فظن ان لن نقدر علیه﴾۔

و: عاطفہ، ذا النون: مبدل منہ، اذ: مضاف، ذهب: فعل ضمیر ذوالحال، مغاضبا: حال، ملکر فاعل، ملکر معطوف علیہ، ف: عاطفہ، ظن: فعل بافاعل، ان: مخففہ باضمیر شان اسم، لن نقدر علیه: جملہ فعلیہ خبر، ملکر مفعول، ملکر معطوف، ملکر مضاف الیہ، ملکر بدل، ملکر فعل محذوف "اذکر" کے لیے مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿فنادی فی الظلمت ان لا اله الا انت سبحنک﴾۔

ف: عاطفہ، نادی فی الظلمت: فعل بافاعل وظرف لغو، ان: مفسرہ، لا: نفی جنس، اله: موصوف، الا: بمعنی غیر مضاف، انت: ذوالحال، سبحنک: فعل محذوف "سبحت" کے لیے مفعول مطلق، ملکر حال، ملکر مضاف الیہ، ملکر صفت، ملکر اسم "موجود" خبر محذوف، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿انی کنت من الظلمین○ فاستجبنا له ونجینه من الغم وکذلک ننجی المومنین﴾۔

انی: حرف مشبہ واسم، کنت: فعل ناقص بااسم، من الظلمین: ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ تعلیلیہ، ف: عاطفہ، استجبنا له: فعل بافاعل وظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ، ف: عاطفہ، نجینه من الغم: فعل بافاعل ومفعول وظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، کذلک: ظرف مستقر "انجاء" مصدر محذوف کے لیے صفت، ملکر مرکب توصیفی مفعول مطلق مقدم، ننجی المومنین: فعل بافاعل ومفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وزکریا اذ نادی ربه رب لا تذرنی فردا وانت خیر الوارثین﴾۔

و: عاطفہ، زکریا: مبدل منہ، اذ: مضاف، نادی ربه: فعل بافاعل ومفعول، رب: ندائیہ، لاتذر: فعل نہی ضمیر ذوالحال، و: حالیہ، انت خیر الوٰرثین: جملہ اسمیہ حال، ملکر فاعل، ن: وقایہ ی: ضمیر ذوالحال، فردا: حال، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ مقصود بالندا، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ مضاف الیہ، ملکر بدل، ملکر فعل محذوف "اذکر" کے لیے مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿فاستجبنا له ووهبنا له یحیی واصلحنا له زوجه﴾۔

و: عاطفہ، استجبناله: جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، وهبنا له یحیی: فعل بافاعل وظرف لغو ومفعول، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، اصلحناله: فعل بافاعل وظرف لغو، زوجه: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿انهم کانوا یسرعون فی الخیرات ویدعوننا رغبا ورهبا وکانوا لنا خشعین﴾۔

انهم: حرف مشبہ واسم، کانوا: فعل ناقص بااسم، یسرعون فی الخیرات: فعل بافاعل وظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ

و: عاطفہ، یدعون: فعل وضمیر ذوالحال، رغبا: معطوف علیہ، و: عاطفہ، رھبا: معطوف، ملکر حال، ملکر فاعل، نا: ضمیر مفعول، ملکر معطوف، ملکر خبر، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، کانوا: فعل ناقص باسم، لنا خاشعین: شبہ جملہ خبر، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿والتی احصنت فرجھا فنفخنا فیھا من روحنا وجعلنھا وابنھا اٰیۃ للعلمین﴾۔

و: عاطفہ، التی: موصول، احصنت فرجھا: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، ف: عاطفہ، نفخنا فیھا: فعل بافاعل وظرف لغو، روحنا: ظرف لغو ثانی، ملکر معطوف اول، و: عاطفہ، جعلنا: فعل بافاعل، ھا: ضمیر معطوف علیہ، و: عاطفہ، ابنھا: معطوف مفعول اول، اٰیۃ للعلمین: مفعول ثانی، ملکر معطوف ثانی، ملکر صلہ، ملکر "مریم" محذوف کے لیے صفت، ملکر مرکب توصیفی ہوکر فعل محذوف "اذکر" کے لیے مفعول، ملکر جملہ فعلیہ "ای اذکر مریم التی احصنت......الخ"۔

﴿ان ھذہ امتکم امۃ واحدۃ وانا ربکم فاعبدون﴾۔

ان: حرف مشبہ، ھذہ: مبدل منہ، امۃ واحدۃ: بدل، ملکر اسم، امتکم: خبر، ملکر جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، انا: مبتدا، ربکم: خبر، ملکر جملہ اسمیہ، ف: فصیحہ، اعبدون: فعل امر بافاعل ومفعول، ملکر شرط محذوف "اذا عرفتم ھذا" کے لیے جزا، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿وتقطعوا امرھم بینھم کل الینا راجعون﴾۔

و: عاطفہ، تقطعوا امرھم: فعل امر بافاعل ومفعول، بینھم: ظرف، ملکر جملہ فعلیہ، کل: مبتدا، الینا راجعون: شبہ جملہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

حضرت داؤد علیہ السلام وسلیمان علیہ السلام کا نسب:

۱.....داؤد بن ایشار بن عوید بن عابر بن سلمون بن نحشون بن عویناذب بن ارم بن حصرون بن فارص بن یہوذا بن یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم خلیل اللہ۔ محمد بن اسحاق بعض اہل علم وہب بن منبہ سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت داؤد علیہ السلام چھوٹے قد والے، تیز نگاہ اور کم بالوں والے، پاک دل رکھنے والے، پرہیزگار بندے تھے۔ سرکش بادشاہ جالوت کو موت کے گھاٹ اتار دیا، بنی اسرائیل کی بادشاہی سے نوازا گیا، ان کی ذات میں مملکت ونبوت دونوں جمع ہوئیں۔ بعض آثار میں ہے کہ سلطان زمین پر اللہ کا سایہ ہوتا ہے۔ امام احمد نے اپنی مسند میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث روایت کی ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام بہت زیادہ غیرت والے تھے جب گھر سے باہر نکلتے تو دروازہ بند کردیتے، گھروں والوں میں سے کوئی بھی ان کے کمرے میں داخل نہ ہو پاتا جب تک کہ خود واپس نہ پلٹ آئیں، ایک دن باہر نکلے، ان کی زوجہ نے گھر میں ایک شخص کو کھڑے دیکھا تو کہنے لگیں کہ گھر میں کون ہے؟ اندر کون داخل ہوا جب کہ دروازہ بند تھا؟ جب حضرت داؤد علیہ السلام تشریف لائے تو انہیں بتایا، حضرت داؤد علیہ السلام نے کہا اے شخص تو کون ہے؟ اس نے کہا: میں وہ ہوں جسے آنے کے لئے اجازت کی ضرورت نہیں ہوتی اور میرے لئے کوئی پردہ نہیں ہے، یقیناً تو ملک الموت ہے، خوش آمدید، اللہ عزوجل کے حکم سے، پھر تھوڑی دیر بعد اس نے حضرت داؤد علیہ السلام کی روح قبض کرلی۔ پھر انہیں غسل وکفن دیا گیا۔ سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ کی روایت کے مطابق آپ کا انتقال پر ملال ہفتہ کے دن اور حسن وقتادہ کے مطابق سو سال کی عمر میں بدھ کے دن آپ علیہ السلام کا انتقال ہوا۔

(البدایۃ والنہایۃ، ج۱، الجزء الثانی، قصہ داؤد فضائلہ، ص ۳۸۹ وغیرہ)

حضرت سلیمان علیہ السلام حضرت داؤد علیہ السلام کے فرزند ارجمند ہیں، انہیں بھی نبوت ومملکت عطا ہوئی، مال وراثت نہ ملا کیونکہ

حضرات انبیائے کرام کی وراثت مال نہیں ہوتی، سید عالم ﷺ کا فرمان ہے: ''ہم مال وراثت میں نہیں چھوڑتے ہم جو بھی چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہوتا ہے''۔ ایک حدیث میں یوں بھی ہے کہ: ''ہم حضرات انبیائے کرام مالی وراثت نہیں چھوڑتے''، صادق وامین آقا ﷺ فرماتے ہیں: ''جس طرح لوگ مال ودولت چھوڑ جاتے ہیں ہم حضرات انبیائے کرام ایسا نہیں کرتے، ہمارا مال فقراء اور محتاجوں کا ہوتا ہے خاص اقرباء کے لئے نہیں ہوتا، کیونکہ حضرات انبیائے کرام کے لئے دنیا تنگ اور حقیر ہوتی ہے جیسا کہ انہیں وصف نبوت وفضیلت کے ساتھ خاص کرکے بھیجا جاتا ہے''۔ حضرت سلیمان علیہ السلام پرندوں کی بولیاں جان لیتے تھے، اللہ عزوجل نے حضرت سلیمان علیہ السلام پر بہت نوازشات کیں، انہیں نبوت، بادشاہت، آلات حرب، کثرت احباء، لشکر، قافلے، جنات وانسان کی جماعتیں، پرندے، وحشی جانور، علم وفہم، بولنے اور نہ بولنے والے جانوروں کی بولیاں سکھادیں۔ زہری کے مطابق آپ علیہ السلام نے باون سال زندگی گزاری اور چالیس سال حکومت کی، جب کہ ابن عباس نے آپ علیہ السلام کی حکومت کی مدت بیس سال بیان کی ہے۔

(البداية والنهاية، قصة سليمان بن داوٗد، الجزء الثاني، ج ۱، ص ۳۸۹ وغیرہ)۔

دونوں حضرات کا کسی جھگڑے کا تصفیہ کرنا:

۲..... حضرت سلیمان علیہ السلام کے سامنے جب یہ معاملہ پیش ہوا تو آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ فریقین کے لئے اس سے زیادہ آسانی بھی ہوسکتی ہے، اس وقت حضرت سلیمان علیہ السلام کی عمر مبارک گیارہ سال تھی، حضرت داؤد علیہ السلام نے آپ علیہ السلام پر لازم کیا کہ وہ صورت بیان کریں، حضرت سلیمان علیہ السلام نے یہ تجویز پیش کی کہ بکری والا کاشت کرے اور جب تک کھیتی اس حالت کو پہنچے جس حالت میں بکریوں نے کھائی ہے اس وقت تک کھیتی والا بکریوں کے دودھ وغیرہ سے نفع اٹھائے اور کھیتی اس حالت پر پہنچ جانے کے بعد کھیتی والے کو کھیتی دے دی جائے بکری والے کو اس کی بکریاں واپس کردی جائیں، یہ تجویز حضرت داؤد علیہ السلام نے پسند فرمائی، حضرت داؤد علیہ السلام نے یہ تجویز پیش کی کہ بکریاں کھیتی والے کو دے دی جائیں، بکریوں کی قیمت کھیتی کے نقصان کے برابر تھی۔ (خزائن العرفان، حاشیہ نمبر ۱۳۵، ۱۳۶)

احادیث کے باب میں حضرت داؤد علیہ السلام وسلیمان علیہ السلام کے ایک اور فیصلے کا ذکر ملتا ہے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''دو عورتیں تھیں، جن کے ساتھ دو بچے بھی تھے، بھیڑیا ان میں سے ایک کو کھا گیا، ایک نے دوسری سے کہا بھیڑیئے نے تمہارے بچے کو کھایا ہے، دوسرے نے کہا کہ تمہارے بچے کو کھایا ہے، پھر ان دونوں نے حضرت داؤد علیہ السلام کے پاس مقدمہ پیش کیا، حضرت داؤد علیہ السلام نے بڑی عورت کے حق میں فیصلہ دیا، پھر وہ دونوں عورتیں حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس آئیں، اور اپنا مقدمہ پیش کیا، حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا: ''مجھے چھری لاکردو، میں اس بچہ کو کاٹ کر اس کے دو ٹکڑے کردیتا ہوں، پھر اسے تم دونوں کے درمیان میں تقسیم کردوں گا، تب چھوٹی عورت نے کہا کہ نہیں، اللہ عزوجل آپ علیہ السلام پر رحم فرمائے، یہ بچہ اسی کا ہے، پھر حضرت سلیمان علیہ السلام نے اسی چھوٹی عورت کے حق میں فیصلہ کردیا۔ (سنن نسائی، کتاب الادب، باب: نقض الحاكم ما يحلم به، رقم: ۵۴۱۴، ص ۱۲۱۶)

اس معاملہ میں دونوں حضرات کا حکم اجتہادی تھا، اور اس شریعت کے مطابق تھا، ہماری شریعت میں حکم یہ ہے کہ اگر چرانے والا ساتھ نہ ہو تو جانور جو نقصانات کرے اس کا ضمان لازم نہیں، مجاہد کا قول یہ ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام کا فیصلہ مسئلہ کا حکم تھا جب کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا فیصلہ مسئلہ کے حوالے سے صلح تھی۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اگر مویشی کسی کو زخمی کردیں تو اس کا کوئی تاوان نہیں ہے، کنویں میں گرنے کا کوئی تاوان نہیں ہے، کان میں دب جانے کا کوئی تاوان نہیں ہے۔

(صحیح البخاری، کتاب الدعوات، باب: العجماء جبار، رقم: ۶۹۱۲، ص ۱۱۹۱)

حضرات انبیائے کرام کا اجتہاد کرنا:

☆......فقیہ کا حکم شرعی کے فروغ کے لئے تمام تر کوششوں کو بروئے کار لانا اجتہاد کہلاتا ہے۔ یا استدلال کی جہت سے مقصود تک پہنچنے کے لئے تمام تر امکانی کوششوں کو بروئے کار لانا اجتہاد کہلاتا ہے۔ (التعریفات، ص ١٤)

☆......عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ سید عالم ﷺ سے سنا گیا فرماتے ہیں: ''حاکم اپنے اجتہاد سے درست فیصلہ کرے تو اس کے لئے دوگنا اجر ہے اور اگر فیصلہ غلط ثابت ہو تو بھی ایک اجر ملے گا''۔

(صحیح البخاری، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنة، باب: اجر الحاکم اذا اجتهد، رقم: ٧٣٥٢، ص ١٢٦٤)

نبی کریم ﷺ کے اجتہاد کے وقوع پذیر ہونے کے بارے میں چار مذاہب ہیں: بعض علماء نے وقوع کا مطلق انکار کیا، بعض علماء نے اصول وقواعد میں آپ کے اجتہاد کا انکار کیا اور یہ کہا کہ آپ فروع اور مسائل میں اجتہاد کرتے تھے اور بعض نے اس میں توقف کیا۔ جنہوں نے انکار کیا تھا وہ کہتے ہیں کہ تمام سنت وحی ہے لیکن وحی غیر متلو ہے اور قرآن مجید وحی متلو ہے اور سنن کے متعلق نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ سنو! مجھے قرآن دیا گیا اور اس کی مثل اس کے ساتھ ہے، امام مسلم نے حضرت یعلی بن امیہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص کے جبہ پر خوشبو کے لیپ کے آثار تھے، اس نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا کیا آپ مجھے عمرے کا حکم دیتے ہیں؟ اس وقت سید عالم ﷺ پر وحی نازل ہوئی، اور آپ ﷺ پر کپڑا ڈال دیا گیا، حضرت یعلی کی خواہش تھی کہ وہ سید عالم ﷺ پر وحی کی کیفیت دیکھیں، حضرت عمر نے چادر ایک طرف سے ہٹائی تو حضرت یعلی کو اونٹ کے بڑبڑانے کی سی آواز آنے لگی، جب آپ سے یہ کیفیت دور ہوئی تو آپ نے فرمایا اس خوشبو کے اثر کو دھوڈالو اور جبہ اتار دو اور جو کچھ حج میں کرتے ہو، وہی عمرہ میں بھی کرو۔ (صحیح مسلم، کتاب الحج، باب: ما یباح للمحرم، ١١٨٠/٢٧٨٧، ص ٥٤٥، صحیح بخاری، کتاب جزاء الصید، باب: اذا احرم جاهلا وعلیه قمیص، ١٨٤٧، ص ٢٩٨)

حدیث پاک کے مطالعے سے ہم اس نتیجے کو پہنچے کہ نبی پاک ﷺ اجتہاد نہیں کرتے تھے بلکہ وحی سے احکام حاصل کر کے بیان کرتے تھے، علامہ نووی فرماتے ہیں: اکثر علماء نے کہا کہ نبی ﷺ کے لئے اجتہاد کرنا نہ صرف جائز بلکہ واقع ہے، البتہ اس میں اختلاف ہے کہ آیا نبی ﷺ کے اجتہاد میں خطا جائز ہے یا نہیں، محققین کا مذہب یہ ہے کہ آپ ﷺ کے اجتہاد میں خطا جائز نہیں ہے اور اکثر علماء جواز کے قائل ہیں، لیکن آپ کو خطا پر برقرار نہیں رکھا تھا۔ (نووی علی مسلم، رقم ١١٨٠/٢٧٨٧، ص ٧٣٢)

☆......ایسی بے شمار احادیث ہیں جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آپ ﷺ وحی کے علاوہ اپنے اجتہاد سے بھی جواب ارشاد فرماتے تھے، متذکرہ بالا روایت سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ آپ ﷺ ہر حکم وحی سے حاصل کرتے ہوں اور اجتہاد بالکل نہ کرتے ہوں، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ کو فتح مکہ کے دن یہ خبر دی گئی کہ خزاعہ نے بنولیث کے ایک شخص کو اپنے مقتول کے بدلہ میں قتل کر دیا، جس کو بنولیث نے قتل کیا تھا نبی کریم ﷺ نے اونٹنی پر سوار ہو کر خطبہ ارشاد فرمایا: ''بے شک اللہ نے مکہ میں قتل کو بند کر دیا ہے اور ان پر رسول اللہ ﷺ اور مومنوں کو مسلط کر دیا ہے، سنو! مکہ نہ مجھ سے پہلے کسی شخص کے لئے حلال تھا اور نہ میرے بعد کسی کے لئے حلال ہوگا، سنو! وہ میرے لئے دن کی صرف ایک ساعت کے لئے حلال ہوا ہے اور سنو! یہ وہی ساعت ہے، نہ اس کے کانٹوں کو اکھاڑا جائے گا، نہ اس کے درختوں کو کاٹا جائے گا اور نہ اس کی گری ہوئی چیز اٹھائی جائے گی، ماسوا اعلان کرنے والے کے لئے، اور جن لوگوں کا کوئی

شخص قتل کیا گیا ہو، اس کو دو اختیار ہیں، یا تو وہ دیت لے لیں یا قصاص لے لیں"، یمن کے ایک شخص نے کہا یارسول اللہ ﷺ! مجھے یہ لکھ کر دیں، آپ نے فرمایا: "ابوفلاں کے لئے یہ لکھ دو"، قریش کے ایک شخص نے کہا یارسول اللہ! اذخر (ایک قسم کی گھاس) کا استثناء فرمادیجئے، کیونکہ ہم اس کو اپنے گھروں میں اور قبروں میں رکھتے ہیں تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "سنو! ماسوا اذخر کے"۔

(صحیح البخاری، کتاب العلم، باب: کتابة العلم، رقم: ۱۱۲، ص ۲۴)

☆......حضرت عبداللہ بن عمر بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ سے ایک شخص نے سوال کیا کہ محرم کیا پہنے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "محرم قمیص پہنے، نہ عمامہ، نہ شلوار، نہ ٹوپی، نہ زعفران یا سرخ رنگ کا رنگا ہوا کپڑا، اگر اس کو نعلین نہ ملیں تو وہ موزے پہن لے اور ان کو (اوپر سے) کاٹ لے حتی کہ وہ ٹخنوں کے نیچے ہو جائیں"۔ (صحیح البخاری، کتاب العلم، باب: من اجاب السائل، رقم: ۱۳۴، ص ۲۸)

☆......حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میرے ماموں حضرت ابو بردہ بن نیار نے نماز عید سے پہلے قربانی کر لی، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "یہ بکری کا گوشت ہے"، (یعنی قربانی نہیں ہے، کیونکہ قربانی نماز عید کے بعد ہوتی ہے) انہوں نے کہا یارسول اللہ! میرے پاس چھ ماہ کا بکرا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: "تم اس کی قربانی کر لو تمہارے علاوہ اور کسی کے لئے یہ جائز نہیں ہے"۔

(صحیح البخاری، کتاب العیدین، باب: الخطبة بعد العید، رقم: ۹۶۵، ص ۱۵۵)

☆......حضرت ابن عباس بیان کرتے ہیں کہ ایک عورت نے حج کی نذر مانی، پھر وہ فوت ہوگئی، اس کا بھائی نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور اس کے متعلق سوال کیا، آپ ﷺ نے فرمایا: "یہ بتاؤ، اگر تمہاری بہن پر قرض ہوتا تو کیا تم اس کو ادا کرتے؟" اس نے کہا ہاں! آپ ﷺ نے فرمایا: "پھر اللہ کا حق ادا کرو، وہ ادائیگی کے زیادہ حقدار ہے"۔ (صحیح البخاری، کتاب جزاء الصید، باب: الحج والنذور، رقم: ۱۸۵۲، ص ۲۹۹)

اس حدیث میں نبی پاک ﷺ نے اللہ کے حق کو بندے کے حق پر قیاس کیا ہے اور یہ نبی پاک ﷺ کے اجتہاد کی قوی دلیل ہے۔

حضرت داؤد علیہ السلام کے لئے پہاڑ مسخر کرنا اور جانوروں کا تسبیح کرنا:

۴......حضرت داؤد علیہ السلام پہاڑوں کے پاس سے گزرتے ہوئے تسبیح کرتے تو پہاڑ بھی ان کے ساتھ دہراتے، اور ایسا ہی فرشتے بھی کرتے، حضرت داؤد علیہ السلام کے ذکر الٰہی میں جب سستی آجاتی تو پہاڑ اور پرندے ذکر کرتے تاکہ آپ علیہ السلام ان کا ذکر سن کر دوبارہ چشت و چوبند ہو جائیں۔ وہب کہتے ہیں کہ پہاڑ حضرت داؤد علیہ السلام کے جواب میں تسبیح کہتے تھے اور اسی طرح پرندے بھی آپ علیہ السلام کے جواب میں تسبیح کہتے تھے۔ ایک قول یہ ہے کہ تسبحن کا مطلب نماز پڑھنا ہے لہذا جب حضرت داؤد علیہ السلام نماز پڑھتے تو پہاڑ و پرندے بھی نماز پڑھتے، ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ حضرت داؤد علیہ السلام پتھروں اور پرندوں کی تسبیح کو سمجھتے تھے۔

(المظہری، ج۴، ص ۴۹۱)

حضرت داؤد علیہ السلام کا کسب معاش:

۵......حسن بصری، قتادہ اور اعمش کہتے ہیں کہ اللہ نے حضرت داؤد علیہ السلام کے لئے لوہے کو موم کر دیا، انہیں لوہا موڑنے کے لئے آگ وغیرہ کی ضرورت نہ رہی، سب سے پہلے حضرت داؤد علیہ السلام ہی نے زرہ بنائی ان سے قبل لوگ زرہ کے بجائے لوہے کے تختے وغیرہ استعمال کرتے تھے، ابن شوذب کہتے ہیں: دن بھر محنت و مشقت کر کے چھ ہزار درہم کی زرہ بیچ لیا کرتے تھے۔ حدیث میں ہے: انسان کے لئے سب سے پاکیزہ کمائی اس کے اپنے ہاتھ کا کسب ہے، اور اللہ عزوجل کے نبی حضرت داؤد علیہ السلام اپنے ہاتھ سے کسب کیا

کرتے تھے۔
(البداية والنهاية ،ج۱، الجزء الثاني، قصه داؤد فضائله ،ص ۳۹۰وغيره)

حضرت سلیمان علیہ السلام کے لئے تسخیر کا مسئلہ:

ے.....اس آیت میں حضرت سلیمان علیہ السلام پر ہونے والے متعدد انعامات کا ذکر کیا گیا ہے، ہوا سلیمان علیہ السلام کے لئے مسخر کر دی گئی ہے، سخت تیز ہوائیں حضرت سلیمان علیہ السلام کے حکم سے سرزمین شام کی جانب چلتی ہیں۔ وہب کہتے ہیں کہ حضرت سلیمان علیہ السلام بن داؤد علیہ السلام کی مجلسوں میں پرندے، جنات، انسان سب ہی حاضر خدمت ہوتے تھے جنات وانسان تخت پر تشریف فرما ہوتے جب کہ پرندے ارد گرد منڈلاتے، مزید اگلی آیت میں شیاطین کا حضرت سلیمان علیہ السلام کے حکم کا پابند ہونا بھی بیان کیا گیا ہے۔ ان میں سے بعض جنات سمندروں میں غوطہ زن ہوتے اور ہیرے جواہرات نکال نکال کر لاتے اور اس کے علاوہ بھی اعمال شاقہ بجالاتے، شہر ومحلات بناتے، پانی کی تہہ میں جا کر موتی نکال لاتے، حضرت سلیمان علیہ السلام کے اعمال کی حفاظت کرتے یعنی مملکت سلیمانیہ کے امور بجالانے میں معاون ومددگار رہوتے۔ (القرطبي، الجزء: ۱۷، ص ۲۸۱)

☆.....حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "گزشتہ رات ایک جن نے دھوکے سے مجھ پر حملہ کیا تاکہ میری نماز خراب کرے اور بیشک اللہ نے مجھے اس پر قادر کردیا، میں نے اس کو زور سے دھکا دیا، اور میں نے یہ ارادہ کیا کہ میں اس کو مسجد کے ستونوں میں سے کسی ستون کے ساتھ باندھ دوں حتی کہ تم سب لوگ صبح کو دیکھتے پھر مجھے میرے بھائی سلیمان کی دعا یاد آئی: ﴿رب اغفرلی وهب لی ملکا لا ینبغی لاحد من بعدی اے رب میری مغفرت فرما اور مجھے ایسی مملکت عطا فرما جو میرے بعد کسی کو نہ ملے (ص:۳۵)﴾۔ (صحيح البخاري، كتاب الصلوة، باب:الاسير والغريم، رقم: ٤٦١، ص ٨٠)

☆.....حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "تم میں سے ہر شخص کے ساتھ اس کا ایک ہمزاد جن ہے، صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کے ساتھ بھی؟ فرمایا: "ہاں میرے ساتھ بھی، لیکن اللہ نے اس پر میری مدد فرمائی، وہ مسلمان ہو گیا، اور مجھے نیکی کے سوا کوئی مشورہ نہیں دیتا"۔ (صحيح مسلم، كتاب صفة القيامة، باب :تحريس الشيطان، رقم: ۷۰۰۲/۲۸۱٤، ص ص ۱۳۸۵)

حضرت ایوب علیہ السلام کا نسب:

ے.....شہر روم کے رہنے والے ایوب بن موص بن زراح بن العیص بن اسحاق بن ابراہیم خلیل اللہ، بعض مورخین نے یوں بیان کیا: ایوب بن موص بن رعویل بن العیص بن اسحاق بن یعقوب۔ ابن عساکر کہتے ہیں کہ حضرت ایوب علیہ السلام کی والدہ ماجدہ حضرت لوط علیہ السلام کی بہن تھیں، ایک قول یہ کیا جاتا ہے کہ حضرت ایوب علیہ السلام کے والد اس دن ایمان سے مشرف ہوئے جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا گیا اور آگ نے انہیں نقصان نہ پہنچایا۔ اور مشہور یہ ہے کہ حضرت ایوب علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ذریت میں سے ہوئے جس کی جانب کلام پاک کی آیت ﴿ومن ذریتہ داؤد وسلیمان وایوب ویوسف وموسی وھارون اور ان کی ذریت میں داؤد، سلیمان اور ایوب اور یوسف اور موسی اور ہارون ہوئے (الانعام: ۸٤)﴾ دلالت کرتی ہے۔ ابن عساکر سے منقول ہے کہ سب سے پہلے حضرت ادریس علیہ السلام، پھر نوح علیہ السلام، پھر ابراہیم علیہ السلام، اسماعیل علیہ السلام، اسحق، علیہ السلام، یعقوب علیہ السلام، یوسف علیہ السلام، لوط علیہ السلام، ھود، علیہ السلام، صالح علیہ السلام، شعیب علیہ السلام، موسی علیہ السلام، ھارون علیہ السلام، الیاس علیہ السلام، یسع علیہ السلام، عرفی بن سوبلیح

بن افرائیم بن یوسف بن یعقوب علیہ السلام، پھر یونس بن متی علیہ السلام، ایوب علیہ السلام، اور بعض روایات کے مطابق حضرت ھود علیہ السلام، صالح علیہ السلام کی تشریف آوری حضرت نوح علیہ السلام کے بعد اور حضرت ابراہیم علیہ السلام سے پہلے ہوئی۔

کہا جاتا ہے کہ حضرت ایوب علیہ السلام بہت مال والے تھے، مال ومویشی، زمینیں، لونڈی غلام، وغیرہ بہت کچھ تھا۔ ان کی اولاد اور اہل خانہ بھی بہت تھے، ان کے جسم میں بیماری پھوٹ پڑی، سوائے دل اور زبان کے جسم کا کوئی حصہ درست نہ رہا۔ زبان ودل سے اللہ عزوجل کا ذکر خیر کرتے، رات دن، صبح شام اللہ عزوجل کی یاد کرتے رہتے، جب مرض بڑھ گیا تو لوگوں نے ان کے ساتھ بیٹھنا چھوڑ دیا، مونس وغم خوار کم ہوتے گئے، انہیں شہر سے باہر کر دیا گیا، لوگوں نے کلام کرنا بند کر دیا، سوائے زوجہ محترمہ کے کوئی بھی آپ علیہ السلام کے ساتھ نہ رہا۔ مال بھی ختم ہونے لگا تو لوگوں کے ہاں بطور اجرت کام کرتیں اور آپ کی خدمت کرتیں۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''سب سے زیادہ حضرات انبیائے کرام آزمائے گئے، پھر نیک صالحین، پھر اسی طرح اور بھی، پس دینی حیثیت کے اعتبار سے لوگ آزمائے جاتے ہیں، پس جس کے دین میں قدم مضبوط ہوتے ہیں وہ زیادہ آزمایا جاتا ہے''۔ اور حضرت ایوب علیہ السلام صبر وشکر، احتساب وحمد بجالاتے رہے، وہب کے قول کے مطابق تین سال، انس کے قول کے مطابق سات سال تک جسم میں زخم کی بیماری میں مبتلا رہے۔ وہب بن منبہ سے منقول ہے کہ اللہ عزوجل نے حضرت ایوب علیہ السلام کو الہام کیا کہ اللہ آپ کو مال، اولاد اور صحیح سلامت جسم لوٹا دیگا، (اپنا پاؤں زمین پر ماریں اور جاری ہونے والے) پانی سے غسل کریں، کہ اس میں شفا ہوگی، اور ایسا ہی ہوا۔ ابن جریر کے قول کے مطابق وفات کے وقت آپ کی عمر مبارک ۷۳ سال تھی۔ (البداية والنهاية، قصة ايوب، ج ١، الجزء الاول، ص ٢٤٤ وغيره ملتقطا وملخصا)

ذوالکفل کا نسب:

۸......ذوالکفل کے بارے میں ایک قول یہ بھی ہے کہ آپ حضرت ایوب علیہ السلام کے صاحبزادے ہیں، بعض نے ان کی نبوت کے بارے میں بھی تردد کیا ہے کہ یہ نبی نہیں بلکہ نیک وپارسا عادل شخص تھے۔ حضرات انبیائے کرام کی قوم کی کفالت کرتے تھے، ان کے معاملات میں فیصلہ کیا کرتے تھے اس لئے انہیں ذوالکفل کہا گیا۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ نبی نہیں تھے، روزانہ سو رکعت نماز (نفل) ادا کرتے تھے اور ان سو رکعات کی حفاظت کرتے تھے اسی لئے انہیں ذوالکفل کہا گیا۔ ان کا تعلق بنی اسرائیل سے تھا، ایک عورت نے ساٹھ دینار دے کر ان سے برائی کا قصد کیا، جب دونوں قریب ہوئے تو عورت رونے لگی اور آپ نے اسے اس کے دینار واپس کر دیئے اور خود پر ملامت کرتے ہوئے کہا کہ اللہ ذوالکفل کو کبھی نہیں بخشے گا، رات کو ان کا انتقال ہوا اور صبح کو دروازے پر ایک خط ملا جس پر یہ تحریر کندہ تھی کہ اللہ عزوجل نے ذوالکفل کو بخش دیا۔ (البداية والنهاية، قصة ذوالكفل، ج ١، الجزء الاول، ص ٢٤٩ وغيره ملتقطا وملخصا)

حضرت یونس علیہ السلام (ذوالنون) کا نسب اور قوم پر عذاب کا منظر:

۹......حضرت یونس علیہ السلام کا نسب یہ ہے: لاوی بن یعقوب بن اسحق بن ابراھیم کے نواسے ہیں، شام کے رہنے والے اور بعلبک کے عمال میں سے تھے، ایک قول کے مطابق یہ بچپن میں فوت ہوگئے تھے ان کی والدہ ماجدہ نے اللہ عزوجل کے نبی حضرت الیاس علیہ السلام سے اس بارے میں عرض کی، ان کی دعا کی برکت سے اللہ عزوجل نے انہیں دوبارہ زندہ کیا۔ یہ اپنی ماں کے اکلوتے فرزند تھے، چالیس سال کی عمر میں آپ علیہ السلام نے اعلان نبوت فرمایا، آپ علیہ السلام بنی اسرائیل کے عبادت گزاروں میں سے تھے اور اپنے دین کو بچانے کے لئے شام چلے گئے اور دجلہ کے کنارے پہنچ گئے، پھر اللہ عزوجل نے ان کو اہل نینوا کی جانب بھیجا جو کہ دریائے

دجلہ کے مشرقی کنارے جہاں موصل نامی شہر ہے وہاں کا ایک قدیم شہر نینوا بھی ہے۔ (مختصر تاریخ دمشق، ج۲۸، ص۱۰۵)

حضرت یونس علیہ السلام نے اپنی قوم کو بت پرستی ترک کرنے کی اور توحید پر قائم رہنے کی دعوت دی تو انہوں نے اس دعوت کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ حضرت یونس علیہ السلام نے ان کو خبر دی کہ تین دن کے بعد ان پر عذاب آئے گا، جب ان پر آثار ظاہر ہوئے تو حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے قول کے مطابق ان کے اور عذاب کے مابین صرف دو تہائی میل کا فاصلہ رہ گیا تھا، مقاتل کے قول کے مطابق ایک میل کا فاصلہ رہ گیا تھا، ابو صالح فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ایک روایت یہ بھی ملتی ہے کہ انہوں نے عذاب کی تپش اپنے کندھوں پر محسوس کی، بعض نے کہا کہ آسمان پر سیاہ رنگ کے بادل نمودار ہو گئے اور بہت سخت دھواں ظاہر ہونے لگا جس نے ان کے شہر کو ڈھانپ لیا، اور ان کے مکانوں کی چھتیں سیاہ پڑ گئیں، جب ان کو ہلاکت کا یقین ہو گیا تو انہوں نے ٹاٹ کے کپڑے پہنے اور اپنے سروں پر راکھ ڈالنے لگے، اور تمام لوگ بڑے چھوٹے سب ہی ایک میدان میں جمع ہو گئے اور سب نے با آواز بلند اللہ عزوجل کی بارگاہ صمدیت میں توبہ کی اور صدق دل سے معافی چاہی اور کہا کہ ہم حضرت یونس علیہ السلام کے لائے ہوئے دین پر ایمان لائے اور اللہ عزوجل نے ان کی توبہ قبول کی۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ان کی توبہ ایسی تھی کہ انہوں نے ایک دوسرے کے ساتھ جو زیادتیاں کی تھیں ان کی بھی تلافی کر لی حتی کہ اگر کسی نے دوسرے کا پتھر دیوار میں لگایا تھا تو وہ بھی اکھاڑ کر واپس کر دیا۔ اور ان کے ہاں دستور یہ تھا کہ جو شخص جھوٹا ثابت ہوا اور اس کے پاس اپنی سچائی پر کوئی دلیل نہ ہو اس کو قتل کر دیا جاتا تھا، تب حضرت یونس علیہ السلام اپنی قوم کی ناراضگی کے سبب دریا کی جانب چلے گئے اور مچھلی نے انہیں نگل لیا۔ (ابن کثیر، ج۲، ص۵۳۷)

عذاب کو دیکھنے کے باوجود قوم یونس کی دعا قبول ہوئی جب کہ فرعون نے عذاب کو دیکھ کر دعا مانگی تو اس کی دعا قبول نہ ہوئی، اس کے کئی جوابات دیئے جا سکتے ہیں چنانچہ علامہ خازن نے اس کے تین جواب ارشاد فرمائے ہیں۔ (۱)......عذاب دیکھ کر دعا کرنا قوم یونس کے ساتھ خاص ہے کیونکہ واللہ یفعل مایشاء ویحکم ما یرید کہ اللہ جو چاہے کرے اور جس کے بارے میں جو چاہے فیصلہ کرے۔ (۲)......فرعون اس وقت ایمان کا دعوے دار ہوا جب کہ اسے عذاب کی خبر دی گئی اور نجات کی امید ہی نہ رہی اور قوم یونس سے عذاب دور تھا اور عذاب ان پر نازل نہ ہوا تھا اور انہیں عذاب کی خبر نہ دی گئی پس وہ ان مریض کی مثل تھے جو موت سے خوف کرے اور نجات کی امید رکھے۔ (۳) اللہ عزوجل نے اپنے علم سے یہ بات جان لی کہ قوم یونس کی دعا سچے دل سے ہے جب کہ فرعون نے سچے دل سے دعا نہ مانگی تھی اسی وجہ سے فرعون کا ایمان لانا نا قابل قبول ہوا۔ (الخازن، ج۲، ص۴٦٦)

ایک قول یہ ہے کہ حضرت یونس علیہ السلام مچھلی کے پیٹ میں تین دن رہے، شعبی کہتے ہیں کہ چاشت کے وقت مچھلی نے ان کو نگلا تھا اور شام کے وقت اگل دیا، قتادہ نے کہا کہ وہ اس میں تین دن رہے، امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے کہا کہ وہ اس میں سات دن رہے، سعید بن ابو الحسن اور ابو مالک نے کہا کہ وہ اس میں چالیس دن رہے اور اللہ ہی کو علم ہے کہ وہ مچھلی کے پیٹ میں کتنا رہے تاہم ان کا وظیفہ لا الہ الا انت سبحنک انی کنت من الظالمین تھا۔ (البدایہ والنہایۃ، قصۃ یونس، الجزء۱، ج۱، ص۲۵۸)

☆......آپ علیہ السلام کی فضیلت میں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "میں نہیں کہتا کہ کوئی شخص یونس بن متی سے افضل ہے"۔

(صحیح بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب قول اللہ تعالیٰ، برقم: ۳۴۱۵، ص۵۷٤)

فظن ان لن نقدر کے معانی :

۱..... لفظ نقدر اگر تقدیر سے ماخوذ ہے تو معنی یہ ہوگا کہ حضرت یونس علیہ السلام نے یہ گمان کیا کہ ہم ان کے لئے کسی قسم کی سزا یا گرفت کو لازم نہ کریں گے اور اگر بمعنی قدرت ہو تو آیت کے معنی یہ ہونگے لوگوں نے یہ گمان کیا کہ ہم ان پر قابو نہ کریں گے۔

شاہ عبدالقادر دہلوی: پھر سمجھا کہ ہم انہیں پکڑ سکیں گے۔

اشرفعلی تھانوی لکھتا ہے: اور انہوں نے یہ سمجھا کہ ہم اس چلنے میں ان پر کوئی دارو گیر نہ کریں گے۔

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی: تو گمان کیا کہ ہم اس پر تنگی نہ کریں گے (تو اللہ نے انہیں مچھلی کے پیٹ میں ڈالا)۔

مفتی محمد شفیع: لفظ نقدر میں بہ اعتبار لغت کے ایک احتمال یہ ہے کہ یہ مصدر قدرت سے مشتق ہو تو یہ معنی ہونگے کہ انہوں نے یہ گمان کرلیا کہ ہم ان پر قدرت اور قابو نہ پاسکیں گے، ظاہر ہے کہ یہ بات کسی پیغمبر سے تو کیا کسی مسلمان سے بھی اس کا گمان نہیں ہوسکتا کیونکہ ایسا سمجھنا کفر صریح ہے اس لیے یہاں یہ معنی قطعا نہیں ہوسکتے۔ دوسرا احتمال یہ ہے کہ یہ مصدر قدر سے مشتق ہے، جس کے معنی تنگی کرنے کے ہیں۔ ائمہ تفسیر میں سے عطاء، سعید بن جبیر، حسن بصری اور بہت سے علماء نے یہی معنی اس آیت میں لئے ہیں اور مراد آیت کی یہ قرار دی ہے کہ حضرت یونس نے اپنے قیاس واجتہاد سے یہ گمان تھا کہ ان حالات میں اپنی قوم کو چھوڑ کر کہیں چلے جانے کے بارے میں اللہ مجھ پر کوئی تنگی نہ کرے گا۔ (معارف القرآن، ج۶، ص ۲۲۳)

امام فخرالدین رازی کہتے ہیں: جس نے یہ گمان کیا کہ اللہ عزوجل عاجز ہے، وہ کافر ہے، کسی ایک مومن کی طرف بھی اس کی نسبت کرنا جائز نہیں ہے، تو حضرات انبیائے کرام کی طرف اس کی نسبت کرنا کیسے جائز ہوسکتا ہے۔ اس کا معنی یہ ہے کہ حضرت یونس علیہ السلام نے یہ گمان کیا کہ ہم ان پر تنگی نہیں کریں گے اور اب نقدر کا معنی تنگی کرنا ہوگا اور اس آیت کا معنی یہ ہے کہ حضرت یونس علیہ السلام نے یہ گمان کیا کہ ہم ان پر تنگی نہیں کریں گے۔ (الرازی، ج۸، ص ۱۸۰)

اغراض: الذین فی سفینۃ: ان کی تعداد جو کشتی میں تھے چھ مرد وعورتوں یا چالیس مرد وعورتوں پر مشتمل تھی۔

اذکر: حضرت داؤد علیہ السلام نے سو سال زندگی گزاری، ان کے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مابین پانچسو انہتر سالوں کا فاصلہ ہے، مزید حاشیہ نمبر ا دیکھ لیں۔ قال داؤد لصاحب الحرث رقاب الغنم: دیکھیں حاشیہ نمبر ۲۔

وھو اول من صنعھا: یعنی (زنجیر کی طرح) حلقے ایک دوسرے میں داخل کرنا، اس زرہ کی تخلیق سے پہلے لوگ لوہے کے ٹکڑے استعمال کیا کرتے تھے جو ایک دوسرے کے ساتھ متصل ہوتے تھے۔

فی جملۃ الناس: ایک اشکال کا ازالہ کرنا مقصود ہے، زرہ بنانے والے حضرت داؤد علیہ السلام تھے جو کہ اہل مکہ کے زمانے میں موجود نہ تھے؟ جواب یہ ہے کہ زرہ بنانے کی نعمت متصل بعد زمانوں میں چلتی چلی آئی۔

لانھم کانوا اذا فرغوا من عمل: کہا جاتا ہے کہ شیطان انسان پر (مسلط) ہے، انسان جب رات سے پہلے کسی عمل سے فارغ ہوتا ہے تو اسے دوسرے عمل کی جانب مشغول کرتا ہے تاکہ (ریا کے ذریعے) اس کے سابقہ عمل کو برباد کردے۔

بان احیوا لہ: حضرت ایوب علیہ السلام صحتیابی کے بعد اپنی بقیہ زندگی گزاری، اللہ عزوجل نے انہیں سابقہ دور کی طرح (وسیع) رزق عطا فرمایا، یہ بھی روایت ہے کہ ان کی زوجہ نے بعد صحتیابی کے چھبیس بیٹے جنے۔

وذاالکفل: ان کالقب تھاجب کہ نام بشر اور یہ حضرت ایوب علیہ السلام کے بیٹے تھے۔
من حبسه فی بطن الحوت: کا بیان حاشیہ نمبر ۹ میں دیکھ لیں۔ (الصاوی، ج٤، ص ١١٢ وغیرہ)

رکوع نمبر: ۷

﴿فَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَا كُفْرَانَ﴾ اَى جُحُودَ ﴿لِسَعْيِهٖۚ وَاِنَّا لَهٗ كٰتِبُوْنَ (٩٤)﴾ بِاَنْ نَامُرَ
الحَفَظَةَ بِكُتُبِهٖ فَنُجازِيَهٖ عليهِ ﴿وَحَرٰمٌ عَلٰى قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَآ﴾ اُرِيدَ اهلها ﴿اَنَّهُمْ لَا﴾ لا زائدةٌ ﴿يَرْجِعُوْنَ
(٩٥)﴾ اَى مُمْتَنِعٌ رُجوعُهُمْ الى الدنيا ﴿حَتّٰى﴾ غايَةٌ لِاِمتناعِ رجوعهمْ ﴿اِذَا فُتِحَتْ﴾ بِالتَّخفيفِ
والتَّشديدِ ﴿يَاْجُوْجُ وَمَاْجُوْجُ﴾ بالهمزةِ وتركهِ اِسمانِ اعجميانِ لِقَبيلتينِ وَيُقَدَّرُ قَبلَهُ مُضافٌ اى
سَدُّهُما وذلكَ قُرب القِيمةِ ﴿وَهُمْ مِّنْ كُلِّ حَدَبٍ﴾ مُرتفِعٍ من الارضِ ﴿يَّنْسِلُوْنَ (٩٦)﴾ يَسرعونَ ﴿وَاقْتَرَبَ
الْوَعْدُ الْحَقُّ﴾ اى يومَ القِيمَةِ ﴿فَاِذَا هِيَ﴾ اَىِ القِصَّةُ ﴿شَاخِصَةٌ اَبْصَارُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْاؕ﴾ فِى ذلكَ اليومِ
لِشِدَّتِهٖ يقولونَ ﴿يٰوَيْلَنَا﴾ يا لِلتَّنبيهِ هلاكنا ﴿قَدْ كُنَّا﴾ فى الدنيا ﴿فِيْ غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا﴾ اليومِ ﴿بَلْ كُنَّا
ظٰلِمِيْنَ (٩٧)﴾ اَنفُسَنَا بتكذيبِنا الرُّسلَ ﴿اِنَّكُمْ﴾ يا اهلَ مكةَ ﴿وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾ اى غَيرِهٖ مِنَ
الاوثانِ ﴿حَصَبُ جَهَنَّمَؕ﴾ وَقُودُهَا ﴿اَنْتُمْ لَهَا وٰرِدُوْنَ (٩٨)﴾ داخلونَ فيها ﴿لَوْ كَانَ هٰٓؤُلَآءِ﴾ الاوثانِ ﴿اٰلِهَةً﴾
كَما زَعمتُم ﴿مَّا وَرَدُوْهَاؕ﴾ دَخلوهَا ﴿وَكُلٌّ﴾ مِنَ العابِدينَ والمَعبودِينَ ﴿فِيْهَا خٰلِدُوْنَ (٩٩) لَهُمْ﴾
لِلعَابدينَ ﴿فِيْهَا زَفِيْرٌ وَّهُمْ فِيْهَا لَا يَسْمَعُوْنَ (١٠٠)﴾ شَيئا لِشِدَّةِ غَليانِها وَنَزَلَ لمّا قال ابنُ الزِّبَعْرٰى عُبِدَ
عُزَيرٌ والمسيحُ والملائكةُ فهمْ فى النارِ على مُقتَضٰى ما تَقدمَ ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِّنَّا
الْ﴾ المَنزِلَةُ ﴿الْحُسْنٰىۙ﴾ ومِنهُم من ذُكِرَ ﴿اُولٰٓئِكَ عَنْهَا مُبْعَدُوْنَ (١٠١) لَا يَسْمَعُوْنَ حَسِيْسَهَاۚ﴾
صَوتَها ﴿وَهُمْ فِيْ مَا اشْتَهَتْ اَنْفُسُهُمْ﴾ مِنَ النَّعيمِ ﴿خٰلِدُوْنَ (١٠٢) لَا يَحْزُنُهُمُ الْفَزَعُ الْاَكْبَرُ﴾ وَهوَ اَنْ
يُؤمَرَ بِالعَبدِ الى النارِ ﴿وَتَتَلَقّٰىهُمُ﴾ تَستقبِلُهُمْ ﴿الْمَلٰٓئِكَةُؕ﴾ عِندَ خُروجِهِمْ منَ القُبورِ يَقولُونَ
لهم ﴿هٰذَا يَوْمُكُمُ الَّذِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ (١٠٣)﴾ فى الدنيا ﴿يَوْمَ﴾ مَنصوبٌ بِاُذْكُر مُقَدَّرا قبلَهُ ﴿نَطْوِى
السَّمَآءَ كَطَيِّ السِّجِلِّ﴾ اِسمُ مَلكٍ ﴿لِلْكُتُبِ﴾ صَحِيفَةُ ابنُ آدمَ عِند موتِهٖ واللامُ زَائدةٌ اَوِ السِّجلُّ
الصَّحيفَةُ والكتابُ بِمعنى المكتوبِ به واللامُ بمعنى على وفى قِرائَةٍ للكُتبِ جمعا ﴿كَمَا بَدَاْنَآ اَوَّلَ
خَلْقٍ﴾ عَن عَدمٍ ﴿نُّعِيْدُهٗؕ﴾ بَعدَ اِعدامِهٖ فالكافُ مُتعلِّقَةٌ بِنُعيدُ وضميرهُ عائدٌ الى اوَّلَ ومَا
مَصدرِيّةٌ ﴿وَعْدًا عَلَيْنَاؕ﴾ مَنصوبٌ بِوعدْنا مُقدَّرا قَبلَهُ وهو مؤكدٌ لِمَضمونِ ما قَبلَهُ ﴿اِنَّا كُنَّا فٰعِلِيْنَ (١٠٤)﴾ ما
وَعدنا ﴿وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُوْرِ﴾ بِمعنى الكتابِ اى كُتُبِ اللهِ المُنزَّلَةِ ﴿مِنْۢ بَعْدِ الذِّكْرِ﴾ بِمعنى اُمِّ
الكتابِ الَّذِىْ عِندَاللهِ ﴿اَنَّ الْاَرْضَ﴾ اَرضَ الجنةِ ﴿يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصّٰلِحُوْنَ﴾ عَامٌّ فى كُلِّ صالحٍ ﴿اِنَّ

فِیْ هٰذَا ﴾القرانَ ﴿لَبَلٰغًا ﴾ کِفایَةً فی دُخولِ الجنةِ ﴿لِّقَوْمٍ عٰبِدِیْنَ(۱۰۶)﴾ عاملین بهٖ ﴿وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ ﴾یا محمدُ ﴿اِلَّا رَحْمَةً ﴾الی لِلرَّحمةِ ﴿لِّلْعٰلَمِیْنَ(۱۰۷)﴾ الْاِنسِ والجنِ بکَ ﴿قُلْ اِنَّمَا یُوْحٰٓی اِلَیَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ﴾ای مَا یُوحٰی الیَّ فی اَمرِ الْاِلٰهِ الا وَحدانیتَهٗ ﴿فَهَلْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ (۱۰۸)﴾ مُنقادونَ لِما یُوحٰی الیَّ مِن وَحدانیتهٖ الْاِستِفهامُ بِمعنی الامرِ ﴿فَاِنْ تَوَلَّوْا ﴾عن ذلکَ ﴿فَقُلْ اٰذَنْتُكُمْ ﴾اَعلمتُکمْ بِالحربِ ﴿عَلٰی سَوَآءٍ ﴾حالَ مِنَ الفاعِلِ والمفعولِ ای مُستوین فی عِلمهٖ لا اَستبدُّ بِهٖ دُونکم لِتتأَهَّبوا ﴿وَاِنْ ﴾ما ﴿اَدْرِیْٓ اَقَرِیْبٌ اَمْ بَعِیْدٌ مَّا تُوْعَدُوْنَ(۱۰۹)﴾ مِن العذابِ والقیمةِ المُشتَمِلةِ علیه وانما یَعلمهُ اللّٰهُ ﴿اِنَّهٗ ﴾تعالی ﴿یَعْلَمُ الْجَهْرَ مِنَ الْقَوْلِ ﴾والفِعلِ منکُمْ ومنْ غیرکُمْ ﴿وَیَعْلَمُ مَا تَكْتُمُوْنَ(۱۱۰)﴾ اَنتم وَغیرُکم منَ السِّرِّ ﴿وَاِنْ ﴾ما ﴿اَدْرِیْ لَعَلَّهٗ ﴾اَی ما اَعلمتُکمْ بهٖ ولم یَعلم وقتَهٗ ﴿فِتْنَةٌ ﴾اِختبارٌ ﴿لَّكُمْ ﴾لِیَری کیفَ صنعُکُمْ ﴿وَمَتَاعٌ ﴾تمتِیعٌ ﴿اِلٰی حِیْنٍ(۱۱۱)﴾ اَی اِنقِضاءِ آجالِکُمْ وهذا مُقابلٌ لِلاولِ المُترجٰی بِلَعلَ ولیس الثانی محلًّا لِلترجی ﴿قٰلَ ﴾وَفی قرائةٍ قُلْ ﴿رَبِّ احْكُمْ ﴾بَینی وبَینَ مُکَذِّبِیَّ ﴿بِالْحَقِّ ﴾بِالعذابِ لهم اَوِ النَّصرِ علیهمْ فَعُذِّبُوا بِبَدرٍ واُحُدٍ والْاَحزابِ وحُنینٍ والخندقِ ونَصرَ علیهمْ ﴿وَرَبُّنَا الرَّحْمٰنُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰی مَا تَصِفُوْنَ(۱۱۲) النصف﴾ مِنْ کِذبِکم علَی اللّٰه فی قولکم اتَّخَذَ ولدًا وعلیَّ فی قولکم ساحِرٌ وعلی القران فی قولکم شعرٌ.

﴿ترجمہ﴾

تو جو کچھ بھلے کام کرے اور ہو ایمان والا تو اس کی کوشش کی بے قدری نہیں......۱...... (یعنی اس کی کوشش کا انکار نہیں) اور ہم اسے لکھ رہے ہیں (یعنی ہم اس لکھنے کا فرشتوں کو حکم دے رہے ہیں پس اس پر ہم ان لوگوں کو بدلہ دینگے) اور حرام ہے اس بستی پر جسے ہم نے ہلاک کیا (یعنی ان بستی والوں پر) کہ پھر لوٹ کر آئیں (یعنی ان کا دنیا میں پھر لوٹ کر آنا ممتنع ہے، لایرجعون میں لام زائدہ ہے) یہاں تک کہ (ان کے پھر لوٹ کر آنے کے ممتنع ہونے کی غایت بیان کی جارہی ہے) جب کھولے جائیں گے یاجوج ماجوج......۲...... (یاجوج وماجوج ہمزہ اور بغیر ہمزہ کے پڑھا گیا ہے، یہ دو عجمی اسم ہیں اور دو قبیلوں کے نام ہیں اور ان دونوں سے پہلے ان کا مضاف سد محذوف ہے، یہ معاملہ قرب قیامت کے وقت ہوگا) اور وہ ہر بلندی سے ڈھلکتے ہوں گے (حدب زمین کی ڈھلان کو کہتے ہیں اور ینسلون بمعنی یسرعون ہے) اور قریب ہے سچا وعدہ (یعنی قیامت کا دن) تو جبھی آنکھیں پھٹ کر رہ جائیں گی کافروں کی (اس روز قیامت کی شدتوں کی وجہ سے فاذا ھی میں ھی ضمیر قصہ ہے، وہ کہیں گے) ہائے ہماری ہلاکت (ویلنا بمعنی ھلاکنا ہے، اور اس میں یاء تنبیہ کے لیے ہے) بیشک ہم (دنیا میں) اس سے غفلت میں تھے (یعنی قیامت کے دن سے) بلکہ ہم (اپنی جانوں پر) ظلم کرنے والے تھے (رسل کرام کو جھٹلانے کے سبب، اے اہل مکہ) بیشک تم اور جو کچھ تم اللہ کے سوا (بت) پوجتے ہو سب جہنم کے ایندھن ہیں (حصب ایندھن کو کہتے ہیں اور دون اللہ بمعنی غیر اللہ کو کہتے ہیں) تمہیں (اس میں) داخل ہونا ہے (واردون بمعنی داخلون ہے) اگر یہ (بت) خدا ہوتے (جیسا کہ تمہارا گمان ہے) جہنم میں داخل نہ ہوتے (وردوھا بمعنی دخلوھا ہے) اور ان سب کو (بتوں اور پجاریوں کو) اس میں رہنا ہے وہ (بتوں کے پجاریوں کو) اس میں رینگیں گے اور اس میں نہ سنیں گے (کچھ اس کے سخت جوش مارنے کی

وجہ سے، یہ آیت مبارکہ اس وقت نازل ہوئی جب ابن زبعری نے کہا: حضرت عزیر علیہ السلام، حضرت مسیح علیہ السلام اور فرشتوں کی عبادت کی جاتی ہے یہ حضرات بھی گزشتہ آیت کے مقتضیٰ کے مطابق جہنم میں ہوں گے......۳......) بیشک وہ جن کے لیے ہمارا بھلائی کا وعدہ ہو چکا (اچھے مقام کا وعدہ ہو چکا، مذکورہ حضرات بھی انہی میں سے ہیں) وہ جہنم سے دور رکھے گئے ہیں وہ اس کی بھنک نہ سنیں گے (یعنی اس کی آواز نہ سنیں گے) اور اپنی من مانتی خواہشوں میں (یعنی نعمتوں میں) ہمیشہ رہیں گے انہیں غم میں نہ ڈالے گی وہ سب سے بڑی گھبراہٹ (گھبراہٹ سے مراد جہنم میں ڈالے جانے کا حکم ہے) اور فرشتے ان کی پیشوائی کو آئیں گے (یعنی ان کا استقبال کریں گے ان کے قبروں سے نکلتے وقت وہ ان سے کہیں گے) کہ یہ ہے تمہارا وہ دن جس کا (دنیا میں) تم سے وعدہ تھا (یاد کرو) جس دن (یوم ما قبل فعل اذکر کی وجہ سے محذوف ہے) ہم آسمان کو لپیٹیں گے جیسے سجل ......۴...... فرشتہ نامۂ اعمال کو لپیٹتا ہے (ابن آدم کی موت کے وقت اس کے نامۂ اعمال کو، الکتاب میں لام زائدہ ہے، یا سجل کا معنی نامۂ اعمال ہے اور الکتاب بمعنی مکتوب ہے اور لام بمعنی علی ہے اور ایک قرائت میں الکتاب کی جگہ لکتب جمع کا صیغہ آیا ہے) جیسے پہلے اسے بنایا تھا (عدم سے) ویسے ہی پھر کر دیں گے (اس کو معدوم کردینے کے بعد، کما میں موجود کاف نعیدہ کے متعلق ہے اور اس کی ضمیر کا مرجع اول ہے اور ما مصدریہ ہے) یہ وعدہ ہے ہمارے ذمہ کو (وعدا ما قبل فعل محذوف وعدنا کی وجہ سے محذوف ہے اور یہ ما قبل کلام کے مضمون کی تاکید بیان کر رہا ہے) بیشک ہمیں کرنا ہے (جو وعدہ ہم نے فرمایا ہے) اور بیشک ہم نے ذکر کے بعد کتاب میں لکھ دیا (زبور بمعنی کتاب ہے، یعنی اللہ عزوجل کی نازل کردہ ان کتب میں لکھ دیا، الذکر سے مراد ام الکتب ہے جو اللہ کے پاس ہے) کہ زمین (کہ سرزمین جنت) کے وارث میرے نیک بندے ہوں گے (یہ بات تمام ہی نیک بندوں کے حق میں عام ہے) بیشک یہ قرآن پاک کافی ہے (جنت میں داخلے کے لیے، بلغا بمعنی کفایۃ ہے) عبادت کرنے والوں کو (یعنی اس پر عمل کرنے والوں کو) اور (اے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم) ہم نے تمہیں نہ بھیجا مگر رحمت سارے جہاں کے لیے (یعنی جن وانس کے لیے تمہیں رحمت بنا کر بھیجا......۵......) تم فرماؤ مجھے تو وہی وحی ہوتی ہے کہ تمہارا خدا نہیں مگر ایک اللہ (یعنی مجھے اللہ عزوجل کے معاملے میں اس کی وحدانیت ہی کی وحی کی جاتی ہے) تو کیا تم مسلمان ہوتے ہو (فرمانبردار ہوتے ہو؟ اس وحی کے جو اللہ عزوجل کی وحدانیت کے بارے میں مجھ پر کی جاتی ہے یہاں استفہام بمعنی امر ہے مطلب یہ کہ تم اس وحی کے مطیع و فرمانبردار ہوتے ہو، مسلمون بمعنی منقادون ہے) پھر اگر وہ نہ پھریں (اس سے) تم فرماؤ میں نے تمہیں لڑائی کا اعلان کر دیا (اذنتم بمعنی اعلمتکم بالحرب ہے) برابری پر (یعنی ہم پر اور تم پر اس بات کے علم میں یکساں ہیں کہ معاملہ صلح کس نے توڑا ہے؟) اور میں کیا جانوں کہ پاس ہے یا دور ہے وہ جو تمہیں وعدہ دیا جاتا ہے (یعنی نافرمانو کے لیے عذاب یا قیامت جو کہ عذاب پر مشتمل ہوگی اور اس کا علم تو اللہ عزوجل ہی کو ہے، ان ادری میں ان بمعنی ما نافیہ ہے) بیشک (اللہ عزوجل) جانتا ہے آواز کی بات (اور تمہارے اور دوسروں کے افعال) اور جانتا ہے جو چھپاتے ہو (تم اور دیگر لوگ) اور میں نہیں جانتا شاید وہ (میں نے تمہارے سامنے کیا اور جس کا وقت معلوم نہیں) تمہاری جانچ ہو (فتنۃ آزمائش کو کہتے ہیں، تاکہ دیکھا جائے تمہارے کام کیسے ہیں؟) اور ایک وقت تک برتوانا (یعنی تمہاری عمریں پوری ہونے کے وقت تک، اور یہ قول متاع الی حین، پہلے والے امر کے مقابلے میں ہے جس کی رجاء، لعل کے ذریعے بیان کی گئی ہے اور یہ دوسری بات یعنی متاع الی حین، ترجی کے معنی میں نہیں ہے، آیت مذکورہ میں متاع بمعنی تمتع ہے) نبی عرض کریں گے (ایک قرائت میں قال پڑھا گیا ہے اور دوسری قرائت میں قل پڑھا گیا ہے) اے میرے رب (میں اور مجھے جھٹلانے والوں کے درمیان) حق فیصلہ فرما دے (ان کو عذاب دے کر یا ان کے برخلاف میری مدد فرما کر، پس ان جھٹلانے والوں کو بدر، احد، احزاب اور حنین اور خندق میں عذاب دیا گیا اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی آپ کے دشمن کے مقابلے میں مدد کی گئی) اور ہمارے رب رحمٰن ہی کی مدد ہے ان باتوں پر جو تم بناتے ہو (جیسا کہ تمہارا اللہ عزوجل کی

شان کے بارے میں یہ جھوٹ کہنا کہ اس نے اولاد بنائی ہے اور مجھ کو جادوگر کہہ کر تمہارا مجھ پر جھوٹ باندھنا یا قرآن پر جھوٹ باندھتے ہوئے اسے شعر قرار دینا)۔

﴿ترکیب﴾

﴿فمن يعمل من الصلحت وهو مومن فلا كفران لسعيه وانا له كتبون﴾.

ف: مستانفہ، من: شرطیہ مبتدا، یعمل: فعل وضمیر ذوالحال، و: حالیہ، هو مومن: جملہ اسمیہ حال، ملکر فاعل، من الصلحت: ظرف مستقر "عملا" محذوف کے لیے صفت، ملکر مفعول، ملکر شرط، ف: جزائیہ، لا: نفی جنس، كفران: اسم، لسعيه: ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ اسمیہ ہو کر جزا، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ مستانفہ، و: مستانفہ، انا: حرف مشبہ با اسم، له كاتبون: شبہ جملہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿وحرم على قرية اهلكنها انهم لا يرجعون﴾.

و: مستانفہ، حرم: مصدر با فاعل، على: جار، قرية: موصوف، اهلكنها: جملہ فعلیہ صفت، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر شبہ جملہ ہو کر خبر مقدم، انهم: حرف مشبہ واسم، لا يرجعون: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ مبتدا مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ مستانفہ۔

﴿حتى اذا فتحت ياجوج وماجوج وهم كل حدب ينسلون ۝ واقترب الوعد الحق فاذا هي شاخصة ابصار الذين كفروا يويلنا قد كنا في غفلة من هذا بل كنا ظلمين﴾.

حتى: جار، اذا: ظرفیہ شرطیہ مفعول فیہ مقدم، فتحت: فعل مجہول، ياجوج وماجوج: ذوالحال، و: حالیہ، هم: مبتدا، من كل حدب ينسلون: جملہ فعلیہ خبر، ملکر حال، ملکر نائب الفاعل، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، اقترب: فعل، الوعد الحق: فاعل، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر شرط، ف: جزائیہ، اذا: فجائیہ، هو: مبتدا، شاخصة: اسم فاعل، ابصار: مضاف، الذين كفروا: موصول صلہ ملکر ذوالحال، يويلنا: ندائیہ، قد: تحقیقیہ، كنا: فعل ناقص با اسم، في: جار، غفلة من هذا: شبہ جملہ مجرور، ملکر ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، بل: عاطفہ، كنا ظلمين: جملہ فعلیہ معطوف ملکر مقصود بالندا، ملکر "يقولون" قول محذوف کے لیے مقولہ، ملکر حال، ملکر مضاف الیہ، ملکر فاعل "شاخصة" اپنے فاعل سے ملکر شبہ جملہ ہو کر خبر، ملکر جزا، ملکر جملہ شرطیہ ہو کر مجرور، اپنے "حتى" جار سے ملکر ماقبل "حرام على قرية" میں "حرام" کے لیے ظرف لغو واقع ہے۔

﴿انكم وما تعبدون من دون الله حصب جهنم انتم لها وردون﴾.

ان: حرف مشبہ، كم: معطوف علیہ، و: عاطفہ، ما تعبدون من دون الله: موصول صلہ، ملکر معطوف، ملکر اسم، حصب: مضاف، جهنم: ذوالحال، انتم لها وردون: جملہ اسمیہ حال، ملکر مضاف الیہ، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿لو كان هؤلاء الهة ما وردوها وكل فيها خلدون﴾.

لو: شرطیہ، كان هؤلاء الهة: فعل ناقص واسم وخبر، ملکر جملہ فعلیہ ہو کر شرط، ما وردوها: فعل نفی با فاعل ومفعول، ملکر جواب شرط، ملکر جملہ شرطیہ، و: مستانفہ، كل: مبتدا، فيها خلدون: شبہ جملہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ مستانفہ۔

﴿لهم فيها زفير وهم فيها لا يسمعون﴾.

لهم: ظرف مستقر خبر مقدم، فيها: ظرف مستقر حال مقدم، زفير: ذوالحال، ملکر مبتدا مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، هم: مبتدا، فيها لا يسمعون: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ان الذين سبقت لهم منا الحسنى اولئك عنها مبعدون﴾.

ان: حرف مشبہ، الذین: موصول، سبقت لھم : فعل وظرف لغو، منا: ظرف مستقر حال مقدم، الحسنٰی : ذوالحال، ملکر فاعل، ملکر صلہ، ملکر اسم، اولئک عنھا مبعدون: جملہ اسمیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿لا یسمعون حسیسھا وھم فی ما اشتھت انفسھم خلدون﴾.

لا یسمعون حسیسھا: جملہ فعلیہ ماقبل "مبعدون" سے بدل واقع ہے، و: مستانفہ، ھم : مبتدا، فی : جار، ما: موصول، اشتھت انفسھم : جملہ فعلیہ ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو مقدم، خلدون: اسم فاعل بافاعل ملکر شبہ جملہ ہوکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ مستانفہ .

﴿لا یحزنھم الفزع الاکبر وتتلقھم الملئکۃ ھذا یومکم الذی کنتم توعدون﴾.

لا یحزنھم: فعل نفی ومفعول، الفزع الاکبر: فاعل، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، تتلقھم: فعل ومفعول، الملئکۃ: ذوالحال، ھذا: مبتدا، یومکم : موصوف، الذی کنتم توعدون : موصول صلہ ملکر صفت، ملکر خبر، ملکر قول محذوف "قائلین" کے لیے مقولہ، ملکر حال، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿یوم نطوی السماء کطی السجل للکتب﴾.

یوم: مضاف، نطوی السماء: فعل بافاعل ومفعول، ک : جار، طی: مصدر مضاف بافاعل، السجل : مضاف الیہ مفعول، للکتب: ظرف لغو، ملکر شبہ جملہ ہوکر مجرور، ملکر ظرف مستقر "طی" مصدر محذوف کے لیے صفت، ملکر مفعول مطلق، ملکر مضاف الیہ، ملکر "اذکر" فعل محذوف کے لیے مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿کما بدأنا اول خلق نعیدہ وعدا علینا انا کنا فعلین﴾ .

ک: جار، ما: مصدریہ، بدانا : فعل بافاعل ومفعول اول، خلق : مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ بتاویل مصدر مجرور، ملکر ظرف مستقر "اعادۃ" مصدر محذوف کے لیے صفت، ملکر مفعول مطلق مقدم، نعیدہ : فعل بافاعل ومفعول، ملکر جملہ فعلیہ، وعدا علینا: شبہ جملہ " وعدنا" فعل محذوف مفعول مطلق، ملکر جملہ فعلیہ، انا: حرف مشبہ بااسم، کنا فعلین : جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ولقد کتبنا فی الزبور من بعد الذکر ان الارض یرثھا عبادی الصلحون﴾.

و: مستانفہ، لام: قسمیہ تاکیدیہ، قد: تحقیقیہ، کتبنا: فعل بافاعل، فی : جار، الزبور: ذوالحال، من بعد الذکر: ظرف مستقر حال، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ان الارض :حرف مشبہ واسم، یرثھا: فعل ومفعول، عبادی: موصوف، الصلحون :صفت، ملکر فاعل، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ مفعول، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر قسم محذوف "نقسم" کے لیے جواب قسم، ملکر جملہ قسمیہ۔

﴿ان فی ھذا لبلغا لقوم عبدین ○ وما ارسلنک الا رحمۃ للعلمین﴾.

ان : حرف مشبہ، فی ھذا: ظرف مستقر خبر مقدم، لام :تاکیدیہ، بلغا: موصوف، لقوم عبدین : ظرف مستقر صفت، ملکر اسم مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، ما ارسلنک: فعل نفی بافاعل ومفعول، الا: اداۃ حصر، رحمۃ للعلمین :مرکب توصیفی مفعول لہ، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿قل انما یوحی الی انما الھکم الہ واحد فھل انتم مسلمون﴾.

قل: قول، انما: حرف مشبہ وماکافہ، یوحی الی: فعل مجہول وظرف لغو، انما: حرف مشبہ وماکافہ، الھکم : مبتدا، الہ واحد: خبر، ملکر جملہ اسمیہ نائب الفاعل، ملکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ، ف: فصیحہ، ھل: استفہامیہ، انتم مسلمون: جملہ اسمیہ ہوکر شرط محذوف "ان علمتم ھذا" کے لیے جزا، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿فان تولوا فقل آذنتکم علی سواء﴾.

ف: مستانفہ، ان: شرطیہ، تولوا: جملہ فعلیہ شرط، ف: جزائیہ، قل: قول، اذنت: فعل وضمیر ذوالحال، علی سواء: ظرف مستقر حال، ملکر فاعل، کم: مفعول، ملکر مقولہ، ملکر جواب شرط، ملکر جملہ شرطیہ مستانفہ۔

﴿وان ادری اقریب ام بعید ما توعدون﴾۔

و: حالیہ، ان: نافیہ، ادری: فعل بافاعل، ھمزہ: حرف استفہامیہ، قریب: معطوف علیہ، ام: عاطفہ، بعید: معطوف، ملکر خبر مقدم، ما: موصول، توعدون: صلہ، ملکر مبتدا مؤخر، ملکر مفعول، ملکر ماقبل "اذنت" کے فاعل سے حال واقع ہے۔

﴿انہ یعلم الجھر من القول ویعلم ما تکتمون﴾۔

ان: حرف مشبہ واسم، یعلم: فعل بافاعل، الجھر: ذوالحال، من القول: ظرف مستقر حال، ملکر مفعول، ملکر معطوف علیہ، و: عاطفہ، یعلم ما تکتمون: معطوف، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿وان ادری لعلہ فتنۃ لکم ومتاع الی حین﴾۔

و: عاطفہ، ان: نافیہ، ادری: فعل بافاعل، لعلہ: حرف مشبہ واسم، فتنۃ: موصوف، لکم: ظرف مستقر صفت، ملکر معطوف علیہ، و: عاطفہ، متاع: موصوف، الی حین: ظرف مستقر صفت، ملکر معطوف، ملکر خبر، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿قال رب احکم بالحق وربنا الرحمن المستعان علی ما تصفون﴾۔

قال: قول، رب: نداء، احکم: فعل دعا، امر "انت" ضمیر ذوالحال، بالحق: ظرف مستقر حال، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ مقصود بالنداء، ملکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ، و: مستانفہ، ربنا: مبتداء، الرحمن: خبر اول، المستعان علی ما تصفون: شبہ جملہ خبر ثانی، ملکر جملہ اسمیہ مستانفہ۔

﴿شانِ نزول﴾

☆......ان الذین سبقت لھم ......☆ رسول کریم ﷺ ایک روز کعبہ معظمہ میں داخل ہوئے، اس وقت قریش کے سردار حطیم میں موجود تھے اور کعبہ شریف کے گرد تین سو ساٹھ بت تھے، نضر بن حارث سید عالم ﷺ کے سامنے آیا اور آپ سے کلام کرنے لگا، حضور ﷺ نے اس کو جواب دے کر ساکت کر دیا اور یہ آیت تلاوت فرمائی ﴿انکم وما تعبدون من دون اللہ حصب جھنم یعنی تم اور جو کچھ اللہ کے سوا پوجتے ہو جہنم کا ایندھن ہیں﴾، یہ فرما کر سید عالم ﷺ تشریف لے گئے، پھر عبداللہ بن زبعری سہمی آیا، اس کو ولید بن مغیرہ نے اس گفتگو کی خبر دی، کہنے لگا کہ خدا کی قسم میں ہوتا تو ان سے مباحثہ کرتا، اس پر لوگوں نے رسول کریم ﷺ کو بلایا، ابن زبعری کہنے لگا کہ آپ نے یہ فرمایا ہے کہ تم اور جو کچھ اللہ کے سوا پوجتے ہو سب جہنم کا ایندھن ہیں، سید عالم ﷺ نے فرمایا ہاں، کہنے لگا کہ یہود عزیر کو اور نصاریٰ حضرت مسیح کو پوجتے ہیں اور بنی ملیح فرشتوں کو پوجتے ہیں، اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور بیان فرما دیا گیا کہ حضرت عزیر اور مسیح اور فرشتے وہ ہیں جن کے لئے بھلائی کا وعدہ ہو چکا ہے اور وہ جہنم سے دور رکھے گئے ہیں۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

اعمال کی قبولیت کے لیے ایمان شرط ہے:

۱......عمل جوارح یعنی اعضاء کے اعمال داخل ایمان نہیں، البتہ بعض اعمال جو قطعاً منافی ایمان ہوں، ان کے مرتکب کو کافر کہا جائے گا، جیسے بت، یا چاند، سورج کو سجدہ کرنا، اور قتل نبی یا نبی کی توہین یا مصحف شریف یا کعبہ معظمہ کی توہین اور کسی سنت کو ہلکا بتانا، یہ باتیں یقیناً کفر ہیں۔ یوہیں بعض اعمال کفر کی علامت ہیں، جیسے زُنّار (وہ دھاگا یا ڈوری جو ہندو گلے سے بغل کے نیچے تک ڈالتے ہیں،

اور عیسائی، مجوسی اور یہودی کمر میں باندھتے ہیں)، سر پر چوٹیا (وہ چند بال جو بچے کے سر پر منت مان کر ہندو رکھ لیتے ہیں) رکھنا، قشقہ لگانا (پیشانی پر صندل یا زعفران کے دو نشانات، ٹیکا، تلک جو ہندو ماتھے پر لگاتے ہیں)، ایسے افعال کے مرتکب کو فقہائے کرام کافر کہتے ہیں۔ تو جب ان اعمال سے کفر لازم آتا ہے تو ان کے مرتکب کو از سر نو اسلام لانے اور اس کے بعد اپنی عورت سے تجدید نکاح کا حکم دیا جائے گا۔ (بھارشریعت مخرجہ، ایمان و کفر کا بیان، حصہ اول، ج۱، ص ۱۷۵ وغیرہ) معلوم ہوا فقط اعمال کرتے رہیں اور ایمانیات کی فکر نہ کریں، ایسے افعال بجالائیں جس سے ایمان ہی چلا جائے اور اپنے زعم فاسد میں ہم مسلمان ہیں، مسجد جاتے ہیں لیکن جانا جائز نہ رہا کہ ایمان جاچکا ہے لہذا پہلی فکر ایمان کی ہونی چاہیے اس کے بعد اعمال کی باری ہوتی ہے۔ ﴿لتؤمنوا باللہ ورسولہ وتعزروہ وتوقروہ وتسبحوہ بکرۃ واصیلا تا کہ اے لوگوں تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور رسول کی تعظیم وتوقیر کرو اور صبح وشام اللہ کی پاکی بولو (الفتح: ۹)﴾ اس آیت میں ایک اور چیز بھی بیان ہوئی کہ ایمان کے بعد تعظیم وتوقیر کا نمبر ہے اس کے بعد عبادات کی باری آتی ہے یعنی پہلے ایمان کے تقاضوں کو مکمل کیا جائے، پھر نبی کی تعظیم وتوقیر کی جائے اور اس کے بعد اللہ کی صبح وشام عبادت بجالائی جائے۔

یأجوج مأجوج کا بیان:

۲...... مسلمانوں کے کوہ طور پر جانے کے بعد یأجوج مأجوج کا خروج ہوگا، یہ اس قدر کثیر ہونگے کہ ان کی پہلی جماعت بُحَیْرَہْ طَبَرِیَّہ پر (جس کا طول دس میل ہوگا) جب گزرے گی تو اس کا پانی پی کر اس طرح سکھا دے گی کہ دوسری جماعت بعد والی جب آئے گی تو کہے گی: کہ یہاں کبھی پانی تھا!۔ پھر جب دنیا میں فساد وقتل وغارت گری سے فرصت پائیں گے تو کہیں گے کہ زمین والوں کو تو قتل کردیا، آؤ اب آسمان والوں کو قتل کریں، یہ کہہ کر اپنے تیر آسمان کی طرف پھینکیں گے، خدا کی قدرت کہ ان کے تیر اوپر سے خون آلودہ گریں گے۔ یہ اپنی انہیں حرکتوں میں مشغول ہونگے اور وہاں پہاڑ پر حضرت عیسی علیہ السلام مع اپنے ساتھیوں کے محصور ہونگے، یہاں تک کہ ان کے نزدیک گائے کے سر کی وہ وقعت ہوگی جو آج تمہارے نزدیک سو اشرفیوں کی نہیں، اس وقت حضرت عیسی علیہ السلام مع اپنے ہمراہیوں کے دعا فرمائیں گے، اللہ عزوجل ان کی گردنوں میں ایک قسم کے کیڑے پیدا کردے گا کہ ایک دم میں وہ سب کے سب مرجائیں گے، ان کے مرنے کے بعد حضرت عیسی علیہ السلام پہاڑ سے اتریں گے، دیکھیں گے کہ تمام زمین ان کی لاشوں اور بدبو سے بھری پڑی ہے، ایک بالشت بھی زمین خالی نہیں۔ اس وقت حضرت عیسی علیہ السلام مع ہمراہیوں کے پھر دعا کریں گے، اللہ عزوجل ایک قسم کے پرند بھیجے گا کہ وہ ان کی لاشوں کو جہاں اللہ عزوجل چاہے گا پھینک آئیں گے، اور ان کے تیر وکمان وترکش کو مسلمان سات برس تک جلائیں گے، پھر اس کے بعد بارش ہوگی کہ زمین کو ہموار کرچھوڑے گی اور زمین کو حکم ہوگا کہ اپنے پھلوں کو اگا اور اپنی برکت اُگل دے اور آسمان کو حکم ہوگا کہ اپنی برکتیں اُنڈیل دے تو یہ حالت ہوگی کہ ایک انار کو ایک جماعت کھائے گی اور اُس کے چھلکے کے سایہ میں دس آدمی بیٹھیں گے اور دودھ میں یہ برکت ہوگی کہ ایک اونٹنی کا دودھ، جماعت کو کافی ہوگا اور ایک گائے کا دودھ قبیلہ بھر کو اور ایک بکری کا خاندان بھر کو کافی ہوگا۔ (بھارشریعت مخرجہ، یأجوج مأجوج کا خروج، حصہ اول، ج۱، ص ۱۲۴ وغیرہ)

حضرت عیسی علیہ السلام وعزیر علیہ السلام کے دوزخ میں جانے والے اعتراض کا جواب:

۳...... جب یہ آیت نازل ہوئی تو کفار قریش پر بہت دشوار گزری، انہوں نے کہا: ہمارے خداؤں کو بُرا کہا ہے، وہ ابنَ

الزبعری کے پاس گئے اور اس کو یہ واقعہ سنایا۔اس نے کہا کہ اگر میں ان کے پاس ہوتا تو ان کا رد کرتا، کفار نے کہا کہ تم کیا کہتے؟ اس نے کہا کہ میں یہ کہتا کہ نصاری مسیح کی اور یہود عزیر علیہ السلام کی عبادت کرتے ہیں، اس لیے سے یہ بھی آیت کے عموم میں داخل ہو کر دوزخ کا ایندھن بنیں گے۔ قریش کے اس اعتراض سے کفار مکہ بہت خوش ہوئے اور انہوں نے سمجھا کہ اب محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو دلیل سے مغلوب کردیں گے۔ان کا یہ اعتراض لغو تھا کیونکہ عربی زبان میں ''مـــا'' غیر ذوی العقول کے لئے آتا ہے اور حضرت عیسی علیہ السلام و عزیر علیہ السلام ذوی العقول ہیں۔لہذا آیت ان پر نہیں چسپاں ہو سکتی۔اللہ عزوجل نے ان کے اعتراض کا جواب یوں دیا: ﴿ان الذین سبقت لهم منا الحسنى اولئک عنها مبعدون(الانبیاء:۱۰۱)﴾۔

السجل سے کیا مراد ہے؟

۴.....ابن عباس کہتے ہیں: السجل کے معنی صحیفہ ہے اور الطی کے معنی نشر و اشاعت کی ضد یعنی لکھا ہوا رکھ دینا ہے، ایک قول یہ کیا گیا کہ السجل فرشتے کا نام ہے جو بندوں کے اعمال لکھتا ہے جو اللہ عزوجل کی جانب بلند کئے جاتے ہیں۔یعنی جس طرح آسمان کو بلند کیا گیا ہے اسی طرح اعمال اللہ عزوجل کی جانب بلند کیے جاتے ہیں۔ (الخازن، ج۳، ص ۲۴۵)

رحمة اللعالمین کا مفہوم:

۵.....صدر الافاضل فرماتے ہیں: کوئی ہو جن ہو یا انس، مومن ہو یا کافر، سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سب کے لئے رحمت ہیں۔حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ حضور کا رحمت ہونا عام ہے، ایمان والوں کے لئے بھی اور اس کے لئے بھی جو ایمان نہ لایا، مومن کے لئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا و آخرت دونوں میں رحمت ہیں اور جو ایمان نہ لایا اس کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں رحمت ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بدولت تاخیر عذاب ہوئی اور دھنسنے، چہرے مسخ ہونے وغیرہ کے عذاب سے بچ گئے۔روح البیان میں ہے کہ ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں بھیجا مگر رحمت مطلقہ، تامہ، کاملہ، عامہ، شاملہ، جامعہ محیطہ، بر جمیع مقیدات رحمت غیبیہ و شہادت علمیہ و عینیہ و وجودیہ و شہودیہ و سابقہ و لاحقہ وغیر ذلک، تمام جہانوں کے لئے عالم ارواح ہوں یا عالم اجسام، ذوی العقول ہوں یا غیر ذوی العقول اور جو تمام عالموں کے لئے رحمت ہو لازم ہے کہ وہ تمام جہاں سے افضل ہو۔ (خزائن العرفان، حاشیه نمبر ۱۸۹)۔

☆......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے آکر اپنے قرض کا سختی سے تقاضا کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب نے اس کو ڈانٹنے یا مارنے کا قصد کیا، آپ نے فرمایا: اس کو چھوڑ دو کیونکہ جس کا حق ہوتا ہے، اس کو بات کرنے کی گنجائش ہوتی ہے۔
(صحيح البخاري، كتاب الاستقراض، باب:لصاحب الحق مقال، رقم: ۲۴۰۱، ص۳۸۵)

☆......حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب کبھی نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی چیز کا سوال کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی ''نہ'' نہیں کہا۔
(صحيح البخاري، كتاب الادب ،باب:حسن الخلق ، رقم:۶۰۳۴،ص۱۰۵۴)

☆......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا گیا کہ مشرکین کے خلاف دعا کیجئے، تو ارشاد فرمایا: ''مجھے لعنت کرنے والا نہیں بلکہ رحمت بنا کر بھیجا گیا ہے'' (صحيح مسلم، كتاب البر والصلة، باب:موارأة ما يتقى ، رقم:۶۵۰۸/ ۲۵۹۹،ص۱۲۸۲)

☆......حضرت عائشہ بیان کرتی ہیں کہ ایک دفعہ سید عالم ﷺ آدھی رات کو باہر آئے اور مسجد میں نماز پڑھی، لوگوں نے بھی آپ کے ساتھ نماز پڑھی پھر لوگوں نے ایک دوسرے سے اس کا ذکر کیا، پھر دوسری رات اس سے بہت زیادہ لوگ جمع ہو گئے، پھر صبح انہوں نے دوسرے لوگوں کو بتایا، پھر تیسری رات کو مسجد میں بہت زیادہ لوگ جمع ہو گئے، پھر رسول اللہ ﷺ باہر آئے اور آپ ﷺ نے نماز پڑھی، چوتھی رات کو اتنے زیادہ لوگ جمع ہوئے کہ مسجد تنگ پڑ گئی حتی کہ آپ ﷺ صبح کی نماز پڑھانے کے لئے آئے، جب آپ ﷺ نے صبح کی نماز پڑھا دی تو آپ ﷺ لوگوں کی جانب متوجہ ہوئے اور کلمہ شہادت پڑھا، پھر فرمایا: ''مجھ پر تمہارا اشتیاق مخفی نہیں، لیکن مجھے یہ خوف تھا کہ تم پر یہ نماز فرض کر دی جائے پھر تم اس کو پڑھنے سے عاجز ہو جاؤ گے''، پھر رسول اللہ ﷺ کی وفات ہو گئی اور لوگوں کا عمل اسی طرح رہا۔ (صحيح البخاري، كتاب الصلوة، باب: فضل من قام رمضان، رقم: ۲۰۱۲، ص ۳۲۲)

☆......حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نبی پاک ﷺ کے ساتھ ایک سفر میں تھے ہمارا ایک درخت کے پاس سے گزر ہوا، اس میں سرخ پرندہ کے دو چوزے تھے، ہم نے وہ اٹھالئے، وہ سرخ پرندہ آکر نبی پاک ﷺ سے عرض کرنے لگا، آپ ﷺ نے فرمایا: ''ان کو واپس کر دو، سو ہم نے ان کو واپس کر دیا''۔ (سنن ابو داؤد، كتاب الجهاد، باب: كراهة حرق العدو بالنار، رقم: ۲۶۷۵، ص ۵۰۰)

☆......حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سید عالم ﷺ جمعہ کہ دن ایک درخت یا کھجور کے تنے کے ساتھ ٹیک لگا کر خطبہ دیا کرتے تھے، انصار کی کسی عورت یا مرد نے کہا کہ یارسول اللہ! کیا ہم آپ ﷺ کے لئے منبر نہ بنادیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اگر تم چاہو! انہوں نے منبر بنا دیا جب جمعہ کا دن آیا تو آپ ﷺ منبر کی طرف گئے تو وہ کھجور کا تنا بچے کی طرح زور زور سے رونے لگا، نبی پاک ﷺ نے منبر سے اُتر کر اس کو اپنے سینے سے چمٹا لیا تو وہ سسکیاں لینے لگا پھر وہ پرسکون ہو گیا۔ (صحيح البخاري، كتاب المناقب، باب: علامات النبوة، رقم: ۳۵۸٤، ص ۶۰۲)

اغراض :الی الدنیا: دوبارہ دنیا میں آکر زندگی گزارنے اور کسب کرنے کے حوالے سے، ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے کہ دوبارہ دنیا میں آکر ایمان لانا ناممکن ہے، ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے کہ ان کی شقاوت کی وجہ سے ایمان لانا ناممکن ہے۔ اللہ نے فرمایا ﴿ولو ردوا لعادوا لما نهوا عنه﴾۔ ذلک قرب القیامۃ: نزول عیسی اور دجال کی ہلاکت کے بعد، مزید حاشیہ نمبر۲ کا مطالعہ کیجئے۔ من الاوثان: بتوں کا خاص ذکر کر کے کفار کے معبودان معظم ہونے کو ذکر کر دیا، اگرچہ سورج، چاند و دیگر معبودان باطل (اور پوجنے والوں) کا حال جہنم ہے۔ونزل لما قال ابن الزبعری: شان نزول دیکھ لیں۔ ومنهم من ذکر : یعنی حضرت عزیر، عیسی اور فرشتے، مطلب یہ ہے کہ ان میں سے ہر ایک بھلائی پر سبقت لے جا چکا ہے، بندہ ہو یا فرشتہ، پس وہ آگ سے دور ہونگے۔ عند خروجهم من القبور: جنتیوں کو قبر سے نکالے جانے پر خوشخبری اور سرور کے ذریعے استقبال کیا جائے گا، ایک قول کے مطابق ان کا جنت کے دروازوں پر استقبال کیا جائے گا، اور دونوں حالتوں میں استقبال کرنے پر کوئی امر مانع نہیں ہے۔ بعد اعدامه: یہ دو اقوال میں سے ایک ہے، جب کہ دوسرا قول یہ ہے کہ اعادہ جسم کے اجزاء کے متفرق ہونے کے بعد ہوگا۔ عام فی کل صالح: مراد یہ ہے کہ اس امت یا اس کے علاوہ امتیں، مراد ایمان پر موت ہونا ہے، مومنین جنت کے وارث ہونگے، اور اس کی نعمتوں پر انعام پائیں گے، میراث سے مراد وہ بادشاہ ہے جو بغیر کسی کسب کے منصب پا لیتا ہے، اور جو کفر پر مرے اس کے لیے جنت نہیں۔ الانس و الجن: نیک ہوں یا بد، مومن ہوں یا کافر، سید عالم ﷺ کی رحمت کی برکت سے دھنسنے، مسخ ہونے یا عذاب وغیرہ اٹھا لئے جاتے ہیں، بعض وہ بھی ہیں جنہیں رحمت سے حصہ ایمان لانے کی صورت میں ملتا ہے، ایمان والوں کے دنیا و آخرت دونوں میں اور کافروں کے لیے فقط دنیا میں رحمت ہوتی ہے۔ (الصاوی، ج٤، ص۱۱۹ وغیرہ)

صلوا على الحبيب: صلى الله على محمد

سورۃ الحج مکیۃ الا و من الناس من یعبد اللہ ۱۱، ۱۲، الاٰیتین

(سورہ الحج مکی ہے سوائے "ومن الناس من یعبداللہ" ۱۱، ۱۲، اور "ھذان خصمن" سے چار آیتیں یا ۱۹ تا ۲۴)

تعارف

اس سورہ میں ۱۰ رکوع، ۷۸ آیتیں، ۱۲۹۱ کلمات اور ۵۰۷۵ حروف ہیں، اس سورہ میں کفار کو خواب غفلت سے بیدار کرنے کے لئے قیامت کی ہولناکیوں کا بیان کیا گیا ہے، اور انہیں سمجھایا گیا ہے کہ اس سے پیشتر کہ وہ فیصلہ کن گھڑی آجائے تم چشم ہوش ہو کر دعوت حق قبول کرلو۔ مسلمان تیرہ چودہ سال تک کفار کی بے پناہ اذیتوں کا شکار رہے، لیکن اب مسلمانوں کو اپنی حفاظت کے لئے قوت استعمال کرنے کی اجازت دی جارہی ہے اور انہیں یقین دلایا جارہا ہے کہ اللہ کی تائید و نصرت ان کے شامل حال ہوگی، اس لئے وہ ظاہری وسائل کی کمی سے پریشان نہ ہوں اور اللہ ﷻ کی تائید و نصرت پر مکمل بھروسہ رکھیں۔ اس ضمن میں دنیا کی مختلف قوموں میں طاقت کا توازن برقرار رکھنے کا ازلی قانون اور اس کی حکمت بھی بیان کردی گئی کہ اگر ساری قوت اور وسائل کسی ایک قوم کے قبضہ میں آجائیں تو دنیا کا امن و سکون درہم برہم ہوجائے، کمزور قوموں کی جان، مال، عزت و آبرو سب ملیامیٹ ہوجائے اس لئے قدرت کا یہ اٹل اصول ہے کہ وہ اقوام عالم میں طاقت کا توازن برقرار رکھتی ہے۔ جابجا توحید کے دلائل اور بتوں کی بے بسی کا ذکر بھی کردیا تاکہ جو لوگ انہیں خدا سمجھ بیٹھے ہیں انہیں ان کی بے بسی کا علم ہوجائے۔ مومنین کو بکھرنے اور ٹوٹنے سے بچانے کے لئے، بظاہر دشمنان اسلام کے مالدار ہونے اور خود مسلمانوں کے وسائل کم ہونے پر ہمت بندھانے کی غرض سے "ھو مولکم فنعم المولی ونعم النصیر یعنی اللہ تمہارا مولی ہے اور کیا اچھا کارساز اور اچھا مددگار ہے" فرما کر ہمتیں بلند کردیں۔

رکوع نمبر: ۸

بسم اللہ الرحمن الرحیم اللہ کے نام سے شروع جو بڑا مہربان رحم والا

﴿یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ ﴾اَی اَھلَ مکۃَ وغیرُھم ﴿اتَّقُوْا رَبَّکُمْ ج ﴾اَی عِقابَہٗ بِاَنْ یُطیعوہُ ﴿اِنَّ زَلْزَلَۃَ السَّاعَۃِ ﴾اَی الحَرکَۃَ الشَدیدۃِ لِلارضِ التی یَکونُ بَعدَھا طُلوعُ شمسٍ مِنْ مَغربِھا الذِیْ ھُو قُربُ الساعَۃِ﴿شَیْءٌ عَظِیْمٌ۱ ﴾فِی اِزعاجِ الناسِ ھُوَ نوعٌ مِنَ العِقابِ ﴿یَوْمَ تَرَوْنَھَا تَذْھَلُ ﴾بِسَبَبِھا ﴿کُلُّ مُرْضِعَۃٍ ﴾بِالفِعلِ ﴿عَمَّآ اَرْضَعَتْ ﴾اَی تَنساہُ ﴿وَتَضَعُ کُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ ﴾اَی حُبلٰی ﴿حَمْلَھَا وَتَرَی النَّاسَ سُکٰرٰی ﴾مِنْ شِدَّۃِ الْخوفِ ﴿وَمَا ھُمْ بِسُکٰرٰی ﴾مِنَ الشَّرابِ ﴿وَلٰکِنَّ عَذَابَ اللّٰہِ شَدِیْدٌ۲ ﴾فَھُم یَخافُونَہٗ وَنَزَلَ فِی النَّضِیرِ بْنِ الحارِثِ وجَماعۃٍ ﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یُّجَادِلُ فِی اللّٰہِ بِغَیْرِ عِلْمٍ ﴾قَالُوا المَلٰئِکۃُ بَناتُ اللہ والقرانُ اَساطیرُ الاوّلینَ وانکروا البعثَ واحیاءَ من صارَ تُراباً ﴿وَّیَتَّبِعُ ﴾فی جدالہ ﴿کُلَّ شَیْطٰنٍ مَّرِیْدٍ۳ ﴾اَی مُتَمَرِّدٍ ﴿کُتِبَ عَلَیْہِ ﴾قُضِی علی الشیطانِ ﴿اَنَّہٗ مَنْ تَوَلَّاہُ ﴾اَی اتَّبعَہٗ ﴿فَاَنَّہٗ یُضِلُّہٗ وَیَھْدِیْہِ ﴾یَدعُوہُ ﴿اِلٰی عَذَابِ السَّعِیْرِ۴ ﴾اَی النارِ ﴿یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ ﴾اَی اَھلَ مَکَّۃَ ﴿اِنْ کُنْتُمْ فِیْ رَیْبٍ ﴾شکٍّ ﴿مِّنَ الْبَعْثِ فَاِنَّا خَلَقْنٰکُمْ ﴾اَی اَصلَکُم آدَمَ ﴿مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ ﴾خَلَقنا ذُرِّیَّتَہٗ ﴿مِنْ نُّطْفَۃٍ ﴾مَنِیٍّ ﴿ثُمَّ مِنْ عَلَقَۃٍ ﴾وَھِیَ الدَّمُ الجَامِدُ ﴿ثُمَّ مِنْ مُّضْغَۃٍ ﴾وَھِیَ لَحْمَۃٌ قَدرَ ما یُمضَغُ ﴿مُّخَلَّقَۃٍ ﴾مُصَوَّرَۃٍ تامۃِ الخَلقِ ﴿وَّغَیْرِ

مُخَلَّقَةٍ ﴾اَی غَیر تامۃِ الخَلقِ﴿لِّنُبَیِّنَ لَکُمْ ط﴾ کَمالَ قُدرتِنا لِتستدِلُّوا بِھا فی اِبتِداءِ الخَلقِ علی اِعادَتِہ﴿وَنُقِرُّ ﴾مُستَانِفٌ﴿فِی الْاَرْحَامِ مَا نَشَآءُ اِلٰٓی اَجَلٍ مُّسَمًّی ﴾وَقتَ خُروجِہ﴿ثُمَّ نُخْرِجُکُمْ ﴾مِن بُطُونِ اُمَّھاتِکُمْ﴿طِفْلًا ﴾بِمَعنی اَطفالا ﴿ثُمَّ ﴾نُعَمِّرُکُمْ﴿لِتَبْلُغُوْٓا اَشُدَّکُمْ ج﴾اَیِ الکَمالَ والقُوَّۃَ وھوَ ما بَینَ الثَّلاثِینَ الی الاربَعینَ سَنَۃً﴿وَمِنْکُمْ مَّنْ یُّتَوَفّٰی ﴾یَموتُ قَبلَ بُلوغِ الاَشُدِّ﴿وَمِنْکُمْ مَّنْ یُّرَدُّ اِلٰٓی اَرْذَلِ الْعُمُرِ ﴾اَخَسِّہٖ مِنَ الھَرمِ والخَرفِ﴿لِکَیْلَا یَعْلَمَ مِنْۢ بَعْدِ عِلْمٍ شَیْئًا ط﴾قَال عِکرِمَۃُ مَنْ قَرَأَ القُرانَ لَم یَصِر بِھٰذِہِ الحالَۃِ﴿وَتَرَی الْاَرْضَ ھَامِدَۃً ﴾یَابِسَۃً﴿فَاِذَآ اَنْزَلْنَا عَلَیْھَا الْمَآءَ اھْتَزَّتْ ﴾تَحَرَّکَتْ﴿وَرَبَتْ ﴾اِرْتَفَعَتْ وَزادَتْ﴿وَاَنْۢبَتَتْ مِنْ ﴾مِنْ زَائِدَۃٌ﴿کُلِّ زَوْجٍۭ ﴾صِنفٍ﴿بَھِیْجٍ (۵)﴾حَسَنٍ﴿ذٰلِکَ ﴾المَذکورُ مِن بَدَاءَ خَلقِ الاِنسانِ الی آخِرِ اِحْیاءِ الارضِ﴿بِاَنَّ ﴾بِسَبَبِ اَنَّ﴿اللّٰہَ ھُوَ الْحَقُّ ﴾الثَّابِتُ الدَّائِمُ﴿وَاَنَّہٗ یُحْیِ الْمَوْتٰی وَاَنَّہٗ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ (۶) وَّاَنَّ السَّاعَۃَ اٰتِیَۃٌ لَّا رَیْبَ ﴾شَکَّ﴿فِیْھَا لا وَاَنَّ اللّٰہَ یَبْعَثُ مَنْ فِی الْقُبُوْرِ (۷)﴾وَنَزَلَ فِی اَبِی جَھلٍ﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یُّجَادِلُ فِی اللّٰہِ بِغَیْرِ عِلْمٍ وَّلَا ھُدًی وَّلَا کِتٰبٍ مُّنِیْرٍ (۸)﴾لَہٗ نورٌ معہٗ﴿ثَانِیَ عِطْفِہٖ ﴾حالٌ اَی لَاوِیَ عُنُقَہٗ تَکَبُّرًا عَنِ الْاِیمانِ والعِطفُ الجَانِبُ عَنْ یَمینٍ او شِمالٍ﴿لِیُضِلَّ ﴾بِفَتحِ الیاءِ وَضَمِّھَا﴿عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ ط﴾دِینِہٖ﴿لَہٗ فِی الدُّنْیَا خِزْیٌ ﴾عَذَابٌ فَقُتِلَ یَومَ بَدرٍ﴿وَّنُذِیْقُہٗ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ عَذَابَ الْحَرِیْقِ (۹)﴾اَیِ الْاِحراقِ بِالنَّارِ وَیُقالُ لَہٗ﴿ذٰلِکَ بِمَا قَدَّمَتْ یَدٰکَ ﴾اَی قَدَّمْتَہٗ عُبِّرَ عنہُ دُونَ غَیرِھما لِاَنَّ اَکثَرَ الاَفعالِ تُزَاوِلُ بِھِما ﴿وَاَنَّ اللّٰہَ لَیْسَ بِظَلَّامٍ ﴾اَی بِذِی ظُلمٍ ﴿لِّلْعَبِیْدِ (۱۰)﴾فَیُعَذِّبُھم بِغَیرِ ذنبٍ

﴿ترجمہ﴾

اے لوگوں (اہل مکہ وغیرہ) اپنے رب سے ڈرو (یعنی اس کے عذاب سے اس طرح کہ اس کی فرمانبرداری اختیار کرو) بیشک قیامت کا زلزلہ (پوری زمین کا حرکت کرنا جو کہ سورج کے مغرب میں طلوع ہونے سے ہوگا اور سورج کا مغرب سے طلوع ہونا قرب قیامت میں ہوگا......۱......) بڑی سخت چیز ہے (کہ لوگ گھبراہٹ میں ہوں، اور یہ ایک طرح کا عذاب ہوگا) جس دن تم اسے دیکھو گے (اس کے سبب) ہر دودھ پلانے والی اپنے دودھ پیتے کو بھول جائے گی (مرضعۃ سے مراد دودھ پلانے میں مشغول عورت ہے، تذھل بمعنی تنسی ہے) اور ہر گابھنی ایک گابھ ڈال دے گی (ذات حمل حاملہ کو کہتے ہیں) اور تو (خوف کی شدت کی وجہ سے) لوگوں کو دیکھے گا جیسے وہ نشے میں ہیں اور وہ (شراب) کے نشے میں نہ ہوں گے مگر یہ ہے کہ اللہ کی مار کڑی ہے......۲...... (یہ لوگ اس سے خوف زدہ ہوں گے، اگلی آیت نضر بن حارث اور لوگوں کی ایک جماعت کے بارے میں نازل ہوئی) اور کچھ لوگ وہ ہیں کہ اللہ کے معاملے میں جھگڑتے ہیں بے جانے بوجھے (کہتے ہیں کہ فرشتے اللہ ﷻ کی بیٹیاں ہیں، قرآن اگلے کی قصے کہانیاں ہیں، مرنے کے بعد اٹھائے جانے از سر نو زندہ کیے جانے کے منکر ہیں) اور (اپنی حق دشمنی میں) ہر سرکش شیطان کے پیچھے ہو لیتے ہیں (مرید بمعنی متمرد ہے) جس پر لکھ دیا گیا ہے (یعنی شیطان کے خلاف فیصلہ کر دیا گیا ہے) کہ جو اس کی دوستی کرے گا (یعنی اس کے پیچھے چلے گا) تو یہ ضرور اسے گمراہ

کردے گا اور اسے عذاب دوزخ کی راہ بتائے گا......۳ (یھدیہ بمعنی یدعوہ ہے اور السعیر بھڑکتی آگ کو کہتے ہیں) اے لوگوں (یعنی اہل مکہ) اگر تمہیں مرنے کے بعد اٹھائے جانے میں شک ہو تو یہ غور کرو کہ ہم نے تمہیں (تمہاری اصل آدم علیہ السلام کو) پیدا کیا مٹی سے پھر (ہم نے ان کی اولاد کو پیدا کیا) پانی کی بوند (منی) سے پھر خون کی پھٹک سے (علقۃ جمے ہوئے خون کو کہتے ہیں) پھر گوشت کی بوٹی سے (مضغۃ گوشت کے اس چھوٹے ٹکڑے کو کہتے ہیں جسے چبایا جا سکے) نقشہ بنی (جس کی خلقت مکمل اور صورت بنی ہوئی ہو) اور بے بنی (جس کی خلقت مکمل نہ ہو) تاکہ ہم ظاہر کردیں تم پر (اپنی قدرت کاملہ کو تاکہ تم اس کے ذریعے ابتداء مخلوق کو پیدا فرمانے کے معاملے میں غور وفکر کر کے مخلوق کو دوبارہ پیدا کیے جانے کے معاملے میں استدلال کر سکو......۴) اور ہم ٹھرائے رکھتے ہیں ماؤں کے پیٹ میں جسے چاہیں ایک مقررہ میعاد تک (یعنی اس کے باہر آنے کی مدت تک) پھر تمہیں (تمہاری ماؤں کے پیٹ میں) نکالتے ہیں بچہ (طفلا بمعنی اطفالا ہے) پھر اس لیے کہ تم اپنی قوت کو پہنچو (یعنی اپنے کمال وقدرت کی مدت کو پہنچو اور یہ تیس سے چالیس سال تک کے درمیان کی مدت ہے) اور تم میں کوئی (اپنی کمال عمر کی مدت تک پہنچنے سے قبل ہی) مرجاتا ہے اور کوئی سب میں نکمی عمر میں ڈالا جاتا ہے (یعنی عقل وحواس قابو میں نہ ہونے کی عمر تک ڈالا جاتا ہے) کہ جاننے کے بعد کچھ نہ جانے......۵ (حضرت عکرمہ نے فرمایا کہ جو پابندی کے ساتھ قرآن پڑھے گا وہ اس حالت کو نہ پہنچے گا) اور تو زمین کو دیکھے مرجھائی ہوئی (خشک) پھر جب ہم نے اس پر پانی اتارا تو وہ تروتازہ ہوگئی (یعنی دیکھنے میں حرکت کرنے لگی) اور ابھر آئی (ربت کے معنی بلند ہونے کے ہیں) اور ہر رونق دار جوڑا اگاتی (زوج بمعنی قسم ہے اور بھیج خوبصورت کو کہتے ہیں) یہ (جو مذکور ہوا یعنی انسان کی پیدائش کی ابتداء سے لے کر زمین کو زندگی عطا فرمانے تک) اس لیے ہے کہ اللہ ہی حق ہے (وہی معبود ہے اور ہمیشہ رہنے والا ہے) اور یہ کہ وہ مُردے جلائے گا اور یہ کہ وہ سب کچھ کرسکتا ہے اور اس لیے کہ قیامت آنے والی ہے اس میں کچھ شک نہیں (ریب بمعنی شک ہے) اور یہ کہ اللہ اٹھائے گا انہیں جو قبروں میں ہیں (اگلی آیت ابو جہل کی مذمت میں نازل ہوئی) اور کوئی آدمی وہ ہے کہ اللہ کے بارے میں یوں جھگڑتا ہے کہ نہ تو علم......۶ اور نہ (اس کے پاس) کوئی دلیل اور (نہ اس کے پاس) کوئی روشن (نورانی) تحریر اپنی گردن موڑے ہوئے (ایمان لانے سے تکبر کرتے ہوئے اپنی گردن موڑے ہوئے، حال بن رہا ہے، عطف دائیں یا بائیں سمت کو کہتے ہیں) تاکہ بہکادے (لیضل میں علامت مضارع یاء کو مفتوح اور مضموم دونوں طرح پڑھا گیا ہے) اللہ کی راہ (اس کے دین سے) اس کے لیے دنیا میں رسوائی ہے (عذاب ہے جنگ بدر کے روز اس بدبخت کو قتل کردیا گیا) اور قیامت کے دن ہم اسے آگ کا عذاب چکھائیں گے (یعنی آگ میں جلانے کا مزہ چکھائیں گے اور اس سے کہا جائے گا) یہ اس کا بدلہ ہے جو تیرے ہاتھوں نے آگے بھیجا (یعنی جو تو نے آگے بھیجا، دیگر اعضاء کے بجائے ذات کو ہاتھوں سے تعبیر کیا اس لیے کہ اکثر افعال ان ہی دونوں کے ذریعے سرانجام دیئے جاتے ہیں) اور اللہ بندوں پر ظلم نہیں کرتا (کہ بے گناہ کے ان کو عذاب میں مبتلا کردے، ظلام بمعنی ذی ظلم ہے، یہاں یہ مبالغہ کے لیے نہیں بلکہ بمعنی ظالم کے ہے)۔

﴿ترکیب﴾

﴿یایھا الناس اتقوا ربکم ان زلزلۃ الساعۃ شیء عظیم﴾.

یا: حرف ندا، ایھا: مبدل منہ، الناس: بدل ملکر، منادی مفعول، ھا: تنبیہ ملکر جملہ ندائیہ، اتقوا ربکم: فعل امر بافاعل ومفعول، ملکر جملہ فعلیہ مقصود بالندا، ملکر جملہ ندائیہ، ان: حرف مشبہ، زلزلۃ الساعۃ: اسم، شیء عظیم: خبر، ملکر جملہ اسمیہ تعلیلیہ۔

﴿یوم ترونھا تذھل کل مرضعۃ عما ارضعت وتضع کل ذات حمل حملھا﴾.

یوم: مضاف، ترون: فعل بافاعل، ھا: ذوالحال، تذھل کل مرضعۃ: فعل بافاعل، عما ارضعت: ظرف لغو، ملکر معطوف علیہ،

و: عاطفہ، تضع: فعل، کل ذات حمل: فاعل، حملها: مفعول، ملکر معطوف، ملکر حال، ملکر مفعول، ملکر مضاف الیہ، ملکر فعل محذوف "اذکر" کے لیے مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وتری الناس سکری وما هم بسکری ولکن عذاب الله شدید﴾۔

و: عاطفہ، تری: فعل بافاعل، الناس: ذوالحال، سکری: حال، و: حالیہ، ما: مشابہ بلیس، هم: اسم، ب: جارزائدہ، سکری: خبر، ملکر حال ثانی، ملکر مفعول، ملکر ماقبل "ترونها" پر معطوف ہے، و: عاطفہ، لکن: حرف مشبہ، عذاب الله: اسم، شدید: خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ومن الناس من یجادل فی الله بغیر علم ویتبع کل شیطن مرید﴾۔

و: مستانفہ، من الناس: ظرف مستقر خبر مقدم، من: موصوف، یجادل: فعل وضمیر ذوالحال، بغیر علم: ظرف مستقر حال، ملکر فاعل، فی: جار، الله: اسم جلالت "صفات" مضاف محذوف کے لیے مضاف الیہ، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، یتبع: فعل بافاعل، کل شیطن مرید: مفعول، ملکر معطوف، ملکر صفت، ملکر مبتدا مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿کتب علیه انه من تولاه فانه یضله ویهدیه الی عذاب السعیر﴾۔

کتب علیه: فعل مجہول وظرف لغو، انه: حرف مشبہ واسم، من تولاه: موصول صلہ ملکر مبتدا، ف: جزائیہ، انه: حرف مشبہ و اسم، یضله: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، یهدیه: فعل بافاعل ومفعول، الی عذاب السعیر: ظرف لغو، ملکر معطوف، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ خبر، ملکر پھر خبر، ملکر جملہ اسمیہ نائب الفاعل، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿یایها الناس ان کنتم فی ریب من البعث فانا خلقنکم من تُراب ثم من نطفة ثم من علقة ثم من مضغة مخلقة وغیر مخلقة لنبین لکم﴾

یایها الناس: ندائیہ، ان: شرطیہ، کنتم: فعل ناقص بااسم، فی: جار، ریب: موصوف، من البعث: ظرف مستقر صفت، ملکر مجرور، ملکر ظرف مستقر خبر، ملکر شرط، ف: جزائیہ، انا: حرف مشبہ بااسم، خلقنکم: فعل بافاعل، من تراب: جار مجرور معطوف علیہ، ثم: عاطفہ، من نطفة: معطوف اول، ثم: عاطفہ، من علقه: معطوف ثانی، ثم: عاطفہ، من: جار، مضغة: مضاف، مخلقة: معطوف علیہ، و: عاطفہ، غیر مخلقة: معطوف، ملکر مضاف الیہ، ملکر مجرور، ملکر معطوف ثالث، ملکر ظرف لغو اول، لام: جار، نبین لکم: جملہ فعلیہ بتقدیر "ان" مجرور، ملکر ظرف لغو ثانی، ملکر خبر، ملکر جزا، ملکر جملہ شرطیہ مقصود بالنداء، ملکر جملہ ندائیہ۔

﴿ونقر فی الارحام ما نشاء الی اجل مسمی ثم نخرجکم طفلا ثم لتبلغوا اشدکم﴾۔

و: مستانفہ، نقر فی الارحام: فعل بافاعل وظرف لغو، ما نشاء: موصول صلہ، ملکر ذوالحال، الی اجل مسمی: ظرف مستقر حال، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ مستانفہ، ثم: عاطفہ، نخرج: فعل بافاعل، کم: ضمیر ذوالحال، طفلا: حال، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، ثم: عاطفہ، لام: جار، تبلغوا اشدکم: جملہ فعلیہ بتقدیر "ان" مجرور، ملکر ظرف مستقر، فعل محذوف "نعمرکم" کے لیے، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ومنکم من یتوفی ومنکم من یرد الی ارذل العمر لکیلا یعلم من بعد علم شیئا﴾۔

و: عاطفہ، منکم: ظرف مستقر خبر مقدم، من یتوفی: موصول صلہ، ملکر مبتدا مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، منکم: ظرف مستقر خبر مقدم، من: موصولہ، یرد الی ارذل العمر: فعل مجہول بانائب الفاعل وظرف لغو، لام: جار، کی: مصدریہ، یعلم: فعل "هو" ضمیر ذوالحال، من بعد علم: ظرف مستقر حال، ملکر فاعل، شیئا: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ بتقدیر "ان" مجرور، ملکر ظرف لغو ثانی، ملکر

صلہ،ملکر مبتدامؤخر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿وترى الارض هامدة فاذا انزلنا عليها الماء اهتزت وربت وانبتت من كل زوج بهيج﴾.

و: مستانفہ، تری: فعل بافاعل، الارض بۃ والحال، ھامدۃ: حال،ملکر مفعول،ملکر جملہ فعلیہ مستانفہ، ف: عاطفہ، اذا: ظرفیہ شرطیہ مفعول فیہ مقدم، انزلنا علیھا الماء: فعل بافاعل وظرف لغو ومفعول،ملکر جملہ فعلیہ شرط، اھتزت: فعل بافاعل،ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ،و: عاطفہ، ربت : جملہ فعلیہ معطوف اول، و: عاطفہ، انبتت: فعل بافاعل، من کل زوج بھیج: ظرف "شیئا" محذوف کے لیے صفت،ملکر مفعول،ملکر جملہ فعلیہ معطوف ثانی،ملکر جزا،ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿ذلک بان الله هو الحق وانه يحي الموتى وانه على كل شيء قدير﴾.

ذلک: مبتدا، ب: جار، ان اللہ: حرف مشبہ واسم، ھو الحق: جملہ اسمیہ خبر،ملکر جملہ اسمیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، انہ: حرف مشبہ واسم،یحیی الموتی: جملہ فعلیہ خبر،ملکر جملہ اسمیہ معطوف اول، و: عاطفہ، انہ: حرف مشبہ واسم، علی کل شیء قدیر: شبہ جملہ خبر،ملکر جملہ اسمیہ معطوف ثانی،ملکر "الامر "مبتدا محذوف کے لیے خبر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿وان الساعة اتية لا ريب فيها وان الله يبعث من في القبور﴾.

و: عاطفہ، ان الساعۃ: حرف مشبہ واسم، اتیۃ: خبر اول، لاریب فیھا: جملہ اسمیہ خبر ثانی،ملکر جملہ اسمیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، ان اللہ : حرف مشبہ واسم،یبعث: فعل بافاعل ،من فی القبور: موصول صلہ،ملکر مفعول،ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ معطوف ملکر "الامر" مبتدا، محذوف کے لیے خبر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ومن الناس من يجادل في الله بغير علم ولا هدى ولا كتب منير ○ ثاني عطفه ليضل عن سبيل الله﴾.

و: عاطفہ، من الناس: ظرف مستقر خبر مقدم، من: موصولہ، یجدل: فعل "ھو" ضمیر ذوالحال،ب: جار، غیر: مضاف، علم: معطوف علیہ، و: عاطفہ، لا: نافیہ، ھدی: معطوف اول، و: عاطفہ، لا: نافیہ، کتب منیر: معطوف ثانی،ملکر مضاف الیہ،ملکر مجرور،ملکر ظرف مستقر حال ثانی، ملکر فاعل، فی: جار، اللہ: "صفات" محذوف مضاف کے لیے مضاف الیہ،ملکر مجرور،ملکر ظرف لغو اول، لیضل عن سبیل اللہ: ظرف لغو ثانی، ملکر صفت،ملکر مبتدا مؤخر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿له في الدنيا خزى ونذيقه يوم القيمة عذاب الحريق﴾.

لہ: ظرف مستقر خبر مقدم، فی الدنیا: ظرف مستقر حال مقدم، خزی: ذوالحال،ملکر مبتدا مؤخر،ملکر حال ہے، "یضل" ماقبل کے فاعل سے،و: عاطفہ، نذیقہ : فعل بافاعل ومفعول، یوم القیمۃ: ظرف، عذاب الحریق :مفعول،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ذلک بما قدمت يدک وان الله ليس بظلام للعبيد﴾.

ذلک: مبتدا، ب: جار، ما: موصولہ، قدمت یدک :جملہ فعلیہ صلہ،ملکر معطوف علیہ، و: عاطفہ، ان اللہ: حرف مشبہ بااسم، لیس بظلام للعبید: جملہ فعلیہ خبر،ملکر معطوف،ملکر مجرور،ملکر ظرف مستقر خبر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿شان نزول﴾

☆...... ومن الناس من یجادل...... ☆ یہ آیت نضر بن حارث کے بارے میں نازل ہوئی جو بڑا جھگڑالو تھا اور فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں اور قرآن کو پہلوں کے قصے بتاتا تھا اور موت کے بعد اٹھائے جانے کا منکر تھا۔

☆......ومن الناس من یجادل فی اللہ ...... ☆ یہ آیت ابوجہل وغیرہ جماعت کفار کے حق میں نازل ہوئی جواللہ کی صفات میں جھگڑا کرتے تھے اوراس کی طرف ایسے اوصاف کی نسبت کرتے تھے جواس کی شان کے لائق نہیں تھے،اس آیت میں بتایا گیا کہ آدمی کوئی بات بغیر علم کے نہ کہے اور خاص کر دینی معاملات میں۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

سورج کا مغرب سے طلوع ہونا:

۱......یہ وہ نشانی ہے جو قیامت قائم ہونے سے کچھ پہلے ظاہر ہوگی،سورج کا مغرب سے طلوع ہوتے ہی توبہ کا دروازہ بند ہوجائے گا، اُس وقت کا ایمان قابل قبول نہیں ہوگا۔ حضرت صفوان بن عسال روایت کرتے ہیں: سید عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا:''سورج کے مغرب سے طلوع ہونے سے پہلے توبہ کا دروازہ کھلا ہوگا،اس دروازے کی لمبائی ستر سال کی راہ ہے اور جب تک سورج مشرق سے طلوع ہوتا رہے گا یہ دروازہ کھلا رہے گا،اور جیسا ہی سورج مغرب سے طلوع ہوا،اب توبہ کرنا فائدہ نہ دے گا''۔

(سنن ابن ماجه، ابواب الفتن ،باب :طلوع الشمس من مغربها، رقم: ۴۰۷۰،ص۶۷۳)

قیامت دشمنان اسلام پر آئے گی:

۲......حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی وفات ظاہری کے ایک زمانے کے بعد جب کہ قیامت قائم ہونے میں فقط چالیس برس رہ جائیں گے،ایک خوشبودار ٹھنڈی ہوا چلے گی، جولوگوں کی بغلوں کے نیچے سے گزرے گی،جس کا اثر یہ ہوگا کہ مسلمان کی روح قبض ہوجائے گی اور کافر ہی کافر رہ جائیں گے اور انہیں پر قیامت قائم ہوگی۔سید عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا:''پس اللہ ایک خوشبودار ہوا بھیجے گا،جو ان کی بغلوں کے نیچے سے نکلے گی،پھر ہر مومن ومسلم کی روح قبض کرلی جائے گی،اور شریر لوگ روئے زمین پر باقی رہیں گے ،لوگ سرخ گھوڑوں کی مانند ایک دوسرے پر حملہ آور ہوں گے،پس ان پر قیامت قائم ہوگی''۔

(صحيح مسلم، كتاب الفتن واشراط الساعة، باب ذكر الدجال ،رقم: ۲۹۳۷/۷۲۶۷،ص۱۴۳۶)

دشمنان اسلام سے دوستی نہ کرنی چاہئے:

۳......سید عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا:''اچھے اور بُرے ہم نشین کی مثال جیسے مشک اٹھانے والا اور بھٹی پھونکنے والا،جو مشک لئے ہوئے ہے یا وہ تجھے اس میں سے دے گا یا تو اس سے خرید لے گا،یا تجھے خوشبو پہنچے گی یا بھٹی پھونکنے والا تیرے کپڑے جلا دے گا یا تجھے بُری بو پہنچے گی''۔ (صحيح البخاري، كتاب الذبائح والصيد، باب المسك، رقم: ۵۵۳۴،ص۹۸۴)

☆......حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''عنقریب میری امت کے آخر میں ایسے لوگ ظاہر ہونگے جو تم سے ایسی باتیں کریں گے جو تم نے نہ سنی ہونگی اور نہ تمہارے باپ دادا نے سنی ہونگی،تم ان سے دور رہنا اور وہ تم سے دور رہوں''۔انہی سے ایک روایت میں یوں بھی ہے کہ''آخر زمانے میں دجالوں اور کذابوں کا ظہور ہوگا وہ تم کو ایسی باتیں سنائیں گے جو تم نے سنی ہونگی نہ تمہارے باپ دادوں نے،تم ان سے دور رہنا اور وہ تم سے دور رہیں''۔ (مقدمه صحيح مسلم، ص۱۰،رقم:۱۶)

☆......سید عالم ﷺ کا فرمان ہے:''مصاحبت نہ کرو مگر مومن کی یعنی صرف مومن کامل کے پاس بیٹھا کرو اور کھانا نہ کھایا کرو مگر کامل

مومن کے ساتھ"۔ (سنن ابو داؤد، کتاب الادب ،باب من یومر ان یجالس ،رقم: ٤٨٣٢،ص٩٠٦)

☆......سید عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: بڑوں کے پاس بیٹھا کرو، علماء سے باتیں پوچھا کرو اور حکما سے میل جول رکھا کرو"۔ (الجامع الصغیر، رقم: ۳۵۷۷)

☆......حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ایسی چیز میں نہ پڑو جو تمہارے لئے بہتر نہ ہو اور دشمن سے الگ رہو اور دوست سے بچتے رہو مگر جب کہ وہ امین کے برابر کوئی نہیں اور امین وہی ہے جو اللہ سے ڈرے اور فاجر کے ساتھ نہ ہو کہ وہ تمہیں فجور سکھائے گا اور اس کے سامنے بھید کی بات نہ کہو اور اپنے کام میں ان سے مشورہ لو جو اللہ سے ڈرتے ہیں۔ (شعب الایمان، باب فی حفظ اللسان ،فصل السکوت عمالا یعنیه ،رقم: ٤٩٩٥)

☆......ایک شخص اپنے بھائی سے ملنے دوسری بستی میں گیا، اللہ نے اس کے راستے میں ایک فرشتہ بٹھا دیا، جب وہ فرشتہ کے پاس آیا ،اس نے دریافت کیا کہاں کا ارادہ ہے؟ کہا اس بستی میں میرا بھائی ہے اس سے ملنے جاتا ہوں ،فرشتہ نے کہا، کیا اس پر تیرا کوئی احسان ہے، جسے لینے کو جاتا ہے؟ اس نے کہا نہیں ،صرف یہ بات ہے کہ میں اسے اللہ کے لئے دوست رکھتا ہوں ،فرشتہ نے کہا، مجھے اللہ نے تیرے پاس بھیجا ہے کہ تجھے خبر دوں کہ اللہ نے تجھے دوست رکھا کہ تو نے اللہ کے لیے اس سے محبت کی۔

(صحیح مسلم، کتاب البر والصلة، باب فضل الحب فی الله ،رقم: ٦٤٤٤/ ٢٥٦٧ ،ص ١٢٧١)

تخلیق انسانی کے مختلف مراحل:

۴......تخلیق انسانی مختلف مراحل کا مجموعہ ہے، جہاں تک سیدنا آدم علیہ السلام کا تعلق ہے تو انہیں مٹی سے پیدا کیا گیا جس کا واضح بیان ﴿کمثل ادم خلقه من تراب جیسا کہ آدم کو مٹی سے پیدا کیا (ال عمران: ٥٩)﴾ میں موجود ہے۔ اور حضرت آدم علیہ السلام سے ان کے جوڑ بی بی حوا کو تخلیق کیا گیا، اس کے بعد نسل انسانی کی پیدائش کا سلسلہ مرد و عورت کے ملاپ کا نتیجہ بنتا گیا اور یوں مرد کی صلب میں موجود پانی عورت کے رحم میں منتقل ہو کر جمے ہوئے خون اور گوشت کے مکمل اور نامکمل شکل سے منتقل ہوتے ہوئے رحم مادر میں قرار پکڑتا جاتا ہے اور مکمل انسانی صورت میں دنیا میں آموجود ہوتا ہے۔ انسان، حیوان، چرند، پرند الغرض جانداروں میں پیدائش کا یہی سلسلہ ہے۔ غذائی اجناس کا بھی بڑا عمل دخل ہے کہ نطفہ اور حیض کے خون انسانی خوراک سے حاصل شدہ ہوتے ہیں، لہذا انسان یہ بھی غور وفکر کرے کہ وہ کن کن مراحل سے گزرا ہے یعنی باپ کی صلب میں آنے سے پہلے کس درخت، زمین، پھل، پودے میں تھا۔

نکمی عمر (بڑھاپے) کا بیان:

۵......اور تم میں سے بعض کو انتہائی بڑھاپے اور نکمی عمر تک پہنچا دیا جاتا ہے تا کہ وہ ہر چیز کو جاننے کے بعد کچھ نہ جانے، لکیلا یعلم کو یرد کے متعلق کر دیا گیا ہے، اور اس پر لام عاقبت کے لئے ہے۔ یعنی یہاں تک کہ وہ اس پہلی حالت کی طرف لوٹ جاتا ہے جس پر وہ عقل وفہم کی قلت و کمزوری کے سبب عہد طفولیت میں تھا، پس وہ جس کا علم رکھتا تھا اسے بھی بھول جاتا ہے اور جسے پہچانتا تھا اس کا انکار کر دیتا ہے۔ عکرمہ کا قول ہے کہ جو روزانہ قرآن پڑھتا ہے وہ اس حالت کو نہ پہنچے گا، یہ آیت بعث بعد الموت پر دلیل ہے اس طرح کہ وہ مختلف امور اور متضاد احوال جو انسان پر زندگی کے مختلف مراحل میں طاری ہوتے ہیں سب اللہ کی طرف سے ہیں ،جب قدرت ان سب پر قادر ہے تو انہی کی مثل دیگر حالات کے تغیر و تبدل پر کیوں کر قدرت نہیں رکھ سکتی۔ (المظهری، ج٥، ص٧)

بغیر علم کے جھگڑا کرنا:

۶.....متذکرہ سورت کی آیت نمبر ۳ کا مضمون بھی اسی قسم کا ہے کہ جو لوگ بغیر علم کے جھگڑتے ہیں اللہ کے بارے میں اور وہ درحقیقت اس معاملے میں شیطان کی پیروی کرتے ہیں۔ یہ آیت نضر بن حارث کے بارے میں نازل ہوئی جو اللہ کے بارے میں جھگڑتا تھا، اس کا گمان یہ تھا کہ جب ہم مرکرمٹی ہوجائیں گے تو دوبارہ اٹھنا کیسے ممکن ہوگا اور یہ بات فقط جہالت پرمبنی تھی۔ آیت نمبر ۸ کا مضمون کچھ یوں ہے کہ جو اللہ کی توحید اور الوہیت کے معاملے میں جھگڑتا ہے جس کے بارے میں اس کے پاس کوئی دلیل نہیں ہے، نہ ہی روشن آیت نازل ہوئی جس میں اس جانب اشارہ ہے اور یہ بات فقط اپنی جہالت کی وجہ سے کہتا ہے۔ اور یہ آیت بھی نضر بن حارث ہی کے بارے میں نازل ہوئی۔ (الطبری، الجزء ۱۷، ص ۱٤۱ وغیرہ)

اغراض: بان تطیعوہ: یعنی نیکی کا حکم اور برائی سے منع کرنے کا فریضہ انجام دیں۔

التی یکون بعدھا طلوع الشمس من مغربھا: مفسر نے اس جملے سے اس جانب اشارہ کیا ہے کہ جس زلزلے کا ذکر "الحج" کی پہلی آیت میں آیا ہے وہ دنیا میں مغرب میں طلوع شمس سے پہلے آئے گا، اور اس قول کی تائید ﴿تذھل کل مرضعۃ عما ارضعت (الحج: ۲)﴾ سے بھی ہوتی ہے، کیونکہ رضاع و حمل کا تعلق دنیاوی زندگی سے ہوتا ہے، ایک قول کے مطابق یہ نفخۂ اولی کے وقت میں ہوگا، یا نفخۂ ثانیہ کے وقت میں، اسی لیے ﴿وتذھل کل مرضعۃ﴾ فرمایا گیا کہ اسکی شدت اتنی ہوگی کہ حاملہ اپنا حمل ضائع کردے گی۔

ای النار: سے مراد تمام طبقات ضلالہ کے لیے عذاب نار مراد ہے نہ کہ مخصوص متذکرہ طبقے میں۔

ای غیر تامۃ الخلق: یعنی ایسی تخلیق کا مرحلہ جو صورت بننے پر مشتمل نہ ہو۔

قال عکرمۃ من قرا القرآن: عکرمہ کے قول کے مطابق جو قرآن پڑھتا ہو وہ اس نکمی عمر تک نہ پہنچے گا، اور علماء کہ وہ نکمی عمر تک پھیرے جائیں، بلکہ ان کی عقل و شعور میں عمر بڑھنے کے ساتھ ساتھ اضافہ ہوگا جیسا کہ مشاہدہ ہے۔

ای بذی ظلم: ظلام بروزن ثمار و نجار ہے، اس وہم کے ازالے کے لیے جو کہا جاتا ہے کہ کسی چیز کی کثرت کی نفی اس کے ثبوت کا دعوی کرتی ہے، ظلم کے معنی یہ ہیں کہ کسی غیر کی چیز میں بغیر اس کی اجازت کے تصرف کرنا، اور کسی کی ملکیت اللہ کے ساتھ شامل نہیں، اور اس کی کائنات میں اس کا حکم فضل و عدل کے مابین موجود ہے، اور اس سے کوئی پوچھنے والا نہیں، اور اللہ کے احکام میں کسی شخص کو اعتراض کی گنجائش نہیں، بندے کو راضی بارضا رہنا اور تسلیم کرنا ہے اور اسی میں دنیا و آخرت کی سعادت ہے۔ (الصاوی، ج٤، ص ۱۲۵ وغیرہ)

رکوع نمبر: ۹

﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّعْبُدُ اللّٰهَ عَلٰى حَرْفٍ ۚ﴾ای شَکٍّ فِی عِبادَتِہٖ شَبَّہَ بِالحالِ علی حرفِ جَبَلٍ فی عدمِ ثَبَاتِہٖ﴿فَاِنْ اَصَابَهٗ خَيْرُ ۨ﴾صِحَّۃٌ وَسَلامَۃٌ فی نَفسِہٖ ومالِہٖ﴿اطْمَاَنَّ بِهٖ ۚ وَاِنْ اَصَابَتْهُ فِتْنَةُ ۨ﴾مِحنَۃٌ وَسُقْمٌ فی نَفسِہٖ ومالِہٖ﴿انْقَلَبَ عَلٰى وَجْهِهٖ ۚ﴾ای رَجَعَ الی الکُفرِ﴿خَسِرَ الدُّنْيَا﴾بِفَواتِ مَااَمَلَہٗ مِنھا﴿وَالْاٰخِرَةَ ۭ﴾بِالکُفرِ﴿ذٰلِکَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِيْنُ (۱۱)﴾اَلبَیِّنُ﴿يَدْعُوْا﴾یَعبُدُ﴿مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾مِنَ الصَّنَمِ﴿مَا لَا يَضُرُّهٗ﴾اِن لَّم یَعبُدہٗ﴿وَمَا لَا يَنْفَعُهٗ ۭ﴾اِن عَبَدَہٗ﴿ذٰلِکَ﴾الدُّعاءُ﴿هُوَ الضَّلٰلُ الْبَعِيْدُ (۱۲)﴾عَنِ الحقِّ﴿يَدْعُوْا لَمَنْ﴾اَللّامُ زائِدَۃٌ﴿ضَرُّهٗٓ﴾لِعِبادَتِہٖ﴿اَقْرَبُ مِنْ نَّفْعِهٖ ۭ﴾اِن نَفَعَ بِتَخَیُّلِہٖ﴿لَبِئْسَ الْمَوْلٰى﴾هُوَ اَیِ النّاصِرُ﴿وَلَبِئْسَ الْعَشِيْرُ (۱۳)﴾ای الصّاحِبُ هُوَ وَعَقِبَ ذِکرَ الشّاکِ بِالخُسرانِ

بِذِكرِ المُؤمِنِينَ بِالثَّوابِ ﴿إِنَّ اللّٰهَ يُدْخِلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ﴾ مِنَ الفَرضِ والنَّوافِلِ ﴿جَنّٰتٍ
تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيْدُ (۱۴)﴾ مِنْ إكرامِ مَنْ يُطيعُه وَإهانَةِ مَن يَعصيه ﴿مَنْ كَانَ
يَظُنُّ اَنْ لَّنْ يَّنْصُرَهُ اللّٰهُ﴾ اَى مُحمدا نَبِيَّهُ ﴿فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ فَلْيَمْدُدْ بِسَبَبٍ﴾ بِحَبْلٍ ﴿اِلَى السَّمَآءِ﴾ اَى
سَقفِ بَيتِهِ يَشُدُّهُ فِيهِ وَفِى عُنُقِهِ ﴿ثُمَّ لْيَقْطَعْ﴾ اَى لِيَختَنِقْ بِهِ بِاَنْ يَقطَعَ نَفَسَهُ مِنَ الارضِ كما فِى
الصِّحاحِ ﴿فَلْيَنْظُرْ هَلْ يُذْهِبَنَّ كَيْدُهٗ﴾ فِى عَدَمِ نُصرَةِ النبى ﷺ ﴿مَا يَغِيْظُ (۱۵)﴾ مِنهَا المَعنٰى فَلْيَختَنِقْ
غَيظًا مِنها فَلا بُدَّ منها ﴿وَكَذٰلِكَ﴾ اَى مِثلَ اِنزالِنَا الآياتِ السّابِقَةِ ﴿اَنْزَلْنٰهُ﴾ اَى القرانَ ﴿اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ﴾
ظاهِراتٍ حالٌ ﴿وَّاَنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يُّرِيْدُ (۱۶)﴾ هُداهُ مَعطُوفٌ على هاءِ اَنزَلناهُ ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ
هَادُوْا﴾ وَهُمُ اليَهودُ ﴿وَالصّٰبِئِيْنَ﴾ طائِفَةٌ مِنهُم ﴿وَالنَّصٰرٰى وَالْمَجُوْسَ وَالَّذِيْنَ اَشْرَكُوْۤا ۖ ق اِنَّ اللّٰهَ
يَفْصِلُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ﴾ بِاِدخالِ المؤمنينَ الجَنةَ وَغيرَهم النارَ ﴿اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ﴾ مِن
عَمَلِهِم ﴿شَهِيْدٌ (۱۷)﴾ عالِمٌ بِهِ عِلمَ مُشاهَدَةٍ ﴿اَلَمْ تَرَ﴾ تَعلَمْ ﴿اَنَّ اللّٰهَ يَسْجُدُ لَهٗ مَنْ فِى السَّمٰوٰتِ وَمَنْ
فِى الْاَرْضِ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ وَالنُّجُوْمُ وَالْجِبَالُ وَالشَّجَرُ وَالدَّوَآبُّ﴾ اَى يَخضَعُ لَهُ بِما يُرادُ مِنهُ ﴿وَكَثِيْرٌ
مِّنَ النَّاسِ ؕ﴾ وَهُمُ المُؤمِنونَ بِزِيادَةٍ على الخُضوعِ فى سُجودِ الصَّلاةِ ﴿وَكَثِيْرٌ حَقَّ عَلَيْهِ الْعَذَابُ ؕ﴾
وَهُمُ الكافِرونَ لِاَنَّهُم اَبَوُا السُّجودَ المُتَوَقِّفَ على الايمانِ ﴿وَمَنْ يُّهِنِ اللّٰهُ﴾ يُشقِهِ ﴿فَمَا لَهٗ مِنْ مُّكْرِمٍ ؕ﴾
مُسعِدٍ ﴿اِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يَشَآءُ (۱۸) السجدة﴾ مِنَ الإهانَةِ والإكرامِ ﴿هٰذٰنِ خَصْمٰنِ﴾ اَى المؤمنونَ
خَصمٌ و الكُفّارُ الخَمسَةُ خَصمٌ وهو يُطلَقُ على الواحِدِ والجَماعَةِ ﴿اخْتَصَمُوْا فِيْ رَبِّهِمْ ز﴾ اَى فى
دينِهِ ﴿فَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا قُطِّعَتْ لَهُمْ ثِيَابٌ مِّنْ نَّارٍ ؕ﴾ يَلبَسونَها يَعنى اُحيطَتْ بِهِمُ النارُ ﴿يُصَبُّ مِنْ فَوْقِ
رُءُوْسِهِمُ الْحَمِيْمُ (۱۹)﴾ الماءُ البالِغُ نِهايَةَ الحرارةِ ﴿يُصْهَرُ بِهٖ﴾ يُذابُ ﴿مَا فِيْ بُطُوْنِهِمْ﴾ مِنْ شُحومٍ
وَغَيرِها ﴿وَ﴾ تُشوٰى بِهِ ﴿الْجُلُوْدُ (۲۰) وَلَهُمْ مَّقَامِعُ مِنْ حَدِيْدٍ (۲۱)﴾ لِضَربِ رُؤوسِهِم ﴿كُلَّمَاۤ اَرَادُوْۤا اَنْ
يَّخْرُجُوْا مِنْهَا﴾ اَىِ النارِ ﴿مِنْ غَمٍّ﴾ يَلحَقُهُم بِها ﴿اُعِيْدُوْا فِيْهَا ق﴾ رُدُّوا اِلَيها بِالمَقامِعِ ﴿وَ﴾ قيلَ
لَهُم ﴿ذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ (۲۲)﴾ اَى البالِغِ نِهايَةَ الإحراقِ .

﴿ترجمہ﴾

اور کچھ آدمی اللہ کی بندگی ایک کنارے پر کرتے ہیں (یعنی اللہ عزوجل کی عبادت کرنے میں شک کرتے ہیں ان لوگوں کے حال کو اُن لوگوں کے حال سے ثابت قدمی نہ ہونے میں تشبیہ دی گئی ہے جو کسی پہاڑ کے کنارے پر ہوں ......) پھر اگر انہیں کوئی بھلائی پہنچ گئی (جان ومال کی صحت وسلامتی) جب تو چین سے ہیں اور جب کوئی جانچ (جان ومال کی بیماری یا کمی) آکر پڑی مونھ کے بل پلٹ گئے (یعنی کفر کی جانب لوٹ گئے) انہیں گھاٹا ہوا دنیا کا (یعنی دنیا میں اس کی امید رکھی تو نہ ملی) اور آخرت کا (ان کے کفر کے سبب) یہی ہے صریح

نقصان (المبین بمعنی بین ہے) اللہ کے سوا ایسے (بتوں، یدعوا بمعنی یعبد ہے) کو پوجتے ہیں جو ان کا بُرا نہیں کر سکتے (اگر وہ ان کی عبادت نہ کریں جب بھی) اور نہ ان کا بھلا (اگر وہ ان کی عبادت کر بھی لیں) یہی ہے (بتوں کی پوجا کرنا حق سے) دور کی گمراہی ایسے کو پوجتے ہیں جس کا نقصان (اس کی عبادت کرنے کی صورت میں) اس کے نفع سے (اگر پجاری کے خیال کے مطابق وہ نفع دے بھی تو اس کا نقصان) زیادہ متوقع ہے بیشک کیا ہی بُرا مددگار (مولی کے معنی مددگار کے ہیں، وہ) اور بیشک کیا ہی بُرا رفیق ہے (العشیر کے معنی صاحب ہیں، عبادت الٰہی میں شک کر کے خسارہ پانے والوں کے ذکر کرنے کے بعد اگلی آیت میں مسلمانوں کے دیئے جانے والے ثواب کا تذکرہ ہے) بیشک اللہ داخل کرے گا انہیں جو ایمان لائے اور بھلے کام کیے (فرائض ونوافل بجالائے......۲......) باغوں میں جن کے نیچے نہریں رواں بیشک اللہ کرتا ہے جو چاہے (جیسے اپنے اطاعت گزاروں کی عزت افزائی کرنا اور اپنے نافرمانوں کو ذلیل ورسوا کرنا) جو یہ خیال کرتا ہو کہ اللہ ان کی (اپنے نبی یعنی محمد ﷺ کی) مدد نہ فرمائے گا دنیا میں اور آخرت میں تو اسے چاہیئے کہ آسمان کی طرف ایک رسی تانے (یعنی اپنے گھر کی چھت پر ایک رسی تانے ایک سرا چھت میں اور رسی کا دوسرا سرا اپنی گردن میں ڈال لے، سبب کے معنی رسی ہے) پھر اپنے آپ کو پھانسی دے لے (یا اس کے ذریعے اپنا گلا گھونٹ لے اس طرح کہ اپنے آپ کو زمین سے الگ کر کے گردن کے بل رسی پر لٹک جائے، صحاح میں اس کا یہی معنی مذکور ہے) پھر دیکھے کہ اس کا یہ مکر کچھ لے گیا (جو کہ اس بارے میں تھا کہ محمد ﷺ کی مدد نہیں کی جائے گی......۳......) اس بات کو جس کی اسے جلن ہے (معنی یہ ہے کہ ایسے شخص کو چاہیئے اس بات کی جلن میں خود کو پھانسی دے ڈالے اللہ ﷻ ضرور دنیا اور آخرت میں اپنے نبی ﷺ کی مدد فرمائے گا) اور اسی طرح (یعنی گزشتہ آیت نازل کرنے کی مثل) ہم نے اسے (قرآن) نازل کیا روشن آیتیں (ظاہر، لفظ آیات حال ہے انزلناہ کی ضمیر سے) اور یہ کہ اللہ راہ دیتا ہے (اسے) جسے (راہ دینا) چاہتا ہے (ھداہ جملہ انزلناہ کی ضمیر پر معطوف ہے) بیشک جو ایمان لائے اور یہود (ھادو کے معنی یہود کے ہیں) اور ستارہ پرست (یہود ہی کا ایک گروہ ہے) اور نصرانی اور آتش پرست اور مشرک بیشک اللہ ان سب میں قیامت کے دن فیصلہ فرما دے گا (مسلمانوں کو جنت میں اور کافروں کو جہنم میں داخل فرما کر) بیشک ہر چیز کو (من جملہ ان میں سے لوگوں کے اعمال بھی ہیں) اللہ جانتا ہے (وہ سب کا علم مشاہدہ رکھتا ہے، شہید بمعنی عالِم ہے) کیا تم نے نہ جانا (تر بمعنی تعلم ہے) کہ اللہ کے لیے سجدہ کرتے ہیں وہ جو آسمانوں اور زمین میں ہیں اور سورج اور چاند اور تارے اور پہاڑ اور درخت اور چوپائے (اللہ ﷻ کے لیے خضوع کرتے اور اپنی حیثیت کے مطابق اس کی فرمانبرداری کرتے ہیں) اور بہت آدمی (مراد اس سے مسلمان ہیں دوران نماز سجدے کر کے اللہ ﷻ کے حضور گڑگڑاتے ہیں) اور بہت وہ ہیں جن پر عذاب مقرر ہو چکا (مراد کفار ہیں کہ انہوں نے سجدے سے انکار کر دیا جس پر ایمان موقوف ہے) اور جسے اللہ ذلیل (شقی) کرے اسے کوئی عزت دینے والا نہیں (مکرم بمعنی مسعد ہے) بیشک اللہ جو چاہے کرے (جیسے کسی کو ذلیل ورسوا کرنا اور کسی کو عزت وکرامت عطا فرمانا) یہ دو فریق ہیں (ایک فریق مسلمان اور دوسرا فریق کافر، خصم کا اطلاق واحد وجمع دونوں پر ہوتا ہے) کہ اپنے رب میں (یعنی اس کے دین کے بارے میں) جھگڑے تو جو کافر ہوئے ان کے لیے آگ کے کپڑے کاٹے گئے......۴......(جنہیں وہ لوگ پہنیں گے یعنی ان کو جہنم کی آگ گھیرے میں لے لے گی) اور ان کے سروں پر کھولتا پانی ڈالا جائے گا (حمیم کہتے ہیں اس سخت گرم پانی کو جس کی حرارت انتہاء درجہ کو پہنچی ہوئی ہو) جس سے گل جائے گا جو ان کے پیٹوں میں ہے (چربی وغیرہ) اور (بھن جائے گی) اس کے سبب ان کی کھالیں اور ان کے لیے (ان کے سروں پر مارنے کے لیے) لوہے کے گرز ہیں جب گھٹن کے سبب (آگ میں جلنے کے سبب) نکلنا چاہیں گے اور اسی میں لوٹا دیئے جائیں گے (لوہے کے گرز کے عذاب کی طرف) اور (ان سے کہا جائے گا) کہ چکھو جلائے جانے کا عذاب (جو کہ انتہائی سخت جلا دینے والا ہے)۔

﴿ترکیب﴾

﴿ومن الناس من یعبد الله علی حرف﴾۔

و: مستانفہ، من الناس: ظرف مستقر خبر مقدم، من: موصوف، یعبد اللہ علی حرف: جملہ فعلیہ صفت، ملکر مبتدامؤخر، ملکر جملہ اسمیہ مستانفہ۔

﴿فان اصابه خیر اطمان به وان اصابته فتنة انقلب علی وجهه خسر الدنیا والاخرة﴾۔

ف: عاطفہ، ان: شرطیہ، اصابہ خیر: جملہ فعلیہ شرط، اطمان بہ: جملہ فعلیہ جزا، ملکر جملہ شرطیہ، و: عاطفہ، ان: شرطیہ، اصابتہ فتنۃ: جملہ فعلیہ شرط، انقلب: فعل "ھو" ضمیر ذوالحال، علی وجھہ: ظرف مستقر حال، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ مبدل منہ، خسر الدنیا والاخرۃ: جملہ فعلیہ بدل، ملکر جزا، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿ذلک ھو الخسران المبین ○ یدعوا من دون الله مالا یضره وما لا ینفعه ذلک ھو الضلل البعید﴾۔

ذلک: مبتدا، ھو الخسران المبین: جملہ اسمیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ، یدعوا: فعل بافاعل، من دون اللہ: ظرف مستقر حال مقدم، مالا یضرہ: موصول صلہ ملکر معطوف علیہ، و: عاطفہ، مالاینفعہ: موصول صلہ ملکر معطوف، ملکر ذوالحال، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ مستانفہ، ذلک: مبتدا، ھو الضلل البعید: جملہ اسمیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿یدعوا لمن ضره اقرب من نفعه لبئس المولی ولبئس العشیر﴾۔

یدعوا: فعل بافاعل، لام: ابتدائیہ، من: موصولہ، ضرہ: مبتدا، اقرب من نفعہ: شبہ جملہ خبر، ملکر صلہ، ملکر مبتدا، لام: قسمیہ، بئس المولی: فعل وفاعل، ملکر جملہ فعلیہ انشائیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، لبئس العشیر: جملہ فعلیہ انشائیہ معطوف، ملکر مبتدا محذوف "ھو" کے لیے خبر، ملکر قسم محذوف "اقسم" کے لیے جواب قسم، ملکر خبر، مبتدا خبر ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ان الله یدخل الذین امنوا وعملوا الصلحت جنت تجری من تحتها الانھر ان الله یفعل ما یرید﴾۔

ان اللہ: حرف مشبہ بااسم، یدخل: فعل بافاعل، الذین: موصول، امنوا: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، عملوا الصلحت: جملہ فعلیہ معطوف، ملکر صلہ، ملکر مفعول، جنت: موصوف، تجری من تحتها الانھر: جملہ فعلیہ صفت، ملکر مفعول ثانی، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ، ان اللہ: حرف مشبہ واسم، یفعل ما یرید: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿من کان یظن ان لن ینصره الله فی الدنیا والاخرة فلیمدد بسبب الی السماء﴾۔

من: شرطیہ مبتدا، کان: فعل ناقص بااسم، یظن: فعل بافاعل، ان: مصدریہ، لن ینصرہ اللہ فی الدنیا والاخرۃ: جملہ فعلیہ بتاویل مصدر خبر، ملکر شرط، ف: جزائیہ، لیمدد: فعل امر بافاعل، ب: جار، بسبب: موصوف، الی السماء: ظرف مستقر صفت، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جواب شرط، ملکر جملہ شرطیہ ہوکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ثم لیقطع فلینظر ھل یذھبن کیده ما یغیظ﴾۔

ثم: عاطفہ، لیقطع: فعل امر بافاعل، ملکر جملہ فعلیہ ماقبل "لیمدد" پر معطوف ہے، ف: عاطفہ، لینظر: فعل امر بافاعل، ھل: استفہامیہ، یذھبن کیدہ: فعل ومفعول، ما یغیظ: موصول صلہ، ملکر فاعل، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وکذلک انزلنه ایت بینت وان الله یھدی من یرید﴾۔

و: عاطفہ، کذلک: ظرف مستقر "انزالا" مصدر محذوف کے لیے صفت، ملکر مفعول مطلق مقدم، انزلنا: فعل بافاعل، "ہ" ضمیر ذوالحال،

ایت بینٰت: حال،ملکر معطوف علیہ،و :عاطفہ، ان اللہ :حرف مشبہ واسم، یھدی من یرید : جملہ فعلیہ خبر،ملکر جملہ فعلیہ معطوف۔

﴿ان الذین امنوا والذین ھادوا والصبئین والنصری والمجوس والذین اشرکوا﴾.

ان :حرف مشبہ، الذین امنوا: موصول صلہ معطوف علیہ، والذین ھادوا والصبئین ......الخ معطوفات،ملکر اسم "معترفون" خبر محذوف ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ان اللہ یفصل بینھم یوم القیمۃ ان اللہ علی کل شیء شھید﴾.

ان اللہ: حرف مشبہ واسم ،یفصل بینھم : فعل بافاعل وظرف، یوم القیمۃ : ظرف،ملکر خبر،ملکر جملہ اسمیہ، ان اللہ :حرف مشبہ واسم، علی کل شیء شھید: شبہ جملہ خبر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿الم تران اللہ یسجد لہ من فی السموت ومن فی الارض والشمس والقمر والنجوم والجبال والشجر والدواب﴾.

ھمزہ: حرف استفہامیہ،لم تر: فعل بافاعل، ان اللہ:حرف مشبہ واسم، یسجد لہ: فعل وظرف لغو، من فی السموت : موصول صلہ معطوف علیہ،و :عاطفہ، من فی الارض والشمس" ...... الخ،معطوفات،ملکر جملہ فعلیہ خبر ،ملکر اسمیہ مفعول،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وکثیر من الناس وکثیر حق علیہ العذاب﴾.

و: عاطفہ، کثیر: موصوف، من الناس: ظرف مستقر صفت،ملکر معطوف، و: عاطفہ، کثیر : موصوف،حق علیہ العذاب: جملہ فعلیہ صفت،ملکر معطوف،ملکر "یسجد"،فعل محذوف کے لیے فاعل،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ومن یھن اللہ فما لہ من مکرم ان اللہ یفعل ما یشاء﴾.

و: مستانفہ، من: شرطیہ مفعول بہ مقدم،یھن اللہ: فعل بافاعل،ملکر شرط،ف :جزائیہ، ما: نافیہ، لہ: ظرف مستقر خبر مقدم، من: جارزائدہ، مکرم: مبتدا مؤخر،ملکر جواب شرط،ملکر جملہ شرطیہ مستانفہ، ان اللہ:حرف مشبہ واسم، یفعل مایشاء : جملہ فعلیہ خبر ملکر جملہ اسمیہ مستانفہ۔

﴿ھذان خصمن اختصموا فی ربھم﴾.

ھذان: مبتدا، خصمن: موصوف، اختصموا: فعل بافاعل، فی: جار، ربھم: " دین" مضاف محذوف کے لیے مضاف الیہ، ملکر مجرور،ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ صفت،ملکر خبر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿فالذین کفروا قطعت لھم ثیاب من نار یصب من فوق رء وسھم الحمیم﴾.

ف:عاطفہ، الذین کفروا: موصول صلہ ملکر مبتدا، قطعت لھم: فعل مجہول وظرف لغو، ثیاب: موصوف، من نار:ظرف مستقر صفت،ملکر نائب الفاعل،ملکر خبر اول، یصب من فوق رء وسھم الحیم: فعل مجہول وظرف لغو ونائب الفائل،ملکر خبر ثانی،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿یصھر بہ ما فی بطونھم والجلود ○ولھم مقامع من حدید﴾.

یصھر بہ: فعل مجہول وظرف لغو، مافی بطونھم: موصول صلہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، الجلود: معطوف،ملکر نائب الفاعل،ملکر ماقبل " الحمیم " سے حال واقع ہے، و: عاطفہ، لھم: ظرف مستقر خبر مقدم، مقامع: موصوف، من حدید: ظرف مستقر صفت ،ملکر مبتدا مؤخر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿کلما ارادوا ان یخرجوا منھا من غم اعیدوا فیھا وذوقوا عذاب الحریق﴾.

کلما: شرطیہ، ارادوا: فعل بافاعل، ان :مصدریہ، یخرجوا منھا: فعل بافاعل وظرف لغو، من غم: ظرف لغو ثانی،ملکر جملہ فعلیہ

بتاویل مصدر مفعول، ملکر شرط، اعیدوا فیہا : جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، ذوقوا عذاب الحریق: جملہ فعلیہ قول محذوف، " قیل لھم " کے لیے مقولہ، ملکر فعلہ قولیہ معطوف، ملکر جواب شرط، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿ان اللہ یدخل الذین امنوا وعملوا الصلحت جنت تجری من تحتھا الانھر یحلون فیھا من اساور من ذھب ولؤلؤا ولباسھم فیھا حریر﴾.

ان اللہ: حرف مشبہ واسم، یدخل الذین امنوا وعملوا الصلحت جنت تجری من تحتھا الانھر: جملہ فعلیہ خبر اول، یحلون فیھا: فعل بافاعل ومفعول، من: زائدہ، اساور: موصوف، من ذھب: ظرف مستقر صفت، ملکر معطوف علیہ، و: عاطفہ، لؤلؤا: معطوف ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، لباسھم : مبتدا، فیھا : ظرف مستقر حال مقدم، حریر: ذوالحال، ملکر خبر، ملکر معطوف، ملکر خبر ثانی، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿شان نزول﴾

☆...... ومن الناس من یعبداللہ علی حرف...... ☆ یہ آیت اعرابیوں کی ایک جماعت کے حق میں نازل ہوئی جو اطراف سے آکر مدینہ میں داخل ہوتے اور اسلام لاتے تھے، ان کی حالت یہ تھی کہ اگر وہ خود تندرست رہے اور ان کی دولت بڑھی اور ان کے بیٹا ہوا تو کہیں دین اسلام اچھا ہے اور اگر معاملہ برعکس ہوا تو کہتے کہ جب سے ہم اس دین میں داخل ہوئے ہیں ہمیں نقصان ہی ہوا ہے اور دین سے پھر جاتے۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

کنارے پر بندگی کرنے کے معنی:

۱...... اعرابی جب سید عالم ﷺ کو اپنے آگے کرتے تھے، ان کے پیروکار تھے، بستی کے مہاجرین جب کہ انہیں ہجرت کرنے کے بعد فراخی ملی، تو دین اسلام میں داخل ہوئے اور اسی دین کے ہوگئے لیکن جب انہیں کچھ تکلیف پہنچی تو مرتد ہوگئے۔ اللہ ﷻ نے فرمایا: کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو شک میں پڑے ہیں، پس جب انہیں خیر پہنچی تو اس سے اطمنان میں آگئے اور اس خیر سے مراد عیش وعشرت اور دنیاوی اسباب ہیں اور دین اسلام پر بھی مستقیم رہے لیکن جب انہیں کوئی آزمائش پہنچی یعنی تنگی ہوئی، دنیاوی اسباب میں کمی ہوئی تو کفر کی جانب پھر گئے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ فتنہ سے مراد آزمائش ہے، ان لوگوں میں سے جب کوئی مدینہ طیبہ آتا، ان کا جسم صحیح سلامت رہتا، گھوڑا سواری درست کام کرتی، عورت بیٹا جنم دیتی تو اطمنان میں رہتے اور معاملہ برعکس ہوجائے تو شیطان ان کے پاس آتا اور انہیں دین اسلام سے پھیرنے پر زور دیتا اور وہ دین سے پھر جاتے۔ ضحاک کا قول ہے کہ عرب قبائل کے لوگ کہتے تھے کہ ہم میں محمد عربی ﷺ آئیں گے تو ہم انہیں دیکھیں گے، اگر ان کی وجہ سے ہمیں خیر ملتی رہی تو ان کے دین پر قائم رہیں گے، ورنہ ہم اپنے (سابقہ) دین کی جانب لوٹ جائیں گے۔ (الطبری، الجزء: ۱۷، ص ۱۴۴)۔

بھلے کام کی امثلہ:

ع......سابقہ آیات میں اللہ ﷻ نے منافقین کی عبادت اوران کے معبودان ناحق کا حال بیان کردیا،اس آیت میں اللہ ﷻ نے مومنین کی عبادت اوران کے معبود حقیقی کی شان کا بیان فرمایا۔جہاں تک معبودان ناحق کا تعلق ہے تو ان کی عبادت کرنے والوں کے لیے کوئی راہ نجات نہیں ہے اوران کے معبود انہیں نہ تو نقصان دے سکتے ہیں اور نہ ہی فائدہ،اورمومنین کے معبود برحق واحد حقیقی کی عبادت عظیم نفع جنت دلاسکتی ہے۔عبادت کسی بھی قسم کی ہو،رضائے الٰہی کا پایا جانا ضروری ہے۔نماز،روزہ،حج،زکوۃ،نفلی خیراتیں،روزے،بدنی عبادات،راہ دین کی مشقتیں،سفرحرمین طیبین کی صعوبتیں،بار بارراہ تبلیغ میں سفرکرنا،خودکودین کی راہ پرلگادینا،محتاجوں کی دستگیری کرنا،بھوکوں کوکھاناکھلانا،مسجدیں،مدارس کی تعمیروتوسیع وانتظامی امورمیں جانی ومالی مددکرنا،مریضوں کے لیےمفت علاج معالجے کی ترکیب کرنا،دینی علم کوفروغ دینا،عوام الناس کے شرعی مسائل کوحل کرنا،راستے سے تکلیف دہ چیزیں اٹھادینا،گھروالوں اورعزیزواقارب کا بہترخیال رکھنا،سارے ہی بھلے کام ہیں۔ان میں سے جوبھی اللہ ﷻ کی رضا کے لئے ہوں یقیناً جنت میں داخلے کاسبب بن سکتے ہیں۔

جن کا یہ گمان ہے کہ اللہ ﷻ محمد ﷺ کی مدد نہ کرے گا:

س......کن لوگوں کا یہ گمان تھا کہ اللہ ﷻ اپنے رسول کی دنیاوآخرت میں مدد نہ کرے گا؟مقاتل کہتے ہیں یہ آیت بنواسد وغطفان کی ایک جماعت کے متعلق نازل ہوئی،وہ یہ کہتے تھے کہ ہمیں یہ خطرہ ہے کہ اللہ ﷻ محمد ﷺ کی مددنہیں کرے گا پھرہمارے اور ہمارے حلیف یہودیوں کے مابین رابطہ منقطع ہوجائے گا پھروہ ہم کوغلبہ فراہم نہیں کریں گے،دوسراقول یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کے حاسدین اورآپ ﷺ کے اعداء کو یہ توقع تھی کہ اللہ ﷻ آپ ﷺ کی مددنہیں کرے گا اورآپ ﷺ کے دشمنوں پرغلبہ نہیں دے گا،اور جب انہوں نے یہ دیکھ لیا کہ اللہ ﷻ نے آپ ﷺ کی بہت بھاری مدد کی ہے تو وہ غصے وحسد سے بھرگئے۔اس آیت میں یہ بھی فرمایا گیا ہے کہ وہ آسمان سے رسے باندھ لے،السماء آسمان کوبھی کہتے ہیں اورہربلند جگہ کوبھی،اگراس کامعنی آسمان ہے تو پھرمعنی یہ ہوگا کہ جس کا یہ گمان ہے کہ اللہ محمد ﷺ کی مددنہیں کرے گا اوراللہ ﷻ نے اپنے حبیب کی مددفرمائی ہے تواب وہ چاہے تو آسمان سے خودکولٹکاکر پھنداگلے میں ڈال لے اوراپنا گلہ گھونٹ لے اوراگرالسماء کامعنی ہربلند جگہ کے ہے توپھرکسی بھی بلند جگہ خودکوپھندہ لگا کرلٹکالے۔

(الرازی، ج۸، ص ۲۱۰ وغیرہ)

رب ﷻ کے متعلق جھگڑنے والے دو فریق:

ع......حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جھگڑنے والے دوفریق سے مرادحضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اوران کے دوساتھی،یاعتبہ اوران کے دوساتھی ہیں،جنہوں نے بدرکے روزایک دوسرے کوللکاراتھا۔(صحیح البخاری، کتاب التفسیر، باب :سورۃ الحج،رقم: ۴۷۴۳،ص ۸۲۶)

☆......حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں وہ پہلا شخص ہوں جورحمان کے سامنے اپنامقدمہ پیش کرنے کے لیے گھٹنوں کے بل گھسٹتا ہوا جاؤں گا،قیس نے کہا کہ ان ہی کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی،یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے بدرکے دن ایک دوسرے کوللکاراتھا،حضرت علی،حضرت حمزہ اورحضرت عبیدہ اورشیبہ بن ربیعہ،عتبہ بن ربیعہ اورولیدبن مغیرہ۔(المرجع السابق،رقم: ۴۷۴۴)

اغراض: بفوات ما املہ: مال کی کثرت اور احباب کا نہ ہونا دنیاوی خسارہ کہلاتا ہے۔
من النصنم: فقط بت ہی نہیں بلکہ اس قبیلے کے اور بھی معبود مراد ہیں جنہیں پوجا جاتا ہے، پس حاصل کلام یہ ہے کہ من دون اللہ سے عمومیت مراد لی گئی ہے نہ کہ خاص بت ہی مراد ہیں، جیسا کہ خالق کو چھوڑ کر مخلوق کی جانب التفات کرنا اور ہاں مخلوق سے التجاء کرنا کہ اس پر اللہ کی رحمت نازل ہوتی ہے جیسا کہ اہل بیت، اولیاء کرام، صالحین کی جانب التفات کرنا درحقیقت خالق ہی کی جانب التجاء کرنا ہے اور اسی طرح مساجد میں بیٹھنے، طواف کعبہ کرنے، قدر والی رات قیام کرنا بھی اسی قبیلے سے ہے کیونکہ مقصود یہی ہے کہ ان مقامات اور زمانوں میں نازل ہونے والی رحمتوں سے حصہ حاصل کرلیا جائے اور اس میں اشخاص وغیر اشخاص کی کوئی تخصیص نہیں ہے۔
من الفروض: مراد وہ اوامر ہیں جن کا مکلف بنایا گیا ہے جن کے کرنے پر ثواب اور نہ کرنے پر عتاب مرتب ہوتا ہے۔
والنوافل: مراد وہ امور ہیں کہ جن کے کرنے پر ثواب لیکن نہ کرنے پر عتاب نہیں ہوتا۔
طائفة منهم: مراد یہود اور ایک قول کے مطابق نصاریٰ ہیں۔ **ای یخضع له:** مراد تواضع و فرمانبرداری اختیار کرنا ہے، اور یہ دو اقوال میں سے ایک قول ہے، ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے کہ مراد حقیقی سجدہ ہے جیسا کہ وارد ہوا کہ ''آسمان میں کوئی ستارہ، چاند اور سورج نہیں کہ ڈوبتے وقت سجدہ ریز نہ ہوتا ہو'' اور حکم کی بجا آوری پر ہی پھرتا ہے، اللہ کا فرمان ﴿وللہ یسجد من فی السموت والارض طوعا و کرھا...... الخ﴾۔ (الصاوی، ج ٤، ص ١٢٩ وغیرہ)

رکوع نمبر: ۱۰

وقال فی المومنین ﴿اِنَّ اللّٰہَ یُدْخِلُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ یُحَلَّوْنَ فِیْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَّلُؤْلُؤًا ط﴾ بِالجرِّ ای مِنهما بِاَنْ یُرَصَّعَ اللُّؤْلُؤًا بِالذَّهَبِ وَبِالنَّصبِ عَطفٌ علی مَحَلِّ مِن اَساوِرَ ﴿وَلِبَاسُهُمْ فِیْهَا حَرِیْرٌ (۲۳)﴾ هُو المُحَرَّمُ لُبسُهُ علی الرِّجالِ فی الدنیا ﴿وَهُدُوْآ﴾ فی الدنیا ﴿اِلَی الطَّیِّبِ مِنَ الْقَوْلِ صلے ج﴾ وَهُوَ لا اله الا اللّٰہ ﴿وَهُدُوْآ اِلٰی صِرَاطِ الْحَمِیْدِ (۲۴)﴾ ای طَرِیقِ اللّٰہ المَحمودِ وَدِینِہٖ ﴿اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَیَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ الَّذِیْ جَعَلْنٰهُ﴾ مَنسِکًا او مُتَعَبَّدًا ﴿لِلنَّاسِ سَوَآءَ نِ الْعَاکِفُ﴾ المُقِیمُ ﴿فِیْهِ وَالْبَادِ ط﴾ الطَّارِہ ﴿وَمَنْ یُّرِدْ فِیْهِ بِاِلْحَادٍ﴾ الباءُ زَائِدةٌ ﴿بِظُلْمٍ﴾ ای بِسَبَبِہٖ بِاَنْ اِرتَکَبَ مَنهِیًا ولو شَتمُ الخادمُ ﴿نُّذِقْهُ مِنْ عَذَابٍ اَلِیْمٍ (۲۵)﴾ مُولِمٌ ای بَعضَهُ وَمِنْ هذا یُؤخَذُ خَبَرُ اَنَّ ای نُذِیقُهم مِن عَذابٍ الیم.

﴿ترجمہ﴾

بیشک اللہ داخل کرے گا انہیں جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے بہشتوں میں جن کے نیچے نہریں بہیں اس میں پہنائے جائیں گے سونے کے کنگن اور موتی......... (یعنی سونے اور موتی سے بنے ہوئے ان کنگنوں کا حال یہ ہوگا کہ وہ موتی کے ہوں گے اور انہیں سونے سے مرصع کیا گیا ہوگا، لؤلؤ مجرور ہے یا پھر اساور کے محل پر معطوف ہونے کے سبب منصوب ہے) اور وہاں ان کی پوشاک ریشم ہے......... (جس کا دنیا میں مردوں پر پہننا حرام ہے) اور انہیں ہدایت کی گئی (دنیا میں) پاکیزہ بات کی (مراد لا الہ الا اللہ

ہے)اور سب خوبیوں سراہے کی راہ بتائی گئی (یعنی اللہ ﷻ کے پسندیدہ رستے اور دین کی راہ بتائی گئی) بیشک وہ جنہوں نے کفر کیا اور روکتے ہیں اللہ کی راہ (اس کی طاعت گزاری) سے اور اس ادب والی مسجد سے (المسجد الحرام سے پہلے عن محذوف ہے) جسے ہم نے سب لوگوں کے لیے (مناسک کی ادائیگی اور عبادت کرنے کی جگہ) مقرر کیا کہ اس میں ایک سا حق ہے وہاں کے رہنے والے اور پردیسی کا (عاکف کے معنی رہائشی، اور باد کے معنی پردیسی ہے) جو اس میں سبب ظلم کسی زیادتی کا ارادہ کرے (کسی ممنوعہ کام کا ارتکاب کرکے اگر چہ وہ ممنوعہ کام خادم کو گالی دینا ہی ہو......۳......بظلم میں باء سببیہ ہے) ہم اسے دردناک عذاب چکھائیں گے (یعنی کچھ نہ کچھ دردناک عذاب دیں گے، الیم بمعنی مؤلم ہے، ان کی خبر محذوف نذیقهم من عذاب الیم ہے)۔

﴿ترکیب﴾

﴿وهدوا الى الطيب من القول وهدوا الى صراط الحميد﴾.

و: عاطفہ، هدوا: فعل مجہول ونائب الفاعل، الی: جار، الطيب: مصدر "هو" ضمیر ذوالحال، من القول: ظرف مستقر حال، ملکر فاعل، ملکر شبہ جملہ مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، هدوا: فعل مجہول بانائب الفاعل، الی صراط الحميد ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ان الذين كفروا ويصدون عن سبيل الله والمسجد الحرام الذى جعلنه للناس سواء العاكف فيه والباد﴾.

ان: حرف مشبہ، الذين: موصول، كفروا: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، يصدون: فعل با فاعل، عن: جار، سبيل الله: معطوف علیہ، و: عاطفہ، المسجد: موصوف، الحرام: صفت اول، الذى: موصول، جعلنه: فعل با فاعل ومفعول، للناس: ظرف مستقر حال مقدم، سواء: مصدر بمعنی فاعل "مستويا"، العاكف: معطوف علیہ، والباد: معطوف، ملکر فاعل، فيه: ظرف لغو، ملکر شبہ جملہ ذوالحال، ملکر مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ صلہ، ملکر صفت ثانی، ملکر معطوف، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر صلہ، ملکر اسم، "خسروا"، جملہ فعلیہ خبر محذوف، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ومن يرد فيه بالحاد بظلم نذقه من عذاب اليم﴾.

و: عاطفہ، من: شرطیہ مبتدا، يرد: فعل "هو" ضمیر ذوالحال، بالحاد: ظرف مستقر حال اول، بظلمه: ظرف مستقر حال ثانی، ملکر فاعل، فيه: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ شرط، نذقه من عذاب اليم: فعل با فاعل ومفعول وظرف لغو، ملکر جواب شرط، ملکر جملہ شرطیہ، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿شان نزول﴾

☆...... ان الذين كفروا ...... ☆ یہ آیت سفیان بن حرب وغیرہ کے بارے میں نازل ہوئی جنہوں نے سید عالم ﷺ کو مکہ مکرمہ میں داخل ہونے سے روکا تھا، مسجد حرام یا خاص کعبہ معظمہ مراد ہے، جیسا کہ امام شافعی فرماتے ہیں اس تقدیر پر معنی یہ ہونگے کہ وہ تمام لوگوں کا قبلہ ہے وہاں کے رہنے والے اور پردیسی سب برابر ہیں، سب کے لیے اس کی تعظیم وحرمت اور اس میں ادائے مناسک حج یکساں ہیں۔

☆...... ومن يرد فيه بالحاد...... ☆ ابن عباس سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے عبداللہ بن انیس کو دو آدمیوں کے ساتھ بھیجا تھا جن میں ایک مہاجر تھا، دوسرا انصاری ان لوگوں نے اپنے اپنے مفاخر نسب بیان کئے تو عبداللہ بن انیس کو غصہ آیا اور اس نے انصاری کو قتل کر دیا اور خود مرتد ہو کر مکہ مکرمہ کی جانب بھاگ نکلا۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

مَرد کے لیے سونے وموتی کے کنگن کا حکم:

۱......حضرت بُریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص پیتل کی انگوٹھی پہنے ہوئے تھا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کیا بات ہے کہ تم سے بُت کی بُو آتی ہے؟ انہوں نے وہ انگوٹھی پھینک دی، پھر لوہے کی انگوٹھی پہن کر آئے، فرمایا: ''کیا بات ہے کہ تم جہنمیوں کا زیور پہنے ہوئے ہو'' ؟ اسے بھی پھینکا اور عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کس چیز کی انگوٹھی پہنیں؟ فرمایا: ''چاندی کی بناؤ اور ایک مثقال پورا نہ کرو، یعنی ساڑھے چار ماشہ سے کم ہو''۔

(سنن ابو داؤد، کتاب الخاتم، باب :ما جاء فی خاتم الحدید،رقم: ۴۲۲۳،ص۷۸۴)

☆......ترمذی کی حدیث میں ہے کہ لوہے کے بعد سونے کی انگوٹھی پہن کر آئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کیا بات ہے کہ تم کو جنتیوں کا زیور پہنے دیکھتا ہوں، یعنی سونا تو جنتیوں کا زیور ہے''۔(سنن الترمذی، کتاب اللباس، باب ماجاء فی خاتم الحدید، رقم :۱۷۹۲،ص۵۳۸)

مَرد کو زیور پہننا مطلقاً حرام ہے، صرف چاندی کی ایک انگوٹھی جائز ہے، جو وزن میں ایک مثقال یعنی ساڑھے چار ماشے سے کم ہو اور سونے کی انگوٹھی بھی حرام ہے، تلوار کا حلیہ چاندی کا جائز ہے یعنی اس کے نیام اور قبضہ یا پرتلے میں چاندی لگائی جا سکتی ہے ،بشرطیکہ وہ چاندی موضع استعمال میں نہ ہو۔(الدرالمختار مع ردالمحتار، کتاب الحضروالاباحۃ ،فصل فی اللباس ،ج۹،ص۵۰۷)

بعض علماء نے کہا یَشب (یعنی ایک قیمتی پتھر کا نام جو مائل بہ سبزی ہوتا ہے)، اور عقیق (ایک سرخ رنگ کا قیمتی پتھر) کی انگوٹھی سے بچا جائے اور بعض نے ہر قسم کے پتھر کی انگوٹھی کی اجازت دی ہے اور بعض نے سب کی ممانعت کی ہے۔ لہٰذا احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ چاندی کے سوا ہر قسم کی انگوٹھی سے بچا جائے، خصوصاً جب کہ صاحب ھدایہ جیسے جلیل القدر کا میلان اس سب کے عدمِ جواز کی طرف ہے۔ (بہارشریعت مخرجہ، انگوٹھی اور زیور کا بیان، حصہ ۱۶، ج۳، ص ۴۲۶)

مَرد کے لیے ریشمی لباس کا حکم:

۲......ریشم کے کپڑے مرد کے لئے حرام ہیں، بدن اور کپڑوں کے درمیان کوئی دوسرا کپڑا حائل ہو یا نہ ہو، دونوں صورتوں میں حرام ہیں اور جنگ کے موقع پر بھی نرے ریشم کے کپڑے حرام ہیں، ہاں اگر تانا سوت ہو اور بانا ریشم تو لڑائی کے موقع پر پہننا جائز ہے اور اگر تانا ریشم ہو اور بانا سوت ہو تو ہر شخص کے لئے ہر موقع پر جائز ہے۔ مجاہد اور غیر مجاہد دونوں پہن سکتے ہیں۔ لڑائی کے موقع پر ایسا کپڑا پہننا جس کا بانا ریشم ہو اس وقت جائز ہے جب کہ کپڑا موٹا ہو اور اگر باریک ہو تو ناجائز ہے کہ اس کا جو فائدہ تھا، اس صورت میں وہ نہ ہوگا۔ (الھدایۃ مع بدایۃ المبتدی، کتا ب الکراھیۃ ،فصل فی اللبس ،ج۷،ص۱۹۲)

تانا ریشم ہو اور بانا سوت مگر کپڑا اس طرح بنایا گیا ہو کہ ریشم ہی ریشم دکھائی دیتا ہو تو اس کا پہننا مکروہ ہے، بعض قسم کی مخمل ایسی ہوتی ہے کہ اس کے روئیں ریشم کے ہوتے ہیں، اس کے پہننے کا بھی یہی حکم ہے، اس کی ٹوپی اور صدری وغیرہ نہ پہنی جائے۔ ریشم کے بچھونے پر بیٹھنا، لیٹنا اور اس کا تکیہ لگانا بھی ممنوع ہے، اگرچہ پہننے میں بہ نسبت اس کے زیادہ بُرائی ہے مگر درمختار میں اسے مشہور کے خلاف لکھا ہے اور ظاہر یہی ہے کہ یہ جائز ہے۔ عورت کو ریشم پہننا جائز ہے اگرچہ خالص ریشم ہو اور اس میں سوت کی آمیزش بالکل نہ ہو۔ (بہارشریعت مخرجہ ،لباس کا بیان، حصہ: ۱۶، ج۳، ص ۴۱۰ وغیرہ)

ملازمین کو ملامت کرنے کے بارے میں شرعی احکام:

سے.....مسلمان نے کافر کی خدمت گاری کی نوکری کی، یہ منع ہے بلکہ کسی ایسے کام پر کافر سے اجارہ نہ کرے جس میں مسلم کی ذلت ہو۔

(العالمگیری، کتاب الاجارۃ، باب الحادی عشر فی الاستئجار للخدمۃ، ج٤، ص ٤٩١)

باپ اپنے نابالغ لڑکے کو ایسے کام کے لئے اجرت پر دے سکتا ہے جس کے کرنے کی اُسے طاقت ہو اور باپ نہ ہو تو اس کا وصی، یہ بھی نہ ہو تو دادا، اور دادا نہ ہو تو اس کا وصی نابالغ کو اجارہ دے سکتا ہے اور اگر ان میں کوئی نہ ہو تو ذو رحم محرم (قریبی رشتے دار) جس کی پرورش میں وہ بچہ ہے دے سکتا ہے۔ (بہارشریعت مخرجہ، خدمت کے لئے اجارہ، حصہ ١٤، ج٣، ص ١٦٤ وغیرہ)

شاگرد اپنے استاد کے ساتھ کام سیکھتا ہے یا بڑے دوکاندار اور کاریگر اپنے یہاں کام کرنے کے لیے کچھ لوگوں کو نوکر رکھ لیتے ہیں اور ان سے کام لیتے ہیں ان شاگردوں اور نوکروں کا کام اسی استاد اور دوکاندار کا کام سمجھا جاتا ہے اگر شاگردوں یا نوکروں سے کسی کی چیز میں نقصان ہو جائے جو اس دکان پر بننے آئی تھی تو اس کا ذمہ دار وہ استاد اور دوکاندار ہے اسی سے تاوان لیا جائے گا وہ یہ نہیں کہہ سکتا کہ مجھ سے نقصان نہیں ہوا مثلاً درزی کے پاس کپڑا سینے کو دیا یا اسکے نوکر نے کوئی ایسی خرابی کردی جس سے تاوان لازم آتا ہے تو اُسی درزی سے تاوان لیا جائے گا اور وہ اپنے نوکر سے تاوان نہیں لے سکتا کہ نوکر اجیر خاص ہے۔

(الدرالمختار مع ردالمحتار، کتاب الاجارۃ، باب ضمان الاجیر، مبحث اختلاف المؤجر، ج٩، ص ١٠٢)۔

اغراض: بان یرصع اللؤلؤ بالذھب: اصل عبارت یوں ہے"یرصع الذھب وباللؤلؤ"، کہاجاتا ہے کہ جنتی دو قسموں کے کنگن پہنیں گے، سونے اور چاندی کے، اور آیت میں ہے﴿وحلوا اساور من فضۃ﴾ پس حدیث کے مطابق تین قسم کے زیور پہنیں گے، سونے، چاندی اور موتی کے، ایک حدیث میں یوں بھی ہے کہ مومن کے کنگن وہاں تک ہونگے جہاں تک اس کے وضو کا پانی پہنچتا ہے"۔

وھو المحرم لبسہ علی الرجال فی الدنیا: مرد کے لئے ریشمی لباس سے متعلق بیان حاشیہ نمبر۲ کا مطالعہ فرمائیں۔

وھو لا الہ الا اللہ: اسی کی مثل افضل قول محمد رسول اللہ ہے، حدیث میں ہے: "افضل ترین قول جو میں اور مجھ سے پہلے نبی کہتے رہے وہ لا الہ الا اللہ ہے، ذکر میں سب سے عمدہ قول یہی ہے اور ہر نیک عمل اسی کی برکت سے قبولیت تک پہنچتا ہے، جو اس قول پر انتقال کر جائے اس نے سعادت مندی پالی، ہم اللہ ﷻ سے دنیا میں اس پر ثابت قدمی کی دعا کرتے ہیں اور آخرت میں اس کے احسان وکرم کے سوالی ہیں۔

ای طریق اللہ المحمودۃ: اس جملے میں اس جانب اشارہ ہے کہ "حمید" اللہ کا وصف ہے، یعنی اللہ کے افعال محمود ہیں۔

(الصاوی، ج٤، ص ١٣٢ وغیرہ)

رکوع نمبر: ۱۱

﴿وَ﴾اذکر﴿اِذْ بَوَّاْنَا﴾بیّنّا﴿لِاِبْرٰهِیْمَ مَكَانَ الْبَیْتِ﴾لیبنیہ وکان قد رُفِع زمن الطوفان و امرناہ﴿اَنْ لَّا تُشْرِكْ بِیْ شَیْــٴًـا وَّ طَهِّرْ بَیْتِیَ﴾من الاوثان﴿لِلطَّآىٕفِیْنَ وَ الْقَآىٕمِیْنَ﴾المقیمین بہ﴿وَ الرُّكَّعِ السُّجُوْدِ(۲۶)﴾جمع راکع وساجد ای المصلین﴿وَ اَذِّنْ﴾ناد﴿فِی النَّاسِ بِالْحَجِّ﴾فنادی علی جبل ابی قبیس یایھا الناس اِنّ ربکم بنی بیتا واوجب علیکم الحج الیہ فاجیبوا ربکم والتفت بوجھہ یمینا وشمالا وشرقا وغربا فاجابہ کل من کتب لہ ان یحج من اصلاب الرجال وارحام الامھات لبیک اللھم

لبیکَ وَجوابُ الامرِ ﴿یَاْتُوْکَ رِجَالًا﴾ مُشاۃً جمعُ راجلٍ کَقائِمٍ وَقِیامٍ ﴿وَّ﴾ ﴿رُکْبَانًا﴾ ﴿عَلٰی کُلِّ ضَامِرٍ﴾ اَی بَعِیرٍ مَهْزُولٍ وَهوَ یُطلَقُ علی الذَّکرِ والْاُنثٰی ﴿یَّاْتِیْنَ﴾ اَیِ الضَّوامرُ حَمْلًا علی المعنی ﴿مِنْ کُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ (۲۷)﴾ طریقٍ بعیدٍ ﴿لِّیَشْهَدُوْا﴾ اَی یَحضُرُوا ﴿مَنَافِعَ لَهُمْ﴾ فِی الدنیا بِالتِّجارۃِ اوفِی الْاٰخِرۃِ اوفِیهما اَقوالٌ ﴿وَیَذْکُرُوا اسْمَ اللّٰهِ فِیْۤ اَیَّامٍ مَّعْلُوْمٰتٍ﴾ اَی عَشرِ ذِی الحجۃِ اَو یومِ عرفۃَ او یومِ النحرِ الی آخرِ ایامِ التَّشریقِ اقوالٌ ﴿عَلٰی مَا رَزَقَهُمْ مِّنْۢ بَهِیْمَةِ الْاَنْعَامِ ۚ﴾ اَلْاِبلِ والبقرِ والغنمِ التِیْ تُنحَرُ فی یومِ العیدِ وما بعدہٗ مِنَ الھدایا والضحایا ﴿فَكُلُوْا مِنْهَا﴾ اَی کانتْ مُستَحبۃً ﴿وَاَطْعِمُوا الْبَآئِسَ الْفَقِیْرَ (۲۸)﴾ اَیِ الشدیدَ الفقرِ ﴿ثُمَّ لْیَقْضُوْا تَفَثَهُمْ﴾ اَی یَزِیلُوا اَوساخَهم وَشَعْثَهُمْ کَطولِ الظُّفرِ ﴿وَلْیُوْفُوْا﴾ بِالتخفیفِ والتشدیدِ ﴿نُذُوْرَهُمْ﴾ مِنَ الهدایا والضَّحایا ﴿وَلْیَطَّوَّفُوْا﴾ طوافَ الْاِفاضۃِ ﴿بِالْبَیْتِ الْعَتِیْقِ (۲۹)﴾ اَیِ القدیمِ لِاَنَّہٗ اَوَّلُ بیتٍ وُضِعَ ﴿ذٰلِكَ ق﴾ خبرُ مُبتداءٍ مُقدَّرٍ اَی الْاَمرُ اَوِ الشانُ ذالکَ المذکورُ ﴿وَمَنْ یُّعَظِّمْ حُرُمٰتِ اللّٰهِ﴾ هِیَ مَالَا یَحِلُّ انتِهاکُہٗ ﴿فَهُوَ﴾ اَی تَعظِیمُها ﴿خَیْرٌ لَّهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ط﴾ فِی الْاٰخِرۃِ ﴿وَاُحِلَّتْ لَكُمُ الْاَنْعَامُ﴾ اَکْلًا بعدَ الذَّبحِ ﴿اِلَّا مَا یُتْلٰی عَلَیْكُمْ﴾ تحریمُہٗ فی حُرِّمتْ علیکُمُ المیتۃُ الایۃ ، فَالْاِستِثناءُ مُنقطِعٌ وَیَجوزُ اَنْ یکونَ مُتصلًا والتحریمُ لِما عَرَضَ مِنَ الموتِ وَنحوِهٖ ﴿فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ﴾ مِنْ لِلبیانِ اَی الذِی هُوَ الْاَوثانُ ﴿وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ (۳۰)﴾ اَی الشرکَ فِی تَلبیتِهم اَو شهادۃَ الزُّورِ ﴿حُنَفَآءَ لِلّٰهِ﴾ مسلمینَ عادِلینَ عن کُلِّ سوی دِینِهٖ ﴿غَیْرَ مُشْرِكِیْنَ بِهٖ ط﴾ تاکیدٌ لِما قبلہٗ وَهما حالانِ مِنَ الواوِ ﴿وَمَنْ یُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَكَاَنَّمَا خَرَّ﴾ سَقَطَ ﴿مِنَ السَّمَآءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّیْرُ﴾ اَی تاخذُہٗ بِسُرعۃٍ ﴿اَوْ تَهْوِیْ بِهِ الرِّیْحُ﴾ اَی تَسْقُطُہٗ ﴿فِیْ مَكَانٍ سَحِیْقٍ (۳۱)﴾ بَعِیدٍ اَی فَهُوَ لَا یرجی خلاصُہٗ ﴿ذٰلِكَ ق﴾ یُقدَّرُ قبلَہٗ الامرُ مُبتداءً ﴿وَمَنْ یُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا﴾ اَی فَاِنَّ تعظیمَها وهیَ البُدنُ التی تُهدٰی لِلحَرمِ بِاَنْ تُسْتَحسَنَ تُستَسمَنَ ﴿مِنْ تَقْوَی الْقُلُوْبِ (۳۲)﴾ مِنهُم وَسُمِّیَتْ شعائرَ لِاِشعارِها بما یُعرفُ بہٖ اَنَّها هَدیٌ کَطعنِ حَدِیدۃٍ بِسنامِها ﴿لَكُمْ فِیْهَا مَنَافِعُ﴾ کَرُکوبِها والحَملِ علیها مَالَا یَضُرُّ هَا ﴿اِلٰۤی اَجَلٍ مُّسَمًّی﴾ وقتَ نَحرِها ﴿ثُمَّ مَحِلُّهَاۤ﴾ اَی مَکانُ حَلِّ نَحرِها ﴿اِلَی الْبَیْتِ الْعَتِیْقِ (۳۳)﴾ اَی عِندَہٗ والمرادُ الحرمُ جمیعُہٗ.

﴿ترجمہ﴾

اور (یاد کرو) جب کہ ہم نے ٹھیک بتادیا (بوانا بمعنی بینا ہے) ابراہیم کو اس گھر کا ٹھکانہ (کہ وہ اس گھر کو بنائے، جب کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے طوفان کے بعد عمارت بلند فرمائی......) اور ہم نے اُسے حکم دیا) کوئی شریک نہ کرے میرے ساتھ اور میرا گھر صاف کرے (بتوں سے) طواف کرنے والوں اور اعتکاف والوں (اس شہر میں قائم رہنے والوں کے لیے) اور رکوع سجدے کرنے والوں کے لیے (رکوع جمع ہے راکع کی اور سجود جمع ہے ساجد کی) اور لوگوں میں حج کی عام ندا (اذن بمعنی نداد

ہے) کردے......۲......(حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جبل ابوقبیس پر چڑھ کر ندا فرمائی: اے لوگو! بلا شبہ تمہارے رب نے ایک گھر بنایا ہے اور تم پر اس کا حج کرنا لازم فرمایا ہے تو تم اپنے رب کے حکم کو قبول کرو، آپ علیہ السلام نے اپنے چہرہ مبارکہ کو دائیں بائیں اور مشرق اور مغربی سمت کرکے ندا لگائی تو جس کے لیے حج کیا جانا لکھا تھا انہوں نے باپوں کی پشتوں اور ماؤں کے رحم سے اس حکم کو قبول کرتے ہوئے عرض کیا ''لبیک اللھم لبیک'' اذن امر کا صیغہ ہے، جواب امر یاتوک ہے جو آگے مذکور ہے) وہ تیرے پاس حاضر ہوں گے پیادہ (رجال بپیادہ پا چلنے کو کہتے ہیں، لفظ رجال جمع ہے راجل کی جیسا کہ قالم کی جمع قیام آتی ہے) اور ہر دبلی اونٹنی پر (ضامر کمزور اونٹ کو کہتے ہیں لفظ ضامر کا اطلاق نر و مادہ دونوں پر ہوتا ہے) ہر دور کی راہ سے (کمزور اونٹنیاں ہیں) آتی ہیں (یاتین فعل جمع مذکر غائب کل ضامر کے معنی کی رعایت کرنے کے لیے ذکر کیا گیا ہے، فجّ کے معنی راستہ، اور عمیق کے معنی بعید ہے) تا کہ وہ حاضر ہوں (تجارت کر کے اپنے دنیاوی) فائدے کو (یا اخروی فائدے کو یا دینی اور دنیاوی دونوں طرح کے فائدے کو اس کی تفسیر میں مختلف اقوال ہیں) اور اللہ کا نام لیں جانے ہوئے دنوں میں (ایام معلومات سے مراد یا تو دس ذوالحجہ ہے یا عرفہ کا دن ہے یا یوم النحر سمیت تمام ایام تشریق مراد ہیں، اس کی تفسیر میں بھی مختلف اقوال ہیں) اس پر کہ انہیں روزی دی بے زبان چوپائے (اونٹ، گائے، بکری جنہیں عید کے دن اور اس کے بعد تحفہ دینے یا ھدی کے لیے ذبح کیا جاتا ہے) تو ان میں سے خود کھاؤ (جب کہ قربانی بطور استحباب ہو) اور مصیبت زدہ محتاج کو کھلاؤ......۳......(''البائس'' الفقیر سخت محتاجی کو کہتے ہیں) پھر اپنا میل کچیل اتاریں (یعنی اپنے میل کچیل اور اسی قسم کی گندگی ہے جیسے ناخن وغیرہ کے بڑھنے کو زائل کریں) اپنی منتیں پوری کریں ......۴......(ھدی دینے یا جانور ذبح کرنے کی منت کو، ولیوفوا کو مشدد و مخفف دونوں پڑھا گیا ہے) اور اس قدیم گھر کا طواف (طواف افاضہ) کریں (بیت اللہ کو البیت العتیق، اس لیے کہتے ہیں کہ یہ وہ پہلا گھر ہے جسے لوگوں کے لئے بنایا گیا ہے) یہ (ذلک مبتداء مقدر الامر یا الشان کی خبر ہے، مذکور بات یہ ہے) اور جو اللہ کی حرمتوں کی تعظیم کرے......۵......(حرمت اللہ سے مراد وہ چیزیں ہیں جن کو حلال نہیں ہے) تو وہ (یعنی اس کا یہ تعظیم کرنا) اس کے لیے اس کے رب کے یہاں بھلا ہے اور تمہارے لیے حلال کئے گئے بے زبان چوپائے (یعنی ان چوپایوں کو ذبح کرنے کے بعد کھانا تمہارے لیے حلال کیا گیا ہے) سوا ان کے (جن کی حرمت) تم پر پڑھی جاتی ہے (آیت مبارکہ حرمت علیکم المیتته......الخ، اس آیت میں استثناء منقطع ہے اور یہاں استثناء کا متصل ہونا بھی درست ہے اور انعام پر حرمت خود سے مر جانے وغیرہ سے عارض ہوگی) تو دور ہو بتوں کی گندگی سے (من الاوثان، میں من بیانیہ ہے یعنی بتوں سے دور رہو) اور بچو جھوٹی بات سے (القول الزور سے مراد کفار مکہ کا تلبیہ میں اللہ عزوجل کے ساتھ بتوں کو شریک کرنا ہے یا اس سے مراد جھوٹی گواہی دینا ہے) نرے اللہ کے ہو کر (حنفاء للہ کا معنی ہے اسلام لاتے، اور ماسوا اسلام کے ہر دین سے عدول کرتے) کہ اس کا ساجھی کسی کو نہ کرو (غیر مشرکین ماقبل کی تاکید ہے، حنفاء للہ اور غیر مشرکین بہ دونوں واجتنبوا کی ضمیر سے حال ہیں) اور جو اللہ کا شریک کرے وہ گویا گرا آسمان سے (خر بمعنی سقط ہے) کہ پرندے اسے اچک لے جاتے ہیں (جلدی سے) یا ہوا اسے کسی دور جگہ پھینکتی ہے (پس اسے اپنے بچنے کی امید بھی نہیں رہتی، تھوی بہ بمعنی تسقطه ہے اور سحیق بمعنی بعید ہے معاملہ یہ ہے کہ ذلک سے پہلے الامر مبتداء محذوف ہے) اور جو اللہ کی نشانیوں کی تعظیم کرے تو یہ (یعنی ان نشانیوں کی تعظیم کرنا) دلوں کی پرہیزگاری سے ہے (شعائر اللہ سے مراد بدنہ ہیں جنہیں حرم لے جایا جاتا ہے اور ان کی تعظیم یہ ہے کہ وہ فربہ اور خوبصورت لیے جائیں، اور بدنوں کو شعائر اللہ اس لیے کہا جاتا ہے کیونکہ یہ ایسی علامت رکھتی ہیں جن سے ان کا ہدی ہونا معلوم ہوتا ہے) تمہارے لیے چوپائے میں فائدے ہیں (جیسے ان پر سوار ہونا یا بوجھ لادنا اس طرح سے کہ انہیں ضرر نہ پہنچے) ایک مقررہ میعاد

تک (یعنی ان کے ذبح کے وقت تک) پھران کا پہنچنا ہے اس قدیم گھر تک (یعنی اس قدیم گھر کے پاس اور مراد اس سے تمام ہی حرم ہے "محلها" کا معنی ہے پھران جانوروں کے ذبح کے حلال ہونے کا مقام اس قدیم گھر کے پاس ہے)۔

﴿ترکیب﴾

﴿واذ بوانا لابراهيم مكان البيت ان لا تشرک بی شيئا وطهر بيتی للطائفين والقائمين والركع السجود﴾.

و: عاطفہ، اذ: ظرفیہ مضاف، بوانا: فعل وضمیر ذوالحال، ان: مصدریہ، لا تشرک بی شيئا: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، طهر: فعل امر بافاعل، لام: جار، الطائفين: معطوف علیہ، و: عاطفہ، طهر: فعل امر بافاعل، لام: جار، الطائفين: معطوف علیہ، و: عاطفہ، القائمين: معطوف اول، و: عاطفہ، الركع السجود: مرکب توصیفی، معطوف ثانی ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر معطوف، ملکر بتاویل مصدر "قائلين له" قول محذوف کے لیے مقولہ، ملکر شبہ جملہ ہوکر حال، ملکر فاعل، لا براهيم: ظرف لغو، مكان البيت: مفعول، ملکر مضاف الیہ، ملکر "اذكر" فعل محذوف کے لیے مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿واذن فی الناس بالحج﴾.

و: عاطفہ، اذن: فعل امر وضمیر ذوالحال، بالحج: ظرف مستقر "معنا" محذوف کے لیے، ملکر شبہ جملہ ہوکر حال، ملکر فاعل، فی الناس: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ياتوک رجالا وعلى كل ضامر ياتين من كل فج عميق ○ ليشهدوا منافع لهم ويذكروا اسم الله فی ايام معلومت على ما رزقهم من بهيمة الانعام﴾.

ياتوا: فعل وضمیر ذوالحال، رجالا: معطوف علیہ، و: عاطفہ، على: جار، كل: مضاف، ضامر: موصوف، ياتين من كل فج عميق: جملہ فعلیہ صفت، ملکر مضاف الیہ، ملکر مجرور، ملکر ظرف مستقر "ركبانا" محذوف کے لیے، ملکر شبہ جملہ معطوف، ملکر حال، ملکر فاعل، ک ضمیر مفعول، لام: جار، يشهدوا: فعل بافاعل، منافع لهم: مرکب توصیفی مفعول، ملکر معطوف علیہ، و: عاطفہ، يذكروا اسم الله فی ايام معلومت: فعل بافاعل ومفعول وظرف لغو، على: جار، ما رزقهم من بهيمة الانعام: موصول صلہ، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو ثانی، ملکر معطوف، ملکر بتقدیر "ان" مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿فكلوا منها واطعموا البائس الفقير﴾.

ف: فصیحہ، كلوا منها: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، اطعموا: فعل امر بافاعل، البائس الفقير: مرکب توصیفی مفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر شرط محذوف "اذا كان الامر كذلک" کی جزا، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿ثم ليقضوا تفثهم وليوفوا نذورهم وليطوفوا بالبيت العتيق﴾.

ثم: عاطفہ، ليقضوا تفثهم: فعل امر غائب بافاعل ومفعول، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، ليطوفوا: فعل امر غائب بافاعل، بالبيت العتيق: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ذلک ومن يعظم حرمت الله فهو خير له عند ربه﴾.

ذلک: مبتدا محذوف، "الامر" کے لیے خبر، جملہ اسمیہ، و: مستانفہ، من: شرطیہ مبتدا، يعظم حرمت الله: جملہ فعلیہ شرط، ف: جزائیہ، هو: مبتدا، خير له: شبہ جملہ ذوالحال، عند ربه: ظرف متعلق بمحذوف حال، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ خبر، ملکر جزا، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿واحلت لكم الانعام الا ما يتلى عليكم﴾.

و: عاطفہ، احلت لکم: فعل مجہول وظرف لغو، الانعام: مستثنیٰ منہ، الا: حرف استثناء، ما یتلی علیکم: موصول صلہ ملکر مستثنیٰ، ملکر نائب الفاعل، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿فاجتنبوا الرجس من الاوثان واجتنبوا قول الزور حنفاء لله غير مشركين به﴾.

ف: عاطفہ، اجتنبوا: فعل امر بافاعل، الرجس: ذوالحال، من الاوثان: ظرف مستقر حال، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، اجتنبوا: فعل امر وضمیر ذوالحال، حنفآء لله: مشبہ جملہ حال اول، غیر مشرکین بہ: حال ثانی، ملکر فاعل، قول الزور: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ومن يشرك بالله فكانما خر من السماء فتخطفه الطير او تهوى به الريح فى مكان سحيق﴾.

و: مستانفہ، من: شرطیہ مبتدا، یشرک: جملہ فعلیہ شرط، ف: جزائیہ، کانما: حرف مشبہ و ماکافہ، خر من السماء: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، ف: عاطفہ، تخطفه الطير: جملہ فعلیہ معطوف اول، او: عاطفہ، تھوی بہ الریح: فعل وظرف لغو وفاعل، فی مکان سحیق: ظرف لغو، ملکر معطوف ثانی، ملکر جواب شرط، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ذلک ومن يعظم شعائر الله فانها من تقوى القلوب﴾.

ذلک: مبتدا محذوف "الامر" کے لیے خبر، ملکر جملہ اسمیہ، و: مستانفہ، من: شرطیہ مبتدا، یعظم شعائر الله: جملہ فعلیہ شرطیہ، ف: جزائیہ انھا: حرف مشبہ واسم: من تقوی القلوب: ظرف مستقر خبر، ملکر جزاء، ملکر جملہ شرطیہ ہوکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ مستانفہ۔

﴿لكم فيها منافع الى اجل مسمى ثم محلها الى البيت العتيق﴾

لکم: ظرف مستقر حال مقدم، فیھا: ظرف مستقر حال مقدم، منافع: موصوف، الی اجل مسمی: ظرف مستقر صفت، ملکر ذوالحال، ملکر مبتدا مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ، ثم: عاطفہ، محلھا: مبتدا، الی البیت العتیق: ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

تعمیر کعبہ معظمہ کا بیان:

۱..... تفسیر جمل میں امام قسطلانی کے حوالے سے ہے کہ کعبہ کی تعمیر دس مرتبہ ہوئی: (۱)..... تعمیرِ ملائکہ: مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم دیا کہ وہ ہر آسمان میں ایک گھر بنائیں اور اسی طرح زمین میں بھی۔ حضرت مجاہد فرماتے ہیں: "کل بیت اللہ چودہ ہیں۔" نیز مروی ہے کہ جب فرشتوں نے کعبۃ اللہ کی بنیاد رکھی تو زمین اپنی انتہاء تک پھٹ گئی اور پھر فرشتوں نے اس میں اونٹوں کی مثل بڑے بڑے پتھر پھینک دیئے، پس یہی پتھر وہ بنیاد ہیں جن پر حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام اور حضرت سیدنا اسماعیل علیہ السلام نے کعبہ کی تعمیر فرمائی۔ (۲)..... تعمیرِ آدم: حضرت سیدنا آدم علیہ السلام کو اس کی تعمیر کے بارے میں یوں ارشاد فرمایا گیا کہ چونکہ آپ سب سے پہلے انسان ہیں لہٰذا یہ سب سے پہلا گھر ہے جو لوگوں کے لئے مقرر کیا گیا ہے۔ (۳)..... تعمیرِ شیث: حضرت سیدنا شیث علیہ السلام نے اسے مٹی اور پتھروں سے تعمیر فرمایا، یہ گھر آپ علیہ السلام سے لے کر حضرت سیدنا نوح علیہ السلام کے زمانے تک برقرار رہا، پھر طوفانِ نوح میں زیرِ آب آگیا اور اس کی جگہ کی شناخت باقی نہ رہی۔ (۴)..... تعمیرِ ابراہیم: چوتھی مرتبہ حضرت جبرائیل امین علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو اس کی بنیادوں کی نشاندہی فرمائی، یہی وجہ ہے کہ ارشاد فرمایا گیا: "اس جہانِ رنگ و بو میں کعبہ سے بڑھ کر اشرف واعلیٰ کوئی عمارت نہیں۔" اس لئے کہ اس کے بنانے کا حکم دینے والی ذات، ذاتِ ربِّ جمیل، اس کی حدود کی نشاندہی کرنے والے حضرت جبریل، جبکہ بنانے والے ربِّ جلیل کے خلیل علیہ السلام اور معاون حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں۔ (۵)..... تعمیرِ

عمالقہ۔(۶)......تعمیر جرہم: قبیلہ جرہم میں سے اسکی تعمیر حرث بن مضاض اصغر نے کی۔(۷)......تعمیر قصی: یہ حضور ﷺ کے اجداد میں سے پانچویں تھے۔(۸)......تعمیر قریش: قبیلہ قریش اور حضور ﷺ نے ملکر تعمیر کعبہ فرمائی، اس وقت آپ ﷺ کی عمرِ مبارک (35) سال تھی۔(۹)......تعمیر عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ: نویں مرتبہ اسکی تعمیر حضرت سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے کی اور اسکا سبب یہ بنا کہ حضرت سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سن چونسٹھ ہجری کے اوائل میں جبکہ یزید بن معاویہ کے معاندین نے محاصرہ کرکے منجنیق کے ذریعے کعبہ معظمہ پر سنگ باری کی تو حضرت سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ امارت میں استخارہ اور مشورہ کرنے کے بعد اسے شہید کردیا جو کہ سن چونسٹھ ہجری، نصف جمادی الآخر ہفتہ کا دن تھا اور جب ڈیڑھ قامت تک منہدم کر چکے تو حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی کھڑی کی ہوئی بنیادوں کو اونٹ کی کوہان کی طرح پایا کہ وہ ایک دوسرے سے ملی ہوئی تھیں یہاں تک کہ اگر بنیاد کے ایک طرف ضرب ماری جاتی تو دوسری طرف ہلنے لگتی، بہر حال انہوں نے حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی قائم کردہ بنیادوں پر ہی اس کی تعمیر فرمادی اور اس میں وہ حصہ یا گوشہ بھی شامل فرمادیا جو قریش نے اس سے نکال دیا تھا، نیز زمین کے ساتھ ملے ہوئے اس کے دو دروازے بنائے جن میں سے ایک دروازہ تو آج تک موجود ہے جبکہ دوسری جانب کا دروازہ بند کردیا گیا ہے، حضرت سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے اسکے بنانے کا آغاز جمادی الآخر میں اور اختتام ماہِ رجب سن پینسٹھ ہجری میں کیا، اس کے بعد سو اونٹ فقراء کیلئے ذبح فرمائے۔(۱۰)......تعمیرِ حجاج: حجاج بن یوسف نے اس کی بنیادِ مطاف کی جانب دیوار بنا کر کی اور رکن یمانی کی جانب مغربی دروازہ بند کرکے مشرقی دروازے کے نیچے کی جانب دہلیز سے چار ذراع اور ایک بالشت کا فاصلہ چھوڑ دیا جبکہ بقیہ عمارت حضرت سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی بنائی ہوئی طرز پر رہنے دی، کعبہ معظمہ کی عمارت آج تک حجاج کی بنائی ہوئی طرز پر ہے۔ (الجمل، ج۱، ص۱۵۹، ۱۶۰)

حج کا اذن عام کرنا:

۲......حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جبل ابی قبیس پر کھڑے ہو کر ندا فرمائی "لوگوں تمہارے رب نے ایک گھر بنایا ہے اور تمہارے اوپر اس کا حج کرنا واجب کیا ہے لہذا تم اپنے رب کی ندا پر لبیک کہو اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے چہرہ مبارک کو دائیں بائیں شرقاً غرباً گھمایا چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی آواز پر ماؤں کے رحموں اور باپوں کی صلبوں سے لبیک کی گئی اور یہ جواب انہوں نے دیا جن کے مقدر میں حج کرنا لکھا تھا۔ اور سب سے پہلے اہل یمن نے جواب کے طور پر لبیک کہا پس اس دن سے لیکر قیامت تک کوئی حاجی حج نہیں کر سکتا مگر وہ جس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ندا پر لبیک کہا ہو۔ پس جس کسی نے ایک مرتبہ جواباً لبیک کہا ہو گا وہ ایک حج کرے گا اور جس نے دو مرتبہ جواباً لبیک کہا ہو گا وہ دو مرتبہ حج کرے گا وعلی ھذا القیاس۔ (الجمل، ج۵، ص۱۹۰)۔

سوال ہوتا ہے کہ منافع اور ایام معلومات سے کیا مراد ہے؟ منافع سے مراد حاجی کا تجارت وغیرہ سے نفع حاصل کرنا مراد ہے اور اخروی فائدہ یعنی ثواب بھی مراد ہے۔ اور ایام معلومات کے بارے میں متعدد اقوال ہیں چنانچہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے تحت اس سے مراد ایام تشریق ہیں جبکہ ایک قول یہ کیا گیا ہے کہ اس سے مراد یوم عرفہ سے لیکر ایام تشریق کے آخر تک کے ایام ہیں جس

پر ﴿علی مارزقهم من بهيمة الانعام (الحج:۲۸) ﴾ سے استدلال کیا گیا ہے۔ (المرجع السابق)۔

حج کی قربانی کے گوشت کا استعمال:

۳......قربانی کے جانور میں جو شرطیں پائی جاتی ہیں وہی شرائط ھدی میں بھی پائی جائیں گی، مثلاً اونٹ پانچ سال کا، گائے دو سال کی، بکری ایک سال کی مگر بھیڑ دنبہ چھ مہینے کا، اگر سال بھر والی کی مثل ہو تو ہو سکتا ہے اور اونٹ گائے میں یہاں بھی سات آدمی کی شرکت ہو سکتی ہے۔ھدی کا گوشت حرم کے مساکین کو دینا بہتر ہے، اس کی نکیل اور جھولی کو خیرات کر دیں اور قصاب کو اس کے گوشت میں سے کچھ نہ دیں، ہاں اگر اُسے بطور تصدق دیں تو حرج نہیں۔ (الدرالمختار مع ردالمحتار، کتاب الحج، باب الهدی، ج٤، ص ٣٦)

بعد قربانی وحلق احرام کی پابندی کا ختم ہونا:

۴......دسویں کو رمی جمار سے فارغ ہو کر قربانی کریں اور قربانی کے بعد حلق یا قصر کرنے پر احرام کی پابندیاں ختم ہو جاتی ہیں۔قربانی کے بعد قبلہ رو بیٹھ کر مرد حلق کریں یعنی پورے سر منڈائیں کہ یہ افضل ہے یا بال کترائیں کہ رخصت ہے، عورتوں کو بال مونڈانا حرام ہے، ایک پورہ برابر کتر وادیں، مفرد اگر قربانی کرے تو اس کے لیے مستحب یہ ہے کہ قربانی کے بعد حلق کرے اور اگر حلق کے بعد قربانی کی جب بھی حرج نہیں اور تمتع اور قران والے کے لیے بعد حلق قربانی واجب ہے یعنی اگر قربانی سے پہلے سر مونڈائے گا تو دم واجب ہوگا۔جب تک حلق وتقصیر نہ ہو جائے ناخن نہ کتروائیں، خط نہ بنوائیں، ورنہ دم واجب ہوگا۔اب عورت سے صحبت کرنے، شہوت کے ساتھ اسے ہاتھ لگانے، بوسہ لینے، شرم گاہ دیکھنے کے سوا جو کچھ احرام نے حرام کیا تھا سب حلال ہو گیا۔

(بهارشريعت مخرجه ،حلق وتقصير كابيان، حصه :٦، ص ١١٤٢ وغيره)

شعائر اللہ عزوجل کی تعظیم:

۵......اس مقام پر حرمتوں کے پاس رکھنے کو شعائر اللہ کہا، سورۃ البقرۃ میں صفا ومروہ کو شعائر اللہ کہا، کہیں قربانی کے جانور کو بھی شعائر اللہ کہا۔الغرض جن جن باتوں سے یاد الٰہی ملتی ہے، تقوی و پرہیزگاری ملے، انہیں شعائر اللہ کہا جاتا ہے جب قربانی کے جانور کو شعائر اللہ کہہ سکتے ہیں تو پھر جہاں سے یاد الٰہی کا بیش بہا خزانہ ملے، ایمان میں پختگی ملے، وہ دربار والے بزرگان دین اس تعریف میں کیونکر داخل نہ ہوں گے۔

اغراض: ای بعیر مهزول: جیسا کہ مفسر کے کلام سے واضح ہے کہ مراد دبلے اونٹ ہیں چاہے یہ اونٹ مذکر ہوں یا مؤنث، امام شافعی فرماتے ہیں کہ پیدل چلنا سوار ہونے سے افضل ہے اس لیے کہ پیدل چلنے والے کو ہر ہر قدم پر سات سو نیکیاں ملیں گی اور حرم پاک میں ایک نیکی ایک لاکھ کے برابر ہے، اور سواری پر سوار ہو کر حج پر جانے میں مسافر کو سواری کے ہر قدم پر ستر نیکیاں ملیں گی، پس امام شافعی نے اسی سے پیدل سفر کو سواری کے مقابلے میں افضل قرار دیا ہے۔اور امام مالک فرماتے ہیں کہ سوار ہونا افضل ہے کیونکہ یہ شکر سے زیادہ قریب ترین ہے اور اس لیے بھی کہ سید عالم ﷺ نے حج پر جانے کے لیے سواری کا اہتمام فرمایا، اگر پیدل سفر کرنا افضل ہوتا تو سید عالم ﷺ پیدل سفر فرماتے۔میں (علامہ صاوی) یہ جواب دوں گا کہ حدیث سواری پر سوار ہو کر سفر حج کرنے کے افضل ہونے کا تقاضا نہیں کرتی۔

بالتجارة: حاجی کے لیے بغیر کسی کراہیت کے تجارت کرنا جائز ہے جب کہ سفر محض تجارت کی غرض سے نہ ہو۔
من الاوثان: سے مراد بت ہیں، اس لیے کہ قوم جرہم اور عمالقہ کے بت بیت الحرام میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بنا (تعمیر کعبہ) سے پہلے تھے، ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے کہ کعبۃ اللہ کو اللہ کی بندگی کے علاوہ معبودانِ ناحق سے پاک کیا جائے، یہ جملہ اظہارِ توحید سے بطور کنایہ مستعمل ہے، اور یہ درست ہے کہ اللہ کا گندگی، خون اور ہر قسم کی گندگی جسے انسان ناپسند کرتا ہو لہٰذا انسان کو پاک ہونا چاہیے۔
علی جبل ابی قبیس: کا بیان حاشیہ نمبر۲ میں دیکھ لیں۔ **لانہ اول بیت وضع:** بیت اللہ کو بیت العتیق اور عتیقا بھی کہتے ہیں، اس لیے کہ اللہ عزوجل نے اس پاک گھر کو جابروں سے نجات دی اور طوفان کے دنوں میں اسے غرق ہونے سے بچاتے ہوئے بلند اٹھالیا۔ **ویجوز ان یکون متصلا:** اللہ عزوجل کے فرمان ﴿والانعام﴾ میں عمومیت پائی جاتی ہے جیسا کہ خون اور خنزیر کا گوشت۔
ھی ما لا یحل انتھاکہ: یعنی اللہ عزوجل نے اپنے بندوں کو جن عبادات کا مکلف بنایا ہے، وہ واجب، سنت، مستحب، مکروہ، حرام کے درجات میں منقسم ہیں اور قبول وخضوع کے اعتبار سے ان شعائر کی تعظیم بطور کنایہ ذکر کی گئی ہے، پس واجب، سنت اور مستحب جیسے تمام افعال میں ان شعائر کی تعظیم اور مکروہ وحرام کے تمام افعال کو ترک کرنا، الخ۔ختصر۔
بان تستحسن: یعنی بھلائی کو اختیار کرے، اور اس میں بھاری ثمن بھی خرچ کرے، جیسا کہ روایت میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے قربانی کا جانور خریدنے کے لیے تین سو دینار خرچ کرے۔
کرکوبھا والحمل علیھا: یعنی قربانی کے جانور کا بچا ہوا دودھ جو کہ اس جانور کے بچے کے استعمال کے اور بھی بچ جائے اسے پینا جائز ہے۔ (تلخیص از صاوی، ج٤، ص١٣٤)

ایک اہم بات

صلوا علی الحبیب: صلی اللہ علی محمد

عرف کو ملحوظ رکھنے میں شرع کی مخالفت نہیں ہونی چاہیے!

عرف پر عمل کیا جائے گا بشرطیکہ وہ شریعت کے خلاف نہ ہو جیسا کہ ٹیکس اور سود وغیرہ یہ (اگرچہ عام ہو چکے ہیں لیکن شرع کے خلاف ہونے کے باعث ممنوع ہیں اور رہیں گے) مفتی اور قاضی بلکہ مجتہد کے لئے بھی لوگوں کے حالات کی خبر رکھنا ضروری ہے۔ علماء فرماتے ہیں "جو اہلِ زمانہ کا علم نہ رکھتا ہو وہ جاہل ہے" اور ہم یہ بات پہلے بیان کر آئے کہ علماء کا قول یہ ہے کہ قضاء سے متعلق امور میں امام ابو یوسف علیہ رحمۃ اللہ الرؤف کے قول پر فتویٰ دیا جائے گا، کیونکہ انہیں اس طرح کے مسائل کا تجربہ تھا اور وہ لوگوں کے حالات سے بخوبی واقف تھے۔ بحر الرائق میں امام کردری علیہ رحمۃ اللہ القوی کی مناقب امام اعظم کے حوالے سے ہے "امام محمد علیہ رحمۃ اللہ الصمد رنگریزوں کے پاس جایا کرتے تھے اور ان سے ان کا طریقہ کار اور ان کے آپس کے لین دین کے بارے میں دریافت کرتے"۔ علماء فرماتے ہیں جب زمین کا مالک اپنی زمین میں اعلیٰ چیز کاشت کرنے کی قدرت رکھتا ہو اس کے باوجود ادنیٰ چیز کاشت کرے تو اس پر اعلیٰ چیز کا خراج دینا واجب ہوگا۔ علماء فرماتے ہیں یہ مسئلہ معلوم ہونے کے باوجود بھی اس پر فتویٰ نہیں دیا جائے گا تاکہ ظالم لوگ عوام کے اموال پر قبضہ کرنے کی جرأت نہ کریں۔ عنایۃ میں اس بات کا رد کرتے ہوئے فرمایا: "مسئلہ کو چھپانا کس طرح جائز ہو سکتا ہے؟ اگر حکام ایسی صورت میں اعلیٰ شے کا خراج وصول کریں تو یہ درست ہے کہ اس صورت میں اعلیٰ شے کا خراج ہی واجب ہوتا ہے"۔ (درس عقود رسم المفتی ۲۰۸ وغیرہ)

رکوع نمبر: ۱۲

﴿وَلِكُلِّ أُمَّةٍ﴾ای جَمَاعةٍ مومِنةٍ سلَفت قبلكمْ﴿جَعَلْنَا مَنسَكًا ﴾بِفتح السِّينِ مَصدَرٌ و بِكسرِها اِسمُ
مَكانٍ ای ذِبحًا قُربانًا او مكانهٗ﴿لِيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ مِّنْ بَهِيْمَةِ الْاَنْعَامِ ط﴾عِند
ذَبْحِها﴿فَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَلَهٗٓ اَسْلِمُوْا ط﴾اِنقَادُوا﴿وَبَشِّرِ الْمُخْبِتِيْنَ(۳۴)﴾اَلمُطِيعِينَ
المُتواضِعينَ﴿الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ﴾خَافَتْ﴿قُلُوْبُهُمْ وَالصّٰبِرِيْنَ عَلٰى مَآ اَصَابَهُمْ﴾مِنَ
البَلايا﴿وَالْمُقِيْمِي الصَّلٰوةِ لا﴾اَوقَاتِها﴿وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ(۳۵)﴾يَتَصَدَّقونَ﴿وَالْبُدْنَ﴾جَمعُ بَدَنةٍ
وهِيَ الْاِبِلُ﴿جَعَلْنٰهَا لَكُمْ مِّنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ﴾اِعلامِ دينِه﴿لَكُمْ فِيْهَا خَيْرٌ صلے ق﴾نَفعٌ فِي الدنيا كَما تَقَدَّمَ
وَاَجرٌ فِي العُقبٰى﴿فَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا﴾عِندَ نحرِهَا﴿صَوَآفَّ ج﴾قَائِمَةً على ثَلاثٍ مَعقُولةَ اليَدِ
اليُسرٰى﴿فَاِذَا وَجَبَتْ جُنُوْبُهَا﴾سَقَطَتْ الى الْاَرضِ بَعدَ النَّحرِ وَهُوَ وَقتُ الْاَكلِ مِنها﴿فَكُلُوْا مِنْهَا﴾اِنْ
شِئتُمْ﴿وَاَطْعِمُوا الْقَانِعَ﴾الَّذِى يَقنَعُ بِما يُعطٰى وَلا يَسألُ وَلا يَتَعَرَّضُ﴿وَالْمُعْتَرَّ ط﴾السَّائِلَ
اوِ المُتَعَرِّضَ﴿كَذٰلِكَ﴾اى مِثلُ ذلكَ التَّسخِيرِ﴿سَخَّرْنٰهَا لَكُمْ﴾بِاَنْ تَنحَرَ وَتَركَبَ وَاِلَّا لم
تُطِقْ﴿لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ(۳۶)﴾اِنعَامِي عليكُمْ﴿لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَآؤُهَا﴾اى لا يَرفَعانِ
اليهِ﴿وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ ط﴾اى يَرفَعُ اليهِ مِنكُمُ العَمَلُ الصَّالِحُ الْخَالِصُ لهٗ مع الْاِيمانِ﴿كَذٰلِكَ
سَخَّرَهَا لَكُمْ لِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰكُمْ ط﴾اَرْشَدَكُمْ لِمَعالِمِ دِينِهٖ وَمَناسِكِ حَجِّهٖ﴿وَبَشِّرِ
الْمُحْسِنِيْنَ(۳۷)﴾المُوَحِّدِينَ﴿اِنَّ اللّٰهَ يُدٰفِعُ عَنِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ط﴾غَوَائِلَ المُشرِكِينَ﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ
خَوَّانٍ﴾فِى اَمَانَتِهٖ﴿كَفُوْرٍ(۳۸)﴾لِنِعمَتِهٖ وهمُ المُشرِكونَ المعنٰى اِنَّهٗ يُعاقِبُهم.

﴿ترجمہ﴾

اور ہرامت کے لیے (یعنی تم سے قبل گزرنے والی ہر مسلمان جماعت کے لیے) ہم نے ایک قربانی مقرر فرمائی (منسکا سین مفتوحہ کے ساتھ ہو تو یہ مصدر ہوگا اور معنی یہ ہوگا کہ جانور کو مقرر فرمایا) کہ اللہ کا نام لیں اس کے دیئے ہوئے بے زبان چوپایوں پر (ان کو ذبح کرنے کے وقت......۱......) تو تمہارا معبود ایک معبود ہے تو اسی کے حضور گردن رکھو (اس کی فرمانبرداری کرو) اور اے محبوب خوشی سنادو ان فرمانبرداروں تواضع کرنے والوں کو (المخبطین تواضع وفرمانبرداری کرنے والوں کو کہتے ہیں......۲......) ان کے دل ڈرنے لگتے ہیں (وجلت بمعنی خافت ہے) اور جو (افتاد) پہنچے اس کے سہنے والے اور نماز (اس کے اوقات میں) قائم کرنے والے اور ہمارے دیئے سے خرچ کرتے ہیں (صدقہ کرتے ہیں) اور قربانی کے ڈیل دار جانور (البدن جمع ہے بدنۃ کی، اور مراد اونٹ ہیں)

ہم نے تمہارے لیے اللہ کی نشانیوں سے کیے (یعنی اللہ کے دین کی نشانیوں سے کیے......۳۶) تمہارے لیے ان میں بھلائی ہے (دنیاوی فوائد ہیں جیسا کہ اس کا ذکر پہلے گزرا اور میں اس پر تمہارے لیے اجر ہے) تو اس پر اللہ کا نام لو (اس کے نحر کے وقت) ایک پاؤں بندھے تین پاؤں سے کھڑے (یعنی اگلا پاؤں بندھا ہوا اور بقیہ تین پاؤں پر اونٹ کھڑا ہوا ہو) پھر جب ان کی کروٹیں گر جائیں (یعنی نحر ہونے کے بعد اونٹ پر گر جائیں اور یہ اس میں سے کھانے کا وقت ہے، اگر چاہو) تو خود کھاؤ اور صبر سے بیٹھنے والے (یعنی جو گوشت مل جائے اس پر قناعت کرنے والے ہیں، اور خود سے نہ مانگو اور نہ اس کے در پے رہے) اور بھیک مانگنے والے کو......۳۷ (معتر کا معنی سوال کرنے والا یا در پے ہونے والا ہے) اسی طرح (یعنی اسی تسخیر کی طرح) ہم نے ان کو تمہارے بس میں کر دیا (کہ تم انہیں نحر کرتے اور ان پر سوار ہوتے ہو اگر ہم نے انہیں تمہارے لیے مسخر نہ کیا ہوتا تو تمہیں اس کی طاقت نہ ہوتی) کہ تم (میرے انعامات کا جو میں نے تم پر کئے ہیں) احسان مانو اللہ کو ہرگز نہ ان کے گوشت پہنچتے ہیں نہ ان کے خون (یعنی اللہ ﷻ کی بارگاہ میں ان کی رسائی نہیں ہوتی) ہاں تمہاری پرہیزگاری اس تک باریاب ہوتی ہے (یعنی ایمان کے ساتھ اخلاص کے ساتھ اس کی رضا کے لیے کئے گئے نیک عمل کی رسائی اس کی بارگاہ میں ہوتی ہے) یونہی ان کو تمہارے بس میں کر دیا کہ تم اللہ کی بڑائی بولو اس پر کہ تم کو ہدایت فرمائی (تمہارے دین کے معاملہ اور حج کے مناسک کی طرف تمہاری رہنمائی فرمائی) اور اے محبوب خوشخبری سناؤ محسنین (موحدین) کو بیشک اللہ ٹالتا ہے مسلمانوں سے (مشرکین کے مکر و فریب کو) بیشک اللہ دوست نہیں رکھتا (امانت میں) خیانت کرنے والے (اس کی نعمتوں کی) ناشکری کرنے والے کو (مراد اس سے مشرکین ہیں، یا معنی یہ ہے کہ وہ انہیں سزا دیگا)۔

﴿ترکیب﴾

﴿ولکل امة جعلنا منسکا لیذکروا اسم اللہ علی ما رزقھم من بھیمة الانعام﴾.

و: مستانفہ، لکل امة: ظرف لغو مقدم، جعلنا: فعل با فاعل، منسکا: مفعول، لام: جار، یذکروا اسم اللہ علی مارزقھم من بھیمة الانعام: جملہ فعلیہ بتقدیر "ان" مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ مستانفہ۔

﴿فالھکم الہ واحد فلہ اسلموا وبشر المخبتین﴾.

ف: فصیحہ، الھکم: مبتدا، الہ واحد: مرکب توصیفی خبر، ملکر جملہ اسمیہ شرط محذوف " اذا کان الامر کذلک" کی جزا، ملکر جملہ شرطیہ، ف: عاطفہ، لہ اسلموا: ظرف لغو مقدم و فعل امر و فاعل، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، بشر: فعل امر با فاعل، المخبتین: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿الذین اذا ذکر اللہ وجلت قلوبھم والصبرین علی ما اصابھم والمقیمی الصلوة﴾.

الذین: موصول، اذا: ظرفیہ شرطیہ مفعول فیہ مقدم، ذکر اللہ: فعل با نائب الفاعل، ملکر شرط، وجلت قلوبھم: جملہ فعلیہ جزا، ملکر صلہ، ملکر معطوف علیہ، و: عاطفہ، الصبرین علی ما اصابھم: شبہ جملہ معطوف اول، و: عاطفہ، المقیمی الصلوة: شبہ جملہ معطوف ثانی، ملکر ما قبل "المخبتین" کے لیے صفت یا بدل واقع ہے۔

﴿ومما رزقنھم ینفقون ○ والبدن جعلنھا لکم من شعائر اللہ﴾.

و: عاطفہ، مما رزقنھم: ظرف لغو مقدم، ینفقون: فعل با فاعل ملکر جملہ فعلیہ معطوف ہے ما قبل " اذا ذکر اللہ" پر، و: عاطفہ، البدن: مفعول بناء بر اشتغال فعل محذوف " جعلنا" کے لیے، ملکر جملہ فعلیہ، جعلنھا لکم: فعل با فاعل و مفعول و ظرف لغو، من شعائر اللہ: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿لکم فیھا خیر فاذکروا اسم اللہ علیھا صواف﴾.

لکم: ظرف مستقر خبر مقدم، فیھا: ظرف مستقر حال مقدم، خیر: ذوالحال ملکر مبتدامؤخر،ملکر جملہ اسمیہ، ف: فصیحہ، اذکروا اسم اللہ: فعل امر بافاعل ومفعول، علی: جار، ھا: ذوالحال، صواف: حال،ملکر مجرور،ملکر ظرف لغو،ملکر شرط محذوف" اذا کان الامر کذلک" کی جزا،ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿فاذا وجبت جنوبھا فکلوا منھا واطعموا القانع والمعتر﴾.

ف :عاطفہ، اذا:ظرف شرطیہ مفعول فیہ مقدم، وجبت جنوبھا: فعل وفاعل،ملکر شرط، ف: جزائیہ، کلوا منھا: جملہ فعلیہ معطوف علیہ،و:عاطفہ، اطعموا:فعل امر بافاعل ،القانع والمعتر:مفعول،ملکر معطوف،ملکر جزا،ملکر شرطیہ۔

﴿کذلک سخرنھا لکم لعلکم تشکرون﴾.

کذلک:ظرف مستقر "تسخیر" مصدر محذوف کے لیے مفعول مطلق مقدم، سخرنھا:فعل بافاعل ومفعول، لام: جار، کم : ضمیر ذوالحال، لعلکم تشکرون : جملہ اسمیہ حال،ملکر مجرور،ملکر ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿لن ینال اللہ لحومھا ولا دماؤھا ولکن ینالہ التقوی منکم﴾.

لن ینال اللہ: فعل نفی ومفعول، لحومھا: معطوف علیہ، و: عاطفہ، لا:نافیہ، دمآء ھا: معطوف، ملکر فاعل،ملکر جملہ فعلیہ، و:عاطفہ، لکن :مخففہ ، ینالہ:فعل ومفعول، التقوی :ذوالحال، منکم: ظرف مستقر حال،ملکر فاعل جملہ فعلیہ۔

﴿کذلک سخرھا لکم لتکبروا اللہ علی ما ھداکم وبشر المحسنین﴾.

کذلک:ظرف مستقر، "تسخیر" مصدر محذوف کے لیے صفت،ملکر مفعول مطلق مقدم، سخرھا:فعل بافاعل ومفعول،لام : جار، تکبروا اللہ: فعل بافاعل ومفعول، علی ما ھدلکم : ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ بتقدیر" ان" مجرور، ملکر ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ، و: مستانفہ، بشر:فعل امر بافاعل، المحسنین : مفعول،ملکر جملہ فعلیہ مستانفہ۔

﴿ان اللہ یدافع عن الذین امنوا ان اللہ لایحب کل خوان کفور﴾.

ان اللہ : حرف مشبہ بااسم، یدافع عن الذین امنوا: جملہ فعلیہ خبر،ملکر جملہ اسمیہ، ان اللہ : حرف مشبہ واسم، لایحب کل خوان کفور: جملہ فعلیہ خبر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

ذبح کے مسائل:

۱......بعض جانور ذبح کئے جاسکتے ہیں اور بعض نہیں، جوشرعاً ذبح کئے جاسکتے ہیں،ان میں یہ دو مچھلی اور ٹڈی بغیر ذبح حلال ہیں اور جو ذبح کئے جاسکتے ہیں وہ بغیر ذکاۃ شرعی حلال نہیں، ذکاۃ شرعی کا مطلب یہ ہے کہ جانور کو اس طرح نحر یا ذبح کیا جائے کہ حلال ہوجائے۔

(الدرالمختار مع ردالمحتار، کتاب الذبائح ،ج۹،ص ٤٢٣)

ذکاۃ شرعی دو قسم پر ہے،اختیاری اور اضطراری، ذکاۃ اختیاری کی دو قسمیں ہیں: ذبح اور نحر، ذکاۃ اضطراری یہ ہے کہ جانور کے بدن میں کسی جگہ نیزہ وغیرہ بھونک کر خون نکال دیا جائے اس سے مخصوص صورتوں میں جانور حلال ہوتا ہے۔حلق کے آخری حصہ میں نیزہ وغیرہ بھونک کر رگیں کاٹ دینے کو نحر کہتے ہیں۔ذبح کی جگہ حلق اور لبہ کے مابین ہے،لبہ سینہ کے بالائی حصہ کو کہتے ہیں،اونٹ

کونحر کرنا اور گائے بکری وغیرہ کو ذبح کرنا سنت ہے اور اگر اس کا عکس کیا یعنی اونٹ کو ذبح کیا اور گائے کو نحر کیا تو جانور حلال ہو جائے گا مگر ایسا کرنا مکروہ ہے کہ سنت کے خلاف ہے۔ (الدرالمختار مع ردالمحتار، کتاب الذبائح، ج۹،ص ۴۲۳)

جو رگیں ذبح میں کاٹی جاتی ہیں وہ چار ہیں: حلقوم یہ وہ ہے جس میں سانس آتی جاتی ہے، جس سے کھانا پینا اترتا ہے، ان دونوں کے اغل بغل اور دو رگیں ہوتی ہیں جن میں خون کی روانی ہے ان کو ودجین کہتے ہیں۔ پورا حلقوم ذبح کی جگہ ہے یعنی اس کے اعلی، اوسط، اسفل جس جگہ بھی ذبح کیا جائے جانور حلال ہوگا، آج کل چونکہ چمڑے کا نرخ زیادہ ہے اور یہ وزن یا ناپ سے فروخت ہوتا ہے اس لیے قصّاب اس کی کوشش کرتے ہیں کہ کسی طرح بھی چمڑے کی مقدار بڑھ جائے اور اس کے لیے یہ ترکیب کرتے ہیں کہ بہت اوپر سے ذبح کرتے ہیں اور اس صورت میں ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ یہ ذبح فوق العقدہ (گھنڈی یعنی گلے کی ابھری ہوئی ہڈی سے اوپر) ہو جائے اور اس میں علماء کا اختلاف ہے کہ جانور حلال ہوگا یا نہیں، اس باب میں قول فیصل یہ ہے کہ ذبح فوق العقدہ میں اگر تین رگیں کٹ جائیں تو جانور حلال ہے ورنہ نہیں، علماء کا یہ اختلاف ہے رگوں کے کٹنے میں احتمال دیکھتے ہوئے احتیاط ضروری ہے کہ یہ معاملہ حلت و حرمت کا ہے اور ایسے مقام پر احتیاط لازم ہوتی ہے۔ (الدرالمختار مع ردالمحتار، کتاب الذبائح، ج۹،ص ۴۲۴)

ذبح میں قصداً بسم اللہ نہ کہی جانور حرام ہے، اور اگر بھول کر ایسا ہوا جیسا کہ بعض مرتبہ شکار کے ذبح میں جلدی ہوتی ہے اور جلدی میں بسم اللہ کہنا بھول جاتا ہے اس صورت میں جانور حلال ہے۔ (الهداية مع بداية المبتدى، كتاب الذبائح، ج۷،ص ۱۲۹)

خود ذبح کرنے والے پر بسم اللہ کہنا ضرور ہے دوسرے کا کہنا اس کے کہنے کے قائم مقام نہ ہوگا یعنی دوسرے کے بسم اللہ کہنے سے جانور حلال نہ ہوگا جب کہ ذابح (ذبح کرنے والے) نے قصداً ترک کیا ہو اور دو شخصوں نے ذبح کیا تو دونوں کا بسم اللہ کہنا ضروری ہے ایک نے بھی جان بوجھ کر چھوڑ دیا تو جانور حرام ہے۔ (الدرالمختار مع ردالمحتار، کتاب الذبائح، ج۹،ص ۴۳۰)

مخبطین کا بیان:

۲......نظم قرآن میں مُخْبِتِین کا لفظ ہے، خبت کا معنی پست زمین اور گڑھا ہے، اور جو جگہ پست ہو وہ جھکی ہوئی ہوتی ہے، حضرت ابن عباس نے فرمایا: مخبتین کے معنی متواضعین ہے یعنی عاجزی کرنے والے، کلبی کہتے ہیں کہ اس کا معنی ہیں زیادہ کوشش سے عبادت کرنے والے، مجاہد سے منقول ہے کہ اس سے مراد وہ صالحین ہیں جن کے دل اللہ ﷻ کے ذکر سے مطمئن ہو جاتے ہیں، عمر بن اوس نے کہا کہ اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو کسی پر ظلم نہیں کرتے اور جب ان پر ظلم کیا جائے تو وہ اس کا بدلہ نہیں لیتے۔

(تبیان القرآن، ج۷، ص ۷۵۵)۔

قربانی کے جانور کی تعظیم:

۳......قربانی کا اصل مقصد تقرب الی اللہ ﷻ ہے، لیکن آج کل ایسا نظر نہیں آتا، نمود و نمائش نے انسانی فطرت میں خرابی پیدا کر دی ہے خواہ مخواہ ہوس کا شکار مسلمان اپنے مال کو خرچ کرنے کے باوجود ثواب جیسے عظیم منافع کو چھوڑ کر خرافات میں پڑ جاتا ہے۔ ہر کس و ناکس کو قیمت بتلا کر، جانور کو محلے کی ہر ہر گلی میں گھما پھرا کر، خواہی نا خواہی جانور کی قیمت زیادہ بتلا کر، مزید یہ بھی کہ چھوٹے چھوٹے ناسمجھ بچوں کے ہاتھ میں جانور کی رسی تھما دی جاتی ہے اور پھر حال جو ہوتا ہے وہ کسی قسم کے تبصرے کا محتاج نہیں۔ جانور کو بے جا تکلیف دینا، بھگانا، ستانا، اس کی دُم کھینچنا، بچے تو خیر بڑے بھی یہ ناشائستہ حرکات کرتے دکھائی دیتے ہیں۔ بعض لوگوں کی منطق عجیب ہوتی ہے کہ منع کیا جائے تو ناراض ہوتے ہیں بلکہ بے باکی کے ساتھ یوں کہتے ہیں کہ جناب چند دن کی خوشی ہے پھر انہوں نے ذبح ہو جانا ہے۔

یہی نہیں بعض نا سمجھ بلکہ اکثریت کا یہی حال ہے جب جانور کٹنے کے قریب ہوتا ہے تو خواہ مخواہ مزہ لینے کو گھیرا بنائے لیتے ہیں، ہونا تو یہ چاہیے کہ سوچے جس طرح یہ جانور اپنے رب عزوجل کے حضور اپنی جان پیش کر رہا ہے ہم انسان اشرف المخلوقات ہونے کے ناطے وقت آنے پر اپنی جان کی قربانی پیش کرنے کو تیار ہیں یا نہیں؟ خوب غور کرنے کا مقام ہے، اگر خدا نہ خواستہ قصائی کی بے خیالی، کم ہمتی یا عدم مہارت کی وجہ سے جانور آدھا گلا کٹے اٹھ کھڑا ہوتا ہے جس سے بعض لوگ ہنستے شور مچاتے ہیں۔ خدا عزوجل کے بندوں کو اتنا ترس نہیں آتا کہ بے زبان جانور کو کتنی تکلیف ہوتی ہوگی۔ نیم قصائی جنہوں نے کبھی مرغی نہ کاٹی ہو ہمارے ہاں عید قرباں میں قصائی بنے نظر آتے ہیں ،ایک تو قصائی اناڑی دوسرے تماشائی دین سے بے بہرہ، اور بے زبان جانور جس اذیت کا شکار دکھائی دیتا ہے، جس کے سینے میں دل ہو وہ خون کے آنسو رودے، آہ! کیسی بے بسی ہوتی ہے جانور تڑپ رہا ہوتا ہے اور اپنا وقت بچانے کے لیے اسے ٹھنڈہ ہونے سے پہلے ہی ٹھنڈہ کرنے کی جستجو میں قصاب کٹے گلے میں چھرا کھونپے جارہے ہوتے ہیں لیکن دین سے دوری دیکھئے کہ کوئی سمجھانے والا نہیں ہوتا۔ اللہ عزوجل کا فرمان کہ قربانی کے جانور کی تعظیم کی جائے کہ یہ شعائر اللہ ہیں اور ہوتا بالکل برعکس ہے۔ الامان والحفیظ۔

اسلام میں گداگری کا حکم:

☆......بے ضرورت سوال کرنا حرام ہے، اور جن لوگوں نے باوجود قدرت کسب بلا ضرورت سوال کرنا اپنا پیشہ بنالیا وہ جو کچھ اس سے جمع کرتے ہیں سب ناپاک وخبیث ہے، اور ان کا یہ حال جان کر اُن کے سوال پر کچھ دینا داخل ثواب نہیں بلکہ گناہ و ناجائز اور گناہ میں مدد کرنا ہے۔ اور جب دینا جائز نہیں تو دلانا بھی دال علی الخیر نہیں بلکہ دال علی الشر ہے۔

☆......سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: من سال الناس اموالھم تکثرا فانما یسأل جمر جھنم فلیستقل منه او یستکثر جو اپنا مال بڑھانے کے لئے لوگوں سے سوال کرتا ہے وہ جہنم کی آگ کا ٹکڑا مانگتا ہے"۔

(سنن ابن ماجه، کتاب الزکوة، باب من سأل عن ظهر غنی، رقم۱۸۳۸:ص۳۲۰)

لا یحل ان یسئل شیئا من القوة من له قوة یومه بالفعل اوبالقوة کالصحیح المکتسب ویاثم معطیه ان علم بحاله لاعانته علی المحرم جس شخص کے پاس عملاً ایک دن کی روزی موجود ہو یا وہ روزی کمانے کی صحیح طاقت رکھتا ہو یعنی وہ تندرست وتوانا ہو، اس کے لیے روزی کا سوال کرنا جائز نہیں، اس کے حال سے آگاہ شخص اگر اسے کچھ دے گا تو وہ گنا ہگار ہوگا کیونکہ وہ حرام پر اس کی مدد کر رہا ہے۔ (الدرالمختار مع ردالمحتار، باب المصرف، ج۳،ص۳۰۵ وغیره)

☆......ملعون من سأل بوجه الله وملعون من سأل بوجه الله ثم منع سائله مالم یسأل هجرا ملعون ہے جو اللہ کا واسطہ دے کر کچھ مانگے اور ملعون ہے جس سے خدا کا واسطہ دے کر مانگا جائے پھر اس سائل کو نہ دے جب کہ اس نے کوئی بیجا سوال نہ کیا ہو۔

(الترغیب والترهیب، باب:ترهیب السائل ان یسأل بوجه الله، رقم:۱،ج۱،ص۳۱۰)

☆......لایسئل بوجه الله الا الجنة یعنی اللہ کا واسطہ دے کر سوائے جنت کے کچھ نہ مانگا جائے"۔

(سنن ابو داؤد، کتاب الزکوة، باب :الکراهیة المسألة بوجه الله رقم:۱۶۷۱،ص۳۰۹ بتغیر قلیل)

علمائے کرام نے بعد توفیق وتطبیق احادیث سے یہ حکم منقح فرمایا ہے کہ اللہ عزوجل کا واسطہ دے کر سوا اخروی دینی شے کے کچھ نہ مانگا جائے اور مانگنے والا اگر خدا کا واسطہ دے کر مانگے اور دینے والے کا اس شے کے دینے میں کوئی حرج دینی ودنیوی نہ ہو تو مستحب وموکد دینا ہے ورنہ نہ دے بلکہ امام عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو خدا کا واسطہ دے کر مانگے مجھے یہ خوش آتا ہے کہ اُسے کچھ نہ

دیا جائے یعنی تا کہ یہ عادت چھوڑ دے۔ سائل اگر قوی تندرست گدائی کا پیشہ ور جوگیوں کی طرح ہے تو ہرگز نہ دیا جائے کہ سوال کرنا حرام اوراسے دینا بھی حرام کہ حرام پر اعانت کرنا کہلائے گا دینے والا گنہگار ہوگا۔

(فتاوی رضویۃ مخرجہ ،کتاب الاشربۃ، ج۲۵، ص۲۱۳ وغیرہ،ملخصا)

اغراض :ای ذبحا قربانا:منسکا مفعول ہے ذبحا مصدر کا یعنی جانور کو ذبح کیا جائے اور ایک قول کے مطابق منسکا تعبد وتقرب کی ایک قسم ہے۔

انقادوا :یعنی تواضع کرے اور اپنے امور کو اللہ عزوجل کے سپرد کردے اور اس کے احکام پر راضی رہے۔

یتصدقون: یعنی نفلی صدقہ کرے، اور یہ جان رکھے کہ صدقات واجبہ کی ادائیگی اَولی ہے۔

وھی الابل:امام شافعی کے نزدیک بدنہ اونٹ کے ساتھ خاص ہے جب کہ احناف کے نزدیک بدنہ اونٹ اور گائے دونوں پر بولا جاتا ہے اور قربانی کے ہر جانور پر، پس گائے بھی اسی طرح شعائر اللہ میں سے ہے۔

ای لا یرفعان الیہ:یعنی اللہ کی بارگاہ میں اعمال صالحہ بلند ہوتے ہیں اور انہی اعمال صالحہ میں صدقات بھی شامل ہیں۔

غوائل المشرکین :اس جملے میں اس جانب اشارہ ہے کہ مفعول دلالت مقام کی مناسبت کے لیے محذوف ہے، اور غوائل جمع ہے غائلۃ کی، مراد انسان کو پہنچنے والی وہ باتیں ہیں جسے انسان ناپسند کرے۔

وھم المشرکون :مراد خائن کافر ہیں جو ہر وقت اسی خیانت میں لگے رہتے، اور جہاں تک گنہگار مومنین کا تعلق ہے تو وہ خائن نہ تھے، اور یہ وعید کافروں کے لئے ہے، اور خائن شخص کی خیانت کا بدلہ رسوائی اور عذاب کی صورت میں ملتا ہے۔(الصاوی،ج٤، ص۱۳۷ وغیرہ)

رکوع نمبر:۱۳

﴿اُذِنَ لِلَّذِیْنَ یُقٰتَلُوْنَ ﴾اَی لِلْمُومِنِینَ اَن یُقَاتِلوا وھٰذِہٖ اَوَّلُ ایۃٍ نَزَلتْ فی الجھادِ ﴿بِاَنَّھُمْ ﴾اَی بِسَبَبِ اَنَّھم﴿ظُلِمُوْا ؕ ﴾بِظُلمِ الکافِرِینَ اِیَّاھُمْ﴿وَاِنَّ اللّٰہَ عَلٰی نَصْرِھِمْ لَقَدِیْرُ ۨ (۳۹)الَّذِیْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِھِمْ بِغَیْرِ حَقٍّ ﴾فِی الْاِخْراجِ مَا اُخْرِجوا﴿اِلَّآ اَنْ یَّقُوْلُوْا ﴾اَی بِقولِھِمْ﴿رَبُّنَا اللّٰہُ ؕ ﴾وَحْدَہٗ وَھٰذَا القولُ حَقٌّ وَالْاِخْراجُ بِہٖ اِخْراجٌ بِغَیرِ حَقٍّ﴿وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰہِ النَّاسَ بَعْضَھُمْ ﴾بَدَلُ بَعضٍ مِن الناسِ ﴿بِبَعْضٍ لَّھُدِّمَتْ ﴾بِالتشدیدِ للتَّکْثِیرِ وبِالتَّخْفیفِ﴿صَوَامِعُ ﴾لِلبُرھانِ﴿وَبِیَعٌ ﴾ کَنَائِسُ لِلنَّصَارٰی﴿وَّصَلَوٰتٌ ﴾کَنَائِسُ لِلیَھُودِ بِالعِبْرانِیۃِ ﴿وَّمَسٰجِدُ ﴾لِلمُسلمینَ﴿یُذْکَرُ فِیْھَا ﴾اَیِ المَواضِعُ المَذْکورَۃُ ﴿اسْمُ اللّٰہِ کَثِیْرًا ؕ ﴾وَتَنقَطِعُ العِباداتُ بِخرابِھا﴿وَلَیَنْصُرَنَّ اللّٰہُ مَنْ یَّنْصُرُہٗ ؕ ﴾اَی یَنْصُرُ دِینہ﴿اِنَّ اللّٰہَ لَقَوِیٌّ ﴾عَلٰی خَلقِہٖ﴿عَزِیْزٌ (۴۰)﴾مَنِیعٌ فِی سُلطانِہٖ وَقُدرتِہٖ﴿اَلَّذِیْنَ اِنْ مَّکَّنّٰھُمْ فِی الْاَرْضِ ﴾بِنَصرِھِم علی عَدوِھِمْ﴿اَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَ اٰتَوُا الزَّکٰوۃَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَھَوْا عَنِ الْمُنْکَرِ ؕ ﴾جَوابُ الشَّرطِ وَھوَ وَجَوابُہٗ صِلَۃُ المَوصولِ وَیُقَدَّرُ قَبلہٗ ھُم مُبتداءٌ﴿وَلِلّٰہِ عَاقِبَۃُ الْاُمُوْرِ (۴۱)﴾اَی الیہِ مَرجَعُھا فِی الْاٰخِرَۃِ﴿وَاِنْ یُّکَذِّبُوْکَ ﴾تَسْلِیَۃٌ لِلنَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم﴿فَقَدْ کَذَّبَتْ قَبْلَھُمْ قَوْمُ نُوْحٍ ﴾تَانِیثُ قَومٍ بِاِعْتِبارِ المعنٰی﴿وَّعَادٌ ﴾قَومُ

هُودٍ﴿وَثَمُودُ (۴۲)﴾قوم صالح﴿وَقَوْمُ اِبْرٰهِيْمَ وَقَوْمُ لُوْطٍ (۴۳) وَّاَصْحٰبُ مَدْيَنَ ۚ ﴾قوم شعيب﴿وَكُذِّبَ مُوْسٰى ﴾كَذَّبَهُ القِبطُ اِلَّا قَومَهُ بَنُوا اِسرائيلَ اَى كَذَّبَ هؤلاءِ رُسُلَهم فلَكَ اُسْوَةٌ بِهِمْ﴿فَاَمْلَيْتُ لِلْكٰفِرِيْنَ ﴾اَمْهَلْتُهم بِتاخِيرِ العِقَابِ لَهُمْ﴿ثُمَّ اَخَذْتُهُمْ ۚ ﴾بِالعَذابِ﴿فَكَيْفَ كَانَ نَكِيْرِ (۴۴)﴾اَى اِنكارِى عليهِم بِتكذِيبِهم بِاِهلاكِهم والاِستفهامُ لِلتقريرِ اَى هُوَ واقِعٌ موقِعَهُ ﴿فَكَاَيِّنْ ﴾اَى كَمْ ﴿مِّنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا ﴾وَفِى قِراءَةٍ اَهْلَكْتُها﴿وَهِىَ ظَالِمَةٌ ﴾اَى اَهلُها بِكفرِهِم﴿فَهِىَ خَاوِيَةٌ ﴾سَاقِطَةٌ﴿عَلٰى عُرُوْشِهَا ﴾سُقُوفِها﴿وَ﴾ كَم مِنْ﴿بِئْرٍ مُّعَطَّلَةٍ ﴾مَتْروكَةٍ بِموتِ اَهلِها ﴿وَّقَصْرٍ مَّشِيْدٍ (۴۵) ﴾رَفِيعٍ خالٍ بِموتِ اَهلِهِ﴿اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا ﴾اَى كُفَّارُ مكةَ﴿فِى الْاَرْضِ فَتَكُوْنَ لَهُمْ قُلُوْبٌ يَّعْقِلُوْنَ بِهَآ ﴾بِمَا نَزَلَ بِمُكَذِّبِين قَبلَهُمْ ﴿اَوْ اٰذَانٌ يَّسْمَعُوْنَ بِهَا ۚ ﴾اَخبارَهُم بِالاِهلاكِ وَخرابِ الدِّيارِ فَيَعتَبِروا ﴿فَاِنَّهَا﴾اَى القِصَّةُ﴿ لَا تَعْمَى الْاَبْصَارُ وَلٰكِنْ تَعْمَى الْقُلُوْبُ الَّتِىْ فِى الصُّدُوْرِ (۴۶)﴾تَاكِيدٌ﴿وَيَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ وَلَنْ يُّخْلِفَ اللّٰهُ وَعْدَهٗ ؕ ﴾بِاِنزالِ العَذابِ فَاَنجَزَهُ يومَ بدرٍ﴿وَاِنَّ يَوْمًا عِنْدَ رَبِّكَ ﴾مِنْ اَيامِ الآخِرَةِ بِالعَذابِ﴿كَاَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ (۴۷)﴾بِالتاءِ والياءِ فى الدنيا﴿وَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَمْلَيْتُ لَهَا وَهِىَ ظَالِمَةٌ ثُمَّ اَخَذْتُهَا ۚ ﴾المُرادُ اَهلُها ﴿وَاِلَىَّ الْمَصِيْرُ (۴۸)﴾المَرجِعُ.

﴿ترجمہ﴾

پروانگی عطا ہوئی انہیں جن سے لڑا جاتا ہے (یعنی مومنین کو جنگ کرنے کی، یہ وہ پہلی آیت ہے جو حکم جہاد کے بارے میں نازل ہوئی) اس بناء پر کہ ان پر ظلم ہوا (کفار کے ان پر ظلم کرنے کی وجہ سے، بینھم میں باء سببیہ ہے) اور بیشک اللہ ان کی مدد کرنے پر ضرور قادر ہے (وہ) جو اپنے گھروں سے ناحق نکالے گئے (اس طرح نکالے جانے والوں کے نکالنے کے حق میں نہ تھے......۱......، انہیں نہ نکالا گیا) مگر اس پر کہ انہوں نے کہا کہ اللہ ہمارا رب ہے (یعنی انہیں ان کے اس قول کی وجہ سے نکالا گیا کہ انہوں نے کہا کہ ہمارا رب اللہ وحدہ ہے چونکہ یہ قول حق ہے تو اس قول کے سبب نکالنا ناحق قرار پایا) اور اگر اللہ آدمیوں میں ایک کو دوسرے سے دفع نہ فرماتا (بعضھم ، بدل بعض ہے الناس سے) تو ضرور ڈھادی جاتیں (لھدمت کو دال کی تشدید و تخفیف دونوں کے ساتھ پڑھا گیا ہے راہبوں کی) خانقاہیں اور (نصرانیوں کے) گرجا اور (یہودیوں کے) کلیسا (صلوت، عبرانی زبان میں یہودیوں کے کلیسا کو کہتے ہیں) اور (مسلمانوں کی) مسجدیں جن میں (یعنی ان مذکورہ مقامات میں) اللہ کا نام بکثرت لیا جاتا ہے (اور ان کی ویرانی سے عبادات کا سلسلہ منقطع ہو جاتا ہے ......۲......) اور بیشک اللہ ضرور مدد فرمائے گا جو اس کی (یعنی اس کے دین کی) مدد کرے گا بیشک اللہ ضرور قدرت والا ہے (اپنی مخلوق پر) غالب ہے (اپنی سلطنت اور قدرت میں) وہ لوگ کہ اگر ہم انہیں زمین میں قابو دیں (ان کے دشمنوں کے خلاف ان کی مدد فرما کر......۳......) تو نماز قائم کریں اور زکوۃ دیں اور بھلائی کا حکم کریں اور بُرائی سے روکیں (اقاموا الصلوۃ سے لے کر آخر تک جواب شرط ہے، شرط اور جواب شرط مل کر اسم موصول کا صلہ ہے اور اسم موصول سے پہلے ھم ضمیر محذوف ہے جو کہ مبتداء بن رہی ہے) اور اللہ ہی کے لیے ہے سب کاموں کا انجام (یعنی آخرت میں اللہ عزوجل ہی کی طرف تمام کاموں کا مرجع ہے) اور (اگر یہ) تمہاری تکذیب کرتے

ہیں(اس میں نبی پاک ﷺ کو تسلی دینا ہے) تو بیشک ان سے پہلے جھٹلا چکی ہے نوح کی قوم(قوم کے موجود ہونے کے باوجود فعل کا مونث لانا قــوم کے معنی کا اعتبار کرنے کے سبب سے ہے) اور عاد(حضرت ہود علیہ السلام کی قوم تھی) اور ثمود(حضرت صالح علیہ السلام کی قوم تھی) اور ابراہیم کی قوم اور لوط کی قوم اور مدین والے(حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم تھی) اور موسیٰ کی تکذیب ہوئی(انہیں قبطیوں نے جھٹلایا انہیں ان کی قوم بنی اسرائیل نے نہیں جھٹلایا تھا یعنی ان تمام قوموں نے اپنے رسول کو جھٹلایا تو آپ کو ان حضرات انبیائے کرام کی سیرت پر ہی عامل رہنا چاہئے) تو میں نے کافروں کو ڈھیل دی(ان سے عذاب کو مؤخر فرما کر انہیں مہلت دی......ہے......) پھر انہیں(عذاب کے ساتھ) پکڑا تو کیسا تھا میرا انکار(یعنی ان کو جھٹلانے کے سبب ان کو ہلاک کر کے میرا ان پر انکار کرنا کیسا تھا؟) اور کتنی ہی بستیاں ہم نے کھپا دیں(کاین بمعنی کم خبریہ ہے اور ایک قرائت میں اھلکنھا کے بجائے اھلکتھا پڑھا گیا ہے) کہ وہ ستمگار تھیں(یعنی ان بستیوں کے رہائشی اپنے کفر کے سبب ظلم کرنے والے تھے) تو اب وہ اپنی چھتوں پر ڈھی پڑی ہیں(خــاویة بمعنی ســاقطة ہے، عــروش بمعنی سقوف ہے) اور(کتنے) کنویں بیکار پڑے(ان کے مالکوں کے موت سے ہمکنار ہونے کے سبب انہیں استعمال کرنا چھوٹ چکا ہے) اور کتنے ہی محل گچ کئے ہوئے(یعنی کتنے بلند و بالا محلات جو مالکوں کے جانے کے سبب خالی پڑے ہیں) تو کیا وہ(کفار مکہ) زمین میں نہ چلے کہ ان کے دل ہوں جن سے سمجھیں......ۃ......(اس عذاب کو جو ان سے پہلے جھٹلانے والے لوگوں پر نازل ہوا) یا کان ہوں جن سے سنیں(ان کے ہلاک ہونے اور ان کے گھروں کے برباد ہونے کی خبریں سن کر وہ عبرت حاصل کریں) تو یہ کہ آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں بلکہ دل اندھے ہوتے ہیں جو سینوں میں ہیں(التی فی الصدور، "القلوب" کی تاکید ہے، فانھا میں ھا ضمیر قصہ ہے) اور یہ تم سے عذاب مانگنے میں جلدی کرتے ہیں اور اللہ ہرگز اپنا وعدہ(ان پر عذاب نازل کرنے کا) جھوٹا نہ کرے گا(اس نے ان پر جنگ بدر کے دن عذاب نازل فرمادیا) بیشک تمہارے رب کے یہاں ایک دن(آخرت کے دنوں میں سے عذاب کئے جانے کے سبب) ایسا ہے جیسے تم لوگوں کی گنتی میں ہزار برس(دنیا میں، تعدون کو علامت مضارع تاء اور یاء دونوں کے ساتھ پڑھا گیا ہے) اور کتنی بستیاں کہ ہم نے ان کو ڈھیل دی اس حال میں کہ وہ ستمگار تھیں پھر میں نے انہیں پکڑا(مراد یہ ہے کہ ان بستی والوں کو پکڑا) اور میری ہی طرف پلٹ کر آنا ہے(المصیر بمعنی المرجع ہے)۔

﴿ترکیب﴾

﴿اذن للذین یقتلون بانھم ظلموا وان اللہ علی نصرھم لقدیر﴾.

اذن: فعل مجہول با نائب الفاعل، لام: جار، الـذین یقاتلون: موصول صلہ ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ب: جار، انھم ظلموا: جملہ اسمیہ مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ، و: مستانفہ، ان اللہ: حرف مشبہ و اسم، علی نصر ھم لقدیر: مشبہ جملہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ مستانفہ۔

﴿الذین اخرجوا من دیارھم بغیر حق الا ان یقولوا ربنا اللہ﴾.

الذین: موصول، اخرجوا: فعل مجہول و ضمیر ذوالحال، ب: جار، غیر: مضاف، حق: مستثنیٰ منہ، الا: حرف استثناء، ان: مصدریہ، یقولوا: قول، ربـنا اللہ: جملہ اسمیہ مقولہ، ملکر جملہ قولیہ بتاویل مصدر مستثنیٰ، ملکر مضاف الیہ، ملکر مجرور، ملکر حال، ملکر نائب الفاعل، من دیار ھم: ظرف لغو، ملکر صلہ، ملکر "ھم" مبتدا محذوف کے لیے خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ولولا دفع اللہ الناس بعضھم ببعض لھدمت صوامع وبیع وصلوت ومسجد یذکر فیھا اسم اللہ کثیرا﴾.

و: مستانفہ، لولا: حرف شرط، دفع: مصدر مضاف، الـلہ: اسم جلالت مضاف الیہ فاعل، الـناس: مبدل منہ، بـعضھم: بدل ملکر مفعول، ببعض: ظرف لغو، ملکر شبہ جملہ ہوکر "موجود" محذوف خبر کے لیے مبتدا، ملکر شرط، لھدمت: لام ابتدائیہ، ھدمت: فعل،

صوامع: معطوف علیہ، و: عاطفہ، بیع : معطوف اول، و: عاطفہ، صلوت : معطوف ثانی، و: عاطفہ، مسجد: معطوف ثالث، ملکر موصوف، یذکر فیھا اسم اللہ کثیرا: جملہ فعلیہ صفت، ملکر نائب الفاعل، ملکر جواب شرط، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿ولینصرن اللہ من ینصرہ ان اللہ لقوی عزیز﴾۔

و: مستانفہ، لام: قسمیہ، ینصرن اللہ : فعل وفاعل، من ینصرہ: موصول صلہ مفعول، ملکر قسم محذوف "نقسم" کے لیے ملکر جملہ قسمیہ، ان اللہ : حرف مشبہ واسم، لام: تاکیدیہ، قوی عزیز: خبر ان، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿الذین ان مکنھم فی الارض اقاموا الصلوۃ واتوا الزکوۃ وامروا بالمعروف ونھوا عن المنکر﴾۔

الذین: موصول، ان: شرطیہ، مکنھم فی الارض: جملہ فعلیہ شرط، اقاموا الصلوۃ: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، اتوا الزکوۃ......الخ: جملہ فعلیہ معطوفات، ملکر جواب شرط، ملکر صلہ، ملکر ماقبل "من ینصرہ" کے لیے بدل واقع ہے۔

﴿وللہ عاقبۃ الامور ○ وان یکذبوک فقد کذبت قبلھم قوم نوح وعاد وثمود ○ وقوم ابراھیم وقوم لوط ○ واصحب مدین﴾۔

و: مستانفہ، للہ: ظرف مستقر خبر مقدم، عاقبۃ الامور: مبتدا مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ مستانفہ، و: مستانفہ، ان: شرطیہ، یکذبوک: جملہ فعلیہ شرط، ف: جزائیہ، قد: تحقیقیہ، کذبت قبلھم: فعل وظرف، قوم نوح: معطوف علیہ، و: عاطفہ، عاد: معطوف اول، و: عاطفہ، ثمود : معطوف ثانی، وقوم ابراھیم و قوم لوط واصحب مدین : معطوف ملکر فاعل، ملکر جواب شرط، ملکر جملہ شرطیہ مستانفہ۔

﴿وکذب موسی فاملیت للکفرین ثم اخذتھم فکیف کان نکیر﴾۔

و: عاطفہ، کذب موسی: فعل ونائب الفاعل، ملکر جملہ فعلیہ، ف: عاطفہ، املیت: فعل بافاعل، للکفرین: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ، ثم : عاطفہ، اخذتھم : فعل بافاعل ومفعول، ملکر جملہ فعلیہ، ف: عاطفہ، کیف: اسم استفہام خبر مقدم، کان نکیر: فعل ناقص واسم، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿فکاین من قریۃ اھلکنھا وھی ظالمۃ فھی خاویۃ علی عروشھا وبئر معطلۃ وقصر مشید﴾۔

ف: مستانفہ، کاین: خبریہ ممیز، من: جار، قریۃ: معطوف علیہ، و: عاطفہ، بئر معطلۃ: معطوف اول، و: عاطفہ، قصر مشید: معطوف ثانی، ملکر مجرور، ملکر ظرف مستقر تمیز، ملکر مبتدا، اھلکنا: فعل بافاعل، ھا: ضمیر ذوالحال، وھی ظلمۃ: جملہ اسمیہ حال، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، ف: عاطفہ، ھی: مبتدا، ظالمۃ علی عروشھا: شبہ جملہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ معطوف، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿افلم یسیروا فی الارض فتکون لھم قلوب یعقلون بھا اواذان یسمعون بھا﴾۔

ھمزہ: حرف استفھامیہ، ف: عاطفہ، لم یسیروا فی الارض: فعل نفی بافاعل وظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ، ف: سببیہ، تکون: فعل ناقص، لھم : ظرف مستقر خبر مقدم، قلوب: موصوف، یعقلون بھا: جملہ فعلیہ صفت، ملکر معطوف علیہ، او: عاطفہ، اذان : موصوف، یسمعون بھا: جملہ فعلیہ صفت، ملکر معطوف، ملکر اسم مؤخر، ملکر بتقدیر "ان" جملہ فعلیہ۔

﴿فانھا لا تعمی الابصار ولکن تعمی القلوب التی فی الصدور﴾۔

ف : عاطفہ تعلیلیہ، انھا: حرف مشبہ واسم، لا تعمی الابصار: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، لکن: حرف مستدرکہ مخففہ، تعمی : فعل، القلوب : موصوف، التی فی الصدور: موصول صلہ ملکر صفت، ملکر فاعل، ملکر معطوف، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ویستعجلونک بالعذاب ولن یخلف اللہ وعدہ وان یوما عند ربک کالف سنۃ مما تعدون﴾۔

و: عاطفہ، یستعجلونک بالعذاب فعل بافاعل ومفعول وظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، یخلف اللہ: فعل نفی بافاعل، وعدہ: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، ان: حرف مشبہ، یوما: ذوالحال، عند ربک: ظرف متعلق بمحذوف حال، ملکر اسم، ک: جار، الف: مضاف، سنۃ: موصوف، مما تعدون: ظرف مستقر صفت، ملکر مضاف الیہ، ملکر مجرور، ملکر ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿و کاین من قریۃ املیت لھا وھی ظالمۃ ثم اخذتھا والی المصیر﴾۔

و: عاطفہ، کاین: ممیز، من قریۃ: ظرف مستقر تمیز، ملکر مبتدا، املیت: فعل بافاعل، لام: جار، ھا: ضمیر ذوالحال، وھی ظالمۃ: جملہ اسمیہ حال، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر معطوف علیہ، و: عاطفہ، اخذتھا: جملہ فعلیہ معطوف اول، و: عاطفہ، الی المصیر: جملہ اسمیہ معطوف ثانی، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿شانِ نزول﴾

☆...... اذن للذین یقٰتلون ...... ☆ کفارِ مکہ روز بروز اصحابِ رسول ﷺ کو زبان وہاتھ سے شدائد واذیتیں دیتے اور آزار پہنچاتے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سید عالم ﷺ کے پاس اس حال میں پہنچتے تھے کہ کسی کا ہاتھ ٹوٹا ہوتا تو کسی کا سر پھٹا ہوتا، کسی کا پاؤں بندھا ہوا ہوتا تھا، الغرض روزمرہ ایسی شکایات حضور ﷺ کی بارگاہ میں پہنچتی تھیں، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضور ﷺ کی بارگاہ میں فریادیں کرتے اور حضور ﷺ انہیں یہ فرمادیتے کہ صبر کرو مجھے ابھی جہاد کا حکم نہیں دیا گیا ہے، جب حضور ﷺ مدینہ طیبہ کو ہجرت کر گئے، تب یہ آیت نازل ہوئی اور یہ وہ پہلی آیت ہے جس میں اللہ عزوجل نے کفار کے ساتھ جنگ کا حکم دیا۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

گھروں سے نکالے جانے والوں کا جرم اور اس کا ازالہ:

۱...... مفسرین کرام کہتے ہیں کہ مسلمانوں پر کافروں نے دو طرح کے ظلم کئے: (۱)...... انہیں گھروں سے نکال باہر کیا، (۲)...... کلمۂ توحید تلفظ کرنے کی وجہ سے انہیں باہر نکال دیا گیا۔ اگر کسی کے ذہن میں یہ سوال آئے کہ غیر حق کے قول کا تلفظ کیسے کیا گیا جب کہ ﴿ربنا اللہ﴾ کہنا حق، حق اور حق ہی ہے؟ ہم اس کا جواب یہ دیں گے کہ تقدیر عبارت یوں ہے کہ انہیں صرف ربنا اللہ کہنے کی وجہ سے ہی نہیں باہر نکالا گیا کیونکہ توحید تو فقط اقرار وتمکین کو واجب کرتا ہے نہ کہ اخراج وتیسیر کو، اس کی مثال قرآن مجید میں ایک اور مقام میں یوں ملتی ہے: ﴿قل یا اھل الکتب ھل تنقمون منا الا ان امنا باللہ اے محبوب اہل کتاب سے فرماؤ ہمارا کیا برا لگا یہی نہ کہ ہم ایمان لائے اللہ پر (المائدۃ: ۵۹)﴾۔ پھر اللہ نے ارشاد فرمایا: ﴿لولا دفع اللہ الناس بعضھم ببعض لھدمت اگر اللہ بعض لوگوں کو بعض سے دور نہ کرتا تو منہدم ہو جاتی (الحج: ۴۰)﴾۔ مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ یہاں انہدام کا مدار اپنی ذات کی طرف کرنے سے مراد یہ ہے کہ اللہ عزوجل نے مسلمانوں کو کافروں سے جہاد کا حکم دے دیا۔ (الرازی، ج۸، ص ۲۲۹)

ویران مساجد کا شرعی حکم:

۲...... رسالہ "التحریر الجید فی حق المسجد" میں فاضل بریلوی فرماتے ہیں مسجد کی چیزیں، اس کے اجزاء، یا آیات یا اوقاف یا زوائد، اجزاء یعنی زمین وعمارت قائمہ کی بیع تو کسی حال ممکن نہیں، مگر جب مسجد معاذ اللہ ویران مطلق ہو جائے اور اس

کی آبادی کی کوئی شکل نہ رہے تو ایک روایت میں باذن قاضی شرع حاکم اسلام اس کا عملہ بیچ کر دوسری مسجد میں صرف کر سکتے ہیں، مواضع ضرورت میں اس روایت پر عمل جائز ہے۔ در مختار میں ہے: اگر مسجد کا گرد و پیش ویران ہو گیا اور مسجد کی ضرورت نہیں رہی تب بھی امام اعظم اور امام ابو یوسف کے نزدیک وہ ہمیشہ تا قیامت مسجد ہی رہے گی اور اسی پر فتویٰ دیا جاتا ہے، اور امام ابو یوسف کی ایک روایت یہ ہے کہ قاضی کی اجازت سے اسے دوسری مسجد کی طرف منتقل کر دیا جائیگا۔ ردالمحتار میں ہے کہ ماتن کا قول وعن الثانی ...... الخ، اسعاف میں اسی پر جزم کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر مسجد اور اس کا گرد و پیش ویران ہو جائے اور لوگ وہاں سے نقل مکانی کر جائیں تو امام ابو یوسف کے نزدیک وہ واقف کی ملک میں نہیں لوٹے گی چنانچہ قاضی کی اجازت سے اس کا ملبہ فروخت کر کے ثمن دوسری مسجد میں صرف کیا جائے۔ اسی میں یہ بھی ہے جیسے امام شیخ امین الدین بن عبد العال، شیخ امام احمد بن یونس شبلی، شیخ زین بن نجیم ، اور شیخ محمد الوفائی ان بزرگوں میں سے بعض نے مسجد کی عمارت اور بعض نے عمارت اور اس کے مال کو دوسری مسجد کی طرف منتقل کرنے کا فتویٰ دیا، اور جو بات مناسب ہے وہ یہی ہے کہ مسجد و حوض میں فرق کئے بغیر جواز نقل میں مشائخ مذکورہ کی اتباع کی جائے جیسا کہ امام ابو شجاع اور امام حلوانی نے اس پر فتویٰ دیا ہے اور ان دونوں اماموں کا مقتدا ہونا کافی ہے خصوصاً ہمارے زمانے میں، کیونکہ اگر مسجد منتقل نہ کی جائے تو چور اور جبری قبضہ کرنے والے لوگ اسباب مسجد لے لیں گے جیسا کہ دیکھا گیا ہے۔

قلت (میں کہتا ہوں) اس عبد ضعیف کی یہاں پر ایک نہایت شاندار تحقیق ہے جس میں اللہ کی توفیق سے ثابت کیا گیا ہے کہ امام ابو یوسف کی روایت نادرہ ان کے مفتی بہ قول پر متفرع ہے جیسا کہ اس کا فائدہ درر اور درنے دیا ہے، بخلاف اس کے جو علامہ شامی نے سمجھا اور مواضع ضرورت میں اس پر فتویٰ دیا جاتا ہے جیسا کہ علامہ شامی اور اس کے پیش روائمہ نے اس کی تقریر فرمائی، ان میں سے بعض کا نام علامہ شامی نے ذکر کر کیا اور بعض کا نام ذکر نہیں کیا، اور اس بات کو بھی ثابت کیا گیا کہ مسجد کے ملبہ کی طرح اس کے میدان کو بھی نقل کرنا جائز ہے، اور علامہ شامی کا یہ قول گزر چکا ہے کہ ان میں سے بعض نے مسجد کو نقل کرنے اور اس کے مال کو نقل کرنے کا فتویٰ دیا ہے اور اس بات کو بھی ثابت کیا گیا ہے کہ در کا قول "اس مسجد کو دوسری مسجد کی طرف نقل کیا جائے گا" اپنے ظاہر پر محمول ہے اور یہ کہ در کے غیر کے کلام میں ملبہ، مال اور عمارت کا ذکر بطور قید نہیں اور یہ کہ اس روایت کا حاصل یہ ہے کہ وقفیت کے باقی رہنے کے باوجود مسجدیت کا زوال ہے لہذا بانی یا اسکے وارثوں کی طرف ملک عود نہیں کرے گی اور اس کا نقل کرنا اور تبدیل کرنا جائز ہے اور احوال کی حقیقتوں کو اللہ خوب جانتا ہے۔ (فتاوی رضویه مخرجه، ج ۱٦، ص ٢٦١ وغیره)

حکمران کیسے ہونے چاہیے:

۳۔..... اللہ ﷻ کا فرمان ہے: وہ لوگ کہ اگر ہم انہیں زمین میں قابو دیں (ان کے دشمنوں کے خلاف ان کی مدد فرما کر) تو نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں اور بھلائی کا حکم کریں اور بُرائی سے روکیں۔ مراد خلفائے راشدین ہیں، زمین میں ان کے علاوہ اور کسی کو ایسا اقتدار نہیں ملا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ اس سے مراد مہاجرین و انصار ہیں اور وہ جو ان کی نیکی کے ساتھ اتباع کریں۔ قتادہ نے کہا کہ محمد ﷺ کے اصحاب ہیں۔ ضحاک کا قول ہے کہ متذکرہ آیت میں اللہ ﷻ نے ملک اور اقتدار عطا فرمانے کی شرط عائد کی ہے کہ وہ ان چار امور پر عمل کرائیں۔ سہل بن عبد اللہ نے کہا سلطان اور جو علماء اس کے پاس آتے ہیں ان پر واجب ہے کہ وہ نیکی کا حکم کریں اور بُرائی سے منع کریں، عام لوگوں پر یہ واجب نہیں ہے کہ وہ سلطان اور علماء کو حکم دیں۔ (الجامع الاحکام القرآن، الجزء: ۱۷، ص ۷۰)

امام حسن کی سیرت میں ہے کہ ایک محتاج شخص امام پاک کے دروازے پر دستک دیتا ہے، امام پاک اپنے دولت سرائے اقدس میں اپنے رفقاء کے پاس تشریف فرما ہیں، سائل نے اپنی محتاجی اور مقروض ہونے کی مجبوری کا اظہار کیا تو امام نے دینار و درہم

سے بھری تھیلی اس کے ہاتھ میں تھمادی اور سائل کو روانہ کر کے دوبارہ اپنے رفقاء میں آئے اور زاروقطار رونے لگے، کسی نے پوچھ لیا کہ حضور مال جانے کے صدمے نے آپ کو رلایا ہے؟ فرمایا نہیں مجھے تو یہ بات رلا رہی ہے کہ میری رعایا میں یہ شخص تکالیف میں تھا اور مجبور ہو کر میرے دروازے پر دست سوال ہوا، آہ! میں اپنی رعایا سے بے خبر کیسے ہو گیا......؟ سبحان اللہ! یہ بھی مسلمانوں کے حکمران تھے اور دوسری طرف آج کل کے داڑھی کٹے خبیث حکمران کو دیکھیں جنہیں اسمبلی میں قرآن کی ایک سورۃ پڑھنا نہ آئے، مسلمانوں کو ہر جگہ ذلیل ورسوا کرنے والے، مال وعہدے منصب کے لیے اسلامی ملک کا سودا کرنے والے، غربت میں ستائی ہوئی قوم کو مہنگائی کے بوجھ سے مزید ستانے والے، ظلم وزیادتی کا بازار گرم کرنے والے اس دور کے دجال وفرعون نہیں تو کیا ہیں؟۔

کافروں کے لیے دنیا میں ڈھیل ہے:

۴...... ہمارے نبی پاک ﷺ کو رحمت بنا کر بھیجا گیا ہے، اسی رحمت کے در پردہ کافروں کے لئے دنیا میں ڈھیل دی گئی ہے۔ واضح فرمان ہے کہ الدنیا سجن المومن و جنة الکافر یعنی دنیا مومن کے لیے قید خانہ اور کافر کے لیے جنت ہے" (صحیح مسلم، کتاب الزھد والرقاق، باب، رقم: ۲۹۵۶/۷۳۱۱ ص۱۴۵۱) ۔اب یہ کافر اپنی تئیں اسی جنت میں خوش ہیں، اسی کو بہتر بنانے کے لیے دن رات سرگرداں ہیں، ان کے بچے سے لے کر سوسال کے بوڑھے تک کو یہ سوچ نہیں ملتی کہ مرنے کے بعد کیا ہوگا؟ بلکہ ان کا عقیدہ ہی مرنے کے بعد زندہ کئے جانے اور جزاوسزا کے متعلق نہیں۔ آہ! کتنی بدنصیبی ہے، محرومی ہے کہ ڈھیل کو نعمت جان کر اعمال وعقائد صالحہ کی کشتی جلا دی۔ اسلام کی طرف دیکھا تک نہیں اور دیکھا بھی تو سرسری نظر سے، کیسے بدنصیب ونا ہنجار لوگ ہیں کہ زندگی گزرنے جانے پر بھی افسوس وملامت نفس نہیں، دکھ نہیں، احساس نہیں۔

سمجھنے کا تعلق دل سے ہے یا عقل سے!

۵...... عقل وہ قوت ہے جس سے حقائق اشیاء کا ادراک ہوتا ہے، ایک قول یہ ہے کہ اس کا محل سر ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ اس کا محل قلب ہے۔ (التعریفات، ص ۱۰۴)۔ کیا آیت مبارکہ اس بات پر دلیل ہے کہ عقل سے مراد علم اور علم کا محل قلب ہے؟ امام رازی اس کا جواب یہ دیتے ہیں اللہ ﷻ کے فرمان ﴿قلوب یعقلون بھا (الحج:۴۶)﴾ سے مراد علم ہے، اور لفظ ﴿یعقلون بھا﴾ سے مراد یہ ہے کہ دل سمجھنے کا آلہ ہے، پس واجب ہوا کہ دل کو سمجھنے کا محل بنایا جائے اور جہالت کو اندھے پن کا نام دیا اس لیے کہ جاہل شخص اندھے شخص کی طرح حیران وپریشان رہتا ہے۔ ایک سوال یہ بھی پیدا ہوتا ہے کہ آیت مذکورہ میں ''الصدور'' کا لفظ استعمال کرنے کا کیا فائدہ ہے؟ جواب اس کا یہ ہے کہ دل کو بطور کنایہ تدبر اور سوچنے سمجھنے والے امور سے تعبیر کیا گیا ہے جیسا کہ اللہ کا فرمان ہے: ﴿ان فی ذلک لذکری لمن کان لہ قلب اس معاملے میں اس کے لیے نصیحت ہے جس کا دل ہو (ق:۳۷)﴾۔ اہل علم کا ایک قول یہ بھی ہے کہ سوچنے کا محل دماغ ہے اور اللہ نے فرمایا محل (دل ہے جو کہ سینے میں ہے) اسی لئے ''الصدر'' کا ذکر فرمایا۔ (الرازی، ج۸، ص ۲۳۳)

اغراض: وھذه اول اية نزلت فی الجھاد: کا بیان شان نزول میں دیکھ لیں۔ باعتبار المعنی: مراد امت یا قبیلہ ہے۔

ما اخرجوا: دینی مخالفت کی وجہ سے مشرکین کے تعصب کی بناء پر انہیں ان کے گھروں سے نکالا گیا، اگر کسی کے ذہن میں یہ بات آئے کہ گھروں کو چھوڑنا اللہ کے حکم سے تھا جو اللہ نے اپنے نبی کو صادر فرمایا تھا؟ میں (علامہ صاوی) اس کا یہ جواب دوں گا کہ نکلنے کا سبب باطنی ہے اور انہیں اللہ کا حکم ہے، اور ظاہری معاملہ ان پر مشرکین کا تعصب ہے۔

ای ینصر اللہ دینہ: یعنی اللہ اپنے اولیاء کی مدد کرتا ہے، اور یہ مدد اس طرح ہوتی ہے کہ اللہ اپنے اولیاء کی دشمنوں پر مدد فرماتا ہے ، اپنے دشمنوں سے قتال کرنے پر بھی مدد کرتا ہے یا دلائل وحجتیں واضح کر کے بھی اپنے دشمنان پر علماء کی مدد فرماتا ہے۔

منیع فی سلطانہ: مناسب یہ ہے کہ یوں کہا جائے کہ اللہ ﷻ اپنے امر میں حاکم ہے اور اللہ ﷻ کافروں کو ذلیل کرکے اور مسلمانوں کو عزت سے نواز کر اور انہیں زمین و مکان کا وارث بنا کر کے اپنا وعدہ پورا فرماتا ہے۔

ای انکاری علیھم: اس جملے میں اس جانب اشارہ پایا جاتا ہے کہ نکیر مصدر بمعنی الانکار ہے۔

تاکید: اللہ کا فرمان ﴿التی فی الصدور﴾ (الحج:٤٦) دلوں کی تاکید کے لیے ہے، اس لیے کہ قلوب صدور کی حالت میں ہیں، (یعنی سینے اور دل کا باہم گہرا تعلق ہے)، اور اسی کی مناسبت سے یہ قول ہے: میں نے اپنے کان سے سنا اور آنکھ سے دیکھا۔

فانجزہ یوم بدر: پس کافروں کے ستر قتل ہوئے اور ستر ہی قید کیے گئے۔ (الصاوی، ج٤، ص ١٣٩ وغیرہ)

رکوع نمبر: ١۴

﴿قُلْ یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ ﴾اَی اَهل مکۃَ﴿اِنَّمَآ اَنَا لَکُمْ نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ(۴۹)﴾بَیِّنُ الْاِنذارِ وَاَنا بَشِیرٌ للمؤمنینَ﴿فَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ ﴾مِنَ الذُّنوبِ﴿وَّرِزْقٌ کَرِیْمٌ (۵۰)﴾هُوَ الجنةُ﴿وَالَّذِیْنَ سَعَوْا فِیْٓ اٰیٰتِنَا ﴾القُرانِ بِاِبْطَالِها﴿مُعٰجِزِیْنَ ﴾مَنْ اِتَّبَعَ النبیَ اَی یَنْسِبُونَهُم الی العِجزِ وَیُثَبِّطونَهُم عنِ الْایمانِ اَو مُقَدِّرِینَ عِجزَنا عنهم وفِی قِراءَةٍ مُعاجزینَ مُسابِقِینَ لَنایَظُنُّونَ بِاِنکارِیهِمُ البَعثَ والعِقابَ﴿اُولٰٓئِکَ اَصْحٰبُ الْجَحِیْمِ(۵۱)﴾النارِ﴿وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِکَ مِنْ رَّسُوْلٍ ﴾هُوَ نَبِی اَمَرَ بِالتَّبلیغِ﴿وَّلَا نَبِیٍّ ﴾اَی لَمْ یُومَرُ بِالتَّبلِیغِ ﴿اِلَّآ اِذَا تَمَنّٰٓی ﴾قَرَأَ﴿اَلْقَی الشَّیْطٰنُ فِیْٓ اُمْنِیَّتِهٖ ج ﴾قِراءَتِهٖ مَا لیسَ مِنَ القُرانِ مِمَّا یَرضَاهُ المُرسَلُ اِلیهِمْ وَقدْ قَرأَ النبیُّ ﷺ فِی سُورَةِ النجمِ بِمَجْلسٍ مِن قُرَیشٍ بعدَ ﴿اَفَرَءَیْتُمُ اللّٰتَ وَالْعُزّٰی وَمَنٰوةَ الثَّالِثَةَ الْاُخْرٰی﴾ (النجم: ۱۹، ۲۰) بِالقاءِ الشَّیطانِ علی لِسانِهٖ ﷺ مِن غَیرِ عِلمِهٖ ﷺ شَعُرَ بِهٖ تِلکَ الغَرانِیقُ العُلی وَاِنَّ شَفَاعَتَهُنَّ لَتُرتَجٰی فَفَرِحوا بِذلکَ ثُم اَخبَرَهُ جبرائیلُ بِما اَلْقَاهُ الشَّیطانُ علی لسانِهٖ مِنْ ذلکَ فَحَزِنَ فَسُلِّی بِهٰذِهِ الایةِ لِیَطْمَئِنَّ ﴿فَیَنْسَخُ اللّٰهُ ﴾یُبطِلُ﴿مَا یُلْقِی الشَّیْطٰنُ ثُمَّ یُحْکِمُ اللّٰهُ اٰیٰتِهٖ ط ﴾یُثَبِّتُهَا﴿وَاللّٰهُ عَلِیْمٌ ﴾بِاِلْقَاءِ الشَّیطانِ مَا ذُکِرَ﴿حَکِیْمٌ (۵۲)﴾فِی تَمکِینِهٖ مِنهُ یَفعَلُ مَایَشاءُ﴿لِّیَجْعَلَ مَا یُلْقِی الشَّیْطٰنُ فِتْنَةً ﴾مِحنَةً﴿لِّلَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ ﴾شَکٌّ وَنِفاقٌ ﴿وَّالْقَاسِیَةِ قُلُوْبُهُمْ ط﴾اَیِ المُشرِکِینَ عَن قُبولِ الحقِّ﴿وَاِنَّ الظّٰلِمِیْنَ ﴾الکافِرینَ﴿لَفِیْ شِقَاقٍ بَعِیْدٍ(۵۳)﴾خِلافٍ طَوِیلٍ مَعَ النبیِّ والمومنینَ حیثُ جَرَی لِسانِهٖ ذِکرُ اٰلِهَتِهِمْ بِما یُرضِیهِمْ ثُم اَبْطَلَ ذَالکَ﴿وَّلِیَعْلَمَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ ﴾التَوحِیدَ والقُرانَ﴿اَنَّهُ ﴾اَیِ القُرانُ ﴿الْحَقُّ مِنْ رَّبِّکَ فَیُؤْمِنُوْا بِهٖ فَتُخْبِتَ ﴾تَطْمَئِنَّ ﴿لَهٗ قُلُوْبُهُمْ ط وَاِنَّ اللّٰهَ لَهَادِ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِلٰی صِرَاطٍ ﴾طَرِیقٍ﴿مُّسْتَقِیْمٍ(۵۴)﴾اَیْ دِینَ الْاِسلامِ﴿وَلَا یَزَالُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا فِیْ مِرْیَةٍ ﴾ شَکٍّ﴿مِّنْهُ ﴾اَی القُرانُ بِما اَلْقَاهُ الشَّیطنُ علی لسانِ النبیِّ ﷺ ثُم اَبْطَلَ﴿حَتّٰی تَاْتِیَهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً ﴾اَی سَاعَةُ مَوتِهِمْ اَوِ القِیٰمَةُ فَجَاءَةً ﴿اَوْ یَاْتِیَهُمْ عَذَابُ یَوْمٍ عَقِیْمٍ (۵۵)﴾هُوَ یومُ بَدرٍ لَا خَیرَ فِیهِ لِلْکُفَّارِ کَالرِّیحِ العَقِیمِ الَّتِی لَا تَاتِی بِخَیرٍ اَو هُوَ یَومُ القِیٰمَةِ لَالیلَ لَهُ﴿اَلْمُلْکُ یَوْمَئِذٍ ﴾اَی یَومُ

الْقِيمَةِ ﴿لِلّٰهِ ط﴾ وَحدَهٗ وَما تَضَمَّنَهٗ مِنَ الْاِسْتِقرارِ نَاصِبٌ لِلظَّرفِ ﴿يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ ط﴾ بَيْنَ المومنينَ والكافرينَ بِما بَيَّنَ بَعدَهٗ ﴿فَالَّذِيْنَ آمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ (۵۶)﴾ فَضلًا مِنَ اللّٰهِ ﴿وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا فَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ (۵۷)﴾ شَدِيدٌ بِسَبَبِ كُفرِهِم.

﴿ترجمہ﴾

تم فرمادو کہ اے لوگوں (یعنی اہل مکہ) میں تو یہی تمہارے لیے صریح ڈرسنانے والا ہوں (کھلا ڈرسنانے والا ہوں اور مومنین کو خوشخبری سنانے والا ہوں) تو جو ایمان لائے اور اچھے کام کرے ان کے لیے بخشش ہے (گناہوں کی) اور عزت کی روزی (مراد اس سے جنت ہے) اور جو کوشش کرتے ہیں ہماری آیتوں میں (قرآن پاک کی آیتوں میں ان کو باطل کرنے کی) ہار جیت کے ارادے سے (یہ مقابلہ وہ نبی پاک ﷺ کے پیروکاروں سے کرتے ہیں اور انہیں عجز کی طرف منسوب کرتے ہیں اور انہیں ایمان سے ہٹانے کی کوششیں کرتے ہیں یا معنی یہ ہے کہ وہ خود کو ہماری پکڑ سے محفوظ سمجھتے ہیں اور ایک قرائت میں معجزین کو معاجزین پڑھا گیا ہے، اس صورت میں معنی یہ ہوگا کہ ہم سے سبقت لے جانا چاہتے ہیں یعنی وہ گمان کرتے ہیں کہ مرنے کے بعد اٹھائے جانے اور ہمارے عذاب کا انکار کر کے وہ ہم سے فوت ہو جائیں گے ہم انہیں پکڑ نہ سکیں گے) وہ جہنم والے ہیں (السعیر بمعنی النار ہے) اور ہم نے تم سے پہلے جتنے رسول اور نبی بھیجے (رسول اسے کہتے ہیں جسے تبلیغ کا حکم دیا گیا ہو اور جسے تبلیغ کا حکم نہ دیا گیا ہو اسے نبی کہتے ہیں، ان آیات کی تفسیر میں مفسر نے روایات مردودہ کو بیان فرمایا ہے جن کی شریعت میں کچھ اصل نہیں بلکہ یہ تفسیر اصول شرع کے مخالف ہے یہاں اس تفسیر کا ترجمہ فقط اس کی تردید کے لیے بیان کیا جارہا ہے) سب پر کبھی یہ واقعہ گزرا ہے جب کہ انہوں نے کچھ پڑھا (تلا بمعنی قرء ہے) تو شیطان نے ان کے پڑھنے میں لوگوں پر کچھ اپنی طرف سے ملا دیا......ا...... (جو قرآن سے نہ ہوتا اور ایسی بات ہوتی جن سے جن کی ہدایت کے لیے وحی بھیجی گئی وہ راضی ہوتے بنی پاک ﷺ نے قریش کی مجلس میں سورۃ نجم کی تلاوت فرمائی، نبی پاک ﷺ کے اس آیت مبارکہ ﴿افرأیتم اللٰت والعزی ومناۃ الثالثۃ الاخری﴾ کی قرائت کے بعد شیطان نے یہ کلمات آپ ﷺ کی زبان پر جاری کروادیئے اور آپ ﷺ کو اس کا علم نہ ہو سکا، تلک الغرانیق العلا وان شفاعتھن لترتجی، ان کلمات کو سن کر مشرکین بہت خوش ہوئے پھر جبرئیل علیہ السلام نے آپ ﷺ کو اس واقعہ کی خبر دی تو آپ ﷺ غمگین ہوئے پھر ان آیات کے ذریعہ آپ ﷺ کو تسلی دی گئی تا کہ آپ ﷺ مطمئن ہو جائیں) تو مٹا دیتا ہے اللہ (باطل فرمادیتا ہے) اس شیطان کے ڈالے ہوئے کو پھر اللہ اپنی آیتیں پکی کر دیتا ہے (انہیں ثبت فرمادیتا ہے) اور اللہ علم رکھنے والا ہے (شیطان کے مذکورہ کلمات کے القاء کرنے کے عمل کو) حکمت والا ہے (جس فعل کے کرنے پر چاہا اس نے کیا) تا کہ شیطان کے ڈالے ہوئے کو فتنہ کر دے ان کے لیے جن کے دلوں میں بیماری ہے (شک اور نفاق کی) اور جن کے دل سخت ہیں (حق کو قبول کرنے سے، مراد اس سے مشرکین ہیں) اور بیشک ستمگار (یعنی کفار نبی پاک ﷺ اور مومنین سے جھگڑے میں ہیں اس حیثیت سے کہ اولا آپ ﷺ کی زبان پر ان کے خداؤں کا اس طرح ذکر آیا تھا جن سے وہ راضی تھے پھر آپ ﷺ نے اس کو باطل کر دیا) اور اس لیے کہ جان لیں وہ جن کو علم ملا ہے (علم توحید اور علم قرآن) کہ وہ (قرآن) تمہارے رب کے پاس سے حق ہے تو اس پر ایمان لائیں تو جھک جائیں (مطمئن ہو جائیں) اس کے لیے ان کے دل اور بیشک اللہ ایمان والوں کو سیدھی راہ چلانے والا ہے (یعنی دین اسلام پر چلانے والا ہے، صراط کے معنی راستہ کے ہیں) اور کافر اس (قرآن) سے ہمیشہ شک میں رہیں گے (شیطان کے نبی پاک ﷺ کی زبان پر ان کلمات کے القاء کئے جانے اور پھر انہیں باطل قرار دینے کے سبب) یہاں تک کہ ان پر قیامت آجائے اچانک (الساعۃ سے مراد ان کی موت کی ساعت ہے یا اچانک قیامت آجانا ہے

)یاان پرایسے دن کا عذاب آئے جس کا پھل ان کے لیے کچھ اچھا نہ ہو(یوم عقیم ...... ۲ ...... سے مراد جنگ بدر کا دن ہے جس میں کفار کے لیے کوئی خیر وبھلائی نہ تھی اس بنجر بنانے والی ہوا کی طرح جو کہ کچھ بھلائی لے کر نہیں آتی، یا یوم عقیم سے مراد قیامت کا دن ہے جس کے بعد رات نہ ہوگی) بادشاہی اس دن (یعنی بروز قیامت) اللہ ہی کی ہے وہ ان (مسلمانوں اور کافروں) میں فیصلہ کردے گا (اس کے عین مطابق جس کو ان بیان فرمایا ہے) تو جو ایمان لائے اور اچھے عمل کئے وہ چین کے باغوں میں ہیں (اللہ ﷻ کے فضل وکرم سے) اور جنہوں نے کفر کیا اور ہماری آیتیں جھٹلائیں ان کے لیے ذلت کا عذاب ہے (یعنی ان کے کفر کے سبب ان کے لیے شدید عذاب ہے)۔

﴿ترکیب﴾

﴿قل یایھا الناس انما انا لکم نذیر مبین﴾.

قل: قول، یایھاالناس: نداء، انما: حرف مشبہ وما کافہ، انا: مبتدا، لکم: ظرف مستقر حال مقدم، نذیر مبین: مرکب توصیفی ذوالحال، ملکر خبر، ملکر مقصود بالندا، ملکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿فالذین امنوا وعملوا الصلحت لھم مغفرۃ ورزق کریم﴾.

ف: عاطفہ، الذین امنوا وعملوا الصلحت: موصول صلہ ملکر مبتدا، لھم: ظرف مستقر خبر مقدم، مغفرۃ: معطوف علیہ و: عاطفہ، رزق کریم: معطوف، ملکر مبتدا مؤخر، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿والذین سعوا فی ایتنا معجزین اولئک اصحب الجحیم﴾.

و: عاطفہ، الذین: موصول، سعوا: فعل وضمیر ذوالحال، معجزین: حال، ملکر فاعل، فی ایتنا: ظرف لغو، ملکر صلہ، ملکر مبتدا، اولئک اصحب الجحیم: جملہ اسمیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿وما ارسلنا من قبلک من رسول ولا نبی الا اذا تمنی القی الشیطن فی امنیتہ﴾.

و: مستانفہ، ما ارسلنا: فعل نفی با فاعل، من قبلک: ظرف لغو، من: زائدہ، رسول: معطوف علیہ، و: عاطفہ، لا: نافیہ، نبی: معطوف، ملکر موصوف، الا: اداۃ حصر، اذا: ظرف فیہ شرطیہ مفعول فیہ مقدم، تمنی: فعل با فاعل، ملکر شرط، القی الشیطن فی امنیتہ: جواب شرط، ملکر صفت، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿فینسخ اللہ ما یلقی الشیطن ثم یحکم اللہ ایتہ واللہ علیم حکیم﴾.

ف: عاطفہ مستانفہ، ینسخ اللہ: فعل وفاعل، ما یلقی الشیطن: موصول صلہ ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، ثم: عاطفہ، یحکم اللہ ایتہ: فعل با فاعل ومفعول، لام: جار، یجعل: فعل با فاعل، ما یلقی الشیطن: مفعول اول، فتنۃ: موصوف، لام: جار، الذین فی قلوبھم مرض: موصول صلہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، القاسیۃ: شبہ فعل اسم فاعل، قلوبھم: فاعل، ملکر شبہ جملہ معطوف، ملکر مجرور، ملکر ظرف مستقر صفت، ملکر مفعول ثانی، ملکر بتقدیر "ان" مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ واعتراضیہ، اللہ: مبتدا، علیم حکیم: ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ معترضہ۔

﴿لیجعل ما یلقی الشیطن فتنۃ للذین فی قلوبھم مرض والقاسیۃ قلوبھم وان الظلمین لفی شقاق بعید﴾.

و: مستانفہ، ان الظلمین: حرف مشبہ واسم، لام: تاکید، فی شقاق بعید: ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ اسمیہ مستانفہ۔

﴿ولیعلم الذین اوتوا العلم انہ الحق من ربک فیومنوا بہ فتخبت لہ قلوبھم﴾.

و: عاطفہ، لام: جار، یعلم : فعل، الذین: موصول، اوتوا العلم : فعل مجہول با نائب الفاعل ومفعول ثانی، انه : حرف مشبہ واسم، الحق: ذوالحال، من ربک: ظرف مستقر حال، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ مفعول ثالث، ملکر صلہ، ملکر فاعل، ملکر معطوف علیہ، ف : عاطفہ، یومنوا بہ: معطوف اول، ف: عاطفہ، تخبت له قلوبهم : معطوف ثانی، ملکر مجرور، ملکر معطوف ہے ماقبل، "لیجعل" پر۔

﴿وان الله لهاد الذين امنوا الى صراط مستقيم﴾.

و: مستانفہ، ان الله : حرف مشبہ واسم، لام: تاکیدیہ، هاد : اسم فاعل بافاعل، الذين امنوا: مفعول، الى صراط مستقيم : ظرف لغو، ملکر شبہ جملہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ مستانفہ۔

﴿ولا يزال الذين كفروا في مرية منه حتى تاتيهم الساعة بغتة اوياتيهم عذاب يوم عقيم﴾.

و: عاطفہ، لا یزال : فعل ناقص، الذين كفروا: اسم، فى : جار، مرية: موصوف، منه : ظرف مستقر صفت، ملکر مجرور، ملکر ظرف مستقر خبر اول، حتی: جار، تاتیهم : فعل ومفعول، الساعة : ذوالحال، بغتة : حال، ملکر فاعل، ملکر معطوف علیہ، او: عاطفہ، یاتیهم عذاب یوم عقیم: جملہ فعلیہ معطوف ملکر بتقدیر "ان" مجرور، ملکر ظرف مستقر خبر ثانی، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿الملک یومئذ لله یحکم بینهم﴾.

الملک: مبتدا، یومئذ : ظرف متعلق بمحذوف "ثابت"، لام : جار، الله : ذوالحال، یحکم بینهم : جملہ فعلیہ حال، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو "ثابت" شبہ فعل محذوف اپنے متعلقات سے ملکر شبہ جملہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿فالذين امنوا وعملوا الصلحت في جنت النعيم والذين كفروا وكذبوا باياتنا فاولئك لهم عذاب مهين﴾.

ف: عاطفہ، الذين امنوا وعملوا الصلحت : موصول صلہ ملکر مبتدا، في جنت النعيم : ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، الذين كفروا وكذبوا باياتنا: موصول صلہ ملکر مبتدا، فاولئك لهم عذاب مهين : جملہ اسمیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿شانِ نزول﴾

☆...... وما ارسلنا من قبلک من رسول...... ☆جب سورۃ النجم نازل ہوئی تو سید عالم ﷺ نے مسجد حرام میں اس کی تلاوت فرمائی اور بہت آہستہ آہستہ آیتوں کے درمیان وقفہ فرماتے ہوئے جس سے سننے والے غور بھی کر سکیں اور یاد کرنے والوں کو یاد کرنے میں مدد بھی مل سکے، جب آپ ﷺ نے ﴿وَمَنٰوةَ الثَّالِثَةَ الْاُخْرٰى﴾ پڑھ کر حسب دستور وقفہ فرمایا تو شیطان نے مشرکین کے کان میں اس سے ملا کر دو کلمے ایسے کہہ دیئے جن سے بتوں کی تعریف نکلتی تھی، جبرائیل امین علیہ السلام نے سید عالم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ حال عرض کیا کہ اس سے حضور ﷺ کو رنج ہوا، اللہ عزوجل نے آپ ﷺ کی تسلی کے لیے یہ آیت نازل فرمائی۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

اللہ عزوجل شیطانی کلمات کی ملاوٹ کو مٹا دیتا ہے:

۱...... اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے اس آیت کا ترجمہ یوں کیا: اور ہم نے تم سے پہلے رسول یا نبی بھیجے سب پر کبھی یہ واقعہ گزرا کہ جب انہوں نے پڑھا تو شیطان نے ان کے پڑھنے میں لوگوں پر کچھ اپنی طرف سے ملا دیا تو مٹا دیتا ہے اللہ اس شیطان کے ڈالے ہوئے کو پھر اللہ اپنی آیتیں پکی کر دیتا ہے۔

☆......وقال ابن عباس فی امنیته اذا حدث القی الشیطان فی حدیثه فیبطل الله ما یلقی الشیطان ویحکم آیاته ویقال امنیته قراته حضرت ابن عباس نے امنیته کی تفسیر میں کہا کہ جب آپ ﷺ بات کرتے تو شیطان آپ ﷺ کی بات میں کچھ ڈال دیتا پھر اللہ عزوجل شیطان کے ڈالے ہوئے کو باطل کر دیتا اور اپنی آیات کو پختہ کر دیتا، امنیتہ کا معنی ہے اس کا پڑھنا۔(صحیح البخاری، کتاب التفسیر، باب:الحج، ص۸۲٦)۔علامہ عینی اس کی شرح میں لکھتے ہیں: اس قسم کے واقعے سے نبی پاک ﷺ کی عصمت اور نزاہت پر دلیل قائم ہے اور اس پر امت کا اجماع ہے کہ آپ ﷺ اس سے بری ہیں کہ آپ ﷺ کے دل مبارک اور زبان مبارک پر ایسی کوئی بھی چیز جاری ہو، عمداً نہ سہواً، یا شیطان کسی وجہ سے بھی کوئی سبیل نکال سکے، یا آپ ﷺ کی طرف کوئی غلط بات منسوب کر سکے، عمداً نہ سہواً، عقل کے نزدیک بھی یہ واقعہ محال ہے اگر یہ واقعہ ہوتا تو بکثرت مسلمان مرتد ہو جاتے اور یہ منقول نہیں ہے، آپ ﷺ کے پاس جو مسلمان تھے، ان سے یہ واقعہ مخفی نہ رہتا۔ امام بخاری نے اس واقعے کی سند بھی ذکر نہیں کی بلکہ بغیر سند کے صرف ابن عباس سے منسوب کر کے لکھ دیا ہے اور حافظ ابن حجر کی تصریح کے مطابق امام بخاری کی تعلیقات میں بہت ضعیف احادیث بھی شامل ہیں۔

یوم عقیم کا معنی:

۲......علامہ راغب اصفہانی فرماتے ہیں: دراصل عقم اس خشکی کو کہتے ہیں جو اثر قبول کرنے سے مانع ہو، عقمت مفاصله اس کے جوڑ خشک ہو گئے اور مایوس العلاج مرض کو داء عقام کہتے ہیں، اور عقیم اس عورت کو کہتے ہیں جو مرد کے نطفہ کو قبول نہیں کرتی یعنی بانجھ عورت، حضرت بی بی سارہ نے کہا ﴿قالت عجوز عقیم میں بوڑھی بانجھ ہوں(الذاریات:٢٩)﴾ ریح عقیم اس ہوا کو کہتے ہیں جو بادل لے کر آئے، نہ کسی درخت میں پھل لائے۔ اللہ عزوجل نے فرمایا: ﴿اذ ارسلنا علیهم الریح العقیم جب ہم نے ان پر خیر و برکت سے خالی ہوا بھیجی(الذاریات:٤١)﴾۔ جو کسی خیر کا اثر قبول نہ کرے اسے بھی عقیم کہتے ہیں، اس بناء پر یوم عقیم کا معنی ہے وہ دن جس میں کوئی خیر نہ ہو۔ (المفردات، ص ٣٥٤)

اغراض: بابطالها: یاء بمعنی فی ہے، یعنی قرآن کی آیات میں ﴿انه اساطیر الاولین﴾ سحر اور کہانت کے الفاظ کہہ کر انہیں باطل ثابت کرنے کی جستجو کرتے رہے۔ من اتبع النبی: میں اس جانب اشارہ ہے کہ معجزین کا مفعول محذوف ہے۔

یظنون ان یفوتونا: مراد یہ ہے کہ انہیں عذاب نہ ملے گا۔ وقد قرا النبی: کا بیان شان نزول میں دیکھ لیں۔

هو نبی امر بالتبلیغ: مراد آزاد انسان ہے، جسے شریعت اور احکام کی تبلیغ کے لیے وحی کی جاتی ہے۔

والغرانیق: اصل میں غرنوق اس پرندے کو کہتے ہیں جو پانی پر تیرتا ہو، جیسا کہ فردوس یا عصفور (چڑیا، یا کبوتر سے چھوٹی سائز کا ہر پرندہ)، دشمنان اسلام یہ گمان کرتے تھے کہ بتوں کی پوجا کرنے سے انہیں اللہ کا قرب ملے گا اور یہ بت ان کی شفاعت کریں گے، اور یہی شبہ آسمان کی بلندی پر اڑنے والے پرندوں سے بھی انہیں حاصل تھا۔

فیبطل: بمعنی یزیل ہے، لغوی اعتبار سے نسخ کے معنی ازالہ کرنا ہے، جس کا بیان مفسر نے غرانیق کے قصہ میں کر دیا ہے۔ عامة المفسرین نے روایت کیا ہے، امام رازی فرماتے ہیں: اہل تحقیق کہتے ہیں کہ یہ روایت باطل و موضوع ہے، اور اس سے قرآنی آیات، سنت اور عقلی دلائل کا بھی بطلان ہوتا ہے، پس قرآن میں اس کی وجوہ یہ بیان کی گئی ہیں: ﴿ولو تقول علینا بعض الاقاویل(المعارج:٤٤)﴾، ﴿قل ما یکون لی ان ابدله من تلقاء ی نفسی(یونس:١٥)﴾، ﴿وما ینطق عن الهوی (النجم:٣)﴾، اور سنت میں اس کی نظیر محمد بن خزیمہ سے مروی روایت ہے کہ ان سے اس قصے کے بارے میں دریافت کیا گیا تو جواب میں کہا "غرانیق

کا واقعہ زنادیق نے وضع کیا ہے''، بیہقی کہتے ہیں کہ یہ قصہ نقل کے اعتبار سے غیر ثابت ہے، امام بخاری نے اپنی صحیح میں لکھا ہے کہ ''سید عالم ﷺ نے سورۃ النجم کی تلاوت فرمائی تو مسلمان، کفار، جنات وانسان سب نے بتوں کو سجدہ کیا، عقلی دلائل میں سے ایک دلیل یہ ہے کہ جو کوئی یہ کہے کہ سید عالم ﷺ نے بتوں کی تعظیم کی وہ کافر ہو جائے گا، دوسری دلیل یہ ہے کہ اگر پہلے القاء کیا گیا تو پھر بعد میں ازالہ بھی کر دیا گیا اور اس تقریر کی بناء پر ہمیں ہر نبی کی عصمت کا عقیدہ رکھنا چاہیے، تیسری دلیل یہ ہے کہ اگر یہ مان بھی لیا جائے تو پھر شریعت کی امان اٹھ جائے گی، امام رازی کہتے ہیں کہ ہم نے جان لیا کہ یہ قصہ من گھڑت ہے اور خبر واحد دلائل عقلیہ نقلیہ اور روایات متواترہ کے معارض نہیں ہوا کرتا۔

حيث جرى على لسانه: جیسا کہ قاری جان چکا کہ غرانیق والا قصہ بے بنیاد ہے اور شیطان دیگر لوگوں پر وسوسہ اور قرآن پر طعن کرنے کے لیے مسلط ہوا۔

اى دين الاسلام: اسے صراط کا نام اس لیے دیا گیا کہ یہ اللہ کی رضا تک پہنچانے کا سبب ہے، جیسا کہ صراط دارالنعیم یعنی نعمتوں والے گھر جنت کی جانب پہنچاتا ہے۔

اى القرآن: اس جملے میں اس جانب اشارہ پایا جا رہا ہے کہ منه کی ضمیر قرآن کی طرف یا رسول اللہ کی جانب لوٹ رہی ہے، یعنی کافروں کو اس حکم کے بارے میں شک ہے کہ محمد ﷺ جو ارشادات بیان کرتے ہیں ان میں سچے ہیں یا نہیں۔ (الصاوی، ج٤، ص ١٤٢ وغیره)

رکوع نمبر: ١٥

﴿وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ﴾ای طاعته من مکة الی المدینة﴿ثُمَّ قُتِلُوْٓا اَوْ مَاتُوْا لَيَرْزُقَنَّهُمُ اللّٰهُ رِزْقًا حَسَنًا ؕ﴾ هو رزق الجنة﴿وَاِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ (٥٨)﴾اَفْضَلُ المُعْطِيْنَ﴿لَيُدْخِلَنَّهُمْ مُّدْخَلًا﴾بِضَمِّ المیمِ وفتحِها ای اِدخالا او موضعا﴿يَّرْضَوْنَهٗ ؕ﴾وهو الجنة﴿وَاِنَّ اللّٰهَ لَعَلِيْمٌ﴾بِنِيَّاتِهِمْ﴿حَلِيْمٌ (٥٩)﴾عَنْ عِقابِهِم الامرُ﴿ذٰلِكَ﴾الذی قَصَصْنا علیک﴿وَمَنْ عَاقَبَ﴾جازی مِنَ المومنینَ﴿بِمِثْلِ مَا عُوْقِبَ بِهٖ﴾ظُلْمًا مِنَ المشرکینَ ای قَاتَلهُم کما قَاتَلوهُ فی الشَّهرِ المحرَّمِ﴿ثُمَّ بُغِيَ عَلَيْهِ﴾منهم ای ظُلِمَ بِاِخراجِهٖ مِنْ منزلِهٖ﴿لَيَنْصُرَنَّهُ اللّٰهُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَعَفُوٌّ﴾عَنِ المُؤمنینَ﴿غَفُوْرٌ (٦٠)﴾لهم عَنْ قِتالِهِمْ فی الشَّهرِ الحرامِ﴿ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ﴾ای یُدْخِلُ کُلًّا منهما فی الآخرِ بِاَنْ یَزیدَ به وذلک مِنْ اَثَرِ قُدرتِهٖ التی بها النَّصرُ﴿وَاَنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ﴾دُعَاءَ المومنینَ﴿بَصِيْرٌ (٦١)﴾بِهِم حَيْثُ جَعَلَ فِيهِمُ الایمانَ فَاَجاب دُعائَهُمْ﴿ذٰلِكَ﴾النَّصرُ ایضا﴿بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ﴾الثَّابتُ﴿وَاَنَّ مَا يَدْعُوْنَ﴾بِالیاءِ والتاءِ یَعْبُدونَ﴿مِنْ دُوْنِهٖ﴾وهوَ الاصنامُ﴿هُوَ الْبَاطِلُ﴾الزَّائلُ﴿وَاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْعَلِيُّ﴾ای العالی علی کُلِّ شیءٍ بِقُدرتِهٖ﴿الْكَبِيْرُ (٦٢)﴾الذی یَصْغُرُ کُلُّ شیءٍ سِواهُ﴿اَلَمْ تَرَ﴾تعلمُ﴿اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ؗ﴾مَطَرًا﴿فَتُصْبِحُ الْاَرْضُ مُخْضَرَّةً ؕ﴾بِالنَّباتِ وهذا مِن اَثَرِ قُدرتِهٖ﴿اِنَّ اللّٰهَ لَطِيْفٌ﴾بِعِبادِهٖ فی اِخراجِ النَّباتِ بالماءِ﴿خَبِيْرٌ (٦٣)﴾بِما فی قُلوبِهِمْ عِندَ تاخیرِ المَطرِ﴿لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ

وَمَا فِي الْاَرْضِ ﴾علی جهة الملک ﴿وَاِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ الْغَنِيُّ ﴾عن عبادته ﴿الْحَمِيْدُ (۶۴) ﴾لاولیائه.

﴿ترجمہ﴾

اور وہ جنہوں نے اللہ کی راہ میں ہجرت کی......۱......(یعنی اس کی فرمانبرداری میں مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کی جانب) پھر مارے گئے یا مرگئے تو اللہ ضرور انہیں اچھی روزی دے گا (مراد جنتی رزق ہے) اور بیشک اللہ سب سے بہتر روزی دینے والا ہے (وہ عطا کرنے والوں میں سے افضل ہے) ضرور انہیں ایسی جگہ لے جائے گا (مدخلا میم مضمومہ ومفتوحہ یا مصدر بمعنی ادخال بمعنی موضع ہے) جسے وہ پسند کریں گے (مراد اس سے جنت ہے) اور بیشک اللہ جاننے والا ہے (ان کی ہستیوں کو) اور حلم والا ہے (کہ ان کو عذاب فورا نہیں دے رہا، بات) یہ ہے (جس کا قصہ ہم نے تم سے بیان کیا) اور جو (مسلمانوں میں سے) بدلہ لے (عاقب بمعنی جازی ہے) جیسی تکلیف (ظلما) پہنچائی گئی تھی (مشرکین کی طرف سے، یعنی مسلمان ان سے قتال کرے جیسا کہ انہوں نے ماہ محترم میں مسلمان کے ساتھ قتال کیا تھا) پھر اس پر (ان کی جانب سے) زیادتی کی جائے (یعنی ظلم کیا جائے اسے اس کے گھر سے بے دخل کر دیا جائے) تو بیشک اللہ اس کی مدد فرمائے گا بیشک اللہ معاف فرمانے والا ہے......۲......(مومنین کو) اور بخشنے والا ہے (انہیں ان کے ماہ محترم میں قتال کرنے والے پر) یہ (مدد) اس لیے کہ اللہ رات کو ڈالتا ہے دن کے حصہ میں اور دن کو لاتا ہے رات کے حصہ میں (یعنی رات و دن کے ہر ایک حصہ کو دوسرے میں داخل فرماتا ہے دوسرے میں حصہ میں اضافہ ہو جاتا ہے اور یہ اللہ ﷻ کی اس قدرت کا کرشمہ ہے جس کے ساتھ وہ مسلمان کی مدد فرماتا ہے) اور اس لیے کہ اللہ سنتا ہے (مسلمانوں کی دعاؤں کو) اور دیکھتا ہے (ان کو، اللہ ﷻ مسلمانوں میں ایمان رکھتا ہے وہ ان کی دعاؤں کو بھی قبول فرماتا ہے) یہ (مدد) اس لیے ہے کہ اللہ ہی حق (ثابت) ہے اور اس کے سوا جسے پوجتے ہیں (یعنی بتوں کو) وہی باطل ہیں (یعنی زائل ہونے والے ہیں، یدعون کو علامت مضارع یاء اور تاء دونوں کے ساتھ پڑھا گیا ہے) اور اس لیے کہ اللہ ہی بلندی والا ہے (اپنی قدرت کے سبب وہ ہر چیز پر بلندی رکھنے والا ہے) بڑائی والا ہے (کبیر ہے، اس کے سوا ہر چیز چھوٹی ہے) کیا تو نے نہ جانا (الم تر بمعنی الم تعلم ہے) کہ اللہ نے آسمان سے پانی اتارا (یعنی اس نے بارش برسائی) تو صبح کو زمین (نباتات سے) ہریالی ہوگئی (اور یہ اس کی قدرت کے آثار سے ہے) بیشک اللہ لطف فرمانے والا ہے (اپنے بندوں پر کہ بارش برسا کر ان کے لیے نباتات نکالتا ہے) خبردار ہے (بطور ملک ان خیالات سے جو بارش برسنے میں دیر ہونے سے ان کے دلوں میں پیدا ہوتے ہیں) اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور بیشک اللہ بے نیاز ہے (اپنے بندوں سے) تعریف فرمانے والا ہے (اپنے اولیاء کی)۔

﴿ترکیب﴾

﴿والذين هاجروا في سبيل الله ثم قتلوا اوماتوا ليرزقنهم الله رزقا حسنا﴾.

و: عاطفہ، الذين: موصول، هاجروا في سبيل الله: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، ثم قتلوا: جملہ فعلیہ معطوف اول، او: عاطفہ، ماتوا: جملہ فعلیہ معطوف ثانی، ملکر صلہ، ملکر مبتداء، لام: قسمیہ، يرزقنهم الله: فعل ومفعول وفاعل، رزقا حسنا: مفعول مطلق، ملکر جملہ فعلیہ جواب قسم، قسم محذوف "واللہ" کے لیے، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿وان الله لهو خير الرازقين﴾.

و: عاطفہ، ان اللہ: حرف مشبہ واسم، لام :تاکیدیہ، ھو خیر الرازقین : جملہ اسمیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿لیدخلنھم مدخلا یرضونہ وان اللہ لعلیم حلیم﴾.

لام: قسمیہ، یدخلنھم : فعل بافاعل ومفعول، مدخلا: موصوف، یرضونہ: جملہ فعلیہ صفت، ملکر مفعول مطلق، ملکر جملہ فعلیہ قسم محذوف" واللہ" کے لیے جواب قسم، ملکر جملہ قسمیہ ماقبل " لیرزقنھم" جملہ سے بدل واقع ہے، و: عاطفہ، ان اللہ : حرف مشبہ و اسم، لام :تاکیدیہ، علیم حلیم : خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ذلک ومن عاقب بمثل ما عوقب بہ ثم بغی علیہ لینصرنہ اللہ ان اللہ لعفو غفور﴾.

ذلک: مبتدا محذوف،" الامر" کے لیے خبر، ملکر جملہ اسمیہ، و: مستانفہ، من: موصولہ، عاقب : فعل بافاعل، بمثل ما عوقب بہ: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، ثم: عاطفہ، بغی علیہ : جملہ فعلیہ معطوف، ملکر صلہ، ملکر مبتدا، لینصرنہ اللہ: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ، ان اللہ : حرف مشبہ واسم، لام :تاکیدیہ، عفو غفور: خبر، ملکر جملہ اسمیہ مستانفہ تعلیلیہ۔

﴿ذلک بان اللہ یولج الیل فی النھار ویولج النھار فی الیل وان اللہ سمیع بصیر﴾.

ذلک: مبتدا، ب: جار، ان اللہ : حرف مشبہ واسم، یولج الیل فی النھار: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، یولج النھار فی الیل : جملہ فعلیہ معطوف، ملکر خبر، ملکر معطوف علیہ، و: عاطفہ، ان اللہ سمیع بصیر: معطوف، ملکر مجرور، ملکر ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ذلک بان اللہ ھو الحق وان ما یدعون من دونہ ھو الباطل وان اللہ ھو العلی الکبیر﴾.

ذلک :مبتدا، ب: جار، ان اللہ: حرف مشبہ واسم، ھو الحق : جملہ اسمیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، ان : حرف مشبہ، ما یدعون من دونہ : موصول صلہ، ملکر اسم ،ھو الباطل: جملہ اسمیہ خبر، ملکر معطوف اول، و: عاطفہ، ان اللہ : حرف مشبہ واسم، ھو العلی الکبیر: جملہ اسمیہ خبر، ملکر معطوف ثانی، ملکر مجرور، ملکر ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ اسمیہ .

﴿الم تر ان اللہ انزل من السماء ماء فتصبح الارض مخضرۃ ان اللہ لطیف خبیر﴾..

ھمزہ : حرف استفہامیہ، لم تر: فعل نفی بافاعل، ان اللہ: حرف مشبہ واسم، انزل من السماء ماء: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، ف : عاطفہ، تصبح الارض: فعل ناقص واسم، مخضرۃ : خبر، ملکر معطوف، ملکر خبر، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، ان اللہ : حرف مشبہ و اسم، لطیف خبیر: خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿لہ ما فی السموت وما فی الارض وان اللہ لھو الغنی الحمید﴾.

لہ: ظرف مستقر خبر مقدم، مافی السموت : موصول صلہ ملکر معطوف علیہ، و: عاطفہ، ما فی الارض :موصول صلہ ملکر معطوف، ملکر مبتدا مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ، و :عاطفہ، ان اللہ :حرف مشبہ واسم، لام :تاکیدیہ، ھو الغنی الحمید : جملہ اسمیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿شان نزول﴾

☆...... لیدخلنھم مدخلا یرضونہ...... ☆ نبی پاک ﷺ سے آپ کے بعض اصحاب رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ہمارے جو اصحاب شہید ہوگئے ہم جانتے ہیں کہ بارگاہ الٰہی ﷻ میں ان کے بڑے درجے ہیں اور ہم جہادوں میں حضور ﷺ کے ساتھ رہیں گے لیکن اگر ہم آپ ﷺ کے ساتھ رہے اور بے شہادت کے موت آئی تو آخرت میں ہمارے لئے کیا ہے، اس پر یہ آیتیں نازل ہوئی

﴿والذین ھاجروا فی سبیل اللہ﴾۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

ہجرت کی اہمیت وفضیلت:

لے......علامہ راغب اصفہانی کہتے ہیں: اصل میں مھاجرۃ کے معنی ہیں غیر (اللہ) سے قطع تعلق کرنا یا (اللہ) کے سوا سب کو چھوڑ چھاڑ دینا، جیسے کہ اللہ ﷻ کا فرمان ہے: ﴿والذین ھاجروا وجاھدوا اور وہ لوگ جنہوں نے اللہ کی رضا کے لیے ہجرت کی اور جہاد کیا(البقرۃ:۲۱۸)﴾، ﴿للفقراء المھاجرین الذین اخرجوا من دیارھم واموالھم ان مہاجر فقراء کے لیے جو اپنے گھروں اور مالوں سے نکالے گئے(الحشر:۸)﴾ اور ﴿ومن یخرج من بیتہ مھاجرا الی اللہ(النساء:۱۰۰)﴾ ﴿فلا تتخذوا منھم اولیاء حتی یھاجروا فی سبیل اللہ﴾۔ پس ظاہر کلام کا تقاضا یہ ہے کہ دار الکفر سے دار الاسلام کی جانب سفر اختیار کرنا جیسا کہ مکہ مکرمہ سے مدینہ طیبہ کا سفر اختیار کیا گیا ہجرت کہلاتا ہے، جب کہ شہوتوں، اخلاق ذمیمہ، خطاؤں کو چھوڑ دینا بھی ظاہری قول کے مطابق ہجرت ہے۔ اللہ ﷻ کا فرمان: ﴿انی مھاجر الی ربی میں اللہ کی جانب رجوع لایا(العنکبوت:۲۶)﴾، یعنی اپنی قوم کے طریقے کو چھوڑ کر اللہ کی جانب رجوع لایا، اللہ ﷻ کا فرمان: ﴿الم تکن ارض اللہ واسعۃ فتھاجروا فیھا کیا اللہ کی زمین کشادہ نہ تھی کہ تم اس میں ہجرت کرتے(النساء:۹۷)﴾، اسی سے دشمن اور نفس کے خلاف مجاہدہ کرنا ثابت ہوتا ہے جیسا کہ روایت میں ہے: ''رجعتم من الجھاد الاصغر الی جھاد الاکبر یعنی تم جہاد اصغر سے جہاد اکبر کی جانب لوٹے ہو''۔ جہاد اکبر سے مراد نفس کے خلاف جہاد کرنا ہے۔

(المفردات، ص ۵۱٤ وغیرہ)

☆......آخری زمانے میں جب فتنوں کا ظہور ہوگا تو لوگ شام کی طرف ہجرت کریں گے، حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے سید عالم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ عنقریب ایک ہجرت کے بعد دوسری ہجرت ہوگی، پھر روئے زمین کے نیک لوگ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ہجرت کو لازم پکڑ لیں گے اور روئے زمین کے بُرے لوگ اپنی جگہوں پر رہیں گے''۔

(سنن ابو داؤد، کتاب الجھاد، باب: فی الھجرۃ ھل انقطعت ،رقم: ۲٤۸۲، ص ٤٦٤)

☆......حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے سید عالم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ''ہجرت اس وقت تک منقطع نہیں ہوگی جب تک توبہ منقطع نہ ہو اور توبہ اس وقت منقطع ہوگی جب سورج مغرب سے طلوع ہوگا''۔ (المرجع السابق ،ص ٤٦٣، رقم:۲٤۷۹)

☆......عبید بن عمرو نے حضرت عائشہ صدیقہ طیبہ طاہرہ سے ہجرت کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا: ''آج کل ہجرت نہیں ہے، پہلے مومنین کو یہ خطرہ تھا کہ ان کو آزمائش میں مبتلا کیا جائے گا تو وہ اپنے دین کو بچانے کے لیے اللہ ﷻ اور اس کے رسول کی طرف بھاگتے تھے اور اب اللہ نے اسلام کو غلبہ دیا ہے، اب مومن جہاں چاہے اپنے رب کی عبادت کرے، لیکن جہاد اور نیت باقی ہے''۔

(صحیح البخاری، کتاب المناقب، باب: ھجرۃ النبی واصحابہ، رقم: ۳۹۰۰، ص ٦٥٦)

☆......حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''فتح مکہ کے بعد ہجرت نہیں ہے، لیکن جہاد اور نیت ہے اور جب تمہیں جہاد کے لیے بلایا جائے تو جہاد کے لیے روانہ ہو جاؤ''۔ (صحیح البخاری، کتاب الجھاد ،باب: فضل الجھاد، رقم: ۲۷۸۳، ص ٤٦١)

بظاہر متعارض احادیث طیبہ ہجرت کے منقطع ہونے یا نہ ہونے کے بارے میں ہم نے بیان کر دیں ہیں، ان میں تطبیق علماء نے یوں فرمائی ہے کہ ابتدائے اسلام میں ہجرت فرض تھی جو کہ مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ تک سفر کرنے کے بعد منسوخ ہو چکی، اب ہجرت فرض نہیں بلکہ مستحب ہے، لہذا دین اسلام کی بہتری کے لیے کہیں ایسا کرنے کی حاجت ہو تو ضرور کرے، سوال یہ تھا کہ مسلمان موجودہ

دورمیں دارالکفر سے دارالاسلام ہجرت کریں یا نہ کریں جسے ہم نے بیان کر دیا لیکن افسوس اس بات پر ہے کہ فی زمانہ لوگ خواہ مخواہ مال اور جدید نظامِ تعلیم سے ہمکنار کرنے کی حرص میں خود کو یا اپنے بچوں کو کافروں کے حوالے کر دیتے ہیں، بعض اوقات وہیں وقت اجل آجاتا ہے۔غور کریں وہاں کون فاتحہ کرے گا؟ ان مسلمانوں کی قبروں کی دیکھ بھال اور مرنے کے بعد کے دیگر معاملات کی کون خبر گیری کرے گا؟ ذرا سوچئے۔

بہ قدر جرم بدلہ لینے کا جواز:

۲......سورۃ الحج:۶۰ کے علاوہ دیگر آیات بھی بدلہ لینے کے جواز پر دلیل ہیں لیکن افضل معاف کر دینا ہے، یہی وہ آیات ہیں جن کی بناء پر اسلام میں حدود وقصاص کی بنیاد پڑتی ہے۔(۱)......﴿وجزاء سيئة سيئة مثلها﴾ برائی کا بدلہ اس کی مثل برائی ہے۔(الشوری:۴۰)۔(۲)......﴿فمن اعتدی علیکم فاعتدوا علیه بمثل ما اعتدی علیکم﴾ تو جس نے تم پر زیادتی کی ہو تو تم بھی ویسی ہی زیادتی کرو جتنی اس نے تم پر کی ہے(البقرۃ:۱۹۴)۔

جس نے ظالم سے اتنا ہی انتقام لیا جتنی مقدار اس پر ظلم کیا گیا، عقاب سے مراد وہ سزا یا بدلہ ہے جو کسی ظلم وزیادتی کے عوض اور مقابلہ میں دی جائے مگر یہاں ابتدائی ظلم کو بھی عقاب کا نام دیا گیا ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ ابتدائی ظلم اور اس کا بدلہ دونوں ہم شکل اور ایک جیسے ہیں۔ پھر پہلے مظلوم پر دوبارہ ظلم وزیادتی کی گئی، بالیقین اللہ ﷻ اس کی مدد فرمائے گا، بیشک اللہ بہت معاف فرمانے والا بخشنے والا ہے، علامہ بغوی کہتے ہیں کہ حسن نے کہا اللہ ﷻ کا فرمان: ﴿ومن عاقب بمثل ما عوقب به (الحج:۶۰)﴾ کا معنی یہ ہے کہ جس نے مشرکین سے اسی طرح قتال کیا جیسے انہوں نے قتال کیا پھر اس پر مزید ظلم کیا گیا کہ اسے اپنے گھر سے باہر نکال دیا گیا۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ آیت مشرکین کے ایک گروہ کے بارے میں نازل ہوئی جو مسلمانوں کے ساتھ لڑنے کے لیے آیا، جب کہ محرم الحرام کے دو دن باقی تھے، مسلمانوں نے لڑنا پسند نہ کیا لیکن مشرکین نے جنگ شروع کر دی۔ (المظهری، ج۵، ص۷۸)

اغراض: افضل معطین: رزق سے مراد الاعطاء (دینا) ہے، اور اس کی نسبت خالق ومخلوق دونوں کی جانب کی جاتی ہے، خالق حقیقی معنوں میں رزق دینے والا اور بندے کی جانب نسبتِ مجازی ہوتی ہے۔

الذی قصصناه علیک: مراد مومنین اور کافرین سے کئے ہوئے وعدے و وعید ہیں، اور اسم اشارہ خبر محذوف کے لیے ہے تقدیر عبارت یوں ہوگی ''الامر الذی قصصنا علیک'' جس میں کسی قسم کی تبدیلی نہیں ہو سکتی۔

ای قاتلهم: شانِ نزول میں دیکھ لیں۔

ذلک: یہ ایلاج (یعنی دن ورات کا ایک دوسرے میں داخل کرنا)، اس میں اللہ کی قدرت پر دلیل ہے، اور اس کی قدرت اس کی نصرت پر دلیل ہے جب خالق کائنات دن ورات کو ایک دوسرے میں داخل فرما سکتا ہے تو پھر اپنے پیاروں کو دشمنوں پر غلبہ کے ذریعے مدد بھی کر سکتا ہے اور دشمنوں کو رسوا بھی کر سکتا ہے۔ الثابت: جس کا زوال ازل وابد کبھی بھی ممکن نہیں۔ (الصاوی، ج۴، ص۱۴۴ وغیرہ)

رکوع نمبر:۱۶

﴿اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ﴾مِنَ الْبَهَائِمِ﴿وَالْفُلْكَ﴾السُّفُنَ﴿تَجْرِیْ فِی الْبَحْرِ﴾بِالرُّكُوبِ والحَمْلِ﴿بِاَمْرِهٖ ؕ﴾بِاِذْنِهٖ﴿وَیُمْسِكُ السَّمَآءَ﴾مِنْ﴿اَنْ﴾اَولِئَلَّا﴿تَقَعَ عَلَى الْاَرْضِ اِلَّا

بِاِذْنِہٖ ط ﴾فَتَھلِکُونَ﴿اِنَّ اللّٰہَ بِالنَّاسِ لَرَءُ وْفٌ رَّحِیْمٌ(۶۵)﴾فِي التَّسْخِیرِ والِامساکِ﴿وَھُوَ الَّذِیْٓ اَحْیَاکُمْ ﴾بِالْاِنْشاءِ﴿ثُمَّ یُمِیْتُکُمْ ﴾عِندَ اِنْتِھاءِ آجالِکُمْ ﴿ثُمَّ یُحْیِیْکُمْ ط ﴾عِندَ البَعثِ﴿اِنَّ الْاِنْسَانَ ﴾اَیِ المُشْرِکُ﴿لَکَفُوْرٌ(۶۶)﴾لِنِعَمِ اللہِ بتَرکِہٖ تَوحِیدَہٖ﴿لِکُلِّ اُمَّۃٍ جَعَلْنَا مَنْسَکًا ﴾بِفَتحِ السِّینِ وَکَسرِھَا شَرِیعَۃً﴿ھُمْ نَاسِکُوْہُ ﴾عَامِلونَ بِہٖ﴿فَلَا یُنَازِعُنَّکَ ﴾یُرادُ بِہٖ لا تُنازِعُھمْ﴿فِی الْاَمْرِ ﴾اَمْرِ الذَّبِیحَۃِ اِذْ قَالوا مَا قَتَلَ اللہُ اَحَقُّ اَنْ تَاکُلوہُ مِمَّا قَتَلتُمْ ﴿وَادْعُ اِلٰی رَبِّکَ ط ﴾اَیْ اِلی دِینِہٖ ﴿اِنَّکَ لَعَلٰی ھُدًی ﴾دِینٍ ﴿مُّسْتَقِیْمٍ(۶۷)وَاِنْ جٰدَلُوْکَ ﴾فِی اَمْرِ الدِّینِ﴿فَقُلِ اللّٰہُ اَعْلَمُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ(۶۸)﴾فَیُجازِیْکُمْ علیہِ وھٰذَا قَبلَ الامرِ بِالقِتالِ ﴿اَللّٰہُ یَحْکُمُ بَیْنَکُمْ ﴾اَیُّھَا المومنونَ والکافِرونَ ﴿یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ فِیْمَا کُنْتُمْ فِیْہِ تَخْتَلِفُوْنَ(۶۹)﴾بِاَنْ یَّقُولُ کُلٌّ مِنَ الفَرِیقَینِ خِلافَ قَولِ الْاٰخرِ﴿اَلَمْ تَعْلَمْ ﴾اَلْاِسْتِفھامُ فیہ لِلتَقرِیرِ﴿اَنَّ اللّٰہَ یَعْلَمُ مَا فِی السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ط اِنَّ ذٰلِکَ ﴾اَی مَا ذُکِرَ﴿فِیْ کِتٰبٍ ط ﴾ھُو اللَّوحُ المَحْفُوظُ ﴿اِنَّ ذٰلِکَ ﴾اَی عِلمُ مَا ذُکِرَ﴿عَلَی اللّٰہِ یَسِیْرٌ(۷۰)﴾سَھلٌ﴿وَیَعْبُدُوْنَ ﴾اَیِ المُشْرِکونَ﴿مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ مَا لَمْ یُنَزِّلْ بِہٖ ﴾ھُوَ الْاَصنامُ﴿سُلْطٰنًا ﴾حُجَّۃً﴿وَّمَا لَیْسَ لَھُمْ بِہٖ عِلْمٌ ط ﴾اَنَّھَا آلِھَۃٌ﴿وَمَا لِلظّٰلِمِیْنَ ﴾بِالْاِشْراکِ﴿مِنْ نَّصِیْرٍ(۷۱)﴾یَمْنَعُ عَنھُم عَذَابَ اللہِ﴿وَاِذَا تُتْلٰی عَلَیْھِمْ اٰیٰتُنَا ﴾مِنَ الْقُرانِ﴿بَیِّنٰتٍ ﴾ظَاھِراتٍ حَالٌ ﴿تَعْرِفُ فِیْ وُجُوْہِ الَّذِیْنَ کَفَرُوا الْمُنْکَرَ ط ﴾اَیِ الْاِنْکارَ لَھَا اَیْ اَثَرَہٗ مِنَ الْکَراھَۃِ وَالْعُبُوسِ﴿یَکَادُوْنَ یَسْطُوْنَ بِالَّذِیْنَ یَتْلُوْنَ عَلَیْھِمْ اٰیٰتِنَا ط ﴾اَی یَقَعُونَ فِیھِمْ بِالْبَطشِ﴿قُلْ اَفَاُنَبِّئُکُمْ بِشَرٍّ مِّنْ ذٰلِکُمْ ط ﴾اَی بِاَکْرَہَ اِلَیکُم مِنَ القُرانِ المَتْلُوِّ علیکُمْ ھُوَ ﴿اَلنَّارُ ط وَعَدَھَا اللّٰہُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا ط ﴾بِاَنَّ مَصِیرَھُمْ اِلیھَا﴿وَبِئْسَ الْمَصِیْرُ(۷۲)﴾ھِیَ.

﴿ترجمہ﴾

کیا تو نے نہ جانا (الم تر بمعنی الم تعلم ہے) کہ اللہ نے تمہارے بس میں کردیا جو زمین میں ہے (یعنی چوپائے) اور کشتی کہ دریا میں (سوار ہونے اور سامان لادنے کے لیے) اس کے حکم (اذن) سے چلتی ہے اور وہ روکے ہوئے ہے آسمان کو (اس سے) کہ زمین پر نہ گر پڑے مگر اس کے حکم سے (تقع سے پہلے لعلا محذوف ہے یعنی اللہ ﷻ آسمان کو روکے ہوئے ہے کہ وہ زمین پر گر نہ پڑے مگر اس کے حکم سے، پھر تم اس کے گرنے کے سبب ہلاک ہوجاؤ) بیشک اللہ آدمیوں پر رحم فرمانے والا مہربان ہے (کہ ان کے لیے چوپائے مسخر کردیئے اور آسمان کو ان پر گرنے سے روک رکھا ہے) اور وہی ہے جس نے تمہیں زندہ کیا (تمہیں پیدا فرما کر) پھر تمہیں مارے گا (تمہاری عمروں کے پورے ہوجانے کے وقت) پھر تمہیں زندہ کرے گا (حساب وکتاب کے وقت) بیشک آدمی (مشرک) بڑا ناشکرا ہے (توحید کو چھوڑ کر وہ اللہ ﷻ کی نعمتوں کی ناشکری کرنے والا ہے) ہر امت کے لیے ہم نے شریعت بنادی......۱؎......(منسکا سین

مفتوحہ اور مکسورہ دونوں کے ساتھ پڑھا گیا ہے، یعنی شریعت) کہ وہ اس پر چلیں (یعنی اس پر عمل کریں) تو ہرگز وہ تم سے جھگڑا نہ کریں (مراد اس سے یہ ہے کہ ہرگز تم اس سے جھگڑا مت کرنا) اس معاملے میں (یعنی ذبح کردہ جانور کے معاملے میں کہ کفار کہا کرتے تھے جسے اللہ ﷻ نے موت دی وہ تمہارے قتل کردہ سے زیادہ اس بات کا حقدار ہے کہ تم اسے کھاؤ) اور اگر وہ (دین کے معاملے میں) تم سے جھگڑیں تو فرمادو کہ اللہ خوب جانتا ہے تمہارے کرتوت (وہ تمہیں تمہارے ان کرتوتوں کا بدلہ دے گا، یہ حکم آیت جہاد نازل ہونے سے پہلے کا ہے) اللہ تم پر (اے مسلمانوں اور اے کافروں!) فیصلہ کر دے گا قیامت کے دن جس بات میں اختلاف کرتے ہو (دونوں میں سے ہر فریق دوسرے کی بات کے برخلاف ہی کہتا ہے) کیا تو نے نہ جانا (یہاں استفہام کلام کو پختہ کرنے کے لیے ہے) کہ اللہ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے بیشک یہ سب (جو مذکور ہوا) ایک کتاب (لوح محفوظ) میں ہے ۔۔۔۔۔۔بیشک یہ (مذکورہ باتوں کا علم رکھنا) اللہ پر آسان ہے (یسیر بمعنی سھل ہے) اور وہ (یعنی مشرکین) اللہ کے سوا ایسوں کو پوجتے ہیں جن کی کوئی سند اللہ نے نہ اتاری (یعنی بتوں کو پوجتے ہیں، سلطنا بمعنی حجۃ ہے) اور ایسوں کو جنہیں خود (اپنے خدا ہونے) کا علم نہیں اور (شرک کرنے کے سبب) ظلم کرنے والوں کا کوئی مددگار نہیں (جو ان سے اللہ ﷻ کے عذاب کو روک سکے) اور جب ان پر ہماری روشن آیتیں (قرآن پاک کی واضح آیتیں) پڑھی جاتی ہیں (بینت بمعنی ظاھرات ہے، حال بن رہا ہے) تو تم ان کے چہروں پر بگڑنے کے آثار دیکھو گے (ان کی کراہت اور ناپسندیدگی کے آثار جو کہ ان آیات کے انکار کرنے کے لیے ان کے چہروں پر ہوں گے) قریب ہے کہ لپٹ پڑیں ان کو جو ہماری آیتیں ان پر پڑھتے ہیں ۔۔۔۔۔۔(یعنی ان کے ساتھ دست درازی کریں) تم فرماؤ کیا میں تمہیں بتادوں جو اس سے (یعنی تمہارے قرآن کو جو تم پر پڑھا جاتا ہے اسے ناپسند سمجھنے سے) زیادہ بدتر ہے (وہ) آگ جس کا وعدہ اللہ نے کافروں کو دیا ہے (کہ ان کا ٹھکانہ آگ ہوگا) اور کیا ہی بُری پلٹنے کی جگہ (ہے وہ)۔

﴿ترکیب﴾

﴿الم تران اللہ سخر لکم ما فی الارض والفلک تجری فی البحر بامرہ﴾۔

ھمزہ: حرف استفہامیہ، لم تر: فعل نفی بافاعل، ان اللہ: حرف مشبہ واسم، سخر لکم: فعل بافاعل وظرف لغو، مافی الارض: موصول صلہ، ملکر معطوف علیہ، و: عاطفہ، الفلک: ذوالحال، تجری فی البحر بامرہ: جملہ فعلیہ حال، ملکر معطوف، ملکر مفعول، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ویمسک السماء ان تقع علی الارض الا باذنہ﴾۔

و: عاطفہ، یمسک السماء: فعل بافاعل ومفعول، ان: مصدریہ، تقع: بتقدیر "لا" فعل نفی "ھو" ضمیر ذوالحال، الا: اداۃ حصر، باذنہ: ظرف مستقر حال، ملکر فاعل، علی الارض: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ بتاویل مصدر مفعول لہ، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ان اللہ بالناس لرؤف رحیم ○ وھو الذی احیاکم ثم یمیتکم ثم یحییکم﴾۔

ان اللہ: حرف مشبہ واسم، بالناس لرؤف: شبہ جملہ خبر اول، رحیم: خبر ثانی، ملکر جملہ اسمیہ مستانفہ، و: مستانفہ، ھو: مبتدا، الذین: موصول، احیاکم: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، ثم یمیتکم ثم یحییکم: جملہ فعلیہ معطوفان، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ مستانفہ۔

﴿ان الانسان لکفور ○ لکل امۃ جعلنا منسکا ھم ناسکوہ﴾۔

ان الانسان : حرف مشبہ واسم، لام: تاکیدیہ، کفور: خبر، ملکر جملہ اسمیہ، لکل: ظرف لغومقدم، جعلنا: فعل بافاعل، منسکا : موصوف، ھم ناسکوہ: جملہ اسمیہ صفت، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿فلا ینازعنک فی الامروادع الی ربک انک لعلی ھدی مستقیم﴾۔

ف: فصیحہ، لاینازعنک: فعل نہی بافاعل ومفعول، فی الامر: ظرف لغو، ملکر شرط محذوف" اذا کان الامر کذلک" کی جزا، ملکر جملہ شرطیہ و: عاطفہ، ادع الی ربک: فعل امر بافاعل وظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ، انک: حرف مشبہ واسم، لام: تاکیدیہ، علی ھدی مستقیم : ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ اسمیہ تعلیلیہ مستانفہ۔

﴿وان جادلوک فقل اللہ اعلم بما تعملون O اللہ یحکم بینکم یوم القیمۃ فیما کنتم فیہ تختلفون﴾۔

و: عاطفہ، ان: شرطیہ، جدلوک: جملہ فعلیہ شرط، ف: جزائیہ، قل: قول، اللہ : مبتدا، اعلم بما تعملون : شبہ جملہ خبر، ملکر مقولہ، ملکر جواب شرط، ملکر جملہ شرطیہ، اللہ: مبتدا، یحکم : فعل بافاعل، بینکم: ظرف اول، یوم القیمۃ : ظرف ثانی، فیما کنتم فیہ تختلفون : ظرف لغو، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ مستانفہ۔

﴿الم تعلم ان اللہ یعلم ما فی السموت والارض ان ذلک فی کتب ان ذلک علی اللہ یسیر﴾۔

ھمزہ : استفہامیہ، لم تعلم : فعل نفی بافاعل، ان اللہ : حرف مشبہ واسم، یعلم: فعل بافاعل، مافی السماء والارض : موصول صلہ، ملکر مفعول، ملکر خبر، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، ان ذلک : حرف مشبہ واسم، فی کتب: ظرف مستقر خبر ملکر جملہ اسمیہ مستانفہ تعلیلیہ، ان ذلک : حرف مشبہ واسم، علی اللہ یسیر: شبہ جملہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ مستانفہ۔

﴿ویعبدون من دون اللہ ما لم ینزل بہ سلطنا وما لیس لھم بہ علم﴾۔

و: مستانفہ، یعبدون : فعل بافاعل، من دون اللہ : ظرف مستقر حال مقدم، ما: موصولہ، لم ینزل: فعل نفی بافاعل، بہ: ظرف مستقر حال مقدم، سلطنا: ذوالحال، ملکر مفعول، جملہ فعلیہ صلہ ملکر معطوف علیہ، و: عاطفہ، ما: موصولہ، لیس لھم: فعل ناقص و ظرف مستقر خبر مقدم، بہ علم: شبہ جملہ اسم مؤخر، ملکر صلہ، ملکر معطوف، ملکر ذوالحال، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ مستانفہ۔

﴿وما للظلمین من نصیر﴾۔

و: عاطفہ، ما: نافیہ، للظلمین: ظرف مستقر خبر مقدم، من: زائدہ، نصیر: مبتدا مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿واذا تتلی علیھم ایتنا بینت تعرف فی وجوہ الذین کفرواالمنکر﴾۔

و: عاطفہ، اذا: ظرف فیہ شرطیہ مفعول فیہ مقدم، تتلی علیھم: فعل مجہول وظرف لغو، ایاتنا: ذوالحال، بینٰت: حال، ملکر نائب الفاعل، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر شرط، تعرف: فعل بافاعل، فی وجوہ الذین کفروا: ظرف لغو، المنکر: مفعول، ملکر جزا، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿یکادون یسطون بالذین یتلون علیھم ایتنا﴾۔

یکادون : فعل مقارب بااسم، یسطون : فعل بافاعل، ب: جار، الذین: موصول، یتلون علیھم ایاتنا: جملہ فعلیہ صلہ، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر خبر، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿قل افانبئکم بشرمن ذلکم النارو عدھااللہ الذین کفروا﴾۔

قل: قول، ھمزہ : حرف استفہامیہ، ف: عاطفہ معطوف علی محذوف" اخاطبکم"، انبئکم : فعل بافاعل ومفعول، ب : جار، شرمن ذلکم : شبہ جملہ مبدل منہ، النار: مبتدا، وعدھا اللہ الذین کفروا: جملہ فعلیہ خبر، ملکر بدل، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر

مقولہ،ملکر جملہ قولیہ۔

﴿وبئس المصیر﴾

و:عاطفہ، بئس المصیر:فعل وفاعل ملکر مبتدا محذوف "ھی" کے لیے خبر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿شان نزول﴾

☆...... لکل امة جعلنا منسکاھم ...... ☆بدیل بن ورقاء، بشر بن سفیان اور یزید بن خنیس کے حق میں نازل ہوئی اور ان لوگوں نے اصحاب رسول ﷺ سے کہا تھا، کیا سبب ہے جس جانور کو تم خود قتل کرتے ہو اسے تو کھاتے ہو اور جس کو اللہ مارتا ہے اسے نہیں کھاتے ،اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

منسک کی تحقیق:

۱......یعنی ہر امت کے لیے ایک جماعت بنا دی جو اے محبوب تم سے پہلے گزرے، ہم نے انہیں ایک جماعت یا مکان کی جانب مانوس کر دیا جس کی جانب میرے بندے میرے متعین کردہ فرائض واعمال کی ادائیگی کے لیے رجوع کرتے ہیں۔ دراصل کلام عرب میں المنسک سے مراد وہ جائے پناہ ہے جس کی جانب انسان لوٹتا ہے، چہ جائے کہ وہ خیر سے متعلق ہو یا شر سے متعلق ہو۔ کہا جاتا ہے کہ فلاں شخص خیر وشر کے اعتبار سے جائے پناہ کا ارادہ کرتا ہے۔ اسی لیے مناسک حج کہا جاتا ہے کہ امور خیر وہاں حاصل ہوتے ہیں اور لوگ حج وعمرہ کے ارکان بجالانے کے لئے وہاں کے مشتاق ہوتے رہتے ہیں۔ المنسک کے بارے میں دو لغتیں پائی جاتی ہیں چنانچہ لغت حجاز میں سین کی کسرہ اور میم کی فتح کے ساتھ اور لغت اسد میں میم کی فتح اور سین کی کسرہ کے ہے ساتھ پڑھا جاتا ہے اور دونوں لغتیں تلاوت کی جاتی ہیں۔ حضرت علی، ابن عباس رضی اللہ عنہ وغیرہ کے نزدیک المنسک بمعنی العید ہے جو کہ لوٹ لوٹ کر آتی ہے۔ اور بعض لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ المنسک کے معنی یہ ہیں کہ میں نے جانور ذبح کیا اور اس کا خون بہایا۔ مجاہد کے نزدیک مکہ میں خون بہانا مراد ہے۔ مجاہد سے ایک قول یہ بھی مروی ہے کہ قربانی کے جانور کا خون بہانا منسک کہلاتا ہے۔ (الطبری، الجزء ۱۷، ص ۲۳۲)

لوح محفوظ میں سب کچھ لکھا ہونے کے بارے میں احادیث:

۲......لوح محفوظ کیا ہے؟ اس کا بیان ماقبل ہم نے کر دیا ہے، یہاں ہم اس کے متعلق حدیثیں ذکر کرتے ہیں:

☆......حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ انہوں نے کہا یارسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ نے بکری کا زہر آلود گوشت کھایا تھا اس کی وجہ سے ہر سال آپ ﷺ کے جسم میں درد ہوتا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: "مجھے صرف وہی مصیبت پہنچتی ہے جو میرے لئے اس وقت لکھ دی گئی تھی جب حضرت آدم علیہ السلام مٹی اور پانی کی شکل میں تھے"۔ (سنن ابن ماجه، کتاب الطب، باب:السحر، رقم: ۳۵۴۶، ص ۵۹۲)

☆......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے عرض کی، یارسول اللہ ﷺ! میں جوان شخص ہوں اور مجھے اپنے نفس پر زنا کا خطرہ ہے، اور عورتوں سے شادی کرنے کے لیے میرے پاس مال نہیں ہے، گویا کہ وہ خصی ہونے کی اجازت طلب کرتے تھے، آپ ﷺ میری بات پر خاموش رہے، میں نے پھر اسی طرح کہا آپ ﷺ پھر خاموش رہے، جب میں نے تیسری بار دوھرایا تو نبی پاک

علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: ''اے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ جو کچھ تمہارے ساتھ ہونے والا ہے اس کو لکھ کر قلم خشک ہو چکا ہے، اب تم خصی ہو یا نہ ہو''۔
(صحیح البخاری، کتاب النکاح، باب: ما یکرہ من التبتل والخصاء، رقم: ۵۰۷۶، ص ۹۰۸)

☆......حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ اللہ عزوجل نے تمام آسمانوں اور زمینوں کے پیدا کرنے سے پچاس ہزار سال پہلے تمام مخلوقات کی تقدیر کو لکھ دیا تھا اور اس وقت اس کا عرش پانی پر تھا''۔(صحیح مسلم، کتاب القدر، باب: حجاج آدم، رقم: ۶۶۴۳/۲۶۵۳، ص ۱۳۰۶)

☆......حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہمارے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں دو کتابیں تھیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کیا تم جانتے ہو کہ یہ کیسی دو کتابیں ہیں؟ ہم نے کہا، نہیں یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! سوا اس کے کہ آپ علیہ السلام بتائیں، جو کتاب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دائیں ہاتھ میں تھی اس کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''یہ رب العالمین کی طرف سے کتاب ہے، اس میں جنت والوں کے نام ہیں اور ان کے باپ دادا کے نام ہیں اور ان کے قبائل کے نام ہیں، پھر ان کے آخر میں میزان کر دیا گیا ہے اور اس میں نہ کمی کی جائے گی، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بائیں ہاتھ میں جو کتاب تھی اس کے متعلق فرمایا: ''یہ رب العالمین کی طرف سے کتاب ہے، اس میں دوزخ والوں کے نام ہیں اور ان کے باپ دادا کے نام ہیں اور ان کے قبائل کے نام ہیں، پھر ان کے آخر میں میزان کر دیا گیا ، نہ ان میں کبھی کوئی اضافہ ہو گا نہ کبھی کوئی کمی ہو گی''، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب نے کہا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! جب سب کاموں سے فراغت ہو چکی ہے تو پھر عمل کس میں ہو گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم ٹھیک ٹھیک اور صحت کے مطابق کام کرتے رہو کیونکہ جو جنتی شخص ہے اس کا خاتمہ جنت والوں کے اعمال پر ہو گا خواہ وہ کوئی عمل کرتا ہے، اور جو دوزخی ہے اس کا خاتمہ دوزخیوں والے عمل پر ہو گا خواہ وہ کوئی عمل کرتا ہے''، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونوں ہاتھوں سے ان کتابوں کو گرا دیا، پھر فرمایا: ''تمہارا رب اپنے بندوں سے فارغ ہو چکا ہے، ایک فریق جنت میں ہے اور ایک فریق دوزخ میں ہے''۔ (سنن الترمذی، کتاب القدر، باب: ما جاء ان کتب اللہ کتابا، رقم: ۲۱۴۸، ص ۶۲۶)

قرآن پڑھنے سے کس کے چہرے بگڑتے ہیں:

۳......جس طرح قرآن مجید میں کئی مقامات پر آیات قرآنیہ کا وصف بینات ذکر کیا گیا ہے اسی طرح یہاں پر بھی ایسا ہی کیا گیا ہے اس لیے کہ قرآن کی آیات دلائل عقلیہ اور احکامات کے بیان سے بھرپور ہیں، پھر بیان ہوا کہ منکرین اپنے جہل میں ہیں کہ ادلہ میں جھگڑتے ہیں اور جب ان پر معجزہ پیش کیا جاتا ہے تو بھی ان کے چہروں سے انکار ٹپکتا دکھائی دیتا ہے یعنی غیظ وغضب میں بھرے رہتے ہیں۔ متذکرہ آیت میں اسی ناگواری اور غیظ وغضب کو المنکر سے تعبیر کیا، علامہ زمخشری کہتے ہیں کہ قباحت میں حد سے بڑھ جانے، اچانک ٹوٹ پڑنے، گالی نکالنے، حد سے بڑھنے، نافرمانی کرنے، وغیرہ اقوال اس آیت کی تفسیر میں مفسرین کرام نے بیان کئے ہیں۔ کلبی کہتے ہیں کہ ان کے چہروں سے قرآن کے بارے میں کراہیت صاف عیاں ہے، ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ ان کے چہروں سے تکبر کے آثار دکھائی دیتے ہیں، مقاتل کہتے ہیں کہ وہ قرآن کو اللہ عزوجل کی پاک بارگاہ سے نازل کردہ نہیں مانتے۔
(الرازی، ج۸، ص ۲۵۰)

اغراض: شریعۃ: مراد تمام امت معینہ میں موجود احکام دینیہ ہیں، تاکہ امت معینہ کے لیے ایک شریعت سے دوسری شریعت (کو جاننے کے حوالے سے کوئی) خطا والا معاملہ نہ رہے، پس حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دور سے لیکر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول سے پہلے تک توریت میں موجود شریعت نافذ العمل تھی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے نزول سے پہلے تک انجیل پر عمل کیا جاتا تھا، اور موجودہ امت قیامت تک کے لیے قرآن یعنی شریعت محمدی کی پابند ہے، اسی بناء پر اللہ عزوجل کا فرمان ﴿فلا ینازعنک فی الامر﴾ (الحج: ۶۷) ہے کہ ان امتوں میں امر دین کے لحاظ سے کوئی جھگڑا نہیں، کیونکہ ان کا گمان ہے کہ ان کی شریعت باقی رہنے والی ہے، جب

کہ توریت وانجیل کے احکامات سید عالم ﷺ کی تشریف آوری سے پہلے اپنے اپنے اوقات میں نافذ العمل ہوئے، سید عالم ﷺ کی تشریف آوری پر تمام سابقہ شریعتیں منسوخ قرار پاچکی ہیں۔

وھذا قبل الامر بالقتال: مراد یہ ہے کہ ﴿وان جدلوک......الخ (الحج:۶۸)﴾ آیت کا حکم قتال سے منسوخ ہوچکا ہے، جب کہ دوسرا قول اس آیت کے محکم ہونے کا بھی ہے، اس صورت میں آیت کے معنی یہ ہونگے کہ ان لوگوں سے جھگڑنا چھوڑ دو اور اپنے کام اللہ کے سپرد کردو کیونکہ اللہ عزوجل نے فرمایا ﴿الله اعلم بما تعملون (الحج:۶۸)﴾ پس یہ جملہ ان کے حق میں ان کے اعمال کے اعتبار سے وعید بن رہا ہے، جب وہ کفر پر جمے رہیں تو کلام ان سے قتال کرنے کے منافی نہیں، کیونکہ قتال دو میں سے ایک حکم کو اٹھالے گا یعنی یا تو وہ اسلام قبول کرلیں یا کفر پر مصر رہتے ہوئے جزیہ دے دیں۔

ھو اللوح المحفوظ: مراد وہ سفید موتی ہے جو ساتویں آسمان سے اوپر ہوا میں معلق ہے، جس کا طول آسمان وزمین کے مابین اور عرض مشرق ومغرب کے مابین جتنا ہے۔ **عند البعث:** ثواب وعقاب کے اعتبار سے۔

بان مصیرھم الیھا: اللہ نے کافروں کے لوٹنے کی جگہ جہنم بنائی ہے، یعنی آگ ان کا ٹھکانہ ہے، مطلب یہ ہے کہ اللہ نے کافروں کے لیے آگ میں کھانے کا اہتمام فرمانے کا وعدہ فرمایا ہے۔ (الصاوی، ج٤، ص ١٤٦ وغیرہ)

رکوع نمبر:۱۷

﴿يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ﴾ای اھل مکة﴿ضُرِبَ مَثَلٌ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ ؕ﴾وھو﴿اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ﴾تعبدون﴿مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾ای غیرہٗ وھُم الاصنامُ﴿لَنْ يَّخْلُقُوْا ذُبَابًا﴾اِسمُ جنسٍ واحدۃُ ذُبابةٌ یقعُ علی المذکَّرِ والمؤنّثِ﴿وَّلَوِ اجْتَمَعُوْا لَهٗ ؕ﴾ای لِخلقِہٖ﴿وَاِنْ يَّسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ شَيْـًٔا﴾ممّا علیھم مِنَ الطِّیبِ والزَّعفرانِ الملطخونَ بہٖ﴿لَّا يَسْتَنْقِذُوْهُ﴾یستردوہُ﴿مِنْهُ ؕ﴾لِعجزِھم فکیف یعبدون شرکاءً لِلّٰہِ تعالی ھذا امرٌ مُستغربٌ عَبَّرَ عنہُ بضربِ مَثَلٍ ﴿ضَعُفَ الطَّالِبُ﴾العابدُ﴿وَالْمَطْلُوْبُ (۷۳)﴾المعبودُ﴿مَا قَدَرُوا اللّٰهَ﴾عظَّموہُ﴿حَقَّ قَدْرِهٖ ؕ﴾عظمتِہٖ اِذ اشرکوا بہٖ مالم یمتنعْ مِنَ الذُّبابِ وَلا ینتصِفُ منہُ﴿اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِیٌّ عَزِيْزٌ (۷۴)﴾غالبٌ﴿اَللّٰهُ يَصْطَفِیْ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا وَّمِنَ النَّاسِ ؕ﴾رُسُلًا نزلَ لمّا قال المشرکون ءَاُنزِلَ علیہِ الذِّکرُ مِنْ بیننا﴿اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ﴾لِمقالتِھم﴿بَصِيْرٌ (۷۵)﴾بِمَنْ یتَّخِذہُ رسُلًا کجبرائیلَ ومیکائیلَ وابراھیمَ ومحمدٍ وغیرِھم﴿يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ ؕ﴾ای ما قدَّموا وماخلَّفوا او ما عمِلوا وما ھم عامِلونَ بعدُ﴿وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ (۷۶) يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ارْكَعُوْا وَاسْجُدُوْا﴾ای صلّوا﴿وَاعْبُدُوْا رَبَّكُمْ﴾وحِّدوہُ﴿وَافْعَلُوا الْخَيْرَ﴾ کصِلةِ الرَّحمِ ومکارمِ الاخلاقِ﴿لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ (۷۷) السجدۃ عند الشافعی﴾تفوزونَ بالبقاءِ فی الجنةِ﴿وَجَاهِدُوْا فِی اللّٰهِ﴾لاِقامةِ دینہٖ﴿حَقَّ جِهَادِهٖ ؕ﴾باستفراغِ الطَّاقةِ فیہِ ونَصبُ حقَّ علی المصدرِ﴿هُوَ اجْتَبٰىكُمْ﴾اختارکُم لِدینہٖ﴿وَمَا جَعَلَ

عَلَيْكُمْ فِى الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ ﴾اَى ضِيقٍ بِاَنْ سَهَّلَهُ عِندَ الضَّرُورَاتِ كَالقَصرِ والتَّيمُّمِ وَاكْلِ المَيتَةِ والفِطرِ لِلمَرَضِ والسَّفَرِ ﴿مِلَّةَ اَبِيْكُمْ ﴾مَنصوبٌ بِنَزعِ الخافِضِ الكافِ ﴿اِبْرٰهِيْمَ ﴾عَطفُ بَيانٍ ﴿هُوَ ﴾اَىِ اللّٰهُ ﴿سَمّٰكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ مِنْ قَبْلُ ﴾اَى قَبلَ هٰذاالكتاب ﴿وَفِىْ هٰذَا ﴾اَىِ القُراٰنِ ﴿لِيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ شَهِيْدًا عَلَيْكُمْ ﴾يَومَ القِيمَةِ اَنَّهُ بَلَّغَكُمْ ﴿وَتَكُوْنُوْا ﴾اَنْتُم ﴿شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ ﴾اَنَّ رُسُلَهُمْ بَلَّغتهمْ ﴿فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاعْتَصِمُوْا بِاللّٰهِ ﴾ثِقُوا بِهٖ ﴿هُوَ مَوْلٰكُمْ ﴾نَاصِرُكُمْ وَمُتَوَلِّى اُمُورِكُمْ ﴿فَنِعْمَ الْمَوْلٰى ﴾هُوَ ﴿وَنِعْمَ النَّصِيْرُ (۷۸) ﴾اَىِ النَّاصِرُ هُوَ لَكُمْ.

﴿ترجمه﴾

اے لوگوں (یعنی اہل مکہ) ایک کہاوت فرمائی جاتی ہے اسے کان لگا کر سنو (اور وہ یہ ہے کہ) وہ جنہیں تم اللہ کے سوا پوجتے ہو (مراد اس سے بت ہیں، تدعون بمعنی تعبدون ہے اور دون بمعنی غیر ہے) ایک مکھی نہ بنا سکیں گے......۱......(ذباب اسم جنس ہے اس کا واحد ذبابۃ ہے جس کا اطلاق مذکر و مونث دونوں پر ہوتا ہے) اگرچہ سب اس پر (یعنی اس کے بنانے پر) اکٹھے ہو جائیں اور ایک مکھی ان سے کچھ چھین کر لے جائے (ان خوشبوؤں اور زعفران میں سے کچھ چھین لے جائے جن سے ان کو آلودہ کیا جاتا ہے) تو اس سے چھڑا نہ سکیں (یعنی عاجز ہونے کے سبب اس سے واپس نہ لے سکیں، تو انہیں اللہ عزوجل کا شریک بنا کر کیونکر پوجا جا سکتا ہے چونکہ معاملہ انتہائی عجیب ہے اس لیے اسے ضرب المثل ارشاد فرمایا) کتنا کمزور چاہنے والا (پجاری) اور وہ جس کو چاہا (یعنی جھوٹا معبود) اللہ کی قدر نہ جانی (یعنی اس کی عظمت نہ جانی) جیسے چاہیے تھی (یعنی انہوں نے اللہ عزوجل کا شریک انہیں قرار دیا جو مکھی کو روکنے اور) بیشک اللہ قوت والا غالب (عزیز بمعنی غالب ہے) اللہ چن لیتا ہے فرشتوں میں سے رسول اور انسانوں میں سے......۲......(رسول، آیت مبارکہ اس وقت نازل ہوئی جب مشرکین نے کہا کہ کیا ہمارے درمیان میں سے اس شخص پر قرآن نازل کیا گیا ہے) بیشک اللہ سننے والا ہے (ان کی باتوں کو) اور دیکھ رہا ہے (انہیں جنہیں اس نے اپنا رسول بنایا ہے جیسے حضرت جبرائیل علیہ السلام، حضرت میکائیل علیہ السلام، حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم وغیرہ کو) جانتا ہے جو ان کے آگے اور جو ان کے پیچھے ہے (یعنی وہ جانتا ہے جو عمل انہوں نے آگے کو بھیجے اور جو اعمال انہوں نے نہیں کیے اور جو عمل انہوں نے انجام دیئے ہیں اور جو عمل وہ آئندہ کریں گے) اور سب کاموں کی رجوع اللہ ہی کی طرف ہے اے ایمان والوں......۳......! رکوع اور سجود کرو (یعنی نماز پڑھو) اور اپنے رب کی بندگی کرو (یعنی اسے ایک مانو) اور بھلے کام کرو (جیسے صلہ رحمی کرنا اور مکارم اخلاق) اس امید پر کہ تمہیں چھٹکارا ہو......۴......(جنت کی ہمیشگی رہائش پا کر تم کامیاب ہو) اور اللہ کی راہ میں جہاد کرو (اس کے دین کی سربلندی کے لیے) جیسا جہاد کرنے کا حق ہے (کہ تم اپنی تمام توانائیاں اس میں صرف کر دو، حقا مفعول مطلق ہونے کے سبب منصوب ہے) اس نے تمہیں پسند کیا (اپنے دین کے لیے چن لیا) اور تم پر دین میں کچھ تنگی نہ رکھی......۵......(ضرورت کے وقت دین کو تمہارے لیے آسان فرما دیا جیسا کہ نماز میں قصر کرنا، تیمم کر لینا، حالت اضطرار کے وقت مردار کھانے کی اجازت ہونا، مرض یا سفر کے عذر کے باعث روزہ چھوڑنے کی اجازت ہونا وغیرہ) تمہارے باپ ابراہیم کا دین (ملة ابیکم حرف جر کاف کے مذکور نہ ہونے کی وجہ سے منصوب ہے اور ابراھیم عطف بیان بن رہا ہے) اس نے (یعنی اللہ عزوجل نے) تمہارا نام مسلمان رکھا ہے اس سے (یعنی اس کتاب سے) پہلے اور اس میں (یعنی اس کتاب میں) تاکہ رسول تمہارا (بروز

قیامت) گواہ ہو کہ (انہوں نے تمہیں پیغام پہنچادیا تھا) اور تم (تمام) دیگر لوگوں پر گواہی دو (یعنی دیگر رسولوں کے حق میں کہ انہوں نے اپنی قوموں کو پیغام الٰہی پہنچادیا تھا) تو نماز قائم کرو (نماز پر ہمیشگی کرو) اور زکوۃ دو اللہ پر بھروسہ رکھو (واعتصموا باالله بمعنی ثقوا به ہے) وہ تمہارا مولیٰ ہے (تمہارا مددگار ہے، تمہارے کاموں کا نگہبان ہے) تو کیا ہی اچھا مولیٰ (ہے وہ) اور کیا ہی اچھا مددگار (ہے تمہارے لیے، نصیر بمعنی ناصر ہے)۔

﴿ترکیب﴾

﴿یایھا الناس ضرب مثل فاستمعوا له﴾.

یایھا الناس: جملہ ندائیہ، ضرب مثل: فعل مجہول با نائب الفاعل، ملکر جملہ فعلیہ مقصود بالندا، ملکر جملہ ندائیہ، ف: فصیحہ، استمعوا له: فعل امر با فاعل وظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ان الذین تدعون من دون الله لن یخلقوا ذبابا ولو اجتمعوا له﴾.

﴿الم تر ان الله سخر لکم ما فی الارض والفلک تجری فی البحر بامرہ﴾.

ھمزہ: حرف استفہامیہ، لم تر: فعل نفی با فاعل، ان الله: حرف مشبہ واسم، سخر لکم: فعل با فاعل وظرف لغو، مافی الارض: موصول صلہ، ملکر معطوف علیہ، و: عاطفہ، الفلک ذوالحال، تجری فی البحر بامرہ: جملہ فعلیہ حال، ملکر معطوف، ملکر مفعول، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ویمسک السماء ان تقع علی الارض الا باذنه﴾.

و: عاطفہ، یمسک السماء: فعل با فاعل ومفعول، ان: مصدریہ، تقع: بتقدیر "لا" فعل نفی "ھو" ضمیر ذوالحال، الا: اداۃ حصر، باذنه: ظرف مستقر حال، ملکر فاعل، علی الارض: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ بتاویل مصدر مفعول لہ، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ان الله بالناس لرؤف رحیم ○ وھو الذی احیاکم ثم یمیتکم ثم یحییکم﴾.

ان الله: حرف مشبہ واسم، بالناس لرؤف: شبہ جملہ خبر اول، رحیم: خبر ثانی، ملکر جملہ اسمیہ مستانفہ، و: مستانفہ، ھو: مبتدا، الذین: موصول، احیاکم: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، ثم یمیتکم ثم یحییکم: جملہ فعلیہ معطوفان، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ مستانفہ۔

﴿ان الانسان لکفور ○ لکل امۃ جعلنا منسکا ھم ناسکوہ﴾.

ان الانسان: حرف مشبہ واسم، لام: تاکیدیہ، کفور: خبر، ملکر جملہ اسمیہ، لکل: ظرف لغو مقدم، جعلنا: فعل با فاعل، منسکا: موصوف، ھم ناسکوہ: جملہ اسمیہ صفت، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿فلا ینازعنک فی الامر وادع الی ربک انک لعلی ھدی مستقیم﴾.

ف: فصیحہ، لا ینازعنک: فعل نہی با فاعل ومفعول، فی الامر: ظرف لغو، ملکر شرط محذوف "اذا کان الامر کذلک" کی جزا، ملکر جملہ شرطیہ و: عاطفہ، ادع الی ربک: فعل امر با فاعل وظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ، انک: حرف مشبہ واسم، لام: تاکیدیہ، علی ھدی مستقیم: ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ اسمیہ تعلیلیہ مستانفہ۔

﴿وان جادلوک فقل الله اعلم بما تعملون ○ الله یحکم بینکم یوم القیمة فیما کنتم فیه تختلفون﴾.

و: عاطفہ، ان: شرطیہ، جدلوک: جملہ فعلیہ شرط، ف: جزائیہ، قل: قول، الله: مبتدا، اعلم بما تعملون: شبہ جملہ خبر، ملکر مقولہ، ملکر جواب شرط، ملکر جملہ شرطیہ، الله: مبتدا، یحکم: فعل با فاعل، بینکم: ظرف اول، یوم القیمة: ظرف ثانی، فیما کنتم

فیہ تختلفون : ظرف لغو، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ مستانفہ۔

﴿الم تعلم ان اللہ یعلم ما فی السموت والارض ان ذلک فی کتب ان ذلک علی اللہ یسیر﴾

ھمزہ :استفہامیہ، لم تعلم : فعل نفی بافاعل، ان اللہ :حرف مشبہ واسم، یعلم: فعل بافاعل، مافی السماء والارض:موصول صلہ،ملکر مفعول،ملکر خبر،ملکر مفعول،ملکر جملہ فعلیہ،ان ذلک حرف مشبہ واسم، فی کتب :ظرف مستقر خبر ملکر جملہ اسمیہ مستانفہ تعلیلیہ،ان ذلک : حرف مشبہ واسم ، علی اللہ یسیر :شبہ جملہ خبر،ملکر جملہ اسمیہ مستانفہ۔

﴿ویعبدون من دون اللہ ما لم ینزل بہ سلطنا وما لیس لھم بہ علم﴾.

و: مستانفہ، یعبدون : فعل بافاعل، من دون اللہ :ظرف مستقر حال مقدم، ما: موصولہ، لم ینزل: فعل نفی بافاعل، بہ: ظرف مستقر حال مقدم، سلطنا: ذوالحال، ملکر مفعول، جملہ فعلیہ صلہ ملکر معطوف علیہ، و: عاطفہ، ما:موصولہ لیس لھم: فعل ناقص و ظرف مستقر خبر مقدم، بہ علم: شبہ جملہ اسم مؤخر،ملکر صلہ،ملکر معطوف،ملکر ذوالحال،ملکر مفعول،ملکر جملہ فعلیہ مستانفہ۔

﴿وما للظلمین من نصیر﴾.

و: عاطفہ، ما: نافیہ، للظلمین: ظرف مستقر خبر مقدم،من: زائدہ، نصیر: مبتدامؤخر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿واذا تتلی علیھم ایتنا بینت تعرف فی وجوہ الذین کفروا المنکر﴾.

و: عاطفہ، اذا:ظرف فیہ شرطیہ مفعول فیہ مقدم، تتلی علیھم: فعل مجہول وظرف لغو، ایاتنا: ذوالحال، بینٰت: حال،ملکر نائب الفاعل ،ملکر جملہ فعلیہ ہوکر شرط، تعرف: فعل بافاعل، فی وجوہ الذین کفروا: ظرف لغو، المنکر: مفعول،ملکر جزا،ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿یکادون یسطون بالذین یتلون علیھم ایتنا﴾.

یکادون : فعل مقارب بااسم، یسطون : فعل بافاعل، ب: جار، الذین: موصول، یتلون علیھم ایاتنا: جملہ فعلیہ صلہ،ملکر مجرور،ملکر ظرف لغو،ملکر خبر،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿قل افانبئکم بشر من ذلکم النار وعدھا اللہ الذین کفروا﴾.

قل: قول، ھمزہ :حرف استفہامیہ، ف:عاطفہ معطوف علی محذوف "اخاطبکم"، انبئکم : فعل بافاعل ومفعول، ب : جار، شر من ذلکم : شبہ جملہ مبدل منہ، النار: مبتدا، وعدھا اللہ الذین کفروا: جملہ فعلیہ خبر،ملکر بدل،ملکر مجرور،ملکر ظرف لغو،ملکر مقولہ،ملکر جملہ قولیہ۔

﴿وبئس المصیر﴾

و: عاطفہ، بئس المصیر: فعل وفاعل ملکر مبتدا محذوف "ھی" کے لیے خبر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿شانِ نزول﴾

☆...... اللہ یصطفی من الملئکۃ رسلا...... ☆ یہ آیت ان کفار کے رد میں نازل ہوئی جنہوں نے بشر کے رسول ہونے کا انکار کیا تھا اور کہا تھا کہ بشر کیسے رسول ہوسکتا ہے،اس پر اللہ ﷻ نے یہ آیت نازل فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ اللہ مالک ہے جسے چاہے اپنا رسول بنائے اور انسانوں میں سے بھی رسول ہوتا ہے اور ملائکہ میں سے بھی جنہیں چاہے۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

تبلیغ کے لیے مثالوں کا سہارا لینا:

۱......سب سے پہلے تو یہ اسلوب ذکر فرمایا کہ اے ایمان والوں تمہارے سمجھنے کے لیے اللہ عَزَّوَجَلَّ مثال بیان فرماتا ہے تو تم اسے دھیان سے سنو: اس کی وجہ یہ ہے کہ فقط سن لینا کافی نہیں ہوا کرتا جب تک کہ اس سنتے ہوئے پر غور وفکر نہ کیا جائے۔ حقیر ترین جانور مکھی کی مثال دے کر اللہ عَزَّوَجَلَّ نے یہ سمجھانا چاہا کہ یہ بت کیسے حقیر ہیں کہ مکھی جیسی حقیر ترین چیز بھی پیدا نہیں کر سکتے۔ پھر یہ کہ حقیر ترین چیز مکھی اگر ان کی ناک پر بیٹھ جائے تو اسے اڑا نہیں سکتے، اگر کچھ لے جائے تو چھین نہیں سکتے، طالب (بت بنانے والا) اور مطلوب (بت یا کوئی بھی چیز جس کی عبادت کی جائے) کتنے کمزور ہیں، ضعف کا معنی کمزوری نہیں بلکہ قباحت کا ظاہر ہونا ہے۔

انسان اور فرشتوں میں سے رسالت:

۲......مذکرہ آیت میں من تبعیضیہ ہے، معنی یہ ہے کہ ملائکہ میں سے بعض رسالت کے منصب پر فائز ہوئے، اور ﴿جاعل الملائکۃ رسلا اللہ نے فرشتوں کو رسول بنایا (فاطر:۱)﴾ سے مراد یہ ہے کہ تمام ہی فرشتے رسول ہیں، دونوں آیات میں تناقض واضح ہے؟ جواب اس کا یہ ہے کہ اس آیت میں بنو آدم میں سے جو رسول ہوئے اس کا بیان کرنا مقصود تھا، اور مراد اس سے اکابر ملائکہ ہیں، جیسا کہ جبرائیل عَلَیْہِ السَّلَام، میکائیل عَلَیْہِ السَّلَام، اسرافیل عَلَیْہِ السَّلَام اور عزرائیل عَلَیْہِ السَّلَام اور فرشتوں میں سے بعض ہی رسول ہیں، پس تناقض دور ہو گیا۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے فرمایا: ﴿لو اراد اللہ ان یتخذ ولدا لا صطفی مما یخلق ما یشاء اگر اللہ اولاد بنانے کا ارادہ فرماتا تو اپنے (بندوں) میں سے کچھ کو منتخب نہ فرماتا (الزمر:۴)﴾۔ پس آیت سے بات ثابت ہوئی کہ اولاد ہونے کے لئے منتخب ہونا ضروری ہے اور یہ آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ فرشتوں اور انسانوں میں سے بعض چنے ہوئے ہیں، پس دونوں آیتوں کا مجموعہ اس بات پر دلیل ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی اولاد ہے۔ جواب اس کا یہ ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمان: ﴿لو اراد اللہ ان یتخذ ولدا......الخ (الزمر:۴)﴾ میں یہ دلیل ہے کہ ہر "اولاد" چنی ہوئی ہے، لیکن یہ دلیل نہیں ہر چنی ہوئی "اولاد" ہے۔ پس اس آیت سے یہ بات واضح نہیں ہوتی کہ جو چنا ہوا ہو وہ اولاد بھی ہو۔ (الرازی، ج۸، ص ۲۵۳)

یایھا الذین امنوا کا خطاب صرف مسلمانوں سے ہے!

۳......اس سے پہلی آیات میں اللہ عَزَّوَجَلَّ نے پہلے الٰہیات پر کلام فرمایا، پھر نبوات پر کلام فرمایا، اس کے بعد احکام شرعیہ بیان فرمائے، اس میں چار وجہوں سے خطاب فرمایا: (۱)......جن کو احکام کا مکلف کیا، ان کا تعین فرمایا، (۲)......جو احکام دیئے گئے ان کی تفصیل بیان فرمائی، (۳)......احکامات پر عمل کرنے کے بعد جو ثمرہ مرتب ہوگا اسے بیان کر دیا، (۴)......احکام کا مکلف کرنے کی تاکید کی گئی۔ جن کو ان احکام کا مکلف کیا گیا ان کی تاکید کرتے ہوئے ﴿یایھا الذین امنوا﴾ کا خطاب فرمایا: اس سے مراد تمام مکلفین ہیں چہ جائے کہ مومن ہوں یا کافر، کیونکہ ان احکام کا مکلف ہر شخص ہے اس لئے ان احکام کے ساتھ صرف مومنوں کو مکلف کرنے کی کوئی خاص وجہ سمجھ میں نہیں آتی، یہ امام شافعی علیہ الرحمۃ کا مسلک ہے اور بعض احناف کا بھی یہی نظریہ ہے کہ کفار بھی احکام کے مکلف ہیں کیونکہ قرآن مجید میں ہے کہ جب اہل جنت نے اہل دوزخ سے سوال کیا: ﴿ما سلککم فی سقر قالوا لم نک من المصلین ولم نک نطعم المسکین تمہیں کس چیز نے دوزخ میں داخل کیا وہ کہیں گے کہ ہم نمازیوں میں سے نہ تھے اور ہم مسکینوں کو کھانا نہ کھلاتے تھے (المدثر:۴۲تا۴۴)﴾۔ اس سے معلوم ہوا کہ کفار بھی اس حکم کے مکلف ہیں کہ وہ نماز پڑھیں اور مسکینوں کو کھانا کھلائیں۔ جمہور احناف کا موقف یہ ہے کہ احکام شرعیہ کے صرف مومنین مکلف ہیں، کفار احکام شرعیہ کے مکلف نہیں ہیں، وہ صرف

ایمان لانے کے مکلف ہیں کیونکہ کفر کے ساتھ نماز پڑھنا، روزہ رکھنا، زکوٰۃ ادا کرنا وغیرہ مقبول نہیں ہے اس لیے احکام کے مکلف صرف مومنین ہیں۔ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اللہ ﷻ نے مومنین سے خطاب کر کے نماز اور دیگر عبادات کا حکم دیا۔ایک وجہ یہ ہے کہ اللہ ﷻ نے متذکرہ آیت کے بعد فرمایا ﴿اجتبٰکم﴾ یعنی اس نے تمہیں برگزیدہ کیا، یہ خطاب صرف مومنوں کے شایان شان ہے اور پھر فرمایا ﴿ھو سمٰکم المسلمین (الحج:۷۸)﴾ اس سے بھی معلوم ہوا کہ خطاب مومنین سے ہی ہے اور یہ بھی فرمایا ﴿وتکونوا شھداء علی الناس (الحج:۷۸)﴾ بھی خاص مومنین یہ سے خطاب ہے۔ (الرازی، ج۸، ص ۲۰۴)

چار قسم کے امور کا حکم :

۴۔۔۔۔۔نماز کا حکم دیا کیونکہ کوئی نماز رکوع اور سجدے کے بغیر نہیں پائی جاتی، توحید باری ﷻ کا حکم ﴿وعبدوا﴾ کے ذریعے دیا یعنی خالص اللہ ﷻ کے لیے عبادت بجالاؤ، اور صلہ رحمی اور مکارم اخلاق کا بیان ﴿وافعلوا الخیر (الحج:۷۷)﴾ کے ذریعے دیا، ایک قول یہ بھی ہے کہ خیر سے مراد معبود برحق کی تعظیم وتوقیر کے ساتھ عبادت بجالانے اور احسان سے مراد اللہ ﷻ کی مخلوق سے بھلائی چاہنا ہے جس میں صدقات، اچھی بات اور کئی طرح کے اعمال صالحہ شامل ہیں اور ان چاروں امور پر اللہ ﷻ نے فلاح وکامرانی کا مدار رکھا ہے کہ رکوع، سجدہ، توحید باری ﷻ، دیگر اعمال صالحہ جنت میں جانے کا ذریعہ ہیں۔ (الخازن، ج۳، ص ۲۶۵ ملخصا)

یہ چار امور وہ ہیں کہ جس میں تمام اچھائیاں شامل ہیں: عقیدۂ توحید اسلام کے دروازے میں داخلے کا پہلا زینہ ہے، اس کے بعد فرائض وواجبات جو کہ نماز، روزہ اور دیگر اعمال صالحہ کے ذریعے سے انسان کو کامرانی کی منازل تک پہنچاتے ہیں۔

دین میں تنگی نہیں :

۵۔۔۔۔۔دیکھا جائے تو واضح بات ہے کہ دین میں کوئی تنگی نہیں، انسان کو نماز کا حکم دیا ہے لیکن جب مرض کی صورت حال ہو تو بیٹھ کر بھی پڑھ سکتا ہے، لیٹ کر نماز ادا کرنے کی اجازت بھی شریعت مطہرہ میں دی جاتی ہے، سفر کی حالت میں قصر کا حکم ہے نہ کریں تو ترک واجب کا گناہ الگ ہے۔اگر شریعت میں دشواری مانی جائے تو پھر سفر وحضر سب میں مکمل نماز پڑھنے کا حکم ہوتا لیکن ایسا نہیں ہے۔پانی نقصان دیتا ہو تو تیمم کرے، دشمن کا خوف ہو تو بے جماعت گھر میں نماز ادا کرے، سخت بارش کی صورت میں بھی جماعت سے رہ جانے کی رخصت ہے۔قسم توڑ بیٹھے تو کفارہ ادا کرے اور کفارہ ادا کرنے میں بھی صورتیں ہیں کہ اگر غلام آزاد نہیں کر سکتا تو دس مسکینوں کو کھانا کھلائے یا کپڑے پہنائے اور اگر ایسا بھی نہیں کر سکتا تو پھر تین روزے رکھے۔جانی دشمن سے اپنی جان کی حفاظت کرنے کے لیے اس کے سامنے کلمہ کفر تک کی اجازت ہے جب کہ دل میں ایمان مضبوط ہو، کپڑا ناپاک ہو جائے تو دوبارہ پاک ہو سکتا ہے جب کہ پچھلی شریعتوں میں یہ رخصت نہ تھی۔الغرض یہ دین فطرت ہے اس میں آسانی ہی آسانی ہے لیکن ہماری غالب اکثریت چونکہ دین جانتی ہی نہیں اس لیے انہیں دین مشکل معلوم ہوتا ہے۔

☆۔۔۔۔۔حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''دین آسان ہے اور جو شخص اس پر غلبہ حاصل کرنے کی کوشش کرے گا، اس پر دین غالب آجائے گا، پس تم درست کام کرو اور درستی کے قریب کام کرو اور جنت کی خوشخبری سن لو اور صبح کے وقت اور شام کے وقت اور رات کے کچھ اندھیرے میں عبادت سے مدد حاصل کرو۔ (صحیح البخاری، کتاب الایمان، باب الدین یسر، رقم ۳۹، ص۹)

☆......حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فتح مکہ کے سال رمضان میں رسول اللہ ﷺ مکہ روانہ ہوئے، آپ ﷺ نے روزہ رکھ لیا، جب آپ ﷺ کراع الغمیم میں پہنچے تو آپ ﷺ نے پانی کا پیالہ منگوا کر اسے اوپر اٹھایا حتی کہ لوگوں نے اسے دیکھ لیا، پھر آپ ﷺ نے وہ پانی پی لیا، آپ ﷺ کو بتایا گیا کہ بعض لوگ اپنے روزے پر برقرار ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا وہ نافرمان ہیں! وہ نافرمان ہیں۔ (سنن الترمذی، کتاب الصوم، باب: کراهية الصوم، رقم: ۷۱۰، ص ۲۲۷)

☆......ابوطعمہ رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس بیٹھا ہوا تھا، ایک شخص نے آکر کہا اے ابوعبدالرحمٰن! میں سفر میں روزے رکھنے کی ہمت رکھتا ہوں، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو شخص اللہ عزوجل کی دی ہوئی رخصتوں کو قبول نہیں کرتا اس کو میدان عرفہ کے پہاڑوں کے برابر گناہ ہوگا۔ (المعجم الاوسط، رقم: ۴۵۳۲)

اغراض :مما علیھم من الطیب و الزعفران :مشرکین بتوں پر زعفران ملتے اور ان کے سروں پر شہد ملتے، دروازے بند کر دیئے جاتے، مکھیاں سوراخوں سے اندر آکر زعفران وشہد چاٹ جاتیں، ایک قول یہ بھی ملتا ہے کہ بتوں کو یاقوت اور موتیوں سے مزین کیا جاتا اور ان پر خوشبوئیں ملی جاتیں، پرندے اور مکھیاں آکر اٹھالے جاتے تو ان کے بتوں میں روکنے کی مجال نہ تھی۔

عبر عنه یضرب المثل: ماقبل بیان ہونے والا باتوں سے متعلق عجیب وغریب واقعہ مثال تو نہیں، اسے مثال کیوں کہا گیا؟ میں (علامہ صاوی) اس کا جواب یہ دوں گا کہ بعض عجیب وغریب مثالوں سے مشابہت دینے کے لیے اسے بھی مثلا کہہ دیا گیا۔

نزل لما قال المشرکون:اس جملے کا کہنے والا ولید بن مغیرہ تھا جو کہ اپنی قوم سے واقف تھا۔

کصلة الرحم ومکارم الاخلاق :وغیرہ صدقات واجبہ ومستحبہ مراد ہیں۔ (الصاوی، ج۴، ص ۱۴۸ وغیرہ)

بنزع الخافض الکاف :ملة کے منصوب ہونے کی پانچ صورتیں لکھی ہیں پہلی صورت کہ یہ منصوب ہے اتبعوا فعل مقدر کی وجہ سے اور دوسری صورت کہ یہ اختصاص کی بناء پر منصوب ہے اس طرح اس سے پہلے اعنی بالدین ہے یعنی دین سے میری مراد تمہارے باپ ابراہیم کا دین ہے۔ اور تیسری صورت کہ یہ ماقبل جملہ کے مضمون جملہ کی وجہ سے منصوب ہے گویا کہ یوں فرمایا گیا وسع دینکم توسعة ملة ابیکم اور توسعة مضاف کو محذوف کر کے مضاف الیہ ملة کو اس مضاف کے قائم مقام کر دیا گیا ہے۔ اور چوتھی صورت کہ یہ جعل فعل کے مقدر ہونے کی وجہ سے منصوب ہے اور پانچویں صورت کہ یہ حرف جر کاف کو حذف کرنے کے ساتھ منصوب ہے۔ یعنی اصل میں یوں تھا کملة ابیکم ۔ (الجمل، ج۵، ص ۲۲۲)

ایک اھم بات

مفتی اور قاضی میں فرق :

اصولِ الاقضیة میں مؤلف نے فرمایا" حاکم اور مفتی کے درمیان کچھ فرق نہیں اگر ہے تو اتنا کہ مفتی حکم شرعی سے آگاہ کرتا ہے اور قاضی اس فیصلہ کو نافذ کرتا ہے۔(۱)۔(۱)......(درر الحکام شرح غرر الاحکام، کتاب القضاء، باب ماتقضی فیه المراة، ج۲، ص ۴۰۹)۔

قضاء کا لغوی معنی: حکم کرنا، ہے جب کہ اصطلاحی معنی یہ ہیں کہ موجودات کے حوالے سے وہ احکام الٰہیہ جو ازل سے ابد تک جاری ہوتے ہیں جب کہ فقہاء کی اصطلاح میں کسی سبب سے واجب کی مثل تسلیم کرنا قضاء کہلاتا ہے۔(التعریفات، ص ۱۷۷)۔ امام اہلسنت فرماتے ہیں: یہی وجہ ہے مفتی اصل صحت (یعنی حقیقتِ حکمِ شرع) پر عمل کرے اور شرائط صحت کا احتمال مان کر فتوی دے تو قاضی جس کی نظر صرف ظاہر پر مقتصر ہے اور احتمالات بعیدہ کا لحاظ اس کے منصب سے جدا بات ہے تو وہاں اصل پر نظر رکھنا اولی واحق ہے۔(فتاوی رضویه مخرجه، ج۱۷، ص ۲۵۹)

سورۃ المؤمنون مکیۃ و ایاتہا ۱۱۸ او ۱۱۹

(سورۃ المومنون مکی ہے، اس میں ۱۱۸ یا ۱۱۹ آیتیں ہیں)

تعارف

اس میں چھ رکوع، ۱۸۴۰ کلمات اور ۴۸۰۲ حروف پر مشتمل یہ سورۃ پاک ہے، اس میں آغاز ہی میں مومنین کی صفات کا بیان ہے۔ یہ ان افراد کی صفات ہیں جو نور اسلام سے اپنے دلوں کو منور کرتے ہیں اور اپنے اعمال اور جذبات کو قرآن کے پیش کئے ہوئے قالب میں ڈھال لیتے ہیں۔ فرمایا اسی قسم کے لوگوں کے سر پر فلاح دارین کا تاج رکھا جاتا ہے اور انہی کے لئے فردوس کی ابدی نعمتیں سجائی جاتی ہیں۔ توحید و قیامت کی دعوت سے متعلق پیدا ہونے والے غلط نظریات کو ہر قسم کے دلائل دے کر ختم کرنے کی کوشش کی گئی۔ انسانی پیدائش کے مبداء کی جانب توجہ دلائی گئی، اور اس مبداء خلق کو مختلف مراحل سے گزار کر جب انسان کو اللہ اس عالم رنگ و بو میں لاتا ہے تو کیسا روتا ہوا پیدا ہوتا ہے؟۔ ان ساری حقیقتوں کو جاننے ماننے کے باوجود کوئی حق کو نظر انداز کرے، ضد و ہٹ دھرمی کا مظاہرہ کرے تو ایسا وہی ہو سکتا ہے جو کور باطن ہے۔ چند حضرات انبیائے کرام کے حالات بھی بیان کر دیئے گئے، قوموں نے ان کے ساتھ جو نار وا سلوک کیا وہ بھی بیان کر دیا گیا اور ان کا جو انجام ہوا انہیں بیان کر دیا گیا تا کہ سید عالم ﷺ کے دل نازنین کو اطمنان ملے اور کفار تباہ و برباد ہونے والی قوموں سے کاش عبرت حاصل کریں۔ کفار کے بے جا مشورے اور خرمستیوں کا بھی ذکر کیا گیا جس کے جواب میں فرما دیا گیا کہ حق کسی بھی طرح باطل کے مشورے قبول نہیں کرتا اگر ایسا ہو جائے اور تمہاری رائے میں تبدیلیاں گوارا کر لی جائیں تو دنیا کا سارا نظام درہم برہم ہو جائے گا اور قیامت برپا ہو جائے گی اس لئے اس خیال کو ہمیشہ دل سے نکال دینا چاہیے۔

رکوع نمبر: ۱

بسم الله الرحمن الرحيم اللہ کے نام سے شروع جو بڑا مہربان رحم والا

﴿قَدْ﴾لِلتَّحْقِيقِ﴿اَفْلَحَ﴾فازَ﴿الْمُؤْمِنُوْنَ﴾(۱) الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خَاشِعُوْنَ (۲)﴾مُتَواضِعونَ﴿وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ﴾مِنَ الكَلامِ وغَيرِه﴿مُعْرِضُوْنَ(۳) وَالَّذِيْنَ هُمْ لِلزَّكٰوةِ فٰعِلُوْنَ (۴)﴾مُؤَدُّونَ﴿وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ(۵)﴾عَنِ الحرامِ﴿اِلَّا عَلٰى اَزْوَاجِهِمْ﴾اَى مِنْ زَوجاتِهِمْ﴿اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ﴾اَىِ السَّرَارِىْ﴿فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ (۶)﴾فِى اِتيانِهِنَّ﴿فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ﴾اَى مِنَ الزَّوجاتِ وَالسَّرارِى كَالْاِسْتِمناءِ باليَدِ﴿فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ(۷)﴾اَلْمُتَجاوِزُونَ اِلى ما لَا يَحِلُّ لَهُمْ﴿وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ﴾جَمعًا وفَردًا﴿وَعَهْدِهِمْ﴾فِيما بَينَهُمْ وَبينَ اللهِ مِنَ صَلوٰةٍ وغَيرِها﴿رَاعُوْنَ (۸)﴾حَافِظُونَ﴿وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَوٰتِهِمْ﴾جَمعا وفَردًا﴿يُحَافِظُوْنَ (۹)﴾ يُقِيمونَها فِى اَوقاتِها ﴿اُولٰٓئِكَ هُمُ الْوٰرِثُوْنَ (۱۰)﴾لا غَيرَهُمْ﴿الَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ ط﴾هُوَ جَنَّةُ اعلى الجِنانِ﴿هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ (۱۱)﴾فِى ذالكَ اِشارَةٌ اِلَى المَعادِ وَيُناسِبُهُ ذِكرُ المَبدَءِ بعدَهُ﴿وَ﴾اللهِ﴿لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ﴾آدَمَ﴿مِنْ سُلٰلَةٍ﴾هِىَ مِن سَلَلْتُ الشَىءَ مِنَ الشَىءِ اَى اِسْتَخْرَجْتُهُ مِنهُ وَهُوَ خُلاصَتُهُ﴿مِّنْ طِيْنٍ(۱۲)﴾مُتَعَلِّقٌ بِسُلَالَةٍ ﴿ثُمَّ جَعَلْنٰهُ﴾اَىِ الْاِنْسانَ نَسلَ آدمَ﴿نُطْفَةً﴾مَنِيًّا﴿فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ(۱۳)﴾هُوَ الرَّحِمُ ﴿ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً﴾دَما

جَامِدًا﴿فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً﴾لَحْمَةً قَدرَمَايُمْضَغُ﴿فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا فَكَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا ق
﴾وفِى قِرائةٍ عَظْمًا فِى الْمَوَاضِعَيْنِ وَخَلقْنا فِى الْمَواضِعِ الثَّلٰثَةِ بِمعنٰى صَيَّرنا﴿ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ
﴾بِنَفْخِ الرُّوحِ فِيهِ﴿فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ(۱۴)﴾اَىِ الْمُقَدرِينَ وَمُمَيِّزُ اَحْسَنَ مَحْذُوفٌ لِلعِلمِ بِهٖ اَى
خَلْقًا﴿ثُمَّ اِنَّكُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ لَمَيِّتُوْنَ(۱۵)ثُمَّ اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ تُبْعَثُوْنَ(۱۶)﴾لِلْحِسابِ والجَزاءِ﴿وَلَقَدْ خَلَقْنَا
فَوْقَكُمْ سَبْعَ طَرَآئِقَ صلے ق﴾اَى سَمٰوٰتٍ جَمعُ طَرِيقَةٍ لِاَنَّهُما طُرُقُ المَلائكةِ﴿وَمَا كُنَّا عَنِ الْخَلْقِ
﴾تَحتِهَا﴿غٰفِلِيْنَ(۱۷)﴾اَنْ تَسقُطَ عليهِمْ فَتُهلِكُهُم بَل نُمسِكُهَا كَاٰيَةِ يُمسِكُ السماءَ اَنْ تَقَعَ على
الارضِ﴿وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءًۢ بِقَدَرٍ﴾مِنْ كِفايَتِهِمْ﴿فَاَسْكَنّٰهُ فِى الْاَرْضِ وَاِنَّا عَلٰى ذَهَابٍۢ بِهٖ
لَقٰدِرُوْنَ(۱۸)﴾فَيَمُوتونَ مَعَ دَوابِهِمْ عَطْشا﴿فَاَنْشَاْنَا لَكُمْ بِهٖ جَنّٰتٍ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّاَعْنَابٍ وقف لازم﴾هُما اَكْثَرُ
فَواكِهَ العَرَبِ﴿لَكُمْ فِيْهَا فَوَاكِهُ كَثِيْرَةٌ وَّمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ(۱۹)﴾صَيفًا و شِتَاءً﴿وَ﴾اَنْشاْنَا﴿شَجَرَةً تَخْرُجُ مِنْ
طُوْرِ سَيْنَآءَ﴾جَبَلٌ بِكَسرِ السِّينِ وفَتْحِهَا وَمَنعُ الصَّرفِ لِلعَلَمِيَّةِ والتَّانيثِ لِلبُقْعَةِ﴿تَنْبُتُ﴾مِنَ الرُّباعِى
والثُّلاثِى﴿بِالدُّهْنِ﴾البَاءُ زَائِدةٌ عَلَى الاوَّلِ وَمُعَدِّيَةٌ على الثَّانِى وَهِىَ شَجَرَةُ الزَّيْتونِ﴿وَصِبْغٍ
لِّلْاٰكِلِيْنَ(۲۰)﴾عَطفٌ عَلَى الدُّهْنِ اَى اِدَامٌ يَصبَغُ اللُّقْمَةَ بِغَمْسِهَا فيهِ هُوَ الزَّيتُ﴿وَاِنَّ لَكُمْ فِى الْاَنْعَامِ
﴾الْاِبِلِ والبَقَرِ والغَنَمِ﴿لَعِبْرَةً﴾عِظَةً تَعتَبِرونَ بِها﴿نُسْقِيْكُمْ﴾بِفَتحِ النُّونِ وَضَمِّهَا﴿مِّمَّا فِىْ بُطُوْنِهَا
﴾اَىِ اللَّبَنِ﴿وَلَكُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ كَثِيْرَةٌ﴾مِنَ الْاَصْوافِ وَالْاَوْبَارِ وَالْاَشْعَارِ وَغيرِ ذالكَ﴿وَّمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ(۲۱)
وَعَلَيْهَا﴾اَىِ الْاِبلِ﴿وَعَلَى الْفُلْكِ﴾اَىِ السُّفُنِ﴿تُحْمَلُوْنَ(۲۲)﴾.

﴿ترجمہ﴾

بیشک (قد حرف تحقیق ہے) مراد کو پہنچے (یعنی کامیاب ہوگئے......۱......) ایمان والے جو اپنی نماز میں گڑگڑاتے ہیں (عجز وانکساری کرنے والے ہیں) اور وہ جو کسی بے ہودہ بات (یعنی گفتگو) کی طرف التفات نہیں کرتے اور وہ کہ زکوٰۃ دینے کا کام کرتے ہیں (فاعلون بمعنی مؤدون ہے یعنی ادا کرنے والے ہیں) اور وہ جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں (حرام کاری سے) مگر اپنی بیبیوں (یعنی بیویوں) یا شرعی باندیوں پر جو ان کے ہاتھ کی مِلک ہیں (یعنی لونڈیاں) کہ ان پر کوئی ملامت نہیں (ان کے پاس آنے میں یعنی ان کے ساتھ جماع کرنے میں) تو جو ان دو کے سوا کچھ اور چاہے (یعنی بیویوں اور لونڈیوں کے علاوہ جیسا کہ مشت زنی......۲......) وہی حد سے بڑھنے والے ہیں (یعنی ان حدود کو عبور کرنے والے ہیں جو ان کے لئے جائز نہیں)۔ اور وہ جو اپنی امانتوں (کی اجتماعی اعتبار سے اور اکیلے اکیلے) اور اپنے عہد (جو ان کے اور اللہ ﷻ کے درمیان ہے مثلاً نماز وغیرہ) کی رعایت کرتے ہیں (یعنی حفاظت کرنے والے ہیں) اور وہ جو اپنی نمازوں کی (اجتماعی وانفرادی اعتبار سے) نگہبانی کرتے ہیں (یعنی انہیں ان کے اوقات میں ادا کرتے ہیں) یہی لوگ وارث ہیں (ان کے سوا کوئی دوسرا نہیں) کہ فردوس کی میراث پائیں گے......۳...... (جبکہ فردوس ایک بلند مرتبہ جنت کا نام ہے) وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے (اس میں انسان کے انجام کی طرف اشارہ ہے اور مناسب یہ ہے کہ اس کے بعد اس کی تخلیق وابتداء کا تذکرہ ہو) اور بیشک ہم نے بنایا آدمی (یعنی حضرت سیدنا آدم علیہ السلام) کو چنی ہوئی (سلالۃ

اصل میں سلـلـت الشیء من الشیء سے مشتق ہے یعنی میں نے ایک شے کو دوسری شے سے نکال لیا جبکہ اس سے مراد کسی شے کا خلاصہ ونچوڑ ہے) مٹی سے (من الطین ،سلالۃ کے متعلق ہے) پھر اسے (یعنی انسان کو جو کہ حضرت سیدنا آدم علیہ السلام کی نسل ہے،) کیا پانی کی بوند (یعنی منی) ایک مضبوط ٹھہراؤ میں (جس سے مراد رحم ہے)۔ پھر ہم نے کیا اس پانی کی بوند کو خون کی پھٹک (یعنی جما ہوا خون) پھر خون کی پھٹک کو گوشت کی بوٹی (یعنی گوشت کا اتنا ٹکڑا جسے آسانی سے چبایا جاسکتا ہو) پھر گوشت کی بوٹی کو ہڈیاں پھر ان ہڈیوں پر گوشت پہنایا (ایک قرأت میں عظامًا کی بجائے دونوں جگہ پر عظمًا ہے اور خلقنا تینوں مقامات پر صیرنا کے معنی میں ہے) پھر اسے اور صورت میں اٹھان دی (اس میں روح پھونک کر) تو بڑی برکت والا ہے اللہ سب سے بہتر بنانے والا (یعنی جو بھی خلق کے وصف پر قدرت رکھتا ہے ان سب سے بہتر اللہ عزوجل ہے، یہاں احســـــن کی تمیز معلوم ہونے کی وجہ سے محذوف ہے یعنی عبارت اس طرح تھی ''احسن الخالقین خلقًا)۔ پھر اس کے بعد تم ضرور مرنے والے ہو پھر تم سب قیامت کے دن اٹھائے جاؤ گے (حساب وکتاب کی خاطر) اور بیشک ہم نے تمہارے اوپر سات راہیں بنائیں (یعنی سات آسمان، طرائق اصل میں طریقۃ کی جمع ہے جس کا معنی ہے راستہ، آسمان کو راستہ اس لئے کہا گیا ہے کیونکہ یہ فرشتوں کی گزرگاہ ہیں......۴......) اور ہم (ان کے نیچے موجود) خلق سے بے خبر نہیں (کہ وہ آسمان ان پر گر پڑیں اور انہیں ہلاک کردیں بلکہ ہم نے انہیں ایک ایسی علامت ونشانی کی طرح گرفت میں لے رکھا ہے کہ جس نے انہیں زمین پر گرنے سے روک رکھا ہے) اور ہم نے آسمان سے پانی اتارا ایک اندازہ پر (ان کی ضرورت کے مطابق) پھر اسے زمین میں ٹھرایا اور بیشک ہم اس کے لے جانے پر قادر ہیں (کہ وہ پیاس کے مارے اپنے چوپاؤں سمیت مر جائیں) تو اس سے ہم نے تمہارے باغ پیدا کیے کھجوروں اور انگوروں کے (اسی لئے یہ دونوں پھل عربوں کے ہاں کثرت سے پیدا ہوتے ہیں) تمہارے لیے ان میں بہت سے میوے ہیں اور ان میں سے کھاتے ہو (گرمیوں اور سردیوں میں)۔ اور (ہم نے) وہ پیڑ پیدا کیا کہ طور سینا سے نکلتا ہے......۵......(سیناء ایک پہاڑ ہے، اسے سِیناا ور سَینا یعنی سین کے کسرہ اور فتح کے ساتھ دونوں طرح پڑھا جاسکتا ہے، یہ غیر منصرف ہے، جس میں منع صرف کے دو سبب علمیت اور تانیث پائے جاتے ہیں اس لئے کہ یہ بھی زمین کا ہی ایک ٹکڑا وحصہ ہے) لے کر اگتا ہے (تنبت کو تُنبِتُ یعنی رباعی اور تَنبُتُ ثلاثی بھی پڑھا جاسکتا ہے) تیل (اگر تُنبِتُ ہو تو بالدھن میں باء زائدہ ہوگی اور اگر تَنبُتُ ہو تو متعدی بنانے کے لئے ہوگی جبکہ یہاں دھن سے مراد زیتون کا درخت ہے) اور کھانے والوں کے لیے سالن (اس کا عطف الـــدھـــن پر ہے یعنی ایسا سالن جس میں لقمہ ڈبویا جاسکتا ہو اور اس سے مراد زیتون کا تیل ہے) اور بیشک تمہارے لیے چوپایوں (یعنی اونٹ، گائے اور بھیڑ بکری) میں سمجھنے کا مقام ہے......۶......(یعنی ایک نصیحت ہے جس سے تم عبرت حاصل کرسکتے ہو) ہم تمہیں پلاتے ہیں (نسقیکم کے نون پر زبر اور پیش دونوں پڑھ سکتے ہیں) اس میں سے جو ان کے پیٹ میں ہے (یعنی دودھ) اور تمہارے لیے ان میں بہت فائدے ہیں (اون اور بال وغیرہ کے) اور ان سے تمہاری خوراک ہے اور ان (یعنی اونٹوں) پر اور کشتی پر (فُلک بمعنی سُفُن ہے) سوار کیے جاتے ہو۔

﴿ترکیب﴾

﴿قد افلح المومنون ○الـذین هم فی صلوتهم خشعون ○والـذین هم عن اللغو معرضون ○والذین هم للزکوۃ فاعلون﴾

قد: تحقیقیہ، افلح: فعل، المومنون: موصوف، الـذین: موصول، هم: مبتدا، فی صلاتهم خاشعون: شبہ جملہ خبر، ملکر معطوف علیہ، و: عاطفہ، الذین: موصول، هم: مبتدا، عن اللغو معرضون: شبہ جملہ خبر ملکر صلہ، ملکر معطوف اول، و: عاطفہ،

الذین : موصول ، ھم للزکوۃ فاعلون : جملہ اسمیہ صلہ،ملکر معطوف ثانی،ملکر صفت،ملکر فاعل،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿والذین ھم لفروجھم حفظون ○ الا علی ازواجھم اوما ملکت ایمانھم﴾۔

و: عاطفہ، الذین:موصول، ھم: مبتدا، لفروجھم : ظرف لغومقدم، حفظون :اسم فاعل بافاعل ملکر شبہ جملہ ہوکر مستثنی منہ، الا :اداۃ استثناء، علی: جار،ازواجھم : معطوف علیہ، او: عاطفہ، ما ملکت ایمانھم : معطوف،ملکر مجرور،ملکر ظرف مستقر "قوامین" شبہ فعل محذوف کے لیے،ملکر شبہ جملہ ہوکر مستثنی ، ملکر خبر،ملکر صلہ،ملکر ماقبل " الذین ھم فی صلاتھم " پرمعطوف ہے۔

﴿فانھم غیرملومین ○فمن ابتغی وراء ذلک فاولئک ھم العدون﴾۔

ف:عاطفہ، انھم: حرف مشبہ واسم، غیرملومین: خبر،ملکر جملہ اسمیہ، ف بمستانفہ، من :شرطیہ مبتدا، ابتغی: فعل بافاعل، وراء ذلک : ظرف، ملکرشرط ،ف:جزائیہ ،اولئک ھم العادون: جملہ اسمیہ جزا،ملکر خبر،ملکر جملہ اسمیہ مستانفہ۔

﴿والذین ھم لامانتھم وعھدھم راعون﴾۔

و: عاطفہ، الذین: موصول،ھم: مبتدا، لام : جار، امنتھم: معطوف علیہ، و: عاطفہ، عھدھم: معطوف،ملکر مجرور،ملکر ظرف لغو مقدم، راعون :اسم فاعل بافاعل ملکر شبہ جملہ ہوکر خبر،ملکر صلہ،ملکر ماقبل " الذین ھم فی صلاتھم " پرمعطوف ہے۔

﴿والذین ھم علی صلوتھم یحافظون﴾۔

و: عاطفہ، الذین: موصول، ھم: مبتدا،علی صلاتھم یحافظون: جملہ فعلیہ خبر،ملکر صلہ،ملکر ماقبل " الذین ھم فی صلاتھم خاشعون" پرمعطوف ہے۔

﴿اولئک ھم الورثون ○الذین یرثون الفردوس ھم فیھا خلدون﴾۔

اولئک: مبتدا، ھم : ضمیر فصل، الورثون : موصوف ،الذین : موصول، یرثون : فعل وضمیر ذوالحال، ھم فیھا خلدون : جملہ اسمیہ حال،ملکر فاعل، الفردوس:مفعول ملکر صلہ،ملکر صفت،ملکر خبر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ولقد خلقنا الانسان من سللۃ من طین﴾۔

و: مستانفہ، لام :قسمیہ ، قد تحقیقیہ ، خلقنا الانسان :فعل بافاعل ومفعول، من: جار، سللۃ : موصوف،من طین : ظرف مستقر صفت،ملکر مجرور،ملکر ظرف لغو،ملکر قسم محذوف " نقسم" کے لیے جواب قسم،ملکر جملہ قسمیہ مستانفہ۔

﴿ثم جعلنہ نطفۃ فی قرار مکین ○ثم خلقنا النطفۃ علقۃ﴾۔

ثم: عاطفہ، جعلنہ : فعل بافاعل ومفعول،نطفۃ:مفعول ثانی، فی قرارمکین: ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ، ثم: عاطفہ، خلقنا النطفۃ علقۃ : فعل بافاعل ومفعول اول وثانی،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿فخلقنا العلقۃ مضغۃ فخلقنا المضغۃ عظما فکسونا العظم لحما ثم انشانہ خلقا اخر﴾۔

و: عاطفہ، خلقنا العلقۃ مضغۃ : فعل بافاعل ومفعول اول وثانی،ملکر جملہ فعلیہ، ف: عاطفہ، خلقنا المضغۃ عظما: فعل بافاعل و مفعول اول وثانی،ملکر جملہ فعلیہ، ف : عاطفہ، کسونا العظم: فعل بافاعل ومفعول، لحما: مفعول ثانی،ملکر جملہ فعلیہ، ثم :عاطفہ، انشانہ:فعل بافاعل وضمیر ذوالحال، خلقا اخر: حال،ملکر مفعول،ملکر جملہ فعلیہ

﴿فتبرک اللہ احسن الخلقین ○ثم انکم بعد ذلک لمیتون﴾۔

ف: مستانفہ، تبارک :فعل، اللہ: مبدل منہ، احسن الخالقین : بدل، ملکر فعل،ملکر جملہ فعلیہ مستانفہ، ثم : عاطفہ، انکم

: حرف مشبہ واسم، بعد ذلک : ظرف مقدم، لام: تاکیدیہ، میتون: اسم فاعل بافاعل، ملکر شبہ جملہ ہوکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ثم انکم یوم القیمة تبعثون﴾.

ثم : عاطفہ، انکم: حرف مشبہ واسم، یوم القیمة: ظرف مقدم، تبعثون: فعل مجہول ونائب الفاعل، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ولقد خلقنا فوقکم سبع طرائق وما کنا عن الخلق غفلین﴾.

و: مستأنفہ، لام: قسمیہ، خلقنا: فعل وضمیر ذوالحال، و: حالیہ، ما: نافیہ، کنا: فعل ناقص باسم، عن الخلق غفلین : شبہ جملہ خبر، ملکر حال، ملکر فاعل، فوقکم : ظرف، سبع طرائق: مفعول، ملکر قسم محذوف " نقسم " کے لیے جواب قسم، ملکر جملہ قسمیہ مستانفہ۔

﴿وانزلنا من السماء ماء بقدر فاسکنه فی الارض وانا علی ذهاب به لقدرون﴾.

و: عاطفہ، انزلنا من السماء: فعل بافاعل وظرف لغو، ماء: موصوف، بقدر: ظرف مستقر صفت، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، ف: عاطفہ، اسکنه فی الارض: فعل بافاعل ومفعول وظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، انا: حرف مشبہ واسم، علی : جار، ذهاب: شبہ جملہ مجرور، ملکر ظرف لغو مقدم، لام : تاکیدیہ، قدرون :اسم فاعل بافاعل ملکر شبہ جملہ ہوکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿فانشانا لکم به جنت من نخیل واعناب لکم فیها فواکه کثیرة ومنها تاکلون﴾.

ف: عاطفہ، انشانا لکم به : فعل بافاعل وظرف لغو اول وثانی، جنت: موصوف، من نخیل واعناب: ظرف مستقر صفت، لکم : ظرف مستقر خبر مقدم، فیها: ظرف مستقر حال مقدم، فواکه کثیرة : مرکب توصیفی ذوالحال، ملکر مبتدا مؤخر، ملکر معطوف علیہ، و: عاطفہ، منها تاکلون : جملہ فعلیہ معطوف، ملکر صفت ثانی، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وشجرة تخرج من طور سیناء تنبت بالدهن وصبغ للاکلین﴾.

و: عاطفہ، شجرة: موصوف، تخرج من طور سیناء: جملہ فعلیہ صفت اول، تنبت: فعل وضمیر ذوالحال، ب :جار، الدهن: معطوف علیہ، و: عاطفہ، صبغ للاکلین : مرکب توصیفی معطوف، ملکر مجرور، ملکر ظرف مستقر حال، ملکر فاعل، ملکر صفت ثانی، ملکر ماقبل "جنت" پر معطوف ہے، اور " انشانا" کے لیے مفعول ہے۔

﴿وان لکم فی الانعام لعبرة نسقیکم مما فی بطونها﴾.

و: عاطفہ، ان: حرف مشبہ، لکم: ظرف مسقر خبر مقدم، فی الانعام :ظرف مستقر حال مقدم، لام :تاکیدیہ، عبرة : ذوالحال، ملکر اسم مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ، نسقیکم : فعل بافاعل ومفعول، مما فی بطونها: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ مستانفہ۔

﴿ولکم فیها منافع کثیرة ومنها تاکلون﴾.

و: عاطفہ، لکم: ظرف مستقر خبر مقدم، فیها: ظرف مستقر حال مقدم، منافع کثیرة: مرکب توصیفی ذوالحال، ملکر مبتدا مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، منها: ظرف لغو مقدم، تاکلون: فعل بافاعل، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وعلیها وعلی الفلک تحملون۝﴾

و: عاطفہ، علیها: ملکر معطوف علیہ، و: عاطفہ، علی الفلک: معطوف، ملکر ظرف لغو مقدم، تحملون : فعل بافاعل ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

مومنین کی صفات کا بیان:

ا......افلح ماضی کا صیغہ ہے، اس سے کلام کی ابتداء اس لئے فرمائی تا کہ اس بات پر دلالت ہو جائے کہ فلاح وکامرانی

دخول جنت پر منحصر ہے اور کلمہ قد پہلے ہی اس بات پر ثابت ہونے پر دلالت کرتا ہے کیونکہ مومنین اللہ ﷻ کے فضل سے فلاح وکامرانی کی توقع رکھتے ہیں اور حقیقی فلاح وکامرانی فقط ایمان سے نہیں بلکہ تصدیق سے بھی حاصل ہوتی ہے اور ہمارے پیغمبر ﷺ کے دین میں دیگر ضروریات پر عمل پیراہ ہونے سے بھی حاصل ہوتی ہے جیسا کہ توحید، نبوت، بعث بعد الموت، ظاہری جزاء وسزا اور ایمان حقیقی کو ان تمام اشیاء کے ساتھ مقید کیا کہ یہ بطریق الیضاح ومدح ثابت ہو جائیں۔ کامیاب مومن کی جن صفات کا بیان اللہ ﷻ نے یہاں فرمایا ہے وہ یہ ہیں: (۱)...... جو مومن کامیاب ہوتے ہیں وہ اپنی نمازوں میں خشوع کرنے والے ہوتے ہیں۔ خشوع نام ہے عاجزی اور تذلل کرنے کا، اور خشوع کا استعمال اکثر اوقات اعضائے بدنیہ پر ہوتا ہے اور ضراعۃ کا استعمال غالب اعتبار سے دل پر ہوتا ہے، روایت ہے کہ جب دل میں عجز وانکساری ہو تو اعضاء بھی خوف محسوس کرتے ہیں۔ یعنی اللہ ﷻ سے خوف کرنے والے اس کی بارگاہ میں ملزم دکھائی دیتے ہیں۔ روایت ہے کہ جب سید عالم ﷺ نے نماز ادا فرمائی تو اپنی نگاہ آسمان کی جانب بلند فرمائی، پھر جب آیت نازل ہوئی تو اپنی نگاہ پھیر لی، ایک روایت میں یوں ہے کہ ایک شخص کو نماز کی حالت میں اپنی داڑھی سے کھیلتے ہوئے دیکھا تو ارشاد فرمایا: ''اگر اس کا دل خوف کھاتا تو اعضاء پر بھی اس کا اثر پڑتا''۔ (۲)...... مومنین کی دوسری صفت لغویات سے بچنا ہے۔ ہر وہ کلام جو اللہ ﷻ کے لئے نہ ہو، ہر وہ قول جو اللہ ﷻ کی جانب سے نہ ہو، جو اللہ ﷻ کے سوا کسی اور میں مشغول کردے وہ لغو ہے۔ بخاری کی روایت میں ہے: ''من قال لصاحبه والامام يخطب فقد لغا یعنی جس نے امام کے خطبے کے دوران اپنے ساتھی سے کہا خاموش ہو اس نے لغویات کہی'' (صحيح البخاري، كتاب الجمعة، باب:انصات يوم الجمعة، رقم: ۹۳۴، ص ۱۵۰، بتغير قليل) (۳)...... زکوۃ تزکیۂ نفس کے لئے واجب ہوئی ہے تا کہ نفس مذموم جسمانی صفات، دنیا کی محبت وغیرہ سے پاک وصاف ہو جائے، جیسا کہ باری ﷻ کا فرمان: ﴿خذ من اموالهم صدقة تطهرهم وتزكيهم بها یعنی اے محبوب ان کے مال میں سے زکوۃ تحصیل کرو جس سے تم انہیں ستھرا اور پاکیزہ کردو (التوبۃ: ۱۰۳)﴾ اور فلاح وکامرانی تزکیۂ نفس میں ہے جیسا کہ فرمان مقدس ہے: ﴿قد افلح من تزكى جس نے تزکیۂ نفس کیا وہ کامیاب ہو گیا (الاعلی: ۱۴)﴾، اور یہ تزکیہ فقط مال دے کر نہیں کہ دل میں دنیا کی محبت ہو اور بظاہر مال زکوۃ ادا کردی گئی بلکہ اس کی مصلحت دل سے دنیا کی محبت کو زائل کرنا ہے اور دنیا کی محبت کی مثال تمام مذموم صفات کا دل میں جڑ پکڑ جانا ہے۔ (۴)...... اپنی پاک دامنی اور عفت کی حفاظت کرنا بھی فلاح وکامرانی میں داخل ہے، زوج کا لفظ مرد وعورت دونوں کے لئے مستعمل ہے، یہاں اللہ ﷻ نے انسانی خواہش کے مطابق زوج اور باندی کو اس سے منہا کیا یعنی انسان شادی کر کے یا لونڈی خرید کر اپنی خواہش نفسانی کی تکمیل کرسکتا ہے تاہم موجودہ دور میں غلام لونڈی کا تصور نہیں لہذا فقط شادی کے ذریعے ہی خواہش کی تکمیل ممکن ہے۔ مزید آگے فرمایا، (۵)...... مومن کی صفت یہ بھی ہے کہ امانت اور عہد وپیمان کا پاس رکھے، امانت سے مراد وہ فیض الٰہی ہے جو انسان بلاواسطہ امانت کی نگہبانی کرنے سے اسے حاصل ہوتا ہے اور انسان اس فیض سے مستفیض ہوتا رہتا ہے اور عہد وپیمان سے مراد یوم میثاق کا عہد ہے کہ اللہ ﷻ کے سوا کسی کی عبادت نہ کی جائے جیسا کہ فرمان مقدس ہے: ﴿وان اعبدوني هذا صراط مستقيم اور میری عبادت کرو یہ سیدھا راستہ ہے (یس: ۶۱)﴾، یعنی انسان ظاہری وباطنی امانت میں خیانت نہ کرے بلکہ اس کی رعایت کرے اور اللہ ﷻ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرے۔ (۶)...... نمازوں کی حفاظت کرنا، فرض نمازوں کو ان کے اوقات میں تمام شرائط وواجبات کے ساتھ ادا کرنا۔ حدیث میں ہے: ''جو شخص پہلی صف میں امام کے مقابل کھڑا رہا ہے اس کے لیے سو نمازوں کا ثواب ہے، اور جو امام کے دائیں جانب کھڑا رہا ہے اس کے لئے پچھتر ۷۵ نمازوں کا ثواب ہے اور بہاری صفوں میں کھڑا رہنے والا پچیس نمازوں کا ثواب پائے گا۔ ان صفات کے حامل مومن جنت الفردوس کے وارث قرار پاتے ہیں۔ (روح البیان، ج۶، ص ۸۷ وغیرہ ملخصا وملتقطا)

استمناء بالید کے بارے میں اختلاف ائمہ:

۲......امام مالک، امام شافعی اور امام اعظم رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کے نزدیک حرام ہے، جب کہ امام احمد بن حنبل علیہ الرحمہ کے نزدیک تین شرائط کے ساتھ جائز ہے (۱)......زنا میں مبتلا ہونے کا خوف ہو، (۲)......مہر ادا کرنے اور باندی خریدنے کی استطاعت نہ ہو، (۳)...... استمناء بالید اپنے ہاتھ سے کرے نہ کہ کسی اجنبی یا اجنبیہ کے ذریعے کرائے۔ (الصاوی، ج٤، ص ١٥٢)۔ امام شافعی علیہ الرحمہ نے ﴿الا علی ازواجھم او ما ملکت ...... الخ (المومنون:٦)﴾ سے استدلال کیا ہے جب کہ امام اعظم کے نزدیک ایک قول کے مطابق جب اپنی جان پر فتنہ کا خوف ہو تو جائز ہے۔

(جلالین جهازی سائز، حاشیه نمبر ۸، ص۲۸۷)

جنت الفردوس کا بیان:

۳......تاج العروس میں فردوس کے معنی یہ ہیں کہ فردوس اس باغ کو کہتے ہیں جس کے درخت پھیلتے جائیں، یہ فارسی لغت کے اعتبار سے ہے، اور قبطی زبان میں فردوس انگور کی بیلوں کو کہتے ہیں، قاموس اور منتہی الارب میں مذکور ہے کہ فردوس پانی کی اس چھوٹی سی نہر کو کہتے ہیں جس میں ہر طرف سبزہ اگا ہوا ہو اور جس باغ کے اندر ہر طرح کے پھل و پھول ہوں (تاج العروس، ج٤، ص ٢٠٥، دار)

☆......حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ربیع بن نضر کے صاحبزادے حارثہ بن سراقہ کو بدر کے دن ایک تیر لگا نہ معلوم کس نے مارا، چنانچہ ربیع حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے حارثہ کے بارے میں بتائیں اگر وہ بھلائی کو پہنچے تو میں اچھے اجر کی امید رکھوں اور اگر انہوں نے بھلائی نہیں پائی تو میں دعا کی کوشش کروں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اے حارثہ کی ماں! جنت میں بہت سی جنتیں ہیں تمہارے بیٹے کو فردوس اعلیٰ نصیب ہوئی اور فردوس بہت بلند جنت ہے، درمیانی اور سب سے بہتر ہے''۔

(سنن الترمذی، کتاب: تفسیر القرآن، باب: سورة المومنون رقم: ٣١٨٥، ص٩٠٨)

رحم مادر سے لحد تک انسان کے مختلف ادوار:

۴......انسان مختلف ادوار سے گزرتا رہتا ہے، سب سے پہلے ماں کے رحم میں منتقل ہوتا ہے، لیکن اس سے پہلے یہ باپ کی پشت میں تھا اور باپ کی پشت سے پہلے کسی پھل، پودے یا کھیت میں نہ جانے کہاں کہاں رہ کر باپ کی پشت میں خوراک کے ذریعے منتقل ہوا، نکاح کے ذریعے باپ کی پشت سے ماں کے رحم میں نطفہ کی صورت میں چالیس دن رہتا ہے، پھر چالیس دن ہی خون کے جمے ہوئے لوتھڑے کی شکل میں رہتا ہے، پھر چالیس دن میں گوشت بن جاتا ہے، اور یوں ترقی کرتے ہوئے صحیح اعضائے انسانی کی صورت میں نو ماہ کے قریب ماں کے شکم میں رہنے کے بعد اس دنیائے ناپائیدار میں آتا ہے۔ اب یہی نومولود بچہ جو ماں کے شکم میں کئی مراحل سے گزرا ہے یہاں بھی کئی مراحل سے گزرے گا اور ایک دن سے ایک ماہ اور ایک سال، پھر نہ جانے کتنے عرصے تک اس دنیائے بے وفا میں جئے گا اور نیک و بد اعمال سے اپنے نامۂ اعمال کو پُر کرنے کے بعد پھر قبر کی منزل کی طرف رواں دواں ہوگا۔ افسوس کہ ناپائے دار دنیا سے کوچ کرنے کے بعد نا معلوم کتنی طویل زندگی قبر میں گزارنی پڑے جس کے بارے میں روایات شاہد ہیں کہ یہی قبریں جو بظاہر ایک جیسی دکھائی دیتی ہیں لیکن درحقیقت ان کے اندر کے معاملات ایک جیسے نہیں، کسی کی قبر جنت کا عالیشان باغ تو کسی کی جہنم کا عظیم گڑھا ہے۔ ماں کے پیٹ میں ارتقائی منازل طے کرنے کے بعد دنیا میں آکر انسان مزید مراحل سے گزرتے ہوئے جب قبر میں پہنچا ہے تو نہ جانے یہ قبر اس کے ساتھ کیا معاملہ کرے، اسے آغوش مادر کا سکون دے یا دبا کر ہڈیاں پسلیاں توڑ پھوڑ ڈالے، اسکی قبر جنت کا باغ بنے یا جہنم کا گڑھا، ہم نہیں جانتے کہ ہمارے ساتھ کیا ہونا ہے۔ اعمال یقیناً اچھے نہیں صرف فضل ربی پر امید ہے۔ عطائین پڑھنے پڑھانے والوں سے میری التجاء ہے کہ میرے لئے بخشش کی دعا کر دیجئے کہ طالب علم دین کی دعائیں قبول ہوتی ہیں۔

طور سینا کے پھل کا بیان:

۵.....طور سینا سے نکلنے والا درخت زیتون ہے، جو کہ مبارک درخت سینا سے نکلتا ہے، کہا جاتا ہے کہ پہاڑ حسین ودلکش ہے ،نبطیہ، حبشیہ اور سریانیہ زبان میں ایسے پہاڑ کو کہتے ہیں جو درخت سے بھرپور ہو۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ ہر وہ پہاڑ جو بہت سارے پھل دار درخت پر مشتمل ہو اسے سیناء اور سینین کہتے ہیں، ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے کہ السناء سے مراد الارتفاع (بلندی) ہے، یہی وہ پہاڑ ہے جس سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ندا فرمائی تھی اور یہ مصر اور مقام ایلہ کے مابین یا فلسطین میں ہے۔ ایک قول یہ بھی ہے سیناء اس پتھر کو کہتے ہیں جو اس پہاڑ پر پائے جاتے ہیں۔ ایک قول کے مطابق یہاں اگنے والے درخت سے مراد وہی درخت ہے جو طوفان نوح علیہ السلام کے بعد سب سے پہلے پیدا ہوا اور زمین پر تین ہزار سال تک باقی رہا۔ (الخازن، ج۳، ص ۲۷۰)

☆.....حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ائتدموا بالزیت وادھنوا بہ فانہ من شجرۃ مبارکۃ یعنی روغن زیتون کو بطور سالن استعمال کرو اور اس کا روغن لگاؤ اس لئے کہ یہ مبارک درخت سے حاصل ہوتا ہے''۔

(سنن ابن ماجہ، کتاب الاطعمۃ، باب: الزیت، رقم: ۳۳۱۹، ص ۵۵۸)

روغن زیتون بالکل زیتون کی طرح ہے، پختہ زیتون کا رس نہایت عمدہ اور بہتر ہوتا ہے اور نیم پختہ سے نکلنے والا تیل سرد خشک ہوتا ہے ارسرخ زیتون دونوں کے مابین متوسط ہوتا ہے۔ سیاہ زیتون گرم کرنے والا ہوتا ہے اور اسی میں اعتدال کے ساتھ رطب ہوتا ہے، ہر قسم کے زہر میں مفید ہے، دست آور ہے پیٹ کے کیڑوں کو نکالتا ہے، پرانا روغن زیتون بہت زیادہ گرم کن اور محلل ہوتا ہے او جو پانی کے ذریعہ نکالا جاتا ہے اس میں حرارت کم ہوتی ہے اور لطیف تر اور نفع بخش ہوتا ہے، اس کی تمام قسموں سے جلدی نرمی اور ملائمت پیدا ہوتی ہے، بالوں کی سفیدی کو روکتا ہے۔ زیتون کا نمکین پانی آتش زدہ مقام پر آبلے نہیں آنے دیتا اور مسوڑھوں کو مضبوط بناتا ہے اور برگ زیتون بدن کے سرخ دانوں اور پہلو پھنسیوں، گندے زخموں اور پتی کو روکتا ہے، پسینہ بند کرتا ہے اس کے علاوہ اس کے بے شمار فوائد ہیں۔ (طب نبوی صلی اللہ علیہ وسلم، ص ۳۹۳)

جانوروں سے حاصل ہونے والے منافع:

۶.....انسانی عقل کو قائل کرنے کے لیے طرح طرح کی مثالیں دینے کا سلسلہ قرآن میں جا بجا ملتا ہے، اب یہی جانور جن کا دودھ ہم پیتے ہیں انسان کے لئے بہترین غذا ہے، جس میں گوشت، ہڈی اور خون پیدا کرنے کے تمام ضروری اجزاء پائے جاتے ہیں۔

(۱).....گائے کے خالص سو گرام دودھ میں ۶۵ حرارے، ۳.۳ گرام پروٹین، ۳.۸ گرام چکنائی، ۴.۷ گرام لیکوز، ۱۲۰ گرام کیلشیم ،۰.۵ ملی گرام فولاد، ۰.۰۴ ملی گرام وٹامن بی، ۰.۱۰ ملی گرام وٹامن سی، ۳۵ مائیکروگرام وٹامن اے، ۵ مائیکروگرام فولک ایسڈ ہوتے ہیں۔ یہ سارے کے سارے انسانی جسم کو طاقت بخشنے میں اپنے کردار کو ادا کرتے ہیں۔ مزید یہ بھی یہی جانور ذبح کرکے کھائے بھی جاتے ہیں۔ عید قربان میں بھی ان کی قربانی پیش کی جاتی ہے۔ عام دنوں میں بھی انہیں ذبح کیا جاتا ہے اور انسان ان کے گوشت سے تلذذ اختیار کرتا ہے۔

(۲).....بھینس کے دودھ میں روغنی اجزاء زیادہ اور بکری کے دودھ میں معدنی نمکیات زیادہ ہوتے ہیں، گائے کے دودھ میں چکنائی کم جب کہ اونٹنی کے دودھ میں نوشادر کے اجزاء زیادہ ہوتے ہیں۔ دودھ ہر وقت پیا جاسکتا ہے، دن کے کسی حصے میں اس کے پینے کی ممانعت نہیں، دودھ ہمیشہ گھونٹ گھونٹ بھر کر پینا چاہیے، اس سے آکسیجن ملتی ہے اور دودھ جلد ہضم ہوجاتا ہے جو لوگ سوتے وقت دودھ پیتے ہیں انہیں اس میں فرحت اور لذت ملتی ہے، ایک تندرست جسم میں دودھ دو گھنٹوں کے اندر اندر ہضم ہوجاتا ہے۔

(۳)......بکرا اور بکری کا گوشت خون لطیف پیدا کرتا ہے، گرم مزاجوں کے موافق غذا ہے، تپ دق اور کمزوری میں اس کی یخنی مفید ہوتی ہے، فاضل اطباء کا قول ہے کہ بکری یا بکرے کے جس عضو کو کھایا جائے انسان کے اس عضو کو طاقت حاصل ہوتی ہے۔ بکرے کے گوشت کی رنگت گہری سرخ ہوتی ہے، پہاڑی بکرے کا گوشت دیر ہضم ہوتا ہے، بکرے کی گردن اور کندھے کا گوشت بہت طاقتور ہوتا ہے، بکری کا جگر مرگی کے مریضوں کے لئے مفید ہے۔

(۴)......گائے کا گوشت سوداوی امراض پیدا کرتا ہے، گنٹھیا اور دیگر دردوں میں نقصان پہنچاتا ہے، اس کا زیادہ استعمال ہونٹوں اور مسوڑھوں کو متورم کرتا ہے، یونانی اطباء کے نقطہ نظر سے دیر ہضم، غلیظ اور خراب خون پیدا کرتا ہے، سوداوی امراض کا باعث ہے۔

اغراض: فاز: اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمان ﴿المومنون﴾ یعنی مومنین اپنے مقصد میں کامیاب ہوگئے، اور ہر قسم کے مکروہات سے بچ گئے، جیسا کہ فرمان مقدس نشان ﴿فمن زحزح عن النار وادخل الجنة فقد فاز (ال عمران:۱۸۵)﴾ اور ﴿المومنون﴾ جمع ہے مومن کی، جو کہ اللہ، اس کے رسولوں، فرشتوں، کتابوں کی تصدیق کرتا ہے اور آخرت کے دن پر ایمان لاتا، اچھی بُری تقدیر پر یقین رکھتا ہے۔ کالاستمناء بالید: کا بیان حاشیہ نمبر۲ میں پڑھ لیں۔

لا غیرھم: ضمیر فصل "ھم" سے حصر کا فائدہ لیا گیا ہے، کیونکہ جملہ معرفہ دونوں طرف سے حصر کا فائدہ دیتا ہے، مراد اس سے حصر اضافی ہے نہ کہ حقیقی، اس لیے کہ یہ بات ثابت ہے کہ بچے، پاگل، نافرمان جن کا بھی ایمان پر خاتمہ ہوگا وہ معافی کے بعد جنت میں داخل ہونگے، اللہ کا فرمان ﴿ویغفر ما دون ذلک لمن یشاء (النساء:۱۱۶)﴾ ہے، ایک قول کے مطابق کہا جاتا ہے کہ "الفردوس" کی جانب اشارہ کرتے ہوئے حصر حقیقی مراد ہے اور باقی جنتوں کا بھی یہی معاملہ ہے بشرطیکہ کفر پر خاتمہ نہ ہوا ہو۔

ای الانسان نسل آدم: اس جملے میں اس جانب اشارہ ہے کہ جعلنه میں ضمیر کا مرجع الانسان ہے، لیکن اول کے معنی میں نہیں، اور کلام میں لام استخدام کا ہے، جس کی وضاحت دوسری آیت ﴿وبدا خلق الانسان من طین ثم جعل نسله من سلالة من ماء مهین (السجدة:۷تا۸)﴾ سے ہو رہی ہے۔

بنفخ الروح فیه: یہ ابن عباس، شعبی اور ضحاک کا قول ہے، ایک قول میں الخلق الاخر سے مراد دنیا میں تشریف لے آنا ہے، ایک قول میں اس سے مراد دانت اور بال کا اگنا ہے، ایک قول میں کمال شباب (جوانی) مراد ہے، جب کہ ایک قول کے مطابق تمام تر نطق وادراک وتحصیل معقولات سب کو شامل ہے، یعنی انسان اپنے تمام تر امور میں کمال کو پہنچ جائے اور بعض عارفین کے نزدیک حسی ومعنوی تمام کمال کی انتہاء تک پہنچ جانا مراد ہے۔

لانها طرق الملائكة: یعنی ساتوں آسمان اور اس کے نشیب وفراز فرشتوں کے بلند ہونے اور اترنے کے راستے ہیں، ایک قول کے مطابق طرائق بمعنی مطروقات ہے یعنی یہ راستے ایک دوسرے سے بلندی پر وضع کیے گئے ہیں۔

منع الصرف للعلمية والتانيث: یعنی علمیت پہاڑ کا نام ہونے کی بناء پر اور تانیث جگہ کا نام ہونے کی وجہ سے ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ جگہ کے نام مونث سماعی ہوتے ہیں اور انہی وجوہات کی بناء پر غیر منصرف ہے۔

ای الابل: اونٹ کو خاص طور پر اس لئے ذکر کیا کہ اس پر غالب اوقات میں لوگ سفر کرتے ہیں، پھر دیگر چوپائے کی جانب بھی نسبت کرنا جائز ہے جب کہ غالب اوقات میں لوگ گائے پر سواری نہیں کرتے۔ (الصاوی، ج۴، ص ۱۵۱ وغیرہ)

رکوع نمبر:۲

﴿وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ فَقَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ﴾ اَطِيْعُوْهُ وَوَحِّدُوْهُ ﴿مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ﴾ وَهُوَ

اسْمُ مَا وَما قَبْلَهُ الخَبرُ وَمِنْ زَائِدةٌ﴿اَفَلا تَتَّقُوْنَ(۲۳)﴾تَخَافُونَ عُقُوبَتَهُ بِعِبَادَتِكُم غيرَهُ﴿فَقَالَ الْمَلَؤُا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ﴾لِا تْبَاعِهِمْ﴿مَا هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ لا يُرِيْدُ اَنْ يَّتَفَضَّلَ﴾يَتَشَرَّفَ﴿عَلَيْكُمْ ط﴾بِاَنْ يَكُونَ مَتْبُوعًا وَانتُمْ اَتْبَاعَهُ﴿وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ﴾اَنْ لَّا يُعْبَدَ غَيرُهُ﴿لَاَنْزَلَ مَلٰٓئِكَةً صلے ج﴾بِذَالِكَ لَا بَشَرًا﴿مَّا سَمِعْنَا بِهٰذَا﴾الَّذِىْ دَعَا اِلَيهِ نُوحٌ مِنَ التَّوحِيدِ﴿فِيْٓ اٰبَآئِنَا الْاَوَّلِيْنَ(۲۴)﴾اَىِ الْاُمَمِ الْمَاضِيَةِ﴿اِنْ هُوَ﴾مَا نُوحٌ﴿اِلَّا رَجُلٌ م بِهٖ جِنَّةٌ﴾حَالَةُ جُنُونٍ﴿فَتَرَبَّصُوْا بِهٖ﴾اِنْتَظِرُوهُ﴿حَتّٰى حِيْنٍ(۲۵)﴾اِلٰى زَمَنِ مَوتِهٖ﴿قَالَ﴾نُوحٌ﴿رَبِّ انْصُرْنِيْ﴾عَلَيهِمْ﴿بِمَا كَذَّبُوْنِ(۲۶)﴾اَى بِسَبَبِ تَكْذِيبِهِم اِيَّاىَ بِاَنْ تُهْلِكَهُم قال تعالى مُجِيبًا دُعَائَهُ﴿فَاَوْحَيْنَآ اِلَيْهِ اَنِ اصْنَعِ الْفُلْكَ﴾السَّفِينَةَ﴿بِاَعْيُنِنَا﴾بِمَرأَىً مِنَّا وَحِفظِنَا﴿وَوَحْيِنَا﴾اَمرِنَا﴿فَاِذَا جَآءَ اَمْرُنَا﴾بِاِهْلَاكِهِمْ﴿وَفَارَ التَّنُّوْرُ لا﴾لِلْخَبَّازِ بِالمَاءِ وكَانَ ذٰلِكَ عَلَامَةً لِنُوحٍ﴿فَاسْلُكْ فِيْهَا﴾اَى اَدخِلْ فِى السَّفِينَةِ﴿مِنْ كُلٍّ زَوْجَيْنِ﴾ذَكَرٍ واُنْثٰى اَى مِن كُلِّ اَنوَاعِهَا﴿اثْنَيْنِ﴾ذَكَرًا وَاُنْثٰى وَهُوَ مَفعولٌ وَمِن مُتَعَلِّقٌ بِاُسْلُكْ وَفِى القِصَّةِ اِنَّ اللهَ حَشَرَ لِنُوحٍ السِّبَاعَ والطَيرَ وَغَيرَهُمَا فَجَعَلَ يَضْرِبُ بِيَدَيهِ فِى كُلِّ نَوعٍ فَيَقَعُ يَدُهُ اليُمنٰى على الذَّكَرِ واليُسرٰى على الْاُنْثٰى فَيَحْمِلُهُمَا فى السَّفِينَةِ وَفِى قِرَائَةٍ كُلٍّ بِالتَّنوِينِ فَزَوجَينِ مَفعولٌ واثْنَينِ تَاكِيدٌ لَهُ﴿وَاَهْلَكَ﴾اَىْ زَوجَتَهُ وَاَولَادَهُ﴿اِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ مِنْهُمْ ج﴾بِالْاِهلَاكِ وَهُوَ زَوجَتُهُ وَوَلَدُهُ كِنعَانُ بِخِلَافِ سَامٍ وحَامٍ ويَافِثٍ فَحَمَلَهُم وزَوجَاتِهِم ثَلٰثَةً وَفِى سُورَةِ هُودٍ وَمَنْ آمَنَ وَمَا آمَنَ مَعَهُ اِلَّا قَلِيلٌ قِيلَ كَانُوا سِتَّةَ رِجَالٍ وَنِسَائُهُم وَقِيلَ جَمِيعُ مَن كَانَ فِى السَّفِينَةِ ثَمَانِيَةٌ وَسَبعُونَ نِصْفُهُمْ رِجَالٌ وَنِصْفُهُمْ نِسَاءٌ﴿وَلَا تُخَاطِبْنِيْ فِي الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ج﴾ كَفَرُوا بِتَركِ اِهلَاكِهِم﴿اِنَّهُمْ مُّغْرَقُوْنَ(۲۷) فَاِذَا اسْتَوَيْتَ﴾اِعْتَدَلْتَ﴿اَنْتَ وَمَنْ مَّعَكَ عَلَى الْفُلْكِ فَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ نَجّٰنَا مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ(۲۸)﴾الكَافِرِينَ واِهلَاكِهِم﴿وَقُلْ﴾عِندَ نُزُولِكَ مِنَ الفُلْكِ﴿رَّبِّ اَنْزِلْنِيْ مُنْزَلًا﴾بِضَمِّ المِيمِ وَفَتحِ الزَّاءِ مَصدَرٌ اَواسْمُ مَكَانٍ وَبِفَتحِ المِيمِ وَكَسرِ الزاءِ مكان النُّزُولِ﴿مُّبٰرَكًا﴾ذٰلِكَ الْاِنزَالُ والمَكَانُ﴿وَّاَنْتَ خَيْرُ الْمُنْزِلِيْنَ(۲۹)﴾مَاذُكِرَ﴿اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ﴾المَذكُورِ مِن اَمرِ نُوحٍ والسَّفِينَةِ واِهلَاكِ الكُفَّارِ﴿لَاٰيٰتٍ﴾دَلَالَاتٍ على قُدرَةِ اللهِ تعالى﴿وَّاِنْ﴾مُخَفَّفَةٌ مِنَ الثَّقِيلَةِ وَاِسْمُهَا ضَمِيرُ الشَّانِ﴿كُنَّا لَمُبْتَلِيْنَ(۳۰)﴾مُختَبِرِينَ قَومَ نُوحٍ بِاِرسَالِهٖ اِلَيهِمْ وَوَعْظِهٖ﴿ثُمَّ اَنْشَاْنَا مِنْ بَعْدِهِمْ قَرْنًا﴾قَومًا﴿اٰخَرِيْنَ(۳۱)﴾هُم عَادٌ﴿فَاَرْسَلْنَا فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ﴾هُودًا﴿اَنِ﴾بِاَنْ﴿اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ط اَفَلَا تَتَّقُوْنَ(۳۲)﴾عِقَابَهُ فَتُؤمِنُونَ.

﴿ترجمہ﴾

اور بیشک ہم نے نوح کو اس کی قوم کی طرف بھیجا تو اس نے کہا اے میری قوم اللہ کو پوجو (اس کی اطاعت کرو اور اسے ایک مانو) اس کے

سوا تمہارا کوئی خدا نہیں (یہاں ما مشابہ بلیس فعل ناقص ہے اور العاس کا اسم ہے جبکہ لکم اس کی خبر اور من حرفِ جر زائدہ ہے) تو کیا تمہیں ڈر نہیں (یعنی کیا اللہ عَزَّوَجَلَّ کو چھوڑ کر دوسرے معبودوں کی عبادت کرنے کی وجہ سے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی سزا سے نہیں ڈرتے) تو اس کی قوم کے جن سرداروں نے کفر کیا بولے (اپنے پیروکاروں سے) یہ تو نہیں مگر تم جیسا آدمی ......ا...... چاہتا ہے کہ تمہارا بڑا (فضل وکمال کے اعتبار سے) بنے (اس طرح کہ وہ متبوع یعنی آقا ہو اور تم اس کے تابع یعنی غلام) اور اللہ چاہتا (کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ جائے) تو فرشتے اتارتا (اس کی خاطر نہ کہ انسان) ہم نے تو یہ نہ سنا (یعنی جس توحید کی حضرت سیدنا نوح علیہ السلام نے دعوت دی ہے) اگلے باپ داداؤں میں (یعنی سابقہ امتوں میں) وہ تو (یعنی حضرت سیدنا نوح علیہ السلام) نہیں مگر ایک دیوانہ مرد (جِنّة سے مراد وہ شخص ہوتا ہے جس پر جنون کی حالت طاری ہو) تو اس کا انتظار کیے رہو (تربصوا بمعنی انتظروا ہے) کچھ زمانہ تک (اس کی موت کے) نوح نے عرض کی اے میرے رب! میری مدد فرما (ان کے خلاف) اس پر کہ انہوں نے مجھے جھٹلایا (یعنی ان کے مجھے جھٹلانے کے سبب انہیں ہلاک فرما دے، پس اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ان کی دعا قبول فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا) تو ہم نے اسے وحی بھیجی کہ کشتی بنا (فلک بمعنی سفن ہے) ہماری نگاہ کے سامنے (ہمارے سامنے اور ہماری حفاظت میں) اور ہمارے حکم سے (یہاں وحی بمعنی امر ہے) پھر جب ہمارا حکم آئے (ان کو ہلاک کر دینے کا) اور تنور ابلے ......۲...... (روٹیاں پکانے والے کا پانی، تنور کا ابلنا حضرت سیدنا نوح علیہ السلام کے لئے ایک نشانی اور علامت تھا) تو اس میں بٹھا لے (یعنی داخل فرما لے) ہر جوڑے میں سے دو (یعنی نر اور مادہ ہر ایک میں سے دو، ترکیبِ کلام میں اثنین مفعول ہے جبکہ من حرفِ جر اسلک فعلِ امر کے متعلق ہے، قصہ یہ ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے حضرت سیدنا نوح علیہ السلام کی خاطر درندے اور پرندے وغیرہ جمع فرما دیئے، آپ علیہ السلام اپنے دونوں دستِ مبارک ہر نوع پر مارنے لگے دایاں دستِ مبارک نروں پر تو بایاں ماداؤں پر پڑتا اور ان دونوں کو اٹھا کر کشتی میں سوار کر دیتے، ایک قرأت کے مطابق کل کو تنوین کے ساتھ پڑھیں تو زوجین مفعول ہوگا اور اثنین اس کی تاکید) اور اپنے گھر والے (یعنی اپنی زوجہ محترمہ اور اولاد) مگر ان میں سے وہ جن پر بات پہلے پڑ چکی (ہلاکت کی، جبکہ ان سے مراد آپ علیہ السلام کی ایک کافر بیوی اور ایک بیٹا کنعان ہے بخلاف سام، حام اور یافث کے، کہ انہیں اور اپنی بقیہ تینوں ازواجِ مطہرات کو آپ علیہ السلام نے اپنے ساتھ سوار کرا لیا چنانچہ سورۂ ھود میں ہے ﴿و من امن و ما امن معه الا قليل﴾ ایک قول کے مطابق وہ چھ مرد اور عورتیں تھے، جبکہ ایک قول کے مطابق کشتی میں ۷۸ افراد تھے جن میں سے نصف مرد اور نصف عورتیں تھیں) اور ان ظالموں کے معاملہ میں مجھ سے بات نہ کرنا (جنہوں نے کفر کیا کہ ان کو ہلاک نہ کروں) یہ ضرور ڈبوئے جائیں گے۔ پھر جب ٹھیک بیٹھ لے (استویت بمعنی اعتدلت ہے) کشتی پر تُو اور تیرے ساتھ والے تو کہہ سب خوبیاں اللہ کو جس نے ہمیں ان ظالموں سے نجات دی (یعنی کافروں سے ان کو ہلاک و برباد کر کے) اور عرض کر (کشتی سے اترتے وقت) کہ اے میرے رب مجھے اتار (منزل میم کے ضمہ اور زاء کے فتحہ کے ساتھ مصدر اور اسم ہوگا یا پھر کسی جگہ کا نام یعنی اسمِ ظرف ہوگا اور اگر مَنزِل ہو تو اس سے مراد اترنے کی جگہ ہوگی) برکت والی (شے یا تو کشتی سے اترنا ہوگا یا پھر وہ) جگہ اور تو سب سے بہتر اتارنے والا ہے (انہیں جن کا تذکرہ ہوا) بیشک اس (یعنی حضرت سیدنا نوح علیہ السلام، کشتی اور کفار کی ہلاکت کے معاملہ کا جو تذکرہ ہو چکا ہے) میں ضرور نشانیاں ......۳...... (ہیں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قدرت پر، آیات بمعنی دلالات ہے)۔ اور بیشک (یہاں ان مخففه من الثقيلة ہے جس کا اسم ضمیرِ شان ہے) ضرور ہم جانچنے والے تھے (یعنی حضرت سیدنا نوح علیہ السلام کی قوم کو، ان کی جانب آپ علیہ السلام کو بھیج کر اور ان کے انہیں نصیحت کرنے سے) پھر ان کے بعد ہم نے اور سنگت (یعنی ایک قوم) پیدا کی (جو کہ قومِ عاد ہے) تو ان میں ایک رسول انہیں میں سے بھیجا (حضرت سیدنا ھود علیہ السلام کو) کہ اللہ کی بندگی کرو اس کے سوا تمہارا کوئی خدا نہیں، تو کیا تمہیں ڈر نہیں (اس کی سزا کا کہ تم ایمان لے آتے)۔

﴿ترکیب﴾

﴿ولقد ارسلنا نوحا الی قومه﴾.
و: مستانفہ، لام: قسمیہ، قد: تحقیقیہ، ارسلنا نوحا الی قومه: فعل بافاعل ومفعول وظرف لغو، ملکر قسم محذوف "نقسم" کے لیے جواب قسم، ملکر جملہ قسمیہ مستانفہ۔

﴿فقال یقوم اعبدوا الله ما لکم من اله غیره افلا تتقون﴾.
ف: عاطفہ، قال: قول، یقوم: ندائیہ، اعبدوا الله: جملہ فعلیہ مقصود بالندا، ملکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ، ما: نافیہ، لکم: ظرف مستقر خبر مقدم، من: زائدہ، اله: موصوف، غیره: صفت، ملکر مبتدا مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ مستانفہ، همزه: حرف استفہامیہ، ف: عاطفہ معطوف علی محذوف "فلاتخافون"، تتقون: فعل نفی بافاعل، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿فقال الملاء الذین کفروا من قومه ما هذاالا بشر مثلکم یرید ان یتفضل علیکم﴾.
ف: عاطفہ، قال: فعل، الملا: موصوف، الذین کفروا: صفت، ملکر فاعل، من قومه: ظرف لغو، ملکر قول، ما: نافیہ، هذا: مبتدا، الا: اداۃ حصر، بشر: موصوف، مثلکم: صفت اول، یرید: فعل بافاعل، ان یتفضل علیکم: جملہ بتاویل مصدر مفعول، ملکر صفت ثانی، ملکر خبر، ملکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿ولو شاء الله لانزل ملئکة ما سمعنا بهذا فی ابائنا الاولین﴾.
و: مستانفہ، لو: شرطیہ، شآء الله: جملہ فعلیہ ہوکر شرط، لام: تاکیدیہ، انزل ملئکة: فعل بافاعل ومفعول، ملکر جواب شرط، ملکر جملہ شرطیہ مستانفہ، ماسمعنا بهذا: فعل نفی بافاعل وظرف لغو، فی: جار، ابائنا الاولین: مرکب توصیفی مجرور، ملکر ظرف لغو ثانی، ملکر جملہ فعلیہ مستانفہ۔

﴿ان هو الا رجل به جنة فتربصوا به حتی حین﴾.
ان: نافیہ، هو: مبتدا، الا: اداۃ حصر، رجل: موصوف، به: ظرف مستقر خبر مقدم، جنة: مبتدا مؤخر، ملکر صفت، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ، ف: مستانفہ، تربصوا به: فعل امر بافاعل وظرف لغو، حتی حین: ظرف لغو ثانی، ملکر جملہ فعلیہ مستانفہ۔

﴿قال رب انصرنی بما کذبون﴾.
قال: قول، رب: ندائیہ، انصرنی: فعل امر بافاعل ومفعول، بما کذبون: ظرف لغو، ملکر مقصود بالندا، ملکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ مستانفہ۔

﴿فاوحینا الیه ان اصنع الفلک باعیننا ووحینا﴾.
ف: مستانفہ، اوحینا الیه: فعل بافاعل وظرف لغو، ان: مصدریہ، اصنع: فعل امر وضمیر ذوالحال، ب: جار، اعیننا ووحینا: مجرور، ملکر حال، ملکر فاعل، الفلک: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ بتاویل مصدر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ مستانفہ۔

﴿فاذا جاء امرنا وفار التنور فاسلک فیها من کل زوجین اثنین واهلک الا من سبق علیه القول منهم﴾.
ف: عاطفہ، اذا: شرطیہ ظرفیہ مفعول فیہ مقدم، جاء امرنا: معطوف علیہ، و: عاطفہ، فار التنور: جملہ فعلیہ معطوف، ملکر جملہ شرطیہ، ف: جزائیہ، اسلک فیها: فعل امر بافاعل وظرف لغو، من کل زوجین: ظرف مستقر حال مقدم، اثنین: ذوالحال، ملکر معطوف علیہ، و: عاطفہ، اهلک: معطوف ملکر مستثنی منہ، الا: حرف استثناء، من: موصول، سبق علیه القول منهم: جملہ فعلیہ صلہ، ملکر مستثنی، ملکر مفعول، ملکر جزا، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿ولا تخاطبنی فی الذین ظلموا انهم مغرقون﴾.

و: عاطفہ، لا تخطبنی : فعل نہی بافاعل ومفعول، فی الذین ظلموا: ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ ، انھم: حرف مشبہ واسم، مغرقون: خبر،ملکر جملہ اسمیہ تعلیلیہ۔

﴿فاذااستویت انت ومن معک علی الفلک فقل الحمد للہ الذی نجنا من القوم الظلمین﴾.

ف: مستانفہ، اذا:ظرف فیہ شرطیہ مفعول فیہ مقدم، استویت: فعل وضمیر مؤکد ، انت: تاکید ملکر معطوف علیہ، و: عاطفہ، من معک: معطوف،ملکر فاعل، علی الفلک ظرف لغو،ملکر شرط،ف: جزائیہ،قل: قول، الحمد :مبتدا، لام :جار، اللہ : موصوف، الذی نجنا من القوم الظلمین : موصول صلہ،ملکر صفت،ملکر مجرور،ملکر ظرف مستقر خبر،ملکر مقولہ، ملکر جواب شرط،ملکر جملہ شرطیہ مستانفہ۔

﴿وقل رب انزلنی منزلا مبرکا وانت خیر المنزلین﴾.

و: عاطفہ، قل: قول، رب: ندائیہ، انزل: فعل امر وضمیر ذوالحال، و: حالیہ، انت :مبتدا، خیر المنزلین :خبر،ملکر حال،ملکر فاعل، ن: وقایہ، ی: ضمیر مفعول بہ، منزلا مبارکا :مفعول مطلق،ملکر مقصود بالندا،ملکر مقولہ،ملکر جملہ قولیہ۔

﴿ان فی ذلک لایت وان کنا لمبتلین ○ ثم انشانا من بعدھم قرنا اخرین﴾.

ان: حرف مشبہ واسم، فی ذلک :ظرف مستقر خبر مقدم، لام: تاکیدیہ، ایت: اسم مؤخر،ملکر جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، ان : مخففہ "نا" ضمیر شان محذوف اسم، کنا لمبتلین: جملہ فعلیہ خبر،ملکر جملہ اسمیہ، ثم :عاطفہ، انشانا: فعل بافاعل، من بعد ھم: ظرف مستقر حال مقدم،قرنا اخرین : مرکب توصیفی ذوالحال،ملکر مفعول،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿فارسلنا فیھم رسولا منھم ان اعبدوا اللہ ما لکم من الہ غیرہ افلا تتقون﴾.

ف :عاطفہ، ارسلنا فیھم: فعل بافاعل وظرف لغو، رسولا: موصوف، منھم: ظرف مستقر صفت،ملکر مفعول، ان : مصدریہ،اعبدوا اللہ :جملہ فعلیہ بتاویل مصدر مفعول ثانی،ملکر جملہ فعلیہ، مالکم من الہ غیرہ افلا تتقون : کی ترکیب ماقبل آیت نمبر۲۳ میں گزری۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

حضرات انبیائے کرام کو اپنے جیسا کہنے کی بیماری:

۱...... مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ اس شبہ کی دو وجوہات تھیں:(۱)......حضرات انبیائے کرام کو اپنے جیسا اس لئے کہتے تھے کہ یہ سارے لوگوں کی طرح قوت، فہم،علم ،مال، فقر،صحت،مرض میں سوائے منصب رسالت کے وصف کے بظاہر برابر ہوتے ہیں، وصف رسالت کے لئے ضروری ہے بندہ اللہ عزوجل کا پیارا اور محبوب ہو، لیکن محبوب کے لیے ضروری نہیں کہ وہ وصف رسالت کا حامل ہو اور جہاں تک وصف رسالت کا تعلق ہے تو وہ محبوب ہونے کے علاوہ دیگر درجات وعزت وتعظیم میں زیادہ ہوتا ہے اور جس میں اوصاف نہ ہو وہ رسالت کا اہل بھی نہیں ہوتا۔(۲)......اگر یہ کہا جائے کہ تمام انسان مذکورہ امور میں مشترک ہیں، پھر بھی منصب رسالت کے لیے دعوی رسالت کرنا اس لئے ضروری ہوا کہ لوگ سیدھے راستے کی آگاہی کے لیے رسول کی فرمانبرداری کریں، اور درحقیقت یہی وہ شبہ تھا جو انہیں وصف نبوت ورسالت کی معرفت سے روکتا تھا، اور یہ احتمال اللہ عزوجل کے فرمان ﴿یرید ان یتفضل علیکم (المؤمنون:۲٤)﴾ سے ان کے لئے زیادہ مؤکد ہے یعنی اللہ عزوجل حضرات انبیائے کرام کی فضیلت چاہتا ہے اسی لئے فرمایا: ﴿وتکون لکما الکبریاء فی الارض یعنی تم دونوں کے لیے زمین میں بڑائی رہے(یونس:۷۸)﴾۔ (ملخص از الرازی، ج۸، ص ۲۷۱)

تنور کا ابلنا:

۲......حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے مطابق تنور سے مراد ھند میں عین الوردان کے نام سے موسوم ہے، اور شعبی کے مطابق

تنور کوفہ میں ہے، اور قتادہ کے مطابق جزیرہ عرب میں، اور حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے مطابق تنور سے مراد پو کا پھٹنا اور فجر کا طلوع ہونا ہے یعنی اس کی روشنی مراد ہے۔ (البداية والنهاية، باب قصة النوح، ج۱، ص ۱۲۵)۔

حضرت نوح علیہ السلام کی نشانیوں کی فہرست :

۳......مکمل بیان عطائین، ج۲، سورۃ ھود، صفحہ نمبر ۷۹۶ تا ۷۹۹، الاعراف، صفحہ نمبر ۲۸۲ پر ملاحظہ فرمائیں۔ اجمالاً جن نشانیوں کا بیان متذکرہ رکوع (آیت ۲۳ تا ۳۰) میں کیا گیا ہے وہ یہ ہیں: (۱)......حضرت نوح کا اپنی قوم کی طرف دعویٰ نبوت کرنا، (۲)......قوم کا انکار و شبہ پیش کرنا، (۳)......قوم کو ایک اللہ کی عبادت کی تلقین کرنا، (۴)......اللہ عزوجل کا خوف دلانا، (۵)......قوم کے بااثر لوگوں کا انہیں اپنے جیسا انسان کہنا، (۶)......سرداروں کا قوم کو وسوسہ میں ڈالنا کہ یہ تم پر بڑائی چاہتے ہیں، (۷)......منصب رسالت میں انسان اور فرشتے کے حوالے سے تردد کرنا، (۸)......بغیر کسی وجہ کے باپ دادوں کی اندھی تقلید کرتے ہوئے راہ حق کو فراموش کرنا، (۹)......حضرت نوح علیہ السلام کو مجنون کہنا، (۱۰)......قوم کا حضرت نوح علیہ السلام کو جھٹلانا اور حضرت نوح علیہ السلام کا اللہ عزوجل سے دعا کرنا، (۱۱)......کشتی بنانے کا حکم، (۱۲)......تنور کا ابلنا، (۱۳)......اس کا بیان کہ اہل کا شمار کن لوگوں پر ہوتا ہے، (۱۴)......کشتی کا مبارک جگہ پر ٹھرنا، (۱۵)......نوح علیہ السلام کے قصے میں لوگوں کے لئے عبرت کی نشانیاں ہیں۔

اغراض: الی زمن موته: لوگ آپس میں ایک دوسرے سے کہنے لگے، صبر کرو اگر یہ (حضرت نوح علیہ السلام) سچے نبی ہیں تو اللہ ان کی مدد کرے گا اور انہیں طاقتور کرے گا اور اگر ایسا نہیں ہے تو اللہ انہیں رسوا کرے گا اور ان کے حکم کو باطل کرے گا یا یہ کہ ان کے وقت تک انتظار کرو اللہ انہیں ان کا بدلہ دے گا یا تو انہیں افاقہ حاصل ہو جائے گا ورنہ انہیں قتل کر دینا۔

بمرای منا و حفظنا: اس آیت میں مجاز مرسل کے استعمال کی جانب اشارہ ہے، لازم بول کر ملزوم کا ارادہ کیا گیا ہے۔

وغیرھا: جو ماں کے پیٹ سے بچے کی صورت یا انڈے کی صورت میں پیدا ہوا، بخلاف گندگی سے پیدا ہونے والے کیڑے اور کھٹمل وغیرہ کے، کہ وہ کشتی میں سوار نہ ہوئے۔

ای زوجتــــه: حضرت نوح علیہ السلام کی دو ازواج تھیں، ایک مومنہ جو کشتی میں سوار ہوئیں اور دوسری کافرہ جو کہ سوار نہ ہوئیں، اور یہی کافرہ کنعان کی والدہ تھیں۔

بخلاف سام: سام کی کنیت ابو العرب، حام کی کنیت ابو السودان، اور یافث کی کنیت ابو الترک ہے۔

عند نزولک من الفلک: جس وقت کشتی جودی پہاڑ سے ٹکرائی وہ دس محرم الحرام کا دن تھا، اور سفر کا آغاز رجب المرجب کی دس تاریخ کو ہوا، اس طرح کل چھ ماہ تک سفر جاری رہا۔

ھــم عـــــاد: قبیلے کا نام ہے جس میں حضرت ہود علیہ السلام کو بھیجا گیا، جسے مفسر نے قوم عاد کا نام دیا اور اس قوم کے رسول حضرت ہود علیہ السلام ہوئے، یہ قول اکثر مفسرین کے نزدیک ہے، یہ بھی وجہ بیان کی جاتی ہے کہ اعراف میں حضرت نوح علیہ السلام کے قصے کے بعد انہی کا قصہ ہے اور یہ بھی وجہ ہو سکتی ہے کہ الاعراف اور الشعراء کے درمیان میں ھود نامی سورت ہے۔ (الصاوی، ج٤، ص ١٥٦ وغیره)

رکوع نمبر: ۳

﴿وَقَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِلِقَآءِ الْاٰخِرَةِ﴾ای بالمصیر الیها﴿وَاَتْرَفْنٰهُمْ﴾انعمناهم﴿فِی الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۙ مَا هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۙ يَاْكُلُ مِمَّا تَاْكُلُوْنَ مِنْهُ وَيَشْرَبُ مِمَّا

تَشْرَبُوْنَ (۳۳) وَ﴾اللهِ﴿لَئِنْ اَطَعْتُمْ بَشَرًا مِّثْلَكُمْ﴾فيه قَسمٌ وشَرطٌ والجَوابُ لِاَوَّلِهما وَهُو مُغنٍ عَن
جَوابِ الثَّانِی﴿اِنَّكُمْ اِذًا﴾اَی اِنْ اَطَعْتُموهُ﴿لَّخٰسِرُوْنَ(۳۴)﴾اَی مَغبُونُونَ﴿اَيَعِدُكُمْ اَنَّكُمْ اِذَا مِتُّمْ
وَكُنْتُمْ تُرَابًا وَّعِظَامًا اَنَّكُمْ مُّخْرَجُوْنَ(۳۵)﴾هُو خَبَرُ اِنَّكُم الْاُولٰى وَاِنَّكُم الثَّانِيةُ تَاكِيدٌ لَها لِما طَالَ الفَصلُ
﴿هَيْهَاتَ هَيْهَاتَ﴾اسْمُ فِعلٍ مَاضٍ بِمعنٰى مَصْدَرٍ اَی بَعُدَ بَعُدَ﴿لِمَا تُوْعَدُوْنَ(۳۶)﴾مِنَ الْاِخْراجِ مِنَ القُبورِ
واللَّامُ زَائِدةٌ لِلْبَيانِ﴿اِنْ هِیَ﴾اَی مَاالحيوةُ﴿اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوْتُ وَنَحْيَا﴾بِحَيوةِ اَبْنَائِنا﴿وَمَا نَحْنُ
بِمَبْعُوْثِيْنَ(۳۷)اِنْ هُوَ﴾اَی مَاالرَّسولُ﴿اِلَّا رَجُلُ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا وَّمَا نَحْنُ لَهٗ بِمُؤْمِنِيْنَ(۳۸)﴾اَی
مُصَدِّقِينَ فِی البَعثِ بَعدَ الموتِ﴿قَالَ رَبِّ انْصُرْنِیْ بِمَا كَذَّبُوْنِ(۳۹) قَالَ عَمَّا قَلِيْلٍ﴾مِنَ الزَّمانِ وَما زَائِدةٌ
﴿لَّيُصْبِحُنَّ﴾يَصِيرُونَ﴿نٰدِمِيْنَ(۴۰)﴾عَلٰى كُفرِهِمْ وَتَكذِيبِهِمْ﴿فَاَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ﴾صَيحَةُ العَذابِ
والهِلاكِ كائِنةً﴿بِالْحَقِّ﴾فَمَاتُوا﴿فَجَعَلْنٰهُمْ غُثَآءً ۚ﴾وَهُوَ نَبتٌ يَبِسٌ اَی صَيَّرناهم مِثْلَهٗ بی
اليُبْسِ﴿فَبُعْدًا﴾مِنَ الرَّحْمَةِ﴿لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ(۴۱)﴾المُكَذِّبينَ﴿ثُمَّ اَنْشَاْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ قُرُوْنًا﴾اَی
اَقْواما﴿آخَرِيْنَ(۴۲)مَا تَسْبِقُ مِنْ اُمَّةٍ اَجَلَهَا﴾بِاَنْ تَموتَ قَبلَهٗ﴿وَمَا يَسْتَاْخِرُوْنَ(۴۳)﴾عَنهُ ذُكِّرَ الضَميرُ بَعدِ
تَانِيثِهٖ رِعايَةً لِلمَعنٰى﴿ثُمَّ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا تَتْرَا ؕ﴾بِالتَّنوينِ وَعَدمِهٖ اى مُتَتابعينَ بَينَ كُلِّ اِثْنينِ زَمانٌ طَوِيلٌ
﴿كُلَّمَا جَآءَ اُمَّةً﴾بِتحقيقِ الهَمْزَتينِ وَتَسهيلِ الثانيةِ بَينهَا وَبينَ الواوِ﴿رَّسُوْلُهَا كَذَّبُوْهُ فَاَتْبَعْنَا بَعْضَهُمْ
بَعْضًا﴾فی الهلاكِ﴿وَّجَعَلْنٰهُمْ اَحَادِيْثَ ۚ فَبُعْدًا لِّقَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ(۴۴) ثُمَّ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى وَاَخَاهُ هٰرُوْنَ بِاٰيٰتِنَا
وَسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ(۴۵)﴾حُجَّةٌ بَينَةٌ وهِیَ اليَدُ والعصاء وَغيرهما مِن الْآياتِ﴿اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۠ئِهٖ فَاسْتَكْبَرُوْا
﴾عَنِ الايمانِ بِها وباللهِ﴿وَكَانُوْا قَوْمًا عَالِيْنَ(۴۶)﴾قَاهِرِينَ بَنِی اسرائيلَ بِالظُّلمِ﴿فَقَالُوْٓا اَنُؤْمِنُ لِبَشَرَيْنِ
مِثْلِنَا وَقَوْمُهُمَا لَنَا عٰبِدُوْنَ(۴۷)﴾مُطِيعونَ خَاضِعونَ﴿فَكَذَّبُوْهُمَا فَكَانُوْا مِنَ الْمُهْلَكِيْنَ(۴۸) وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى
الْكِتٰبَ﴾التوراةَ﴿لَعَلَّهُمْ﴾اَی قَومُهٗ بَنی اسرائيلَ﴿يَهْتَدُوْنَ(۴۹)﴾بِهٖ مِنَ الضَّلالةِ واُوتِيها بَعدَ هِلاكِ
فِرعونَ وَقَومِهٖ جُملَةً واحِدةً﴿وَجَعَلْنَا ابْنَ مَرْيَمَ﴾عِيسٰى﴿وَاُمَّهٗٓ اٰيَةً﴾لَمْ يَقلْ آيتينِ لِاَنَّ الاٰيَتَ فِيهِما
واحِدةٌ وِلادَتُهٗ مِن غَيرِ فَحلٍ﴿وَّاٰوَيْنٰهُمَآ اِلٰى رَبْوَةٍ﴾مَكانٍ مُرتَفِعٍ وَهوَ بَيتُ المقدسِ او دَمِشقُ او
فلسطينُ اَقوالٌ﴿ذَاتِ قَرَارٍ﴾اَی مُستَوِيةٍ لِيَستَقِرَّ عليهَا سَاكِنوهَا﴿وَّمَعِيْنٍ(۵۰)﴾ اى ماءٍ جارٍ ظاهِرٍ تَراهُ
العُيونُ.

﴿ترجمہ﴾

اور بولے اس قوم کے سردار جنہوں نے کفر کیا اور آخرت کی حاضری (یعنی آخرت تک پہنچنے) کو جھٹلایا اور ہم نے انہیں دنیا کی زندگی
میں چین دیا (یعنی نعمتیں عطا کیں) کہ یہ تو نہیں مگر ہم جیسا آدمی جو تم کھاتے ہو اسی میں سے کھاتا ہے اور جو تم پیتے ہو اسی میں سے پیتا
ہے اور (اللہ ﷻ کی قسم!) اگر تم کسی اپنے جیسے آدمی کی اطاعت کرو (اس جملہ میں قسم اور شرط دونوں پائے جا رہے ہیں لیکن جواب

صرف قسم کا ہے شرط کا نہیں، البتہ جوابِ قسم ہی جوابِ شرط سے بے پرواہ کر دینے والا ہے) جب تو تم (یعنی اگر تم نے اس کی اطاعت کی) ضرور گھاٹے میں ہو (خاسرون بمعنی مغبونون ہ یعنی ٹھگ لئے گئے ہو)۔ کیا تمہیں یہ وعدہ دیتا ہے کہ تم جب مر جاؤ گے اور مٹی اور ہڈیاں ہو جاؤ گے اس کے بعد پھر نکالے جاؤ گے (مخرجون پہلے انکم کی خبر ہے جبکہ دوسرا انکم پہلے کی تاکید کے لئے ہے، اس لئے کہ اسم اور خبر میں فاصلہ زیادہ ہو گیا تھا) کتنی دور ہے کتنی دور ہے (ھیھات اسم فعل ماضی بمعنی بَعُدَ یا بمعنی مصدر بُعْد ہے) جو تمہیں وعدہ دیا جاتا ہے (قبروں سے نکالنے کا، یہاں مــا پر لام زائدہ ہے جو کہ بیانیہ ہے) وہ (زندگی) تو نہیں مگر ہماری دنیا کی زندگی کہ ہم مرتے جیتے ہیں (اپنے بیٹوں کی زندگی کے ذریعے) اور ہمیں اٹھنا نہیں وہ (یعنی رسول) تو نہیں مگر ایک مرد جس نے اللہ پر جھوٹ باندھا اور ہم اسے ماننے کے نہیں (یعنی موت کے بعد دوبارہ زندہ ہو جانے کی تصدیق کرنے والے نہیں) عرض کی کہ اے میرے رب میری مدد فرما اس پر کہ انہوں نے مجھے جھٹلایا اللہ نے فرمایا کچھ دیر جاتی ہے (یعنی بہت کم وقت باقی رہ گیا ہے، عــما میں مــا زائدہ ہے) کہ یہ صبح کریں گے (ہو جائیں گے، اصبح بمعنی صــار ہے) پچھتاتے ہوئے (اپنے کفر اور جھٹلانے پر) تو انہیں آ لیا سچی چنگھاڑ نے (عذاب اور ہلاکت کی، جس کا وقوع یقینی تھا) تو ہم نے انہیں گھاس کوڑا کر دیا (غثــاء سے مراد ایسی گھاس ہوتی ہے جو خشک ہو چکی ہو یعنی ہم نے انہیں خشک ہو جانے میں گھاس کی مثل کر دیا) تو دور ہوں (رحمت سے) ظالم لوگ......۱...... (جھٹلانے والے) پھر ان کے بعد ہم نے پیدا کیں اور سنگتیں (یعنی قومیں) کوئی امت اپنی میعاد سے نہ پہلے جائے (کہ اس سے پہلے مر جائے) نہ پیچھے رہے (اس وقت سے، مؤنث لفظی کے بعد ضمیر کا مذکر ہونا معنی کی رعایت کی بناء پر ہے) پھر ہم نے اپنے رسول بھیجے ایک پیچھے دوسرا (تترا کو تنوین اور تنوین کے بغیر دونوں طرح پڑھا گیا ہے، یعنی ایک دوسرے کے پیچھے لگا تار، البتہ ہر دو کے درمیان طویل زمانہ تھا) جب کسی امت کے پاس آیا (جــآء امۃ میں دونوں ہمزہ تحقیق کے ساتھ ہے جبکہ دوسرے ہمزہ کو ہمزہ اور واؤ کے مابین تسہیل سے بھی پڑھا گیا ہے) اس کا رسول، انہوں نے اسے جھٹلایا تو ہم نے اگلوں سے پچھلے ملا دیئے (ہلاکت و بربادی میں) اور انہیں کہانیاں کر ڈالا تو دور ہوں وہ لوگ کہ ایمان نہیں لاتے......۲...... پھر ہم نے موسیٰ اور اس کے بھائی ہارون کو اپنی آیتوں اور روشن سند کے ساتھ بھیجا (یعنی واضح اور روشن دلیل دے کر، مثلاً چمکتے ہاتھ اور عصا وغیرہ جیسے معجزات کے ساتھ) فرعون اور اس کے درباریوں کی طرف تو انہوں نے غرور کیا (ان معجزات اور اللہ عزوجل پر ایمان لانے سے) اور وہ لوگ غلبہ پائے ہوئے تھے (یعنی بنی اسرائیل پر ظلم و جبر سے غالب آئے ہوئے تھے) تو بولے کیا ہم ایمان لے آئیں اپنے جیسے دو آدمیوں پر اور ان کی قوم ہماری بندگی کر رہی ہے (یعنی فرمانبردار و پیروکار ہے) تو انہوں نے ان دونوں کو جھٹلایا تو ہلاک کیے ہوؤں میں ہو گئے۔ اور بیشک ہم نے موسیٰ کو کتاب (یعنی تورات) عطا فرمائی کہ ان کو (یعنی بنی اسرائیل کو) ہدایت ہو......۳...... (اس کتاب کی وجہ سے گمراہ ہونے سے، نیز یہ کتاب انہیں فرعون اور اس کی قوم کی ہلاکت کے بعد یکبارگی عطا کی گئی تھی) اور ہم نے مریم اور اس کے بیٹے (حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام) کو نشانی کیا......۴...... (یہاں ایتیــن یعنی تثنیہ کا صیغہ ذکر کرنے کی بجائے صرف واحد کا صیغہ ایۃ ذکر فرمایا کیونکہ دونوں کا معجزہ ایک ہی تھا یعنی حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی بغیر باپ کے پیدائش) اور انہیں ٹھکانا دیا ایک بلند زمین (ربــوۃ بلند مکان کو کہتے ہیں لیکن یہاں اس سے مراد یا تو بیت المقدس ہے یا پھر دمشق یا پھر فلسطین، اس کے بارے میں اقوال مختلف ہیں) جہاں بسنے کا مقام (یعنی اتنا ہموار کہ اس پر وہاں کے باشندے ٹھکانہ بنا سکیں) اور نگاہ کے سامنے بہتا پانی (یعنی ایسا جاری پانی کہ آنکھیں اسے دیکھ بھی سکیں)۔

﴿ترکیب﴾

﴿وقال الملاء من قومه الذين كفروا و كذبوا بلقاء الاخرة واترفنهم فى الحيوة الدنيا ما هذا الا بشر مثلكم

﴿یاکل مما تاکلون منه ویشرب مما تشربون﴾۔

و: عاطفہ، قال: فعل، الملا: ذوالحال، من: جار، قومه: موصوف، الذین: موصوف، کفروا: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، کذبوا بلقاء الاخرة: جملہ فعلیہ معطوف اول، و: عاطفہ، اترفنهم فی الحیوة الدنیا: معطوف ثانی، ملکر صفت، ملکر مجرور، ملکر حال، ملکر فاعل، ملکر قول، ما: نافیہ، هذا: مبتدا، الا: اداۃ حصر، بشر: موصوف، مثلکم: صفت اول، یاکل: فعل بافاعل، مما تاکلون منه: ظرف لغو، ملکر معطوف علیہ، و: عاطفہ، یشرب: فعل بافاعل، مما تشربون: ظرف لغو، ملکر معطوف، ملکر صفت ثانی، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿ولئن اطعتم بشرا مثلکم انکم اذا لخسرون﴾۔

و: عاطفہ، لام: قسمیہ، ان: شرطیہ، اطعتم: فعل بافاعل، بشرا: موصوف، مثلکم: صفت، ملکر مفعول، ملکر شرط، انکم: حرف مشبہ واسم، اذا: ظرفیہ، لخسرون: اسم فاعل بافاعل، ملکر شبہ جملہ خبر جملہ اسمیہ جواب قسم، قائم مقام جواب شرط، ملکر قسم محذوف "نقسم" کے لیے جواب قسم، ملکر جملہ قسمیہ۔

﴿ایعدکم انکم اذا متم و کنتم ترابا وعظاما انکم مخرجون﴾۔

همزه: حرف استفہامیہ، یعدکم: فعل بافاعل ومفعول، انکم: حرف مشبہ واسم موکد، انکم: تاکید، اذا: ظرفیہ مضاف، متم: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، کنتم ترابا وعظما: جملہ فعلیہ معطوف، ملکر مضاف الیہ، ملکر ظرف مقدم، مخرجون: اسم مفعول بانائب الفاعل، ملکر شبہ جملہ ہوکر خبر، ملکر مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ مستانفہ۔

﴿هیهات هیهات لما توعدون﴾۔

هیهات: اسم فعل ماضی بمعنی بعد موکد، هیهات: تاکید، لام: جارزائدہ، ما توعدون: موصول صلہ ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ان هی الا حیاتنا الدنیا نموت ونحیا وما نحن بمبعوثین﴾۔

ان: نافیہ، هی: مبتدا، الا: اداۃ حصر، حیاتنا الدنیا: مرکب توصیفی ذوالحال، نموت: معطوف علیہ، و: عاطفہ، نحیا: معطوف اول، و: عاطفہ، ما: مشابہ بلیس، نحن: اسم، ب: زائدہ، مبعوثین: خبر، ملکر معطوف ثانی، ملکر حال، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ان هو الا رجل افتری علی الله کذبا وما نحن له بمومنین﴾۔

ان: نافیہ، هو: مبتدا، الا: اداۃ حصر، رجل: موصوف، افتری علی الله کذبا: معطوف علیہ، و: عاطفہ، ما: مشابہ بلیس، نحن: اسم، له: ظرف لغو مقدم، ب: زائدہ، مومنین: اسم فاعل بافاعل، ملکر شبہ جملہ ہوکر خبر، ملکر معطوف، ملکر صفت، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿قال رب انصرنی بما کذبونOقال عما قلیل لیصبحن ندمین﴾۔

قال: قول، رب: ندا، انصرنی: فعل امر بافاعل ومفعول، بما کذبون: ظرف لغو، ملکر مقصود بالندا، ملکر مقولہ ملکر جملہ قولیہ، قال: قول، عن: جار، ما: زائدہ، قلیل: مجرور، ملکر ظرف لغو مقدم، ندامین: اسم فاعل بافاعل، ملکر شبہ جملہ ہوکر، لام: قسمیہ، یصبحن: فعل ناقص واسم، ملکر جملہ فعلیہ قسم محذوف "نقسم" کے لیے جواب قسم، ملکر جملہ قسمیہ ہوکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿فاخذتهم الصیحة بالحق فجعلنهم غثاء فبعدا للقوم الظلمین﴾۔

ف: عاطفہ، اخذتهم: فعل ومفعول، الصیحة: ذوالحال، بالحق: ظرف مستقر حال، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ، ف: عاطفہ، جعلنهم: فعل بافاعل ومفعول، غثاء: مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ، ف: عاطفہ، بعدا: موصوف، للقوم الظلمین: ظرف مستقر

صفت،ملکر فعل محذوف " بعدوا" کے لیے مفعول مطلق،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ثم انشانا من بعدهم قرونا اخرين ○ما تسبق من امة اجلها وما يستاخرون﴾.

ثم انشانا......الخ : اس آیت کی ترکیب آیت نمبر ۳۱ میں گزری، ما تسبق : فعل نفی، من: زائدہ، امة: فاعل، اجلها: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، مايستاخرون : فعل نفی بافاعل،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ثم ارسلنا رسلنا تترا كلما جاء امة رسولها كذبوه﴾.

ثم: عاطفہ، ارسلنا: فعل بافاعل، رسلنا ذوالحال،تترا: حال،ملکر مفعول،ملکر جملہ فعلیہ، كلما:ظرفیہ شرطیہ،جاء امة رسولها: فعل ومفعول وفاعل، ملکر شرط، كذبوه :فعل بافاعل ومفعول،ملکر جملہ فعلیہ جزا،ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿فاتبعنا بعضهم بعضا وجعلنهم احاديث فبعدا لقوم لا يومنون﴾.

ف: عاطفہ، اتبعنا: فعل بافاعل،بعضهم : مفعول اول، بعضا: مفعول ثانی،ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، جعلنهم : فعل بافاعل و مفعول، احاديث:مفعول ثانی،ملکر جملہ فعلیہ ،ف: مستانفہ، بعدا: موصوف، لقوم لا يومنون : ظرف مستقر صفت،ملکر فعل محذوف " بعدوا" کے لیے مفعول مطلق،ملکر جملہ فعلیہ مستانفہ۔

﴿ثم ارسلنا موسى واخاه هرون بايتنا وسلطن مبين ○الى فرعون وملائه﴾.

ثم : عاطفہ، ارسلنا: فعل بافاعل، موسى: معطوف علیہ، و: عاطفہ، اخاه: مبدل منہ، هرون : بدل،ملکر معطوف،ملکر ذوالحال، ب: جار، اتينا : معطوف علیہ، و: عاطفہ، سلطن مبين : معطوف،ملکر مجرور،ملکر ظرف مستقر حال،ملکر مفعول "ابی متلبسين باتينا"، الى : جار، فرعون : معطوف، و: عاطفہ، ملائه : معطوف،ملکر مجرور،ملکر ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿فاستكبروا وكانوا قوما عالين﴾.

ف: عاطفہ، استكبروا: فعل وضمیر ذوالحال، و: حالیہ، كانوا: فعل ناقص بااسم،قوما عالين : خبر،ملکر حال،ملکر فاعل،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿فقالوا انومن لبشرين مثلنا وقومهما لنا عبدون﴾.

ف: عاطفہ، قالوا: قول،همزه: حرف استفہامیہ، نومن: فعل بافاعل، لام: جار، بشرين: موصوف، مثلنا: صفت ،ملکر ذوالحال ،و: حالیہ، قومهما: مبتدا، لنا عبدون: شبہ جملہ خبر،ملکر جملہ اسمیہ حال،ملکر مجرور،ملکر ظرف لغو،ملکر مقولہ،ملکر جملہ قولیہ۔

﴿فكذبوهما فكانوا من المهلكين﴾.

ف: عاطفہ، كذبوهما: فعل بافاعل ومفعول ملکر جملہ فعلیہ، ف: عاطفہ، كانوا: فعل ناقص بااسم، من المهلكين: ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ولقد اتينا موسى الكتب لعلهم يهتدون﴾.

و: مستانفہ ، لام قسمیہ ،اتينا: فعل "نا" ضمیر ذوالحال، لعلهم يهتدون جملہ اسمیہ حال،ملکر فاعل، موسى :مفعول اول، الكتب: مفعول ،ملکر جملہ فعلیہ قسم محذوف " نقسم" کے لیے جواب قسم،ملکر جملہ قسمیہ مستانفہ۔

﴿وجعلنا ابن مريم وامه اية وآوينهما الى ربوة ذات قرار ومعين﴾.

و: عاطفہ، جعلنا: فعل بافاعل، ابن مريم: معطوف علیہ، و: عاطفہ، امه: معطوف،ملکر مفعول، اية: مفعول ثانی،ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، اوينهما: فعل بافاعل ومفعول، الى: جار، ربوة :موصوف، ذات :مضاف، قرار: معطوف علیہ، و: عاطفہ، معين:

معطوف ، ملکر مضاف الیہ، ملکر صفت، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿تشریح توضیح و اغراض﴾

حضرت ہود وصالح علیہما السلام کی نشانیوں کا اجمالی جائزہ:

۱.....حضرت ہود اور صالح علیہما السلام کی نشانیوں کا مفصل بیان ہم عطائین، ج۲،ص ۲۸۸ تا ۲۹۷، سورۃ ھود، ص ۸۰۵ تا ۸۱۲، بیان ہو چکا ہے۔اس کے علاوہ عطائین، ج۳، النحل کے رکوع نمبر ۶ میں بھی بیان موجود ہے۔یہاں اجمالی بیان (آیت ۳۱ تا ۴۱) ہوگا۔

حضرت ہود علیہ السلام کے اجمالی قصے کا بیان: (۱).....حضرت نوح علیہ السلام کے بعد حضرت ہود علیہ السلام کا بیان، (۲).....حضرت ہود علیہ السلام کا قوم کو تبلیغ کرنا، (۳).....حضرت ہود علیہ السلام کا قوم کو تقوی کا درس دینا، (۴).....قوم کے سرداروں کی ہٹ دھرمی، (۶).....قوم نے آخرت کے معاملات کو جھٹلا دیا، (۷).....حضرت ہود علیہ السلام کو اپنے جیسا بشر کہنا، (۸).....حضرت ہود علیہ السلام کے کھانے پینے کو اپنے اوپر قیاس کرنا، (۹).....مرنے کے بعد دوبارہ اٹھائے جانے کا انکار، (۱۰).....حضرت ہود علیہ السلام کو آدمی کہنا، (۱۱).....حضرت ہود علیہ السلام پر ایمان لانے کا انکار کرنا، (۱۲).....حضرت ہود علیہ السلام کا اللہ عزوجل کی بارگاہ میں دعا کرنا، (۱۳).....نبی کو عذاب آنے پر یقین ہونا اور پیشگی خبر دینا، (۱۴).....قوم پر عذاب کا آنا۔بعض مفسرین کا قول ہے کہ یہ قصہ حضرت ہود علیہ السلام کا نہیں بلکہ حضرت صالح علیہ السلام کا ہے کیونکہ ان کی قوم نے انہیں جھٹلایا تھا اور اللہ نے ان پر زلزلہ/ چنگھاڑ کا عذاب بھیجا تھا۔

مؤمنون کی آیت نمبر ۴۲ تا ۴۴ کا اجمالی خاکہ:

۲.....عطائین، ج۲، سورۃ الاعراف میں حضرت لوط، شعیب علیہما السلام کا، سورۃ یوسف، ص ۸۵۷ تا ۹۰۱ میں حضرت یوسف علیہ السلام کا بیان، عطائین ج۳، سورۃ الانبیاء، رکوع نمبر ۶ میں حضرت ایوب علیہ السلام کا بیان، الحجر، رکوع نمبر ۵ میں حضرت لوط، علیہ السلام شعیب علیہ السلام اور یوسف علیہ السلام کا بیان موجود ہے۔المؤمنون آیت نمبر ۴۲ تا ۴۴، مفسرین کرام کا اختلاف ہے کہ یہ بیان کس نبی کی قوم کے بارے میں ہے؟ متعدد اقوال حضرت لوط علیہ السلام، شعیب علیہ السلام، ایوب علیہ السلام اور یوسف علیہ السلام کے بارے میں ملتے ہیں۔

آیات کا اجمالی بیان: (۱).....حضرت ہود علیہ السلام کے بعد دیگر رسولوں کو بھیجنے کا بیان، (۲).....وقت اجل آجانے پر تاخیر نہ ہونے کا بیان، (۳).....قوم نے رسولوں کا جھٹلایا، (۴).....ایک دوسرے کی پیروی کرنا اور ان کی باتوں کو قصہ کہانی کر دینا، (۵).....ایمان نہ لانے کا بیان۔

حضرت موسی علیہ السلام کی نشانیوں کا اجمالی خاکہ:

۳.....حضرت موسی علیہ السلام کا بیان عطائین، سورۃ البقرۃ، ج۱،ص ۸۴ تا ۹۹، ج۲، سورۃ الاعراف، ص ۳۱۹ تا ۳۶۳، سورۃ یونس، ص ۷۳۷، ج۳، سورۃ بنی اسرائیل، رکوع نمبر ۱۲ پر مفصل ہو چکا ہے۔اجمالی خاکہ (آیت ۴۵ تا ۴۹) پیش خدمت ہے: (۱).....حضرت موسی علیہ السلام وہارون علیہ السلام کو نشانیاں دیئے جانے کا بیان، (۲).....دونوں صاحبوں کو قوم فرعون کی جانب بھیجے جانے کا بیان، (۳).....قوم فرعون کا انکار کرنا اور حد سے تجاوز کرنا، (۴).....انہیں اپنے جیسا بشر کہنا، (۵).....حضرت موسی علیہ السلام وہارون علیہ السلام کو جھٹلائے جانے اور قوم کی ہلاکت کا بیان، (۶).....حضرت موسی علیہ السلام کو کتاب (توریت) دیئے جانے کا بیان، (۷).....کتاب کے ذریعے ہدایت ملنے کا بیان۔

حضرت عیسی علیہ السلام وبی بی مریم کی نشانیوں کے بیان:

عطائین، ال عمران، ج ۱، آیت ۳۵ تا ۶۳، ص ۴۳۵ تا ۴۵۶، المائدہ، آیت ۱۵۶ تا ۱۵۹، ص ۷۶۳ تا ۷۶۴، میں بھی بیان ہے۔ تاہم طلباء کی سہولت کے پیش نظر ال عمران کی متذکرہ آیات کا بیان موضوع کو مکمل کرنے کے لئے دوبارہ (المؤمنون: ۵۰) کے ضمن میں مفصل ذکر کر رہے ہیں:

حضرت بی بی مریم کی والدہ ماجدہ بی بی حنہ کی منت: مفسرین کرام کا حضرتِ عمران کے بارے میں اختلاف ہے۔ ایک قول کے مطابق عمران بن یصھر بن قاھث بن لاوی بن یعقوب جو کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام و ہارون علیہ السلام کے والد ہیں جبکہ دوسرے عمران بن آشیم بن آمون، اور تیسرے قول کے مطابق عمران ابن ماثان جو کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے بیٹے ہیں۔ یہاں یہی عمران مراد ہیں جو کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ بی بی مریم کے والد ہیں دونوں عمران یعنی بی بی مریم کے والد اور حضرت موسیٰ علیہ السلام و ہارون علیہ السلام کے والد کے مابین ایک ہزار آٹھ سو برس کا فرق ہے۔ بی بی مریم کی والدہ جنکا نام حنّہ بنت فاقوزا ہے نے منت مانی کہ میرے حمل سے جو بچہ ہوگا وہ بیت المقدس کی خدمت کیلئے وقف ہوگا۔ واقعہ اس طرح ذکر کیا جاتا ہے یہاں آیت مبارکہ میں لفظ محررا مذکور ہے۔ جس کے معنی ہیں جو خاص اللہ عزوجل کی عبادت اور بیت المقدس کی خدمت کیلئے مختص ہو۔ دنیا کی کوئی چیز اسے اپنی طرف مشغول نہ کر سکے۔ اس وقت ایسی خدمت کیلئے لڑکے ہی مختص کئے جاتے تھے لڑکیاں عوارض زنانہ کیوجہ سے یہ کام نہ کر سکتی تھیں۔ حضرت بی بی حنہ کی بہن جنکا نام ایشاع تھا حضرت زکریا علیہ السلام کی زوجہ اور حضرت یحییٰ علیہ السلام کی والدہ ہیں حضرت بی بی حنہ کی اولاد نہ تھی اور یہ گھرانہ صالحین کا گھرانہ تھا، ایک روز حنہ نے ایک درخت کے سایہ میں ایک چڑیا دیکھی جو اپنے بچوں کو بھرا رہی تھیں یہ دیکھ کر آپ کے دل میں اولاد کا شوق پیدا ہوا اور بارگاہ الٰہی عزوجل میں دعا کی کہ یارب! اگر تو مجھے بچہ دے تو میں اسے بیت المقدس کا خادم بناؤں گی اور اس خدمت کیلئے حاضر کردوں گی جب وہ حاملہ ہوئیں اور بی بی مریم کو جنم دیا تو اللہ رب العالمین سے عرض گزار ہوئیں کہ اے اللہ عزوجل! میں نے لڑکی کو جنم دیا ہے لیکن اللہ رب العالمین نے لڑکی کو بھی قبول فرمایا۔

فضائل بی بی مریم: اللہ رب العالمین نے ارشاد فرمایا ﴿وَلَيْسَ الذَّكَرُ كَالْأُنْثٰى﴾ مطلب اسکا یہ ہے کہ یہ لڑکی لڑکے کی مثل نہیں ہے، یہ لڑکی عوارضِ زنانہ سے مبرا ہے۔ ایک معنی اس آیت کا یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ لڑکا مسجد کی خدمت کیلئے مطلوب ہوتا ہے جبکہ یہ لڑکی اللہ عزوجل کے گھر کیلئے ہبہ کی گئی ہے۔ بی بی مریم خوب صورتی اور فضیلت میں اس وقت کی عورتوں سے ممتاز تھیں جبکہ مریم کے معنی عابدہ اور اللہ عزوجل کے گھر کی خادمہ کے ہیں۔ بی بی مریم کو یہ بھی فضیلت حاصل ہے کہ بوقتِ ولادت شیطان نے انکو نہ چھوا جیسا کہ حدیث مبارکہ میں ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''کوئی آدم کی اولاد ایسی نہیں کہ جسے ولادت کے وقت شیطان نے نہ چھوا ہو سوائے بی بی مریم اور اسکے بیٹے کے۔'' بی بی مریم ایک دن میں اتنا بڑھتی تھیں جتنا عام بچہ ایک سال میں بڑھتا ہے۔ حنہ نے ولادت کے بعد حضرت مریم کو ایک کپڑے میں لپیٹ کر بیت المقدس میں احبار کے سامنے رکھ دیا، یہ احبار حضرت ہارون علیہ السلام کی اولاد میں سے تھے اور بیت المقدس میں انکا منصب ایسا تھا جیسا کہ کعبہ مشرفہ میں حجبہ کا۔ چونکہ حضرت زکریا علیہ السلام رشتے میں بی بی مریم کے خالو اور بیت المقدس کے امام تھے اور انکے ہاں بھی اس وقت تک اولاد نہ تھی لہذا انہوں نے چاہا کہ انکی پرورش کی خدمت یہ سرانجام دیں، علماء نے بغیر قرعہ کے یہ خدمت انکے سپرد کرنے سے انکار کیا جن کی تعداد ۲۹ تھی اور اس بات پر راضی ہوئے کہ سب اپنے اپنے قلم پانی پر چھوڑ دیں جس کا قلم پانی پر بلند ہو کر ٹھہر جائے وہ انکی کفالت کرے گا چنانچہ جتنی بار ایسا کیا گیا حضرت زکریا علیہ السلام کے قلم میں یہ بات پائی گئی۔ ایک قول کے مطابق یہ دریائے اردن تھا۔ جس کمرے میں بی بی مریم کو رکھا تھا ایک قول کے مطابق وہ مسجد کا محراب تھا۔ حضرت زکریا علیہ السلام جاتے وقت سات دروازوں میں تالا لگا کر تشریف لے جاتے اور جب آتے تو ان کے پاس بے موسم کے پھل پاتے

۔حضرت زکریا علیہ السلام کے پوچھنے پر بی بی بیان کرتیں کہ جنت سے میرے لیے آئے ہیں۔ایک قول یہ ہے جب بی بی مریم کی ولادت ہوئی تو انہوں نے ماں کا دودھ نہ پیا بلکہ انکے پاس جنتی رزق آتا تھا اور جس طرح بی بی مریم نے حضرت زکریا علیہ السلام کے استفسار پر کم سنی میں کلام کیا اسی طرح آپکے فرزند نے بھی جھولے میں آپکی عفت کی گواہی دی۔یہ آیت کرامتِ اولیاء اور ظہورِ خرق عادت پر بیّن دلیل ہے کہ اللہ تعالی جب بی بی مریم کے پاس صغر سنی میں بے موسم کے پھل لاسکتا ہے تو وہ رب العالمین بڑھاپے کی حالت میں حضرت زکریا علیہ السلام کو اولاد بھی دے سکتا ہے۔

دعائے زکریا: حضرت زکریا علیہ السلام محراب میں داخل ہوئے اور اسکا دروازہ بند کردیا اور اللہ عزوجل سے فرزند کی دعا کی، اللہ عزوجل نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کے ذریعے فرزند کی خوش خبری سنائی۔حضرت زکریا علیہ السلام نے اولاد کی دعا اس وقت مانگی جس وقت آپکی عمر مبارک ۱۲۰ سال اور آپکی زوجہ محترمہ کی عمر ۹۸ سال تھی۔

بی بی مریم کی تمام عورتوں پر فضیلت: مذکورہ آیت مبارکہ میں ملائکہ سے مراد جبرائیل علیہ السلام ہیں۔اللہ عزوجل نے بی بی مریم کو حیض ونفاس سے پاک کیا کہ انہیں حیض آتا ہی نہ تھا ایک قول یہ بھی ملتا ہے کہ اللہ عزوجل نے آپ کو گناہوں سے پاک کیا اور اس وقت کی تمام عورتوں پر آپ کو فضیلت عطا فرمائی جبکہ ایک قول کے مطابق تمام عالمین کی عورتوں پر آپ کو فضیلت عطا فرمائی۔(الخازن ج ۱،ص ۲٤٤)

تفسیر صاوی میں ہے کہ پانچ خواتین افضل ہیں مریم، خدیجہ، فاطمہ، عائشہ اور آسیہ بنت مزاحم زوجہ فرعون رضی اللہ عنھم اجمعین، بی بی آسیہ اور بی بی مریم جنت میں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج میں سے ہونگی۔ (الصاوی، ج ۱،ص ۲۳٤)

☆......حضرت ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''فَضلُ عَائِشَةَ عَلَى النِّسَاءِ كَفَضلِ الثَّرِيدِ عَلَى سَائِرِ الطَّعَامِ كَمَلَ مِنَ الرِّجَالِ كَثِيرٌ وَلَمْ يَكْمُلْ مِنَ النِّسَاءِ إِلَّا مَرْيَمُ بِنْتُ عِمرَانَ وَآسِيَةُ امْرَأَةُ فِرْعَوْنَ'' یعنی عائشہ صدیقہ طیبہ طاہرہ کی فضیلت تمام خواتین میں ایسی ہے جیسے ثرید کی فضیلت تمام کھانوں پر، مردوں میں کئی مرد کامل ہوئے ہیں، لیکن عورتوں میں کامل صرف مریم بنت عمران اور آسیہ زوجہ فرعون ہیں۔ (صحیح البخاری، کتاب احادیث الانبیاء،باب قول الله تعالی، رقم: ۳٤۳۳،ص ۵۷۸)

☆......حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا﴿حَسْبُكَ مِنْ نِسَاءِ الْعَالَمِينَ مَرْيَمُ ابْنَةُ عِمْرَانَ وَخَدِيجَةُ بِنْتُ خُوَيْلِدٍ وَفَاطِمَةُ بِنْتُ مُحَمَّدٍ وَّآسِيَةُ امْرَأَةُ فِرْعَوْنَ﴾ یعنی تمام جہان کی عورتوں میں مریم بنت عمران، خدیجہ بنت خویلد، فاطمہ بنت محمد اور آسیہ زوجہ فرعون کی فضیلت جاننا بہتر ہے۔

(سنن الترمذی، کتاب المناقب،باب فضل خدیجة رضی الله عنها،رقم: ۳۹۰٤،ص ۱۰۹۸)

مسیح کے معنی: مشہور یہ ہے کہ مسیح حضرت عیسی علیہ السلام کا لقب ہے اور یہ لقب انکی عزت افزائی کے لیے ہے جیسا کہ کسی کا لقب فاروق ہوتا ہے۔اور اسکی اصل یہ ہے کہ لفظ مسیح کو عبرانی زبان میں مشیح کہتے ہیں جسکا معنی ہے مبارک (برکت والا) بعض کے نزدیک لفظ عیسی معرب ہے ایشوع سے جسکے معنی سید ہیں۔کثیر سلف وصالحین کے نزدیک لفظ مسیح المسح سے مشتق ہے اور حضرت عیسی علیہ السلام پر اس لفظ کے اطلاق کی وجہ کے بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے بعض کہتے ہیں کہ انکا مسح باعث برکت ہوتا تھا، جبکہ یہ بھی کہا گیا ہے کہ جب وہ اندھے کی آنکھوں پر مسح کرتے تو وہ دیکھنے لگتا، ایک قول یہ بھی ہے جب وہ بیمار یا آفت زدہ پر ہاتھ پھیرتے تو وہ بیمار ٹھیک ہوجاتا ،ایک قول یہ بھی ملتا ہے کہ وہ زیتون کے تیل سے مسح کرتے جس میں برکت رکھی گئی ہے۔دیگر انبیاء کرام علیہم السلام بھی زیتون کے تیل سے مسح کیا کرتے تھے، ایک قول یہ بھی ملتا ہے کہ حضرت عیسی علیہ السلام کی ولادت کے وقت جبرائیل علیہ السلام نے اپنے بازو سے ان پر مسح کیا تھا جسکی وجہ سے وہ شیطان مردود کے شر سے پناہ میں آگئے۔

(روح المعانی ،الجزء الثالث،ص ۲۱۳)

بغیر نکاح کے اولاد کی نعمت: حضرت بی بی مریم نے اپنے پروردگار ﷻ سے عرض کی: "اے اللہ! میرے ہاں اولاد کیوں کر ہوگی جبکہ میں نے نکاح نہیں کیا اور نہ ہی نکاح کا ارادہ کیا اور نہ ہی میں بدکردار ہوں؟" فرشتے نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے جواب دیا: "بات تو یوں ہی ہے جیسا تم کہتی ہو لیکن اللہ تعالیٰ بڑی قدرت والا ہے اسے کوئی چیز عاجز نہیں کر سکتی وہ جو چاہے پیدا کرتا ہے۔" حضرت زکریا علیہ السلام کے سوال کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے ﴿یفعل مایشاء﴾ فرمایا تھا تاکہ کسی انکار کرنے والے کیلئے کوئی شبہ باقی نہ رہے پھر مزید تاکید کیلئے فرمایا کہ جب وہ کسی کام کا ارادہ فرمالیتا ہے تو بس اتنا ہی کہتا ہے کہ ہو جا تو وہ فوراً ہو جاتا ہے، مطلب یہ ہے کہ اسکے حکم کے بعد ایک لحہ کی بھی تاخیر نہیں ہوتی جیسا کہ اللہ ﷻ نے ارشاد فرمایا ﴿وَمَا أَمْرُنَا إِلَّا وَاحِدَةٌ كَلَمْحٍ بِالْبَصَرِ (القمر: ۵۰)﴾

(ابن کثیر ج ۱، ص ۴۵۰)

عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات: اکثر قراء حضرات نے لفظ طیر کو جمع پڑھا ہے کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بہت سارے پرندے بنائے تھے جبکہ جعفر، نافع اور یعقوب نے طائر کو مفرد پڑھا کیونکہ ان میں سے ایک طائر تھا۔ امام بغوی کا قول یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے سوائے چمگادڑ کے کوئی پرندہ نہ بنایا۔ چمگادڑ کو اسلئے خاص کیا کہ یہ پرندوں میں سب سے کامل ترین ہے کیونکہ اسکے پستان اور دانت ہوتے ہیں، اسے حیض آتا ہے۔ حضرت وہب فرماتے ہیں کہ جب تک لوگ اسے دیکھتے رہتے وہ اڑتا رہتا ہے لیکن جب لوگوں کی آنکھوں سے اوجھل ہوتا تو گر کر مر جاتا، ایسا صرف اس لئے ہوتا تھا کہ براہِ راست خدائی تخلیق اور بندہ کی وساطت سے تخلیق میں فرق واضح ہو جائے۔

(المظھری، ج ۲، ص ۴۷۴)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں طب کو انتہائی عروج حاصل تھا اس لئے انکو اسی قسم کے معجزے عطا کئے گئے تاکہ معلوم ہو کہ طب کے طریقے سے جس کا علاج ممکن نہ ہو اسکو تندرست کر دینا یقیناً معجزہ ہے اور نبی کے صدق نبوت کی دلیل ہے۔ اکثر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس پچاس پچاس ہزار مریضوں کا اجتماع ہو جاتا تھا۔ ان میں جو چل سکتا تھا وہ حاضر خدمت ہوتا اور جسے چلنے کی قدرت نہ ہوتی اسکے پاس حضرت عیسیٰ علیہ السلام خود تشریف لے جاتے اور دعا فرما کر اسے تندرست کر دیتے اور یہ شرط ٹھہرا لیتے کہ وہ آپ کے اللہ تعالیٰ کی جانب سے رسول ہونے پر ایمان لے آئے گا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے چار شخصوں کو زندہ کیا۔ ایک عاذر کہ اسکی وفات کے تین دن بعد آپ نے اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائی تو وہ باذن الٰہی زندہ ہو کر قبر سے باہر آیا اور مدت تک زندہ رہا۔ ایک بڑھیا کے لڑکے کا جنازہ جا رہا تھا آپ نے دعا فرمائی وہ زندہ ہو کر نعش برداروں کے کندھے سے اتر پڑا زندہ رہا اور اس کے ہاں اولاد بھی ہوئی۔ ایک عاشر کی لڑکی کا انتقال ہوا اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دعا سے اسے زندہ کیا۔ حضرت سام بن نوح کو انتقال کے ہزاروں سال بعد لوگوں کی خواہش پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے زندہ کیا اور وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائے اور اسی وقت انکا انتقال ہو گیا۔

(ماخوذ از خزائن العرفان حاشیہ ۱۰۱، ۱۰۲)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا غیب کی خبریں دینا: کہا جاتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک آدمی کو ہر اس چیز کی خبر دیتے جو اس نے گذشتہ رات کھایا، جو وہ آج کھائے گا اور جو اس نے رات کے لئے ذخیرہ کیا ہے اور ایک قول یہ بھی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کتاب کی تعلیم کے دوران بچوں سے ان کے گھر میں بنائی جانے والی چیز کے بارے میں باتیں کرتے۔ آپ ایک لڑکے سے فرماتے جاؤ تیرے گھر والوں نے فلاں فلاں چیز کھائی ہے اور تیرے لئے یہ چیز رکھی ہے، وہ بچہ گھر جاتا روتا یہاں تک کہ گھر والے اسے وہ چیز دیتے اور پوچھتے: تجھے یہ کس نے بتایا؟ تو بچہ کہتا حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے۔ پس لوگوں نے بچوں کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جانے سے منع کر دیا اور کہا تم اس جادوگر سے نہ ملا کرو۔ لوگوں نے اپنے بچوں کو ایک گھر میں جمع کر دیا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام بچوں کی تلاش میں ان کے پاس آئے تو لوگوں

نے کہا بچے یہاں نہیں ہیں۔ آپ نے پوچھا اس گھر میں کیا ہے؟ لوگوں نے کہا خنازیر ہیں۔ حضرت عیسی علیہ السلام نے فرمایا چلو ایسے ہی سہی۔ جب لوگوں نے دروازہ کھولا تو سب بچے خنزیر بن چکے تھے۔ یہ بات بنی سرائیل میں پھیل گئی تو بنی اسرائیل نے آپ کو نقصان پہنچانے کا ارادہ کیا، آپ کی والدہ ان کے ارادے بھانپ گئیں، پس آپ نے حضرت عیسی علیہ السلام کو ایک دراز گوش پر سوار کیا اور آپ کو سرزمین مصر کی طرف لیکر چلی گئیں۔ حضرت قتادہ فرماتے ہیں کہ یہ واقعہ مائدہ (دسترخوان) کے بارے میں ہوا جہاں کہیں وہ ہوتے من وسلوی جیسا کھانا ان پر نازل ہوتا، انہیں حکم دیا گیا اس میں خیانت نہ کریں اور نہ ہی اس کو ذخیرہ کریں، انہوں نے اس میں خیانت بھی کی اور ذخیرہ بھی کیا۔ حضرت عیسی علیہ السلام نے انہیں اس کے بارے میں بھی آگاہ کیا جو انہوں نے کھانا کھایا تھا اور اس کے بارے میں بھی آگاہ کیا جو انہوں نے ذخیرہ کیا تھا، اللہ تعالی نے انہیں خنزیروں کی صورت میں مسخ کر دیا۔ یہ حضرت عیسی علیہ السلام کی نبوت پر واضح دلیل ہے اور آپ کا عظیم معجزہ ہے۔ (الخازن، ج۱، ص۲۴۷، ۲۴۸)

حواری کسے کہتے ہیں؟ حواری خاص دوست کو کہتے ہیں یہ حور سے مشتق ہے جسکے معنی خالص سفیدی کے ہیں۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے کلمات تین مرتبہ ارشاد فرمائے، جب آپ نے لوگوں کو غزوۂ خندق کی دعوت دی، ہر مرتبہ زبیر بن عوام نے لبیک کہی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''ہر نبی کا کوئی نہ کوئی حواری ہوتا ہے، میرا حواری زبیر ہے۔'' قاموس میں ہے کہ حواری سے مراد مددگار یا انبیاء کا مددگار، دھوبی اور گہرا دوست ہے۔ (المظھری، ج۱، ص۴۷۷)

اسی سے حواریات ہیں یعنی وہ دیہاتی عورتیں جن کی رنگت صاف ہو۔ حضرت عیسی علیہ السلام کے ساتھیوں کو بھی انکے خلوصِ نیت اور گہری دوستی کی وجہ سے حواری کہتے ہیں۔ ایک قول یہ بھی ملتا ہے کہ اس سے مراد وہ بادشاہ ہیں جو سفید کپڑے پہنتے تھے جن سے حضرت عیسی علیہ السلام مدد طلب کرتے تھے، ایک قول یہ بھی ہے کہ یہ دھوبی تھے جو کپڑوں کو دھو کر سفید کر دیتے تھے (البیضاوی، ج۱، ص۲۶۴) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حواری سے مراد حضرت عیسی علیہ السلام کے ۱۲ اصفیاء ہیں۔

(تنویر المقباس من تفسیر ابن عباس، ص۶۲)

حضرت عیسی علیہ السلام کا آسمان پر اٹھایا جانا: علامہ ابو البرکات نسفی فرماتے ہیں کہ متوفیک کا معنی یہ ہے کہ میں تجھے پناہ دونگا اس بات سے کہ کافر تجھے قتل کریں اور تجھے بغیر ضرب یا قتل کے موت دونگا کہ کافر تجھے اپنے ہاتھوں سے قتل نہ کرسکیں گے یا متوفیک کے معنی یہ ہیں کہ تیرے آسمان سے نزول کرنے کے بعد تیری موت کا وقت آجانے پر تجھے موت دونگا اور ایک قول یہ بھی ملتا ہے کہ تجھے حالت نیند میں اٹھالونگا تاکہ تجھے کوئی خوف نہ ہو اور جب تو بیدار ہو تو آسمان میں حالت امن میں ہو۔ (المدارك، ج۱، ص۲۵۹ ملخصا)

☆...... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''وَالَّذِی نَفْسِی بِیَدِهِ لَیُوشِكَنَّ أَنْ یَنْزِلَ فِیكُمُ ابْنُ مَرْیَمَ حَكَمًا عَدْلًا فَیَكْسِرُ الصَّلِیبَ وَیَقْتُلُ الْخِنْزِیرَ وَیَضَعُ الْجِزْیَةَ وَیَفِیضُ الْمَالُ حَتَّى لَا یَقْبَلَهُ أَحَدٌ حَتَّى تَكُونَ السَّجْدَةُ الْوَاحِدَةُ خَیْرًا مِنَ الدُّنْیَا وَمَا فِیهَا یعنی اس ذات کی قسم! جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، عنقریب تم میں حضرت عیسی علیہ السلام نازل ہونگے جو کہ عدل کرنے والے حاکم ہونگے، صلیب توڑیں گے، خنزیر کو قتل کریں گے، جزیہ موقوف کر دیں گے، مال اتنا بڑھ جائے گا کہ کوئی اسے لینے والا نہ ہوگا یہاں تک کہ ایک سجدہ دنیا و مافیہا سے بہتر ہوگا۔ پھر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر تم چاہو تو یہ آیت پڑھ لو ﴿وَإِنْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا لَیُؤْمِنَنَّ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ وَیَوْمَ الْقِیَامَةِ یَكُونُ عَلَیْهِمْ شَهِیدًا﴾''۔

(صحیح البخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب نزول عیسی ابن مریم، رقم: ۳۴۴۸، ص۵۸۱)

☆...... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آقائے دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''لَیْسَ بَیْنِی وَبَیْنَهُ نَبِیٌّ یَعْنِی عِیسَى وَإِنَّهُ نَازِلٌ

فَإِذَا رَأَيْتُمُوهُ فَاعْرِفُوهُ رَجُلٌ مَرْبُوعٌ إِلَى الْحُمْرَةِ وَالْبَيَاضِ بَيْنَ مُمَصَّرَتَيْنِ كَأَنَّ رَأْسَهُ يَقْطُرُ وَإِنْ لَمْ يُصِبْهُ بَلَلٌ فَيُقَاتِلُ النَّاسَ عَلَى الْإِسْلَامِ فَيَدُقُّ الصَّلِيبَ وَيَقْتُلُ الْخِنْزِيرَ وَيَضَعُ الْجِزْيَةَ وَيُهْلِكُ اللّٰهُ فِي زَمَانِهِ الْمِلَلَ كُلَّهَا إِلَّا الْإِسْلَامَ وَيُهْلِكُ الْمَسِيحَ الدَّجَّالَ فَيَمْكُثُ فِي الْأَرْضِ أَرْبَعِينَ سَنَةً ثُمَّ يُتَوَفّٰى فَيُصَلِّي عَلَيْهِ الْمُسْلِمُونَ

میرے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے درمیان کوئی نبی نہیں ہے، بیشک عیسیٰ علیہ السلام اترنے والے ہیں۔ تم اگر انہیں دیکھو تو پہچان لینا کہ وہ درمیانے قد کے آدمی ہیں، انکی رنگت سرخ اور سفید ملی جلی ہے، یوں محسوس ہوگا کہ انکے سر سے پانی ٹپک رہا ہو مگر ان کے سر پر تری نہ ہوگی۔ وہ دینِ اسلام کے مقابلے میں دوسرے لوگوں کو قتل کرینگے، صلیب توڑیں گے، خنزیر کو قتل کرینگے، جزیہ موقوف کرینگے، انکے زمانے میں اللہ تعالیٰ سوائے مسلمانوں کے تمام ادیان والوں کو ہلاک کر دے گا، حضرت مسیح علیہ السلام دجال کو قتل کرینگے، زمین میں چالیس سال قیام کرینگے پھر انکا انتقال ہوگا مسلمان انکی نماز جنازہ ادا کرینگے''۔

(ابو داؤد، کتاب الملاحم، باب خروج الدجال، رقم: ٤٣٢٤ ص ٨٠٥)

جس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تخلیق بغیر باپ کے ہوئی ہے، اسی طرح حضرت آدم علیہ السلام کو مٹی سے بغیر ماں باپ کے پیدا کیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہو جا بغیر باپ کے تو عیسیٰ علیہ السلام بغیر باپ کے پیدا ہوئے اور یہی بات سچی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نہ تو خدا ہیں نہ ہی اس کی اولاد اور نہ ہی اسکے شریک۔

(تنویر المقباس من تفسیر ابن عباس، ص ٦٣)

اغراض :اجلها: میں ھا ضمیر امۃ کی طرف راجع ہے، اور یستاخرون میں موجود ضمیر کا مرجع بھی امۃ ہی ہے، کیونکہ اجلها میں مرجع ہونے کا مقصود باعتبار لفظ ہے جب کہ یستاخرون میں موجود ضمیر کے مرجع ہونے کا مقصود باعتبار معنی ہے اس کی وجہ یہ بھی ہے کہ یہاں ''امۃ'' قوم کے معنی میں ہے۔

تترا :اس میں تاء واو سے تبدل کی ہوئی ہے، اصل وترا ہے، اگر واو کے بغیر مانا جائے تو اس کے معنی مواصلت و مدارکت ہوگا یعنی ایک کے بعد دوسرے کا آنا جبکہ التتر کا معنی ہے پے در پے آنا اور اسی معنی کی مناسبت سے شارح نے فرمایا کہ ہر دو زمانوں کے درمیان ایک طویل زمانہ موجود ہے۔

(الجمل، ج٥، ص ٢٤٠)

لان الایۃ فیھما واحدۃ: اس لیے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت باسعادت بغیر باپ کے عادتاً محال صورت کی بناء پر ہوئی، اس لیے مناسب ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت بی بی مریم کی جانب کر دی جائے۔ وھو بیت المقدس: مراد زمین میں اعلیٰ درجے کا مکان ہے، اس کے اعلیٰ درجے پر ہونے کی وجہ یہ ہے کہ دوسرے مقامات کے مقابلے میں زمین سے اٹھارہ میل بلند آسمان سے قریب ہے۔

(الصاوی، ج٤، ص ١٦٠)

رکوع نمبر: ۴

﴿يٰۤاَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبٰتِ﴾ الحَلالاتِ ﴿وَاعْمَلُوْا صَالِحًا ط﴾ مِن فرضٍ وَنفلٍ ﴿اِنِّيْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ (٥١)﴾ ﴿فَاُجَازِيكُم عليهِ﴾ ﴿وَ﴾ اعلَموا ﴿اِنَّ هٰذِهٖۤ﴾ اَى مِلَّةَ الاِسلامِ ﴿اُمَّتُكُمْ﴾ دِينُكُم اَيُّهَا المُخاطبونَ اَى يَجِبُ اَنْ تَكُونُوا عليها ﴿اُمَّةً وَّاحِدَةً﴾ حالٌ لَازِمَةٌ وفِي قِرائَةٍ بِتَخفِيفِ النُّونِ وَ فِي اُخرٰى بِكَسرِها مُشَدَّدَةً اِستِينافًا ﴿وَّاَنَا رَبُّكُمْ فَاتَّقُوْنِ (٥٢)﴾ فَاحذَرونِ ﴿فَتَقَطَّعُوْۤا﴾ اَيِ الاتباعُ ﴿اَمْرَهُمْ﴾ دِينَهُم ﴿بَيْنَهُمْ زُبُرًا ط﴾ حالٌ مِنْ فَاعِلِ تَقَطَّعوا اَى اَحزابًا مُتخالِفِينَ كَاليَهودِ والنَّصارٰى وَغيرِهِما ﴿كُلُّ حِزْبٍ ۢ بِمَا لَدَيْهِمْ﴾ اَى عِندَهُم مِنَ الدينِ ﴿فَرِحُوْنَ (٥٣)﴾ مَسرورونَ ﴿فَذَرْهُمْ﴾ اُترُكْ كُفارَ مكةَ ﴿فِيْ غَمْرَتِهِمْ﴾

﴾ضَلَالَتِهِم ﴿حَتّٰى حِيْنٍ(٥٤)﴾اى حِينَ مَوتِهِم﴿اَيَحْسَبُوْنَ اَنَّمَا نُمِدُّهُمْ بِهٖ ﴾نُعْطِيهِم﴿مِنْ مَّالٍ
وَّبَنِيْنَ(٥٥)﴾فِى الدنيا﴿نُسَارِعُ ﴾نُعَجِّلُ ﴿لَهُمْ فِى الْخَيْرٰتِ ط ﴾لا ﴿بَلْ لَّا يَشْعُرُوْنَ(٥٦)﴾اَنَّ ذالك اِستِدراجٌ
لَهُم﴿اِنَّ الَّذِيْنَ هُمْ مِّنْ خَشْيَةِ رَبِّهِمْ ﴾خَوفِهِم مِنهُ﴿مُّشْفِقُوْنَ (٥٧) ﴾خَائِفُونَ مِن عَذَابِهٖ﴿وَالَّذِيْنَ هُمْ
بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ ﴾القران﴿يُؤْمِنُوْنَ (٥٨)﴾يُصَدِّقُونَ﴿وَالَّذِيْنَ هُمْ بِرَبِّهِمْ لَا يُشْرِكُوْنَ(٥٩)﴾مَعَهُ غَيرَهُ﴿وَالَّذِيْنَ
يُؤْتُوْنَ ﴾يُعطُونَ ﴿مَآ اٰتَوْا﴾اَعطَوا مِنَ الصَّدقةِ والاَعمالِ الصَّالِحَةِ ﴿وَّقُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ ﴾خَائِفَةٌ اَنْ لَا
تُقبَلُ مِنهُم﴿اَنَّهُمْ ﴾يُقَدَّرُ قَبْلَهُ لامُ الجَرِّ ﴿اِلٰى رَبِّهِمْ رٰجِعُوْنَ (٦٠) اُولٰٓئِكَ يُسٰرِعُوْنَ فِى الْخَيْرٰتِ وَهُمْ لَهَا
سٰبِقُوْنَ(٦١)﴾فِى عِلمِ اللهِ ﴿وَلَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ﴾اى طَاقَتَهَا فَمَنْ لَمْ يَستَطِيعْ اَنْ يُصَلِّىَ قَائمًا
فَلْيُصَلِّ جَالِسًا وَمَنْ لَمْ يَستَطِيعْ اَنْ يَصُومَ فَلْيَاكُلْ﴿وَلَدَيْنَا ﴾عِندَنَا﴿كِتٰبٌ يَّنْطِقُ بِالْحَقِّ ﴾بِما عَمِلَتهُ
وَهُوَ اللَّوحُ المَحفُوظُ تُسطرُ فِيهِ الاَعمالُ﴿وَهُمْ ﴾اَىِ النُّفُوسُ العَامِلَةُ﴿لَا يُظْلَمُوْنَ(٦٢)﴾شَيئًا مِنها فلا
يُنقَصُ مِن ثَوابِ الاَعمالِ الخَيرِ ولا يُزادُ فِى السيئاتِ﴿بَلْ قُلُوْبُهُمْ ﴾اَىِ الكُفَّارِ﴿فِىْ غَمْرَةٍ
﴾جِهَالَةٍ﴿مِّنْ هٰذَا ﴾القُرانِ﴿وَلَهُمْ اَعْمَالٌ مِّنْ دُوْنِ ذٰلِكَ ﴾المَذكُورِ لِلمُومنينَ﴿هُمْ لَهَا
عٰمِلُوْنَ(٦٣)﴾فَيُعَذَّبُونَ عليها ﴿حَتّٰى ﴾اِبْدَائيةٌ﴿اِذَآ اَخَذْنَا مُتْرَفِيْهِمْ ﴾اَغنِيائهُمْ
وَرُؤسائهُمْ﴿بِالْعَذَابِ﴾اَىِ السَّيفِ يَومَ بَدرٍ﴿ اِذَا هُمْ يَجْئَرُوْنَ(٦٤)﴾يَضِجُّونَ يُقال لهم﴿لَا تَجْئَرُوا
الْيَوْمَ قف اِنَّكُمْ مِّنَّا لَا تُنْصَرُوْنَ(٦٥)﴾لا تَمنَعونَ﴿قَدْ كَانَتْ اٰيٰتِىْ ﴾مِنَ القُرانِ ﴿تُتْلٰى عَلَيْكُمْ فَكُنْتُمْ عَلٰٓى
اَعْقَابِكُمْ تَنْكِصُوْنَ(٦٦) ﴾تَرجِعونَ قَهقَرىٰ ﴿مُسْتَكْبِرِيْنَ صلے ق ﴾عَنِ الايمانِ﴿بِهٖ ﴾اى بِالبَيتِ اَوِ الحَرَمِ
بِاَنَّهُمْ اَهلُهُ فى اَمنٍ بِخِلافِ سَائِرِ النَّاسِ فِى مَواطِنِهِمْ ﴿سٰمِرًا ﴾حالٌ اى جَماعَةٌ يَتَحدَّثونَ بِاللَّيلِ حولَ
البَيتِ﴿تَهْجُرُوْنَ(٦٧)﴾مِنَ الثُّلاثِى تَتْرُكُونَ القُرانَ وَمِنَ الرُّباعِى اَىْ تَقولونَ غَيرَ الحقِّ فى النبى والقران
قال تعالى ﴿اَفَلَمْ يَدَّبَّرُوا ﴾اَصلُهُ يَتَدَبَّروا فَاُدْغِمَتِ التاء فى الدالِ﴿الْقَوْلَ ﴾اى القرانَ الدالَّ على صِدقِ
النبي صلى الله عليه وسلم﴿اَمْ جَآءَهُمْ مَّا لَمْ يَاْتِ اٰبَآءَهُمُ الْاَوَّلِيْنَ (٦٨)اَمْ لَمْ يَعْرِفُوْا رَسُوْلَهُمْ فَهُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ (٦٩) اَمْ
يَقُوْلُوْنَ بِهٖ جِنَّةٌ ط ﴾اَلْاِستِفهامُ فِيهِ لِلتَّقرِيرِ بِالحقِ مِن صِدقِ النبيِ وَمَجِىءِ الرُّسُلِ لِلاُمَمِ المَاضِيةِ وَمَعرِفَةِ
رَسُولِهِمْ بِالصِّدقِ والاَمَانَةِ واَنْ لا جُنونَ بِهٖ﴿بَلْ ﴾لِلاِنتِقالِ﴿جَآءَهُمْ بِالْحَقِّ ﴾اى القرانِ المُشتَمِلِ على
التَّوحِيدِ وشَرائِعِ الاِسلامِ﴿وَاَكْثَرُهُمْ لِلْحَقِّ كٰرِهُوْنَ(٧٠)وَلَوِ اتَّبَعَ الْحَقُّ ﴾اى القرانُ﴿اَهْوَآءَهُمْ ﴾بِاَنْ
جَاءَ بِما يَهْوُنَهُ مِنَ الشَّرِيكِ والوَلَدِ لِلّٰهِ تعالى عن ذالك﴿لَفَسَدَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهِنَّ ط﴾اى
خَرَجَتْ عَنْ نِظَامِهِا المُشَاهِدِ لِوُجودِ التَّمانُعِ فى الشَّيءِ عَادَةً عِندَ تَعَدُّدِ الحَاكِمِ ﴿بَلْ اَتَيْنٰهُمْ بِذِكْرِهِمْ
﴾اى بِالقُرانِ الَّذِىْ فِيهِ ذِكرُهُمْ وَشَرفُهُمْ﴿فَهُمْ عَنْ ذِكْرِهِمْ مُّعْرِضُوْنَ (٧١) اَمْ تَسْئَلُهُمْ خَرْجًا ﴾اَجرًا
على مَا جِئتَهُم بِهٖ مِنَ القُرانِ﴿فَخَرَاجُ رَبِّكَ ﴾اَجرُهُ وَثَوابُهُ وَرِزقُهُ﴿خَيْرٌ صلے ق ﴾وَفِى قِرائَةٍ خَرجًا فِى

الـمـوضـعـيـنِ وَفِي قِرائةٍ أُخرى خراجا فيهما ﴿وَهُوَ خَيْرُ الرَّزِقِينَ (۷۲)﴾افضلُ مَنْ اَعْطَى و آجَرَ ﴿وَإِنَّكَ لَتَدْعُوهُمْ إِلَى صِرَاطٍ﴾ طريقٍ﴿مُّسْتَقِيمٍ الربع (۷۳)﴾اى دِينِ الاسلام﴿وَإِنَّ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ﴾بالبعثِ والثوابِ والعقابِ ﴿عَنِ الصِّرَاطِ ﴾اى الطَّريقِ﴿لَنْكِبُونَ (۷۴)﴾عَادِلُونَ﴿وَلَوْ رَحِمْنٰهُمْ وَكَشَفْنَا مَا بِهِمْ مِّنْ ضُرٍّ ﴾اى جُوعٍ اَصَابَهُم بِمَكَّةَ سَبعَ سِنِينَ﴿لَّلَجُّوا ﴾تَمادُوا ﴿فِي طُغْيَانِهِمْ﴾ضَلالتِهِم﴿يَعْمَهُونَ (۷۵)﴾يَتَرَدَّدُونَ﴿وَلَقَدْ اَخَذْنٰهُمْ بِالْعَذَابِ ﴾الجوعِ﴿فَمَا اسْتَكَانُوا﴾تَواضَعوا﴿لِرَبِّهِمْ وَمَا يَتَضَرَّعُوْنَ (۷۶)﴾يَرغبُونَ الى اللهِ فِي الدعاءِ ﴿حَتّٰى ﴾ابتدائيةٌ﴿إِذَا فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَابًا ذَا ﴾صَاحِبِ﴿عَذَابٍ شَدِيدٍ ﴾هُوَ يَومُ بَدرٍ بالقتلِ﴿إِذَا هُمْ فِيهِ مُبْلِسُونَ (۷۷)﴾آئسونَ مِنْ كُلِّ خيرٍ.

﴿ترجمہ﴾

اے پیغمبرو! پاکیزہ چیزیں کھاؤ (یعنی حلال......۱......) اور اچھا کام کرو (فرائض ونوافل میں سے......۲......) میں تمہارے کاموں کو جانتا ہوں (پس ان پر تمہیں بدلہ عطا فرماؤں گا) اور (جان لو) بیشک یہ (ملتِ اسلامیہ) تمہارا دین......۳......(امتکم بمعنی دینکم ہے، یعنی اے مخاطبین! تم پر لازم ہے کہ اُس پر کاربند رہو) ایک ہی دین ہے (یعنی ایک لازمی حالت ہے، اس آیتِ مبارکہ میں ان حرف مشبہ بالفعل کو ایک قرأت میں مخففہ پڑھا گیا ہے جبکہ ایک دوسری قرأت میں انّ بطور جملہ مستانفہ پڑھا گیا ہے) اور میں تمہارا رب ہوں تو مجھ سے ڈرو (فاتقون بمعنی فاحذرون ہے، یعنی مجھ سے محتاط رہو) تو ان کی امتوں (یعنی رسولوں کے پیروکاروں) نے اپنا کام (یعنی دین) آپس میں ٹکڑے ٹکڑے کرلیا......۴......(زبرًا، تقطعوا کے فاعل سے حال واقع ہو رہا ہے یعنی وہ آپس میں مختلف گروہوں میں بٹ گئے مثلاً یہود ونصاریٰ وغیرہ) ہر گروہ جو اس کے پاس ہے (یعنی دین) اس پر خوش ہے (فرحون بمعنی مسرورون ہے) تو تم ان (کفارِ مکہ) کو چھوڑ دو ان کے نشہ (یعنی گمراہی) میں ایک وقت تک (ان کی موت کے) کیا یہ خیال کررہے ہیں کہ وہ جو ہم ان کی مدد کررہے ہیں مال اور بیٹوں سے (دنیا میں) یہ جلد (نسارع بمعنی نعجل ہے) ان کو بھلائیاں دیتے ہیں بلکہ انہیں خبر نہیں (کہ بھلائی میں جلد بازی ان کے لئے استدراج ہے) بیشک وہ جو اپنے رب کے ڈر (یعنی خوف) سے سہمے ہوئے ہیں (اور اس کے عذاب سے ڈررہے ہیں) اور وہ جو اپنے رب کی آیتوں (یعنی قرآنِ کریم) پر ایمان لاتے ہیں (یعنی اس کی تصدیق کرتے ہیں) اور وہ جو اپنے رب کا کوئی شریک نہیں کرتے (اس کے ساتھ کسی دوسرے کو) اور وہ جو دیتے ہیں (یؤتون بمعنی یعطون ہے) جو کچھ دیں (صدقہ وخیرات میں سے اور اعمالِ صالحہ کریں) اور ان کے دل ڈر رہے ہیں (یعنی اس خوف میں مبتلا ہیں کہ ان سے کچھ قبول نہیں کیا جائے گا) یوں کہ ان کو (انھم سے پہلے لام حرف جر مقدر ہے) اپنے رب کی طرف پھرنا ہے یہ لوگ بھلائیوں میں جلدی کرتے ہیں اور یہی سب سے پہلے انہیں پہنچے (اللہ ﷻ کے علم میں) اور ہم کسی جان پر بوجھ نہیں رکھتے مگر اس کی طاقت بھر (لہٰذا جو کھڑے ہو کر نماز قائم نہیں کرسکتا وہ بیٹھ کر پڑھے اور جو روزہ رکھنے کی صلاحیت نہیں رکھتا وہ چاہے تو کھا سکتا ہے......۵......) اور ہمارے پاس (لدینا بمعنی عندنا ہے) ایک کتاب ہے کہ حق بولتی ہے (یعنی وہ جان جو عمل کرتی ہے بتاتی ہے، جبکہ اس سے مراد لوحِ محفوظ ہے جس میں اعمال لکھے جاتے ہیں) اور ان پر (یعنی عمل کرنے والے نفوس پر) ظلم نہ ہوگا (کچھ بھی کہ نہ تو ان کے اچھے اعمال کے ثواب میں کمی ہوگی اور نہ ہی برائیوں میں کوئی اضافہ ہوگا) بلکہ ان (کفار) کے دل اس (قرآنِ کریم) سے غفلت (اور جہالت) میں ہیں اور ان کے کام ان کاموں سے جدا ہیں (جن کا تذکرہ ایمان والوں کے لئے ہوا) جنہیں وہ کررہے ہیں (لہٰذا ان کی بناء پر

عذاب میں مبتلا ہوں گے) یہاں تک کہ (حتــــی ابتدائیہ ہے) جب ہم نے ان کے امیروں (یعنی سرداروں اور دولت مندوں) کو عذاب میں پکڑا (یعنی غزوۂ بدر کے دن تلواروں کے عذاب میں مبتلا ہوئے) تو جبھی وہ فریاد کرنے لگے (یعنی چیخنے چلانے لگے تو ان سے کہا گیا) آج فریاد نہ کرو، ہماری طرف سے تمہاری مدد نہ ہوگی (لا تنصرون بمعنی لا تمنعون ہے) بیشک میری آیتیں (قرآنِ کریم کی) تم پر پڑھی جاتی تھیں تو تم اپنی ایڑیوں کے بل الٹے پلٹتے تھے......٦......(تنکصون بمعنی ترجعون ہے یعنی الٹے پاؤں پیچھے کی جانب) بڑائی مارتے ہو (ایمان سے) خدمتِ حرم پر (بیت اللہ شریف یا حرم پاک کی وجہ سے، اس طرح کہ وہ وہاں کے باشندے ہونے کے ناطے بخلاف دوسری جگہوں پر بسنے والے لوگوں کے امن میں ہیں) رات کو وہاں بیہودہ کہانیاں بکتے ہے......(سامراً ترکیب کلام میں حال ہے یعنی سب مل کر بیت اللہ شریف کے اردگرد بیٹھ کر رات کو قصے کہانیاں سنایا کرتے) حق کو چھوڑے ہوئے (تھجرون اگر ثلاثی ہو تو معنی ہوگا تم قرآنِ کریم کو چھوڑتے ہو اور اگر رباعی ہو تو معنی ہوگا تم قرآنِ کریم اور نبی کریم رؤوف رحیم ﷺ کے بارے میں ناحق باتیں کرتے ہو، پس اللہ ﷻ نے ارشاد فرمایا) کیا انہوں نے سوچا نہیں (یدبروا اصل میں یتدبروا تھا، ت کو دال میں ادغام کر دیا گیا ہے) بات کو (یعنی اس قرآنِ کریم کے بارے میں جو کہ نبی برحق ﷺ کی صداقت پر دلیل ہے) یا ان کے پاس وہ آیا جو ان کے باپ دادا کے پاس نہ آیا تھا یا انہوں نے اپنے رسول کو نہ پہچانا تو وہ اسے بیگانہ سمجھ رہے ہیں یا کہتے ہیں اسے سودا ہے (یہاں سوالیہ انداز حق کی وضاحت کے لئے ہے یعنی اللہ ﷻ کے حبیب حبیب لبیب ﷺ کی صداقت، سابقہ امتوں کی جانب رسولوں کی آمد اور ان کے رسولوں کا صداقت و امانت کے اوصاف سے متصف ہونے کی معرفت، نیز اس بات کی وضاحت کے لئے کہ آپ ﷺ سودائی و دیوانے نہیں) بلکہ (لفظِ بل ایک غرض سے دوسری غرض کی جانب منتقل ہونے کے لئے آتا ہے) وہ تو ان کے پاس حق لائے (یعنی ایسا قرآن پاک جو توحید اور شریعتِ اسلامیہ پر مشتمل ہے......٨......) اور ان میں اکثر حق برا لگتا ہے اور اگر حق (یعنی قرآنِ کریم) پیروی کرتا ان کی خواہشوں کی (اس طرح کہ آپ ﷺ ان کے پاس ان کی خواہشات کے مطابق تعلیمات لے کر آتے یعنی اللہ تعالیٰ کا کوئی شریک ٹھہراتے اور اولاد ثابت کرتے تو اس سے) تو ضرور آسمان اور زمین اور جو کوئی ان میں ہیں سب تباہ ہو جاتے (یعنی حاکمین کے متعدد ہونے کے وقت عام طور پر کسی شے میں جو وصف تمانع پایا جاتا اس کی وجہ سے ہر قابلِ دید شے کائنات کے نظام سے خارج ہو جاتی) بلکہ ہم تو ان کے پاس وہ چیز لائے جس میں ان کی ناموری تھی (یعنی ایسا قرآنِ پاک لائے جس میں ان کی شہرت و شرافت تھی) تو وہ اپنی عزت سے ہی منہ پھیرے ہوئے ہیں کیا تم ان سے کچھ اجرت مانگتے ہو (ایمان کی اس دولت کے بدلے میں جو آپ ﷺ ان کے پاس لے کر تشریف لائے ہیں) تو تمہارے رب کا اجر (یعنی اس کا اجر و ثواب اور رزق) سب سے بھلا (ایک قرأت میں دونوں جگہ خرجًا ہے جبکہ ایک دوسری قرأت میں دونوں جگہ خراجًا ہے) اور وہ سب سے بہتر روزی دینے والا (یعنی اجر اور عطا و بخشش میں سب سے افضل و اعلیٰ ہے) اور بیشک تم انہیں سیدھی راہ (صراط بمعنی طریق ہے) کی طرف بلاتے ہو (یعنی دینِ اسلام کی طرف) اور بیشک جو آخرت (یعنی دوبارہ جی اٹھنے اور ثواب و عقاب) پر ایمان نہیں لاتے ضرور سیدھی راہ سے (یہاں بھی الصراط بمعنی الطریق ہے) کترائے ہوئے ہیں (یعنی پھرے ہوئے ہیں)، اور اگر ہم ان پر رحم کریں اور جو مصیبت ان پر پڑی ہے ٹال دیں (یعنی بھوک و قحط سالی کی جو مصیبت سات سال تک مکہ مکرمہ میں ان پر رہی......٩......) تو ضرور بھٹ پنا (احسان فراموشی) کریں گے (یعنی حد سے تجاوز کر جائیں گے) اپنی سرکشی (گمراہی اور بے راہ روی) میں بھٹکتے ہوئے (پس و پیش کرتے ہوئے)۔ اور بیشک ہم نے انہیں (بھوک و قحط سالی کے) عذاب میں پکڑا تو نہ وہ اپنے رب کے حضور میں جھکے (یعنی عاجز بندے بنے) اور نہ گڑگڑاتے ہیں (کہ دعا میں بارگاہِ ربوبیت میں رغبت رکھتے ہوں) یہاں تک کہ (حتی ابتدائیہ ہے) جب ہم نے ان پر

کھولا کسی سخت عذاب کا دروازہ (ذا کے بعد اور عذاب سے پہلے صاحب محذوف ہے، اور اس سے غزوہ بدر کے دن قتل کا دروازہ مراد ہے) تو وہ اب اس میں ناامید پڑے ہیں (ہر بھلائی سے مایوس ہوکر)

﴿ترکیب﴾

﴿یایها الرسل کلوا من الطیبت واعملوا صلحا انی بما تعملون علیم﴾.

یایهاالرسل: ندائیہ، کلوا: فعل امر با فاعل، من الطیبت: ظرف لغو، ملکر معطوف علیہ، و: عاطفہ، اعملوا صالحا: جملہ فعلیہ معطوف، ملکر مقصود بالندا، ملکر جملہ ندائیہ، انی: حرف مشبہ واسم، بما تعملون علیم: شبہ جملہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ تعلیلیہ۔

﴿وان هذه امتکم امة واحدة وانا ربکم فاتقون﴾.

و: مستانفہ، ان: حرف مشبہ، هذه: ذوالحال، امة واحدة: حال، ملکر مبتدا، امتکم: خبر، ملکر جملہ اسمیہ مستانفہ، و: عاطفہ، انا: مبتدا، ربکم: خبر، ملکر جملہ اسمیہ، ف: فصیحہ، اتقون: فعل با فاعل ومفعول، ملکر جملہ شرط محذوف "اذا کان الامر کذلک" کی جزا، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿فتقطعوا امرهم بینهم زبرا کل حزب بما لدیهم فرحون﴾.

ف: مستانفہ، تقطعوا: فعل امر وضمیر ذوالحال، زبرا: حال، ملکر فاعل، امرهم: مفعول، بینهم: ظرف، ملکر جملہ فعلیہ مستانفہ، کل حزب: مبتدا، ب: جار، مالدیهم: مجرور، ملکر ظرف لغو مقدم، فرحون: اسم فاعل با فاعل ملکر شبہ جملہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿فذرهم فی غمرتهم حتی حین﴾.

ف: فصیحہ، ذرهم: فعل امر با فاعل "وهم" ضمیر ذوالحال، فی غمرتهم: ظرف مستقر "متخبطین" کے لیے، ملکر شبہ جملہ ہوکر حال، ملکر مفعول، حتی حین: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ایحسبون انما نمدهم به من مال وبنین ○نسارع لهم فی الخیرات بل لا یشعرون﴾.

همزه: حرف استفہامیہ، یحسبون: فعل با فاعل، ان: حرف مشبہ، ما: موصولہ، نمدهم به: جملہ فعلیہ صلہ، ملکر ذوالحال، من: جار، مال: معطوف علیہ، و: عاطفہ، بنین: معطوف، ملکر مجرور، ملکر ظرف مستقر حال، ملکر اسم، نسارع لهم فی الخیرات: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ ہوکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، بل: حرف اضراب، و: عاطفہ، لایشعرون: فعل نفی با فاعل، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ان الذین هم من خشیة ربهم مشفقون ○ والذین هم بایت ربهم یومنون ○ والذین هم بربهم لا یشرکون ○ والذین یوتون ما اتوا وقلوبهم وجلة انهم الی ربهم رجعون ○اولئک یسرعون فی الخیرت وهم لها سبقون﴾.

ان: حرف مشبہ، الذین: موصول، هم من خشیة ربهم مشفقون: جملہ اسمیہ صلہ، ملکر معطوف علیہ، و: عاطفہ، الذین هم بایت ربهم یومنون: موصول صلہ ملکر معطوف، و: عاطفہ، الذین هم بربهم لایشرکون: موصول صلہ ملکر معطوف ثانی، و: عاطفہ، الذین: موصول، یوتون: فعل مجہول وضمیر ذوالحال، و: حالیہ، قلوبهم: مبتدا، وجلة: مصدر با فاعل، انهم: حرف مشبہ واسم، الی ربهم رجعون: شبہ جملہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ بتقدیر "من" جار، مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر شبہ جملہ ہوکر خبر، ملکر حال، ملکر نائب الفاعل، مااتوا: مفعول، ملکر صلہ، ملکر معطوف ثالث، ملکر اسم، اولئک: مبتدا، یسرعون فی الخیرات: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، هم لها سبقون: جملہ اسمیہ معطوف، ملکر خبر، ملکر ان کی خبر، ملکر جملہ اسمیہ مستانفہ۔

﴿ولا نکلف نفسا الا وسعها ولدینا کتب ینطق بالحق وهم لا یظلمون﴾۔
و: مستانفہ، لا نکلف نفسا: فعل نفی بافاعل ومفعول، الا: اداۃ حصر، وسعها: مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ مستانفہ، و: عاطفہ، لدینا: ظرف متعلق بحذوف خبر مقدم، کتب: موصوف، ینطق: فعل "ھو" ضمیر ذوالحال، بالحق: ظرف مستقر حال، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ صفت، ملکر مبتدا موخر، ملکر جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، ھم: مبتدا، لا یظلمون: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿بل قلوبهم فی غمرة من هذا ولهم اعمال من دون ذلک هم لها عملون﴾
بل: حرف اضراب، و: عاطفہ، قلوبهم: مبتدا، فی: جار، غمرة: موصوف، من هذا: ظرف مستقر صفت، ملکر مجرور، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، لهم: ظرف مستقر خبر مقدم، اعمال: موصوف، من دون ذلک: ظرف مستقر صفت اول، هم لها عملون: جملہ اسمیہ صفت ثانی، ملکر مبتدا موخر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿حتی اذا اخذنا مترفیهم بالعذاب اذا هم یجئرون﴾۔
حتی: ابتدائیہ، اذا: ظرفیہ شرطیہ مفعول فیہ، اخذنا مترفیهم: فعل بافاعل ومفعول، بالعذاب: ظرف لغو، ملکر شرط، اذا: فجائیہ، هم: مبتدا، یجئرون: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ جواب شرط، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿لا تجئروا الیوم انکم منا لا تنصرون ○ قد کانت ایتی تتلی علیکم فکنتم علی اعقابکم تنکصون ○ مستکبرین به سمرا تهجرون﴾۔
لا تجئروا الیوم: فعل نہی بافاعل وظرف، ملکر جملہ فعلیہ، انکم: حرف مشبہ واسم، منا لا تنصرون: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ، قد: تحقیقیہ، کانت ایتی: فعل ناقص واسم، تتلی علیکم: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ فعلیہ، ف: عاطفہ، کنتم: فعل ناقص واسم، علی اعقابکم: ظرف مستقر حال مقدم، تنکصون: فعل وضمیر ذوالحال، مستکبرین به: حال ثانی، سمرا: حال ثالث، تهجرون: جملہ فعلیہ حال رابع، ملکر فاعل، ملکر خبر، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿افلم یدبروا القول ام جاءهم مالم یات اباءهم الاولین﴾۔
همزه: حرف استفهامیہ، ف: عاطفہ، لم یدبروا القول: فعل نفی بافاعل ومفعول ملکر جملہ فعلیہ، ام: عاطفہ بمعنی بل، جاء هم: فعل ومفعول، ما: موصولہ، لم یات اباء هم الاولین: جملہ فعلیہ صلہ، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ام لم یعرفوا رسولهم فهم له منکرون﴾۔
ام: عاطفہ، لم یعرفوا رسولهم: فعل نفی بافاعل ومفعول، ملکر جملہ فعلیہ، ف: عاطفہ، هم: مبتدا، له منکرون: شبہ جملہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ام یقولون به جنة بل جاءهم بالحق واکثرهم للحق کرهون﴾۔
ام: عاطفہ، یقولون: قول، به: ظرف مستقر خبر مقدم، جنة: مبتدا موخر، ملکر مقولہ ملکر جملہ قولیہ، بل: عاطفہ، جاء: فعل فاعل، هم: ذوالحال، و: حالیہ، اکثرهم: مبتدا، للحق کرهون: شبہ جملہ خبر، ملکر حال، ملکر مفعول، بالحق: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ولو اتبع الحق اهواءهم لفسدت السموت والارض ومن فیهن﴾۔
و: مستانفہ، لو: شرطیہ، اتبع الحق اهواء هم: جملہ فعلیہ ہوکر شرط، لام: تاکیدیہ، فسدت: فعل، السموت: معطوف علیہ، و: عاطفہ، الارض: معطوف اول، و: عاطفہ، من فیهن: موصول صلہ ملکر معطوف ثانی، ملکر فاعل، ملکر جزا، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿بل اتینهم بذکرهم فهم عن ذکرهم معرضون ○ ام تسئلهم خرجا﴾۔
بل: عاطفہ، اتینهم: فعل بافاعل ومفعول، بذکرهم: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ، ف: عاطفہ، هم: مبتدا، عن ذکرهم معرضون: شبہ جملہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ، ام: عاطفہ، تسئلهم: فعل بافاعل ومفعول، خرجا: مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿فخراج ربک خیر وهو خیر الرازقین ○ وانک لتدعوهم الی صراط مستقیم﴾۔
ف: عاطفہ تعلیلیہ، خراج ربک: مبتدا، خیر: خبر، ملکر جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، هو: مبتدا، خیر الرزقین: خبر، ملکر جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، انک: حرف مشبہ واسم، لام: تاکیدیہ، تدعوهم: فعل بافاعل ومفعول، الی صراط مستقیم: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿وان الذین لا یومنون بالاخرة عن الصراط لنکبون﴾۔
و: عاطفہ، ان: حرف مشبہ، الذین لا یومنون بالاخرة: موصول صلہ ملکر اسم، عن الصراط: ظرف لغو مقدم، لام: تاکیدیہ، ناکبون: اسم فاعل بافاعل ملکر شبہ جملہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ولو رحمنهم وکشفنا ما بهم من ضر للجوا فی طغیانهم یعمهون﴾۔
و: مستانفہ، لو: شرطیہ، رحمنهم: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، کشفنا: فعل بافاعل، ما بهم: موصول صلہ ملکر ذوالحال، من ضر: ظرف مستقر حال، ملکر مفعول، ملکر معطوف، ملکر شرط، لام: تاکیدیہ، لجوا: فعل وضمیر ذوالحال، فی طغیانهم یعمهون: جملہ فعلیہ حال، ملکر فاعل، ملکر جواب شرط، ملکر جملہ شرطیہ مستانفہ۔

﴿ولقد اخذنهم بالعذاب فما استکانوا لربهم﴾۔
و: عاطفہ، لام: قسمیہ، قد: تحقیقیہ، اخذنهم بالعذاب: فعل بافاعل ومفعول وظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر قسم محذوف "نقسم" کے لیے جواب قسم، ملکر جملہ قسمیہ، ف: عاطفہ، ما استکانوا لربهم: فعل نفی بافاعل وظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وما یتضرعون ○ حتی اذا فتحنا علیهم بابا ذا عذاب شدید اذا هم فیه مبلسون﴾۔
و: عاطفہ، ما یتضرعون: فعل نفی بافاعل، حتی: جار، اذا: ظرفیہ شرطیہ مفعول فیہ مقدم، فتحنا علیهم: فعل بافاعل وظرف لغو، بابا: موصوف، ذا عذاب شدید: صفت ملکر مفعول، ملکر شرط، اذا: فجائیہ، هم: مبتدا، فیه مبلسون: شبہ جملہ خبر، ملکر جزا، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿شانِ نزول﴾

☆...... ولو رحمنهم وکشفنا ما بهم...... ☆ جب قریش سید عالم ﷺ کی دعا سے سات برس کے قحط میں مبتلا ہوئے اور حالت بہت ابتر ہوئی تو ابوسفیان ان کی طرف سے نبی پاک ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ کیا آپ اپنے خیال میں رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجے گئے ہیں؟ سید عالم ﷺ نے فرمایا: بیشک، ابوسفیان نے کہا کہ بڑوں کو تو آپ نے بدر میں تہہ تیغ کر دیا اور اولاد جو رہی وہ آپ کی بددعا سے اس حالت کو پہنچی کہ مصیبت قحط میں مبتلا ہوئی، فاقوں سے تنگ آگئی، لوگ بھوک کی بے تابی سے ہڈیاں چبا گئے، مردار کھا گئے، آپ کو اللہ کی قسم اور قرابت داروں کی! دعا کیجئے کہ اللہ ہم سے اس قحط کو دور فرما دے، حضور ﷺ نے دعا فرمائی اور انہوں نے اس بلا سے رہائی پائی۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

حلال وحرام کا بیان:

۱......اللہ ﷻ نے رسولوں کو بھی پاکیزہ حلال غذا کھانے کا حکم دیا ہے اور بغیر کسب کیے حلال غذا کیسے حاصل ہو سکتی ہے؟ لہٰذا کسب حلال کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ حضرت مقدام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''کسی شخص نے بھی اپنے ہاتھ کی کمائی سے بہتر طعام نہیں کھایا اور اللہ ﷻ کے نبی داؤد علیہ السلام اپنے ہاتھ کی کمائی سے کھاتے تھے۔

(صحیح البخاری، کتاب البیوع، باب: کسب الرجل و عمله، رقم: ۲۰۷۲، ص ۳۳۳)

☆......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''تم میں سے کوئی شخص لکڑی کا گٹھا کاٹ کر اپنی پشت پر لائے، اس سے بہتر ہے کہ وہ لوگوں سے سوال کرے اور لوگ اسے منع کریں''۔ (المرجع السابق، رقم: ۲۰۷٤)

☆......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سید عالم ﷺ سے روایت کرتے ہیں ''اے لوگو! اللہ ﷻ طیب ہے اور طیب اور طاہر کے سوا کوئی چیز قبول نہیں فرماتا، اور بیشک اللہ ﷻ نے مسلمانوں کو اسی کا حکم دیا ہے جس چیز کا حکم اس نے اپنے رسولوں کو دیا، اللہ ﷻ نے فرمایا: ﴿یاایها الرسل کلوا من طیبت واعملوا صالحا اے پیغمبرو! پاکیزہ چیزیں کھاؤ اور اچھے عمل کرو (المومنون: ۵۱)﴾، اور فرمایا ﴿یاایها الذین امنوا کلوا من طیبت مارزقنکم اے ایمان والو! پاکیزہ رزق جو تمہیں اللہ نے دیا کھاؤ (البقرة: ۱۷۲)﴾۔ پھر سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''جو دور دراز کا سفر طے کر کے آتا ہے اس کے بال بکھرے ہوئے، وہ غبار آلود ہوتے ہیں وہ آسمان کی طرف دونوں ہاتھ پھیلا کر دعا کرتا ہے کہ اے میرے رب! اے میرے رب!، اس کا کھانا حرام ہوتا ہے اور اس کا پینا حرام ہوتا ہے اور اس کا لباس حرام ہوتا ہے اور اس کی غذا حرام ہوتی ہے تو اسکی دعا کیوں کر قبول ہو''۔

(سنن الترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب: ومن سورة البقرة، رقم: ۳۰۰۰، ص ۸٤۹)

چنانچہ محنت کر کے، جائز طریقے سے، مال حاصل کرنا چاہیے کہ یہی حضرات انبیائے کرام کا طریقہ ہے، بعض لوگ ناجائز طریقے سے اگرچہ محنت کر کے ہی مال حاصل کرتے ہیں انہیں بھی غور وفکر کرنا چاہیے۔ چوری، ڈاکہ، جھوٹ، رشوت، سود، گداگری، دھوکہ، ہیرا پھیری، چالبازی، فلموں، ڈراموں، کھیل تماشوں، اور طرح طرح کے ذرائع سے حاصل ہونے والا مال بھی اگرچہ محنت سے ہی حاصل ہوتا ہے لیکن محنت کے ساتھ جائز طریقہ ہونا مال کو حلال کرنے کے لیے ضروری ہے جس کی طرف ہماری غالب اکثریت کی توجہ ہی نہیں۔ ویڈیو کیبل کا کاروبار کرنے والے اونچی اونچی سیڑھیاں لگا کر چڑھتے ہیں، بظاہر خود کو خطرے میں ڈال لیتے ہیں لیکن ان کا روزگار حلال نہیں ہوتا، اسی طرح چوری کرنے والے بھی بڑے منصوبے بنا کر مال چراتے ہیں، بازار سے کم قیمت میں مال خرید کر گاہک کو یہ کہہ کر دیتا کہ اتنے ہی کا خریدا ہے اور حقیقت میں یوں نہ ہو تو یہ بھی حرام ذریعہ ہے۔ الغرض اس دنیا میں آج مسلمانوں نے مال ہی کو سب کچھ سمجھ لیا ہے اور اس کے کمانے کے جائز و ناجائز ایسے ایسے طریقے اختیار کر رکھے ہیں کہ شاید ہی کوئی اپنے روزگار کو حلال کر لیتا ہے، غالب اکثریت کی روزی ہی حلال نظر نہیں آتی، نتیجہ بیماریوں، عیش پرستیوں اور دیگر ناجائز ذرائع میں مال خرچ ہو جاتا ہے۔ یعنی جیسا آیا ویسا ہی چلا گیا ورنہ مال تو عثمان غنی کے پاس بھی تھا لیکن جائز ذرائع سے حاصل ہو کر کیسے کیسے جائز ذرائع میں استعمال ہوا اس کا بیان عثمان غنی کی سیرت میں جا بجا ملتا ہے لیکن آج عثمان غنی کے خزانے کا حصہ ہر ایک مانگتا ہے لیکن ان کے طریقے پر چلنے کے لئے کوئی تیار نہیں۔

فرائض ونوافل کا تعین :

۲......عبادات میں بعض فرض ہوتی ہیں اور بعض واجب، بعض سنت مؤکدہ تو بعض غیر مؤکدہ، بعض مستحب کے درجے میں ہوتی ہیں اسی طرح بعض اعمال مباح تو بعض حرام قطعی، بعض مکروہ تحریمی تو بعض تنزیہی، بعض کو اسائت اور بعض کو خلاف اَوْلیٰ کہتے ہیں، ہم طلباء کی سہولت کے لیے مذکورہ سب اعمال کے درجات کی تعریفیں بیان کرتے ہیں جن سے طلباء کو آسانی ہوگی۔

فرض اعتقادی: جو دلیل قطعی سے ثابت ہو (یعنی ایسی دلیل سے جس میں کوئی شبہ نہ ہو) اس کا انکار کرنے والا ائمہ حنفیہ کے نزدیک

مطلقاً کافر ہے اور اگر اس کی فرضیت دین اسلام کا عام خاص وروشن واضح مسئلہ ہو جب تو اس کے منکر کے کفر پر اجماع قطعی ہے ایسا کہ جو اس کے منکر کے کفر میں شک کرے خود کافر ہے اور بہر حال جو کسی فرض اعتقادی کو بلا عذر شرعی قصداً ایک بار بھی چھوڑے فاسق ومرتکب کبیرہ ومستحق نار ہے جیسے نماز، رکوع، سجود۔

فرض عملی: وہ جس کا ثبوت تو ایسا قطعی نہ ہو مگر نظر مجتہد میں بحکم دلائل شرعیہ جزم ہے کہ بے اس کے کئے آدمی بری الذمہ نہ ہوگا، یہاں تک کہ اگر وہ کسی عبادت کے اندر فرض ہے تو وہ عبادت بے اس کے باطل وکالعدم ہوگی، اس کا بے وجہ انکار فسق وگمراہی ہے، ہاں اگر کوئی شخص کہ دلائل شرعیہ میں نظر رکھتا ہو دلیل شرعی سے اس کا انکار کرے تو کرسکتا ہے، جیسے ائمہ مجتہدین کے اختلافات کہ ایک امام کسی چیز کو فرض کہتے ہیں اور دوسرے نہیں، مثلاً حنفیہ کے نزدیک چوتھائی سر کا مسح فرض ہے اور شافعیہ کے نزدیک ایک بال، مالکیہ کے نزدیک پورے سر کا مسح کرنا ضروری ہے، حنفیہ کے نزدیک وضو میں بسم اللہ کہنا اور نیت سنت ہیں جب کہ حنبلیہ وشافعیہ کے نزدیک فرض اور ان کے سوا اور بہت سی مثالیں ہیں۔ اس فرض عملی میں ہر شخص اُسی کی پیروی کرے جس کا مقلد ہے اپنے امام کے خلاف بلاضرورت شرعی دوسرے امام کی پیروی جائز نہیں۔

واجب اعتقادی: وہ کہ دلیل ظنی سے اس کی ضرورت ثابت ہو، فرض عملی اور واجب عملی اسی کی دو قسمیں ہیں اور یہ انہی دو میں منحصر ہے۔

واجب عملی: وہ واجب اعتقادی کہ بے اس کے کئے بھی بری الذمہ ہونے میں احتمال ہو مگر غالب ظن اس کی ضرورت پر ہے اور اگر کسی عبادت میں اس کا بجالانا درکار ہو تو عبادت بے اس کے ناقص رہے مگر ادا ہو جائے، مجتہد دلیل شرعی سے واجب کا انکار کرسکتا ہے اور کسی واجب کا ایک بار بھی قصداً چھوڑنا گناہ صغیرہ اور چند بار چھوڑنا کبیرہ ہے۔

سنت مؤکدہ: وہ جس کو حضور اقدس ﷺ نے ہمیشہ کیا ہو، البتہ بیان جواز کے واسطے کبھی ترک بھی فرمایا ہو یا وہ کہ اس کے کرنے کی تاکید فرمائی ہو مگر جانب ترک بالکل مسدود نہ فرمادی ہو، اس کا ترک کرنا اسائت اور کرنا ثواب اور نادراً ترک پر عتاب اور اس کی عادت پر استحقاق عذاب ہے۔

سنت غیر مؤکدہ: وہ کہ نظر شرع میں ایسی مطلوب ہو کہ اس کے ترک کو ناپسند کرے مگر نہ اس حد تک کہ اس پر وعید عذاب فرمائے، عام ازیں کہ حضور ﷺ نے اس پر مداومت فرمائی یا نہیں، اس کا کرنا ثواب اور نہ کرنا اگرچہ عادۃً ہو موجب عتاب نہیں۔

مستحب: وہ کہ نظر شرع میں پسند ہو مگر ترک پر کچھ ناپسندی نہ ہو، خواہ خود سید عالم ﷺ نے اسے کیا یا اس کی ترغیب دی یا علمائے کرام نے پسند فرمایا اگرچہ احادیث میں اس کا ذکر نہ آیا، اس کا کرنا ثواب اور نہ کرنے پر مطلقاً کچھ نہیں۔

مباح: وہ جس کا کرنا اور نہ کرنا یکساں ہو۔

حرام قطعی: یہ فرض کا مقابل ہے، اس کا ایک بار بھی قصداً کرنا گناہ کبیرہ وفسق ہے اور بچنا فرض وثواب ہے۔

مکروہ تحریمی: یہ واجب کا مقابل ہے اس کے کرنے سے عبادت ناقص ہو جاتی ہے اور کرنے والا گنہگار ہوتا ہے اگرچہ اس کا گناہ حرام سے کم ہے اور چند بار اس کا ارتکاب کبیرہ ہے۔

اسائت: جس کا کرنا بُرا ہو اور نادراً کرنے والا مستحق عتاب اور التزام فعل پر استحقاق عذاب، یہ سنت مؤکدہ کے مقابل ہے۔

مکروہ تنزیہی: جس کا کرنا شرع کو پسند نہیں مگر نہ اس حد تک کہ اس پر وعید عذاب فرمائے، یہ سنت غیر مؤکدہ کے مقابل ہے۔

خلاف اَوْلیٰ: وہ کہ نہ کرنا بہتر تھا، کیا تو کچھ مضائقہ نہیں، یہ مستحب کے مقابل ہے، ان کی کئی عبارتیں مختلف ملیں گی مگر یہی عطرِ تحقیق ہے۔
(بہارِ شریعت مخرجہ، ج۱، حصہ ۲، ص ۲۸۲ وغیرہ)

دین وملت میں فرق:

☆.....علماء فرماتے ہیں کہ دین اور ملت دونوں لفظ ذات کے لحاظ سے متحد ہیں اور اعتبار کے لحاظ سے مختلف، پھر اگر شریعت کو اس حیثیت سے لیا جائے کہ اس کی پیروی کی جائے تو اس کا نام دین ہے، اور شریعت کو اس حیثیت سے لیا جائے کہ ان شرعی نکات کو جمع کیا جائے اسے ملت کہتے ہیں، اور اگر شریعت کو اس طرح لیا جائے کہ انسان اس جانب رجوع کرے تو اسے مذہب کہتے ہیں۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ دین ملت اور مذہب میں یہ فرق ہے کہ دین وہ ہے کہ جس کی نسبت اللہ عَزَّوَجَلَّ کی جانب کی جاتی ہے، ملت وہ ہے کہ جس کی نسبت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب کی جاتی ہے اور مذہب وہ ہے کہ جسے مجتہد کی جانب منسوب کیا جاتا ہے۔ (التعریفات، ص۱۰۹)

گروهوں میں تقسیم هونیکی مذمت:

☆.....حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''اِفْتَرَقَتِ الْيَهُودُ عَلَى إِحْدَى أَوْ ثِنْتَيْنِ وَسَبْعِينَ فِرْقَةً وَتَفَرَّقَتِ النَّصَارَى عَلَى إِحْدَى أَوْ ثِنْتَيْنِ وَسَبْعِينَ فِرْقَةً وَتَفْتَرِقُ أُمَّتِي عَلَى ثَلَاثٍ وَسَبْعِينَ فِرْقَةً یعنی یہودی ۷۱ یا ۷۲ فرقوں میں بٹ گئے اور نصاریٰ بھی ۷۱ یا ۷۲ فرقوں میں تقسیم ہوگئے لیکن میری امت ۷۳ فرقوں میں بٹے گی''۔
(سنن ابی داؤد، کتاب السنة، باب شرح السنة، رقم: ۴۵۹۶، ص ۸۶۰)

☆.....حضرت معاویۃ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان کھڑے ہوئے اور ارشاد فرمایا: ''أَلَا إِنَّ مَنْ قَبْلَكُمْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ افْتَرَقُوا عَلَى ثِنْتَيْنِ وَسَبْعِينَ مِلَّةً وَإِنَّ هَذِهِ الْمِلَّةَ سَتَفْتَرِقُ عَلَى ثَلَاثٍ وَسَبْعِينَ ثِنْتَانِ وَسَبْعُونَ فِي النَّارِ وَوَاحِدَةٌ فِي الْجَنَّةِ وَهِيَ الْجَمَاعَةُ یعنی تم سے پہلے اہل کتاب ۷۲ فرقوں میں تقسیم ہوگئے اور میری امت عنقریب ۷۳ فرقوں میں بٹ جائے گی جن میں ۷۲ فرقے جہنمی ہوں گے اور ایک جنتی اور وہی سب سے بڑی جماعت ہے''۔ ابن یحیٰ اور عمرو بن عثمان نے اپنی اپنی حدیث میں یہ اضافہ کیا ہے: ''وَإِنَّهُ سَيَخْرُجُ مِنْ أُمَّتِي أَقْوَامٌ تَجَارَى بِهِمْ تِلْكَ الْأَهْوَاءُ كَمَا يَتَجَارَى الْكَلْبُ لِصَاحِبِهِ یعنی عنقریب میری امت میں ایسی قوم نکلے گی کہ گمراہی ان میں ایسے سرایت کر جائے گی جیسے پاگل کتے کے کاٹے ہوئے شخص کے جسم میں زہر سرایت کر جاتا ہے''۔ جبکہ عمرو بن عثمان کی سند میں یہ اضافہ ہے: ''الْكَلْبُ بِصَاحِبِهِ لَا يَبْقَى مِنْهُ عِرْقٌ وَلَا مَفْصِلٌ إِلَّا دَخَلَهُ یعنی جیسے کہ کتے کے جسم میں زہر داخل ہو جائے کہ کوئی رگ اور جوڑ باقی نہ رہے''۔ (سنن ابی داود، کتاب السنة، باب شرح السنة، رقم: ۴۵۹۷، ص ۸۶۰)

☆..... حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانِ عظمت نشان ہے: ''إن بني إسرائيل افترقوا على إحدى وسبعين ملة، وتفترق أمتي على ثلاث وسبعين ملة، كلها في النار إلا ملة واحدة یعنی بنی اسرائیل ۷۱ فرقوں میں تقسیم ہوئی اور میری امت ۷۳ فرقوں میں تقسیم ہوگی جن میں سوائے ایک کے سارے جہنمی ہوں گے''۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی گئی: ما الواحدة؟ یعنی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ ایک فرقہ کون سا ہوگا؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''ما انا عليه اليوم واصحابي یعنی جس پر آج کے دن میں اور میرے صحابہ ہیں وہ فرقہ جنتی ہے''۔ (المستدرك للحاكم، كتاب العلم، باب حديث عبد الله بن عمرو، رقم: ص ۱۸۹)

غنیۃ الطالبین میں ہے کہ ۷۳ فرقوں کی اصل دس فرقے ہیں: اہل سنت، خوارج، شیعہ، معتزلہ، مرجیہ، مشبہ، جہمیہ، ضراریہ، نجاریہ اور کلابیہ۔ چنانچہ اہل سنت و جماعت کا ایک ہی فرقہ ہے جبکہ خوارج کے پندرہ فرقے ہیں، معتزلہ کے چھ، مرجیہ کے بارہ، شیعہ کے بتیس، جہمیہ، نجاریہ، ضراریہ اور کلابیہ میں سے ہر ایک کا ایک ایک فرقہ ہے اور مشبہ کے تین فرقے ہیں اور یہ سب ملا کر ۷۳ فرقے ہوگئے

جیسا کہ نبی پاک ﷺ نے اسکی بشارت دی اور نجات پانے والا فرقہ اہل سنت و جماعت ہے۔(غنیة الطالبین مترجم، ج ۱، ص ۳۰۹)

عبادات میں تخفیف کا حکم :

۵......اللہ عزوجل کا فرمان برحق ہے کہ اللہ عزوجل نے انسان پر وہی بوجھ ڈالا ہے جس کی انسان میں سہار ہے، ساتھ ہی ساتھ کئی اعمال میں تخفیف بھی فرمائی، نماز قصر و خوف کا حکم تخفیف ہی کے لیے ہے، تیمم کا حکم بھی اسی قبیلے سے تعلق رکھتا ہے۔ بیمار کھڑا نہ ہو سکے تو بیٹھ کر اور یہ بھی نہ ہو سکے تو لیٹ کر نماز ادا کرے، حالت سفر میں روزہ نہ رکھنے کی رخصت اور ایام حج میں صاحب مال کو بھی رعایت ہے کہ حج کے شکرانے کی قربانی کے علاوہ اگر مسافر ہونے کی حیثیت سے قربانی فرض نہ رکھی اور یہ صرف حج کے دنوں کا معاملہ نہیں بلکہ عمومی اعتبار سے مسافر پر قربانی واجب نہیں۔

قرآن پر عمل نہ کرنا:

۶......حرم پاک کے لوگوں کی یہ حالت تھی کہ انہیں حرم پاک کا گھمنڈ لے ڈوبا اور اللہ عزوجل کی آیات میں غور و فکر کرنے سے بچے رہے، بلکہ ہوتا یہ تھا کہ جب ان پر قرآن کی آیتیں پڑھی جاتیں تو اپنی ایڑیوں کے بل مذاق بناتے ہوئے، جھٹلاتے ہوئے، پلٹ جاتے، انہیں قرآن سننا نا گوار تھا، گویا کہ ان کے پاس وہ کان ہی نہ تھے جو حق سنتے، وہ دل و دماغ ہی نہ تھا کہ قرآن کی واضح آیات سمجھ سکتے، وہ سید عالم ﷺ کی عملی زندگی کو بھی نمونہ بنانے سے بچے رہے، معلوم ہوا کہ ان کی قسمت ہی میں ایمان کی دولت نہ تھی۔ کور باطن کی حیثیت سے دنیا سے رخصت ہوئے۔

حرم پاک کی حرمت :

۷......ابن خزیمہ و حاکم ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو مکہ سے پیدل حج کو جائے یہاں تک کہ مکہ واپس آئے اس کے لیے ہر قدم پر سات سو نیکیاں حرم شریف کی نیکیوں کے مثل لکھی جائیں گی''، کہا گیا حرم کی نیکیوں کی مقدار کیا ہے؟ فرمایا: ''ہر نیکی لاکھ نیکی ہے''۔(المستدرك للحاكم، كتاب المناسك، باب فضيلة الحج ماشيا، رقم:۱۷۳۵)

☆......اللہ عزوجل کے محبوب دانائے غیوب ارشاد فرماتے ہیں: ''اللہ حرم پاک کی مسجد پر روزانہ دن اور رات میں ۱۲۰ رحمتیں نازل فرماتا ہے، ان میں سے ۶۰ طواف کرنے والوں کے لیے، ۴۰ نمازیوں کے لئے اور ۲۰ مسجد حرام کی زیارت کرنے والوں کے لیے ہوتی ہیں۔
(المعجم الكبير، رقم: ۱۱۴۷۵)

☆......بہت سی احادیث مبارکہ میں وارد ہے، نیز الایضاح کے حاشیے میں بھی تصریح موجود ہے کہ مسجد حرام میں ایک نماز پڑھنا مسجد نبوی اور مسجد اقصیٰ کے علاوہ دیگر مساجد میں ایک کھرب نمازیں پڑھنے سے افضل ہے کیونکہ مسجد نبوی میں ایک نماز پڑھنے کی فضیلت مسجد اقصیٰ میں نماز پڑھنے سے ہزار گنا زیادہ ہے اور مسجد اقصیٰ میں نماز پڑھنا دیگر مساجد میں پانچ سو نمازوں کے برابر ہے۔
(فتح الباري، كتاب الحج، باب فضل الصلوة في مسجد مكه، رقم ۱۱۹۰: ج ۲، ص ۸۱)

حرم پاک کے آداب یہ ہیں کہ سر جھکائے، آنکھیں شرم گناہ سے نیچی کیے، خشوع و خضوع سے داخل ہو اور ہو سکے تو پیادہ ننگے پاؤں اور لبیک و دعا کی کثرت رکھے اور بہتر یہ کہ دن میں نہا کر داخل ہو، حیض و نفاس والی عورت کو بھی نہانا مستحب ہے۔ مکہ معظمہ کے گرد اگرد کئی کوس تک حرم کا جنگل ہے، ہر طرف اُس کی حدیں بنی ہوئی ہیں، ان حدوں کے اندر تر گھاس اُکھیڑنا، خودرو پیڑ کاٹنا، وہاں کے وحشی جانور کو تکلیف دینا حرام ہے۔ یہاں تک کہ اگر سخت دھوپ ہو اور ایک ہی پیڑ ہے، جس کے سائے میں ایک ہرن بیٹھا ہے تو جائز نہیں کہ اپنے بیٹھنے کے لیے اسے اٹھائے اور اگر وحشی جانور بیرون حرم کا ہے اس کے ہاتھ میں تھا اُسے لئے ہوئے حرم میں داخل ہوا اب وہ

جانور حرم کا ہوگیا، فرض ہے کہ فوراً فوراً چھوڑ دے۔ مکہ معظمہ میں جنگلی کبوتر بکثرت ہوتے ہیں، ہر مکان میں رہتے ہیں، خبردار ہرگز ہرگز نہ اڑائے، نہ ڈرائے، نہ کوئی ایذا پہنچائے، بعض ادھر ادھر کے لوگ جو مکہ معظمہ میں بسے کبوتروں کا ادب نہیں کرتے، ان کی ریس نہ کرے مگر بُرا انہیں بھی نہ کہے کہ جب وہاں کے جانور کا ادب ہے تو مسلمان انسان کا کیا کہنا، یہ باتیں جو حرم کے متعلق بیان ہوئیں احرام کے ساتھ خاص نہیں احرام ہو یا نہ ہو بہر حال یہ باتیں حرام ہیں۔ (بهار شريعت مخرجه، حصه :٦، داخلی حرم کے احکام، ج ١، ص ١٠٨٥ وغيره)

قرآن کے پانچ علوم کا بیان:

۸......(۱)......علم احکام: از قسم واجب مستحب مکروہ اور حرام، یہ احکام خواہ عبادت میں سے ہوں یا معاملات میں سے یا تدبیر منزل سے متعلق ہوں، اس کی تفصیل فقہاء کے ذمہ ہے۔ قرآن نے تمام عبادت میں خواہ طہارت ہو یا نماز، روزہ، زکوۃ، حج، یا ذکر ان تمام احکامات کے اجراء میں تساہل اور بوجہ اکثر آدمیوں کے ناواقف ہونے کے باہم اختلاف کو ختم کیا۔ اور مسائل نماز کا اجمالی تذکرہ کیا گیا اور اس کے لئے لفظ اقامت صلوۃ استعمال کیا۔ اور باقی متعلقہ مسائل اذان جماعت، اوقات اور بناء مساجد کی تفصیل حضور ﷺ نے بیان فرمائی۔ مسائل زکوۃ بھی مختصر ذکر کئے گئے اور حضور ﷺ نے وضاحت فرمائی اسی طرح دیگر احکامات کو بھی اجمالا بیان کیا گیا۔ (۲)......علم مباحثہ: قرآن کریم میں چار گمراہ فرقوں سے مباحث ہوئے ہیں مشرکین، منافقین، یہود، نصاری، یہ مباحثے دو طرح پر واقع ہوئے ایک تو یہ کہ ادلہ قطعیہ یا خطابیات سے حل کرتے ہیں اور دوسرے یوں کہ ان باطل عقائد کا رد بیان کر کے ان سے نفرت دلائی جاتی ہے۔ (۳)......علم تذکیر بآلاء اللہ: اور قرآن میں وہ باتیں بیان کی گئی ہیں جن کو شہری، بدوی اور عرب وعجم یکساں طور پر سمجھ سکیں۔ لہذا نفسانی نعمتیں جو اولیاء اور علماء کے ساتھ مخصوص اور ارتقاقی لذتیں جو صرف بادشاہوں کا حصہ ہیں ذکر نہیں کی گئیں، بنابریں جن نعمتوں کا ذکر کرنا مناسب تھا یہ ہیں آسمان وزمین کی پیدائش بادلوں سے پانی برسانا اور زمین سے پانی کے چشمے جاری کرنا اور اس سے طرح طرح کے پھل پھول اور غلے اگانا اور ضروری صنعتوں کا الہام۔ اور پھر ان کے جاری کرنے کی قدرت بخشنا اور اکثر مقامات میں ہجوم مصائب اور ان کا دور ہونے کے وقت لوگوں کے رویہ کے بدل جانے پر اکثر مقامات میں تنبیہ فرمائی ہے اس لیے کہ یہ امراض نفسانی میں سے کثیر الوقوع ہے۔ (۴)......ایام اللہ: وہ واقعات جن کو خدا تعالی نے ایجاد فرمایا ہے مثلاً فرمانبرداری کے لیے انعام اور نافرمانوں کے لیے عذاب، ان میں ایسی جزئیات کو اختیار فرمایا کہ جو بیشتر سے ان کے گوش زد ہو چکی تھیں۔ حضرت موسی علیہ السلام کا حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات کرنا، اصحاب کہف کے قصص وغیرہ۔ (۵)......تذکیر بالموت: موت اور اس کے بعد کے واقعات میں سے یہ امور بیان فرمائے انسانی موت کی کیفیت، اور اس وقت اس کی بیچارگی کا عالم اور بعد موت جنت ودوزخ کو سامنے کرنا اور عذاب کے فرشتوں کا آنا اور علامات قیامت بیان کی گئی ہیں۔ (الفوز الكبير، ص ٢٢، ملخصاً)

اہل مکہ پر دشواری کے ایام کا بیان:

۹......ضحاک کے قول کے مطابق دشواری سے مراد قحط سالی ہے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ جب رکوع سے سر پاک اٹھاتے تو سمع الله لمن حمده ربنا ولک الحمد کہتے، پھر چند مشرکوں کا نام لے کر ان کے خلاف دعا فرماتے: اے اللہ ولید بن مغیرہ سے نجات دے، سلمہ بن بن ہشام، عیاش بن ابی ربیعہ سے نجات، قبیلہ مضر پر اپنی گرفت فرما، اے اللہ ان پر ایسے قحط کے سال مسلط فرما جیسے حضرت یوسف کے زمانے کے لوگوں پر مسلط کیا تھا، اور ان دنوں مضر کے اہل مشرق آپ کے مخالف تھے۔ (صحيح البخاری، كتاب الاذان، باب: يهوى بالتكبير حين يسجد، رقم: ٨٠٤، ص ١٣٠)

اغراض: فاجازیک علیہ پس خیر والوں کے لیے خیر اور شر والوں کے لئے شر ہے، یہ آیت ترغیب وترھیب کے لیے ہے۔

دینکم: امت سے مراد دین ہے،اس سے عقائد بھی مراد ہو سکتے ہیں جو کہ تمام ہی شرائع میں یکساں تھے، جہاں تک فروعی احکامات کا تعلق ہے تو اس میں اختلاف ہوتا رہا ہے۔

فلا ینقص من ثواب اعمال الخیر: یعنی تمام اعمال اور اس کی جزا کا حساب کتاب لوح لکھا ہوا ہے، جو کہ اللہ عزوجل کے علم کے مطابق ہے۔

اغنیائھم ورؤساء ھم: ابو جہل اور اس کے دیگر چیلے چپاٹے مراد ہیں۔

یقال لھم: روح قبض کرنے کے وقت میں فرشتے ان کے پاس ہتوڑا لئے آئیں گے،آگ میں ان دشمنان اسلام کے چہرے اور پہلوؤں پر ضرب ماری جائیں گی، ایک قول یہ بھی ہے کہ قیامت کے دن میں انہیں آگ کا عذاب دیا جائے گا۔

ترجعون قھقری: مراد پیچھے ہٹنا ہے، یعنی ایمان سے رہ جانے سے بطور کنایہ ذکر کیا گیا ہے۔

ای جماعۃ میں اس جانب اشارہ ہے کہ ﴿سامرا﴾ اسم جمع ہے جس کا واحد مسامر ہے۔

ورزقہ: یعنی دنیاوی رزق مراد ہے، یہ تمام معاملات چاہے رزق یا اجر و ثواب وغیرہ سے متعلق ہوں اللہ اپنے بندوں کو اس کے ذریعے فضیلت بخشتا ہے اور کبھی انہیں ترک نہیں فرماتا۔

آیسون: یوم بدر کفار ناامید ہو گئے، اسی میں ابلیس بھی شامل ہے کہ وہ بھی اللہ کی رحمت سے ناامید ہو گیا۔(الصاوی، ج٤، ص١٦٠ وغیرہ)

ایک اھم بات

اختلاف روایات اور اقوال میں فرق

جان لیجئے! کہ دو روایات کا اختلاف (۱) دو اقوال کے اختلاف کے قبیل سے نہیں ہے کیونکہ دو مختلف اقوال پر مجتہد کی تصریح ہوتی ہے بخلاف دو مختلف روایات کے، پس دو اقوال میں اختلاف تو منقول عنہ کے اعتبار سے ہوتا ہے (۲) اور روایات کے اختلاف کا معاملہ اس کے برعکس ہوتا ہے جیسا کہ محقق ابن امیر الحاج نے التحریر میں ذکر کیا ہے۔ روایات کا اختلاف ناقل کے اعتبار سے ہوتا ہے نہ کہ منقول عنہ کے اعتبار سے۔

ضمنی فوائد: (۱) اختلاف کا لغوی معنی: کسی ایک شے پر متفق نہ ہونا بایں طور پر کہ ہر ایک ایسے رستے کو اختیار کرے جو اس کے حال، اقوال، اور رائے میں دیگر دو اشخاص کے حال، اقوال، اور رائے سے الگ ہو اسی طرح دو اشیاء کے مساوی نہ ہونے کو بھی اختلاف کہتے ہیں پس جو اشیاء باہم مساوی نہیں ہوں گی وہ آپس میں ایک دوسرے کے مخالف اور مختلف ہوں گی۔ اختلاف کا اصطلاحی معنی: فقہاء کے نزدیک اختلاف کا معنی یہ ہے کہ آراء، مسالک، اور مذاہب اور ان اعتقادی باتوں میں افراد کا مختلف ہونا جس کی وجہ سے افراد دنیا و آخرت میں سعادت مند، یا بد بخت ہوتا ہے۔(المصباح، ص:۱۵۱) (۲) ماقبل صراحت ہو چکی ہے کہ روایت میں اختلاف ناقل کی جانب سے ہوتا ہے یعنی امام اعظم علیہ الرحمۃ نے یہ نہیں بلکہ یہ فرمایا تھا، "مثلاً: غصب شدہ غلام کو غاصب نے فروخت کر دیا پھر مشتری نے اس غلام کو آزاد کر دیا پس اگر اصل مالک اس بیع کو جائز کر دے تو آزادی بھی ثابت ہو جائیگی اور امام محمد علیہ الرحمۃ نے جو روایت امام صاحب سے نقل کی ہے اس کے مطابق غلام آزاد ہو جائے گا جب کہ امام ابو یوسف علیہ الرحمۃ نے امام صاحب سے جو روایت کی ہے اسکے مطابق اس صورت میں آزادی ثابت نہیں ہوگی۔

بحر الرائق کی عبارت ملاحظہ فرمائیں "وان باع المغصوب فضمنہ المالک نفذ بیعہ وان حررہ ثم ضمنہ لا ای لو باع الغاصب المغصوب او اعتقہ ثم ضمنہ المالک قیمتہ نفذ بیعہ ولا ینفذ عتقہ :والفرق بینھما ان ملک الغاصب ناقص، لانہ یثبت مستندا،او ضرورۃ ......الخ. (بحر الرائق، کتاب الغصب، ج۸،ص۲۳۸) ،(درس عقود رسم المفتی،ص۷٦وغیرہ)

رکوع نمبر:۵

﴿وَهُوَ الَّذِی اَنْشَاَ﴾ خلقَ ﴿لَكُمُ السَّمْعَ﴾ بمعنی الاسماعِ ﴿وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْئِدَةَ ؕ﴾ القُلُوب ﴿قَلِيْلًا مَّا﴾ تاکیدٌ لِقِلّةِ ﴿تَشْكُرُوْنَ(۷۸) وَهُوَ الَّذِیْ ذَرَاَكُمْ﴾ خلقکم ﴿فِی الْاَرْضِ وَاِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ(۷۹)﴾ تُبعثون ﴿وَهُوَ الَّذِیْ يُحْیٖ﴾ بنفخِ الرُّوحِ فِی المُضغَةِ ﴿وَيُمِيْتُ وَلَهُ اخْتِلَافُ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ ؕ﴾ بالسَّوادِ والبیاضِ والزِّیادَةِ والنُّقصانِ ﴿اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ(۸۰)﴾ صَنیعَهٗ تعالٰی فتعتبرونَ ﴿بَلْ قَالُوْا مِثْلَ مَا قَالَ الْاَوَّلُوْنَ(۸۱) قَالُوْۤا﴾ ای الاوّلونَ ﴿ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ(۸۲)﴾ لا وفی الهَمْزَتینِ فی المَوضِعینِ التَحقیقُ وتَسهِیلُ الثّانِیةِ وادخالُ اَلِفٍ بَینهما علی الوَجهینِ ﴿لَقَدْ وُعِدْنَا نَحْنُ وَاٰبَآؤُنَا هٰذَا﴾ ای البَعث بَعدَ الموتِ ﴿مِنْ قَبْلُ اِنْ﴾ ما ﴿هٰذَاۤ اِلَّاۤ اَسَاطِيْرُ﴾ اَکاذِیبُ ﴿الْاَوَّلِيْنَ(۸۳)﴾ کالاَضاحِیکِ والاَعاجِیبِ جمعُ اُسطُورةٍ بالضمّ ﴿قُلْ﴾ لهم ﴿لِّمَنِ الْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهَاۤ﴾ مِنَ الخَلقِ ﴿اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ(۸۴)﴾ خالِقَها وما لکها ﴿سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ؕ قُلْ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ(۸۵)﴾ بِادغامِ التاءِ الثّانِیةِ فی الذّالِ تتعظُونَ فتعلمُونَ اَنَّ القادِرَ علی الخَلقِ اِبتِداءً قادرٌ علی الاحیاءِ بعدَالموتِ ﴿قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ(۸۶)﴾ الکُرسِیّ ﴿سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ؕ قُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ(۸۷)﴾ تَحذَرونَ عِبادَةَ غیرِہٖ ﴿قُلْ مَنْۢ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ﴾ مُلکُ ﴿كُلِّ شَیْءٍ﴾ والتاءُ لِلمُبالغَةِ ﴿وَّهُوَ يُجِيْرُ وَلَا يُجَارُ عَلَيْهِ﴾ یَحمِی ولا یُحمٰی علیهِ ﴿اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ(۸۸) سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ؕ﴾ وفی قِراءَةٍ بِلامِ الجرِ فی الموضَعینِ نظُرا الی اَنَّ المَعنٰی مَنْ لَهٗ مَا ذُکِرَ ﴿قُلْ فَاَنّٰی تُسْحَرُوْنَ(۸۹)﴾ تُخدَعونَ وتُصرَفونَ عَنِ الحقِّ عَبادَةَ اللهِ وحدَہٗ ای کَیفَ یُخَیَّلُ لَکُمْ اَنَّهٗ بَاطِلٌ ﴿بَلْ اَتَيْنٰهُمْ بِالْحَقِّ﴾ بِالصِّدقِ ﴿وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ(۹۰)﴾ فِی نَفیِهِ وَ هُوَ ﴿مَا اتَّخَذَ اللّٰهُ مِنْ وَّلَدٍ وَّمَا كَانَ مَعَهٗ مِنْ اِلٰهٍ اِذًا﴾ ای لَو کَان مَعهٗ اِلٰهٌ ﴿لَّذَهَبَ كُلُّ اِلٰهٍۭ بِمَا خَلَقَ﴾ ای اِنفَرَدَ بِهٖ وَمَنَعَ الْاٰخرَ مِنَ الْاِستِیلاءِ علیهِ ﴿وَلَعَلَا بَعْضُهُمْ عَلٰی بَعْضٍ ؕ﴾ مُغالَبَةً کَفِعلِ مُلوکِ الدنیا ﴿سُبْحٰنَ اللّٰهِ﴾ تَنزِیها لَهٗ ﴿عَمَّا يَصِفُوْنَ(۹۱)﴾ بِهٖ مِمَّا ذُکِرَ ﴿عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ﴾ مَاغَابَ وَماشُوهِدَ بِالجَرِّ صِفَةٌ والرَّفعِ خَبَرُ هُوَ مُقَدَّرا ﴿فَتَعٰلٰی﴾ تَعَظَّمَ ﴿عَمَّا يُشْرِكُوْنَ(۹۲)﴾ مَعَهٗ.

﴿ترجمہ﴾

اور وہی ہے جس نے بنائے (انشا بمعنی خلق ہے، یعنی پیدا کئے) تمہارے لیے کان (سمع واحد کا صیغہ بمعنی اسماع جمع ہے) اور آنکھیں اور دل (افئدۃ بمعنی قلوب ہے) تم بہت ہی کم (''ما'' قلت کی تاکید بیان کرنے کے لئے ہے) حق مانتے ہو اور وہی ہے جس نے تمہیں زمین میں پھیلایا (اور تمہاری تخلیق فرمائی) اور اسی کی طرف اٹھنا ہے (تحشرون بمعنی تبعثون ہے) اور وہی جلائے (گوشت کے لوتھڑے میں روح پھونک کر) اور مارے، اور اسی کے لیے ہیں رات اور دن کی تبدیلیاں (یعنی تاریکی و روشنی اور زیادتی و

نقصان کی) تو کیا تمہیں سمجھ نہیں (اللہ عزوجل کی کرشمہ سازی کی کہ تم عبرت حاصل کرو.....۱......) بلکہ انہوں نے وہی کہی جو اگلے کہتے تھے، بولے (پہلے لوگ) کیا جب ہم مرجائیں اور مٹی اور ہڈیاں ہو جائیں کیا پھر نکالے جائیں گے (دونوں جگہ دونوں ہمزوں یعنی اِذا اور اِنّا میں تحقیق ہے جبکہ دوسرے ہمزہ میں تسہیل ہے اور دونوں صورتوں کی بناء پر دونوں کے درمیان الف کا داخل کرنا بھی صحیح ہے) بیشک یہ وعدہ (یعنی بعث بعد الموت کا) ہم کو اور ہم سے پہلے ہمارے باپ دادا کو دیا گیا یہ تو نہیں (یہاں ان بمعنی ما نافیہ ہے) مگر وہی اگلی داستانیں (اساطیر بمعنی اکاذیب ہے یعنی ایسی جھوٹی و من گھڑت کہانیاں کہ جن پر ہنسا جاتا ہو یا پھر تعجب کا اظہار کیا جاتا ہو نیز یہ اسطورۃ کی جمع ہے) تم فرماؤ (انہیں) کس کا مال ہے زمین اور جو کچھ اس میں ہے (مخلوق میں سے) اگر تم جانتے ہو (ان کے خالق و مالک کو) اب کہیں گے کہ اللہ کا، تم فرماؤ (ان سے) پھر کیوں نہیں سوچتے (تذکرون اصل میں تتذکرون بمعنی تتعظون تھا، پھر دوسری تا کا دال میں ادغام کر دیا گیا، یعنی تم جان لیتے کہ جو مخلوق کو پہلی مرتبہ پیدا کرنے پر قدرت رکھتا ہے وہ اسے موت کے بعد دوبارہ زندہ کرنے پر بھی قادر ہے) تم فرماؤ کون ہے مالک ساتوں آسمانوں کا اور مالک بڑے عرش کا (ایک قول کے مطابق عرش سے مراد کرسی ہے) اب کہیں گے یہ اللہ ہی کی شان ہے۔ تم فرماؤ پھر کیوں نہیں ڈرتے (یعنی اس کو چھوڑ کر دوسرے جھوٹے معبودوں کی عبادت سے پرہیز کیوں نہیں کرتے) تم فرماؤ کس کے ہاتھ ہے ہر چیز کا قابو (ملکوت بمعنی ملک ہے، جبکہ اس کے آخر میں ت مبالغہ کے لئے ہے) اور وہ پناہ دیتا ہے اور اس کے خلاف کوئی پناہ نہیں دے سکتا (وہی بچاتا ہے اس کی مرضی کے خلاف کسی کو نہیں بچایا جاسکتا) اگر تمہیں علم ہو اب کہیں گے یہ اللہ ہی کی شان ہے (ایک قرأت میں لفظِ اللّٰہ سے پہلے دونوں جگہ حرف جر ہے، اس معنی کی رعایت کرتے ہوئے کہ جن اشیاء کا تذکرہ ہوا ہے وہ کس کی ہیں) تم فرماؤ پھر کس جادو کے فریب میں پڑے ہو (کیسے دھوکے میں مبتلا ہو جاتے ہو اور حق یعنی ایک خدا کی عبادت سے روگردانی کرتے ہو یعنی تمہیں یہ خیال کیسے آجاتا ہے کہ یہ سب باطل ہے؟) بلکہ ہم ان کے پاس حق (یعنی سچ) لائے اور وہ بیشک جھوٹے ہیں (اپنے انکار اور نفی میں جبکہ ان کے اس انکار سے مراد ہے کہ) اللہ نے کوئی بچہ اختیار نہ کیا اور نہ اس کے ساتھ کوئی دوسرا خدا، یوں ہوتا (یعنی اگر اس کے ساتھ کوئی دوسرا خدا ہوتا) تو ہر خدا اپنی مخلوق لے جاتا (یعنی اس کو لے کر الگ ہو جاتا اور دوسرے خدا کو اس پر غالب آنے سے روک دیتا.....۲......) اور ضرور ایک دوسرے پر اپنی بڑائی چاہتا (یعنی وہ ایک دوسرے پر غالب آنا چاہتے جیسا کہ دنیاوی بادشاہ کرتے ہیں) پاکی ہے اللہ کو (طہارت و پاکیزگی اسی کے لئے ہے) ان باتوں سے جو یہ بناتے ہیں (جن کا تذکرہ ابھی ہوا ہے) جاننے والا ہر نہاں وعیاں کا (یعنی ہر اس شے کا جاننے والا ہے خواہ وہ آنکھوں سے اوجھل اور غائب ہو یا آنکھوں سے دیکھی جاسکتی ہو، نیز عالم کو مجرور پڑھنا صفت کی وجہ سے ہے جبکہ اسے مرفوع بھی پڑھا جاسکتا ہے اس صورت میں یہ ھو مبتدا کی خبر ہوگا) تو اسے بلندی ہے (تعالیٰ بمعنی تعظم ہے) ان کے شرک سے (جو وہ اس کے ساتھ کرتے ہیں)۔

ترکیب

﴿وھو الذی انشالکم السمع والابصار والافئدۃ قلیلا ما تشکرون﴾.

و: مستانفہ، ھو: مبتدا، الذی: موصوف، انشا لکم: فعل با فاعل و ظرف لغو، السمع: معطوف علیہ، و: عاطفہ، الابصار: معطوف، و: عاطفہ، الافئدۃ: معطوف ثانی، ملکر مفعول، ملکر صلہ، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ مستانفہ، قلیلا: مصدر محذوف "شکرا" کے لیے صفت، ملکر مفعول مطلق مقدم، ما: زائدہ، تشکرون: فعل با فاعل ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وھو الذی ذراکم فی الارض والیہ تحشرون﴾.

و: عاطفہ، ھو: مبتدا، الذی: موصول، ذراکم فی الارض: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، ف: عاطفہ، الیہ تحشرون: جملہ فعلیہ

معطوف، ملکر صلہ، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿وھو الذی یحی ویمیت ولہ اختلاف الیل والنھار افلا تعقلون﴾.

و: عاطفہ، ھو: مبتدا، الذی: موصول، یحیی: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، یمیت: جملہ فعلیہ مطعوف اول، و: عاطفہ، لہ: ظرف مستقر خبر مقدم، اختلاف الیل والنھار: مرکب اضافی مبتدا موخر، ملکر معطوف ثانی، ملکر صلہ، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ، ھمزہ: حرف استفہامیہ، ف: عاطفہ معطوف علی محذوف "لا تومنون"، لا تعقلون: فعل نفی با فاعل، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿بل قالوا مثل ما قال الاولون﴾.

بل: حرف اضراب، قالوا: فعل با فاعل، مثل: مضاف، ما: مصدریہ، قال الاولون: جملہ فعلیہ بتاویل مصدر مضاف الیہ، ملکر "قولا" مصدر محذوف کے لیے صفت، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿قالواء اذامتنا وکنا ترابا وعظاماء انا لمبعوثون﴾.

قالوا: قول، ھمزہ: استفہامیہ، اذا: ظرفیہ شرطیہ مفعول فیہ مقدم، متنا: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، کنا: فعل ناقص واسم، ترابا وعظاما: خبر، ملکر معطوف، ملکر شرط، ھمزہ: حرف استفہامیہ، انا: حرف مشبہ واسم، لمبعوثون: خبر، ملکر جواب شرط، ملکر جملہ شرطیہ مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿لقد وعدنا نحن واباؤنا ھذا من قبل ان ھذا الا اساطیر الاولین﴾.

لام: قسمیہ، قد: تحقیقیہ، وعد: فعل مجہول "نا" ضمیر مؤکد، نحن: تاکید، ملکر معطوف علیہ، و: عاطفہ، اباء نا: معطوف، ملکر نائب الفاعل، ھذا: مفعول ثانی، من قبل: ظرف لغو، ملکر قسم محذوف "نقسم" کے لیے جواب قسم، ملکر جملہ قسمیہ، ان: نافیہ، ھذا: مبتدا، الا: اداۃ حصر، اساطیر الاولین: خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿قل لمن الارض ومن فیھا ان کنتم تعلمون﴾.

قل: قول، لام: جار، من: استفہامیہ، مجرور، ملکر ظرف مستقر خبر مقدم، الارض: معطوف علیہ، و: عاطفہ، من فیھا: موصول صلہ، ملکر معطوف، ملکر مبتدا موخر، ملکر جملہ اسمیہ مقولہ، ملکر جملہ قولیہ، ان: شرطیہ، کنتم تعلمون: جملہ فعلیہ جواب شرط محذوف "فاخبرونی بخالقھما" کے لیے شرط، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿سیقولون للہ قل افلا تذکرون﴾.

سیقولون: قول، للہ: ظرف مستقر مبتدا محذوف "ھی" کے لیے خبر، ملکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ، قل: قول، ھمزہ: حرف استفہامیہ، ف: عاطفہ معطوف علی محذوف "لا تعقلون"، لا تذکرون: فعل نفی با فاعل، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿قل من رب السموت السبع ورب العرش العظیم ○ سیقولون للہ قل افلا تتقون﴾.

قل: قول، من: استفہامیہ مبتدا، رب السموت السبع: مرکب اضافی معطوف علیہ، و: عاطفہ، رب العرش العظیم: مرکب اضافی معطوف، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ مقولہ، ملکر جملہ قولیہ، سیقولون: قول، للہ: ظرف مستقر مبتدا محذوف "ھو" کے لیے خبر، ملکر جملہ اسمیہ ہو کر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ، قل: قول، ھمزہ: استفہامیہ، ف: عاطفہ، لا تتقون: فعل نفی با فاعل ملکر جملہ فعلیہ مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿قل من بیدہ ملکوت کل شیء وھو یجیر ولا یجار علیہ﴾.

قل: قول، من: استفہامیہ مبتدا، بیدہ: ظرف مستقر خبر مقدم، ملکوت کل شیء: مبتدا موخر، ملکر معطوف علیہ، و: عاطفہ، ھو: مبتدا،

یجیر: معطوف علیہ،و: عاطفہ، لا یجار علیہ: معطوف علیہ، جملہ فعلیہ معطوف ، ملکر خبر، ملکر معطوف، ملکر خبر، ملکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿ان کنتم تعلمون ○ سیقولون للہ قل فانی تحسرون﴾.

ان: شرطیہ، کنتم تعلمون: جملہ فعلیہ جزا محذوف "فاخبرونی" کے لیے شرط، ملکر جملہ شرط، سیقولون: قول، للہ: ظرف مستقر "ھو" مبتدا محذوف کے لیے خبر، ملکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ، قل: قول، ف: فصیحہ، انیّ: اسم استفہامیہ بمعنی "کیف" حال مقدم، تسحرون: فعل وضمیر ذوالحال، ملکر نائب الفاعل، ملکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿بل اتینھم بالحق وانھم لکذبون﴾.

بل: عاطفہ، اتینا: فعل "نا" ضمیر ذوالحال، بالحق: ظرف مستقر حال، ملکر فاعل، ھم: ضمیر ذوالحال، و: حالیہ، انھم لکذبون: جملہ اسمیہ حال، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ما اتخذاللہ من ولد وما کان معہ من الہ﴾.

ما اتخذ اللہ: فعل نفی وفاعل، من: زائدہ، ولد: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، ما: نافیہ، کان: فعل ناقص، معہ: ظرف متعلق محذوف خبر مقدم، من: زائدہ، الہ: اسم مؤخر، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿اذا لذھب کل الہ بما خلق ولعلا بعضھم علی بعض﴾.

اذا: بمعنی "لو" شرطیہ، لام: تاکید، ذھب کل الہ: فعل وفاعل، بما خلق: ظرف لغو، ملکر معطوف علیہ، و: عاطفہ، لعلا بعضھم علی بعض: جملہ فعلیہ معطوف، ملکر شرط محذوف "کان معہ الھۃ کما تقولون" کے لیے جواب شرط، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿سبحن اللہ عما یصفون ○ علم الغیب والشھادۃ﴾.

سبحن: مصدر مضاف، اللہ: اسم جلالت مبدل منہ، علم: مضاف، الغیب والشھادۃ: مضاف الیہ، ملکر بدل، ملکر مضاف الیہ فاعل، عما یصفون: ظرف لغو، ملکر شبہ جملہ "سبح" فعل محذوف کے لیے مفعول مطلق، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿فتعلی عما یشرکون﴾.

ف: عاطفہ، تعالی: فعل بافاعل، عمایشرکون: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

انعام واکرام وکرشمہ سازیوں کے باوجود ناشکری:

۱......اللہ عزوجل نے اپنے پاک کلام میں جگہ جگہ اپنی نعمتوں کا ذکر فرمایا: ﴿وان تعدوا نعمت اللہ لا تحصوھا﴾ اور اگر تم اللہ کی نعمتیں شمار کرنا چاہو تو شمار نہ کر سکو (ابراھیم: ۳٤)۔ انہیں نعمتوں میں آنکھ کی نعمت، جس کی حقیقی قدر و قیمت اندھا ہی جانے، جسے بازار جانا ہو یا مسجد کی جانب، سفر وحضر وروزانہ کے معاملات، الغرض ہر طریقے سے دشواری ومحتاجی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ کان جس سے انسان اپنے پیاروں کی باتیں سن لیتا ہے اس کی قدر بھی وہ جانے جو بہرا ہو، جسے پاس پڑی آواز بھی سنائی نہ دے، جسے لوگ بہرا کہہ کر دھتکار دیتے ہوں، اپنے پاس جگہ نہ دیتے ہوں کہ کسی کام کا نہیں، دل جس نے تمام اعضاء کو اپنے کنٹرول میں کیا ہوا ہے، جس میں ہونے والی نیت کی شریعت اسلامیہ میں بڑی اہمیت ہے، اگر اسی دل میں کسی کار خیر کی نیت نہ ہو تو پھر ثواب جیسی عظیم نعمت سے محروم ہونا پڑتا ہے۔ یہی دل ہے کہ درست رہے تو زندگی اللہ عزوجل کی یاد میں گزر جائے اور اگر نا کارہ ہو جائے تو پھر زندگی بے بندگی شرمندگی کا مصداق ہو جائے۔ الغرض دل بھی اعضائے انسانی میں اہمیت کا حامل ہے۔ یہ تو ظاہری نعمتیں ہم نے گنوائی، حقیقی کلام جو مقصود ہے وہ

یہ ہے کہ آنکھ ہو پھر بھی حق نہ دیکھے، حق سے دور رہے، کان ہوں پھر بھی حق نہ سنیں، حق سننے سے دور رہیں، بہرے ہو جائیں جیسا کہ کچھ سنائی نہیں دیتا، دل حق کی معرفت سے ویران رہے، معرفت الٰہی سے کوسوں دور رہے، کفر و زیادتی کی دلدل میں پھنسا رہے جس کا نتیجہ ہمیشہ کی بربادی کے سوا کچھ نہیں۔ الامان والحفیظ۔

توحید باری ﷻ پر دلیل تمانع:

۲...... عام عادت ہے کہ جس طرح کسی کام میں دو افراد، دو حکام یا دو کام کرنے والے شامل ہوں تو ان کا آپس میں اختلاف ہونا ظاہر ہے۔ ہر شخص اس بات کو بخوبی سمجھ سکتا ہے کہ اگر اس سارے نظام میں اللہ ﷻ کے علاوہ دیگر معبود ہوتے تو کیسے کیسے اختلاف ہوتے۔ ایک معبود بارش برسانے کی خواہش کرتا جب کہ دوسرا نہ برسانے پر راضی ہے۔ الغرض ہمیں تو مثال دینے میں بھی تردد ہوتا ہے کہ مثال تو اس بات کی دی جائے جو ممکنات میں سے ہو اور اللہ ﷻ کے سوا کوئی اور خدا ماننا محال ہے۔

اغراض :تاکید للقلة: ما تاکید قلت کے لیے ہے جو کہ تنکیر (نکرہ) سے مستفاد ہوا ہے، معنی یہ ہے کہ بہت تھوڑا شکر کرنا، اور یہ کسی چیز کے عدم وجود سے بطور کنایہ مستعمل ہے۔

تبعثون: یعنی موت کے بعد کی زندگی۔ لا: میں اس جانب اشارہ ہے کہ استفہام بمعنی انکاری ہے۔

لهم: سے مراد مکہ کے وہ لوگ ہیں جو مرنے کے بعد دوبارہ اٹھائے جانے کے منکر ہیں۔

الكرسي: مناسب ہے کہ اس کی بقاء ظاہر پر محمول کی جائے، اس لیے تحقیق کے مطابق عرش کرسی میں داخل نہیں ہے۔

والتاء للمبالغة: اسی طرح واو بھی مبالغہ کے لئے آتا ہے، اور دونوں زائد بھی ہوتے ہیں، جیسا کہ کسی معاملے میں رحم کرنے اور خوف دلانے کی زیادتی ہوتی ہے۔ من الخلق: عقلاء و غیر عقلاء ساری ہی مخلوقات شامل ہے۔

يحمي ولا يحمي عليه: وہی بچاتا ہے اس کی مرضی کے خلاف کسی کو نہیں بچایا جاسکتا، اولا یَحمٰی بروزن یَرمٰی اور ثانی یُحمٰی ہے، معنی یہ ہے کہ وہ روک بھی سکتا ہے اور جس کی چاہے حفاظت کرتا ہے اور اسے کوئی روکنے والا نہیں، اور جسے رسوا کرنا چاہے اس کی کوئی مدد کرنے والا نہیں، اللہ ﷻ کا فرمان ﴿ان ينصركم الله فلا غالب لكم وان يخذلكم فمن ذا الذي ينصركم من بعده (آل عمران: ۱۶۰)﴾۔

نظرا الى ان المعنى: پس لام جر سوال میں مقدر ہے، پس اسی طرح جواب میں معنی کی جانب توجہ کرتے ہوئے مقدر مانا جائے، بہر حال لفظِ سوال کی رعایت کا اعتبار کرتے ہوئے اسقاط مانا جائے، اس لیے کہ دونوں اقوال میں کوئی فرق نہیں: من رب السموت؟ وبين لمن السموت؟ جیسا کہ سائل کا قول ہوتا ہے من رب هذه الدار؟ تو جواب میں کہا جاتا ہے زید، اور اگر یوں کہا جائے لزید، تو بھی سوال میں کوئی فرق نہیں پڑتا کہ لمن هذه الدار؟ کہہ دیا جائے یا من ربها؟ کہہ دیا جائے۔

عبادة الله: عن الحق سے بدل ہے۔

اى كيف يخيل لكم: اس جملے میں اس جانب اشارہ ہے کہ مراد سحر، خیال بندیاں اور اوہام مراد ہیں حقیقت مراد نہیں ہے۔ کفعل ملوک الدنيا مفسر کا کلام اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ بات امر عادی کی ہو رہی ہے نہ کہ الزام قطعی کی، جو کہ خلاف تحقیق ہے، اور تحقیق یہ ہے کہ دو خدا ہونے میں ہر ایک دوسرے پر برتری چاہے گا اور یہی دلیل عقلی قطعی ہے۔ (الصاوی، ج ٤، ص ١٦٥ وغیرہ)

رکوع نمبر: ٦

﴿قُلْ رَّبِّ اِمَّا﴾ فِيهِ اِدغامُ نُونِ اِنِ الشَّرطِيةِ فِي ما الزَّائدةِ ﴿تُرِيَنِّى مَا يُوْعَدُوْنَ (۹۳)﴾ مِنَ العَذابِ هُو صادِقٌ بِالقَتلِ بِبَدرٍ ﴿رَبِّ فَلَا تَجْعَلْنِىْ فِى الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ (۹۴)﴾ فَاُهْلِكَ بِهلاكِهِمْ ﴿وَاِنَّا عَلٰٓى اَنْ نُّرِيَكَ مَا نَعِدُهُمْ

لَقٰدِرُوْنَ (٩٥) اِدْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ ﴾اَی خُلَّةُ مِنَ الصَّفحِ والْاَعراضِ عنهم ﴿السَّیِّئَةَ ؕ﴾ اِذا هُوَ اِیاکَ
وهٰذَا قَبل الاَمرِ بِالقِتالِ﴿نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا یَصِفُوْنَ (٩٦)﴾اَی یُکَذِّبُوْنَ وَیقُولونَ فَنُجازِیهِمْ علیهِ﴿وَقُلْ رَّبِّ
اَعُوْذُ ﴾اَعْتَصِمُ ﴿بِکَ مِنْ هَمَزٰتِ الشَّیٰطِیْنِ (٩٧)﴾نَزَغاتِهِم بِما یُوَسْوِسُوْنَ بِه﴿وَاَعُوْذُ بِکَ رَبِّ اَنْ
یَّحْضُرُوْنِ (٩٨)﴾فِی اُمورِی لِاَنَّهُمْ اِنَّما یَحضُرُونَ بِسُوءٍ﴿حَتّٰی ﴾اِبْتِدائیةٌ﴿اِذَا جَآءَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ
﴾وَرَاٰی مَقْعَدَهٗ مِنَ الجَنَّةِ لَو آمَنَ﴿قَالَ رَبِّ ارْجِعُوْنِ (٩٩)﴾اَلجَمعُ لِلتَعظِیمِ﴿لَعَلِّیْٓ اَعْمَلُ صَالِحًا ﴾بِاَنْ
اَشهَدَ اَن لا اِلٰه الا اللّٰه یَکونُ﴿فِیْمَا تَرَکْتُ ﴾ضَیَّعتُ مِن عُمرِی اَی فِی مُقابلَتِه﴿کَلَّا ؕ﴾اَی لا
رَجُوعَ﴿اِنَّهَا ﴾اَی رَبِّ ارْجِعونِ﴿کَلِمَةٌ هُوَ قَآئِلُهَا ؕ﴾وَلا فَائِدَةَ لَهٗ فِیها﴿وَمِنْ وَّرَآئِهِمْ ﴾اَمَامِهِمْ
﴿بَرْزَخٌ ﴾حَاجِزٌ یَصُدهمُ عَنِ الرجُوعِ﴿اِلٰی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ (١٠٠)﴾ولا رُجوعَ بَعدهٗ﴿فَاِذَا نُفِخَ فِی الصُّوْرِ
﴾القَرنِ النَفخَةِ الاوُلٰی والثَّانِیةِ﴿فَلَآ اَنْسَابَ بَیْنَهُمْ یَوْمَئِذٍ ﴾یَتافَاخرونَ بِها﴿وَّلَا یَتَسَآءَلُوْنَ (١٠١)﴾عَنْهَا
خِلافَ حَالِهِمْ فی الدنیا لِما یَشغلهُم من عَظمِ الامرِ فی بعضِ مواضعِ القیمة وفی بعضها یُفِیقُونَ وَ فی
آیةٍ اُخری وَاَقْبَلَ بَعضُهم علٰی بَعضٍ یَتسائلونَ﴿فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِیْنُهٗ ﴾بالحَسناتِ﴿فَاُولٰٓئِکَ هُمُ
الْمُفْلِحُوْنَ (١٠٢)﴾اَلفائِزونَ﴿وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِیْنُهٗ ﴾بالسَّیئاتِ﴿فَاُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ
﴾فهُم﴿فِیْ جَهَنَّمَ خٰلِدُوْنَ (١٠٣)﴾تَلْفَحُ وُجُوْهَهُمُ النَّارُ ﴾تحرِقُها﴿وَهُمْ فِیْهَا کٰلِحُوْنَ (١٠٤)﴾شُمِّرَتْ
شِفَاهُهُمُ العُلیا والسُفلی عَنْ اَسْنانِهِمْ وَیُقالُ لهم ﴿اَلَمْ تَکُنْ اٰیٰتِیْ ﴾مِنَ القُرانِ﴿تُتْلٰی عَلَیْکُمْ
﴾تَخُوفونَ بِها﴿فَکُنْتُمْ بِهَا تُکَذِّبُوْنَ (١٠٥) قَالُوْا رَبَّنَا غَلَبَتْ عَلَیْنَا شِقْوَتُنَا ﴾وَفِی قِراءَةٍ شِقاوَتُنا بِفَتحِ اَوَّلِهٖ
وَاَلِفٍ وَهُما مَصدرَانِ بِمعنی ﴿وَکُنَّا قَوْمًا ضَآلِّیْنَ (١٠٦)﴾عَنِ الهِدایةِ﴿رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْهَا فَاِنْ عُدْنَا ﴾اِلی
المُخالَفَةِ﴿فَاِنَّا ظٰلِمُوْنَ (١٠٧) قَالَ ﴾لهمْ بِلِسانِ مالکٍ بَعدَ قَدرِ الدُّنیا مَرَّتینِ ﴿اخْسَئُوْا فِیْهَا ﴾اُقْعُدوا فی النارِ
اِذِلَّاءَ﴿وَلَا تُکَلِّمُوْنِ (١٠٨)﴾فِی رَفعِ العَذابِ عَنکُم فَیَنقَطِعُ رِجَائُهمْ ﴿اِنَّهٗ کَانَ فَرِیْقٌ مِّنْ عِبَادِیْ ﴾هُمُ
المُهاجِرونَ﴿یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَاَنْتَ خَیْرُ الرّٰحِمِیْنَ (١٠٩) فَاتَّخَذْتُمُوْهُمْ سِخْرِیًّا ﴾
بِضَمِّ السینِ وَکَسرِها مَصدرٌ بِمعنی الهزءِ منهم بِلالٌ و صُهیبٌ وَعَمَّارٌ وسلمان﴿حَتّٰٓی اَنْسَوْکُمْ
ذِکْرِیْ ﴾فَتَرکتُموهُ لِاِشتِغالِکُم بِالْاِستِهزاءِ بِهم فَهُم سَببُ الْاِنساءِ فَنُسِبَ الیهم ﴿وَکُنْتُمْ مِّنْهُمْ
تَضْحَکُوْنَ (١١٠) اِنِّیْ جَزَیْتُهُمُ الْیَوْمَ ﴾النَّعِیمَ المُقِیمَ﴿بِمَا صَبَرُوْٓا ۙ﴾عَلی اِسْتِهزَائِکُم بِهِم وَاَذَاکُم
اِیاهُمْ﴿اَنَّهُمْ ﴾بِکَسرِ الهَمْزَةِ ﴿هُمُ الْفَآئِزُوْنَ (١١١)﴾بِمَطلُوبِهم اِسْتِیناف وَبِفَتْحِها مَفعولٌ ثانٍ لَجَزَیتهم
﴿قٰلَ ﴾تَعالی بِلِسانِ مالکٍ وَفِی قِراءَةٍ﴿کَمْ لَبِثْتُمْ فِی الْاَرْضِ ﴾فی الدنیا وفی قُبورِکم ﴿عَدَدَ
سِنِیْنَ (١١٢)﴾تَمْیِیزٌ﴿قَالُوْا لَبِثْنَا یَوْمًا اَوْ بَعْضَ یَوْمٍ ﴾شَکُّوا فی ذٰلکَ واستَقصَروهُ لِعَظمِ ما هُو فیه مِنَ
العَذابِ﴿فَسْئَلِ الْعَآدِّیْنَ (١١٣)﴾اَیِ المَلائکةِ المُحصِینَ اعمالَ الخلقِ﴿قٰلَ ﴾تعالی بِلِسانِ مالکٍ وَفِی

قِراءَتِهٖ ﴿اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا قَلِيْلًا لَّوْ اَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ (۱۱۴)﴾ مِقْدَارَ لَبْثِكُم مِنَ الطُّوْلِ كان قليلاً بالنِّسبَةِ الى لَبْثِكُم فى النارِ ﴿اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا﴾ لَا حِكمةٍ ﴿وَّاَنَّكُمْ اِلَيْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ (۱۱۵)﴾ بِالبِناءِ لِلفاعلِ وَلِلمَفعولِ لا بَل لِنَتَعَبَّدَكم بِالاَمرِ والنَّهيِ وَتَرجِعُوا اِلَينا ونُجَازِی على ذلکَ وَما خَلَقْتُ الجِنَّ والاِنْسَ اِلا لِيَعبُدونَ ﴿فَتَعٰلَى اللّٰهُ﴾ عَنِ البَعثِ وَغيرِهٖ مِمَّا لَايَلِيقُ بِهٖ ﴿الْمَلِكُ الْحَقُّ ۚ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيْمِ (۱۱۶)﴾ الكُرسِى هُو سَرِيرُ الحَسنُ ﴿وَمَنْ يَّدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ لَا بُرْهَانَ لَهٗ بِهٖ﴾ صِفَةٌ كَاشِفَةٌ لَا مَفْهُومَ لَها ﴿فَاِنَّمَا حِسَابُهٗ﴾ جَزَاؤُهٗ ﴿عِنْدَ رَبِّهٖ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ (۱۱۷)﴾ لَا يُسعِدُونَ ﴿وَقُلْ رَّبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ﴾ المُومِنِينَ فى الرَّحمةِ زِيادةً على المَغفِرةِ ﴿وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰحِمِيْنَ (۱۱۸)﴾ اَفْضَلُ رَاحِمٍ.

﴿ترجمہ﴾

تم عرض کرو کہ اے میرے رب! اگر (اما اصل میں ان ما تھا، ان شرطیہ کا نون ما زائدہ میں مدغم ہے) تو مجھے دکھائے جو انہیں وعدہ دیا جاتا ہے (عذاب کا، اس سے مراد غزوۂ بدر کے دن قتل کا سچا ہونے والا وعدہ ہے)، تو اے میرے رب! مجھے ان ظالموں کے ساتھ نہ کرنا (کہ میں ان کی ہلاکت کے باعث ہلاک کر دیا جاؤں) اور بیشک ہم قادر ہیں کہ تمہیں دکھا دیں جو انہیں وعدہ دے رہے ہیں سب سے اچھی بھلائی سے برائی کو دفع کرو......۱...... (احسن کا مضاف الیہ محذوف ہے جو کہ الخلۃ ہے یعنی ان سے اعراض وروگردانی کی عادت سے برائی دور کرو) ہم خوب جانتے ہیں جو باتیں یہ بناتے ہیں (یصفون سے مراد یکذبون اور یقولون ہے یعنی وہ جھوٹ بولتے ہیں اور باتیں کرتے ہیں لہذا ہم انہیں اس پر بدلہ دیں گے)۔ اور تم عرض کرو کہ اے میرے رب تیری پناہ (اعوذ بمعنی اعتصم ہے) شیاطین کے وسوسوں سے (یعنی ان کی ایسی ورغلانے والی باتوں سے کہ جن سے وہ وسوسہ انگیزی کرتے ہیں......۲......) اور اے میرے رب! تیری پناہ کہ وہ میرے پاس آئیں (میرے معاملات کی ادائیگی میں، اس لئے کہ وہ تو صرف برائی ہی کے ساتھ آتے ہیں)، یہاں تک کہ (حتی ابتدائیہ ہے) جب ان میں کسی کو موت آئے (اور وہ اپنا ٹھکانا جہنم کا اور جنت کا بھی دیکھ لے تو اگر جنت کا ٹھکانا دیکھ کر ایمان لے آئے) تو کہتا ہے کہ اے میرے رب! مجھے واپس پھیر دیجئے (یہاں ارجعون جمع کا صیغہ ہے جو پروردگار ﷻ کی عظمتِ شان کی وجہ سے ہے)، شاید اب میں کچھ بھلائی کماؤں (اس طرح کہ لا الہ الا اللّٰہ کی گواہی دوں، ہو سکتا ہے کہ وہ عمل) اس میں جو چھوڑ آیا ہوں (یعنی عمر کا جو حصہ ضائع کر آیا ہوں اس کے بدلے میں ہو جائے تو اللہ ﷻ ارشاد فرمائے گا) ہشت (یعنی کوئی رجوع نہیں) یہ تو (یعنی رب ارجعون) ایک بات ہے جو وہ اپنے مونھ سے کہتا ہے (اسے اس کا کوئی فائدہ نہیں) اور ان کے آگے (ورائھم بمعنی امامھم ہے) ایک آڑ ہے (برزخ بمعنی حاجز ہے یعنی ایک ایسی مزاحمت واحاطہ بندی ہے جو اسے رجوع سے روکتی ہے) اس دن تک جس دن اٹھائے جائیں گے (اور اس کے بعد کسی قسم کا کوئی رجوع نہیں ہو سکے گا)۔ تو جب صُور (یعنی نرسنگھا پہلی یا دوسری مرتبہ) پھونکا جائے گا تو نہ ان میں رشتے رہیں گے (کہ جن کی بناء پر ایک دوسرے پر فخر کیا کرتے تھے) اور نہ ایک دوسرے کی بات پوچھیں (دنیاوی حالت کے برعکس، ان رشتوں کے بارے میں، اس لئے کہ یہی رشتے انہیں قیامت کے دن بعض مواقع پر بڑے بڑے امور سے غافل کر دیں گے......۳...... اور بعض جگہوں پر ہوشیار کریں گے جیسا کہ ایک دوسری آیت مبارکہ میں ہے ﴿و اقبل بعضهم علی بعض یتساء لون﴾) تو جن کی تولیں بھاری ہولیں (نیکیوں سے) وہی مراد کو پہنچے (مفلحون بمعنی فائزون ہے)، اور جن کی تولیں ہلکی پڑیں (برائیوں کی وجہ سے) وہی ہیں جنہوں نے اپنی جانیں گھاٹے میں ڈالیں ہمیشہ دوزخ

میں رہیں گے، ان کے مونھ پر آگ لپٹ مارے گی (یعنی انہیں جلائے گی) اور وہ اس میں مونھ چڑائے ہوں گے (یعنی ان کے اوپر والے اور نیچے والے ہونٹ دانتوں سے اٹھے ہوئے ہوں گے اور انہیں کہا جائے گا) کیا تم پر میری آیتیں (قرآنِ کریم میں سے) نہ پڑھی جاتی تھیں (کہ تم ان سے خوف کھاتے) تو تم انہیں جھٹلاتے تھے۔ کہیں گے اے ہمارے رب! ہم پر ہماری بدبختی غالب آئی (ایک قرأت میں شقوتنا کی بجائے شقاوتنا ہے جبکہ دونوں لفظ ہم معنی مصدر ہیں) اور ہم (راہِ حق سے) گمراہ لوگ تھے، اے رب ہمارے! ہم کو دوزخ سے نکال دے پھر اگر ہم ویسے ہی کریں (یعنی مخالفت کی جانب لوٹیں) تو ہم ظالم ہیں، رب فرمائے گا (انہیں حضرت سیدنا مالک علیہ السلام کی زبان سے دنیاوی مقدار کے دُگنے عرصہ بعد) دھتکارے پڑے رہو اس میں (یعنی جہنم میں ذلیل وخوار ہو کر بیٹھے رہو) اور مجھ سے بات نہ کرو (تم سے عذاب دور کرنے کے بارے میں، پس ان کی امید ختم ہو جائے گی) بیشک میرے بندوں کا ایک گروہ (یعنی مہاجرین کا) کہتا تھا اے ہمارے رب! ہم ایمان لائے تو ہمیں بخش دے اور ہم پر رحم کر اور تو سب سے بہتر رحم کرنے والا ہے، تو تم نے انہیں ٹھٹھا بنالیا (سخریا کو س کے پیش اور زیر دونوں کے ساتھ پڑھا گیا ہے جبکہ یہ مصدر ہے اور ھزء کے معنی میں ہے اور جن لوگوں کا مذاق اڑایا جاتا تھا وہ حضرت سیدنا بلال حبشی رضی اللہ عنہ، حضرت سیدنا صہیب رومی رضی اللہ عنہ، حضرت سیدنا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما اور حضرت سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ ہیں) یہاں تک کہ انہیں بنانے کے شغل میں میری یاد بھول گئے (یعنی تم نے ان کا مذاق اڑانے میں مشغول ہو کر مجھے یاد کرنا چھوڑ دیا چونکہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے ذکر کو بھلانے کا سبب بنے......لہذا اس کی نسبت بھی انہی کی جانب کر دی گئی) اور تم ان سے ہنسا کرتے، بیشک آج میں نے انہیں یہ بدلہ دیا (ہمیشہ رہنے والی نعمتوں کا) ان کے صبر کا (جو وہ تمہارے مذاق اڑانے پر اور اذیت دیئے پر کیا کرتے تھے) وہی کامیاب ہیں (اپنے مقصود ومطلوب کو پا کر، جملہ مستانفہ ہونے کی بناء پر یہاں اَنَّ کی بجائے اِنَّ ہے جبکہ اَنَّ ہونے کی صورت میں یہ جملہ جزیتھم کا مفعول ثانی ہوگا)۔ فرمایا (اللہ تعالیٰ نے انہیں حضرت سیدنا مالک علیہ السلام کی زبانی سے، ایک قرأت میں قال کی بجائے امر کا صیغہ قل ہے) تم زمین میں کتنا ٹھہرے (یعنی دنیا اور قبر میں) برسوں کی گنتی سے (کم استفہامیہ کی تمیز عدد سنین ہے) بولے ہم ایک دن رہے یا دن کا حصہ (انہیں اس میں شک ہوگا بلکہ جس قسم کے عذاب سے دوچار ہوں گے اس کی عظمت کے پیشِ نظر اس مدت کو کم جانیں گے) تو گننے والوں سے دریافت فرما (یعنی ان فرشتوں سے جو مخلوق کے اعمال شمار کرنے والے ہیں) فرمایا (اللہ عزوجل نے انہیں حضرت سیدنا مالک علیہ السلام کی زبان سے، ایک قرأت میں قال فعل ماضی کی بجائے امر حاضر معروف کا صیغہ قل ہے) تم نہ ٹھہرے مگر تھوڑا (یہاں اِنْ بمعنی ما نافیہ ہے) اگر تمہیں علم ہوتا (اس طویل ٹھہرنے کی مقدار کا جو کہ تمہارے جہنم میں ٹھہرنے کی نسبت کے اعتبار سے بہت ہی کم ہے)۔ تو کیا یہ سمجھتے ہو کہ ہم نے تمہیں بیکار بنایا (اور اس میں کوئی حکمت کارفرما نہیں) اور تمہیں ہماری طرف پھرنا نہیں (ترجعون کو معروف اور مجہول دونوں طرح پڑھا گیا ہے، نہیں بلکہ ہم نے تو تمہیں اس لئے پیدا کیا ہے تاکہ تمہیں امر ونہی کا پیکر بنائیں اور تم ہماری بارگاہ میں واپس لوٹو تو ہم تمہیں اس پر بدلہ عطا کریں کیونکہ ﴿وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون﴾) تو بہت بلندی والا ہے اللہ (بے کار وفالتو وغیرہ جیسے کاموں سے جو کہ اس کے شایانِ شان نہیں) سچا بادشاہ کوئی معبود نہیں سوا اس کے، عزت والے عرش کا مالک (ہے، عرش سے مراد ایسی کرسی ہے جو خوبصورت تخت جیسی ہو) اور جو اللہ کے ساتھ کسی دوسرے خدا کو پوجے جس کی اس کے پاس کوئی سند نہیں (برھان سے مراد ایسی واضح صفت ہے کہ جس کا کوئی مفہوم نہ ہو) تو اس کا حساب (یعنی جزاء) اس کے رب کے یہاں ہے، بیشک کافروں کا چھٹکارا نہیں (لا یفلح بمعنی لا یسعدون ہے یعنی وہ خوش بخت نہیں) اور تم عرض کرو، اے میرے رب! بخش دے اور رحم فرما (مؤمنوں پر، رحمت میں مغفرت پر زیادتی ہوتی ہے) اور تو سب سے برتر رحم کرنے والا (یعنی رحمت کے لحاظ سے سب سے افضل واعلیٰ ہے)۔

﴿ترکیب﴾

﴿قل رب اما ترینی ما یوعدون O رب فلا تجعلنی فی القوم الظلمین﴾.
قل: قول، رب: ندائیہ، ان: شرطیہ، ما: زائدہ، ترینی: فعل بافاعل ومفعول، مایوعدون: مفعول ثانی، ملکر شرط، رب: ندائیہ، ف: جزائیہ، لا تجعلنی: فعل نہی بافاعل ومفعول، فی القوم الظمین: ظرف لغو، ملکر جزا، ملکر مقصود بالندا، ملکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿وانا علی ان نریک ما نعدھم لقدرون﴾.
و: عاطفہ، انا: حرف مشبہ واسم، علی: جار، ان: مصدریہ، نریک: فعل بافاعل ومفعول، ما نعد ھم: مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ بتاویل مصدر مجرور، ملکر ظرف لغو مقدم، لام: تاکیدیہ، قدرون: اسم فاعل بافاعل، ملکر شبہ جملہ ہو کر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ادفع بالتی ھی احسن السیئة نحن اعلم بما یصفون﴾.
ادفع: فعل امر بافاعل، ب: جار، التی: موصول، ھی احسن: جملہ اسمیہ صلہ، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، السیئة: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، نحن: مبتدا، اعلم بما یصفون: شبہ جملہ ہو کر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿وقل رب اعوذبک من ھمزت الشیطین O واعوذبک رب ان یحضرون﴾.
و: مستانفہ، قل: قول، رب: ندا، اعوذبک: فعل بافاعل وظرف لغو، من ھمزات الشیطین: ظرف لغو ثانی، ملکر مقصود بالندا، ملکر معطوف علیہ، و: عاطفہ، اعوذبک: فعل بافاعل وظرف لغو، ان یحضرون: مصدر مؤول، ملکر مقصود بالندا، رب: ندائیہ، ملکر معطوف، ملکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ مستانفہ۔

﴿حتی اذا جاء احدھم الموت قال رب ارجعون O لعلی اعمل صالحا فیما ترکت﴾.
حتی: جار، اذا: شرطیہ مفعول فیہ مقدم، جاء احدھم الموت: فعل ومفعول وفاعل، ملکر شرط، قال: قول، رب: ندائیہ، ارجعون: فعل امر بافاعل وضمیر متکلم محذوف ذوالحال، لعلی: حرف مشبہ واسم، اعمل صالحا: فعل بافاعل ومفعول، فیما ترکت: ظرف لغو، ملکر خبر، ملکر حال، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ مقصود بالندا، ملکر مقولہ، ملکر جواب شرط، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ماقبل "نحن اعلم بما یصفون" میں "یصفون" کے لیے، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿کلا انھا کلمة ھو قائلھا ومن ورائھم برزخ الی یوم یبعثون﴾.
کلا: حرف ردع وزجر، انھا: حرف مشبہ واسم، کلمة: موصوف، ھو قائلھا: جملہ اسمیہ صفت، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، من ورائھم: ظرف مستقر خبر مقدم، برزخ: موصوف، الی یوم یبعثون: ظرف مستقر صفت، ملکر مبتدا مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿فاذا نفخ فی الصور فلا انساب بینھم یومئذ ولا یتسائلون﴾.
ف: مستانفہ، اذا: ظرفیہ شرطیہ مفعول فیہ مقدم، نفخ فی الصور: فعل مجہول بانائب الفاعل وظرف لغو، ملکر شرط، ف: جزائیہ، لا: نفی جنس، انساب: موصوف، یومئذ: ظرف متعلق بمحذوف صفت، ملکر اسم، بینھم: خبر، ملکر معطوف علیہ، و: عاطفہ، لا یتساء لون: فعل نفی بافاعل، ملکر معطوف، ملکر جزا، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿فمن ثقلت موازینه فاولئک ھم المفلحون﴾.
ف: عاطفہ، من: شرطیہ مبتدا، ثقلت موازینه: ملکر شرط، ف: جزائیہ، اولئک: مبتدا، ھم المفلحون: جملہ اسمیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ جزا، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ومن خفت موازینه فاولئک الذین خسروا انفسهم فی جهنم خلدون﴾.

و: عاطفہ، من: شرطیہ مبتدا، خفت موازینه: ملکر شرط، ف: جزائیہ، اولئک: مبتدا، الذین خسروا انفسهم: موصول صلہ ملکر خبر اول، فی جهنم خالدون: شبہ جملہ خبر ثانی ملکر جزا، ملکر خبر ہوکر جملہ اسمیہ۔

﴿تلفح وجوههم النار وهم فیها کلحون﴾.

تلفح: فعل، وجوههم: ذوالحال، و: حالیہ، هم: مبتدا، فیها کلحون: شبہ جملہ خبر ملکر حال ملکر مفعول، النار: فاعل ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿الم تکن ایتی تتلی علیکم فکنتم بها تکذبون﴾.

همزه: حرف استفہامیہ، لم: نافیہ جازمہ، تکن: فعل ناقص، ایتی: اسم، تتلی علیکم: جملہ فعلیہ خبر ملکر جملہ فعلیہ، ف: عاطفہ، کنتم: فعل ناقص با اسم، بها تکذبون: جملہ فعلیہ خبر ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿قالوا ربنا غلبت علینا شقوتنا وکنا قوما ضالین﴾.

قالوا: قول، ربنا: ندا، غلبت علینا شقوتنا: فعل با ظرف لغو و فاعل ملکر معطوف علیہ، و: عاطفہ، کنا: فعل ناقص و اسم، قوما ضالین: خبر ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر مقصود بالندا، ملکر مقولہ ملکر جملہ قولیہ۔

﴿ربنا اخرجنا منها فان عدنا فانا ظلمون﴾.

ربنا: ندا، اخرجنا منها: فعل امر با فاعل و ظرف لغو ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، ف: عاطفہ، ان: شرطیہ، عدنا: جملہ فعلیہ شرط، ف: جزائیہ، انا ظلمون: جزا، ملکر جملہ شرطیہ ہوکر معطوف، ملکر مقصود بالندا، ملکر جملہ ندائیہ۔

﴿قال اخسئوا فیها ولا تکلمون﴾.

قال: قول، اخسئوا فیها: فعل امر با فاعل و ظرف لغو، ملکر معطوف علیہ، و: عاطفہ، لا تکلمون: فعل نہی با فاعل و مفعول، ملکر معطوف، ملکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿انه کان فریق من عبادی یقولون ربنا امنا فاغفرلنا وارحمنا﴾.

انه: حرف مشبہ و اسم، کان: فعل ناقص، فریق: موصوف، من عبادی: ظرف مستقر صفت، ملکر اسم، یقولون: قول، ربنا: ندا، امنا: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، ف: عاطفہ، اغفرلنا: معطوف، و: عاطفہ، ارحمنا: جملہ فعلیہ معطوف، ملکر مقصود بالندا، ملکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ ہوکر خبر، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿وانت خیر الراحمین﴾.

و: مستانفہ، انت: مبتدا، خیر الرحمین: خبر، ملکر جملہ اسمیہ مستانفہ۔

﴿فاتخذتموهم سخریا حتی انسوکم ذکری وکنتم منهم تضحکون﴾.

ف: عاطفہ، اتخذتموهم: فعل با فاعل و مفعول، سخریا: مفعول ثانی، حتی: جار، انسوکم ذکری: فعل با فاعل و مفعول جملہ فعلیہ مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، کنتم: فعل ناقص و اسم، منهم تضحکون: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿انی جزیتهم الیوم بما صبروا انهم هم الفائزون﴾.

انی: حرف مشبہ و اسم، جزیتهم الیوم: فعل با فاعل و مفعول و ظرف، بما صبروا: ظرف لغو، انهم: حرف مشبہ و اسم، هم الفائزون: جملہ اسمیہ خبر، ملکر مفعول ثانی، ملکر جملہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ مستانفہ۔

﴿قال کم لبثتم فی الارض عدد سنین O قالوا لبثنا یوما او بعض یوم فسئل العادین﴾.

قال: قول، کم: استفہامیہ ممیز، عدد سنین: تمییز، ملکر ظرف مقدم، لبثتم: فعل بافاعل، فی الارض: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ ہو کر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ، قالوا: قول، لبثنا: فعل بافاعل، یوما: معطوف علیہ، او: عاطفہ، بعض یوم: معطوف، ملکر ظرف، ملکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ، ف: فصیحہ، اسئل العادین: فعل امر بافاعل ومفعول ملکر جملہ فعلیہ شرط محذوف " ان اردت معرفۃ الحقیقۃ " کے لیے جزا، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿قال ان لبثتم الا قلیلا لو انکم کنتم تعلمون﴾.

قال: قول، ان: نافیہ، لبثتم: فعل بافاعل، الا: اداۃ حصر، قلیلا: مصدر محذوف " لبثا " کے لیے صفت، ملکر مفعول مطلق، ملکر مقولہ، لو: حرف امتناع، انکم: حرف مشبہ واسم، کنتم تعلمون: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ مفعول ثانی، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿افحسبتم انما خلقنکم عبثا وانکم الینا لا ترجعون﴾.

ہمزہ: حرف استفہامیہ، ف: مستانفہ، حسبتم: فعل بافاعل، انما: حرف مشبہ وماکافہ، خلقنکم عبثا: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، انکم: حرف مشبہ واسم، الینا لاترجعون: جملہ فعلیہ خبر، ملکر معطوف، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ مستانفہ۔

﴿فتعلی اللہ الملک الحق لا الہ الا ھو رب العرش العظیم﴾.

ف: مستانفہ، تعلی: فعل، اللہ: موصوف، الملک الحق: صفتان، ربّ العرش الکریم: صفت ثالث، ملکر ذوالحال، لا: نفی جنس، الہ: موصوف، الا: بمعنی غیر مضاف، ھو: مضاف الیہ، ملکر صفت ملکر اسم، " موجود " محذوف خبر، ملکر جملہ اسمیہ حال، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ مستانفہ۔

﴿ومن یدع مع اللہ الھا اخر لا برھان لہ بہ فانما حسابہ عند ربہ﴾.

و: مستانفہ، من: شرطیہ مبتدا، یدع مع اللہ: فعل بافاعل وظرف، الھا: موصوف، اخر: صفت اوّل، لام: نفی جنس، برھان: اسم، لام: جار، ہ: ضمیر ذوالحال، بہ: ظرف مستقر حال، ملکر مجرور، ملکر ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ اسمیہ صفت ثانی، ملکر مفعول، ملکر شرط، ف: جزائیہ، انما: حرف مشبہ و ماکافہ، حسابہ: مبتدا، عند ربہ: ظرف متعلق بحذوف خبر، ملکر جزا، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ مستانفہ۔

﴿انہ لا یفلح الکفرون O وقل رب اغفر وارحم وانت خیر الرحمین﴾.

انہ: حرف مشبہ واسم، لایفلح الکافرون: جملہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ ہو بمستانفہ، قل: قول، رب: ندا، اغفر: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، ارحم: جملہ فعلیہ معطوف، ملکر مقصود بالندا، ملکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ مستانفہ، و: مستانفہ، انت ارحم الرحمین: جملہ اسمیہ مستانفہ۔

﴿شان نزول﴾

☆...... فاتخذتموھم سخریا حتی...... ☆ یہ آیتیں کفار قریش کے حق میں نازل ہوئیں جو حضرت بلال وعمار وصہیب وخباب رضی اللہ عنہم وغیرہ فقراء اصحاب سے تمسخر کرتے تھے۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

بُرائی کو بھلائی سے ٹالنے کا حکم:

۱...... حضرت عائشہ صدیقہ طیبہ طاہرہ فرماتی ہیں کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم معجزا اور تکلفا بے شرمی کی باتیں کبھی نہ کرتے، بازار میں شور نہیں مچاتے، بُرائی کا بدلہ بُرائی سے نہیں بلکہ معاف کردیتے درگزر فرماتے"۔ (سنن الترمذی، کتاب البر والصلۃ، باب: ما جاء فی خلق، رقم: ۲۰۲۳، ص ۵۹۲)

☆......حضرت عقبہ بن عامر ؓ سے روایت ہے میری نبی پاک ﷺ سے ملاقات ہوئی، میں نے آپ ﷺ کا ہاتھ پکڑنے میں پہل کی ، عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! مجھے بتائیے کہ سب سے اچھے اعمال کون سے ہیں؟ ارشاد فرمایا: ''اے عقبہ! جو تم سے تعلق توڑے تم اس سے تعلق جوڑو، جو تمہیں محروم کرے تو اسے عطا کرا ور جو تم پر ظلم کرے اسے معاف کرو''۔ (مسند امام احمد، رقم:۱۷۲۶۷۰۱۷٤٦۷)

☆......ایک روایت میں یوں ہے: رحم، اللہ کے نام رحمٰن سے مشتق ہے، لہذا جو اس سے تعلق جوڑے گا اللہ اس سے تعلق جوڑے گا اور جو اس سے تعلق توڑے گا اللہ بھی اس سے تعلق توڑ لے گا''۔ (سنن الترمذی، ابواب البر والصلة، باب:ما جاء فی رحمة الناس، رقم: ۱۹۳۱، ص۵۷۱)

☆......سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''وہ ہم میں سے نہیں جو چھوٹوں پر رحم نہیں کرتا اور بڑوں کا اکرام نہیں بجالاتا''۔ (المرجع السابق رقم:۱۹۳۲، ص۵۷۱)

☆......تاجدار مدینہ ﷺ کا فرمان مقدس نشان ہے: ''کسی مسلمان کے لیے اپنے بھائی سے تین دن سے زیادہ قطع تعلق جائز نہیں، جس نے تین دن سے زیادہ تعلق توڑے رکھا اور مر گیا تو جہنم میں داخل ہوگا''۔ (سنن ابو داؤد، کتاب الادب، باب فیمن یهجر اخاه المسلم، رقم: ٤٩١٤، ص۹۱۹)

یہ ساری باتیں تو شریعت میں محبوب ومطلوب ہیں، لیکن زمانے کی ستم ظریفی کا کیا کہنا جنھوں نے ہمارے بچے بچے کو انتقام لینا سکھا دیا ہے، کوئی کسی کو معاف کرنے کے لیے تیار ہی نہیں۔ ظالم وعیاش بے کار حکمران ''ظلم کرو گے تو ظلم کریں گے'' کے نعرے میڈیا پر بیٹھے، ایک دوسرے سے لڑتے جھگڑتے، طوفان بدتمیزی مچاتے، مزید فلمی ڈرامے مذہبی اقدار کو، روندتے چلے آرہے ہیں۔ پڑھے لکھے نظر آنے والے جس جاہلانہ طریقے سے لڑتے ہوئے دکھائے دیتے ہیں اس کی منظر کشی کرنے کی ضرورت وحاجت نہیں۔ خدا انہیں ھدایت دے یا...... کرے ،جنہوں نے ملک وملت کا سکون پارا پارا کر دیا، آمین۔

شیطانی وسوسہ انگیزی کا بیان:

۲......شیطان میں پانچ لفظ ہیں، شین سے مراد شریر، یاء سے مراد یاد الٰہی سے کوسوں دور، طاء سے مراد طاقت وقوت سے ورغلانے والا، الف سے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ سے مردود، نون سے نافرمان یعنی شریر جو کہ یاد الٰہی سے دور طاقت وقوت سے ورغلانے والا اور مردود بارگاہ الٰہی عَزَّوَجَلَّ ونافرمان ہے۔ حضرت جابر ؓ سے روایت ہے کہ میں نے سید عالم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ شیطان تمہاری ہر چیز کے پاس حاضر ہوتا ہے حتی کہ وہ کھانے کے پاس بھی حاضر ہوتا ہے، پس جب تم میں سے کسی شخص کا لقمہ گر جائے تو اس لقمہ پر جو خراب چیز لگ گئی ہے اُسے صاف کر کے کھالو اور جب کھانے سے فارغ ہو تو اپنی انگلیاں چاٹ لے کیونکہ وہ نہیں جانتا کہ اس کے طعام کے کون سے جز میں برکت ہے''۔

(صحیح مسلم، کتاب الاطعمة، باب: استحباب لعق الصابع، رقم:٥١٩٥/ ٢٠٣٣، ص ١٠٢٥)

☆......عمر بن شعیب ؓ اپنے والد اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ نبی پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جب تم میں سے کوئی شخص نیند میں ڈرتا ہو تو یہ کہے اعوذ بکلمات اللہ التامات من غضبه وعقابه وشر عباده ومن همزات الشياطين وان يحضرون یعنی میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی پناہ مانگتا ہوں اس کے غضب، اس کے عذاب اور اس کے بندوں کے شر سے اور شیطان کے وسوسوں سے اور ان کے حاضر ہونے سے ،حضرت عبد اللہ ؓ اپنے بالغ بچوں کو یہ کلمات یاد کراتے اور نابالغ بچوں کے گلے میں کاغذ میں لکھ کر لٹکا دیتے تھے، یہ حدیث حسن غریب ہے۔

(سنن الترمذی، کتاب الدعوات، باب: ۹۳/۹۷، رقم: ۳۵۳۹، ص ۱۰۱۲)

قیامت کے دن کون سے رشتے ناطے کام آئیں گے:

۳......حضرت میسور بن مخرمہ بیان کرتے ہیں کہ سید عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''فاطمہ میرے جگر کا ٹکڑا ہے، جو چیز اسے غصہ دلائے وہ مجھے بھی غصہ دلائے گی اور جس چیز سے وہ خوش ہو اس سے میں بھی خوش ہوتا ہوں اور قیامت کے دن تمام رشتے ناطے منقطع ہو جائیں گے سوائے میرے نسب کے، اور میری نکاح اور میرے سسرال کے۔'' (صحیح البخاری، کتاب فضائل اصحاب، باب:مناقب قرابة رسول، رقم:٣٧١٤، ص٦٢٦)

☆...... حضرت جابر ؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عمر بن خطاب ؓ کو فرماتے ہوئے سنا وہ کہتے تھے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ قیامت کے دن ہر نکاح کا رشتہ اور ہر نسب کا رشتہ منقطع ہو جائے گا سوائے میرے نکاح اور میرے نسب کے رشتے کے''۔ (المعجم الکبیر، رقم:۲۶۳۵)

غفلت، مذاق مسخری یاد الٰہی ﷻ سے غافل کرتی ہیں:

☆...... حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ منبر پر جلوہ افروز ہوئے اور بلند آواز سے ارشاد فرمایا: ''اے وہ لوگو! جو زبان سے ایمان لائے مگر ابھی تک ایمان تمہارے دل میں داخل نہیں ہوا، مسلمانوں کو تکلیف نہ دو اور نہ ہی ان کے عیبوں کے پیچھے پڑو کیونکہ جو اپنے مسلمان بھائی کے عیب تلاش کرتا ہے، اللہ ﷻ اس کے عیبوں کو ظاہر کر دیتا ہے اور اللہ ﷻ جس کے عیب ظاہر فرمادے وہ اسے رسوا کر دیتا ہے اگرچہ وہ اپنے گھر میں ہی ہو، ایک دن حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کعبہ شریف کی طرف دیکھا اور ارشاد فرمایا: ''تیری شان کتنی بلند ہے اور تیری حرمت کتنی زیادہ ہے لیکن بندۂ مومن اللہ ﷻ کی بارگاہ میں تجھ سے زیادہ محترم ہے''۔ (جامع الترمذی، ابواب البر والصلة، باب ما جاء فی تعظیم المومن، رقم: ۲۰۳۹، ص۵۹۶)

☆...... سید عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''لوگوں کا مذاق اڑانے والے کے لئے آخرت میں جنت کا ایک دروازہ کھولا جائے گا اور اسے کہا جائے گا: ''چلے آؤ، وہ دکھ درد میں مبتلا آئے گا، جب وہ دروازے کے قریب پہنچے گا تو وہ بند کر دیا جائے گا، پھر اس کے لیے دوسرا دروازہ کھولا جائے گا اور کہا جائے گا: ''آجاؤ، آجاؤ، وہ تکلیف اور غم کی حالت میں آئے گا جب وہ اس کے پاس آئے گا تو اس پر دروازہ بند کر دیا جائے گا، اسی طرح ہوتا رہے گا یہاں تک کہ اس کے لیے جب نا ایک دروازہ کھولا جائے گا اور کہا جائے گا: ''آجاؤ، لیکن وہ مایوسی کی وجہ سے نہیں آئے گا''۔ (الترغیب والترهیب، کتاب الادب، باب الترهیب من احتقار المسلم، رقم: ۵، ص۳۴۷)

کسی مسلمان کو حقیر جاننا، اس کی توہین کرنا، اس کے عیبوں اور خامیوں کو دوسروں پر ظاہر کرنا کہ اس پر ہنسی آئے، کبھی قول فعل یا اشارے سے نقل اتارا جاتا ہے یا کبھی اس کے بے ترتیب کلام یا بے تکے کلمے پر ہنسا جاتا ہے یا اس کی بنی ہوئی کسی چیز پر یا اس کی بدصورتی پر مذاق اڑایا جاتا ہے۔ ہمارے معاشرے میں بعض اوقات طرح طرح کے القاب سے بھی پکارا جاتا ہے جس کی واضح ممانعت پاک کلام میں بھی ہے ﴿ولا تنابزوا بالالقاب یعنی لوگوں کو نام لے کر نہ پکارو(الحجرات: ۱۱)﴾۔ دیکھنا یہ ہے کہ جب یہی سب کچھ ہوتا رہے گا تو پھر یاد الٰہی ﷻ کب اور کیسے ممکن ہو سکے گی، انسان جب غفلت میں پڑتا ہے تو اللہ ﷻ کی یاد سے دور ہو جاتا ہے اور زیادہ ہنسا دل کو مردہ کرتا ہے، انسان ہنسی مذاق اور طرح طرح کے تماشے میں گرفتار ہو کر اللہ ﷻ کی یاد کرنے والا کم ہی دیکھا گیا ہے۔ دیکھیں نا جو لوگ مذاق مسخری کرنے والے ہوتے ہیں وہ پابند شرع نہیں ہوتے کیونکہ انہیں فرصت ہی نہیں ملتی۔ اللہ ﷻ ہمیں ایسی نحوست سے بچائے جس کی وجہ سے ہر طرح سے نقصان ہی پہنچتا ہے۔

اغراض: بالقتل ببدر: یعنی بالفعل دشمنان اسلام کو قتل ہوتے دیکھا۔

فاهلک بهلاکهم: یعنی ظالم کی نظر بد اس کے علاوہ میں بھی عام ہوتی ہے، اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ اللہ کے رسول تو معصوم عن الخطاء ہوتے ہیں وہ ظالم کے ساتھ کیسے ہو جائیں گے؟ اور اللہ ﷻ نے انہیں اس دعا ﴿رب فلا تجعلنی فی القوم الظلمین (المومنون: ۹۴)﴾ کا حکم کیسے دیا؟ جواب اس کا یہ ہے کہ یہ حکم اظہار تعبدی، تواضع اور تعظیم کے لیے ہے، تا کہ سید عالم ﷺ ہر وقت اللہ کے ذکر کرنے والوں میں سے ہوں۔

ای الخصلة: میں اس جانب اشارہ ہے کہ التی محذوف موصوف کی صفت ہے۔

وهذا قبل الامر بالقتال: یہ حکم منسوخ ہے، اور ﴿ادفع بالتی هی احسن (المومنون: ۹۶)﴾ میں احتمال ہے اگرچہ حالت قتال کا معاملہ ہو، جیسا کہ اللہ ﷻ کا فرمان ہوا کہ اگر تم ان پر قدرت پاؤ تو درگزر کرو، اور ان کے ساتھ وہ معاملہ نہ کرو جو وہ تمہارے ساتھ کرتے ہیں اور اس صورت میں آیت کا حکم محکم والا ہو جائے گا، اور ایسا حکم فتح مکہ میں ہوا۔

نزغاتهم: بمعنی افسادتهم ہے، معنی یہ ہے کہ خود کو شیطانی وساوس سے محفوظ کر لو۔

ابتدائية: اس جملے میں اس جانب اشارہ ہے کہ یہ کلام اپنے ماقبل سے منقطع ہے، اس جملے سے مرنے کے بعد کافروں کے حال بیان کرنے کا قصد کیا گیا ہے۔

الجمع للتعظیم: مخاطب واحد ہونے کے باوجود جمع کا صیغہ کیوں استعمال کیا گیا؟ میں (علامہ صاوی) اس کا جواب یہ دوں گا کہ ﴿ارجعون﴾ میں واو تکریر طلب کے لیے ہے، جیسا کہ کہا جائے ارجعن ارجعن ارجعن، یا ملائکہ کا اعتبار کرتے ہوئے کہ وہ لوگوں کی روحیں قبض کرتے ہیں، گویا معاملہ ایسا ہے کہ اولا اللہ سے استغاثہ کیا اس کے بعد دنیا میں لوٹ جانے کے فرشتوں سے یہی استغاثہ کیا۔

النفخة الاولى او الثانية: ابن عباس کے مطابق پہلا نفخہ جب کہ ابن مسعود کے مطابق دوسرا نفخہ مراد ہے۔

یتفاخرون بها: اس قول کا جواب ہے کہ رشتے ناطے تو قائم رہیں گے لہذا یہ کہنا کہ ان میں رشتے قائم نہ رہیں گے درست نہیں؟ جواب اس کا یہ ہے کہ رشتوں پر انہیں فخر نہ رہے گا یا یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ رشتے انہیں نفع نہ دیں گے، کیونکہ قیامت کی شدت اور دہشت کی وجہ سے باہمی رحم کا معاملہ منقطع ہو جائے گا۔

خلاف حالهم في الدنيا: یعنی دنیا میں یہ لوگ ایک دوسرے کی مدد کرتے تھے۔

بالسيئات: سے مراد گناہوں کا بوجھ ہے، یعنی جس کی نیکیاں بڑھ جائیں گی ﴿فاولئک هم المفلحون﴾ یعنی یہی لوگ فلاح پائیں گے (الحشر: ۹) ﴿اور جس کے گناہ بڑھ جائیں گے ﴿فاولئک الذين خسروا﴾ یعنی یہی لوگ نقصان اٹھائیں گے (المومنون: ۱۰۴)﴾۔

بعد قدر الدنيا مرتين: یعنی جہنم میں رہنا مقدر کر دیا، ایک قول کے مطابق سات ہزار سال ستاروں کی تعداد کے مطابق، ایک قول کے مطابق بارہ ہزار سال سیاروں کی گنتی کے مطابق، اور ایک قول کے مطابق ایک ہزار تین سو ساٹھ سال دنیاوی اعتبار سے ایک سال کے دنوں کی مقدار کے مطابق۔

فينقطع رجاؤهم: اور یہ جہنمیوں کا آخری کلام ہوگا، اس کے بعد سوا کہ بھنبھناہٹ، سرگوشی، کتے کی طرح بھونکنے کے کچھ سنائی نہ دے گا۔

وسلمان: مناسب یہ ہے کہ سلمان کے بجائے خباب کہا جائے کیونکہ حضرت سلمان مہاجرین میں سے نہ تھے۔

كان قليلا: یعنی تمہیں آخرت کی زندگی کی طوالت کا احساس ہوتا تو تم دنیاوی زندگی کی قلت کو جان لیتے۔

الا ليعبدون: یعنی میرے تمہیں پیدا کرنے کی حکمت، پس میرے اوامر کو مانو اور نواہی سے اجتناب کرتے رہو۔

في الرحمة زيادة على المغفرة: مغفرت کے بعد رحمت کا ذکر ہونا ایسا ہے گویا تخلیہ کے بعد آراستہ پیراستہ کرنا، مغفرت گناہوں کو مٹاتی اور رحمت درجات کو بلند کرتی ہے۔ (الصاوی، ج ٤، ص ١٦٧ وغیرہ)

ایک اہم بات

صلوا على الحبيب: صلى الله على محمد

اختلاف روایات کے مزید دو اسباب

کہا جاتا ہے کہ روایات کے مختلف ہونے کی بعض وجوہات یہ ہیں (۱) مجتہد کے نزدیک (کبھی) دلائل متعارض ہوتے ہیں جس کے سبب حکم کے بارے میں اسے تردد ہوتا ہے اور کوئی وجہ ترجیح بھی موجود نہیں ہوتی (۲) یا کبھی ایک دلیل کے مدلول کے بارے میں رائے مختلف ہوتی ہے کیونکہ خود دلیل کبھی دو یا زائد صورتوں کی محتمل ہوتی ہے اور ہر صورت کے مطابق ایک الگ جواب ہوتا ہے۔

(درس عقود رسم المفتی، ص ۷۹)

نوٹ: مزید اسباب متذکرہ کتاب میں دیکھ لیں۔

سورۃ النور مدنیۃ و ایاتہا اثنتان او اربع و ستون آیۃ

(سورہ نور مدنی ہے، اس میں ۶۲ یا ۶۴ آیات ہیں)

تعارف

اس سورہ میں نو رکوع ہیں، اس میں سب کا اتفاق ہے کہ سانحۂ افک غزوہ بنی مصطلق کے بعد پیش آیا اور اس سورہ کا نزول اس واقعہ کے بعد ہوا، لیکن اس میں اختلاف ہے کہ یہ غزوہ کس سن میں ہوا، نیز یہ بھی اختلاف پایا جاتا ہے کہ متذکرہ غزوہ خندق کے بعد ہوا یا پہلے، اکثر مورخین کے اقوال کے مطابق یہ غزوہ سن ۶ ھ شعبان المعظم کے مہینے میں ہوا اور خندق شوال المکرم کے مہینے میں سن ۵ ھ میں رونما ہوا۔ اسلامی معاشرے کی بنا میں گھر کا تعلق اہم حیثیت رکھتا ہے، اسلام کا مقصد ہی انسان کے سر پر تاج کرامت رکھنا ہے، دامن کو سچی مسرتوں کے گلہائے رنگ رنگ سے بھر دینا ہے وہ معاشرہ کی اس بنیادی وحدت کو کیونکر نظرانداز کرسکتا ہے۔ بی بی صدیقہ پر لگائی جانے والے الزام کا جواب کئی آیات کی صورت میں اللہ نے دیا تاکہ قیامت تک کے لوگ جو قرآن کو پڑھنے والے ہیں نبی کی ازواج واہل بیت کے بارے میں زبان دراز بلند کرنے سے پہلے سوچ لیں۔ پردے کے ابتدائی احکام سورۃ الاحزاب میں بیان ہوئے، یہاں اسلامی پردہ کے قواعد واصول کو پوری شرح وبسط سے ذکر کردیا گیا تاکہ گوہر عصمت کی آب وتاب کو ماند پڑنے سے معاشرے کو بچایا جاسکے۔ حدزنا کا بیان اور تہمت کے احکام بھی بیان کردیئے گئے۔ چادر وچاردیواری کو فرسودہ خیال کا نام دینے والے نام نہاد، ماڈرن صحافی ہوں یا اپنے تئیں مذہبی اسکالر، میڈیا پر شور مچانے والے جرنیل ولائر ہوں یا ہیومن رائٹس کے نام پر کام کرنے والی انجمنوں کے کارندے، غرض سب ہی کو بتادیا کہ عورت کا تقدس اسی میں ہے کہ وہ اسلام کے مطابق چادر وچاردیواری کے فلسفے کو جانے، مانے اور عمل پیراہ ہو ورنہ حالات مزید بگڑنے سے روکنا مشکل ہوسکتا ہے۔ تاریخ اسلام اس بات پر شاہد ہے کہ جب غلامان مصطفیٰ نے اس نظام کو اپنایا ہے تو اللہ نے یہ وعدہ پورا فرمایا اور یہی وعدہ آج بھی جوں کا توں موجود ہے لیکن ہم قسمت کے مارے، دردر کے ٹھکرائے، ایک واحد حقیقی اور اس کے محبوب کریم کی شریعت کو پامال کرنے والے، غیروں کے ہاتھوں میں کھلونا بن گئے، ضرورت اس امر کی ہے کہ دنیا ہمارے پیچھے چلے نہ کہ ہم دنیا کے پیچھے چلیں۔

رکوع نمبر: ۷

بسم اللہ الرحمن الرحیم اللہ کے نام سے شروع جو بڑا مہربان رحم والا

﴿سُوْرَةٌ اَنْزَلْنٰهَا وَفَرَضْنٰهَا﴾ مُشَدَّدًا وَمُخَفَّفًا لِكَثْرَةِ المَفْرُوضِ فِيهَا ﴿وَاَنْزَلْنَا فِيْهَآ اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ﴾ واضحات الدلالة ﴿لَّعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ﴾ بِادغامِ التاءِ الثّانِيةِ فِي الذّالِ تتّعِظُونَ ﴿اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِيْ﴾ اى غيرُ المحصِنينَ لِرَجمِهما بالسُّنّةِ وَالف لام فِيما ذُكِر مَوصُولةٌ وَهُوَ مُبتداءٌ وَلِشُبهِهِ بِالشَّرطِ دَخلتِ الفاءُ فِي خَبرِهِ وَهُوَ ﴿فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ﴾ اى ضَربةٍ يُقال جَلدَهُ ضَربَ جِلدَهُ وَيُزادُ على ذالك بالسُّنّةِ تَغرِيبُ عَامٍ والرَّقِيقُ على النِّصفِ مِمّا ذُكِرَ ﴿وَّلَا تَاْخُذْكُمْ بِهِمَا رَاْفَةٌ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ﴾ اى حُكمِهِ بِاَنْ تَترُكوا شيئًا مِن حَدِّهِما ﴿اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ﴾ اى يَومَ البَعثِ فِي هٰذَا تَحرِيضٌ عَلى مَا قَبلَ الشَّرطِ وَهُوَ جَوابُهُ اَو دَالٌّ عَلى جَوابِهِ ﴿وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا﴾ اَي الجَلد ﴿طَآئِفَةٌ مِّنَ

الْمُؤْمِنِيْنَ (٢)﴾ قِيل ثَلاثَةٌ قيل اربعةٌ عَددَ شُهُودِ الزِّنا﴿الزَّانِيْ لَا يَنْكِحُ﴾ يَتَزَوَّجُ﴿اِلَّا زَانِيَةً اَوْ مُشْرِكَةً ز
وَّالزَّانِيَةُ لَا يَنْكِحُهَآ اِلَّا زَانٍ اَوْ مُشْرِكٌ ج﴾ اَى المُناسِب لِكُلٍّ مِنهُما ما ذُكِرَ﴿وَحُرِّمَ ذٰلِكَ﴾ اَى نِكَاحُ
الزَّانِي﴿عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ (٣)﴾ الاَخيارِ نَزَل ذلكَ لَمَّا هَمَّ فُقَراءُ المُهاجِرونَ اَنْ يَتَزَوَّجُوا بَغَايا المُشرِكين
وَهُنَّ مُوسِراتٌ لِيُنفِقنَ عليهم فَقِيلَ التَحرِيمُ خاصٌّ بِهِم وَقِيلَ عَامٌّ وَنُسِخَ بِقَولِهٖ تعالى وانكِحوا
الْاَيامى مِنكم﴿وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ﴾ العَفِيفاتِ بِالزِّنا﴿ثُمَّ لَمْ يَاْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ﴾ على زِنا
هِنَّ بِرُويَتِهم﴿فَاجْلِدُوْهُمْ﴾ اَى كُلَّ واحِدٍ مِنهُم﴿ثَمٰنِيْنَ جَلْدَةً وَّلَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً﴾ فِي
شَيءٍ﴿اَبَدًا ج وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ (٤)﴾ لِاِتيانِهم كَبِيرةً﴿اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَاَصْلَحُوْا ج﴾
عَمَلَهُم﴿فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ﴾ لَهُم قَذفَهُم﴿رَّحِيْمٌ (٥)﴾ بِهِم بِاِلْهَامِهِم التوبَةَ فبِهايَنتَهى فِسقُهُم وَتُقبَلُ
شَهَادَتُهم وَقِيلَ لَا تُقبَلُ رُجُوعًا بِالْاِستِثناءِ الى الجُملةِ الْاَخِيرةِ﴿وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ اَزْوَاجَهُمْ﴾
بِالزِّناءِ﴿وَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ شُهَدَآءُ﴾ عليهِ﴿اِلَّآ اَنْفُسُهُمْ﴾ وَقَعَ ذلكَ لِجَماعةٍ مِنَ الصَحابَةِ﴿فَشَهَادَةُ
اَحَدِهِمْ﴾ مُبْتَداءٌ﴿اَرْبَعُ شَهٰدٰتٍ م﴾ نَصَبٌ على المَصدَرِ﴿بِاللّٰهِ اِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِيْنَ (٦)﴾ فِيما رَمٰى بِه
زَوجَتَهُ مِنَ الزِّنا﴿وَالْخَامِسَةُ اَنَّ لَعْنَتَ اللّٰهِ عَلَيْهِ اِنْ كَانَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ (٧)﴾ فِي ذلكَ وَخبرُ المُبتَداءِ يَدفَعُ
عَنهُ حَدُّ القَذفِ﴿وَيَدْرَؤُا عَنْهَا الْعَذَابَ﴾ اَى حَدَّ الزِّنا الَّذى ثَبَتَ بِشَهاداتِهٖ﴿اَنْ تَشْهَدَ اَرْبَعَ شَهٰدٰتٍ م
بِاللّٰهِ اِنَّهٗ لَمِنَ الْكٰذِبِيْنَ (٨)﴾ فِيما رَماها بِهٖ مِنَ الزنا﴿وَالْخَامِسَةَ اَنَّ غَضَبَ اللّٰهِ عَلَيْهَآ اِنْ كَانَ مِنَ
الصّٰدِقِيْنَ (٩)﴾ في ذلكَ﴿وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ﴾ بِالسّترِ فِي ذالكَ﴿وَاَنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ﴾ بِقبولِهٖ
التَّوبَةَ في ذلكَ وَغَيرِهٖ﴿حَكِيْمٌ (١٠)﴾ فِيما حَكَمَ بِهٖ فى ذلكَ وَغيرِهٖ لِبَيَّنَ الحقَّ فِي ذالكَ وَعاجَلَ
بِالعُقُوبةِ مَن يَّستَحِقُّهَا.

﴿ترجمہ﴾

یہ(ھذہٖ مبتدامحذوف ہے)ایک سورۃ ہے کہ ہم نے اتاری اور ہم نے اس کے احکام فرض کیے(فرضناھا میں راء کو زبر کے ساتھ اور تشدید کے ساتھ بھی پڑھا گیا ہے اس لئے کہ اس سورت میں فرض کئے گئے احکام کی تعداد کثیر ہے)اور ہم نے اس میں روشن آیتیں نازل فرمائیں(واضح طور پر دلالت کرنے والی) کہ تم دھیان کرو(تذکرون اصل میں تتذکرون بمعنی تتعظون ہے یعنی نصیحت حاصل کرو، اس میں دوسری تا، ذال میں مدغم ہے)جو عورت بدکار ہو اور جو مرد......ا......(یعنی جو شادی شدہ نہ ہوں، اس لئے کہ شادی شدہ مرد و عورت کا حدیثِ پاک سے رجم کرنا ثابت ہے، الزانیۃ اور الزانی میں الف لام موصولہ ہے جو مبتدا واقع ہو رہا ہے اور شرط کے مشابہ ہونے کی وجہ سے اس کی خبر پر ف جزائیہ داخل ہے جبکہ اس کی خبر فاجلدوا ہے)تو ان میں ہر ایک کو سو کوڑے لگاؤ(جلدۃ بمعنی ضربۃ ہے، کیونکہ جلدۃ اس وقت کہا جاتا ہے جب کوئی کسی کی کھال پر مارے، حدیثِ مبارکہ میں اس کے علاوہ ایک سال کی جلاوطنی کی سزا زائد ہے اور غلام کی سزا جیسا کہ مذکور ہے نصف کوڑے یعنی پچاس ہوگی)اور تمہیں ان پر ترس نہ آئے اللہ کے دین میں

(یعنی حکم میں، اس طرح کہ تم ان دونوں میں سے کسی کی حد میں سے کچھ چھوڑ دو......۲......) اگر تم ایمان لاتے ہو اللہ اور پچھلے دن پر (یعنی بعث بعد الموت پر، اس قول میں شرط کے ماقبل پر برانگیختہ کرنا یعنی ابھارنا ہے اور وہی ماقبل ہی جواب شرط بھی ہے یا پھر اس کے جواب پر دلالت کرنے والا ہے) اور چاہیے کہ ان کی سزا کے (یعنی کوڑے مارنے کے) وقت حاضر ہو ان کی سزا کے (یعنی کوڑے مارنے کے) وقت حاضر ہو مسلمانوں کا ایک گروہ (ایک قول کے مطابق وہاں تین افراد موجود ہوں اور ایک قول کے مطابق زنا کے گواہوں کی تعداد کے برابر چار افراد موجود ہوں......۳......) بدکار مرد نکاح نہ کرے (یعنی شادی نہ کرے) مگر بدکار عورت یا شرک والی سے، اور بدکار عورت سے نکاح نہ کرے مگر بدکار مرد یا مشرک......۴......(یعنی ان دونوں میں سے ہر ایک کے لئے جو مذکور ہوا اس میں سے جو مناسب ہو اس سے شادی کر سکتے ہیں) اور یہ کام (یعنی زانیوں سے نکاح کرنا) ایمان والوں پر حرام ہے (یعنی نیک لوگوں پر، یہ آیتِ مبارکہ اس وقت نازل ہوئی جب مہاجرین فقراء نے مشرکین کی ایسی بدکار و زنا کار عورتوں سے نکاح کرنے کا ارادہ کیا جو مالدار تھیں تا کہ وہ عورتیں ان پر خرچ کریں ایک قول کے مطابق یہ حرمت صرف انہی کے ساتھ خاص تھی جبکہ ایک قول کے مطابق یہ حکم عام ہے جو اللہ تعالیٰ کے اس فرمانِ عالیشان ﴿وانکحوا الایامی منکم﴾ سے منسوخ ہے) اور جو پارسا عورتوں کو (یعنی پاک دامن عورتوں کو زنا کا) عیب لگائیں، پھر چار گواہ معائنہ کے نہ لائیں (کہ جنہوں نے انہیں زنا کرتے ہوئے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہو) تو انہیں کوڑے لگاؤ (یعنی ان میں سے ہر ایک تہمت لگانے والے کو) اسی ۸۰، اور ان کی گواہی کبھی نہ مانو (کسی بھی معاملہ میں) اور وہی فاسق ہیں (کبیرہ گناہ کے مرتکب ہونے کی وجہ سے......۵......) مگر جو اس کے بعد توبہ کرلیں اور سنور جائیں (ان کے عمل) تو بیشک اللہ بخشنے والا (ہے ان کی تہمتوں کو اور) مہربان ہے (ان پر انہیں توبہ کی توفیق دے کر، تا کہ توبہ سے ان کا فسق ختم ہو جائے اور ان کی گواہی بھی قبول کی جاسکے، ایک قول کے مطابق ان کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی اس استثناء کی جانب رجوع کرتے ہوئے جو آخری جملہ میں ہے) اور وہ جو اپنی عورتوں کو عیب لگائیں (زنا کا) اور ان کے پاس گواہ نہ ہوں (اس زنا پر) اپنے بیان کے سوا (صحابہ کرام علیہم الرضوان کی ایک جماعت اس صورتِ حال سے دوچار ہوئی) تو ایسے کسی کی گواہی یہ ہے (یہ جملہ مبتدا ہے) کہ چار بار گواہی دے (شھادات مصدر ہونے کی وجہ سے منصوب بھی پڑھا گیا ہے) اللہ کے نام سے کہ وہ سچا ہے (اس زنا کے الزام میں جو اس نے اپنی بیوی پر لگایا ہے) اور پانچویں یہ کہ اللہ کی لعنت ہو اس پر اگر جھوٹا ہو (اس الزام میں......۶......، یہ مبتدا کی خبر ہے، جو مرد سے حد قذف دور کر دیتی ہے) اور عورت سے یوں سزا ٹل جائے گی (یعنی زنا کی وہ حد جو اس کی شہادتوں سے ثابت ہوئی تھی) کہ وہ اللہ کا نام لے کر چار بار گواہی دے کہ مرد جھوٹا ہے (اس زنا کے الزام میں جو مرد نے اس پر لگایا ہے) اور پانچویں یوں کہ عورت پر غضب اللہ کا اگر مرد سچا ہو (زنا کا الزام لگانے میں) اور اگر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت تم پر نہ ہوتی (اس معاملے کو چھپانے کی وجہ سے) اور یہ کہ اللہ توبہ قبول فرماتا (ہے، یعنی اس گناہ اور دیگر گناہوں میں بھی توبہ قبول فرمانے والا ہے) حکمت والا ہے تو تمہارا پردہ کھول دیتا (ہے، یعنی ان احکام میں جو اس نے اس معاملے اور دیگر معاملات میں صادر فرمائے ہیں، تا کہ وہ اس معاملہ میں حق واضح فرمادے اور جو سزا کا مستحق ہوا سے جلد سزا دے)۔

﴿ترکیب﴾

﴿سورۃ انزلنھا وفرضنھا وانزلنا فیھا ایت بینت لعلکم تذکرون﴾.

سورۃ: موصوف، انزلنھا: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، فرضنھا: جملہ فعلیہ معطوف اول، و: عاطفہ، انزلنا: فعل با فاعل، فیھا: ظرف لغو، آیت بینت: مرکب توصیفی ذوالحال، لعلکم تذکرون: جملہ اسمیہ حال، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف

ثانی، ملکر صفت، ملکر مبتدا محذوف" هذه" کے لیے خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿الزانية والزانی فاجلدوا کل واحد منهما مائة جلدة﴾۔

ال: بمعنی الذی، زانية و الزانی: مبتدا، ف: جزائیہ، اجلدوا: فعل امر بافاعل، کل واحد: موصوف، منهما: ظرف مستقر صفت، ملکر مفعول، مائة جلدة: نائب مفعول مطلق، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ مستانفہ۔

﴿ولا تاخذكم بهما رافة فی دين الله ان كنتم تومنون بالله واليوم الاخر﴾۔

و: عاطفہ، لا تاخذ كم: بهما: فعل نہی با مفعول و ظرف لغو، رافة: فاعل، فی دین الله: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ، ان: شرطیہ، کنتم: فعل ناقص و اسم، تومنون: فعل بافاعل، ب: جار، الله: معطوف علیہ، و: عاطفہ، اليوم الاخر: معطوف، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر خبر، ملکر جزا محذوف" فلا تاخذكم بهما رافة فی دين الله " کے لیے شرط، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿وليشهد عذابهما طائفة من المومنين ○ الزانی لا ينكح الا زانية او مشركة﴾۔

و: عاطفہ، یشهد: فعل امر، عذابهما: مفعول، طائفة: موصوف، من المومنين: ظرف مستقر صفت، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ، الزانی: مبتدا، لا ينكح: فعل بافاعل، الا: اداۃ حصر، زانية: معطوف علیہ، او: عاطفہ، مشركة: معطوف، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ مستانفہ۔

﴿والزانية لا ينكحها الا زان اومشرك وحرم ذلك على المومنين﴾۔

و: عاطفہ، الزانية: مبتدا، لا ينكحها: فعل نفی و مفعول، الا: اداۃ حصر، زان: معطوف علیہ، او: عاطفہ، مشرك: معطوف ملکر فاعل، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، حرم: فعل مجہول، ذلك: نائب الفاعل، على المومنين: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ مستانفہ۔

﴿والذين يرمون المحصنت ثم لم ياتوا باربعة شهداء فاجلدوهم ثمنين جلدة ولا تقبلوا لهم شهادة ابدا﴾۔

و: مستانفہ، الذين: موصول، یرمون المحصنت: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، ثم: عاطفہ، لم ياتوا: فعل نفی بافاعل، باربعة شهداء: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر صلہ، ملکر مبتدا، ف: جزائیہ، اجلدوهم: فعل امر بافاعل و مفعول، ثمنين جلدة: مفعول مطلق، ملکر معطوف علیہ، و: عاطفہ، لا تقبلوا: فعل نہی بافاعل، لهم: ظرف مستقر حال مقدم، شهادة: ذوالحال، ملکر مفعول، ابدا: ظرف، ملکر معطوف، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ مستانفہ۔

﴿واولئك هم الفسقون ○ الا الذين تابوا من بعد ذلك واصلحوا فان الله غفوررحيم﴾۔

و: عاطفہ، اولئك: مبتدا، هم: مبتدا ثانی، الفسقون: مستثنیٰ منہ، الا: حرف استثناء، الذين: موصول، تابوا من بعد ذلك: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، اصلحوا: جملہ فعلیہ معطوف، ملکر صلہ، ملکر مستثنیٰ، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ ہو کر خبر، ملکر جملہ اسمیہ، ف: مستانفہ، ان الله: حرف مشبہ و اسم، غفور رحيم: خبر، ملکر جملہ اسمیہ مستانفہ تعلیلیہ۔

﴿والذين يرمون ازواجهم ولم يكن لهم شهداء الا انفسهم فشهادة احدهم اربع شهدت بالله انه لمن الصدقين﴾۔

و: مستانفہ، الذين: موصولہ، یرمون ازواجهم: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، لم: نافیہ جازمہ، يكن: فعل ناقص، لهم: ظرف مستقر خبر مقدم، شهداء: مبدل منہ، الا: اداۃ حصر، انفسهم: بدل، ملکر اسم مؤخر، ملکر معطوف، ملکر صلہ، ملکر مبتدا، ف: جزائیہ، شهادة احدهم: مبتدا، اربع: مضاف، شهدت: جمع شهادة مصدر بافاعل، بالله: ظرف لغو، انه: حرف مشبہ

واسم، لمن الصدقین: خبر، ملکر مفعول، ملکر شبہ جملہ مضاف الیہ، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ مستانفہ۔

﴿والخامسة ان لعنت الله عليه ان كان من الكذبين﴾.

و: اعتراضیہ، الخامسة: " الشهادة" محذوف موصوف کی صفت، ملکر مبتدا، ان: حرف مشبہ، لعنت الله: اسم، علیه: ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ اسمیہ ہوکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ معترضہ، ان شرطیہ، کان من الکذبین: جملہ فعلیہ جزا محذوف " فلعنة الله عليه " کے لیے شرط، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿ويدرؤا عنها العذاب ان تشهد اربع شهدت بالله انه لمن الكذبين﴾.

و: عاطفہ، یدرؤا: فعل، عنها: ظرف لغو، العذاب: مفعول، ان: مصدریہ، تشهد: فعل با فاعل، اربع: مضاف، شهدت: جمع شهادة مصدر بافاعل، بالله: ظرف لغو، انه لمن الکذبین: جملہ اسمیہ مفعول، ملکر شبہ جملہ مضاف الیہ، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ بتاویل مصدر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿والخامسة ان غضب الله عليها ان كان من الصدقين﴾.

و: عاطفہ، الخامسة: "الشهادة" محذوف موصوف کی صفت، ملکر مبدل منہ، ان غضب الله علیها: جملہ اسمیہ بدل، ملکر ماقبل "تشهد" کے لیے مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، ان: شرطیہ، کان من الصدقین: جملہ فعلیہ ہوکر جزا محذوف " فغضب الله علیها" کی شرط، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿ولولا فضل الله عليكم ورحمته وان الله تواب حكيم﴾.

و: عاطفہ، لولا: حرف شرط، فضل الله علیکم: شبہ جملہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، رحمة: معطوف اول، و: عاطفہ، ان الله تواب حکیم: ملکر معطوف ثانی، ملکر مبتدا، " موجود" خبر محذوف، ملکر جزا محذوف "کان یقول الله فی بیانه فلان صادق بالزنی لکون المقذوفة قد زنت فی نفس الواقع اویقول فلان کاذب فی قذفه لکون المقذوفة لم تزن فی نفس الواقع " کے لیے شرط، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿شانِ نزول﴾

☆...... والزانية لا ينكحها الا زان ومشرك..... ☆مہاجرین میں بعض بالکل نادار تھے نہ ان کے پاس کچھ مال تھا نہ ان کا کوئی عزیز قریب تھا، اور بدکار مشرکہ عورتیں دولت مند اور مالدار تھیں یہ دیکھ کر کسی مہاجر کو خیال آیا کہ اگر ان سے نکاح کرلیں تو ان کی دولت کام میں آئے گی، سید عالم ﷺ سے جب اجازت چاہی تو یہ آیت نازل ہوئی۔

☆...... والخامسة ان غضب الله ...... ☆ یہ آیت ایک صحابی کے حق میں نازل ہوئی، جنہوں نے سید عالم ﷺ سے دریافت کیا تھا کہ اگر آدمی اپنی عورت کو زنا میں مبتلا دیکھے تو کیا کرے؟ نہ اس وقت گواہوں کی تلاش کرنے کی فرصت ہے اور نہ بغیر گواہوں کے وہ یہ بات کہہ سکتا ہے کیونکہ اسے حد قذف کا اندیشہ ہے، اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

حرمت زنا:

لے...... زنا کا لغوی معنی پہاڑ پر چڑھنا، سائے کا سکڑنا، پیشاب کو روکنا، سید عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "جب کھانا آجائے تو نماز (کامل) نہیں ہوتی، اور نہ اس وقت جب پیشاب، پاخانے کی حاجت ہو"۔

(صحیح مسلم، کتاب المساجد، باب: کراهة الصلوة بحضرة الطعام، رقم: ۱۱۳۳/ ۵۶۰،ص ۲۵۹)

☆......امام راغب اصفہانی اس کی تعریف یوں فرماتے ہیں: کسی عورت کے ساتھ بغیر عقدِ شرعی مباشرت کرنا زنا کہلاتا ہے"۔

(المفردات، ص ۲۲۰)

حد کی لغوی اور شرعی تعریف کرتے ہیں پھر اسکے تحت بقدرِ مناسب کلام کریں گے۔﴿قال الحد لغة: هو المنع وفي الشرعية: هو العقوبة المقدرة حقا لله تعالى﴾ لغت میں حد روکنے کو کہتے ہیں اور اصطلاح شرع میں وہ سزا جو اللہ ﷻ کے حق کی خاطر مقرر کی گئی ہو۔

(الهداية، كتاب الحدود، ج ٤،ص ٦٨)

☆......سید عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "رات میں نے دیکھا کہ دو شخص میرے پاس آئے اور مجھے زمین مقدس کی طرف لے گئے، ہم ایک سوراخ کے پاس پہنچے جو تنور کی طرح اوپر سے تنگ اور اندر سے کشادہ تھا، اس میں آگ جل رہی تھی اور اس میں کچھ مرد و عورت برہنہ تھے جب آگ کا شعلہ اوپر بلند ہوتا تو وہ لوگ اوپر آجاتے اور جب شعلے کم ہو جاتے تو شعلے کے ساتھ ہی وہ بھی اندر چلے جاتے، پوچھنے پر بتایا گیا کہ یہ زانی مرد و عورت تھے"۔ (صحیح البخاری، کتاب الجنائز، باب ۹۳ ،رقم ۱۳۸٦،ص ۲۲۲)

شریعت مطہرہ نے شادی شدہ مرد و عورت کی حد رجم کرنا بیان کی ہے جب کہ غیر شادی شدہ مرد و عورت کی حد زنا ہر ایک کو سو کوڑے لگانا متعین کی ہے۔ مرد کو کوڑے لگاتے وقت سوائے تہبند کے اسکے سارے کپڑے اتار دیئے جائیں گے اور اسکے چہرے، سر اور فرج کے علاوہ باقی جسم پر کوڑے مارے جائیں اور مرد کو کوڑے مارتے وقت کھڑا رکھا جائے جبکہ عورت کو کوڑے مارتے وقت اسکے کپڑے نہیں اتارے جائیں گے بلکہ اسے بٹھا کر کوڑے مارے جائیں گے۔ (کنز الدقائق، کتاب الحدود، ص ١٦٤)

شادی شدہ مرد و عورت زنا کے مرتکب ہوں تو انہیں رجم کیا جائے گا، یعنی انہیں میدان میں لیجا کر اس قدر پتھر مارے جائیں کہ مر جائیں اور رجم کے لیے لوگ نماز کی طرح صفیں باندھ کر کھڑے ہوں جب ایک صف مار چکے تو یہ ہٹ جائے اور اب دیگر لوگ ماریں، اگر رجم کرنے میں ہر شخص یہ قصد کرے کہ ایسا ماروں کہ مر جائے تو اس میں بھی حرج نہیں، ہاں اگر یہ اس کا ذی رحم محرم ہے تو ایسا قصد کرنے کی اجازت نہیں اور اگر ایسے شخص کو جس پر رجم کا حکم ہو چکا ہے کسی نے قتل کر ڈالا یا اس کی آنکھ پھوڑ دی تو اس پر قصاص بھی نہیں اور دیت بھی نہیں مگر سزا دینگے کہ اس نے پیش قدمی کیوں کی، ہاں اگر حکم رجم سے پہلے ایسا کیا تو قصاص یا دیت ہوگا۔

(الفتاوى الهنديه ،كتاب الحدود، باب الثالث في كيفية الحد، ج ۲،ص ١٦٠)

ایسے مرد و عورت جن کو رجم کیا گیا ہو کیا انکی نماز جنازہ پڑھی جائے گی؟ اس بارے میں حدیثِ پاک ہماری رہنمائی کرتی ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "اصنعوا به كما تصنعون بموتاكم یعنی تم انکے ساتھ وہی معاملہ کرو جیسا تم اپنے مردوں کی ساتھ کرتے ہو"۔ (الهداية ،كتاب الحدود ،فصل في كيفية الحد، ج ٤،ص ٧٥)

اگر زنا غلام یا باندی نے کیا ہو تو ان پر آزاد مرد و عورت کے مقابلے میں نصف حد ہے یعنی انہیں پچاس کوڑے لگائے جائیں گے اس کی دلیل باری ﷻ کا یہ فرمان ہے ﴿فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَى الْمُحْصَنٰتِ مِنَ الْعَذَابِ (النساء: ۲۵)﴾ اس کیوجہ فقہائے کرام نے یہ بیان فرمائی ہے کہ رقیت نعمت کو مُنقِص کر دیتی ہے لہذا سزا بھی مُنقِص ہی ہونی چاہیے۔ اور رقیت کے مُنقِص ہونے کے بارے بنایہ میں ہے کہ الا ترى ان العبد لا يتزوج الا اثنتين۔ (الهداية مع بداية المبتدى، كتاب الحدود، ج ٤،ص ٧٨)

باندی یا غلام محصن (شادی شدہ) نہیں ہیں جمہور کی دلیل متذکرہ بالا آیت مبارکہ ہے لہذا اگر باندیاں زنا کریں تو ان کو آزاد عورتوں کے مقابلے میں نصف سزا دی جائے گی اس آیت میں محصنہ کا اطلاق باندیوں کے مقابلے میں آزاد عورتوں پر کیا گیا ہے

۔ہمارے نزدیک کوڑے مارنا اور جلا وطن کرنا دونوں باتوں کو بیک وقت جمع نہیں کیا جائے گا اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ ﷻ نے فرمایا ﴿فاجلدوا پس کوڑے مارو﴾۔ہاں امام شافعی علیہ الرحمۃ کے نزدیک کوڑے بھی لگائیں جائیں گے اور ایک سال کے لئے جلا وطن بھی کیا جائے گا ہاں باندی،غلام کی سزا،آزاد مرد و عورت کے مقابلے میں نصف ہوتی ہے لہذا ان کی سزا امام شافعی علیہ الرحمۃ کے نزدیک پچاس کوڑے اور چھ ماہ کی جلا وطنی ہے ۔ ہمارے نزدیک اگر امام وقت جلا وطن کرنے میں فائدہ دیکھے تو کر سکتا ہے ۔

(الھدایۃ مع بدایۃ المبتدی، کتاب الحدود، ج ٤، ص ٨٢، ملخصاً)

اگر کوئی شخص غیر محل میں وطی کرے یا قوم لوط والا عمل کرے تو ایسے شخص پر امام اعظم کے نزدیک حد متعین نہ ہوگی بلکہ اس پر تعزیر ہوگی۔اور جامع الصغیر میں ہے کہ اسے قید کیا جائے گا اور صاحبین نے کہا کہ یہ بھی زنا کی طرح ہے لہذا حد نافذ کی جائے گی اور یہی امام شافعی کا ایک قول ہے اور امام شافعی کا ایک قول یہ ہے کہ دونوں کو ہر حال میں قتل کر دیا جائے کیونکہ نبی پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا :"اقتلوا الفاعل و المفعول یعنی فاعل و مفعول دونوں کو قتل کر دیا جائے"۔(الھدایۃ، کتاب الحدود، باب الوطء الذی یوجب الحد، ج ٤، ص ٩٢)۔اگر کوئی شخص غیر محل یعنی دبر میں وطی کرے تو امام اعظم کے نزدیک مطلقاً حد نہیں بلکہ ایسی صورت میں تعزیر ہے جبکہ صاحبین کے نزدیک اجنبی پر ایسا فعل کرنے کی صورت میں حد لازم ہوگی جبکہ اگر کوئی شخص ایسا فعل کسی باندی،غلام یا زوجہ سے کرے تو بالاجماع حد نہ ہوگی بلکہ تعزیر ہوگی،حدود میں ہے کہ ایسے شخص کو آگ میں جلا دیا جائے یا اس پر دیوار گرا دی جائے اور پھر اوپر سے پتھر مار مار کر سنگسار کر دیا جائے ،الحاوی میں ہے کہ ایسا فعل کرنے والے کو کوڑے لگانا زیادہ صحیح ہے،فتح القدیر میں ہے کہ ایسے شخص کو قید کیا جائے حتی کہ مر جائے یا توبہ کر لے،اور اگر پھر یہی جرم کرے تو امام وقت اسے قتل کر دے۔ (الدر المختار، کتاب الحدود، باب الوطی یوجب الحد، ج ٦، ص ٣٨)

اگر یہ کہا جائے کہ کنیز سے وطی جائز ہے یا نہیں؟ تو اس بارے میں ہم فتاوی رضویہ سے جزیہ پیش کرتے ہیں کہ وہ عورت کہ بملک کسی کی ملک ہو اس کی کنیز ہے لہذا اگر اپنی کنیز شرعی ہے تو اس سے نکاح باطل ہے اور بلا نکاح حلال ہے اگر کوئی ممانعت شرعیہ نہ ہو ،مولا کے جو اولاد اس سے ہو صحیح النسب ہے اور ترکہ پدری پانے کی مستحق ہے جبکہ مولا نے اقرار کیا ہو کہ یہ میری اولاد ہے۔

(الفتاوی الرضویۃ مخرجۃ، ج ١١، ص ٢٤٢، ملتقطاً و ملخصاً)

حد زنا جاری کرنے کے لیے چند شرائط کا لحاظ رکھنا ضروری ہے جو یہ ہیں (۱)......زنا کرنے والا بالغ ہو،نابالغ پر حد بالاتفاق جاری نہیں ہوتی۔(۲)......زنا کرنے والا عاقل ہو،پاگل اور مجنون پر بالاتفاق حد جاری نہ ہوگی۔(۳)......جمہور فقہاء کے نزدیک زانی کا مسلمان ہونا بھی شرط ہے،شادی شدہ کافر پر فقہاء احناف کے نزدیک حد جاری نہ ہوگی۔(۴)......زانی مختار ہو اگر اس پر جبر کیا گیا ہے تو جمہور کے نزدیک اس پر حد نہیں ہے۔اور فقہاء حنابلہ کے نزدیک اس پر حد ہے اور اگر عورت پر جبر کیا گیا تو اس پر بالاتفاق حد نہیں ہے۔(۵)......عورت سے زنا کرے،اگر جانور سے وطی کی ہے تو مذاہب اربعہ میں بالاتفاق اس پر حد نہیں ہے،البتہ تعزیر ہے اور جمہور کے نزدیک جانور کو بالاتفاق قتل نہیں کیا جائے گا اور اس کو کھانا جائز ہے۔فقہاء حنابلہ کے نزدیک اس کا کھانا حرام ہے۔(۶)......ایسی لڑکی سے زنا کیا ہو جس کے ساتھ عادتاً وطی ہو سکتی ہو اگر بہت چھوٹی لڑکی سے زنا کیا ہے تو اس پر حد نہیں ہے،نابالغ لڑکی پر حد نہیں ہے۔(۷)......زنا کرنے میں کوئی شبہ نہ ہو اگر اس نے کسی اجنبیہ عورت کو یہ گمان کیا کہ اس کی بیوی یا باندی ہے،اور زنا کر لیا تو جمہور کے نزدیک اس پر حد نہیں ہے اور امام اعظم اور امام ابو یوسف کے نزدیک اس پر حد ہے۔(۸)......اس کو زنا کی حرمت کا علم ہو اگر وہ جہل کا دعوی کرے اور اس سے جہل متصور ہو تو اس میں فقہاء کے دو قول ہیں۔عورت غیر حربی ہو اگر وہ حربیہ ہے تو اس پر فقہاء مالکیہ کے دو قول ہیں۔عورت زندہ ہو اگر وہ مردہ ہے تو اس سے وطی کرنے پر جمہور کے نزدیک حد نہیں ہے اور فقہاء مالکیہ کے مشہور قول کے مطابق اس پر حد ہے۔مرد کا حشفہ عورت کی قبل میں غائب ہو جائے اگر عورت کی دبر میں وطی کرے تو جمہور کے نزدیک

حد نہیں ہے۔(۹)......اسی طرح لواطت یعنی اغلام بازی پر بھی حد نہیں ہے۔اگر اجنبی عورت کے پیٹ یا رانوں سے لذت حاصل کی تو اس پر بھی تعزیر ہے۔(۱۰)......زنا دارالاسلام میں کیا ہو، دارالکفر یا دارالحرب میں زنا کرنے پر حد نہیں ہے۔کیونکہ قاضی اسلام کو وہاں حد جاری کرنے کا اختیار ہی نہیں۔ (شرح صحیح مسلم، ج٤، ص ٧٨٩)

احناف و شوافع کا حد زنا میں اختلاف: احناف کے نزدیک حد زنا زانی کے اپنے اقرار سے ثابت ہو جائے گی یعنی زانی کے چار مرتبہ اقرار کرنے سے زنا ثابت ہو جائے گا اور شوافع نے ایک مرتبہ کے اقرار پر اکتفاء کیا ہے جیسا کہ دیگر حقوق میں ہوتا ہے۔ہماری دلیل حضرت ماعز رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ چار مرتبہ چار مجالس میں اقرار کرنے سے حد قائم کی گئی۔امام شافعی اور ابن ابی لیلی رحمہما اللہ تعالی کا مذہب یہ ہے کہ زانی کے اقرار سے حد واجب ہو جائے گی لہٰذا بعد میں انکار سے حد باطل نہ ہوگی اس لیے کہ یہ ان دو حجتوں میں سے ایک ہے لہٰذا اقرار سے ثابت ہو جاتی ہے جیسا کہ قصاص اور حد قذف میں شہادت سے ثابت ہو جاتی ہے۔احناف کا کہنا یہ ہے کہ احتمال صدق و کذب کی بناء پر رجوع کا حق ہوگا اس لیے کہ اول مرتبہ اقرار کر لیا پھر شبہ پڑ گیا، بخلاف قصاص اور حد قذف کے کہ یہ حقوق العباد سے ہیں اور اس میں جھوٹ بولا جا سکتا ہے لیکن حد زنا یہ حق اللہ ہے اس میں جھوٹ نہیں بولا جا سکتا۔امام کے لیے مستحب ہے کہ اقرار کرنے والے کو رجوع کی تلقین کرے اور اس طرح کہے کہ ہو سکتا ہے کہ تم نے عورت کو فقط چھوا ہو یا بوس و کنار کیا ہو جیسا کہ سید عالم ﷺ نے ماعز رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ "لعلک لمستھا او قبلتھا" یعنی اے ماعز! ہو سکتا ہے کہ تم نے اس عورت کو چھوا ہو یا بوس و کنار کیا ہو۔(دو حجتوں سے مراد یہ ہے کہ یا تو خود چار مرتبہ اقرار کرے یا چار گواہیاں دیں جو کہ عینی شاہد ہوں)۔

(الهداية مع بداية المبتدی، كتاب الحدود، ج٤، ص ٧١ وغیرہ)

حد کی سزا میں سے کمی جائز نہیں:

۲......حد ایک قسم کی سزا ہے جس کی مقدار شریعت نے متعین کر دی ہے کہ اس میں کمی بیشی جائز نہیں، اس سے مقصود لوگوں کو ایسے کام سے باز رکھنا ہے جس کی یہ سزا ہے اور جس پر حد قائم کی گئی وہ جب تک توبہ نہ کرے محض حد قائم کرنے سے پاک نہ ہوگا۔

(الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الحدود، ج٦، ص ٥)

اگر حاکم کے پاس ایسا مقدمہ جائے اور ثبوت گزر جائے تو اب سفارش جائز نہیں، اور اگر کوئی سفارش کرے بھی تو حاکم کو چھوڑنا جائز نہیں اور اگر حاکم کے پاس پیش ہونے سے پہلے توبہ کر لے تو حد ساقط ہو جائے گی۔

(الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الحدود، مطلب: التوبه تسقط الحد قبل ثبوته، ج٦، ص ٤)

حد قائم کرنا بادشاہ اسلام یا اس کے نائب کا کام ہے یعنی باپ اپنے بیٹے پر یا آقا اپنے غلام پر نہیں قائم کر سکتا، اور شرط یہ ہے کہ جس پر قائم کی ہو اس کی عقل درست ہو اور بدن سلامت ہو لہٰذا پاگل اور نشہ والے اور مریض اور ضعیف الخلقۃ پر قائم نہ کریں گے بلکہ پاگل اور نشہ والا جب ہوش میں آئے اور بیمار جب تندرست ہو جائے اس وقت حد قائم کریں گے۔

(الفتاوى الهندية، كتاب الحدود، الباب الاول في تفسيره، ج٢، ص ١٥٨)

کتنے گواہ کی گواہی سے زنا کی حرمت ثابت ہوگی:

۳......صاحب قدوری فرماتے ہیں کہ زنا گواہی اور اقرار سے ثابت ہوتا ہے چنانچہ گواہی یہ ہے کہ کوئی شخص کسی مرد اور عورت پر زنا کو ثابت کرنے کیلئے چار گواہ (مرد، مومن، آزاد، عادل) پیش کرے تو امام ان چاروں گواہوں سے زنا کے بارے میں سوالات کرے گا کہ زنا کہاں ہوا؟ کیسے ہوا؟ کب ہوا؟ کس نے کس کے ساتھ کیا؟ جب وہ چاروں گواہ اس بارے میں بیان دیدیں

گے کہ ہم نے فلاں کو اپنی آنکھوں سے فلاں کے ساتھ وطی کرتے اس طرح دیکھا جیسے سوئی کے ناکے میں دھاگہ ڈالا جاتا ہے۔اور اقرار یہ ہے کہ عاقل، بالغ شخص اپنی ذات پر چار مرتبہ چار مجلسوں میں اقرار کرے پھر جب وہ چار مرتبہ اقرار کرلے گا تو قاضی اس سے زنا کے بارے میں سوال کرے گا کہ وہ کب، کہاں، کیسے، کس سے ہوا؟ جب وہ شخص یہ سارے بیانات دے چکے گا تو اس پر حد زنا نافذ کی جائے گی چنانچہ شادی شدہ مرد وعورت اگر زنا کے مرتکب ہوں تو انہیں رجم کیا جائے گا یہاں تک کہ وہ ہلاک ہو جائیں اور غیر شادی شدہ مرد وعورت اگر یہ کام کریں تو انہیں سو سو کوڑے لگائے جائیں گے۔اور غلام نے زنا کیا تو اسے پچاس کوڑے لگائے جائیں گے۔ (القدوری، کتاب الحدود، ص۲۰۴،۲۰۵ ملخصاً)

بدکار ومشرک مرد وعورت کا نکاح:

۴.....قرآن مجید میں ہے﴿الزانية لا ينكحها الا زان او مشرك (النور:۳)﴾ میں ممانعت موجود ہے، حضرت مرثد بن ابو مرثد رضی اللہ عنہ مکہ مکرمہ کی جانب قیدی لے کر جایا کرتے تھے اور مکہ مکرمہ میں عناق نامی ایک بدکار عورت تھی جو اُن کی آشنا تھی، جب یہ نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تو عرض کی، یارسول اللہ ﷺ! آیا میں عناق سے نکاح کرلوں؟ آپ ﷺ خاموش رہے تو یہ آیت نازل ہوئی، پس آپ ﷺ نے مجھے بلایا اور یہ سنا کر فرمایا کہ اس سے نکاح نہ کرو۔(سنن ابوداؤد، کتاب النکاح، باب فی قوله تعالی الزانی لاینکح، رقم:۲۰۵۱، ص۳۸۰)۔علامہ شامی ردالمحتار، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات میں فرماتے ہیں"یحرم کل من الزنی والمزنية علی اصل الاخر وفرعه رضاعا یعنی رضاعت پر قیاس کرتے ہوئے زانی اور زانیہ کی تمام اولاد، ہر ایک کی اصل اور فروع پر حرام ہے۔

حد قذف کا بیان:

۵.....علامہ زبیدی قذف کا معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: قذف بالحجارة کا معنی ہے پتھر پھینکنا، اور قذف المحصنة کا معنی ہے پاک دامن پر زنا کی تہمت لگانا اور یہ مجاز ہے، ایک قول یہ ہے کہ قذف کا معنی ہے گالی دینا، حدیث میں ہے کہ ہلال بن امیہ نے اپنی بیوی پر تہمت لگائی، اصل میں قذف کا معنی ہے پھینکنا، پھر یہ لفظ گالی اور زنا کی تہمت میں استعمال ہوا۔

(تاج العروس، ج۶، ص۲۱۷)

کسی پر زنا کی تہمت لگانے کو قذف کہتے ہیں اور یہ کبیرہ گناہ ہے، حد قذف پر اسی کوڑے ہیں اور غلام پر چالیس۔(الدرالمختار مع ردالمحتار، کتاب الحدود، باب حد القذف، ج۶، ص۷۹)۔ قذف کا ثبوت دو مردوں کی گواہی سے ہوگا یا اس تہمت لگانے والے کے اقرار سے، اور اس جگہ عورتوں کی گواہی یا شہادۃ علی الشہادۃ کافی نہیں بلکہ ایک قاضی نے اگر دوسرے قاضی کے پاس لکھ بھیجا کہ میرے نزدیک قذف کا ثبوت ہو چکا ہے اور کتاب القاضی کے شرائط بھی پائے جائیں جب بھی دوسرا قاضی حد قذف قائم نہیں کرسکتا، یوہیں اگر قاذف (زنا کی تہمت لگانے والا) نے قذف سے انکار کردیا اور گواہوں کے ثبوت نہ ہو تو اس سے حلف نہ لیں گے اور اگر اس پر حلف رکھا گیا اور اس نے قسم کھانے سے انکار کیا تو حد قائم نہ کریں گے اور اگر گواہوں میں باہم اختلاف ہوا، ایک گواہ قذف کا کچھ وقت بتاتا ہے اور دوسرا گواہ دوسرا وقت کہتا ہے تو یہ اختلاف معتبر نہیں یعنی حد جاری کریں گے۔اور اگر ایک نے قذف کی شہادت دی اور دوسرے نے اقرار کی یا ایک کہتا ہے کہ مثلاً فارسی زبان میں تہمت لگائی اور دوسرا یہ بیان کرتا ہے کہ اردو میں، تو حد نہیں۔

تہمت لگانے والے پر حد جاری ہونے کے لئے چند شرطیں ہیں: جس پر تہمت لگائی گئی ہو وہ مسلمان ہو، عاقل ہو، بالغ ہو، آزاد، پارسا ہو، تہمت لگانے والے کا نہ وہ لڑکا ہو نہ ہی پوتا ہو اور گونگا نہ ہو، خصی نہ ہو، نہ اس کا عضو مخصوص جڑ سے کٹا ہوا ہو، نہ اس نے

نکاح فاسد کے ساتھ وطی کی ہو، عورت پر تہمت لگائی تو وہ ایسی نہ ہو جس سے وطی نہ کی جاسکے، وقت حد تک وہ شخص محصن ہو، لہذا معاذ اللہ قذف کے بعد مرتد ہوگیا یا مجنون یا بوہرا ہوگیا یا وطی حرام کی یا گونگا ہوگیا تو حد نہیں۔(الدرالمختار مع ردالمحتار، کتاب الحدود، باب حد القذف، ج٦،ص ٨٠ وغیرہ)،(بہارشریعت مخرجہ، حد قذف کا بیان، ج٢، حصہ نہم، ص ٣٩٤ وغیرہ)۔

لعان کابیان :

۶......مرد نے اپنی عورت کو زنا کی تہمت لگائی اس طرح پر کہ اگر اجنبیہ عورت کو لگاتا تو حد قذف یعنی تہمت زنا کی حد اس پر لگائی جاتی، یعنی عورت عاقلہ، بالغہ، آزاد، مسلمہ، پاکدامن، ہو تو لعان کیا جائے گا اس کا طریقہ یہ ہے کہ قاضی کے حضور پہلے شوہر قسم کے ساتھ چار مرتبہ شہادت دے یعنی کہے کہ میں شہادت دیتا ہوں کہ میں نے جو اس عورت کو زنا کی تہمت لگائی اس میں خدا کی قسم میں سچا ہوں، پھر پانچویں مرتبہ کہے کہ اُس پر خدا کی لعنت اگر اس امر میں کہ اس کو زنا کی تہمت لگائی جھوٹ بولنے والوں سے ہو، اور ہر بار لفظ''اُس'' سے عورت کی طرف اشارہ کرے پھر عورت چار مرتبہ یہ کہے کہ میں شہادت دیتی ہوں خدا کی قسم! اس نے جو مجھے زنا کی تہمت لگائی ہے، اس بات میں جھوٹا ہے اور پانچویں مرتبہ یہ کہے کہ اُس پر اللہ کا غضب ہو اگر یہ اُس بات میں سچا ہو جو مجھے زنا کی تہمت لگائی، لعان میں لفظ شہادت شرط ہے، اگر یہ کہا کہ میں خدا کی قسم کھاتا ہوں کہ سچا ہوں، لعان نہ ہوا۔(الفتاوی الھندیہ، کتاب الطلاق، الباب الحادی عشر فی اللعان، ج١،ص ٥٤٢ وغیرہ)۔(بہارشریعت مخرجہ، لعان کا بیان، حصہ ٨، ج٢، ص ٢٢٠)۔

اغراض :ھذہ: اسم اشارہ ہے، اللہ عَزَّوَجَلَّ کے علم کا بیان ہے حاضر مشاہدے کے اعتبار سے، اور یہ بھی صحیح ہے کہ سورۃ کو موصوف، انزلناھا کو اس کی صفت، ملا کر مبتدا اور'' الزانیۃ والزانی'' کو اس کی خبر بنایا جائے۔

لو جمھا بالسنۃ: اس جملے میں اس جانب اشارہ ہے الزانیۃ اور الزانی عام ہیں جو کہ محصن وغیر محصن دونوں کو شامل ہیں لیکن سنت سے محصن کو الگ کر کے اس کی حد رجم بیان کردی، اور کلام غیر محصن کے بارے میں ہوگیا۔

والرقیق علی النصف مما ذکر: یعنی غلام کو نصف کوڑے مارے جائیں اور جلا وطن کیا جائے اور یہ امام شافعی کا مذہب ہے جب کہ امام مالک کے نزدیک صرف آزاد مرد کو جلا وطن کیا جائے جب کہ آزاد عورت اور باندی کو جلا وطن نہیں کیا جائے۔

بان تترکوا شیئا من حدھما: یعنی حدود کو قائم کرنے میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا شامل ہوتی ہے جیسا کہ حدیث میں وارد ہوا ہے:''زمین میں اللہ کی حد کو قائم کرنا چالیس دن کی بارش سے بہتر ہے''۔ **وھو جوابہ**: مراد کوفیوں کی رائے ہے۔ او دال: مراد بصریوں کی رائے ہے۔

ای مناسب لکل منھما ما ذکر: اس میں ان لوگوں کے لیے زجر و توبیخ ہے جو زانیہ سے نکاح کے خواہشمند ہوتے ہیں، معنی یہ ہے کہ زانیہ مرد وعورت کا نکاح انہی جیسے سے ہوتا ہے اور مشرکہ مرد وعورت کا نکاح بھی انہی جیسوں سے ہوتا ہے۔

العفیفات: لغت کا اعتبار کرتے ہوئے المحصنت کی تفسیر العفیفات سے کی گئی ہے، اس لیے کہ محصن ہونے کا اطلاق عفت پر ہوتا ہے اور تزوج وحریت پر بھی ہوتا ہے، اسی سے یہ مفہوم بھی نکلتا ہے کہ اگر غیر عفیف پر تہمت لگائی جائے تو بھی حد نہ ہوگی، اور عفت میں زیادتی کی شرط اس لیے ہے کہ تہمت زنا اور لواطت کو ثابت کرتی ہے جب کہ مرد کا آلہ ہو، اور اگر آلہ کٹے ہوئے پر تہمت لگی ہو تو پھر حد بھی نہ ہوگی، اور اگر آزاد مسلمان مکلف ہو تو شرط نہ پائی جانے کی صورت میں حد قذف بھی نہ ہوگی مگر یہ کہ بچے سے لواطت کرنے یا بچی سے معاملہ ہو جائے تو امام مالک کے نزدیک حد ہوگی جب کہ امام شافعی کے نزدیک تعزیر ہوگی۔

وقیل لا تقبل: سے امام ابوحنیفہ کے مذہب کی جانب اشارہ ہے، جس کا بیان ہم نے حاشیہ نمبر ۵ میں کر دیا ہے۔

من الزنا: سے مفسر نے حمل کی نفی کردی، یعنی لعان کا ثبوت زنا کے دیکھے جانے سے ہے نہ کہ حمل کے ظاہر ہونے سے۔

الجماعة من الصحابة مراد حلال بن امیہ، عویمر بن عجلانی اور عاصم بن عدی ہیں۔ (الصاوی، ج ٤، ص ١٧١ وغیرہ)

رکوع نمبر:۸

﴿اِنَّ الَّذِیۡنَ جَآءُوۡ بِالۡاِفۡکِ﴾ اَسْوَءَ الکِذبِ علی عائشة أم المومنینَ رضی الله عنها بقذفِها ﴿عُصۡبَةٌ مِّنۡکُمۡ﴾ جماعةٌ مِنَ المومنینَ قالت حسانُ بنُ ثابتٍ وَعبدُ اللهِ ابن اُبَی ومِسْطَحٌ وَحمنَةُ بِنتُ جیشٍ ﴿لَا تَحۡسَبُوۡهُ﴾ اَیُّها المومنونَ غیر العُصبةِ ﴿شَرًّا لَّکُمۡ ؕ بَلۡ هُوَ خَیۡرٌ لَّکُمۡ ؕ﴾ یَاجُرُکُمُ اللهُ بِه وَیُظْهِرُ بَرائةَ عائشةَ ومَنۡ جاءَ مَعها مِنه وَهُوَ صَفوانُ فَاِنَّها قالت کُنتُ مع النبیّ ﷺ فی غزوةٍ بَعدَ ما اُنزِلَ الحِجابُ فَفرغَ مِنها وَرَجعَ وَدنا مِنَ المَدینةِ وَاَذِنَ بالرَّحیلِ لَیلةً فَمَشیتُ وَقَضیتُ شانِی وَ اَقبَلتُ الی الرَّحلِ فَاِذا عِقدِی اِنقطعَ هُوَ بِکسرِ المُهمَلةِ القِلادة فَرجعتُ اَلتمِسُهُ وَحَمَلوا هودَجی هو مَا یَرکَبُ فیه علی بَعیری یَحسَبُونَنِی فیه وکانَتِ النِساءُ خِفافًا اِنما یاکُلنَ العُلقَةَ هُوَ بِضَمّ المُهمَلةِ وَسُکونِ اللّامِ مِنَ الطعامِ: ای القَلیل وَوَجدتُ عِقدِی وجِئتُ بعد ما سَارُوا فَجَلستُ فی المنزِلِ الذِی کنتُ فیه وَظَنَنتُ اَنَّ القومَ سَیَفقِدونَنِی فَیَرجِعونَ اِلَیَّ فَغَلَبَتنِی عَینایَ فَنِمتُ وکانَ صَفوانُ قَد عَرَّسَ مِن وَراءِ الجَیشِ فَادَّلَجَ هُما بِتَشدیدِ الراءِ والدالِ ای نَزَلَ مِنۡ آخِرِ اللیلِ لِلۡاِستِراحَةِ فَسارَ مِنهُ فَاَصبحَ فی مَنزِلی فَرآی سَوادَ اِنسانٍ نائمٍ ای شَخصَهُ فَعَرفَنِی حِینَ رآنِی وَکانَ یَرانِی قَبلَ الحِجابِ فَاستَیقَظتُ بِاِستِرجاعِهِ حِینَ عَرفَنِی ای قولَهُ اِنّالله واِنَّا الیهِ راجعونَ فَخَمَّرتُ وَجهِیۡ بِجِلبابی ای غَطَّیتُهُ بِالمَلاءَةِ واللهِ مَا کَلَّمَنِی بِکَلِمَةٍ ولا سَمِعتُ منهُ کلمةً غیرَ اِستِرجاعِهِ حینَ اَناخَ راحِلَتَهُ ووَطیءَ علی یَدِها فَرَکِبتُها فانطَلَقَ یَقودُ بِیَ الرَّاحِلَةَ حَتّٰی اَتَینا الجَیشَ بَعدَ ما نَزَلوا مُوغِرینَ فی نَحرِ الظَّهیرةِ ای من اَوغَرَ واقِفینَ فی مکان وعرفی مِنۡ شِدّةِ الحَرِ فَهَلکَ مَنۡ هَلَکَ فِیَّ، وَکانَ الذِی تَولّی کِبرَه منهم عبدالله بن اُبَی اِبۡنِ سلولٍ اه.قولها رواه الشیخان قال تعالی ﴿لِکُلِّ امۡرِیٴٍ مِّنۡهُمۡ﴾ ای علیه ﴿مَّا اکۡتَسَبَ مِنَ الۡاِثۡمِ ۚ﴾ فی ذالک ﴿وَالَّذِیۡ تَوَلّٰی کِبۡرَهٗ مِنۡهُمۡ﴾ ای تَحمِلُ مُعظَمَهُ فَبداءَ بالخَوضِ فیه وَاشاعهِ وهُوَ عَبدُالله بن اُبَی ﴿لَهٗ عَذَابٌ عَظِیۡمٌ ﴿۱۱﴾﴾ هُو النارُ فی الاٰخِرةِ ﴿لَوۡلَاۤ﴾ هلا ﴿اِذۡ سَمِعۡتُمُوۡهُ ظَنَّ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ وَ الۡمُؤۡمِنٰتُ بِاَنۡفُسِهِمۡ﴾ ای ظَنَّ بَعضُهم بِبَعضٍ ﴿خَیۡرًا ۙ وَّ قَالُوۡا هٰذَاۤ اِفۡکٌ مُّبِیۡنٌ ﴿۱۲﴾﴾ کِذبٌ بَیِّنٌ فیه اِلتِفاتٌ عنِ الخِطابِ ای ظَنَنتُم اَیُّها العُصبَةُ و قُلتُم ﴿لَوۡلَا﴾ هلا ﴿جَآءُوۡ﴾ ای العُصبةِ ﴿عَلَیۡهِ بِاَرۡبَعَةِ شُهَدَآءَ ۚ﴾ شاهَدُوهُ ﴿فَاِذۡ لَمۡ یَاۡتُوۡا بِالشُّهَدَآءِ فَاُولٰٓئِکَ عِنۡدَ اللّٰهِ﴾ ای فی حُکمِهِ ﴿هُمُ الۡکٰذِبُوۡنَ ﴿۱۳﴾﴾ فیه ﴿وَ لَوۡلَا فَضۡلُ اللّٰهِ عَلَیۡکُمۡ وَ رَحۡمَتُهٗ فِی الدُّنۡیَا وَ الۡاٰخِرَةِ لَمَسَّکُمۡ فِیۡ مَاۤ اَفَضۡتُمۡ فِیۡهِ﴾ اَیُّها العُصبةُ ای خُضتُم ﴿عَذَابٌ عَظِیۡمٌ ﴿۱۴﴾﴾ فی الاٰخرةِ ﴿اِذۡ تَلَقَّوۡنَهٗ بِاَلۡسِنَتِکُمۡ﴾ ای یَروِیهِ بَعضُکم عنۡ بَعضٍ وحُذِف مِنَ الفعلِ اِحدی التّائینِ واِذ مَنصوبٌ بِمَسَّکُم او بِاَفَضتُم ﴿وَ تَقُوۡلُوۡنَ بِاَفۡوَاهِکُمۡ مَّا لَیۡسَ لَکُمۡ بِهٖ عِلۡمٌ وَّ تَحۡسَبُوۡنَهٗ هَیِّنًا﴾ لا اِثۡمَ

فیہ﴿وَّهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمٌ (۱۵) ﴾فِی الْاِثْمِ﴿وَلَوْلَآ ﴾هلا﴿اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ قُلْتُمْ مَّا يَكُوْنُ ﴾ما ينبغی﴿لَنَآ اَنْ نَّتَكَلَّمَ بِهٰذَا سُبْحٰنَكَ ﴾هُوَ للتعجب هُنا﴿هٰذَا بُهْتَانٌ ﴾ كِذْبٌ﴿عَظِيْمٌ (۱٦) يَعِظُكُمُ اللّٰهُ ﴾ينهاكم ﴿اَنْ تَعُوْدُوْا لِمِثْلِهٖٓ اَبَدًا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ(۱۷)﴾تتعظوا﴿وَيُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ ﴾فِی الامرِ والنّهي ﴿وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ ﴾بما يامُرُ به وَيَنهٰى عنهُ﴿حَكِيْمٌ (۱۸) ﴾فيهِ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِيْعَ الْفَاحِشَةُ ﴾باللسانِ ﴿فِی الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ﴾بِنسبتِها اِليهمْ وَهُم بالعُصبةِ﴿لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ فِی الدُّنْيَا﴾بالحدِّ لِلقذفِ ﴿ وَالْاٰخِرَةِ ﴾بالنارِ لِحق اللهِ﴿وَاللّٰهُ يَعْلَمُ ﴾اِنتِفائَها عَنهمْ﴿وَاَنْتُمْ ﴾ايها العُصبةُ﴿لَا تَعْلَمُوْنَ (۱۹) ﴾وُجودَها فِيهمْ﴿وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ ﴾اَيها العُصبة﴿وَرَحْمَتُهٗ وَاَنَّ اللّٰهَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ (۲۰) النصف﴾بِكم لَعاجَلكم بِالْعُقوبَةِ.

﴿ترجمہ﴾

بیشک وہ کہ لائے ہیں یہ بڑا بہتان ......۱...... (یعنی ام المؤمنین حضرت سیدہ عا دیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر تہمت کا سب سے بڑا جھوٹ) تمہیں میں کی ایک جماعت ہے (یعنی مومنین ہی کی ایک جماعت ہے......۲......، ام المؤمنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ اس سے مراد حضرت سیدنا حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ، رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی ابن سلول، حضرت مسطح اور حمنۃ بنت جحش ہیں) اسے نہ سمجھو (یعنی اے وہ ایمان والو، کہ ان کا اس جماعت سے کوئی تعلق نہیں) اپنے لیے برا، بلکہ وہ تمہارے لیے بہتر ہے (اللہ تعالیٰ تمہیں اس کا اجر عطا فرمائے گا اور ام المؤمنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی اور ان کے ساتھ ساتھ صحابی رسول یعنی حضرت سیدنا صفوان رضی اللہ عنہ کی براءت بھی ظاہر فرما دے گا، ام المؤمنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حجاب ......۳...... کا حکم نازل ہونے کے بعد میں ایک غزوہ میں سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھی، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ سے فارغ ہو کر واپس لوٹ رہے تھے تو مدینہ شریف کے قریب پہنچ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رات کے وقت کوچ کا اعلان کر دیا، میں اکیلی ہی قضائے حاجت کے لئے گئی ہوئی تھی، جب پڑاؤ کے مقام پر پہنچی تو اپنے گلے کے ہار کو ٹوٹا ہوا پا کر اسے تلاش کرنے واپس چلی گئی، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے میرے اس ھودج کو اٹھا کر اونٹ پر رکھ دیا کہ جس میں سوار ہوا جاتا ہے یہ گمان کرتے ہوئے کہ میں اس میں موجود ہوں، اس لئے کہ ان دنوں عورتیں بہت کم خوراک کھانے کی وجہ سے بہت ہلکی ہوا کرتی تھیں، مجھے میرا ہار تو مل گیا لیکن جب میں واپس لوٹی تو وہ کوچ کر چکے تھے، پس میں جہاں تھی اسی جگہ بیٹھ گئی، یہ گمان کرتے ہوئے کہ جب وہ لوگ مجھے گم پائیں گے تو میرے پاس واپس لوٹ آئیں گے، اس کے بعد مجھ پر نیند غالب آ گئی تو میں سو گئی، حضرت سیدنا صفوان رضی اللہ عنہ لشکر کے پیچھے پیچھے رات کے آخری حصہ میں پڑاؤ کیا کرتے تھے، چنانچہ جب وہ روانہ ہوئے، یہاں عرّس کا معنی ہے رات کے آخری حصے میں آرام کی خاطر قیام کرنا جبکہ ادّلج کا معنی ہے روانہ ہونا، تو میری جگہ کے قریب سے گزرتے ہوئے کسی سوئے ہوئے انسان کا ڈھانچہ دیکھا، جب انہوں نے مجھے دیکھا تو فوراً پہچان گئے اس لئے کہ حجاب کا حکم نازل ہونے سے پہلے انہوں نے مجھے دیکھ رکھا تھا، جب انہوں نے مجھے پہچان لیا تو بلند آواز سے ﴿اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ ﴾ پڑھا جس کی وجہ سے میں بیدار ہو گئی اور اپنی چادر سے اپنا چہرہ ڈھانپ لیا، اللہ تعالیٰ کی قسم! نہ تو انہوں نے ﴿اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ ﴾ سے زائد کوئی کلمہ کہا اور نہ ہی میں نے کچھ سنا، جب انہوں نے اپنی اونٹنی کو زمین پر بٹھایا تو اس کے گھٹنوں کو ہاتھ سے پکڑ لیا، اور جب میں اس پر سوار ہو گئی تو وہ مجھے لے کر چل دیئے یہاں تک کہ ہم لشکر سے جا ملے جبکہ وہ دوپہر کے وقت گرمی کی شدت

سے آرام کرنے کی خاطر ایک جگہ پڑاؤ کیے ہوئے تھا، چنانچہ میرے معاملہ میں جس نے ہلاکت ہونا تھا ہلاک و برباد ہو گیا۔ اور جس نے سب سے زیادہ ان لوگوں میں سے اس معاملہ میں حصہ لیا وہ رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی ابن سلول تھا، یہ روایت شیخین سے مروی ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا) ان میں ہر شخص کے لیے وہ گناہ ہے جو اس نے کمایا (اس معاملہ میں حصہ لے کر) اور ان میں وہ جس نے سب سے بڑا حصہ لیا (یعنی جس نے سب سے بڑھ چڑھ کر اس میں معاملے میں حصہ لیا اور اس کی تشہیر میں خوب سرگرم رہا وہ رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی ابن سلول تھا) اس کے لیے بڑا عذاب ہے (یعنی وہ آخرت میں دوزخ میں ہوگا) کیوں نہ ہوا (لو لا بمعنی هلا ہے) جب (اذ بمعنی حین ہے، یعنی جس وقت) تم نے اسے سنا تھا کہ مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں نے اپنوں پر (یعنی ایک دوسرے کے متعلق) نیک گمان کیا ہوتا اور کہتے یہ کھلا بہتان ہے (یعنی واضح جھوٹ ہے، اس آیتِ مبارکہ میں حاضر کے صیغے ذکر کرنے کے بعد غائب کے صیغوں کی طرف التفات ہے، یعنی اے جماعت! تم یہ گمان کرتے اور کہتے) کیوں نہ (لو لا بمعنی هلا ہے) اس پر چار گواہ لائے ......ہے...... (جنہوں نے اس کو دیکھا ہو) تو جب گواہ نہ لائے تو وہی اللہ کے نزدیک (یعنی اس کے حکم کے مطابق) جھوٹے ہیں (اس معاملہ میں) اور اگر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت تم پر دنیا اور آخرت میں نہ ہوتی تو جس چرچے میں تم پڑے اس پر تمہیں پہنچتا (ما افضتم فیه بمعنی خضتم ہے) بڑا عذاب (آخرت میں) جب تم ایسی بات اپنی زبانوں پر ایک دوسرے سے سن کر لاتے تھے (یعنی ایک دوسرے سے سن کر آگے بیان کرتے تھے، تلقونه اصل میں تتلقونه تھا جس میں ایک تا محذوف ہے اور اذ یا تومسکم کی وجہ سے محلِ نصب میں ہے یا پھر افضتم کی وجہ سے منصوب ہے) اور اپنے منہ سے وہ نکالتے تھے جس کا تمہیں علم نہیں اور اسے سہل سمجھتے تھے (کہ اس پر کوئی گناہ نہ ہوگا) اور وہ اللہ کے نزدیک بڑی بات ہے (گناہ ہونے میں) اور کیوں نہ ہوا (لو لا بمعنی هلا ہے) جب (اذ ظرفیہ بمعنی حین ہے یعنی جس وقت) تم نے سنا تھا کہا ہوتا کہ ہمیں نہیں پہنچتا (یعنی ہمیں یہ زیبا نہیں) کہ ایسی بات کہیں الٰہی پاکی ہے تجھے (یہ کلمہ یہاں تعجب کے اظہار کے لئے ہے) یہ بڑا بہتان (یعنی جھوٹ) ہے، اللہ تمہیں نصیحت فرماتا ہے (یعنی منع فرماتا ہے) کہ اب کبھی ایسا نہ کہنا اگر ایمان رکھتے ہو (اس سے نصیحت حاصل کرو) اور اللہ تمہارے لیے آیتیں صاف بیان فرماتا ہے (امر و نہی کی) اور اللہ علم رکھنے والا ہے (جس بات کا حکم دیتا ہے اور جس سے منع فرماتا ہے) اور حکمت والا (ہے اپنے ان معاملات میں) وہ لوگ جو چاہتے ہیں کہ برا چرچا پھیلے (زبان کے ذریعے) مسلمانوں میں (اس برائی کی نسبت سب مسلمانوں کی طرف کر کے، حالانکہ وہ تو صرف ایک جماعت ہے) ان کے لیے دردناک عذاب ہے دنیا میں (حدقذف کا) اور آخرت میں (آگ کا، اس لئے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا حق ہے) اور اللہ جانتا ہے (ان سے اس برائی کے سرزد نہ ہونے کو) اور تم (اے تہمت لگانے والے چند لوگو!) نہیں جانتے (اس کے ان میں پائے جانے کو) اور اگر تم پر (اے لوگو!) اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی (اس معاملے کو چھپانے کی وجہ سے) اور یہ کہ اللہ تم پر نہایت مہربان مہر والا ہے تو تم اس کا مزہ چکھتے (یعنی وہ تمہیں جلد سزا دیتا ہے)۔

﴿ترکیب﴾

﴿ان الذین جاء وا بالافک عصبة منکم لا تحسبوه شرا لکم بل هو خیر لکم﴾.

ان: حرف مشبہ، الذین: موصول، جاء وا بالافک: صلہ، ملکر اسم، عصبة: موصوف، منکم: ظرف مستقر صفت، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ، لا تحسبوه: فعل نہی بافاعل ومفعول اول، شرا لکم: مشبہ جملہ مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ، بل: حرف اضراب وعطف، هو: مبتدا، خیر لکم: شبہ جملہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿لکل امرئ منهم ما اکتسب من الاثم﴾.

لام: جار، کل: مضاف، امرئ: موصوف، منھم: ظرف مستقر صفت، ملکر مضاف الیہ، ملکر مجرور، ملکر ظرف مستقر، خبر مقدم، ما: موصولہ، اکتسب من الاثم: جملہ فعلیہ صلہ، ملکر مبتدا مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿والذی تولی کبرہ منھم لہ عذاب عظیم﴾۔

و: مستانفہ، الذی: موصول، تولی: فعل، "ھو" ضمیر ذوالحال، منھم: ظرف مستقر حال، ملکر فاعل، کبرہ: مفعول، ملکر صلہ، ملکر مبتدا، لہ عذاب عظیم: جملہ اسمیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ مستانفہ۔

﴿لولا اذ سمعتموہ ظن المومنون والمومنت بانفسھم خیرا وقالوا ھذاافک مبینOلولا جاء و علیہ باربعۃ شھداء فاذلم یاتوا بالشھداء فاولئک عند اللہ ھم الکذبون﴾۔

لولا: حرف تحضیض متضمن معنی شرط، اذ: مضاف، سمعتموہ: جملہ فعلیہ مضاف الیہ، ملکر ظرف مقدم، ظن: فعل، المؤمنون والمومنت: فاعل، بانفسھم خیرا: شبہ جملہ مفعول، ملکر معطوف علیہ، و: عاطفہ، قالوا: قول، ھذاافک مبین: جملہ اسمیہ مقولہ، ملکر جملہ قولیہ معطوف، ملکر شرط، لولا: حرف شرط ثانی، جاء وا: فعل با فاعل، علیہ: ظرف لغو مقدم، شھداء: جمع شھید فاعل، ملکر شبہ جملہ مضاف الیہ، اربعۃ: مضاف کے لیے ملکر "ب" جار کے لیے مجرور، ملکر ظرف لغو جاء وا اپنے متعلقات سے ملکر جملہ فعلیہ شرط ثانی، ف: عاطفہ زائدہ، اذ: مضاف، لم یاتوا بالشھداء: ملکر مضاف الیہ، ملکر ظرف مقدم "الکاذبون" کے لیے، ملکر شبہ جملہ ہوکر خبر "ھم" مبتدا کے لیے، ملکر جملہ اسمیہ ہوکر خبر، ف: جزائیہ، اولئک: ذوالحال، عنداللہ: ظرف متعلق بمحذوف حال، ملکر مبتداء، ملکر جواب شرط، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿ولولا فضل اللہ علیکم ورحمتہ فی الدنیا والاخرۃ لمسکم فی ما افضتم فیہ عذاب عظیم﴾۔

و: عاطفہ، لولا: حرف شرط، فضل اللہ علیکم: شبہ جملہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، رحمۃ: ذوالحال، فی الدنیا والاخرۃ: ظرف مستقر حال، ملکر مبتدا "موجود" خبر محذوف، ملکر شرط، لام: تاکیدیہ، مسکم: فعل ومفعول، فی ما افضتم فیہ: ظرف لغو، عذاب عظیم: فاعل، ملکر جواب شرط، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿اذ تلقونہ بالسنتکم وتقولون بافواھکم ما لیس لکم بہ علم﴾۔

اذ: مضاف، تلقونہ بالسنتکم: فعل با فاعل ومفعول وظرف لغو، ملکر معطوف علیہ، و: عاطفہ، تقولون بافواھکم: فعل با فاعل و ظرف لغو، ما: موصولہ، لیس: فعل ناقص، لکم: ظرف مستقر خبر مقدم، بہ علم: شبہ جملہ اسم، ملکر صلہ، ملکر مفعول، ملکر معطوف، ملکر مضاف الیہ، ملکر ظرف واقع ہے، ماقبل "مسکم" فعل کے لیے، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وتحسبونہ ھینا وھو عند اللہ عظیم﴾۔

و: عاطفہ، تحسبونہ: فعل با فاعل ومفعول، ھینا: ذوالحال، و: حالیہ، ھو: ذوالحال، عنداللہ: ظرف متعلق بمحذوف حال، ملکر مبتداء، عظیم: خبر، ملکر جملہ اسمیہ حال، ملکر مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ ماقبل "تقولون" پر معطوف ہے۔

﴿ولولا اذ سمعتموہ قلتم ما یکون لنا ان نتکلم بھذا سبحنک ھذا بھتان عظیم﴾۔

و: مستانفہ، لولا: حرف تحضیض، اذ: مضاف، سمعتموہ: جملہ فعلیہ مضاف الیہ، ملکر ظرف مقدم، قلتم: فعل، تم: ضمیر ذوالحال، سبحنک: مفعول مطلق جملہ فعلیہ، ہوکر حال، ملکر فاعل، ما: نافیہ، یکون: فعل ناقص، لنا: ظرف مستقر خبر مقدم، ان: مصدریہ، نتکلم بھذا: جملہ بتاویل مصدر اسم، ملکر قول، ملکر مقولہ اول، ھذا بھتان عظیم: جملہ اسمیہ مقولہ ثانی، ملکر جملہ قولیہ مستانفہ۔

﴿یعظکم اللہ ان تعودوا لمثلہ ابدا ان کنتم مومنین﴾.

یعظکم اللہ: فعل بامفعول وفاعل، ان :مصدریہ، تعودوا لمثلہ ابدا: فعل بافاعل وظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ بتاویل مصدر "کراھۃ" مصدر مضاف کے لیے مضاف الیہ،ملکر مفعول لہ،ملکر جملہ فعلیہ،ان :شرطیہ، کنتم مؤمنین: ملکر جزا محذوف " فلا تعودوا المثلہ" کے لئے شرط،ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿ویبین اللہ لکم الایت واللہ علیم حکیم﴾.

و:عاطفہ، یبین اللہ لکم الایت: فعل وفاعل وظرف لغو ومفعول، ملکر جملہ فعلیہ ، و:عاطفہ، اللہ :مبتدا، علیم حکیم: خبر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ان الذین یحبون ان تشیع الفاحشۃ فی الذین امنوا لھم عذاب الیم فی الدنیا والاخرۃ﴾.

ان: حرف مشبہ، الذین :موصول، یحبون :فعل بافاعل،ان :مصدریہ، تشیع الفاحشۃ :فعل وفاعل، فی الذین امنوا: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ بتاویل مصدر مفعول،ملکر صلہ،ملکر اسم، لھم :ظرف مستقر خبر مقدم، عذاب :موصوف، الیم: صفت اول، فی الدنیا والاخرۃ: ظرف مستقر صفت ثانی،ملکر مبتدا مؤخر،ملکر خبر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿واللہ یعلم وانتم لا تعلمون﴾.

و: عاطفہ، اللہ :مبتدا، یعلم: جملہ فعلیہ خبر،ملکر جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، انتم: مبتدا، لا تعلمون: جملہ فعلیہ خبر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ولولا فضل اللہ علیکم ورحمتہ وان اللہ رء وف رحیم﴾.

و: عاطفہ، لولا :حرف شرطیہ، فضل اللہ علیکم: شبہ جملہ معطوف علیہ، و:عاطفہ، رحمتہ :معطوف اول، و: عاطفہ، ان اللہ: حرف مشبہ واسم، رء وف رحیم : خبر ،ملکر معطوف ثانی،ملکر مبتدا "موجود" خبر محذوف،ملکر جزا محذوف " لعاجلکم بالعقوبۃ" کے لیے شرط،ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

شان صدیقہ اور بہتان عظیم:

۱.....اللہ ﷻ نے چار اشخاص کی برائت بیان کی، حضرت یوسف علیہ السلام کی برائت ایک شاہد کی زبان سے بیان کی، حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف یہود نے ایک مکروہ بیماری کی نسبت کی تو ان کی برائت ایک پتھر نے بیان کی، حضرت بی بی مریم کی برائت ان کے بیٹے نے بیان کی اور بی بی عائشہ کی برائت اللہ ﷻ نے قرآن مجید کی دس (ایک قول کے مطابق اٹھارہ) آیات میں بیان کی، جن کی قیامت تک تلاوت ہوتی رہے گی، روایت ہے کہ جب حضرت عائشہ صدیقہ طیبہ طاہرہ کی وفات کا وقت قریب آیا تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے آنے کی اجازت چاہی، حضرت عائشہ نے فرمایا: "اب وہ آئے گا اور میری تعریف کرے گا"، حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابن عباس کو یہ بتایا، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ ام المومنین مجھ کو اجازت نہیں دیں گی، میں نہیں آؤں گا، حضرت عائشہ صدیقہ نے اجازت دے دی، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما آئے تو حضرت عائشہ صدیقہ طیبہ طاہرہ نے کہا میں دوزخ کے عذاب سے پناہ مانگتی ہوں، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: اے ام المومنین! آپ کو دوزخ کے عذاب سے کیا خطرہ؟ اللہ ﷻ نے آپ رضی اللہ عنہا کو دوزخ کے عذاب سے پناہ دے دی ہے، اور آپ رضی اللہ عنہا کے متعلق قرآن مجید کی آیات نازل کی ہیں، جن کی مسجدوں میں تلاوت کی جاتی ہے، اور اللہ ﷻ نے آپ رضی اللہ عنہا کو طیب قرار دیا ہے کیونکہ اللہ ﷻ نے فرمایا: "طیبات طیبین کے لیے ہیں، اور طیبون

طیبات کے لیے ہیں، اور آپ رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کے نزدیک ازواج مطہرات میں سب سے زیادہ محبوب تھیں، اور نبی پاک ﷺ طیب کے سوا کوئی چیز پسند نہیں کرتے تھے، اللہ ﷻ نے آپ رضی اللہ عنہا کے سبب تیمم کا حکم نازل فرمایا، اور فرمایا: ''صعید طیب سے وضو کرو، نیز آپ رضی اللہ عنہا کی وجہ سے حد قذف مقرر ہوئی، روایت ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور بی بی زینب رضی اللہ عنہا نے اپنی اپنی فضیلت بیان کی، حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ''میں وہ ہوں جس کا اللہ ﷻ نے نکاح کیا، اور بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ''میں وہ ہوں جس کی اللہ ﷻ نے برائت بیان کی''، جب ابن المعطل نے مجھے سواری پر سوار کیا، حضرت بی بی زینب رضی اللہ عنہا نے پوچھا آپ رضی اللہ عنہا نے سواری پر سوار ہوتے ہوئے کیا کہا تھا تو ارشاد فرمایا: ''میں نے حسبی اللہ ونعم الوکیل کہا تھا، بی بی زینب رضی اللہ عنہا نے کہا کہ یہی مومنوں کی شان ہے''۔ (الرازی، ج۸، ص ۳۵۳ وغیرہ)

☆......حضرت عمر ﷺ سے روایت ہے کہ انہوں نے سید عالم ﷺ سے عرض کی مجھے منافقین کے جھوٹ کا یقین ہے، کیونکہ اللہ ﷻ نے آپ ﷺ کو اس بات سے محفوظ رکھا ہے کہ آپ ﷺ کے جسم پر مکھی بیٹھے، کیونکہ مکھی نجاست پر بیٹھ کر آلودہ ہوتی ہے، تو جب اللہ ﷻ نے اتنی سی بات سے بھی آپ ﷺ کو محفوظ رکھا تو آپ ﷺ کو اس فاحشہ کے ساتھ ملوث ہونے والی عورت سے کیسے محفوظ نہیں رکھے گا؟ حضرت عثمان ﷺ نے عرض کیا کہ اللہ ﷻ نے آپ ﷺ کے سائے کو زمین پر پڑنے نہیں دیا کہ کسی انسان کا قدم اس سائے پر نہ پڑے تو جب کسی شخص کے لئے آپ ﷺ کے سائے پر قدم رکھنا ممکن نہیں تو کسی شخص کے لیے آپ ﷺ کی زوجہ کی عزت کو پامال کرنا کس طرح ممکن ہوگا؟، اور حضرت علی ﷺ نے کہا اللہ ﷻ نے جبرائیل علیہ السلام کو بھیج کر آپ ﷺ کو خبر دی کہ آپ ﷺ کی نعلین میں گندی چیز ہے اور آپ ﷺ کو حکم دیا کہ آپ ﷺ اپنے پیر سے جوتی اتار دیجئے تا کہ آپ ﷺ کے پیر میں وہ ناپسندیدہ چیز نہ لگ جائے، تو اگر بالفرض آپ ﷺ کی زوجہ رضی اللہ عنہا اس فحاشی میں ملوث ہوگئی ہوتی تو اللہ ﷻ آپ ﷺ کو اس سے دوری اختیار کرنے کا حکم ضرور دیتا۔

(المدارک، ج۲، ص ۴۹۲)

☆......سید عالم ﷺ کو بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا کی شان میں نزول آیات سے پہلے ہی ان کی پاکدامنی کا علم تھا، چنانچہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''فواللہ ماعلمت علی اھلی الاخیرا و قد ذکروا رجلا ما علمت علیہ الاخیرا بہ خدا مجھے اپنی اہلیہ میں پاکیزگی کے سوا اور کسی چیز کا علم نہیں ہے، اور انہوں نے جس شخص کے ساتھ تہمت لگائی ہے مجھے اس کے متعلق بھی صرف پاکیزگی کا علم ہے''۔

(صحیح البخاری، کتاب التفسیر، باب: لولا اذ سمعتموہ، رقم: ۴۷۵۰، ص ۸۲۹)

☆......حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ سید عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اے عائشہ! یہ جبرائیل علیہ السلام ہیں جو تم کو سلام کہہ رہے ہیں، میں نے کہا وعلیہ السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، آپ ﷺ ان چیزوں کو دیکھتے ہیں جس کو میں نہیں دیکھ سکتی''۔

(صحیح البخاری، کتاب فضائل اصحاب النبی، باب: فضل عائشۃ، رقم: ۳۷۶۸، ص ۶۳۳)

☆......حضرت ابوموسی اشعری ﷺ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مردوں میں بہت کامل گزرے ہیں اور عورتوں میں صرف مریم بنت عمران، فرعون کی بیوی آسیہ اور عائشہ کی فضیلت عورتوں پر ایسی ہے جیسے ثرید (گوشت کے بھنے ہوئے سالن میں روٹی کے ٹکڑے توڑ کر بھگو لئے جائیں تو اس کو ثرید کہتے ہیں) کی فضیلت تمام کھانوں پر ہے''۔ (المرجع السابق، رقم: ۳۷۶۹)

☆......حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس گڑیوں سے کھیلتی تھیں وہ کہتی ہیں کہ میرے پاس میری سہیلیاں آتی تھیں وہ رسول اللہ ﷺ کو دیکھ کر شرم یا خوف سے چھپ جاتی تھیں پھر رسول اللہ ﷺ ان کو میرے پاس بھیج دیتے پھر وہ آکر میرے ساتھ کھیلتی تھیں۔ (صحیح البخاری، کتاب الادب، باب: الانبساط الی الناس، رقم: ۶۱۳۰، ص ۱۰۶۸)

☆......حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا: تم مجھے مسلسل تین راتیں خواب میں دکھائی گئیں ،میرے پاس ایک فرشتہ ریشم کے کپڑے میں تمہاری تصویر لے کر آیا، وہ یہ کہتا تھا کہ یہ تمہاری زوجہ ہے، میں نے تمہارے چہرے کو کھولا تو وہ تم تھیں، پھر میں یہ کہتا اگر یہ خواب اللہ ﷻ کی طرف سے ہے تو وہ اس کو سچا کر دے''۔
(صحیح البخاری، کتاب النکاح، باب :النظر الی المراۃ،رقم: ۵۱۲۵،ص ۹۱٦)

اهل ایمان آپس میں کلام کرنے میں احتیاط کریں:

۲......تمام اہل اسلام ایک جسم کی طرح ہیں، ایک ہی ملت ہیں لہذا اس آیت میں مومنین کو خطاب کیا گیا ہے کہ اہل افک (یعنی بہتان لگانے والوں) پر کان نہ دھریں بلکہ مومنین ایک دوسرے کے بارے میں خیر کے خیالات رکھیں۔ام ایوب نے ابوایوب خالد بن زید سے کہا کہ تم جانتے ہو کہ لوگ بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں کیا کہہ رہے ہیں؟ انہوں نے کہا جی جانتا ہوں اور لوگ جھوٹ کہتے ہیں، اے ام ایوب کیا تو ایسا کر سکتی ہے؟ بولی: نہیں، میں ایسا ہرگز نہیں کر سکتی، ابوایوب نے اپنی زوجہ ام ایوب سے کہا تو بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا تم سے زیادہ بہتر ہیں، پس جب قرآن نازل ہوا تو اللہ ﷻ نے ﴿ان الذین جاؤوا بالافک عصبۃ منکم﴾ کے ذریعے ان لوگوں کا رد بلیغ فرمایا جو بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں طعن کرتے تھے، پھر متذکرہ آیات نازل ہوئی۔
(الطبری، الجزء ۱۸، ص ۱۱٦)

پردے کے احکام:

۳......شرعی پردہ سے مراد یہ ہے کہ عورت کے سر سے لیکر پاؤں کے گٹوں کے نیچے تک جسم کا کوئی حصہ بھی مثلاً سر کے بال یا بازو یا کلائی یا گلا یا پیٹ یا پنڈلی وغیرہ اجنبی مرد پر بلا اجازت شرعی ظاہر نہ ہو بلکہ اگر لباس ایسا مہین یعنی پتلا ہے جس سے بدن کی رنگت جھلکے یا ایسا چست ہے کہ کسی عضو کی ہیئت ظاہر نہیں ہو یا ڈوپٹہ اتنا باریک ہے کہ بالوں کی سیاہی چمکے یہ بھی بے پردگی ہے۔اعلی حضرت فرماتے ہیں: ''جو وضع لباس وطریقہ پوشش اب عورت میں رائج ہے کہ کپڑے باریک جن میں سے بدن چمکتا ہے یا سر کے بالوں یا گلے یا بازو یا کلائی یا پنڈلی کا کوئی حصہ کھلا ہو یوں تو خاص محارم کے جن سے نکاح ہمیشہ کو حرام ہے کسی کے سامنے ہونا سخت حرام قطعی ہے۔
(الفتاوی الرضویہ مخرجہ، ج ۲۲، ص ۲۱۷)

شرعی پردہ کرنے والوں کی بڑی شانیں ہوتی ہیں اخبار الاخیار میں ہے، سخت قحط ہوئی، لوگوں کی بہت دعاؤں کے باوجود بارش نہ ہوئی، حضرت سیدنا نظام الدین اولیاء اپنی امی جان کے کپڑے کا دھاگہ ہاتھ میں لے کر عرض کی: ''یا اللہ ﷻ! یہ اس خاتون کے دامن کا دھاگہ ہے جسے پر کبھی کسی نامحرم کی نظر نہ پڑی، میرے مولا اسی کے صدقے ہم پر رحمت کی برکھا برسادے، ابھی دعا ختم بھی نہ ہوئی تھی کہ رحمت کے بادل گھر گئے اور رم جھم بارش ہونے لگی۔
(الأخبار الاخیار، ص ۲۹٤)

اعلی حضرت فرماتے ہیں: پردہ صرف ان سے نادرست ہے جو بسبب نسب کے عورت پر ہمیشہ ہمیشہ کو حرام ہوں اور کبھی کسی حالت میں ان سے نکاح ممکن نہ ہو، جیسے باپ دادا، نانا، بھائی، بھتیجا، بھانجا، چچا، ماموں، بیٹا، پوتا، نواسا، ان کے سوا جن سے نکاح درست ہے اگرچہ فی الحال ناجائز ہو جیسے بہنوئی، چچازاد، ماموں زاد، پھوپھی زاد، جیٹھ، دیور، سب سے پردہ واجب ہے اور جن سے نکاح ہمیشہ حرام ہے کبھی حلال نہیں ہو سکتا مگر وجہ حرمت علاقہ نسب (خونی رشتے) نہیں بلکہ علاقہ رضاعت (دودھ کے رشتے) کی وجہ سے ہے جیسے دودھ کے رشتے سے باپ، دادا، نانا، بھائی، بھتیجا، بھانجا، ماموں، چچا، بیٹا، پوتا، نواسہ، یا علاقہ صہر (سسرالی رشتہ) ہو جیسے خسر، ساس، داماد، بہو، ان سب سے نہ پردہ واجب ہے نہ نادرست ہے (یعنی ان سے پردہ کرنا نہ کرنا) سب جائز ہے، اور بحالت

جوانی یا احتمالِ فتنہ پردہ کرنا ہی مناسب، خصوصاً دودھ کے رشتے میں کہ عوام کے خیال میں اس کی ہیبت بہت کم ہوتی ہے۔
(الفتاوی الرضویه مخرجه، ج۲۲، ص ۲۳۵)

حضرت صفوان بن المعطل رضی اللہ عنہ نے جب بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا کو دیکھ کر انا لله وانا اليه رجعون پڑھا تو بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے چہرے پر حجاب ڈال لیا یعنی چادر سے اپنا منہ چھپالیا۔(صحیح البخاری، کتاب التفسیر، باب:لولا اذ سمعتموه، برقم:۴۷۵۰،ص۸۲۹)

ثبوت زنا کے لئے گواہی کا اعتبار:

☆......نصاب شہادت زنا میں چار مرد ہیں، بقیہ حدود وقصاص کے لیے دو مرد، ان دونوں چیزوں میں عورتوں کی گواہی معتبر نہیں، ہاں اگر کسی نے طلاق کو شراب پینے پر معلق کر دیا تھا اور اس کے شراب پینے کی گواہی ایک مرد اور دو عورتوں نے دی تو طلاق واقع ہونے کا حکم دیا جائے گا اگرچہ حد جاری نہیں ہوگی۔ (الدر المختار، کتاب الشهادات، ج۸، ص۱۷۶)

آج کل ہمارے معاشرے میں جھوٹی گواہی کا رواج چل رہا ہے، لوگ دنیاوی معاملات میں نفع حاصل کرنے کے لیے جھوٹی گواہی دے دیتے ہیں، کسی پر چوری کا الزام ثابت کرنا ہو یا زنا کا، ہر قسم کے گواہ کورٹ کے باہر معمولی سے معاوضے پر مل جاتے ہیں۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "سب سے بہتر میرے زمانہ کے لوگ ہیں پھر جو اُن کے بعد ہیں، پھر وہ جو ان کے بعد ہیں، پھر ایسی قوم آئے گی کہ اُن کی گواہی قسم پر سبقت کرے گی اور قسم گواہی پر، یعنی گواہی دینے اور قسم کھانے میں بے باک ہوں گے"۔(صحیح البخاری، کتاب الشهادات، باب لا يشهد على شهادة جور، رقم:۲۶۵۲، ص ۴۲۹)۔حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جھوٹے گواہ کے قدم ہٹنے بھی نہ پائیں گے کہ اللہ عزوجل اُس کے لیے جہنم واجب کر دیگا"۔ (سنن ابن ماجه، ابواب الاحكام، باب شهادة الزور، رقم:۲۳۷۳، ص ۴۰۵)

اغراض: اسوا الكذب: یعنی لوگوں نے جھوٹ گھڑ لیا اور پھر اسے عام کیا۔
على عائشة: الكذب کے متعلق ہے، سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ان کا نکاح مکۃ المکرمہ میں چھ یا سات سال کی عمر مبارک میں ہوا اور مدینہ منورہ میں نو سال کی عمر مبارک میں رخصتی ہوئی۔ **في غزوة:** مکمل و مفصل بیان ماقبل دیکھ لیں۔
في منزله: مراد قافلہ کا وہ مقام ہے جہاں بی بی عائشہ ٹھہری تھیں۔ **فهلك من هلك:** یعنی جو شخص کسی وجہ سے پیچھے رہ جائے۔
في حكمه: شرعی نقطۂ نگاہ سے شہادت اور حکم ظاہر پر ہوا کرتا ہے، اور یہ الزام لگانے والے اللہ کے نزدیک مطلقا جھوٹے ہیں اگرچہ شہادت ہی لے آئیں، میں (علامہ صاوی) اس کا جواب یہ دوں گا کہ الزام لگانے والے شرعی نقطۂ نگاہ سے جھوٹے قرار پائے، اور اس میں کوئی شک ہی نہیں کہ وہ معتبر گواہی لے بھی آئیں، تو ظاہری قول کی بنا پر ان کا حکم اللہ کے نزدیک صادق ہونے کا ہوتا لیکن اللہ نے چاہا کہ الزام لگانے والے ظاہرا اور باطنا دونوں جہتوں سے جھوٹے ہی قرار پائیں۔ **موغرين:** ہمارے پاس قافلہ قیلولہ کے وقت میں آیا۔
هو للتعجب هنا: یعنی اے اللہ! تیری حرمتوں کے اعتبار سے تیرے لئے پاکی ہے، کسی کے لیے روا نہیں کہ تیری حرمتوں کے حوالے سے کلام کرے جس کے بارے میں تو نے ﴿انما يريد الله ليذهب عنكم...... تطهيرا﴾ (الاحزاب:۳۳) فرمادیا ہے۔
بنسبتها اليهم: اس جملے کے ذریعے ایمان والوں کی جانب اشارہ فرمادیا خصوصاً بی بی عائشہ اور حضرت صفوان کی جانب صاحب ایمان ہونے کی قید لگادی۔ **من المومنين:** بظاہر مومن تھے حالانکہ عبد اللہ بن ابی منافقین کے بڑے سرغناؤں میں سے تھا۔
لحق الله: یعنی بُرائی کی جانب قدم بڑھائے، مراد عبد اللہ بن اُبَی ہے، اس کے علاوہ جنہوں نے توبہ کی ان حضرات کی توبہ قبول ہوئی۔
(الصاوی، ج۴، ص ۱۷۴ وغیرہ)

رکوع نمبر: ۹

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ﴾طُرُق﴿الشَّيْطٰنِ ط﴾اى تزيينه﴿وَمَنْ يَّتَّبِعْ خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ فَاِنَّهٗ﴾اى المُتَّبَع﴿يَاْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ﴾اى القبيح﴿وَالْمُنْكَرِ ط﴾شرعا باتباعها﴿وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ مَا زَكٰى مِنْكُمْ﴾ايها العصبة بما قلتم من الافك﴿مِّنْ اَحَدٍ اَبَدًا لا﴾اى ما صلح وطهر من هذا الذنب بالتوبة منه﴿وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ يُزَكِّيْ﴾يطهر﴿مَنْ يَّشَآءُ﴾من الذنب بقبول توبته منه﴿وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ﴾لما قلتم﴿عَلِيْمٌ (۲۱)﴾بما قصدتم﴿وَلَا يَاْتَلِ﴾يحلف﴿اُولُوا الْفَضْلِ﴾اى اصحاب الغنى﴿مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ اَنْ﴾لا﴿يُّؤْتُوْۤا اُولِي الْقُرْبٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَالْمُهٰجِرِيْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ صلے ق﴾نزلت فى ابى بكر حلف ان لا ينفق على مسطح وهو ابن خالته مسكين مهاجر بدرى لما خاض فى الافك بعد ان كان ينفق عليه وناس من الصحابة اقسموا ان لا يتصدقوا على من تكلم بشيء من الافك﴿وَلْيَعْفُوْا وَلْيَصْفَحُوْا ط﴾عنهم فى ذلك﴿اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ ط وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (۲۲)﴾للمؤمنين قال ابوبكر بلى انا احب ان يغفر الله لى ورجع الى مسطح ما كان ينفقه عليه﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ﴾بالزنا﴿الْمُحْصَنٰتِ﴾العفائف﴿الْغٰفِلٰتِ﴾عن الفواحش بان لا يقع فى قلوبهن فعلها﴿الْمُؤْمِنٰتِ﴾بالله ورسوله﴿لُعِنُوْا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ (۲۳) يَّوْمَ﴾ناصبه الاستقرار الذى تعلق به لهم﴿تَشْهَدُ﴾بالفوقانية والتحتانية﴿عَلَيْهِمْ اَلْسِنَتُهُمْ وَاَيْدِيْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (۲۴)﴾ من قول وفعل وهو يوم القيمة﴿يَوْمَئِذٍ يُّوَفِّيْهِمُ اللّٰهُ دِيْنَهُمُ الْحَقَّ﴾يجازيهم جزاءه الواجب عليهم﴿وَيَعْلَمُوْنَ اَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ الْمُبِيْنُ (۲۵)﴾حيث حقق لهم جزاءه الذى كانوا يشكون فيه منهم عبد الله ابن ابى والمحصنت هنا ازواج النبى ﷺ لم يذكر فى قذفهن توبة ومن ذكر فى قذفهن اول سورة التوبة غيرهن﴿اَلْخَبِيْثٰتُ﴾من النساء ومن الكلمات﴿لِلْخَبِيْثِيْنَ﴾من الناس﴿وَالْخَبِيْثُوْنَ﴾من الناس﴿لِلْخَبِيْثٰتِ ج﴾مما ذكر﴿وَالطَّيِّبٰتُ﴾مما ذكر﴿لِلطَّيِّبِيْنَ﴾من الناس﴿وَالطَّيِّبُوْنَ﴾منهم﴿لِلطَّيِّبٰتِ ج﴾مما ذكر اى اللائق بالخبيث مثله وبالطيب مثله﴿اُولٰٓئِكَ﴾الطيبون والطيبات من النساء ومنهم عائشة وصفوان﴿مُبَرَّءُوْنَ مِمَّا يَقُوْلُوْنَ ط﴾اى الخبيثون والخبيثات من النساء فيهم﴿لَهُمْ﴾للطيبين والطيبات من النساء﴿مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ (۲۶)﴾فى الجنة وقد افتخرت عائشة باشياء منها انها خلقت طيبة ووعدت مغفرة ورزقا كريما.

﴿ترجمہ﴾

اے ایمان والو! شیطان کے قدموں (یعنی راستوں) پر نہ چلو (یعنی اس کی ملمع کاریوں کی اتباع نہ کرو) اور جو شیطان کے قدموں پر چلے تو

وہ (یعنی شیطانی راستے کی پیروی کرنے والا) تو بے حیائی (فحشاء بمعنی قبیح ہے) اور بری ہی بات بتائے گا (یعنی شرعاً بری بات کی پیروی کا کہے گا......۱......) اور اگر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت تم پر نہ ہوتی تو تم میں ستھرا نہ ہوسکتا (اے تہمت لگانے والے لوگو! اپنے اس بہتان میں جو تم نے لگایا تھا) کوئی کبھی بھی (یعنی توبہ کے ذریعے کبھی بھی اس گناہ سے نہ تو پاک ہوسکتا اور نہ ہی درست ہوسکتا ہے......۲......) ہاں اللہ ستھرا کر دیتا ہے (پاک کر دیتا ہے) جسے چاہے (گناہ سے پاک کرنا اس کی توبہ قبول فرما کر) اور اللہ سنتا (ہے تمہاری باتوں کو اور) جانتا ہے (تمہارے ارادوں کو) اور قسم نہ کھائیں......۳......(یاتل بمعنی یحلف ہے) وہ جو تم میں فضیلت والے (یعنی مالدار) اور گنجائش والے ہیں دینے کی (یہاں ان ناصبہ کے بعد لا نافیہ محذوف ہے یعنی وہ نہ دینے کی قسم نہ کھائیں) قرابت والوں اور مسکینوں اور اللہ کی راہ میں ہجرت کرنے والوں کو (یہ آیت مبارکہ امیر المؤمنین حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ......۴......کے بارے میں نازل ہوئی کہ انہوں نے حضرت مسطح پر خرچ نہ کرنے کی قسم اٹھالی تھی حالانکہ وہ آپ کے خالہ زاد بھائی تھے جو غریب و مسکین تھے اور مہاجر ہونے کے علاوہ بدری بھی تھے، اس قسم اٹھانے کی وجہ ان کا بہتان لگانے میں حصہ لینا تھا حالانکہ اس سے پہلے وہ ان پر خرچ کیا کرتے تھے، اور آپ کے علاوہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے بھی کئی ایک نے قسم اٹھالی کہ وہ کسی ایسے شخص پر صدقہ نہ کریں گے جس نے اس بہتان کی مہم میں زبانی حصہ لیا ہوگا) اور چاہیے کہ معاف کریں اور درگزریں......۵......(یعنی ان سے اس معاملے میں درگزر کریں) کیا تم اسے دوست نہیں رکھتے کہ اللہ تمہاری بخشش کرے، اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے (مؤمنوں پر، یہ آیتِ مبارکہ سن کر امیر المؤمنین حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہاں کیوں نہیں بلکہ میں پسند کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ میری مغفرت فرمادے اور اس کے بعد انہوں نے حضرت مسطح پر جو کچھ پہلے خرچ کیا کرتے تھے دوبارہ کرنا شروع کردیا) بیشک وہ جو عیب لگاتے ہیں (زنا کاری کا) پارسا (یعنی پاکدامن عورتوں کو اور جو) انجان (ہیں ان بے حیائی کے کاموں سے، اس طرح کہ ان کے دلوں میں کبھی ایسے کسی فعل کے ارتکاب کا خیال بھی نہیں گزرتا) ایمان والیوں کو (یعنی جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان رکھتی ہیں) ان پر لعنت ہے دنیا اور آخرت میں اور ان کے لیے بڑا عذاب ہے......۶......جس دن (یوم کا نصب دینے والا عامل محذوف استقرار ہے کہ لھم جس کے متعلق ہے) گواہی دیں گی (اس فعل کو یشھد اور تشھد دونوں طرح پڑھا گیا ہے) ان پر ان کی زبانیں اور ان کے ہاتھ اور ان کے پاؤں جو کچھ کرتے تھے (یعنی خواہ وہ اعمال قولی ہوں گے یا فعلی، اور اس سے مراد قیامت کا دن ہے) اس دن اللہ انہیں ان کی سچی سزا پوری دے گا (یعنی جو جزاء ان پر واجب ہوچکی ہے انہیں پوری پوری دے گا) اور جان لیں گے کہ اللہ ہی صریح حق (پر) ہے (اس طریقہ سے کہ وہ ان پر اپنی اس جزاء کو ثابت و متحقق فرمادے گا کہ جس میں وہ شک کیا کرتے تھے، انہی میں سے ایک رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی بن سلول بھی ہے، اور ان پاکدامن و پارسا خواتین سے مراد امہات المؤمنین یعنی سرکارِ مدینہ راحتِ قلب وسینہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہرات علیھن الرضوان ہیں، نیز امہات المؤمنین علیھن الرضوان پر تہمت لگانے کے متعلق توبہ کا ذکر نہیں ہوا بلکہ سورت کی ابتداء میں جن عورتوں پر تہمت لگانے کے متعلق توبہ کا تذکرہ ہوا ہے وہ امہات المؤمنین علیھن الرضوان کے علاوہ دوسری خواتین ہیں) گندیاں (یعنی گندی عورتیں اور گندی باتیں) گندوں (یعنی گندے مردوں) کے لیے اور گندے (لوگ) گندیوں (یعنی جو مذکور ہوئیں ان) کے لیے اور ستھریاں (کہ جن کا تذکرہ ہوچکا ہے) ستھروں (یعنی پاکیزہ مردوں) کے لیے اور ستھرے (مرد) ستھریوں کے لیے (ہیں، یعنی جن کا تذکرہ ہوا، اور اس سے مراد یہ ہے کہ خبیث کے لائق اسی کی مثل خبیث اور طیب و پاکیزہ کے لائق اسی کی مثل پاکیزہ ہے......۷......) وہ (یعنی پاکیزہ مرد اور پاکیزہ عورتیں، اور انہی میں سے ام المؤمنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت صفوان رضی اللہ عنہ بھی ہیں) پاک ہیں ان باتوں سے جو یہ کہہ رہے ہیں (یعنی یہ خبیث مرد و زن ان کے بارے میں) ان کے لیے (یعنی پاکیزہ مرد اور عورتوں کے لئے) بخشش اور عزت کی روزی ہے (جنت میں، ام

المؤمنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا چند اشیاء پر فخر فرمایا کرتی تھیں ان میں ایک یہ تھی کہ انہیں پاکیزہ پیدا کیا گیا اور دوسرا یہ کہ ان سے مغفرت اور عزت کی روزی کا وعدہ کیا گیا)۔

﴿ترکیب﴾

﴿یایھا الذین امنوا لا تتبعوا خطوت الشیطن﴾۔

یایھا الذین امنوا: جملہ ندائیہ، لا تتبعوا: فعل نہی با فاعل، خطوت الشیطن: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ مقصود بالندا، ملکر جملہ ندائیہ۔

﴿ومن یتبع خطوات الشیطن فانہ یامر بالفحشاء والمنکر﴾۔

و: مستانفہ، من: شرطیہ مبتدا، یتبع: فعل با فاعل، خطوت الشیطن: مفعول، ملکر شرط، ف: جزائیہ، انہ: حرف مشبہ واسم، یامر بالفحشآء والمنکر: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جواب شرط، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ مستانفہ۔

﴿ولولا فضل اللہ علیکم ورحمتہ ما زکی منکم من احد ابدا﴾۔

و: عاطفہ، لولا: حرف شرط، فضل اللہ علیکم: شبہ جملہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، رحمتہ: معطوف ملکر مبتدا "موجود" خبر محذوف، ملکر شرط، ما زکی: فعل نفی، منکم: ظرف مستقر حال مقدم، من: زائدہ، احد: ذوالحال، ملکر فاعل، ابدا: ظرف، ملکر جواب شرط، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿ولکن اللہ یزکی من یشاء واللہ سمیع علیم﴾۔

و: عاطفہ، لکن اللہ: حرف مشبہ واسم، یزکی: فعل با فاعل، من یشآء: مفعول، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، اللہ: مبتدا، سمیع علیم: ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ولا یاتل اولوا الفضل منکم والسعۃ ان یوتوا اولی القربی والمسکین والمھجرین فی سبیل اللہ﴾۔

و: عاطفہ، لا یاتل: فعل، اولوا: مضاف، الفضل: معطوف علیہ، و: عاطفہ، السعۃ: معطوف، ملکر مضاف الیہ، ملکر ذوالحال، منکم: ظرف مستقر حال، ملکر فاعل، ان: مصدریہ، یوتوا: بتقدیر "لا" نافیہ، فعل با فاعل، اولی القربی: معطوف علیہ، و: عاطفہ، المسکین والمھجرین فی سبیل اللہ: معطوفان، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ بتاویل مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ولیعفوا ولیصفحوا الا تحبون ان یغفر اللہ لکم﴾۔

و: عاطفہ، لام: لام امر، یعفوا: فعل امر با فاعل، ملکر معطوف علیہ، و: عاطفہ، لیصفحوا: فعل امر با فاعل، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر ماقبل "لایاتل" پر معطوف ہے، ھمزہ: حرف استفہامیہ، لاتحبون: فعل با فاعل، ان یغفر اللہ لکم: جملہ بتاویل مصدر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، اللہ: مبتدا، غفور رحیم: خبر، ان، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿واللہ غفور رحیم ○ ان الذین یرمون المحصنت الغفلت المومنت لعنوا فی الدنیا والاخرۃ﴾۔

و: عاطفہ، اللہ: مبتدا، غفور رحیم: خبر، ان: ملکر جملہ اسمیہ، ان: حرف مشبہ، الذین: موصول، یرمون المحصنت الغفلت المومنت: جملہ فعلیہ صلہ، ملکر اسم، لعنوا: فعل با نائب الفاعل، فی الدنیا والاخرۃ: ظرف لغو، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ولھم عذاب عظیم ○ یوم تشھد علیھم السنتھم وایدیھم وارجلھم بما کانوا یعملون﴾۔

و: عاطفہ، لھم: ظرف مستقر خبر مقدم، عذاب عظیم: مبتدا مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ، یوم: مضاف، تشھد علیھم: فعل وظرف لغو، السنتھم: معطوف علیہ، وایدیھم وارجلھم: معطوفان، ملکر فاعل، بما کانوا یعملون: ظرف لغو، ملکر مضاف الیہ، ملکر ظرف

"استقر" فعل محذوف کے لیے، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿یومئذ یوفیھم اللہ دینھم الحق ویعلمون ان اللہ ھو الحق المبین﴾.

یومئذ: ظرف مقدم، یوفیھم اللہ: فعل ومفعول وفاعل، دینھم: موصوف، الحق: صفت، ملکر مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، یعلمون: فعل بافاعل، ان اللہ: حرف مشبہ واسم، ھو الحق المبین: جملہ اسمیہ خبر، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿الخبیثت للخبیثین والخبیثون للخبیثت والطیبت للطیبین والطیبون للطیبت﴾.

الخبیثت: مبتدا، للخبیثین: ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ اسمیہ مستانفہ، والخبیثون ...... الخ: جملہ اسمیہ ماقبل پر معطوف ہے۔

﴿اولئک مبرء ون مما یقولون لھم مغفرۃ ورزق کریم﴾.

اولئک: مبتدا، مبرء ون: اسم مفعول بانائب الفاعل، مما یقولون: ظرف لغو، ملکر شبہ جملہ ہوکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ، لھم: ظرف مستقر خبر مقدم، مغفرۃ: معطوف علیہ، و: عاطفہ، رزق کریم: معطوف، ملکر مبتدا مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿شان نزول﴾

☆...... ولا یاتل اولوا الفضل ...... ☆ یہ آیت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی، آپ رضی اللہ عنہ نے قسم کھائی تھی کہ مسطح کے ساتھ سلوک نہ کریں گے اور وہ آپ کے خالہ زاد تھے، نادار تھے، مہاجر وبدوی تھے، آپ رضی اللہ عنہ ہی ان کا خرچ اٹھاتے تھے مگر چونکہ ام المومنین پر تہمت لگانے والوں کے ساتھ موافقت تھی اس لیے آپ رضی اللہ عنہ نے یہ قسم کھائی۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

شیطان کی پیروی خطرے کی گھنٹی:

۱...... "خطوت" خطوۃ کی جمع ہے، اس کا معنی ہے چلتے وقت دو قدموں کا فاصلہ، اس سے مراد سیرت طریقہ بھی ہے، اب آیت کا معنی یہ ہوگا کہ شیطان کے طریقے کی پیروی نہ کرو اور جو لوگ کسی پاک دامن عورت پر تہمت لگا رہے ہوں ان کی بات کان لگا کر نہ سنو، اور مسلمانوں میں کسی قسم کی بے حیائی کی بات نہ پھیلاؤ، والفحشاء کا معنی ہے بے حیائی کی ایسی بات جو بہت قبیح ہو، اور منکر اس برے کام کو کہتے ہیں جس سے لوگ متنفر ہوں اور اس کا انکار کریں۔

جو لوگ شیطان کی بات مانتے ہیں گویا وہ اپنے گلے میں خطرے کی گھنٹی ڈال لیتے ہیں، آج دنیا کا نظام درہم برہم ہو جانے کی واحد وجہ یہی ہے کہ لوگوں نے شریعت وسنت کو چھوڑ کر شیطان کی گھنٹی اپنے گلے میں ڈال لی ہے جس کا نتیجہ ہمارے سامنے ہے۔

کیا توبہ سے تہمت لگانے کا گناہ معاف ہوسکتا ہے؟

۲...... جو لوگ دنیا میں بے حیائی پھیلانے کی کوشش کرتے ہیں، لوگوں پر جھوٹی تہمت لگاتے ہیں ان کے لئے دنیا وآخرت میں بربادی ہے جس کا بیان اللہ عزوجل نے یوں فرمایا ﴿لھم عذاب الیم فی الدنیا والاخرۃ (النور: ۱۹)﴾ اور اس سے مراد منافقین ہیں جن کے لئے دنیا وآخرت میں بربادی وتباہی ہے۔ جہاں تک مومنین کا تعلق ہے تو مومنین پر دنیا میں تہمت لگانے پر حد لازم آنا کفارہ بن جاتا ہے اور اللہ عزوجل انہیں توبہ کی توفیق دے دیتا ہے۔ جس کا بیان آیت پاک ﴿ولولا فضل اللہ علیکم ...... الخ (النور: ۲۱)﴾ میں فرمایا۔ (القرطبی، الجزء ۱۸، ص ۱۸۴ وغیرہ)

لہذا حد لازم ہونا اور توبہ کی توفیق مل جانا بڑی سعادت مندی کی بات ہے کیونکہ بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا کے متعلق تہمت لگانے میں

مسلمان منافقین کے بے جا پروپیگنڈے میں آگئے تھے، جس کا ازالہ ایک طرح سے حد اور دوسرے طرح سے توبہ کی توفیق مل جانے سے ہوا۔

قسم توڑنے کا کفارہ :

۳......یعنی اگر قسم توڑنے میں بہتری ہے تو قسم توڑ دی جائے اور کفارہ ادا کیا جائے۔ قسم کا کفارہ یہ ہے غلام آزاد کرنا، یا دس مسکینوں کو (اوسط درجے کا) کھانا کھلانا یا ان کو (اوسط درجے کے) کپڑے پہنانا، یعنی یہ اختیار ہے کہ ان تینوں باتوں میں سے کسی ایک پر عمل کرلے۔ (موجودہ دور میں غلام آزاد کرنے والی صورت ناپید ہے)۔(بہار شریعت مخرجہ، کفارہ کا بیان، حصہ ۹،ج۲، ص ۳۰۵)۔قسم توڑنے سے پہلے کفارہ نہیں اور دیا تو ادا نہ ہوا یعنی اگر کفارہ دینے کے بعد قسم توڑی تو اب پھر دے کہ جو پہلے دیا ہے وہ کفارہ نہیں مگر فقیر سے دیئے ہوئے کو واپس نہیں لے سکتا۔(الفتاوی الھندیہ، کتاب الایمان، باب الثانی فیما یکون ،الفصل الثانی ،ج۲،ص۷۲)۔

شان صدیق اکبر رضی اللہ عنہ:

۴......آیت مبارکہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی فضیلت کے بارے میں نازل ہوئی۔ اللہ عزوجل نے انہیں ﴿اولو الفضل والسعۃ﴾(النور:۲۲) فرمایا، اولو الفضل والسعۃ جمع کا صیغہ ہے اگر یہ واحد کے لئے استعمال کیا جائے تو اس سے فرد واحد کی تعظیم وتوقیر مقصود ہوتی ہے۔ اللہ عزوجل نے الفضل کو مطلق بیان فرمایا اور کسی قید کے ساتھ مقید نہیں کیا، معلوم ہوا کہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو فضیلت ہر جہت سے ہے یعنی فاضل علی الاطلاق ہیں۔ فضل کا ایک معنی زیادتی ہے یعنی صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی عبادت دیگر لوگوں سے زیادہ ہے۔ اللہ عزوجل نے انہیں صاحب وسعت بھی فرمایا یعنی مسلمانوں کے ساتھ نیکی کرنے میں، شفقت کرنے اور احسان کرنے میں بلند مرتبے پر فائز ہیں۔

حضرات انبیائے کرام کے بعد لوگوں میں افضل ترین شخص صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں، زمانہ جاہلیت میں ان کا نام عدن الکعبۃ تھا، سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نام عبداللہ رکھا، ان کے والد کا نام ابو قحافہ عثمان بن عامر بن کعب بن سعد بن تیم بن مرۃ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر القریشی الصدیق التمیمی ،بہت زیادہ سچ گو ہونے کی وجہ سے انہیں صدیق کہا گیا۔ انہیں سچ گوئی کی قوت وطاقت اولین وآخرین میں سے سب سے زیادہ دی گئی۔ بعض لوگ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت پر اعتراض کرتے ہیں جس کا واضح بیان یہ ہے کہ جب سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز کے لئے بلایا گیا تو ارشاد فرمایا: "مرو ابابکر فلیصل بالناس یعنی ابوبکر کے پاس جاؤ کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں"۔(صحیح البخاری، کتاب الاذان، باب:حد المریض، رقم:٦٦٤،ص۱۰۸)۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے خلیفہ بنانے کے بارے میں کہا گیا تو ارشاد فرمایا: "جب سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے خلیفہ بنایا تو مجھ سے بہتر یعنی ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا اور میں خلیفہ نہیں بناتا کیونکہ میں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے بہتر (یقیناً) نہیں ہوں۔(صحیح البخاری، کتاب الاحکام، باب:الاستخلاف ،رقم: ۷۲۱۸،ص۱۲٤۳)،(شرح فقہ الاکبر،باب :افضل البشر بعد الانبیاء بالتحقیق، ص ۱۰۸ وغیرہ)۔

عفوودرگزر کے فضائل:

۵......اللہ عزوجل نے متعدد مقامات پر عفوودرگزر کے فضائل بیان فرمائے:

(۱)......﴿والکظمین الغیظ والعافین عن الناس واللہ یحب المحسنین اور غصہ پینے والے اور لوگوں سے درگزر کرنے والے اور نیک لوگ اللہ کے محبوب ہیں (ال عمران:۱۳٤)﴾۔

(۲)......﴿خذ العفو وامر بالعرف واعرض عن الجھلین اے محبوب! معاف کرنا اختیار کرو اور بھلائی کا حکم دو اور جاہلوں سے منہ پھیر لو(الاعراف:۱۹۹)﴾۔

(۳)......﴿لاتستوی الحسنۃ ولاالسیئۃ ادفع بالتی ھی احسن فاذاالذی بینک وبینہ عداوۃ کانہ ولی حمیم اور

نیکی اور بدی برابر نہ ہو جائیں گی اے سننے والے بُرائی کو بھلائی سے ٹال جبھی وہ کہ تجھ میں اور اس میں دشمنی تھی ایسا ہو جائے گا جیسا کہ گہرا دوست (حم سجدہ:٣٤)﴾

(۴)......﴿ولمن صبر وغفر ان ذلک لمن عزم الامور اور بیشک جس نے صبر کیا اور بخش دیا تو یہ ضرور ہمت کے کام ہیں (الشوری:٤٣)﴾۔

(۵)......﴿فاصفح الصفح الجميل تو تم اچھی طرح درگزر کرو (الحجر:٨٥)﴾۔

(۶)......﴿وليعفوا وليصفحوا الا تحبون ان يغفر الله لكم اور چاہیے کہ معاف کریں اور درگزر کریں کیا تم اسے دوست نہیں رکھتے کہ اللہ تمہاری بخشش کردے (النور:٢٢)﴾۔

(۷)......﴿واخفض جناحک للمومنین اور مومنین کو اپنے رحمت کے پروں میں لے لو (الحجر:٨٨)﴾۔

احادیث طیبہ سے درگزر کرنے کے فضائل کا بیان:

(۸)......سید عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''بیشک اللہ ﷻ ایسا نرمی فرمانے والا ہے کہ ہر کام میں نرمی کو پسند کرتا ہے''۔

(صحيح البخاری، كتاب الستابه المرتدين، باب اذا عرض الذمی، رقم: ٦٩٢٧، ص١١٩٣)

(۹)......سید عالم ﷺ کا فرمان مقدس نشان ہے: ''آسانی پیدا کرو اور مشکل میں نہ ڈالو اور خوشخبری سناؤ اور متنفر نہ کرو''۔

(صحيح مسلم كتاب الجهاد، باب فی الامر بالتيسير، رقم: ٤٥٢٥/، ص)۔

(۱۰)......سید عالم ﷺ کو جب کبھی دو چیزوں میں سے کسی ایک کو اختیار کرنے کا حکم ہوتا تو آپ ﷺ دونوں میں سے آسان ترین چیز کو اختیار فرماتے بشرطیکہ وہ گناہ نہ ہو، اگر وہ آسان چیز گناہ ہوتی تو تمام لوگوں سے زیادہ آپ ﷺ اس سے دوری اختیار کرتے، رسول اللہ ﷺ نے کبھی بھی اپنی ذات کے لئے کسی سے انتقام نہیں لیا مگر جب اللہ ﷻ کی حرمت کو توڑا جاتا تو آپ ﷺ اللہ ﷻ کے لئے اس سے انتقام لیتے''۔ (صحيح البخاری، كتاب الادب، باب قول النبی ﷺ يسروا ولا...... الخ، رقم: ٦١٢٦، ص١٠٦٧)

عیب لگانے والوں پر اللہ ﷻ کی لعنت ہے!

٦......اس رکوع میں منافقین کے لئے تین قسم کے عذاب کا ذکر ہوا، دنیا و آخرت میں لعنت کا ہونا، بڑا عذاب ہونا، زبانیں، ہاتھ پاؤں ان کے خلاف گواہی دیں گے۔

خبیث اور طیب میں فرق:

ے......خبیث اسے کہتے ہیں کہ جس سے اُس کے گھٹیا اور خسیس ہونے کی وجہ سے کراہت کی جائے چاہے وہ گھٹیا چیز حسی ہو یا معقولی۔ طیب کی اصل یہ ہے کہ جس سے حواس اور نفس لذت حاصل کریں۔ قرآن مجید فرقان حمید میں جہاں خبیث اور طیب کا ذکر ہے اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ ﷻ اعمال خبیثہ کو اعمال صالحہ اور نفوس خبیثہ کو نفوس طیبہ سے جدا کردے گا۔ (المفردات، ص ١٤٧، ٣١٤)

اغراض :ای اصحاب الغنی: الفضل کی تفسیر ''السعة'' کی تکرار کے ساتھ ہی ''الغنی'' سے کردی، پس مناسب ہوتا کہ ''الفضل'' کی تفسیر علم، دین اور احسان سے کرتے، اور صدیق کے فضل پر دلیل کافی ہے۔

حلف ان لا ينفق على مسطح :یہ شخص بھی تہمت لگانے والوں میں شامل تھا، بعد میں سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور اپنی توبہ اور معذرت کے بارے میں کہا، کہ میں حسان کی مجلس میں بیٹھا اور ان سے اس بارے میں سنا اور میرے پاس کوئی اور بات نہیں پہنچی تھی، سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے کہا: ''تو نے اس معاملے کو ہنسی بنایا اور ان کے ساتھ شامل ہو گیا''، صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اس پر

خرچ کرنے کے معاملے میں اپنا ہاتھ روک لیا۔

ورجع الی مسطح ما کان ینفقه علیه: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے قسم کھائی تھی کہ کبھی بھی مسطح پر خرچ نہ کریں گے، اور یہ عبدالمطلب بن عبد مناف کی قوم سے تھا، اس کا نام عوف تھا جب کہ مسطح لقب تھا۔

عن الفواحش: یعنی ان کے سینے سلامت رہیں، دل مطمئن ہو جائیں اور مشاہدات الٰہی میں مستغرق رہیں۔

کانوا یشکون فیه: بعض کے بارے میں شک ہے، پس حسان، مسطح اور حمنہ مومن ہیں اور ان کی جزاء کے بارے میں تردد نہیں ہے۔

ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم: سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک بیبیاں، ان میں سے کسی ایک پر تہمت لگانا ایسا ہے جیسا کہ سب پر تہمت لگا دی کیونکہ ساری ازواج اپنی عفت وآبرو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ ہونے کے اعتبار سے ایک ہی منصب پر فائز ہیں۔

وقد افتخرت عائشة باشیاء: یہاں مفسر نے بی بی عائشہ کے فضائل ومناقب کا بیان کیا ہے، ہم نے ماقبل رکوع میں بعنوان ''شان صدیقه اور بهتان عظیم'' کے نام سے حاشیہ نمبر ا میں مفصل کلام کیا ہے وہیں دیکھ لیں۔ (الصاوی، ج٤، ص ١٧٩، وغیرہ)

رکوع نمبر: ١٠

﴿یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتًا غَیْرَ بُیُوْتِکُمْ حَتّٰی تَسْتَاْنِسُوْا ﴾اَی تَستَاذِنوا ﴿وَتُسَلِّمُوْا عَلٰٓی اَهْلِهَا ط﴾فیقول الواحِدُ السَّلام علیکم ءَ اَدْخل ؟کما ورَدَ فی حَدیثٍ﴿ذٰلِکُمْ خَیْرٌ لَّکُمْ ﴾مِنَ الدُّخولِ بِغیرِ اِسْتِیذانٍ﴿لَعَلَّکُمْ تَذَکَّرُوْنَ (٢٧)﴾بِاِدْغامِ التاءِ الثَّانِیةِ فی الذَّالِ خَیریتهٗ فَتَعلمونَ بهٖ﴿فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فِیْهَآ اَحَدًا ﴾یَاذنُ لکم﴿فَلَا تَدْخُلُوْهَا حَتّٰی یُؤْذَنَ لَکُمْ ج وَاِنْ قِیْلَ لَکُمُ ﴾بَعدَ الْاِستِیذانِ﴿ارْجِعُوْا فَارْجِعُوْا هُوَ ﴾اَیِ الرُّجوعِ﴿اَزْکٰی ﴾اَی خَیر﴿لَکُمْ ط﴾مِنَ القُعُودِ علی البابِ﴿وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴾مِنَ الدُّخولِ بِاِذنٍ وَغیرِ اِذْنٍ﴿عَلِیْمٌ (٢٨)﴾فَیُجازِیکم علیهِ﴿لَیْسَ عَلَیْکُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَدْخُلُوْا بُیُوْتًا غَیْرَ مَسْکُوْنَةٍ فِیْهَا مَتَاعٌ ﴾اَی مَنْفَعةٌ﴿لَّکُمْ ط﴾بِاِسْتکانٍ وَغیرِهٖ کَبُیوتِ الرُّبطِ والخاناتِ المُسبلةِ﴿وَاللّٰهُ یَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ ﴾تُظْهِرونَ﴿وَمَا تَکْتُمُوْنَ (٢٩)﴾تُخْفونَ فی غَیرِ بُیوتِکم مِن قَصدِ صَلاحٍ او غیرِهٖ وَسَیاتِی اَنَّهُم اِذَا دَخَلوا بُیُوتَهم یُسلِّمونَ علی اَنْفُسِهِمْ﴿قُلْ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ یَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ ﴾عَمَّا لَا یَحِلُّ لَهم نَظرُهٗ وَمِنْ زَائدةٌ﴿وَیَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ط﴾عَما لَا یَحِلُّ لهم فِعلُهٗ بِها﴿ذٰلِکَ اَزْکٰی ﴾اَی خَیرٌ﴿لَهُمْ ط اِنَّ اللّٰهَ خَبِیْرٌ م بِمَا یَصْنَعُوْنَ (٣٠)﴾بِالْاَبصارِ الفُروجِ فَیُجازِیهم علیه﴿وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ یَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ ﴾عَما لَا یَحِلُّ لَهُنَّ نَظرهٗ﴿وَیَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ ﴾عَمَّا لَا یَحِلُّ فِعلهٗ بِها﴿وَلَا یُبْدِیْنَ ﴾یُظْهِرنَ ﴿زِیْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا ﴾وَهُوَ الوجهُ الکَفَّانِ نَظرهٗ لِاَجْنَبِی اِن لم یَخفْ فِتنةً فی اَحدِ الوجْهَینِ والثَّانی یَحرمِ لِاَنه مَظَنةُ الفِتنةِ وَرجَحَ حَسما لِلبابِ﴿وَلْیَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰی جُیُوْبِهِنَّ ﴾اَی یُسْتَرنَ الرُّؤسَ وَالْاَعناقَ والصُّدورَ بِالمَقانِعِ﴿وَلَا یُبْدِیْنَ زِیْنَتَهُنَّ ﴾الخَفیَّةَ وهیَ ما عَدا الوَجهِ والکَفَّینِ﴿اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ ﴾جَمعُ بَعلٍ اَی زوجٍ ﴿اَوْ اٰبَآئِهِنَّ اَوْ اٰبَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اَبْنَآئِهِنَّ اَوْ اَبْنَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِیْٓ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِیْٓ اَخَوٰتِهِنَّ اَوْ نِسَآئِهِنَّ اَوْ مَا مَلَکَتْ اَیْمَانُهُنَّ ﴾فَیَجوزُلهم نَظرُهٗ اِلَّا ما

بَينَ السُّرَّةِ والرُّكبَةِ فَيحرمُ نظرهُ لِغيرِ الأزواجِ وَخرج بِنسائهِنَّ الكافِراتِ فَلا يَجوزُ لِلْمُسلماتِ الكَشفُ لَهُنَّ وَشَمَلَ مَا مَلكَتْ أيمانُهُنَّ العبيدَ﴿أوِ التّٰبِعِينَ ﴾فِي فُضولِ الطَّعامِ﴿غَيرِ﴾بالجَرِّ صِفَةٌ والنَّصبِ اِستِثناءً﴿ أُولِي الْإِرْبَةِ ﴾اَصحابِ الحَاجةِ الى النساءِ﴿مِنَ الرِّجَالِ ﴾بأن لم يَنتَشِرْ ذَكرُ كلٍّ﴿أوِ الطِّفْلِ ﴾بمعنى الأطفالِ﴿الَّذِينَ لَمْ يَظْهَرُوا ﴾يَطَّلِعوا﴿عَلٰى عَوْرٰتِ النِّسَآءِ ﴾لِلجماعِ فَيجوزُ أن يُبدِينَ لَهم ما عَدا بينَ السُّرَّةِ والرُّكبةِ﴿وَلَا يَضْرِبْنَ بِأَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِينَ مِنْ زِينَتِهِنَّ ؕ ﴾مِن خَلخالٍ يَتقعقعُ﴿وَتُوبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ جَمِيعًا اَيُّهَ الْمُؤْمِنُونَ ﴾مما وَقعَ لكم من النَّظرِ المَمنوعِ منهُ ومِن غيرِه﴿لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۳۱﴾﴾تَنجُونَ مِن ذلكَ لِقبولِ التوبةِ مِنهُ وَفي الأيةِ تَغليبُ الذُّكورِ على الإناثِ﴿وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ ﴾جَمعُ أيِّمٍ وَهِيَ مَن ليسَ لها زَوجٌ بكرا كانت او ثيبا وَمَنْ ليسَ له زَوجتُهُ وهذا في الْإحرارِ والحَرائِرِ ﴿وَالصّٰلِحِيْنَ ﴾اي المومنينَ﴿مِنْ عِبَادِكُمْ وَاِمَآئِكُمْ ؕ ﴾وَعِبادِ مِنْ جَموعِ عَبدٍ ﴿اِنْ يَّكُوْنُوْا ﴾اي الاحرارِ﴿فُقَرَآءَ يُغْنِهِمُ اللّٰهُ ﴾بالتَّزوُّجِ﴿مِنْ فَضْلِهٖ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ ﴾لِخَلقِهِ﴿عَلِيمٌ ﴿۳۲﴾﴾بهم﴿وَلْيَسْتَعْفِفِ الَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ نِكَاحًا ﴾اي ما يَنكِحونَ به مِن مَهرٍ وَنَفقةٍ مِنَ الزِّنا﴿حَتّٰى يُغْنِيَهُمُ اللّٰهُ ﴾يُوسِّعُ عليهم﴿مِنْ فَضْلِهٖ ؕ ﴾فيَنكِحونَ﴿وَالَّذِيْنَ يَبْتَغُوْنَ الْكِتٰبَ ﴾بِمعنى المُكاتبةِ﴿مِمَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ﴾مِنَ العبيدِ والإماءِ﴿ فَكَاتِبُوْهُمْ اِنْ عَلِمْتُمْ فِيْهِمْ خَيْرًا صلے ق ﴾اي اَمانةً وَقُدرةً على الكسبِ لِاداءِ مالِ الكتابةِ وَصِيغَتُها مَثلا كَاتَبتُكَ على اَلفينِ في شَهرينِ كلُّ شهرٍ الفٌ فَاِذا اَدَّيتَها فَانتَ حُرٌّ فَيقولُ قَبلتُ ذلكَ﴿وَّ اٰتُوْهُمْ ﴾امرٌ لِلسَّادةِ﴿مِنْ مَّالِ اللّٰهِ الَّذِيْٓ اٰتٰكُمْ ﴾مَا يَستَعِينُونَ بِهِ في اَداءِ ما اَلتَزموهُ لكم وَفي مَعنى اِيتاءِ حَطُّ شَيءٍ مِما اِلتَزموهُ﴿وَلَا تُكْرِهُوْا فَتَيٰتِكُمْ ﴾اي اَمائِكم﴿عَلَى الْبِغَآءِ ﴾اي الزِّنا﴿اِنْ اَرَدْنَ تَحَصُّنًا ﴾تَعَفُّفا عنهُ وهذِهِ الإرادةُ مَحلُّ الإكراهِ فَلا مَفهومَ لِلشَّرطِ﴿لِّتَبْتَغُوْا ﴾بِالإكراهِ﴿عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ؕ ﴾نَزلَتْ في عبدِاللهِ بنِ اُبَيِّ كان يُكرِهُ جَوارِيَ لهُ على الكَسبِ بالزِّنا ﴿وَمَنْ يُّكْرِهْهُّنَّ فَاِنَّ اللّٰهَ مِنْۢ بَعْدِ اِكْرَاهِهِنَّ غَفُوْرٌ ﴾لهنَّ﴿رَّحِيْمٌ ﴿۳۳﴾﴾ لهنَّ ﴿وَلَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ اٰيٰتٍ مُّبَيِّنٰتٍ ﴾بِفتحِ الياءِ وَكسرِها في هٰذِهِ السورةِ بَيَّنَ فِيها ما ذُكِرَ وَبَيِّنَةً﴿وَّمَثَلًا ﴾اي خَبرا عَجيبا وهو خَبرُ عائشةَ رضى الله عنها ﴿مِّنَ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ ﴾اي مِن جِنسِ اَمثالِهم اي اَخبارِهِمُ العَجيبةِ كَخبرِ يُوسفَ ومريمَ ﴿وَمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿۳۴﴾﴾ في قولهِ تعالى وَلَا تَاْخُذْكُمْ بِهِمَا رَاْفَةٌ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ ...... الخ،لَوْلَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُوْنَ ...... الخ ،وَلَوْلَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ قُلْتُمْ ...... الخ،يَعِظُكُمُ اللّٰهُ اَنْ تَعُوْدُوْا ...... الخ.

﴿ترجمہ﴾

اے ایمان والو! اپنے گھروں کے سوا اور گھروں میں نہ جاؤ جب تک اجازت نہ لے لو......لے......(تستانسوا بمعنی تستاذنوا ہے)

اوران کے ساکنوں پرسلام نہ کرلو(پس ہرایک کوالسلام علیکم کے بعد کہنا چاہئے کہ کیامیں اندرداخل ہوسکتا ہوں، جیسا کہ حدیث پاک میں وارد ہے) یہ تمہارے لیے بہتر ہے(بغیراجازت لئے داخل ہونے سے) کہ تم دھیان کرو(اجازت کے خیر ہونے کا پس اس پرعمل کرو، تذکرون میں دوسری تا، ذال میں مدغم ہے) پھراگران میں کسی کو نہ پاؤ(جو تمہیں اجازت دے) جب بھی بے مالکوں کی اجازت کے ان میں نہ جاؤ اوراگرتم سے کہا جائے(اجازت مانگنے کے بعد) واپس جاؤ تو واپس ہو، یہ(واپس لوٹ جانا) بہت ستھرا ہے (یعنی بہتر ہے) تمہارے لیے(دروازے پر بیٹھ جانے سے) اللہ تمہارے کاموں کو(یعنی اجازت لے کریا بغیراجازت لئے گھروں میں داخل ہونے کو) جانتا ہے(پس وہ تمہیں اس پر جزاء دے گا) اس میں تم پر کچھ گناہ نہیں کہ ان گھروں میں جاؤ جو خاص کسی کی سکونت کے نہیں......۲......اوران کے برتنے کا(یعنی ان سے نفع حاصل کرنے کا) تمہیں اختیار ہے(خواہ جائے سکونت بنالو یا اس کے علاوہ کچھ اور منفعت حاصل کرو مثلاً انہیں عام مسافرخانہ یا دوکان بنادو) اوراللہ جانتا ہے جو تم ظاہر کرتے ہو(تبدون بمعنی تظھرون ہے) اور جو تم چھپاتے ہو(اپنے گھروں کے علاوہ دوسروں کے گھروں میں داخل ہونے کے وقت اصلاح یا غیرِ اصلاح کے ارادے کو، تکتمون بمعنی تخفون ہے) مسلمان مردوں کو حکم دو اپنی نگاہیں کچھ نیچی رکھیں(ان اشیاء کو دیکھنے سے کہ جن کی جانب ان کا دیکھنا جائز نہیں، من ابصارھم سے پہلے من زائدہ ہے) اوراپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں......۳......(ان کاموں سے کہ جن کا ان کے ساتھ کرنا اُن کے لئے جائز نہیں) یہ ان کے لیے بہت ستھرا ہے(ازکی بمعنی خیر ہے یعنی بہت بہتر ہے) بیشک اللہ کو ان کے کاموں کی خبر ہے(جو وہ آنکھوں اور شرمگاہوں سے کرتے ہیں لہٰذا وہ انہیں ان کاموں پر بدلہ دے گا) اور مسلمان عورتوں کو حکم دو اپنی نگاہیں کچھ نیچی رکھیں(ان اشیاء کو دیکھنے سے کہ جنہیں دیکھنا ان کے لئے جائز نہیں) اوراپنی پارسائی کی حفاظت کریں(یعنی اپنی شرمگاہوں کی ان افعال کے بجالانے سے حفاظت کریں کہ جن کا کرنا ان کے لئے جائز نہیں) اوراپنا بناؤ نہ دکھائیں(یبدین بمعنی یظھرن ہے) مگر جتنا خود ہی ظاہر ہے(یعنی چہرہ اور دونوں ہتھیلیاں......۴......، پس کسی اجنبی کے لئے صرف انہی اعضاء کو دیکھنا جائز ہے بشرطیکہ فتنہ کا خوف نہ ہو، یہ دواقوال میں سے ایک قول ہے جبکہ دوسرے قول کے مطابق دیکھنا حرام ہے، اس لئے کہ یہ اعضاء فتنے کا گمان دلانے والے ہیں، اوراسی دوسرے قول کو فتنے کا دروازہ بند کرنے کے لئے ترجیح دی گئی ہے) اور وہ دوپٹے اپنے گریبانوں پرڈالے رہیں(یعنی وہ عورتیں اپنے دوپٹوں سے سر، گردن اور سینے کو چھپا کر رکھیں) اورظاہر نہ کریں اپنا سنگھار(یعنی مخفی اعضاء کو، اوراس سے مراد چہرے اور ہتھیلیوں کے علاوہ بقیہ اعضاء ہیں) مگراپنے شوہروں پر(بعول، بعل کی جمع ہے جس سے مراد شوہر ہیں) یا اپنے باپ یا شوہروں کے باپ یا اپنے بیٹوں یا شوہروں کے بیٹے یا اپنے بھائی یا اپنے بھتیجے یا اپنے بھانجے یا اپنے دین کی عورتیں یا اپنی کنیزیں جو اپنے ہاتھ کی ملک ہوں......۵......(پس مذکورہ تمام کا ناف سے لے کر گھٹنے کے مابین جسم کے اعضاء کے علاوہ دیکھنا جائز ہے، اور شوہروں کے علاوہ دوسروں کا جسم کے ان حصوں کا دیکھنا حرام ہے، اس آیتِ مبارکہ میں نسائھن کی قید سے کافر عورتیں خارج ہوگئی ہیں یعنی مسلمان عورتوں کے لئے یہ جائز نہیں کہ کافر عورتوں کے سامنے بے پردہ ہوں، نیز ماملکت ایمانھن میں غلام بھی شامل ہیں) یا نوکر(یعنی وہ افراد جو بچے ہوئے اور فالتو کھانے کی تلاش میں ہوں) بشرطیکہ نہ ہوں(یہاں غیر کو مجرور پڑھیں تو صفت ہوگا اور اگر منصوب پڑھیں تو حرفِ استثناء ہوگا) شہوت والے(یعنی وہ مرد جو عورتوں کے محتاج ہوں) مرد(اس طرح کہ ان میں سے کسی کا عضوِ تناسل منتشر نہ ہو) یا وہ بچے(الطفل واحد کا صیغہ الاطفال جمع کے معنی میں ہے) جنہیں خبر نہیں(یظھروا بمعنی یطلعوا ہے) عورتوں کی شرم کی چیزوں کی(یعنی جماع والے اعضاء کی، پس عورتوں کے لئے جائز ہے کہ وہ مذکورہ سب کے سامنے ناف اور گھٹنے کے علاوہ بقیہ جسم کا کوئی حصہ کھول سکتی ہیں) اور زمین پر پاؤں زور سے نہ رکھیں کہ جانا جائے ان کا چھپا ہوا سنگھار......۶......(یعنی بجنے والی

پازیب) اوراللہ کی طرف توبہ کرواے مسلمانو! سب کے سب (نظرِ ممنوع وغیرہ میں مبتلا ہونے کے گناہ سے) اس امید پر کہ تم فلاح پاؤ (یعنی اللہ تعالیٰ کے تمہاری توبہ قبول کر لینے کی وجہ سے ان گناہوں سے نجات پا جاؤ، اس آیتِ مبارکہ میں مذکر مؤنث پر غالب ہے) اورنکاح کر دو اپنوں میں ان کا جو بے نکاح ہوں (ایامی جمع ہے ایم کی اور اس سے مراد وہ عورت ہے کہ جس کا خاوند نہ ہو خواہ وہ عورت باکرہ ہو یا ثیبہ، اور دوسرا اس سے مراد وہ مرد بھی ہے کہ جس کی بیوی نہ ہو، اور یہ حکم آزاد مرد اور عورتوں کے بارے میں ہے) اور اپنے لائق (یعنی ایمان دار نیک) بندوں اور کنیزوں کا (عبـاد جمع ہے عبـد کی) اگر وہ (آزاد مرد) فقیر ہوں تو اللہ انہیں غنی کر دے گا (نکاح کی برکت سے) اپنے فضل کے سبب اور اللہ وسعت والا (ہے اپنی مخلوق پر اور) علم والا ہے اور چاہیے کہ بچے رہیں وہ جو نکاح کا مقدور نہیں رکھتے......بے......(زنا سے، یعنی جو افراد مہر اور نان ونفقہ کی اتنی قدرت نہ پائیں کہ اس کے باعث نکاح کر سکیں) یہاں تک کہ اللہ مقدور والا کر دے (یعنی ان پر وسعت فرما دے) اپنے فضل سے (تو وہ نکاح کر لیں) اور جو یہ چاہیں کہ کچھ مال کمانے کی شرط پر انہیں آزادی لکھ دو (یہاں کتـاب سے مراد مـکـاتبة ہے) تمہارے ہاتھ کی مِلک (باندی اور غلاموں) میں سے، تو لکھ دو اگر ان میں کچھ بھلائی جانو (یعنی ان کے امین ہونے کو اور مالِ کتابت کی ادائیگی کی خاطر کمائی کرنے پر قادر ہونے کو، اور اس معاھدے کے الفاظ اس طرح کے ہوں مثلاً مالک کہے کہ میں تجھ سے دو مہینوں میں دو ہزار کے بدلے عہدِ کتابت کرتا ہوں، کہ ہر مہینے تو ایک ہزار دے گا اور جب تو نے پوری رقم ادا کر دی تو تم آزاد ہو گے۔ پس غلام کہے کہ ٹھیک ہے میں نے اس معاھدے کو قبول کیا) اور ان کی مدد کرو (یہ حکم سرداروں کو ہے) اس پر اللہ کے مال سے جو تم کو دیا (یعنی اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے مال میں سے اتنی مقدار سے ان کی معاونت کرو کہ جو مال تم نے ان پر لازم کیا ہے وہ اسے ادا کر سکیں، ایتـاء کا معنی ہے کہ جو مال ان پر لازم ہے اس میں سے کچھ کم کر دینا) اور مجبور نہ کرو اپنی کنیزوں کو (فتیـاتـکم بمعنی امـائـکم ہے) بدکاری پر (یعنی زنا......۸......پر) جب کہ وہ بچنا چاہیں (یعنی اس سے پاک رہنا چاہیں، اور یہ بچنے کا ارادہ ہی محلِ اکراہ ہے لہذا شرط کے مفہومِ مخالف کا کوئی اعتبار نہیں) تا کہ تم چاہو (انہیں مجبور کر کے) دنیوی زندگی کا کچھ مال (یہ آیتِ مبارکہ رئیس المنافقین عبد اللہ بن ابی کے حق میں نازل ہوئی کہ وہ اپنی باندیوں کو زنا کی کمائی پر مجبور کرتا تھا) اور جو انہیں مجبور کرے گا تو بیشک اللہ بعد اس کے کہ وہ مجبوری ہی کی حالت پر رہیں بخشنے والا مہربان ہے (ان کے حق میں) اور بیشک ہم نے اتاریں تمہاری طرف روشن آیتیں (مُبیّـنٰت کو مُبیِّـنٰت اور مُبَیَّـنٰت دونوں طرح پڑھا گیا ہے یعنی اس سورت میں جو احکام بیان کئے گئے ہیں ان کا تذکرہ کر دیا گیا ہے یا پھر یہ لفظ مُبیّـنٰت کی بجائے بینة ہے اور معنی ہوگا ان احکام کو واضح طور پر بیان کرنے والی آیات) اور کچھ بیان (یعنی ایک عجیب وغریب خبر، جو کہ ام المؤمنین حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ہے) ان لوگوں کا جو تم سے پہلے ہو گزرے (انہی کی مثل، یعنی حضرت سیدنا یوسف علیہ السلام اور حضرت بی بی مریم کی عجیب وغریب خبریں بیان ہوئیں) اور ڈر والوں کے لیے نصیحت (اللہ تعالیٰ کے ان فرامینِ مبارکہ میں یعنی ﴿وَلَا تَاْخُذْكُمْ بِهِمَا رَاْفَةٌ فِیْ دِیْنِ اللّٰهِ ...... الخ﴾ میں اور ﴿لَوْلَاۤ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُوْنَ ...... الخ﴾ میں اور ﴿وَلَوْلَاۤ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ قُلْتُمْ ...... الخ﴾ میں اور ﴿یَعِظُكُمُ اللّٰهُ اَنْ تَعُوْدُوْا ...... الخ﴾ میں۔ اور ان آیاتِ مقدسہ کے متقین کے ساتھ خاص ہونے کی وجہ یہ ہے کہ وہی ان سے نفع حاصل کرتے ہیں)۔

﴿ترکیب﴾

﴿یایها الذین امنوا لا تدخلوا بیوتا غیر بیوتکم حتی تستانسوا وتسلموا علی اهلها﴾.

یـاایهاالـذین امنوا: ندائیہ، لاتـدخلوا: فعل نہی با فاعل، بیـوتا: موصوف، غیـر بیـوتکم: صفت، ملکر مفعول، حتی: جار، تستانسوا: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، تسلموا: جملہ فعلیہ معطوف، ملکر بتقدیر ان مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ مقصود

بالندا،ملکر جملہ ندائیہ۔

﴿ذلکم خیرلکم لعلکم تذکرون﴾.

ذلکم: مبتدا، خیرلکم : شبہ جملہ خبر،ملکر جملہ اسمیہ، لعلکم تذکرون : جملہ اسمیہ جملہ محذوف " انزل علیکم هذا" میں علیکم کی "کم" ضمیر سے حال ہے۔

﴿فان لم تجدوا فیها احدا فلا تدخلوها حتی یوذن لکم﴾.

ف :مستانفہ، ان :شرطیہ، لم تجدوا: فیها احدا: فعل نفی بافاعل وظرف لغو ومفعول،ملکر شرط،ف:جزائیہ، لاتدخلوها: فعل نہی بافاعل ومفعول، حتی: جار، یوذن لکم: جملہ فعلیہ بتقدیر ان مجرور،ملکر ظرف لغو،ملکر جزا،ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿وان قیل لکم ارجعوا فارجعوا هو ازکی لکم والله بما تعملون علیم﴾.

و:عاطفہ، ان :شرطیہ، قیل لکم: قول، ارجعوا: جملہ فعلیہ مقولہ،ملکر شرط، ف:جزائیہ، ارجعوا: فعل بافاعل،ملکر جزا،ملکر جملہ شرطیہ، هو:مبتدا، ازکی لکم : شبہ جملہ خبر،ملکر جملہ اسمیہ مستانفہ، و:مستانفہ، الله :مبتدا، بما تعملون علیم : شبہ جملہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ مستانفہ۔

﴿لیس علیکم جناح ان تدخلوا بیوتا غیر مسکونة فیها متاع لکم﴾.

لیس : فعل ناقص،علیکم :ظرف مستقر،جناح: موصوف،ان :مصدریہ،تدخلوا: فعل بافاعل،بیوتا:موصوف،غیر مسکونة:صفت اول، فیها: ظرف مستقر خبر مقدم، متاع لکم: شبہ جملہ مبتدا مؤخر،ملکر جملہ اسمیہ صفت ثانی،ملکر مفعول،ملکر جملہ فعلیہ بتاویل مصدر بتقدیر " فی " جار مجرور،ملکر صفت،ملکر اسم مؤخر،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿والله یعلم ما تبدون وما تکتمون﴾.

و:مستانفہ، الله:مبتدا، یعلم: فعل بافاعل، ماتبدون: معطوف علیہ، و:عاطفہ، ما تکتمون :معطوف، ملکر مفعول،ملکر جملہ فعلیہ خبر،ملکر جملہ اسمیہ مستانفہ۔

﴿قل للمومنین یغضوا من ابصارهم ویحفظوا فروجهم ذلک ازکی لهم﴾.

قل للمؤمنین: قول، یغضوا من ابصارهم: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و:عاطفہ، یحفظوا فروجهم: جملہ فعلیہ معطوف ،ملکر امر محذوف "غضوا" کے لیے جواب امر،ملکر مقولہ،ملکر جملہ قولیہ، ذلک:مبتدا، ازکی لهم :. شبہ جملہ خبر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ان الله خبیر بما یصنعون﴾.

ان الله: حرف شبہ واسم، خبیر بما یصنعون: شبہ جملہ ہوکر خبر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿وقل للمومنت یغضضن من ابصارهن ویحفظن فروجهن ولا یبدین زینتهن الا ما ظهر منها﴾.

و:عاطفہ، قل للمومنت :قول، یغضضن من ابصارهن : ملکر معطوف علیہ، و:عاطفہ، یحفظن فروجهن: جملہ فعلیہ معطوف اول،و:عاطفہ، لا یبدین:فعل نفی بافاعل، زینتهن: مبدل منہ، الا :اداۃ حصر، ماظهر منها: موصول صلہ،ملکر بدل،ملکر مفعول،ملکر معطوف ثانی،ملکر امر محذوف "اغضضن" کے لیے جواب امر،ملکر مقولہ،ملکر جملہ قولیہ۔

﴿ولیضربن بخمرهن علی جیوبهن﴾.

و:عاطفہ، لیضربن: فعل امر بافاعل، ب :زائدہ،خمرهن:مفعول، علی جیوبهن:ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ ماقبل "

یغضضن" پر معطوف ہے۔

﴿ولا یبدین زینتھن الا لبعولتھن .... من الرجال او الطفل الذین لم یظھروا علی عورت النساء﴾.

و: عاطفہ، لا یبدین زینتھن: فعل نفی بافاعل ومفعول، الا: اداۃ حصر، لام: جار، بعولتھن: معطوف علیہ، او: عاطفہ، ابائھن ...... الی ماملکت ایمانھن: معطوفات، تسعۃ، او: عاطفہ، التابعین: موصوف، غیر اولی الاربۃ: ذوالحال، من الرجال: ظرف مستقر حال، ملکر صفت، ملکر معطوف عاشر، او: عاطفہ، الطفل: موصوف بمعنی " اطفال"، الذین لم یظھروا علی عورت النسآء: موصول صلہ ملکر صفت، ملکر معطوف " احدی عشر" معطوف علیہ، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ ماقبل " یغضضن" پر معطوف ہے۔

﴿ولا یضربن بارجلھن لیعلم ما یخفین من زینتھن﴾.

و: عاطفہ، لا یضربن بارجلھن: فعل نفی بافاعل وظرف لغو، لام: جار، یعلم: فعل مجہول، ما یخفین: موصول صلہ ملکر ذوالحال، من زینتھن: ظرف مستقر حال، ملکر نائب الفاعل، ملکر جملہ فعلیہ بتقدیر ان مجرور، ملکر ظرف لغو ثانی، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وتوبوا الی اللہ جمیعا ایہ المومنون لعلکم تفلحون﴾.

و: عاطفہ، توبوا: فعل امر وضمیر ذوالحال، جمیعا: حال اول، لعلکم تفلحون: جملہ اسمیہ حال ثانی، ملکر فاعل، الی اللہ: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ مقصود بالنداء، ایہ المومنون: نداء، ملکر جملہ ندائیہ۔

﴿وانکحوا الایامی منکم والصلحین من عبادکم وامائکم﴾.

و: مستانفہ، انکحوا: فعل امر بافاعل، الایامی: ذوالحال، منکم: ظرف مستقر حال، ملکر معطوف الیہ، و: عاطفہ، الصلحین: ذوالحال، من: جار، عبادکم: معطوف علیہ، و: عاطفہ، امائکم: معطوف، ملکر مجرور، ملکر ظرف مستقر حال، ملکر معطوف، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ مستانفہ۔

﴿ان یکونوا فقراء یغنھم اللہ من فضلہ واللہ واسع علیم﴾.

ان: شرطیہ، یکونوا فقراء: جملہ فعلیہ شرط، یغنھم اللہ: فعل ومفعول وفاعل، من فضلہ: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ جواب شرط، ملکر جملہ شرطیہ، و: عاطفہ، اللہ: مبتدا، واسع علیم: خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ولیستعفف الذین لا یجدون نکاحا حتی یغنیھم اللہ من فضلہ﴾.

و: عاطفہ، یستعفف: فعل امر، الذین لا یجدون نکاحا: موصول صلہ، ملکر فاعل، حتی: جار، یغنیھم اللہ من فضلہ: جملہ فعلیہ مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿والذین یبتغون الکتب مما ملکت ایمانکم فکاتبوھم﴾.

و: عاطفہ، الذین: موصول، یبتغون الکتب: جملہ فعلیہ صلہ، ملکر ذوالحال، مما ملکت ایمانکم: ظرف مستقر حال، ملکر مبتدا، ف: جزائیہ، کاتبوھم: فعل امر بافاعل ومفعول، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ان علمتم فیھم خیرا واتوھم من مال اللہ الذی اتکم﴾.

ان: شرطیہ، علمتم: فعل بافاعل، فیھم: ظرف لغو، خیرًا: مفعول، ملکر جزا محذوف " فکاتبوھم" کے لیے شرط، ملکر جملہ شرطیہ، و: عاطفہ، اتوھم: فعل امر بافاعل ومفعول، من: جار، مال: مضاف، اللہ: موصوف، الذین اتکم: موصول صلہ ملکر صفت، ملکر مضاف الیہ، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر ماقبل ' فکاتبوھم" پر معطوف ہے۔

﴿ولا تکرھوا فتیٰتکم علی البغاء ان اردن تحصنا لتبتغوا عرض الحیوة الدنیا﴾.

و: عاطفہ، لا تکرھوا: فعل نہی بافاعل، فتیٰتکم: مفعول، علی البغآء: ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ ،ان: شرطیہ، اردن: فعل ماضی بافاعل، تحصنا: مفعول لہ، لام: جار، تبتغوا عرض الحیوة الدنیا: جملہ فعلیہ بتقدیر ان مجرور، ملکر ظرف لغو،ملکر جزا محذوف "فلا تکرھوا فتیٰتکم علی البغآء" کے لیے شرط، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿ومن یکرھھن فان اللہ من بعد اکراھھن غفور رحیم﴾.

و: عاطفہ، من: شرطیہ مبتدا، یکرھھن: جملہ فعلیہ شرط، ف: جزائیہ، ان: حرف مشبہ، اللہ: اسم جلالت ذوالحال، من بعد اکراھھن: ظرف مستقر حال، ملکر اسم، غفور رحیم: خبر، ملکر جزا، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ولقد انزلنا الیکم ایت مبینت ومثلا من الذین خلوا من قبلکم وموعظة للمتقین﴾.

و: مستانفہ، لام: قسمیہ، قد: تحقیقیہ، انزلنا الیکم: فعل بافاعل وظرف لغو، ایت بینت: مرکب توصیفی معطوف علیہ، و: عاطفہ، مثلا: موصوف، من الذین خلوا من قبلکم: ظرف مستقر صفت، ملکر معطوف اول، و: عاطفہ، موعظة: موصوف، للمتقین: ظرف مستقر صفت، ملکر معطوف ثانی، ملکر مفعول، ملکر قسم محذوف "نقسم" کے لیے جواب قسم، ملکر جملہ قسمیہ۔

﴿شان نزول﴾

☆...... لیس علیکم جناح ان تدخلوا...... ☆ یہ آیت ان لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی جنہوں نے آیت استیذان یعنی اوپر والی آیت نازل ہونے کے بعد دریافت کیا تھا کہ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے درمیان اور شام کی راہ میں جو مسافر خانے بنے ہوئے ہیں کیا ان میں داخل ہونے کے لیے بھی اجازت لینا ضروری ہے۔

☆...... ولیستعفف الذین لا یجدون ...... ☆ حویطب بن عبدالعزیٰ کے غلام صبیح نے اپنے مولی سے کتابت کی درخواست کی مولی نے انکار کردیا، اس پر یہ آیت نازل ہوئی تو حویطب نے اس کو سو دینار پر مکاتب کردیا اور ان میں سے بیس اس کو بخش دیے باقی اس نے ادا کردیے۔

☆...... ولا تکرھوا فتیٰتکم علی البغاء...... ☆ یہ آیت عبداللہ بن ابی سلول کے بارے میں نازل ہوئی جو مال حاصل کرنے کے لیے اپنی کنیزوں کو بدکاری پر مجبور کرتا تھا، ان کنیزوں نے سید عالم ﷺ سے اس کی شکایت کی، اس کی مذمت میں یہ آیت نازل ہوئی۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

بے اجازت دوسروں کے گھروں میں جانے کی ممانعت:

۱...... اللہ ﷻ نے فرمایا ﴿حتی تستانسوا یعنی تم مانوس ہو جاؤ (النور:۲۷)﴾، اس کی وجہ یہ ہے کہ جب کوئی شخص کسی کے گھر میں اجازت لے کر داخل ہوتا ہے تو اہل خانہ اس سے مانوس ہوجاتے ہیں۔ حضرت عطا ابن ابی رباح کہتے ہیں کہ جب تمہارے بچے بالغ ہوجائیں تو وہ اجازت طلب کریں، ابن جریج نے کہا میں نے عطاء سے پوچھا کیا کسی شخص پر یہ واجب ہے کہ وہ اپنی ماں اور محارم کے پاس جانے سے پہلے اجازت طلب کرے؟ انہوں نے کہا: ہاں، عطاء بن یسار کہتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی پاک ﷺ سے پوچھا کیا کوئی شخص اپنی ماں کے پاس جانے سے پہلے بھی اجازت لے گا؟ فرمایا: ہاں! اس نے کہا میرے علاوہ اس کا اور کوئی خدمت گار نہیں ہے، کیا میں پھر بھی داخل ہونے سے پہلے اجازت طلب کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "کیا تم اس کو برہنہ دیکھنا پسند کروگے"؟ اس نے کہا: نہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: "پھر تم اس سے اجازت لے کر داخل ہو جاؤ"۔

(جامع البیان القرآن، الجزء:۱۸، ص۱۳٤)

☆......حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں انصار کی ایک مجلس میں بیٹھا ہوا تھا کہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ خوف زدہ حالت میں آئے، انہوں نے کہا میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے تین مرتبہ اجازت طلب کی، مجھے اجازت نہیں دی گئی تو میں واپس آ گیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ تم کیوں چلے گئے تھے! میں نے کہا میں نے تین مرتبہ اجازت طلب کی تھی مگر مجھے اجازت نہیں ملی تو میں واپس آ گیا، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب تم میں سے کوئی شخص تین مرتبہ اجازت طلب کرے اور اس کو اجازت نہ دی جائے تو وہ واپس چلا جائے''، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا اللہ عزوجل کی قسم! تم ضرور اس حدیث پر کوئی گواہی پیش کرو گے، پس کیا تم میں سے کوئی شخص ہے جس نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث سنی ہو؟ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے کہا اللہ عزوجل کی قسم! مسلمانوں میں سے سب سے کم عمر شخص اس حدیث کی شہادت دے گا، حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے کہا میں سب سے کم عمر تھا، میں ان کے ساتھ کھڑا ہو گیا اور میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس کی خبر دی کہ بیشک میں نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث سنی ہے۔(صحیح البخاری، کتاب الاستئذان، باب:التسلیم والاستئذان ،رقم: ٦٢٤٥،ص١٠٨٧)

☆......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اگر کوئی شخص بغیر اجازت کے تمہارے گھر میں جھانکے اور تم لاٹھی سے اس کی آنکھ پھوڑ دو تو تم پر کوئی گناہ نہیں''۔(صحیح البخاری، کتاب الدیات ،باب:من اطلع فی بیت ،رقم: ٦٩٠٢،ص١١٨٩)

کن گھروں میں بے اجازت جاسکتے ہیں؟

۲......بے اذن کسی کے گھر میں داخل ہونے کا بیان ہم نے ماقبل بیان کردیا، لیکن کچھ گھر ایسے بھی ہیں جہاں بے اجازت داخل ہونے پر کوئی ممانعت نہیں، جیسا کہ رفاہ عامہ کے لئے بنے ہوئے مکانات، عارضی قیام گاہیں، دکانیں، سرائے خانہ جات، ہوٹلیں، عام لوگوں کے استعمال کے لیے سبیلیں، بیت الخلاء، ہوائی اڈوں پر انتظار گاہیں، ریلوے کی انتظار گاہیں، تفریح گاہوں پر بنے ہوئے خیمے نما گھر، مسافر خانے، مسجدیں، خانقاہیں، دینی مدارس، ڈاک خانے وغیرہ میں اجازت لینے کی ضرورت نہیں۔

مَرد کے لئے پردے کا حکم:

۳......پردے کا حکم صرف عورتوں کو ہی نہیں، ایسا بھی نہیں کہ عورتیں پردہ کریں اور مرد بے پردہ رہیں، بے باک رہیں بلکہ متذکرہ آیت میں اللہ عزوجل نے مَردوں کو بھی پردے کا حکم دیا، نگاہیں نیچی رکھنا درحقیقت پردہ ہی ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ پردہ تو دل کا ہونا چاہئے وہ بھی ان آیات واحادیث سے درس حاصل کریں۔ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی سواری کے پچھلے حصے پر اپنے پیچھے فضل بن عباس کو بٹھالیا، حضرت فضل بن عباس بہت خوبصورت تھے، یہ دس ذوالحجہ کا دن تھا، لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مسائل پوچھ رہے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں جواب دے رہے تھے، قبیلہ خثعم کی ایک حسین عورت آئی وہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کررہی تھی، حضرت فضل کو اس عورت کی خوبصورتی اچھی لگی، وہ اس عورت کی طرف دیکھنے لگے، نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے مڑ کر حضرت فضل کو اس عورت کی طرف دیکھتے ہوئے دیکھا اور ان کی ٹھوڑی اپنے ہاتھ سے پکڑی اور ان کا چہرہ اس عورت کی طرف سے دوسری جانب پھیر دیا، اس عورت نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ مسئلہ پوچھا کہ اللہ عزوجل نے اپنے بندوں پر حج فرض کیا ہے اور اس کا باپ بہت بوڑھا ہے وہ سواری پر بیٹھ نہیں سکتا، آیا وہ اس کی طرف سے حج کرسکتی ہیں؟ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا: ''ہاں''۔

(صحیح البخاری، کتاب الاستئذان،باب:بدء السلام ،رقم: ٦٢٢٨،ص١٠٨٤)

☆......حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ شہنشاہ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''تم راستے میں بیٹھنے سے بچو، صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیوں ہمارا گزارا راستوں میں بیٹھنے کے سوا نہیں ہوتا، ہم وہاں بیٹھ کر باتیں کرتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اگر تمہارا راستوں میں بیٹھنا ضروری ہے تو پھر تم راستوں کے حق ادا کرو، صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا راستوں کا حق کیا ہے؟ فرمایا: ''نظر نیچی رکھو،

راستے سے تکلیف دینے والی چیز ہٹادو، سلام کا جواب دو، نیکی کا حکم کرو اور بُرائی سے منع کرو"۔ (المرجع السابق،رقم: ٦٢٢٩)

☆......حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اے علی ایک نظر کے بعد دوسری نظر نہ ڈالو، کیوں کہ تمہارے لئے پہلی نظر معاف ہے دوسری معاف نہیں"۔ (سنن الترمذی، کتاب الادب، باب:ما جاء فی نظرة ،رقم: ٢٧٨٤،ص٧٩٣)

☆......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اللہ عزوجل نے ابن آدم کا زنا سے حصہ لکھ دیا ہے، جس کو وہ لا محالہ پائے گا، پس آنکھوں کا زنا دیکھنا ہے، زبان کا زنا بات کرنا ہے، نفس تمنا کرے گا اور خواہش کرے گا اور اس کی شرم گاہ اس کی تصدیق یا تکذیب کرتی رہے گی"۔ (صحیح البخاری، کتاب الاستئذان، باب:زنا الجوارح، رقم: ٦٢٤٣،ص١٠٨٧)

چہرہ اور ہتھیلیاں پردے میں داخل ہیں یا نہیں؟

☆......ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ وہ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دوسری زوجہ بی بی میمونہ رضی اللہ عنہا سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھی ہوئی تھیں کہ حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ آئے، یہ اس وقت کی بات ہے جب ہمیں حجاب میں رہنے کا حکم دیا گیا تھا تو سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تم دونوں اس سے حجاب میں چلی جاؤ"، میں نے عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا یہ نابینا نہیں؟ یہ تو ہم کو نہیں دیکھ سکتے، تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "کیا تم دونوں بھی نابینا ہو؟ کیا تم اس کو نہیں دیکھ سکتیں"۔

(سنن الترمذی، کتاب الادب، باب:ما جاء فی احتجاب، رقم: ٢٧٧٨،ص٧٩٠)

ھدایہ میں ہے: فان کان لا یأمن الشھوۃ لا ینظر الی وجھھا الا لحاجۃ یعنی اگر شہوت سے امن نہ رہتا ہو تو سوائے حاجت کے (اجنبیہ) کے چہرے کی جانب نظر نہ کرے۔ عورت کا عورت کو دیکھنا، اس کا وہی حکم ہے جو مرد کو مرد کی طرف نظر کرنے کا ہے یعنی ناف کے نیچے سے گھٹنے تک نہیں دیکھ سکتی باقی اعضاء کی طرف نظر کرسکتی ہے بشرطیکہ شہوت کا اندیشہ نہ ہو۔ کنیز کو خریدنے کا ارادہ ہو تو اس کی کلائی اور بازو اور پنڈلی اور سینہ کی طرف نظر کرسکتا ہے کیونکہ اس حالت میں دیکھنے کی ضرورت ہے اور اس کے ان اعضاء کو چھو بھی سکتا ہے بشرطیکہ شہوت کا اندیشہ نہ ہو۔ اجنبیہ عورت کے چہرہ اور ہتھیلی کو دیکھنا اگرچہ جائز ہے مگر چھونا جائز نہیں اگرچہ شہوت کا اندیشہ نہ ہو کیونکہ نظر کے جواز کی وجہ ضرورت اور بلوائے عام ہے چھونے کی ضرورت نہیں، لہذا چھونا حرام ہے اس سے معلوم ہوا کہ ان سے مصافحہ جائز نہیں اسی لیے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم بوقت بیعت بھی عورتوں سے مصافحہ نہ فرماتے صرف زبان سے بیعت لیتے۔ ہاں اگر وہ بہت زیادہ بوڑھی ہو کہ محل شہوت نہ ہو تو اس سے مصافحہ میں حرج نہیں۔ یوہیں اگر مرد بہت زیادہ بوڑھا ہو کہ فتنہ کا اندیشہ ہی نہ ہو تو مصافحہ کرسکتا ہے۔ بہت چھوٹی لڑکی کو جو مشتہاۃ نہ ہو اس کو دیکھنا بھی جائز ہے اور چھونا بھی جائز ہے۔ عورت کی جانب دیکھنے کی ضرورت کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ عورت بیمار ہے اس کے علاج میں بعض اعضاء کی طرف نظر کرنے کی ضرورت پڑتی ہے بلکہ اس کے جسم کو چھونا پڑتا ہے مثلاً نبض دیکھنے میں ہاتھ چھونا ہوتا ہے یا پیٹ میں ورم کا خیال ہو تو ٹٹول کر دیکھنا ہوتا ہے یا کسی جگہ پھوڑا ہو تو اسے دیکھنا ہوتا ہے بلکہ بعض مرتبہ ٹٹولنا بھی پڑتا ہے اس صورت میں موضع مرض کی طرف نظر کرنا یا اس ضرورت سے بقدر ضرورت اس جگہ کو چھونا جائز ہے یہ اس صورت میں ہے کہ کوئی عورت علاج کرنے والی نہ ہو ورنہ چاہیے یہ کہ عورتوں کو بھی علاج کرنا سکھایا جائے تاکہ ایسے مواقع پر وہ کام کریں کہ ان کے دیکھنے وغیرہ میں اتنی خرابی نہیں جو مرد کے دیکھنے وغیرہ میں ہے۔ اکثر جگہ دائیاں ہوتی ہیں جو پیٹ کے ورم دیکھ سکتی ہیں جہاں دائیاں دستیاب ہوں مرد کو دیکھنے کی ضرورت باقی نہیں، باقی حصہ بدن کو اچھی طرح چھپا دیا جائے کہ اس پر نظر نہ پڑے۔ عمل دینے کی ضرورت ہو مرد مرد کے موضع ختنہ کی طرف بھی نظر کرسکتا ہے یہ بھی بوجہ ضرورت جائز ہے اور ختنہ کرنے میں موضع ختنہ کی طرف نظر کرنا بلکہ اس کو چھونا بھی جائز ہے۔ (ایضاً، کتاب الکراھیۃ، ج٧،ص ١٩٧)(بھار شریعت حصہ ١٦،ج٣،ص)۔

ھدایہ میں ہے کہ جس شخص نے کسی (اجنبیہ) سے ہاتھ ملایا جس کی اُسے شرعاً کوئی حاجت نہ تھی کہ (کہ وہ عورت نہ تو اُس کی باندی ہے نہ منکوحہ) قیامت کے روز اُس کے ہاتھ میں دھکتا ہوا انگارہ رکھا جائے گا۔ اور یہ مسئلہ جوان عورت کے بارے میں ہے جسے خواہش ہوا کرتی ہے اور بوڑھی عورت جسے خواہش ختم ہو چکی، اُس سے مصافحہ کرنا اور اُس کے ہاتھ سے ہاتھ مس کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ فتنہ کا خوف ہی نہ رہا۔ سیدنا ابو بکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بعض قبائل کے مرد حضرات ایسے مقام پر داخل ہوئے کہ جن کی خواتین نے انہیں دودھ پلایا تھا، ان حضرات نے ان قبائل کی بوڑھی عورتوں سے مصافحہ کیا۔ (ایضاً، کتاب الکراھیة، ج۷، ص ۱۹۷)

مرد مرد کے تمام بدن کو دیکھ سکتا ہے سوائے ناف کے نیچے سے لیکر گھٹنے (سمیت) تک۔ اس کی وضاحت سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان سے بھی ملتی ہے۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "عورة الرجل ما بین سرته الی رکبته یعنی مرد کی چھپانے کی چیز ناف کے نیچے سے لیکر گھٹنے (سمیت) تک ہے" اور ایک روایت یوں بھی ہے: "مادون سرته حتی تجاوز رکبته یعنی ناف کے سوا گھٹنے سمیت شرمگاہ ہے"۔ یہ احناف کا مذہب ہے، ابو عصمہ اور امام شافعی کے نزدیک ناف عورت ہے اور امام شافعی کے نزدیک گھٹنہ عورت میں داخل ہے اور اہل ظاہر کے نزدیک ران عورت ہے۔ مزید علامہ ابو الحسن مرغینانی کہتے ہیں: آدمی اپنے محارم (جن عورتوں سے نکاح دائما حرام ہوتا ہے) کے چہرہ، سر، سینہ، پنڈلی، اور بازو کو دیکھ سکتا ہے۔ (ایضا، کتاب الکراھیة، فصل فی الوطی والنظر والمس، ج۷، ص ۲۰۰)۔

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی فرماتے ہیں رفتہ رفتہ حاملان شریعت وحکمائے امت نے حکم حجابات دیا، اور چہرہ چھپانا کہ صدر اول میں واجب نہ تھا واجب کر دیا۔

نہایہ میں ہے: "سدل الشیء علی وجهها واجب علیها یعنی چہرے پر پردہ لٹکانا عورت پر واجب ہے"۔

شرح لباب میں ہے: دلت المسئلة علی ان المراة منهیة علی اظهار وجهها للاجانب بلا ضرورة یعنی یہ مسئلہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ عورت کو بلا ضرورت اجنبی لوگوں پر اپنا چہرہ کھولنا منع ہے"۔

تنویر میں ہے: تمنع من کشف الوجه بین رجال لخوف الفتنة یعنی فتنہ کے خوف سے مردوں میں عورت کو چہرہ کھولنے سے روکا جائے"۔ اسی قسم کے صدہا احکام ہماری شریعت میں ہیں و من القواعد المقررة فی شریعتنا المطهرة ان الحکم یدور مع علته یعنی ہماری شریعت مطہرہ کے مسلمہ قواعد میں سے ایک یہ ہے کہ حکم اپنی علت کے ساتھ دائر ہوتا ہے۔
(فتاوی رضویة مخرجه، ج ۱٤، ص ۵۵۱ وغیره)

غلام، باندی کے کچھ احکام:

۵..... چند غلام ہوں تو سب کو یکساں کھانا کپڑا دے، لونڈی کا بھی یہی حکم ہے اور جس لونڈی سے وطی کرتا ہے اُس کا لباس اوروں سے اچھا ہو۔ لونڈی غلام کا نفقہ روٹی سالن وغیرہ اور لباس اُس شہر کی عام خوراک و پوشاک کے موافق ہونا چاہیے اور لونڈی کو صرف اتنا ہی کپڑا دینا جو ستر عورت کے لائق ہے جائز نہیں اور اگر مولی اچھے کھانے کھاتا ہے، اچھے لباس پہنتا ہے تو یہ واجب نہیں کہ غلام کو بھی ویسا ہی کھلائے پہنائے مگر مستحب ہے کہ ویسا ہی دے اور اگر مولی بخل یا ریاضت کے سبب وہاں کی عادت سے کم درجہ کا کھاتا پہنتا ہے تو یہ ضرور ہے کہ غلام کو عام چلن کے موافق دے اور اگر غلام نے کھانا پکایا تو مولی کو چاہیے کہ اُسے اپنے ساتھ بٹھا کر کھلائے اور اگر غلام ادب کی وجہ سے انکار کرتا ہے تو اس میں سے اُسے کچھ دیدے۔ (الهندیة، کتاب الطلاق، الباب السابع عشر فی النفقات، الفصل السادس، ج۱، ص ۵۹۰ وغیره)

ظاہری زیب وزینت کا بیان:

۶..... ایک قول کے مطابق ظاہری زیب وزینت سے مراد لباس، چادر، سرمہ، انگوٹھی، ہاتھوں کی مہندی، آنکھوں اور چہرے

کا بناؤ سنگھار ہے۔ ان سب باتوں کو شریعت نے ظاہری زیب وزینت قرار دیا، تاہم موجودہ دور میں یہ سب باتیں فساد فی الارض کے حکم میں داخل ہیں کہ انہی سے بے حیائی وعریانی پھیلتی ہے۔ تنگ ونیم عریاں لباس، چہرے کی خوبصورتی، ہاتھوں کی مہندی اور زیورات نے مَردوں کو عورتوں کے پیچھے لگا دیا ہے۔ نوجوان مَرد اپنی جوانی برباد کرتا نظر آتا ہے اور جگہ جگہ محلوں میں نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں کے تماشے سُننے دیکھنے کو ملتے ہیں۔ شاید کوئی گلی یا محلّہ اس سے بچا ہوا ہو، لہٰذا اسی بنا پر ظاہری زیب وزینت کا بھی راستہ بند کرنا بہتر معلوم ہوتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ سادہ حجاب میں ملبوس عورت چاہے جوانی کی دہلیز پر ہو یا بڑھاپے کی دہلیز پر، چادر و چاردیواری کے حسین فلسفے پر عمل کر کے خود بھی گناہوں سے بچنے میں کامیاب ہو جائیں اور دوسروں کو بھی بچانے میں معاون ومددگار بنیں۔

نکاح کی قدرت نہ رکھنے والے کیا کریں؟

۷...... عن عبدالله بن مسعود رضی اللہ عنہ قال قال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم یامعشر الشباب من استطاع منکم البائة فلیتزوج فانه اغض للبصر واحصن للفرج ومن لم یستطیع فعلیه بالصوم فانه له وجاء حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے نوجوانو! تم میں سے جو شخص نکاح کی استطاعت رکھتا ہو وہ نکاح کرے کہ یہ اجنبی عورت کی جانب نگاہ کو روکنے والا، شرمگاہ کی حفاظت کرنے والا ہے اور جس میں نکاح کی استطاعت نہ ہو وہ روزے رکھے اس لیے کہ روزہ شہوت کو توڑتا ہے۔ (صحیح البخاری، کتاب النکاح، باب :من لم یستطیع ......الخ، رقم: ٥٠٦٦، ص ٩٠٧)

جو شخص مہر ونفقہ کی قدرت رکھتا ہو اس کے نکاح کرنے کی تفصیل یہ ہے کہ اگر اسے یقین ہو کہ بحالت تجرد وہ زنا کی معصیت میں مبتلا ہو جائے گا تو نکاح کرنا فرض ہے اور اگر اس کا یقین نہیں بلکہ صرف اندیشہ ہے تو نکاح کرنا واجب ہے اور شہوت کا بہت زیادہ غلبہ نہ ہو تو نکاح کرنا سنت مؤکدہ ہے اور اگر اس بات کا اندیشہ ہے کہ نکاح کرے گا تو نان ونفقہ نہ دے سکے گا یا نکاح کے بعد جو فرائض متعلقہ ہیں انہیں پورا نہیں کر سکے گا تو نکاح کرنا مکروہ ہے اور ان باتوں کا اندیشہ ہی نہ ہو بلکہ یقین ہو تو نکاح کرنا حرام ہے۔

(بہار شریعت مخرجہ ،نکاح کا بیان، حصہ:۹، ص ۵)

زنا کا کاروبار چلانے والوں کا انجام:

۸...... وہ دور جب کہ بے حیائی کا طوفان نہیں آیا تھا، گھروں میں گھس کر ہر ایک بیٹی کی عصمت نہیں لوٹی جاتی تھی، چھوٹی بچیوں کو اغوا کر کے زیادتی کا نشانہ بنا کر قتل نہیں کر دیا جاتا تھا، بے آبرو کر کے گلیوں محلوں میں نہیں پھرایا جاتا تھا، درندے نما انسان عورت کا نام سن کر درندگی پر نہیں اتر آیا کرتے تھے، چادر اور چاردیواری کو فرسودہ نظام معاشرت کا نام نہیں دیا گیا تھا۔ عرب میں اگرچہ سارے ہی مسلمان نہ تھے، اگرچہ سارے ہی محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام نہ تھے، اگرچہ ہر سو فقط دین اسلام نہیں پھیلا تھا تاہم جتنا بھی دین پھیلا تھا اتنے دیندار جانے مانے جاتے تھے، دین پر عمل کرنے والے تھے، فرسودہ رسومات کو چھوڑنے والے تھے، ایسے عالم میں جب عبداللہ بن ابی کی باندی لوگوں کو مال کے حصول کے لیے فحاشی پھیلانے کی مرتکب ہوئی تو اللہ عزوجل نے مذمت میں آیت پاک نازل فرمادی ﴿ولا تکرهوا فتیتکم علی البغاء ان اردن تحصنا لتبتغوا عرض الحیوة الدنیا اور مجبور نہ کرو اپنی کنیزوں کو بدکاری پر جب کہ وہ بچنا چاہیں جب کہ تم دنیاوی زندگی کا کچھ سامان چاہو (النور:۳۳)﴾۔

آج اسلامی جمہوریہ پاکستان میں جگہ جگہ فحاشی کے اڈے کھلے ہوئے ہیں، راہ چلتے عورتوں کی عزت پامال ہو رہی ہے لیکن اسلامی ملک میں اسلامی قانون کہیں نہیں دکھائی دیتا، اور اگر اسلامی قوانین کی بات کریں تو نام نہاد مسلمان اسے مذہبی انتہاء پسندی کا نام دیتے ہیں۔ درحقیقت وہ اس لئے ایسا کرتے ہیں کہ عام لوگوں کے اذہان سے اسلام کی قدر و قیمت کم کی جائے کہ مبادا اسلام پر عمل کرنے

ہی میں نجات ہے لیکن اسلامی قوانین پر عمل کرنے میں ان دشمنانِ اسلام حکمران کے اپنے دھندے بند ہو جانے کا خطرہ شدید ہے۔

اغراض: **فیقول الواحد السلام علیکم اادخل**: اس جملے میں اس جانب اشارہ ہے کہ "السلام علیکم" کو اجازت لینے کے معاملے میں مقدم رکھا گیا ہے، اور یہی اکثر مفسرین کا قول ہے اور اس کی کچھ تفصیل ہے، اگر کسی کے گھر میں نظر پڑ جائے تو السلام علیکم کہہ کر اجازت لے لی جائے، یا اجازت لیتے ہوئے سلام پیش کیا جائے، اور تمام قسم کی اجازت وسلام فقط تین مرتبہ ہونا چاہیے، مزید حاشیہ نمبر ۱ کا مطالعہ کیجئے۔

من الدخول بغیر استیذان: جاہلیت کے دور میں جب کوئی شخص کسی دوسرے شخص کے ہاں جانا چاہتا تو کہتا "تمہیں صبح یا شام شرم دلاتی ہے"، کبھی ایسا بھی ہوتا کہ ان اوقات میں کوئی شخص اپنی منکوحہ کے ساتھ لحاف میں ہوتا۔

ومن زائدۃ: یعنی اپنی نگاہوں کی حفاظت کرے، من کے دخول کی حکمت یہ ہے کہ اولا انسان اپنی آنکھوں کو نیچے کرلے نہ کہ شرم گاہ کی حفاظت کرے، اس جملے میں اس جانب اشارہ ہے کہ نظر کی حفاظت شرم گاہ کی حفاظت سے زیادہ ہونی چاہیے۔

فیجازیھم علیہ: نظر کی حفاظت کرنے پر نیکیاں اور نہ کرنے پر گناہ ملتا ہے۔

عما لا یحل لھن فعلہ بھا: یعنی جس عمل کی بنا پر اس کے لیے فرج حلال نہیں ہوتا، اپنی منکوحہ کے علاوہ کسی اور عورت کے ساتھ ایسا فعل کرنا یا اس کی جانب نظر بد کرنا حلال نہیں۔

فیجوز نظرہ لاجنبی: جب فتنہ وغیرہ کا خوف نہ ہوتا ہو تو اجنبیہ کے جانب امام مالک کے نزدیک اور ایک قول کے مطابق امام شافعی کے نزدیک جائز ہے۔

فیجوز لھم نظرہ: آدمی کے لئے اپنی محارم عورتوں کے ناف سے لے کر گھٹنوں سمیت تک کے علاوہ جسم کو دیکھنا جائز ہے اور اسی طرح عورتوں کے لیے بھی اپنے محارم مَردوں کے جسم کو انہی قیود کے ساتھ دیکھنا امام شافعی کے نزدیک جائز ہے، امام مالک کے مَرد کے لیے اپنی محارم عورتوں کے چہرے اور اس کے اطراف کے اعضاء کے سوا پر نظر کرنا جائز نہیں ہے، اور عورتوں کے لیے اپنے محارم مَردوں کی ناف سے لے کر گھٹنے سمیت تک کی جانب نظر کرنا جائز نہیں ہے۔

ھی من لیس لھا زوج: الایم کا لفظ ہر اس مرد وعورت کے لیے بولا جاتا ہے جس کے نکاح میں کوئی نہ ہو، چہ جائے کہ اس کا نکاح ہوا ہی نہ ہو یا ہو کر ٹوٹ چکا ہو، مزید تحقیق حاشیہ نمبر ۲ میں موجود ہے وہیں دیکھ لیں۔

ای المومنین: مومن غلام کو اگر زنا کا خوف ہو تو نکاح کرلیں، اور یہ امام شافعی کے نزدیک ہے اور امام مالک کے نزدیک مالک پر واجب نہیں کہ اپنے غلام کا نکاح کرے اگرچہ غلام کے زنا میں پڑ جانے کا خوف ہو، ایسی صورت میں ان کے نزدیک مالک پر غلام کا نکاح کرنا مستحب ہے۔

عن الزنا: اس جملے میں اس جانب اشارہ ہے کہ **یستعفف** کا متعلق محذوف ہے۔

بمعنی المکاتبۃ: باب **مفاعلہ** سے ہے، مالک نے اپنے اوپر غلام کو مال کے عوض آزاد کرنا لازم کرلیا ہے جب کہ غلام نے اپنے اوپر بدل کتابت دے کر آزاد ہونا لازم کرلیا ہے۔

محل الاکراہ: فقط ارادہ سے اکراہ ثابت نہ ہوگا، جب تک کہ مائل نہ ہو جائیں، اور جب مائل ہو جائیں تو پھر اکراہ بھی نہیں کہلائے گا بلکہ اختیار کہلائے گا، پس ﴿تکرھوا﴾ کی قید کے ذریعے اس مسئلے کو بیان کیا گیا ہے۔ (الصاوی، ج٤، ص ۱۸۱ وغیرہ)

صلوا علی الحبیب: صلی اللہ علی محمد

رکوع نمبر: ۱۱

﴿اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ﴾ اى مُنَوِّرُهما بالشمسِ والقمرِ ﴿مَثَلُ نُوْرِهٖ﴾ اى صِفَتُه فى قلبِ المومنِ ﴿كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ ؕ اَلْمِصْبَاحُ فِىْ زُجَاجَةٍ ؕ﴾ هى القنديلُ والمصباحُ السِّراجُ اىِ الفَتيلةُ الموقُودةُ والمشكوةُ الطاقَةُ غيرُ النافِذَةِ اىِ الْاُنبوبَةِ فى القنديلِ ﴿اَلزُّجَاجَةُ كَاَنَّهَا﴾ والنورُ فيها ﴿كَوْكَبٌ دُرِّىٌّ﴾ اى مُضِيءٌ بكسرِ الدالِ وضَمِّها مِنَ الدرءِ بمعنى الدَّفعِ لِدَفعِهِ الظَّلامَ وبِضَمِّها وتَشديدِ الياءِ منسوبٌ الى الدُّرِّ اللؤلؤِ ﴿يُّوْقَدُ﴾ المِصباحُ بالماضِى وفى قرائةٍ بمضارعِ اُوقدَ مَبنيا للمفعولِ بِالتحتانيةِ وفى اُخرى بالفوقانيةِ اى الزُّجاجةِ ﴿مِنْ﴾ زيتِ ﴿شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ زَيْتُوْنَةٍ لَّا شَرْقِيَّةٍ وَّلَا غَرْبِيَّةٍ﴾ بل بينهما فلا يَتَمَكَّنُ منها حَرٌّ ولا بردٌ مُضِرَّين ﴿يَّكَادُ زَيْتُهَا يُضِىْٓءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ ؕ﴾ لِصَفائِه ﴿نُوْرٌ﴾ به ﴿عَلٰى نُوْرٍ ؕ﴾ بالنارِ ونورُ اللهِ اى هداهُ لِلمومنِ نورٌ على نورِ الايمانِ ﴿يَهْدِى اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ﴾ اى دِينِ الاسلامِ ﴿مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَيَضْرِبُ﴾ يُبَيِّنُ ﴿اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ ؕ﴾ تقريبا لِافهامِهم لِيَعتبِروا فيؤمنوا ﴿وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَىْءٍ عَلِيْمٌ (۳۵)﴾ ومنه ضربُ الامثالِ ﴿فِىْ بُيُوْتٍ﴾ متعلقٌ بِيُسبِّحُ الآتِى ﴿اَذِنَ اللّٰهُ اَنْ تُرْفَعَ﴾ تُعظَّمَ ﴿وَيُذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ﴾ بتوحيدِه ﴿يُسَبِّحُ﴾ بفتحِ الموحدةِ وكسرِها اى يُصلِّى ﴿لَهٗ فِيْهَا بِالْغُدُوِّ﴾ مصدرٌ بمعنى الغَدَواتِ اى البُكَرِ ﴿وَالْاٰصَالِ (۳۶)﴾ العَشايا مِن بعدِ الزوالِ ﴿رِجَالٌ﴾ فاعلُ يُسبِّحُ بكسرِ الباءِ وعلى فَتحِها نائبُ الفاعلِ له ورجالٌ فاعلٌ مُقدَّرٌ جوابُ سوالٍ مُقدرٍ كانَّه قيل مَن يُسبِّحُه ﴿لَّا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ﴾ اى شِراءٌ ﴿وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ﴾ حُذِفَ هاءُ اِقامةٍ تخفيفا ﴿وَاِيْتَآءِ الزَّكٰوةِ يَخَافُوْنَ يَوْمًا تَتَقَلَّبُ﴾ يَضطرِبُ ﴿فِيْهِ الْقُلُوْبُ وَالْاَبْصَارُ (۳۷)﴾ مِنَ الخوفِ القلوبُ بينَ النجاةِ والهلاكِ والابصارُ بينَ ناحِيتَىِ اليمينِ والشِّمالِ هو يومُ القيمةِ ﴿لِيَجْزِيَهُمُ اللّٰهُ اَحْسَنَ مَا عَمِلُوْا﴾ اى ثوابَه واحسنَ بمعنى حَسَنٍ ﴿وَيَزِيْدَهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ؕ وَاللّٰهُ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ (۳۸)﴾ يُقالُ فلانٌ يُنفِقُ بغيرِ حسابٍ اى يُوسِعُ كانَّه لا يَحسِبُ ما يُنفِقُه ﴿وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَعْمَالُهُمْ كَسَرَابٍۭ بِقِيْعَةٍ﴾ جمعُ قاعٍ اى فى فلاةٍ وهو شُعاعٌ يرى فيها نِصفَ النهارِ فى شِدّةِ الحرِّ يُشبِهُ الماءَ الجارِىَ ﴿يَّحْسَبُهُ﴾ يَظُنُّه ﴿الظَّمْاٰنُ﴾ اىِ العَطشانُ ﴿مَآءً ؕ حَتّٰىٓ اِذَا جَآءَهٗ لَمْ يَجِدْهُ شَيْئًا﴾ مِما حَسِبَه كذالك الكافرُ يَحسِبُ انَّ عملَه كصدقةٍ تنفعُه حتى اِذا ماتَ وقَدِمَ على ربِه لم يَجِدْ عملَه اى لم ينفعْه ﴿وَّوَجَدَ اللّٰهَ عِنْدَهٗ﴾ عِندَ عملِه ﴿فَوَفّٰىهُ حِسَابَهٗ ؕ﴾ اى انَّه جازاهُ عليه فى الدنيا ﴿وَاللّٰهُ سَرِيْعُ الْحِسَابِ (۳۹)﴾ اىِ المجازاةِ ﴿اَوْ﴾ الذين كفروا اعمالُهم السيئةُ ﴿كَظُلُمٰتٍ فِىْ بَحْرٍ

لُجِّيٍّ ﴾عَمِيقٍ﴿يَّغْشٰهُ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ﴾اَيِ المَوجِ﴿مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ﴾اَيِ الموجُ الثَّانِيُّ﴿سَحَابٌ ؕ﴾اَى غَيمٌ هٰذِهٖ﴿ظُلُمٰتٌۢ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ ؕ﴾ظُلمَةُ البَحرِ وظُلمَةُ المَوجِ الاَوَّلِ وَظُلمَةُ الموجِ الثانِيُّ وَظُلمَةُ السَّحابِ ﴿اِذَآ اَخْرَجَ﴾النَّاظِرُ﴿يَدَهٗ﴾فِى هٰذِهِ الظُّلُمٰتِ﴿لَمْ يَكَدْ يَرٰىهَا ؕ﴾اَى لَم يَقرُبْ مِن رُؤيَتِها ﴿وَمَنْ لَّمْ يَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوْرًا فَمَا لَهٗ مِنْ نُّوْرٍ ﴿۴۰﴾﴾اَى مَن لَم يَهدِهِ اللّٰهُ لَم يَهتَدِ.

﴿ترجمہ﴾

اللہ نور......۱...... ہے آسمانوں اور زمینوں کا (یعنی ان دونوں کو شمس وقمر سے منور کرنے والا ہے) اس کے نور کی مثال (یعنی مؤمن کے دل میں اس کی صفت) ایسی جیسے ایک طاق کہ اس میں چراغ ہے وہ چراغ ایک فانوس میں ہے (زجاجۃ بمعنی قندیل ہے اور مصباح بمعنی سراج ہے یعنی جلتا ہوا فتیلہ، اور مشکوۃ سے مراد وہ طاق ہے جس میں روشندان نہ ہو یعنی قندیل میں نکلی ہے) وہ فانوس گویا (یعنی اس فانوس میں نور گویا) ایک ستارہ ہے موتی سا چمکتا (دُرِّیٌّ بمعنی مُضِیءٌ ہے اور اسے دال کے کسرہ اور ضمہ سے بھی پڑھا گیا ہے، اس صورت میں یہ دَرْءٌ سے مشتق ہوگا جس کا معنی ہے دفاع کرنا، اس لئے کہ یہ بھی اندھیرے کو دور کرتا ہے، اور اگر یہ دال کے ضمہ اور یاء کی تشدید کے ساتھ ہو تو اس کی نسبت دُرٌّ کی جانب ہوگی اور معنی ہوگا موتی) روشن ہوتا ہے (چراغ......۲......ایک قرأت میں تَوَقَّدَ ماضی کا صیغہ تَوَقَّدَ ہے، جبکہ ایک قرأت میں اوقد سے مضارع مجہول یُوقَدُ ہے، اس صورت میں نائب الفاعل المصباح ہوگا اور ایک قرأت میں تُوقَدُ ہے، اس صورت میں نائب الفاعل الزجاجۃ ہوگا) برکت والے پیڑ زیتون......۳......(کے تیل) سے جو نہ پورب کا نہ پچھم کا (بلکہ ان کے درمیان کا ہے لہذا نہ تو اس درخت سے ایسی گرمی حاصل ہوتی ہے جو مضر ہو اور نہ ہی ایسی سردی حاصل ہوتی ہے کہ وہ بھی نقصان دہ ہو) قریب ہے کہ اس کا تیل بھڑک اٹھے اگرچہ اسے آگ نہ چھوئے (اپنے صاف ستھرے ہونے کی وجہ سے) نور پر نور ہے......۴......(یعنی اس تیل کی روشنی آگ کی روشنی کی وجہ سے ہے، اور اللہ تعالیٰ کے نور سے مراد اس کا مؤمنوں کو ہدایت دینا ہے اور یہ بھی ایک ایسا نور ہے جو ایمان کے نور پر منحصر ہے) اللہ اپنے نور کی راہ بتاتا ہے (یعنی دینِ اسلام کی) جسے چاہتا ہے، اور اللہ مثالیں بیان فرماتا ہے (یضرب بمعنی یُبَیِّن ہے) لوگوں کے لیے (جو ان کے عقل وفہم کے قریب ہوتی ہیں تاکہ وہ عبرت حاصل کریں اور ایمان لے آئیں) اور اللہ سب کچھ جانتا ہے (اور اس کے علم میں سے ایک مثالیں بیان کرنا بھی ہے) ان گھروں میں (فی بیوت جار مجرور مابعد فعل یُسَبِّح کے متعلق ہے) جنہیں بلند کرنے کا (ترفع بمعنی تعظم ہے) اللہ نے حکم دیا ہے......۵...... اور ان میں اس کا نام لیا جاتا ہے (یعنی اس کی توحید بیان کی جاتی ہے) تسبیح کرتے ہیں (یُسَبِّح، با کے کسرہ اور فتح دونوں سے پڑھا گیا ہے بمعنی یُصَلِّی) اللہ کی ان میں صبح (الغدوّ بمعنی غدوات مصدر ہے یعنی صبح سویرے) اور شام (زوالِ شمس کے بعد) وہ مرد (یُسَبِّح اگر با کے کسرہ کے ساتھ ہو تو رجالٌ اس کا فاعل ہوگا اور اگر با کے فتح کے ساتھ ہو تو نائب الفاعل ہوگا، نیز یہ ایک مقدر سوال کا جواب گویا کہ کہا گیا تھا کہ مَنْ یُسَبِّح؟ یعنی کون ہیں جو تسبیح کرتے ہیں؟ تو جواب دیا جا رہا ہے کہ وہ مرد) جنہیں غافل نہیں کرتا کوئی سودا (تجارۃ

بمعنی سَواء ہے) اور نہ خرید و فروخت اللہ کی یاد اور نماز برپا رکھنے سے ......۵......(اِقَام اصل میں اقامة تھا اور آخر سے ھاء کا حذف ہونا تخفیف کی وجہ سے ہے) اور زکوٰۃ دینے سے، ڈرتے ہیں اس دن سے جس میں الٹ جائیں گے (یعنی مضطرب ہوں گے) دل اور آنکھیں......۶......(خوف سے، یعنی دل نجات و ہلاکت کے درمیان مضطرب ہوں گے تو آنکھیں دائیں اور بائیں کی سمتوں سے مضطرب ہوں گی، اور اس سے مراد قیامت کا دن ہے) تاکہ اللہ انہیں بدلہ دے ان کے سب سے بہتر کام کا (یعنی اس کا ثواب عطا فرمائے، یہاں احسن بمعنی حسن ہے) اور اپنے فضل سے انہیں انعام زیادہ دے، اور اللہ روزی دیتا ہے جسے چاہے بے گنتی ......۷......(کہا جاتا ہے کہ فلاں بغیر حساب کے خرچ کرتا ہے تو اس سے مراد یہ ہے کہ وہ خرچ میں اس قدر فراخی کرتا ہے کہ جو کچھ خرچ کرتا ہے اس کا حساب ہی نہیں کرتا) اور جو کافر ہوئے ان کے کام ایسے ہیں جیسے دھوپ میں چمکتا ریتا کسی جنگل میں......۸......(قیعة جمع ہے قاع کی اور اس سے مراد ہے کسی چٹیل میدان وصحرا میں، اور سراب سے مراد وہ شعاعیں ہیں جو سخت گرمی کے دن دوپہر کے وقت جاری پانی کے مشابہ دکھائی دیتی ہیں) کہ سمجھے (یعنی گمان کرے) پیاسا (الظمآن بمعنی العطشان ہے) اسے پانی یہاں تک جب اس کے پاس آیا تو اسے کچھ نہ پایا (یعنی جو اس نے گمان کیا تھا اس کے مطابق نہ پایا، اسی طرح کافر بھی گمان کرتا ہے کہ اس کا عمل مثلاً صدقہ وغیرہ کا اسے فائدہ دے گا یہاں تک کہ جب اسے موت آئے گی اور رب قدوس عزوجل کی بارگاہ میں پیش ہوگا تو اپنے عمل میں سے کچھ بھی نہ پائے گا یعنی اس کا نفع نہ پائے گا) اور اللہ کو پایا اپنے قریب (یعنی اپنے عمل کے قریب) تو اس نے اس کا حساب پورا بھر دیا (یعنی وہ اسے دنیا ہی میں اس کی جزا دیدے گا) اور اللہ جلد حساب کر لیتا ہے (یعنی بدلہ دے دیتا ہے) یا (جنہوں نے کفر کیا ان کے برے اعمال) جیسے اندھیریاں کسی کنڈے کی (گہرائی والے) دریا میں (گہرائی والے) اس کے اوپر موج، موج کے اوپر اور موج، اس کے اوپر (یعنی اس دوسری موج کے اوپر) بادل (سحاب بمعنی غیم ہے، یہ) اندھیرے ہیں ایک پر ایک (یعنی سمندر کی تاریکی، پہلی موج کی تاریکی، دوسری موج کی تاریکی اور بادل کی تاریکی) جب نکالے (کوئی دیکھنے والا) اپنا ہاتھ (ان تاریکیوں میں) تو سوجھائی دیتا معلوم نہ ہو (یعنی اسے دیکھنے کے قریب بھی نہ ہو) اور جسے اللہ نور نہ دے اس کے لیے کہیں نور نہیں (یعنی جسے اللہ تعالیٰ ہدایت نہ دے وہ ہدایت نہیں پا سکتا)۔

﴿ترکیب﴾

﴿اللہ نور السموت والارض﴾.

اللہ: مبتدا، نور: مضاف، السموت والارض: مضاف الیہ، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿مثل نورہ کمشکوۃ فیھا مصباح المصباح فی زجاجۃ﴾.

مثل نورہ: مبتدا، کاف: جار، مشکوۃ: موصوف، فیھا: ظرف مستقر خبر مقدم، مصباح: مبتدا مؤخر، ملکر صفت، ملکر مجرور، ملکر ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ اسمیہ، المصباح: مبتدا، فی زجاجۃ: ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿الزجاجۃ کانھا کوکب دری .... ولو لم تمسسہ نار﴾.

الزجاجۃ: مبتدا، کانھا: حرف مشبہ واسم، کوکب: موصوف، دری: صفت اول، یوقد: فعل با نائب الفاعل، من: جار، شجرۃ: موصوف، مبارکۃ: صفت اول، لا: نافیہ، شرقیۃ: معطوف علیہ، و: عاطفہ، لا: نافیہ، غربیۃ: معطوف ملکر صفت ثانی، یکاد: فعل مقارب، زیتھا: ذوالحال، و: حالیہ، لو: شرطیہ، لم تمسسہ نار: جملہ فعلیہ جزا محذوف "الاضآء" کے لیے شرط، ملکر حال، ملکر اسم، یضیء: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ فعلیہ صفت ثالث، ملکر مبدل منہ، زیتونۃ: بدل، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو،

ملکر صفت ثانی،ملکر خبر،ملکر خبر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿نور علی نور یهدی الله لنوره من یشاء ویضرب الله الامثال للناس﴾.

نور: موصوف، علی نور:ظرف مستقر صفت،ملکر مبتدا محذوف "هذا الذی شبهت به الحق" کے لیے خبر،ملکر جملہ اسمیہ، یهدی الله لنوره: فعل وفاعل وظرف لغو ،من یشآء : مفعول، ملکر جملہ فعلیہ متانفہ ، و:عاطفہ، یضرب الله : فعل وفاعل،الامثال :مفعول، للناس :ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿والله بکل شیء علیم﴾.

و:عاطفہ، الله :مبتدا، بکل شیء علیم: شبہ جملہ ہوکر خبر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿فی بیوت اذن الله ان ترفع ویذکر فیها اسمه یسبح له فیها بالغدو والاصال ○رجال لا تلهیهم تجارة ولا بیع عن ذکر الله واقام الصلوة وایتاء الزکوة﴾.

فی : جار،بیوت:موصوف، اذن الله :فعل وفاعل، ان:مصدریہ، ترفع: جملہ فعلیہ معطوف علیہ ، و:عاطفہ، یذکر فیها اسمه: فعل مجہول و ظرف لغو ونائب الفاعل، ملکر معطوف،ملکر بتاویل مصدر مفعول، ملکر صفت اول،یسبح له فیها :فعل وظرف لغو وظرف لغو ثانی، بالغدو والاصال:ظرف مستقر حال مقدم،رجال:موصوف، لاتلهیهم: فعل نفی ومفعول،تجارة:معطوف علیہ، و:عاطفہ، لا:نافیہ، بیع: معطوف ،ملکر فاعل،عن : جار، ذکر الله : معطوف علیہ، واقام الصلوة وایتآء الزکوة :معطوفان،ملکر مجرور،ملکر ظرف لغو،ملکر صفت،ملکر ذوالحال،ملکر فاعل،ملکر صفت ثانی،ملکر مجرور،ملکر ظرف مستقر ہوکر ماقبل " مشکوۃ یا مصباح یا زجاجة" کی صفت واقع ہے۔

﴿یخافون یوما تتقلب فیه القلوب والابصار ○لیجزیهم الله احسن ما عملوا ویزیدهم من فضله﴾.

یخافون : فعل بافاعل، یوما: موصوف، تتقلب فیه القلوب والابصار: جملہ فعلیہ صفت،ملکر مفعول، لام: جار، یجزیهم الله : فعل ومفعول وفاعل، احسن: مضاف،ماعملوا:مضاف الیہ،ملکر مفعول،ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، یزید هم من فضله: فعل وفاعل ومفعول وظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ معطوف،ملکر بتقدیر "ان" مجرور،ملکر ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ ہوکر ماقبل " رجال" کی صفت ثانی واقع ہے۔

﴿والله یرزق من یشاء بغیر حساب﴾.

و:متانفہ، الله: مبتدا، یرزق : فعل "هو"ضمیر ذوالحال، بغیر حساب:ظرف مستقر حال،ملکر فاعل، من یشآء: موصول صلہ، ملکر مفعول،ملکر خبر،ملکر جملہ اسمیہ متانفہ۔

﴿والذین کفروا اعمالهم کسراب بقیعة یحسبه الظمان ماء حتی اذا جاء ه لم یجده شیئا﴾.

و:متانفہ،الذین کفروا: موصول صلہ،ملکر مبتدا، اعمالهم: مبتدا ثانی، کاف:جار، سراب:موصوف، بقیعة: ظرف مستقر صفت اول،یحسبه الظمان: فعل ومفعول و فاعل، ماء : مفعول ثانی، حتی: جار، اذا:ظرفیہ شرطیہ مفعول فیہ مقدم، جاء ه:فعل بافاعل ومفعول، ملکر شرط، لم یجده شیئا:فعل نفی بافاعل ومفعول اول وثانی ملکر جملہ فعلیہ جزاء، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو،ملکر صفت ثانی،ملکر مجرور،ملکر خبر،ملکر جملہ اسمیہ ہوکر پھر خبر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ووجد الله عنده فوفه حسابه والله سریع الحساب﴾.

و:عاطفہ، وجد الله : فعل بافاعل ومفعول، عنده:ظرف ملکر جملہ فعلیہ، ف:عاطفہ، وفه حسابه : فعل بافاعل ومفعول اول وثانی،

ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، اللہ: مبتدا، سریع الحساب: خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿او کظلمت فی بحر لجی یغشٰہ موج من فوقہ موج من فوقہ سحاب﴾۔

او: عاطفہ، کاف: جار، ظلمت: موصوف، فی: جار، بحر: موصوف، لجی: صفت اول، یغشٰہ: فعل ومفعول، موج: موصوف، من فوقہ: ظرف مستقر خبر مقدم، موج: موصوف، من فوقہ: ظرف مستقر خبر مقدم، سحاب: مبتدا مؤخر، ملکر صفت، ملکر مبتدا مؤخر، ملکر صفت، ملکر فاعل، ملکر صفت ثانی، ملکر مجرور، ملکر ظرف مستقر صفت، ملکر مجرور، ملکر معطوف ہے ماقبل "کسراب" پر۔

﴿ظلمت بعضھا فوق بعض اذا اخرج یدہ لم یکد یرھا﴾۔

ظلمت: موصوف، بعضھا: مبتدا، فوق بعض: ظرف متعلق بحذوف خبر، ملکر صفت، ملکر مبتدا محذوف "ھذہ" کے لیے خبر، ملکر جملہ اسمیہ، اذا: ظرفیہ شرطیہ مفعول فیہ مقدم، اخرج یدہ: فعل وفاعل ومفعول ملکر شرطیہ، لم یکد: فعل مقارب بااسم، یرھا: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ فعلیہ جز، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿ومن لم یجعل اللہ لہ نورا فما لہ من نور﴾۔

و: مستانفہ، من: شرطیہ مبتدا، لم یجعل اللہ لہ نورا: فعل نفی بافاعل وظرف لغو ومفعول، ملکر شرط، ف: جزائیہ، ما: نافیہ، لہ: ظرف مستقر خبر مقدم، من: زائدہ، نور: مبتدا مؤخر، ملکر جزاء، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ مستانفہ۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

نور الٰھی کا بیان:

۱......علامہ شیخ جرجانی کہتے ہیں کہ نور اس کیفیت کو کہتے ہیں جس کا آنکھیں سب سے پہلے ادراک کرتی ہیں پھر اس کیفیت کے واسطے سے باقی دکھائی دینے والی چیزوں کا ادراک کرتی ہے۔ (التعریفات، ص ۲۴۲)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور اکثر مفسرین کا یہی قول ہے کہ اللہ عزوجل اپنی حکمت بالغہ سے آسمانوں اور زمینوں کا مدبر ہے ، جیسے بہت بڑے عالم کے لیے کہا جاتا ہے کہ وہ شہر کا نور ہے یعنی وہ شہر والوں کی عمدہ تدبیر کرتا ہے، تو وہ ان کے لئے بہ منزلہ نور ہوتا ہے، جس سے ان کو شہر کے معاملات میں رہنمائی ملتی ہے۔ ایک قول کے مطابق اللہ عزوجل آسمان وزمین کا ناظم ہے کیونکہ اس نے انتہائی حسین ترتیب سے اس کائنات کا نظام مرتب کیا ہوا ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ اللہ عزوجل زمین وآسمان کو منور کرنے والا ہے، اس کا ایک محمل یہ ہے کہ وہ آسمانوں کو ملائکہ سے منور کرتا ہے اور زمین کو انبیائے کرام سے، اور دوسرا محمل یہ ہے کہ آسمانوں اور زمینوں کو سورج، چاند، ستاروں سے منور کرتا ہے اور تیسرا محمل یہ ہے کہ اس نے آسمان کو سورج، چاند، ستاروں سے مزین کیا ہے اور زمین کو انبیائے کرام وعلمائے کرام سے مزین فرمادیا ہے۔ (الرازی، ج۸، ص ۳۷۹ وغیرہ)

☆......سید عالم ﷺ نے نماز تہجد میں تلاوت فرمائی: "اللھم لک الحمد انت نور السموت والارض یعنی اے اللہ! تیرے لئے تمام تعریفیں ہیں اور تو زمین وآسمان کا نور ہے"۔ (صحیح البخاری، کتاب التوحید، باب: قول اللہ تعالی یریدون، برقم: ۷۴۹۹، ص ۱۲۹۵)

☆......حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے سید عالم ﷺ سے استفسار فرمایا، کیا آپ ﷺ نے اپنے رب کو دیکھا ہے؟ تو سید عالم ﷺ نے جواباً ارشاد فرمایا: "میں نے اپنے رب کو جہاں بھی دیکھا ہے وہ نور ہی نور ہے"۔

(سنن الترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب: من سورۃ الطور، برقم: ۳۲۹۳، ص ۹۴۳)

مشکوۃ کا بیان:

۲۔۔۔۔۔حبشی زبان میں مشکوۃ طاق کو کہتے ہیں، زجاجۃ شیشے کے فانوس کو کہتے ہیں، مصباح روشنی کے آلے کو کہتے ہیں۔ حضرت کعب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ یہ مثال اللہ عزوجل نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیان فرمائی ہے، کہ مشکوۃ ان کا سینہ مبارکہ ہے، اور زجاجۃ ان کا دل ہے، اور مصباح ان کا دل میں نور نبوت ہے جس سے نبوت کا درخت چمکتا دمکتا ہے۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں مشکوۃ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا پیٹ مبارک ہے اور زجاجۃ سے مراد سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا دل ہے، اور مصباح سے مراد (ھدایت کا) وہ نور ہے جسے اللہ عزوجل نے مشرق ومغرب، یہود ونصاریٰ میں سے نہیں بنایا بلکہ یہ نور حضرت ابراہیم علیہ السلام و محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب اطہر سے پھوٹا۔ محمد بن کعب قرظی کہتے ہیں مشکوۃ حضرت ابراہیم علیہ السلام، زجاجۃ حضرت اسماعیل علیہ السلام اور مصباح حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور اللہ عزوجل نے محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کو مصباح کہا جیسا کہ انہیں سراجا منیرا کہا ہے۔ اور ایک قول کے مطابق مبارک درخت حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں کیونکہ اکثر حضرات انبیائے کرام انہی سے پیدا ہوئے۔ نور علی نور سے مراد مومن کا ایمان اور اس کا عمل ہے، ایک قول کے مطابق مومن کا ایمان اور قرآن ہے۔ (الخازن، ج۳، ص ۲۹۷ وغیرہ)

زیتون کے فضائل وفوائد:

۳۔۔۔۔۔زیتون کا درخت بڑی برکت والا درخت ہے، اور اس میں کئی قسم کے منافع بھی ہیں۔ یہ چراغ جلانے کے استعمال میں آتا ہے اور اس کی روشنی بہت زیادہ اور دائمی ہوتی ہے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے کہ یہ سب سے پہلا درخت تھا جو طوفان نوح کے بعد پیدا ہوا، ایک قول کے مطابق یہ درخت ارض مقدسہ یعنی بیت المقدس میں پیدا ہوا۔ یہ وہ درخت ہے جس کے پتے نہیں جھڑتے۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''زیتون کا تیل کھاؤ اور اسے جسم پر لگاؤ کہ یہ مبارک درخت سے نکلتا ہے''۔

(سنن الترمذی، کتاب الاطعمة، باب:ماجاء فی اکل الزیت، رقم: ۱۸۵۸، ص ٥٥٤)

اللہ عزوجل کے گھر کو بلند کرنے کا بیان:

۵۔۔۔۔۔اللہ کے گھر بلند کرنے سے مراد اسے تعمیر و توسیع کرنا، اس میں نمازیں پڑھنا، اور ہر طرح سے ان کا خیال رکھنا ہے، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں مسجد کچی اینٹوں کی بنی ہوئی تھی، اس کی چھت شاخوں کی تھی اور اس کے ستون کھجور کے تنوں کے تھے، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عہد میں اس کی عمارت میں کوئی اضافہ نہیں ہوا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور میں اس کی بنیادوں میں اینٹوں اور درخت کی شاخوں اور ستون لکڑی کے لگائے گئے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں اس میں بہت تبدیلی کی گئی اور اس میں بہت اضافہ کیا گیا، اس کی دیواریں منقش پتھروں اور چونے سے بنائی گئیں اور اس کے ستون بھی منقش پتھروں کے بنائے گئے اور ساگوان کی لکڑی سے اس کی چھت بنائی گئی۔ (صحیح البخاری، کتاب الصلوة، باب الحد فی المسجد، رقم: ٤٤٦، ص ٧٧)

☆۔۔۔۔۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''گھر میں اکیلے نماز پڑھنے یا بازار میں نماز پڑھنے کی بہ نسبت مسجد میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کا اجر پچیس درجہ زیادہ ملتا ہے، کیونکہ جب تم میں سے کوئی شخص اچھی طرح وضو کر کے مسجد میں آتا ہے اور اس کا ارادہ صرف نماز پڑھنے کا ہوتا ہے تو اس کے ہر قدم پر اس کا ایک درجہ بلند ہوتا ہے اور اس کا ایک گناہ مٹا دیا جاتا ہے

حتی کہ وہ مسجد میں داخل ہو جاتا ہے، اور جب وہ مسجد میں داخل ہو جاتا ہے تو جتنے وقت وہ نماز کے لئے مسجد میں ٹھہرا رہتا ہے اس کا وہ وقت نماز ہی میں شمار کیا جاتا ہے اور جب تک وہ نماز کی جگہ میں بیٹھا رہتا ہے فرشتے اس لئے دعا کرتے رہتے ہیں اے اللہ! اس پر رحم فرما جب تک وہ اپنا وضو نہیں توڑتا"۔ (صحیح البخاری، کتاب الصلوۃ، باب:صلوۃ فی مسجد السوق، رقم: ٤٧٧، ص:٨٢)

☆......حضرت واثلہ بن الاسقع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا: "اپنے بچوں کو، پاگلوں کو، شریروں کو، خرید وفروخت کو، جھگڑوں کو، بلند آوازوں کو، حدود کے نفاذ کو اور اپنی تلواروں کے سونتنے کو اپنی مسجدوں سے دور رکھو، اور اپنی مسجدوں کے دروازوں پر وضو کی ٹوٹیاں بناؤ اور (سردیوں میں) ان میں گرم پانی ڈالو"۔ (سنن ابن ماجہ، کتاب الصلوۃ، باب:ما یکرہ فی المساجد، رقم: ٧٥٠، ص ١٤٣)

یہ بات لکھتے ہوئے بڑا دکھ محسوس ہو رہا ہے، شاید کوئی اسے غلط تناظر میں لے جائے اور مزید مسائل پیدا کرے لیکن اللہ عزوجل کو حاضر و ناظر جان کر یہ لکھنے کی جسارت کر رہا ہوں کہ مساجد اللہ عزوجل کی رضا کے لئے بنائی جاتی ہیں۔ دینی امور کے لئے وقف ہوتی ہیں۔ ان میں نمازیں پڑھیں، ذکر و اذکار کریں، درس و بیان کے سلسلے ہوں، میلاد، فاتحہ، اور دیگر کار خیر کرنا سب انہیں آباد کرنے میں داخل ہے۔ لیکن یہ بات دکھ دیتی ہے کہ ہم سُنی حضرات میں مساجد بٹنے لگیں ہیں۔ ہماری لڑائی بدمذہبوں اور دشمنان اسلام سے تھی، آپس کی جنگ میں پڑ کر خرابی کرنا سمجھداری نہیں، خدا کرے ہم سب ایک ہو جائیں، آمین۔

بروز قیامت دل اور آنکھوں کے اضطراب کے معنی:

٦......قیامت کے دن کے ہول اور اس کی دہشت سے دل اور آنکھیں الٹ پلٹ جائیں گی، اس سے مراد کفار کے دل اور ان کی آنکھیں ہیں، ان کے دل اپنی جگہ سے نکل کر حلق میں آ جائیں گے، وہ واپس اپنی جگہ جا سکیں گے اور نہ ہی حلق سے باہر آ سکیں گے۔ آنکھوں کے پلٹنے کا معنی یہ ہے کہ پہلے ان کی سرگیں آنکھیں تھیں، اور قیامت کے دن کی ان کی آنکھیں نیلی ہو جائیں گی، ایک قول یہ ہے کہ دلوں کے الٹ پلٹ جانے کا معنی نجات کی طمع اور ہلاکت کے خوف سے ان کے دل مضطرب ہونا ہے، اور آنکھیں مضطرب ہونگی کہ کس جانب سے ان کے اعمال نامے دیئے جائیں گے اور کس طرف سے ان سے پوچھ گچھ کی جائے گی۔ ایک قول یہ ہے کہ دلوں کے الٹ پلٹ جانے کا معنی یہ ہے کہ ایک بار آگ ان کو جھلسا دے گی، پھر جلا دے گی، پھر ان کو دوسرے دلوں سے بدل دیا جائے گا اور یہ عمل یونہی ہوتا رہے گا۔
(تبیان القرآن، ج٨، ص ١٤٥)

حلال رزق کی فضیلت واھمیت:

٧......کھانا انسان بلکہ ہر ذی روح کے لیے ضروری ہے اس کے بغیر طبی نکتہ نظر سے تصور حیات بے معانی ہے۔ کھانے کے ضمن میں سب سے اہم بات یہ ہے کہ کھانا حلال ہونا چاہئے اس کی اہمیت اس بات سے واضح ہو جاتی ہے کہ جس طرح مسلمانوں پر نماز، روزہ، زکوۃ، حج فرض کیا گیا ہے اس طرح حلال کھانا بھی فرض کیا گیا ہے۔ حلال کھانا کھانے کے بارے میں قرآن مجید میں کئی احکامات موجود ہیں چنانچہ اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا ﴿یایھا الذین امنوا لا تحرموا طیبت ما احل اللہ لکم ولا تعتدوا ان اللہ لا یحب المعتدین وکلوا مما رزقکم اللہ حلالا طیبا واتقوا اللہ الذی انتم بہ مومنون اے ایمان والوں اللہ نے جو تمہارے لیے حلال کیا ہے اسے حرام نہ کرو اور حد سے نہ گزرو بے شک اللہ حد سے گزرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا اور اللہ نے جو تمہیں حلال پاکیزہ رزق دیا ہے اس میں سے کھاؤ اور اللہ سے ڈرو جس پر تم ایمان لائے (المائدۃ:٨٨،٨٧)﴾۔ اسی طرح سورۃ البقرۃ میں ہے ﴿یاایھا الذین امنوا کلوا من طیبت ما رزقنکم اے ایمان والو! ہمارے دیئے ہوئے مال میں سے حلال رزق کھاؤ (البقرۃ:١٧٢)﴾۔ حجت الاسلام امام محمد بن محمد غزالی

علیہ رحمۃ اللہ الوالی فرماتے ہیں کہ ہمارے پیارے رسول بی بی آمنہ کے گلشن کے مہکتے پھول ﷺ فرماتے ہیں ''جس نے متواتر روزانہ ایسی حلال روزی جو حرام کی آمیزش سے پاک ہو کھائے تو خدا عزوجل کی جانب سے اس پر یہ رحمت نازل ہوتی ہے کہ اللہ عزوجل اس کے قلب میں نور پیدا فرما دیتا ہے اور اس کے دل کو حکمت اور دانش کا ماخذ بنا دیتا ہے۔ (کیمیائے سعادت، ص ٢١٤ مترجم)

کافروں کے اعمال کی مثال جیسے سراب:

٨......کافروں کے اعمال کو سراب یعنی دوپہر کے وقت ریگستان میں چمکتی ہوئی ریت جو کہ دور سے پانی محسوس ہوتی ہے لیکن قریب جائیں تو ریت ہی ریت ہوتی ہے اور مزید دور پانی محسوس ہوتا ہے لیکن یہی سراب ہے کہ نظر انسانی دھوکہ کھا جاتی ہے۔
دوسری مثال بہت پانی والا گہرا تاریک سمندر جس میں انسان کو اپنا ہاتھ تک نہ سجھائی دے۔ ان آیات میں اللہ عزوجل نے تین تاریکیاں بیان کی ہیں دریا کی تاریکی، موجوں کی تاریکیاں اور بادلوں کی تاریکیاں، اسی طرح کافروں کی بھی تین تاریکیاں ہیں ایک عقیدہ کی تاریکی، ایک قول کی تاریکی اور ایک فعل کی تاریکی۔ (الخازن، ج٣، ص ٢٩٩ وغیرہ)

اغراض :ای صفته فی قلب المومن: اس جملے میں اس جانب اشارہ ہے کہ کاف استخدام کا ہے، نور کو اولا ایک معنی میں اور ثانیا دوسرے معنی میں استعمال کیا گیا، حاصل کلام یہ ہوا کہ اولا نور سے مراد نور حسی ہے اور ثانیا نور سے مراد نور معنوی ہے۔
غیر النافذۃ: اس جملے کی قید اس لئے لگائی گئی ہے کہ یہ حالت طاق میں نور کے جمع ہونے کی ہے۔
منسوب الی الدر: ستاروں کی شدید چمک دمک کو موتیوں سے تشبیہ دی ہے۔
بل بینهما: اس جملے کے ذریعے اشارہ کیا گیا ہے کہ اللہ عزوجل کا فرمان ﴿لا شرقیة ولا غربیة (النور:٣٥)﴾ سے مراد درمیانی راہ ہے، یعنی متذکرہ درخت نہ تو شرق میں ہے اور نہ ہی غرب میں بلکہ درمیانی راستے شام میں ہے اور ''زیتونة'' زیتون کے مقابلے میں زیادہ جید کلمہ ہے۔
نور اللہ ای هداہ: مومن کے دل میں دلائل در دلائل کا اضافہ کرنا مقصود ہے، اگر کسی کے ذہن میں یہ سوال قائم ہو کہ زیتون کے نور کی مثال کیوں دی گئی؟ سورج، چاند، ستاروں کی مثال دینی چاہیے؟ میں (علامہ صاوی) اس کا یہ جواب دوں گا کہ زیتون میں کئی منافع ہیں اور ہر ایک کے لئے آسانی سے دستیاب ہوتا ہے جس طرح مومن کامل کو اس کا ایمان نفع دیتا ہے۔
یتعلق بتسبیح الآتی :فی بیوت یسبح کے متعلق ہے اور ایک قرائت بر بنائے فاعل یا مفعول ہے اور ظرف کی تکرار مساجد کی شان بیان کرنے کے لئے ہیں، سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''زمین پر اللہ کے گھر آسمان کو روشن کرتے ہیں اور آسمانی ستارے زمین کو روشن کرتے ہیں''۔ (الصاوی، ج٤، ص ١٨٦ وغیرہ)

رکوع نمبر: ١٢

﴿اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ یُسَبِّحُ لَهٗ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ﴾ وَمِنَ التَّسبیح صلوۃ ﴿وَالطَّیْرُ﴾ جمعُ طائرٍ بینَ السَّماءِ والارضِ ﴿صٰٓفّٰتٍ ؕ﴾ حالٌ باسطاتٌ اَجنحتهنَّ ﴿كُلٌّ قَدْ عَلِمَ﴾ اللهُ ﴿صَلَاتَهٗ وَ تَسْبِیْحَهٗ ؕ وَ اللّٰهُ عَلِیْمٌۢ بِمَا یَفْعَلُوْنَ (٤١)﴾ فیه تغلیبُ العاقلِ ﴿وَ لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ۚ﴾ خزائنُ المطرِ والرزقِ والنَّباتِ ﴿وَ اِلَى اللّٰهِ الْمَصِیْرُ (٤٢)﴾ المرجعُ ﴿اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ یُزْجِیْ سَحَابًا﴾ یَسوقُهٗ برِفقٍ ﴿ثُمَّ یُؤَلِّفُ بَیْنَهٗ﴾ یَضمُّ بعضَه الی بعضٍ فیجعلُ القطعَ المُتفرِّقةَ قطعةً واحدةً ﴿ثُمَّ یَجْعَلُهٗ رُكَامًا﴾ بعضَهٗ فوقَ

بَعضٍ ﴿فَتَرَى الْوَدْقَ﴾ المَطرَ ﴿يَخْرُجُ مِنْ خِلٰلِهٖ ج﴾ مَخَارِجِهٖ ﴿وَيُنَزِّلُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ﴾ زَائدةٌ ﴿جِبَالٍ فِيْهَا﴾ في السَّماءِ بدل بِإعادَةِ الجارِ ﴿مِنْ م بَرَدٍ﴾ اَى بَعضَهُ ﴿فَيُصِيْبُ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ وَيَصْرِفُهٗ عَنْ مَّنْ يَّشَآءُ ط يَكَادُ﴾ يَقرُبُ ﴿سَنَا بَرْقِهٖ﴾ لَمُعَانُهُ ﴿يَذْهَبُ بِالْاَبْصَارِ (۴۳)﴾ اَلنَّاظِرةِ لهُ اَنْ يُخطَفَهَا ﴿يُقَلِّبُ اللّٰهُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ ط﴾ اَى يَاتِى بِكُلٍّ مِنهما بَدلَ الْاٰخرِ ﴿اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ﴾ التَقليبِ ﴿لَعِبْرَةً﴾ دَلالَةً ﴿لِّاُولِى الْاَبْصَارِ (۴۴)﴾ لِاَصحَابِ البَصَائِرِ على قُدرةِ الله تعالى ﴿وَاللّٰهُ خَلَقَ كُلَّ دَآبَّةٍ﴾ اَىْ حيوانٍ ﴿مِّنْ مَّآءٍ ج﴾ اَى نُطفَةٍ ﴿فَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِىْ عَلٰى بَطْنِهٖ ج﴾ كَالحَيَّاتِ والهَوامِ ﴿وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِىْ عَلٰى رِجْلَيْنِ ج﴾ كَالْاِنسانِ والطَّيرِ ﴿وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِىْ عَلٰٓى اَرْبَعٍ ط﴾ كالبَهائِم والْاَنعامِ ﴿يَخْلُقُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ ط اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ (۴۵) لَقَدْ اَنْزَلْنَآ اٰيٰتٍ مُّبَيِّنٰتٍ ط﴾ اَى بَيِّناتٌ هِىَ القرانُ ﴿وَاللّٰهُ يَهْدِىْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ﴾ طَريقٍ ﴿مُّسْتَقِيْمٍ (۴۶)﴾ اَىْ دينِ الْاِسلامِ ﴿وَيَقُوْلُوْنَ﴾ اَى المُنافِقونَ ﴿اٰمَنَّا﴾ صَدَّقْنا ﴿بِاللّٰهِ﴾ بتَوحِيدِهٖ ﴿وَبِالرَّسُوْلِ﴾ محمدٍ ﴿وَاَطَعْنَا﴾ هُما فيما حكما به ﴿ثُمَّ يَتَوَلّٰى﴾ يُعرِضَ ﴿فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ مِّنْ م بَعْدِ ذٰلِكَ ط﴾ عَنهُ ﴿وَمَآ اُولٰٓئِكَ﴾ المُعرِضونَ ﴿بِالْمُؤْمِنِيْنَ (۴۷)﴾ المَعْهُودِينَ المَوافِقِ قُلوبهم لِاَلسِنَتِهِمْ ﴿وَاِذَا دُعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ﴾ المَبلِغ عَنهُ ﴿لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ مُّعْرِضُوْنَ (۴۸)﴾ عَنِ المَجىءِ ﴿وَاِنْ يَّكُنْ لَّهُمُ الْحَقُّ يَاْتُوْٓا اِلَيْهِ مُذْعِنِيْنَ (۴۹)﴾ مُسرِعينَ طَائعينَ ﴿اَفِىْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ﴾ كُفرٌ ﴿اَمِ ارْتَابُوْٓا﴾ اَى شَكُّوا فى نُبوتِهٖ ﴿اَمْ يَخَافُوْنَ اَنْ يَّحِيْفَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَرَسُوْلُهٗ ط﴾ فى الحُكمِ اى يُظلَموا فيه ﴿بَلْ اُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ (۵۰) ﴾ بِالْاعراضِ عنهُ.

﴿ترجمہ﴾

کیاتم نے نہ دیکھا کہ اللہ کی تسبیح کرتے ہیں جو کوئی آسمانوں اور زمین میں ہیں (اور تسبیح میں سے نماز بھی ہے) اور پرندے (آسمانوں اور زمین کے درمیان اڑتے ہوئے، الطیر جمع ہے طائر کی) پر پھیلائے (یعنی اس حال میں کہ وہ اپنے پر پھیلائے ہوتے ہیں) سب نے جان رکھی ہے اپنی نماز اور اپنی تسبیح ......۱......اور اللہ ان کے کاموں کو جانتا ہے (اس میں ذوی العقول کو غلبہ دیا گیا ہے) اور اللہ ہی کے لیے ہے سلطنت آسمانوں اور زمین کی (یعنی بارش، رزق اور نباتات کے خزانے) اور اللہ ہی کی طرف پھر جانا (یعنی لوٹنا ہے) کیا تو نے نہ دیکھا کہ اللہ نرم نرم چلاتا ہے بادل کو (یعنی بڑی آہستگی سے چلاتا ہے) پھر انہیں آپس میں ملاتا ہے (یعنی انہیں ایک دوسرے سے ملا کر ان بکھرے ہوئے ٹکڑوں کو ایک ہی ٹکڑا بنا دیتا ہے) پھر انہیں تہہ پر تہہ (یعنی ایک دوسرے کے اوپر) کر دیتا ہے تو تُو دیکھے کہ مینہ (یعنی بارش) نکلتی ہے اس کے بیچ میں سے (یعنی اس میں موجود سوراخوں سے) اور اتارتا ہے آسمان سے (من السماء سے پہلے مِنْ زائدہ ہے) اس میں جو برف کے پہاڑ ہیں......۲......(فیھا سے مراد فی السماء ہے اور یہ اس سے اعادۂ جار کے ذریعے بدل واقع ہو رہا ہے) ان میں سے کچھ اولے (مِنْ بَرَدٍ میں مِنْ تبعیضیہ ہے) پھر ڈالتا ہے انہیں جس پر چاہے اور پھیر دیتا ہے انہیں جس

سے چاہے قریب ہے کہ اس کی بجلی کی چمک (سنا بمعنی لمعان ہے) آنکھ لے جائے (جو اسے دیکھ رہی ہو یعنی اسے اچک لے جائے) اللہ بدلی کرتا ہے رات اور دن کی (یعنی ان میں سے ہر ایک کو دوسرے کے بدل لاتا ہے) بیشک اس (ادل بدل) میں سمجھنے کا مقام ہے (دلالت ہے) نگاہ والوں کو (یعنی صاحبِ بصیرت افراد کے لئے اس میں اللہ تعالیٰ کی قدرت پر دلیل ہے) اور اللہ نے بنایا زمین پر ہر چلنے والا (حیوان) پانی سے (یعنی نطفہ سے) تو ان میں کوئی اپنے پیٹ پر چلتا ہے (مثلاً سانپ اور حشرات الارض) اور ان میں کوئی دو پاؤں پر چلتا ہے (مثلاً انسان اور پرندے) اور ان میں کوئی چار پاؤں پر چلتا ہے (مثلاً مویشی اور چوپائے) اللہ بناتا ہے جو چاہے، بیشک اللہ سب کچھ کرسکتا ہے۔ بیشک ہم نے اتاریں صاف بیان کرنے والی آیتیں (مبینات بمعنی بینات ہے یعنی قرآنِ کریم) اور اللہ جسے چاہے دکھائے سیدھی راہ (یعنی راستہ، دینِ اسلام کا) اور کہتے ہیں (منافقین) ہم ایمان لائے (یعنی ہم نے تصدیق کی) اللہ (کی توحید کی) اور رسول پر (یعنی حضرت سیدنا محمد ﷺ کی) اور اطاعت کی (ان دونوں کی جو انہوں نے حکم دیا) پھر کچھ پھر جاتے ہیں (منھ موڑ لیتے ہیں) ان میں کے اس کے بعد (اس سے) اور وہ (اعراض کرنے والے) مسلمان نہیں (یعنی ایسا عہد کرنے والے نہیں کہ جس میں ان کے دل ان کی زبانوں کے موافق ہوں) اور جب بلائے جائیں اللہ اور اس کے رسول کی طرف (یعنی اس رسول کی طرف جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیغمبر ہے) کہ رسول ان میں فیصلہ فرمائے تو جبھی ان کا ایک فریق منھ پھیر جاتا ہے (ان کی بارگاہ میں حاضر ہونے سے ......۔۔۔......) اور اگر ان میں ڈگری ہو تو اس کی طرف آئیں مانتے ہوئے (بڑی جلدی اطاعت کرتے ہوئے) کیا ان کے دلوں میں بیماری ہے (یعنی کفر ہے) یا شک رکھتے ہیں (ان کی نبوت کے متعلق) کیا یہ ڈرتے ہیں کہ اللہ و رسول ان پر ظلم کریں گے (فیصلہ میں، یعنی ان پر فیصلہ میں ظلم کیا جائے گا نہیں) بلکہ خود ہی ظالم ہیں (آپ ﷺ کی بارگاہ سے منھ موڑنے کی وجہ سے)۔

﴿ترکیب﴾

﴿الم تران الله يسبح له من فی السموت والارض والطير صفت﴾

همزه: حرف استفهاميه، لم تر: فعل نفی وفاعل، ان الله: حرف مشبه واسم، يسبح له: فعل وظرف لغو، من: موصوله، فی السموت والارض: ظرف مستقر صلہ، ملکر معطوف علیہ، و: عاطفہ، الطير: ذوالحال، صفت: حال، ملکر معطوف، ملکر فاعل، ملکر خبر، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ متانفہ۔

﴿کل قد علم صلاته وتسبيحه والله عليم بما يفعلون﴾۔

کل: مبتدا، قد: تحقیقیہ، علم: فعل با فاعل، صلاته: معطوف علیہ، و: عاطفہ، تسبيحه: معطوف، ملکر مفعول، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، الله: مبتدا، عليم بما يفعلون: شبہ جملہ ہو کر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ولله ملك السموت والارض والى الله المصير﴾۔

و: متانفہ، لله: ظرف مستقر خبر مقدم، ملك السموت والارض: مبتدا مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ متانفہ، و: عاطفہ، الى الله: ظرف مستقر خبر مقدم، المصير: مبتدا مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿الم تران الله يزجی سحابا ثم يولف بينه ثم يجعله ركاما﴾۔

همزه: حرف استفهام، لم تر: فعل نفی با فاعل، ان الله: حرف مشبہ و اسم، يزجی سحابا: معطوف علیہ، ثم: عاطفہ، يولف بينه: معطوف اول، ثم: عاطفہ، يجعله ركاما: جملہ فعلیہ معطوف ثانی، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿فترى الودق يخرج من خلله وينزل من السماء من جبال فيها من برد﴾
ف :عاطفہ، تـرى: فعل بافاعل، الـودق :ذوالحال، يـخـرج مـن خـلـلـه : جملہ فعلیہ حال، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ؛ ينزل: فعل بافاعل، من السماء: جارمجرور، مبدل منہ، من: جار، جبال : موصوف، فيها: ظرف مستقر صفت، ملکر ذوالحال، من برد: ظرف مستقر حال، ملکر مجرور، ملکر بدل، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ۔
﴿فيصيب به من يشاء ويصرفه عن من يشاء﴾.
ف :عاطفہ، يصيب به: فعل بافاعل وظرف لغو، من يشآء : مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، و :عاطفہ، يصرفه : فعل بافاعل ومفعول، عن من يشآء : ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ۔
﴿يكاد سنا برقة يذهب الابصار يقلب الله اليل والنهار﴾.
يكاد: فعل مقارب، سنابرقه: اسم، يذهب بالابصار: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ فعلیہ ماقبل "برد" کی صفت ہے، يقلب الله: فعل وفاعل، اليل: معطوف علیہ، والنهار: معطوف، ملکر جملہ فعلیہ۔
﴿ان في ذلك لعبرة لاولي الابصار﴾.
ان : حرف مشبہ، في ذلک: ظرف مستقر خبر مقدم، لام: تاکیدیہ، عبرة : موصوف، لاولی الابصار: ظرف مستقر صفت، ملکر اسم، ملکر جملہ اسمیہ۔
﴿والله خلق كل دابة من ماء فمنهم من يمشي على بطنه﴾.
و: مستانفہ، الله : مبتدا، خلق كل دابة: فعل بافاعل ومفعول، من ماء: ظرف لغو، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ مستانفہ، ف :عاطفہ تفریعیہ، منهم: ظرف مستقر خبر مقدم، من: موصولہ، يمشي على بطنه: فعل بافاعل وظرف لغو، ملکر صلہ، ملکر مبتدامؤخر، ملکر جملہ اسمیہ۔
﴿ومنهم من يمشي على رجلين ومنهم من يمشي على اربع﴾.
و: عاطفہ، منهم: ظرف مستقر خبر مقدم، من: موصولہ، يمشي على رجلين: جملہ فعلیہ صلہ، ملکر مبتدامؤخر، ملکر جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، منهم : ظرف مستقر خبر مقدم، من: موصولہ، يمشي على اربع: جملہ فعلیہ صلہ، ملکر مبتدامؤخر ملکر جملہ اسمیہ۔
﴿يخلق الله ما يشاء ان الله على كل شيء قدير﴾.
يخلق الله : فعل وفاعل، مايشآء: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، ان الله :حرف مشبہ واسم، على كل شيء قدير :شبہ جملہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔
﴿لقد انزلنا اليكم ايت مبينت والله يهدي من يشاء الى صراط مستقيم﴾.
لام: قسمیہ، قد: تحقیقیہ، انزلنا اليكم: فعل بافاعل وظرف لغو، ايت مبينت : مفعول، ملکر قسم محذوف "نقسم" کے لیے جواب قسم، ملکر جملہ قسمیہ، و: عاطفہ، الله :مبتدا، يهدى: فعل بافاعل، من يشآء: مفعول، الى صراط مستقيم : ظرف لغو، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔
﴿ويقولون امنا بالله وبالرسول واطعنا﴾.
و: مستانفہ، يقولون: قول، امنا: فعل بافاعل، بالله :معطوف علیہ، و: عاطفہ، بالرسول :معطوف، ملکر ظرف لغو، ملکر معطوف علیہ، و: عاطفہ، اطعنا: فعل بافاعل، ملکر جملہ فعلیہ معطوف ،ملکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ مستانفہ۔
﴿ثم يتولى فريق منهم من بعد ذلك وما اولئك بالمؤمنين﴾.
ثم : عاطفہ، يتولى: فعل، فـريق: موصوف، مـنهم: ظرف مستقر صفت، ملکر ذوالحال، مـن بعد ذلک : ظرف مستقر حال اول،

و: حالیہ، ما: مشابہ بلیس، اولئک: اسم، ب: زائدہ، المومنین: خبر، ملکر حال ثانی، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿واذا دعوا الی اللہ ورسولہ لیحکم بینھم اذا فریق منھم معرضون﴾.

و: عاطفہ، اذا: ظرفیہ شرطیہ مفعول فیہ مقدم، دعوا الی اللہ ورسولہ: فعل مجہول بانائب الفاعل وظرف لغو، لام: جار، یحکم بینھم: جملہ فعلیہ بتقدیر "ان" مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر شرط، اذا: فجائیہ، فریق: موصوف، منھم: ظرف مستقر صفت، ملکر مبتدا، معرضون: خبر، ملکر جواب شرط، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿وان یکن لھم الحق یاتوا الیہ مذعنین﴾.

و: عاطفہ، ان: شرطیہ، یکن: فعل ناقص، لھم: ظرف مستقر خبر مقدم، الحق: اسم، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر شرط، یاتوا: فعل وضمیر ذوالحال، مذعنین: حال، ملکر فاعل، الیہ: ظرف لغو، ملکر جواب شرط، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿افی قلوبھم مرض ام ارتابوا ام یخافون ان یحیف اللہ علیھم ورسولہ﴾.

ھمزہ: حرف استفہامیہ، فی قلوبھم: ظرف مستقر خبر مقدم، مرض: مبتدا مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ، ام: عاطفہ منقطعہ، ارتابوا: فعل بافاعل، ملکر جملہ فعلیہ، ام: عاطفہ، یخافون: فعل بافاعل، ان: مصدریہ، یحیف اللہ علیھم ورسولہ: جملہ فعلیہ بتاویل مصدر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿بل اولئک ھم الظلمون﴾.

بل: عاطفہ، اولئک: مبتدا، ھم الظلمون: جملہ اسمیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿شان نزول﴾

☆...... **وان یکن لھم الحق......** ☆ بشر نامی ایک منافق تھا جس کا زمین کے معاملے میں ایک یہودی سے جھگڑا تھا، یہودی جانتا تھا کہ اس معاملہ میں وہ سچا ہے اور اس کو یقین تھا کہ سید عالم ﷺ حق وعدل کا فیصلہ فرماتے ہیں، اس لئے اس نے خواہش کی کہ یہ مقدمہ حضور ﷺ سے فیصل کرایا جائے لیکن منافق بھی جانتا تھا کہ وہ باطل پر ہے اور سید عالم ﷺ عدل وانصاف میں کسی کی رورعایت نہیں فرماتے اس لیے وہ حضور ﷺ کے فیصلہ پر تو راضی نہ ہوا اور کعب بن اشرف یہودی سے فیصلہ کرانے پر مصر رہا اور حضور کی نسبت کہنے لگا کہ وہ ہم پر ظلم کریں گے اس کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

حیوانات ونبادات کا ادراک وتسبیحات:

ا...... علامہ رازی کہتے ہیں کہ بعض علماء کا کہنا ہے کہ اللہ عزوجل نے پرندوں اور حشرات الارض کو ایسے لطیف اعمال کا الہام کیا ہے جن کو وجود میں لانے اور بہ روئے کار لانے سے اکثر عقلاء عاجز ہیں، اور جب ایسا ہوسکتا ہے تو یہ کیوں نہیں ہوسکتا کہ اللہ عزوجل نے پرندوں اور حیوانوں کو اپنی معرفت کا الہام کردیا ہو، اور ان کو دعا کرنے، تسبیح کرنے، نماز پڑھنے کا الہام کردیا ہو یا ان کو ان چیزوں کا علم عطا فرمادیا ہو۔ ہم دیکھتے ہیں کہ مکڑی مختلف حیلوں اور ہتھکنڈوں سے مکھیوں اور مچھروں کو اپنے جالے میں پھنسالیتی ہے اور ہم دیکھتے ہیں کہ شہد کی مکھی مسدس شکل میں چھتا بنالیتی ہے اور اس کو ایسی کاریگری سے بناتی ہے کہ ماہر انجینئر بھی اس کی صنعت کو دیکھ کر حیران

رہ جاتا ہے، پھر شہد کی مکھیوں کی ایک ملکہ ہوتی ہے جو اپنی ریاست کا نظام چلاتی ہے اور تمام مکھیاں اس کے حکم کی تابع ہوتی ہیں، ہم دیکھتے ہیں کہ سارس اپنی موافق ہوا اور موسم کی طلب کرنے کے لئے ایک عالم کے ایک طرف سے دوسری طرف پرواز کر جاتا ہے۔ بعض اوقات وہ یورپ کے سرد موسم میں افریقہ کے گرم علاقوں کی طرف پرواز کرتا ہے اور یوں وہ اپنے موافق موسم کی تلاش میں ایک براعظم سے دوسرے براعظم کی طرف سفر کرتا ہے، اسی طرح جو درندے دوسرے حیوانوں کا شکار کرتے ہیں، وہ بھی بہت عیاری سے اپنا شکار حاصل کرتے ہیں۔ ہم جنگلوں میں دیکھتے ہیں کہ بعض پرندے تنکوں سے اپنے گھونسلے بناتے ہیں وہ گھونسلے کئی کئی منزلوں کے ہوتے ہیں اور ان میں اوپر نیچے خانے بنے ہوئے ہوتے ہیں جو کمروں کے قائم مقام ہوتے ہیں وہ تنکے چن چن کر ان کو موڑ موڑ کر انتہائی باریکی اور فنکاری سے اپنے گھونسلے بناتے ہیں، ان کو دیکھ کر بے ساختہ کہنا پڑتا ہے کہ اللہ ﷻ نے ان پرندوں اور حیوانوں کو ضرور ان کاموں کی معرفت اور عقل عطا فرمائی ہے کیونکہ اگر ان میں ان کاموں کے لئے عقل اور معرفت نہ ہوتی تو صرف حواس خمسہ سے ان کاموں کا انجام نہیں دیا جا سکتا تھا۔ (الرازی، ج۸، ص ۴۰۲ وغیرہ)

☆...... حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”میں مکہ مکرمہ کے ایک پتھر کو پہچانتا ہوں جو اعلان نبوت سے پہلے مجھ کو سلام کرتا تھا، میں اس کو اب بھی پہچانتا ہوں“۔ (سنن الترمذی، کتاب المناقب، باب: ما جاء فی آیات، رقم: ۳۶۴۴، ص ۱۰۳۸)

☆...... حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ”احد پہاڑ ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں“۔ (صحیح البخاری، کتاب الزکوۃ، باب: خرص التمر، رقم: ۱۴۸۲، ص ۴۲۱)

☆...... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ نے ہمیں صبح کی نماز پڑھائی، پھر لوگوں کی طرف منہ کر کے فرمایا: ”ایک شخص ایک گائے لے کر جا رہا تھا، جب وہ تھک گیا تو گائے پر سوار ہو گیا، اور اس کو مارا، گائے نے کہا: میں اس لئے نہیں پیدا کی گئی، میں صرف ہل چلانے کے لیے پیدا کی گئی ہوں، تو لوگوں نے کہا سبحان اللہ! کیا گائے باتیں کرتی ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں اور ابو بکر و عمر اس پر ایمان لاتے ہیں۔ اس وقت حضرت ابو بکر و عمر وہاں موجود نہیں تھے، اور آپ ﷺ نے فرمایا: ایک آدمی اپنی بکریوں کو لے کر جا رہا تھا، اچانک بھیڑیے نے ان میں سے ایک بکری پر حملہ کیا، اس کے مالک نے بھیڑیے سے اس بکری کو چھڑا لیا تو بھیڑیے نے کہا درندوں کے دن اس بھیڑیے کا کون رکھوالا ہوگا؟ یعنی قیامت کے دن ان بکریوں کا میرے سوا کوئی رکھوالا نہیں ہوگا، لوگوں نے کہا سبحان اللہ کیا بھیڑیا بھی باتیں کرتا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: اس پر میں ایمان لاتا ہوں، ابو بکر اور عمر بھی ایمان لاتے ہیں اور یہ دونوں حضرات وہاں موجود نہیں تھے“۔ (صحیح البخاری، کتاب الحرث والمزارعۃ، باب: ما یحذرون من عواقب، رقم: ۲۳۲۴، ۳۴۷۱، ۳۶۶۳، ص ۳۷۳)

☆...... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ، حضرت ابو بکر، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان غنی، حضرت علی، حضرت ابو طلحہ، حضرت زبیر رضی اللہ عنہم حرا پہاڑ پر تھے، اس کی چٹان ہلنے لگی، نبی پاک ﷺ نے فرمایا: ”پر سکون ہو جا، تجھ پر صرف نبی ہے یا صدیق ہے یا شہید ہے“۔ (سنن الترمذی، کتاب المناقب، باب: عثمان بن عفان، رقم: ۳۶۹۶، ص ۱۰۵۶)

☆...... حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی پاک ﷺ کے ساتھ اطراف مکہ جا رہے تھے مکہ مکرمہ کے کسی پہاڑ، درخت کے درمیان سے نہیں گزرے کہ وہ کہتے الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول“۔ (سنن الترمذی، کتاب المناقب، باب: ما جاء فی آیات، رقم: ۳۶۴۶، ص ۱۰۳۹)

☆...... حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی پاک ﷺ خطبہ دیتے تو ستونوں میں سے ایک ستون کے ساتھ ٹیک لگاتے تھے، وہ ستون کھجور کا تنا تھا، جب آپ ﷺ کے لیے منبر بنایا گیا اور آپ ﷺ اس پر بیٹھ گئے تو وہ ستون پریشان ہو گیا، اور جس طرح اونٹنی

روتی ہے اس طرح رویا حتی کہ مسجد میں نماز پڑھنے والوں نے اس کی آواز سنی، یہاں تک کہ سید عالم ﷺ منبر سے اترے اور اس کو اپنے گلے سے لگایا تو وہ پرسکون ہوگیا"۔ (صحیح البخاری، کتاب المناقب ،باب:علامة النبوة، رقم: ۳۵۸۵، ۳۵۸٤، ۹۱۸،ص ۶۰۲)

☆......حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم معجزات کو برکت شمار کرتے تھے، اور تم ان کو ڈرانے والی اشیاء خیال کرتے ہو، ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک سفر میں تھے، ناگاہ پانی کم ہوگیا، آپ ﷺ نے فرمایا جتنا پانی ہے لے آؤ، ہم ایک برتن میں تھوڑا سا پانی لائے، آپ ﷺ نے اپنا ہاتھ رکھا اور فرمایا: "اللہ کی برکت والے، مبارک اور پاک کرنے والے پانی کی طرف آؤ، اور بیشک مں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ کی انگلیوں سے پانی جاری ہو رہا تھا، اور جس وقت کھانا کھایا جاتا تھا تو ہم کھانے کی تسبیح سنا کرتے تھے"۔
(صحیح البخاری، کتاب المناقب، باب:علامة النبوة، رقم: ۳۵۷۹، ص ۶۰۰)

آسمانوں میں برف کے پہاڑ:

۲......مراد آسمانوں میں برف کے پہاڑ ہونا ہے، اس بارے میں دو اقوال ہیں ایک قول یہ ہے کہ اللہ عزوجل نے جس طرح زمین پر مٹی اور پتھر کے پہاڑ بنائے ہیں اسے ہی آسمانوں میں برف کے پہاڑ بنائے ہیں اور ایک قول یہ ہے کہ اللہ عزوجل آسمانوں سے ٹھنڈی ہوائیں زمین پر بھیجتا ہے۔ (الطبری، الجزء ۱۸، ص ۱۸٤)

منافقین کا رسول سے اعراض کرنا:

۳......اللہ عزوجل نے منافقین کے بارے میں فرمایا: ﴿وما اولئک بالمومنین یعنی یہ لوگ مومنین نہیں ہیں(النور:۴۷)﴾ ۔زبانی کلامی دعوے کے ان کے پاس کچھ نہیں، مفسرین کرام کہتے ہیں کہ صرف زبانی دعوے تھے جب کہ عقیدہ نبی کی نبوت کو تسلیم کرنے کا تھا ہی نہیں، معلوم ہوا کہ زبانی دعوے قابل قبول نہیں ہوتے کیونکہ ایمان لانے کے لئے زبانی جمع خرچ نہیں بلکہ دل کی تصدیق بھی درکار ہے، امام اعظم کے نزدیک اقرار بالسان وتصدیق بالقلب یعنی زبان سے ایمان کا اقرار اور دل میں اس کی تصدیق ضروری ہے۔

اغراض: ومن التسبیح صلوة :اس جملے کا ذکر ﴿کل قد علم صلوة وتسبیحه(النور:۴۱)﴾ کی افادیت کو بیان کرنے کے لئے کیا ہے، پس صلوۃ میں عمومی اعتبار سے تسبیح کی ہر قسم داخل ہے۔

بین السماء والارض: اس جملے کے ذریعے عطف غائر کی جانب اشارہ ہے، اس لئے کہ پرندے آسمان وزمین کے مابین تیرتے ہیں۔

مخارجه: سوراخ کو کہتے ہیں، پس بادل بارش برسانے کے لئے چھلنی کی مثل ہے، کعب کہتے ہیں کہ جس وقت آسمان سے بارش نازل ہوتی ہے اگر بادل بھی (نازل) ہوتے تو زمین پر جو کچھ ہے سب برباد ہو جاتا۔

ای یخطفها: بالابصار میں باء متعدی ہے، معنی یہ ہے کہ بجلی کی چمک آنکھیں تیزی سے لے جائے، کیونکہ طاقتور چمک کمزور کو لے جائے گی۔ کالحیات والهوام: مراد زمین کے کیڑے مکوڑے ہیں، کالحیات میں کاف کا اضافہ (سمندری) کیڑے اور مچھلی کی وجہ سے ہے۔ (الصاوی، ج٤، ص ۱۹۱ وغیرہ)

رکوع نمبر: ۱۳

﴿اِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذَا دُعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ﴾ ای بالقول اللائق بهم ﴿اَنْ يَّقُوْلُوْا

سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ط ﴾بالاجابة﴿وَاُولٰٓئِکَ ﴾حینئذٍ﴿هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ(۵۱)﴾الناجون﴿وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَیَخْشَ اللّٰهَ ﴾یخافه﴿وَیَتَّقْهِ ﴾بسکون الهاءِ وکسرها بِاَنْ یُطیعه﴿فَاُولٰٓئِکَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ(۵۲)﴾بالجنة﴿وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَیْمَانِهِمْ ﴾غایتها﴿لَئِنْ اَمَرْتَهُمْ ﴾بالجهادِ﴿لَیَخْرُجُنَّ ط قُلْ ﴾لهم﴿لَّا تُقْسِمُوْا ج طَاعَةٌ مَّعْرُوْفَةٌ ط ﴾للنبی خیرٌ من قسمکم الذی لا تصدقون فیه﴿اِنَّ اللّٰهَ خَبِیْرٌ م بِمَا تَعْمَلُوْنَ(۵۳)﴾من طاعتکم بالقولِ ومخالفتکم بالفعلِ﴿قُلْ اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ ج فَاِنْ تَوَلَّوْا ﴾عن طاعتِه بحذفِ اِحدی التائین خطابٌ لهم﴿فَاِنَّمَا عَلَیْهِ مَا حُمِّلَ ﴾من التبلیغ﴿وَعَلَیْکُمْ مَّا حُمِّلْتُمْ ط ﴾من طاعتِه﴿وَاِنْ تُطِیْعُوْهُ تَهْتَدُوْا ط وَمَا عَلَی الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِیْنُ(۵۴)﴾ای التبلیغُ البیّنُ﴿وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِی الْاَرْضِ ﴾بدلا عن الکفارِ﴿کَمَا اسْتَخْلَفَ ﴾بالبناءِ للفاعلِ والمفعولِ﴿الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ﴾من بنی اسرائیلَ بدلا عن الجبابرةِ﴿وَلَیُمَکِّنَنَّ لَهُمْ دِیْنَهُمُ الَّذِی ارْتَضٰی لَهُمْ ﴾لهم وهو الاسلامُ بِاَنْ یُظهِرُوْهُ علی جمیعِ الادیانِ ویُوَسِّعُ لهم فی البلادِ فیملکوها﴿وَلَیُبَدِّلَنَّهُمْ ﴾بالتخفیفِ والتشدیدِ﴿مِّنْ م بَعْدِ خَوْفِهِمْ ﴾من الکفارِ﴿اَمْنًا ط ﴾وقد انجز اللّٰهُ وعدَهُ لهم بما ذکرهُ واثنی علیهم بقولِه﴿یَعْبُدُوْنَنِیْ لَا یُشْرِکُوْنَ بِیْ شَیْئًا ط ﴾هو مستانفٌ فی حکمِ التعلیلِ﴿وَمَنْ کَفَرَ بَعْدَ ذٰلِکَ ﴾الانعام منهم به﴿فَاُولٰٓئِکَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ(۵۵)﴾واوّلُ مَنْ کفرَ به قتلة عثمانَ ﷺ فصاروا یقتتلونَ بعدَ انْ کانوا اِخوانا﴿وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّکٰوةَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ لَعَلَّکُمْ تُرْحَمُوْنَ(۵۶)﴾ای رجاءَ الرحمةِ﴿لَا تَحْسَبَنَّ ﴾بالفوقانیة والتحتانیةِ والفاعلُ الرسول﴿الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مُعْجِزِیْنَ فِی الْاَرْضِ ط ﴾بِاَنْ یفوتونا﴿وَمَاْوٰهُمُ ﴾مرجعهم﴿النَّارُ ط وَلَبِئْسَ الْمَصِیْرُ(۵۷)﴾. المرجعُ هِیَ.

﴿ترجمہ﴾

مسلمانوں کی بات تو یہی ہے جب اللہ اور رسول کی طرف بلائے جائیں کہ رسول ان میں فیصلہ فرمائے (یعنی ان کے شایانِ شان یہی ہے) کہ عرض کریں ہم نے سنا اور حکم مانا......ا......(عملی طور پر) اور یہی لوگ (اس صورت میں) مراد کو پہنچے (یعنی نجات پانے والے ہیں) اور جو حکم مانے اللہ اور اس کے رسول کا اور اللہ سے ڈرے (یخشی بمعنی یخاف ہے) اور پرہیزگاری کرے (اس طرح کہ سرورِ کائنات ﷺ کی اطاعت کرے، یتقہ کے آخر میں ھاء کو ساکن اور مکسور دونوں طرح پڑھا گیا ہے) تو یہی لوگ کامیاب ہیں (جنت پا کر) اور انہوں نے اللہ کی قسم کھائی اپنے حلف میں حد کی کوشش سے (یعنی انتہا درجہ کی) کہ اگر تم انہیں حکم دو گے (جہاد کا) تو وہ ضرور

جہاد کو نکلیں گے تم فرماؤ (ان سے) قسمیں نہ کھاؤ موافق شرع حکم برداری چاہیے (نبی محترم ﷺ کی کہ جو تمہاری ان قسموں سے بہتر ہے جن میں سچے نہیں ہو) اللہ جانتا ہے جو تم کرتے ہو (سرور کائنات ﷺ کی زبانی اطاعت وفرمانبرداری اور عملی طور پر مخالفت) تم فرماؤ حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول کا پھر اگر تم منہ پھیرو (سرور دو عالم نور مجسم ﷺ کی اطاعت شعاری سے، تو لوا اصل میں تتولوا تھا اس کی ایک تا محذوف ہے اور یہ خطاب ان ہی سے ہے) تو رسول کے ذمہ وہی ہے جو اس پر لازم کیا گیا......۔ (یعنی تبلیغ) اور تم پر وہ ہے جس کا بوجھ تم پر رکھا گیا (یعنی اطاعت شعاری) اور اگر رسول کی فرمانبرداری کرو گے راہ پاؤ گے، اور رسول کے ذمہ نہیں مگر صاف پہنچا دینا (البلغ المبین بمعنی التبلیغ البین ہے) اللہ نے وعدہ دیا ان کو جو تم میں سے ایمان لائے اور اچھے کام کیے کہ ضرور انہیں زمین میں خلافت......۔ دے گا (کافروں کے بجائے) جیسی دی (استخلف معروف اور مجہول دونوں طرح ہے) ان سے پہلوں کو (یعنی ظالموں کے بجائے بنی اسرائیل کو) اور ضرور ان کے لیے جما دے گا ان کا وہ دین جو ان کے لیے پسند فرمایا ہے (یعنی دینِ اسلام، اس طرح کہ اسے باقی تمام ادیان پر غالب کر دے گا، ان کی خاطر ملکوں میں وسعت پیدا فرمائے گا تو وہ ان کے مالک بن جائیں گے) اور ضرور بدل دے گا (یبدلنھم تخفیف اور تشدید دونوں طرح ہے) ان کے اگلے خوف کو (کافروں کے) امن سے (اللہ ﷻ نے ان سے اپنے وعدہ کو اس بات کا تذکرہ فرما کر پورا فرما دیا اور ان کی اپنے مابعد فرمانِ عالیشان یعنی ﴿یعبدوننی لا یشرکون بی شیئا﴾ سے تعریف فرمائی) میری عبادت کریں میرا شریک کسی کو نہ ٹھہرائیں (علت بیان کرنے کے حکم میں یہ جملہ مستانفہ ہے) اور جو ناشکری کرے اس کے بعد (یعنی اللہ تعالیٰ کے ان پر اس انعام کے بعد) تو وہی لوگ بے حکم ہیں (اور سب سے پہلے جن افراد نے اس انعام کی ناشکری کی وہ امیر المؤمنین حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے قاتل تھے حالانکہ وہ ایک دوسرے کے بھائی بھائی ہونے کے باوجود قتال کرنے والے ہو گئے) اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو اور رسول کی فرمانبرداری کرو اس امید پر کہ تم پر رحم ہو (یعنی رحمت کی امید کرتے ہوئے) ہرگز خیال نہ کرنا (فعل تحسبنّ اور یحسبنّ دونوں طرح ہے جبکہ اس کا فاعل الرسول ہے) کافروں کو کہ وہ کہیں (ہمارے) قابو سے نکل جائیں زمین میں (اس طرح کہ وہ ہماری آنکھوں سے اوجھل ہو جائیں) اور ان کا ٹھکانا (لوٹنے کی جگہ) آگ ہے، اور ضرور کیا ہی برا انجام (لوٹنے کی جگہ ہے وہ)۔

﴿ترکیب﴾

﴿انما کان قول المومنین اذا دعوا الی اللہ ورسولہ لیحکم بینھم ان یقولوا سمعنا واطعنا﴾۔

انما: حرف مشبہ وماکافہ، کان: فعل ناقص، قول المومنین: خبر مقدم، ان: مصدریہ، یقولوا: قول، سمعنا: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، اطعنا: جملہ فعلیہ معطوف، ملکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ بتاویل مصدر اسم مؤخر، ملکر جملہ فعلیہ جزاء، اذا: ظرفیہ شرطیہ مفعول فیہ مقدم، دعوا الی اللہ ورسولہ: فعل با نائب الفاعل وظرف لغو، لیحکم بینھم: ظرف لغو ثانی، ملکر جملہ فعلیہ شرط، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿واولئک ھم المفلحون○ومن یطع اللہ ورسولہ ویخش اللہ ویتقہ فاولئک ھم الفائزون﴾۔

و: عاطفہ، اولئک: مبتدا، ھم المفلحون: جملہ اسمیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ، و: مستانفہ، من: شرطیہ مبتدا، یطع اللہ ورسولہ: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، یخش اللہ: جملہ فعلیہ معطوف اول، و: عاطفہ، یتقہ: جملہ فعلیہ معطوف ثانی، ملکر شرط، ف: جزائیہ، اولئک ھم الفائزون: جملہ اسمیہ جزاء، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿واقسموا باللہ جھد ایمانھم لئن امرتھم لیخرجن﴾.
و: مستانفہ، اقسموا باللہ: فعل بافاعل وظرف لغو ومفعول مطلق، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر قسم، لام قسمیہ، ان شرطیہ، امرتھم: جملہ فعلیہ شرط، لام قسمیہ، یخرجن: فعل وضمیر محذوف فاعل، ملکر جملہ فعلیہ قسم محذوف کے لیے۔

﴿قل لا تقسموا طاعۃ معروفۃ ان اللہ خبیر بما تعملون﴾.
قل: قول، لا تقسموا: فعل نہی بافاعل، ملکر جملہ فعلیہ مقولہ، ملکر جملہ قولیہ، طاعۃ معروفۃ: مرکب توصیفی مبتدا محذوف "امرکم" کے لیے خبر، ملکر جملہ اسمیہ، ان اللہ: حرف مشبہ واسم، خبیر بما تعملون: شبہ جملہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿قل اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول﴾.
قل: قول، اطیعوا اللہ: فعل امر بافاعل ومفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، اطیعوا الرسول: فعل امر بافاعل، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿فان تولوا فانما علیہ ما حمل وعلیکم ما حملتم﴾.
ف: عاطفہ، ان: شرطیہ، تولوا: جملہ فعلیہ شرط، ف: جزائیہ، انما: حرف مشبہ وماکافہ، علیہ: ظرف مستقر خبر مقدم، ما حمل: موصول صلہ، ملکر مبتدا مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ، معطوف علیہ، و: عاطفہ، علیکم: ظرف مستقر خبر مقدم، ما حملتم: موصول صلہ، ملکر مبتدا مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ معطوف، ملکر جواب شرط، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿وان تطیعوہ تھتدوا وما علی الرسول الا البلغ المبین﴾.
و: عاطفہ، ان: شرطیہ، تطیعوہ: فعل بافاعل ومفعول، ملکر جملہ فعلیہ شرط، تھتدوا: جملہ فعلیہ جزا، ملکر جملہ شرطیہ، و: مستانفہ، ما: نافیہ، علی الرسول: ظرف مستقر خبر مقدم، الا: اداۃ حصر، البلغ المبین: مبتدا مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ مستانفہ۔

﴿وعد اللہ الذین امنوا منکم وعملوا الصلحت لیستخلفنھم فی الارض کما استخلف الذین من قبلھم﴾.
وعد اللہ: فعل وفاعل، الذین: موصول، امنوا منکم: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، عملوا الصلحت: جملہ فعلیہ معطوف، ملکر صلہ، ملکر مفعول، لام قسمیہ، یستخلفنھم: فعل بافاعل ومفعول، فی الارض: ظرف لغو، ک: جار، ما: مصدریہ، استخلف الذین من قبلھم: جملہ فعلیہ بتاویل مصدر مجرور، ملکر ظرف مستقر، "استخلافا" مصدر محذوف کے لیے صفت، ملکر مفعول مطلق، ملکر، قسم محذوف "اقسم" کے لیے جواب قسم، ملکر جملہ قسمیہ مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ولیمکنن لھم دینھم الذی ارتضی لھم﴾.
و: عاطفہ، لام قسمیہ، یمکنن لھم: فعل بافاعل وظرف لغو، بینھم: موصوف، الذی ارتضی لھم: موصول صلہ، ملکر صفت، ملکر مفعول، ملکر قسم محذوف "اقسم" کے لیے جواب قسم، ملکر جملہ قسمیہ ماقبل "لیستخلفنھم" پر معطوف ہے۔

﴿ولیبدلنھم من بعد خوفھم امنا یعبدوننی لا یشرکون بی شیئا﴾.
و: عاطفہ، لام قسمیہ، یبدلنھم: فعل بافاعل، وھم: ضمیر ذوالحال، من بعد خوفھم: ظرف مستقر حال، ملکر مفعول اول، امنا: مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ، یعبدون: فعل وضمیر ذوالحال، لایشرکون بی شیئا: جملہ فعلیہ حال، ملکر فاعل، ن: وقایہ، ی: ضمیر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ مستانفہ۔

﴿ومن کفر بعد ذلک فاولئک ھم الفاسقون﴾.

و: مستانفہ، من: شرطیہ مبتدا، کفر بعد ذلک: فعل بافاعل وظرف، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر شرط، ف: جزائیہ، اولئک ھم الفسقون: جملہ اسمیہ جواب شرط، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ مستانفہ۔

﴿واقیموا الصلوۃ واتوا الزکوۃ واطیعوا الرسول لعلکم ترحمون﴾۔

و: عاطفہ، اقیموا الصلوۃ: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، اتوا الزکوۃ: جملہ فعلیہ معطوف اول، و: عاطفہ، اطیعوا: فعل امر وضمیر ذوالحال، لعلکم ترحمون: جملہ اسمیہ حال، ملکر فاعل، الرسول: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف ثانی، ملکر ماقبل " اطیعوا اللہ" پر معطوف ہے۔

﴿لا تحسبن الذین کفروا معجزین فی الارض وماوٰھم النار ولبئس المصیر﴾۔

لا تحسبن: فعل نہی بافاعل، الذین کفروا: مفعول اول، معجزین: مفعول ثانی، فی الارض: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ معطوف علی محذوف " بل ھم مقھورون مدرکون"، ماواھم: مبتدا، النار: خبر، ملکر جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، لام: تاکیدیہ، بئس: فعل، المصیر: فاعل، ملکر جملہ فعلیہ انشائیہ مبتدا محذوف "النار" کے لیے خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿شان نزول﴾

☆...... وعد اللہ الذین امنوا...... ☆ سید عالم ﷺ نے وحی نازل ہونے سے تیرہ سال تک مکہ مکرمہ میں مع اصحاب کے قیام فرمایا اور کفار کی ایذاؤں پر جو شب وروز ہوتی رہتی تھیں صبر کیا، پھر بحکم الٰہی مدینہ طیبہ کو ہجرت فرمائی اور انصار کے منازل کو اپنی سکونت سے سرفراز فرمایا مگر قریش اس پر بھی باز نہ آئے، روزمرہ ان کی طرف سے جنگ کے اعلان ہوتے اور طرح طرح کی دھمکیاں دی جاتیں، اصحاب رسول ﷺ ہروقت خطرے میں رہتے اور ہتھیار ساتھ رکھتے، ایک روز ایک صحابی نے فرمایا کبھی ایسا بھی زمانہ آئے گا کہ ہمیں امن میسر ہو اور ہتھیاروں کے بارے ہم سبکدوش ہو جائیں، اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

مومنین کی شان:

۱...... ماقبل آیات میں منافقین کی مذمت کی گئی تھی، ان کے مکروفریب کا اجمالی بیان تھا کہ زبان سے مانتے ہیں لیکن دل سے تصدیق نہیں کرتے۔ متذکرہ آیت میں اللہ ﷻ نے مومنین کی شان کا بیان کیا ہے کہ مومنین ماننے والا اور عمل کرنے والا ہوتا ہے۔ مومن کی یہ مجال نہیں ہوتی کہ کیوں، کیسے، کب، کہاں، کس طرح وغیرہ سوالات کر کے اپنا اور دوسروں کا وقت برباد کرے بلکہ لبیک کہتا ہے۔ اس آیت میں امیر کی اطاعت کا حکم بھی ہے اور نبی پاک ﷺ ہم سب کے نزدیک امیر سے بڑھ کر حیثیت ودرجہ رکھتے ہیں لہٰذا جو سید عالم ﷺ کے حکم پر عمل کرے گویا اس نے قرآن، سنت کو تھام لیا اور جس نے روگردانی کی وہ دین سے پھر گیا۔ اور مومنین کی یہ شان ہے کہ نہیں کہ وہ شرعی احکام کی مخالفت کریں۔ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ ایک بدری صحابی تھے، انصار کے نقباء میں ان کا شمار ہوتا تھا، انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے اس پر بیعت کی تھی کہ وہ اللہ ﷻ کا حکم سنانے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا پاس نہ کریں گے۔ جب ان کی وفات کا وقت قریب آیا تو انہوں نے اپنے بھانجے جنادہ بن ابی امیہ کو بلایا اور فرمایا کیا میں تم کو اس کی خبر نہ دے دوں کہ تمہارے لئے کیا فرائض ہیں اور کیا حقوق ہیں؟ انہوں نے کہا کیوں نہیں، حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ نے کہا تم پر امیر کا حکم سننا اور اس کی اطاعت کرنا واجب

ہے خواہ تم تنگی میں ہو یا فراخی میں اور خواہ تم خوش ہو یا ناخوش۔ اور خواہ تم پر کسی کو ترجیح دی جائے، اور تم پر لازم ہے کہ تم اپنی زبان کو عدل کے ساتھ قائم رکھو اور تم امیر کی مخالفت نہ کرو، سوا اس صورت میں کہ وہ تم کو اللہ عزوجل کی کھلی کھلی نافرمانی کا حکم دے، اگر وہ تم کو کتاب اللہ کے خلاف کرنے کا حکم دے تو تم اس کی اطاعت نہ کرنا، اور انہوں نے فرمایا کہ حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اسلام صرف اللہ عزوجل کی اطاعت میں ہے اور خیر صرف جماعت کے ساتھ وابستہ رہنے میں ہے اور خیر خواہی صرف اللہ عزوجل، اس کے رسول اور عام مسلمانوں کے لئے ہے، اور ہم سے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اسلام کا دستہ لا الہ الا اللہ کی شہادت دینا ہے اور نماز کو قائم کرنا ہے، اور زکوۃ ادا کرنا ہے اور جس شخص کو اللہ عزوجل نے مسلمانوں کا حاکم بنایا ہے اس کی اطاعت کرنا ہے"۔ (تفسیر ابن ابی حاتم، رقم ۱۴۷۴۵، ج۸، ص ۲۶۲۴ وغیرہ)

منصب رسالت کا بیان:

۲..... منصب رسالت میں سے یہ ہے کہ فقط دین کو پہنچا دیا جائے، عمل کرانا نبی کے منصب میں شامل نہیں۔ چنانچہ اللہ عزوجل نے اسی مضمون کو یہاں بیان فرمایا کہ اے لوگوں! اگر تم اوامر و نواہی میں اللہ عزوجل کے رسول کی پیروی کرو، تو تمہیں ہدایت مل جائے گی اور تم اپنے کاموں میں راہ حق پاؤ گے۔ رسول پر صرف یہی واجب ہے کہ اپنی رسالت کا پیغام اپنی قوم تک پہنچا دے اور انہیں بیان کردے، بس یہی پہنچانا ہے جس کا اللہ عزوجل نے رسول کی ذات سے ارادہ فرمایا ہے۔ بعض مفسرین کہتے ہیں رسول پر یہی لازم ہے کہ لوگوں کو اپنی طاعت گزاری کا حکم دیں کہ اگر مانو گے تو اپنی جان کو عذاب سے بچانے میں کامیاب ہو جاؤ گے اور اگر نبی کی نافرمانی کرو گے تو اپنی جانوں کو برباد کرو گے۔
(جامع البیان، الجزء ۱۸، ص ۱۸۸ وغیرہ)

زمینی خلافت کا بیان:

۳..... اللہ عزوجل نے فرمایا کہ سرزمین (عرب) میں دوسرے لوگوں کو بسا دیں گے، ایمان والوں کو سرزمین عرب میں تصرف دے دیا جس طرح کہ بادشاہوں کے کارندے اپنے علاقوں میں تصرف کرتے ہیں یا خلیفہ میں سے وہ حضرات جو خوف رکھتے تھے انہیں مدد دے کر زمین کا وارث کر دیا۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو سرزمین عرب کے مشرق و مغرب کا وارث کر دیا، صحیح حدیث میں ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "مجھے زمین پر قبضہ دے دیا گیا پس میں نے اس کے مشرق و مغرب جان لیے، پس میرے امتی کی بادشاہت اس تک عنقریب پہنچے گی"۔
(روح المعانی، الجزء الثامن عشر، ص ۵۳۵)

☆..... حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میری امت میں خلافت تیس سال رہے گی، پھر اس کے بعد ملوکیت یعنی بادشاہت آجائے گی، سعید بن جمہان نے کہا کہ مجھ سے حضرت سفینہ نے کہا حضرت ابوبکر کی خلافت، عمر فاروق، عثمان غنی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کو گنو تو تیس سال پورے ہو جاتے ہیں۔ (سنن الترمذی، کتاب الفتن، باب: ما جاء فی الخلافة، رقم: ۲۲۳۳، ص ۶۴۹)

☆..... حضرت ابوبکر کی خلافت دو سال، عمر فاروق اعظم کی خلافت دس سال، حضرت عثمان غنی کی خلافت بارہ سال اور علی المرتضی رضی اللہ عنہ کی خلافت کا دور چھ سال تھا یوں تیس سال پورے ہوئے۔

یہ آیت خلفاء راشدین کی خلافت کے ثبوت پر دلالت کرتی ہے، کیونکہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں جو مومنین موجود تھے ان سے اللہ عزوجل نے زمین میں خلافت دینے کا وعدہ فرمایا ہے۔ اور یہ وعدہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ظاہری کے بعد پورا ہونا تھا اسلئے بھی کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا خلیفہ بعد وفات ظاہری کے متعین کیا جانا تھا، یہ بھی معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں ہونا کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم

الانبیاء ہیں۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ خلیفہ حضرت ابوبکر، عمر، عثمان وعلی رضی اللہ عنہم ہیں کیونکہ انہی کے ایام میں فتوح عظیمہ ہوئیں اور اسلام دور دور تک پھیلا دین کو غلبہ ہوا اور امن برپا ہوا۔ یہ چیزیں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں نہیں ہوئیں کیونکہ آپ رضی اللہ عنہ اپنے پورے دور میں مسلمانوں میں سے مخالفین سے جنگ میں گزار دیئے اور کفار سے جنگ کرنے کی فرصت ہی نہ ملی۔ پس اس آیت میں خلفاء راشدین کی خلافت کے برحق ہونے پر دلیل ہے۔ (الرازی، ج۸، ص ۴۱۳)

☆...... سید عالم ﷺ کے پاس ایک عورت آئی، آپ ﷺ سے کچھ دریافت کیا، سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''پھر آنا''، بولی اگر آپ ﷺ کو نہ پاؤں تو؟ فرمایا: ''ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس جانا''۔ (صحیح البخاری، کتاب: فضائل اصحاب النبی، باب: قول النبی، رقم: ۳۶۵۹، ص ۶۱۴)

☆...... محمد بن حنفیہ کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ سید عالم ﷺ کے بعد سب سے افضل کون ہیں؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا: ''ابوبکر رضی اللہ عنہ، پوچھا گیا پھر کون؟ جواب دیا عمر رضی اللہ عنہ، مجھے خوف ہوا کہ اب آپ رضی اللہ عنہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا نام لے لیں گے میں نے کہا پھر آپ رضی اللہ عنہ ہیں؟ فرمایا میں تو صرف مسلمانوں میں سے ایک مسلمان ہوں''۔ (المرجع السابق، رقم: ۳۶۷۱، ص ۶۱۶)

منکم میں من تبعیضیہ ہے یعنی تمہارے بعض کو خلیفہ بنائیں گے، اور لیستخلفنهم جمع کا صیغہ ہے اور شیعہ حضرات کے نزدیک جمع کے افراد کم سے کم تین ہوتے ہیں اور جمع کا اطلاق واحد پر نہیں ہوتا لہذا خلیفہ ہونے میں فقط علی المرتضی رضی اللہ عنہ کو ترجیح دینا اور دیگر حضرات سے نفی کرنا سراسر دین اسلام پر افتراء ہے اور ایسے لوگ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بناتے ہیں جو دین میں اپنی من مانی بات ڈال دیتے ہیں۔

اغراض: بالاجابة قولی اور فعلی دونوں اعتبار سے سماعت وفرمانبرداری مراد ہے۔

یخافه: یہ صیغہ حل معنی کے لئے لائے، جب کہ حق یہ تھا کہ یخفه کہتے۔

خیر من قسمکم: بہتر یہ ہے کہ ''طاعة'' خبر ہو محذوف مبتداء کے لئے، تقدیر عبارت یوں ہونی چاہیے ''امرکم طاعة معروفة'' یعنی تم سے اس طاعت وفرمانبرداری کی امید ہے جو سچ اور واقعہ کی تائید کے حوالے سے ہوتی ہے، محض زبانی کلامی قول سے بات نہ بنے گی۔

ای التبلیغ البین: یعنی تبلیغ کے ظاہری تقاضے پورا کرنا مراد ہے، پس (اے لوگوں!) تم پر اللہ اور اسکے رسول کی جانب سے تمام ہی احکامات کو پورا کرنا ضروری ہے۔

الانعام: مذکورہ بالا تین انعام یعنی زمین میں خلافت، دین اسلام کا غلبہ، کافروں سے امن کا مل جانا، یہاں کفر سے مراد نعمتوں کا انکار یا ناقدری کرنا ہے جس کی دلیل فرمان باری ﴿فاولئک هم الفاسقون﴾ (النور: ۵۵) سے ہو رہی ہے، اس سے مراد ایمان کی قبولیت یا عدم قبولیت نہیں جو کافروں میں پائی جاتی ہے۔ (الصاوی، ج۴، ص ۱۹۴ وغیرہ)

رکوع نمبر: ۱۴

﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لِیَسْتَاْذِنْكُمُ الَّذِیْنَ مَلَكَتْ اَیْمَانُكُمْ﴾مِنَ العَبِیدِ والاِمَاءِ﴿وَالَّذِیْنَ لَمْ یَبْلُغُوا الْحُلُمَ مِنْكُمْ﴾مِنَ الاَحْرَارِ وَعَرَفُوا اَمرَ النساءِ﴿ثَلٰثَ مَرّٰتٍ ط﴾فِی ثَلاثَةِ اوقاتٍ﴿مِنْ قَبْلِ صَلٰوةِ الْفَجْرِ وَحِیْنَ تَضَعُوْنَ ثِیَابَكُمْ مِّنَ الظَّهِیْرَةِ﴾اَی وَقتِ الظُّهرِ﴿وَمِنْۢ بَعْدِ صَلٰوةِ الْعِشَآءِ قف ثَلٰثُ عَوْرٰتٍ لَّكُمْ ط﴾بِالرَّفعِ خَبَرُ مُبْتَداءٍ مُقَدَّرٍ بَعدَهُ مُضافٌ وَقامَ الْمُضافُ الیهِ مَقامَهُ اَی هِیَ اَوقاتٌ بالنَّصبِ بِتَقدِیرِ اَوقاتٍ مَنصوبا بَدلا مِن مَحَلِّ مَا قَبلَهُ قَامَ الْمُضافُ الیهِ مَقامَهُ وَهِیَ لِاِلتِقاءِ الثِّیابِ فِیها تَبدوا فِیها

العَوراتِ ﴿لَيْسَ عَلَيْكُمْ وَلَا عَلَيْهِمْ﴾ اَيِ المَمَالِيكِ والصِّبيانِ ﴿جُنَاحٌ﴾ فِی الدُّخولِ عليكُم بِغَيرِ اِسْتِيذَانٍ ﴿بَعْدَهُنَّ﴾ اَی بَعدَ الاَوقاتِ الثَّلثَةِ هُم ﴿طَوّٰفُوْنَ عَلَيْكُمْ﴾ لِلخِدمةِ ﴿بَعْضُكُمْ﴾ طائِفٌ ﴿عَلٰی بَعْضٍ﴾ والجُملةُ مُؤكِّدةٌ لِما قَبلَها ﴿كَذٰلِكَ﴾ كَما بَيَّنَ مَا ذُكِرَ ﴿يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ﴾ اَيِ الاَحكامَ ﴿وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ﴾ بِاُمورِ خَلقِه ﴿حَكِيْمٌ (۵۸)﴾ بِما دَبَّرَهُ لهم وآيَةُ الاِستِيذانِ قيل مَنسُوخَةٌ وقيلَ لا ولكنْ تَهاوَنَ النّاسُ فی تَركِ الاِستِيذانِ ﴿وَاِذَا بَلَغَ الْاَطْفَالُ مِنْكُمُ﴾ اَيُّها الاحرارُ ﴿الْحُلُمَ فَلْيَسْتَاْذِنُوْا﴾ فی جَميعِ الاَوقاتِ ﴿كَمَا اسْتَاْذَنَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ﴾ اَیِ الاَحرارُ الكِبارُ ﴿كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ (۵۹) وَالْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَآءِ﴾ قَعَدنَ عَنِ الحَيضِ والوَلَدِ لِكِبَرِهِنَّ ﴿الّٰتِیْ لَا يَرْجُوْنَ نِكَاحًا﴾ لِذالكَ ﴿فَلَيْسَ عَلَيْهِنَّ جُنَاحٌ اَنْ يَّضَعْنَ ثِيَابَهُنَّ﴾ مِنَ الجِلبابِ والرِّداءِ والقِناعِ فَوقَ الخِمارِ ﴿غَيْرَ مُتَبَرِّجٰتٍ﴾ مُظهِراتٍ ﴿بِزِيْنَةٍ﴾ خَفِيَّةٍ كَقِلادَةٍ وَسِوارٍ وَخَلخالٍ ﴿وَاَنْ يَّسْتَعْفِفْنَ﴾ بِاَنْ لا يَضَعنَها ﴿خَيْرٌ لَّهُنَّ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ﴾ لِقولِكُم ﴿عَلِيْمٌ (۶۰)﴾ بِما فی قُلوبِكم ﴿لَيْسَ عَلَی الْاَعْمٰی حَرَجٌ وَّلَا عَلَی الْاَعْرَجِ حَرَجٌ وَّلَا عَلَی الْمَرِيْضِ حَرَجٌ﴾ فی مُواكِلِه مُقابِلِيهِم ﴿وَّلَا عَلٰٓی اَنْفُسِكُمْ اَنْ تَاْكُلُوْا مِنْۢ بُيُوْتِكُمْ﴾ اَی بُيوتِ اَولادِكُم ﴿اَوْ بُيُوْتِ اٰبَآئِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اُمَّهٰتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اِخْوَانِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اَخَوٰتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اَعْمَامِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ عَمّٰتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اَخْوَالِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ خٰلٰتِكُمْ اَوْ مَا مَلَكْتُمْ مَّفَاتِحَهٗ﴾ اَی خَزَنتُموهُ لِغَيرِكُم ﴿اَوْ صَدِيْقِكُمْ﴾ وَهو مَن صَدَّقَكُم فی مَوَدَّتِه المعنی يَجوزُ الاكلُ مِن بُيوتِ مَن ذُكِرَ وانْ لَم يَحضُرُوا اَی اِذا عَلِمَ رِضائَهُم بِه ﴿لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَاْكُلُوْا جَمِيْعًا﴾ مُجتَمِعينَ ﴿اَوْ اَشْتَاتًا﴾ مُتَفَرِّقينَ جَمعُ شَتٍّ نَزَلَ فيمَن تَحرجُ اَن يَّاكُلَ وَحدَهُ واِذا لم يَجِد مَنْ يُواكِلُهُ يَترُكُ الاَكلَ ﴿فَاِذَا دَخَلْتُمْ بُيُوْتًا﴾ لَكم لا اَهلَ فيها ﴿فَسَلِّمُوْا عَلٰٓی اَنْفُسِكُمْ﴾ اَی قُولوا السلامُ علينا وعلی عِبادِ اللهِ الصالِحينَ فَاِنَّ المَلائكةَ تَرُدُّ عليكم وان كانَ بِها اَهلٌ فَسَلِّموا عليهِم ﴿تَحِيَّةً﴾ مَصدَرُ حَيّ ﴿مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُبٰرَكَةً طَيِّبَةً﴾ مُثابٌ عليها ﴿كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ﴾ اَی يُفَصِّلُ لكم مَعالِمَ دِينِكم ﴿لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ (۶۱)﴾ لِكی تَفهَموا ذالكَ.

﴿ترجمہ﴾

اے ایمان والو! چاہیے کہ تم سے اذن لیں تمہارے ہاتھ کے مال (یعنی غلام اور باندیاں) اور جو تم میں ابھی جوانی کو نہ پہنچے (آزاد افراد میں سے اس حال میں کہ وہ عورتوں کے معاملات سے واقف ہو چکے ہوں) تین وقت (مرات بمعنی اوقات ہے) نمازِ صبح سے پہلے اور جب تم اپنے کپڑے اتار رکھتے ہو دوپہر کو (یعنی ظہر کے وقت) اور نمازِ عشاء کے بعد، یہ تین وقت تمہاری شرم کے ہیں (ثلث مرفوع ہو تو مبتدا کی خبر ہوگا جس کے بعد مضاف محذوف ہے اور مضاف الیہ اس کے قائم مقام ہے یعنی اصل میں تماھی اوقات ثلث عورات لکم اور اگر

العَوراتِ﴿لَيْسَ عَلَيْكُمْ وَلَا عَلَيْهِمْ ﴾اَي المَماليكِ والصِّبيانِ﴿جُنَاحٌ ﴾فِي الدُّخولِ عليكُم بِغَيرِ اِسْتِيذَانٍ﴿بَعْدَهُنَّ ﴾اَى بَعدَ الْاَوقاتِ الثَّلٰثَةِ هُم ﴿طَوّٰفُوْنَ عَلَيْكُمْ ﴾لِلخِدمةِ﴿بَعْضُكُمْ ﴾طَائِفٌ﴿عَلٰى بَعْضٍ ﴾والجُملةُ مُؤكِّدةٌ لِما قَبلَها﴿كَذٰلِكَ ﴾كَما بَيَّنَ مَا ذُكرَ﴿يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ ﴾اَيِ الْاَحكامَ﴿وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ ﴾بِاُمورِ خَلقِهٖ﴿حَكِيْمٌ (۵۸)﴾بِما دَبَّرَهٗ لهم وآيَةُ الْاِستِيذَانِ قيل مَنسُوخَةٌ وقيلَ لا ولكنْ تَهاوَنَ الناسُ في تَركِ الْاِسْتِيذانِ﴿وَاِذَا بَلَغَ الْاَطْفَالُ مِنْكُمُ ﴾اَيها الاحرارُ﴿الْحُلُمَ فَلْيَسْتَاْذِنُوْا ﴾في جَمِيعِ الْاَوقاتِ ﴿كَمَا اسْتَاْذَنَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ﴾اَيِ الْاَحرارُ الكِبارُ﴿كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ (۵۹) وَالْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَآءِ ﴾قَعَدنَ عَنِ الحَيضِ والوَلَدِ لِكِبَرِهِنَّ﴿الّٰتِيْ لَا يَرْجُوْنَ نِكَاحًا ﴾لِذالكَ﴿فَلَيْسَ عَلَيْهِنَّ جُنَاحٌ اَنْ يَّضَعْنَ ثِيَابَهُنَّ ﴾مِنَ الجِلبَابِ والرِّداءِ والقِناعِ فَوقَ الخِمارِ﴿غَيْرَ مُتَبَرِّجٰتٍ ﴾مُظهِراتٍ﴿بِزِيْنَةٍ ﴾خَفِيَّةٍ كَقِلادَةٍ وَسِوارٍ وَخَلخَالٍ ﴿وَاَنْ يَّسْتَعْفِفْنَ ﴾بِاَنْ لا يَضَعنَها ﴿خَيْرٌ لَّهُنَّ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ ﴾لِقولِكُم ﴿عَلِيْمٌ (۶۰)﴾بِما في قُلوبِكم﴿لَيْسَ عَلَى الْاَعْمٰى حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْاَعْرَجِ حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْمَرِيْضِ حَرَجٌ ﴾في مُواكِلِهٖ مُقابِلِيهِمْ﴿وَّلَا عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ اَنْ تَاْكُلُوْا مِنْۢ بُيُوْتِكُمْ ﴾اَى بُيوتِ اَولادِكُم﴿اَوْ بُيُوْتِ اٰبَآئِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اُمَّهٰتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اِخْوَانِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اَخَوٰتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اَعْمَامِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ عَمّٰتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اَخْوَالِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ خٰلٰتِكُمْ اَوْ مَا مَلَكْتُمْ مَّفَاتِحَهٗ ﴾اَى خَزنتُموهُ لِغَيرِكم﴿اَوْ صَدِيْقِكُمْ ﴾وَهو مَن صَدَّقَكم في مَوَدَّتِهٖ المعنى يَجوزُ الاكلُ مِن بُيوتِ مَن ذُكِرَ وانْ لَم يَحضُروا اَى اِذا عَلِمَ رِضَائَهُم بِهٖ﴿لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَاْكُلُوْا جَمِيْعًا ﴾مُجتَمِعِينَ﴿اَوْ اَشْتَاتًا ﴾مُتَفَرِّقِينَ جَمعُ شَتٍّ نَزَلَ فيمَن تَحرجَ اَن يَّاكُلَ وَحدَهٗ واِذا لم يَجِد مَنْ يُواكِلُهٗ يَترُكُ الاَكلَ ﴿فَاِذَا دَخَلْتُمْ بُيُوْتًا ﴾لَكم لا اَهلَ فيها﴿فَسَلِّمُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ ﴾اَى قُولوا السلامُ علينا وعلى عِبادِ اللهِ الصالِحِينَ فَاِنَّ المَلائكةَ تَرُدُّ عليكم وان كانَ بِها اَهلٌ فَسَلِّموا عليهِمْ﴿تَحِيَّةً ﴾مَصدَرُ حَيَّ﴿مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُبٰرَكَةً طَيِّبَةً ﴾مُثابٌ عليها ﴿كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ ﴾اَى يُفَصِّلُ لكم مَعالِمَ دِينِكم﴿لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ (۶۱) ﴾لِكَي تَفهَموا ذالكَ.

﴿ترجمہ﴾

اے ایمان والو! چاہیے کہ تم سے اذن لیں تمہارے ہاتھ کے مال (یعنی غلام اور باندیاں) اور جو تم میں ابھی جوانی کو نہ پہنچے (آزاد افراد میں سے اس حال میں کہ وہ عورتوں کے معاملات سے واقف ہو چکے ہوں) تین وقت (مرات بمعنی اوقات ہے) نماز صبح سے پہلے اور جب تم اپنے کپڑے اتار رکھتے ہو دوپہر کو (یعنی ظہر کے وقت) اور نماز عشاء کے بعد، یہ تین وقت تمہاری شرم کے ہیں (ثلث مرفوع ہو تو مبتدا کی خبر ہوگا جس کے بعد مضاف محذوف ہے اور مضاف الیہ اس کے قائم مقام ہے یعنی اصل میں تھا ھی اوقات ثلث عورات لکم اور اگر

منصوب ہوتو اس صورت میں اس سے پہلے اوقات منصوب محذوف ہوگا جو محلِ ماقبل سے بدل واقع ہوگا اور مضاف الیہ اس کے قائم مقام ہے، نیز ان اوقات میں کپڑے اتار دینے کی وجہ سے بے پردگی ہوتی ہے) نہیں تم پر نہ ان (غلاموں اور بچوں) پر کچھ گناہ (تمہارے پاس داخل ہونے میں بغیر اجازت کے) ان تین (اوقات) کے بعد (کہ وہ) آمد ورفت رکھتے ہیں......ا......(خدمت کی خاطر) تمہارے یہاں ایک (گروہ) دوسرے کے پاس (یہ جملہ ماقبل جملہ کا مؤکد ہے) یونہی (جس طرح مذکورہ احکام بیان کیئے) اللہ بیان کرتا ہے تمہارے لیے آیتیں (احکام) اور اللہ علم (رکھنے والا ہے اپنی مخلوق کے امور کا) وحکمت والا ہے (اس تدبیر میں جو اپنی مخلوق کے لئے فرماتا ہے، آیتِ استیـــــــذان کے متعلق منقول ہے کہ وہ منسوخ ہے اور ایک قول کے مطابق یہ منسوخ نہیں بلکہ لوگوں نے محض سستی کی وجہ سے اجازت طلب کرنا چھوڑ دیا ہے)۔اور جب تم میں لڑکے جوانی کو پہنچ جائیں (اے آزاد مردو!) تو وہ بھی اذن مانگیں (تمام اوقات میں) جیسے ان کے اگلوں نے اذن مانگا (یعنی بالغ آزاد لوگوں نے) اللہ یونہی بیان فرماتا ہے تم سے اپنی آیتیں، اور اللہ علم وحکمت والا ہے۔اور بوڑھی خانہ نشین عورتیں......۲......(یعنی جن کی عمر کی زیادتی کی وجہ سے نہ تو حیض آئے اور نہ ہی اولاد پیدا ہو) جنہیں نکاح کی آرزو نہیں (اس لئے) ان پر کچھ گناہ نہیں کہ اپنے بالائی کپڑے اتار رکھیں (یعنی برقع، چادر اور اوڑھنی کے اوپر کا نقاب) جب کہ نہ چمکائیں (مُتَبــرِّجٰــت بمعنی مُـظهِرات ہے) سنگھار (جو خفیہ ہو یعنی ہار، کنگن اور پازیب) اور ان سے بھی بچنا (کہ انہیں نہ پہنیں) ان کے لیے اور بہتر ہے، اور اللہ سنتا (ہے ان کے باتوں کو اور) جانتا ہے (جو کچھ ان کے دلوں میں ہے) نہ اندھے پر تنگی اور نہ لنگڑے پر مضائقہ اور نہ بیمار پر روک (اپنے مقابل کے ساتھ باہم ملکر کھانے میں) اور نہ تم میں کسی پر کہ کھاؤ اپنی (اولاد کے) گھر یا اپنے باپ کے گھر یا اپنی ماں کے گھر یا اپنے بھائیوں کے یہاں یا اپنی بہنوں کے گھر یا اپنے چچاؤں کے یہاں یا اپنی پھوپھیوں کے گھر یا اپنے ماموؤں کے یہاں یا اپنی خالاؤں کے گھر یا جہاں کی کنجیاں تمہارے قبضہ میں ہیں......۳......(یعنی تم دوسروں کی خاطر جس مال کو جمع کیے بیٹھے ہو) یا اپنے دوست کے یہاں (کہ جو اپنی دوستی و محبت میں تمہارے لئے مخلص ہو، اور اس سے مراد یہ ہے کہ مذکورہ تمام افراد کے گھروں سے کھانا جائز ہے اگرچہ وہ گھروں میں موجود نہ بھی ہوں یعنی بشرطیکہ یہ معلوم ہو کہ وہ اس پر راضی ہوں گے) تم پر کوئی الزام نہیں کہ مل کر کھاؤ (جـمـيـعـا بمعنی مـجـتـمـعـين ہے) یا الگ الگ (انفرادی طور پر، اشتاتا بمعنی مُتفرِّقِین جمع ہے شتّ کی، یہ آیتِ مبارکہ اس شخص کے متعلق نازل ہوئی جو اکیلے کھانا کھانے میں حرج محسوس کرتا اور اگر کسی کو کھانے میں شریک نہ پاتا تو کھانا ہی نہ کھاتا) پھر جب کسی گھر میں جاؤ (جو تمہارا ہو لیکن وہاں کوئی رہتا نہ ہو) تو اپنوں کو سلام کرو......۴......(یعنی یہ کہو ﴿السـلام علـينا و على عباد الله الصالحين﴾ کیونکہ فرشتے تمہیں جواب دیتے ہیں، اور اگر وہاں رہنے والے کچھ لوگ ہوں تو پھر انہیں سلام کرو) ملتے وقت کی اچھی دعا (تحية مصدر ہے حيی کا) اللہ کے پاس سے مبارک پاکیزہ (کہ جس پر اجر دیا جائے گا) اللہ یونہی بیان فرماتا ہے تم سے آیتیں (یعنی تمہاری خاطر تمہارے دین کے مسائل کو کھول کھول کر بیان کرتا ہے) کہ تمہیں سمجھ ہو۔

﴿ترکیب﴾

﴿يـايهـا الـذيـن امـنوا ليستاذنكم الذين ملكت ايمانكم والذين لم يبلغوا الحلم منكم ثلث مرات من قبل صلوة الفجر وحين تضعون ثيابكم من الظهيرة ومن بعد صلوة العشاء﴾.

يـايها الذين امنوا : نداء، يستاذنكم : فعل ومفعول، الـذيـن ملكت ايمانكم : مفعول صلہ، ملکر معطوف علیہ، و : عاطفہ، الذين : موصول، لم يبلغوا : فعل نفی واؤ ضمیر ذوالحال، منكم : ظرف مستقر حال ملکر فاعل الحكم : مفعول ملکر جملہ فعلیہ ہوکر صلہ ملکر معطوف، ملکر فاعل، ثـلـث مرات : مبدل منہ، مـن قبل صلو ة الـفجر : ظرف مستقر معطوف علیہ، و : عاطفہ، حين : مضاف، تـضـعون ثيابكم من الظهيرة : جملہ فعلیہ مضاف الیہ، ملکر ظرف متعلق بمحذوف معطوف اول، و : عاطفہ، من بعد

صلوۃ العشآء : ظرف مستقر معطوف ثانی، ملکر بدل، ملکر ظرف، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر مقصود بالنداء ملکر جملہ ندائیہ۔

﴿ثلث عورات لکم﴾۔

ثلث عورت لکم : "اوقات" مضاف محذوف کے لیے مضاف الیہ، ملکر "ھی" مبتدا محذوف کے لیے خبر، ملکر جملہ اسمیہ "ای ھی اوقات ثلث عورات لکم"۔

﴿لیس علیکم ولا علیھم جناح بعدھن﴾۔

لیس : فعل ناقص، علیکم : جارمجرور، معطوف علیہ، و : عاطفہ، علیھم : جارمجرور معطوف، ملکر ظرف مستقر خبر مقدم، جناح : موصوف، بعد ھن : ظرف متعلق بمحذوف صفت ملکر اسم مؤخر، ملکر جملہ فعلیہ ماقبل "ثلث عورت" کے لیے صفت واقع ہے۔

﴿طوفون علیکم بعضکم علی بعض کذلک یبین اللہ لکم الایت واللہ علیم حکیم﴾۔

طوّفون علیکم : شبہ جملہ "ھم" مبتدا محذوف کے لیے خبر، ملکر جملہ اسمیہ، بعضکم : مبتدا، علی بعض : ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ اسمیہ، کذلک : ظرف مستقر، "تبیین" مصدر محذوف کے لیے صفت کے لیے صفت، ملکر مفعول مطلق مقدم، یبین اللہ : فعل وفاعل، لکم : ظرف لغو، ظرف لغو، الایت : مفعول ملکر جملہ فعلیہ، و : عاطفہ، اللہ : مبتدا، علیم حکیم : خبران، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿واذا بلغ الاطفال منکم الحلم فلیستاذنوا کما استاذن الذین من قبلھم﴾۔

و : مستانفہ، اذا : ظرفیہ شرطیہ مفعول فیہ مقدم، بلغ : فعل، الاطفال : ذوالحال، منکم : ظرف مستقر حال، ملکر فاعل، الحلم : مفعول، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر شرط، ف : جزائیہ، یستاذنوا : فعل امر با فاعل، کاف : جار، ما : مصدریہ، استاذن الذین من قبلھم : جملہ فعلیہ بتاویل مصدر مجرور ملکر ظرف مستقر "استئذانا" مصدر محذوف کے لیے صفت، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ جزا، ملکر جملہ شرطیہ مستانفہ۔

﴿کذلک یبین اللہ لکم ایتہ واللہ علیم حکیم﴾۔

کذلک : ظرف مستقر "تبیینا" مصدر محذوف کے لیے مفعول مطلق مقدم، یبین اللہ لکم : فعل وفاعل وظرف لغو، ایتہ : مفعول ملکر جملہ فعلیہ، و : عاطفہ، اللہ : مبتدا، علیم حکیم : خبران، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿والقواعد من النساء التی لا یرجون نکاحا فلیس علیھن جناح ان یضعن ثیابھن غیر متبرجت بزینۃ﴾۔

و : مستانفہ، القواعد : ذوالحال، من النسآء : ظرف مستقر حال ملکر موصوف، التی : موصول، لا یرجون نکاحا : جملہ فعلیہ صلہ ملکر صفت، ملکر مبتدا، ف : جزائیہ، لیس : فعل ناقص، علیھن : ظرف مستقر خبر مقدم، جناح : موصوف، ان : مصدریہ، یضعن : فعل، "ھن" ضمیر ذوالحال، غیر متبرجت بزینۃ : حال، ملکر فاعل، ثیابھن : مفعول ملکر جملہ فعلیہ بتاویل مصدر بتقدیر "فی" جارمجرور، ملکر ظرف مستقر صفت، ملکر اسم مؤخر، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿وان یستعففن خیر لھن واللہ سمیع علیم﴾۔

و : عاطفہ، ان یستعففن : جملہ فعلیہ بتاویل مصدر مبتدا، خیر لھن : شبہ جملہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ، و : عاطفہ، اللہ : مبتدا، سمیع علیم : خبران، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿لیس علی الاعمی حرج ولا علی الاعرج حرج ولا .... او ما ملکتم مفاتحہ او صدیقکم﴾۔

لیس : فعل ناقص، علی الاعمی : ظرف مستقر خبر مقدم، حرج : اسم مؤخر، ملکر معطوف علیہ، و : عاطفہ، لا : نافیہ، علی

الاعرج حرج : معطوف اول، و : عاطفہ، لا :نافیہ، علی المریض حرج: معطوف ثانی، و : عاطفہ لا:نافیہ، علی انفسکم : جارمجرورظرف مستقر خبر مقدم، ان : مصدریہ، تاکلوا : فعل بافاعل، من : جار، بیوتکم : معطوف علیہ، او: عاطفہ، بیوت اٰبائکم : معطوف اول، او : عاطفہ، بیوت امھتکم...... الخ : معطوفات، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ بتاویل مصدر اسم مؤخر، ملکر معطوف، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿لیس علیکم جناح ان تاکلوا جمیعا او اشتاتا﴾.

لیس : فعل ناقص، علیکم : ظرف مستقر خبر مقدم، جناح : موصوف، ان : مصدریہ، تاکلوا : فعل واؤضمیر ذوالحال، جمیعا : معطوف علیہ، و : عاطفہ، اشتاتا : معطوف، ملکر حال، ملکر جملہ فعلیہ بتاویل مصدر بتقدیر "فی" جار، ملکر ظرف مستقر صفت، ملکر اسم مؤخر، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿فاذا دخلتم بیوتا فسلموا علی انفسکم تحیۃ من عند اللہ مبرکۃ طیبۃ﴾.

ف: عاطفہ، اذا :ظرفیہ شرطیہ مفعول فیہ مقدم، دخلتم : فعل بافاعل، بیوتا : مفعول، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر شرط، ف :جزائیہ، سلموا : فعل امر بافاعل، علی انفسکم : ظرف لغو، تحیۃ :موصوف، من عند اللہ :ظرف مستقر صفت اوّل، مبارکۃ : صفت ثانی، طیبۃ : صفت ثالث، ملکر مفعول مطلق، ملکر جملہ فعلیہ جزا، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿کذلک یبین اللہ لکم الایت لعلکم تعقلون﴾.

کذلک : ظرف مستقر "تبیین" مصدر محذوف کے لیے صفت، ملکر مفعول مطلق مقدم، یبین اللہ : فعل وفاعل، لام : جار، کم : ضمیر ذوالحال، لعلکم تعقلون : جملہ اسمیہ حال، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، الایت :مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿شان نزول﴾

☆...... یایھا الذین امنوا لیستاذنکم...... ☆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ایک انصاری غلام مدلج بن عمرو کو دوپہر کے وقت حضرت عمر ؓ کے بلانے کے لیے بھیجا، وہ غلام ویسے ہی حضرت عمر ؓ کے مکان میں چلا گیا جبکہ حضرت عمر ؓ بے تکلف اپنے دولت سرائے اقدس میں موجود تھے، غلام کے اچانک چلے آنے سے آپ ؓ کے دل میں خیال ہوا کہ کاش نوکروں کو اجازت لے کر داخل ہونے کا حکم ہوتا اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

☆...... لیس علی الاعمی حرج...... ☆ سعید بن مسیب سے مروی ہے کہ صحابہ کرام نبی کریم ﷺ کے ساتھ جہاد کو جاتے تو اپنے مکانوں کی چابیاں نابینا، بیماروں اور اپاہجوں کو دے جاتے جوان کے اعذار کے باعث جہاد میں نہ جاسکتے اور انہیں اجازت دیتے کہ ان کے مکانوں سے کھانے کی چیزیں لے کر کھائیں مگر وہ لوگ اس کو گوارا نہ کرتے تھے بایں خیال کہ شاید یہ ان کو دل سے پسند نہ ہو ،اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

بے اجازت آرام گاہوں میں داخلے کی ممانعت:

ا...... نماز فجر سے قبل، بعد نماز ظہر اور بعد نماز عشاء، یہ تین اوقات ہیں جن میں نوکروں اور سمجھ دار لڑکوں کو داخلے سے پہلے اجازت لینی ضروری ہے۔ اس کی وجہ یہ ہوسکتی ہے کہ ابتدائے اسلام میں گھر پکے نہیں تھے لہذا دروازے، پردے وغیرہ نہیں ہوتے تھے

،انسان اپنے اوقات میں کسی بھی کیفیت میں ہوسکتا ہے لہذا اجازت لینا ضروری قرار دیا گیا تا کہ بہتری کی صورت رہے لیکن موجودہ دور میں چونکہ مسلمانوں کے رہن سہن میں وسعت پیدا ہوچکی ہے لہذا اجازت لینا واجب تو نہیں رہا لیکن مناسب یہی جانا جاتا ہے کہ کسی کے گھر میں بغیر اجازت داخل نہ ہوا جائے جس کا بیان ہم نے ﴿یاایھا الذین امنوا لا تدخلوا بیوتا غیر بیوتکم حتی تستانسوا وتسلموا علی اھلھا ذلکم خیر لکم لعلکم تذکرون (النور: ۲۷)﴾ میں بیان کردیا ہے۔

بوڑھی عورتوں کے حجاب کے مسائل:

۲......قواعد سے مراد وہ عورتیں ہیں جن کا حیض منقطع ہوچکا، اولاد پیدا کرنے سے عاجز ہوئیں، حسن وجمال نہیں رہا اور شہوت انہیں دیکھ کر نہیں پیدا ہوتی بلکہ لوگ ان کے بڑھاپے کی وجہ سے ان سے دور رہتے ہیں، لہذا ان عورتوں کا حکم دیگر جوان عورتوں سے مختلف ہے۔ یہ بوڑھی عورتیں اگر مردوں کے سامنے اپنے ڈوپٹے اتار ڈالیں تو ان کے لئے کوئی حرج نہیں اور احکامات میں کمی کا یہ بیان خود اللہ رب العالمین نے بیان کیا ہے۔ (الخازن، ج۳، ص ۳۰۵)

ھدایہ میں ہے کہ جس شخص نے کسی (اجنبیہ) سے ہاتھ ملایا جس کی اُسے شرعاً کوئی حاجت نہ تھی کہ (کہ وہ عورت نہ تو اُس کی باندی ہے نہ منکوحہ) قیامت کے روز اُس کے ہاتھ میں دھکتا ہوا انگارہ رکھا جائے گا۔ اور یہ مسئلہ جوان عورت کے بارے میں ہے جسے خواہش ہوا کرتی ہے اور بوڑھی عورت جسے خواہش ختم ہوچکی، اُس سے مصافحہ کرنا اور اُس کے ہاتھ سے ہاتھ مس کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ فتنہ کا خوف ہی نہ رہا۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بعض قبائل کے مرد حضرات ایسے مقام پر داخل ہوئے کہ جن کی خواتین نے انہیں دودھ پلایا تھا، ان حضرات نے ان قبائل کی بوڑھی عورتوں سے مصافحہ کیا۔ (الھدایة، کتاب الکراھیة، ج۷، ص ۱۹۷)

کن لوگوں کے ہاں کھانا کھانے کی اجازت ہے؟

۳......اہل تاویل نے اس آیت کے نزول کے بارے میں اختلاف کیا ہے، بعض کہتے ہیں کہ اس آیت میں مسلمانوں کو اندھوں، لنگڑوں، مریضوں کے ساتھ کھانے کی اجازت دے دی ہے اس لیے کہ لوگ عام طور سے ان کے ساتھ بیٹھ کر ان کے کھانے میں سے کھانا ناپسند کرتے تھے، انہیں اس بات کا خوف ہوتا تھا کہ ساتھ کھانے سے کہیں انہیں بھی ویسا ہی مرض وغیرہ نہ ہوجائے تو اللہ عزوجل نے فرمایا کہ اندھے، لنگڑے اور مریض کے ساتھ کھانے میں کوئی حرج نہیں۔ ضحاک کہتے ہیں اہل مدینہ سید عالم ﷺ کے مدینے آنے سے پہلے اندھوں اور مریضوں سے کتراتے تھے، کہ اندھے بسا اوقات زیادہ کھانا کھاجاتے ہیں اور لنگڑے زیادہ جگہ گھیر لیتے ہیں جس پر اللہ عزوجل نے فرمایا: ''اندھوں، لنگڑوں اور مریضوں کے ساتھ کھانے میں کوئی حرج نہیں۔ قیس بن مسلم کہتے ہیں کہ لوگ اندھے اور لنگڑے کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھانے سے بچتے تھے تو یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا کہ ان کے ساتھ کھانا کھانے میں کوئی حرج نہیں۔

(الطبری، الجزء ۱۸، ص ۱۹۹ وغیرہ)

سلام کو عام کرنے کی بحث:

۴......سید عالم ﷺ کا عمل مبارک یہ تھا کہ جب آپ ﷺ کسی کو خط لکھتے تو ابتداً اپنا اسم گرامی لکھتے، اس کے بعد اگر مکتوب الیہ مسلمان ہوتا تو اسے سلام لکھتے اور اگر وہ مسلمان نہ ہوتا تو یہ لکھتے ''سلام علی من اتبع الھدی'' ہرقل کی طرف بھی ایسے ہی لکھ کر

بھیجا تھا۔ (اشعۃ اللمعات، ج۵، ص ۸۵۲)

☆......نبی پاک ﷺ نے اپنے صحابہ کرام کو سلام کی ترغیب دلائی چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ایک آدمی نے آپ ﷺ سے سوال کیا: ﴿أَيُّ الْإِسْلَامِ خَيْرٌ﴾ یعنی اسلام کی کون سی حالت بہتر ہے؟ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ﴿تُطْعِمُ الطَّعَامَ وَتَقْرَأُ السَّلَامَ عَلَى مَنْ عَرَفْتَ وَمَنْ لَمْ تَعْرِفْ﴾ یعنی کھانا کھلاؤ اور سلام کرو چاہے تم اسے جانتے ہو یا نہ جانتے ہو۔

(صحیح بخاری، کتاب الایمان، باب افشاء الاسلام من السلام، رقم:۲۸، ص۸)

☆......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ عزوجل نے حضرت آدم علیہ السلام کو ساٹھ گز لمبا پیدا کیا۔ جب پیدا کر چکا فرمایا جاؤ جماعت کو سلام کہو۔ یہ فرشتوں کی ایک جماعت تھی جو بیٹھی ہوئی تھی اور سنو وہ تمہیں کس طرح سلام کرتے ہیں، وہ تیرا اور تیری اولاد کا سلام ہوگا۔ آپ علیہ السلام گئے فرمایا السلام علیکم، اس جماعت نے جواب دیا السلام علیک ورحمة الله۔ فرمایا فرشتوں نے رحمة الله کے لفظ کا اضافہ کر دیا۔ (صحیح مسلم، کتاب الجنة وصفة نعیمها واهلها، باب یدخل الجنة اقوام، رقم:۷۰۷۵/۲۸۴۱، ص ۱۳۹۵)

اغراض: وعرفوا امر النساء: مراد یہ ہے کہ بچہ جب عورتوں وغیرہ کے معاملات سمجھنے لگے تو اوقات مذکورہ میں اسے آنے جانے کی اجازت لینی چاہیے۔

ای هی اوقات: اصل یہ ہے کہ تین قسم کے اوقات کو عورت کہا گیا ہے جن میں آنے جانے کے اعتبار سے احتیاط (خاص طور پر) کرنی چاہیے، مضاف حذف کر کے اس کی جگہ مضاف الیہ رکھ دیا گیا۔

والجملة مؤكدة لما قبلها: ایک قول کے مطابق تاکید نہیں بیان ہوئی جس کی وجہ یہ ہے کہ بچے، غلام، باندیاں خدمت کے لئے آتے جاتے ہیں اور تم بھی انہیں خدمت کے لئے طلب کرتے ہو، لہذا ان کے لئے مذکورہ اوقات میں طلب اجازت مان لی جائے تو تم پر تمہارے معاملے دشوار ہو جائیں گے۔

ولكن تهاون الناس فی ترک الاستئذان: ان اوقات میں کثرت سے پردے وغیرہ کے معاملات ہوتے ہیں، پس مناسب یہی ہے کہ بچے، غلام، باندی کے لئے اجازت لینے کی تعلیم دی جائے تاکہ اخلاق جمیلہ کا اہتمام ہو سکے۔

من الجلباب: یعنی وہ چادر نما کپڑا جو اوپر سے عورت کے ظاہری جسم کو چھپا دیتا ہے۔

والقناع: وہ کپڑا جو ڈوپٹے کے اوپر پہنا جاتا ہے جس سے چہرہ و گردن چھپائی جا سکے۔

بان لا یضعنها: تاکہ چہرے اور ہاتھ چھپنے کی وجہ سے امن میں رہیں۔ وهو من صدقكم في مودته: یعنی جو تمہاری محبت میں خالص ہو۔

ای اذا علم رضاهم به: یہ علماء کے دو اقوال میں سے ایک قول ہے، کہا جاتا ہے کہ جن گھروں کا ذکر کر دیا ان میں کھانا کھانے میں کوئی حرج نہیں، اگرچہ تمہیں ان کی رضامندی کا علم نہ ہی ہو، اس لئے کہ قرابت داری رحمدلی اور فیاضی کا تقاضا کرتی ہے، اگر کوئی یہ کہے کہ کھانا کھانے کی شرط کو رضامندی کے ساتھ مشروط کیا گیا ہے، پس اس صورت میں رشتے دار و اجنبی سب میں کوئی فرق نہیں رہے گا یعنی جس کے کھانے سے انسان راضی ہو اس کا کھانا جائز قرار پائے؟ میں (علامہ صاوی) اس کا جواب یہ دوں گا کہ مراد ادنی درجے کا قرینہ بیان کرنا مقصود ہے، یعنی رشتے دار ظاہری حال چال سے رضا کا اندازہ کر لے جب کہ غیر شخص خاص اجازت و قرینے کا لحاظ کرے کہ کھانا کھانے سے مد مقابل کو کوئی تکلیف تو نہیں پہنچے گی۔ (الصاوی، ج٤، ص ١٩٦ وغیرہ)

رکوع نمبر: ۱۵

﴿اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاِذَا كَانُوْا مَعَهٗ ﴾اَیِ الرَّسولِ﴿عَلٰٓى اَمْرٍ جَامِعٍ ﴾كَخُطبَةِ الجُمُعَةِ﴿لَّمْ يَذْهَبُوْا ﴾لِعُروضِ عُذرٍ لهم﴿حَتّٰى يَسْتَاْذِنُوْهُ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَاْذِنُوْنَكَ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ۚ فَاِذَا اسْتَاْذَنُوْكَ لِبَعْضِ شَاْنِهِمْ ﴾اَمرِهم﴿فَاْذَنْ لِّمَنْ شِئْتَ مِنْهُمْ ﴾بالانصِرافِ﴿وَاسْتَغْفِرْ لَهُمُ اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۶۲﴾ لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا ؕ ﴾بِاَن تقولوا يَامحمد بل قولوا يا نَبِیَّ اللهِ يا رسولَ اللهِ فی لينٍ وتَواضعٍ وخفضِ صوتٍ﴿قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ يَتَسَلَّلُوْنَ مِنْكُمْ لِوَاذًا ۚ ﴾اَی يَخرُجونَ مِنَ المسجدِ فِی الخُطبَةِ مِن غيرِ اِستِيذانٍ خُفيَةً مُستَتِرِينَ بِشیءٍ وَقَدْ لِلتَّحقِيقِ﴿فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖٓ ﴾اَیِ اللهِ ورَسولِه﴿اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ ﴾بَلاءٌ﴿اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۶۳﴾ ﴾فِی الاٰخرةِ﴿اَلَآ اِنَّ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ﴾مِلكا وخَلقا وعَبِيدا﴿قَدْ يَعْلَمُ مَآ اَنْتُمْ ﴾اَيها المُكَلَّفونَ﴿عَلَيْهِ ؕ ﴾مِنَ الايمانِ والنِّفاقِ﴿وَ﴾يَعلمُ﴿يَوْمَ يُرْجَعُوْنَ اِلَيْهِ ﴾فيه اِلتِفاتٌ عنِ الخِطابِ اَی مَتی يكونُ﴿فَيُنَبِّئُهُمْ ﴾فيه﴿بِمَا عَمِلُوْا ؕ ﴾مِنَ الخيرِ والشَّرِّ﴿وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ ﴾مِن اَعمالِهم وَغَيرِها﴿عَلِيْمٌ ﴿۶۴﴾ ﴾.

﴿ترجمہ﴾

ایمان والے تو وہی ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر یقین لائے اور جب رسول کے پاس کسی ایسے کام میں حاضر ہوئے ہوں جس کے لیے جمع کیے گئے ہوں ......۱...... (مثلاً نمازِ جمعہ کے خطبہ کے لئے) تو نہ جائیں (کسی عذر کے لاحق ہونے کے باوجود) جب تک ان سے اجازت نہ لے لیں، وہ جو تم سے اجازت مانگتے ہیں وہی ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاتے ہیں پھر جب وہ تم سے اجازت مانگیں اپنے کسی کام کے لیے (شأنهم بمعنی امرهم ہے) تو ان میں جسے تم چاہو اجازت دے دو (جانے کی) اور ان کے لیے اللہ سے معافی مانگو......۲...... بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ رسول کے پکارنے کو آپس میں ایسا نہ ٹھہرا لو جیسا تم میں ایک دوسرے کو پکارتا ہے......۳...... (یعنی اس طرح کہو یامحمد، بلکہ یانبی اللّٰہ! یارسول اللّٰہ! کہا کرو اور وہ بھی بڑی دھیمی آواز میں نرمی اور عاجزی وانکساری سے) بیشک اللہ جانتا ہے جو تم میں چپکے نکل جاتے ہیں کسی چیز کی آڑ لے کر (یعنی جو لوگ دورانِ خطبہ بغیر اجازت طلب کیے چھپ کر کسی چیز کی آڑ لیتے ہوئے مسجد سے باہر نکل جاتے ہیں، قد یعلم سے پہلے قد تحقیق کے لئے ہے) تو ڈریں وہ جو رسول (یا اللہ تعالیٰ) کے حکم کے خلاف کرتے ہیں کہ انہیں کوئی فتنہ (یعنی آزمائش) پہنچے یا ان پر دردناک عذاب پڑے (آخرت میں) سن لو بیشک اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے (ملکیت کے اعتبار سے، مخلوق ہونے کے اعتبار سے اور مملوک ہونے کے اعتبار سے) بیشک وہ جانتا ہے جس حال (یعنی ایمان ونفاق) پر تم ہو (اے مکلفین) اور (وہ جانتا ہے) اس دن کو جس میں اس کی طرف پھیرے جائیں گے (یرجعون میں حاضر سے غائب کے صیغے کی طرف التفات ہے یعنی جب بھی وہ دن ہوگا) تو وہ انہیں بتا دے گا (اس دن) جو کچھ انہوں نے کیا (خیر وشر میں سے) اور اللہ سب کچھ (خواہ وہ تمہارے اعمال ہوں یا کچھ اور) جانتا ہے۔

﴿ترکیب﴾

﴿انما المومنون الذین امنوا باللہ ورسولہ واذا کانوا معہ علی امر جامع لم یذھبوا حتی یستاذنوہ﴾.
انما: حرف مشبہ و ماکافہ، المومنون: مبتدا، الذین: موصول، امنوا باللہ ورسولہ : جملہ فعلیہ صلہ، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، اذا: ظرفیہ شرطیہ، کانوا: فعل ناقص وضمیر ذوالحال، علی امر جامع: ظرف مستقر حال، ملکر اسم، معہ: ظرف متعلق بمحذوف خبر، ملکر جملہ ہو کر شرط، لم یذھبوا: فعل نفی با فاعل، حتی: جار، یستاذنوہ : جملہ فعلیہ بتقدیر "ان" مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جزا، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿ان الذین یستاذنونک اولئک الذین یومنون باللہ ورسولہ﴾.
ان: حرف مشبہ، الذین یستاذنونک: موصول صلہ، ملکر اسم، اولئک: مبتدا، الذین یومنون باللہ ورسولہ: موصول صلہ ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿فاذا استاذنوک لبعض شانھم فاذن لمن شئت منھم واستغفر لھم اللہ ان اللہ غفور رحیم﴾.
ف: عاطفہ، اذا: ظرفیہ شرطیہ مفعول فیہ مقدم، استاذنوک: فعل با فاعل ومفعول، لبعض شانھم: ظرف لغو، ملکر جملہ شرط، ف: جزائیہ، اذن: فعل امر با فاعل، لمن شئت منھم: ظرف لغو، ملکر معطوف علیہ، و: عاطفہ، استغفر لھم اللہ : فعل امر با فاعل وظرف لغو و مفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر جواب شرط، ملکر جملہ شرطیہ، ان اللہ غفور رحیم: جملہ اسمیہ تعلیلیہ۔

﴿لا تجعلوا دعاء الرسول بینکم کدعاء بعضکم بعضا﴾.
لا تجعلوا: فعل نہی وضمیر ذوالحال، دعاء الرسول: مفعول، بینکم: ظرف متعلق بمحذوف حال، ملکر فاعل، ک: بمعنی مثل مضاف، دعاء: مصدر مضاف، بعضکم: مضاف الیہ فاعل، بعضا: مفعول، ملکر شبہ جملہ ہو کر مضاف الیہ، ملکر مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿قد یعلم اللہ الذین یتسللون منکم لواذا﴾.
قد: بمعنی ربما لتکثیر، یعلم اللہ: فعل با فاعل، الذین: موصول، یتسللون: فعل وضمیر ذوالحال، لواذا: حال، ملکر فاعل، منکم: ظرف لغو، ملکر صلہ، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿فلیحذر الذین یخالفون عن امرہ ان تصیبھم فتنۃ او یصیبھم عذاب الیم﴾.
ف: فصیحہ، لیحذر: فعل امر، الذین: موصول، یخالفون عن امرہ: جملہ فعلیہ صلہ، ملکر فاعل، ان: مصدریہ، تصیبھم فتنۃ: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، او: عاطفہ، یصیبھم عذاب الیم: جملہ فعلیہ معطوف، ملکر بتاویل مصدر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ شرط محذوف "اذا کان الامر کذلک" کی جزا، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿الا ان للہ ما فی السموت والارض قد یعلم ما انتم علیہ ویوم یرجعون الیہ فینبئھم بما عملوا﴾.
الا: حرف تنبیہ، ان: حرف مشبہ، للہ: ظرف مستقر خبر مقدم، ما فی السموت والارض: موصول صلہ، ملکر اسم مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ، قد: برائے تکثیر، یعلم: فعل با فاعل، ما انتم علیہ: موصول صلہ ملکر معطوف علیہ، و: عاطفہ، یوم: مضاف، یرجعون الیہ: جملہ فعلیہ مضاف الیہ، ملکر معطوف، ملکر مفعول، ملکر معطوف علیہ، ف: عاطفہ، ینبئھم: فعل با فاعل ومفعول، بما عملوا: ظرف لغو، ملکر معطوف، ملکر جملہ معطوف۔

﴿واللہ بکل شیء علیم﴾. اس کی ترکیب ماقبل گزر چکی ہے۔

﴿شان نزول﴾

☆...... قد یعلم اللہ الذین ...... ☆ منافقین پر روز جمعہ سید عالم ﷺ کا خطبہ سننا گراں ہوتا تھا تو وہ چپکے چپکے آہستہ آہستہ صحابہ کرام

کی آڑ لے کر سرک جاتے تھے، اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

﴿تشریح توضیح و اغراض﴾

امر جامع سے مراد کیا ہے؟

لے.....ابن وہب اور ابن زید سے روایت ہے کہ امر جامع سے مراد وہ اوقات ہیں جو جمعہ اور جنگ (نماز با جماعت، مشورہ، عیدین) وغیرہ کی اجتماعیت سے متعلق ہوتے ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ جمعہ امر جامع ہے، کسی کے لئے جائز نہیں کہ امام کے منبر پر ہوتے ہوئے باہر چلا جائے بلکہ حاکم وقت کی اجازت سے باہر جائے ورنہ نہ جائے، اور اگر اس سے اجازت لینے، ملنے کا موقع نہ ملے تو پھر عذر شدید کی وجہ سے باہر نکلنے کی اجازت ہوگی۔

اللہ ﷻ نے اس مقام پر یوں فرمایا کہ اے محبوب! جو تیری بارگاہ سے جانا چاہیں انہیں چاہیے کہ وہ تجھ سے اجازت ضرور لیں، ان کے لیے اللہ ﷻ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرنا ضروری ہے اور تیری جانب دی ہوئی کتاب کی تصدیق کرنا بھی ضروری امر ہے۔ جو ایسا نہ کریں گویا وہ اللہ اور اس کے رسول کے فرمانبردار بندے نہیں ہیں۔ (الطبری، الجزء ۱۸، ص ص ۲۰۹)

امت پر نبی کی شفقت کا بیان:

لے.....اللہ ﷻ نے اپنے نبی کو امت کے لیے شفیق بنایا ہے اسی لئے فرمایا ﴿فاذن لمن شئت منهم واستغفر لهم (النور:٦٢)﴾ یعنی اللہ ﷻ نے فیصلہ سید عالم ﷺ کی طرف چھوڑ دیا۔ جس کے ساتھ جیسا چاہے سلوک فرمائیں۔ اس آیت سے یہ بھی پتہ چلا کہ بعض احکامات سید عالم ﷺ کے حکم سے صادر ہوتے ہیں۔ بعض اصولی نے اس سے یہ بھی دلیل حاصل کی ہے کہ مجتہد کو مختلف احکامات میں فیصلہ کا اختیار ہوتا ہے یعنی مجتہد کو اپنی مرضی سے درست فیصلہ کرنے کی اجازت ہے، لیکن بعض نے اس میں اختلاف بھی کیا ہے۔ موسیٰ بن عمران اس بارے میں نبی کے لیے مطلق جواز کے قائل ہیں جب کہ علماء و تیرہ کے بارے میں اختلاف ہے، ابو علی جبائی کے ایک قول کے مطابق نبی کے لئے مطلق جواز کا قول ہے، امام شافعی نے "الرسالۃ" میں جواز و عدم جواز کے اقوال موجود ہیں اور باقی اہل علم عدم جواز کے قائل ہیں۔ (روح المعانی، الجزء الثامن عشر، ص ٥٦٢)

مسلمان پر لازم ہے کہ وہ صحیح العقیدہ عالم باعمل متبع شریعت کے ہاتھ پر بیعت کرے کیونکہ نبی پاک ﷺ کا فرمان ہے: "علماء انبیاء کے وارث ہیں"۔ (صحیح البخاری، کتاب العلم، باب:العلم قبل القول والعمل، رقم:٦٨، ص١٦)

امت کے لئے استغفار کرنے کا حکم خود اللہ ﷻ نے اپنے حبیب کو دیا ہے، یعنی اے محبوب! جو تیرے پیروکار ہیں وہ محروم نہ رہیں، بلکہ تیری دعاؤں سے برکتیں حاصل کرتے رہیں۔ انعام و اکرام انہیں ملتا رہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی پاک ﷺ مدینہ یا مکہ کے کسی باغ سے گزرے، آپ ﷺ نے وہاں دو ایسے انسانوں کی آوازیں سنیں جن کو قبروں میں عذاب دیا جا رہا تھا، آپ ﷺ نے فرمایا: "ان کو قبروں میں عذاب ہو رہا ہے، اور کسی ایسی وجہ سے عذاب نہیں ہو رہا جس سے بچنا دشوار ہو، پھر فرمایا، کیوں نہیں! ان میں سے ایک پیشاب کے چھینٹوں سے نہیں بچتا تھا اور دوسرا چغل خور تھا"، پھر آپ ﷺ نے درخت کی ایک شاخ منگوائی اور اس کے دو ٹکڑے کئے، اور ہر قبر پر ایک ٹکڑا رکھ دیا، آپ ﷺ سے عرض کی گئی ایسا کیوں کیا تو ارشاد فرمایا: "جب تک شاخیں تر رہیں گی ان

کے عذاب میں تخفیف ہوتی رہے گی"۔ (صحیح البخاری، کتاب الوضوء، باب:من الکبائر ان لا یستتر، رقم: ۲۱۶، ص ۴۱)

نبی کی پکار کا بیان:

سوال......اس بارے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی دو اقوال ہیں ایک یہ کہ رسول اللہ ﷺ کی دعائے ضرر سے بچو، جب وہ تمہیں بلائیں آجاؤ، کہ رسول کا بلانا تمہارے بلانے جیسا نہیں ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو نام لے کر نہ پکارو یعنی انہیں یا محمد نہ کہو، جیسا کہ تم ایک دوسرے کو پکارتے ہو۔ بلکہ جب بھی انہیں پکارنا ہو القاب و آداب کو ملحوظ خاطر رکھ کر پکارا کرو، یعنی یا نبی اللہ، یا رسول اللہ، نرم لہجے میں کہا کرو۔ (الخازن، ج۳، ص ۳۰۷)

اغراض: کخطبة الجمعة: کسی عذر یا جنگ وغیرہ کی وجہ سے جمعہ کے خطبے سے لوٹ کر جانا مراد ہے، سید عالم ﷺ جب خطبے کے لئے منبر پر جلوہ فرماتے اور کسی کو حاجت یا عذر کی وجہ سے جانا ہوتا تو پہلے اجازت طلب کرتا پس جسے چاہتے اجازت مرحمت فرماتے۔

وخفض صوت: بارگاہ مصطفیٰ میں ادب ملحوظ رکھا جائے، اللہ عزوجل کا فرمان ہے ﴿یایها الذین امنوا لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی ولا تجهروا له بالقول کجهر بعضکم لبعض ان تحبط اعمالکم وانتم لا تشعرون (الحجرات:۲)﴾ اور یہ جملہ شریعت اسلامیہ میں پایا گیا ہے، پس مناسب ہے کہ شاگرد اپنے استاد کا ادب بجالائے، کہ حصول فتح و کامیابی میں استاد کے ادب کا پایا جانا نمایاں اہمیت کا حامل ہے۔

فکیف نامر بعبادتنا: یعنی خاص ہماری (بتوں کی) بندگی کرنا، پس ہم نے انہیں نہیں گمراہ کیا۔ (الصاوی، ج۴، ص ۱۹۹ وغیرہ)

ایک اہم بات

صلوا علی الحبیب: صلی اللہ علی محمد

عبادات کے معاملے میں امام اعظم کے قول پر فتوی ہوگا!

پہلا قاعدہ......برہان الدین ابراہیم حلبی علیہ رحمۃ اللہ القوی نے شرح المنیة کی فصل التیمم میں ذکر کیا ہے، آپ علیہ الرحمۃ نے فرمایا: "امام اعظم علیہ رحمۃ اللہ الاکرم کیسے دقیق النظر اور صاحب الرائے تھے، یہی وجہ ہے کہ عبادات میں علماء نے مطلقا امام اعظم علیہ رحمۃ اللہ الاکرم کے قول پر فتوی دیا جاتا ہے (۱)۔ مختلف کتب کے تتبع سے یہی بات ظاہر ہوتی ہے، جب کہ ان سے کوئی ایسی روایت منقول نہ ہو جو مخالف کے قول کی مثل ہو جیسا کہ مستعمل پانی کی طہارت، اور نبیذ تمر کے سوا دوسرا پانی موجود نہ ہونے کی صورت میں فقط تیمم کرنے کے مسئلہ میں ہے۔

ضمنی فوائد

(۱) اسی طرح کنویں کے مسائل کے حوالے سے امام اعظم علیہ رحمۃ اللہ الاکرم ہی کے قول پر اعتماد ہے، کہ عبادات کے معاملے میں امام اعظم علیہ رحمۃ اللہ الاکرم کے قول ہی کو ترجیح ہوتی ہے۔ ھدایة میں ہے: ومسائل الآبار مبنیة علی اتباع الآثار دون القیاس فان وقعت فیها بعرة او بعرتان من بعر الابل او الغنم: لم تفسد الماء استحسانا، والقیاس: ان تفسده، لوقوع النجاسة فی الماء القلیل وجه الاستحسان: ان آبار الفلوات لیست لها رؤوس حاجزة، والمواشی تبعر حولها، فتلقیها الریح فیها، فجعل القلیل عفوا للضرورة، ولا ضرورة فی کثیر، وهو مایستکثره الناظر الیه فی المروی عن ابی حنیفة علیه الرحمة، وعلیه الاعتماد۔ (الهدایة مع بدایة المبتدی، کتاب الطهارة، باب الماء الذی یجوز به الوضوء ومالا یجوز، ج۱، ص ۶۶)

سورة الفرقان مكية الا الايات ۶۸، ۶۹، ۷۰ فمدنی و اياتها ۷۷ آية

(سورۃ الفرقان مکی ہے، سوائے آیت نمبر ۶۸، ۶۹ کے کہ یہ مدنی ہیں، اس میں کل ۷۷ آیات ہیں)

تعارف

اس سورۃ میں چھ رکوع، ۸۹۲ کلمات، ۳۷۰۳ حروف ہیں۔ ابتدائی مضامین میں سورۃ کا ماحصل بیان کر دیا گیا، قرآن، رسالت اور توحید کے جامع احکامات اور بعد میں ہر ایک موضوع پر مشرکین کے جو اعتراضات وشبہات تھے ان کو ذکر کیا اور اپنے مؤثر انداز بیان اور مخصوص طرز خطاب سے ان کے جوابات دیئے اور ان کے شکوک کا ازالہ کیا، ساری سورۃ میں غور فرمانے سے ضمنی مسائل کے علاوہ یہی تین بنیادی چیزیں نظر آتی ہیں۔ دیگر ضمنی مسائل میں چند بنیادی موضوعات یہ ہیں کہ قرب قیامت میں آسمان کے پھٹنے اور نزول ملائکہ ہونے کا بیان، سابقہ قوموں کی ہٹ دھرمی اور ان کے عذاب کا بیان، خرچ کرنے کے معاملے میں میانہ روی کا درس، کاملین کی دعاؤں پر بشارتوں کا بیان خصوصاً دعائے ماثور "ربنا هب لنا من ازواجنا و ذريتنا قرة اعين واجعلنا للمتقين اماما" یعنی اے ہمارے رب! ہمیں دے ہماری بیبیوں اور ہماری اولاد سے آنکھوں کی ٹھنڈک اور ہمیں پرہیزگاروں کا پیشوا بنا دے۔

رکوع نمبر: ۱۶

بسم الله الرحمن الرحيم اللہ کے نام سے شروع جو بڑا مہربان رحم والا

﴿تَبٰرَكَ ﴾تعالى ﴿الَّذِىْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ ﴾القرانَ لِاَنَّهٗ فَرَّقَ بينَ الحقِ والباطلِ ﴿عَلٰى عَبْدِهٖ ﴾محمدٍ ﴿لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ ﴾اى الإنسِ والجنِّ دُونَ المَلائكةِ ﴿نَذِيْرًا(۱) ﴾مُخوِّفا مِن عَذَابِ اللهِ ﴿الَّذِىْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ يَكُنْ لَّهٗ شَرِيْكٌ فِى الْمُلْكِ وَخَلَقَ كُلَّ شَىْءٍ ﴾مِن شانهِ اَنْ يُّخلَقَ ﴿فَقَدَّرَهٗ تَقْدِيْرًا(۲) ﴾سَوَّاهُ تَسوِيةً ﴿وَاتَّخَذُوْا ﴾اى الكُفارُ ﴿مِنْ دُوْنِهٖٓ ﴾اى الله، مِن غيرِه ﴿اٰلِهَةً ﴾هى الاصنامُ ﴿لَّا يَخْلُقُوْنَ شَيْــًٔا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ وَلَا يَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ ضَرًّا ﴾اى دَفعَهٗ ﴿وَّلَا نَفْعًا ﴾اى جَرَّهٗ ﴿وَّلَا يَمْلِكُوْنَ مَوْتًا وَّلَا حَيٰوةً ﴾اى اِماتَةَ لِاَحدٍ واِحياءَ لِاَحدٍ ﴿وَّلَا نُشُوْرًا(۳) ﴾اى بَعثا لِلاموات ﴿وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ ﴾اى ما القرآن ﴿اِلَّآ اِفْكُ ﴾كِذْبٌ ﴿افْتَرٰىهُ ﴾مُحمدٌ ﴿وَاَعَانَهٗ عَلَيْهِ قَوْمٌ اٰخَرُوْنَ ﴾وَهم مِن اهلِ الكِتابِ قال تعالى ﴿فَقَدْ جَآءُوْ ظُلْمًا وَّزُوْرًا(۴) ﴾كُفرا وكِذبا اى بهما ﴿وَقَالُوْٓا ﴾ايضا هو ﴿اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴾اكاذيبُهم جمعُ اُسطُورةٍ بالضمّ ﴿اكْتَتَبَهَا ﴾اِنتَسخَها مِن ذالكَ القومِ بغيرِه ﴿فَهِىَ تُمْلٰى ﴾تُقرأ ﴿عَلَيْهِ ﴾لِيَحفَظَها ﴿بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا(۵) ﴾غُدوةً و عَشِيًّا قال تعالى رَدًّا عليهم ﴿قُلْ اَنْزَلَهُ الَّذِىْ يَعْلَمُ السِّرَّ فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ اِنَّهٗ كَانَ غَفُوْرًا ﴾لِلمؤمنين ﴿رَّحِيْمًا(۶) ﴾بِهِم ﴿وَقَالُوْا مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ يَاْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِىْ فِى الْاَسْوَاقِ ؕ لَوْلَآ ﴾هلّا ﴿اُنْزِلَ اِلَيْهِ مَلَكٌ فَيَكُوْنَ مَعَهٗ نَذِيْرًا(۷) ﴾يُصدِّقُهٗ ﴿اَوْ يُلْقٰٓى اِلَيْهِ كَنْزٌ ﴾مِنَ السماءِ يُنفِقُهٗ ولا يَحتاجُ الى المَشىِ فى الْاسواقِ لِطلبِ المعاشِ ﴿اَوْ تَكُوْنُ لَهٗ جَنَّةٌ ﴾بُستانٌ ﴿يَّاْكُلُ مِنْهَا ؕ ﴾اى مِنْ ثِمارِها فَيكتَفِى بها وفى قِرائةٍ تاكلُ بالنون اى نَحنُ فَيكونُ لهٗ مَزِيَّةٌ علينا بها ﴿وَقَالَ الظّٰلِمُوْنَ ﴾اى الكافِرونَ لِلمومنينَ ﴿اِنْ ﴾مَا ﴿تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا

رَجُلًا مَّسْحُوْرًا (۸) ﴾مَخدوعا مَغلوبا علی عَقلِه قال تعالی ﴿اُنْظُرْ كَيْفَ ضَرَبُوْا لَكَ الْاَمْثَالَ ﴾بِالمَسحُورِ والمُحتاجِ الی مَا یُنفِقُهُ والی مَلَکٍ یَقومُ معهٗ بِالاَمرِ ﴿فَضَلُّوْا ﴾بِذالک عَنِ الهُدیٰ ﴿فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ سَبِيْلًا (۹) ﴾طَریقا الیهِ.

﴿ترجمہ﴾

بڑی برکت والا ہے وہ (بزرگ وبرتر) کہ جس نے اتارا فرقان ــــ۱ــــ (یعنی قرآن کریم، اور اسے فرقان اس لئے کہا گیا ہے کہ اس نے حق اور باطل کے درمیان فرق کردیا) اپنے بندے (حضرت سیدنا محمد ﷺ) پر جو سارے جہان کو (یعنی فرشتوں کے علاوہ بقیہ تمام جن وانس کو ــــ۲ــــ) ڈرسنانے والا ہو (یعنی اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرانے والا ہو) وہ جس کے لیے ہے آسمانوں اور زمین کی بادشاہت اور اس نے نہ اختیار فرمایا بچہ اور اس کی سلطنت میں کوئی ساجھی نہیں اس نے ہر چیز پیدا کرکے (کہ جس کی شان مخلوق ہونا ہے) ٹھیک اندازہ پر رکھی (قدَّرہ تقدیرًا بمعنی سَوَّاہ تسویۃ ہے) اور لوگوں نے ٹھہرا لیے (یعنی کفار نے) اس کے سوا اور (یعنی اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر دوسروں کو) خدا (یعنی بتوں کو) کہ وہ کچھ نہیں بناتے اور خود پیدا کیے گئے ہیں اور خود اپنی جانوں کے برے (یعنی خود سے برائی دور کرنے کے اور) بھلے (یعنی خود کو نفع پہنچانے) کے مالک نہیں اور نہ مرنے کا اختیار نہ جینے کا (یعنی کسی کو نہ تو موت دے سکتے ہیں اور کسی کو زندگی عطا کرسکتے ہیں) نہ اٹھنے کا (یعنی بعث بعد الموت کا ــــ۳ــــ) اور کافر بولے یہ تو (یعنی قرآن کریم) نہیں مگر ایک بہتان (جھوٹ) جو انہوں نے بنالیا ہے (یعنی حضرت سیدنا محمد ﷺ نے) اور اس پر اور لوگوں نے انہیں مدد دی ہے (یعنی اہل کتاب نے، تو اللہ ﷻ نے ان کے جواب میں ارشاد فرمایا) بیشک وہ ظلم اور جھوٹ پر آئے (ظلمًا وَّ زورًا بمعنی کفرًا وَّ کذبًا ہے یعنی ان دونوں کے مرتکب ہوئے) اور بولے (کافر یہ بھی کہ یہ تو) اگلوں کی کہانیاں ہیں (یعنی ان کی جھوٹی باتیں ہیں، اساطیر جمع ہے اُسطُورۃ کی) جو انہوں نے لکھ لی ہیں (یعنی کسی دوسرے کی مدد سے انہوں نے اس قوم سے نقل کرکے لکھ لی ہیں) تو وہ پڑھی جاتی ہیں (تملی بمعنی تقرأ ہے) ان پر (تاکہ وہ یاد کرلیں) صبح وشام (بکرۃ و اصیلا بمعنی غدوۃ و عشیا ہے، پس اللہ تعالیٰ نے کافروں کی ان باتوں کا رد کرتے ہوئے ارشاد فرمایا) تم فرماؤ! اسے تو اس نے اتارا ہے جو آسمانوں اور زمین کی ہر (مخفی و پوشیدہ) بات جانتا ہے، بیشک وہ بخشنے والا (ہے مؤمنین کو اور) مہربان ہے (ان پر) اور بولے اس رسول کو کیا ہوا کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں چلتا ہے ــــ۴ــــ کیوں نہ (لولا بمعنی ھلا ہے) اتارا گیا ان کے ساتھ کوئی فرشتہ کہ ان کے ساتھ ڈرسناتا (یعنی تصدیق کرتا) یا انہیں کوئی خزانہ مل جاتا غیب سے (یعنی آسمان سے، اور وہ اسے خرچ کرتے رہتے اور طلبِ معاش کی خاطر انہیں بازاروں میں پھرنے کی کوئی حاجت وضرورت نہ رہتی) یا ان کا کوئی باغ ہوتا (جنۃ بمعنی بُستان ہے) جس میں سے کھاتے (یعنی اس کے پھل، تو وہی انہیں کافی ہوتا، ایک قرأت میں یاکل کی بجائے ناکل ہے یعنی ہم اسے کھاتے تو انہیں ہم پر اس باغ کی وجہ سے فضیلت حاصل ہوتی) اور ظالم بولے (یعنی کافر مؤمنین سے کہ) تم تو پیروی نہیں کرتے مگر ایک ایسے مرد کی جس پر جادو ہوا (یعنی وہ فریب خوردہ ہوا اور اس کی عقل بھی مغلوب ہو، پس اللہ ﷻ نے ارشاد فرمایا) اے محبوب! دیکھو کیسی کہاوتیں تمہارے لیے بنارہے ہیں (یعنی سحر زدہ ہونے کی اور خرچے کا اور ایک ایسے فرشتے کا محتاج ہونے کی کہانیاں بنارہے ہیں کہ جو آپ کے ساتھ مل کر فریضہ سرانجام دے) تو گمراہ ہوئے (ان باتوں کے سبب راہِ ہدایت سے) کہ اب کوئی راہ نہیں پاتے (یعنی ہدایت کا کوئی راستہ)۔

﴿ترکیب﴾

﴿تبرک الذی نزل الفرقان علی عبدہ لیکون للعلمین نذیرا﴾.

تبارک: فعل، الذی: موصول، تنزل الفرقان علی عبدہ: فعل با فاعل ومفعول وظرف لغو، لام: جار، یکون: فعل ناقص با اسم، للعلمین نذیرا: شبہ جملہ خبر، ملکر جملہ فعلیہ بتقدیر ''ان'' مجرور، ملکر ظرف لغو ثانی، ملکر صلہ، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿الذی لہ ملک السموت والارض ولم یتخذ ولدا﴾.

الذی: موصول، لہ: ظرف مستقر خبر مقدم، ملک السموت والارض: مبتدا مؤخر، ملکر صلہ، ملکر ماقبل '' الذی'' سے بدل ہے یا ''ھو'' مبتدا محذوف کی خبر، ملکر جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، لم یتخذ: فعل نفی با فاعل، ولدا: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ولم یکن لہ شریک فی الملک وخلق کل شیء فقدرہ تقدیرا﴾.

و: عاطفہ، لم: نافیہ جازمہ، یکن: فعل ناقص، لہ: ظرف مستقر خبر مقدم، شریک فی الملک: شبہ جملہ اسم مؤخر، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، خلق: فعل با فاعل، کل شیء: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، ف: عاطفہ، قدرہ: فعل با فاعل ومفعول، تقدیرا: مفعول مطلق، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿واتخذوا من دونہ الھۃ لا یخلقون شیئا وھم یخلقون ولا یملکون لانفسھم ضرا ولا نفعا ولا یملکون موتا ولا حیوۃ ولا نشورا﴾.

و: مستانفہ، اتخذوا: فعل با فاعل، من دونہ: ظرف مستقر مفعول ثانی، الھۃ: موصوف، لا یخلقون شیئا: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، ھم یخلقون: جملہ اسمیہ معطوف اول، و: عاطفہ، لا یملکون: فعل با فاعل، موتا: معطوف علیہ، و: عاطفہ، لا حیوۃ ولا نشورا: معطوفات، ملکر مفعول، ملکر معطوف ثالث، ملکر صفت، ملکر مفعول اول، ملکر جملہ فعلیہ مستانفہ۔

﴿وقال الذین کفروا ان ھذا الا افک افترہ واعانہ علیہ قوم اخرون﴾.

و: مستانفہ، قال الذین کفروا: قول، ان: نافیہ، ھذا: مبتدا، الا: اداۃ حصر، افک: موصوف، افترہ: معطوف علیہ، و: عاطفہ، اعانہ: فعل ومفعول، قوم اخرون: فاعل، ملکر معطوف، ملکر صفت، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿فقد جاء وا ظلما وزورا﴾.

ف: فصیحہ، قد: تحقیقیہ، جاء وا: فعل وضمیر ذوالحال، ظلما: معطوف علیہ، و: عاطفہ، زورا: معطوف، ملکر حال، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وقالوا اساطیر الاولین اکتتبھا فھی تملی علیہ بکرۃ واصیلا﴾.

و: عاطفہ، قالوا: قول، اساطیر الاولین: ذوالحال، اکتتبھا: جملہ فعلیہ حال، ملکر '' ھی'' مبتدا محذوف کے لیے خبر، ملکر معطوف علیہ، و: عاطفہ، ھی: مبتدا، تملی علیہ: فعل با نائب الفاعل وظرف لغو، بکرۃ: معطوف علیہ، و: عاطفہ، اصلا: معطوف، ملکر ظرف، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ معطوف، ملکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿قل انزلہ الذی یعلم السر فی السموت والارض﴾.

قل: قول، انزلہ: فعل با فاعل ومفعول، الذی یعلم السر: موصول صلہ، ملکر ذوالحال، فی السموت والارض: ظرف مستقر حال، ملکر مفعول ثانی، ملکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿انہ کان غفورا رحیما ○ وقالوا مال ھذا الرسول یاکل الطعام ویمشی فی الاسواق﴾.

انہ: حرف مشبہ واسم، کان غفورا رحیما: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ، و: مستانفہ، قالوا: قول، ما: استفہامیہ مبتدا، لام: جار، ھذا: مبدل منہ، الرسول: بدل، ملکر ذوالحال، یاکل الطعام: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، یمشی فی الاسواق: جملہ فعلیہ معطوف، ملکر حال، ملکر مجرور، ملکر ظرف مستقر خبر، ملکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿لولا انزل الیہ ملک فیکون معہ نذیرا﴾.
لولا: حرف تحضیض، انزل الیہ ملک فعل مجہول وظرف لغو ونائب الفاعل، ملکر جملہ فعلیہ، ف: سببیہ، یکون: فعل ناقص باضمیر ذوالحال، معہ: ظرف متعلق محذوف حال، ملکر اسم، نذیرا: خبر، ملکر جملہ فعلیہ جواب تحضیض واقع ہے۔
﴿اویلقی الیہ کنزاوتکون لہ جنۃ یاکل منہا﴾.
او: عاطفہ، یلقی الیہ: فعل مجہول وظرف لغو، کنز: نائب الفاعل، ملکر معطوف علیہ، او: عاطفہ، تکون لہ: فعل ناقص وظرف مستقر خبر مقدم، جنۃ: موصوف، یاکل منہا: جملہ فعلیہ صفت، ملکر اسم مؤخر، ملکر معطوف، ملکر ماقبل "انزل" پر معطوف ہے۔
﴿وقال الظلمون ان تتبعون الا رجالا مسحورا﴾.
و: عاطفہ، قال الظلمون: قول، ان: نافیہ، تتبعون: فعل بافاعل، الا: اداۃ حصر، رجلا مسحورا: مفعول، ملکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔
﴿انظر کیف ضربوا لک الامثال فضلوا فلا یستطیعون سبیلا﴾.
انظر: فعل امر بافاعل، کیف: اسم استفہامیہ حال مقدم، ضربوا: فعل وضمیر ذوالحال، ملکر فاعل، لک ظرف لغو، الامثال: مفعول، ملکر معطوف علیہ، ف: عاطفہ، لا یستطیعون سبیلا: فعل نفی بافاعل ومفعول، ملکر معطوف، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں سورۃ الفرقان کی تلاوت کا اختلاف:

۱.....حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں حضرت ہشام بن حکیم کو سورۃ الفرقان پڑھتے ہوئے سنا، میں نے غور سے ان کی تلاوت سنی، وہ اس میں بہت سے ایسے حروف پڑھ رہے تھے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے نہیں پڑھائے تھے، قریب تھا کہ میں نماز میں ہی ان پر حملہ کر دیتا لیکن میں نے ان کے سلام پھیرنے تک صبر کیا، پھر میں نے ان کو ان کی چادر سے پکڑ کر کھینچا اور کہا میں نے تم کو نماز میں جس طرح سورت پڑھتے ہوئے سنا تھا اس طرح تم کو کس نے سورت سکھائی تھی؟ انہوں نے کہا کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح سورت سکھائی تھی، میں نے کہا تم جھوٹ بولتے ہو، کیونکہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سورت تمہاری قرائت کے علاوہ دوسری طرح سکھائی ہے، پھر میں انہیں کھینچتا ہوا سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے گیا، اور میں نے کہا میں نے ان کو سورۃ الفرقان ان حروف میں پڑھتے ہوئے سنا ہے جن حروف پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے نہ سکھائی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ان کو چھوڑ دو"، پھر فرمایا: "اے ہشام! تم پڑھو!" انہوں نے اس سورت کو اسی طرح پڑھا جس طرح میں نے ان سے اس سورت کو پڑھتے ہوئے سنا تھا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "یہ سورت اسی طرح نازل ہوئی تھی"، پھر فرمایا: "اے عمر رضی اللہ عنہ! تم پڑھو"، میں نے وہ سورت اسی طرح پڑھی جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے وہ سورت پڑھائی تھی، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "یہ سورت اسی طرح نازل ہوئی ہے، بیشک یہ قرآن سات قرائت پر نازل ہوا ہے تم کو جو حروف آسان لگیں تم ان پر پڑھو"۔

(صحیح البخاری، کتاب الخصومات، باب: کلام الخصوم بعضہم، رقم: ۲۴۱۹،۴۹۹۲، ص ۳۸۹)

فرشتوں کے معصوم ہونے کا بیان:

۲.....ڈرانے کا تعلق عموماً اس لئے ہوتا ہے کہ بندہ گناہ ترک کر دے، تا کہ اللہ عزوجل کے عذاب میں نہ پھنس جائے، جسے عذاب کا ہی خوف نہ ہو، تو پھر اسے ڈرانے کا کیا فائدہ؟ لہذا جس طرح حضرات انبیائے کرام معصوم ہوتے ہیں ان سے صغیرہ کبیرہ گناہ

نہیں ہوتے بالکل اسی طرح فرشتے بھی معصوم ہوتے ہیں اوران سے بھی گناہ کا صدور نہیں ہوتا، جب ان سے گناہ نہیں ہوتے تو پھر انہیں ڈرانا یا نہ ڈرانا بے کار ہے۔ ہاں جنات وانسان سے گناہ ہوتے ہیں لہٰذا انہیں ڈرانے کا حکم ہے اور قرآن میں انہی کے ڈرانے کا بیان ہے تاکہ گناہ سے پرہیز کریں اور عذاب الٰہی سے خود کو بچانے میں کامیاب ہوجائیں۔

بتوں کے عاجز ہونے کا بیان:

۱۶......اپنے ناک پر بیٹھنے والی مکھی نہ اٹھا سکنے والے خدا کہاں ہوسکتے ہیں؟ اپنی زندگی وموت سے انجان، بغیر کسی کے بنائے معرض وجود میں نہ آنے والے، جب چاہیں انہیں توڑ پھوڑ ڈالا جائے کچھ تردد یہ نہیں کرسکتے۔ غیر جو خود اتنے عاجز ہوں، جس مقام پر رکھ دیا جائے وہیں تک سالوں پڑے رہیں، خود پر لگی گرد بھی نہ ہٹا سکیں، خدا کیسے ہوسکتے ہیں؟۔

نبوت کے منافی امور:

۱۷......نبی کی سیرت امت کے لئے نمونہ ہوتی ہے، اگر نبی پاک کھانا نہ کھاتے تو امت کو کھانے کے آداب، حلال وحرام غذا کے بارے میں معلومات کیسے ملتیں؟ اگر کسب معاش یا تجارت نہ کرتے تو امت کے لئے کاروبار کرنا، تجارتی مراکز قائم کرنا، دور دراز کا سفر طے کر کے روزگار حاصل کرنا کیسے سنت بنتا؟ لہٰذا یہ اعتراض قیاس کے بھی مخالف ہیں اور قرآن وسنت کے بھی۔

☆......حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ عزوجل نے توریت میں فرمایا: ''اے نبی! ہم نے آپ کو شاہد، مبشر، اور ان پڑھ لوگوں کی پناہ بنا کر بھیجا ہے، آپ میرے بندے اور رسول ہیں۔ میں نے آپ کا نام متوکل رکھا ہے، وہ نہ سخت کلام کرنے والے، نہ بدزبان، نہ بازاروں میں شور کرنے والے، اور نہ بُرائی کا بدلہ بُرائی سے دینے والے، لیکن معاف کردینے والے ہیں اور درگزر کرنے والے ہیں، اور اللہ عزوجل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح اس وقت تک قبض نہیں فرمائے گا جب تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے ٹیڑھی قوم کو سیدھا نہ کردے، بایں طور پر کہ وہ کہیں لا الہ الا اللہ، وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سبب سے اندھی آنکھوں کو بینا کردے گا، اور بہرے کانوں کو کھول دے گا اور دلوں کے غلاف اُتار دے گا۔

(صحيح البخاري، كتاب التفسير، باب: انا ارسلنك شاهدا، رقم: ٤٨٣٨، ص ٨٥٦)

☆......حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہمارے مہاجر بھائیوں کو بازار کی خرید وفروخت مصروف رکھتی تھی اور ہمارے انصاری بھائیوں کو کھیتی باڑی مشغول رکھتی تھی، اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بھوکے پیٹ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لازمارہتے تھے، ان احادیث کے سماع میں حاضر رہتے جن میں وہ حاضر نہیں ہوتے تھے، اور ان چیزوں کو یاد رکھتے تھے جن کو وہ یاد نہیں رکھتے تھے۔

(صحيح البخاري، كتاب العلم، باب: حفظ العلم، رقم: ١١٨، ص ٢٥)

☆......حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ عزوجل نے میرے لئے یہ پیش کش کی کہ میرے لئے مکہ کی سرزمین کو سونے کا بنادے، سومیں نے کہا نہیں!، اے میرے رب عزوجل، میں ایک دن پیٹ بھر کر کھاؤں گا اور دوسرے دن بھوکا رہوں گا، پس جب میں بھوکا رہوں گا تو تیری یاد کروں گا اور جب پیٹ بھرا ہوا ہوگا تو تیرا شکر کروں گا تیری حمد کروں گا''۔

(سنن الترمذي، كتاب الزهد، باب: ما جاء في الكفاف، رقم: ٢٣٤٧، ص ٦٨١)

اغراض :تعالی: ذات،صفات،افعال میں نقص،اور مماثلت سے پاک ہونے کا بیان ہے،قدیم اور اس احکم الحاکمین کے سواسب کے حادث ہونے کا بیان ہے یا ﴿تبارک﴾ بمعنی تعاظم ہے، کہ اللہ کی ذات بالا صفات ہر قسم کے اوصاف سے متصف ہے جو کہ اس کے علاوہ کسی اور کے لئے بیان نہیں کئے جاسکتے، یہی وجہ ہے کہ تبارک النبی نہیں کہا جاسکتا، تبارک السلطان کہنا جائز نہیں، فعل ماضی کے علاوہ مضارع، مصدر اور اسم فاعل نہیں آتا۔

لانه فرق بین الحق و الباطل: یعنی حق و باطل میں فرق کرنے والا کلام، ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے کہ یہ پاک کلام مختلف اوقات میں کثیر مواقع میں نازل کیا گیا ہے۔

القرآن: الفرقان کی تفسیر القرآن سے کی، بعض نے قرآن کے کچھ حصے کو فرقان کہا اور بعض نے مکمل قرآن کو فرقان کہا، پس سورۃ واحدہ کو فرقان کہا جائے یا مکمل کلام پاک کو، اس لئے کہ مکمل کلام بشر کو عاجز کرنے والا ہے، اور حق و باطل میں فرق کرنے والا ہے، پس بہتر یہ ہے کہ فرقان سے مکمل قرآن ہی مراد لیا جائے۔

دون الملئکة: اس جملے میں اس جانب اشارہ ہے کہ حقیقی طور پر انسان اور جن کو ڈرانا مقصود ہے، اس لئے کہ فرشتوں سے گناہ کا تصور جائز نہیں، اور عذاب الٰہی سے ڈرائے جانے میں ان کی عصمت کی مخالفت لازم آئے گی، پس نبی کا کسی معاملے میں انہیں مکلف بنا کر بھیجنا ان کی شان کے لائق ہوتا تھا، حاصل کلام یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کو دو قبیلوں کی جانب احکامات پہنچانے کے اعتبار سے مکلف بنا کر بھیجا گیا اسی طرح فرشتوں کو بھی بھیجا گیا، حیوانات کا ذکر نہ کرنا اس لئے ہے کہ وہ عقل و شعور نہیں رکھتے اور جمادات کی طرف بھیجے جانے سے ان کا شرف و تکریم مراد ہے۔ وهم من اهل الكتاب: یہود قرآن سے متعلق کہتے کہ محمد ﷺ ماضی کی خبریں لائے ہیں، یعنی محمد ﷺ کی عبارات کو ماضی کی خبروں سے تعبیر کرتے اور یہی پچھلی قوموں کی اعانت کرنے کے معنی میں ہے۔

للمومنين: مفسر کہتے ہیں کہ للمومنين کے بجائے الكفار ہونا چاہیے، پس اس صورت میں محذوف مقدر عبارت "واخر عقابكم ولم يعاجلكم به لانه ......الخ" کی تعلیل درست ہوجائے گی۔

مخدوعا مغلوبا علی عقله: سحر کہتے ہیں عقل میں خلل ڈالنے کو، یہاں لازم کا ارادہ کرتے ہوئے ملزوم کا اطلاق کیا گیا ہے۔

(الصاوی، ج٤، ص ۱۰ ۲ وغیرہ)

رکوع نمبر: ۱۷

﴿تبٰرک﴾ تکاثر خیرا ﴿الَّذِیْٓ اِنْ شَآءَ جَعَلَ لَکَ خَیْرًا مِّنْ ذٰلِکَ﴾ الذی قالوا مِنَ الکنزِ والبستانِ ﴿جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ﴾ ای فی الدنیا لِاَنَّهٗ شاءَ اَن یُعطِیَهٗ اِیَّاهَا فی الاٰخِرۃِ ﴿وَیَجْعَلْ﴾ بالجزم ﴿لَّکَ قُصُوْرًا (۱۰)﴾ اَیضا وَفِی قِراءَۃٍ بالرَّفعِ اِستِینافا ﴿بَلْ کَذَّبُوْا بِالسَّاعَةِ قف﴾ القیامۃِ ﴿وَاَعْتَدْنَا لِمَنْ کَذَّبَ بِالسَّاعَةِ سَعِیْرًا (۱۱)﴾ نَارٌ مُسْعَرَۃٌ ای مُشْتَدَّۃٌ ﴿اِذَا رَاَتْهُمْ مِّنْ مَّکَانٍۢ بَعِیْدٍ سَمِعُوْا لَهَا تَغَیُّظًا﴾ غلیانًا کَالغضبانِ اِذا غَلا صَدرُہٗ مِنَ الغَضَبِ ﴿وَّزَفِیْرًا (۱۲)﴾ صوتا شدیدا او سَماعُ التَّغیُّظِ رُؤیَتُهٗ وَعِلمُهٗ ﴿وَاِذَآ اُلْقُوْا مِنْهَا مَکَانًا ضَیِّقًا﴾ بالتَّشدیدِ والتَّخفیفِ بِاَنْ یُضیقَ علیهم ومِنها حالٌ مِن مکانا لِاَنَّهٗ فی الاَصلِ صِفَۃٌ لَهٗ ﴿مُّقَرَّنِیْنَ﴾ مُصَفَّدِینَ قد قُرِنَتْ: اَیدِیهم الی اَعناقِهِم فی الاَغلالِ والتَّشدیدِ لِلتَّکثیرِ ﴿دَعَوْا هُنَالِکَ ثُبُوْرًا (۱۳)﴾ هلاکا فیقالُ لهم ﴿لَا تَدْعُوا الْیَوْمَ ثُبُوْرًا وَّاحِدًا وَّادْعُوْا ثُبُوْرًا کَثِیْرًا (۱۴)﴾ لِعَذابِکم ﴿قُلْ

اَذٰلِکَ ﴿المَذکورُ مِنَ الوَعِیدِ وَصِفَةِ النارِ﴾ ﴿خَیْرٌ اَمْ جَنَّةُ الْخُلْدِ الَّتِیْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ ؕ كَانَتْ لَهُمْ﴾ فِی عِلمِهٖ تعالٰی ﴿جَزَآءً﴾ ثوابا ﴿وَّمَصِیْرًا (۱۵)﴾ مَرجِعا ﴿لَهُمْ فِیْهَا مَا یَشَآءُوْنَ خٰلِدِیْنَ ؕ﴾ حالٌ لازِمةٌ ﴿كَانَ﴾ وَعْدُهم ما ذُکِرَ ﴿عَلٰی رَبِّکَ وَعْدًا مَّسْئُوْلًا (۱۶)﴾ یَسألُهُ مَن وَعَدَ بِهٖ رَبَّنا وآتِنا ما وَعَدْتَّنا علٰی رُسُلِکَ او یَسألُهُ لَهُمُ المَلائکةُ رَبَّنا وَاَدْخِلْهُم جَنّاتِ عَدنٍ التِی وَعَدتَّهم ﴿وَیَوْمَ یَحْشُرُهُمْ﴾ بالنونِ والتَّحتانِیةِ ﴿وَمَا یَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾ ای غیرَهُ مِنَ المَلائکةِ وَعِیسی وَعُزَیرٌ والجِن ﴿فَیَقُوْلُ﴾ تعالٰی بالتَّحتانیةِ والنونِ والمَعبودِینَ اِثْباتا لِلحُجةِ علی العابدِینَ ﴿ءَ اَنْتُمْ﴾ بِتحقیقِ الهَمزَتینِ وَاِبدالِ الثّانِیةِ اَلِفا وَتَسهیلِها وادخالِ اَلِفٍ بَینَ المُسهَّلَةِ والاُخرٰی وَترکِهٖ ﴿اَضْلَلْتُمْ عِبَادِیْ هٰٓؤُلَآءِ﴾ اَوقَعتُمُوهم فی الضَّلالِ بِاَمرِکُم اِیّاهُم بِعبادَتِکُم ﴿اَمْ هُمْ ضَلُّوا السَّبِیْلَ (۱۷)﴾ طَریقَ الحَقِّ بِاَنْفُسِهِمْ ﴿قَالُوْا سُبْحٰنَکَ﴾ تَنزِیهًا لَکَ عَمَّا لا یَلیقُ بِکَ ﴿مَا كَانَ یَنْبَغِیْ﴾ یَستَقِیمُ ﴿لَنَآ اَنْ نَّتَّخِذَ مِنْ دُوْنِکَ﴾ ای غیرِکَ ﴿مِنْ اَوْلِیَآءَ﴾ مَفعولٌ اَوّلُ وَمِن زائدةٌ لِتاكیدِ النَّفیِ وما قَبلَهُ الثانی فَکیفَ نَامُرُ بِعبادَتِنا ﴿وَلٰكِنْ مَّتَّعْتَهُمْ وَ اٰبَآءَ هُمْ﴾ مِن قَبلِهِم بِاِطالَةِ العُمُرِ وَسَعَةِ الرِّزقِ ﴿حَتّٰی نَسُوا الذِّكْرَ ۚ﴾ تَرَکُوا المَوعِظَةَ والاِیمانَ بالقرآنِ ﴿وَكَانُوْا قَوْمًۢا بُوْرًا (۱۸)﴾ هَلكی قال تعالٰی ﴿فَقَدْ كَذَّبُوْكُمْ﴾ ای كَذَّبَ المَعبودُونَ ﴿بِمَا تَقُوْلُوْنَ﴾ بالفَوقانیةِ اَنَّهم آلِهةٌ ﴿فَمَا تَسْتَطِیْعُوْنَ﴾ بالفوقانیةِ والتحتانیةِ ای لا هُم ولا انتم ﴿صَرْفًا﴾ دَفعا لِلعَذابِ عنکم ﴿وَّلَا نَصْرًا ۚ﴾ مَنعا لکم منهُ ﴿وَمَنْ یَّظْلِمْ﴾ یُشرِکْ ﴿مِّنْكُمْ نُذِقْهُ عَذَابًا كَبِیْرًا (۱۹)﴾ شَدیدا فِی الآخِرةِ ﴿وَمَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَکَ مِنَ الْمُرْسَلِیْنَ اِلَّآ اِنَّهُمْ لَیَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَیَمْشُوْنَ فِی الْاَسْوَاقِ ؕ﴾ فَاَنتَ مِثلُهم فی ذلکَ وَقد قِیلَ لهم کما قِیلَ لکَ ﴿وَجَعَلْنَا بَعْضَكُمْ لِبَعْضٍ فِتْنَةً ؕ﴾ بَلِیَّةً اِبتَلی الغَنِیَّ بالفَقِیرِ والصَّحیحَ بالمَرِیضِ والشَّرِیفَ بالوَضِیعِ یَقولُ الثانی فی کُلٍّ ما لِیَ لااَکونُ کالاوَّلِ فی کُلٍّ ﴿اَتَصْبِرُوْنَ﴾ علٰی ما تَسمَعونَ مِمنْ اِبتَلیتُم بِهِم بِمعنی الاَمرِ ای اِصْبِروا ﴿وَكَانَ رَبُّکَ بَصِیْرًا (۲۰)﴾ بِمَنْ یَصْبِرُ وبِمَن یَجزَعُ.

﴿ترجمہ﴾

بڑی برکت والا ہے (یعنی خیرِ کثیر والا ہے) وہ کہ اگر چاہے تو تمہارے لیے کر دے بہت بہتر اس سے (جو انہوں نے کہا یعنی خزانے اور باغ وغیرہ سے) جنتیں جن کے نیچے نہریں بہیں (یعنی دنیا میں، اس لئے کہ اس کی منشاء و مرضی ہے کہ یہ سب کچھ وہ آپ ﷺ کو آخرت میں عطا فرمائے) اور کرے گا (یجعل مجزوم ہے) تمہارے لیے اونچے اونچے محل (بھی، ایک قرأت میں یجعل مرفوع ہے) بلکہ یہ تو جھٹلاتے ہیں قیامت کو (یہاں الساعۃ بمعنی القیامۃ ہے) اور جو قیامت کو جھٹلائے ہم نے اس کے لیے تیار کر رکھی ہے بھڑکتی ہوئی آگ (سعیر ایسی آگ کو کہتے ہیں جو بہت زیادہ بھڑکی ہوئی ہو)۔ جب وہ انہیں دور جگہ سے دیکھے گی تو سنیں گے اس کا جوش مارنا (یعنی کھولنا جیسا کہ کسی غضب ناک شخص کا سینہ غصے سے کھولتا ہے) اور چنگھاڑنا (زفیر شدید آواز کو کہتے ہیں، یا پھر دوزخ کے کھولنے کو

سننے سے مراد ان کا اسے دیکھنا اور جان لینا ہے) اور جب اس کی کسی تنگ جگہ میں ڈالے جائیں گے (اس طرح کہ وہ جگہ ان پر تنگ کر دی جائے، ضَیِّقًا تشدید اور تخفیف دونوں طرح ہے، منھا حال ہے مکانا سے کیونکہ یہ حقیقت میں مکانا کی صفت ہے) زنجیروں میں جکڑے ہوئے (مُقرَّنین بمعنی مصفدین ہے یعنی ان کے ہاتھ ان کی گردنوں سے طوق کے ذریعے جکڑے ہوئے ہوں گے، مُقرَّنین کا مشدد ہونا کثرت کے لئے ہے) تو وہاں موت مانگیں گے (ثُبورًا بمعنی ھلاکًا ہے، تو ان سے فرمایا جائے گا) آج ایک موت نہ مانگو اور بہت سی موتیں مانگو (اپنے عذاب میں مبتلا ہونے کی وجہ سے......۱......) تم فرماؤ! کیا یہ (جو وعید اور جہنم کے اوصاف کا تذکرہ ہوا) بھلا یا وہ ہمیشگی کے باغ جس کا وعدہ ڈر والوں کو ہے، وہ ان کا (اللہ تعالیٰ کے علم میں) صلہ (ثواب) اور انجام (یعنی لوٹنے کی جگہ) ہے۔ ان کے لیے وہاں من مانی مرادیں ہیں جن میں ہمیشہ رہیں گے (خلدین حال لازمہ ہے) وہ (یعنی ان سے ذکر کیا گیا وعدہ) تمہارے رب کے ذمہ وعدہ ہے مانگا ہوا (پس جس سے وعدہ کیا گیا ہے وہ سوال کرے گا: "ربنا واتنا ما وعدتنا علی رسلک" یعنی اے ہمارے رب! اپنے رسولوں کے ذریعے جو تو نے ہم سے وعدہ کیا تھا اسے پورا فرما، یا پھر یہ سوال فرشتے کریں گے اور کہیں گے کہ اے ہمارے پروردگار عزوجل! انہیں اس جنت عدن میں داخل فرما کہ جس کا تو نے اس جنت عدن میں داخل فرمانے کا وعدہ فرما رکھا ہے) اور جس دن اکٹھا کرے گا انہیں (اس فعل کو نحشرھم اور یحشرھم دونوں طرح پڑھا گیا ہے) اور جن کو اللہ کے سوا پوجتے ہیں (یعنی اللہ تعالیٰ کے علاوہ معبودوں کو مثلاً فرشتوں کو، حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت سیدنا عزیر علیہ السلام کو، اور جنوں کو) پھر ان معبودوں سے فرمائے گا (اللہ تعالیٰ، ان باطل معبودوں کے پجاریوں پر حجت کو ثابت کرتے ہوئے، اس فعل کو بھی یا اور نون کے یعنی نقول اور یقول دونوں طرح پڑھا گیا ہے) کیا تم نے (ء انتم دونوں ہمزوں کی تحقیق کے ساتھ اور دوسرے کو الف سے بدلنے ساتھ، اس کی تسہیل کے ساتھ، مُسھّلہ اور دوسرے کے درمیان الف داخل کرنے اور نہ کرنے کے ساتھ ہے) گمراہ کر دیے یہ میرے بندے (یعنی کیا تم نے انہیں یہ حکم دے کر گمراہی میں مبتلا کیا ہے کہ وہ صرف تمہاری ہی عبادت کریں) یا یہ خود ہی راہ بھولے (یعنی بذاتِ خود راہِ حق بھولے) وہ عرض کریں گے پاکی ہے تجھ کو (ہر اس شے سے جو تیرے شایانِ شان نہیں) سزاوار نہ تھا (ینبغی یہاں یستقیم کے معنی میں ہے) ہمیں کہ تیرے سوا کسی اور کو بنائیں (دونک بمعنی غیرک ہے) مولیٰ (مِنْ اولیاء مفعول اول ہے اور اس سے پہلے مِنْ جارہ زائدہ ہے جو نفی کی تاکید کے لئے ہے اور اس کا ماقبل یعنی دونک مفعول ثانی ہے، پس ہم کیسے انہیں اپنی عبادت کا حکم دے سکتے ہیں) لیکن تو نے انہیں اور ان کے باپ داداؤں کو برتنے دیا (ان سے قبل ان کی عمروں کو طویل فرما کر اور ان کے رزق میں وسعت عطا فرما کر) یہاں تک کہ وہ تیری یاد بھول گئے (اور انہوں نے وعظ و نصیحت کرنا اور قرآنِ کریم پر ایمان ترک کر دیا) اور یہ لوگ تھے ہی ہلاک ہونے والے (بُورًا بمعنی ھلکی ہے، پس اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا) تو اب انہوں نے (یعنی ان معبودوں نے) تمہاری بات جھٹلا دی (کہ وہ ہی معبود ہیں) تو اب تم طاقت نہیں رکھتے (تقولون تا کے ساتھ ہے لیکن تستطیعون یا اور تا دونوں کے ساتھ ہے یعنی نہ وہ اور نہ ہی تم) پھیرنے کی (یعنی خود سے عذاب دور کرنے کی) نہ اپنی مدد کر سکو (کہ اس عذاب کو خود سے روک لو) اور جو ظالم ہے (یعنی مشرک ہے) تم میں ہم اسے بڑا عذاب چکھائیں گے (آخرت میں) اور ہم نے تم سے پہلے جتنے رسول بھیجے سب ایسے ہی تھے کھانا کھاتے اور بازاروں میں چلتے......۲......(پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کاموں میں انہی کے مثل ہیں اور ان سے بھی ایسا ہی کہا گیا تھا جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا جا رہا ہے) اور ہم نے تم میں ایک کو دوسرے کی جانچ کیا ہے (یعنی آزمائش، کہ غنی کو فقیر سے، تندرست کو بیمار سے اور شریف کو رذیل سے آزمایا جاتا ہے تو ان میں سے ہر دوسرا کہتا ہے کہ مجھے کیا ہے کہ میں ہر معاملے میں پہلے جیسا نہیں ہوں؟) اور اے لوگو! کیا تم صبر کرو گے (ان باتوں پر جو تم ان افراد سے سنتے ہو جن سے تمہیں آزمایا گیا ہے، اتصبرون میں سوالیہ انداز امر کے

معنیٰ میں ہے یعنی اِصبروا) اور اے محبوب! تمہارا رب دیکھتا ہے (اسے بھی جو صبر کرتا ہے اور اسے بھی جو جزع فزع کرتا ہے)

﴿ترکیب﴾

﴿تبرک الذی ان شاء جعل لک خیرا من ذلک جنت تجری من تحتھا الانھر ویجعل لک قصورا﴾.

تبرک: فعل، الذی: موصول، ان: شرطیہ، شاء: جملہ فعلیہ شرط، جعل لک: فعل بافاعل وظرف لغو، خیرا من ذلک: شبہ جملہ مبدل منہ، جنت: موصوف، تجری من تحتھا الانھر: جملہ فعلیہ صفت، ملکر بدل، ملکر مفعول، ملکر معطوف علیہ، و: عاطفہ، یجعل لک: فعل بافاعل وظرف لغو، قصورا: مفعول، ملکر معطوف، ملکر جواب شرط، ملکر صلہ، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿بل کذبوا بالساعۃ واعتدنا لمن کذب بالساعۃ سعیرا﴾.

بل: عاطفہ، کذبوا: فعل بافاعل، بالساعۃ: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، اعتدنا: فعل بافاعل، لام: جار، من: موصولہ، کذب بالساعۃ: فعل بافاعل وظرف لغو سعیرا: مفعول، ملکر صلہ، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿اذا راتھم من مکان بعید سمعوا لھا تغیظا وزفیرا﴾.

اذا: ظرف فیہ شرطیہ مفعول فیہ مقدم، راتھم: فعل بافاعل ومفعول، من مکان بعید: ظرف لغو، ملکر شرط، سمعوا: فعل بافاعل، لھا: ظرف مستقر حال مقدم، تغیظا: معطوف علیہ، و: عاطفہ، زفیرا: معطوف، ملکر ذوالحال، ملکر مفعول، ملکر جواب شرط، ملکر ماقبل "سعیرا" کی صفت واقع ہے۔

﴿واذا القوا منھا مکانا ضیقا مقرنین دعوا ھنالک ثبورا﴾.

و: عاطفہ، اذا: ظرف فیہ شرطیہ مفعول فیہ مقدم، القوا: فعل مجہول وضمیر ذوالحال، مقرنین: حال، ملکر نائب الفاعل، منھا: ظرف مستقر حال مقدم، مکانا ضیقا: مرکب توصیفی ذوالحال، ملکر مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر شرط، دعوا: فعل بافاعل، ھنالک: ظرف، ثبورا: مفعول لہ، ملکر جواب شرط، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿لا تدعوا الیوم ثبورا واحدا وادعوا ثبورا کثیرا﴾.

لا تدعوا: فعل نفی بافاعل، الیوم: ظرف، ثبورا واحدا: مفعول، ملکر معطوف علیہ، و: عاطفہ، ادعوا ثبورا کثیرا: جملہ فعلیہ معطوف، ملکر قول محذوف "یقال لھم" کے لیے مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿قل اذلک خیرام جنۃ الخلد التی وعد المتقون کانت لھم جزاء ومصیرا O لھم فیھا ما یشاء ون خلدین﴾.

قل: قول، ھمزہ: حرف استفہامیہ، ذلک: معطوف علیہ، ام: عاطفہ، جنۃ الخلد: موصوف، التی وعد المتقون: موصول صلہ، ملکر صفت، ملکر ذوالحال، کانت: فعل ناقص بااسم، لھم: ظرف مستقر خبر حال مقدم، جزاء: معطوف علیہ، ف: عاطفہ، مصیرا: معطوف، ملکر ذوالحال ملکر خبر، ملکر حال اول، لام: جار، ھم: ضمیر ذوالحال، خلدین: حال، ملکر مجرور، ملکر ظرف مستقر خبر مقدم، فیھا: ظرف مستقر حال مقدم، ما یشاء ون: موصول صلہ ملکر ذوالحال، ملکر مبتدا مؤخر، ملکر حال ثانی، ملکر معطوف، ملکر مبتدا، خیر: خبر، ملکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿کان علی ربک وعدا مسئولا﴾.

کان: فعل ناقص بااسم، علی ربک: ظرف مستقر حال مقدم، وعدا مسئولا: ذوالحال، ملکر خبر، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ویوم یحشرھم وما یعبدون من دون اللہ فیقول ء انتم اضللتم عبادی ھؤلاء ام ھم ضلوا السبیل﴾.

و: عاطفہ، یوم: مضاف، یحشر: فعل بافاعل، ھم: ضمیر معطوف علیہ، و: عاطفہ، مایعبدون: موصول صلہ، ملکر ذوالحال، من دون

الـلـه : ظرف مستقر حال،ملکر معطوف،ملکر مفعول، ملکر معطوف علیہ، ف:عاطفہ، یـقـول: قول، هـمـزه: حرف استفہامیہ، انتم: مبتدا، اضـلـلـتـم : فعل بافاعل،عـبـادی هـؤلاء :مفعول، ملکر خبر،ملکر معطوف علیہ، ام : عاطفہ، هـم: مبتدا، ضـلـوا السبیل: جملہ فعلیہ خبر،ملکر معطوف،ملکر مقولہ،ملکر معطوف،ملکر مضاف الیہ،ملکرفعل محذوف" اذکر" کے لیے ظرف،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿قالوا سبحنک ما کان ینبغی لنا ان نتخذ من دونک من اولیاء﴾.

قـالوا: قول، سـبـحـنـک :فعل محذوف "نسبح" کے لیے مفعول مطلق،ملکر جملہ فعلیہ مقولہ اول، ما: نافیہ، کان: فعل ناقص بااسم، ینبغی لنا: فعل وظرف لغو، ان: مصدریہ، نتخذ: فعل بافاعل، من دونک ظرف مستقر ثانی، من :زائدہ، اولیاء : مفعول اول، ملکر جملہ فعلیہ بتاویل مصدر فاعل،ملکر خبر،ملکر مقولہ ثانی،ملکر جملہ قولیہ۔

﴿ولکن متعتهم واباء هم حتی نسوا الذکر وکانوا قوما بورا﴾.

و: عاطفہ، لکن: مخففہ مہملہ، متعت : فعل بافاعل، هم : ضمیر معطوف علیہ و :عاطفہ، اباء هم: معطوف،ملکر مفعول،حتی: جار، نسـوا الذکر: جملہ فعلیہ معطوف علیہ،و: عاطفہ، کانوا: فعل ناقص بااسم، قـوما بورا: خبر،ملکر معطوف،ملکر بتقدیر"ان"مجرور،ملکر ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿فقد کذبوکم بما تقولون فما تستطیعون صرفا ولا نصرا﴾.

ف : فصیحہ، قد:تحقیقیہ، کذبو کم: فعل بافاعل ومفعول ، بما تقولون:ظرف لغو،ملکر شرط محذوف "اذا کان الامر کذلک" کی جزا،ملکر جملہ شرطیہ،ف :عاطفہ، مـا تستطیعون: فعل نفی بافاعل، صـرفا:معطوف علیہ، و: عاطفہ، لا:نافیہ، نصرا: معطوف، ملکر مفعول،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ومن یظلم منکم نذقه عذابا کبیرا﴾.

و: مستانفہ، من: شرطیہ مبتدا، یظلم: فعل وضمیر ذوالحال، منکم: ظرف مستقر حال،ملکر فاعل،ملکر شرط،نذقه:فعل بافاعل ومفعول، عذابا کبیرا: مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ جزا،ملکر خبر،ملکر جملہ اسمیہ مستانفہ۔

﴿وما ارسلنا قبلک من المرسلین الا انهم لیاکلون الطعام ویمشون فی الاسواق﴾.

و: مستانفہ،ما: نافیہ، ارسلنا: فعل وضمیر ذوالحال، قبلک:ظرف متعلق بمحذوف حال،ملکر فاعل، من: جار، المرسلین : ذوالحال ،الا:اداۃ حصر، انهم: حرف مشبہ واسم، لام :تاکیدیہ، یـا کـلـون الطعام : جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، یـمـشـون فی الاسواق :جملہ فعلیہ معطوف،ملکر خبر،ملکر حال،ملکر مجرور،ملکر ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ مستانفہ۔

﴿وجعلنا بعضکم لبعض فتنة اتصبرون وکان ربک بصیرا﴾.

و: عاطفہ، جعلنا: فعل بافاعل،بعضکم : مفعول اول، لبعض:ظرف مستقر حال مقدم،فتنة : ذوالحال،ملکر مفعول ثانی،ملکر جملہ فعلیہ، همزه : حرف استفہامیہ، تبصرون :فعل بافاعل،ملکر جملہ فعلیہ، و:مستانفہ،کان ربک :فعل ناقص واسم، بصیرا: خبر،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿شانِ نزول﴾

☆...... وجعلنا بعضکم لبعض فتنة...... ☆ شرفا جب اسلام لانے کا قصد کرتے تھے تو غرباء کو دیکھ کر یہ خیال کرتے تھے کہ یہ ہم سے پہلے اسلام لا چکے ہیں، ان کو ہم پر ایک فضیلت رہے گی بایں خیال وہ اسلام سے باز رہتے تھے اور شرفا کے لئے غرباء آزمائش بن جاتے، ایک قول یہ ہے کہ یہ آیت ابوجہل، ولید بن عقبہ اور عاص بن وائل سہمی ،نضر بن حارث کے حق میں نازل ہوئی، ان لوگوں

نے حضرت ابوذر وابن مسعود، عمار بن یاسر، بلال، صہیب اور عامر بن فہیرہ کو دیکھا کہ پہلے اسلام لائے ہیں تو غرور سے کہا کہ ہم بھی اسلام لے آئیں تو انہی جیسے ہو جائیں گے تو ہم میں اور ان میں کیا فرق رہ جائے گا۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

اعضائے جسم کا کلام کرنا:

۱......اللہ عزوجل کا فرمان ہے﴿الیوم نختم علی افواھھم وتکلمنا ایدیھم وتشھد ارجلھم بما کانوا یکسبون آج ان کے مونھوں پر مہر کردی جائے گی اور ان کے ہاتھ ہم سے بات کریں گے اور ان کے پاؤں ان کے کئے کی گواہی دیں گے (یس: ۶۵)﴾۔ سنن الترمذی کی حدیث ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''قیامت کے دن دوزخ اپنی گردن باہر نکالے گی، اس کی دو آنکھیں ہونگی جس سے دیکھے گی، دو کان ہونگے جس سے سُنے گی، ایک زبان ہوگی جس سے کلام کرے گی، وہ کہے گی میرے سپرد تین قسم کے لوگ کیے گئے ہیں، ہر متکبر معاند، اللہ عزوجل کی عبادت میں کسی کو شریک کرنے والا، تصویریں بنانے والا''۔

حصول رزق کے لیے اسباب ووسائل اختیار کرنا:

۲......سیدنا داود علیہ السلام کا پیشہ قرآن نے بیان کیا، ﴿وعلمنہ صنعۃ لبوس لکم لتحصنکم من باسکم یعنی انہیں ہم نے زرہ بنانے کا ہنر سکھا دیا تا کہ وہ زرہ جنگ میں تمہاری مدد کرسکے (الانبیاء: ۸۰)﴾۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مجھے تلوار کے ساتھ مبعوث کیا گیا ہے، جس کا کوئی شریک نہیں ہے، اور میرا رزق نیزے کے سائے کے نیچے رکھا گیا ہے، اور جس نے میرے حکم کی مخالفت کی اس کے لیے ذلت وحقارت بنادی گئی ہے، اور جس شخص نے جس قوم کی مشابہت اختیار کی اس کا شمار اسی قوم میں سے ہوگا''۔ (صحیح البخاری، کتاب الجھاد، باب ماقیل فی الرماح، ص ۴۸۱) اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ ہتھیاروں کے ساتھ دشمنان اسلام کے ساتھ جنگ کرکے جو مال غنیمت حاصل ہو جائے وہ بھی بطور رزق، حصول رزق کا ذریعہ ہے جیسا کہ فرمایا ﴿فکلوا مما غنمتم حلالا طیبا پس حلال پاکیزہ مال غنیمت کھاؤ (الانفال: ۶۹)﴾۔

اغراض :ای فی الدنیا: اگر اللہ چاہے تو تیرے لئے دنیا میں تیری تمنا کے مطابق خیر فرمائے اور اللہ کے ارادہ کو فقط دنیا کے ساتھ متعلق نہیں کیا گیا کیونکہ وہ تو فانی ہے اور اللہ نے اپنے بندوں کی جزاء کو فانی کے ساتھ مقید نہیں کردیا اس لئے کہ دنیا تو گزر جانے کی جگہ ہے نہ کہ ٹھہر جانے کی، اس کے حلال کا حساب ہونا ہے اور حرام پر سزا کا استحقاق ہے اور اللہ نے اپنے حبیب کی ذات کو حساب کتاب وعقاب کے وقوع سے پاک کیا ہے۔ ربنا وادخلھم: جیسا کہ اللہ عزوجل کا فرمان مومنین کے حق میں فرشتوں کی جانب سے دعا ئیں ہونے کے بارے میں ہے۔ فکیف نامر بعبادتنا: یعنی خاص ہماری (بتوں کی) بندگی کرنا، پس ہم نے انہیں نہیں گمراہ کیا۔
او سماع التغیظ رویتہ وعملہ: اس جملے میں اس جانب اشارہ ہے کہ یہاں سماع حقیقی مراد نہیں ہے، بلکہ یہاں علم ورویت مراد ہے، میں (علامہ صاوی) اس کا یہ جواب دوں گا کہ سماع سے مراد وہ ہے جسے سماع کہا جاسکے یعنی غلیان (جوش مارنے کا انداز) اور اس کا فائدہ اول کلام سے حاصل ہو چکا لہٰذا دوبارہ جواب دینا تحصیل حاصل کے زمرے میں ہے۔ بان یضیق علیھم: یعنی جس طرح نئی دیوار میں ابتدائی طور پر کھونٹی ڈالنے کی مشقت ہوتی ہے اسی طرح جہنمیوں کا حال ہوگا کہ ان پر تنگی مسلط کردی جائے گی۔
اثباتا للحجۃ علی العابدین: اور زجر کرنے کے لیے یہ جملے ارشاد فرمائے گا، کیونکہ جو کچھ ذکر ہو چکا اللہ اسے جانتا ہے لہٰذا اس سوال کا فائدہ نہ ہوگا۔

(الصاوی، ج ۴، ص ۲۰۴ وغیرہ)

کتب تفسیر:

(۱) الخازن (علاء الدین علی بن محمد بن ابراہیم البغدادی علیہ الرحمۃ) متوفی ۷۲۵ھ، مطبوعہ: دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان۔

(۲) المظہری (قاضی ثناء اللہ پانی پتی علیہ الرحمۃ) متوفی ۱۲۲۵ھ، مطبوعہ: دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان۔

(۳) ابن کثیر (عماد الدین ابوالفداء اسماعیل بن عمر بن کثیر) متوفی ۷۷۴ھ، مطبوعہ: دار الحدیث القاہرہ۔

(۴) الدر المنثور (علامہ جلال الدین عبدالرحمٰن بن ابی بکر السیوطی علیہ الرحمۃ) متوفی ۹۱۱ھ، مطبوعہ: دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان۔

(۵) جلالین کلاں (علامہ جلال الدین عبدالرحمٰن بن ابی بکر السیوطی، امام جلال الدین محلی)، متوفی ۹۱۱ھ، مطبوعہ: قدیمی کتب خانہ

(۶) المدارک (علامہ ابوالبرکات عبداللہ بن احمد بن محمود النسفی علیہ الرحمۃ)، متوفی ۷۱۰ھ، دار ابن دمشق۔

(۷) روح المعانی (علامہ سید محمود آلوسی علیہ الرحمۃ) متوفی ۱۲۷۰ھ، مکتبہ رشیدیہ سرکی روڈ کوئٹہ۔

(۸) البیضاوی (قاضی ناصر الدین ابوسعید عبداللہ بن عمر محمد الشیرازی علیہ الرحمۃ) متوفی ۷۹۱ھ، مطبوعہ: دار الرشید دمشق بیروت۔

(۹) البیضاوی حاشیہ شیخ زادہ (قاضی ناصر الدین......) ایضاً، مطبوعہ: قدیمی کتب خانہ۔

(۱۰) تنویر المقباس من تفسیر ابن عباس، متوفی ۶۸ھ، قدیمی کتب خانہ۔

(۱۱) حاشیۃ الجمل علی الجلالین (علامہ شیخ سلیمان الجمل علیہ الرحمۃ) متوفی ۱۲۰۴ھ، قدیمی کتب خانہ۔

(۱۲) الصاوی علی الجلالین (علامہ احمد بن محمد صاوی مالکی علیہ الرحمۃ) متوفی ۱۲۲۳ھ، مطبوعہ: دار احیاء التراث العربی

(۱۳) الرازی (امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین الرازی علیہ الرحمۃ) متوفی ۶۰۶ھ، مطبوعہ: دار الفکر بیروت

(۱۴) خزائن العرفان (سید محمد نعیم الدین مرادآبادی علیہ الرحمۃ) متوفی ۱۳۶۷ھ، پاک کمپنی۔

(۱۵) کنز الایمان (امام احمد رضا خان فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ) متوفی ۲۵ صفر ۱۳۴۰ھ، پاک کمپنی۔

(۱۶) تبیان القرآن (علامہ غلام رسول سعیدی زید مجدہ) مطبوعہ: فرید بک اسٹال۔

(۱۷) ضیاء القرآن (پیر کرم شاہ صاحب الاظہری)، مکتبہ: ضیاء القرآن پبلی کیشنز۔

(۱۸) اعراب القرآن وبیانہ (محی الدین الدرویش) متوفی ۱۹۸۲ء، مطبوعہ: کمال الملک

(۱۹) جامع البیان (امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری) متوفی ۳۱۱ھ، مطبوعہ: دار احیاء التراث العربی

(۲۰) الجامع لاحکام القرآن معروف تفسیر قرطبی (ابوعبداللہ محمد بن احمد قرطبی) متوفی ۶۷۱ھ، دار الکتب العربی۔

(۲۱) روح البیان (امام اسماعیل حقی بروسوی علیہ الرحمۃ)، متوفی ۱۱۳۷ھ، دار احیاء التراث العربی۔

(۲۲) تفسیر نعیمی (مفتی احمد یار خان نعیمی)، متوفی ۱۳۹۱ھ، مکتبہ اسلامیہ لاہور۔

(۲۳) تفسیر ابی بن حاتم () مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکہ مکرمہ۔

(۲۴) زاد المسیر (علامہ ابوالفرج عبدالرحمٰن بن علی بن محمد جوزی، ۵۹۷ھ) مکتب اسلامی بیروت۔

(۲۵) تفہیم القرآن (ابوالاعلیٰ مودودی) مطبوعہ لاہور۔

(۲۶) معارف القرآن، (مفتی محمد شفیع دیوبندی)، متوفی ۱۳۹۶ھ، ادارہ معارف القرآن۔

کتب حدیث و شروح :

(۱) صحیح البخاری (امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری علیہ الرحمۃ) متوفی ۲۵۶ھ، دار السلام للنشر والتوزیع ریاض۔

(۲) الادب المفرد (امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری) مطبوعہ: دار ابن کثیر دمشق بیروت، دار المعرفۃ بیروت۔

(۳) صحیح مسلم (امام حافظ ابوالحسن مسلم بن الحجاج القشیری النیسابوری علیہ الرحمۃ) متوفی ۲۶۱ھ، دار الفکر للطباع والنشر والتوزیع۔

(۴) سنن ابی داؤد (حافظ ابوداؤد سلیمان بن الشعث السجستانی علیہ الرحمۃ) متوفی ۲۷۵ھ، مطبوعہ: دار الفکر للطباع والنشر والتوزیع۔

(۵) سنن نسائی (امام ابوعبداللہ احمد بن شعیب نسائی علیہ الرحمۃ) متوفی ۳۰۳ھ، دار الفکر للطباع والنشر والتوزیع۔

(۶) سنن ابن ماجہ (ابوعبداللہ محمد بن یزید القزوینی علیہ الرحمۃ) متوفی ۲۷۳ھ، مطبوعہ: معرف للنشر والتوزیع ریاض۔

(۷) جامع الترمذی (ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ سورہ بن موسیٰ بن ضحاک سلمی ترمذی علیہ الرحمۃ) متوفی ۲۷۹ھ، مطبوعہ: دار الفکر للطباعۃ

(۸) مسند امام احمد بن حنبل (امام احمد ابوعبداللہ شیبانی علیہ الرحمۃ) متوفی ۲۴۱ھ، مطبوعہ: دار احیاء التراث العربی بیروت لبنان۔

(۹) مشکوٰۃ المصابیح (امام محی السنہ علیہ الرحمۃ) متوفی ۵۱۶ھ، مطبوعہ: دار احیاء التراث العربی بیروت لبنان۔

(۱۰) مستدرک للحاکم (امام ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ حکم علیہ الرحمۃ)، متوفی ۴۰۵ھ مطبوعہ: دار الباز مکہ مکرمہ، دار المعرفۃ بیروت۔

(۱۱) شعب الایمان (امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی علیہ الرحمۃ) متوفی ۴۵۸ھ، مطبوعہ: دار الکتب العلمیۃ

(۱۲) الترغیب والترھیب (امام عبدالعظیم بن عبدالقوی علیہ الرحمۃ) متوفی ۶۵۶ھ، مطبوعہ: دار ابن کثیر بیروت، دار الکتب العلمیۃ۔

(۱۳) فتح الباری (امام احمد بن علی بن حجر عسقلانی علیہ الرحمۃ) متوفی ۸۵۲ھ، قدیمی کتب خانہ۔

(۱۴) عمدۃ القاری (علامہ بدر الدین عینی علیہ الرحمۃ) متوفی ۸۵۵ھ، مطبوعہ: دار الفکر بیروت

(۱۵) شرح صحیح مسلم (علامہ غلام رسول سعیدی زید مجدہ) فرید بک اسٹال۔

(۱۶) ریاض الصالحین (ابی زکریا یحیٰی بن شرف نووی علیہ الرحمۃ) متوفی ۶۷۶ھ، مطبوعہ: دار الارقم۔

(۱۷) الموطا امام مالک (امام مالک بن انس علیہ الرحمۃ)، متوفی ۱۷۹ھ، مطبوعہ: دار الفجر للتراث۔

(۱۸) المعجم الاوسط (امام سلیمان بن احمد طبرانی)، متوفی ۳۶۰ھ، دار الکتب العلمیۃ۔

(۱۹) فیض القدیر (عبدالرؤف المناوی علیہ الرحمۃ)، متوفی ۱۰۲۱ھ، دار الکتب العلمیۃ۔

(۲۰) کنز العمال (علامہ علی متقی بن حسام الدین ہندی برہان پوری)، متوفی ۹۷۵ھ، دار الکتب العلمیۃ۔

(۲۱) المسند الفردوس (امام ابوشجاع شیرویہ بن شہردار دیلمی)، متوفی ۵۰۹ھ، دار الکتب العلمیۃ۔

(۲۲) المجمع الزوائد (حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی)، متوفی ۸۰۷ھ، دار الکتب العلمیۃ۔
(۲۳) تحفۃ الطالب بہ معرفۃ احادیث مختصر ابن الحاطب، دار ابن حزم بیروت ۱۴۱۶ھ۔
(۲۴) البدور السافرۃ فی احوال الآخرۃ (امام جلال الدین سیوطی شافعی علیہ الرحمۃ)، متوفی ۹۱۱ھ، دار الکتب العلمیۃ۔
(۲۵) نووی علی مسلم (علامہ یحیی بن شرف نووی)، متوفی ۶۷۶ھ، بیت الافکار الدولیۃ۔
(۲۶) المصنف عبد الرزاق (الامام الحافظ ابو عبد الرزاق بن ہمام بن نافع الصنعانی)، مکتبہ عباس احمد الباز۔
(۲۷) مصنف ابن ابی شیبہ (امام ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ)، متوفی ۲۳۵ھ، دار الفکر بیروت، ادارۃ القرآن۔

کتب لغت:

(۱) المفردات (علامہ راغب اصفہانی علیہ الرحمۃ)، متوفی ۵۰۲ھ، مطبوعہ: قدیمی کتب خانہ۔
(۲) التعریفات (علامہ علی بن محمد بن علی جرجانی علیہ الرحمۃ)، متوفی ۸۱۶ھ، مطبوعہ: دار الکتب العلمیۃ۔
(۳) تاج العروس (علامہ سید محمد مرتضی حسینی زبیدی)، متوفی ۱۲۰۵ھ، مکتبہ مصر، دار الفکر بیروت، دار احیاء التراث العربی۔

کتب فقہ واصول فقہ وفتاواجات:

(۱) الھدایۃ مع بدایۃ المبتدی (امام برھان الدین ابو الحسن ابو الحسن علی بن ابی بکر الرغینانی علیہ الرحمۃ)، متوفی ۵۹۳ھ، مکتبۃ البشری۔
(۲) قدوری مع توضیح الضروری (ابو الحسن احمد بن جعفر بن حمدان البغدادی علیہ الرحمۃ)، متوفی ۵ رجب المرجب ۱۴۲۸ھ، میر محمد کتب خانہ آرام باغ کراچی۔
(۳) نور الایضاح مع بذریعۃ النجاح (حسن بن عمار بن علی بن یوسف علیہ الرحمۃ)، متوفی ۱۱ رمضان ۱۰۲۹ھ، مکتبہ ضیائیہ راولپنڈی۔
(۴) کنز الدقائق مع کشاف الحقائق (ابو البرکات حافظ الدین عبد اللہ بن احمد علیہ الرحمۃ) متوفی ۷۱۰ھ، مطبوعہ: مکتبہ ضیائیہ راولپنڈی
(۵) فتح القدیر شرح ھدایہ مع کفایہ (شیخ امام کمال الدین محمد بن عبد الواحد علیہ الرحمۃ)، متوفی ۶۸۱ھ، مطبوعہ: دار الکتب العلمیۃ۔
(۶) نور الانوار مع قمر الاقمار (حافظ شیخ احمد بن ابو سعید المعروف بہ ملاجیون علیہ الرحمۃ)، متوفی ۱۱۳۰ھ، مکتبۃ الحمانیہ کانسی روڈ کوئٹہ۔
(۷) الفتاوی الرضویۃ (امام احمد رضا خان فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ)، متوفی ۱۳۴۰ھ، رضا فاؤنڈیشن لاھور۔
(۸) الھندیۃ (ملا نظام الدین علیہ الرحمۃ) متوفی ۱۱۶۱ھ، مطبوعہ: دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان۔
(۹) رد المحتار علی در مختار (علامہ ابن عابدین شامی علیہ الرحمۃ)، متوفی ۱۲۵۲ھ، مطبوعہ: دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان۔
(۱۰) السراجیۃ (شیخ سراج الدین محمد بن عبد الرشید السجاوندی علیہ الرحمۃ)، متوفی ۶۰۰ھ، ضیاء القرآن
(۱۱) الجوھرۃ النیرۃ (علامہ ابو بکر علی بن حداد علیہ الرحمۃ)، متوفی ۸۰۰ھ، مکتبہ حقانیہ ملتان۔
(۱۲) البدائع الصنائع (ابو بکر بن مسعود کاسانی علیہ الرحمۃ)، متوفی ۵۸۷ھ مرکز اھل سنت برکات رضا۔
(۱۳) بحر الرائق شرح کنز الدقائق (علامہ ابن نجیم علیہ الرحمۃ) متوفی ۹۷۰ھ، مطبوعہ: دار احیاء التراث العربی۔

(۱۴)غنیۃ المستملی(علامہ ابراہیم بن محمد حلبی)،متوفی ۹۵۶ھ،سہیل اکیڈمی لاہور۔
(۱۵)المنار(علامہ ابوالبرکات احمد بن محمد نسفی)،متوفی ۷۱۰ھ،دارالمعرفۃ بیروت۔
(۱۶)فتاوی افریقیہ(امام احمد رضا قادری)،متوفی ۱۳۴۰ھ،مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی۔
(۱۷)مجموعۃ الفتاوی(تقی الدین بن تیمیہ)،متوفی ۷۲۸ھ دارالجلیل بیروت۔

کتب متفرقہ:

(۱)احیاءعلوم الدین وکیمیائے سعادت(ابوحامد محمد بن محمد غزالی علیہ الرحمۃ)،متوفی ۵۰۵ھ،مکتبہ رشیدیہ سرکی روڈ کوئٹہ۔
(۲)شرح العقائد مع میزان العقائد(علامہ سعدالدین تفتازانی علیہ الرحمۃ)،متوفی ۷۹۱ھ،قدیمی کتب خانہ
(۳)الاصابۃ فی تمییز الصحابہ(الامام الحافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی)،متوفی ۸۵۲ھ،دارالکتب العلمیۃ
(۴)سبل الھدی والرشاد(الامام محمد بن یوسف الصالحی الشامی)،متوفی ۹۴۲ھ،دارالکتب العلمیۃ۔
(۵)تاریخ الخلفاء مترجم(علامہ جلال الدین عبدالرحمن بن ابی بکر السیوطی علیہ الرحمۃ)متوفی ۹۱۱ھ،قدیمی کتب خانہ۔
(۶)حجۃ اللہ البالغہ(شاہ ولی اللہ محدث دھلوی)،قدیمی کتب خانہ۔
(۷)فضیلۃ الشکر(ابوبکر محمد بن جعفر بن محمد خرائطی علیہ الرحمۃ)،متوفی ۳۲۷ھ،دارالفکر دمشق
(۸)تاریخ دمشق لابن عساکر(امام ابن عساکر علیہ الرحمۃ)،متوفی ۵۷۱ھ،دارالفکر بیروت۔
(۹)حیات اعلی حضرت(مولانا ظفرالدین قادری علیہ الرحمۃ)،متوفی ۱۳۸۲ھ،مکتبہ رضویہ کراچی۔
(۱۰)منہاج العابدین(امام محمد بن احمد غزالی علیہ الرحمۃ)،متوفی ۵۰۵ھ،دارالکتب العلمیۃ۔
(۱۱)کتاب الاسماء والصفات(امام ابوحسن محمد بن احمد بیہقی علیہ الرحمۃ)متوفی ۴۵۸ھ،داراحیاءالتراث العربی۔
(۱۲)کتاب العظمۃ(امام عبداللہ بن محمد بن جعفر المعروف ابی الشیخ)،متوفی ۳۹۶ھ،دارالکتب العلمیۃ۔
(۱۳)الیواقیت الجواہر(علامہ عبدالوھاب شعرانی)،متوفی ۹۷۳ھ،داراحیاءالتراث العربی۔
(۱۴)ذم الھوی(امام ابوالفرج عبدالرحمن بن الجوزی علیہ الرحمۃ)،متوفی ۵۹۷ھ،دارالکتب العلمیۃ۔
(۱۵)العقد الفرید(ابوعمر احمد بن محمد بن عبدربہ الاندلیسی)،متوفی ۴۷۳ھ،داراحیاءالتراث العربی۔
(۱۶)البحر المحیط()متوفی،دارالفکر بیروت۔
(۱۷)روض الریاحین(علامہ عبداللہ بن اسد یافعی)،متوفی ۷۶۸ھ،دارالکتب العلمیۃ۔
(۱۸)الکبائر(الشیخ محمد بن صالح العثیمین علیہ الرحمۃ)،متوفی ۷۴۸ھ،دارالکتب العلمیۃ۔
(۱۹)البدایۃ والنھایۃ(حافظ ابن کثیر علیہ الرحمۃ)،متوفی ۷۷۴ھ،دارالمعرفۃ بیروت۔(۲۰)قصص الانبیاء،ایضا،دارالکتب العلمیۃ۔

(۲۱)شرح فتوح الغیب (العارف الربانی شیخ عبدالقادر جیلانی، تقی الدین احمد بن تیمیہ) موسسۃ الاشرف لاھور۔
(۲۲) تنبیہ الغافلین (الامام الشیخ نصر بن محمد بن ابراھیم الثمر قندی) متوفی ۳۷۳ھ، مرکز اھل سنت برکات رضا۔
(۲۳)الرسالۃ القشیریۃ (الامام ابی القاسم عبدالکریم ھوازن القشیری النیسابوری)، متوفی ۴۶۵ھ، المکتبۃ التوفیقۃ۔
(۲۴)الفقہ الاکبر(امام ابی حنیفہ نعمان بن ثابت کوفی علیہ الرحمۃ)، متوفی ۱۵۰ھ، دار الکتب العلمیۃ۔
(۲۵)اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابۃ (عزالدین بن الاثیر ابی الحسن علی بن محمد الجزری علیہ الرحمۃ)، متوفی ۶۳۰ھ، دار الفکر بیروت۔
(۲۶)نسیم الریاض شرح شفاء القاضی عیاض (شھاب الدین احمد بن محمد بن عمر الخفاجی علیہ الرحمۃ)، متوفی ۱۰۶۹ھ دار الفکر بیروت۔
(۲۷)الخیالی علی شرح العقائد النسفیۃ (علامہ شمس الدین احمد بن موسی خیالی)، متوفی ۸۷۰ھ، مطبوعہ مطبع یوسفی لکھنؤ۔
(۲۸)المعتقد والمنتقد (امام احمد رضا خان فاضل بریلوی)، متوفی ۱۳۴۰ھ،
(۲۹)تہذیب التہذیب (ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمۃ)، متوفی ۸۵۲ھ، دار الفکر بیروت
(۳۰)مقالات کاظمی (علامہ سعید احمد کاظمی علیہ الرحمۃ)، برکاتی پبلی کیشنز۔
(۳۱)سیرت رسول عربی (نور محمد توکلی علیہ الرحمۃ) فرید بک اسٹال۔
(۳۲)حفظ الایمان (مولانا اشرفعلی تھانوی)، مکتبہ تھانوی دفتر البقاء، مسافر خانہ بندر روڈ۔
(۳۳)تقویۃ الایمان (شاہ اسماعیل دھلوی) مطبوعہ دار السلام۔
(۳۴)جاء الحق (مفتی احمد یار خان نعیمی) متوفی ۱۳۹۱ھ، ضیاء القرآن لاھور۔
(۳۵)اخبار الاخیار (شیخ عبدالحق محدث دھلوی)، مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر۔
(۳۶)موسوعۃ الامام ابن ابی الدنیا (حافظ ابوبکر عبداللہ بن محمد ابن ابی الدنیا)، متوفی ۲۸۱ھ، دار الکتب العلمیۃ۔
(۳۷)اردو لغت، مطبوعہ محیط اردو پریس کراچی ۱۹۹۱ء۔
(۳۸)الاستیعاب (حافظ ابوعمرو یوسف بن عبداللہ بن محمد بن عبدالبر)، متوفی ۴۶۳ھ، دار الکتب العلمیۃ۔
(۳۹)الصمصام، () بزم عاشقان مصطفیٰ لاھور۔
(۴۰)شمائم امدادیہ، (حاجی امداد اللہ مہاجر مکی علیہ الرحمۃ) کتب خانہ شرف الرشید شاہ کوٹ۔
(۴۱)تحذیر الناس (مولانا محمد قاسم، بانی دار العلوم دیوبند)، متوفی، کتب خانہ رحیمیہ دیوبند سہارنپور۔
(۴۲)تھانوی کے پسندیدہ واقعات (مولانا اشرفعلی تھانوی) متوفی، دار الاشاعت۔
(۴۳)حیات الحیوان الکبری (علامہ کمال الدین محمد بن موسی دمیری)، دار الکتب العلمیۃ۔
(۴۴)تنبیہ المغترین (علامہ عبدالوھاب بن احمد شعرانی)، متوفی ۹۷۳ھ، المطبوعہ میمنیہ مصر۔
(۴۵)سبع سنابل () مکتبہ قادریہ لاھور۔
(۴۶)المغنی، دار الفکر بیروت۔(۴۷)تعلیم المتعلم (امام برھان الدین الاسلام زرنوجی)، باب المدینہ کراچی۔
(۴۸)نصب الرایہ (حافظ جمال الدین عبداللہ بن یوسف زیلعی)، متوفی ۷۶۲ھ، دار الکتب العلمیۃ۔

یاد داشت

دوران مطالعہ ضرورتاً انڈر لائن کیجئے، اشارات لکھ کر صفحہ نمبر نوٹ فرما لیجئے، ان شاء اللہ علم میں ترقی ہوگی۔

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر	نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر